اور کچھ خواب

عشنا کوثر سردار

اور کچھ خواب

عشنا کوثر سردار

"محبت لکن مٹی ہے" اور میں تمہیں آس پاس دیکھتا ہوں۔میں نے آسمان پر تاروں کو کئی بار ٹوٹتے دیکھا ہے۔ڈوبتے ابھرتے دیکھا ہے۔روشنیوں سے بھرے بہت سے تارے اور تمہاری آنکھیں، تمہاری آنکھیں تو ایسی ہی ہیں، آسمان کے وہ سارے تارے اپنی روشنی کو سنگ باندھے تمہاری آنکھوں میں کیسے آن بیٹھتے ہیں کیسے... کیسے کر لیتی ہو تم یہ سب؟" اس کا لہجہ جنوں خیزی لیے ہوئے تھا۔نگاہوں میں ایک تپش تھی۔انابیتا کے پورے جسم کا خون جیسے ایک پل میں چہرے پر آن رکا تھا۔وہ دم سادھے کھڑی تھی۔پلک

تک نہیں جھپک سکی تھی۔اتنی گنگ تھی کہ سوجھا ہی نہیں تھا کہ کسی ردعمل کا اظہار کرے بھی تو کیسے...

اس نے ان لمحوں میں جیسے خواب بھر دیے تھے۔سارا ماحول جادوئی کر دیا تھا۔ایک طلسم سا وہ اپنے اردگرد بکھرا محسوس کر رہی تھی۔

”تمہاری آنکھوں میں کہکشائیں بستی ہیں‘ تارے چمکتے ہیں‘ اَسرار بستے ہیں۔ خواب سانس لیتے ہیں۔ محبت دھڑکتی ہے‘ خواب بنتی ہے۔میں نے سانس لیتے دیکھا ہے محبت کو تمہاری ان آنکھوں میں‘ سنا ہے ان دھڑکنوں میں محسوس کیا ہے ان سانسوں میں۔میں تمہاری طرف دیکھوں یا نہیں۔ان نظروں میں جھانکوں یا انجان رہوں مگر ان آنکھوں کے طلسم سے کبھی غافل نہیں رہ سکتا۔ تم انجان نہیں رہنے دیتیں مجھے۔میرے گمان‘ دھیان سب سنگ باندھے رکھتی ہو۔اتنا بے بس کیوں کر دیتی ہو...؟ میں آنکھیں بند بھی کرتا ہوں تو مجھے یہ روشنی سونے نہیں دیتی۔دبے پاؤں چلی آتی ہے۔میری پلکوں پر دستک دینے‘ سوتے جاگتے میں تمہاری آنکھوں میں لکھی تحریروں کو پڑھتا رہتا ہوں اور محبت میرے اندر بولتی رہتی ہے۔تمہارا احساس خاموشیوں کو زبان دیتا ہے۔

میں سنتا ہوں اور ان کہی کو بھی‘ محسوس کرتا ہوں جو کہیں راز بنا... دبے پاؤں ان رگوں میں خون کے ساتھ بہتا راز سا بنا ہوا ہے۔میں سنتا ہوں تمہاری چپ کو بھی اور اس چپ میں دبے ہزار بے مہار لفظ۔“

اناہیتا کا وجود پتھر سا ہو گیا تھا۔وہ ایک پتے کی طرح طوفان کی زد پر تھی۔ وجود ساکت وجامد سا تھا۔

دامیان شاہ سوری کی آنکھوں میں ایک مقناطیست تھی۔وہ اسیر ہو رہی تھی۔بے بسی کی حد تھی۔ایک طلسم اسے اپنے سنگ باندھ گیا تھا۔کوئی جادو سا تھا فضا میں... دامیان شاہ سوری نے اس کا ہاتھ بہت دھیرے سے اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیا تھا۔

”یہ سچ ہے۔“ وہ بہت دھیرے سے بولا تھا۔”میں تمہاری آنکھوں میں لکھی آیتوں کو پڑھتا ہوں اور محبت میرے اندر اک ورد کرتی ہے۔میں چاروں اطراف پھیلی آوازوں کو پکڑنے کی کوشش کرتا ہوں۔باندھنے کے جتن کرتا ہوں اور محبت بولتی جاتی ہے۔کتنے بے مہار لفظ تیرتے ہیں تمہاری آنکھوں میں۔میں الجھتا جاتا ہوں۔تم ایسا کیوں کرتی ہو‘ اتنا بے بس کیوں کر دیتی

ہو...؟ میرے اندر ہر پل دھڑکتا ایک یقین... ہاں تم یقین ہو۔" دامیان شاہ سوری کی جنوں خیزی حد سے سوا تھی۔انابیتا کو اپنے دل کی آواز کان چیرتی محسوس ہوئی تھی۔

"سوچتا ہوں کیا ہے یہ... محبت واقعی کوئی معجزہ ہے کیا؟" ایک مدہم سرگوشی فضا میں ابھری تھی۔

انابیتا کو لگا تھا کہ اس کا وجود اس کے اور بھی قریب آ گیا ہو۔وہ اس کی نظروں کی تپش کو اپنے چہرے پر صاف محسوس کر سکتی تھی۔

"محبت معجزہ ہی ہے۔اس ہونے اور نہ ہونے کے درمیان اس فاصلے کو، اس احساس کو مٹ جانے دو جو خواب سا ہے۔اسے اب سچ ہو جانے دو۔" عجب اک جنوں خیزی تھی۔وہ لمحہ عجب اسرار لیے ہوئے تھا۔محبت واقعی جیسے ایک معجزہ تھی۔کوئی کرشمہ سازی کرنے پر تلی تھی۔انابیتا نے محسوس کیا تھا۔محبت جیسے اس لمحے واقعی اس خاموشی میں سانس لے رہی ہو، بول رہی ہو۔وہ ان سرگوشیوں کو اپنے اندر کہیں سرایت کرتا محسوس کر رہی تھی۔اسے لگا تھا۔ اس کے آگے کی کوئی دنیا ہے ہی نہیں۔

جو ہے سب جھوٹ ہے۔

اگر کچھ سچ ہے تو بس یہی ہے۔

کیسا یقین بول رہا تھا اس کے لہجے میں۔وہ کیسے خوابوں کی دنیاؤں میں گھر گئی تھی۔کیسے جادو سے بندھ گئی تھی۔

"محبت معجزہ ہی ہے۔" اس کی سرگوشی اس کے کانوں میں پڑی تھی۔اک یقین بول رہا تھا اس کے لہجے میں۔

"بھول جاؤ سب۔مانو وہ جو دل کہتا ہے۔سنو وہ جو محبت کہہ رہی ہے۔ہماری محبت جاوداں ہے۔سو بھول جاؤ سب، تمام خدشے جھوٹے ہیں، نظرانداز کر دو سب کچھ، اپنا ہاتھ تو میرے ہاتھ میں دو، میں خوابوں کی اس سرزمین پر تمہارے ساتھ چلنا چاہتا ہوں۔چلو سب بھول کر محبت کے اس ایک نئے سفر پر چلیں انارکلی۔یہی محبت کی تکمیل ہے اور ہماری ان مٹ سچائی انار کلی۔"

دامیان شاہ سوری نے کہا تھا اور کرسٹل ہال روم تالیوں سے گونج اٹھا تھا۔

انابیتا جو اپنے گرد اس معجزاتی محبت کے حصار کو پورے طور پر محسوس کر رہی تھی جیسے اک خواب سے جاگی تھی۔ سر اٹھا کر دامیان شاہ سوری کو دیکھا وہ مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔ پردہ جانے کب کا گر چکا تھا۔

وہ ایک پل میں اس کی گرفت سے باہر آئی تھی۔ جو کچھ بھی ہوا تھا سب ایک خواب کی سی کیفیت کا سا تھا مگر اب اس کا فطری اعتماد بحال ہو چکا تھا۔ وہ بنا کچھ کہے چلتی ہوئی آگے بڑھنے لگی تھی تب ہی دامیان شاہ سوری بھاگتا ہوا اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا تھا۔

”تھینکس۔ بڑا خوب صورت ایکٹ

”ہاں تھا۔“ وہ ایک رسمی سی مسکراہٹ لبوں پر لا کر بولی تھی۔

”آپ کے ایکسپریشن کمال کے تھے۔“

”ایکسپریشن...؟ ہاہ آپ کو لگتا ہے کہ میں نے اس ڈمپ اسکرپٹ میں کوئی کمال کا کام کیا ہے؟ اس میں کرنے لائق تھا ہی کیا؟ مجھے تو یہ بھی سمجھ میں

نہیں آتا کہ میں اس ایکٹ میں تھی بھی کیوں؟ یہ ڈھیر سارے منوں کے حساب سے بھاری بھرکم ڈائیلاگ تو آپ ایک ڈمی یا پھر دیوار کے مقابل بھی بول سکتے تھے۔“ وہ جل کر بولی۔ ”میرا تو سرے سے موڈ ہی نہ تھا۔ اگر عمر ہاتھ جوڑ کے کہنے نہ آیا ہوتا تو میں یہ ایکٹ کبھی نہ کرتی۔“ اندر کی ساری بھڑاس اس ایک پل میں نکال باہر کی تھی۔ وہ بجائے برا ماننے کے مسکرا دیا تھا۔

”جو بھی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ایک لمحے کو آپ بھی سب کچھ بھول گئی تھیں، ہوں؟“ وہ بدستور شرارت پر مائل تھا۔ بجائے اپنی غلطی ماننے کے۔

وہ اسے فقط گھور کر رہ گئی تھی پھر بولی۔

”اسے چیٹنگ کہتے ہیں غالباً۔ آپ نے حد کر دی۔ سارے کے سارے ڈئیلاگ اپنے حصے میں رکھے۔ کہنے کو میں انارکلی تھی مگر اس سے بہتر ہوتا آپ سچوئشن تبدیل کرتے اور یہ سب ایک دیوار سے مخاطب ہو کر کہتے اور جواز دیتے کہ انارکلی کے لیے وہ محبت جو دیوار کے پیچھے قید کر دیے جانے کے بعد امڈ امڈ کر باہر آئی۔“

"ہاہاہا۔" دامیان ہنستا چلا گیا تھا۔

"تم لڑکیاں بھی نا۔ عجب ڈفر ہوتی ہو۔"

"ایکسکیوزمی۔ آپ ہم لڑکیوں کو برا نہیں کہہ سکتے۔ اپنی غلطی مانیے۔ آپ نے غلط کیا ہے۔"

"کیا غلط کیا ہے...؟ آپ کو پتہ ہے۔ میں نے آپ کا اسکرپٹ نہیں لکھا۔ میں نے عمر سے سب ڈسکس کیا تھا پھر طے ہوا کہ آپ کی لائنز عمر لکھے گا اور میری میں خود۔ اب عمر اگر آپ کے ڈئیلاگ لکھ ہی نہیں پایا تو اس میں قصور کس کا ہے؟ آپ خواہ مخواہ شک کر رہی ہیں انارکلی۔"

"ایکسکیوزمی۔ میرا نام اناہیتا بیگ ہے۔" اناہیتا نے یاد دلایا تھا۔

"ہاں وہی اناہیتا۔ آپ بھول رہی ہیں کہ عمر کو بھول جانے کی عادت ہے اور میرا یقین کریں میں نے آپ کے اسکرپٹ کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔" دامیان نے یقین دلانا چاہا تھا مگر وہ بنا سنے آگے بڑھ گئی تھی۔

"اناہیتا! جو بھی ہوا سب بھول جاؤ۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم دونوں کا ہی نام اس ایکٹ سے جڑا ہے اور وہ لوگوں کو اچھا لگا ہے۔ اب اس میں آپ کے ڈئیلاگ تھے یا نہیں..." وہ پھر اس کے ساتھ چلنے لگا تھا۔

"آپ ماننے کو تیار نہیں۔ آپ نے تاریخ کو مسخ کیا ہے جو بھی اسکرپٹ تھا میں اس سے ایگری نہیں۔ خلوتوں میں جب انارکلی اور سلیم ملتے ہوں گے تب کیا باتیں ہوتی ہوں گی... یہ نہ آپ جانتے ہیں اور نہ ہی میں... ہسٹری کی جو شکل آپ نے دکھائی جو بھی اظہار کیا میں اسے ماننے سے انکار کرتی ہوں۔" وہ قطعی پن سے بولی تھی۔ دامیان شاہ سوری مسکرا دیا تھا۔

"یہی بات میں بھی کہنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ خلوتوں میں کیا باتیں ہوتی ہوں گی یہ نہ آپ جانتی ہیں نہ ہم۔" کہہ کر وہ ایک ہی لمحے میں آگے بڑھ گیا تھا۔

اناہیتا بیگ نے دیکھا تھا۔ وہ کئی لوگوں کے حصار میں تھا مگر للّی ان سے کہیں بہت قریب تھی اور وہ مسرور دکھائی دے رہا تھا۔

"ویل ڈن انابیتا۔" پارسا کب چلتی ہوئی اس کے قریب آن رکی تھی اسے پتہ ہی نہیں چلا تھا۔وہ چونکی تھی اور مسکرا دی تھی۔

"تھینکس پارسا! مجھے نہیں لگتا میں نے ایسا کوئی معرکہ مارا ہے۔"

"شاید مگر مجھے یہ ڈرامہ اچھا لگا مگر حیرت ہوئی دامیان نے تمہیں اس میں کیوں لیا... للّی کو یہ کرنا تھا۔" پارسا بولی تھی اور وہ مسکرا دی تھی۔

"لگا تو مجھے بھی ایسا ہی تھا مگر للّی کا لہجہ تو تم جانتی ہی ہو۔ایک نمبر کا ڈرامہ ہے۔اس روز رہرسل میں جو ہوا تھا اسے دیکھ کر جو قہقہے ابھرے تھے ان کی آواز لائبریری تک آئی تھی اور پھر عمر دوڑا ہوا میرے پاس آگیا تھا کہ یہ ایکٹ للّی نہیں تم کروگی۔" دونوں ساتھ ساتھ چلنے لگی تھیں۔پارسا مسکرا دی تھی۔

"اینی ہاؤ سب اچھا گیا۔مانو نہ مانو ہسٹری اپنے اندر سچ میں کوئی بھید رکھتی ہے اور جادو بھی۔سچ پوچھو تو مجھے بے چاری انارکلی پر بہت ترس آتا ہے۔ محبت کی سزا اتنی بھیانک نہیں ہو سکتی۔"

"ہوں نہیں ہونی چاہئے تھی مگر ہم اس زمانے میں تھے نہیں' سو جو بھی ہوا ہم اس کے لیے خود کو الزام نہیں دے سکتے۔پتہ نہیں کیا ہوا ہوگا۔محبت کہیں تھی بھی کہ نہیں میں نہیں جانتی۔"

"محبت کے بارے میں تو میں بھی کچھ زیادہ نہیں جانتی انابیتا مگر مجھے پہلی بار لگا کہ للّی اور دامیان شاہ سوری کا پیئر کتنا مِس میچ ہے۔" وہ مسکرائی تھی۔

"مِس میچ...؟" انابیتا بیگ چونکی تھی۔"اوہ اوکے وہ خوب صورت ہے پارسا اور میں نہیں ہوں۔" وہ مسکرائی تھی۔

"جانتی ہوں وہ ہاف انگلش ہے مانتی ہوں وہ خوب صورت ہے لیکن تم بہت خاص ہو۔" پارسا مسکرائی تھی۔

"ایکسکیوزمی۔میرا للّی سے کوئی مقابلہ نہیں۔تم اس ریس میں مجھے کیوں شامل کر رہی ہو؟ اوہ صرف اس لیے کہ میں اس دامیان شاہ سوری کے ساتھ۔" وہ اپنے کمپیئر کیسے جانے

چپ ہو گئی تھی۔

پارکنگ میں کھڑی اپنی گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے پارسا چوہدری کی طرف دیکھا تھا۔

”چلو تمہیں ڈراپ کر دوں۔“

”نہیں ہاسٹل قریب ہی ہے۔“

”بیٹھو۔“ اناہیتا نے کہا تو وہ فرنٹ ڈور کھول کر چپ چاپ بیٹھ گئی۔

...☆☆☆...

اناہیتا ملک لیپ ٹاپ کھولے بیٹھی تھی۔ ذہن اتنا مصروف تھا کہ ممی کے اندر آنے اور دودھ کا گلاس ٹیبل پر رکھنے کی بھی خبر نہیں ہوئی۔

”اور کیا کام باقی ہے۔کچھ ہوش ہے وقت کا؟ تم نے ڈھنگ سے ڈنر تک نہیں کیا تھا۔“ رافینہ نے بیٹی کو ڈپٹا تھا۔

”بس ممی! اور تھوڑی دیر۔نانا کے پیسوں کی انوسٹمنٹ لگی ہے۔خود ہر کام کو دیکھنا ضروری ہوتا ہے۔اب ہر کام دوسروں پر ڈال دوں گی تو چل گیا کام۔“ اناہیتا ماں کی طرف دیکھ کر مسکرائی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”چلو پہلے یہ دودھ پی لو پھر دیکھ لینا سب۔“ رافینہ نے پیار سے سر پر ہاتھ دھرا تھا۔”دیکھو یہ اتنا سا منہ نکل آیا ہے۔خدا خدا کر کے پڑھائی ختم ہوئی تھی۔پڑھ تُو رہی تھی اور جان میری سولی پر اٹکی تھی۔رات رات بھر جاگنا۔کتابوں سے الجھے رہنا۔نہ کھانے کا ہوش نہ پینے کا۔ادھر ایگزام ختم ہوئے اور ادھر تو نے ایک نیا پنڈورا باکس کھول لیا۔“ ممی ڈانٹتی ہوئی بولی تھیں اور وہ مسکرا دی تھی۔

”ممی! آپ کی بیٹی کامیابی کی سیڑھیوں پر قدم رکھ رہی ہے۔بس کام کام اور کام۔مسٹر جناح کے کہے گئے پر عمل کر کے مجھے بہت سے معرکے سر کرنا ہیں۔ابھی تو یہ بس ابتدا ہے۔آپ کو تو خوش ہونا چاہیے۔آپ کی بیٹی میں اتنی قابلیت ہے۔“ اناہیتا مسکرا دی تھی۔

”ہاں وہ تو ہے مگر اس سب کی کیا ضرورت ہے۔نانا بھی بھرپور ساتھ دے رہے ہیں۔ڈھیروں کے حساب سے کیپٹل انوسٹ کر ڈالا۔نواسی پر اتنا بھروسہ ہے مگر بیٹا زندگی اس سے بھی سوا ہے۔کچھ اور خواب بھی ہیں۔“

"خوابوں کی کہانی نہ ختم ہونے والی ہے ممی اور میں حقیقت پر اعتبار کرتی ہوں۔آپ کی بیٹی کوئی بے وقوف سی خوابوں میں رہنے والی لڑکی نہیں ہے۔ ابھی بہت سے کام کرنا باقی ہیں۔ایک بڑا سا گھر لینا ہے۔اس گھر کا نام ہوگا رافیہ پیلس۔یہ محل سا بڑا گھر اور بہت سے نوکر چاکر۔یہ ادھر... ادھر آپ کے ایک حکم کے غلام' ہاتھ باندھے کھڑے ملازم۔کتنا مزہ آئے گا نا۔آپ ایک اشارہ کریں گی اور یہ کام چٹکیوں میں ہو جائے گا۔" اناہیتا ملک سوچ کر ہی مسرور ہوئی تھی۔

رافیہ مسکرا دی تھیں۔

"ہاں اچھا لگے گا مگر اس سے بھی زیادہ تب اچھا لگے گا جب تو اپنے گھر کی ہو جائے گی۔کچھ خواب میری ان آنکھوں میں بھی ہیں۔ان کا کیا ہوگا..."

"ممی! ہر بات کے لیے ایک وقت ہوتا ہے اور ابھی ان باتوں کا وقت نہیں آیا۔جب آئے گا تب آپ کو مجھ سے کچھ پوچھنے کی ضرورت بھی پیش نہیں آئے گی مگر فی الحال مجھے کام کرنا ہے۔آپ کو پتہ ہے اس ایک مہینے میں پوری دس شادیوں کے ارینج منٹس کے آرڈر ملے ہیں۔دس آرڈرز یعنی بہت سا

پیسہ۔کتنا مزہ آئے گا نا جب ہم اپنا گھر واپس لیں گے۔" وہ روانی میں کہتی ہوئی ایک دم چپ ہوئی تھی۔سر اٹھا کر ممی کی طرف دیکھا تھا پھر بات بدلتے ہوئے بولی تھی۔

"آپ نے کھانا ٹھیک سے کھایا تھا؟"

"ہوں۔"

"اور میڈیسن؟"

"ہاں وہ بھی۔"

"نانا سو گئے؟"

"ہاں۔اب تم بھی سو جاؤ۔" انہوں نے کہا۔

"سوتی ہوں ممی! کچھ ای میلز چیک کر رہی ہوں۔آپ سو جائیں۔چلیں میں آپ کو کمرے تک چھوڑ آؤں۔" اناہیتا ملک اٹھی تھی۔

"نہیں تم دودھ پیئو اور اب سو جاؤ۔میں چلی جاؤں گی۔" رافینہ ملک کہہ کر پلٹی تھیں اور چلتی ہوئی باہر نکل گئی تھیں۔

انائیا دوبارہ بیٹھ کر ای میلز کے جواب دینے لگی تھی۔

...☆☆☆...

دامیان شاہ سوری' یلماز کمال اور للی کے ساتھ کھڑا تھا۔تینوں کسی بات پر ہنس رہے تھے۔انابیتا بیگ نے محسوس کیا تھا کہ پارسا کی نگاہیں وہیں کہیں ٹکی تھیں۔

"اس طرح کیا دیکھ رہی ہو؟" انابیتا بیگ نے مسکراتے ہوئے پوچھا تھا۔ پارسا نے نگاہ ایک لمحے میں ہٹائی تھی۔

"کچھ نہیں۔یہ دامیان شاہ سوری کیا شیر شاہ سوری کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے؟ میں یہی سوچ رہی تھی۔"

"شاید۔معلوم نہیں مگر اس کے بارے میں سوچنے کا خیال کیوں آیا؟"

"یوں ہی۔" پارسا نے یوں ہی ڈائری کھول لی تھی اور ورق الٹنے لگی تھی۔شاید وہ کوئی ضروری نوٹ ڈھونڈ رہی تھی۔

" یلماز کمال اچھا ہے نا؟" انابیتا بیگ نے مسکراتے ہوئے اس کے جھکے ہوئے سر کو دیکھا تھا۔پارسا چونکی نہیں تھی مگر اس کے ہاتھ لمحہ بھر کو تھم گئے تھے۔

"بس ٹھیک ہے اور ہم اس کی بات کیوں کر رہے ہیں؟"

"یوں ہی۔" انابیتا بیگ ہنسی تھی اور پارسا بھی مسکرا دی تھی۔

"مجھے للی دامیان شاہ سوری کے ساتھ بالکل اچھی نہیں لگتی۔کیا دامیان شاہ سوری کو معلوم ہے کہ یہ ہاف انگلش گرل بگڑے ہوئے لہجے والی لڑکی اس کے ساتھ بھونڈا ایک مِس میچ ہے؟" پارسا نے یوں ہی تجزیہ کیا تھا۔انابیتا نے نگاہ اٹھا کر انہیں بغور دیکھا تھا پھر شانے اچکا دیے تھے۔

"ہمیں کیا لینا دینا۔ہوتا ہے مِس میچ تو ہوا کرے۔محبت کے بارے میں یوں بھی کہتے ہیں کہ اندھی ہوتی ہے۔اگر دامیان شاہ سوری کو للی سے محبت ہے۔خوب صورتی یوں بھی دیکھنے والے کی آنکھ میں ہوتی ہے۔دنیا کو تو لیلیٰ بھی کالی دکھائی دیتی تھی تو کیا قیس نے اس سے محبت کرنا چھوڑ دی تھی؟" انابیتا جواز دیتی ہوئی مسکرائی تھی۔

"دامیان شاہ سوری تو پھر بھی فائدے میں ہے۔اس کی للی کالی نہیں ہے۔ہاف انگلش ہے ویسے مجھے اس کی اردو پسند ہے۔شاید کوئی ایسی ہی ادا دامیان شاہ

سوری کو بھی بھا گئی ہو۔ محبت ہونے کے لیے تو یوں بھی کسی بڑے جواز کی ضرورت نہیں ہوتی۔"

"شاید مگر مجھے دامیان شاہ سوری للی سے زیادہ تمہارے ساتھ اچھا لگا تھا اس ڈرامے میں۔ تمہیں اس کے ساتھ دیکھ کر میں ہی نہیں سب حیران تھے۔"

"پارسا! وہ ایک ڈرامہ تھا۔ اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں تھا دامیان شاہ سوری صرف ایک اچھا دوست ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ اسی طرح جس طرح اور بہت سے کلاس میٹس ہیں۔ تم ہو، عمر ہے، یلماز کمال ہے۔ تم آج گھر آ رہی ہو نا؟"

"کیوں آج کیا ہے؟" پارسا چونکی تھی۔

"بھول گئیں۔ ارے آج میرا اور بھائی کا ٹینس میچ ہے۔ بڑا مقابلہ ہو گا۔ بہت پٹو گی تم۔ تمہیں دو ویک پہلے ہی بتا دیا تھا اور تم پھر بھی بھول گئیں؟"

"اف ایک یہ دماغ بھی نا۔ آج کل ہر بات نکل جاتی ہے۔ لگتا ہے کہیں کوئی کھڑکی کھلی رہ جاتی ہے۔" پارسا نے مسکراتے ہوئے جواز دیا تھا۔

"کھڑکی، دروازے تو آپ کو بند کرنے کی ضرورت ہے مگر دماغ کے نہیں۔" اناہیتا نے یلماز کمال کی طرف دیکھتے ہوئے چھیڑا تھا۔ پارسا اسے گھورے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔

"تم بھی نا۔ خواہ مخواہ بات کا بتنگڑ بنا رہی ہو۔ اس روز بارش میں جب میں پھنس گئی تھی تو یلماز کمال نے میری مدد کی تھی۔ اس سے زیادہ ہمارے درمیان کبھی نہ بات ہوئی ہے اور نہ کوئی اشارہ۔ ہم تو ایک دوسرے کو ڈھنگ سے جانتے تک نہیں۔ کوئی دو چار بار اتفاقاً بات ہو گئی تھی اس سے زیادہ اور کیا؟" پارسا نے کہہ کر اس کی طرف دیکھا تھا جب اسے حیرت سے اپنی طرف تکتا پایا تھا۔

"بارش میں ہیلپ؟ یہ واقعہ کب ہوا تم نے تو مجھے بتایا نہیں۔" وہ شکوہ کر رہی تھی۔ نظروں میں ایک شرارت تھی۔ "ابتدا شاید اسے ہی کہتے ہیں۔"

"اناہیتا!" پارسا نے جھینپ کر ڈپٹا تھا پھر سر جھکا کر بولی تھی۔ "تم تو جانتی ہو اناہیتا۔ بھی ان چیزوں کے لیے وقت نہیں ہے زندگی میں اور یوں بھی جس

بندے کو ڈھنگ سے جانتی نہیں اس سے دوستی نہیں ہو سکتی۔ محبت تو دور کی بات ہے۔" پارسا نے بھرپور وضاحت دی تھی۔

"اوکے اوکے بابا۔ میں تو مذاق کر رہی تھی۔ ہم تو یوں بھی زمین پر اتری پریاں ہیں۔ ہمارے لیے یہ زمین زادے تھوڑی ہیں۔ کوئی پری زاد شاید کہیں خوابوں کے دیس سے آئے گا اور..." اناہیتا کو چھیڑنے میں مزہ آیا تھا۔

"ہیلو گرلز! کیا ہو رہا ہے؟" عمر نے اچانک انٹری لی تھی اور اناہیتا کے اگلے پچھلے سارے زخم تازہ ہو گئے تھے۔

"تم؟" وہ یوں بولی تھی جیسے عمر نہیں اس نے دنیا کانوواں عجوبہ دیکھ لیا ہو۔

"کیا ہوا؟" عمر مسکرایا تھا۔ "کیا کمال کی پرفارمنس دی تم نے۔ میں بزی رہا تب ہی آکر کہہ نہیں پایا۔"

"عمر کے بچے! میرا اسکرپٹ تم لکھنے والے تھے نا؟" اناہیتا کو بھولے سے بھول نہیں رہا تھا۔

"لکھنے والا تھا اور لکھا بھی مگر..." عمر نے کوئی بہانہ تراشنا چاہا تھا۔

"مگر کیا؟"

"مگر مجھے نیند آگئی۔ میں جھوٹ نہیں بول سکتا۔ میں نے لکھنا چاہا مگر نیند آ گئی تو کیا کروں۔ سوری اناہیتا۔ میں لکھنے بیٹھا تھا مگر آنکھ تب کھلی جب اگلا دن نکل چکا تھا اور اسی

بہت اچھا ہوا۔ کہیں پتہ ہی نہیں چلا کہ تمہارے ڈائیلاگ کی ضرورت..." وہ جملہ مکمل نہیں کر سکا تھا کہ اناہیتا اسے گھور رہی تھی۔

"اچھا... اچھا غلطی ہوئی۔ بولو کیا کرنا ہے۔ اس ناریل کے پیڑ پر چڑھ جاؤں؟ تمہیں ناریل پانی پسند ہے نا؟" عمر مسکرایا تھا۔ اناہیتا نے دانت کچکچائے تھے۔

"اس ناریل کے پیڑ پر تم اس جنم میں تو چڑھنے سے رہے۔ وزن زیادہ ہے۔"

"ناریل کا؟" پارسا نے مسکراتے ہوئے لقمہ دیا تھا۔

"نہیں ناریل کے پیڑ کا۔ میں جانتا ہوں اناہیتا ایک اچھی لڑکی ہے۔" عمر مسکرایا تھا اور دونوں اپنی ہنسی پر قابو نہیں رکھ سکی تھیں۔ عمر اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔

...☆☆☆...

"معارج تغلق" وزیٹنگ کارڈ پر درج نام کو اس نے ایک بار پڑھ کر باآواز دہرایا تھا۔

"تغلق گروپ آف انڈسٹریز نام سے تو کوئی رائل فیملی کا لگتا ہے۔کیا صرف فون پر بات ہوئی تھی؟ یا ملنے آیا تھا؟" اناتیا نے سارہ سے پوچھا تھا۔

"نہیں خود آیا تھا۔کوئی اسسٹنٹ تھا شاید مگر شادی اسی فیملی میں سے کسی کی ہے اور انتظامات ہم کریں مگر وہ بندہ کہہ رہا تھا کہ پہلے ملنا ضروری ہے۔وہ کچھ ضروری باتیں خود ڈسکس کرنا چاہتے ہیں۔"

"رائٹ۔مل لوں گی۔تم نے ملاقات کا ٹائم لے لیا؟"

"نہیں ابھی نہیں مگر آج اپائنٹمنٹ لے لوں گی مگر مجھے ڈر لگ رہا ہے تانیہ۔تمہیں نہیں لگتا یہ بہت بڑا کانٹریکٹ اگر ہم مینیج نہ کر پائے تو اس سے پہلے کی بات اور تھی۔ہم نے اس سے پہلے کوئی رائل ارینجمنٹ نہیں کیا۔"

"سارہ! ہماری ڈکشنری میں ناممکن کوئی لفظ نہیں ہے۔ہم اس شادی کا ارینجمنٹ کریں گے اور بہت اچھا کریں گے۔ڈونٹ وری۔کال کرو اور اپائنٹمنٹ لو۔" اناتیا ملک کا انداز پروفیشنل تھا اور سارہ سر ہلاتی ہوئی باہر نکل گئی تھی۔

تب ہی اس کا سیل فون بجا تھا۔اسکرین پر درج نام دیکھ کر وہ مسکرائی تھی پھر یس پش کر کے سیل فون کان سے لگایا تھا۔

"ہیلو! سب سے پہلے سوری۔کل تمہارا ایکٹ دیکھنے نہیں آسکی مگر میرے پاس خبر آ گئی تھی کہ بہت اچھا ہوا۔نانا نے بتا دیا تھا۔"

"کلاس تو مجھے تمہاری لینا ہی تھی مگر نانا نے کہا کہ تمہیں بخش دوں کہ تمہیں یوں بھی آج کل اپنا ہوش نہیں۔نئی نئی چھوٹی موٹی کمپنی شروع کی ہے بچی بزی رہتی ہے۔" اناہیتا مسکراتی ہوئی بولی تھی۔

"سنا ہے آپ نے اپنی ایکٹنگ کے جھنڈے وڈے گاڑ دیے ہیں۔" اناتیا نے چھیڑا تھا۔

"ہاں کچھ لیٹ ہو گئی ورنہ اس بار کا آسکر میرا ہی ہوتا۔تم تک ساری خبریں پہنچ گئیں اس کی حیرت ہے مگر تم نے ایک فون کال تک نہیں کی۔"

"میں رنگ کرنے والی تھی کہ تمہاری کال آ گئی۔آج تمہارا اور عدن کا میچ ہے نا؟"

"ہاں ہے۔تم آ رہی ہو نا؟ دیکھنا آج بھائی کے چھکے کس طرح چھڑاتی ہوں۔ پچھلے پندرہ سال سے پریکٹس کر رہی ہوں اور بھائی کو تو تم جانتی ہو۔کئی سال چھوڑ کر دوبارہ اسٹارٹ کیا ہے سو جیت تو میری ہونا ہی ہے۔" انابیتا پورے یقین سے کہہ رہی تھی۔

"نہیں ایسی بات نہیں۔عدن بھی اچھا کھیلتا ہے۔میں نے اس کا کھیل دیکھا ہے اور میں تو کہوں گی کہ دشمن کو کبھی کمزور نہیں سمجھنا چاہیے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ آج کے میچ میں تم عدن بیگ کو سپورٹ کرنے والی ہو؟"

"کیوں نہیں۔میں عدن کی جیت پر خوش ہوں گی۔"

"اوہ۔تو پھر دیکھنا میچ کون جیتتا ہے... ہار جاؤ گی۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"جانتی ہوں۔ہر بار ہار جاتی ہوں مگر تم سے ہارنے میں مجھے کوئی تکلیف نہیں۔ تکلیف صرف تب ہوتی ہے جب تمہیں ٹریٹ دینا پڑتی ہے ویسے ڈونٹ وری میں دونوں کو سپورٹ کروں گی۔"

"ہاں یہ تو ہے۔تم آ رہی ہو نا؟"

"ہاں کوشش کروں گی۔"

"رائٹ ٹائم پر آجانا ورنہ میں خود پک کرنے پہنچ جاؤں گی۔" انابیتا نے دھمکی دی تھی۔

"اوکے بابا۔"

"آنٹی ٹھیک ہیں؟"

"ہاں ٹھیک ہیں۔"

"ٹھیک ہے میں فون رکھتی ہوں تم ٹائم پر پہنچ جانا۔"

"اوکے۔" انائیا ملک نے سر ہلایا تھا۔

...☆☆☆...

”کبھی کبھی چیزیں سمجھانے اور سمجھنے کے لیے بڑی قوت لگانی پڑتی ہے۔ایسے میں چیزیں وقت بھی مانگتی ہیں اور کچھ حد تک پریشانی بھی ہوتی ہے۔پتہ نہیں ان چیزوں کے ہونے میں یا نہ ہونے میں کوئی اسرار بھی ہوتے ہیں یا کہ نہیں۔کچھ ایسی ہی بات یہاں بھی ہے کہ میں چاہتے ہوئے بھی اماں کو نہیں بتا سکا۔“

حارث جو بڑا جی دار گھبرو قسم کا بندہ تھا اماں کے سامنے اکثر بھیگی بلی بنا دکھائی دیتا تھا۔

”پتر حارث! تیری اماں کے اندر کوئی ہٹلر کی روح تو نہیں پھر اس طرح بھیگی بلی کیوں بن جاتا ہے۔بچوں اور ماں باپ کے درمیان ایک دوستی کا رشتہ ہونا چاہیے۔تمہارے دل میں جو بھی ہے اماں سے کہہ دو۔اگر وہ نہیں مانیں گی تو تجھے گولی بھی نہیں ماریں گی۔“ معارج تغلق نے بڑے سکون سے اس کی رام کتھا سننے کے بعد فتویٰ دیا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”اویار تو میری اماں کو نہیں جانتا۔وہ گولی مارنے سے بھی نہیں چونکیں گی۔“
حارث نے دہائی دی تھی اور معارج تغلق اسے دیکھ کر ہی رہ گیا۔

”پھر اور کیا حل ہو سکتا ہے؟ ویسے مسئلہ کیا ہے؟“

”یار جب سے یہاں آیا ہوں کوئی ڈھنگ کی صورت دکھائی نہیں دی۔یہاں کھانا تک ڈھنگ سے ہضم نہیں ہو رہا۔اماں اتنے پیار سے کھانا بنا کر کھلاتی ہیں کہ ساری رات ڈکار مارتے گزر جاتی ہے جس رات ڈکار نہ آئے۔اس رات واش روم کے چکر لگتے ہیں اور جس رات واش روم نہ ہو اس رات...“

”اوکے اوکے سمجھ گیا۔اماں سے بول کھانے میں نمک مرچ کم ڈالا کریں۔“
معارج تغلق نے اپنی دانست میں عمدہ حل دے دیا تھا اور سر جھکا کر فائل دیکھنے لگا تھا۔

”معارج تغلق! تم کو دوست بنانے سے بہتر تھا کہ میں ایک دشمن پال لیتا۔کم ازکم اماں کے ان لذیذ کھانوں سے پیٹ تو نہیں بھرنا پڑتا...“

”شرم کر۔ماں کے ہاتھ کا کھانا قسمت والوں کو نصیب ہوتا ہے۔لکی ہے تو ماں کے ہاتھ کا کھا رہا ہے۔“ معارج تغلق نے اسے شرم دلائی تھی۔

”یار تیری ٹیوننگ خراب ہے کیا؟ ہر غلط جگہ پر سوئی اٹک رہی ہے تیری۔ ماں اور اس کی اہمیت سے میں بھی واقف ہوں مگر...“

”سن۔ایسا صرف تیرے ساتھ نہیں دنیا میں 99.99 فیصد مائیں اپنے بیٹوں کو زیادہ پیار کرتی ہیں اور چاہتی ہیں کہ وہ ان کی بات مانیں۔“

”ماننے میں کوئی حرج نہیں اگر بات جائز ہو تو کھانوں میں خرابی نہیں مگر خرابی تب ہوتی ہے جب ماں لاڈ سے ضرورت سے زیادہ کھلا دیتی ہیں کیونکہ ان کو لگتا ہے کہ میں کم کھاتا ہوں۔“

”کم کھاتے ہو؟“

”دراصل تم پوری بات سنتے نہیں ہو اور مشورہ صادر کر دیتے ہو۔اس بات پر تم میری اماں پر چلے گئے ہو۔شکوہ مجھے اماں سے نہیں ان کی فرمائش سے ہے۔ننانوے فیصد مائیں اپنے بیٹوں کو اپنی مٹھی میں دبائے رکھنا چاہتی ہیں اور جب ان کی گرفت سے نکلنے کا وقت آتا ہے تو ایک عدد بیوی نُماشے جھٹ سے اپنا دیوہیکل ہاتھ بڑھا کر دبوچ لیتی ہے۔اب یہ بیچارہ سا مرد سانس بھی لے تو کیسے؟ سچ کہوں تو اماں کے آگے میری نہیں چلی۔بیوی کے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سامنے چلے گی یا نہیں یہ میں نہیں جانتا۔“ وہ حددرجہ مظلومیت سے اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑتا ہوا بولا تھا کہ معارج تغلق کے لبوں پر مسکراہٹ آ گئی تھی مگر حارث ایک لمحے میں تہیہ کرتے ہوئے بولا تھا۔

”کچھ بھی ہو یار۔مجھے آج شام اس نمرہ کے ساتھ ڈنر پر نہیں جانا۔“ بے بسی سی بے بسی تھی۔معارج تغلق نے اٹھ کر تسلی دیتے ہوئے اس کے شانے پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔

”چھ فٹ کا ہٹا کٹا آدمی ہے تو شیر بن شیر۔کیوں ہم مردوں کی ناک کاٹوا رہا ہے۔“ لبوں پر مسکراہٹ تھی۔حارث تپ گیا۔

”بھاڑ میں گیا شیر۔مجھے سو کالڈ قسم کا مرد بننے کا کوئی شوق نہیں اور شیر کہاں کا بہادر ہے؟ میں نے خود دیکھا تھا چینل پر۔شیرنی شکار مارتی ہے اور شیر بزدلوں کی طرح منہ مارتا ہے اور شیر بنا پھرتا ہے۔“ حارث کی دہائی اتنی مضحکہ خیز تھی کہ ایک قہقہہ فضا میں ابھرا تھا۔معارج تغلق حددرجہ محظوظ ہوا تھا۔

"یعنی بے چارا شیر بھی اب صرف نام کا شیر ہے اور عورت وہاں بھی رہنمائی کر رہی ہے۔"

"یار میرا مسئلہ یہ نہیں کہ کون کہاں لیڈ کر رہا ہے۔میری بلا سے کوئی بھی کرے۔شیر کی طرح دھاڑ کر مرد بننا' مرد نہیں ہوتا۔میں اپنی من مانی کرنے والا مرد نہیں ہوں۔میں برابری کا قائل ہوں اور اپنی ماں کا بھی پورا احترام کرتا ہوں۔ان کی خواہشوں کو بھی درگزر نہیں کر سکتا مگر... میں یہ شادی بھی نہیں کر سکتا۔"

"تو ابھی شادی کہاں ہو رہی ہے۔اماں چاہتی ہیں تو اس لڑکی سے ملے تو مل لے۔پسند آتی ہے' نہیں آتی۔یہ تو بعد کی بات ہے۔" معارج تغلق نے ایک اور مشورہ دیا تھا۔وہ سر نفی میں ہلانے لگا تھا۔

"یہ اتنا آسان نہیں۔" حارث کی بے بسی عروج پر تھی۔

"تو ٹھیک ہے پھر مسئلہ کیا ہے؟ بنا رہ بھیگی بلی۔لندن اسکول آف کامرس کی اس گریجوٹ ڈگری نے بھی تیرا کچھ نہیں بگاڑا۔اگر تو میرے ساتھ پڑھا نہیں ہوتا تو میں یقین بھی نہ کرتا۔حد ہو گئی اس کمپنی کے فنانس اینالائسٹ ہو۔

سارے پرابلم چٹکیوں میں حل کر لیتے ہو۔یہ چھوٹی سی بات کا حل نہیں تمہارے پاس۔"

"میرے شیر' میرے گبرو جوان' میرے لڈو کے پیڑے۔زندگی کے پرابلمز اس کمپنی کے مسائل سے مختلف ہیں۔حوادث زمانہ کی فکر مجھے نہیں ہے۔زندگی زندہ دلی کا نام

فکروں کو زندگی سے نکال باہر کرنا کبھی کبھی اتنا آسان نہیں ہوتا۔اماں کی محبت کوئی بیڑی نہیں کہ پل میں توڑدوں۔بات صرف یہ ہے کہ اماں کو کھاتی پیتی' گوری چٹی لڑکیاں پسند ہیں اور مجھے کچھ مختلف۔نمرہ پچیسویں لڑکی ہے جس کے ساتھ اماں نے میرا ڈنر ارینج کیا ہے۔حد ہو گئی اسے کہتے ہیں سر منڈواتے ہی اولے پڑے۔مجھے خبر ہوتی تو کچھ سال اور یہاں کا رخ نہ کرتا۔"

"ایک کام کرو۔اماں کو بتادو کہ تمہیں کس طرح کی لڑکی چاہیے۔امید ہے کوئی حل نکل آئے گا۔"

"ہماری دیسی ماؤں کے محبت کرنے کے انداز کچھ جدا ہوتے ہیں۔بات کرنا بند کر دیں گی۔تجھے وہ کرلی یاد ہے۔اماں کو ایک بار بھنک پڑ گئی تھی کہ میری زندگی میں کوئی ہے اور انہیں لگا کہ لڑکا اب ہاتھ سے نکلا۔کیسے وہ پہلی فرصت میں ٹکٹ کٹا کر لندن پہنچ گئی تھیں اور اس کے اگلے دن کرلی کہیں دکھائی نہیں دی تھی۔" وہ جلے دل کے پھپھولے پھوڑ رہا تھا۔

"تجھے کرلی اب بھی یاد آتی ہے؟" معارج تغلق مسکرایا تھا۔

"آتی تو ہے مگر اب کچھ نہیں ہو سکتا۔"

"ہو سکتا ہے۔میں اماں سے بات کروں گا۔تو فکر نہ کر۔" معارج نے تسلی دی تھی۔وہ چونکا تھا پھر مسکرا دیا۔

"او میرے جی دار شہزادے! جیو میرے یار۔تو ایک بار بچا دے آگے کوئی نہ کوئی راہ میں نکال لوں گا۔"

"ڈونٹ وری۔میں اماں سے بات کروں گا۔امید ہے کوئی حل نکل آئے گا۔"

اس کی ہمت بندھائی تھی پھر یاد آتے ہی بولا تھا۔

"اور وہ شادی آگنائزر... بات ہوئی؟"

"ہاں میں گیا تھا۔وہاں سے فون بھی آیا تھا۔میں نے اپائنٹمنٹ دے دی ہے۔تم مل لینا۔"

"ٹھیک ہے میں مل لوں گا مگر دیکھ لینا تھا۔وہ ارینجمنٹ کر بھی سکتے ہیں کہ نہیں میری اکلوتی بہن کی شادی ہے اور اس میں' میں کوئی کوتاہی برداشت نہیں کروں گا۔" معارج تغلق نے کہا تھا۔

"سب ٹھیک ہوگا۔تم فکر نہ کرو۔وہ میری بھی بہن ہے اور یوں بھی تم خود ملنے والے ہو نا۔سب ضروری باتیں ڈسکس کرنا۔اگر نہیں تو ہم کوئی اور دیکھ لیں گے۔" حارث نے کہا تھا اور معارج نے سر ہلا دیا تھا۔

...☆☆☆...

لائبریری سے نکلتے ہوئے وہ نادانستہ طور پر اس سے ٹکرائی تھی۔لمحے کے ہزارویں حصے میں سنبھل کر اس نے اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نکالا تھا اور سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

دامیان شاہ سوری کھڑا تھا۔

"سنبھل کر چلا کرو انابیتا۔ابھی چوٹ لگ جاتی تو؟"

”آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔“ وہ تلخ ہو گئی۔

”ہوں۔رائٹ۔آج تمہارا میچ ہے؟“

”ہاں۔“ وہ سرسری انداز میں بولی تھی۔

”گڈلک۔امید ہے جیت تمہاری ہوگی۔“ وہ اس کی طرف دیکھتا ہوامسکرایا تھا۔

”رشتوں میں لڑائی لڑنا ہمیں اچھا نہیں لگتا۔یہ ہمارا اصول نہیں۔یہ ایک فرینڈلی میچ ہے۔دو بہن بھائی کے درمیان۔جیتے کوئی بھی۔بات گھر کی ہے۔میں ہار بھی گئی تو مجھے خوشی ہوگی۔ویسے آپ تنہا دکھائی دے رہے ہیں۔آپ تو غالباً تمام وقت ایک محفوظ پناہ میں ہوتے ہیں۔اس لمحے تنہا کیسے؟“ اناہیتا نے کہا تھا اور دامیان شاہ سوری مسکرائے بنا نہیں رہ سکا تھا۔غالباً وہ حددرجہ محظوظ ہوا تھا۔

”تمہیں اس کے بنا میں اچھا نہیں لگ رہا؟“

”آپ کے اچھا لگنے یا نا لگنے کی بات نہیں ہے۔آپ دوست ہیں۔آپ کو تو سات خون معاف ہیں۔قتل بھی کریں گے تو کوئی چرچا نہیں ہوگا۔“ اناہیتا کا اطمینان ہنوز برقرار تھا۔

”بہت گہری باتیں کرتی ہو تم مگر گھما پھرا کر۔ایسا کیوں ؟ سیدھے راہ نکلتی ہو تو طویل راستوں پر جانا کہاں کی دانش مندی ہے؟“ مسکراتے ہوئے اس کی آنکھوں میں جھانکا تھا۔

”آپ راستہ چھوڑیں گے؟“ انتہائی اطمینان سے دریافت کیا تھا۔

”میں میچ دیکھنے بھی نہیں آسکتا؟“

”کس نے کہا نہیں آ سکتے آپ؟“

”تم نے بلایا بھی تو نہیں۔“ شکوہ کیا گیا تھا۔

”اتنا بڑا ایونٹ نہیں کہ سب کو بلایا جاتا۔“ جواز مناسب تھا۔

”ایونٹ بڑا یا چھوٹا نہیں ہوتا۔“ تعرض حق بجانب تھا۔

”پھر؟“

”دل۔“

”دل؟“ وہ چونکی تھی۔”ٹینس کے میچ میں دل کہاں سے آگیا؟“

"دل ٹینس کے میچ میں نہیں۔بلانے والے کی چاہت میں ہوتا ہے۔آپ کا دل بڑا ہوتا تو انوایٹ کرنا نہ بھولتیں۔"

"میرے دل کے چھوٹا بڑا ہونے کی فکر آپ کو نہیں ہونی چاہیے۔آپ کا دل چاہ رہا ہے تو آپ آجائیں۔مجھے لگا آپ کو ٹینس سے کوئی لگاؤ نہیں۔اگر پتا ہوتا کہ آپ کو ٹینس پسند ہے تو انوایٹ کر لیتی۔پارسا اور عمر آ رہے ہیں۔آپ بھی آ سکتے ہیں۔"

"صرف میں؟"

"آپ کو کسی اور کو بھی لانا ہے تو لے آئیں۔نو پرابلم۔لگتا ہے آج کا میچ موسٹ ہیپننگ ایونٹ ہونے والا ہے۔" وہ سرسری سے انداز میں کہتی ہوئی مسکرائی تھی۔

"ٹھیک ہے۔میں للی سے کہوں گا اگر وہ آسکی۔" وہ بولا تھا۔انابیتا نے شانے اچکا دیے تھے۔وہ آگے بڑھی تھی مگر وہ بجائے وہیں کھڑا رہنے کے اس کے ساتھ چلنے لگا۔

"گھر جا رہی ہو؟" اس نے دریافت کیا۔

"ہوں۔" وہ اس کی جانب دیکھے بغیر بولی تھی۔

"کیسے؟ صبح انکل نے ڈراپ کیا تھا۔"

"ہاں گاڑی ورکشاپ میں ہے۔" انداز سرسری تھا۔

"خیریت؟"

"ہاں۔کل ذرا ٹکرا گئی تھی۔"

"کس سے؟" وہ چونکا تھا۔

"ایک کوسٹر سے۔"

"اوہ۔تمہیں دھیان سے ڈرائیونگ کرنا چاہیے۔" نصیحت ہوئی تھی۔

"ہاں ایسا ہی کرتی ہوں۔" وہ لاتعلق انداز میں بولی تھی جیسے اس کا اس سے کوئی واسطہ نہ ہو۔

"چلو میں ڈراپ کر دیتا ہوں۔" اسے آفر ہوئی تھی۔انابیتا ایک دم رکی تھی۔اس کی طرف مکمل اعتماد سے دیکھا تھا پھر ملائمت سے مسکرا دی تھی۔

"تھینکس دامیان شاہ سوری! میں چلی جاؤں گی۔میں نے عدن کو فون کیا ہے۔" اس کی آفر کو نظرانداز کر دیا تھا۔

"تمہیں یقین ہے وہ آئے گا؟"

"ہاں اگر نہیں تو میں کیب وغیرہ لے لوں گی۔آپ فکر نہ کریں بہت شکریہ۔" وہ کہہ کر آگے بڑھ گئی تھی۔دامیان شاہ سوری کھڑا اسے آگے بڑھتا دیکھتا رہا تھا۔

"کیا کر رہے ہو یہاں کھڑے؟" للی کی آواز نے اسے چونکا دیا تھا۔

"اوں ہوں۔" اس نے سر نفی میں ہلایا تھا۔

"تم انابیتا سے بات کر رہے تھے؟" للی نے اسے جانچتی نظروں سے دیکھا تھا۔

"نہیں۔ہاں وہ۔آج اس کی گاڑی ورکشاپ میں تھی۔"

"تم نے اسے ڈراپ کرنے کی آفر کر دینا تھی۔" للی غالباً طنز کرتے ہوئے بولی تھی۔دامیان نے بغور اس کے چہرے کو تکا تھا پھر مسکرایا تھا۔انداز اطمینان سے بھرپور تھا۔

"تمہیں جلن ہو رہی ہے؟"

"نہیں۔" وہ صاف مکر گئی تھی۔

"پھر؟" دامیان نے اس کے چہرے کو غالباً پڑھنا چاہا تھا۔

"کچھ نہیں۔یوں ہی کہہ رہی تھی۔"

"للی! وہ دوست ہے میری۔دوست کا اتنا خیال رکھنا تو جائز ہے۔"

"شاید مگر اسے تمہارے اس قدر قریب دیکھ کر مجھے اچھا نہیں لگا تھا۔" وہ صاف گوئی سے بولی تھی۔

"کب؟" وہ چونکا تھا۔

"اس ایکٹ میں۔"

"آہ اوکے۔وہ ایکٹ کا حصہ تھا۔آپ بچی نہیں ہیں للی۔اس روز اس ایکٹ میں انابیتا کی جگہ آپ بھی ہوتیں تو میں آپ کے بھی قریب ہوتا۔" اس کا جواز ٹھوس تھا۔

"تم مجھے انابیتا سے کمپیئر کر رہے ہو؟"

"نہیں۔موازنہ کی کوئی بات ہی نہیں۔وہ اپنی جگہ مختلف ہے اور تم اپنی جگہ۔"

"میں اپنی جگہ کیا؟" وہ بہت کچھ جاننا چاہتی تھی۔

"کم آن للی! شکی عورت نہ بنو۔" وہ ہنسا تھا۔

"یہ فطرت ہے دامیان شاہ سوری! تمہارے قریب کوئی بھی آئے گا تو مجھے جلن ہوگی۔"

"وہ میرے قریب نہیں آ رہی للی! وہ تو مجھ سے بات بھی نہیں کرتی۔"

"بات تو ایک ہی ہے۔تم اس کے قریب جاؤ یا وہ تمہارے قریب آئے۔خطرہ دونوں سمتوں میں ہی ہے۔" للی کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔وہ چیزوں کو اعتدال میں رکھنے کی خواہاں تھی۔

"تمہارے خیال میں کیا میں تمہاری پراپرٹی ہوں؟" دامیان شاہ سوری کا احتجاج فطری تھا مگر انداز نرم تھا۔لبوں پر ایک مسکراہٹ تھی۔

"للی مسکرا دی تھی۔

"کہوں ہاں تو جھٹلا سکو گے؟" دامیان ایک لمحے میں اس کے چہرے سے نگاہ ہٹا گیا تھا۔

"چلو۔تمہیں ڈراپ کر دوں۔" کہنے کے ساتھ ہی وہ آگے بڑھنے لگا تھا۔

...☆☆☆...

وہ سو نہیں پا رہی تھی۔ارادہ تھا کہ کچھ آرام کر لے تو شام میں اناہیتا کا میچ دیکھنے چلی جائے مگر اس کی آنکھوں کی نیند تو راتوں کو روٹھ جاتی تھی۔اب تو پھر دن تھا۔اس کی روم میٹ اس وقت جاب پر تھی۔وہ پارٹ ٹائم جاب کرتی تھی سو شام میں ہی ملاقات ہوتی تھی۔

جاب کی ضرورت تو اسے بھی تھی اور وہ تلاش بھی کر رہی تھی۔اناہیتا نے کہا تھا وہ اس معاملے میں اس کی مدد کرے گی۔اسے چونکہ ضرورت تھی اور وہ اس شہر میں کسی کو جانتی بھی نہیں تھی سو اس کی آفر سے انکار نہیں کر سکی تھی۔

اس کی زندگی میں پرابلم یوں بھی کم نہ تھیں کہ وہ اور بڑھاتی۔

گرمی کا موسم اپنے عروج پر تھا۔اسے کمرے میں سورج جلتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ایک سست سا پنکھا اس جھلسی دوپہر کی تپش کم کرنے کو ناکافی تھا۔اسے اپنے حلق میں کانٹے سے اگتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔وہ اٹھی تھی اور گلاس لے کر کولر سے پانی لیا تھا اور ایک ہی سانس میں پانی اندر انڈیل لیا

تھا۔ گلاس رکھ کر وہ پلٹی تھی۔ ارادہ تھا کہ شام کے لیے الماری سے کپڑے نکال لے تب ہی اس کا سیل فون بجا تھا۔

”کیا ہوا سو گئی تھیں تم؟“ بے جی کی آواز اسے اس لمحے غنیمت محسوس ہوئی تھی۔

”نہیں بے جی! ارادہ تھا مگر سو نہیں پائی۔ آپ کیسی ہیں؟“

”میں ٹھیک ہوں۔ تم کیسی ہو‘ پڑھائی کیسی چل رہی ہے؟ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں؟“ بے جی نے ایک ہی سانس میں کئی سوال ایک ساتھ داغے تھے۔

”نہیں بے جی! کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ میں ٹھیک ہوں اور پڑھائی بھی ٹھیک چل رہی ہے۔“

”احسن بتا رہا تھا پرانی والی جاب چھوٹ گئی۔ تم نے بتایا ہی نہیں۔ اتنا غیر سمجھتی ہو؟ کسی شے کی ضرورت تھی تو بتا دیا ہوتا۔“ بے جی نے شکوہ کیا تھا۔

”نہیں ایسی بات نہیں بے جی! آپ ہی تو ہیں۔ آپ سے نہیں کہوں گی تو اور کس سے کہوں گی؟ میں دراصل آپ کو پریشان کرنا نہیں چاہتی تھی۔ انابیتا نے

کہا تھا کہ وہ نئی جاب تلاش کرنے میں میری مدد کرے گی۔ امید ہے جلد کچھ ہو جائے گا۔“

”لو اس میں پریشانی کیسی؟ تم اپنی بچی ہو پرائی تو نہیں۔ یہاں فیصل آباد میں بھی کئی ایک بڑی یونیورسٹیاں تھیں مگر تم نے کراچی کا کہا تو ہم نے منع نہیں کیا۔ تمہارا ایڈمیشن کراچی کی سب سے بڑی یونیورسٹی میں کرایا۔ تمہاری فکر تو یہاں میلوں بیٹھ کر بھی ہوتی ہے۔“ بے جی کہہ رہی تھیں۔

”تھینکس بے جی! آپ نے میرے لیے جو کچھ بھی کیا وہ بہت زیادہ ہے۔“ وہ مشکور ہوئی تھی۔

”اے ہے۔ ہم نے کوئی احسان تھوڑا کیا۔ اپنے بچوں کی خوشی کسے عزیز نہیں ہوتی... اچھا سن۔ فون رکھتی ہوں اپنا خیال رکھنا اور کسی چیز کی ضرورت ہو تو سب سے پہلے مطلع کی۔“ بے جی نے ڈپٹا تھا۔

”ٹھیک ہے بے جی! اپنا خیال رکھیئے گا۔“

"تو بھی۔" بے جی نے کہہ کر فون منقطع کر دیا تھا۔پارسا نے ایک گہری سانس خارج کی تھی اور چلتی ہوئی الماری کی طرف آ گئی تھی۔

☆☆☆...

عدن جم سے واپس آیا تھا۔تمام گھر والے غالباً سو رہے تھے۔گھر کی فضا میں سناٹا سا تھا۔گرمیوں کی سہ پہر میں یوں بھی ایک سکوت سا ہوتا ہے۔اب تو پھر لنچ کرنے کے بعد سب آرام کر رہے تھے۔

وہ چلتا ہوا فریج کی طرف آیا تھا۔پانی کی بوتل نکال کر منہ سے لگائی تھی۔دو چار گھونٹ لیے تھے پھر پلٹا تھا کہ اچانک اپنے سامنے کھڑے وجود کو دیکھ کر چونک گیا تھا۔

وہائٹ سمپل سے چکن کے سوٹ میں وہ کچھ ایسی غیر معقول بھی دکھائی نہ دے رہی تھی۔عدن بیگ نے سر سے پاؤں تک اسے بغور دیکھا تھا۔

"تھوڑی دیر قبل یہاں کوئی نہیں تھا۔اب اچانک یہ آپ کہاں سے آئیں؟ میں نے سنا ہے کہ اچھے برے سائے دوپہروں میں یوں ہی منڈلاتے پھرتے ہیں۔

کہیں آپ ان میں سے ایک تو نہیں؟" نگاہوں کی دلچسپی بتا رہی تھی کہ وہ قطعاً سنجیدہ نہ تھا۔

پارسا جانتی تو تھی کہ وہ کون ہو سکتا ہے؟ سن سب کچھ رکھا تھا مگر اس سے پہلے ملاقات کبھی نہیں ہوئی تھی۔وہ جانتی تھی وہ غالباً مذاق کر رہا تھا۔تب ہی بولنے کا قصد کرتے ہوئے منہ کھولا تھا۔

"وہ میں..."

"آں ہاں۔آپ کو بولنے کی ضرورت نہیں۔مجھے کب لگ رہا ہے کہ آپ کوئی بری روح نہیں ہیں۔مگر کہیں سے پری بھی نہیں لگ رہیں۔آپ کے پر کہیں کھو گئے ہیں؟" وہ بدستور شرارت پر مائل تھا۔پارسا نے پھر بولنے کا قصد کیا تھا۔

"نہیں۔وہ میں..."

"اسی گھر میں رہتی ہیں آپ؟ کب سے؟ پہلے تو ملاقات نہیں ہوئی۔کتنے سو سالوں سے آپ یہاں قیام پذیر ہیں؟ آپ کے اور رشتے دار بھی یقیناً یہاں

آس پاس ہوں گے؟" چل کر قدرے قریب آتے ہوئے مکمل طور پر تجزیہ کیا تھا۔

"نہیں۔میرا اس شہر میں کوئی نہیں ہے۔میں یہاں سے نہیں ہوں۔" پارسا نے جواز دیا تھا۔

"اس شہر سے نہیں؟ مجھے پہلے ہی سے یقین۔اس شہر میں اب پریاں کہاں؟ یہ پریوں کی کہانیاں تو دادیوں کی پٹاریوں میں کہیں کھو گئیں۔اب سوتے وقت تکئے تلے خواب بھی دھرو تو وہ بھی کھو جاتے ہیں۔مجھے یاد ہے دادی اماں اکثر ایسی کہانیاں سنایا کرتی تھیں۔مجھے اچھا لگتا تھا۔وہ قصے سننا۔دل چاہتا تھا۔کسی ایک پری کو کسی دن یوں ہی چپکے سے چرالوں اور اپنی دنیا میں لے آؤں۔خبر نہیں تھی کہ اسے یہاں کے رنگ ڈھنگ سکھا بھی پاؤں گا کہ نہیں مگر بچپن کی خواہشوں کو بھلا کر رد کر پایا ہے؟" وہ مسکرایا تھا۔

"جی سنیں۔میں کہنا یہ چاہتی ہوں کہ میں انابیتا۔" پارسا نے بولنے کا قصد کیا تھا۔

"انابیتا؟" عدن بیگ نے چونکنے کی بھرپور کوشش کی تھی۔"آپ انابیتا کو بھی جانتی ہیں؟ کمال ہے انابیتا نے مجھے آج تک نہیں بتایا کہ اس کی دوستی کسی پری سے بھی ہے جس کے پر کہیں کھو گئے ہیں۔" وہ بولنے کا اس قدر شائق تھا کہ اس کے سارے لفظ گونگے بہرے ہو گئے تھے۔کئی بار بولنا چاہا تھا مگر اسے بولنے ہی نہیں دیا گیا تھا۔انابیتا نے کبھی نہیں بتایا تھا کہ وہ شخص بولنے کا اتنا خبطی ہے۔

"آپ عدن بیگ ہیں نا؟"

"آپ مجھے بھی جانتی ہیں؟ کمال ہے۔میں آپ کو نہیں جانتا اور نہ ہی یہ کہ میں پریوں میں اتنا مشہور ہوں۔" وہ مسکرا رہا تھا۔پارسا نے خود کو بے بس پایا تھا۔سر جھکا کر خشک ہوتے لبوں پر زبان پھیری تھی۔عدن بیگ نے ایک نظر بغور اسے دیکھا تھا پھر دوستانہ انداز میں بولا تھا۔

"پانی پئیں گی آپ؟ مجھے نہیں پتا کہ پریوں کی خاطر داری کیسے کی جاتی ہے مگر ہم زمین زادے مہمان نوازی میں کسی سے پیچھے نہیں۔ویسے آپ کہیں تو میں آپ کے کھوئے ہوئے پر ڈھونڈنے میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں۔کچھ یاد

ہے آخری بار آپ نے انہیں کہاں رکھا تھا؟“ انداز ہی نہیں شرارت آنکھوں میں بھی تھی۔

پارسا کو لگا تھا وہ اپنا مدعا کبھی اس شخص سے بیان نہیں کر پائے گی۔تب ہی پلٹی تھی اور انابیتا کے کمرے میں جانے کی ٹھانی تھی مگر ہاتھ ایک لمحے میں کسی گرفت میں آ گیا تھا۔وہ چونکی تھی۔پلٹ کر دیکھا تھا۔وہ شخص کچھ خاص دور بھی نہ تھا۔بات یہ نہیں تھی کہ وہ پراعتماد نہیں تھی مگر اس سچویشن سے کس طرح نمٹنا چاہیے تھا۔وہ نہیں جانتی تھی سنسان سہ پہر۔اس پر ایک اجنبی کا یوں پاس آنا۔اس گھر میں وہ پہلے بھی کئی بار آئی تھی مگر عدن بیگ سے سامنا نہیں ہوا تھا۔اس لیے وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کس قسم کا بندہ تھا مگر اس گھر میں تمام افراد بہت اچھے تھے۔پڑھے لکھے اور سلجھے مزاج کے۔تب ہی تو وہ بے دھڑک آجایا کرتی تھی مگر اس لمحے اپنا ہاتھ ایک اجنبی کے ہاتھ میں دیکھ کر اس کا رنگ زرد پڑ گیا تھا۔آنکھوں میں ایک خوف سا بھر گیا تھا۔وہ عجب ایک بے بسی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

جب عدن بیگ نے مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ آہستگی سے چھوڑ دیا تھا۔غالباً اسے ترس آ گیا تھا اور زیادہ تنگ کرنا مناسب نہیں لگا تھا۔

پارسا کو یہ اقدام غنیمت لگا تھا۔تب ہی وہ سرعت سے چلتی ہوئی انابیتا کے کمرے کی طرف بڑھی تھی۔

عدن بیگ نے اسے جاتا ہوا دیکھا تھا پھر نگاہیں اپنے اس ہاتھ پر ٹک گئی تھیں۔وہاں ایک گرم ہاتھ کا احساس اب بھی زندہ تھا۔

...☆☆☆...

”سارہ! تم نے اکاؤنٹ کی فائل چیک کر لی تھی؟“ انائیا ملک نے دریافت کیا تھا۔

”ہاں دیکھ لی تھی۔میں نے ظاہر کو دی ہے۔اگر کوئی کمی رہ گئی ہوگی تو وہ دوبارہ چیک کر لے گا۔“ سارہ نے مطلع کیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔آج مسز اظہر کی بیٹی کی مایوں ہے اور میں نے سارے انتظامات اپنے طور پر چیک کر لیے ہیں۔تم پھر بھی شام میں جا کر دیکھ لینا اور تمہیں وہیں رہ کر چیزوں کو دیکھنا ہے۔نمیر کو میرے پاس بھیجو۔" کہہ کر وہ کمپیوٹر اسکرین کی طرف متوجہ ہوئی تھی مگر سارہ گئی نہیں تھی۔وہیں رکی رہی تھی۔

"کیا ہے؟ ہری اپ۔کام کم ہے اور مقابلہ سخت۔ابھی مجھے ممی کو بھی چیک اپ کے لیے ہاسپٹل لے کر جانا ہے۔کل سے ان کا بی پی ہائی ہے اور شوگر بھی۔میں ان کے لیے پریشان ہوں اور ہاں انابیتا اور عدن کا میچ بھی ہے۔"

"انائیا! آج تمہاری میٹنگ ہے۔" سارہ نے اسے یاد دلایا تھا۔

"میٹنگ کس کے ساتھ؟" وہ چونکی تھی۔

"معارج تغلق کے ساتھ۔" سارہ نے یاد دلایا تھا۔

"اوہ اوکے۔" یاد آنے پر وہ لب بھینچ گئی تھی۔"میں تو بھول ہی گئی تھی۔"

"مجھے بھی یہی لگا تھا۔" سارہ نے یاد دلایا تھا۔

"ہاں۔کتنے بجے میٹنگ ہے جگہ کیا ہے؟"

"چھ بجے شام۔تغلق پیلس میں۔"

"تغلق پیلس؟" وہ اپنے گھر میں میٹنگ کرنا چاہ رہا ہے؟"

"شاید! مگر اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔جگہ کوئی بھی ہو۔اصل مقصد یہ ہے کہ ارینجمنٹ کیسے کرنا ہے۔" سارہ نے کہا تھا۔اس نے سر ہلایا تھا۔

"اور معارج تغلق کے متعلق تو یوں بھی لگتا ہے کہ وہ وقت کا بہت پابند ہے۔" سارہ بولی تھی۔

"تمہیں معارج تغلق کے متعلق اتنی انفارمیشن کہاں سے ملی؟" وہ چونکی تھی۔

"اس شخص نے بتایا تھا جو اس روز آیا تھا۔تمہیں تو پتا ہے۔ہمیں اپنے کلائنٹس کے ٹمپرامنٹ کا دھیان رکھنا پڑتا ہے۔" سارہ نے کہا تھا۔

"ان کے ٹمپرامنٹ کا نہیں سارہ۔بات کمپنی کے امیج کی ہے۔پابند ہونا اچھی بات ہے مگر۔" وہ چونکی تھی۔سیل فون بجا تھا گھر کا نمبر تھا اس نے فوراً کال ریسیو کی تھی۔

"جی نانا! کیا؟" وہ چونکی تھی۔"اوہ نو۔آپ ممی کو ہاسپٹل لے کر پہنچیں۔میں ابھی پہنچتی ہوں۔" وہ کہہ کر ایک لمحے میں اٹھی تھی۔

"سارہ! ممی کی طبیعت ٹھیک نہیں۔میں جا رہی ہوں۔"

"انائیا! مگر ہماری میٹنگ؟"

"کینسل کر دو۔"

"کیا؟"

"ایسا کرو تم چلی جاؤ۔"

"میں...؟ میں کیسے؟ تم جانتی ہو میں ان معاملات میں کوری ہوں اور آرگنائزر تم ہو اور کمپنی کی آنر بھی۔" سارہ نے یاد کروایا تھا۔

"شکریہ یاددہانی کا مگر ممی کو ہاسپٹل لے جانا زیادہ ضروری ہے۔اس وقت تم جانتی ہو۔ ممی میرے لیے سب سے زیادہ اہم ہیں۔میٹنگ ملتوی کر دو۔" اس نے حتمی لہجے میں کہا تھا اور تیزی سے باہر آ گئی تھی۔

...☆☆☆...

"معارج بیٹا! تم فارغ ہو تو شام کو میرے ساتھ اپنی آنٹی کی طرف چلنا۔"

"کتنے بجے جانا ہے آپ کو؟" وہ جو سیل فون پر بزی تھا۔ماں کی بات قطعاً نظرانداز نہ کرسکا تھا۔

"شام چھ بجے۔"

"اوہ۔میری تو ایک میٹنگ ہے ممی۔آپ کہیں تو میں ڈرائیور کے ساتھ گاڑی بھجوادوں گا۔" اس نے معذرت کی تھی۔

"وہ تو ٹھیک ہے مگر میں چاہ رہی تھی تم بھی ساتھ چلو۔" مام کے دل میں چھپی خواہش' ایشا سمجھ گئی تھی تب ہی مسکرائی تھی۔

"بھائی! مام چاہتی ہیں کہ آپ ساتھ چلیں تو کنزا سے بھی مل لیں۔"

مام نے اسے جانچتی نظروں سے گھورا تھا مگر وہ مسکرا دی تھی۔

"تم لوگ تو بات کا بتنگڑ بناتے ہو۔ساتھ چلنے کا مطلب یہ نہیں اور اگر ہو بھی تو کیا حرج ہے۔تمہاری شادی کے بعد معارج کو زیادہ دیر نہیں چھوڑوں گی۔" ممی نے اپنے ارادے ظاہر کیے تھے۔

"بھائی سنبھل جائیے۔مام کے ارادے کچھ ٹھیک دکھائی نہیں دے رہے۔" ایشا چھیڑنے سے باز نہیں آئی تھی۔

"بھیا! کوئی پسند ہے۔کوئی دل ول میں ہو تو بتادو پھر نہ کہنا موقع نہیں دیا گیا۔" فرجاد نے آئسکریم سے مکمل انصاف کرتے ہوئے وہیں اسٹیئرز سے بیٹھے بیٹھے ہانک لگائی تھی۔

"موقع کیوں نہیں دیا گیا۔ہمارے معارج بھائی اتنے ہینڈسم سے ہیں۔کوئی ایسی ویسی لڑکی پکڑ کر تھوڑی شادی کر دیں گے۔ہم سب مل کر لڑکی ڈھونڈیں گے۔" فاریہ نے ازلی معصومیت سے کہا تھا۔

"یار معارج! تو اتنے سال وہاں انگلینڈ میں رہا۔کوئی میم شیم کی کوئی کہانی ہے تو بتا دے۔ایسا نہ ہو ہم یہاں لڑکی ڈھونڈتے رہ جائیں اور تم وہاں نکل جاؤ۔" صائم نے ایک آنکھ دبا کر کہا تھا۔معارج نے فون کا سلسلہ منقطع کیا تھا پھر چلتا ہوا مسکراتا ہوا ان کی طرف آ گیا تھا۔

"تم سب اپنا بوریا بستر کتنے دن تک یہاں لگاؤ گے؟"

"کیا مطلب؟ یار تو ہمیں دھکے دے کر گھر سے نکال رہا ہے؟" رضا کو حیرت ہوئی تھی۔

"نہیں۔میں سوچ رہا ہوں۔تم سب لڑکی ڈھونڈ لو تو میں اور ایشا ایک ہی خرچ میں ساتھ ساتھ نمٹ جائیں۔" معارج بولا تھا اور سب ہنسنے لگے تھے۔

"اسے کہتے ہیں۔جلدی جلدی' ہلدی مل دی۔" رضا کو جو بھی محاورہ یاد تھا پہلی فرصت میں اچھالنا اپنا فرض سمجھا تھا۔

مسز تغلق کو پتا تھا۔اب بھانت بھانت کی بولیاں ہوں گی۔وہ سب مل کر بیٹھتے تھے تو ایسا ہی جمعہ بازار لگتا تھا۔اسی لیے وہ چلتی ہوئی وہاں سے نکل گئی تھیں۔

فرجاد چلتا ہوا قریب آیا تھا۔"یار! کوئی میم شیم گوری ووی پاسٹ میں نہیں؟" انداز رازدارانہ تھا۔

"اگر گوری ہوتی تو تم سب کی خدمات کی کیا ضرورت تھی؟" وہ مسکرایا تھا پھر گھڑی دیکھی۔

"کسی سے ڈیٹ ویٹ ہے؟" رضا نے سر سے پیر تک اسے دیکھا۔سوٹڈ بوٹڈ خاصا متاثر کن لگ رہا تھا۔تیاری تو کچھ خاص نہ تھی کہ اس کی روزانہ ایسی ہی

تیاری تھی مگر جس طرح وہ رسٹ واچ دیکھ رہا تھا وہ انداز چونکانے والا تھا۔ وہ سب تو رائی کا پہاڑ بنانے میں یوں بھی ماہر تھے۔

"ڈیٹ؟" وہ چونکا تھا پھر مسکرایا تھا۔ "نہیں۔بس ویٹ کر رہا ہوں۔چھ بجے کا ٹائم ہے۔کیا تم مجھے وش نہیں کروگے؟" وہ شرارت میں ان سے کم کیسے ہو سکتا تھا؟ سب کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے تھے۔

"یار تو واقعی ڈیٹ پر جا رہا ہے؟" فرجاد سے ہضم نہ ہوا تھا تو اٹھ کر اس کی بغل میں آن بیٹھا تھا اور جھک کر رازداری سے دریافت کیا تھا۔

"ہاں کیوں نہیں؟ بہت فارغ تھا تو سوچا۔ایک آدھ ڈیٹ کر لینے میں کیا حرج ہے؟" شانے اچکائے تھے۔سب کے پیٹ میں مروڑ اٹھنے لگے تھے۔

"کون ہے وہ؟" فاریہ کو سب سے پہلے تجسس نے گھیرا تھا۔

اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔

"ایکسکیوزمی۔" کہتا ہوا اٹھ کر وہاں سے نکل گیا تھا۔

...☆☆☆...

میچ سے قبل وہ پارسا کی تلاش میں نکلی تھی۔اسے غالباً واش روم جانا تھا۔اس نے چلتے ہوئے انائیا کا نمبر ملایا تھا اور سیل کان سے لگائے تیزی سے آگے بڑھی تھی جب وہ کسی سے بری طرح ٹکرائی تھی۔سامنے والے نے حاضر دماغ ہونے کا بھرپور ثبوت دیتے ہوئے اسے بروقت تھام کر گرنے سے بچایا تھا۔

اپنے اردگرد بازوؤں کا حصار محسوس کرتے ہوئے اسے یقین ہوا تھا کہ وہ مکمل طور پر ٹھیک ہے۔اگر گر جاتی یا کوئی انجری ہو جاتی تو آج کا میچ تو گیا تھا۔سب سے پہلی فکر اسے اسی بات کی ہوئی تھی۔حواس بحال ہونے پر سر اٹھا کر سب سے پہلے مقابل کو دیکھا تھا اور چونک پڑی تھی۔

"آپ؟" اپنے سامنے کھڑے دامیان شاہ سوری کو دیکھتے ہوئے وہ فوراً ہی اس کی گرفت سے باہر آئی تھی۔

"ہاں میں۔آج کل بہت گرنے لگی ہو۔اپنی نظر اتار لینا۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونکی تھی۔

"کچھ نہیں۔تم اِدھر اُدھر پھرتی رہتی ہو۔بے خبر انجان مگر لوگ اس قدر انجان نہیں۔کوئی پڑ گئی ہوگی بری نظر۔" وہ مسکرایا تھا۔اناہیتا کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے۔وہ اس مذاق سے قطعاً محظوظ نہ ہوئی تھی۔

"تھینکس کہہ دیجیے۔ آپ کو ایک ہی دن میں دوبار ہرٹ ہونے سے بچایا ہے۔" وہ بغور اسے دیکھتا ہوا مسکرایا تھا۔انداز دوستانہ تھا۔

"تھینکس مگر آپ یہاں کیسے؟"

"تم نے ہی تو انوائیٹ کیا تھا۔ویسے کیا میرا آنا منع تھا یا آپ نہیں چاہتی تھیں کہ میں یہاں آؤں؟" شکوہ ہوا تھا۔

"نہیں۔ایسی بات نہیں۔" اس نے سر نفی میں ہلاتے ہوئے اناہیتا کا نمبر ایک بار پھر ری ڈائل کیا تھا جہاں سے جواب موصول نہیں ہو رہا تھا۔وہ غالباً اس کے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگا تھا۔

"تم نے پارسا کو کہیں دیکھا ہے؟" اناہیتا کے فون سے جواب نہ پا کر اس نے پوچھا تھا۔

"پارسا؟ یہ کون ہے؟" وہ غالباً اسے چھیڑنے کے موڈ میں تھا۔

"پارسا کو نہیں جانتے تم؟ میرے ساتھ ہوتی ہے۔" اناہیتا کو اس کی بے وقوفی پر حیرت ہوئی تھی۔

"تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہوتا ہے؟ میں نے کبھی نوٹ نہیں کیا۔" دامیان شاہ سوری نے بے خبری سے شانے اچکائے تھے۔عجب دیوانگی ہی دیوانگی تھی۔

"مجھ سے فلرٹ کرنے کی کوشش کر رہے ہو؟" اس نے شکن پیشانی پر لیے اسے دیکھا تھا۔ساتھ ہی نمبر ری ڈائل کر کے سیل فون ایک بار پھر کان سے لگایا تھا۔

"نہیں۔تم سے فلرٹ جائز نہیں۔ویسے تمہاری وہ چھوٹی موٹی سی دوست تم سے زیادہ انٹرسٹنگ ہے اور تم سے زیادہ عقل مند بھی۔"

"وہاٹ؟ تم لڑکوں کی عادت جھٹ سے تقابل کرنے کی کیوں ہوتی ہے؟" وہ پرسکون انداز میں بولی تھی۔

"تمہیں اچھا نہیں لگتا جب میں کسی اور لڑکی کی تعریف کرتا ہوں یا تم پر فوقیت دیتا ہوں۔سچ یہی بات ہے نا؟ جھوٹ کہوگی تو بہت بھونڈا ہوگا کیونکہ

میں ان آنکھوں کی کہانی پڑھ سکتا ہوں۔" اسے چھیڑنے میں لطف آنے لگا تھا۔

"دامیان شاہ سوری! آپ کا دماغ چل گیا ہے کیا؟ آپ کو لگتا ہے کہ دنیا کی ساری لڑکیاں آپ کی اس للی کی طرح عقل سے خالی ہوتی ہیں یا اتنی ہی بے وقوف کہ آپ کی باتوں میں آجائیں؟"

"للی کا ذکر اچانک کیوں؟ تمہیں جلن ہوتی ہے اس سے؟" وہ مسکرایا تھا۔

"مجھے کسی سے کوئی جلن نہیں ہوتی۔ آپ بے شک دس للیوں کے ساتھ گھومیں پھریں۔" اس نے اپنی طرف سے پوری چھوٹ دی تھی۔

"دس للیاں؟" وہ چونکا تھا۔"یہاں مجھ سے ایک نہیں سنبھالی جاتی۔ تم دس کی بات کرتی ہو۔ ویسے مجھے نہیں لگتا کہ تم اتنی بھی بے وقوف ہو۔"

"میں جانتی ہوں میں بے وقوف نہیں ہوں دامیان۔ آپ کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ لاتعلق نظر آ رہی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"آپ کو تو جیسے ٹھن سی گئی ہے ہم سے۔ اب بندہ کوئی بلی پالے کتا پالے دشمنی ہی کیوں؟ یہ بھی کوئی پالنے کی چیز ہے؟" دامیان مسکرا رہا تھا مگر انابیتا کے موڈ پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

"انار کلی! تمہاری یہ بے توجہی اچھی نہیں لگتی۔ تم پل میں پرائی ہونے لگی ہو۔ ایک لمحے میں دھکا دے کر سب کو دور کر دیتی ہو۔" وہ شکوہ کر رہا تھا۔

"دامیان شاہ سوری! ہم کبھی بھی ایک ٹریک پر نہیں رہے۔"

"ہاں مگر ایک ٹریک پر آ جانے میں کیا برا ہے؟"

"دامیان شاہ سوری! آپ کا پرابلم یہ ہے کہ آپ کو سب کچھ ایک ساتھ چاہیے۔ یہ جو ننھا سا دل ہے نا سینے میں۔ اسے کہیے اتنی ڈھیر ساری خواہشیں پالنا بند کر دے۔"

"خواہشیں پالنے میں کون سا بل آتا ہے؟" جواز آیا تھا۔

"بل نہیں آتا تب ہی تو آپ کی سوچ کے گھوڑے بے لگام دوڑتے ہیں۔" وہ ترکی بہ ترکی بولی تھی۔

"خدا نے لڑکیوں کو اتنا عقل مند کیوں بنایا جانتی ہو؟"

"نہیں میں نہیں جانتی مگر اس کا کوئی سبب ضرور ہوگا۔"

"کسی دن تم کو تم سے چرا لیا تو؟" دامیان کی نظروں میں شرارت تھی۔

"اتنی ہمت نہیں ہے ابھی آپ میں۔ للی کے ساتھ ہی رہیے۔" وہ کہہ کر آگے بڑھنے لگی تھی۔ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ساتھ چلنے لگا تھا۔

"تمہاری سوئی آ کر اس بے چاری للی پر ہی کیوں ٹوٹ جاتی ہے؟ اس نے کیا بگاڑا ہے؟" دامیان شاہ سوری نے دریافت کیا تھا۔

"کچھ نہیں بگاڑا اور میں اتنی آسانی سے کسی کو کچھ بگاڑنے نہیں دیتی۔ تمہارا قصور یہ ہے کہ تم مجھے تمام لڑکیوں جیسا ٹریٹ کرتے ہو اور یہیں آپ سے غلطی ہوتی ہے۔" بھر

ماننے کے مسکرایا تھا۔

"حد ہو گئی۔ تم مجھے پلے بوائے سمجھتی ہو کیا؟"

"سمجھتی ہوں؟" آنکھوں میں حیرت لیے وہ جتانے سے باز نہیں رہی تھی۔

"تم لڑکیاں بھی نا۔ ان کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔" اس کا انداز ہار ماننے والا تھا۔

"خوشی ہوئی ایک لاحاصل بحث کا اختتام ہوا۔ آپ نے ہار مان لی۔"

"تم سے جیتنا کون چاہتا ہے؟" وہ بدستور شرارت پر مائل تھا۔

"مجھ سے جیت بھی نہیں سکتے آپ۔"

"تم سے جیتنا بھی نہیں۔" وہ مسکرا دیا تھا۔ "حسن سے بھی کوئی جیت پایا ہے؟" وہ ایک لمحے میں اس کے سامنے آیا اور مقابل رکا تھا۔ مسکراتے ہوئے بغور دیکھا تھا۔

"دعا ہے کہ تم میچ جیت جاؤ۔" کہنے کے ساتھ ہی وہ پلٹا تھا اور پھر لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا وہاں سے نکل گیا تھا۔

اناہیتا کو اپنا یہ دوست بہت عجب لگا تھا۔ "پاگل۔" وہ بڑبڑائے بنا نہیں رہی تھی۔

...☆☆☆...

"ارے آپ یہاں بھی؟ مجھے لگا آپ کا قبضہ صرف ہمارے گھر تک محدود ہے اور وہی آپ کی آخری سرحد ہے اور اختتامی حدود بھی مگر آپ یہاں بھی۔" عدن بیگ نے اسے سامنے پا کر حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

پارسا چونک پڑی تھی۔

"مجھے نہیں پتا تھا کہ آج کل پریاں جہاں چاہے ڈیرا جما لیتی ہیں۔" لبوں پر مسکراہٹ تھی۔صاف ظاہر تھا وہ چھیڑ رہا تھا۔پارسا اب کے قدرے اطمینان سے مسکرا دی تھی۔

"آپ کے بارے میں انابیتا اکثر باتیں کرتی رہتی ہے۔آپ کے بارے میں تھوڑا بہت جانتی ہوں مگر اتنا نہیں جانتی تھی کہ آپ باتیں کرنے اور قصے کہانیاں گھڑنے میں اتنے ماہر ہیں۔"

"کیا کچھ بتایا انابیتا نے؟ کہیں یہ تو نہیں بتایا کہ میں اکثر بچپن میں بھی اس سے ہار جایا کرتا تھا۔وہ ٹینس کی بہت زبردست پلیئر ہے لیکن وہ انٹرنیشنل لیول پر نہیں جا سکی ورنہ اس سے بڑی کوئی اور پلیئر نہ تھی۔"

"کیا مطلب؟"

"وہاں پرستان میں بھی ٹینس اینڈ اسپورٹس کھیلے جاتے۸ ہیں؟" وہ دوبارہ ٹریک پر آیا تھا۔

"ہوں۔وہاں بھی سب اتنی ہی دلچسپی سے اسپورٹس دیکھتے ہیں۔ان دنوں تو ہمارے وہاں ٹوئینٹی ٹوئینٹی کی بھی خاصی دھوم مچی ہے۔" وہ اب کے اس کے انداز میں بولی تھی تو وہ ہنستا چلا گیا تھا۔

"انٹرسٹنگ۔میں سمجھا صرف ہم زمین زادے ہی ان باتوں کے شیدائی ہیں۔اب پتا چلا پریوں کے دیس میں بھی دنیا کی تمام خبروں کا چرچا ہے۔" عدن بیگ زیرلب مسکراہٹ کے ساتھ بولا تھا۔

پارسا مسکرائی تھی۔

"اب سب کچھ اتنا بدل گیا ہے۔دنیا گلوبل ولیج بن گئی ہے تو پھر حیرت کیسی؟"

"نہیں حیرت ایسی بھی نہیں مگر ہم زمین زادے شاید شہر تمنا کی باتیں زیادہ کرتے ہیں اور ایک کریوسٹی بھی کہیں اندر ہے کہ جہاں سے آگے کی دنیا کیسی ہوگی؟ خوابوں کے دیس کیسے ہوں گے۔ان کی کچھ حقیقت ہوگی بھی کہ

نہیں۔اب آپ کو دیکھا تو ان باتوں پر بھی یقین آنے لگا جن پر اس سے قبل یقین نہیں تھا۔مجھے لگا تھا کہ خواب صرف ہم ہی دیکھتے ہیں۔آپ کی آنکھوں کو دیکھ کر لگا کہ خوابوں کی زمین وہاں بھی آباد ہے۔"

انابیتا کا یہ بھائی عجب باتونی تھا۔اسے یقین کرنا پڑا تھا جو بھی تھا انداز دلچسپ تھا تب ہی تو وہ مسکرائے بنا نہیں رہ سکی تھی۔

"خوابوں کی زمین ہر جگہ آباد ہوتی ہیں۔ان کے لیے جگہوں کا مخصوص ہونا شرط نہیں۔"

"ہوں۔ٹھیک کہا آپ نے۔اب پریوں کی باتوں سے اختلاف کون کر سکتا ہے؟ میرا تو یوں بھی نیا نیا تجربہ ہے۔اسم خاص کو جاننے کی لگن پہلے کہاں تھی... ہم ٹھہرے زمین پر قدم رکھ کر چلنے والے۔گہرے رازوں کی خبر ہمیں کہاں؟"

"ہاں اتنے ہی چوزے ہیں ناں آپ۔" وہ جان بوجھ کر انجان بنتے دیکھ کر کہے بنا نہیں رہ سکی تھی اور عدن بیگ مسکرا دیا تھا۔

"نہیں اتنا ننھامنا چوزا نہیں ہوں مگر اتنے گہرے رازوں کی خبر سچ میں نہیں تھی۔کوئی اسم خاص ہاتھ نہیں آیا تھا نا۔اس سے قبل نہ جنون تھا نہ لگن، نہ کوئی تجسس، نہ جاننے کی حاجت۔چیزیں انوکھی ہیں اور حیران کن۔اتنی آسانی سے سمجھ کیسے آئیں؟ راز اتنے گہرے ہیں کہ فی الفور ان کا سمجھ میں آنا ناممکن دکھائی دے رہا ہے۔آپ سمجھا دیں۔" درخواست ہوئی تھی۔وہ خاصی دلچسپی

وہ چھیڑ رہا تھا یا پھر سچ مچ کسی اور دنیا کی مخلوق سمجھ رہا تھا۔اتنا بے وقوف تو ہو نہیں سکتا تھا۔نہ ہی دیکھنے میں لگ رہا تھا۔وہ یقینا شرارت پر مائل تھا۔وہ ایک رسمی سے انداز میں مسکرائی تھی۔

"کبھی کبھی وقت پر ڈال دینا مناسب ہوتا ہے۔وقت کو سمجھانے دیں۔اگر کوئی اَسرار اور بھید ہے بھی تو اس کی حقیقت وقت کھول دے گا۔کریوسٹی اچھی

چیز نہیں مگر لگن اتنی بڑی بھی نہیں۔“ کہنے کے ساتھ ہی وہ پلٹ کر آگے بڑھنے لگی تھی۔

”انٹرسٹنگ۔“ عدن مسکرایا تھا اور تادیر نظریں اس وجود کا تعاقب کرتی رہی تھیں۔

...☆☆☆...

”حارث میٹنگ کا ٹائم کتنے بجے کا تھا؟“ معارج تغلق نے ڈرائیو کرتے ہوئے دریافت کیا تھا۔

”میٹنگ کا ٹائم تو چھ بجے کا تھا۔تم کہاں ہو؟“ حارث نے پوچھا تھا۔

”میں باہر نکلا ہوں کسی کام سے۔مجھے لگا تم نے مجھے وقت کچھ اور بتایا تھا اور غالبا میں یاد نہیں رکھ پایا۔“

”نہیں ٹائم تو وہی ہے۔میں پتا کرتا ہوں۔“

”چھ بج چکے ہیں حارث۔سوا چھ بجے میں گھر سے نکل آیا تھا۔غالباً ان کو نہیں آنا۔“

”میں دیکھتا ہوں معارج! سوری یار میں کام میں الجھا ہوا تھا۔کچھ دھیان نہیں رہا۔“

”اس کی ضرورت اب نہیں حارث۔میں گھر سے نکل آیا ہوں۔تم چیک کر لینا اگر ان سے بات ہو تو ورنہ کسی دوسرے ایونٹ اورگنائزر کو دیکھ لیں گے۔“

”ایک منٹ پلیز۔“ حارث نے کہا تھا۔وہ خاموش ہو گیا تھا۔دوسرے ہی لمحے حارث لائن پر تھا۔

”نہیں یار! میں تو میٹنگ میں تھا۔شاید میرے سیل فون پر کال آئی تھی۔میں نے پک نہیں کی تو وہ آٹومیٹکلی وائس میل پر چلی گئی۔وہاں سے کسی نے بتایا ہے کہ میٹنگ پوسٹ بون ہو گئی ہے۔“ حارث نے مطلع کیا تھا۔

”کوئی بات نہیں تھینکس۔“

”ایکچوئیلی اس کمپنی کی اون کوئی خاتون ہیں اور عورتوں کے معاملے میں تو تم جانتے ہو۔کوئی کام وقت پر ہو ممکن نہیں۔“ حارث مسکرایا تھا۔

"اٹس اوکے حارث! ہو جاتا ہے یار۔ عورتوں کے معاملے میں اتنا مت بولا کر۔ کسی دن آہ لگ گئی تو بیٹھا رہ جائے گا۔" معارج نے کہا تھا وہ ہنس دیا تھا۔

"تو تیرا کیا خیال ہے اب کیا سچوئیشن ہے؟ ہونہ ہو یہ آہ ہی ہے کہ ناؤ منجدھار سے باہر آتی ہی نہیں۔" اسے اپنا دکھ بھرپور طریقے سے پھر یاد آ چکا تھا۔

"یار تو بھی نا۔ تو کوئی ایف ایم جوئن کیوں نہیں کر لیتا؟ سنا ہے جن کو ان کے گھر والے نہیں سنتے' انہیں سننے والے بہت سے اس ریڈیو پر مل جاتے ہیں۔" معارج تغلق بولا تھا۔ وہ ہنستا چلا گیا تھا۔

"کر لے یار تو بھی مذاق کر لے مگر میرا پرابلم یہ ہے کہ میرے پاس دل کا بوجھ خالی کرنے کو صرف ایک تُو ہی ہے۔ تیرے کاندھے پر سر رکھ کر اِدھر اُدھر کے سارے بوجھ ہلکے کر لیتا ہوں۔ سوچتا ہوں تیری شادی ہو گی تو کیا کروں گا؟"

معارج مسکرائے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"شادی کی خبریں تیری طرف عام ہیں۔ میری طرف صرف میری بہن کی شادی کی خبر ہے اور تو جانتا ہے ابھی تک میری زندگی میں کوئی ہے نہیں مگر تیری اماں تیرے لیے نہ صرف لڑکی ڈھونڈ چکی ہیں بلکہ گاجے باجے بھی ریڈی کیے بیٹھی ہیں۔" معارج تغلق بھی بلا کا حاضر جواب تھا۔ "ویسے آج تو تیری ڈیٹ تھی نا؟"

"ڈیٹ؟ تم اسے ڈیٹ کہتے ہو؟" حارث نے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے تھے۔

"مجھے نہیں پتا کہ ڈیٹ کہتے ہیں یا کہ نہیں۔ آئی ڈونٹ نو ڈیٹ پر تو گیا تھا۔ پتا تجھے ہونا چاہیے۔" معارج تغلق مسکرایا تھا۔

"آف کورس نہیں کہتے۔ وہ ڈیٹ نہیں تھی مگر اماں کو کون سمجھا سکتا ہے؟"

"تجھے وہ کیسی لگی؟ اچھی ہے تو گاجے باجے بھجوانے کا بندوبست کر لیں؟" معارج تغلق نے چھیڑا تھا۔

"تو جانتا ہے وہ کیسی ہوگی... اماں کو کھاتے پیتے گھرانے کی لڑکیاں اچھی لگتی ہیں اور مجھے نہ کھانے والی۔بس ایک یہی اختلاف ہے ہم دونوں میں جو وجہ بحث بنا ہوا ہے۔" حارث بے بسی سے بولا تھا۔معارج ہنس دیا تھا۔

"تیرا مسئلہ کیا ہے؟ کھاتے پیتے گھر کی ہونا کیا غلط ہے؟ شہر بھر میں جو جم بنے ہیں۔وہ کس لیے ہیں؟ فٹ ہونا اب کوئی اتنا مشکل بھی نہیں۔جان پہچان کر لے۔کم ازکم تجھے مارننگ میں جانے کے لیے کمپنی بھی مل جائے گی۔" معارج تغلق نے بھرپور انداز میں چھیڑا تھا۔

اس ہنسی کی حارث کا دل جلانے کے لیے کافی تھی۔

"اپنا وقت آنے دے پھر پوچھوں گا۔"

"کیا پوچھے گا۔میرے پاس کرنے کے لیے کئی ضروری کام ہیں ابھی۔ان سب باتوں کا نمبر آنے میں دیر ہے۔" معارج نے جواز دیا تھا پھر مشورہ دیتے ہوئے بولا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اپنے دل کو سمجھا۔اتنی من مانی نہ کر۔جو بھی فیصلہ کرنا ہے سوچ سمجھ کر پھر فیصلہ کرنااور..." اس کی ساری توجہ حارث کی طرف تھی۔ایک لمحے کو دھیان بٹا تھا اور اپنے آگے کی گاڑی کو دیکھ نہیں پایا تھا۔

نتیجتاً اس کی گاڑی ٹکرا چکی تھی۔

"اف۔" معارج تغلق کی افسوس سے پر آواز ابھری تھی۔

دوسری طرف حارث کو تشویش ہوئی تھی۔

"معارج تغلق! آر یو اوکے؟"

...☆☆☆...

معارج تغلق نے فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

حارث کو تشویش ہوئی تھی۔

"معارج! آر یوا وکے؟" حارث نے پوچھا تھا۔

"یس آئی ایم!" معارج تغلق کی آواز مدھم تھی۔اگرچہ اس نے بروقت بریک لگا دیئے تھے مگر گاڑی پھر بھی اپنے سے آگے کھڑی گاڑی سے ٹکرا گئی تھی۔ وہ چونکہ سیٹ بیلٹس باندھے ہوئے تھاسو بچت ہوگئی تھی' قریب تھا کہ اس کا

سر سامنے ٹکراجاتا...کچھ لمحے تووہ بالکل ساکت رہاتھا۔تبھی حرکت کرنا چاہی تھی تو پیچھے کمر میں شدید تکلیف کااحساس ہوا تھا۔مگر ہمت کرکے وہ دروازہ کھول کر پھر بھی باہر نکلا تھا۔"ری ایکشن" کے طور پر اگلی گاڑی سے کوئی برآمد ہوچکاتھا۔وہ بھی یہی دیکھنے باہر نکلا تھا کہ نقصان کہاں اور کتنا ہوا ہے۔

"آپ نے گاڑی نئی نئی چلانا سیکھی ہے؟" مقابل کھڑی دھان پان سی لڑکی کا غصہ اسے بجا لگاتھا۔

"نہیں مگر...آئی ایم سوری۔" اس نے بہت نرمی سے اپنی غلطی قبول کرتے ہوئے کہاتھا۔

انانیا ملک نے سر سے پاؤں تک اس بندے کوبغور دیکھاتھا اچھا خاصا مہذّب لگ رہاتھا... سوٹڈ بوٹڈ... مگراس کی جانب معذرت خواہ انداز میں تکتا ہوا...کسی قدر بے بس اور شرمندہ لگاتھا۔

"مجھے لگا صرف مجھے ہی جلدی ہے...مگریہاں سب ہی افراتفری میں ہیں۔کچھ غلطی شاید میری بھی تھی...میں بھی کچھ رش میں تھی۔"معارج تغلق کو قطعاً اندازہ نہ تھا کہ وہ اتنے آرام سے بات کرے گی اور اپنی غلطی بھی مان لے

گی ... اسے لگاتھا وہ اس پر چڑھ دوڑے گی اور سخت سست سنائے گی مگراس طرف صورتِ حال مکمل طور پر مختلف تھی۔

"آپ کا جوبھی نقصان ہوا ہے میں پورا کروں گا۔" اس نے آفر دی تھی۔"غلطی میری ہے سو اس کا ازالہ بھی مجھے ہی کرنا ہوگا' وہ مہذب انداز میں بولاتھا۔

"نو تھینکس...اس کی ضرورت نہیں...یہ گاڑی جو آپ دیکھ رہے ہیں نایہ یوں بھی کوئی برانڈ نیوکار نہیں... کافی "بے کار" ہے۔اس کی حالت پہلے ہی کافی حد تک خستہ تھی...کچھ خاص فرق نہیں پڑا اسے...آپ کی گاڑی کی ہیڈلائٹس کچھ زیادہ متاثر ہوئی ہیں...ان کی مرمت کروالیجئے گا۔" اس نے مدد لینے سے صاف منع کردیاتھا۔

معارج تغلق کو اپنے سامنے کھڑی لڑکی کچھ حیران کن لگی تھی۔تبھی تو نگاہ اس چہرے سے الجھ گئی تھی۔

"تھینکس!" وہ مروّت سے بولا تھا۔پلٹنے لگاتھا مگر کمر کی تکلیف سے وہ ایک قدم بھی نہ چل پایا تھا۔تکلیف کی شدّت کا اندازہ اسے اس طور نہ تھا مگر اس لمحے اس سے دو قدم کافاصلہ طے کرکے اپنی گاڑی تک جانا محال لگ تھا۔اس

نے سہارا لینے کے لیے اس کی گاڑی پر ہاتھ رکھا تھا۔ تبھی وہ جو خاموشی سے کھڑی دیکھ رہی تھی چونکی تھی اور ایک قدم آگے آئی تھی۔

"آر یو اوکے؟" اس شخص کے چہرے سے اندازہ ہوا تھا کہ غالباً وہ کسی تکلیف میں مبتلا ہے۔ ایک ہاتھ پشت پر رکھے جس طرح وہ اس گھڑی کھڑا تھا وہ سمجھ گئی تھی اس کی گاڑی کو بچانے کے چکر میں، اس شخص کی کمر کو کچھ اندرونی چوٹ پہنچی تھی۔

"یس آئی ایم اوکے۔ تھینکس۔" اس نے کہہ کر آگے بڑھنا چاہا تھا مگر اس شخص کی تکلیف صاف ظاہر تھی، وہ گاڑی تک پہنچ گیا تھا مگر سیٹ پر بیٹھنے سے جو تکلیف اسے ہوئی تھی اس کے تاثرات اس کے چہرے پر تھے۔

انائیا ملک رہ نہیں سکی تھی۔ ایک لمحے میں چلتے ہوئے اس کے قریب تھی۔

"ایکسکیوز می آپ کو مدد کی ضرورت ہے تو..."

"نو تھینکس۔" معارج تغلق نے منع کیا تھا۔ اس کے چہرے کی تکلیف انائیا ملک سے دیکھی نہیں گئی تھی۔

"گاڑی کی چابی دیجئے۔" وہ انجان تھی، اس سے کوئی جان پہچان نہیں تھی مگر اس گھڑی وہ جس طرح اپنی خدمات دے رہی تھی، معارج کے لیے حیران کن تھا۔

"پلیز گاڑی کی چابی دیجئے اور دوسری سیٹ پر بیٹھ جائیے۔" انائیا نے پھر درخواست کی تھی۔ معارج کے لیے اعتبار کرنا اتنا دشوار نہیں تھا مگر اس طرح کسی لڑکی سے مدد لینا کچھ آکورڈ لگا تھا۔ وہ بھی اس لڑکی سے جس کی گاڑی کو اس نے ہٹ کیا تھا۔ اور نتیجتاً چوٹ بھی اسے ہی لگی تھی۔

اس نے جھکی کھڑی متاثر کن آنکھوں اور چہرے والی لڑکی کو دیکھا تھا پھر گاڑی کی چابی اس کے ہاتھ پر رکھ دی تھی۔

"تھینکس!" وہ بولی تھی۔ "ایک منٹ ابھی آئی۔" پلٹ کر وہ گئی تھی۔

اپنی گاڑی کو ایک سیف جگہ پارک کیا تھا۔ پھر پلٹ کر چلتی ہوئی اس کی طرف آگئی تھی۔ معارج تغلق اس اثناء میں ڈرائیونگ سیٹ اس کے لیے خالی

کر چکا تھا۔اور اسے اپنی گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔سیل فون کان سے لگائے وہ کسی سے مخاطب تھی۔

"سارہ! کسی کو بھیج کر گاڑی منگوالو۔"

"نہیں... میں ٹھیک ہوں۔زیادہ بڑ ایکسیڈنٹ نہیں ہے۔میں محفوظ ہوں۔یار می بہتر ہیں ان کوہاسپٹل میں ہی رکھا گیا ہے۔مزید 24ہاورز آبزرویشن میں رہیں گی۔تم یاد سے گاڑی منگوالینا۔" گاڑی کا دروازہ کھول کر بیٹھتے ہوئے وہ کسی سے کہہ رہی تھی۔

معارج تغلق نے تھوڑی دیر پہلے ڈرائیو کرتے وقت نہیں سوچا تھا کہ تھوڑی دیر قبل وہ اپنی ڈرائیونگ سیٹ پر نہیں ہوگا۔اور برابر کی سیٹ پر بیٹھا کسی اور کو ڈرائیو کرتا دیکھے گا۔

"آر یواوکے؟" فون کاسلسلہ منقطع کرکے وہ دوبارہ اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔"کونسے ہاسپٹل چلیں؟"

"جو بھی قریب ہو۔" معارج تغلق نے کہا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ٹھیک۔پلیز آپ ٹیک لگا کر اچھی طرح بیٹھیں۔فکر نہ کیجئے میں اتنی بری ڈرائیو نہیں کرتی۔اگرچہ اتنی بڑی کار چلانے کا میرا تجربہ نہیں مگر آپ کو باحفاظت ہاسپٹل پہنچانے کاذمہ لیتی ہوں۔" اسے یقین دلاتی ہوئی وہ مخلصانہ انداز بولی۔ کسی بھی بناوٹ یا ریاکاری سے پاک۔وہ لڑکی عجب صاف گو تھی۔پہلی ملاقات میں وہ بہت متاثر کن نہیں مگر اتنی بری بھی نہ لگی تھی۔

اسے ڈرائیو کرتے دیکھ کر معارج تغلق ایک نگاہ بھرپورانداز اس پر ڈالی تھی پھرانجان بن گیاتھا۔

"احتیاط ہر بات میں بہت ضروری ہوتی ہے۔مگر زمانہ اتنا فاسٹ ہو گیا ہے۔اتنی گہما گہمی ہے ہر طرف...اتنی افراتفری ہے کہ کسی دوسرے کا دھیان رہتا ہی نہیں۔ہر کوئی جلدی سے اپنی منزل کی طرف پہنچنا چاہتاہے جسے دیکھو وقت کے پروں پر اڑتے ہوئے دوسرے سے آگے بڑھنے کے چکر میں ہے۔ایسے میں حادثہ نہ ہو تو کیا ہو؟اللہ کاشکر بہت بڑا کوئی نقصان آج نہیں ہوا۔" وہ ڈرائیونگ بہت محتاط انداز سے کرتی ہوئی بولی تھی۔

معارج تغلق نے اس کے کہے گئے سے اتفاق کیا تھا۔کسی خوب صورت ہمسفر کی سنگت لمحوں کو ہی میّسر سہی...سفر خوب صورت ہوسکتا تھا... مگر معارج کو اپنی تکلیف کے علاہ کچھ یاد نہیں تھا۔اس کا دھیان غالباً اس کے کہے گئے الفاظ پر بھی نہ تھا۔وہ ہاسپٹل پہنچنے کاانتظار کررہاتھا۔انائیا نے ہاسپٹل پہنچایا تھا اور تب تک وہاں رہی تھی، جب تک اس کا چیک اپ مکمل نہیں ہو گیا تھا۔ڈاکٹر اسے ابتدائی چیک اپ کرکے طبّی امداد دے کرانائیا سے مخاطب ہوا تھا۔

"آپ کے ہزبینڈ کی بیک کچھ متاثر ہوئی ہے۔ڈسک کچھ ہلی ہے مگر کچھ دن کے ریسٹ سے ٹھیک ہوجائیں گے۔بات اتنی پریشانی کی نہیں ہے مگر احتیاط بہت ضروری ہے۔میں نے کچھ ضروری میڈیسن لکھ دی ہیں۔انجکشن بھی دے دیاہے۔کچھ ٹیسٹ احتیاطاً کروالیجئے۔باقی کوئی پریشانی کی بات نہیں۔" ڈاکٹر نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہاتھا۔وہ باقی سب تو سن پائی تھی مگر حیرت کا جھٹکا ابتدائی کلمات پر جو شدید لگاتھا تو اس کی حیرت سے ابھی تک نکل نہیں پائی تھی۔

"ڈاکٹر سنیں، وہ میرے ...!" اس نے معارج تغلق کی طرف دیکھتے ہوئے منہ کھولنا چاہا تھا۔

"پریشانی کی بات نہیں ہے میڈم۔آپ پلیز وہ کیجئے جو کہا گیا ہے۔آپ کے ہزبینڈ کی حالت بہتر ہے۔انہیں صرف آرام کی ضرورت ہے۔ایک ماہ کا بیڈ ریسٹ ہاسپٹل سے گھرجانے کے بعد بھی، آپ کو احتیاط کرنا ہوگی۔ورنہ انجری بڑھ سکتی ہے۔" ڈاکٹر کہہ کر تیزی سے آگے بڑھ گیاتھا۔

انائیا نے معارج تغلق کی طرف دیکھا تھا۔اس کے چہرے کے تاثرات اتنے شدید نہ تھے جتنے اس کے تھے۔غالباً وہ نوٹس بھی نہیں لے رہاتھا کہ کس نے کیا کہا یا پھر اسے اس سے کچھ زیادہ فرق نہیں پڑتا تھا۔

فرق تو خیر انائیا ملک کو بھی نہیں پڑتاتھا مگر اپنا آپ اس طرح کسی کے ساتھ یوں جوڑاجانا... کسی خاص رشتے کو لے کر... یہ بات عجیب تھی۔بہ مشکل بیس پچیس منٹ ہوئے تھے۔اس ساتھ کو... اور ایسے میں لفظ "ہزبینڈ" اسے کچھ خاص ہضم نہیں ہوا تھا۔اس کے چہرے کے تاثرات ایسے تھے جیسے منہ میں کوئی کڑوی گولی آگئی ہو۔

"تھینکس!" معارج تغلق نے اسے سوچوں میں الجھا دیکھ کر مخاطب کیا تھا۔

"آپ کے گھر فون کردوں؟" وہ غالباً کافی ہیلپنگ تھی۔معارج تغلق نے سر نفی میں ہلادیا تھا۔

"نو تھینکس، معمولی سی تکلیف کے لیے میں کسی کو پریشان نہیں کرسکتا۔آپ نے مدد کی بہت شکریہ۔اب آپ جاسکتی ہیں۔" اس نے یوں اجازت دی تھی جیسے اب تک اس نے اسے اپنا پابند کرر کھاتھا۔

"آپ کے ضروری ٹیسٹ ہونے تک میں یہیں رکتی ہوں۔" انائیا کو اسے یوں تنہا بے یارومددگار چھوڑنا اچھانہ لگا تھا۔

"نہیں، شام ہو رہی ہے۔میں فون کرکے کسی کو بلوالیتا ہوں۔"

ایک نامعلوم سارشتہ اور احساس دونوں کے درمیان اس مختصر سے عرصے میں نامعلوم طریقے سے جڑچکا تھا۔جس میں دونوں کو ایک دوسرے کا خیال تھا۔

انائیا ملک نے سر ہلایا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

معارج تغلق سیل فون پر حارث کو ملانے لگا تھا۔

وہ پلٹی تھی۔

"ایکسکیوز می ؟" دو ہی قدم اٹھانے پر اس اجنبی کی آواز نے اس کے قدم باندھے تھے۔وہ پلٹی تھی۔سوالیہ نظروں سے اس شخص کی طرف دیکھا تھا۔

"آپ کانام؟" اس کانام دریافت ہوا تھا۔

"انائیا ملک۔"

"آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔اپنی گاڑی کو ریپئر کروانے ورکشاپ میں بھیج دیجئے گا۔میں ادائیگی کردوں گا۔"ایک بار پھر آفر کی تھی۔

"نو تھینکس۔اس کی ضرورت نہیں۔" کہنے کے ساتھ ہی وہ پلٹی تھی اور تیزی سے ہاسپٹل سے نکلنے لگی تھی۔

"سارہ نے پتہ نہیں گاڑی لینے کسی کو بھیجا ہوگا کہ نہیں۔" وہ چلتے ہوئے سوچ کر بڑبڑائی تھی۔پھراس کانمبر ڈائل کرکے فون کان سے لگالیا تھا۔

...☆☆☆...

ہاراور جیت زندگی میں کبھی کبھی معنی نہیں رکھتی۔

کبھی کبھی کوئی ہار کے بھی جیت جاتا ہے' اور کبھی کوئی جیت کر بھی ہار۔

عدن بیگ کا مقابلہ بہن سے تھااور وہ یوں بھی کئی بار پہلے ہار چکا تھا وہ اتنی اچھی پلییئر تھی کہ ہر بات میں اسے ہرادیتی تھی۔آج بھی اسے کوئی خوش فہمی نہیں تھی کہ وہ جیتے گا'نہ ہی وہ جیتنے کے خیال سے آیا تھا مگر آج قسمت مہربان تھی۔وہ جیت رہاتھا خوش قسمتی سے۔مگر عین اسی لمحے نگاہ اس چہرے پرپڑی تھی۔نظروں میں ایک روشنی سی بھر گئی تھی اور پھر اس سے آگے کچھ یادہی نہیں رہا تھا۔

وہ ہار گیاتھا۔

انابیتا خوشی سے اچھل رہی تھی۔

"میں جیت گئی۔" خوشی کانعرہ...!

مگر وہ ہار پر شرمندہ نہیں تھا۔

چہرے پر کوئی ندامت نہیں تھی۔وہ دھیمی سی مسکراہٹ لبوں پر لیے کچھ سرشار سادکھائی دیاتھا۔مگر کچھ حیران۔وہ مسکراتا ہوا انابیتا کی طرف دیکھ رہاتھا' جب وہ آکر گلے لگ گئی تھی۔

"آپ سے کہا تھانا بھائی' میں پھرجیت جاؤں گی۔" وہ سرشاری سے بولی تھی۔

عدن بیگ نے مسکراتے ہوئے سرہلایا تھا۔

"مجھے بھی پتا تھا تو جیت جائے گی۔" بہن کی پشت تھپتھپائی تھی۔وہ مسکرادی تھی۔دونوں چلتے ہوئے باہر نکلنے لگے تھے۔

"مگر تم اچانک ہارے کیسے؟ ایک پل کو تو مجھے لگا کہ میں اسکور نہیں کرپاؤں گی اور تم جیت جاؤگے۔"انابیتا کو حیرت نے گھیرا تھا۔

"مجھے بھی یہی لگا تھا۔" وہ مسکرا رہاتھا۔

"اے یہ تم اس طرح سرشار' کھوئے کھوئے ' آدھے جاگے' آدھے سوئے سے ہو' کچھ ہوتو نہیں گیا؟" وہ بہن تھی۔بچپن سے اس کے ساتھ تھی' کیفیت بھانپتے دیر نہیں لگی تھی۔عدن کے چہرے کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔

"کچھ تو ہے بھائی۔ہارے تو تم پہلے بھی کئی بار ہو۔مگراس طرح کی کیفیت میں نے پہلی بار دیکھی۔آپ کے چہرے پر جو مسکراہٹ ہے نا...یہ پہلے کبھی نہیں..."

عدن نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"مبارک ہو۔" انابیتا۔" پارسا نے اس کے قریب آکر گلے لگ کر مبارکباد دی تھی۔

"تھینکس۔تم نے بھی میچ انجوائے کیا۔"انابیتا نے مسکراتے ہوئے پوچھا تھا۔

"ہاں' بہت۔" وہ بولی تھی۔تبھی نگاہ اپنی طرف دیکھتی نظروں سے ٹکرائی تھیں۔

وہ نگاہ کے زاویے بدل گئی تھی۔

"تیری ٹریٹ پکی۔بھائی تم ٹریٹ دے رہے ہو نا؟" انابیتا نے شرارت سے مسکراتے ہوئے پوچھا تھا۔

"ٹریٹ؟" وہ چونکا تھا۔

"کیوں آپ ٹریٹ نہیں دے رہے؟" وہ مسکرائی تھی۔

"ہارنے کی خوشی میں؟" وہ مسکرایا تھا۔

"نہیں آپ کی بہن کے جیتنے کی خوشی میں۔" وہ ہنس دی تھی۔

"اچھابابا...پکا۔" عدن نے بہن کے سر پر ہاتھ رکھ کر محبت سے کہا تھا۔

پارسا دونوں بہن بھائیوں کی محبت دیکھ رہی تھی۔تبھی انابیتا نے اسے مخاطب کیا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"پارسا! کل شام میں ہم ڈنر ساتھ کررہے ہیں۔عدن بھائی ہمیں ٹریٹ دے رہے ہیں۔" انابیتا نے اعلان کردیا تھا اور عدن کو یہ سودا کچھ اتنامہنگا بھی نہیں لگا تھا۔

"تم ساتھ چلنا پارسا' گھرجاکر ڈنر کریں گے۔اس کے بعد تمہیں بھائی ڈراپ کردیں گے۔"انابیتا نے کہاتھا۔پارسا فوری طور پر کچھ بول نہیں پائی تھی۔

"یہ تمہاری دوست کچھ بولتی بھی ہے؟" عدن نے اس کی چپ پرجملہ کساتھا۔

پارسا ان آنکھوں پرخود کو محسوس کرکے کسی قدر پہلے ہی نروس تھی۔اب مخاطب کیے جانے پرحیران رہ گئی تھی۔عدن کی آنکھوں میں ایک شرارت تھی۔

انابیتا مسکرادی تھی۔

"ہاں یہ بولتی ہے۔آپ کو کیوں تشویش ہوئی؟"

"مجھے تو خیر ان کے انسان ہونے پر بھی تشویش ہوئی۔" وہ برجستگی سے بولاتھا۔دونوں چونکی تھیں۔

"کیامطلب؟" انابیتا بولی تھی۔عدن بیگ مسکرادیاتھا۔

”مطلب یہ کہ ...مجھے لگتا ہے ...یہ اس دنیا کی نہیں ہیں۔کیا یہ اس دنیا کی ہیں؟“ عدن کی آنکھوں میں شرارت تھی اور اناہیتا جانتی تھی اب وہ کوئی اور کہانی گڑھے گا۔ایسا ہی کوئی قصہ جیسا سہ پہر میں کیا تھا۔یاجیسے میچ شروع ہونے سے قبل۔

”عدن! میری دوست ایک لڑکی ہے اور اچھی خاصی لڑکی ہے۔تمہیں ہوکیا گیاہے آج... ساری باتیں عجیب کررہے ہو۔“ اناہیتا نے کان کھینچے تھے۔وہ مسکرادیاتھا۔پھر پارسا کی طرف دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

”دراصل سہ پہر میں جب میں جم سے واپس آیا تب میری ملاقات ایک پری سے ہوئی تھی۔اِدھر اُدھر سے بے نیاز... اپنی ہی دنیا میں مگن وہ بڑی انوکھی پری لگی تھی مگر اس کے پرکہیں کھوگئے تھے۔وہ بنا پرکے تھی‘ شاید تبھی کچھ الجھنیں اس کی آنکھوں میں تیرتی دکھائی دی تھیں۔“

”عدن ...!“ اناہیتا اس کہانی پراعتبار کرنے کو قطعاً تیار نہ ہوئی تھی۔عدن کومطلق پروا نہیں تھی۔وہ پارسا کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرارہاتھا۔

”نہ مانو۔میں نے جو دیکھا وہی بتارہاہوں۔اور تم تو صرف یہ سن کر حیران ہو کہ میں نے ایک پری کو دیکھا۔یہ سن کر تو اور بھی حیرت ہوگی کہ میں نے اس پری سے دوبار باتیں بھی کیں!“

”پری سے بات؟“اناہیتا کوعدن کی ذہنی کیفیت پرشبہ ہوا تھا۔

”ہوں۔“ عدن نے سعادت مندی سے سراثبات میں ہلایا تھا۔

”اوراس کے پر کھوچکے تھے؟“ اناہیتا کو اس کہانی پرسراسر حیرت تھی۔

”ہاں...اور ایسا اس نے مجھے خود بتایا تھا۔“ عدن پرسکون انداز میں مسکرایاتھا۔

”عدن آج ہوکیا گیا ہے؟‘ اناہیتا کو تشویش تھی۔گاڑی کے پاس جاکر تینوں رکے تھے۔پارسا جو اس صورتِ حال سے کسی قدر الجھن کاشکار تھی فوراً بولی تھی۔

”اناہیتا میں چلوں گی۔“

”تم گھر نہیں چل رہیں؟ ڈنرکرکے چلی جانا۔“

"نہیں آج نہیں۔شام گہری ہو رہی ہے۔" پارسا وہاں سے جلداز جلد ہٹ جانا چاہ رہی تھی۔

"گاڑی میں تو بیٹھو' عدن چھوڑ دیتا ہے تمہیں۔شام میں کہاں خواری کروگی بسوں میں۔"انابیتا نے ڈپٹا تھا۔پارساسے کچھ بن نہ پڑاتھا۔مجبوراً گاڑی میں بیٹھناپڑا تھا۔

"عدن! مجھے گھر چھوڑ کرپارسا کو چھوڑ دو۔" عدن سے مخاطب ہو کر کہاتھا۔

پارسا خاموش ہو کر بیٹھ گئی تھی۔

"تمہیں کیا ہوا؟ اچانک چپ چپ ہو گئیں؟" انابیتا بیگ نے پارسا کو تشویش سے دیکھاتھا۔

"نہیں کچھ نہیں!" پارسا مروتاً مسکرائی تھی۔

"کہیں تم عدن کی بے پرکی کہانیوں سے تو اپ سیٹ نہیں ہو گئیں؟"

"نہیں...ایسی بات نہیں۔" پارسا نے صاف انکار کردیا تھا۔

مزیداردوکتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"عدن کی باتوں کابرامت ماننا۔اسے تو عادت ہے بے پر کی اڑانے کی۔"

"تمہارا خیال ہے مجھے اور کوئی کام نہیں؟" عدن کو ڈرائیونگ کرتے ہوئے شدید ترین اختلاف ہواتھا۔مسکراتے ہوئے بیک مرر سے پارسا کو ایک نگاہ خاص دیکھاتھا۔انابیتا بھی اس کے ساتھ پیچھے بیٹھی تھی۔

"تم لوگوں نے مجھے ڈرائیور سمجھ رکھا ہے۔دونوں کی دونوں پیچھے جاکربیٹھ گئیں۔"عدن کواعتراض ہواتھا۔

"آپ یہاں آکربیٹھ جائیں میں ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لیتی ہوں۔" انابیتا نے بھائی کو چھیڑا تھا۔

"نہیں' میں پھرپریوں کی کہانی سناؤں گا اور تمہاری دوست کو اعتراض ہو گا۔"عدن نے مسکراتے ہوئے شکوہ کیاتھا۔

"میری دوست کو کیوں شکایت ہونے لگی لیکن آپ کی بے پرکی باتیں ہضم ذرا مشکل سے ہوتی ہیں۔" انابیتا نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔پارسا چپ چاپ کچھ گم صم سی لگی تھی۔تبھی تو انابیتا نے عدن کو اسے چھوڑنے سے منع

کردیا تھا اور جب گاڑی گھر کے سامنے رکی تھی تو اس نے پارسا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"عدن ! تم گاڑی کی چابی مجھے دو۔میں پارسا کو ہاسٹل ڈراپ کردوں گی۔" عدن نے ایک نگاہ بیک مرر میں اس کے چہرے کو دیکھا تھا اور ڈرائیونگ سیٹ اس کے لیے خالی کرتے ہوئے ڈور کھول کر باہر نکل گیا تھا۔

پارسااس کیفیت سے سراسرانجان دکھائی دی تھی۔

...☆☆☆...

"کھاناآرام سے کھاؤانائیا کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔میں نے ڈاکٹر سے پوچھا تھا۔صرف انڈر آبزرویشن رکھا گیا ہے اسے۔کوئی بھی خطرے کی بات نہیں۔" نانانے اسے کھانا نہ کھاتے دیکھ کر کہاتھا۔

"وہ تو ٹھیک ہے نانا'مگر ممی کی طبیعت جب بھی بگڑتی ہے مجھے ڈر لگنے لگتا ہے۔میں‌ان کو اس حالت میں نہیں دیکھ سکتی۔جن رشتوں سے آپ پیار کرتے ہیں انہیں تکلیف میں نہیں دیکھ سکتے۔میں ...میں ممی کو کھونا نہیں چاہتی نانا... آپ جانتے ہیں وہ میرے لیے کتنی اہم ہیں۔"

"ہاں جانتا ہوں۔تبھی تو کہہ رہا ہوں' اچھی طرح سے کھاؤ۔خود تندرست ہوگی ناتو اپنی ماں کی دیکھ بھال کرسکوگی۔اتناپریشان مت ہوا کرو' معمولی معمولی باتوں پر ٹینشن لینا کوئی حل نہیں۔بہادر بنو اور پھر میں ہوں نا۔" اس کے سر پر محبت سے ہاتھ رکھا تھا۔انائیا نے ان کی طرف دیکھا تھا پھر مسکرائی تھی۔

"آپ ہیں تبھی تو اتنی مضبوطی سے اپنے پاؤں زمین پر جمائے کھڑی ہوں۔آپ کے ہوتے ہوئے کوئی ڈر نہیں نانا۔" اس کی فکر اور پریشانی کچھ معدوم ہوئی تھی۔

"آپ کو پتا ہے آج میری گاڑی کسی نے ٹھوک دی۔" اس نے کھاتے ہوئے کہاتھا۔

"کب؟ تم نے بتایانہیں۔"نانا کو فوراً تشویش ہوئی تھی۔

"جس بندے نے میری گاڑی کو ہٹ کیا تھا وہ ٹھیک نہیں۔بچارے نے غالباً میری گاڑی بچانے کے چکر میں بریک لگائے تھے اور نتیجتاً اس کی بیک خاصی ہرٹ ہوئی۔ہاسپٹل میں ہے۔میں ہی اسے ہاسپٹل لے کر گئی تھی۔اسی کی گاڑی میں۔یہ بڑی گاڑی تھی اس کی۔بہت امیرلگ رہاتھا۔میری چھوٹی سی آلٹو تو

اس کے مقابلے میں اتنی چوزی سی لگ رہی تھی۔یہ لوگوں کے پاس اتنا ڈھیر سارا پیسا کہاں سے آجاتا ہے نانو؟"

"کیسا ہے وہ بندہ' زیادہ زخمی تو نہیں ہوا؟" نانا کو اس کی دی گئی انفارمیشن سے زیادہ اس بندے کی فکر تھی۔

"بیک ڈسک کچھ ہلی ہے۔ڈاکٹر نے کچھ ضروری ٹیسٹ اور بیڈ ریسٹ کامشورہ دیا ہے۔"

"اوہ برا ہوا۔" نانا نے فکرمندی سے کہاتھا۔

"رکیئے میں ہاسپٹل فون کرکے پتا کرتی ہوں۔" کہنے کے ساتھ ہی وہ کھانے سے ہاتھ کھینچ کر سیل فون لیے اٹھی تھی اور نمبر ملاتی ہوئی چلتی کچھ دور گئی تھی۔یہ بھی اچھا ہوا تھا احتیاطاً اس نے ریسپشن سے ہاسپٹل کانمبر لے لیا تھا۔

"ہیلو... مجھے اس پیشنٹ۔ کے بارے میں پوچھنا ہے جسے شام میں بیک پین میں ہاسپٹل لائی تھی۔کیسا محسوس کررہے ہیں وہ؟"

"اچھا' کیا میں ان سے کچھ بات کرسکتی ہوں؟" سگنل ملنے پر اس نے فوراً پیش قدمی کی تھی۔اسے ہولڈ کروایا گیا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"فی الحال نہیں' آپ کو ان کا سیل نمبر دے سکتی ہوں۔"ریسپشن سے ایک آفر ہوئی تھی اس نے سر فوراً اثبات میں ہلایا تھا۔

"یس پلیز... "اس نے بہت تیزی سے بتایا گیا نمبر نوٹ کیا تھا۔

"تھینکس" اس نے کہہ کرفون کاسلسلہ منقطع کیا تھااور پھراس سیل فون کا نمبر ملایا تھا۔

ایک...دو...تین

پوری چھ بیلز گئی تھیں اور خاموشی چھاگئی تھی۔بندے کا فون غالباً وائبریشن پر تھا۔اور وہ گہری نیند سو رہا تھا۔وہ مڑی تھی۔

"کیامعلوم ہوا' ٹھیک تو ہے؟" نانا کو تشویش ہوئی تھی۔

"وہ شاید سو رہا ہے۔امید ہے اس کی فیملی میں سے کوئی آگیا ہو۔بے چاراتنہا تھا اور اتنی بڑی مصیبت میں پھنس گیا۔میری جگہ اور کوئی ہوتا اور وہ ہاسپٹل

نہ پہنچ پاتا تو کتنا برا ہوتا۔ تکلیف اس کے چہرے سے دکھائی دے رہی
تھی۔"انائیا نے تفصیل سے آگاہ کیا۔

اس کا انداز تشویش ئے ہوئے تھا۔اور نانا چونکے نہیں تھے۔وہ ایسی ہی تھی۔
کسی کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی تھی۔نانا تبھی مسکرائے تھے اور وہ چونکی
تھی۔

"تم جب چھوٹی تھیں تو اکثر زخمی ہو کر گرجانے والی چڑیوں کی مکمل مرہم پٹی
کرتی تھیں اور جب وہ گزرجاتی تھیں تو تم ان کو زمین کھود کر دبادیا کرتی
تھیں اور اس سے اگلے کئی دن تم اداس اداس سی رہتی تھیں۔" نانا نے
مسکراتے ہوئے یاد دلایا تھا تو بھی ہنس دی تھی پھر اچانک دھیان آنے پر
بولی تھی۔

"نانا! آپ کو وہ ٹرٹل بے بی یاد ہے جب ہم بیچ پر واک کررہے تھے تو وہ تنہا
دکھائی دیا تھا۔شاید وہ اپنی ماں سے کہیں بچھڑ گیا تھا۔نانو میں اکثر سوچتی ہوں
کہ وہ اس کے بعد اپنی ممی سے ملا ہوگا کہ نہیں۔آپ نے ایسے ہی اسے مجھے

لینے نہیں دیا تھا۔اگر میں اسے اپنے ساتھ لے آئی ہوتی تو وہ میری نظروں
کے سامنے ہوتا اور مجھے پتا ہوتا کہ وہ سیف ہے۔"

"ہاں مگر تب میں نے یہی کہا تھا کہ اگر میں نے اسے لے لیا اور اس کی ماں
یہاں واپس آئی اور اسے نہ پایا تو بے چاری کو کتنی تکلیف ہوگی۔"

"ہاں! میں اس بچے کو اس کی ماں سے جدا بھی تو نہیں کرنا چاہتی تھی۔" اس
نے کہا تھا اور نانا کو آج بھی اس میں وہ ننھی سی انائیا دکھائی دی تھی۔اس کی
آنکھیں انہی سوچوں میں الجھی دکھائی دی تھیں۔وہ اب بھی اس ننھے ٹرٹل کے
بچے کے لیے فکرمند تھی۔نانا چلتے ہوئے اس کے پاس آئے تھے اور
مسکراتے ہوئے اس کے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھے تھے۔

"میرا بچّہ... جو ہوا نہیں اس کی سوچوں میں الجھنا ٹھیک نہیں اور جو ہونے والا
ہے اس کی فکر کرنا... بے کار ہے۔کیونکہ کبھی کبھی لمحے آپ کی گرفت میں
نہیں ہوتے اور کبھی کبھی وقت آپ کو بے بس کردیتا ہے۔" نانا نے اسے
سمجھانا چاہا تھا۔" چلو میں تمہارے لیے کافی بناتا ہوں۔پھر تم مجھے کتاب پڑھ کر
سنانا۔" نانا نے آفر کی تھی۔وہ مسکرادی تھی۔

"ٹھیک ہے اور صبح میں رننگ پر آپ کے ساتھ چلوں گی۔ ممی نے کھلا کھلا کر موٹا کر دیا ہے۔ لگتا ہے میں نے کچھ ویٹ گین کیا ہے۔ اب اس فالتو چکنائی کو جلانا بہت ضروری ہے۔ ممی کے ہاتھ کے پراٹھے، کبھی مولی، کبھی میتھی، کبھی گوبھی، کبھی پالک، یہ مائیں اتنے مزے دار کھانے کیسے بناتی ہیں۔ آپ کی ممی بھی اتنے مزے دار کھانے بناتی تھیں؟" اس نے نانا سے مسکراتے ہوئے پوچھا تھا۔

"ہاں اور اسی وقت سے تو رننگ کر رہا ہوں۔ عادت ایسی پڑی کہ اب تک تین میل آرام سے بھاگ لیتا ہوں۔"

"میرے نانا کی کیا بات ہے۔ سپر ہیرو ہیں۔ سپر مین سے کسی طور کم نہیں، چلیں آپ اپنے کمرے میں چلیں۔ کافی میں بنا کر لاتی ہوں۔ پھر آپ کو کتاب پڑھ کر سناؤں گی۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ نانا سر ہلاتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے تھے۔

...☆☆☆...

"ممی! مجھے بھائی کی بہت فکر ہو رہی ہے۔" شادی والے گھر میں یہاں شام تک گہما گہمی تھی اب ایک سکوت سا تھا۔

"زیادہ فکر کی بات نہیں ہے۔ ڈاکٹر سے بات ہوئی ہے۔ ٹیسٹ کی رپورٹس آ گئی تھیں۔ میں نے ڈاکٹر سے کنسلٹ کیا تھا۔ انہوں نے کوئی فکر کی بات نہیں بتائی۔ اسے صرف بیڈ ریسٹ کی ضرورت ہے۔ اگلے کچھ دنوں کے لیے۔" فرجاد نے تائی کی ہمت بندھائی تھی۔

"ڈاکٹر سے بات تو میری بھی ہوئی تھی۔ فکر کی بات نہیں، مگر بات پھر بھی بیک کی ہے۔ فکر تو ہونی ہی ہے۔ کیسا خوش تھا میرا بچہ شام تک۔ مجھے پتا ہوتا تو گھر سے نکلنے ہی نہ دیتی۔" ماؤں کی ایک فطری محبت اور فکر ان کے انداز میں عیاں تھی۔

ایشاع نے فرجاد کے کہنے پر ماں کے شانے پر تسلی کے لیے ہاتھ رکھا تھا۔

"بھائی ٹھیک ہو جائیں گے ممی۔ آپ فکر نہ کریں۔"

"فرجاد! تم نے اس گاڑی کا نمبر معارج سے پوچھا تھا جس نے اس کی گاڑی کو ٹھوکا تھا؟" رضا نے پوچھا تھا۔

"نہیں، کیونکہ غلطی تیرے بھائی کی تھی۔اس نے کسی گاڑی کو ہٹ کیا تھا۔ اس کی گاڑی کو کسی نے نہیں ٹھوکا۔غالباً اچانک بریک لگنے سے یہ کیفیت ہوئی۔سیٹ بیلٹس ہونے کی وجہ سے کچھ بچت ہوگئی۔"

"تھینک گاڈ!"انشاع کی آواز برآمد ہوئی تھی۔

"حادثہ اگر ایسابڑا ہوتاتو... یہ بھائی بھی نا۔ہر وقت بزنس کالز میں الجھے دکھائی دیتے ہیں۔ضرور اس وقت فون پر بزی ہوں گے۔"

"ہاں فون پر تووہ بزی تھے۔مگر غالباً وہ حارث تھا۔کیونکہ ہاسپٹل سے بھی پہلے کال کرکے اسی نے بتایا تھا اس ایکسیڈنٹ کے متعلق۔" فرجاد نے کہاتھا۔

"میں کل ہی دس بکرے اس کاہاتھ لگوا کر صدقہ کروں گی۔"ممی کی سوئی وہیں اٹکی ہوئی تھی۔رضامسکرادیاتھا۔

"چاچی آپ ہاسپٹل کے اندردس بکرے لے کرنہیں جاسکتیں۔اس کے لیے آپ کو معارج کے ڈس چارج ہونے کاانتظار کرنا پڑے گا۔یہ آپ مائیں بھی نا' بچے کو کچھ ہوانہیں اور آپ کی فکر شروع ہوئی نہیں۔ارے بابا سب ٹھیک ہے۔ میری تھوڑی دیر پہلے ہی معارج سے بات ہوئی ہے۔" فرجاد نے بتایاتھا۔

"ایسی غیر ذمے دارانہ ڈرائیونگ' مجھے معارج سے ایسی امید نہیں۔کہیں معاملہ کسی لڑکی کاتو نہیں؟" رضا کو اچانک تشویش ہوئی تھی۔

"بھائی کی زندگی میں کوئی لڑکی نہیں۔میں جانتی ہوں۔" ایشاع نے فوراً وضاحت دی تھی۔

"معارج نے یہ بات تمہیں ہی تو بتائی ہوگی جیسے۔" رضا کو یقین نہیں ہوا تھا۔

"یہ طے ہے' معارج حارث سے بات کررہاتھا۔اس کے ہوتے ہوئے کسی او رلڑکی کی ضرورت نہیں۔"وہ مذاق میں بولا تھا۔مگر ایشاع کو فرجاد کی بات پر سب سے زیادہ اعتراض ہواتھا۔

"معاف کیجئے' میرا بھائی ایسا نہیں۔"

"کیامطلب کیسانہیں؟" رضانے درمیان میں چھلانگ لگائی تھی۔پورے تیس کے تیس دانت باہر تھے۔مسز تغلق جانتی تھیں اب بھانت بھانت کی بولیاں بولی جائیں گی تبھی وہ وہاں سے اٹھ کر چلتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھیں۔

"تمہیں کچھ شرم ہے ممی کے سامنے تم کیا کچھ بول رہے تھے۔" ایشاع نے فرجاد کی کلاس لی تھی۔

"لو' شرم کی کیابات ہے' چچی نائس خاتون ہیں' بچوں کی شرارتیں سمجھتی ہیں۔"

"سمجھتی ہیں تبھی تو اٹھ کر چلی گئیں۔" رضا مسکرایا تھا۔

"ہاں مگر پھر بھی تم میرے بھائی کے لیے کچھ غلط نہیں بول سکتے۔"

"مذاق کررہاتھا چھوٹی!" فرجاد مسکرایا تھا۔جانتاہوں وہ اچھے دوست ہیں۔یونہی چھیڑ رہاتھا۔اس ماحول میں جو تناؤ تھا اسے ختم کرنا چاہ رہاتھا۔"فرجاد نے کہاتھا۔

"میں بھائی کوفون کرتی ہوں۔" ایشاع نے کہنے کے ساتھ ہی سیل فون پر ری ڈائل کابٹن دبایاتھا۔

"فرجاد بھائی کا فون رسپانڈ نہیں کررہا۔" وہ فکرمندی سے بولی تھی۔

"ہاں وہ سو رہا ہے۔تم بھی جاکر سوجاؤ۔ہم صبح ملنے جائیں گے۔" فرجاد نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھاتھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ایک بھائی گھر میں نہیں تو ہم کتنے بھائی یہاں ہیں؟" فرجاد کے کہنے پر وہ مسکراتی ہوئی سرہلانے لگی تھی۔

...☆☆☆...

معارج تغلق کی آنکھ کھلی تھی تو کتنے ہی لمحے وہ ہاسپٹل کے اس کمرے کو بیگانگی سے دیکھتارہاتھا۔پھراٹھ کر بیٹھناچاہا تھاتو درد کی شدت نے اسے سب یاد دلادیاتھا۔تبھی نرس آئی تھی۔

"گڈ مارننگ۔" ایک تازگی سے بھری مسکراہٹ کے ساتھ وہ بولی تھی۔

نرس نے تکیہ اٹھاکراس کی کمر کے پیچھے رکھاتھا اوراسے قدرے سنبھل کر بیٹھنے میں مدد دی تھی۔پھراس کامنہ وہیں دھلادیاتھا۔

"کسی چیز کی ضرورت ہوتوبتادیجئے گا۔ڈاکٹر راؤنڈ پر آرہے ہیں۔" اس کی انفارمیشن یہی تھی۔تبھی معارج نے ڈاکٹر کو آتے دیکھاتھا۔

"رپورٹس کیا کہتی ہیں ڈاکٹر؟" اسے تشویش تھی تبھی پہلی فرصت میں رپورٹس کے متعلق پوچھا تھا۔

"آل فائن مسٹر تغلق۔پریشانی کی کوئی بات نہیں۔صرف بیڈ ریسٹ کی ضرورت ہے۔"

معارج کی پریشانی قدرے کم ہوئی تھی۔بہن کی شادی سر پر تھی اور اسے ابھی بہت سے کام کرنے تھے۔ایسے میں بیمار پڑنا ٹھیک نہیں تھا۔

ڈاکٹر کے جانے کے بعد وہ ممی سے بات کرنے کا سوچ ہی رہا تھا جب اسکرین پر ایک انجانا نمبر چمکا تھا۔

"ہیلو...!" دوسری طرف سے ایک ملائم سی آواز ابھری تھی۔

"ہیلو کون؟" معارج کا دھیان بالکل اس طرف نہیں گیا تھا کہ دوسری طرف کون ہوسکتا ہے۔

"اب کسی طبیعت ہے؟ "آواز میں ایک کیئر تھی۔اس کے لیے فکر تھی۔

"بہتر ہے،آپ کون؟"معارج تغلق نے پوچھا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"انائیا...انائیا ملک...کل میں نے ہی آپ کو ہاسپٹل پہنچایا تھا۔"انائیا ملک نے یاد دلایا تھا۔

"اوہ...رائٹ... کیسی ہیں آپ؟" معارج تغلق نے پہچانتے ہوئے فوراً حال پوچھا تھا۔ایک احسان تھا اس کا...وہ کیسے بھول جاتا۔اتنی تکلیف تھی کہ اس میں ڈرائیو کرکے خود ہاسپٹل پہنچنا کسی قدر مشکل ہی تھا۔

"ٹھیک ہوں، آپ کیسا محسوس کررہے ہیں؟"

"کچھ بہتر ہوں۔" معارج تغلق نے کہا تھا۔

"آپ کی ٹیسٹ رپورٹس آگئیں؟ کوئی پریشانی کی بات تو نہیں؟"

"جی نہیں... سب ٹھیک ہے۔"اس کا انداز سرسری تھا۔

"تھینک گاڈ۔"انائیا ملک کی جان میں جان آئی تھی۔"آپ کو کچھ ہوجاتا تو میں کبھی خود کو معاف نہ کرپاتی۔میں تو ایک چڑیا کے بچے کو بھی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی، آپ تو پھر یہ لمبے چوڑے اچھے خاصے ہٹے کٹے آدمی ہیں۔" وہ بڑے اطمینان سے مسکرائی تھی۔

"کیا مطلب ؟" وہ چونکا تھا۔

"میرا مطلب انسان ہیں۔" اس نے بات سنبھالی تھی۔

"اگر آپ نہ ہوتیں تو شاید میں ہاسپٹل وقت پر نہ پہنچ پاتا۔" معارج تغلق نے ایک رکھ رکھاؤ سے کہا تھا۔

انائیا ملک اس لب و لہجے کی شستگی سے کسی قدر متاثر ہوئی تھی۔

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔

وہ سامنے پڑی فائلز کو دیکھتی ہوئی کرسی پر جھول رہی تھی۔جب سارہ نے قدم اندر رکھا تھا۔

"کیا ہوا؟ ایسے بے سروکار انداز میں کیا کر رہی ہو۔ان فائلوں کا کوئی کام نہیں بچا؟" چیئر کھینچ کر بیٹھی تھی۔

"کام شاید بچا ہے، مگر میں سوچ رہی تھی۔"

"کیا...؟ تم سوچتی کچھ زیادہ نہیں؟" سارہ نے مسکراتے ہوئے چھیڑا تھا۔

"ہاں ...مگر، خیر چھوڑو... تم مسز افتخار سے ملنے گئی تھیں کیا ہوا؟"

"مسز تغلق کا فون آیا تھا ابھی کچھ دیر پہلے تم نے ان کی بیٹی کی ویڈنگ سرمنی کی ڈیکوریشن فائنل کرنی تھی؟ وینیو اینڈ ارینجمنٹ وغیرہ۔" سارہ نے یاد دلایا تھا۔

"اوہ ...ہاں...میں بھول گئی۔میں کل انہی کی طرف جا رہی تھی۔مگر وہ ایکسیڈنٹ ہو گیا اور میں جا نہیں پائی۔مجھے ابھی ممی کو دیکھنے ہاسپٹل بھی جانا ہے۔
تم نے مسز تغلق سے اپالو جائز کیا؟"

"ہاں میں بیسک رولز جانتی ہوں۔اور مینرز بھی۔" سارہ نے فائل کو دیکھتے ہوئے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"شکریہ۔"انائیا مشکور دکھائی دی تھی۔

"کہیں تم نے میٹنگ فکس تو نہیں کر دی؟"

"تم سے پوچھے بنا میں کوئی میٹنگ فکس نہیں کر سکتی انائیا۔مجھے معلوم ہے تم مصروف ہو، اور کرنے کو اور بھی کئی کام ہیں۔اس کمپنی کو چلا رہی ہو۔کوئی معمولی جاب تو نہیں۔"

"تھینک یو سارہ تم بہت اچھی دوست ہو۔تم ایسا کرنا کل کا کوئی ٹائم دیکھ کر مسز تغلق سے میٹنگ فائنل کر دینا اور سنو میں اب ممی کو دیکھنے جا رہی ہوں۔واپسی پر نانا کو گولف کلب سے واپس لینا ہے اور پھر لنچ، میرا انتظار مت کرنا۔ریحان قریشی کے ساتھ آج کی میٹنگ تمہاری ہے۔کوئی کام ہو تو فون

کر لینا... میں نکل رہی ہوں اب۔" اس نے اٹھ کر بیگ کاندھے پر ڈالا تھا۔

سارہ نے سر ہلا دیا تھا۔

...☆☆☆...

ایک سیمینار اٹینڈ کرنے کے بعد وہ ریجنٹ پلازہ سے نکل رہی تھی جب ٹاکرہ عدن بیگ سے ہو گیا تھا۔وہ ٹھٹک کر رکی تھی۔جب کہ وہ دوستانہ انداز میں مسکرا دیا تھا۔

"انابیتا نہیں آج آپ کے ساتھ؟ آپ ہر جگہ کچھ یوں ایک ساتھ نظر آتی ہیں کہ اب لگتا ہے... آپ دونوں جڑواں ہیں۔وہ مسکرایا تھا۔

"نہیں،وہ انابیتا کو کوئی کام تھا۔اور میرا یہ سیمینار اٹینڈ کرنا ضروری تھا۔تو وہ ...

"وہ اس شخص کی نظروں میں اتنی تپش محسوس کرتی تھی کہ اس کی جانب دیکھنے کی کوشش شکست پائی میں بدل جاتی تھی۔

عدن بیگ اس کے چہرے کو بغور دیکھتا ہوا مسکرا دیا تھا۔

"لنچ ٹائم ہے، لنچ کریں گی آپ؟"آفر ہوئی تھی۔

"نہیں!" اس نے ایک لمحے میں سر نفی میں ہلایا تھا۔"بھوک نہیں، آپ یہاں کیسے؟" دریافت کیا تھا۔

"ایک میٹنگ تھی، چلیں لنچ نہ سہی،ایک کپ کافی تو برا نہیں؟" عدن جیسے ان لمحوں سے کسی مہربانی کا متمنی تھا۔

پارسا کو کوئی فرار کی راہ اختیار کرنا ممکن نہ رہا تھا۔اب انابیتا کا بھائی تھا وہ اور انابیتا اتنی اچھی تھی کہ اس کی فیملی کے ساتھ وہ روڈ ہو ہی نہیں سکتی تھی۔جب بھی اسے ضرورت پڑتی تھی انابیتا سب سے پہلے موجود ہوتی تھی۔اب اس کی خاطر وہ اس شخص پر اتنا اعتبار تو کر ہی سکتی تھی۔

"آپ لوگوں سے اتنا ڈرتی کیوں ہیں؟ "وہ خالی خالی نظروں سے ٹیبل کی سطح کو دیکھ رہی تھی جب وہ جیسے اس کے ذہن اور امڈتے بھاگتے خیالوں تک رسائی کرتے ہوئے بولا تھا۔

"میں؟ نہیں ...ایسا نہیں۔" اس نے قطعاً جھٹلایا تھا۔

"شاید اس دنیا میں پہلی بار قدم رکھنے والوں کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے۔اور آپ تو یوں بھی اس دنیا کی نہیں!" وہ مسکرایا تھا۔وہ جواباً ہکابکا انداز میں دیکھتی نظر آئی تھی۔

"نہیں... اسی دنیا کی ہوں میں مگر یہ دنیا کبھی کبھی نہ سمجھ میں آنے والی کوئی الجھی سی کہانی بن جاتی ہے۔میں شاید خوفزدہ ہوں اور بہت خوفزدہ ہوتی ہوں جب چیزوں کو دیکھتی ہوں۔مجھے اپنا آپ جیسے مرکری کا لگتا ہے۔میں' میرا وجود... اس دنیا کی تمازتوں سے میل کھانے کو تیار نظر نہیں آتا۔کوئی میل نہیں کھاتا۔میرے وجود کی سچائی مجھے کبھی کبھار ایک الجھاؤ میں گھری خوف زدہ بچی لگتی ہے۔اگر آپ کے خیال میں کوئی پری بھی ہوں تو میرے مرکری کے پروں پر حقیقتوں کا کوئی بسیرا نہیں۔میں 'میرے خیال... سب مرکری کے ہیں۔" وہ پہلی بار اتنا بولی تھی اور عدن کو اس کے اندر کے الجھاؤ نے کسی قدر ساکت کردیا تھا۔

"آپ کسی مشکل میں ہیں؟میرا مقصد آپ کو ہرٹ کرنا نہیں تھا۔آپ انابیتا کی دوست ہیں۔میرے لیے محترم ہیں۔"

"آپ نے ایسا کچھ غلط نہیں کہا۔" اس نے کپ کے کناروں پر خالی خالی نظروں سے دیکھتے ہوئے انگلی پھیری تھی۔

"کوئی پرابلم ہے؟ آپ مجھ سے کہہ سکتی ہیں۔میں آپ کی ہیلپ کرنے کی کوشش کروں گا۔" عدن بیگ نے آفر کی تھی۔

"مجھے ہیلپ کی ضرورت نہیں۔میں ٹھیک ہوں۔" پارسا نے سر جھکا کر کہا تھا۔

"ہاں آپ ٹھیک ہیں اور آپ غلط ہو بھی نہیں سکتیں۔" وہ مسکرایا تھا۔"ہماری دنیا کا کوئی کچھ پتا نہیں مگر سنا ہے کہ پریوں کے دیس میں جھوٹ کا کوئی وجود نہیں۔" عدن کی عادت شاید یوں ہی مذاق کرنے کی تھی۔پارسا کی سمجھ میں اب اس کا انداز' اس کے جملے آنے لگے تھے۔وہ اب اس کے مذاق میں کی گئی باتوں کو سمجھنے لگی تھی۔

"سچ کے وجود کا احساس کچھ اتنی آسانی سے نہیں ہوتا۔میری دنیا کا وجود ایک پارے جیسا ہے... اگر میں سچ میں پری ہوں تو شاید میری کوئی حقیقت سرے سے ہے ہی نہیں۔" وہ پہلی بار بہت دھیمے سے مسکرائی تھی۔عدن نے اسے بغور دیکھا تھا۔

"میں نے بچپن میں کئی کہانیاں سنی تھیں اوران وقتوں میں وہ ایک بہت خوب صورت جہاں لگتا تھا... ان کہانیوں کے کرداروں میں کھوجانا کوئی عجب نہ تھا... خواہ وہ کردار خواب جیسے تھے... مگر ان سے ملاقات کرکے عجیب ایک جادوسا چھاجاتا تھا۔ مجھے ان کرداروں سے ملنا اچھا لگتا تھااور میرا وجود کہیں ان میں کھوجاتا تھا۔ اور میرے لیے یہ کچھ عجب نہیں تھا ادراک کے لمحوں میں احساس ہوا وہ کچھ اتنا سچ بھی نہیں تھا۔ مگر بلاشبہ وہ ایک دل رُبائی رکھتا تھا۔ ایک سحر تھا اور میں کبھی اس سحر کو توڑنے کی ہمت اپنے اندر نہیں پاسکا... مگر آپ کو دیکھ کر لگا کہ کہیں وہ بچپنا پھر سے عود کر آیا اگرچہ اب وہ عمر نہیں... مگر میں وہ جادو اب بھی محسوس کرسکتا ہوں... خواب دلکش ہوتے ہیں ان کی حقیقت چاہے کچھ نہ ہو۔ کہانیاں جھوٹی بھی ہوں تو دلچسپ محسوس ہوتی ہیں۔ آپ ان کے سحر سے بچنے کی سعی نہیں کرسکتے۔ نہ کے ان جادو کے زیر اثر آنے سے انکاری ہوسکتے ہیں۔ آپ سے مل کر کچھ ایسا ہی لگا۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

پارسا نے ایک گھونٹ لیا تھا کافی کا...اور اس شخص کی معصومیت پر مسکرادی تھی۔

"ایک بات کہوں؟ اگر چہ بہت پرانی سی بات ہے، مگر آپ مسکراتی ہوئی اچھی لگتی ہیں۔" عدن بیگ نے کہا تھااوروہ لب بھینچ گئی تھی۔عدن بیگ ایک لمحہ کو چپ ہوا تھا پھر بولا تھا۔

"آپ کی فیملی کہاں ہوتی ہے؟ آپ یہاں اکیلی رہتی ہیں، ہوسٹل میں؟"

"ہوسٹل؟میری فیملی۔" وہ سرجھکا گئی تھی۔"وہ سب دور ہیں، آپ... آپ کی گھڑی میں ٹائم کیا ہوا ہے؟" اس نے اپنے سیل فون کی اسکرین کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے سوال داغا تھا۔غالباً موضوع بدلنے کی ایک سعی تھی۔عدن بیگ نے اسے مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔غالباً وہ اس موضوع پر کوئی بات کرنا نہیں چاہتی تھی۔اور وہ کریدنا نہیں چاہتا تھا۔

"آپ کی کافی ٹھنڈی ہو رہی ہے۔" کافی کے کپ کو دیکھتے ہوئے یاد دلایا تھا۔

"آپ کا نام خوب صورت ہے۔بہت سوئٹ سا۔آپ کی پرسنالٹی پر سوٹ کرتا ہے۔" وہ غالباً بولتے رہنا چاہتا تھا۔وہ خالی خالی نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

"بابا کو میرا نام بہت پسند تھا۔انہی نے مجھے یہ نام دیا تھا۔اماں بتاتی ہیں جب میں پیدا ہوئی تھی تو میرے نام کو لے کر کئی دن تک بہت گرما گرم بحث رہی تھی۔کئی نام زیرغور آئے مگر جیت بابا کی ہوئی اور پھر سبھی کو مجھے پارسا بلانا پڑا..." وہ سر جھکائے کہہ رہی تھی۔

"آپ کو یہ نام پسند نہیں؟" عدن نے دریافت کیا تھا۔وہ اس کے چہرے کو بغور دیکھ رہا تھا۔غالباً وہ نگاہ ملانا نہیں چاہتی تھی اس لمحے۔مگر وہ اس کی آواز کے ارتعاش پر غور کر رہا تھا۔اس کے لہجے میں کچھ تھا غالباً وہ اپنی فیملی سے دور رہ کر شاید فیملی کو مس کر رہی تھی۔

"نہیں یہ نام اتنا برا نہیں... بابا کو پسند ہے تو مجھے بھی اچھا لگتا تھا۔"

"تھا...؟" وہ چونکا تھا۔وہ یکدم چپ ہو گئی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اب بھی شاید پسند ہو۔" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی تھی پھر کافی کا کپ اٹھا کر سپ لینے لگی تھی۔

"آپ کے پر کہاں کھوئے؟" وہ اس کا موڈ بحال کرنے کو بولا تھا۔

"وہ مسکرا دی تھی۔

"آپ کو یہ قصہ بہت دلچسپ لگتا ہے؟"

"مجھے تو آپ بھی دلچسپ لگتی ہیں۔" انداز سرسری تھا۔پارسا مسکراتے لب دوبارہ بھینچ گئی تھی۔

"پروں کی کوئی حقیقت نہیں ... سب خواب ہے...اگر میرے کبھی کوئی پر تھے بھی تو اب میں انہیں کھو چکی ہوں۔میرے مرکری ونگز اب میرے ساتھ نہیں ... کبھی کبھی سوچتی ہوں... انسانوں کو خدا نے پر کیوں نہیں دیئے ؟اس کی بھی کوئی حقیقت رہی ہوگی؟ اگر پر ہوتے تو کیا انسان سب باتوں پر اختیار حاصل کر پاتا؟ کل رازوں سے واقفیت حاصل کر پاتا؟ کیا تب بھی اس کا علم اتنا ہی ناقص ہوتا؟ کیا سب رازوں سے واقفیت کے بعد بھی اس کے جاننے کی سعی باقی رہتی؟ انسان کی نفسیات کی حدود لامحدود ہیں۔جاننے کی تمنا

اسے آرام سے بیٹھنے نہیں دیتی۔ایک خواب ہے جو کہیں حد سے سوا ہے۔تو کیا پروں کے ساتھ ایسی جستجو باقی رہتی؟" وہ بہت اعتماد سے اس لمحے بول رہی تھی۔

"پروں کی حقیقت میرے لیے مختلف ہے پارسا ... شاید ایک جستجو ہے کہیں جس کی حدیں لامحدود ہیں اور اڑان نہ تھمنے والی مگر... میرے پر میرے اردگرد رہنے والے میرے اپنے ہیں... جن کے بنا شاید میں کچھ نہیں ... اور کہیں کا نہیں!" عدن بیگ نے کہا تھا۔

وہ کچھ دیر اسے خاموشی سے دیکھتی رہی تھی۔

"میں بھی ایسا ہی سوچتی ہوں۔میرے پر بھی مجھ سے جڑے میرے اپنے...!"وہ بات مکمل نہیں کرپائی تھی۔"مگر پر صرف ظاہری دکھائی دینے والے نہیں ہوتے۔بہت سے پر ایسے ہوتے ہیں جو دکھائی نہیں دیتے' ظاہر نہیں ہوتے' میرے پاس ظاہری پر تو نہیں' مگر امید' ایمان اور محبت کے پر ہیں۔اس سے کتنی اونچی اڑان ہوتی ہے...یہ دیکھنا ابھی باقی ہے۔"

"محبت؟" عدن چونکا تھا۔مگر وہ تبھی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"میں جانا چاہوں گی اب!" عدن بیگ اسے روکنے کا کوئی جواز نہ پاتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"میں آپ کو ڈراپ کردوں ؟" ایک درخواست کی تھی۔

پارسا ساتھ چلتے چلتے رکی تھی۔

"کہاں جارہے ہیں آپ؟ کیا آج آپ کو کوئی کام نہیں؟" وہ مسکرائی تھی۔"انابیتا ملے گی تو خواہ مخواہ شکوہ کرے گی کہ میرے بھائی کو کس کام پر لگادیا۔آپ چاہتے ہیں کہ انابیتا مجھے کھری کھوٹی سنائے؟" اس کا حس مزاح شاید اتنا برا بھی نہیں تھا۔اور پراعتمادی کی کمی نہیں تھی۔

عدن مسکرائے بنا نہیں رہا تھا۔

"آپ کو لگتا ہے کہ مجھے اپنی 24 گھنٹے مفت لائن سروس کا گلا اس وقت گھونٹ دینا چاہیئے؟"

"مجھے لگتا ہے ؟ کیا آپ کو نہیں لگتا؟" وہ چلتے چلتے رکی تھی۔وہ پرخیال انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

"میرا ہاسٹل یہاں سے اتنی دور نہیں۔آپ کی آفر کا شکریہ ...مگر مجھے ابھی دو تین جگہوں پر جانا ہے اورآپ کو ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں۔سو میں چلوں گی۔" اس نے کہا تھااور ساتھ ہی قدم آگے بڑھادیئے تھے۔

آج تک کے لیے آج کی ملاقات ادھوری ہی نہیں...مگر ایک بھرپور تاثر چھوڑ گئی تھی... کم از کم عدن بیگ کویہ "مہربانی" کچھ ایسی بری بھی نہ لگی تھی۔تبھی تو نظریں تادیراس کاپیچھا کرتی رہی تھیں۔

...☆☆☆...

انائیا نے اس سے ملنے جاتے وقت جانے کیوں پھول لینا ضروری خیال کیا تھا۔

"یہ لفٹ کوبھی کیا آج ہی خراب ہونا تھا؟ یہاں تک سیڑھیاں چڑھ کر پہنچنے میں پورے تیس منٹ نکل گئے۔اور یوں بھی لفٹ ٹھیک ہوتی بھی تو مجھے شاید لفٹ استعمال نہیں کر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نہیں ایک راز کی بات ہے ... نانااور ممی کے علاوہ کوئی نہیں جانتا...مگرمجھے لفٹ کا ایک فوبیا سا ہے۔میں تنہا ہوں تو یہ رسک نہیں لے سکتی... کسی کے ساتھ ہوں تو پھر بھی چلتا ہے۔میں گیارہ فلور آرام سے سیڑھیاں چڑھنے کو ترجیح دیتی ہوں۔مگر لفٹ؟ نابابانا...کہیں درمیان میں اٹک گئی تو...؟ اور یا پھر گر گئی تو؟" اس نے بے تکان بولتے ہوئے پھولوں کابکے اس کی طرف بڑھایا تھا۔

"کیسا فیل کررہے ہیں آپ اب۔"وہ سرسری سے انداز میں پوچھ رہی تھی۔مگر بکے تھامعارج تغلق ایک لمحے کو ٹھٹکا ضرور تھا... اس سادہ سے چہرے اورخدوخال میں کوئی بات تو تھی کہ وہ نگاہ ہٹاہی نہ پایا تھا۔نظریں اٹھی تھیں تو کچھ الجھ کروہیں رہ گئی تھیں... واپس نہیں آئی تھیں۔

"پھول اچھے ہیں نا؟ میں نے پھول والے سے کہاتھا۔بکے بالکل فریش پھولوں سے بنانا... تاکہ دیکھنے والے پرایسااثر پڑے کہ ایک لمحے میں ٹھیک ہوجائے۔ایک دم فریش فلاور لگ رہے ہیں۔"

وہ بہت زیادہ بولنے کی عادی لگ رہی تھی شاید... مگر معارج تغلق کی سماعتوں کے دھیان آواز پر نہیں تھے... نگاہیں خدوخال سے الجھی ہوئی تھیں۔وہ پلٹ کر سائیڈ ٹیبل پر دھرے پلیٹ میں پڑے سیب کو اٹھا کر کاٹنے لگی تھی۔معارج تغلق نے تکیے پر سر جھکا کر چند سانسیں منتقل کی تھیں۔

"میرے نانا کہتے ہیں سیب کسی بھی طرح کی بیماری میں بہت خاص اثر کرتا ہے۔ایک پل میں کرشمہ سازی کرنی ہو تو ایک سیب کھالیں۔میں جب چھوٹی تھی تو میری ایک بلی تھی... اس بلی کا نام "ہیلو" تھا۔نانا کہتے ہیں میں اس وقت بہت چھوٹی تھی۔مجھے زیادہ بولنا نہیں آتا تھا گنتی کے کوئی دو چار الفاظ ہی آتے ہوں گے... مگر یہ میں ہی تھی جس نے اسے "ہیلو" نام دیا تھا۔میں اسے ہیلو پکارتی تھی اور پھر میں نے اسے ہیلو پکارنا شروع کردیا... وہ ایک بار بیمار پڑ گئی تھی ... تو میں نے اپنے حصے کے سیب جو مجھے ممی کاٹ کر دیتی تھیں اسی کھلانا شروع کردیئے۔دیکھتے ہی دیکھتے "ہیلو" کافی اچھا محسوس کرنے لگی۔تب مجھے پتہ چلا کہ ایک "ہیلو" ہی کیا کوئی بھی سیب کھائے تو اتنا ہی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تندرست اور توانا ہوجائے گا۔" مسکراتے ہوئے اس نے سیب کاٹ کر پلیٹ اس کی طرف بڑھائی تھی۔جب معارج بے ساختگی میں اس کا ہاتھ تھام گیا تھا۔

وہ چونکی تھی۔

نگاہ اس شخص کی نگاہ سے ملی تھی... کچھ تھا کہ اس کے اندر ایک سرسراہٹ سی ہوئی تھی۔وہ محتاط سے انداز میں ایک قدم پیچھے ہٹی تھی ... معارج تغلق کی گرفت اب بھی اس کے ہاتھ پر تھی... وہ دیکھنے کا قصد کرتے ہوئے بھی اس شخص کی طرف نہیں دیکھ پائی تھی۔

"وہ ... میرا...ہاتھ..." تھوڑی دیر قبل جو نان اسٹاپ بول رہی تھی... اب زبان ہلانا جیسے دنیا کا ناممکن ترین کام لگا تھا۔معارج تغلق کو اپنی غلطی کا احساس جیسے نہیں ہوا تھا۔

"پھر کیا ہوا؟ آپ کی "ہیلو" اب کیسی ہے؟" براہ راست اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے وہ بولا تھا۔

"وہ ...وہ اب ... میرے پاس نہیں ...جب میں سات برس کی تھی ... تبھی وہ گزر گئی تھی ... ایک ایکسیڈنٹ میں... اس کی موت... ہو گئی..." اس کی آہنی گرفت میں موجود اس کا اپنا ہاتھ اسے یخ بستہ لگا تھا۔

"پھر...؟ آپ کو تو بہت دکھ ہوا ہوگا؟ ہیلو کی ساری باتیں آپ کو بہت یاد آتی ہوں گی؟ ہے نا؟" بہت متانت سے وہ سیب کی ایک قاش اٹھا کر منہ میں رکھتے ہوئے بولا تھا۔

"ہاں...مگر ..." اس نے ایک جھٹکے سے ہمت کر کے اپنا ہاتھ کھینچ لیا تھا۔اور دو قدم اور بھی دور ہو گئی تھی۔اس شخص کے لہجے میں کچھ تو تھا کہ اس کا سارا اعتماد پل میں سر پر پاؤں رکھ کے رخصت ہو گیا تھا۔

اس کی سرد نگاہوں میں کچھ تو تھا کہ اسے اپنے اندر ایک سر سراہٹ محسوس ہو رہی تھی ... اس سے یہ اس کی پہلی ملاقات نہیں تھی... اس سے پہلے بھی ملی تھی... مگر یہ ملاقات عجیب تھی ... اس ملاقات کے ہونے پر وہ کچھ حیران تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"جو لوگ اور لمحے چلے جاتے ہیں' انہیں واپس لانا ممکن نہیں... سو... میں چاہ کر بھی ہیلو کو واپس نہیں لا سکتی۔یہ بات...میری سمجھ میں تب نہیں آتی تھی' مگر اب آ گئی ہے۔" اس کی طرف دیکھے بنا وہ بولی تھی۔

"کیا رنگ تھا اس کا؟" معارج تغلق نے پلیٹ اس کی طرف بڑھا کر دعوت دی تھی مگر اس نے سر انکار میں ہلا دیا تھا۔معارج نے محسوس کیا تھا اس کے چہرے کے تاثرات اب پہلے جیسے نہیں رہے وہ محتاط ہو گئی ہے اور آنکھوں میں اک چمک کی جگہ اک خوف نے آن ڈیرا جمایا ہے۔

"وہ سفید رنگ کی تھی...نانا میرے لیے اٹلی سے لائے تھے۔میں بہت چھوٹی سی تھی جب میرے پاپا چلے گئے تھے۔سو نانا نے میری ہر خوشی پوری کی ... جب ہیلو نہیں تھی تو میں گھر میں شام میں آجانے والی ایک بلی سے بیٹھ کر اپنی زباں میں غوں غاں کرتی تھی اور ہنستی کھیلتی تھی...سو نانا نے میرا انٹرسٹ دیکھا تو میرے لیے ہیلو لے آئے...مگر میرے سیب کھلانے کے بعد سے اس کا خرچ خاصا بڑھ گیا تھا۔ممی اکثر کہتی تھیں سارے سیب وہ

کھاجاتی تھی اور ڈانٹ مجھے پڑتی تھی۔"وہ اس کی جانب دیکھے بنا بولی تھی۔انداز ایساتھا کہ وہ مسکرائے بنا نہیں رہ سکاتھا۔

"آپ کوبلیاں پسند ہیں؟" اس کے چہرے پر ایک ملائم تاثر دیکھ کر وہ پوچھنے لگی تھی۔

معارج تغلق نے اس کی جانب بغور دیکھا تھاپھر سر نفی میں ہلادیاتھا۔

"نہیں ، کوئی انٹرسٹ ہے تو نہیں، مگر لگتا ہے اب کچھ کچھ ہونے لگا ہے۔"

اس کی نگاہوں کی تپش انائیا کو اپنے چہرے پر محسوس ہوئی تھی۔

"کیا ہونے لگا ہے؟" وہ چونکی تھی۔

"انٹرسٹ کری ایٹ ہونے لگا ہے۔آپ کی ہیلو سچ میں بہت دلچسپ تھی۔"

ایک مسکراہٹ اس کے لبوں پر کھیل رہی تھی۔ان نگاہوں کی تپش اس اپنائیت کااسرار...اس کی کچھ بولتی خاموشی کے بھید وہ نہیں جان پائی تھی۔اس

ادھ بولتی خاموشی سے وہ یکسر ناواقف تھی۔تبھی حواس باختہ سی خشک لبوں پر زبان پھیرنے لگی تھی۔

"پڑھتی ہیں آپ؟ کالج...اسکولنگ؟" اس نے یقین کرنا چاہاتھا۔

"یونیورسٹی ختم کرچکی ہوں۔اپنی ایک چھوٹی سی کمپنی چلا رہی ہوں۔" انائیا نے اسے خود میں انٹرسٹ پاتادیکھ کر مختصر انداز میں بتایا تھا۔

"کیسی کمپنی ان کررہی ہیں آپ؟ دیکھنے میں تو آپ کافی چھوٹی لگتی ہیں۔میں پریقین تھا کہ آپ کالج میں ہوں گی۔" اس نے پہلی بار شگفتگی سے کہا تھا۔

انائیا کی رکی ہوئی سانس بحال ہوئی تھی۔وہ غالباً دوستانہ انداز رکھتاتھا۔اور اپنی بروقت مدد کرنے پر کچھ مشکور تھا۔

"میری کمپنی ایونٹ اورگنائز کرتی ہے۔بہت بڑے نہیں... معمولی سے چھوٹے چھوٹے ایونٹ۔" انائیا نے ہاتھ سے اشارہ کیا تھا۔

"ساؤنڈز گڈ!" وہ مسکرایا تھا۔"کافی رسپونسبلیٹی کاکام کرتی ہیں آپ۔وزیٹنگ کارڈ ملے گا؟ ہوسکتا ہے کبھی کوئی کام ہمیں بھی پڑجائے۔" اس نے درخواست کی تھی۔اس نے بلاتامّل پرس سے وزیٹنگ کارڈ نکال کر اس کے ہاتھ

پر رکھا تھا۔ تبھی ہاتھ معارج تغلق کے ہاتھ سے چھوا تھا۔ ایک بھرپور تپش کا احساس ہوا تھا۔ اس نے فوراً ہاتھ کھینچا تھا اور نگاہ جھکا کر سراسیمہ سی کھڑی ہوگئی تھی۔

وہ کارڈ کو بغور دیکھ رہا تھا۔

"نائس ٹو میٹ یو انائیا ملک۔" لبوں پر ایک مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

"نائس ٹو میٹ یو۔" وہ بہت مدھم انداز میں بولی تھی۔ پھر مڑ کر کرسی پر دھرا اپنا بیگ اٹھا کر شولڈر پر ڈالا تھا۔

"میں... میں چلوں گی اب۔" اس نے اس کی طرف دیکھنے سے مکمل گریز کیا تھا۔ معارج تغلق چونکا تھا۔

"آنے کا شکریہ۔" وہ رسمی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا تھا۔ انائیا ملک نے سر ہلا دیا تھا۔ اور فوراً چلتی ہوئی باہر نکل آئی تھی۔

...☆☆☆...

کبھی کبھی کچھ لوگوں سے مل کر بہت عجیب لگتا ہے... کوئی نامعلوم سا احساس رگ و پے میں تیرتا محسوس ہوتا ہے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کوئی اپنا پن نہیں تھا یہ... نہ کوئی اور محسوسات تھیں۔ کوئی لگاوٹ یا انسیت کا احساس بھی نہیں تھا۔

مگر ایک سرسراہٹ سی رگ و پے میں تھی... وہ جاگی تھی تو جانے کیوں ذہن میں پہلا خیال اس کا آیا تھا... وہ متاثر ہوئی تھی؟

شاید نہیں...!

نہ کوئی اور احساس رگ و پے میں تھا... مگر وہ اسے سوچ رہی تھی۔ صبح کے معمول کے کام نپٹانے سے لے کر باہر ناشتے کی ٹیبل پر آنے تک۔

وہ یکدم چونکی تھی۔ نانا ایک باسکٹ میں رکھی بہت خوبصورت سی سفید بلی سے بہت پیار سے جانے کیا باتیں کر رہے تھے۔ وہ حیرت زدہ سی آگے بڑھی تھی۔

"نانا یہ کیا...؟ یہ کہاں سے آئی؟ کہاں سے منگوائی آپ نے؟ ابھی کل ہی میں کسی سے اپنے بچپن کی اس چھوٹی سی ہیلو کا ذکر کر رہی تھی جو آپ میرے لیے لائے تھے اٹلی سے... مگر اس بار تو آپ اٹلی بھی نہیں گئے... یہ اچانک بلی کا شوق کہاں سے آ گیا؟ اب تو میرے پاس بھی ٹائم نہیں... اتنی بڑی ہوگئی ہوں۔ ممی کی طبیعت تو اکثر ٹھیک نہیں رہتی... کہاں سنبھالتی پھروں

گی اسے... آپ نے اسے منگوانے سے پہلے مجھ سے پوچھا تو ہوتا...“ وہ گھٹنوں کے بل فرش پر بیٹھی تھی اور باسکٹ میں موجود سفید بہت پیاری سی بلی کو چھوا تھا۔

”اس کی اسکن کتنی مخملی سی ہے نا۔“ وہ مسکرائی تھی۔

”یہ میں نہیں لایا‘ نہ میں نے اسے منگوایا ہے۔مجھے پتا ہے۔اب تمہارے پاس بلی پالنے کا وقت نہیں۔تم بڑی ہوگئی ہو اور ذمے دار بھی مگر یہ صبح کوئی دے کر گیا ہے۔“ نانا نے بتایا تھا۔

”کون؟“ وہ چونکی تھی۔

”تمہیں نہیں معلوم؟“ نانا نے پوچھا تھا۔

”نہیں !کیوں کیا ہوا؟“

”کوئی لمبی سی گاڑی میں تھا... تمہارا نام لے کر کہا‘ یہ تمہیں دے دوں۔اس باسکٹ میں یہ ایک کارڈ تھا۔میں نے اوپن نہیں کیا۔شاید کسی دوست نے بھیجا ہوگا۔مگر تمہاری برتھ ڈے میں تو ابھی دیر ہے۔“ نانا اسے کارڈ تھماکے آگے بڑھ گئے تھے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہ حیران سی لفافہ کھولنے لگی تھی۔

”یہ ”گیشا“ ہے... آپ اسے ”ہیلو گیشا“ کہہ سکتی ہیں۔نہیں جانتا یہ اس ”ہیلو“ سے زیادہ خوب صورت ہے کہ نہیں دریں اثناء یہ سیب کھاپائے گی یا نہیں ... مگر یہ دنیا کی سب سے عمدہ بلیوں میں سے ایک ہے۔اس کی نسل دنیا میں نایاب ہے۔“

”گیشا!“ وہ زیر لب بولی تھی۔

نانا کچن میں کافی بناتے ہوئے چونکے تھے۔

”تم نے اسے نام بھی دے دیا۔گیشا...اچھا نام ہے۔“

”ہیلو گیشا...“ وہ نانا سے بے خبر زیرلب بولی تھی۔نظروں میں اک حیرت تھی ... اس نے ملائمت سے اس سفید بلی کی کھال کو چھوا تھا۔

”کچھ پتہ چلا کس نے بھجوایا ہے یہ گفٹ؟“ نانا نے کافی کپ میں انڈیلتے ہوئے پوچھا تھا۔

”جی نانا... وہ ...جن کی گاڑی سے ایکسیڈنٹ ہوا تھانا... انھوں نے شکریہ کے طور پر بھیجا ہے۔“ اس نے بنا سوچے سمجھے کہا تھا۔

”گاڑی کا ایکسیڈنٹ کرنے پر؟“ نانا کافی کے کپ لے کر کچن سے باہر آئے تھے۔اور کسی قدر حیرت سے چونکتے ہوئے پوچھا تھا۔

”نانا! آپ بھی نا!“ وہ ان کے لبوں پر مسکراہٹ دیکھتی ہوئی کافی کا کپ تھام گئی تھی۔

”گاڑی ٹھونکنے پر نہیں ... انہیں بروقت ہاسپٹل پہنچانے پر غالباً۔“ اس نے اپنی طرف سے خود ہی ایک جواز تلاش لیا تھا۔اپنی پوزیشن کچھ آکورڈ لگی تھی نانا کے سامنے سو بات سنبھالنا بھی تو ضروری تھا۔

”بہت نایاب تحفہ ہے یہ تو...خاصا مہنگا بھی۔“ نانا نے کہا تھا۔

”ہاں مگر... اب اسے رکھنا تو پڑے گا... واپس کرنا مناسب ہے کیا؟“ اس نے نانا سے دریافت کیا تھا۔”کیا مجھے اتنا مہنگا گفٹ قبول کرنا چاہئے؟“

”کسی نے خلوص سے بھیجا ہے تو کوئی حرج نہیں...“ نانا نے جواز دیا تھا۔

”گیشا...!“ اس نے ملائمت سے اس کی کھال سہلاتے ہوئے جیسے بے خبری میں اس کا نام پکارا تھا۔

”ہیلو گیشا...!“ اسے اپنا انداز لہجہ خود بہت پرایا لگا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”ناشتہ ریڈی ہے انائیا... اس سے فارغ ہو کر آجاؤ۔ تمہیں آفس کو دیر ہو رہی ہوگی۔“ نانا اسے کہتے ہوئے ناشتے کی ٹیبل کی طرف بڑھے تھے۔

”نانا آپ کو ”ہیلو“ یاد ہے؟“

”ہاں یاد ہے۔کیوں کیا ہوا؟‘ تم آج بچپن کی یادیں تازہ کرنے بیٹھ گئیں۔ اب کیا اسے بھی سیب کھلاؤ گی؟“نانا نے سلائس پر مارجرین لگاتے ہوئے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

”پتہ نہیں یہ سیب کھائے گی بھی یا نہیں مگر...“ وہ کچھ الجھی دکھائی دی تھی۔ تبھی اس کا سیل فون بجا تھا۔ایک نامعلوم نمبر کو اس نے اجنبی نظروں سے دیکھا تھا۔پھر کچھ سوچتے ہوئے ”ٹاک“ کا بٹن دبادیا تھا اور سیل فون کان سے لگالیا تھا۔

”گیشا سے ملاقات ہوئی آپ کی؟“ ایک جانی پہچانی آواز نے سماعتوں پر دستک دی تھی۔

”گیشا... ہاں ... مگر... آپ...!“ اس کی بولتی ایک لمحے میں بند ہوئی تھی۔

”وہ آپ کے لیے ہے۔میں آپ کو تھینکس کہنا چاہتا تھا اوراس سے بہتر طریقہ کوئی اور نہیں تھا۔“ اس کی بھاری آواز اسے جانے کیوں اتنی زور آور لگتی تھی کہ جواباً اس کے سارے لفظ کہیں دم توڑ جاتے تھے۔

”وہ بہت مہنگی ہے، آپ کو... اتنامہنگا گفٹ نہیں دینا چاہئے تھا... آپ نے تھینکس کہہ دیا... وہ کافی تھا۔میں نے کوئی ایسا تیس مار خان والا کام نہیں کیا... آپ کوایک ذراسی گاڑی رینگ کرہاسپٹل ہی تو پہنچایا ہے۔“

”آپ نے تیس مار خان کو بچایا ہے۔“ میری ہیلپ کی ہے۔“ دوسری طرف وہ مسکرایا تھا۔یہ کام بھی معمولی نہیں۔“

”ہاں مگر...!“ اسے تعرض ہوا تھا۔

”آپ کو اچھی لگی ؟“ دریافت کیا گیا تھا۔

”اچھی ہے ...مگر اتنے قیمتی تحائف دینے کا طریقہ اچھا نہیں۔وہ بچپن کی بات تھی۔ناسمجھی کا دور تھا۔اور میں تو یونہی بتارہی تھی۔آپ کو کیسے لگا کہ مجھے کسی بلی کی ضرورت ہے اور وہ بھی اتنی قیمتی؟“ اس نے دبی دبی آواز میں کہتے ہوئے اس جگہ سے ہٹنا مناسب جانا تھا کیونکہ نانا یقینا ڈسٹرب ہورہے تھے۔

”آپ کو یہ ملی کہاں سے ؟“

”جیسے آپ مل گئیں۔“ برجستہ جواب آیا تھا۔

”آپ کو میرا ایڈریس کہاں سے ملا؟“ ایک اور سوال داغا تھا۔

”آپ کے آفس رنگ کیا تھا...وہیں سے ہاتھ لگا... آپ سوال بہت زیادہ پوچھتی ہیں۔“

”آپ سوال پوچھنے پر اعتراض کررہے ہیں یہاں میں یہ سوچ رہی ہوں کہ اس کی ذمے داری کیسے لے لوں... میرے پاس وقت نہیں ہے...اور مجھے تو یہ بھی نہیں پتا کہ کھاتی کیا ہے۔“ وہ کسی حد تک بوکھلاہٹ کا شکار تھی۔

”سیب کھلائیے گا۔“ وہ غالباً اس کی ٹانگ کھینچ رہاتھا۔

”ایسے نوابوں والے شوق پالنے کی اسٹیج پر نہیں میں... آپ کو اسے مجھے سونپنے سے پہلے پوچھنا چاہئے تھا۔ایک ”شکریہ“ کہنے کے اور بھی کئی راستے ہوتے ہیں۔”گیشا“ کوئی آخری راستا نہیں تھا۔“

"یہی تو میں بھی کہہ رہا ہوں۔"گیشا" آغاز ہے۔راستے کا انجام نہیں۔"وہ بولا تھا۔انائیا چونکی تھی۔

"کیا مطلب ؟"

"آئی مین ...ایک بلی رکھنے پر اتنا واویلا کرنے کی ضرورت کیا ہے۔نہیں پسند تو گلی میں ڈال دیجئے گا۔" انداز سرسری تھا۔

"گلی میں ...؟ گیشا کو؟ آپ نے لکھاوہ دنیا کی نایاب ' کم یاب اور قیمتی بلیوں میں سے ایک ہے۔" انائیا نے یاد دلایا تھا۔

"ہاں' نایاب ہے۔" اس نے قطعی سے انداز میں کہہ کر سلسلہ منقطع کردیا تھا۔ انائیا ملک سیل فون کو گھورتی رہ گئی تھی۔

...☆☆☆...

"تجھے وہ اچھی لگی؟" حارث نے ایک یہ جملہ کوئی بیسویں بار دہرایا تھا۔نظر میں حیرت سی حیرت تھی۔

"ہاں ٹھیک ہے۔" اس کا انداز سرسری تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"صرف ٹھیک ہے۔صرف ٹھیک ہونے پر تونے ہزاروں پاؤنڈ کی ایک بلی اسے بھجوادی اگر وہ کچھ خاص ہوتی تو؟" حارث خاصا الجھا ہواتھا۔

"خوبصورت ہے۔" حارث نے دہرایا تھا۔

"بس ٹھیک ہی ہے۔" اس کا جواب وہی تھا۔

"یار! یہ نوابوں'راجوں کے طور طریقے عجیب ہوتے ہیں۔سناتھا آج دیکھ بھی رہا ہوں۔دوست تو تُو میرا ہے' مگر تُو آج تک سمجھ میں نہیں آیا کوئی پیار ویار کاسلسلہ ہے تو بتادے۔"

"پیار ویار؟ کیسی بے کار کی باتیں کرتاہے تو۔اس نے مجھے وقت پر ہاسپٹل پہنچایا تو میں نے اسے وہ تحفہ بھجوادیا۔اس میں عجیب کیا ہے؟ دنیا میں صرف پیار ہی ایک رشتہ ہے؟ یا کسی کااچھا لگنا شرط ہے؟" معارج تغلق نے گریز پائی سے کہا تھا۔

"شرط تو کوئی نہیں...اور کچھ باتوں میں شرائط یوں بھی لاگو نہیں ہوتیں۔کسی کے اچھا لگنے میں بھی کوئی شرط نہیں ہوتی۔اور کچھ زیادہ اچھے لگنے کا کوئی جواز

بھی نہیں ہوتا۔ کتنی ملاقاتیں ہوئیں؟ کیا بات اچھی ہے اس میں؟ آنکھوں کا رنگ کیا ہے؟" حارث کا اشتیاق بڑھا تھا۔

"مجھے نہیں پتا۔" وہ اکتائے ہوئے انداز میں بولا اور پانی کی بوتل کھول کر منہ سے لگالی تھی۔

"کیا نہیں پتا؟" حارث چونکا تھا۔ "آنکھوں کا رنگ؟ یا کتنی ملاقاتیں ہوئیں؟" منہ کی باچھیں کانوں سے جالگیں تھیں۔

"حارث پٹے گا تو اب... ایک معمولی سی بات کو بڑھا رہا ہے تو۔ میں نہیں جانتا اس کی آنکھوں کا رنگ کیا ہے۔ ملاقاتوں کا کوئی سلسلہ نہیں۔ اس کی آنکھوں کا رنگ میں دیکھ نہیں پایا۔ بے سر پیر کے سوال پوچھنا بند کرے گا تو اب" معارج تغلق کو اکتاہٹ ہوئی تھی۔

"ٹھیک ہے زیادہ سوال نہیں پوچھتا۔ مگر تو وعدہ کر اگلی بار آئے گی تو تو اسے دونوں آنکھوں سے دیکھے گا۔" حارث بھی اپنے نام کا ایک تھا۔ چھیڑنے سے باز نہیں آیا تھا معارج تغلق نے پانی کی بوتل اسے کھینچ ماری تھی مگر حارث اپنا سر جھکا گیا تھا اور وہ بچے کچھے پانی والی بوتل دراوزہ کھول کر اندر داخل ہوتی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

انائیا ملک کے شولڈر سے ٹکرائی تھی۔ ایک مہین سی آواز ابھری تھی۔ دونوں متوجہ ہوئے تھے۔

معارج کسی قدر شرمندہ دکھائی دیا تھا۔ حارث بھونچکا رہ گیا تھا۔

انائیا ملک ایسے استقبال پر کسی قدر حیران ہوئی تھی۔ ایک ہاتھ شولڈر پر رکھے وہ حیرت سے دونوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"آئی ایم سوری...!" معارج تغلق کمر کی تکلیف کے باعث اٹھا نہیں تھا مگر کسی قدر شرمندہ ضرور دکھائی دیا تھا۔

"آپ ٹھیک ہیں؟" انداز کیئرنگ تھا۔

انائیا ملک نے سر اثبات میں ہلادیا تھا۔ حارث اسے بغور دیکھتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"میں چلتا ہوں معارج!" کہنے کے ساتھ ہی وہ چلتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔

"کیسے ہیں آپ؟" انائیا ملک نے اپنے شولڈر کو سہلاتے ہوئے اس سے دریافت کیا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔آپ کو زیادہ چوٹ تو نہیں لگی؟"

"نہیں، میں ٹھیک ہوں۔مجھے نہیں پتا تھا یہاں پانی پت کی کوئی جنگ ہو رہی ہے ورنہ حفاظتی ماسک پہن کر آتی' ویسے آپ کیسے ہیں اب ؟" وہ کرسی کی بیک کو تھام کر کھڑی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں کافی بہتر' چل سکتا ہوں'گھر جانا چاہتا تھا مگر ڈاکٹر نے شام کا وقت دیا ہے۔کچھ ٹیسٹ مزید ' اس کے بعد گھر چلاجاؤں گا۔"معارج تغلق نے مطلع کیا تھا۔

"ابھی آرام کی ضرورت ہے۔"

"کام بہت زیادہ ہے' یہ موقع ریسٹ کرنے کا نہیں... اس ویک اینڈ پر کیا کررہی ہیں آپ؟"

"کچھ زیادہ نہیں...اپنی ممی کے ساتھ ٹائم گزاروں گی۔نانا کی کچھ شاپنگ کروں گی... اور اب تو گیشا کے لیے بھی کچھ لینا پڑے گا۔" اچانک اسے یاد آیا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہ مسکرائے بنانہیں رہاتھا' مگر جانے کیوں لب بھینچ گیا تھا ... وہ بلاشبہ بے ساختہ بولتی تھی۔

وہ حیرت سے دیکھنے لگی تھی۔

"اس کامطلب آپ نے گیشا کو رکھنے کا فیصلہ کرلیا ہے اب۔" معارج تغلق نے حتمی اندا ز میں کہاتھا۔

"آپ نے فون کھٹاک سے بند کردیا تھا۔اور یہی بتانے میں یہاں آئی ہوں کہ میں اسے گلی میں نہیں ڈال سکتی۔ہم انسانوں کی بہت سی ذمے داریاں ہیں اور اس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہم جانوروں کاخیال رکھیں۔" وہ جتاتے ہوئے بولی تھی۔معارج تغلق مسکرادیا تھا۔

"گیشااز اے نائس گرل... آپ کو زیادہ تنگ نہیں کرے گی... اوراگر کرے تو آئی ایم ہیئر... آپ مجھے انفارم کرسکتی ہیں... میں اس کے کان کھینچنے میں ذرابھی دیر نہیں کروں گا۔" وہ مکمل سنجیدگی سے کہہ رہاتھا۔نگاہیں اس کے چہرے پر تھیں۔

"تھینکس..." انائیا اس کی طرف سے نگاہ پھیر گئی تھی۔

"ڈسچارج ہو رہے ہیں آج آپ؟"

"ہاں ... آپ کو کیسے پتا چلا؟" وہ چونکا تھا۔

"آتے ہوئے ڈاکٹر سے بات ہوئی تھی۔اپنا خیال رکھئے گا۔" تاکید کی تھی۔

انداز ظاہر کررہاتھا وہ شاید بہت کیئرنگ تھی۔

معارج تغلق نے سراثبات میں ہلایا تھا۔

"اب میں چلتی ہوں۔" وہ پلٹنے لگی تھی۔

"کیا ہم ایک کپ چائے پر مل سکتے ہیں؟" پیچھے سے آتی آواز نے قدم وہیں باندھ دیئے تھے۔

وہ حیرت زدہ سی رہ گئی تھی۔

راہ ورسم بڑھائے جانے کی بات ہو رہی تھی۔ماتھا ٹھنکا تھا۔اس نے پلٹ کر دیکھاتھا... بھرپور جائزہ لیاتھا... بندہ کچھ اتنا برابھی نہ تھا بلکہ اچھا خاصا تھا۔

چوڑے شانے ...مڈبلڈ... بیڈ پر لیٹا ہوا بھی دیوہیکل لگ رہا تھا۔لمبا قد صاف نمایاں تھا۔

وہ اپنے آپ پر اس کرم کی وجہ تلاش کرنے میں فی الحال ناکام رہی تھی۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہیں آپ؟" اس کے خاموش جائزہ لینے پراور بغور دیکھنے پر دریافت کیا گیاتھا۔شفاف آنکھوں میں تیرتے سوال بہت واضح تھے۔

"اوں... ہوں" اس نے سرانکار میں ہلایا تھا۔غالباً اپنی غلطی کااحساس ہواتھا۔

"کب ؟"خشک لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے وہ بولی تھی۔

"اس ویک اینڈ پر؟ شام میں کسی بھی وقت؟" وہ نگاہوں میں براہ راست دیکھ رہاتھا۔تپش وہ صاف محسوس کرسکتی تھی۔

"ابھی پتا نہیں۔" ایک سرسراہٹ سی اپنی رگوں میں محسوس کرتے ہوئے اس نے سرانکار میں ہلایا تھا۔وہ انتہائی حد تک کنفیوز دکھائی دی تھی۔

"اوکے ؟" معارج تغلق نے کہاتھا۔

"اوکے !" اسے جیسے یہی حل بہترین نظر آیا تھا' تبھی فوراً سرہلاتی ہوئی پلٹی تھی اوردروازہ کھول کر باہر نکل گئی تھی۔

کیاتھا یہ ؟

کیسے کرم تھے؟کیسی نوازشیں؟

ایک "شکریہ" کہنے کی کوئی کوشش تھی ؟

یا مراسم بڑھانے کی کوئی چاہ ؟

یا قریب آنے کی کوئی راہ ؟

وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔

مگر ان نگاہوں کی تپش اپنے اندر ایک عجیب سا اسرار رکھتی تھی۔وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔کیا تھا یہ ... کیسے رنگ تھے یہ ...وہ مفہوم جان نہیں پائی تھی۔

...☆☆☆...

وہ ڈرائیو کر رہی تھی جب سیل فون بجا تھا۔ممی کو گھر واپس لانے کے بعد وہ واپس آفس جا رہی تھی ...کچھ ہی دیر میں ایک اہم میٹنگ تھی۔سارہ نے تھوڑی ہی دیر پہلے فون کر کے انفارم کیا تھا۔

اسکرین پر ایک جانا پہچانا نمبر تھا... فوری طور پر اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ کیا کرے ... پھر ناچار کال پک کر لی تھی۔

"جی کہیئے!"

"کیسی ہیں آپ؟"

"میں ٹھیک ہوں۔آفس جا رہی ہوں' ایک ضروری میٹنگ ہے کچھ ہی دیر میں... سو پہلے آفس جاؤں گی پھر میٹنگ کے لیے نکل جاؤں گی... آپ کو کوئی کام تھا؟" اس نے احتیاطاً پوری تفصیل سے مطلع کیا تھا۔شاید وہ کوئی حفاظتی بند باندھنے کی خواہاں تھی۔

"میں لنچ کے لیے نکل رہا تھا...شام میں میری بھی ایک میٹنگ ہے مگر میں نے اسے ملتوی کر دیا۔"

"آپ لنچ کے لیے لیٹ ہو گئے؟ اور آپ کو تو بیڈ ریسٹ کی تاکید کی گئی تھی۔ آپ کے ڈاکٹر کی طرف سے۔" یاد دلایا تھا۔

"ہاں مگر کام بہت ضروری ہے۔بہت حرج ہو چکا ہے اور مزید وقت ضائع نہیں کیا جا سکتا' کافی ریسٹ لے چکا ہوں۔اتنا بہت ہے میں چاہتا ہوں' اس شام آپ آ جائیں۔"

مدعا بیان ہوا تھا۔وہ فوری طور پر کچھ نہیں کہہ سکی تھی۔

"میں نے اپنی ایک اہم میٹنگ کے بارے میں بتایا تھا۔آج تو ممکن نہیں لگتا' پھر کسی دن ؟" وہ رسانیت سے بولی تھی۔

"ٹھیک ہے۔" کھٹاک سے فون بند ہوا تھا۔اس نے جیسے ایک رکی ہوئی سانس خارج کی تھی۔

...☆☆☆...

آفس سے کچھ اہم کام نبٹانے کے بعد گھر واپس آئی تھی۔میٹنگ پلان فائل دیکھی تھی... کچھ پوائنٹس مزید ایڈ کیے تھے اور پھر ریڈی ہونے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"سارہ یہ وینیو کیا تھا؟ ایک بار ایڈریس بتادو۔" ایک مکمل جائزہ شیشے میں لینے کے بعد وہ بیگ کاندھے پر ڈال کرباہر نکل آئی تھی اور تیزی سے قدم کار پورچ کی طرف بڑھائے تھے۔

"کونسا کیسل؟" چونکتے ہوئے دوبارہ دریافت کیا تھا۔گاڑ ی کا دروازہ کھول کراندر بیٹھی تھی۔

""کسی پرنس کی ریاست کا ایڈریس بتارہی ہو؟ تم نے تو کہاتھا کہ یہ کسی مسز تیمور کے یہاں میٹنگ ہے؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اوہ...اوکے...چلو خیر...مجھے ایڈریس دے دو' میں دیکھ لوں گی۔" اس نے تسلی کر کے فون کاسلسلہ منقطع کیا تھا۔سارہ نے بتایاتھا... مسز تیمور وقت کی بہت پابند تھیں اور وہ دیر سے پہنچ کر کوئی غلط امپریشن دینا نہیں چاہتی تھی۔ تبھی گاڑی تیزی سے پورچ میں سے نکالی تھی۔

ذہن میں ایک لمحے کو اس شخص کا خیال آیا تھا۔

توکیا وہ ملنا چاہتی تھی؟

ملنے کی خواہاں تھی؟

ایک سوال ذہن میں ابھرا تھا؟ اس کے اپنے پاس اس کا کوئی فوری جواب نہیں تھا۔مگر وہ مسلسل ہونے والے واقعات پر کسی قدر حیران ضرور ہوئی تھی۔

گیشا کا اس تک فوری پہنچایاجانا' اسے اور بھی چونکا گیاتھا۔سارہ کل شام جب گھر آئی تھی تو گیشا کو دیکھ کرحیران ہوئی تھی۔

"اتنی خوب صورت بلی؟ مجھے بلیاں بالکل پسند نہیں' میں کبھی بلی پالنا نہیں چاہوں گی مگر ایسی ہو تو کوئی حرج نہیں۔" وہ مسکرا رہی تھی۔"بندہ کافی دل

والا اور جی دار لگتا ہے۔اتنی قیمتی بلی تحفے میں دے دی۔اگر تیری شادی ایسے کسی بندے سے ہوجائے تو وہ تیرے لیے کیا کیا نہیں کرے گا؟" وہ شرارت سے بولی تھی۔

"بے وقوف نہ بنو سارہ۔" اس نے ڈپٹا تھا۔اپنی دھڑکنوں کے ارتعاش کووہ بھرپور انداز میں محسوس کررہی تھی۔"میں کسی بھی راہ گیر سے شادی کرلوں گی؟ کیسی بچوں جیسی باتیں کرتی ہے تو... میں اسے جانتی تک نہیں...نام بھی ڈھنگ سے معلوم نہیں' کیا کرتا ہے... کہاں رہتاہے... کیسا ہے 'کیاسوچتا ہے...کچھ معلوم نہیں اور تو رشتہ جوڑنے چلی ہے۔میں نے اس کی ہیلپ کی ...اس نے شکریہ کہنے کواسے بھیج دیا۔بس...بات ختم۔"

"آغاز ایسے ہی ہوتا ہے... اتفاقاً' حادثاً' یاپھراچانک چلتے چلتے۔" سارہ شرارت سے مسکرارہی تھی۔اس نے کشن کھینچ ماراتھا۔

"دکھائی کیسا دیتاہے؟"

"کون ؟" وہ چونکی تھی۔

"وہ بندہ!" شرارت سارہ کی آنکھوں سے ہویدا تھی۔وہ گھورنے لگی تھی۔

"دوآنکھیں' ایک ناک' دو کان' دکھنے میں وہی نارمل انسان ہے۔" وہ بولی تھی سارہ ہنسنے لگی تھی۔

"وہ تمہیں انسان لگتا ہے۔"

"کیامطلب لگتا ہے؟ وہ غالباً ہے۔"

"اوہ بہت دفاع ہو رہا ہے۔"

"ایسانہیں۔"

"توپھر کیسا ہے؟"

"بکومت سارہ ..." وہ زچ ہو کر بولی تھی۔نگاہ ونڈ اسکرین سے باہر گئی تھی۔ایک بڑا سا محل نما گھر اس کی نظروں کے سامنے تھا۔اسے خیالوں کی رفتار کو وہیں تھم جانے پر آمادہ کرنا پڑاتھا۔

"مسز تیمور توجیسے کسی ریاست کی ملکہ لگتی ہیں۔یہ لوگوں کے پاس اتنا پیسہ کہاں سے آتاہے۔" وہ بیرونی احاطے کوبغور دیکھتے ہوئے متاثر ہوئے بغیر

نہیں رہی تھی۔ایسی امارت... ایسی شان وشوکت! اگر صرف دکھاوا تھا تو
لاجواب تھا' متاثر کرنے کو یہ ایک محل نما گھر کافی تھا۔

اس نے تسلی کرنے کو سیل فون اٹھا کر سارہ کا کچھ دیر قبل دیا گیا ٹیکسٹ
دیکھا تھا... گھر کے گیٹ کی پلیٹ پر لکھا ایڈریس میل کھاتا تھا۔سو وہ گاڑی
وہیں روک کر اتری تھی۔چوکیدار کو اپنے آنے کی وجہ بتائی تھی۔وہ اسے بہت
احترام سے لے کر اندر بڑھا تھا۔

"آپ یہاں سے سیدھا راہداری میں چلے جاؤ... وہیں سامنے ایک ہال ہے۔بیگم
صاحب وہیں ملیں گی۔"چوکیدار کو غالباً گیٹ چھوڑنے کی ہدایت نہیں تھی سو وہ
اسے اس عجیب سی بھول بھلیاں میں چھوڑ کر وہیں سے واپس مڑ گیا تھا۔

ایسی آن بان شان...

ایسی عمارت... اور ایسی امارت!

سب بہت حیران کن تھا۔اسے لگا تھا وہ کسی خوابوں کے نگر آگئی ہو۔غلطی سے
راستہ بھول گئی ہو۔اور ایک دوسری دنیا میں نکل آئی ہو۔یہ دروازے ... یہ
راہداریاں اسے اپنی دنیا سے میل کھاتی محسوس نہیں ہوئی تھیں۔

وہ ایک نارمل سا شیفون کا وہائٹ سوٹ پہن کر آئی تھی۔اسے لگا تھا ایک
معمولی سی میٹنگ ہے مگر یہاں آکر اسے احساس ہوا تھا... غالباً اسے اس جانب
کچھ توجہ دینا چاہئے تھی۔جگہ اور موقع محل کے لحاظ سے اب وہ کچھ محتاط دکھائی
دی تھی۔احساس ہوا تھا کہ ہر جگہ سر جھاڑ منہ پھاڑ بن کر اٹھ کھڑے نہیں
ہوتے۔مسز تیمور سے ملنے کے لیے اسے غالباً کچھ اور منتخب کرنا چاہئے تھا۔رکھ
رکھاؤ... آداب ... سب یہیں آکر یاد آئے تھے۔وہ اجنبی اجنبی نظروں سے
ایک ایک کونے کو دیکھ رہی تھی۔امارت ہر جگہ سے نمایاں تھی۔خوابوں کا نگر
تھا کوئی... اس دنیا کا حصہ نہیں تھا جیسے یہ سب ... اسے لگا تھا... وہ" وہائٹ
ہاؤس" میں آگئی تھی۔اس کی نظروں میں حیرت نمایاں تھی۔جب ایک آواز
نے قدم باندھے تھے۔

"کون ہے ؟" وہ پلٹی تھی۔اور اپنے سامنے کھڑے بندے کو دیکھ کر حیران رہ
گئی تھی۔

"آپ؟" نظریں حیرت سے کھلی رہ گئی تھیں۔جسے سوچ رہی تھی کچھ لمحوں پہلے
وہ روبرو تھا... معارج تغلق بھی اسے اپنے سامنے دیکھ کر ٹھٹکا تھا۔

”آپ یہاں؟“

”میری میٹنگ ہے مسز تیمور کے ساتھ اور آپ؟“

”وہ تو کسی کام سے گئی ہیں۔مجھے ہدایت کی تھی کہ میں آپ سے مل لوں!“

”آپ یہاں رہتے ہیں؟“ وہ حیرت سے پوچھ رہی تھی۔

”آپ کو کیا لگتا ہے ؟“ اس کی نظروں میں حیرت کو بھانپتے ہوئے وہ بولا تھا۔
اس نے شانے اچکادیئے تھے۔

”آپ مسز تیمور کے کیا لگتے ہیں؟“ انداز الجھاسا تھا۔

”مسز تیمور، غالباً وہ والد محترم کی وائف ہیں، سومیں انہیں ممی کہہ کربلاتا ہوں۔“

وہ اس کا ہونق چہرہ دیکھ کر لائٹ سے انداز میں بولا تھا۔اس مزاح پر وہ اسے داد نہیں دے پائی تھی۔

معارج تغلق نے اسے بیٹھنے کااشارہ کیا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اس لمحے اس کے سامنے کھڑااسے وہ کسی ریاستی شہزادے سے کم نہیں لگا تھا۔
اگراس کے انداز میں‌ایک ٹھہراؤ تھا...ایک وقار تھا، تواس کی وجہ غالباً اس کی مالی حیثیت بھی رہی ہوگی، تو کیا وہ اس کی اس امارت سے متاثر تھی؟

اس کی عنایتیں...

مہربانی ...

نوازش...

اس پر یہ امارت...!

اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا... اس نے شیفون کادوپٹہ شانوں پر سے پھسلتا ہوا محسوس کرکے یکدم اسے سنبھالاتھا۔وہ حواس باختہ ہو رہی تھی۔بولتی بند تھی۔کیامتاثر ہو رہی تھی ؟اپنابچاکھچا اعتماد کام میں لانے کاموقع تھا۔

”مسز تیمور کی بیٹی کی شادی پر آل ارینجمنٹس کاذمہ ہماری کمپنی نے لیا ہے۔ اسی سلسلے میں میٹنگ رکھی گئی تھی۔یہ فائل ہے ... آپ دیکھ سکتے ہیں... اور ضرورت پڑے تو ہم ایڈیشن کرسکتے ہیں۔مایوں کے لیے آپ کے ہی گھر کا کوئی ہال بتایا گیا تھا۔اوراس سارے گھر کی ڈیکوریشن ... مہندی اور شادی

کے لیے ابھی جگہ کا انتخاب غالباً نہیں کیا گیا؟ ہمارے لیے وینیو دیکھنا ضروری ہے' کیا ہم دیکھ سکتے ہیں؟" جب تک وہ فائل دیکھ رہا تھا وہ روانی سے کہہ گئی تھی۔

معارج تغلق نے بغور فائل کا جائزہ لیا تھا۔

"آل رائٹ' آپ چلیے میں آپ کو گھر دکھا دیتا ہوں تاکہ آپ کو اندازہ ہو جائے کہ کہاں کیسی ڈیکوریشن کرنا ہے۔" وہ کھڑا ہوا تھا' وہ بھی کھڑی ہو گئی تھی۔وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے چل رہا تھا۔انائیا کو اپنے قدم پیچھے پڑتے محسوس ہوئے تھے۔

"یہ مین ہال ہے...اس کے ساتھ اس طرف راہداری ہے اور..." معارج تغلق نے پلٹ کر دیکھا تھا وہ کچھ قدم پیچھے محسوس ہوئی تھی۔سفید لباس میں کچھ ہراساں سی...کچھ پُراعتماد نظر آنے کی کوشش کرتی ہوئی' وہ اس کی نظروں کو اپنے ساتھ باندھ گئی تھی۔اسے اندازہ ہوا تھا وہ کچھ زیادہ تیزی سے چلتا ہوا آگے نکل گیا تھا۔تبھی رک کر اس کا انتظار کیا تھا۔بہت چھوٹے چھوٹے...نپے تلے قدم اٹھاتی ہوئی وہ اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔ماربل کے فرش

پر چلتے ہوئے اس کے قدم اسے ہر بار پھسلتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔وہ قدم جمانے کے ہزار ہا جتن کر رہی تھی جب قدم پھسل گیا تھا اور اس سے پہلے کہ وہ زمین کی طرف آتی... معارج تغلق نے ہاتھ بڑھا کر اسے تھام لیا تھا۔

وہ حواس باختہ سی اس کے بازوؤں کی گرفت میں تھی۔

لمحہ بھر کو تو کچھ سمجھ نہیں آیا تھا۔

ایک ...دو... تین... کتنے لمحے گزر گئے تھے اپنے آپ کو سنبھالنے میں۔اور جب احساس جاگا تھا تو اندازہ ہوا تھا' وہ اس کے کتنے قریب تھی۔

وہ ایک جھٹکے سے پیچھے ہٹی تھی۔ہمت اتنی نہیں تھی کہ سر اٹھا کر اس کی جانب تکتی...سو سر جھکائے جھکائے دو قدم پیچھے لیے تھے۔

"آئی ایم سوری۔" غلطی اس کی نہیں تھی' مگر ایٹی کیٹس ضروری خیال کیا تھا... معارج تغلق اس کے چہرے کو بغور دیکھ رہا تھا۔اگر ایک لمحے کو اس نے نگاہ اٹھا کر دیکھنے کی ہمت کی بھی تو وہ رائیگاں ہو گئی تھی۔

"میں ...وہ..." سمجھ میں نہیں آیا تھا وہ کیا کہے۔

"اٹس اوکے ..." معارج تغلق نے اس کی مشکل گویا آسان کی تھی۔ "مجھے آپ سے ملنا تھا۔ایک ضروری بات کرنا تھی اور آج ہم مل بھی گئے۔"

"کیسی ضروری بات؟" وہ چونکی تھی۔وہ لمحہ بھر کو چپ ہوا تھا سر سے پاؤں تک بغور اسے دیکھا تھا۔ "کہیئے!" اسے خاموش دیکھ کر وہ بولی تھی۔ لمحہ بھر تو تجسس ہوا تھا کہ آخر وہ اس سے کیا کہنا چاہتا ہے۔ایسی کون سی ضروری بات تھی جو وہ اس سے شیئر کرنا چاہتا تھا؟

دو دن کی جان پہچان

دو پلوں کی وابستگی... اور تھی بھی کہ نہیں۔

"میں آپ کے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہتا ہوں۔" مدعا بیان ہوا تھا۔

"کیا مطلب ؟" وہ چونکی تھی۔ مدعا سمجھ نہیں آیا تھا۔

"سادہ سی بات ہے۔"وہ سرسری سے انداز میں بولا تھا۔اس کی آنکھوں کی حیرت دو چند ہوئی تھی۔

"مگر کیوں؟" اس کی آواز کانپتی ہوئی تھی۔ "کس لیے ؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ہر شے کی وجہ نہیں ہوتی۔میں اس کا سبب بتانا ضروری نہیں سمجھتا۔یہ اتنا زیادہ ضروری بھی نہیں۔مدعا جو تھا وہ بیان کر دیا...بات اتنی مشکل نہیں۔"

"مگر بات ہے کیا؟ کس لیے آپ ٹائم گزارنا چاہتے ہیں ؟کس سلسلے میں؟" وہ اب بھی نا سمجھی سے کہہ رہی تھی۔

"جب کوئی سبب نہ ہو تو سبب تلاشنا بے وقوفی نہیں؟" وہ متانت سے بولا تھا۔

"میں سمجھی نہیں۔" وہ الجھے سے انداز میں بولی۔

"بہت سادہ سی بات ہے کہ کچھ وقت آپ کے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں' اور میں اس کا معاوضہ ادا کروں گا۔"

"وہاٹ؟" وہ ساکت رہ گئی تھی۔

"ہاں' میں معاوضہ ادا کروں گا۔" وہ متانت سے بولا تھا' جب انائیہ کا ہاتھ اٹھا تھا اور اس کے چہرے پر ایک نشان ثبت کر گیا تھا۔

وہ ساکت تھا اور وہ اپنی ہمت پر خود حیران تھی۔

...☆☆☆...

معارج تغلق کی نگاہوں سے جیسے چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں۔وہ اس اقدام پر کوئی بپھرا ہوا شیر دکھائی دے رہا تھا۔سرخ آنکھوں میں رعایت کی کوئی امید نہیں تھی اور انائیا اس واقعے پر ششدر تھی "ری ایکشن" کیا ہوگا؟ یہ اس نے سوچا تک نہ تھا۔

نہ اس شخص کی امارت دیکھی تھی نا رتبہ نہ جلال نا وقار جو ہوا تھا نادانستہ ہوا تھا ایک فوری ری ایکشن کے سوا کچھ نہ تھا جو اس کی سماعتوں نے سنا تھا' اس کے بعد وہ خود حیران تھی کہ اس سے یہ سرزد ہوا بھی تو کیسے؟

اس کی شعلہ برساتی نظروں کی کسی طور پروا نہ کرتے ہوئے وہ پلٹی تھی۔جب معارج تغلق نے اس کا ہاتھ ایک جھٹکے سے تھام کر کھینچا تھا۔بازو میں بری طرح کھنچاؤ محسوس ہوا تھا جیسے اس کے کاندھے کو ایک بھاری طاقت سے کھینچا گیا ہوا اسے شدید تکلیف کا احساس ہوا تھا۔وہ شخص اس لمحے اس کے قریب تھا۔بامشکل ایک بالشت بھر کا فاصلہ تھا۔وہ شاید اسے بھی کم کرنے کی سکت رکھتا تھا۔تکلیف کی شدت کے ساتھ اس نے سر اٹھا کر اس شخص کی سمت

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دیکھا تھا۔جس کی نگاہوں میں اس لمحے شعلوں کے سوا کچھ نہ تھا۔جیسے وہ اسے تہس نہس کر دینا چاہتا ہو۔

انائیا ملک تکلیف کے باوجود بہت اعتماد کے ساتھ اس لمحے اس کے سامنے کھڑی تھی۔جیسے اس کے رتبے' امارت اور رعب سے کسی طور متاثر نہ ہو۔

"میرا بازو چھوڑیے۔" اپنی سی سعی کرنے کے بعد جب وہ اس کی گرفت سے آزاد نہ ہو پائی تبھی بولی تھی۔نہ درخواست تھی نہ کوئی رحم کی اپیل نہ ہمدردی کی کوئی امید۔

"آپ کو شرم نہیں آتی؟ ایک تو غلط بات کرتے ہیں اس پر رعب بھی جماتے ہیں۔لڑکی سے ایسے بات کی جاتی ہے؟ آپ کو کسی نے یہ بھی نہیں سکھایا؟'پتا نہیں کون ہے آپ کی ماں کیوں اس نے آپ کو کوئی تمیز نہیں سکھائی۔یہ جو اتنا محل سا گھر ہے نا آپ کا اس سے قطعی بھی متاثر نہیں ہوں میں سو اس روپے پیسے کا رعب آپ کسی اور پر جمایئے گا۔مجھ پر نہیں۔ایک انسان کی قدر ان کاغذ کے ٹکڑوں اور اس سفید محل کی حیثیت سے کہیں اوپر ہے۔میرا بازو چھوڑیے اور مجھے جانے دیجیے۔مجھے آپ کے ساتھ کام نہیں کرنا۔ہماری کمپنی

اس ایونٹ کو آرگنائز نہیں کرے گی۔" وہ حتمی انداز میں بولی تھی اور اس کی گرفت سے اپنا بازو آزاد کرانے کی سعی کرنے لگی تھی۔

"شادی کی ساری ارینجمنٹس تو آپ کی کمپنی ہی کرے گی' یہ طے ہے۔" معارج تغلق نے فیصلہ کن انداز میں کہا تھا اور ایک جھٹکے سے اس کا بازو آزاد کردیا تھا۔

"رستم!" آواز دے کر ایک دیو ہیکل شخص کو بلایا تھا۔انائیا ملک اپنی جگہ ساکت سی کھڑی تھی۔

"بی بی کو گھر دکھاؤ۔انہیں انتظامات کے لیے جگہ دیکھنی ہے۔" آرڈر دے کر وہ پلٹ گیا تھا۔انائیا ملک کے پاؤں جیسے اس سنگِ مرمر کے فرش نے جکڑ لیے تھے۔بد حواسی کی سی کیفیت میں اس نے پہلے اس دیو ہیکل بندے کو دیکھا تھا۔جو اسلحہ سے لیس تھا۔پھر لمبے لمبے ڈگ بھرتے دور جاتے اس بندے کو دیکھاتھا۔

پھر اپنی ساری ہمتوں کو مجتمع کرتے ہوئے وہ دہاڑی تھی۔

"غلام سمجھ رکھا ہے آپ نے؟ یہ کیا طریقہ ہے؟ جب ہم نے کہا کہ ہمیں ایونٹ آرگنائز نہیں کرنا تو۔"

معارج تغلق پلٹا تھا۔سرخ چنگاریاں برساتی نظروں سے اسے بغور دیکھا تھا۔پھر سکون سے بولا تھا۔

""رستم بی بی کو گھر دکھادو۔باقی باتیں ہم بعد میں طے کر لیں گے۔" کہہ کر اسی سکون سے وہ پلٹ گیا تھا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکلنے لگا تھا۔

"یہ ٹھیک نہیں ہے۔" وہ چیخی تھی اس کی پشت دیکھ کر۔"آپ زبردستی نہیں کرسکتے اور..." اس کی آوازوں کو نظر انداز کرتا چلتا ہوا وہ راہ داری کراس کر چکا تھا۔تیز ہوتی سانسوں اور ماؤف ہوتے دماغ کے ساتھ اس نے اپنے سامنے کھڑے دیو ہیکل شخص کو دیکھا تھا۔

"آئیے۔ آپ کو گھر دکھادوں۔" بہت تابعداری سے کہا گیا تھا۔ اس کے پاس اور کوئی راہ نہیں تھی۔ ما سوائے وہ اس "حکم" کی تعمیل کرتی سو وہ رستم کے ساتھ آگے بڑھنے لگی تھی۔

☆...☆...☆

وہ تیزی سے راہ داری سے گزر رہی تھی جب اچانک مڑنے پر کسی سے ٹکرا گئی تھی سر اٹھا کر دیکھا تھا۔ مد مقابل کھڑا شخص بجائے اس پر برہم ہونے کے مسکرا رہا تھا۔

"تمہارے پاس کوئی کام نہیں سوائے مجھے ڈھونڈتے رہنے کے اور موقع ملتے ہی مجھ سے ٹکرانے کے؟" آنکھوں میں شرارت تھی۔

"دامیان شاہ سوری تمہارے دماغ کی کوئی کل ڈھیلی ہے۔ میرے پاس کرنے کو اور کئی کام ہیں اور یوں بھی ہکڈ اینڈ بکڈ لوگوں کے لیے میں سوچتی بھی نہیں۔" اناہیتا بیگ نے اس کے ارمانوں پر پانی پھیر دیا تھا۔

"اوہ سارا قلق اسی بات کا ہے کہ میں ہکڈ اینڈ بکڈ ہوں؟" دامیان کی نگاہ میں چمک بھری تھی۔

"نہیں، ہم الگ دنیاؤں سے ہیں ہمارے درمیان کچھ کامن نہیں۔ بلکہ ہمارے درمیان تو کامن کا "C" بھی کامن نہیں۔" وہ تنک کر بولی تھی۔

دامیان مسکرا رہا تھا۔

"ہمارے درمیان کوئی بات کامن ہو نہ ہو۔ مگر ایک بات کامن ہے کہ ہم دونوں بولتے بہت زیادہ ہیں۔"

"میں سوچتی بھی زیادہ ہوں، آپ راستا چھوڑیں گے؟ یونیورسٹی ٹائم میں کیمپس کے اندر آپ لڑکیوں کا راستا روکنے کے علاوہ او ربھی کچھ کرتے نہیں اناہتا بیگ نے ایک تیر اچھالا تھا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔

"انار کلی! دانستہ کی گئی تکرار اور بحث اپنے اندر کچھ تو بھید رکھتی ہے۔ تم حقیقت بتاؤ نہ بتاؤ۔ مگر ان آنکھوں کو بولنے سے آپ باز کیسے رکھ پائیں گی اگر یہ بولنے پر آئیں تو۔"

"دامیان سوری! میرے پاس کرنے کو اور بھی کئی کام ہیں اور ہاں وہاں لائبریری میں آپ کی للّیِ آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔" اس نے دامیان کی بات تیزی سے کاٹ کر کہا تھا۔

”یہ تم میسینجر کب سے بن گئیں انار کلی؟ یہاں کی بات وہاں اور وہاں کی یہاں کرنا کب سے سیکھ لیا؟“ دامیان کی نگاہوں میں شرارت تھی۔

”دامیان! تمہاری کوئی کل ڈھیلی ہے۔پارسا کہتی ہے نا، تم اور للّیِ مس میچ کپل ہو تو میں اس سے بالکل بھی اتفاق نہیں کرتی۔تم دونوں پرفیکٹ کپل ہو کیوں کہ دونوں دماغ کا استعمال سرے سے نہیں کرتے۔“ وہ رسانیت سے بولی تھی، مگر دامیان ہنستا چلا گیا تھا۔

”پارسا اتنی عقل مندی کی باتیں کرتی ہے، مگر تمہارے انداز میں کچھ جلنے کی بو ہے انار کلی۔“ دامیان ہار ماننے والا نہیں تھا۔”ہاں دماغ سے یاد آیا۔مجھے اسائنمنٹ میں کچھ ہیلپ چاہیے۔“

”میری ہیلپ؟“ وہ چونکی تھی۔

”آف کورس تمہاری ہیلپ، بقول آپ کے اب میرا اور میری للّیِ کا دماغ تو چلتا نہیں۔ایسے میں ہم ”بیرونی امداد“ نہ طلب کریں تو کیا کریں؟“ وہ اس کی کہی بات اسے لوٹا رہا تھا لبوں پر مسکراہٹ تھی۔وہ مسکرا دی تھی۔

”تمہارا پرابلم پتا ہے کیا ہے دامیان سوری؟ تم اوور اسمارٹ بننے کی کوشش کرتے ہو اور لڑکیاں اس سے کچھ زیادہ متاثر نہیں ہوتیں۔وہ بھی میرے جیسی لڑکیاں۔“

”تم سے کس نے کہا کہ میں تمہیں متاثر کرنے کی کوشش کر رہا ہوں انار کلی؟“ وہ دلچسپی سے اسے دیکھتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔اناہیتا بیگ نے گھڑی دیکھی تھی۔

”میں چلتی ہوں، میرے پاس اتنا فارغ وقت نہیں ہے۔“ وہ آگے بڑھی تھی۔

”مجھے کچھ میٹریل ای میل کردینا باقی میں خود دیکھ لوں گا۔“ دامیان نے ہانک لگائی تھی۔

”میرے پاس وقت نہیں ہے۔ای میل کرنے کو۔“ اناہیتا پلٹے بنا آگے بڑھتے ہوئے بولی تھی۔

”ای میل کرنے میں کتنا ٹائم لگتا ہے۔“

"مگر میٹریل منتخب کرنے میں وقت لگتا ہے جو وقت للّی کے ساتھ برباد کرنا ہے۔اسی ٹائم میں میٹریل منتخب کرنا۔" وہ پلٹ کر بولتی ہوئی یک دم مڑ کر سیڑھیاں چڑھنے لگی تھی۔

"اتنا جلتی کیوں ہو اگر للّی کے ساتھ کچھ وقت گزار لیتا ہوں جلن ہوتی ہے تو سیدھے سے کہو۔" وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا تھا۔کیوں کہ انابیتا اس کی سننے کو وہاں نہیں تھی۔

"کس سے بات کر رہا ہے؟" تبھی عمر وہاں آیا تھا۔

"اچھا ہوا یار ایکسل تو آگیا۔تیرے کمپیوٹر کی ہارڈ ڈسک کا پرابلم ٹھیک ہوا کہ نہیں؟"

"وہ تو ٹھیک ہوگیا مگر ان دنوں ہماری طرف کا انٹرنیٹ ڈاؤن ہے۔کرنا کیا ہے؟ تیرا لیپ ٹاپ تو ٹھیک ہے نا؟"

"ہاں، مگر میرے پاس اسائمنٹ کا میٹریل نکالنے کا وقت نہیں۔"

"للّی سے کہو وہ نکال دے گی۔" عمر مسکرایا تھا۔

"للّی! اس لڑکی کے پاس دماغ کہاں ہے۔پچھلی اسائنمنٹ کا یاد ہے اسی سے کہا تھا بنانے کو اور پریزینٹیشن پر سب مجھ پر یوں حیران ہو رہے تھے جیسے میں نے ایک اور سیارہ دریافت کر لیا ہو۔نہیں للّی کی ہیلپ نہیں لے سکتا۔' وہ انکاری تھا۔"کچھ اور ہی کرنا پڑے گا۔"

"کہو تو میں انابیتا سے کہہ دوں؟"

"یار ایکسل انارکلی میری بات تو سنتی نہیں، تیری کیا خاک مانے گی تجھے دیکھ کر تو یوں بھی اسے اپنا وہ اسکرپٹ یاد آجائے گا۔ناریل اتارنے یا تو وہ تجھے پیڑ پر چڑھا دے گی ایا اسی ناریل سے تیرا سر پھوڑدے گی۔بہترین ایتھلیٹ ہے۔" عمر کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر وہ پُر خیال انداز میں بولا تھا۔

...☆☆☆...

وہ لوٹی تھی تو دماغ پھٹا جا رہا تھا۔اس کی ساری ہمت کسی نے نچوڑ لی تھی۔ شولڈر میں تکلیف کی شدت کا احساس تھا، مگر اس کا دماغ اس گھڑی اس تکلیف سے ہٹ کر بہت سی اور باتوں کو سوچ رہا تھا۔تو وہ بری طرح پھنس

چکی تھی کسی کو مدد کی پیشکش کرنے یا مدد دینے کا تجربہ اتنا بھیانک ہو سکتا تھا۔

اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کیا کرے اور کسی کو بتائے یا نہ بتائے۔

جانے کیا سوچ کر اس نے انابیتا کا نمبر ملایا تھا وہ اس کی کزن ہی نہیں اچھی دوست بھی تھی۔جو بھی ہوتا تھا وہ سب سے پہلے اس سے شیئر ضرور کرتی تھی۔ماؤف ذہن کے ساتھ وہ فون اٹھائے جانے کا انتظار کرنے لگتی تھی۔

”ہیلو۔“ دوسری طرف سے عدن کی آواز سن کر وہ چونکی تھی۔

”ہیلو! عدن میں انائیا... انابیتا... کہاں ہے۔“ اس سے ایک جملہ بولنا دو بھر تھا۔ساری ہمتیں جیسے کسی نے نچوڑ لی تھیں، وہ بری طرح ہراساں تھی۔

”انائیا بولو، کیا ہوا؟ آر یو او کے؟ اس ٹائم فون کیسے کیا؟ پھوپو کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟“ عدن نے پوچھا تھا۔

”ہاں ٹھیک ہے مجھے انابیتا سے بات...“

”وہ تو سونے چلی گئی ہے۔اس کا سیل فون یہیں لاؤنج میں رہ گیا تھا تبھی بجتا دیکھ کر میں نے اٹھا لیا تمہارا نمبر دیکھ کر لگا کہیں پھوپو کی طبیعت نہ خراب

ہو اور تمہیں مدد کی ضرورت ہو۔“ اس کا خیال کر کے عدن کہہ رہا تھا تبھی اس نے نفی میں سر یوں ہلایا تھا جیسے وہ اس لمحے اس کے مد مقابل بیٹھا ہو۔

”نہیں، ممی تو ٹھیک ہیں، مگر...“

”مگر کیا؟ دادی جی ٹھیک ہیں؟“

”نانو بھی ٹھیک ہیں۔مجھے، مجھے ڈر لگ رہا ہے عدن“ اس کی آنکھوں سے نمکین پانی کے قطروں کو جیسے کوئی راہ چاہیے تھی۔گال جیسے جل رہے تھے اس کے۔

”پاگل کس بات کا ڈر؟ ہم سب یہیں ہیں اتنی بڑی ہوگئی ہو ڈرنے کی عادت ابھی تک گئی نہیں؟ کہو تو انابیتا کو جگا کر بھیج دوں تمہاری طرف؟دونوں ساتھ سو جانا۔کم از کم کمبل کے اندر سر چھپا کر سونے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔“

اپنی دانست میں وہ چھیڑ رہا تھا۔معاملے کی سنگینی کا اندازہ اسے نہیں تھا۔

”عدن پلیز۔“ اس کی بھرائی آواز سن کر وہ چونکا تھا۔

”انائیا، یو آر او کے؟ تم رو رہی ہو، کیا ہوا؟ اچھا سنو میں آتا ہوں۔تم فون رکھو اور انتظار کرو، اور سنو ڈرنا مت۔“ عدن نے کیئرنگ انداز میں ڈپٹتے

ہوئے فون رکھا تھا اور گاڑی کی چابیاں اٹھا کر نکل آیا تھا۔اگلے کچھ لمحوں میں وہ اس کے پاس تھا۔

وہ کچھ نہیں بولی تھی۔چپ چاپ اس کے کاندھے پر سر رکھ دیا تھا اور سارے نمکین پانیوں کو جیسے راہ مل گئی تھی۔

عدن نے اسے چپ نہیں کرایا تھا مگر اس طرح وہ خوفزدہ دکھائی دے رہی تھی وہ اس کا ڈر اس کے اندر سے نکلتے دیکھنا چاہتا تھا۔آنسوؤں کی صورت ہی سہی۔وہ کچھ ریلیف ضرور محسوس کرتی کچھ لمحوں بعد جب وہ کافی سارا رو چکی تھی وہ خود ہی اس سے الگ ہو گئی تھی عدن نے پانی کا گلاس بھر کر اس کے سامنے کیا تھا۔اس نے چپ چاپ تھاما تھا اور ایک ہی سانس میں سارا گلاس خالی کر دیا تھا۔

”اب بولو کیا ہوا؟“ اس کے پر سکون دکھائی دینے پر عدن بولا تھا۔

وہ سر جھکائے کچھ لمحوں تک بیٹھی رہی تھی۔پھر سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

”عدن مجھے لگتا ہے میں ٹریپڈ ہوگئی ہوں۔“

”ٹریپڈ! کیسے؟ کیا ہوا؟“ وہ چونکا تھا۔

”میں نے کسی کو مشکل میں دیکھ کر کسی کی مدد کی تھی، مگر وہ مدد گلے پڑ گئی۔“

”مدد گلے پڑ گئی؟تم کھل کر بتاؤ نا کیا ہوا۔“ عدن کو پریشانی لاحق ہوئی تھی۔

”کس کی مدد کی تھی تم نے؟“

”معارج تغلق کی۔“ وہ سر جھکا کر بولی تھی۔

”معارج تغلق؟“ وہ چونکا تھا۔

”میری گاڑی سے ان کی گاڑی ٹکرائی تھی ان کی کمر ہرٹ ہوئی۔میں نے انہیں اسپتال پہنچا دیا اور جواباً انہوں نے بہت قیمتی بلی گھر بجھوادی۔دیکھنے میں بہت مہذب لگ رہے تھے مجھے اندازہ نہیں ہوا، مگر انہوں نے ملنے کی خواہش ظاہر کی تو میں نے منع کردیا۔پھر آج شام جب میں ایک معمول کی میٹنگ کے لیے مسز تیمور سے ملنے گئی تو پتا چلا مسز تیمور انہی صاحب کی ممی ہیں اور وہ گھر انہی کا ہے۔انہوں نے گھر دکھانے کی پیشکش کی کیوں کہ ہمیں ان کی غالباً بہن کی شادی کا ایونٹ آرگنائز کرنا تھا۔سو میں ان کے ساتھ چل

پڑی اور...'' اس کی آنکھوں سے آنسو پھر بہنے لگے۔آواز بھرا گئی اور عدن کو خدشہ سا ہوا تبھی اس کے شانے پر ہاتھ رکھتا ہوا وہ ساکت سا بولا تھا۔

''کہیں اس نے تمہیں...''

''ن... نہیں۔'' وہ نگاہ نہیں اٹھا پائی تھی۔عدن بھائی جیسا تھا۔ ہمیشہ اس کا خیال کرتا آیا تھا۔وہ شرم سے نگاہ نہیں اٹھا پائی تھی۔

''آئی ایم اوکے۔'' سر جھکا کر وہ اس قدر کہہ سکی تھی اور یہ عدن بیگ کی تسلی کے لیے کافی تھا۔

''تھینک گاڈ۔تم ٹھیک ہو مگر پریشانی کیا ہے؟ آخر کون سی شے تمہیں ڈسٹرب کر رہی ہے اور ڈرا رہی ہے؟''

''معارج تغلق نے مجھے پروپوزل دیا۔'' وہ سر اٹھائے بغیر بولی تھی۔

''پروپوزل؟ کس طرح کا پروپوزل؟''

ان ڈسینٹ پروپوزل۔'' وہ سر اٹھائے بنا بولی تھی۔

''وہاٹ؟'' وہ چونکے بنا نہیں رہا تھا۔''وہاٹ ہی سیڈ۔'' کچھ لمحوں تک وہ کچھ بول نہیں سکی تھی۔

عدن نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا تھا۔

''انائیا کہو اس نے کیا کہا؟''

''وہ میرے ساتھ وقت گزارنا چاہتا ہے اور اس نے کہا وہ اس کے لیے معاوضہ دے گا۔اس نے مجھے کوئی ایسی ویسی لڑکی سمجھا۔میری بے عزتی کی اور جب میں نے اسے تھپڑ مارا تو اس نے مجھے یہاں ہرٹ کیا۔میرا شولڈر دُکھ رہا ہے۔میں نے کہہ دیا میری کمپنی ان کے ساتھ کوئی کام نہیں کرے گی' مگر وہ زبردستی پر اتر آئے نوکر کے ساتھ مجھے زبردستی گھر دکھایا۔لوکیشن دکھائی اور کہا کہ مجھے ہی آرگنائز کرنا ہوگا۔میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا کبھی کبھی مہذب چہروں کے پیچھے کیسے غیر مہذب چہرے ہوتے ہیں اس کا اندازہ مجھے آج ہوا۔مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے عدن سمجھ میں نہیں آرہا کیا کروں میں اس بندے سے دوبارہ ملنا نہیں چاہتی اس کی شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتی' مگر وہ مجھے مجبور کررہا ہے کہ میں اس ایونٹ کو آرگنائز کروں۔'' وہ آنکھوں کو رگڑتے ہوئے بولی تھی۔اس کی آنکھوں میں خوف تھا اور وہ اس لمحے بہت ڈری سہمی لگ رہی تھی۔

"تم جانتی ہو معارج تغلق کون ہے؟" عدن بیگ نے پوچھا۔

ن... نہیں... میں نہیں جانتی میں اس سے اس سے پہلے کبھی نہیں ملی۔وہ اچھا انسان نہیں ہے۔" وہ خوف زدہ انداز میں کہہ رہی تھی۔

"انائیا! وہ تیمور تغلق کا بیٹا ہے اور تیمور تغلق اس ملک کے بہت بڑے انڈسٹریلیسٹ ہیں۔ان کا خاصا سیاسی اثرو رسوخ بھی ہے۔کئی بار سینیٹ کے ممبر رہ چکے ہیں۔خاندانی نواب ہیں ان کی پہنچ بہت دور تک ہے۔تمہیں اس شخص کی مدد نہیں کرنا چاہیے تھی۔"

اس کا رعب' دبدبہ' ایک طرف اس کی امارت' حیثیت اور تمکنت ایک طرف مگر ڈرانے کو یہی خوف کافی تھا کہ وہ ناقابل شکست تھا۔اسے سن کر لگ رہا تھا اگر وہ پھنسی تھی تو اس سے نکلنے کا کوئی راستا نہیں تھا۔

"عدن! تمہارا مطلب ہے میں... میں اب کبھی ایک نارمل انسان جیسی زندگی نہیں جی سکتی۔وہ میری آزادی' میرا وقار' میرا تشخص' سب خاک ہو گیا۔؟ مجھے اگر جینا ہے تو اس سے ڈر کر رہنا ہو گا؟ جو بکواس بات کہے گا مجھے چپ چاپ ماننا ہو گی۔"

"نہیں ایسا میں نے نہیں کہا' مگر اس وقت میری بھی سمجھ میں نہیں آرہا کہ کیا ہو گا اور کیا کرنا چاہیے۔ہم اس کے خلاف کوئی ایکشن نہیں لے سکتے ثبوت نہیں ملے گا اور اگر مل بھی گیا تو سنے گا کون؟ تم ایسا کرو اس شخص سے رابطے میں مت رہو۔اپنا سیل نمبر بدل دو۔میں تمہارے آفس کے نمبر بدل دوں گا۔تم اس سے دوبارہ مت ملنا" وہ فوری طور پر حل نکالنے کی کوشش کررہا تھا۔

"عدن! وہ گھر بھی جانتا ہے۔تو کیا اب مجھے شہر چھوڑ کر بھاگنا ہوا؟" وہ اس کی سمت دیکھتی ہوئی بولی تھی اور وہ ساکت رہ گیا تھا۔

"انائیا ہو سکتا ہے معاملہ اتنا بڑا نہ ہو تم ڈرو مت میں ہوں' دادا ہیں' ہم سب ہیں' اگر کوئی بڑا فیصلہ لینا پڑا تو ہم کرلیں گے۔مگر فی الحال تم اس طرح پریشان مت ہو تم اس شخص

تمہیں اتنا ہی پریشان کرے گا۔" عدن نے آرام سے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"مثبت سوچو انائیا! یہ ڈرنے کا دور نہیں ہے۔ پھر میں نے سنا ہے کہ ہم جب خوف زدہ ہوتے ہیں تو ہماری باڈی سے کچھ وائب ایسی نکلتی ہیں جو سامنے والے کو احساس دلاتی ہیں کہ ہم خوف زدہ ہیں۔ تم اس ڈر کو ختم کرو۔ اعتماد سے بات کرو کوئی غلط کہے تو بڑے اعتماد کے ساتھ جھٹک دو۔ یہ نیا دور ہے اور کوئی بھی اتنا غیر مہذب نہیں ہوسکتا مجھے لگتا ہے تمہارا یہ ڈر صرف وقتی ہے اور وقت کے ساتھ ختم ہوجائے گا۔ کسی کا اچھا لگنا' دو چار لمحے ساتھ گزار لینا' چائے پر مل لینا اب اتنا معیوب نہیں۔ تم اس بندے کو سہولت سے منع کر سکتی ہو۔ تم جتنا ڈروگی تمہارا ڈر بڑھے گا اور وہ ڈر اس بندے کو خواہ مخواہ میں اسٹرونگ کردے گا۔ تم اس نئے دور کی پڑھی لکھی لڑکی ہو۔ اپنی کمپنی رن کر رہی ہو۔ پر اعتماد ہو تبھی تو یہ سب کر پائی ہو۔ پھر اب اچانک اس اعتماد کو کیا ہو گیا۔ میں نے سنا ہے وہ پڑھا لکھا بندہ ہے باہر سے پڑھ کر آیا ہے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اتنا غیر مہذب شاید نہیں ہوگا۔ تم سہولت سے بات کرنا۔ اگر دوبارہ وہ ملے یا بات کرنا چاہے تو۔ ڈرنا مت اور میرے خیال میں تمہاری کمپنی کو ان کے ساتھ کام کرنا چاہیے۔ کسی ڈر کی وجہ سے نہیں' مگر ایک پروفیشنل انداز میں جیسے تم اور لوگوں کے لیے کام کرتی ہو۔ تم ایک بہادر لڑکی ہو انائیا ملک۔ اس طرح گھبرانا مسئلے کا حل نہیں ہے۔ میں دادا' پھوپو اور لوگوں سے بات کرتا ہوں۔ اگر اس مسئلے کا کوئی اور حل نکلتا ہے تو ہم نکالیں گے اگر وہ باحیثیت ہیں تو ہم بھی کوئی ایسے گئے گزرے نہیں۔ دادا ریٹائرڈ بریگیڈیئر ہیں۔ پھوپو لائر ہیں اب ان کے بھی تعلقات ہیں۔ تم گھبراؤ مت" عدن نے بھرپور تسلی دے کر اسے مطمئن کرنا چاہا تھا۔

"عدن! میں نے ان کے ساتھ اگر کام کیا تو وہ کسی موقع کا ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش تو نہیں کریں گے" وہ اپنے اندر کے ڈر کو دبا نہیں پائی تھی۔

"مجھے یقین ہے کہ نہیں' وہاں اتنے لوگ ہوں گے۔ شادی کا موقع ہو گا اور اتنے بڑے حسب نسب والے انسان کو اپنی عزت کا کچھ تو پاس ہوگا۔" عدن نے باور کروایا تھا۔

اس کے پاس عدن بیگ کی باتوں پر اعتبار کرنے کے علاوہ کوئی راہ نہیں تھی ایک نارمل سی زندگی گزارنے والی وہ لڑکی مسئلہ کھڑا نہیں کرنا چاہتی تھی۔نہ ہی کوئی اسکینڈل افورڈ کر سکتی تھی۔عزت سب کچھ تھی۔ عزت کا پاس تھا اور شاید اس کے لیے اسے اپنے خوف کا گلا دبانا ہی تھا۔اگر وہ ایسا نہ کرتی تو شاید وہ خوف اس کا دم نکال دیتا۔عدن کی سب باتوں میں سے یہ بات قابل غور تھی اسے اس شخص سے اس طور ڈرنا نہیں چاہیے تھا۔

"تم ایک بہادر لڑکی ہو انائیا ملک!" عدن نے اس کے شولڈر پر ہاتھ رکھا تھا۔
"کسی بھی لمحے کمزور مت پڑنا اور ڈرل لگے تو مجھے فون کردینا۔میں آجاؤں گا۔" اس ڈر کو دور بھگانے کو وہ مسکرا کر بولا تھا۔

"تھینک عدن مگر تم گھر میں کسی کو مت بتانا۔میں کسی کو پریشان نہیں کرنا چاہتی۔تبھی میں کسی کو بتانا بھی نہیں چاہتی تھی۔انابیتا سے شیئر کرنا چاہتی تھی تاکہ دل کا بوجھ ہلکا ہوجائے۔" عدن نے اس کی آنکھوں میں اندیشوں کے سائے دیکھے تھے اور سر نفی میں ہلایا تھا۔

"کسی کو نہیں بتاؤں گا‘ مگر تم بھی اپنا موڈ ٹھیک رکھنا ایسا روتا بسورتا منہ دیکھ کر کسی کو بھی پتا چل جائے گا کہ کچھ ہوا ہے اور تم یون بھی کھلی کتاب ہو‘ تمہارے شولڈر میں زیادہ پین ہے تو ہاسپٹل لے جاؤں؟"
"ن... نہیں اٹس اوکے۔" انائیا ملک نے کہا تھا۔عدن اٹھ کھڑا ہوا تھا۔
"ٹھیک ہے میں چلتا ہوں دادا سے ملنا تھا‘ مگر اب تو وہ سو چکے ہیں صبح کسی وقت آکر مل لوں گا۔"
"میں نانا کو بتا دوں گی۔"
"میرے دادا پر پورا قبضہ جما لیا ہے۔" اس کا موڈ بحال کرنے کو کہا تھا۔
"وہ میرے بھی نانا ہیں میری ممی کے پاپا ان پر میرا بھی کوئی حق ہے!" وہ اس عرصے میں پہلی بار مسکرائی تھی۔عدن کو کچھ تسلی ہوئی تھی۔تبھی وہ پلٹا تھا اور آگے بڑھ گیا تھا۔
انائیا ملک بھی تھکے تھکے قدموں سے چلتی کمرے میں آگئی تھی۔خود کو بیڈ پر ڈال کر اندر کی تمام اسٹریس کو کہیں باہر بھگانا چاہا تھا مگر تناؤ اور کھینچاؤ بہت تھا وہ بامشکل آنکھیں بند کر پائی تھی۔

...☆☆☆...

"اس دن جب پچاس بار پوچھا تھا تو کیوں نہیں بتایا کہ وہ تجھے اچھی لگی ہے اور اب جب وہ اس ایونٹ کو آرگنائز نہیں کرنا چاہتی تو یہ زبردستی کیوں؟ معارج تغلق میں نے سنا تھا نوابوں کے اندر کا خوف ایک بار تو جوش مارتا ہی ہے، مگر کیا یہ مناسب ہے؟ تم ایک ویل مینرڈ، ویل بی ہیوڈ، ویل آف، ویل ایجوکیٹڈ بندے ہو کسی پر زبردستی کرنا مناسب ہے کیا؟" حارث نے اس کی کلاس لی تھی۔وہ مطمئن سے انداز میں اس کی جانب متوجہ ہوئے بنا اپنے لیپ ٹاپ پر بزی رہا تھا۔جیسے اس کی بات سن کر نہ سنی ہو۔

"یہ ٹھیک نہیں ہے معارج تغلق وہ ایک اچھی لڑکی ہے اسے اس طرح پریشان کرنا مناسب نہیں اور سوچو تو اس نے تو تمہارے ساتھ نیکی کی تمہیں ہاسپٹل پہنچایا۔" حارث نے اس کے سامنے بیٹھ کر بہت متانت سے کہا تھا۔

"وہ فنانس کی فائل لائے تم؟" معارج تغلق جیسے اس موضوع پر بولنے کو تیار ہی نہ تھا۔اعصاب تنے ہوئے تھے۔آنکھوں میں ایک سکوت تھا اور حارث کو یہ کیفیت کسی قدر

مگر وہ اس سے آگے کچھ نہیں کہہ سکا تھا۔اور اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"میٹنگ کے بعد میں گھر جاؤں گا ممی کا فون آیا تھا مجھے وہاں ہونا ہے۔تم نیو بزنس پلان چیک کرلینا کل کی بورڈ میٹنگز کی تفصیلات مجھے بھیج کر دینا میں دیکھ لوں گا۔" وہ اٹھ کر کھڑا ہوا تھا ٹائی کی ناٹ درست کی تھی اور چیئر کی پشت گاہ پر دھرا کوٹ اٹھا کر پہننے لگا تھا۔

حارث نے اسے بغور دیکھا تھا۔

نکھرا ستھرا سوٹڈ بوٹڈ لمبا چوڑا وہ بندہ اچھا خاصا ڈیشنگ تھا اور مہذب بھی اس لڑکی کو دیکھ کر "حالات" "اختیار" سے باہر کیسے ہوئے تھے سمجھ نہیں پایا تھا۔ یونیورسٹی کے زمانے میں بھی وہ معارج تغلق سے اس معاملے میں کہیں آگے تھا۔یہ نہیں تھا کہ وہ کچھ ایسا ہی سچا کھرا تھا۔مگر حالات کنٹرول سے اس طرح باہر کبھی نہیں ہوئے تھے کہ وہ کسی لڑکی کو دیکھے اور حواس کھو دے پر اس دھان پان سی لڑکی میں ایسی کیا بات تھی۔

"ایسے کیا دیکھ رہا ہے؟" معارج تغلق نے اسے اپنی جانب گھورتا پا کر سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"وہ تیرے ساتھ سوٹ کرے گی۔" آنکھ دبا کر مسکرایا تھا۔

"تو چاہتا ہے تیری خیریت کو کوئی خدشہ لاحق نہ ہو؟"

"آف کورس۔" حارث مسکرایا تھا۔

"تو پھر ایسی گفتگو سے پرہیز کر۔" معارج تغلق لیپ ٹاپ اور دیگر ضروری فائلز لے کر باہر نکل گیا تھا حارث برا مانے بنا فنانس کی فائل ڈھونڈنے لگا تھا۔

...☆☆☆...

ہال میں قدم رکھا تھا جب اسے اپنے دیگر عملے کے ساتھ ہال کی ڈیکوریشن کرتے پایا تھا۔

کس رنگ کے کپڑے پہننے تھے

چہرے کی چمک کیا تھی

آنکھوں کی روشنی کیسی تھی

وہ سراپا کتنا دیدہ زیب تھا

ایسا کچھ جائزہ نہیں لیا تھا اس نے

نہ اس کا وہاں ہونا "تسلی" کا باعث تھا

وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا آگے بڑھا تھا

تبھی وہ پلٹی تھی شاید اپنے ما تحت کو کوئی ہدایت دینے کو مگر اسے اپنے مقابل کھڑا دیکھ کر ساکت رہ گئی تھی۔

وہ بغور اس کی جانب دیکھ رہا تھا درمیان ایک بالشت بھر کا فاصلہ تھا۔وہ دانستہ ایک قدم پیچھے ہٹی تھی۔انداز میں ایک خوف کی سی لہر تھی۔اس کی نگاہوں کا سکوت اسے نظر چرانے پر مجبور کر رہا تھا' مگر اگلے ہی لمحے بولی تھی تو بہت پر اعتماد دکھائی دی تھی۔

مسٹر تغلق! ہم نے گھر کی کلر اسکیم کو نگاہ میں رکھتے ہوئے اس تھیم کا چناؤ کیا ہے۔اگر آپ کو یہ سب مناسب نہیں لگ رہا ہو تو ہم تبدیل کر سکتے ہیں۔" وہ مکمل طور پر پروفیشنل انداز میں بات کر رہی تھی۔انداز میں کوئی خوف تھا نہ رعایت وہ مکمل طور پر پُر اعتماد دکھائی دے رہی تھی۔

معارج تغلق کی نگاہ نے اطراف پر کوئی توجہ نہ کی تھی۔

"آپ کا کام ٹھیک ہے۔" وہ بولا تو لہجہ متانت بھرا تھا۔ جیسے اسے یقین تھا یا پھر وہ اسے جتا رہا تھا کہ وہ کتنا با اختیار ہے۔

"ہماری کمپنی ایک سال میں سیکڑوں ایونٹ آرگنائز کر چکی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ لوگوں کو ہماری کمپنی سے کوئی شکایت نہیں، مگر آپ کو پھر بھی کوئی شکایت ہو تو آفس کے نمبرز تو آپ جانتے ہیں۔ اس وزیٹنگ کارڈ میں سب درج ہے" انائیا ملک ٹھان کر آئی تھی کہ اب نہیں ڈگمگائے گی نا ہار مانے گی۔

اس کے انداز پر وہ غالباً متاثر ہوا تھا۔ تبھی ایک ہلکی سی مسکراہٹ نے اس کے لبوں کا احاطہ کیا تھا۔

"انٹرسٹنگ، امید ہے آپ شکایت کا موقع نہیں دیں گی اور اپنا کام ٹھیک سے کریں گی۔ آپ کو کو آپریٹ کرنا پڑے گا مس ملک۔" اس کی نگاہوں کا سکوت اس کے اندر سنسنی سی دوڑا گیا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ریٹائرڈ بریگیڈیئر حمزہ بیگ کی نواسی ہوں میں اتنے سالوں تک میرے نانا نے آرمی اور اس کنٹری کو سرو کیا ہے۔ ان سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملتا ہے جب ان کے ساتھ بیٹھنے کا موقع ملتا ہے۔ کسی معمولی خاندان سے نہیں ہوں۔ حیثیت اور مرتبہ میرے پاس بھی ہے اور اختیار استعمال کرنا مجھے بھی آتا ہے، مگر طاقت کا غلط استعمال مجھے نہیں سکھایا گیا جو بھی فیئر ہو اس سے بڑھ

بینڈ بجانا سو فیصد جائز قرار دیا گیا ہے۔" وہ جس قدر اعتماد سے بولی تھی۔ وہ مسکرائے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔

"سو یو آر ریڈی!" اس کا انداز ذو معنی تھا اور لبوں کی مسکراہٹ معدوم ہوچکی تھی۔

"اپنا دفاع کرنا ہر ذی روح کو آتا ہے معارج تغلق! وقت پڑنے پر ایک چیونٹی بھی ہاتھی کا خاتمہ کر سکتی ہے۔"

"اپنے آپ کو ایک لڑائی لڑنے کے لیے تیار کر رہی ہیں آپ؟" وہ اس کی کیفیت پر مسکرائے بنا نہیں رہ سکا تھا دلچسپی سے اس کے خدوخال کو دیکھا تھا۔

اس دھان پان سی لڑکی میں ایسا کیا تھا؟

اس کی آنکھیں

اس کا چہرہ

اندرونی کیفیات اور شدت سے تمتماتے وہ عارض

یا پھر اس کا بے خوف و خطر بولنا؟

کیا بات اپیلنگ تھی؟ فی الفور اس کا کوئی جواب نہیں ملا تھا۔مگر کچھ تھا کہ اندرونی تغیر کی اس لہر کو اپنے اندر وہ کہیں دبا نہیں پایا تھا۔ایک مقناطیست کے زیر اثر اس کے ہاتھ نے حرکت کی تھی اور اس کے ہاتھ کو تھام لیا تھا۔

انانیا اس فوری اقدام پر بھونچکا رہ گئی تھی۔ہاتھ جیسے ایک انگارے کی لپیٹ میں تھا۔مگر وہ اس کی طرف بہت پرسکون انداز میں دیکھ رہا تھا عدن نے کہا تھا وہ کچھ نہیں کرے گا وہاں کئی لوگ ہوں گے۔وہاں اطراف میں کئی لوگ تھے مگر اس بندے کو جیسے مطلق پروا نہیں تھی وہ جو اپنے انداز کو ڈھارس بندھا کر تیروں سے لیس ہو کر آئی تھی اس لمحے اس کی ہمت زیرو ڈگری کے گراف پر گر چکی تھی۔

”آپ میرا ہاتھ چھوڑیئے۔“ وہ سلگتی آنکھوں سے اسے دیکھتی ہوئی بولی تھی۔

”عجیب بندے ہیں آپ بات آپ کی سمجھ میں آتی نہیں۔ہوں گے کہیں کے تیس مار خان، مگر مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا میں ڈرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔آپ نے ایسا کوئی ہراس کرنے کا ارادہ بنایا بھی ہے تو کان کھول کر سن لیجیے میں یہ سوچے سمجھے بغیر کہ آپ کتنے بڑے خاندان سے ہیں اور آپ کی بیک کتنی اسٹرونگ ہے۔آپ کا بینڈ بجا دوں گی۔اچھا ہوتا اس روز آپ کو، ہاسپٹل نہ پہنچایا ہوتا۔آپ تو جان کو آ گئے۔اچھے خاصے مہذب دکھائی دیتے ہیں مگر تمیز نام کو نہیں کوئی کسی کو یوں پریشان کرتا ہے؟ اور میں نے تو پھر ایک نیکی کی آپ کی محسن ہوں، آج جو آپ اپنے پیروں پر تن کر کھڑے ہیں ناں صرف میری ہی وجہ سے ورنہ ایک قدم چلنے کے قابل بھی نہ ہوتے آپ، میں جتانا نہیں چاہتی تھی۔ہمارے یہاں نیکی کر کے جتایا نہیں جاتا۔راجپوت خاندان سے تعلق ہے ہمارے یہاں دشمنی کے بھی کچھ آداب ہوتے ہیں اور آپ ہیں کہ جان کو آئے جا رہے ہیں یہ چھ فٹ سا قامت قد یہ حسب نسب، یہ رعب کس کام کا جب انسانیت...“

معارج تغلق نے اس کے لبوں پر یک دم ہی انگلی رکھ دی تھی اور اس کی بولتی زبان کو یکدم ہی بریک لگ گئے تھے۔اس نے بھر پور انداز میں دھمکانے کا جو ارادہ باندھا تھا معارج تغلق نے ایک ہی اقدام سے اس پر پانی پھیر دیا تھا۔

"بات قومیت کی ہے تو میں بھی ایک راجپوت ہی ہوں۔سو جو ٹھان لیتا ہوں پورا کرتا ہوں آگے بڑھائے قدم پیچھے ہٹانا نہیں آتا' مگر فرق یہ ہے کہ آپ بولتی زیادہ ہیں۔" اس کی آنکھوں میں براہ راست دیکھ کر وہ کہہ رہا تھا اس کے لہجے کا سکوت اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑانے کو کافی تھا۔

"اب یہ بات طے کرنا ہے کہ یہ سب کیسے ہوگا۔یہ چوائس میں آپ کو دیتا ہوں۔مگر رعایت... ایسا فی الحال میرے لیے ممکن نہیں ہے۔"

انائیا کو لگا تھا اس کا وجود انگاروں کی لپیٹ میں ہے۔اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ جھٹکنا چاہا تھا' مگر معارج تغلق نے اس کا ہاتھ اپنے دوسرے ہاتھ کی آہنی گرفت میں لے لیا تھا۔

"بہت زیادہ بولتی ہیں آپ' کیا کیا بولتی ہیں کبھی کبھی مجھے یہ سنائی بھی نہیں دیتا۔بس آپ کے لب ہلتے دکھائی دیتے ہیں۔ کسی وقت میں آپ کو اپنی پوری سماعتوں سے سننا چاہوں گا۔مگر فی الحال یہ منصوبہ زیرِ غور نہیں۔کیا کہہ رہا تھا وہ؟ انائیا کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا۔مگر ارد گرد نگاہ ڈالتے ہوئے اس نے کسی غیبی مدد کی امید ضرور کی تھی' مگر اس کا تمام عملہ اس وقت ہال کی ڈیکوریشن میں بدستور مصروف تھا اور کسی ا س کونے کی طرف دھیان بھی نہیں گیا تھا۔

"کیا تلاش رہی ہیں آپ انائیا ملک؟ آپ کی جستجو کی راہ میں ہوں۔" وہ بہت ملائمت سے مسکرا رہا تھا انائیا نے اس کاہاتھ تو جھٹک دیا تھا۔

"بہت فضول انسان ہیں آپ۔مجھے انسانوں کو برے لفظوں سے پکارنا نہیں آتا۔ورنہ سارے لفظ آپ کی نذر کردیتی۔" وہ پھنکاری تھی۔

وہ مسکرا دیا تھا۔

"کہاں' کب' کیسے لیجیے آپ پر کوئی زبردستی نہیں کتنے اختیارات آپ کو سونپ دیتا ہوں۔اب تو کوئی شکایت نہیں؟" اس کی نگاہوں کی تپش کہہ رہی تھی رحم

کی کوئی امید نہیں۔انائیا ملک کو لگا تھا وہ مزید شکنجے میں پھنس رہی ہے نکلے گی کیسے؟

کیا یہ سامنے کھڑا شخص پاگل ہے؟

ذہنی توازن خراب ہے؟

وہ اسے کیسے قائل کرتی اس کی سمجھ میں فی الحال کچھ نہیں آیا تھا۔مگر اسے لگا تھا اگر وہ اس کی نگاہوں کے سامنے آتی رہی تو یہ سب چلتا رہے گا تبھی وہ اپنی سی ٹھان کر بولی تھی۔

”سنیں بہت ہوگیا اب میں آپ کی کوئی بکواس نہیں سنوں گی۔میں آپ کا یہ ایونٹ نہیں کررہی، میں ابھی اور اسی وقت یہاں سے جا رہی ہوں۔“ وہ کہہ کر آگے بڑھی تھی۔

معارج تغلق نے سرعت سے اس کا ہاتھ تھاما جھٹکے سے کھینچا تھا اور نتیجتاً وہ اس کے حصار میں تھی۔

سارا وجود یکدم سے جیسے انگاروں کی لپیٹ میں آگیا تھا۔وہ دم بخود رہ گئی تھی۔

”آپ کو پتا ہے آپ کو اس کونٹریکٹ کو پورا کرنا ضروری ہے پھر بچوں جیسی باتیں کرنے کا کیا مطلب ہے؟ یہ ایونٹ تو آپ کو ہی آرگنائز کرنا ہوگا۔“

اس کا انداز حتمی تھا۔

وہ اس کے آہنی حصار میں تھی اور دم بخود تھی مگر وہ اس کے سامنے گھٹنے ٹیکنا نہیں چاہتی تھی۔تبھی بولی تھی۔

”مگر آپ مجھے اس طرح پریشان کرتے رہیں گے تو میں یہ سب نہیں کرپاؤں گی۔آپ مجھے ہراس کر رہے ہیں۔یہ ٹھیک نہیں ہے میں آپ کی وجہ سے ڈسٹرب ہوں۔اگر آپ زور زبردستی کر کے مجھ سے کچھ بھی منوالیں گے تو آپ غلط سوچ رہے ہیں۔میں آپ کو ایک اچھا انسان سمجھتی ہوں اپنا تاثر میری نظروں میں خراب مت کیجیے۔خود آپ کو پچھتاوا ہوگا۔“ وہ رسانیت سے بولی تھی۔اس کے اتنے قریب ہوتے ہوئے بھی وہ نہ تو خوف زدہ تھی نہ ڈری سہمی۔

کچھ تو تھا کہ معارج تغلق نے ایک ہی لمحے میں اپنی گرفت کمزور کی تھی او راسے اختیار سے باہر کر دیا تھا۔

اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے چلا گیا تھا۔

انائیا ملک نے سن ہوتے حواسوں کے ساتھ اسے دیکھا تھا۔پھر پلٹ کر اپنا ضروری سامان سمیٹ کر وہاں سے نکل آئی تھی۔

...☆☆☆...

یلماز کمال لائیبریری کی سیڑھیاں اتر رہا تھا۔وہ دور کیفے ٹیریا میں بیٹھی تھی مگر نگاہ وہیں بندھ گئی تھی۔

"تمہاری اسائنمنٹ کہاں تک پہنچی پارسا؟" اس سے قطع نظر اناہیتا نے پوچھا تھا پارس کی نگاہ ہٹی نہیں تھی نہ وہ چونکی تھی اناہیتا نے اس کی نگاہ کے تعاقب میں دیکھا تھا۔جہاں یلماز کمال اب دامیان کے ساتھ کھڑا دکھائی دیا تھا۔

"یلماز؟" اناہیتا نے سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

پارسا یکدم چونکی تھی اور چور سی بن گئی تھی۔

"نہیں میری اسائنمنٹ ابھی کمپلیٹ نہیں ہوا۔میرے پاس انٹرنیٹ کی بھی سہولت نہیں ہاسپٹل میں میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔لائبریریوں کے چکر میں نہیں کاٹ سکتی۔معلوم نہیں کہ اب میں اسے کمپلیٹ کر بھی پاؤں گی یا نہیں۔" اپنی خجالت مٹانے کو وہ سر جھکا کر بولی تھی۔

پارسا نے اس کے چہرے کو بغور دیکھا تھا۔

"تمہیں وہ اچھا لگتا ہے پارسا؟" بنا لگی لپٹی رکھے وہ بھری تھی اور پارسا چونک پڑی تھی۔

"کلاس کا ٹائم ہورہا ہے' انائیا۔" گھڑی دیکھ کر اس نے کہا تھا۔وہ نگاہ نہیں ملا رہی تھی اور یہی بات انائیا کو چونکا رہی تھی۔

"میں نے کئی بار اس بندے کی طرف دیکھتے پایا ہے پارسا۔چوری چھپے' یہ کیاظاہر کرتا ہے؟ کوئی پسند آجائے' اچھا لگ جائے' اس کا کوئی ریزن ہونا ضروری نہیں۔میں نے یلماز سے کبھی زیادہ بات تو نہیں کی۔" انا ئیا مسکرائی تھی۔

مگر پارسا فوری طور پر کوئی ری ایکشن نہیں دے پائی تھی۔

"تم غلط سمجھ رہی ہوں انائیا۔مجھے کلاس کے بعد فوری جانا ہے۔پلیز مجھے ڈراپ کردینا۔" وہ جیسے اس موضوع سے فرار کی کوئی راہ تلاش رہی تھی۔

"تمہیں ہاسپٹل چھوڑ کر میرے گھر منتقل ہوجانا چاہیئے پارسا۔" انائیا نے آفر دی تھی۔

"مجھے وہاں کوئی پریشانی نہیں ہے۔سب ٹھیک ہے۔میری ٹیوشن یوں بھی چلی گئی ہے۔مسز رضا اور ان کی فیملی آسٹریلیا موو کررہی ہے اور اب میری انکم کی وہ راہ بند ہوچکی ہے۔مجھے کل ہی پتا چلا۔" پارسا نے بتایا تھا۔

"اوہ یہ تو برا ہوا۔" انائیا کو افسوس ہوا تھا۔"تم اگر چاہو تو بھائی کی کمپنی میں انٹرن شپ کرسکتی ہو۔میں ان سے بات کرلوں گی، اگر تمہیں کوئی اعتراض نہیں تو۔یونیورسٹی کے بعد ڈراپ کرنے کی ذمے داری بھی میں لیتی ہوں۔" وہ مسکرائی تھی۔مگر پارسا نے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

"نہیں، اس کی ضرورت نہیں۔میں نے پیپرز میں دیکھا ہے اس سنڈے کے پیپر میں، بہت سی اچھی ویکنسیز تھیں۔آئی ہوپ کام ہوجائے گا۔ورنہ بہت مشکل ہوجائے گی۔" دونوں اٹھ کر چلتی ہوئی کلاس کی طرف بڑھنے لگیں۔

"پارسا! سوری اگر تمہیں برا لگے تو، مگر میں نے کبھی تمہیں فیملی کا ذکر کرتے نہیں سنا۔تم نے کبھی نہیں بتایا۔گھر میں کون کون ہے؟ بی جی کا فون آتا ہے ان کو تو میں جانتی ہوں۔اگر تم بات نہیں کرنا چاہتیں تو ٹھیک ہے۔" انائیا نے اس کے چہرے پر اُتارچڑھاؤ دیکھ کر زیادہ کُریدنا مناسب نہیں جانا تھا۔

"میری فیملی میں سبھی ہیں انائیا۔کسی دن بتاؤں گی تفصیل سے۔" پارسا نے کلاس کے قریب پہنچتے ہوئے جیسے بات ختم کی تھی اور دونوں اندر داخل ہوگئیں۔

...☆☆☆...

"عدن! وہ بندہ پاگل ہے۔کوئی بات اس کی عقل میں نہیں آتی۔وہ جب بات کرتا ہے تو اس کا انداز ایک عجیب اعتماد لیے ہوئے ہوتا ہے۔اس کے اندر کا سکوت مجھے بہت ڈراتا ہے۔میں اس پاگل سے کیسے ٹکراگئی۔کیسی منحوس گھڑی تھی وہ اور میری ہی قسمت میں ایسا ہی لکھا تھا۔اسے کوئی اور لڑکی بھی

تو مل سکتی تھی۔ کسی اور سے بھی تو اس کی گاڑی ہٹ ہو سکتی تھی۔ پھر میری ہی کیوں۔ کتنا اچھا ہوتا... دو... چار بچوں کی اماں اور کسی تیز مزاج آنٹی سے اس کی گاڑی ٹکراتی۔ اس کے چودہ طبق، ایک لمحے میں روشن کردیتی۔ یہ میری ہی شامت کیوں آئی تھی۔" وہ اس شخص کی بدتمیزیوں سے سخت نالاں تھی۔

عدن نے اسے اِدھر اُدھر بیسیوں بار چکر کاٹتے دیکھا تھا۔

"انا یا ملک، اس بندے کی شامت آئی تھی جو وہ تم سے ٹکرایا۔ اسے جلد اندازہ ہوجائے گا کہ اس نے "نگاہِ کرم" کرنے کے لیے کتنی غلط لڑکی کا انتخاب کیا۔ دوچار بچوں والی کوئی آنٹی ٹائپ خاتون پر وہ صد شکر اور آمین کہے گا۔" اسے بے تکان بولتے دیکھ کر عدن نے بہت اطمینان سے سیب کی بائیٹ لی تھی اور وہ رُک کر اسے گھورنے لگی تھی۔

"میں اتنی مشکل میں ہوں اور تمہیں مذاق سوجھ رہا ہے عدن بیگ۔ میں رات بھر سو نہیں پائی اور یہاں تم اطمینان سے بیٹھے سیب کھاتے ہوئے مجھ پر مسکرا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

رہے ہو۔ میرا مذاق اُڑا رہے ہو؟ بہت افسوس کی بات ہے عدن۔" وہ افسردہ انداز میں بولی تھی۔

عدن مسکرادیا تھا۔

"اگر وہ تم سے ملا ہے تو اس کا کوئی ریزن تو رہا ہوگا۔ ہوسکتا ہے وہ دو، چار بچوں کی ماں... آنٹی ٹائپ خاتون ان محترم کا دماغ اس طور پر ٹھکانے نہ لگا پاتی۔ جیسے کہ تم لگا سکتی ہو۔ ویسے کہنے کی بات نہیں۔ کزن تو تم میری ہو۔ مگر پیدائشی "سپہ سالار" لگتی ہو۔ ہاتھ میں بس ایک تلوار پکڑانے کی کسر ہے۔ میدان کا میدان پل میں ڈھیر کرنے کی صلاحیت ما شاء اللہ خداداد ہے آپ میں۔" عدن غالباً بات کو سرسری رکھ کر اس کا موڈ بحال کرنا چاہ رہا تھا۔ وہ رک کر اسے گھورنے لگی تھی۔

"تمہارے مشوروں پر چل رہی ہوں عدن۔ اگر ذرا سا بھی غلط ہوا تو تمہارا دو نوں کانوں کے بیچ میں سر کردوں گی۔" اس نے جہاں زور چلتا تھا۔ وہیں دھونس جمائی تھی۔ عدن نے سر ہلادیا۔

"میں حاضر ہوں۔کچھ بھی ہو، میں تمہارے پاس ہوں گا۔کسی جادو کے چراغ کے جن سے بھی زیادہ تابعداری کے ساتھ میں آس پاس ملوں گا۔" وہ مکمل تابعداری سے کہہ رہا تھا۔

تبھی گیشا وہاں آ دھمکی تھی۔عدن متوجہ ہوا تھا اور اٹھا کر اسے پیار کرنے لگا تھا۔

"یہ تو کافی پیاری ہے۔مجھے بلّیاں زیادہ پسند نہیں۔مگر شی از ریئلی ویری پریٹی۔ لگتا ہے ان موصوف کو بلّیوں سے کچھ خاص "انسیت" ہے۔" مسکراتے ہوئے انائیا کی غالباً آنکھوں پر چوٹ کی تھی۔

"تمہیں میں بلّی لگتی ہوں۔" اس نے گھورا تھا۔

"میں نے ایسا نہیں کہا۔تمہیں کیوں لگا کہ اشارہ تمہاری طرف ہے؟" عدن بیگ نے گیشا کی ملائم کھال کو پیار سے سہلایا۔

"کہتے ہیں کسی انسان کا مزاج بھانپنا ہو تو اس کے دیے گئے تحفے سے جانچو اور انتخاب سے پتا چلتا ہے کہ اس بندے کی چوائس معمولی نہیں ہے۔اس کا

انتخاب عمدہ اور اعلیٰ۔گیشا بلاشبہ ایک خوب صورت بلّی ہے۔" عدن گیشا کو پیار سے سہلا رہا تھا۔

"مجھے وہ بندہ پاگل لگتا ہے عدن۔اس کے دماغ کی کوئی ایک نہیں ساری کُلیں ڈھیلی ہیں۔میں سوچ رہی تھی نانا کو بتادوں؟ مگر پھر سوچا وہ پریشان ہوجائیں گے۔" انائیا نے خدشہ ظاہر کیا تھا۔

"ہوں... یہ تو ہے... تم گئی تھیں کل اس کی طرف۔کچھ کہا تو نہیں اس نے؟" عدن نے پوچھا تھا۔وہ تھوڑی دیر خاموشی سے اس کی طرف دیکھنے کے بعد سر نفی میں ہلا گئی تھی۔

"دنیا میں کتنی اور لڑکیاں ہیں۔تمہیں پتا ہے آج صبح اٹھی تو آج پہلی بار کتنی دیر تک آئینہ دیکھتی رہی۔ہر ایک اینگل سے اپنا جائزہ لیا۔جانچا... دیکھا... کیسے اچھی لگی اسے۔کس بات نے اسے راغب کیا۔میں اتنی حور پری تو نہیں۔ اپنی نگاہیں دیکھ کر تو کوئی بات بھی اپیلنگ نہیں لگی۔یہ سڑا ہوا چہرہ۔بلّی جیسی آنکھیں بقول تمہارے... سوکھے سیب جیسے گال... ٹھنڈی ٹھار برف جیسی مسکراہٹ... مکمل آئس میڈن کا سا امیج۔پھر یہ معارج تعلق کو کس شے کا

بخار چڑھ گیا۔دل چاہتا ہے ایک کس کے تھپڑ لگاؤں۔اگر میرے پاس کوئی توپ ہوتی تو اس کا رخ ایک ہی پل میں اس کی طرف کردیتی اور مجھے رتی بھر افسوس نہ ہوتا۔سچی میرے چڑیا جیسے دل کو اس بندے کی تباہی پر رتی بھر افسوس نہ ہوتا۔اتنے دنوں سے اتنا پریشان کیا ہوا ہے۔" ایک چڑیا کے بچے کے مرنے پر افسوس کرنے والی لڑکی اس لمحے کس قدر افسوسناک انداز میں سر جھکائے کھڑی تھی۔

"لڑکیاں جلد پریشان ہوجاتی ہیں انائیا مگر تم دنیا کی سب سے زیادہ پریشان ہوجانے والی لڑکیوں میں سے ایک ہو۔پریشان ہونا تمہاری فطرت ہے۔کبھی تو اپنے اس ننھے منے سے دماغ کو سکون سے رہنے دیا کرو۔" عدن نے ڈپٹا تھا۔

"میں سچ میں بہت ڈسٹرب ہوں عدن۔میں اس بندے کا قتل کردوں گی اور مجھے اس کا بالکل بھی افسوس نہیں ہوگا۔میری راتوں کی نیند برباد کردی ہے اس نے۔" وہ بہت

تھی۔عدن نے گیشا کو زمین پر چھوڑ اتھا اور پھر اس کے قریب آیا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"کچھ نہیں ہوگا انائیا ملک۔فضول میں اتنا پریشان مت ہو۔اگر تمہیں اس کنٹریکٹ کو جاری رکھنا ہے تو اٹس ویل اینڈ گڈ اور اگر نہیں تو کوئی بھی تمہیں اس کنٹریکٹ کو نہ توڑنے کے لیے مجبور نہیں کرسکتا۔دنیا میں بڑے بڑے کنٹریکٹ ٹوٹتے ہیں۔ختم ہوتے ہیں۔تمہاری کمپنی تو دنیا کی سب سے ننھی منی ٹائنی کمپنی ہے۔" مگر وہ مسکرا نہیں سکی تھی۔

"میں نے اناہیتا کو رنگ کیا تھا۔یہ آج کل کہاں غائب ہوتی ہے۔پہلے تو ایک کال پر موجود ہوتی تھی۔اب نوٹس تک نہیں لیتی۔" وہ جھنجلا کر بولی تھی۔

"میں نے اسے بتایا تھا کہ تم بات کرنا چاہ رہی ہو مگر اس کی یونیورسٹی اسے خاصا بزی رکھتی ہے۔پھر اس کی وہ چھوٹی موٹی سی دوست کو بھی اکثر اسی کی ڈھال درکا ہوتی ہے۔"

"کون وہ پارسا؟ ہاں کافی ڈری سہمی سی لڑکی ہے۔شکر ہی میں اس جیسی نہیں۔ اس نے پارسا سے اپنا موازنہ کیا تھا اور خود کو کہیں بہتر پایا تھا۔عدن مسکرا دیا تھا۔

"تم لڑکیوں موازنہ کرنا اور پھر خود کو اچھا کہنا' بہت سکون دیتا ہے نا؟"

"نہیں... کیوں...؟ تمہیں پارسا کا برا کہا جانا ہضم نہیں ہوا؟" وہ چونکی تھی۔

"ایسی بات نہیں۔مجھے اس سے کیا لینا دینا۔وہ تو وہ انا بیتا کی وجہ سے گھر آجاتی ہے تو جھیلنا پڑتا ہے۔" عدن نے شانے اچکائے تھے۔

"آل رائٹ!" وہ پر سکون انداز میں بولی تھی۔

"ویسے وہ ایک اچھی لڑکی ہے۔" قدرے توقف سے وہ بولا تھا۔وہ چونکی تھی مگر وہ گاڑی کی چابی ٹیبل کی سطح سے اٹھا کر بولا تھا۔

"میں چلتا ہوں۔سیل فون سوئچڈ آف نہیں کروں گا مگر زیادہ کان مت کھانا۔"

درخواست تھی یا آرڈر... اس سے پہلے کہ انانیا ملک غور کرتی وہ تیزی سے باہر جاچکا تھا۔چلو سننے سنانے... اور دل کی بھڑاس نکالنے کو کوئی میسّر تھا۔وہ چلتی ہوئی وارڈ روب کی طرف چلی آئی تھی۔دھیان نادانستہ آئینے کی طرف گیا تھا۔اس نے بھر پور جائزہ لیا تھا۔مگر کوئی بات قابل غور اور قابل توجہ دکھائی نہیں دی تھی تبھی وہ تیزی کے ساتھ پلٹ کر واش روم میں گھس گئی تھی۔

...☆☆☆...

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"جیسے ہی کوئی لڑکی پسند آجائے جھٹ سے بتادینا۔میں چٹ منگنی پٹ بیاہ کا معاملہ طے کرنے میں چند لمحے نہیں لوں گی۔" ممی نے اس کے سر میں تیل ڈال کر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا۔پوروں کا مساج بہت بھلا معلوم ہورہا تھا۔

"اتنی خوب صورت لڑکیاں ہیں۔مگر بھائی کو کوئی پسند بھی آئے تو۔" ایشا جو قریب ہی کزنز کے ساتھ بیٹھی اپنی جیولری چیک کررہی تھی'بولی تھی۔

"سچ کہو تو مجھے بھی کوئی لڑکی اپنی بھابی کے خانے میں بھر پور فٹ دکھائی نہیں دیتی۔میرے بھائی کے لیے تو کوئی اسپیشل سی لڑکی ہی ہونا چاہیے۔"

ایشاع مسکرائی تھی۔

"اے' اب کیا لڑکی آسمان سے اترے گی۔معارج اپنے علی سے کوئی سال بھر ہی چھوٹا ہوگا اور اس کے تین بچے بھی ہوگئے۔چوتھے کی آمد غالباً متوقع ہے۔" بوا نے کہا۔

"اماں! اپنا اپنا مزاج ہوتا ہے۔علی کا من تھا شادی کا۔سو کرلی۔اب حارث کو بھی تو دیکھیں۔وہ بھی تو کنوارا ہی ہے۔کہنے کو تو وہ علی سے سال بھر ہی چھوٹا ہے۔" مسز تیمور تغلق نے مسکراتے ہوئے سہولت سے کہا تھا۔

وہ مساج کرواتا محظوظ ہورہا تھا۔

"بوا کوئی لڑکی دیکھیں میرے لیے۔" درخواست کی تھی۔

"اے بیٹا میں تو دیکھ دوں۔مگر تجھے کوئی پسند بھی تو آئے۔"

"آپ ساری اچھی لڑکیاں تو حارث کو دکھا دیتیں ہیں۔پھر شکایات کرتی ہیں کہ اب تک شادی نہیں کی۔" معارج غالباً اچھے موڈ میں تھا۔مسز تیمور مسکرائی تھیں۔

"اے میں تو کہتی ہوں فرض جتنی جلدی ادا ہوجائے اچھا ہے اب تمہارے ابا تیمور کو ہی لے لو۔تمہاری عمر میں ان کی بھی شادی ہوگئی تھی۔اور سدرہ کی گود میں تو تو بھی تھا۔" بوا کو ساری دلچسپی شادیوں میں تھی۔کس کا بچہ' کہاں کنوارا ہے۔

"بوا وہ زمانے اور تھے۔ان زمانوں میں بچے اتنے ایڈوانس نہیں تھے۔آج کے بچے جدا ہیں۔ان کے پاس کرنے کو سب کچھ ہے اور شادی سے پہلے ایک دنیا فتح کرنا چاہتے ہیں۔ستائیس برس کی عمر زیادہ نہیں ہوتی۔مگر ان دنوں میں

خود بھی معارج کے لیے لڑکیاں دیکھ رہی ہوں۔بس ایشاع کی شادی ہو جائے۔پھر باری اسی کی ہے۔" مسز تیمور نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"اے میں بھی تو یہی کہہ رہی تھی کہ ایشاع تو چھوٹی ہے اگر اس کی ہو رہی ہے تو پہلے بڑے بھائی کی کیوں نہیں۔" بوا پرانے خیال کی تھیں اور ان کی باتوں کا کوئی برا بھی نہیں مانتا تھا۔سارے محظوظ ہوتے تھے یا مذاق میں ٹال دیتے تھے۔

"بس بوا... میں نے بھی ٹھان لی ہے۔ادھر ایشاع رخصت ہوئی اور ادھر تغلق خاندان کی بہو اس گھر میں داخل ہوئی نہیں۔عمر تو میری خاصی ہوگئی۔ امید تو نہیں۔مگر پھر بھی

مطلقہ' بال بچوں والی... ورنہ عموماً وہ بوا سے اتنی بات نہیں کرتا تھا مگر آج غالباً موڈ میں تھا تو اتنا بول رہا تھا۔

ماں نے محبت سے سر پر ایک چپت لگائی تھی۔

"خدا نخواستہ... کوئی مطلقہ ' بال بچوں والی کیوں۔ہزاروں ارمان ہیں۔ تغلق خاندان کی بہو یوں ہی ' اس گھر کی دہلیز پار کر پائے گی۔ہزار شگن کروں گی۔ کتنے ارمان ہیں دل میں۔انشاء اللہ سارے پورے کروں گی۔" ممی نے ڈپٹا تھا۔

ایشاع مسکرادی تھی۔

"ممی لگتا ہے۔بھائی کا من شادی کا ہورہا ہے۔ان کا موڈ مشکل سے بنتا ہے۔ اس سے پہلے کہ موڈ بدلے جلدی سے لڑکی دیکھ ڈالیئے۔"

"میرے بچے پر کوئی زبردستی نہیں۔مکمل آزادی ہے۔جو پسند ہوگی اسی کو تغلق خاندان کی بہو کا اعزاز ملے گا۔" مسز تیمور پڑھی لکھی جدید سوچ کی حامل خاتون تھیں۔تبھی مسکراتے ہوئے بولی تھیں۔

معارف تغلق کی نگاہ سامنے راہداری میں گئی تھی۔جہاں وہ ڈیکوریشن میں مصروف تھی۔مکمل اعتماد کے ساتھ کھڑی۔ہدایات دیتی۔وہ بھرپور قابل توجہ لگی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہ اس سے مرعوب نہیں تھی... ہمیشہ اس کے مقابل تنی کھڑی دکھائی دی تھی۔بلا کا اعتماد تھا اس میں۔شاید یہی اس کی شخصیت کی ایک نمایاں خصوصیت تھی۔

"بیگم صاحب! یہ چوڑیاں ہیں جیولر ابھی ابھی دے کر گیا ہے۔ کیا کرنا ہے ان کا۔ایشاع بی بی دکھائی نہیں دے رہیں اور جیولر کہہ رہا ہے۔ان کو ابھی چیک کرکے واپس بھیجنا ہے۔" مؤدب کھڑا ملازم کہہ رہا تھا۔

مسز تیمور نے نگاہ یہاں وہاں دوڑائی تھی۔

"ابھی تو یہیں تھی ایشاع۔غالباً شاور لینے چلی گئی ہوگی۔تم ایسا کرو رکھ دو۔میں بھجوادوں گی چیک کرواکے۔" مسز تیمور بولی تھیں۔

"نہیں بیگم صاحبہ! جیولر نے کہا بس چیک کرنا ہے کہ کلائیوں میں فٹ ہیں کہ نہیں۔ڈیزائن وغیرہ کا کوئی مسئلہ نہیں۔سب ویسا ہی بنا ہے جیسا کہا گیا تھا۔" ملازم نے تابعداری سے کہا تھا۔

"لاؤ مجھے دو...!" معارج نے اٹھ کر چوڑیوں کا ڈبا ہاتھ میں لیا تھا۔مسز تیمور کا کوئی ضروری فون آگیا تھا۔تبھی وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔وہ بنا اِدھر اُدھر دیکھے ڈبا لے کر راہداری کی طرف بڑھنے لگا تھا۔

انائیا ملک اس بات سے بالکل بے خبر تھی کہ وہ اس کی طرف آرہا ہے۔تبھی وہ اپنے ضروری امور کی انجام دہی میں مصروف رہی تھی۔چونکی تب تھی جب وہ اس کے مد مقابل آن رکا تھا۔

"خالد...! اسے یہاں لگاؤ۔اس ستون کے ساتھ۔وہاں نہیں۔" اپنے ماتحت سے کہتی ہوئی وہ مڑی تھی۔غالباً اسے خاطر خواہ توجہ دینا نہیں چاہتی تھی۔مگر اس نے بازو سے پکڑ کر اس کا رخ اپنی طرف پھیر لیا اور بھرپور توجہ سے بغور اسے دیکھنے لگا تھا۔

انائیا ملک کو اسے توجہ دینا پڑی تھی۔کہ اب وہ سر پر کھڑا تھا۔سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا تھا مگر اس نے بنا کچھ کہے اس کی کلائی کو تھاما تھا اور اس ڈبے سے کنگن نکال کر اس کی کلائیوں میں پہنانے لگا تھا۔

وہ اپنی جگہ ساکت رہ گئی تھی۔

"یہ کیا ہے؟" وہ بولنے کی کوشش میں اس قدر کہہ سکی تھی۔

مگر وہ کچھ کہے بنا بغور اس کی کلائیوں کا جائزہ لینے لگا تھا۔

"مسٹر تغلق..." وہ بولنے کا قصد کرتی ہوئی اس کی جانب دیکھنے لگی تھی نگاہوں میں حیرت تھی۔آخر وہ کیا کررہا تھا...؟ کیا چاہ رہا تھا۔اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا۔وہ بغور اس کی کلائیوں کو دیکھ رہا تھا۔کیا کوئی پاگل پن کا دورہ تھا۔وہ حالت سکون میں تھا۔

کیا سوچ رہا تھا؟

انائیا ملک نے سر اٹھا کر اپنے سامنے کھڑے اس لمبے چوڑے دیو ہیکل شخص کو دیکھا تھا۔

"آپ کو اچھی لگتی ہوں میں؟" مکمل اعتماد سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ پوچھ رہی تھی۔شاید اسے اب اس کا مقابلہ کرنا آگیا تھا۔آنے والا ہر لمحہ اسے پر اعتماد کررہا تھا، اور وہ کمزور پڑنا بھی نہیں چاہتی تھی۔

وہ چونکا تھا۔غالباً وہ اس کے اس درجہ اعتماد پر حیران ہوا تھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہیں آپ...؟ آپ کو اچھی لگتی ہوں کیا؟"

"یہ کیسے لگا آپ کو؟" وہ اس کی بے وقوفی پر مسکرارہا تھا۔

"یوں ہی سوچا۔کل ڈے آف تھا اور میں دن بھر جائزہ لیتی رہی۔ان چوبیس گھنٹوں میں کئی بار آئینہ دیکھا اور سوچا شاید کچھ بھا گیا ہو آپ کو... مگر کیا؟ اس کا جواب نہیں پاسکی میں۔مگر آپ جو یوں ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ گئے ہیں تو کوئی تو بات ہے!" اس کا انداز بہت فطری تھی۔کہیں کوئی لگی لپٹی نہیں تھی اور یہی شاید اس کی خاصیت تھی۔وہ لبوں پر آجانے والی اس اچا

چھپا گیا تھا۔

"آپ بہت برے لفظوں میں یاد کرتی ہیں مجھے؟" اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا تھا۔

"آپ نے اچھے لفظوں میں یاد کرنے والا کارنامہ سرانجام دیا ہے آج تک؟" وہ بلا کی حاضر جواب تھی۔وہ لاجواب ہو گیا تھا۔

"آپ کی راتوں کی نیند چھین لی میں نے؟" وہ غالباً کوئی تسکین چاہتا تھا۔انائیا ملک نے سر نفی میں ہلادیا تھا۔

"بہت سکون کی نیند سوتی ہوں میں۔نانا اور اماں تو کہتے ہیں میں گدھے گھوڑے سب بیچ کر سوتی ہوں۔نانا کو روز صبح رننگ پر جانے کے لیے میرا دروازہ پیٹنا پڑتا ہے۔حالانکہ رات سونے سے پہلے وہ خود الارم سیٹ کرکے جاتے ہیں۔میری نیند بہت پکی ہے۔" وہ دانستہ باور کرانے کو بولی تھی۔

"میرے ساتھ صبح رننگ کریں گی؟" ذہن میں پتا نہیں کیا آیا تھا کہ وہ پوچھنے لگا تھا۔

"آپ کے ساتھ صبح رننگ ؟ میں دو گھنٹوں میں دس میل دوڑتی ہوں۔آپ اتنا دوڑ سکتے ہیں؟ میرے نانا ریٹائرڈ بریگیڈیئر ہیں وہ مجھے بھی ملٹری کے ایک سولجر کی طرح ٹریٹ کرتے ہیں۔" وہ اس کی کلائیوں کو بغور دیکھ رہا تھا۔ انائیا ملک نے آہستگی سے کنگن اتارنے کو ہاتھ بڑھایا تھا مگر اس نے روک دیا تھا۔

"سنیں... آپ چاہتے کیا ہیں؟" وہ تلملا کر بولی تھی۔

"آپ کو بتایا تو... مدعا بیان ہوچکا ہے اب تو آپ کی رضامندی کی دیر ہے۔"
وہ بہت رسانیت سے بولا تھا۔

"ہارون کیا کررہے ہو یہ۔ کہا بھی تھا یہ پھول یہاں نہیں لگانے۔" وہ ماتحت کوڈپٹتے ہوئے بولی تھی۔

"میں انتظار کررہا ہوں۔ آپ ٹائم لے رہی ہیں۔" اس کا اندازہ ذومعنیت لیے ہوئے تھا۔انائیا ملک کا اعتماد ڈگمگانے لگا تھا۔

کلائیوں میں سے کنگن نکال کر اس کے ہاتھ میں تھمائے تھے۔

"آپ کو عادت ہوگی اتنے قیمتی تحائف دینے کی۔مجھے لینے کی عادت نہیں ہے اور سنیں۔میں کوئی ایسی ویسی لڑکی نہیں ہوں۔میں آپ کی عزت کرتی ہوں۔ پلیز مجھے اس طرح پریشان کرنا بند کردیں۔"یہ کہہ کر وہ پلٹی تھی۔جب سامنے سے آتی بوا سے ٹکرائی تھی۔ان کے ہاتھ سے ابٹن چھوٹا تھا اور نتیجتاً اس کے چہرے اور کپڑوں پر تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اے... ہے... یہ کیا ہوگیا... شادی کا ابٹن جسے لگتا ہے شگن اسی کا ہوتا ہے۔میں تو ایشاع کے لیے لے جارہی تھی۔یہ تم کہاں سے راہ میں آگئیں؟" بوا چشمے کے پیچھے سے گھور رہی تھیں۔

اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا کہ کیا کہے۔

تبھی پلٹ کر معارج تغلق کی طرف دیکھا تھا۔شاید وہ مدد کی خواہاں تھی۔ خاموش نظروں سے مدد طلب کی تھی۔

"بوا آپ کسی اور سے بجھوا دیتیں۔اس عمر میں کہاں نکل آئیں۔داراب یہاں آؤ۔بوا کو لاؤنج میں چھوڑ کر آؤ۔" معارج تغلق نے کچھ فاصلے پر کھڑے ملازم کو آواز دی تھی۔

"یہ تو ٹھیک ہے۔میں تو حیران ہوں یہ ابٹن اس بچی پر کیسے پڑا۔بیٹا شادی ہوگئی تمہاری؟ کتنے بچے ہیں؟" بوا اپنے سوالوں سے اسے پریشان کررہی تھیں اور وہ اچھی خاصی شرمندہ دکھائی دی تھی۔

"اے اگر نہیں بھی ہوئی تو لگن ہوجائیں گے۔شگون تو نیک ہے۔" بوا بھی اپنے نام کی ایک تھیں۔

"بوا! آپ جائیے۔داراب لے کر جاؤ۔" معارج بولا تھا۔

"اے میں تو پوچھ رہی تھی اگر کہیں شادی وادی نہیں ہوئی تو میں بات چلاؤں؟ حارث معقول بچہ ہے۔پڑھا لکھا ہے۔جوڑی اچھی لگے گی۔" بوا کا دلچسپ مشغلہ یہی تھا۔وہ شدید شرمندہ دکھائی دے رہی تھی۔

وہ داراب پر چیخا تھا۔آواز اونچی نہیں تھی مگر انداز میں سختی ضرور تھی۔

"داراب بوا کو جلدی لے جاؤ۔" غالباً بوا کا آئیڈیا اسے پسند نہیں آیا تھا۔اور انابیا ملک تو کسی حارث کانام سن کر ہی حیران تھی۔

"اس گھر کے سارے لوگ پاگل ہیں۔" وہ سرخ چہرے کے ساتھ بولی تھی۔

سفید لباس پر پیلا ابٹن... چہرے... بازوؤں پر کئی نقش و نگار تھے۔

معارج تغلق دو قدم بڑھا کر قریب آیا تھا۔ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے پر سے ابٹن پونچھا تھا۔

"آئی ایم سوری...!" وہ غالباً بوا کی غلطی پر شرمندہ ہو کر بولا تھا۔ایک لمحے میں اس نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا تھا اور وہاں سے چلتی ہوئی نکل گئی تھی۔

معارج تغلق کی نگاہ نے تا دیر اس کا پیچھا کیا تھا۔

...☆☆☆...

دامیان لائبریری میں ایک موٹی سی بک پر جھکا بیٹھا تھا جب انابیتا چلتی ہوئی وہاں آئی تھی اور اسائنمنٹ اس کے سامنے رکھ دی تھی۔وہ چونکا تھا۔سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔پھر کسی

کر دوبارہ اس اسائنمنٹ کی طرف متوجہ ہوا تھا۔تیزی سے کھول کر دیکھا تھا۔صفحے پلٹے تھے۔

"ناقابل یقین۔'' وہ مسکرادیا تھا۔" یو نو انابیتا۔تم نے کیسے کردیا۔مجھے پتا تھا تم یہ کر سکتی ہو۔" وہ سر جھکا کر صفحے پلٹنے لگا تھا۔

"میں خواہ مخواہ یہاں اتنی موٹی موٹی بوسیدہ کتابوں میں سر کھپا رہا تھا۔مجھے پتا ہونا چاہئے تھا کہ تم میرے لیے یہ کر سکتی ہو۔" اس کی باچھیں کانوں سے جا لگیں تھیں۔

انا بیتا مسکرائی تھی۔

"یہ میری اسائنمنٹ ہے۔ تمہیں دکھانے لائی ہوں تاکہ تمہیں آئیڈیا ہوسکے کہ کیا کرنا ہے اور کیسے کرنا ہے۔' اس نے مسکراتے ہوئے سامنے سے اسائنمنٹ اٹھالی تھی۔

دامیان کے چہرے کے تاثرات یکدم بدلے تھے۔ جیسے کوئی کڑوا بادام منہ میں آگیا ہو۔

"مجھے پتا تھا تم کسی کی کوئی ہیلپ کرہی نہیں سکتیں۔" دامیان سوری کا اسٹیٹمنٹ بدل چکا تھا۔ وہ دنیا کا غالباً پہلا بندہ تھا جو اتنی جلدی بیانات تبدیل کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا مگر وہ پروا نہ کرتے ہوئے مسکرادی تھی۔

"مدد اس کی کی جاتی ہے جو مدد کی ضرورت رکھتا ہو اور اس طریقے سے آپ خاصے نااہل ہیں۔ کیونکہ آپ کے پاس ٹائم بھی ہے اور کرنے کی صلاحیت بھی۔" اناہیتا بولی تھی۔ لائبریرین نے ان دونوں کو گھورا تھا۔ دونوں نے نوٹس کیا تھا۔

"تم اس وقت... مجھے یہاں... یہی لیکچر دینے آئی ہو؟" وہ سر اٹھا کر دیکھنے لگا تھا۔ اناہیتا اس کے چہرے کے تاثرات سے محظوظ ہوتی ہوئی مسکرادی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"نہیں میں دیکھنے آئی تھی کہ تم کیا کررہے ہو اگر تمہیں مدد کی ضرورت ہے تو، میں کرسکتی ہوں۔" اس نے بھرپور پیشکش کی تھی۔ انداز سرگوشی کا ساتھا۔

"مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں ہے اناہیتا بیگ۔ میرے پاس ٹائم نہیں ہے۔ سو میرا وقت برباد مت کرو۔ اتنی مشکل سے موڈ بنا کر یہاں آیا ہوں۔ ابھی وہ بھی آجائے گی تو کچھ بھی کر نہیں سکوں گا۔" وہ سر جھکا کر بک کو گھورنے لگا تھا۔

وہ کرسی کھینچ کر اس کے ساتھ بیٹھ گئی اور سرگوشی میں بولی تھی۔

"تم للّی سے اس طرح کیوں ڈرتے ہو جیسے کوئی بچہ ماں سے خوف زدہ ہوتا ہے؟" وہ اس کی کیفیت سے بھرپور لطف لے رہی تھی۔

"ایکسکیوز می!" وہ اسے گھورنے لگا تھا۔

"جس طرح وہ تمہیں رکھتی اس سے تو عام تاثر یہی ملتا ہے کہ وہ گرل فرینڈ کم مام زیادہ ہے۔" آواز دبا کر وہ بولی تھی۔ نگاہوں میں شرارت تھی۔ وہ اسے گھورنے لگا تھا۔

"تم نے ارادہ کرلیا ہے مجھے یوں ہی پریشان کرو گی؟" لائبریرین کے خوف سے وہ زور سے ڈپٹ بھی نہیں پارہا تھا۔

"نہیں آج کے ایجنڈے میں یہ شامل نہیں ہے۔"

"تم للّی سے اتنا جلتی کیوں ہو؟ جب دیکھو اس کے خلاف بولتی دکھائی دیتی ہو۔"

"مجھے اس سے جلنے کی کیا ضرورت ہے؟ تم ایسا خیال کرتے ہو؟" وہ محظوظ ہوتے ہوئے مسکرائی تھی۔"اس بندی میں ایسی کوئی خاص بات ہے؟ کوئی گٹس ہیں کہ کوئی لڑکی جل سکے؟" اناہیتا کی نگاہوں میں شرارت تھی۔

"اس بندی کا دماغ تم سے زیادہ چلتا ہے اناہیتا۔اس کا اندازہ تمہیں نہیں ہے۔" دامیان سوری للّی کی دماغی صلاحیتوں سے پورے طریقے سے متعارف تھا۔

"تو ٹھیک ہے۔پھر اسی سے کہنا وہ تمہارے لیے اسائنمنٹ تیار کردے' یہ جو میں تمہارے لیے تیار کرکے لائی تھی۔اب یا تو ڈسٹ بین میں ڈال دوں گی یا

پھر اس ایکسل کو دے دوں گی۔وہ بے چارا بھی کہہ رہا تھا اس سے نہیں ہورہا۔" وہ اٹھی تھی دامیان نے ہاتھ پکڑ کر اسے دوبارہ بٹھا لیا تھا۔

"میری بات سنو۔اب تو بنا کر لائی ہو تو میں رکھ لیتا ہوں۔مگر آئندہ اتنی دیر مت لگانا' للّی فوراً میرے لیے کرسکتی ہے۔" وہ شرارت سے بولا تھا اور وہ مسکرادی تھی۔

"دامیان بہت اسٹوپڈ بندے ہو تم... اگر تم میرے دوست نہیں ہوتے تو اٹھا کر اس فلور سے نیچے پھینک دیتی۔"

"چلو تمہارا دوست ہونے کی وجہ سے کچھ تو رعایت ملی۔" وہ اسائنمنٹ کو دیکھنے لگا تھا۔"اینی ویز... تھینکس فور دس... یو آر آمیز نگ اناہیتا۔" وہ مدھم سرگوشی میں بولا تھا۔اناہیتا نے سر ہلادیا تھا۔

"تم اس دنیا کی سب سے اچھی اور دماغ والی لڑکی ہو اناہیتا۔اگر میں للّی کے ساتھ نہیں ہوتا تو یقیناً تمہارے لیے سوچتا۔" وہ چھیڑتے ہوئے مسکرایا تھا۔وہ اسے جانتی تھی تبھی مسکرادی تھی۔

"تم اگر مجھے فری میں بھی ملو تو نہ لوں دامیان شاہ سوری۔ مجھے میرے جیسا کوئی چاہئے اور تم میرے جیسے بالکل نہیں ہو۔"

"کیا مطلب تم جیسا نہیں ہوں؟" وہ مسکرایا تھا۔

"تم مطلبی ہو۔ موقع پرست ہو اور میں ایسی نہیں ہوں۔" وہ مسکرائی تھی۔

"لیکن تم سچ میں اچھی ہو۔"

"کیونکہ میں نے رات بھر جاگ کر تمہارے لیے یہ اسائنمنٹ تیار کی ہے؟"

"نہیں... اس سے ہٹ کر... تم اچھی ہو۔" وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"وہ تو میں ہوں اور تم بھی کچھ زیادہ برے نہیں ہو۔ اچھا اب میں چلتی ہوں۔ پارسا باہر میرا انتظار کر رہی ہے۔" کہنے کے ساتھ ہی وہ اٹھی تھی۔ جب دامیان نے اس کا ہاتھ یک دم تھام لیا تھا۔ انابیتا نے پلٹ کر سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"اس کے لیے تھینکس کہنا چاہتا ہوں۔" اسائنمنٹ کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"وہ تو تم کہہ چکے۔" وہ بولی تھی۔

"ہاں... وہ... مگر... ایسے نہیں۔"

"ایسے نہیں؟... پھر کیسے؟" وہ الجھے انداز میں بولی تھی۔

"آج کا ڈنر میرے ساتھ کرو گی؟" آفر دی تھی۔

"ڈنر؟" وہ چونکی تھی۔ "دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا۔ کیا للّی سے دل بھر گیا ہے تمہارا؟" اس نے گھورا تھا۔ "دیکھو مجھ سے فلرٹ کرنے کی کوشش مت کرنا۔ باور کرایا تھا۔

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔ میرا مطلب یہ نہیں ہے انابیتا۔ دوست ملتے نہیں ہیں کیا؟ ہم کیا انوکھا ملیں گے؟" اس نے گھورا تھا۔

"دوست ملتے ہیں۔ مگر ڈنر ایک اسپیشل چیز ہے۔ تمہاری للّی بھی شاید برا مان جائے۔"

"تمہیں للّی کی اتنی پروا کیوں رہتی ہے؟"

"غلط سمجھ رہے ہو تم۔مجھے کسی کی کوئی پروا نہیں ہے۔مگر میرے خیال میں ڈنر ایک اسپیشل چیز ہے۔اچھا ایسا کرو۔تم گھر آجانا۔آج کا ڈنر ہماری طرف... میں ممی کو بتادوں گی۔تم آرہے ہو۔تھوڑا اہتمام کروالیں گی۔" وہ کہہ کر تیزی سے چلتی باہر نکل گئی تھی۔

'عجیب لڑکی ہے۔" وہ بڑبڑائے بنا نہیں رہا تھا۔اسے جاتا دیکھاتھا اور پھر سر جھکا کر اسائنمنٹ دیکھنے لگا تھا۔

...☆☆☆...

اوہ میں تو بھول چلی بابل کا دیس

پیا کا گھر پیارا لگے

کوئی بابل کو بھیجے سندیس

پیا کا گھر پیارا لگے

بوا اپنی عمر کی دو چار خواتین کو ساتھ بٹھائے اپنے زمانے کے گیت ڈھولک کی تھاپ پر خوب لہک لہک کر گارہی تھیں۔آج کے زمانے کی لڑکیاں جو وہاں بیٹھی تھیں۔ایک دوسرے کا منہ دیکھ رہی تھیں۔

"بوا ایشاع کی مایوں ہے' کیا بور کررہی ہیں آپ... ساری لڑکیاں اٹھ کر چلی جائیں گی۔" فرجاد نے چپ ہونے کی درخواست کی تھی۔مگر بوا مکمل موڈ بنا کر آئی تھیں۔

"ہارون' آج کی ایوننگ کے لیے ڈی جے کو آنا تھا وہ آگیا؟" انائیا ملک نے اس اطراف کے شور سے کان بند کرتے ہوئے قدرے چیخ کر ماتحت سے پوچھا تھا۔

"میں نے فون کردیا ہے میڈم۔وہ بس پہنچنے والے ہیں۔" ہارون نے بتایا تھا۔ تبھی وہ پلٹی تھی۔

اوہ میں تو بھول چلی بابل کا دیس

بوا لے سے گارہی تھیں۔

وہ آوازوں سے دور نکل جانا چاہتی تھی' وہ سکون چاہتی تھی مگر سامنا اس بندے سے ہو گیا تھا جس سے وہ آج کے دن ملنا بھی نہیں چاہتی تھی مگر ایسا ہونا جیسے ناممکن تھا۔کہ گھر اس کا تھا۔اس کے چپے چپے پر اس کا اختیار تھا اور وہ کہیں بھی' کسی بھی بہانے آن دھمکتا تھا۔

پیا کا گھر پیارا لگے

میں تو بھول چلی

بوا اور ان کی سہیلیوں کے سُر لاجواب تھے۔

وہ بغور اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

"ایکسکیوز می۔" اس نے سہولت سے کہہ کر راہ چاہی تھی۔فاصلہ محدود تھا اور اس کی سانسوں کی تپش اسے اپنے چہرے پر محسوس ہورہی تھی۔وہ بچنے کی جتنی راہ تلاش کرتی

ٹکراتا تھا۔

"مجھ...مجھے جانا ہے۔" کچھ فاصلے پر موجود ہجوم اس کی طرف قطعاً متوجہ نہ تھا اور اس شخص کی قربت اسے خوف زدہ کرنے لگی تھی۔معارج تغلق نے اس کے شولڈر پر ہاتھ دھرا تھا۔

وہ ایک قدم پیچھے ہٹی تھی۔

نگاہ اٹھا کر اس کی طرف دیکھ نہیں پائی تھی۔

ہمیشہ پُر اعتماد دکھائی دینے کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ اپنے اندر خوف نہیں رکھتی تھی۔اس کا لڑکی ہونا اس کے لیے سب سے زیادہ خوف زدہ ہونے کا باعث تھا۔فیملی کی رسپکٹ اسے اس شخص سے ڈراتی تھی۔وہ عزت دار فیملی سے تعلق رکھتی تھی۔نہیں چاہتی تھی خاندانی عزت پر کوئی حرف آئے۔تبھی وہ اسے... اس کے غصے کو ہوا دینا نہیں چاہتی تھی۔نہ اسے چیلنج کرکے اس کی خواہشوں کو مزید بڑھاوا دینا چاہتی تھی۔موقعے کی نزاکت وہ سمجھتی تھی۔تبھی سب بہت آرام سے ڈیل کرنا چاہتی تھی مگر وہ شخص جان کو آرہا تھا۔انداز میں ایک عجیب جُنوں خیزی تھی۔انائیا ملک کو جیسے کوئی کرنٹ چھو گیا تھا۔

"پل' پلیز...!" وہ اس کی جانب دیکھے بنا درخواست گزار انداز میں بولی تھی۔وہ دیکھ سکتا تھا اس کا چہرہ سرخ ہورہا تھا۔

"تم خواب جیسی کیوں لگتی ہو۔" اس کی سرگوشی اس کے کانوں میں تھی۔اس کی سانسیں... اس کے چہرے کو جھلسانے لگی تھیں۔وہ اپنے آپ کو اس کی گرفت سے چھڑانے کی سعی کرنے لگی تھی۔

"مسٹر تغلق پلیز۔" وہ چیخ نہیں سکتی تھی کہ عزت کا تماشا بن جاتا۔زندگی میں ایسی کسی صورتِ حال سے سابقہ پڑے گا اس کے بارے میں اس نے نہیں سوچا تھا۔

"مجھے اس خواب کو سچ ہوتے دیکھنا ہے۔" سرگوشی میں عجب ایک ضد تھی۔ ایک خو تھی، ایک من مانی تھی۔

پیا کا گھر پیارا لگے

میں تو بھول چلی

دور سے بوا کی سہیلیوں کی آواز بدستور آرہی تھی۔

"مجھے سچ کا یقین کرنا ہے۔تمہارے ہونے کا... اور..." وہ جنونی ہورہا تھا۔

انائیا اپنے آپ کو بامشکل چھڑا کر ایک قدم پیچھے ہٹی تھی اور نتیجتاً وہ پول کے پانی میں تھی۔وہ نہیں جانتی تھی اس کے ایک قدم پیچھے سوئمنگ پول ہے۔ اسے تیرنا نہیں آتا تھا۔تبھی وہ ہاتھ پاؤں مارنے لگی تھی۔

"ہیل... ہیل... پ...!" اس نے چیخنا چاہا تھا مگر ہمت دم توڑنے لگی تھی۔ بند ہوتی آنکھوں اور اُکھڑتی سانسوں کے ساتھ اس نے دیکھا تھا۔وہ اس کی

طرف تیرتا ہوا تیزی سے بڑھ رہا تھا۔مگر وہ سوئمنگ پول کی سطح پر لگ چکی تھی۔

معارج تغلق نے اسے تھاما تھا اور لے کر اوپر کی طرف اٹھنے لگا تھا اور اگلے ہی لمحے وہ سرفیس پر تھا۔اس کے وجود کو پول کے کنارے پر دھرا تھا اور پھر تیزی سے نکل کر باہر آیا تھا۔اس کی پلز چیک کی تھی۔اور فکر مندی سے اس کا چہرہ تھپتھپایا تھا۔

"انائیا..."

پیٹ دبا کر ...پانی باہر نکالا تھا مگر اس کی سانس بحال نہیں ہوئی تھی۔اس کے ہارٹ کو پُش کیا تھا۔مگر وہ بے حرکت تھی۔

"انائیا..." اس کے چہرے کو ایک بار پھر تھپتھپایا تھا۔ہاتھ اس کے ناک کے قریب لے جا کر دیکھا تھا۔سانس جیسے ناپید تھی۔اس نے ایک بار پھر اس کے ہارٹ کو پُش کیا تھا۔

سوئمنگ کے دوران جو ضروری امور اسے سکھائے گئے تھے وہ تمام ٹرائی کر لیے تھے۔اس کے ہارٹ کو پُش کر کے اس کے چہرے کو ایک بار پھر تھپتھپایا تھا۔

غالباً اس کے لیے مصنوعی سانس کا عمل اس وقت ضروری تھا۔ایک یہی شے تھی جو اس نے نہیں ٹرائی کی تھی اور یہی ناگریز بھی تھی۔تھوڑی سی دیر اور ہوجاتی تو اس کی سانس واپس نہیں آتی۔

شادی کا گھر تھا۔اس وقت سب مصروف تھے۔کوئی اطراف نہیں تھا اور کوئی اطراف ہوتا تو اسے شاید فرق نہیں پڑتا تھا۔

ایک ضروری اقدام کرنے کو وہ غلط تصور نہیں کرتا تھا کسی کی جان بچانے کے لیے یہ اقدام ناگزیر تھا اور اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔وہ اسے مصنوعی سانس دینے کی کوشش کرنے لگا۔

...☆☆☆...

کوئی خلا تھا جیسے۔

زمین اور آسمان کے بیچ کی کوئی جگہ جسے وہ نہیں جانتی تھی۔پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ٹھنڈے یخ برف سے وجود میں زندگی کا احساس ایک لمحے میں جاگا تھا۔

ایک گہری سانس کے ساتھ' آنکھ کھلی تھی تو زندگی کا احساس اپنے وجود کے اندر محسوس ہوا تھا۔

ایک گرمی کا احساس' وہ اس کے چہرے پر جھکا ہوا تھا۔اسے آنکھوں کو کھولتا دیکھ کر اس کے چہرے پر اطمینان تھا۔

انائیا ملک نے اس دھندلے سے احساس کو کسی خواب کا نام دینا چاہا تھا۔آنکھیں دوبارہ بند کرنے کو دل چاہا تھا' مگر وہ ایسا نہیں کر پائی تھی۔

وہ بدستور اس کے چہرے پر جھکا ہوا تھا۔

''آر یو اوکے؟'' ایک مدھم سرگوشی اس کی سماعتوں میں اتری تھی۔اسے لمحے بھر ہی میں احساس ہوا تھا۔ایک ادراک ہوا تھا۔سارا واقعہ پَل میں ذہن کی اسکرین پر گھوم گیا تھا۔اس کا پانی میں گرنا' حواس کھونا اور... اس نے لبوں پر زبان پھیری تھی۔ہاتھ لگا کر چھوا تھا کسی ''اند وہ ناک سانحے'' کا ادراک ہوتے ہی وہ ایک دم سے اٹھ بیٹھی تھی۔

"آئی ایم سوری۔آپ کو مصنوعی سانس کی ضرورت تھی۔یہ نا گریز تھا۔" وہ وضاحت دے رہا تھا۔اس کی آنکھیں شفاف تھیں۔کہیں کسی ریا کاری کی رمق نہ تھی۔

کہیں جھوٹ کی شباہت نہ تھی۔

کوئی من گھڑت کہانی نہیں تھی۔

وہ کسی گناہ کا مرتکب نہیں ہوا تھا۔

مگر اس نے اپنے ہاتھ کو لبوں پر رکھ کر سختی سے رگڑ ڈالا تھا۔نگاہ میں کسی رحم کی کوئی امید نہیں تھی۔وہ اسے ملک عدم روانہ کر دیتی اگر اسے سچ میں اختیار ہوتا۔اتنی سنگ دل نہیں تھی مگر اس شخص کے معاملے میں اس کا دل پتھر ہو چکا تھا۔

"آئی ایم سوری۔میرا ایسا کچھ ارادہ نہیں تھا' اور مجھے نہیں پتا تھا آپ سوئمنگ پول کے پانی میں گر جائیں گی۔آپ کو تیرنا آتا ہے کہ نہیں میں یہ بھی نہیں جانتا تھا۔" وہ وضاحت دے رہا تھا' کوئی صفائی مگر وہ ایک دم سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

آنکھیں پانیوں سے بھر آئی تھیں اور وہ اس شخص کے سامنے کمزور پڑنا نہیں چاہتی تھی۔نہ اسے اس بات کا احساس ہونے دینا چاہتی تھی۔کہ وہ کمزور ہے۔ اس کا جسم کسی پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔سانس اب بھی بحال نہیں ہوئی تھی۔وہ کھینچ کھینچ کر سانس لے رہی تھی۔

"آپ کو اسپتال لے جانے کی ضرورت ہے۔" اسے احساس نہیں ہوا تھا کب اس کا ہاتھ اس شخص کی آہنی گرفت میں آگیا تھا۔

"چھوئیے مت مجھے۔"

پانیوں سے بھری آنکھیں اس نے اس کے چہرے پر گاڑ دی تھیں۔اندر سختی لیے ہوئے تھا جیسے اس دھان پان سی لڑکی کی ہمت جواب دے گئی ہو اور اب مزید وہ کچھ اور برداشت نہیں کرنا چاہتی ہو۔

"آپ بچوں جیسی باتیں کر رہی ہیں اب میں نے آپ کو جان بوجھ کر نہیں چھوا۔ایسا ضروری تھا اور آپ کو اس لمحے اس لیے چھوا ہے کہ آپ کا سانس بحال نہیں ہوا ہے اور آپ کو صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آپ کو اسپتال لے جانا ضروری ہے۔" ہمیشہ تنا کھڑا شخص اس لمحے کسی قدر نرمی برت رہا تھا۔مگر

انائیا ملک نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے چھڑا لیا تھا۔خاموشی سے اسے دیکھا تھا۔اس سے پہلے کہ آنکھوں سے نمکین پانی چھلک آتا وہ تیزی سے پلٹ کر آگے بڑھنے لگی تھی۔

معارج تغلق اسے خاموشی سے کھڑا دیکھتا رہ گیا تھا۔

...☆☆☆...

شاور لینے کے بعد کافی کا کپ لے کر وہ ٹیرس پر آگئی تھی۔اس نے ارادہ باندھ لیا تھا آج کے بعد وہ اس شخص کی طرف جانے والے کسی راستے پر قدم نہیں رکھے گی۔

ذہن میں ہونے والے سارے واقعات گھوم رہے تھے اور آج کے واقعے کو لے کر اس کے اندر ایک شدید غصے کی لہر تھی جو اب تک معدوم نہیں پڑی تھی۔کافی کا ایک سپ لے کر اس نے سارہ کا نمبر ملایا تھا اور ہدایت کی تھی کہ تغلق پیلس میں ہونے والی تقریبات کا جائزہ وہ لے لے۔فون منقطع کر کے وہ پلٹی تھی جب نانا کو سامنے کھڑا دیکھ کر چونک گئی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"کیا ہوا؟" اس کے چہرے کی کیفیت ان کی نگاہوں سے چھپی نہیں رہ سکی تھی۔

"کچھ نہیں نانا۔میں تھک گئی تھی سر میں بہت درد تھا تبھی کافی لے کر یہاں چلی آئی۔" اس نے ان کی جانب دیکھے بنا وضاحت دی تھی۔

"تمہاری ماں پریشان ہو رہی تھی کہ ڈنر کیسے بنا تم اٹھ گئیں پھر آج کی کافی بھی میرے بنا ہی پی لی۔کچھ تشویش ہوئی۔" نانا اس کا مزاج جانتے تھے۔تبھی بولے تھے۔

وہ کچھ نہیں کہہ سکی تھی۔ان کی طرف سے نگاہ ہٹالی تھی۔تبھی وہ چلتے ہوئے دو قدم آگے بڑھ آئے تھے۔اسے بغور دیکھتے ہوئے بولے تھے۔

"کوئی پریشانی ہے؟ اپنے نانا سے نہیں کہو گی؟" وہ بہت ملائمت سے مسکرا رہے تھے اور انائیا خالی خالی آنکھوں سے دیکھنے لگی تھی۔سمجھ نہیں آیا تھا کہ ان سے کچھ کہے یا نہ کہے۔

وہ بتاتی تو شاید وہ پریشان ہوجاتے اور پھر بات شاید ممی تک بھی پہنچ جاتی اور ان کی طبیعت تو یوں بھی خراب رہتی تھی۔

”نہیں نانا کوئی پریشانی نہیں۔“ وہ ایک لمحے کے توقف کے بعد نارمل ہو کر مسکرائی تھی۔

”آج بھوک نہیں تھی سو ڈنر کرنے کو دل ہی نہیں چاہا میں تو بس ممی کے لیے ٹیبل پر بیٹھ گئی تھی تاکہ وہ ڈنر آرام سے کر سکیں۔ آج کام بہت زیادہ تھا سو بہت تھکن ہوگئی۔“ اس نے حتیٰ الامکان کوشش کی تھی انہیں مطمئن کرنے کی۔

نانا اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے مسکرا دیے تھے۔

”اتنا کام مت کیا کرو اپنی صحت کا بھی خیال رکھو۔ بیمار پڑ گئیں تو سب سے زیادہ فکر تمہاری ماں کو ہی ہوگی۔“ وہ سر ہلانے لگی تھی۔

”جانتی ہوں نانا تبھی تو اپنا بہت خیال رکھتی ہوں۔ اینی ویز آپ کو کافی مزید چاہیے؟“ اس نے پوچھا تھا۔

”نہیں میں بس سونے جا رہا تھا۔ تمہیں نہیں دیکھا تو یہاں چلا آیا اور ہاں تمہاری اس گیشا نے کچھ نہیں کھایا۔ آج کچھ سست لگ رہی تھی۔ تم اسے ڈاکٹر کو دکھا دینا یا مجھے اگر اگر کل ٹائم ملا تو لے جاؤں گا۔“ نانا نے مطلع کیا تھا وہ چونکی تھی۔

”اچھا ٹھیک ہے میں دیکھ لوں گی۔ آپ کو بک پڑھ کر سنا دوں؟ ورنہ آپ کو نیند نہیں آئے گی۔“ وہ مسکرائی تھی۔

”نہیں اس کی ضرورت نہیں۔ آج میں بنا کتاب سنے سو جاؤں گا۔ تم آرام کرو تم بھی تھکی ہوئی ہو۔“

انائیا نے سر ہلایا تھا اور نانا پلٹ کر چلے گئے تھے۔

ان کے جانے کے بعد بھی وہ کافی دیر تک وہیں کھڑی خالی خالی نظروں سے خلاؤں میں دیکھتی رہی تھی۔

اس شخص نے اسے سچ میں ڈسٹرب کر دیا تھا۔

اگلے دن اس نے سارہ کو "تغلق پیلس" بھیج کر سکون کا ایک گہرا سانس لیا تھا۔جیسا شاید اس نے سوچا تھا اتنا مشکل نہیں تھا۔دن آرام سے گزر گیا تھا۔ شام ہوگئی تھی اور پھر رات بھی۔

"تو یہ اتنا آسان تھا پھر یہ میں نے پہلے کیوں نہیں کر دیا؟" اس نے اپنی بے وقوفی پر خود کو خود ہی کوسا تھا۔

شاید بہت چھوٹی چھوٹی معمولی چیزوں پر پریشان ہو جاتی ہے وہ۔جس پر اگر پریشان نہ ہوا جائے تو حل آرام سے برآمد ہو سکتا ہے۔عدن ٹھیک کہتا ہے اس نے اطمینان کا ایک گہر اسانس لیتے ہوئے سوچا تھا۔

اور ٹھیک کہا تھا عدن نے کہ وہ شخص کوئی اتنا بڑا خطرہ نہیں ہے۔پڑھا لکھا مہذب ہے۔اتنا برا نہیں ہوسکتا اور شاید اس دن اس کے سوئمنگ پول میں ڈوبنے کے واقعے نے اس پر کچھ اثر کیا تھا اور شاید وہ خود بھی شرمندہ ہو گیا تھا۔

اس نے اپنے طور پر سوچ کر سارہ کا نمبر ملایا تھا۔

"کیسا رہا سب آج؟ کام زیادہ تو نہیں تھا؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"نہیں کام تو زیادہ نہیں تھا تم کافی کچھ تو کر چکی تھیں مجھے زیادہ کچھ کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔" سارہ نے دوسری طرف اطمینان سے مسکراتے ہوئے کہا تھا اور اس کا اطمینان اور بھی بڑھ گیا تھا۔

"گڈ۔میں کل ملتی ہوں پھر آفس میں، گڈ نائیٹ۔" سارہ سے بات کر کے کچھ سکون تو ہاتھ لگا تھا۔

اس سے اگلے دن بھی اس نے سارہ کو بھجوا دیا تھا اور بہت اطمینان سے گھر آئی تھی۔مگر نانا کے ساتھ کسی کو بیٹھے دیکھ کر چونک جانا پڑا تھا۔اس کی طرف اس کی پشت تھی۔غالباً عدن تھا۔اس روز بھی ملنے کا کہہ رہا تھا۔وہ مسکراتی ہوئی آگے بڑھی تھی مگر قریب جا کر اس کو اپنے حواس ایک لمحے میں ساتھ چھوڑتے دکھائی دیے تھے۔زمین جیسے گول گول گھومنے لگی تھی۔اس نے ستون تھاما تھا۔تبھی معارج تغلق کی نگاہ اس پر پڑی تھی اور نانا بھی متوجہ ہوئے تھے۔

"انائیا دیکھو بیٹا تمہارے دوست آئے ہیں یہ تو کافی دلچسپ نوجوان ہے اور ہونہار بھی برخوردار تم سے مل کر سچ میں بہت خوشی ہوئی۔اس چھوٹی سی

عمر میں جو جھنڈے تم نے گاڑے ہیں وہ وہ بہت خال خال ہی دکھائی دیا ہے۔" نانا کو اس نے پتا نہیں کیا کیا کہانیاں سنائی تھیں کہ وہ اس کے گن گاتے دکھائی دے رہے تھے۔

انائیا ملک کو اپنی نگاہوں پر یقین نہیں تھا وہ اس کے گھر تک پہنچ چکا تھا۔ اس کے گھر کے اندر بیٹھا تھا۔

کیا چاہتا تھا یہ شخص؟

وہ جو سوچ بیٹھی تھی کہ سب ٹھیک ہے تو کیا وہ غلط تھی۔

اسے اپنی طرف دیکھتا اور مسکراتا پا کر وہ کچھ زیادہ نہیں سوچ سکی تھی۔یہ کیا ہو رہا تھا؟

کیوں؟

وہ خالی خالی نظروں سے اس منظر کو دیکھ رہی تھی۔

"وہاں کیا کھڑی ہو آگے آؤ ناں۔" نانا نے اسے پکارا تھا اور پھر معارج تغلق کی سمت متوجہ ہوتے ہوئے بولے تھے۔

"جب تم اسپتال میں تھے تو ہماری انائیا کو بڑی فکر تھی تمہاری تمہارا بہت ذکر کرتی تھی۔بہت حساس ہے ہماری بچی کسی کو بھی مشکل یا تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی۔چاہے اس میں غلطی اس کی ہو یا نہ ہو۔وہ اس بندے کی تکلیف میں برابر کی شریک دکھائی دیتی ہے۔" نانا نے بتایا تھا اور وہ مسکرا دیا تھا۔

"جی اندازہ ہے مجھے اس بات کا۔" معارج تغلق کی نگاہوں نے اس کے چہرے' خدوخال سے الجھنے کی گستاخی کی تھی۔

انائیا ملک کے لیے دو چار قدم آگے بڑھ آنا ناگزیر ہو گیا تھا۔

ممی کچن میں اس کے لیے بطور خاص پکوان بنا رہی تھیں۔چائے پر اچھا خاصا اہتمام تھا خوش بو یہاں تک آ رہی تھی۔وہ حیران تھی کس قدر بے تکلفی سے وہ نانا کی کسی بات پر مسکرا رہا تھا۔تھوڑی ہی دیر میں وہ خاصا گھل مل گیا تھا وہ کسی قدر بے دھیانی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔اگر وہ اپنے اس لمحے کی کیفیت کو "حواس باختہ" قرار دیتی تھی تو وہ تھی۔

"بیٹھو تم کھڑی کیوں ہو؟" نانا نے اسے کھڑے دیکھ کر کہا تھا۔

"وہ... میں..." وہ کچھ زیادہ نہیں بول سکی تھی۔ تبھی نانا کا سیل فون بجا تھا اور وہ اٹھ کر "ایکسکیوزمی" کہتے ہوئے باہر نکل گئے تھے۔

اب اس کمرے میں وہ دونوں موجود تھے۔

انائیا ملک خاموشی سے کھڑی اسے بغور دیکھ رہی تھی۔ جب وہ مسکرا دیا تھا۔

"آپ کچھ پریشان لگ رہی ہیں؟" اس کے اطمینان کو دھچکا لگا اور وہ اس کے سکون کے دریا میں اپنی موجودگی کا پتھر پھینک کر جیسے بہت مطمئن تھا۔ شاید وہ اسے اپنے ہونے کا احساس کروانا چاہتا تھا۔

"آپ یہاں تک کیوں چلے آئے؟" انائیا ملک نہیں ظاہر کرنا چاہتی تھی کہ اس کے آنے سے وہ ڈسٹرب ہوئی ہے۔

"آپ سمجھ رہی تھیں آپ کے نہ آنے کا نوٹس نہیں لیا جائے گا؟" اس کے اطمینان سے پوچھنے پر معارج تغلق نے ایک مزید سوال داغ دیا تھا۔

"آپ میرے ہونے یا نہ ہونے کا نوٹس کیوں لیتے ہیں؟ اتنی اہمیت کیوں دیتے ہیں مجھے؟" وہ سخت الفاظ استعمال کرنا نہیں چاہتی تھی، مگر اس کی آواز

سے پتا چل رہا تھا وہ جیسے اس لمحے آندھیوں کی زد پر تھی۔ وہ خود کو پر اعتماد ظاہر کرنا چاہتی تھی۔ مگر اس کا وجود اس گھڑی ایک "ارتعاش" کے زیر اثر تھا۔

معارج تغلق انتہائی محظوظ ہوا تھا۔

"آپ کو لگتا ہے میں آپ کو بہت اہمیت دے رہا ہوں، اس سانحے کی خبر آپ کو کیسے ہوئی؟"

"اپنے آپ کو آئینے میں دیکھا ہے آپ نے؟ عجیب مجنوں سے دکھائی دیتے ہیں۔ دو دن دکھائی نہیں دی تو قیس بن کر کھینچے چلے آئے۔" انائیا ملک کی بات اسے مسکرانے پر مجبور کر گئی تھی۔

"اب اگر قیس بنا دیا ہے تو کوئی تدراک بھی تو ہوگا؟ کوئی سدِ باب کوئی تدبیر؟ یا پھر وہ بھی نہیں؟" وہ اس کی الجھی باتوں میں سے بھی اپنے معنی نکال رہا تھا۔ کسی طنز کسی لعن طعن کا اس پر سرے سے کوئی اثر نہ تھا۔

انائیا ملک کو ماننا پڑا تھا کہ آج تک زندگی میں وہ جتنے لوگوں سے ملی تھی وہ ان سب سے کائیاں تھا۔

”میں جانتی تھی آپ یہاں تک آسکتے ہیں۔میں حیران نہیں ہوں مگر آپ دو دن بھی نہیں رہ پائیں گے اس بات کا اندازہ نہیں تھا۔“

وہ عجیب طنز کر رہی تھی۔

”اب اگر آپ کا معمول بن گیا ہوں تو کیا بعید؟ معمول تو وہیں ہوتا ہے جہاں عامل ہوتا ہے۔“ اس کی مسکراہٹ گہری تھی۔آنکھیں بغور اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھیں۔

”آپ بھول نہیں سکتے؟“ وہ اکتا کر بولی تھی۔

”کیا؟“ وہ جاننے کا مشتاق ہوا تھا۔

”کہ کبھی ہم ملے بھی تھے؟“

”آپ کیوں چاہتی ہیں میں بھول جاؤں؟“

”میں واقعی کوئی عامل ہوتی تو آپ کو سچ میں اپنا معمول بنا لیتی۔سب سے پہلے آپ کی دماغ کی سلیٹ پر سے پچھلے دنوں کی ہر بات ایک پل میں مٹاتی اور آپ کو آزاد کر دیتی، مگر افسوس مجھ پر ایسا کوئی اسم ہے نا کوئی کلیہ۔آپ کے معاملے میں خود کو بے بس پاتی ہوں۔“

”گڈ چلو کسی معاملے میں آپ بھی خود کو بے بس پاتی ہیں۔“ وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔اس کے مقابل تنا کھڑا اسے بغور دیکھ رہا تھا۔

”آپ کو مجھے بے بس دیکھنا اچھا لگتاہے؟“ اس کی آنکھوں میں براہ راست دیکھتی ہوئی بولی تھی۔

”شاید۔“ وہ کچھ بولنے جا رہا تھا۔جب ممی چائے کی ٹرالی کے ساتھ اندر داخل ہوئی تھیں اور اسے چپ ہوجا نا پڑا تھا۔

”ارے تم کھڑے کیوں ہو۔بیٹھ جاؤ۔دوستوں میں اتنی اجنبیت، ایسے خاموش ہو جیسے جانتے نہیں۔“ ممی نے ان کی خاموشی پر چوٹ کی تھی، وہ مسکرا دیا تھا۔

”دوست بہت دنوں بعد ملتے ہیں۔تو کبھی کبھی لفظ کہیں کھو جاتے ہیں آنٹی۔ ہمارے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا ہے اور آپ نے اتنا تکلف کیوں کردیا؟ مانا پہلی بار آیا ہوں آخری بار تو نہیں؟ سارا کچھ آپ آج ہی کھلا دیں گی۔“ وہ اپنے پن سے کہتا کہیں سے بھی اس گھر کے افراد سے یا ماحول سے غیر

مانوس نہیں لگا تھا۔ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ پہلے بھی آتا جاتا رہا ہو اور اس گھر
اور
اچھی طرح جانتا ہو۔

ممی نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا اور وہ سعادت مندی سے بیٹھ بھی گیا تھا۔
ممی پلیٹ میں لوازمات نکال کر چائے کے ساتھ اسے دینے لگی تھیں۔

"کمال ہے آنٹی آپ کو کیسے پتا چلا مجھے گلاب جامن پسند ہیں اور یہ چکن کباب
لگتا ہے آپ انائیا کی نہیں میری ماں ہیں۔" وہ اپنی پلیٹ میں رکھے جانے
والے لوازمات کو دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

وہ نپا تلا مزاج رکھنے والا بندہ جس کی خاموشی کے سکوت سے بھی اسے خوف
آتا تھا۔اس لمحے ممی سے کیسا بے تکلف دکھائی دے رہا تھا۔

"سب مائیں ایک جیسی ہوتی ہیں، سو وہ بچوں کا مزاج بھی جانتی ہیں گلاب
جامن اور چکن کباب تو انائیا کے بھی فیورٹ ہیں۔مجھے لگا تم دوست ہو تو پسند
مشترک ہی ہوگی۔تم یہ براؤنیز لونا۔" ممی نے پلیٹ آگے کی تھی۔

وہ کھڑی خاموشی سے دیکھ رہی تھی۔اس کے گھر والوں کو اگر پتا چل جاتا کہ
یہ شخص ان کی بیٹی کو اتنا پریشان کر رہا ہے تو کیا وہ اس کی اتنی خاطر
مدارات کرتے؟ اسے اتنی پذیرائی دیتے؟

"یہ انائیا بی آپ کا ہاتھ بٹاتی ہیں یا سب کچھ آپ کو اکیلے ہی کرنا پڑتا ہے؟"
وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا تھا۔

"انائیا کے پاس اتنا ٹائم کہاں ہوتا ہے اتنی بزی رہتی ہے اسے تو کھانے
تک کا ہوش نہیں ہوتا۔چڑیا جتنا کھاتی ہے یہ۔صحت کا حال دیکھ رہے ہو نا
بچوں کی طرح زبردستی کھلاتی ہوں۔ڈانٹ ڈپٹ کر کے۔ورنہ یہ تو وہ بھی نہ
کھائے اگلے گھر جائے گی تو جانے کیا کرے گی۔" ممی بہت اپنے پن سے
اسے بتا رہی تھیں۔وہ مسکرا دیا تھا۔نگاہ اس پر ڈالی تھی۔

اسے ممی کا یہ سب بتانا اچھا نہیں لگا تھا۔چہرے پر ناگواری کا تاثر تھا۔مگر وہ
اس لمحے کوئی احتجاج نہیں کر سکی تھی۔

"آپ اسے بھی کچھ سکھائیں اگر سیکھے گی نہیں تو اگلے گھر جا کر کیا کرے
گی؟" بالکل ممی والے انداز میں وہ بولا تھا۔ممی مسکرادی تھیں۔

مگر اس کی تیوری پر پڑے بل صاف دکھائی دے رہے تھے۔

''ممی!'' اس نے الجھے ہوئے انداز میں کہا تھا۔ ممی مسکرادی تھیں۔

''آپ کو پتا ہے آنٹی میری ممی بھی بالکل آپ جیسا مزے دار' ذائقے دار کھانا بناتی ہیں۔سوچتا ہوں بیوی ایسی ملی تو کیسے گزارا کروں گا۔اسے بتانا ہو گا کہ دل کا رستا کہیں معدے سے قریب ہو کر گزرتا ہے۔'' وہ اس گھر کے رنگ میں مکمل طور پر رنگ چکا تھا کیا تھا اس کا سچ؟ کیا تھی اس کی سچائی؟

یہاں اس گھڑی اس طرح اس کے گھر میں بیٹھے وہ کیا لگ رہا تھا ایک ریاست کا باسی... کل اختیار... خود مختار شخص اور وہ لیا دیا انداز۔

اس کی نظروں کا سکوت (یا پھر اسے ہی محسوس ہوتا تھا)۔

کیا اسرار تھا جو اسے اس کے گرد حصار باندھنے پر مجبور کرتا تھا۔

کیا بعید تھا کہ وہ اس کا سایہ بنتا جا رہا تھا۔

یا پھر کچھ تھا بھی کہ نہیں۔

یا پھر صرف ایک وہم۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نانا کے ساتھ' ممی کے ساتھ کیسا بے تکلّف تھا وہ تھوڑی ہی دیر میں۔تھوڑی دیر بعد جب وہ جا رہا تھا تو وہ رسماً اسے چھوڑنے باہر آئی تھی۔غالباً وہ اس کے یہاں آنے کا مدعا جاننا چاہتی تھی۔

''تم آنٹی سے کھانا بنانا کیوں نہیں سیکھتیں؟'' وہ بنا اِدھر اُدھر کی کہے بولا تھا۔

''آپ مجھے یہاں آج یہی بتانے آئے تھے؟ آتے ہوئے ایک کُکری ریسی پی بک بھی پکڑ لاتے۔آپ کو تو یوں بھی تحفے تحائف دینے کا بڑا شوق ہے۔'' اس نے انتہائی جلے کٹے انداز میں کہا تھا۔وہ مسکرائے بنا نہیں رہا تھا۔

''مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ کو کُکری ریسی پی بک کی ضرورت ہے ورنہ میں ضرور لے آتا۔تو پھر یہ طے ہے کہ آپ کھانابنانا کل سے ہی سیکھ رہی ہیں؟'' وہ غالباً اسے زچ کر رہا تھا۔

انائیا ملک کے پاس سوائے اسے جھیلنے کے کوئی چارہ نہ تھا۔وہ جان کو آگیا تھا ۔گھر تک آن پہنچا تھا۔اب اگر وہ شور مچاتی تو نانا اور ممی کو سارے معمے کی ہوا لگ جاتی اور یہی وہ نہیں چاہتی تھی اورغالباً وہ جانتا تھا اس کا ہاتھ اس وقت اس کی شہہ رگ پر تھا اور تبھی وہ اس کا فائدہ بھی اٹھا رہا تھا۔

"فی الحال میرا شیف بننے کا کوئی ارادہ نہیں ہے اور اگر کبھی ہوا تو میں آپ سے مشورہ طلب نہیں کروں گی۔" اس نے کسی قدر پر سکون انداز میں کہا تھا۔

"ایک اچھی وائف بننے کے لیے ایک اچھا شیف بننا بہت ضروری ہے اگر آج ایک چڑیا جتنا آپ کھائیں گی تو کل گھر کیسے چلائیں گی؟" ایسی باتیں کرنا بے معنی... لا یعنی... کیا اس شخص کا خاصہ تھا؟ وہ کسی قدر حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ کیا تھا اس شخص کا رنگ؟ کیا چہرہ تھا اس کا؟

کیا وہ اب تک اس کا مزاج نہیں سمجھ سکی تھی؟

اور اسے اس کا مزاج سمجھنا بھی کیوں ضروری تھا؟

"دیکھیے آپ کو مجھ سے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیے۔ میں چڑیا جتنا کھاؤں یا ہاتھی جتنا۔ یہ آپ کا مسئلہ نہیں ہے اور کل میں گھر کیسے چلاتی ہوں یہ فکر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پالنے کی ضرورت آپ کو نہیں ہے۔ آپ اپنے کام سے کام رکھیں۔" اس نے تنبیہ کی تھی۔

"اپنے کام سے کام تو رکھ رہا ہوں۔" وہ مسکرا رہا تھا۔ "کھانا بنانا آپ کو نہیں آتا، تیرنا آپ کو نہیں آتا، لفٹ میں سفر کرنے سے آپ ڈرتی ہیں، یہ جتنے بھی فوبیاز ہیں نا ان کو فوراً ختم کریں آپ کل سے سوئمنگ کلاسز جوائن کریں گی۔ آپ جانتی ہیں مجھے ایڈونچر پسند ہے۔ سمندر کی آخری تہہ تک چلے جانا میرا فیورٹ مشغلہ ہے اور آپ کو سرے سے تیرنا ہی نہیں آتا۔" وہ اطمینان سے کہہ رہا تھا۔

"وہاٹ؟" وہ چونکی تھی۔

"آپ کو ڈائیونگ پسند ہے تو اس سے میرا کیا لینا دینا میری بلا سے آپ سکوبا ڈائیونگ کریں یا اسکائے ڈائیونگ مجھے اس سے کچھ لینا دینا نہیں۔ جن باتوں سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ان کے بارے میں بات کر کے بھی وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی۔" وہ اس کے تیوروں پر حیران تھی۔

"سیکھنا بری بات تو نہیں۔" وہ نرمی سے بولا تھا۔

"مجھے نہیں سیکھنا... سمندر میں غوطہ خوری کا جب کوئی شوق ہی نہیں تو؟ آپ میرا ہز بینڈ بننے کی کوشش مت کیجیے۔اگر اس نے بھی مجھ پر کوئی ایسی ویسی دھونس جمائی نا تو... مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔" وہ اسے بتانے کی حتیٰ الامکان کوشش کر رہی تھی کہ وہ اس کے کنٹرول میں آنے والی نہیں۔

مگر وہ زیرِ لب آنے والی مسکراہٹ دبا نہیں سکا تھا۔اپنے سامنے کھڑی دھان پان سی لڑکی کو بغور دیکھا تھا۔

"آپ کو ہارنا اچھا نہیں لگتا؟" جانے کیا سوچ کر بولا تھا۔

"کسے اچھا لگتا ہے؟ آپ ہارنا چاہیں گے؟" وہ برجستگی سے بولی تھی۔وہ لاجواب ہو گیا تھا۔

"شاید۔" کچھ دیر کے توقف سے وہ نرمی سے بولا تھا۔"میں کبھی ہارا نہیں ہوں' مگر شاید کبھی ہارا بھی تو جھیل جاؤں گا میں اس ہار میں بھی کوئی رضا جانوں گا۔

وہ اپنے اندر ایک عجیب ٹھہراؤ رکھتا تھا۔

"اگر آپ کو ہار جیت سے کوئی فرق نہیں پڑتا تو میرے پیچھے ہاتھ دھو کر کیوں پڑ گئے ہیں۔مجھے ایک "ٹاسک" کیوں سمجھ بیٹھے ہیں اگر یہ کوئی ٹاسک

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہے بھی تو ہار کیوں نہیں جاتے؟ چیلنج ہے تو بھی پورا کیے بنا ادھورا چھوڑ دینے میں ہی کوئی مصلحت کیوں نہیں سمجھتے وہ اسے حیران کر رہی تھی۔بلا شبہ وہ ذہین تھی اور پر اعتماد بھی۔

وہ کچھ دیر خاموشی سے اسے تکتا رہا تھا پھر ملائمت سے مسکرادیا تھا۔

"آپ کل آرہی ہیں؟" وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔اس جملے کی نوعیت کیا تھی کوئی آرڈر تھا؟ مشورہ؟ درخواست؟ یا پھر سوال۔تو بلآخر وہ اپنے مدعا پر آگیا تھا۔

"میری بات مسز تغلق سے ہو گئی تھی۔میں نے انہیں بتا دیا تھا کہ میں کچھ دنوں تک بزی رہوں گی تو اس پروجیکٹ کو پورا کرنے کی ذمے داری سارہ کے کاندھوں پر ڈال دی ہے۔ان کو اس پر کوئی اعتراض نہیں آل موسٹ سب ڈن ہے۔سارہ کو کچھ زیادہ کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی' اگر ہوئی بھی تو میں یہیں ہوں آپ فکر مت کریں۔" اتنی وضاحتوں کی ضرورت نہیں تھی مگر وہ جانے کیوں اتنا بول گئی تھی۔اپنی بے وقوفی کا اندازہ اپنے طور پر بھی ہوا تھا۔

”اس پروجیکٹ کو اسٹارٹ آپ نے کیا تھا اور اینڈ بھی آپ ہی کریں گی۔“ وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر کسی قدر اطمینان سے مسکرا رہا تھا۔

”میرے پاس وقت نہیں۔“ اس نے من مانی کی تھی۔

”وقت نکالیں۔“ حکم؟ درخواست؟ وہ چونکی تھی۔

”آپ مجھ پر دھونس جما رہے ہیں۔“ اسے سیٹ سنبھالتے دیکھ کر بولی تھی۔

”کل سے لائف جیکٹ کا بندوبست بھی کر کے آئیے گا' اگر آس پاس بچانے کے لیے میں نہ ہوا تو آپ کم از کم سوئمنگ پول کے پانی میں ڈوبیں گی نہیں۔“ آنکھوں پر سیاہ گلاسز چڑھا کر وہ اپنے اندر کے سارے تاثرات چھپا گیا تھا۔

”میں نہیں آؤں گی۔“ وہ منمنائی۔ ”سارہ آل ریڈی وہاں ہے۔“ اسے اپنا آپ ایک ننھے منے تنکے کا سا لگا تھا جو ایک طوفان کے سامنے تن تنہا کھڑا اپنی بقا کی جنگ لڑ رہا ہو۔ اس نے اپنے اندر ایک سنسنی سی محسوس کر کے لبوں پر زبان پھیری تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”میں نہیں آؤں گی۔“ وہ ڈھنگ سے چیخ بھی نہیں سکی تھی۔ وہ گاڑی ریورس کر کے باہر نکالنے لگا تھا۔ اپنی ایک نہ سنتے ہوئے دیکھ اس نے زمین پر پاؤں پٹخے تھے۔

☆☆...☆☆

”تم نے پوچھا نہیں؟“ عدن نے چاکلیٹ چپ پر ہاتھ صاف کرتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تھا۔

”کیا؟“ وہ چونکی تھی۔

”یہی کہ وہ کیوں چاہتا ہے کہ تم کوکنگ کلاسز جوائن کرو۔ یا کیوں سوئمنگ سیکھو؟ کہیں وہ تم سے شادی کے لیے تو انٹرسٹڈ نہیں؟“ عدن نے چونکایا تھا۔ وہ یہ سن کر اسے گھورنے لگی تھی۔

”ویسے اگر وہ ایسا سوچ رہا ہے تو وہ دنیا کا سب سے زیادہ ”جنتی بندہ“ ہے۔ تم جیسی توپ لڑکی کو جھیلنا آسان نہیں۔ عدن کو دنیا کی ساری خامیاں اس میں دکھائی دیتی تھیں۔

"عدن! تمہیں میں نے فون کر کے اس لیے بلایا ہے کہ تم اس کی حمایت کرو؟"

"میں اس کی حمایت نہیں کر رہا۔" وہ شانے اچکا کر بولا تھا۔

"اسے حمایت نہیں تو شاید ہمدردی کہتے ہوں گے۔"

"تسکین مل رہی ہے کہ چلو کوئی تو ہے جو کسی کی ناک میں دم کر رہا ہے۔" وہ جل کر بولی تھی۔

"یار تم غلط سمجھ رہی ہو' میں اس کی حمایت کیوں کرنے لگا؟ میں تو تمہاری حمایت کروں گا کہ تم میری کزن ہو۔" وہ مسکرا رہا تھا۔چاکلیٹ کی پلیٹ اس کی طرف بڑھائی تھی مگر اس نے نظر انداز کر دیا تھا۔

"تم جانا چاہتی ہو؟'

"تم جانتے ہو میں کیا چاہتی ہوں۔"

"ایک کام کرو۔"

"کیا؟" وہ چونکی تھی۔

"تم نانا کو بتادو۔" عدن نے مشورہ دیا تھا۔

"کیا بتاؤں۔ایک مجنوں میرے پیچھے پڑ گیا ہے اور میری ناک میں دم کر دیا ہے؟" انائیا ملک کا خون غالباً بوائلنگ پوائنٹ پر تھا۔

"انائیا۔اس کی باتوں سے نہیں لگتا کہ وہ کوئی خطرہ ہے۔اس کا انداز لائیٹ ہے۔باتوں میں مزاح کا عنصر زیادہ ہے۔وہ غالباً تم سے متاثر ہوا ہے بس اور کوئی بات مجھے دکھائی نہیں دیتی۔تمہارے آس پاس رہتا ہے۔شاید ایسا اسے اچھا لگتا ہے۔" عدن کسی نتیجے پر پہنچا تھا۔

"مگر کیوں؟ کیوں اچھا لگتا ہے یہ سب۔میں نے اسے متاثر کرنے کی کوئی کوشش کبھی نہیں کی۔میں تو اتنی محتاط ہوں کہ اس کی بدتمیزیاں بھی آرام سے جھیل رہی ہوں کہ اگر کسی بات سے اسے لگ گیا کہ میں "چیلنج" کر رہی ہوں تو وہ پورے طور پر ڈٹ جائے گا اور جیتنے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔میری اس سے کوئی جنگ نہیں۔نہ کوئی اختلاف ہے۔میں تو اسے ڈھنگ سے جانتی بھی نہیں' پھر وہ مجھے اتنا پریشان کیوں کر رہا ہے۔" وہ تھکی تھکی

دکھائی دے رہی تھی۔سر جھکائے بیٹھی کسی قدر ڈسٹرب تھی۔عدن نے اس کے جھکے ہوئے سر کو دیکھا تھا۔

"انائیا' اس کا جواب تو وہی شخص دے سکتا ہے کہ وہ ایسا کیوں کر رہا ہے۔ اپنے طور پر ہم قیاس کر سکتے ہیں دوسری بات یہ بھی ہے کہ تم گھر میں کسی کو پریشان کرنا نہیں چاہتیں اس لیے ان کو بتانا بھی مناسب نہیں۔میں صرف حل ڈھونڈنے کی اپنی سی کوشش کر رہا تھا۔ایک بات سوچ رہا تھا۔

"تم کل جاؤ تو ایک "لائف جیکٹ" ساتھ لے کر ضرور جانا۔" عدن مسکرایا تھا۔ انائیا نے گھورا تھا اور ایک کشن کھینچ مارا تھا۔جسے اس نے مہارت سے کیچ کر لیا تھا۔

"یوں ہی کہہ رہا تھاتمہیں تیرنا تو آتا نہیں۔اگر پھر ڈوبنے لگیں تو کم از کم ایک حفاظتی بند تو موجود ہوگا۔" وہ مسکرا رہا تھا۔غالباً معارج تغلق کی اس بات نے اسے خاصا متاثر کیا تھا۔

"ایک بات ماننے کی ہے۔" وہ پر خیال انداز میں بولا تھا۔جب وہ اسے گھور رہی تھی۔

"وہ بندہ کافی دلچسپ ہے۔سب سے بڑی بات تم سے ٹکر لے رہا ہے۔" وہ غالباً بات کو مزاح کا رنگ دے کر اس کی فکر دور کرنا چاہ رہا تھا۔

وہ کافی فکر مند لگ رہی تھی اور وہ اس سے باہر نکالنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"ایک کام کرو۔"

"اوہ پلیز عدن۔اب کوئی مزید احمقانہ مشورہ مت دینا میں سوچ رہی ہوں۔مجھے آبراڈ چلے جانا چاہیے۔فور فردر اسٹڈی۔کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا اور اس بندے سے بھی جان چھوٹ جائے گی۔" انائیا نے اپنے طور پر حل نکالا تھا۔

"گڈ آئیڈیا! تم کر کے دیکھ لو اگر ایسا ہوتا ہے تو اچھا ہے۔" عدن نے سر ہلایا تھا۔

"ایسا ہو جائے تو اچھا تو ہے مگر ابھی صرف فروری ہے اور نیا سمسٹر ستمبر میں شروع ہوگا۔اتنے مہینے لگیں گے اور نتیجہ صفر رہے گا۔" وہ ایک نئی امید کے ساتھ ہی یک دم سے کچھ بجھی بجھی سی دکھائی دی تھی۔

”اوہ پٹی یہ تو مشکل دکھائی دے رہا ہے۔لیکن ایک کام ہو سکتا ہے تم اس عرصے تک اپنی تیاری جاری رکھو اور اس بندے کو بس ٹالو کوئی اچھا آفر دیکھ کر اپنی کمپنی بیچ دو اور فلائی کر جاؤ۔“

”مگر وہ شخص بہت کائیاں ہے اتنی آسانی سے شاید ایسا سب نہیں ہونے دے گا۔میں نے اس کی آنکھوں کا سکوت دیکھاہے۔جب وہ میری طرف دیکھتا ہے تو میرے اندر ایک خوف کی لہر اٹھتی ہے۔میرا رواں رواں اس خوف کو صاف محسوس کرتا ہے۔اس کا با اختیار ہونا معمولی بات نہیں ہے تم نے اس کی حیثیت کے بارے میں سنا ہے دیکھا نہیں۔میں نے اسے قریب سے دیکھا ہے۔میں ایک خوف محسوس کرتی ہوں۔شاید میں اپنی فیملی رسپکٹ کو بچانا چاہتی ہوں۔اپنی بقا کی جنگ ہارنا نہیں چاہتی۔“ وہ سر جھکائے بہت تھکے ہوئے انداز میں کہہ رہی تھی۔

کبھی دل چاہتا ہے کہ وہ بات کرے اور کہے سنو میں مذاق کر رہا تھا میں ایک مہذب آدمی ہوں۔اتنی گری پڑی بات نہیں کر سکتا ہے تم مجھے غلط سمجھ رہی تھیں۔میں اکثر اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوں تو ایک نا معلوم سی شے

تلاشتی ہوں۔اس کے میرے درمیان کوئی رشتہ ہے کہ نہیں۔میں نہیں جانتی۔ مگر ایسا کوئی رشتہ مجھے اس سے نہیں جوڑتا جس کے بعد مجھے اپنے ہونے پر شر

کی بھیک نہیں مانگ سکتی، کوئی درخواست بھی نہیں کر سکتی۔حکم دینے کا اختیار میرے پاس نہیں۔سو میں تدبیریں میں تلاشتی رہتی ہوں۔“

”تمہیں اس بندے سے بہت نفرت ہے؟“ عدن نے جانے کیوں پوچھا تھا۔

”میرے اور اس کے درمیان کسی نفرت یا محبت یا کسی بھی اور احساس کا کوئی رشتہ نہیں اور نہ ہی میں اس سے کوئی رشتہ بنانا چاہتی ہوں۔“ انائیا کا انداز دو ٹوک تھا۔

”اس بندے سے کہو۔“ عدن نے اس کی پوری بات اطمینان سے سن کر کہا تھا۔

”کیا؟“ وہ بہت پر سکون دکھائی دینے کی کوشش کرتی بولی تھی۔

"تم اس سے کہہ دو یو آر انگیجڈ' سمپل سی بات ہے اور جان بھی چھوٹ جائے گی۔عدن نے اپنے طور بڑا مشورہ دیا تھا۔مگر وہ اکتائے ہوئے انداز میں اٹھ گئی تھی۔

"عدن مجھے نیند آرہی ہیں ہم پھر بات کرتے ہیں۔" کہنے کے ساتھ ہی وہ آگے بڑھ گئی تھی۔عدن کو اس کی ذہنی کیفیت کا اندازہ تھا سو اس نے قطعاً برا نہیں مانا تھا۔شاید اسے بھر پور انداز میں اس کی سنجیدگی سے مدد کرنا چاہیے تھی۔وہ مشکل میں تھی اور اسے واقعی مدد کی ضرورت تھی وہ سوچنے لگا تھا۔

☆☆...☆☆

رشتے غالباً کئی طرح کے ہوتے ہیں۔

شناسائی اپنے کئی روپ رکھتی ہے۔

مانوسیت کے کئی پہلو نکلتے ہیں۔اپنے اور اس کے درمیان کی اس کشمکش کو وہ کوئی نام نہیں دے سکی تھی۔وہ اس کی طرف جانے والے راستوں پر گاڑی دوڑا رہی تھی۔تو اندر کہیں سکون ناپید تھا۔مگر وہ حتی الامکان اس معاملے کو نمٹا دینا چاہتی تھی۔وہ بھی سکون کے ساتھ بنا کسی نقصان کے۔

سارہ کو اس نے بتا دیا تھا کہ وہ جائے گی سو اس کی ضرورت نہیں۔مہندی کی ارینج منٹ تھی غالباً۔اس نے فائل ڈھنگ سے چیک نہیں کی تھی وہاں آکر بھی انداز عجیب کھویا کھویا سا رہا تھا۔

شام کے کسی پہر جب وہ لان میں انتظامات کر وا رہی تھی۔وہ وہاں آ گیا تھا۔وہ ایشاع کے ساتھ کھڑی تھی وہ اسے کچھ سجیشن دے رہی تھی تعلیم کے سلسلے میں بات کر رہی تھی۔وہ خالی دماغ کے ساتھ ہوں ہاں کر رہی تھی۔

"تم یہاں کھڑی کیا کر رہی ہو ایشاع۔مایوں بیٹھ چکی ہو تم سنا نہیں ممی نے کیا کہا تھا کہ اپنے کمرے میں رہا کرو۔ابھی اگر ان بوا نے دیکھ لیا تو ایک دو گھنٹوں کا لیکچر تو پکا سمجھو۔" وہ سر پر پہنچ کر بولا تھا۔

"بھائی وہ میں تھیم کے سلسلے میں بات کر رہی ہوں۔ممی کا خیال ہے وینو وائیو اسٹار ہوسٹل ہونا چاہیے جب کہ مجھے لگتا ہے۔اپنے گھر کا یہ پورشن زیادہ مناسب ہے۔شادی تو یوں بھی ہوٹل میں ہی ہوناہے پھر باقی کی تقریبات یہاں کرلینے میں کیا حرج ہے۔" ایشاع نے سمجھ داری سے کہا تھا وہ مسکرا دیا تھا۔

”تمہار جو دل چاہے کرو ممی سے میں بات کر لوں گا۔اس کی فکر مت کرو اور اگر کچھ سجیشنز دینا ہوں تو انائیا کو بتا دو۔“

”ایشاع تمہیں ممی بلا رہی ہیں۔“ فرجاد نے ٹیرس سے آواز دے کر کہا تھا۔

”میں جاتی ہوں بھائی۔آپ پلیز انائیا سے بات کرلیں۔“ وہ کہہ کر پلٹ گئی تھی۔

معارج تغلق اس کی جانب دیکھنے لگا تھا۔وہ نگاہ ملنے پر انجان بن کر دوسری طرف دیکھنے لگی تھی۔

”آپ مجھ سے ناراض ہیں؟“ اس کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

”میرا آپ سے ناراضگی یا دوستی والا کوئی رشتہ نہیں۔“ وہ کھر درے انداز سے بنا اس کی طرف دیکھے بولی تھی۔

”اوہ یہ تو سنگین ناراضگی کا پتا دیتی ہے۔آپ کی اجنبیت' نگاہ ملانے تک کاارادہ نہ کرنا۔نگاہ ملانے سے ڈرتی کیوں ہیں آپ؟“ وہ اسے زچ کر کے بہت پر سکون ہوتا تھا غالباً۔

”آپ مجھ سے ایسی باتیں کریں گے تو میں واپس چلی جاؤں گی۔“ اس نے دھمکی دی تھی۔وہ مسکرا دیا تھا۔غالباً وہ محظوظ ہوا تھا وہ آگے بڑھ کر ستون کے گرد بیل لپیٹنے لگی تھی۔عشق پیچاں کے پھول پتے یہاں وہاں بکھرنے لگے تھے۔وہ قریب آکر اس کی مدد کرنے لگاتھا شاید بے دھیانی میں ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا تھا۔

انائیا کو جیسے ایک کرنٹ چھو گیا تھا۔

”اب تک کتنی شادیاں کر وا چکی ہیں آپ؟“ وہ سرسری انداز میں بولا تھا۔
اس کا ہاتھ اپنی گرفت سے آزاد نہیں کیا تھا۔وہ کسی قدر بے بسی سے دیکھنے لگی تھی۔

”میری کمپنی ہر طرح کے ایونٹ اور گنائزڈ کرتی ہے۔صرف شادیاں نہیں۔“
اس نے لا تعلق انداز میں کہہ کر ہاتھ آہستگی سے اس کی گرفت سے نکال لیا تھا۔

”دس؟ بیس؟“ وہ اندازہ کرنے کو بولا تھا۔

انائیا ملک نے اسے بغور دیکھا تھا۔اتنی بے معنی باتیں کر کے وہ کیا ثابت کرنا چاہتا تھا۔اس کے لیے اتنا جاننا ضروری کیوں تھا کہ وہ کتنی شادیاں کر وا چکی ہے۔عجیب خبطی بندہ تھا۔

"آپ کی شادی ہو چکی ہے؟" وہ یوں پوچھنے لگی تھی جیسے اس کے لیے یہ جاننا دنیا کا انتہائی ضروری کام ہو۔وہ چونکا تھا۔

"نہیں کیوں؟ آپ کیوں پوچھ رہی ہیں؟" براہِ راست اس کی آنکھوں میں جھانکا تھا۔"کہیں آپ کی نظر مجھ پر تو نہیں؟" شرارت اس کی آنکھوں سے ہویدا تھی۔وہ شرمندہ ہو کر رہ گئی تھی۔

"ہاتھ دھو کر میرے پیچھے آپ پڑے ہیں۔نیت آپ کی خراب ہے۔میری نظر آپ پر کیوں ہونے لگی؟ میں تو آپ سے نظر بچانے کی ہر ممکن کوشش کر رہی ہوں۔ہزار جتن کر رہی ہوں۔مگر تدبیریں ہیں کہ کار گر ہوتی نظر نہیں آتیں۔" وہ ترش انداز میں بولی تھی۔وہ بغور اس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

"یوں ہی پوچھ رہی تھی اگر آپ کو بھی شادی کروانا ہو تو ہماری خدمات حاضر ہیں۔آپ کی شادی بھی کروا دیں گے۔' وہ اس کی طرف متوجہ ہوئے بنا بولی تھی۔وہ ستون سے ٹیک لگا کر اسے بغور دیکھنے لگا تھا۔اسے اس سے بات کر کے لطف آتا تھا۔

"کہاں کروائیں گی آپ میری شادی؟"

"کہاں کا تو پتا نہیں مگر انتظامات ہم کر سکتے ہیں۔" وہ بے فکری سے بولی تھی۔

"اچھا۔" وہ اپنی مسکراہٹ روک نہیں پایا تھا۔

"آپ کو شاید پتا نہیں آئی ایم انگیجڈ۔" انائیا نے اپنی دانست میں بم پھوڑا تھا۔وہ اسے شاکڈ دیکھنا چاہتی تھی۔

مگر اس شخص کے چہرے کے تاثرات جیسے ایک سمجھ میں نا آنے والی کتھا تھے۔مگر ہاتھ جانے کیوں گرفت میں لے لیا تھا وہ سختی محسوس کر سکتی تھی۔

"کب کر رہی ہیں آپ شادی؟" وہ سرسری انداز میں پوچھ رہا تھا۔

اس کی مجنونانہ گرفت اس کے ہاتھ پر تھی۔ گرفت سے پتا چل رہا تھا اس کے اندر کتنا فشار تھا۔

"ابھی پتا نہیں شاید جلد۔ کیوں؟ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟" انائیا پہلی بار اس کے سامنے مسکرائی تھی۔ غالباً اس گھڑی اسے اپنا پلڑا بھاری لگا تھا۔

"آپ کی شادی سے پہلے ہوجانا چاہیئے؟" وہ ایک پل میں اپنے مدعے پر آیا تھا۔ نگاہوں کی نرمی معدوم تھی۔ لبوں کی دھیمی سی مسکراہٹ ناپید اور شرارت کا تو کہیں نام ونشان نہ تھا۔

کیسا سکوت تھا اس کی آنکھوں میں۔ انائیا جو اسے چاروں شانے چت کر دینا چاہتی تھی اس کے انداز پر اس کے اندر ایک سنسنی سی دوڑ گئی تھی۔ وہ اس کا ہاتھ چھوڑ کر آگے بڑھا تھا۔ پھر رُک کر اس کی طرف دیکھے بنا بولا تھا۔

"یہ چوائس آپ کی ہے کب...؟ کہاں...؟ کیسے...؟ آپ آزاد ہیں فیصلہ کرنے میں۔ مگر جواب مثبت ہونا شرط ہے۔" کہنے کے ساتھ وہ کر اندر کی جانب بڑھ گیا تھا۔

وہ ساکت سی اس جانب دیکھتی رہی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

...☆☆☆...

دامیان سوری کی اسائنمنٹ اور پریزنٹیشن ضرورت سے زیادہ اچھی گئی تھی۔ تبھی وہ داد وصول کرنے کے بعد اس کے سامنے تھا۔

"تھینکس انار کلی۔ آج اگر تم نہ ہوتیں تو ' میرا تو بینڈ بج گیا تھا۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

"مجھے کیوں لگتا ہے کہ تم میرے اردگرد آنے کے بہانے ڈھونڈتے ہو؟" وہ مسکراتی ہوئی بولی تھی۔

"تم بہانے کا رگر کب ہونے دیتی ہو؟ ایک ڈنر کا کہا تھا۔ تم نے اس کے لیے بھی منع کردیا۔ لانگ ڈرائیور کے لیے کہوں گا تو شاید تم بات بھی نہیں کرو گی۔" دامیان شکوہ کررہا تھا۔

"تم بھی تو عجیب باتیں کرتے ہو۔ جب بھی آس پاس نہیں ہوتی تو یہاں وہاں ڈورے ڈالتے ہو۔ جب پاس ہوتی ہوں تو وفاداریوں کی ساری داستانیں رقم کردیتے ہیں۔" وہ مذاق کررہی تھی۔

"تم جانتی ہو میں یہ پسند نہیں کرتا۔" انار کلی۔" اپنی صفائی دینے کی اپنی سی کوشش کی تھی اس نے۔

"جانتی ہوں۔زیادہ صفائیاں دینے کی ضرورت نہیں ہے۔" انابیتا نے کہا تھا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ میرے ساتھ چل رہی ہو' لانگ ڈرائیو پر؟" وہ مسکرایا تھا۔

"ایسا میں نے نہیں کہا۔" انابیتا نے شانے اُچکادیئے تھے۔

دامیان نے اپنے مسکراتے لب بھینچ لیے تھے۔

"امی دکھائی نہیں دے رہیں؟" انابیتا نے اِدھر اُدھر دیکھا تھا۔

"وہ لندن گئی ہیں۔ایک ویک کے لیے۔ان کے گرینی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

"اوہ۔تم تو اداس ہو؟" وہ مسکرائی تھی۔

وہ اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا تھا۔

"نہیں' اداس نہیں ہوں۔کچھ ڈاؤن فیل کررہا ہوں۔" انداز سرسری تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اور مس کرنا کسے کہتے ہیں؟" وہ جیسے اس کی چوری پکڑتے ہوئے مسکرائی تھی۔

"مس کرنا مختلف ہے' رات بھر سو نہیں پاتا اور پلیز اب یہ مت سمجھ لینا کہ میں امی کی وجہ سے سو نہیں پاتا۔" وہ اس کے سوالوں سے جیسے آگاہ تھا۔

انابیتا مسکرائی تھی۔

"میں ایسا نہیں پوچھنے والی تھی۔"

"تو پھر کیا پوچھنے والی تھیں آپ؟" دامیان سوری نے اس کے چہرے کو ایک نظر دیکھا تھا۔

"کچھ نہیں پوچھنے والی تھی میں۔پارسا کی جاب چلی گئی ہے۔اس کے لیے پریشان ہورہی تھی۔آئی ہوپ کہ اسے کوئی اچھی جاب مل جائے تاکہ اس کے ہاسٹل وغیرہ کے بلز پے کرنے کے لیے کچھ روپے ہاتھ لگ جائیں۔"

"پارسا کے لیے کوئی بندوبست یقیناً ہوجائے گا۔وہ بچی نہیں ہے۔تم اس کے لیے "ممی" کی طرح پریشان کیوں ہورہی ہو۔وہ گھر سے اتنی دور ہے تو اس کا مطلب ہے وہ مینیج کرسکتی ہے۔" دامیان شاہ سوری نے جتایا تھا۔

"تم پارسا سے جلتے ہو؟" وہ مسکرائی تھی۔

"آہ... پارسا سے؟ وہ کیوں؟ "وہ مسکرایا تھا۔

"کیوں کہ وہ ہر وقت میرے ساتھ ہوتی ہے اور تمہیں یہ دیکھ کر جلن ہوتی ہے؟" وہ چھیڑ رہی تھی۔وہ ہنس دیا تھا۔

"کمال کرتی ہو انابیتا بیگ۔اگر مجھے جلنا ہی ہو تو کسی بندے سے جیلس ہوں گا' بندی سے نہیں۔ہاں مگر اس کا تمہارے ساتھ چپکے رہنا اسے ایک چھوئی موئی سی لڑکی بتاتا ہے۔تمہیں اسے ایک کونفیڈنس بلڈ کر دینا چاہیئے۔کبھی کبھی ہماری ہمدردی ' اچھائی کسی اور کے لیے گڑھا کھود دیتی ہے۔" وہ مشورہ دے رہا تھا۔

"ہاں ٹھیک کہہ رہی ہو۔مگر میں صرف اس خیال سے کرتی ہوں کہ وہ اس شہر میں تنہا ہے۔کسی کو جانتی بھی نہیں۔مگر وہ خود بھی کسی پر بوجھ بننا نہیں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

چاہتی۔" اس نے بولتے بولتے یک دم دیکھا تھا۔پارسا کچھ دور یلماز کمال کے ساتھ کھڑی تھی۔وہ چونکی نہیں تھی۔

دامیان سوری نے بھی اس کی نگاہ کے تعاقب میں دیکھا تھا۔

"تمہاری دوست اس کے ساتھ کیا کررہی ہے؟"

"گلاس میٹس ہیں۔کررہے ہوں گے کوئی بات ' اور یلماز تو تمہارا دوست ہے نا۔" انابیتا نے جتایا تھا۔

"میرا دوست ہے تو اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ فرشتہ ہے اور اگر تم یہ جتانا چاہتی ہو کہ میں اس کا دوست ہوں تو ضروری نہیں کہ میں بھی ایک پلے بوائے ہوں۔اچھا خاصا شریف بندہ ہوں انار کلی۔تمہاری ایک بات اچھی نہیں۔تمہیں غصہ جلدی آتا ہے اور رونا بھی۔شک بھی کرتی ہو تو عام لڑکیوں کی طرح اور جلن بھی محسوس کرتی ہو تو فطری انداز میں۔" وہ مسکرایا تھا۔

"میں نے کبھی خاص ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔مجھے نا تو قطار کے آغاز پر کھڑے ہونے کاشوق ہے کہ میں نمایاں ہونا نہیں چاہتی نہ میں قطار کے آخر میں کھڑا ہونا چاہوں گی کہ اول اور آخر ہمیشہ نگاہ میں جلد آجاتے ہیں۔میں

"ایک کامن لڑکی کی طرح بننا چاہوں گی۔" وہ پُر اعتماد انداز میں مسکراتی ہوئی بولی تھی۔

"تم ایک عام لڑکی نہیں ہوا انابیتا۔" کیسا انکشاف تھا۔مگر وہ چونکے بنا مسکرادی تھی۔

"پھر کیا ہوں؟ عجیب بندے ہو۔کبھی کہتے ہو تم ایک ٹپیکل لڑکی ہو اور پھر خود ہی جھٹلاتے ہو کہ تم عام لڑکی نہیں ہو' میرے معاملے میں اتنے کنفیوژ کیوں ہو تم؟ لگتا ہے دن بھر میرے بارے میں ہی سوچتے رہتے ہو۔" وہ ایک کمزوری ہاتھ آتے ہی چھیڑنے سے باز نہیں آئی تھی۔دامیان مسکراتے ہوئے سر نفی میں ہلانے لگا تھا۔

"نہیں ایسا نہیں ہے انار کلی۔مگر... کچھ خاص ہے تم میں کیا؟ یہ میں نہیں جانتا۔" وہ آج اعتراف کرنے پر بضد تھا۔

"اگر کچھ خاص ہے تو اس کا ادراک تمہیں ہونا چاہئے دامیان۔جس کا ادراک نہیں... وہ خاص کیسے ہوسکتا ہے؟" وہ اسے غلط ثابت کرنے پر تلی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"کبھی کبھی سمجھ میں نہ آنے والی ایک خاصیت ہوتی ہے۔مسٹری اپنے اندر جو کشش رکھتی ہے۔وہ کھل جانے والا سچ اپنے اندر اتنی کشش نہیں رکھتا۔" وہ باور کرارہا تھا۔

"تمہارے لیے تو دنیا کی ایک لڑکی ایک مسٹری ہے؟ اور وہ مسٹری اپنے اندر اتنی ہی اٹریکشن رکھتی ہے؟" وہ چوٹ کررہی تھی۔مگر وہ بُرا منائے بنا مسکرادیا تھا۔

"تم پھر شک کررہی ہو' بندے کی فطرت عجیب ہوتی ہے۔سچ کہتے ہیں۔"

"میرا تم پر شک کرنے کا کوئی حق فی الحال نہیں دامیان شاہ سوری۔"

"فی الحال نہیں؟" وہ چونکا تھا' نظروں سے پل میں شرارت ہویدا تھی۔"فی الحال سے تمہارا مطلب ہے۔ایسا مستقبل قریب میں ہونا ممکن ہے؟"

"بالکل نہیں۔" اس نے سپاٹ چہرے کے ساتھ جھٹلایا تھا۔اپنے بروقت پکڑے جانے پر اور اس کی نظروں کی شرارت سے وہ کسی قدر کنفیوژ ہوگئی تھی۔

"میں لائبریری جاؤں گی۔" ایک لمحے میں فیصلہ کیا تھا۔

”کیفے ٹیریا نہیں؟“ وہ مایوس دکھائی دیا تھا۔

”نہیں... مجھے کام ہے۔“وہ پلٹی تھی۔

”سنو...!“ دامیان نے یک دم ہاتھ تھاما تھا۔وہ پلٹی نہیں تھی۔مگر اس کی بات سننے کو متوجہ تھی۔

”اگر کبھی کوئی حق ملے تو کیا شک کرو گی؟“ جانے وہ کیوں پوچھ رہا تھا۔غالباً اسے چھیڑنے میں اسے مزا آتا تھا۔

”تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے دامیان۔شک کرنے کی تک ہے اور کیوں شک کرنے لگی میں؟ تم بھی نا... مجھے دیر ہورہی ہے؟“ وہ بولی تھی۔نگاہ ملانے سے مکمل گریز کیا تھا اور دامیان سوری نے ہاتھ اپنی گرفت سے آزاد کردیا تھا۔وہ چلتی ہوئی لائبریری کی طرف بڑھ گئی تھی۔

...☆☆☆...

ایشاع نے تھیم میں کچھ ردو بدل کی درخواست کی تھی سو اسے اپنے طے شدہ اسٹریٹجی سے کچھ ہٹنا پڑا تھا اور کام کچھ بڑھ گیا تھا۔غالباً یہ بھی کوئی سازش تھی۔

انائیا نے کام کے بڑھ جانے کے احساس کو کاندھوں پر بوجھ کی صورت صاف محسوس کیا تھا اور ایسی سوچ ذہن میں آجانا ایک فطری عمل تھا۔

”اس گھر کے سارے لوگوں کے مزاج کچھ ٹیڑھے ہیں۔“ وہ زیر لب بڑبڑائی۔ جب اپنے پیچھے کسی کے کھڑے ہونے کا احساس ہوا تھا۔مگر اس نے یہ دیکھ کر صد شکر کیا تھا کہ وہاں ایشاع تھی اس کا بھائی نہیں۔اسے ایک خوش کن احساس ہوا تھا۔

”تو کیا اسے میرے انگیجڈ ہونے کے احساس نے اپنے قدم روکنے اور دل برداشتہ ہونے پر مجبور کردیا تھا۔“ اگر ایسا تھا تو بات خوش آئند تھی اور مطمئن ہونے میں قباحت نہیں تھی مگر وہ یقین کرلینا چاہتی تھی۔

”آپ تھک گئی ہوں گی۔کچھ آرام کرلیں۔“ ایشاع نے ملائمت سے کہا تھا۔
”آئی ایم سوری۔میری وجہ سے آپ کا کام یک دم بڑھ گیا۔اگر میں نے تھیم چینج نہیں کروائی ہوتی تو آپ کا کام آل موسٹ نمٹ گیا تھا۔“ وہ پُر افسوس انداز میں بولی تھی۔

"اٹس اوکے۔" اس کے پاس سوائے یہ کہہ دینے کے کوئی چارہ نہیں تھا۔

"میں یہاں بہت تھوڑے دنوں کے لیے ہوں۔یہ بات بہت اداس کرتی ہے۔اس گھر سے عجیب مانوسیت ہے۔میرا بچپن اس گھر میں یہاں سے وہاں بھاگتے دوڑتے گزرا ہے۔اب اچانک زندگی میں اتنا بڑا چینج آرہا ہے تو بڑا عجیب لگ رہا ہے۔" وہ کسی قدر اداسی سے بولی تھی۔

انائیا کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ اسے تسلی کے کون سے لفظ دے۔مگر اس نے ایک ملائم سی مسکراہٹ دینے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کی تھی۔وہ اس کی طرح کی ہی ایک لڑکی تھی اور اگر چہ اس پر بھی یہ وقت تو نہیں آیا تھا۔مگر وہ اس کی کیفیت پھر بھی سمجھ سکتی تھی۔

"ایک لڑکی کے لیے مشکل ہوتا ہے نا اس طرح سب کچھ ایک دم سے چھوڑ کر جانا۔اپنے پیاروں کو... اس گڑیا کو... کمرے کو... اس اپنے پن کے احساس کو۔" ایشاع کو اتنے دنوں میں شاید پہلی بار وقت ملا تھا جب وہ اپنے دل کی بات کسی سے کہہ سکتی تھی انائیا نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا

تھا۔ایک اپنائیت کا احساس تھا۔ایشاع کی آنکھوں میں رُکے نمکین پانی کے قطرے راہ پاگئے تھے۔

"ممی کے' بھائی کے سامنے میں کمزور پڑنا نہیں چاہتی۔اگر ان سے کچھ کہوں گی تو وہ بھی روئیں گے۔سو پلیز آپ یہ بات معارج بھائی کو مت بتایئے گا۔"

"نہیں بتاؤں گی۔مگر اس طرح رونا بھی تو ٹھیک نہیں۔ایسا تو ہر لڑکی کے ساتھ ہوتا ہے اور تھوڑا سا کمپر و مائز تو کرنا پڑتا ہے' کل جب آپ اپنے گھر میں ایک نئے رشتے کے ساتھ ہوں گی تو یہ احساس آپ کے لبوں پر مسکراہٹ لانے کے لیے کافی ہوگا کہ کوئی ہے جس کا ہاتھ تھام کر ایک نئی منزل کی سمت گامزن ہو رہی ہیں آپ۔" انائیا ملک کو سمجھ نہیں آیا تھا کہ کیا کہے۔ایک تو وہ کام کرکے تھک چکی تھی۔دوسرا اس کے بھائی کی وجہ سے حد سے زیادہ پریشان تھی اور اس کی بہن اسی سے اپنے دل کو بوجھ ہلکا کررہی تھی۔وہ جو اس کے لیے ہمیشہ پریشانی کا باعث رہا تھا۔

"ہاں مگر ممی سے... پاپا سے... بھائی سے دور جانے کا خیال بہت دل جلا تا تھا۔آپ کی شادی ہوگئی ہے؟" ایشاع نے پوچھا تھا۔یہ آج کل لوگوں کو اس

بات کی فکر بہت تھی کہ وہ شادی شدہ ہو چکی ہے یا اب بھی کنواری ہے۔کل یہی بات اس کا بھائی پوچھ رہا تھا اور آج یہ۔

”نہیں...“ اس نے سر انکار میں یوں ہلایا تھا جیسے پُر زور احتجاج کیا ہوا۔”ابھی نہیں۔“ یہ سوال اسے شرمندہ کر دیتا تھا۔

”معارج بھائی اس دنیا کے سب سے اچھے بھائی ہیں۔ہمیشہ بہت خیال رکھتے ہیں۔میں انہیں سب سے زیادہ مس کروں گی۔“ ایشاع بولی تھی۔

”ایسا ہوتا ہے۔آپ زیادہ مت سوچیں۔اب جب کہ شادی میں زیادہ دن بھی نہیں بچے تو یہ فکر چہرے پر بُرا اثر ڈال سکتی ہے۔آپ ایسا کریں ،اچھی باتیں سوچیں۔اپنے بچپن کی۔گھر میں یہاں سے وہاں بھاگنے کی۔شرارتوں کی، اس گھر کے کونے کھدروں سے چپکی یادوں کی، اور آپ کے چہرے کی رونق بھی بڑھ جائے گی۔کیونکہ جب آپ اچھی یادوں کے بارے میں سوچیں گی تو آپ کے چہرے پر مسکراہٹ آئے گی۔“ انائیا ملک اگرچہ اس بات پر مامور نہیں تھی مگر اس کے باوجود اس نے ایک ٹپ دی تھی۔

ایشاع مسکرادی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”یادوں کی مٹھاس، رشتوں میں اور بھی مٹھاس بھرتی ہے۔آپ ایسا کریں فیملی کے ساتھ ڈنر پر جائیں یا پھر یوں ہی آئس کریم کے لیے، کچھ آؤٹنگ ہوجائے گی تو موڈ پر اچھا اثر پڑے گا اور طبیعت بھی بہل جائے گی۔“ انائیا ملک نے مشورہ دیا تھا۔

”اٹس اے گڈ آئیڈیا۔آپ بھی کیوں نہیں ساتھ چلتیں؟“

” میں؟“ وہ چونکی تھی۔

”ہاں۔آپ بھی تو بہت تھک گئی ہیں۔کچھ بہتر فیل ہوگا۔“

”نہیں۔میں کام ختم کرکے گھر جانا چاہوں گی۔میرے پاس کل کا دن ہے اگر کچھ چھوٹ گیا تو اعتراض آپ کو ہی ہوگا۔“ وہ سہولت سے انکار کرتی ہوئی مسکرائی تھی۔

”ایسا نہیں ہے۔مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں۔آپ ہمارے ساتھ آسکتی ہوں۔میں تیار ہوکر آتی ہوں اور ساتھ ہی آپ کے لیے کافی بجھوادیتی ہوں۔

آپ کو فریش ہونا ہو تو رستم کو بتادیجئے گا۔وہ آپ کو گیسٹ روم دکھادے گا۔
" کہنے کے ساتھ ہی وہ اٹھی تھی اور اندر کی جانب بڑھ گئی تھی۔وہ ایک تھکن
کے ساتھ اٹھی تھی۔

"اس گھر کے سارے لوگ پاگل ہیں۔' کہنے کے ساتھ ہی وہ پلٹی تھی اور اپنے
مقابل معارج تغلق کو دیکھ کر چونک پڑی تھی۔

"وہ وہاں کب آیا تھا؟" وہ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی جب معارج تغلق
نے دریافت کیا تھا۔

"آپ کا کام ختم ہوگیا؟" انداز سرسری تھا۔

"نہیں' ابھی نہیں۔" اس کا انداز پروفیشنل تھا۔معارج تغلق کی نگاہ اس کے
چہرے پر تھی۔وہ کچھ تھکی تھکی دکھائی دے رہی تھی۔

"آپ ایشاع کو مشورہ دے رہی تھیں۔آپ خود بھی ساتھ کیوں نہیں چلتیں؟"
کیسی خواہش کا اظہار تھا؟ وہ چونکی تھی' تو کیا وہ ان کی ساری باتیں سن چکا
تھا؟

"ایسا کچھ غلط تو اس نے نہیں کہا تھا جس پر شرمندگی ہوتی۔مگر اس کے
باوجود اسے اچھا نہیں لگا تھا کہ اس کی باتیں سن لی گئیں۔

"میرے پاس کام بہت ہے ابھی اور ڈنر میں فیملی کے ساتھ ہی کرتی ہوں۔
نانا اور ممی میرا ویٹ کرتے ہیں۔جب تک آ نہ جاؤں وہ کھانے کو ہاتھ نہیں
لگاتے۔سو ان کو انتظار نہیں کرواسکتی۔" اس نے تعرض برتا تھا۔

"چلیں ڈنر آپ فیملی کے ساتھ کرلیجئے گا۔رشتوں میں مٹھاس بھرنے کے لیے
آئس کریم تو بُری نہیں؟" تو اس کے سارے مشورے سن چکا تھا وہ۔حرف با
حرف ؟ وہ کیوں اس کی جاسوسی پر مامور تھا؟

شام کے سایوں کو گہرا ہوتے دیکھ کر اس نے ایک گہری سانس خارج کی
تھی۔نگاہ اس شخص کے چہرے پر سے ہٹا کر قطعاًبے تاثر بن گئی تھی۔وہ غالباً
لاتعلق دکھائی دینا چاہتی تھی۔

"کہاں ہوتے ہیں وہ ؟" معارج تغلق نے اسے قطعاً بے خبر دیکھ کر دریافت
کیا تھا اور جس طرح وہ چونکی تھی۔ظاہر کرتا تھا کہ وہ اتنی بے خبر یا انجان
درحقیقت نہیں تھی۔

"کون... ؟"

"آپ کے وہ ؟" معارج تغلق کو اشتیاق کیوں تھا؟ کیوں جاننے کا خواہاں تھا وہ؟ کیا اسے فرق پڑتا تھا؟

"میرے وہ ؟ اور وہ میرے ساتھ ہوتے ہیں اپنے تو دل میں رہتے ہیں نا؟ پاس رہیں یا دور' فرق کب پڑتا ہے۔"وہ اپنے مضبوط چہرے کو گرفت میں لیتی ہوئی کس قدر سرشاری سے مسکرائی تھی۔تو معارج تغلق پر اثر ہورہا تھا۔وہ جتنا لاتعلق دکھائی دینے کی کوشش کررہا تھا۔درحقیقت اتنا "اثرات پروف" نہیں تھا۔تو اس نقطے پر اگر وہ غور کرتی تو وہ اپنے قدم پیچھے لے سکتا تھا؟ صرف یہ جان کر کہ وہ انگیجڈ ہے اور اختیار سے باہر ہے؟ وہ اسے زچ اور تنگ کرنا بند کرسکتا تھا؟

اس کا جواب سن کر معارج تغلق کے چہرے پر کوئی خاص کیفیت نہیں ابھری تھی۔اس کا انداز اور چہرہ کسی قدر بے تاثر تھا اور ایک اطمینان دکھائی دے رہا تھا۔

"میں ملنا چاہوں گا۔"

"وہاٹ؟" اس کی خواہشوں کی حدیں لامحدود تھیں۔انائیا ملک شاکڈ رہ گئی تھی۔

"آپ کیوں ملنا چاہیں گے؟" اس کی حیرت بلاوجہ نہیں تھی۔جہاں سکون کی سانس لینا چاہتی تھی اور لگتا تھا کہ اب صورت حال معمول پر آگئی ہے وہیں وہ پانی میں ایک کنکر ڈال دیتا تھا۔

"آپ کب سے جانتی تھیں اسے؟" رستم آکر کافی دے گیا تھا۔دو کپ تھے رستم کو غالباً خبر تھی معارج تغلق بھی وہیں تھا۔اس کا اس شخص کے ساتھ کافی پینے کا بالکل موڈ نہیں تھا مگر اس نے جب لان میں رکھے ٹیبل کی طرف بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ اتنی تھکی ہوئی تھی کہ وہ کافی کا کپ اور وہاں لان میں بیٹھنا غنیمت لگا تھا۔

"میں اسے ہمیشہ سے جانتی ہوں۔" اس نے کافی کا ایک سپ لیا تھا۔ٹھنڈی ہوا کے جھونکے نے چھوا تھا اور اسے بہت بھلا معلوم ہوا تھا۔

"ہمیشہ سے...؟ وہ چونکا تھا۔

”شاید۔“ وہ مسرور سی مسکرائی تھی۔اپنا پلڑا کچھ تو بھاری لگ رہا تھا ایک جھوٹ کے سہارے ہی سہی۔وہ اس پر غالب آرہی تھی۔وہ اس شخص کے تاثرات جاننا چاہتی تھی۔مگر

اس سکوت سے اسے کوئی سروکار فی الحال نہیں تھا۔

اندر شاید ڈھولک رکھ لی گئی تھی۔آوازیں آنے لگی تھیں۔

”آپ کو یقین نہیں؟“ وہ جاننے کے لیے متمنی تھا۔

”مجھے یقین ہے۔“ وہ بہت دھیمے سے مسکرائی تھی۔کسی نے ڈھولک بند کرکے میوزک سسٹم چلا دیا تھا۔

تو ہی حقیقت

خواب تو

تو ہی دریا' پیاس تو

تو ہی میری بے قراری

تو سکون

”یقین ہے مجھے۔کیوں کہ وہ میرے ساتھ ہے۔“ انائیا ملک مسرور دکھائی دی تھی۔

”آپ کو کبھی محبت نہیں ہوئی؟“ دوستانہ انداز میں انائیا نے پوچھا تھا۔

وہ خاموشی سے اس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

تو ہم سفر

تو ہم قدم

تو ہم نوا میرا

”محبت؟“ وہ بہت اطمینان سے مسکراتا ہوا جھلا رہا تھا۔

تیرے بنا نہ سانس لوں

تیرے بنا نہ میں جیوں

تیرے بنا نہ ایک پل بھی جی سکوں

تو ہم سفر' تو ہم قدم

تو ہم نوا میرا

"آپ کو لگتا ہے' اگر محبت اِگزسٹ کرتی ہے تو؟" وہ اس کی نظروں میں جھانکنے لگا تھا۔وہ سر نفی میں ہلانے جارہی تھی مگر یک دم احساس ہونے پر سر اثبات میں ہلادیا تھا اور ساتھ ہی مسکرادی تھی۔

"محبت اِگزسٹ کرتی ہے مسٹر تغلق۔آپ کے انکار کردینے سے سچائی بدل تو نہیں جائے گی۔آپ نے کہہ دیا ' کوّا سفید ہے تو کیا سفید ہوگیا؟" اس کی پر اعتمادی دیکھ کر وہ مسکرائے بنا نہیں رہا تھا۔

"آپ بہت دلچسپ ہیں۔اچھی باتیں کرتی ہیں۔" اتنے دنوں میں پہلی بار اس کسی صلاحیت سے وہ مرعوب دکھائی دیا تھا۔

"تھینکس۔مگر ایسا کیسے ہوسکتا ہے۔آپ نے دنیا دیکھی' اتنے لوگوں سے ملے اور کوئی آپ کو اچھا نہیں لگا؟ سوچ کر حیرت ہوتی ہے۔" انائیا ملک نے ایک خوش گوار ماحول میں سانس لے کر کافی کا سپ حلق سے نیچے اُتارا تھا۔

"آپ سے کس نے کہا کہ مجھے کبھی کوئی اچھا نہیں لگا؟" وہ مسکرایا تھا۔

"آپ کو کوئی اچھا لگا' کون ہے؟" وہ پر تجسّس تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

معارج تغلق نے کافی کا ایک سپ لے کر بغور اسے دیکھا تھا وہ غالباً محظوظ ہوا تھا۔

"بہت سے چہرے تھے۔کس کے بارے میں جاننا چاہتی ہیں آپ؟"

"محبت ایسی ہوتی ہے؟" وہ حیران تھی۔

"شاید ایسی ہی ہوتی ہے۔" وہ پُر سکون تھا۔

"بہت سے چہروں سے محبت انائیا ملک کو اس کی روش پر حیرت تھی۔وہ اس کی سوچوں کو غالباً پڑھتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔

"اور کیسی ہوتی ہے محبت؟" الٹا اس پر سوال داغ دیا تھا۔اس نے محبت کے موضوع پر کبھی بر ملا اس طرح بات نہیں کی تھی کسی سے۔سو اس گھڑی کچھ عجیب لگا تھا۔وہ کبھی محبت

سو یہ بتانا اس کے لیے بھی مشکل تھا کہ درحقیقت محبت کیا ہوتی ہے؟

"محبت... محبت... محبت جیسی ہوتی ہے۔کچھ کٹّھی' کچھ کٹھی۔جس میں آپ... کسی کو جھیلتے بھی ہیں اور شاید چھوڑنا بھی نہیں چاہتے۔" وہ محبت کی تشریح میں خود کو کورا محسوس کررہی تھی۔

فلموں سے کچھ خاص رغبت نہیں تھی۔ورنہ آج کچھ ”غیبی امداد“ ہاتھ آجاتی اپنی
بے وقوفی پر اسے کچھ شرمندگی ہوئی تھی۔

”کمال ہے' آپ تو تابڑ توڑ بولتی ہیں۔آج آپ سے محبت کی حمایت میں دو
لفظ کہے نہیں جارہے ؟“ وہ محظوظ ہوا تھا۔

”جہاں تک مجھے پتا ہے محبت میں جھیلنے والی بات نہیں ہوتی۔کچھ کھٹی' کچھ
میٹھی ہو نہ ہو۔مگر محبت کی ایسی تشریح کچھ عجیب سی ہے۔مجھے پتا نہیں۔شاید
آپ ٹھیک کہہ رہیں ہوں کیونکہ آپ کو تو تجربہ بھی ہے۔“

”کبھی کبھی چیزوں کو لفظوں میں بیان کرنا نا ممکن لگتا ہے مسٹر تغلق۔مجھے یوں
بھی لفظوں سے کھیلنا نہیں آتا۔“ وہ مُنکر ہوئی تھی۔

”پھر کیا آتا ہے آپ کو اگر لفظوں سے کھیلنا نہیں آتا؟“ وہ اسے کُریدنے پر
بضد تھا۔انائیا ملک کو اپنا آپ موضوعِ گفتگو بنانا اچھا نہیں لگا تھا۔انائیا کو کافی کا
وہ سپ کچھ کڑوا لگا تھا۔

”آپ کو آج مجھ میں اتنی دلچسپی کیوں ہو گئی ہے؟“ ناگواری ظاہر کرنا مناسب
نہیں تھا سووہ طمانیت سے بولی تھی۔

”اس سوال کا جواب دینا ضروری نہیں ہے۔“

”ایسا کیوں؟ آپ کو لگتا ہے کوئی بے بس کردیا گیا ہے؟“وہ پُر اعتماد دکھائی
دے رہی تھی۔

”شاید۔“ بنا کسی تاثر کے وہ برملا کہہ رہا تھا۔

”کس نے بے بس کیا آپ کو؟“ وہ چونکی تھی۔

”آپ نے۔“ برجستگی سے جواب آیا تھا۔

وہ ساکت رہ گئی تھی۔وہ مسکرادیا تھا۔لبوں کی مسکراہٹ گہری تھی اور آنکھوں
میں ایک عجیب سی چمک تھی۔انائیا ملک کو اپنے رگ و پے میں ایک سنسنی
سی محسوس ہوئی تھی' وہ اٹھی تھی۔

معارج تغلق نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔کیسی طغیانی تھی کہ اختیار سے
باہر تھا سب کچھ۔

”مسٹر معارج تغلق...“ انائیا ملک نے اسے احساس دلایا تھا کہ وہ غلط کررہا
ہے۔

اک جنون خیزی کا پہرہ تھا۔

انداز... تیور... عجب ایک خو لیے ہوئے تھے۔

"آپ کے لیے حدود کا تعین کرلینا زیادہ مناسب ہوگا' ورنہ میں کام نہیں کر پاؤں گی۔" اس نے جتایا تھا' دھمکی نہیں تھی۔انداز بھی دھمکی والا نہیں تھا' مگر معارج تغلق نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر سے ہٹالیا تھا۔

"آپ فریش ہو کر آجائیں۔ایشاع آجاتی ہے تو ہم ڈنر کے لیے چلتے ہیں۔" وہ شام کے ان لمحوں کو مزید طوالت دینا چاہتا تھا مگر وہ اس پر مائل دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

"سوری' اس نے رسٹ واچ دیکھ کر کہا تھا۔"ممی اور نانا میرا ویٹ کررہے ہوں گے۔"

"میں ان سے بات کرلیتا ہوں۔" معارج تغلق نے کہا تھا مگر اس نے سر انکار میں ہلا دیا تھا۔

ایک ڈرنے اس کے اندر پر پھیلائے تھے اور وہ مزید ٹھہرنے کی متمنی نہیں تھی۔رک کر اپنے ماتحتوں کو کچھ ہدایتیں دی تھیں اور چلتی ہوئے کارپورچ کی جانب بڑھ گئی تھی۔

معارج تغلق کی نگاہوں نے تا دیر اس کا پیچھا کیا تھا۔

...☆☆☆...

"تمہاری جاب کا کیا بنا؟" اناہیتا نے پوچھا تھا۔

"میں ایک دو جگہوں پر انٹر ویو کے لیے گئی تھی' دیکھو' کیا ہوتا ہے۔" پارسا نے کہا تھا۔

"اور میں نے کہا تھا اگر کہیں بات نہیں بنے تو عدن کی کمپنی میں انٹرن شپ مل سکتی ہے۔"

"ہاں یاد ہے مجھے۔تھینکس فور آسنکنگ۔مجھے ضرورت ہو گی تو تمہاری ہی مدد طلب کروں گی اناہیتا' کہ اس شہر میں سب سے اچھی دوست تم ہی ہو۔" وہ مسکرائی تھی۔

"سو تو ہے مگر میں سوچ رہی تھی اگر تمہیں بلز اور ڈیوز پے کرنے کا پرابلم ہو تو بتادینا۔دوستوں میں یہ سب چلتا ہے اب جب کہ تمہاری جاب نہیں ہے تو تمہیں پیسوں کی ضرورت تو ہوگی۔جب جاب مل جائے گی تو واپس کردینا۔"

انابیتا نے آفر دی تھی۔پارسا لب بھینچ کر اس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔پھر یک دم سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

"میں نے کل تمہیں یلماز کے ساتھ کھڑے دیکھا تھا۔"

"ہاں وہ مجھ سے کچھ بات کررہا تھا۔" پارسا کنی کترا گئی تھی۔

"دامیان بتارہا تھا وہ اچھا لڑکا نہیں، تمہیں وہ اچھا لگتا ہے؟" انابیتا نے پوچھا تھا مگر اگلے ہی لمحے احساس ہوا تھا کہ وہ کچھ پرسنل ہورہی ہے جس طرح پارسا چپ ہوگئی تھی۔اس سے یہی لگتا ہے کہ اسے انابیتا کا اس طرح پوچھنا اچھا نہیں لگا تھا۔

"آئی ایم سوری۔مجھے شاید اس طرح نہیں پوچھنا چاہئے، لیکن دوست کی حیثیت سے۔" انابیتا نے اس کے ہاتھ پر آہستگی سے ہاتھ رکھا تھا۔

"اِٹس اوکے۔" پارسا نے سر ہلا دیا تھا۔

"کسی اپنے دوست کا خیال کرنا، کنسرن شو کرنا۔شاید اتنا بُرا نہیں۔" انابیتا وضاحت دیتے ہوئی بولی تھی۔

"میں سمجھتی ہوں انابیتا تمہارا کیا مطلب ہے۔تم شاید غلط نہیں ہو۔" پارسا نے اسے جھٹلایا نہیں تھا مگر جس طرح وہ سر جھکا کر بیٹھی تھی اس سے وہ کچھ اُلجھی دکھائی دے رہی تھی۔

"آر یو اوکے؟" انابیتا نے پوچھا تھا۔

"آئی ایم اوکے انابیتا... تم خوامخواہ فکر کررہی ہو۔" وہ مسکرائی تھی۔

"پارسا گھر چلو۔ڈنر کرکے چلی جانا۔میں تمہیں ہاسٹل ڈراپ کردوں گی۔" انابیتا نے آفر دی تھی۔

"نہیں آج نہیں انابیتا۔مجھے کچھ ضروری کام ہے۔تم مجھے آگے تک ڈراپ کردو۔میں وہاں سے کوئی کیب یا آٹو لے لوں گی۔"

"ٹھیک ہے۔" انابیتا نے زیادہ تر دو کرنا ضروری خیال نہیں کیا تھا۔اسے ڈراپ کرکے وہ گھر آئی تھی جب گاڑی پورچ میں کھڑی کرتے ہوئے اس پر نگاہ پڑی تھی۔وہ وہیں باہر سیڑھیوں پر بیٹھا تھا۔

وہ گاڑی سے نکل کر اس کے پاس آگئی تھی۔

"تم یہاں کیسے؟ اور یہاں کیوں بیٹھے ہو؟" انابیتا نے سوال توپ کی طرح داغے تھے۔

"کیا مطلب میں یہاں کیسے؟ یہاں کیوں بیٹھا ہوں؟ تم تو یوں کہہ رہی ہو جیسے میں مارس سے نکل کر سیدھا یہاں آگیا ہوں۔" دامیان شاہ سوری نے اس کی کلاس لی تھی۔

"کیسا گھر ہے؟ مہمانوں کی خاطر داری نہیں ہوتی یہاں؟ یہاں آیا تو گیٹ کیپر سے پتا چلا کہ گھر میں کوئی نہیں مگر مجھے اجازت ہے کہ میں یہاں سیڑھیوں پر بیٹھ کر انتظار کر سکتا ہوں۔میں جم سے واپس آیا تھا۔تھکا ہوا تھا' سو یہ بھی غنیمت لگا۔" اس نے منرل واٹر کی بوتل کو منہ سے لگا کر دو چار گھونٹ حلق سے نیچے اُتارے تھے۔انابیتا بیگ کو کچھ شرمندگی نے آن گھیرا تھا۔

"آئی ایم سوری۔لیکن تمہیں فون کرکے آنا چاہیئے تھا۔میرا تو ٹینس کا میچ تھا۔پارسا میرے ساتھ ہی تھی اسے آدھے راستے میں چھوڑ کر آئی ہوں۔عدن کی ایک میٹنگ تھی اور ممی ڈیڈی کسی دوست کی طرف گئے ہیں۔تم مجھے فون

کردیتے کم از کم اندر چلے جاتے۔کتنے نوکر ہیں۔تمہیں مہمان داری نہ کرنے کا قلق تو نہ ہوتا۔" انابیتا نے مسکراتے ہوئے کچھ ازالہ کرنا چاہا تھا۔آگے بڑھ کر دروازے کا لاک کھولا تھا۔

"ویسے تم آج یہاں کیسے؟" اپنے پیچھے اسے آتا دیکھ کر اس نے لاؤنج کی لائٹ جلائی تھی۔"کوئی خاص کام تھا؟"

"ہاں کچھ نوٹس چاہیئے تھے۔تمہارا میچ کیسا رہا؟"

"مت پوچھو۔اچھا نہیں رہا۔پچھلے کچھ دنوں سے فٹنس پر دھیان نہیں دے رہی۔سو اب اس کا خیال رکھنا پڑے گا۔" اس نے راہداری کی لائٹ جلائی تھی۔وہ اس کی طرف بغور دیکھ رہا تھا۔انابیتا چونکی تھی۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟"

"تم...!"

"کیا میں؟"

"کچھ موٹی ہورہی ہو۔" وہ ہنس دیا تھا۔

انابیتا نے اسے خفگی سے گھورا تھا۔

"اگر میں موٹی ہوں تو تمہاری وہ للی کیا ہے؟"

"للی کو درمیان میں لانا ضروری ہے کیا؟" وہ مسکرایا تھا۔

"تم نے مجھے موٹی کہا۔" وہ منہ پُھلا کر بولی تھی۔

"پیار سے کہا... مگر میں تمہارا کمپیرزن للی سے نہیں کرتا۔" اس کا پھولا پھولا سا منہ دیکھ کر وہ بولا تھا۔

"پھر کس سے کرتے ہو۔" اناہیتا اپنے موٹی کہے جانے پر کچھ زیادہ خوش نہیں تھی۔

"کسی سے نہیں بابا۔" وہ ہنسا تھا۔"تم یو نیک ہو۔ارلیئسر۔تم جیسا کوئی نہیں ہے۔" دیانت داری سے کہا تھا۔

"للی بھی نہیں؟" اناہیتا نے مسکراتے ہوئے پوچھا تھا۔

"شاید۔" دامیان نے ملائمت سے مسکراتے ہوئے شانے اُچکا دیئے تھے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ٹھیک ہے تم بیٹھو۔میں تمہارے لیے اسی خوشی میں کچھ بناتی ہوں۔" فریج کا دروازہ کھول کر دیکھا تھا۔کباب بنے پڑے تھے۔اس نے پلیٹ کر چائے کا پانی دھرا تھا جب لائٹ چلی گئی تھی۔وہ جہاں تھی' وہیں رُک گئی تھی۔

"دامیان۔" اس نے مدد کو پکارا تھا۔

"آر یو اوکے اناہیتا؟" وہ جو صوفے پر بیٹھنے کو جھکا تھا یک دم سے کھڑا ہو گیا تھا۔اندھیرے میں کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

"تم جہاں ہو' وہیں رُک جاؤ اناہیتا۔میں یہیں ہوں۔" اسے تسلی دی تھی۔

"دامیان کوئی لائٹ جلاؤ۔کیسے آدمی ہو۔تمہارے پاس لائٹر نہیں؟" وہ اندھیرے سے خوف زدہ تھی سو بولی تھی۔

"میں سگریٹ نہیں پیتا اناہیتا تم جانتی ہو۔" اس نے حدِ نگاہ تک پھیلے اس اندھیرے میں اس کی آواز کا تعین کرتے ہوئے بروقت وضاحت دی تھی۔

"سگریٹ نہیں پیتے لائٹر تو رکھنا چاہئے نا۔کبھی بھی ضرورت پڑ سکتی ہے مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

"تو ڈرو مت اناہیتا۔میں کچھ کرتا ہوں۔تم جہاں ہو وہاں کوئی ماچس ضرور ہو گی۔"

"اگر ماچس ہوتی تو میں اندھیرے میں کھڑی رہتی؟" وہ تپ کر بولی تھی۔

"اوہ...!" اس نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے قدم آگے بڑھائے تھے۔

"میں ماچس دیکھتی ہوں دامیان۔تم وہاں دراز میں کینڈل دیکھو۔"

"اوکے میں دیکھتا ہوں۔" اس نے ہاتھ سے ٹٹول کر ایک جگہ اندازہ کیا تھا کہ دراز ہے اور وہ کامیاب رہا تھا۔وہ دراز تھا اب کینڈل ڈھونڈنے کی باری تھی۔

"ملی!" اناہیتا کی آواز آئی تھی۔

"ڈھونڈ رہا ہوں اناہیتا۔مجھے نہیں پتا تھا۔یہاں آکر یہ ٹاسک کرنا ہو گا ورنہ میں بندوبست کرکے آتا۔میرا اندھیرے میں چیزیں تلاشنے کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔ایک اچھی خبر ہے کہ کینڈل مل گئی ہے۔تم بولتی رہو تاکہ مجھے اندازہ ہو کہ تم کس طرف۔کہاں کھڑی ہو۔" دامیان نے کہا تھا۔وہ زچ ہو کر بولی تھی۔

"کیا بات کروں۔تم یوں صدیاں سال لے رہے ہو جیسے میں نے چاند تارے توڑ لانے کی فرمائش کردی ہو۔" تلملا کر بولی تھی۔

"اس سے بہتر تھا تم چاند' تارے توڑ کر لانے کی فرمائش کردیتیں شاید وہ ٹاسک زیادہ ایزی ہوتا میرے لیے۔ناسا والے اتنے ظالم نہیں' جتنے کے ای ایس سی والے ہیں۔" اس کی حسِ مزاح اس لمحے بھی عروج پر تھی۔اناہیتا نے ہاتھ اِدھر اُدھر مار کر ماچس تلاشنے کی کوشش کی تھی۔

" کیا ہوا اب؟" ماچس نہ پاکر وہ جھنجلائی تھی۔

تبھی وہ ایک قدم پیچھے ہٹی تھی اور دامیان سے ٹکرا گئی۔دامیان نے اسے تھام لیا تھا۔ایک مانوس سی خوشبو نتھنوں میں گھسی تھی۔قربت کچھ زیادہ تھی۔

"آر یو اوکے اناہیتا؟" اسے تھامے ہونے کے باوجود ' وہ احساس کرنا چاہتا تھا۔

"آئی... آئی ایم اوکے... " اس کی آواز مدھم تھی۔دامیان نے اسے اپنی مضبوط گرفت میں لیے لیے ہاتھ بڑھا کر ماچس تلاشنی چاہی تھی۔دونوں کے درمیان اتنی قربت نہیں آئی تھی۔

انابیتا کو اندھیرے کے باوجود اپنے چہرے کی تپش کا اندازہ ہوا تھا اور اس کی سانسوں کی گرمی کا بھی۔

"تم گھبراؤ مت انابیتا۔" اس کا انداز بہت کیئرنگ اور پروٹیکٹیو تھا۔کسی بہت ذمے دار بندے جیسا۔کسی طرح اس نے دیکھ کر ایک روشنی نے اس اندھیرے کے وجود کو یک دم سے توڑا تھا۔

"تم ٹھیک ہونا؟ یوں ہی خوامخواہ پریشان ہورہی تھیں۔دیکھو میں نے ٹاسک کمپلیٹ کردیا۔" وہ ہر بات کو مذاق میں ٹالنے کا عادی تھا۔انابیتا نے سر اٹھا کر موم بتی کی اس مدھم سی روشنی میں اس شخص کو دیکھا تھا۔تبھی وہ بھی اس کی جانب متوجہ ہوا تھا۔

"انابیتا' آر یو اوکے؟" اس کے چہرے پر نگاہ پڑی تھی اور پتا نہیں کیا تھا کہ وہ نگاہ ہٹا نہیں پایا تھا۔وہ اس کے قریب تھی۔اس کا ایک بازو اب بھی اس کی کمر کے گرد حمائل تھا۔ایک ہاتھ سے اس نے کینڈل تھام رکھی تھی۔ایک مانوس سے احساس نے رگ و پے میں قدم رکھے تھے۔وہ اپنے گرد سے اس

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کا بازو ہٹا کر اس کی گرفت سے نکلی تھی اور ایک قدم دور ہٹی تھی بنا مڑے' دامیان ملک کو اس کی کیفیت کا اندازہ تھا تبھی فوراً بولا تھا۔

"تمہاری بولتی یک دم سے کیسے بند ہوگئی؟" ابھی تو فر فر بول رہی تھیں۔اب چائے بناؤ گی یا یوں ہی کھڑی دیکھتی رہو گی؟" وہ بوکھلا کر فوراً پلٹی تھی۔یوں ہی کیبنٹ کھول کر جھانکا تھا۔

"ماچس میرے پاس ہے۔" دامیان نے اسے بوکھلائی دیکھ کر ہاتھ آگے بڑھایا تھا۔"ویسے تم کینڈل کی روشنی میں زیادہ خوب صورت لگتی ہو۔" جب وہ چولہے پر پانی رکھ کر ماچس جلا رہی تھی تبھی وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔انداز میں ایک شرارت تھی۔وہ شرمندہ سی ہوگئی تھی۔

"میں اگر چلا جاؤں تو تمہیں ڈر تو نہیں لگے گا نا؟" اس نے اسے چھیڑا تھا۔

"لگے گا۔تم وہاں جاکر بیٹھو۔میں چائے بنا کر لاتی ہوں۔تم میرے سیل فون سے بھائی کو بتادو۔وہ آجائیں گے تو تم چلے جانا۔" نظر ملائے بنا کہا تھا۔

"ٹھیک!" دامیان نے سعادت مندی سے سر ہلادیا تھااور ٹیکٹ کرنے لگا تھا۔

...☆☆☆...

جب سمجھ میں کچھ نہ آرہا ہو تو سمجھ میں آنے والا پہلا راستا چن لینا عقل مندی ہوتی ہے۔وہ رات بھر جاگتی اور سوچتی رہی تھی۔خطرے کی گھنٹی اس کے کہیں آس پاس بج رہی تھی اور وہ اس پر سے اپنے کان بند نہیں کر سکتی تھی۔بہت سوچنے سمجھنے کے بعد وہ صبح آفس جانے سے پہلے اس کی طرف آگئی تھی۔وہ سورہا تھا اس نے ایک جھٹکے سے کمبل کھینچا تھا۔

"مجھے پتا ہے تم جاگ رہے ہو۔میری بات سنو۔مجھے منگنی کرنا ہے۔" انائیا بولی تھی اور وہ ایک دم سے اٹھ بیٹھا تھا۔

"وہاٹ!" وہ دہاڑا تھا۔

"یس، آئی وانٹ تو گٹ انگیجڈ۔اور وہ بھی بہت جلد۔" وہ مطمئن تھی۔

"تم نے لڑکا دیکھ لیا؟" اسے انائیا کی ذہنی کیفیت پر شک ہورہا تھا۔

"دیکھ لیا' دیکھ چکی... اس وقت اس کے ساتھ تو ہوں۔اس کے کمرے میں کھڑی... اس سے پوچھ رہی ہوں' مجھ سے شادی کروگے؟" وہ لگی لپٹی رکھے بغیر بولی تھی اور وہ ساکت رہ گیا تھا۔

"انائیا تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

...☆☆☆...

"نہیں۔" انائیا ملک بہت پرسکون دکھائی دے رہی تھی۔

"دماغ خراب نہیں ہوا ہے۔میں ٹھیک ہوں اور تم اتنا حیران کیوں ہو رہے ہو؟ یہ کوئی اتنی بڑی بات ہے؟ تم تو یوں ردعمل دکھا رہے ہو جیسے میں نے کسی موسٹ ہاؤنٹنگ جگہ پر ایک رات تنہا گزارنے کے لیے کہہ دیا ہو۔کتنا چھوٹا دل ہے تمہارا۔یہ اتنا چڑی سا۔" انائیا ملک نے اسے بھرپور شرم دلانے کی کوشش کی تھی اپنی دانست میں۔

وہ اسے بغور دیکھ رہا تھا۔

"اب ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟" انائیا ملک نے رسانیت سے پوچھا تھا۔

"انائیا! تمہاری کوئی کل پیچ میں ڈھیلی ہے۔" عدن بیگ نے جیسے اسے بنانے کے ساتھ خود کو بھی ازسر نو باور کرایا تھا۔انائیا نے قطعاً برا نہیں مانا تھا۔اس کے شولڈر پر ہاتھ رکھا تھا اور پھر اس کے پاس بیڈ پر بیٹھ گئی تھی۔

"میری بات سنو۔میں کوئی اتنا بُرا اوپشن نہیں ہوں۔تمہیں اچھی لڑکی مل رہی ہے۔اگر نارمل حالات ہوتے اور کوئی مجھ سے پوچھتا کہ انائیا ملک تم عدن

بیگ سے شادی کروگی؟ تو میں صاف منع کر دیتی مگر اب بات اور ہے۔تم سمجھ نہیں رہے ہو۔" انائیا ملک کا انداز مطمئن تھا جیسے وہ اپنے طور پر ٹھان کر آئی تھی۔

"کیا نہیں سمجھ رہا ہوں انائیا... کیا سمجھانا چاہ رہی ہو تم مجھے؟ کہ میں ایک اچھا اوپشن بھی نہیں ہوں؟"

"ارے... ایسا میں نے کب کہا؟ تم غلط سمجھ رہے ہو... اچھے خاصے ہو... اتنے برے نہیں ہو مگر نارمل حالات میں شادی کے لیے دس باتیں اور بھی سوچنا پڑتی ہیں۔پوری عمر کی بات ہے۔" وہ وضاحت دے رہی تھی۔اس کی شفاف آنکھوں میں جھانکتے ہوئے عدن بیگ نے سر ہلایا تھا۔

"جانتا ہوں انائیا مگر یہ بھی کوئی حل نہیں ہے۔ویسے تمہارے دماغ میں اتنی نادر ونایاب قسم کی باتیں آتی کہاں سے ہیں؟"

"یوں ہی نہیں آتی۔دماغ لڑانا پڑتا ہے۔پتا ہے کتنا سوچا... پوری رات نہیں سوئی میں... تب کہیں جا کر یہ آئیڈیا میرے دماغ میں آیا۔دس بار تو خود

تمہارا نام لیا اور پھر اپنے طور پر خود ہی ریجیکٹ بھی کر دیا۔" وہ صاف گوئی سے بولی تھی۔وہ چونکا تھا۔

"کیا...؟ تم نے مجھے ریجیکٹ کیا؟" لہجے میں حیرانی تھی اور آنکھوں میں ناگواری بھی۔غالباً وہ بھرپور انداز میں سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ شاکڈ ہے۔

"نہیں... ریجیکٹ نہیں کیا... ریجیکٹ کیا ہوتا تو آج یہاں تمہارے پاس آتی..." انائیا نے سہولت سے بات سنبھالی تھی۔"دیکھو عدن! تم جانتے ہو میں کتنی مشکل میں ہوں اور مجھے تمہاری کتنی ضرورت ہے۔" اس نے احساس دلایا تھا۔

"ہاں جانتا ہوں مگر یہ کوئی حل نہیں ہے انائیا۔اس سے پرابلم بڑھ سکتی ہیں۔ہم دونوں نے کبھی ایک دوسرے کو اس پوائنٹ آف ویو سے نہیں دیکھا۔کبھی دماغ میں اس طرح

جھٹ سے یوں فیصلہ نہیں ہوتا ہزار باتیں دیکھنا پڑتی ہیں۔ہزار زاویوں سے دیکھنا پڑتا ہے۔شادی یوں ہی نہیں ہو جاتی۔" وہ سمجھاتا ہوا بولا تھا۔

وہ سرجھکائے خاموشی سے بیٹھی تھی۔اس لمحے کچھ بے بس دکھائی دے رہی تھی۔

"جانتی ہوں مگر تم ہی بتاؤ میں کیا کروں؟ میرے پاس کوئی اوپشن نہیں ہے۔مجھے بہت ڈر لگتا ہے۔کہتی نہیں ہوں لیکن میں بہت ڈرتی ہوں۔میرا کوئی قصور نہیں مگر سزا بھگتنے پر مجبور ہوں۔اس بندے نے میرے لیے کوئی راہ نہیں چھوڑی۔میں کسی سے کہہ نہیں سکتی۔بات نہیں کر سکتی۔بتا نہیں سکتی کہ مجھ پر کیا گزر گئی ہے۔میں یہ بھی جانتی ہوں کہ میری زندگی کا سب سے بڑا فیصلہ ہے یہ' جسے میں نے کبھی اس طرح افراتفری میں لینے کے بارے میں نہیں سوچا تھا اور یہ تو بالکل بھی نہیں سوچا تھا کہ اس طرح خود کسی سے کہوں گی... ہر لڑکی کے ہزاروں ارمان ہوتے ہیں مگر اس لمحے مجھے ڈر کے سوا کچھ یاد نہیں۔میں اس ڈر سے باہر آنا چاہتی ہوں۔کھل کر سانس لینا چاہتی ہوں۔اس کی قیمت چاہے کچھ بھی ہو۔ٹھیک ہے تمہیں اس نظریے سے کبھی

نہیں دیکھا نہ سوچا مگر تمہیں جانتی تو ہوں۔تم میرے لیے انجانے نہیں ہو۔"
وہ سر جھکائے کہہ رہی تھی۔عدن لب بھینچے اسے چپ چاپ دیکھ رہا تھا۔اسے وہ لڑکی قابل رحم لگی تھی۔اپنی بقا کی جنگ لڑتی ہوئی۔خالی ہاتھ مگر پُرعزم... وہ اسے شکست خوردہ نہیں لگ رہی تھی۔

"مگر یہ پھر بھی مشکل تو ہے انائیا۔تم نے کہا کچھ خواب ہوتے ہیں' ارمان ہوتے ہیں۔ میں بھی مانتا ہوں کہ خواب ہوتے ہیں مگر کل اگر کچھ غلط ہوتا ہے تو... نہ تم مجھے الزام دے سکو گی نہ میں تمہیں اور تم صرف آج کے بارے میں سوچ رہی ہو۔کل کے بارے میں نہیں۔یہ حل مہنگا بھی پڑ سکتا ہے۔" وہ اس کی مدد کرنے سے کترا نہیں رہا تھا مگر ایسا کچھ مشکل دکھائی دے رہا تھا۔

"میرے پاس الزام دینے کے لیے چوائس نہیں ہے عدن۔میں جو بھی قدم اٹھاؤں گی۔وہ اٹھانا اشد ضروری ہوگا۔سوچنے کے لیے ٹائم نہیں ہے۔جو ہوگا کل دیکھا جائے گا۔" وہ اپنے طور پر پوری طرح تیار تھا۔وہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگا تھا۔وہ چونکی تھی۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟" وہ اپنی جگہ شرمندہ دکھائی دی تھی۔

عدن نے اسے دیکھا تھا۔لمحہ بھر کو ایک اور چہرہ نظروں کے سامنے جھلملایا تھا۔

کچھ لیا دیا انداز

کچھ سکوت سا آنکھوں میں

کچھ سہمی سی نظر

اک پری سا پیکر

مگر کھوئے ہوئے پروں کا ملال

وہ ادھ کھلے ہونٹ

وہ کتھئی آنکھیں

مگر خوابوں سے بہت پرے

یقین کے دہانے پر کھڑی

وہ کچھ اچھی لگی تھی

پارسا سا پیکر تھا۔سو پارسا ، نام بھی تھا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دو چار پلوں کی ملاقات ہی سہی

آدھی ادھوری بات ہی سہی

مگر وہ اچھی لگی تھی...

"تم پریشان ہو گئے ہو نا؟" انائیا نے اسے شرمندہ سی ہو کر دیکھا تھا۔اپنی جگہ کچھ اچھا محسوس نہیں ہوا تھا۔شاید اسے بھی احساس ہوا تھا کہ اس نے اس پر اپنا آپ تھوپنے کی کوشش کی ہے۔وہ اٹھی تھی۔چپ چاپ وہاں سے نکل جانا چاہا تھا... مگر جیسے ہی عدن بیگ کے پاس سے گزرنے لگی تھی اس نے کلائی ہاتھ میں لے لی تھی۔انائیا رک گئی تھی مگر فوری طور پر پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔

"میں یوں ہی کچھ سوچ رہا تھا۔" وضاحت دی تھی مگر اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔

"میں بھول گئی تھی عدن کہ تمہاری کوئی اپنی زندگی بھی ہو سکتی ہے۔مجھے اس طرح خود کو پلیٹ میں رکھ کر پیش کرنے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا۔"وہ ہرٹ ہوئی تھی۔اس کی خاموشی سے... یا پھر کسی اور خیال سے... شاید اسے کوئی

احساس کچوکے مار رہا تھا۔خود سے جھکنا... آفر کرنا... یقیناً اسے اپنا آپ ارزاں لگا تھا۔وہ اس کی فیلنگز کسی طور سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"ایسا مت سوچو انائیا۔یو آر اے گڈ گرل۔جس لمحے کسی کی بھی زندگی میں تم جاؤ گی وہ قسمت والا ہی ہوگا۔" بہت نرمی سے اسے کندھے سے تھام کر اس کا رخ اپنی طرف

کنارے نم تھے۔

شاید وہ اسی لیے اس کی طرف دیکھنے سے گریز کر رہی تھی۔

"میں نے ایسا نہیں سوچا تھا عدن۔بہت بری سچویشن ہے یہ میری زندگی میں... میرا دل چاہتا ہے کہیں بھاگ جاؤں... بہت دور یا پھر... اس بندے کو قتل کر دوں۔" وہ بے بسی سے اتنا ہی کہہ سکی تھی۔

عدن مسکرا دیا تھا۔

"پہلا اوپشن زیادہ بہتر لگ رہا ہے۔چلو مل کر بھاگتے ہیں... دور کہیں۔" اس کی آنکھوں میں نمی دیکھتے ہوئے رومال اس کی طرف بڑھایا تھا جسے انائیا نے چپ چاپ تھام لیا تھا۔

"تمہیں کوئی اور اچھی لگتی ہے نا؟"

"نہیں۔" فوری جواب آیا تھا۔

"جھوٹ بول رہے ہو؟"

"نہیں۔میری زندگی میں کوئی نہیں۔" وہ برملا بولا تھا۔

"آر یو شیور...؟"

"ہنڈریڈ پرسنٹ سچ ہے یہ۔" وہ یقین دلانے کی غرض سے بولا تھا۔انائیا اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی تھی۔

"ایک لڑکی اچھی لگی ہے۔"

"کون ہے؟"

"اب مجھے تمہارے انداز میں سے شک کی بو آ رہی ہے ٹیپکل گرل۔" اس کی چھوٹی سی ناک کو دباتے ہوئے وہ بولا تھا۔

”ایسا نہیں ہے مگر... میرے لیے یہ میٹر کرتا ہے‘ اس لیے نہیں کہ میں جیلس ہوں بلکہ اس لیے کہ مجھے تمہاری زندگی کو خراب نہیں کرنا۔ میں نہیں چاہتی کہ تم میری وجہ سے کچھ سیکری فائس کرو۔ تمہیں قربان نہیں کرنا چاہتی۔ میں کوئی اور حل بھی نکال سکتی ہوں۔“

وہ محتاط دکھائی دے رہی تھی۔

”ایسا نہیں ہے۔“

”کون ہے وہ؟“

”کوئی نہیں۔“

”بتا دو۔“

”تم کیا کروگی جان کر...؟“

”تمہاری شادی کروا دوں گی۔“

”دماغ خراب ہے تمہارا؟“

”کیوں؟“

”میری شادی اس سے کروا دوگی تو تم سے شادی کون کرے گا؟“ وہ مسکرا رہا تھا۔

”میں نیوز پیپر میں ایڈ دے کر کوئی اچھا سا لڑکا دیکھ لوں گی۔“ وہ مطمئن دکھائی دی تھی۔

”انائیا پاگل پن ہے یہ...“

”ضرورت ہے... اور ضرورت کے وقت ضرورت رشتہ کا ایڈ دینا عقلمندی ہے... بے وقوفی نہیں۔“

”تمہاری مرضی کا لڑکا ملنا ممکن ہے؟“ عدن نے چھیڑا تھا۔

”یہ لمحہ ایسا سوچنے کا نہیں ہے۔ میری چوائس کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ اب کوئی بھی مل جائے چلے گا...“ وہ پلٹ کر باہر نکل گئی تھی۔ عدن کچھ دیر کھڑا اس کی جانب دیکھتا رہا تھا پھر واش روم میں گھس گیا تھا۔

...☆☆☆...

قدم معارج تغلق کے محل میں رکھا تھا تو علم میں آیا تھا کہ مہندی کی تقریب کے بعد سنگیت کا وینیو بدل دیا گیا ہے اور ہوٹل کی بجائے اسے تغلق فیملی

کے کسی فارم ہاؤس پر طے کیا گیا ہے۔اس کا مطلب تھا کہ انائیا ملک کی ذمے داریاں مزید بڑھ گئی تھیں۔اس نے فارم ہاؤس کا وینیو دیکھا نہیں تھا اور تیاریاں ایسے میں ناممکن دکھائی دے رہی تھیں۔یعنی اس کا وہاں جانا ناگزیر تھا۔کوئی تھا جو درپردہ یا پسِ پردہ دشمنی نبھا رہا تھا اور اس کا کام جان بوجھ کر بڑھا رہا تھا۔

اس نے نگاہ دوڑا کر اِدھر اُدھر دیکھا تھا مگر تاحال وہ اسے کہیں دکھائی نہیں دیا تھا۔وہ کوئی بازپرُس نہیں کرنا چاہتی تھی مگر یہ ٹھیک نہیں تھا کہ وہ پہلے کے بتائے گئے وینیو پر تیاریوں کا کام پورا کر چکی تھی۔

”آپ کو سنگیت کے وینیو کے بارے میں پتا چلا؟ سم ہاؤ بدل دیا گیا ہے۔آپ کے علم میں لانا ضروری تھا گو... مگر مصروفیت ایسی رہی کہ ڈسکس کرنے کا موقع نہیں ملا۔“ وہ اس کے پیچھے کھڑا کہہ رہا تھا۔وہ جانتی تھی کہ وہ یہیں کہیں ہوگا... آس پاس تب ہی اتنا چونکی نہیں تھی۔بہت رسانیت سے پلٹی تھی اور اس شخص کو بغور دیکھا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”آپ کو پتا ہے کہ آپ نے غلط کیا ہے؟“ سوال تھا یا الزام...؟ مگر وہ مطمئن دکھائی دیا تھا۔

”غلط تو کچھ نہیں ہوا۔جگہ طے پائی تھی مگر جب کچھ پرابلمز آ رہی تھیں تو بدلنا تو تھا۔ایسا ہو جاتا ہے کبھی کبھی پہلے سے طے شدہ فیصلوں پر بھی نظرثانی کرنا پڑ جاتی ہے۔کونسٹنٹ تو کچھ بھی نہیں۔“ معارج تغلق کا لہجہ پرسکون تھا۔

”آپ کو مجھے مشکلات میں ڈال کر مزا آتا ہے؟“ انائیا نے خوداعتمادی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔وہ جانے کیوں مسکرا دیا تھا۔

”نہیں۔آپ غالباً غلط سمجھ رہی ہیں یا پھر میں، لیکن یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ چیلنجز قبول کرلیتی ہیں اور پروف کر کے دکھانے کی اہلیت رکھتی ہیں۔“ وہ اپنے طور پر جانے کیا اخذ کیے بیٹھا تھا۔

”میں چیلنجز ایکسپیٹ نہیں کرتی اور نہ ہی مجھے چیلنج کرنا اچھا لگتا ہے۔آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔“ وہ اپنے طور پر جتانا چاہتی تھی کہ اس کے معاملے میں انتہاپسندی کی طرف گامزن نہیں سو وہ چیزوں کو ٹاسک سمجھ کر میدان میں نہ اترے۔

”مسٹر تغلق! کچھ بھی اخذ کرنے سے پہلے سوچ لیجیے کہ آپ مجھے نہیں جانتے۔ کسی کا اچھا لگ جانا اور کسی کو انڈراسٹینڈ کرنا دو مختلف مرحلے ہیں۔“ وہ جتاتے ہوئے بولی تھی۔

”آپ مجھے کس مرحلے پر رکھ رہی ہیں؟“ سوال ہوا تھا اور وہ لمحہ بھر کو چپ ہو گئی تھی۔وہ غالباً اس کی بے بسی سے محظوظ ہوا تھا۔اسے اچھا لگتا تھا انائیا کو یوں بے بس کرنا۔اس کی آنکھوں میں کوئی پچھتاوے کا احساس نہیں تھا۔کوئی ایسا احساس نہیں دیکھ پائی تھی وہ جو بتاتا کہ وہ کچھ غلط کرنے پر گلٹی ہے۔

”میں آپ کو کسی مرحلے پر نہیں رکھ رہی۔اصولاً آپ دونوں مرحلوں کے لیے نااہل ہیں اور غالباً یہ بات آپ خود بھی جانتے ہیں۔چور دروازے کے دہانے پر کوئی مرحلہ وار شناسائی نہیں ہوتی ناواقفیت۔“ انائیا ملک نے جتایا تھا مگر وہ بہت پرسکون انداز میں مسکرا دیا تھا۔

”چور دروازوں پر کہیں لکھا نہیں ہوتا کہ یہ چور دروازے ہیں اور یہاں داخل ہونے کے بعد شناسائی کا کوئی موقع ہاتھ نہیں آئے گا۔ٹرائے ٹو بی پریکٹیکل۔ بہت خوابوں جیسی باتیں کرتی ہیں آپ حقیقتوں سے دور... کسی کو جاننا اتنا بڑا

مرحلہ نہیں ہے۔یہ معرکہ ہو سکتا ہے مگر ناممکن نہیں...“ وہ جیسے باور کرا رہا تھا۔

”چور دروازوں پر لکھا نہیں ہوتا مگر داخل ہونے والا جانتا ہے کہ وہ غلط راہ سے داخل ہو رہا ہے۔میں خوابوں اور خیالوں کی باتیں نہیں کرتی اور کسی آنے والی مصیبت سے بچنے کی سعی بھی کر رہی ہوں۔شاید آپ نہیں جانتے۔ایک لڑکی کے سنیس بہت شارپ ہوتے ہیں۔اسے پتا چل جاتا ہے کہ اگر کوئی آدمی اس کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے تو اس کا مقصد کیا ہے۔وہ جان سکتی ہے کہ کوئی کتنا ہارم ہے۔“

”آپ کو لگتا ہے میں ہارم ہوں...؟“ اسے یہ قصہ جیسے دلچسپ معلوم ہوا تھا۔ ”لڑکی کے سینس شارپ ہوتے ہیں...“ وہ محظوظ ہو رہا تھا۔انائیا کو اس سے بحث کرنا فضول لگا تھا۔

”آپ مجھے ٹاسک سمجھ کر جتنی ہرڈلز میرے راستوں میں رکھنا چاہتے ہیں رکھ سکتے ہیں۔مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔میں یہاں صرف کمپنی کے کام کی غرض سے آتی ہوں۔اس سے زیادہ کچھ نہیں۔اس سے زیادہ آگے نہ میں جا

سکتی ہوں اور نہ ہی اس کے لیے مجھے کوئی مجبور کر سکتا ہے۔اس کی یہی بات شاید بہت متاثر کن تھی۔وہ ایک لمحے میں اگر پسپا ہوتی تھی تو دوسرے ہی لمحے اپنے قدموں پر تنی کھڑی دکھائی دیتی تھی۔اس کا اعتماد تھا یا کوئی اور بات مگر کچھ تو تھا جو جاذبِ نظر تھا اور معارج تغلق کی توجہ اپنے سنگ باندھ رہا تھا۔

”میں مزید ٹائم ضائع نہیں کرنا چاہتی۔بہتر ہوگا آپ مجھے وینیو دکھا دیں۔“ وہ پروفیشنل انداز میں بولی تھی۔وہ معمول سے زیادہ پرسکون دکھائی دے رہی تھی اور یہ بات معارج تغلق سے چھپی نہیں رہ سکی تھی۔

”آپ آج چلنا چاہیں گی؟“ وہ پوچھ رہا تھا۔

”کہاں ہیں آپ کے فارم ہاؤس؟“

”زیادہ دور نہیں ہیں۔“

”اس کا مطلب ہے اگر آج ہم جاتے ہیں تو شام تک لوٹ آئیں گے؟“

”ہاں اگر حالات معمول پر رہتے ہیں تو...“ اس نے آنکھوں پر گلاسز چڑھا دیے تھے۔آنکھوں کا تاثر چُھپ گیا تھا۔

”تو ٹھیک ہے میں اپنے فیانسی کے ساتھ جا کر دیکھ لوں گی۔آپ مجھے وینیو کا ایڈریس ٹیکسٹ کر دیجیے گا۔“ وہ سکون سے بولی تھی۔

وہ غالباً چونکا تھا۔گلاسز پَل بھر کو نظروں سے ہٹا کر اس کی طرف دیکھا تھا۔اس کی زبان سے کسی کا نام سننا شاید عجیب لگا تھا۔وہ کبھی کسی حوالے سے اور حوالہ بھی خاص...

”آپ مہندی کی تیاریوں پر کونسنٹریٹ کریں پلیز۔باقی سب بعد میں دیکھا جائے گا۔یہ ہماری نجی تقریب ہے اور ہمیں یہاں اروبلی ونٹ لوگ بالکل نہیں چاہیئں۔“ جتانے کے بعد وہ فوراً ہی کہہ کر پلٹا تھا پھر وہاں سے نکل گیا تھا۔

انائیا نے سرسری سے انداز میں اس شخص کو دیکھا تھا اور پھر پلٹ کر مصروف ہو گئی تھی۔

...☆☆☆...

”بھابی کا فون آیا تھا۔بتا رہی تھیں کہ ضروری بات کرنا چاہ رہی ہیں۔میں نے پوچھا بھی تو انہوں نے نہیں بتایا۔“ رات کھانے کی میز پر جب وہ چاول پلیٹ میں نکال رہی تھی تو کان میں ممی کی آواز پڑی تھی۔اس کے ہاتھ لمحہ بھر کو رک گئے تھے۔

”ہو گی کوئی بات... اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟“ نانا نے سرسری انداز میں کہا تھا۔

”نہیں پریشانی کی بات تو نہیں مگر بھابی نے کہا وہ ہم سے کچھ بہت قیمتی شے مانگنا چاہتی ہیں۔میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ وہ قیمتی شے کیا ہے؟“

”کوئی قیمتی شے...؟ وہ کیا ہو سکتی ہے؟ وقار کا بزنس اچھا ہے پھر عدن نے بھی الگ سے کمپنی اسٹارٹ کر لی ہے۔سنا ہے خاصا کام بھی جم گیا ہے۔فنانشلی تو کوئی ضرورت ہو نہیں سکتی۔“ نانا نے دور تک نظر دوڑائی تھی۔

انائیا جوں کی توں ساکت تھی۔

سو عدن نے گھر میں بات کر لی تھی۔

اور یہ بات اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی...

اسے اپنا آپ بہت یخ پڑتا محسوس ہوا تھا۔جیسے اس کا وجود جم گیا ہو وہ کچھ زیادہ نہیں سوچ سکتی تھی مگر اس لمحے اس کی کیفیت عجیب سی تھی۔یہ وہ نہیں تھا جیسے وہ چاہ رہی تھی... مگر یہ وہی تھا جو اس نے عدن سے کرنے کا کہا تھا۔عدن اس کی مرضی پر آمادگی کی مہر ثبت کر رہا تھا مگر اس تمام عمل میں خواہشوں کی جگہ کہاں تھی؟ وہ اپنے اندر پھیلتے سکوت میں جانے کیا تلاشنے کی کوشش کر رہی تھی جب نانا نے اس کی طرف دیکھا تھا۔

”تمہیں کیا ہوا؟ ہاتھ کیوں روک لیا؟“

”کچھ نہیں... وہ... میں...“ اس سے کوئی بات بن نہیں سکی تھی۔

”میں نوٹ کر رہی ہوں تم آج کل ڈھنگ سے کھا نہیں رہیں۔ایک تو آج کل کی لڑکیوں کو ڈائٹنگ کا شوق ہو گیا ہے۔فٹ رہنے کے اور بھی طریقے ہیں۔“ ممی نے اسے ڈپٹا تھا۔اسے پلیٹ میں چاول نکالنے پڑے تھے۔

”ارے بھئی کیلوریز کی وجہ سے پریشان ہو کر ہاتھ مت روکنا۔صبح رشنگ پر جائیں گے تو ساری کیلوریز اپنے آپ ہرن ہو جائیں گی۔“ نانا نے مسکراتے ہوئے اس کی پلیٹ میں دو تین کباب ایک ساتھ رکھ دیے تھے۔

"نانا! اتنا کچھ... یہ مہینے بھر کا راشن آپ مجھے آج ہی کیوں کھلانا چاہتے ہیں؟ میں کل بھی کھاؤں گی پرامس..." اس نے آنکھیں پھاڑ کر قدرے حیرت سے کہا تھا اور نانا مسکرا دیے تھے۔

"ٹھیک سے کھاؤ انائیا! ورنہ زبردستی اپنے ہاتھ سے کھلا دوں گی۔" ممی نے دھمکی دی تھی۔

"ٹھیک سے تو کھا رہی ہوں ممی۔یہ پلیٹ بھر چاول... تین کباب یہ سیلڈ... یہ رائتہ اور... یہ فروٹ ٹرائفل اور..."

"اتنا مت کھاؤ۔مجھے موٹی لڑکیاں بالکل پسند نہیں ہیں۔" عدن بیگ نے کب قدم وہاں رکھا تھا وہ حیران رہ گئی تھی۔سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔وہ عین سر پر کھڑا تھا۔نگاہ ملتے ہی مسکرا دیا تھا۔

"تم اگر ایسا سوچ رہی ہو کہ میں ایسا کہوں گا تو غلط سوچ رہی ہو۔تم جتنا کھانا چاہتی ہو دبا کر کھاؤ؟" عدن مسکرا رہا تھا۔

اس نے بوکھلا کر پہلے اس کی طرف اور پھر نانا اور ممی کی طرف دیکھا تھا مگر وہ جیسے اس کے مزاج اور ان دونوں کے درمیان کی نوک جھونک سے واقف تھے سو کسی نے بھی خاص نوٹس نہیں لیا تھا۔

"بہت دنوں بعد چکر لگایا بیٹا..." نانا نے کہا تھا۔

"بس دادا جی مصروفیت ہی اتنی رہی۔اب بھی یہاں سے گزر رہا تھا سوچا آپ سے ملتا چلوں۔" عدن نے کہا تھا۔

"تم کھڑے کیوں ہو عدن... بیٹھو نا کھانا کھاؤ۔" ممی نے پیار سے کہا تھا۔

"کھانا تو میں کھاؤں گا پھوپو مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ اس ٹیبل پر آپ کے ہاتھ کا بنایا ہوا اچار مسنگ ہے۔" عدن نے یاد دلایا تھا۔ممی مسکرا دیں تھیں۔

"تم بیٹھو میں لے کر آتی ہوں۔انائیا عدن کو کھانا نکال کر دو۔"

"نہیں پھوپو اس کی ضرورت نہیں۔اسے کھانے دیں۔یوں بھی چڑیا جتنا کھاتی ہے۔تم آرام سے کھاؤ۔" ہاتھ کے اشارے سے اسے منع کر دیا تھا۔

”تم میری پلیٹ غور سے دیکھو گے تو پتا چلے گا کہ میں کتنا چڑیا جتنا کھاتی ہوں۔یہ نانا نے چپکے سے تین کباب میری پلیٹ میں رکھ دیے ہیں۔انہیں اس رات کے ڈنر میں تو میں شاید نہ کھاؤں مگر سنو... میری کچھ ہیلپ کروگے؟“ اس نے بیرونی امداد طلب کی تھی۔

”تمہیں بیرونی امداد طلب کرنے کی عادت ہوتی جا رہی ہے انائیا اور یہ بھی شاید اتفاق ہے کہ تمہیں ہر بار میں ہی دکھائی دیتا ہوں۔“ عدن بیگ نے اکتائے ہوئے انداز میں بولا تھا مگر وہ قطعاً برا مانے بغیر مسکرا دی تھی اور دو کباب اٹھا کر اس کی پلیٹ میں رکھ دیے تھے۔

”وقار، بہو اور بچے کیسے ہیں؟“ نانا نے دریافت کیا تھا۔

”سب ٹھیک ہیں دادا جی! آپ کو یاد کر رہے تھے۔ممی اور ڈیڈی تو شاید ایک آدھ دن میں چکر بھی لگائیں۔“ یہ کہتے ہوئے انائیا کی طرف دیکھا تھا۔اس کا منہ کی طرف چمچ لے جاتا ہاتھ رک گیا تھا۔

”خیریت...؟“ نانا نے کریدا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”جی دادا جی! خیریت ہی ہے۔وہ دونوں اگلے ماہ ٹرپ پر جا رہے ہیں۔ہالی ڈیز پر جانے سے پہلے کچھ ضروری امور نمٹانا چاہتے ہیں۔ڈیڈی غالباً رنگ کریں گے آپ کو...“ عدن بیگ نے بتایا تھا۔

”کوئی بزنس ٹرپ ہے پھر کوئی؟“

”نہیں دادجی! میں نے اور انائیا ہی نے مشورہ دیا کہ کبھی کبھی کام سے ریسٹ لینا بھی اچھا ہوتا ہے۔بندہ فریش ہو جاتا ہے۔میں نے ہی ان کا ٹرپ بک کروایا ہے۔ایک مہینہ آرام سے یورپ میں گزاریں گے۔اس کے بعد لوٹیں گے تو کافی بہتر محسوس کریں گے۔“ عدن نے تفصیل بتائی تھی۔

”یہ تو اچھا کیا۔وقار جتنا کام کرتا ہے۔اتنا آرام تو اسے کرنا چاہیے۔“ دادا اور وہ باتوں میں مصروف ہو چکے تھے۔وہ پلیٹ اٹھا کر کچن میں رکھ کر لان میں آ گئی تھی۔یوں ہی سیڑھیوں پر بیٹھی تھی جب اسے احساس ہوا کہ کوئی پاس آن بیٹھا ہے۔

انائیا نے نظر اٹھا کر دیکھا تھا۔عدن اس کی طرف ملائمت سے دیکھتا ہوا مسکرا دیا تھا۔

”تم نے ڈنر بھی ڈھنگ سے نہیں کیا۔ پھوپو صحیح کہتی ہیں آج کل کی لڑکیاں ڈائٹنگ کر کے ساری صحت خراب کر لیتی ہیں۔ مجھے سوکھی سڑی لڑکیوں سے کوئی انٹرسٹ نہیں... ٹرسٹ می۔ تم جیسی ہو ٹھیک ہو۔“

”مگر تم تو مجھے بھی چوہیا کہتے ہو اور میرے گال بھی تمہیں سوکھے پھیکے سیب جیسے لگتے ہیں۔“ وہ چونکی تھی۔

”ہاں تب ہی تو کہتا ہوں دبا کر کھاؤ جو دل چاہے کھاؤ۔ مجھے سچ میں فرق نہیں پڑتا۔ تم جیسی ہو اچھی ہو۔ سوکھے پھیکے سیب جیسے گال تو ٹھیک ہو سکتے ہیں۔“ وہ بدستور چھیڑ رہا تھا مگر اس بار اس نے اس کے مذاق کو بالکل بھی نہیں انجوائے کیا تھا۔ وہ غالباً متفکر تھی۔

”کیا ہوا؟“ عدن نے ملائمت سے پوچھا تھا۔

”پتا نہیں...“ وہ الجھی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ اس کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔

”تم پریشان ہو؟“ عدن نے پوچھا۔

”شاید...“ وہ برملا بولی تھی۔

”اب بھی؟“ عدن نے کہا تھا۔ انائیا نے اس کی طرف دیکھا تھا۔

”عدن سب کچھ بہت الجھا ہوا سا ہے اور بہت عجیب بھی محسوس ہو رہا ہے۔ یہ شاید وہ نہیں ہے جو ہونا چاہیے تھا۔“ وہ الجھی ہوئی تھی۔

”ہاں یہ وہ نہیں ہے جو ہونا چاہیے تھا مگر یہ وہ تو ہے جو تمہیں ان مشکلات سے باہر نکال سکتا ہے۔ اس کے بعد کیا ہوتا ہے یا کیا ہونا چاہیے۔ اس کے بارے میں تم سوچ سکتی ہو مگر تم کہیں یہ مت سوچنا کہ میں تمہیں اپنا پابند کر رہا ہوں یا باندھ رہا ہوں۔ یہ سب تمہاری بھلائی کے لیے ہے۔ ہم اچھے دوست ہیں۔“ عدن نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا تھا۔ انداز دوستانہ تھا۔ لہجہ نرم تھا اور اس کی آنکھوں میں کہیں کوئی ریاکاری نہیں تھی۔ کہیں شک کی کوئی گنجائش نہیں نکلتی تھی۔

”تمہاری مرضی؟“ انائیا نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

”میری مرضی...؟ جو بھی ہو رہا ہے وہ میری ہی مرضی سے ہو رہا ہے انائیا...“ اس نے جتایا تھا۔

”جانتی ہوں مگر یہ وہ نہیں ہے جو تم چاہتے ہو۔شاید میں کہیں تم پر بہت کچھ مسلّط کر رہی ہوں... یہ رشتہ... اپنا آپ... اور ایک بہت بڑی ذمے داری... اور... تم... تم تو شاید کسی اور کو پسند بھی کرتے ہو... مجھے کوئی حق نہیں پہنچتا عدن کہ تمہاری زندگی کو اس طرح ڈسٹرب کروں۔تمہاری بھی کوئی مرضی ہو سکتی ہے۔مجھے اتنا سیلفش نہیں ہونا چاہیے۔“ وہ کسی بہت بڑے بوجھ تلے دب رہی تھی۔

”سیلفش تو تم ہو۔“ وہ مسکرا دیا تھا۔غالباً اس بھاری بھرکم سچوئیشن کو ہلکا پھلکا کرنے کی کوئی راہ ڈھونڈی تھی۔

”اب اگر اس طرح سیلفش بن گئی ہو تو کیا ہو سکتا ہے... سوائے اس کے کہ ہم اسے ہونے دیں جو ہو رہا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم کل مجھے میری مرضی کی زندگی شروع کرنے دو؟“ وہ مسکرا رہا تھا۔

”مطلب...؟“ وہ چونکی تھی۔

”مطلب یہ کہ... تم اس لڑکی کو لے کر پریشان ہو رہی ہو تو ٹھیک ہے میں اس کا دل بھی نہیں توڑوں گا۔“ وہ غالباً چھیڑ رہا تھا۔وہ بالکل بھی غصہ نہیں ہوئی تھی۔کوئی شدید ردعمل ظاہر نہیں ہوا تھا۔

”ٹھیک ہے۔اس سچوئیشن سے باہر نکلتے ہی تم اپنی راہ پر جا سکتے ہو۔تمہیں اجازت ہے...“ وہ اس کی طرف دیکھنے سے مکمل گریز کر رہی تھی۔

”مگر فی الحال مجھے اچھا نہیں لگ رہا کہ تم میری وجہ سے ان پرابلمز میں گھر رہے ہو۔تم اس لڑکی سے بات کر لینا۔میں بھی بتاؤں گی کہ میں تمہاری زندگی میں ہمیشہ کے لیے نہیں آ رہی۔کوئی قبضہ جمانے نہیں۔سو وہ بے فکر رہے۔یہ بس ایک کمپرومائز ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔صرف معارج تغلق سے بچنے کی ایک سعی۔“ وہ سر جھکائے بولی تھی۔

”سوچو اگر معارج تغلق نہ ہوتا پھر کوئی رشتہ بنتا تو کیا تم اسے ایکسپٹ نہیں کرتیں؟“ عدن نے پوچھا تھا۔

”پھر کی بات اور ہوتی۔“ اس کا لہجہ بجھا بجھا سا تھا۔عدن نے اس کے جھکے سر کی طرف دیکھا تھا اور مسکرا دیا تھا۔

"سیانے کہتے ہیں بیسٹ حل سچویشن کے وقت کے حوالے کر دینا ہے کیونکہ جو ہونے والا ہے اسے نہ تم بدل سکتی ہو نہ ہی میں تو پھر کیوں نہ ہو جانے دیں...؟" عدن اتنا فکرمند نہیں تھا یا پھر اسے ظاہر کرنے کو کہہ رہا تھا۔ انداز مطمئن تھا۔

مگر وہ بے فکر نہیں ہو سکتی تھی۔

...☆☆☆...

"پریشان ہو؟" اناہیتا نے سیڑھیوں پر اس کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا تھا۔اس کی طرف بھنے ہوئے چنے بڑھائے تھے مگر اس نے نظرانداز کر دیا تھا۔

"نہیں پریشان نہیں ہوں۔" سرسری سے انداز میں کہا تھا۔

"للّی کو مِس کر رہے ہو...؟ بہت یاد آ رہی ہے وہ؟ فون کیا... بات ہوئی؟ کب واپس آ رہی ہے وہ اپنے گرینی کے یہاں سے؟" اناہیتا نے چھیڑا تھا۔

وہ بغور اس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟ پہلی بار دیکھا ہے کیا... یا پھر تم للّی کا چہرہ کہیں میرے چہرے میں تلاش کر رہے ہو؟" اناہیتا کے چہرے پر ایک شرارت تھی۔

"تمہیں اچھا لگتا ہے للّی کا ذکر کرنا؟" دامیان نے پوچھا تھا۔

"اس میں میرا اچھا لگنا یا بُرا لگنا کیا معنی رکھتا ہے؟ وہ تم سے تعلق رکھتی ہے۔ تمہاری دوست ہے... تمہارے دل کا اس کے دل سے کوئی رابطہ یا پھر واسطہ بھی ہے... اس میں میری چوائس کہاں نکلتی ہے کہ پسند یا ناپسند کروں؟" وہ پوری رغبت سے چنے کھاتی ہوئی مسکرائی تھی۔انداز بے فکر تھا۔ دامیان جو بغور اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا مسکرا دیا تھا۔

"تمہیں پتا ہے اناہیتا محبت کیا ہوتی ہے؟"

"محبت...؟ شاید دو پاؤں والا کوئی جانور ہے یا پھر شاید کوئی پروں والا پرندہ...؟ تم اس کی بات کر رہے ہو نا؟" وہ بے فکری سے بولی تھی۔"سوری میں نے اب تک نہیں دیکھا۔تمہیں نظر آئے تو مجھے ضرور دکھانا..." وہ غالباً اچھے موڈ میں تھی۔

وہ مسکرا دیا تھا۔

”مجھے نہیں پتا تھا اناہیتا کہ تم اتنی اچھی باتیں کرتی ہو۔تم کچھ اچھی سی لگ رہی ہو۔“

”کچھ اچھی سی...؟“ وہ چونکی تھی۔”یہ کچھ اچھا لگنے کی ٹرم کیا ہے کیا اس کی کوئی فلاسفی ہے؟“

”کچھ زیادہ بھاری بھرکم باتیں نہیں کر رہی تم آج...؟ ناشتے میں کیا کھایا تھا صبح؟“ دامیان شاہ نے پوچھا تھا۔

”ناشتے میں‘ میں نے جو کچھ بھی کھایا تھا اس کا تعلق اس فلاسفی سے نہیں ہے۔“ وہ مسکرائی تھی۔

”اناہیتا! تم کافی کھسکی ہوئی لگتی ہو کبھی کبھی...“

”ایکسکیوزمی!“ اناہیتا نے قدرے برا مانتے ہوئے گھورا تھا۔بڑی بڑی روشن آنکھیں کچھ اور پھیل گئی تھیں۔

”تم سمجھتی ہو میں للّی سے محبت کرتا ہوں؟“ دامیان نے بغور اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

”مجھے نہیں پتا... اور مجھے پتا کیسے ہو سکتا ہے؟“ اس نے شانے اچکائے تھے۔

دامیان نے شاید اسے پہلے کبھی نوٹس نہیں کیا تھا مگر آج اسے پہلی بار احساس ہوا تھا کہ اس کی آنکھیں بہت پرکشش ہیں۔

”اچھا چھوڑو ان باتوں کو۔تم چائے اچھی بناتی ہو اور وہ کباب بھی کافی اسپائسی تھے۔“

”تھینکس... مگر ان کبابوں کا کریڈٹ میں نہیں لے سکتی مگر ہاں ممی کے کانوں تک تمہاری یہ تعریف ضرور پہنچا سکتی ہوں۔ہاں چائے کا سارا کریڈٹ میں لینے کو تیار ہوں مگر اس میں بھی چینی ڈال کر چمچ تم ہی نے چلایا تھا۔“ اناہیتا نے جتایا تھا۔

”ہاں وہ بھی صرف اس خوف سے کہ تم ٹوٹی اسپون کو ٹوٹیبل اسپون سمجھ کر زیادہ شکر نہ ایڈ کردو۔“ وہ مسکرا رہا تھا۔

”تم مجھے اتنا بے وقوف سمجھتے ہو؟“ اناہیتا نے گھورا تھا۔

"نہیں۔ایسا نہیں ہے انابیتا۔مجھے پتا چل گیا تھا کہ تم کتنی عقل مند ہو۔جس مہارت سے تم نے ماچس تلاش کی وہ کافی مشکل کام تھا۔" وہ مذاق کر رہا تھا۔وہ قطعاً برا مانے بغیر مسکرا دی تھی۔

"میرا مذاق اڑا رہے ہو مگر اتنے گھپ اندھیرے میں کوئی اور ایسا نہیں کر سکتا تھا۔"

"ٹھیک کہہ رہی ہو۔کل مجھے اندازہ ہوا انار کلی کہ تم ایک اچھی بیوی ثابت ہو سکتی ہو۔" انابیتا نے چونک کر دیکھا تھا۔دامیان کی نظروں میں شرارت تھی مگر وہ کان کی لوؤں تک بلش ہو چکی تھی۔

"تم بالکل بھی سوچ سمجھ کر نہیں بولتے ہو دامیان شاہ سُوری جو منہ میں آئے بول دیتے ہو۔" انابیتا نے اسے گھورا تھا۔

"للّی سے رات بات ہوئی تھی۔"

"یہ تو اچھی خبر ہے۔تمہارا منہ کیوں لٹکا ہوا ہے؟"

"نہیں۔ایسا نہیں ہے۔بتا رہی تھی اس کی گرینی ہاسپٹل میں ہیں۔وہ اپنا زیادہ تر ٹائم ان کی خدمت کرنے میں صرف کر رہی ہے۔"

"اوہ وہ دیر سے آئے گی؟ اسی لیے تم پریشان ہو؟" انابیتا بے بھانپا تھا۔

"شاید... مجھے نہیں پتا مگر میں اچھا محسوس نہیں کر رہا ہوں۔مجھے نہیں پتا انار کلی کہ میں اسے مِس کر رہا ہوں یا کہ نہیں... یا پھر یہ کچھ اور ہے... کہیں کچھ پیچیدگی ہے۔" وہ صاف گوئی سے بولا تھا۔انابیتا اسے نا سمجھ آنے والی نظروں سے دیکھتی رہی تھی۔

"تمہیں اپنے آپ کی خبر ہونا چاہیے دامیان۔یہ عمر اتنی بچکانہ نہیں ہے۔بہت کچھ سمجھ میں آ جاتا ہے۔اگر دل لگایا ہے تو اپنا دماغ بھی لگاؤ۔اتنے بچے نہیں رہے اب آپ بڑے ہو گئے ہیں۔کل اسٹڈی کمپلیٹ کر کے یونیورسٹی سے باہر نکلتے ہیں تو ایک بڑی ذمے داری اٹھانے کے لیے آپ کو تیار رہنا چاہیے۔آج محبت ہے تو کل شادی بھی ہو جائے گی۔کسی کو یہاں کیمپس میں دوچار لفظ بول دینا الگ ہے اور شادی کے بعد کی ذمے داریاں اٹھانا الگ بات۔ایسے نہیں چلتا دامیان شاہ سوری۔" اس نے بڑے پن سے اسے سمجھایا تھا۔وہ مسکرا دیا تھا۔

"تم دادی اماں لگتی ہو انار کلی اور تم سے کس نے کہا کہ میں للّی سے شادی کرنے جا رہا ہوں...؟" وہ بے فکرے پن سے بولا تھا۔

"تم للّی سے شادی نہیں کر رہے ہو...؟ میں نے تو سنا تھا لوگ محبت کرتے ہیں تو شادی بھی کرتے ہیں۔ محبت کی آخری اسٹیج غالباً شادی ہی ہے؟" اناہیتا نے جتایا تھا۔

"اگر شادی ہی آخری اسٹیج ہے۔شاید کہیں اس سے کچھ آگے بھی ہے۔"

"اس سے آگے کیا ہے؟ تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔ کہیں تم صرف ٹائم پاس...؟" اناہیتا نے دانستہ جملہ ادھورا چھوڑ دیا تھا۔وہ مسکرا دیا تھا۔

"تمہیں لگتا ہے میں مجنوں ہوں؟" اس کے پوچھنے پر اناہیتا نے بغور اس کا چہرہ دیکھا تھا۔

"للّی کی دوری سے چہرے کی رونق میں کچھ فرق تو آیا ہے۔اب زیادہ میں نہیں جانتی۔شاید تم مجنوں ہو۔یہ تو للّی زیادہ بہتر بتا سکتی ہے۔میں کلاس لینے جا رہی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہوں۔تمہیں آنا ہو تو آجاؤ۔" کہنے کے ساتھ ہی وہ اٹھی تھی اور آگے بڑھنے لگی تھی۔

دامیان کے پاس اس کی تقلید کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

...☆☆☆...

"کل مہندی کی تقریب ہے اور سنگیت کے لیے آپ کو جگہ دیکھنے آج ہی جانا ہو گا۔" اس نے پلٹ کر دیکھا تھا۔رستم مئودب انداز میں کھڑا کہہ رہا تھا۔

"ایسا چھوٹے بابا کا حکم ہے۔آپ کہیں تو آج آپ کو لے چلوں؟" رستم دیکھنے میں کچھ پراسرار دکھائی دیتا تھا۔

عجیب چہرہ تھا اس کا اور قد کی لمبائی ایسی تھی کہ دیوہیکل لگتا تھا۔

وہ یقیناً اس کے ساتھ جانے کا رسک نہیں لے سکتی تھی۔معارج تغلق جتنا خوفناک خود تھا۔اتنے ہی خوفناک ملازم بھرتی کر رکھے تھے۔

"میں ابھی مصروف ہوں۔کچھ کام باقی ہیں۔اور میں نے ابھی گھر پر بھی نہیں بتایا سو اس طرح نہیں جا سکتی۔موسم بھی ٹھیک نہیں ہے اور اگر واپسی میں

دیر ہو گئی تو میری فیملی پریشان ہو گی۔آپ اپنے صاحب سے کہہ دیں۔میں ان سے خود بات کرلوں گی۔" اس نے کنی کترا کر کہا تھا۔

"آج چھوٹی بی بی بھی جا رہی ہیں۔سو مناسب سمجھا کہ آپ سے بھی کہہ دوں۔" رستم نے مطلع کیا تھا۔وہ چونکی تھی۔

"چھوٹی بی بی؟ تمہارا مطلب ایشاع...؟"

"جی ایشاع بی بی بھی جا رہی ہیں۔آپ نے جانا ہو تو بتا دیں۔"

رستم کسی روبوٹ کی طرح بات کرتا تھا۔وہ شخص خود مشین تھا سو عجیب وغریب لوگوں کی سنگت شاید اسے زیادہ خوش کرتی تھی۔وہ زیادہ برا سوچنے کی خواہش رکھتے ہوئے بھی معارج تغلق کے لیے اتنا برا سوچ نہیں پائی تھی۔

"ٹھیک ہے تم صبر کرو۔میں گھر بات کر کے بتاتی ہوں۔" اس کے پاس شاید اب کوئی چارہ نہ تھا۔یہی غنیمت تھا کہ وہ چلی جاتی۔ایسے میں جب کہ ایشاع بھی جا رہی تھی۔یہ کچھ سیف لگا تھا۔اس نے نانا سے بات کی تھی۔

"نانا مجھے سنگیت کی جگہ دیکھنے آج فارم ہاؤس جانا ہے اور وہ جگہ چونکہ شہر سے کچھ باہر ہے سو شاید تھوڑی دیر ہو جائے۔آپ پریشان مت ہوئیے گا۔ممی کو بھی بتا دیجیے۔میں جلدی واپس آنے کی کوشش کروں گی۔"

"جی ٹھیک ہے۔اپنا خیال رکھوں گی۔" اس نے اطمینان دلا کر فون کا سلسلہ منقطع کیا تھا اور پلٹ کر دیکھا تھا۔رستم مؤدب سا جوں کا توں کھڑا تھا۔جیسے کوئی ملک الموت...

"ٹھیک ہے چلو۔" اس نے رضامندی دے کر پلٹ کر اپنے عملے کو ضروری ہدایات دی تھیں اور پھر وہاں سے نکلنے لگی تھی۔

معارج تغلق یقینا عجیب نہیں بہت عجیب شخص تھا۔

اسے مشکلات میں گھرا دیکھ کر لطف اندوز ہوتا تھا۔اس کا دل اتنی دور شہر سے باہر جانے سے نہ جانے کیوں ڈر رہا تھا۔

کہیں یہ معارج تغلق کی کوئی چال نہ ہو...

ایک خیال ذہن میں کوندا تھا مگر وہ ایسا سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی۔

بڑی سی گاڑی اس کی چھوٹی سی گاڑی کے برابر میں کھڑی منتظر تھی۔

"کیا میں اپنی گاڑی استعمال کر سکتی ہوں؟" اس نے رستم سے یوں اجازت چاہی تھی جیسے کل مختارِ کار وہی ہو۔

رستم نے کوئی جواب نہیں دیا تھا مگر تب ہی ایشاع نے گاڑی کا شیشہ کھول کر جھانکا تھا۔

"انائیا! آپ میرے ساتھ ہی آجائیں۔ گاڑی کی فکر نہ کریں۔ اگر دیر ہو گئی تو ہم آپ کو اسی گاڑی میں ڈراپ کر دیں گے اور رستم یا کوئی اور ملازم آپ کی کار آپ کے گھر تک پہنچا دے گا۔" ایشاع نے اطمینان دلایا تھا۔ اسے قدم آگے بڑھانے پڑے تھے۔ اگر یہ "ٹاسک" تھا تو اسے سرانجام دینا اس کی ڈیوٹی میں شامل تھا۔ سو اسے پروفیشنل ہونا پڑ رہا تھا مگر ایک لڑکی ہونے کے ناتے وہ خوف زدہ بھی تھی اور کیئرفل بھی۔

سفر کچھ طویل تھا۔ وہ باربار گھڑی دیکھ رہی تھی اور موسم کو بھی... آسمان پر گہرے سیاہ بادل کسی بھی لمحے برس سکتے تھے۔ ایشاع اس سے باتیں کر کے اس کا سفر اچھا کرنا چاہ رہی تھی۔ شاید ارادہ اس کا دھیان بٹانے کا تھا مگر انائیا کچھ کھوئی کھوئی سی نظر آ رہی تھی۔

اس نے صد شکر کیا تھا جب گاڑی ایک انجانے مقام پر پارک ہوئی تھی۔ یہ جگہ معارج تغلق کی ریاست کا حصہ تھی۔ شہر سے باہر... پرسکون ماحول... کثافتوں سے دُھلی فضا مگر وہ کچھ زیادہ انجوائے نہیں کر پا رہی تھی۔ اندر ایک پھانس سی تھی جیسے۔ وہ کھل کر سانس بھی نہیں لے پا رہی تھی۔

اسے کمرے میں پہنچایا گیا تھا جہاں اسے فریش ہونے کی تلقین کی گئی تھی۔

اس نے بہت خوفزدہ ہو کر کمرے کا بھرپور جائزہ لیا تھا۔ ایک ایک کونے کھدرے کا بغور جائزہ لیا تھا۔ وہ منہ پر دو چار چھپاکے مارنا چاہتی تھی اور اپنا بیگ یا سیل فون کہیں چھوڑنا نہیں چاہتی تھی کہ اگر کچھ ہو جاتا تو اس کا "سیل فون" ایک بڑا سہارا تھا کسی کو مطلع کرنے کا کہ وہ کسی مشکل میں ہے۔ اس نے بیگ کے اندر سیل فون ڈال کر بیگ شولڈر پر ڈالا تھا اسی طرح منہ پر چھینٹے مارے تھے اور پھر باہر نکل آئی تھی۔

اندر عجیب ایک اَسرار تھا۔ اس کا دم گھٹ رہا تھا۔ وہ بڑے بڑے قدم اٹھاتی باہر آگئی تھی۔ ایشاع جانے کہاں تھی۔ اس نے نظریں یہاں وہاں دوڑائی تھیں۔ تب ہی اس کے ہاتھ پر ایک بوند پڑی تھی۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا

تھا۔پانی کی کئی ننھی منی بوندیں اس کے چہرے پر پڑیں تھیں۔اسے مان لینا پڑا تھا کہ ہلکی بارش کا آغاز ہو چکا تھا۔

حد نگاہ تک پھیلی اس اراضی کو اس نے دیکھا تھا۔

وہ شخص کتنا "اختیار" رکھتا تھا۔کچھ لوگوں کو خدا اتنا نواز دیتا ہے...؟ اس نے دل ہی دل میں سوچا۔

بارش شاید اتنی بری چیز نہیں تھی مگر اس لمحے اسے یہ بالکل بھی اچھی نہیں لگ رہی تھی۔وہ لطف اندوز ہونے کے موڈ میں بالکل نہیں تھی۔اس کی نظریں رستم کو دیکھ رہی تھیں جو غالباً اسے وینیو دکھانے والا تھا۔

گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز آئی تھی۔اس نے پلٹ کر دیکھا تھا۔

ایک سفید براق گھوڑا تیزی سے اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔تفاوت اتنی تھی کہ وہ گھڑسوار کا چہرہ نہیں دیکھ پائی تھی۔ہلکی بارش نے اور سیاہ بادلوں نے ایک دھند سی باندھ دی تھی۔ایک دھندلی سی چادر تھی اور نگاہ اس چادر کے پار دیکھ نہیں پا رہی تھی۔منظر کچھ دھندلا تھا۔اس نے نگاہ پھیر کر رستم کو دیکھنے کا ارادہ کرتے ہوئے پلٹ کر دیکھنا چاہا تھا اور تب ہی آن کی آن میں وہ گھڑ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سوار اس کے پاس پہنچا تھا اور اسے ایک ہی جھٹکے سے گھوڑے پر لے لیا تھا۔

وہ اس ایک لمحے کی حادثاتی کیفیت پر بھونچکا رہ گئی تھی۔

سارے حواس ایک لمحے میں ماؤف ہوئے تھے۔سوچنے سمجھنے کا وقت ہی نہیں ملا تھا۔

تیزی سے بھاگتے دوڑتے مناظر کو دیکھتے ہوئے اس کے حواس کچھ بیدار ہوئے تھے تو اسے احساس ہوا تھا کوئی وجود اس کے بہت پاس تھا۔اس نے گردن موڑ کر دیکھا تھا۔چہرہ کسی چہرے سے ٹکرایا تھا۔گرم گرم سانسوں کا احساس اس کی سانسوں کو روکنے کے لیے کافی تھی۔

وہ چہرہ' وہ چہرہ بھی نہیں بھول سکتی تھی۔

"ڈرو مت۔تمہیں گرنے نہیں دوں گا۔" کسی نے یقین دلایا تھا۔انداز سرگوشی کا سا تھا۔سرپٹ دوڑتے گھوڑے کی رفتار کم ہونے والی نہیں لگ رہی تھی۔

اس چہرے کو وہ پہچانتی تھی۔

یہ لہجہ بھی اجنبی نہیں تھا۔

یہ قربت کی مانوس مہک... نئی نہیں تھی۔

وہ واقف تھی...

بہت آہستگی سے اس نے چہرہ پھیرا تھا۔سارے منظر بھاگتے دوڑتے لگ رہے تھے۔ہلکی بارش اب تیز بارش کا روپ دھار رہی تھی۔موسم میں خنکی تھی مگر اسے لگا تھا وہ کسی شعلے کی لپیٹ میں ہو۔

"ڈرو مت۔تمہیں ہرٹ ہونے نہیں دوں گا۔" اس کے کان کے قریب سرگوشی ہوئی تھی۔"ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ جان پایا تھا کہ وہ خوفزدہ ہے تب ہی وہ ملائم لہجے میں اس کے کان کے قریب سرگوشی کر رہا تھا۔

انائیا کو اس کے لب اپنے کان کی لوؤں کے قریب ہلتے محسوس ہو رہے تھے۔اس کی سانسیں رکنے کو تھیں۔وہ ان ہی لمحوں سے خوفزدہ تھی۔اسی شخص سے خوفزدہ تھی۔ان ہی راستوں پر آنا نہیں چاہتی تھی۔اسی شخص سے خوفزدہ تھی اور اسی سے بھاگنے کی کوشش میں... اسی سے آن ٹکرائی تھی۔

تیز بارش کی بوندیں تیزی سے وجود کو بھگو رہی تھیں۔اتنی تیز بارش تھی کہ آگے کا کوئی منظر دکھائی نہیں دے رہا تھا یا پھر اس کی آنکھیں منظروں کو

نہیں دیکھ پا رہی تھیں۔اسے اپنا وجود ایک پل میں پھسلتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ جب معارج تغلق نے اسے مضبوط گرفت میں لے لیا تھا۔

"ریلکیس۔کہا نا... تمہیں کچھ ہونے نہیں دوں گا۔" پریقین انداز میں یقین دہانی کروائی گئی تھی۔تب ہی اس سفر کا اختتام ہوا تھا۔ایک تاریخی طرز پر بنی عمارت کے قریب اس نے گھوڑا روکا تھا اور خود نیچے اترا تھا۔

وہ ڈری سہمی اب بھی گھوڑے پر بیٹھی تھی۔

نظروں میں ایک خوف واضح دیکھا جا سکتا تھا۔وہ خالی خالی نظروں سے عمارت کو دیکھ رہی تھی۔

یہ کہاں لے آیا تھا وہ اسے...؟

اس کا ارادہ کیا تھا...؟

کہیں...

کچھ سوچ کر ہی اس کے حواس ساتھ چھوڑنے لگے تھے۔وہ اس موقع سے بچ نکلنے کے جتن سوچنے لگی تھی۔سیل فون کا خیال آیا تھا۔اس نے شولڈر پر ہاتھ پھیر کر دیکھا تھا جہاں کسی شولڈر بیگ کا کوئی بوجھ نامحسوس کر کے اسے مان

لینا پڑا تھا کہ جس گھڑی اٹھا کر اسے گھوڑے پر سے بٹھایا گیا تھا۔تب ہی اس کا شولڈر بیگ وہیں کہیں گر گیا تھا۔یہ "سانحہ" غلط موقعے پر ہوا تھا۔اس کی مدد اور بچ نکلنے کی آخری امید بھی ساتھ چھوڑ گئی تھی۔

خالی خالی نظروں سے دھند کے اس پار اس نے دیکھا تھا۔

معارج تغلق اس کی طرف ہاتھ پھیلائے کھڑا تھا۔وہ اسے سہارا دے کر نیچے اترنے میں مدد دینا چاہتا تھا۔

مگر اس نے یکسر نظرانداز کر دیا تھا۔خود سے اترنا چاہا تھا۔

کوشش کی تھی اور جواباً وہ گھوڑے سے نیچے جا رہی تھی۔اس سے پہلے کہ کوئی بڑا حادثہ ہوتا۔گھوڑا اس کے وجود کو روندتے ہوئے گزر جاتا... معارج تغلق نے اسے بازوؤ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

باوجود بھی اسے وجود میں کئی جگہ درد کا احساس شدت سے ہوا تھا۔شاید یہ زمین سے ٹکرانے کا اثر تھا۔معارج تغلق اگر سرعت سے جھک کر اسے نہ تھامتا تو شاید وہ اس سے بھی زیادہ زخمی ہو جاتی۔

اس سے بھاگنے کے جتنے جتن کرتی تھی وہ خود کو اس کے پاس پاتی تھی۔

اس کے "حصار" میں... اس کے "اختیار" میں...

وہ اس گھڑی اسے یوں اٹھائے کھڑا تھا جیسے اس کا وجود پھولوں سے بھی زیادہ ہلکا ہو۔اس کی گرفت مضبوط تھی۔جیسے وہ اسے دوبارہ گرنے کے عمل سے گزرنے دینا نہیں چاہتا تھا۔

اس کے وجود کی مہک نتھنوں میں گھس رہی تھی۔

اسے لگا تھا وقت اس کا ساتھ نہیں دے رہا۔وہ بے بسی کے دہانے پر تھی۔

اسے اپنی شکست صاف دکھائی دے رہی تھی۔

"میں چل سکتی ہوں... پلیز... لٹ... می... واک..." اس نے خشک زبان کو قوتِ گویائی دی تھی۔

معارج تغلق نے سنی ان سنی کر دی تھی۔

"میں چل سکوں گی پلیز..."

اس نے یقین دہانی کروائی تھی۔معارج تغلق نے اس کا وجود زمین پر یوں کھڑا کر دیا تھا جیسے وہ کوئی گڑیا ہو... انائیا کو وجود میں شدید تکلیف کا احساس ہوا تھا۔وہ فوری طور پر نہیں جان پائی تھی کہ چوٹ کہاں لگی ہے... وہ زمین پر ڈھنگ سے کھڑی نہیں ہو پا رہی تھی... لڑکھڑائی تھی اور دوسرے ہی پل معارج تغلق نے سہارا دے دیا تھا۔

اس کے مضبوط آہنی بازوؤں نے بنا اس کے مانگے اسے مدد فراہم کی تھی۔

"میرے سہارے کے بنا آپ چل نہیں پائیں گی۔ٹرسٹ می۔آپ کو میری ضرورت ہے۔بے وقوفی مت کریں۔" وہ اس کی بے وقوفی پر دور بھاگنے کی سعی اور خواہش کو بھانپتے ہوئے بولا تھا مگر انائیا نے قدرے ناگواری سے اسے کہا تھا۔

"آپ مجھے یہاں کیوں لائے ہیں؟ یہ کیا طریقہ ہے آپ کی وجہ سے مجھے چوٹ لگی ہے... آخر چاہتے کیا ہیں آپ؟" وہ اس طرح ہار ماننا نہیں چاہتی تھی۔وہ اسے یہ باور کرانا چاہتی تھی کہ وہ کمزور نہیں ہے۔نہ ہی وہ اتنا آسان شکار

ہے۔وہ مزاحمت کرنا چاہتی تھی مگر اس لمحے اس کا وجود اس کے سہارے کھڑا تھا۔

"آپ کو چوٹ میری وجہ سے نہیں لگی۔" اس نے برملا اس کے الزام کو مسترد کر دیا تھا۔"میں نے آپ کو پیش کش کی تھی۔ہاتھ بھی پیش کیا تھا۔آپ نے نظرانداز کر دیا۔" وہ کوئی الزام اپنے سر لینا نہیں چاہتا تھا۔

"مجھے یہاں لانے کا کیا مطلب ہے آپ کا؟ کس مقصد سے آپ مجھے یہاں لائے ہیں... اور آپ ہمیشہ چور راستے کیوں اپناتے ہیں...؟ اس طرح زبردستی یہاں لانے کا یہ کیا طریقہ ہے...؟" وہ بھرپور احتجاج کر رہی تھی۔

"آپ کی اجازت کی ضرورت ہے۔تب ہی ہمارے درمیان یہ فاصلے اب تک برقرار ہیں۔" وہ رسانیت سے بولا تھا اور اس کے روئیں ایک سنسناہٹ سے گونجے تھے۔

"آپ یہ الزام نہیں لگا سکتیں کہ میں نے آپ کے ساتھ کسی طرح کی کوئی زبردستی کی ہے۔میری خواہشوں کی حدود ہیں۔اتنی بے لگامی نہیں ہے۔مجھے حدود میں باندھنا آتا ہے خود کو... اتنا آوارہ مزاج نہیں ہوں میں جتنا آپ

سمجھ رہی ہیں۔اصولوں پر چلنا اچھا لگتا ہے مجھے اور چاہتا ہوں کہ دوسرے بھی اصولوں کی پیروی کریں۔" وہ جانے کیا جتانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"یہاں آپ کو کسی غلط مقصد سے نہیں لایا اگر مجھے کچھ کرنا ہوتا... اور زبردستی کرنا ہوتا تو وہاں شہر میں بھی کئی راستے نکلتے ہیں۔یہاں میرے فارم ہاؤس میں اتنی دوری پر آنا ضروری نہیں تھا۔مجھ میں ہمت بھی ہے اور اختیار بھی۔ مجھے نہ باز پُرس کی فکر ہے اور نہ پکڑے جانے کا کوئی ڈر۔میرے پاس طاقت ہے۔اس کی اہمیت سے بھی واقف ہوں میں۔میں زبردستی کا قائل نہیں نہ ہی بزدل ہوں۔کم ہمت لوگوں کی فہرست میں شامل کرنا۔خام خیالی ہے آپ کی کیونکہ میں نہ تو میں کم ہمت ہوں اور نہ ہی بزدل۔اگر ایک خواہش کا اظہار کیا۔کوئی مدعا بیان کیا تو شفاف طریقے سے... اور سیدھے راستے سے۔یہ جو سامنے جگہ دیکھ رہی ہیں نا آپ... یہی سنگیت کا وینیو ہے۔یہی دکھانے میں آپ کو یہاں لایا تھا۔آپ کو نہیں دیکھنا تو ٹھیک ہے آپ کی مرضی..." وہ شخص عجیب تھا۔وہ جو کرتا تھا جو چاہتا تھا۔اپنی منشا سے کرتا تھا اور اسے اپنا آپ قطعاً غلط نہیں لگتا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ایک تو چوری... اس پر سینہ زوری۔" ایسا سنا تھا اور آج دیکھ بھی لیا تھا۔ وہ خاموشی سے اس شخص کو دیکھ رہی تھی اس گھڑی۔نہ موسم کی سنگینی کا احساس تھا اور نہ اس ویرانے میں تنہا اس کے ساتھ کھڑے ہونے کا کوئی ڈر۔ ایک دم سارے ڈر کہیں بہت پیچھے چھوٹ گئے تھے۔دور تک دھند کی پھیلی ہوئی چادر میں... تیز بارش میں منظر بھیگ رہے تھے۔

اس کی نظر پانیوں سے دھندلا رہی تھیں۔

وہ سچ اور جھوٹ کا فرق نہیں کر پا رہی تھی۔

حسیّات منجمد ہونے کو تھیں۔وہ اندر کی آواز کو سننا چاہتی تھی مگر بارشوں کے شور کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیا تھا۔

"آپ کو اگر مجھ پر اعتبار نہیں کرنا تو مت کریں۔آپ چاہیں تو میں ابھی آپ کو واپس چھوڑ سکتا ہوں۔" وہ اس کی پرواہ کر رہا تھا

"اتنے خراب موسم میں آپ نے مجھے یہاں کیوں بلایا؟"

”آپ کو صرف الزام لگانے کا بہانہ چاہیے؟ یہاں آنے کا فیصلہ آپ نے خود کیا ہے۔آپ پر کوئی زبردستی نہیں کی گئی۔“ وہ جتا رہا تھا۔

”اب فیصلہ کیا تھا تو کیا سزا کے طور پر آپ مجھے یہیں کھڑا رکھیں گے؟ اتنی طوفانی بارش ہے اور آپ مجھے پچھلے بیس منٹ سے یہیں کھڑے لیکچر دے رہے ہیں۔اب یہاں آ گئے ہیں تو کیا آپ مجھے وینیو دکھانے کی زحمت کریں گے؟“ اس کی فطری خوداعتمادی عود کر آئی تھی نتیجتاً وہ اسے سہارا دے کر لے کر آگے بڑھنے لگا تھا۔

اس کے ساتھ لگ کر چلتے رہنا اس کی مجبوری تھا۔یہ فعل نہ چاہتے ہوئے بھی وہ سرانجام دے رہی تھی۔جتنا دور بھاگنا چاہتی تھی اتنا وقت اسے اس کے سنگ باندھ رہا تھا۔

وقت مخالف ہو چلا تھا۔قربتوں کی کہانیاں لکھ رہا تھا۔وہ الجھنوں میں گھری نپے تلے قدم اٹھا رہی تھی۔کوئی تکلیف اگر تھی بھی تو وہ ظاہر کرنا نہیں چاہتی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کسی پرانے طرز کا قدیم خدوخال پر بنا گنبد نما ہال تھا۔چھت چاروں طرف سے پھولوں سے ڈھکی ہوئی تھی۔بارش کا پانی گرتا ہوا بہت خوب صورت دکھائی دے رہا تھا۔وہ اس ہال کے بیچوں بیچ کھڑی تھی۔اس شخص کے مضبوط آہنی بازو نے اس کے گرد ایک حصار باندھا ہوا تھا۔دوسرے معنوں میں وہ ایک محفوظ پناہ گاہ میں تھی اس گھڑی۔

”مجھے وہاں آگے لے چلیں گے آپ؟“ اس نے ہاتھ کے اشارے سے درخواست کی تھی۔

”یقیناً۔“ وہ بہت نپے تلے انداز میں مختصراً بولا تھا اور اسے اس ہال کے دہانے پر لے گیا تھا۔تیز بوچھاڑ اندر آ رہی تھی۔کسی خاص قسم کے پرپل پھول تھے۔بیل نیچے تک لٹکی ہوئی تھی۔سفید سنگ مرمر کی عمارت پر پرپل رنگ عجب ایک چھَب دکھلا رہا تھا بارش میں بھیگتے سبز نظارے بھلے معلوم ہو رہے تھے۔

”یہاں ہمیشہ ایسا ہی موسم رہتا ہے؟“ اس شخص کی جانب دیکھے بنا دریافت کیا تھا۔

”ہمیشہ ہی۔“

”یہ جگہ سنگیت کے لیے مناسب ہے۔ہال میں خاصی جگہ ہے۔ہم ڈیکوریشن کا کام آرام سے کر سکتے ہیں۔یہاں خاصی گنجائش ہے۔نظارہ بھی بھلا معلوم ہو رہا ہے۔ وہ سامنے فال رات میں بہت بھلا معلوم ہو گا۔رات کے وقت وہ سفید پھول ستاروں کی مانندٹنکے نظر آئیں گے۔مجھے یہ جگہ پسند ہے۔“ وہ برملا بولی تھی۔

”عمارت خاصی بڑی ہے۔آپ چاہیں تو دیکھ سکتی ہیں۔“ وہ شاید چاہتا کہ اناتیا جگہ کے انتخاب میں جلدی نہ کرے مگر اس نے سنی اَن سنی کر دی تھی۔

”ہم واپس کیسے جائیں گے؟ میں گھوڑے پر واپس جانا نہیں چاہوں گی۔مجھے گھڑسواری کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔سو ایسا کوئی رسک نہیں لے سکتی۔میں آل ریڈی ہرٹ ہو چکی ہوں۔مجھ سے چلا نہیں جائے گا۔“ اس نے جتایا تھا۔

”آپ وہاں صوفے پر بیٹھنا پسند کریں گی؟“ معارج تغلق کے دریافت کرنے پر اس نے گھڑی دیکھی تھی۔وہ یہاں اکیلی اس شخص کے ساتھ زیادہ دیر رکنا نہیں چاہتی تھی تب ہی بولی تھی۔

”مجھے جلد واپس جانا ہے۔“ معارج تغلق نے اس کے فوری کہنے پر اس کی طرف دیکھا تھا۔وہ پراعتماد نظر آنے کی اپنے طور پر پوری کوشش کر رہی تھی مگر اس کی آنکھوں میں چھپا خوف برملا جھانک رہا تھا۔وہ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی مگر وہ خوفزدہ تھی۔تب ہی یہاں رکنا نہیں چاہتی تھی۔وہ اس کی سنے بغیر اسے لے کر آگے بڑھا تھا۔

اسے بیٹھنے میں مدد کی تھی اور پھر پلٹ کر چلتا ہوا باہر نکل گیا۔وہ خوف میں گھری سانس بھی نہیں لے پا رہی تھی۔درد کا اندازہ نہیں تھا۔زخموں کی نوعیت کا اندیشہ بھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔وہ بس یہاں سے جلد ازجلد نکلنا چاہتی تھی مگر یہ معارج تغلق کہاں غائب ہو گیا تھا؟

اس نے نظر یہاں وہاں دوڑائی تھی۔

گھر کی عمارت اور ”امارت“ کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیا تھا۔

”اوہ گاڈ میں کہاں پھنس گئی؟“ اس نے خود کو کوسا تھا۔

اگر اس کے پاس سیل فون ہوتا تو ابھی عدن کو کال کر دیتی۔وہ جان تو پاتا کہ وہ کہاں ہے اور اگر کچھ غلط ہوتا تو وہ وہاں پہنچ تو جاتا مگر معارج تغلق

نے ایک امید کی جو راہ تھی وہ بھی بند کر دی تھی۔اس نے چہرے پر آئے بالوں کو پیچھے ہٹانے کی کوشش کی تھی مگر ہاتھ اور کلائی میں شدید درد کا احساس ہوا تھا۔اس نے ہاتھ پھیلا کر دیکھا تھا۔اچھا خاصا بڑا زخم تھا۔کلائی بھی کہنیوں تک چھلی ہوئی تھی۔اب ٹانگ کے زخم کا اندازہ ہوا تھا۔وہ دیکھ نہیں سکتی تھی مگر جس طرح سینڈل خون سے اٹی ہوئی تھی وہ اندازہ کر پائی تھی کہ زخم گہرا ہے۔شاید وہاں زمین پتھریلی تھی اور پتھر نوکیلے تھے۔شاید کوئی پتھر ہی کُھب گیا تھا اس کی جلد میں۔اس کے سارے کپڑے بھیگے ہوئے تھے۔ تیز بارش کے باعث فضا میں خنکی بھی تھی۔اب بیٹھی تھی تو ٹھنڈک کا احساس ہوا تھا۔

"یہ شخص بہت خطرناک ہے۔مجھے یہاں سے نکلنا ہوگا۔میں اس کی باتوں میں آکر اس پر اعتبار نہیں کر سکتی۔یہ خطرناک ہو سکتا ہے۔ایشاع بھی یہاں آکر غائب ہے۔کوئی گڑبڑ تو ضرور ہے۔" وہ جیسے خود سے کہہ رہی تھی تب ہی کھٹکا ہوا تھا۔اس نے سہم کر نظر اٹھائی تھی۔کچھ فاصلے پر وہ کھڑا تھا۔ایک

بازو پر ٹاول تھا۔دوسرے ہاتھ میں فرسٹ ایڈ باکس۔ٹاول والے ہاتھ سے ٹرالی دھکیلتا وہ اس کی طرف بڑھا تھا۔ٹاول اسے تھمایا تھا۔

"خود کو سکھا لیں۔یہاں موسم ایسا ہی رہتا ہے۔ابھی شام گہری ہو گئی تو ٹھنڈک اور بڑھ جائے گی اور ایسے میں بیمار بھی پڑ سکتی ہیں آپ۔" اس کے کہنے پر وہ کچھ حیران ہوئی تھی۔دانستہ دوپٹہ پھیلا لیا تھا اگرچہ وہ متوجہ نہیں تھا۔یہ عنایت کا کون سا طریقہ تھا۔

کیا آج وہ اچھے موڈ میں تھا؟ اس نے ساکت نظروں سے دیکھتے ہوئے ٹاول تھاما تھا۔وہ بنا اس کی اجازت مانگے اس کا ہاتھ تھام کر دیکھنے لگا۔غالباً زخم کی نوعیت کا اندازہ کیا تھا پھر پلٹ کر فرسٹ ایڈ باکس اٹھا کر کھولا تھا۔کچھ ضروری اشیاء برآمد کی تھیں۔زخم کو ڈیٹول سے صاف کیا تھا۔اسے بے طرح جلن ہو رہی تھی۔وہ آنکھیں میچ گئی تھی۔معارج تغلق نے اس کے چہرے کے تاثرات کو بغور دیکھا تھا۔اس نے زخم پر پھونک مار کر اثر کچھ زائل کرنا چاہا تھا پھر مرہم لگا کر آہستگی سے بینڈج کرنے لگا تھا۔

"آپ آنکھیں کھول سکتی ہیں۔" اس کی طرف بنا دیکھے وہ بولا تھا۔

انائیا ملک نے آنکھیں کھول کر اس شخص کی سمت دیکھا تھا۔بہت مہارت سے اس کے زخم پر پٹی باندھنا اس لمحے شاید اتنا برا نہیں لگا تھا۔انداز میں کچھ نرمی تھی۔

یہ اس کا کون سا روپ تھا؟

کتنے تیور رکھتا تھا وہ...؟ اسے خود سے ڈراتا تھا' خود سے بھاگنے پر مجبور کرتا تھا۔زخم لگاتا تھا اور پھر مرہم رکھنے بھی آجاتا تھا۔"مداوا" کرنے کا یہ کون سا انداز تھا؟

مہربانی کی یہ کون سی صورت تھی...؟ وہ اصل میں کیسا تھا کیا تھا اس کا اصلی چہرہ کیا ایسا...؟ اس سے مختلف...؟ وہ جو اسے اس سے دور جانے پر مجبور کرتا تھا... خوفزدہ کرتا تھا؟ کیا تھا وہ...؟

"کبھی کبھی آپ کی کیلکولیشن غلط ثابت ہو سکتی ہے دماغ کے گھوڑے دوڑانا اتنا کارگر نہیں ہوتا۔" وہ اس کی طرف بنا دیکھے جیسے اسے جاننے پر قادر تھا۔

وہ دنگ رہ گئی تھی۔معارج تغلق نے کلائی پر بینڈج باندھنے کے بعد اس کی طرف دیکھا تھا۔

"آپ نے جانے کا بندوبست کروا دیا؟" اس کے تجزیے سے قطع نظر وہ بولی تھی۔معارج تغلق کی نگاہ اس کے پاؤں پر گئی تھی جہاں سے خون بہہ رہا تھا۔ اس نے فرش پر بیٹھ کر اس کے پاؤں کو چھوا تھا۔زخم کا اندازہ کرنا چاہتا تھا مگر وہ بدک گئی تھی۔

"پلیز۔" اس نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے جیسے درخواست کی تھی۔انداز سپاٹ تھا۔نظروں میں کوئی خاص تاثر نہ تھا۔ اس نے رضامندی کا انتظار نہیں کیا تھا۔اس کے پاؤں کو اپنے گھٹنے پر رکھا تھا اور ٹراوز کو تھوڑا اوپر کیا تھا۔ گھاؤ خاصا گہرا تھا۔بلیڈنگ اب بھی ہو رہی تھی۔وہ اپنے زخم کا کوئی حصہ اس طرح نمایاں ہونے کے احساس سے اس گھڑی جیسے بے حد شرمندہ تھی۔ تکلیف کا احساس ایک طرف... مگر یہ احساس جان لیوا تھا کہ اس لمحے وہ اسے چھو رہا تھا۔نوعیت ہی سہی... مگر اس لمحے اس کا پیر اس کی گرفت میں تھا۔ وہ ڈیٹول سے زخم صاف کرنے لگا تھا۔

"کالج کے زمانے میں آپ اسپورٹس میں تھیں؟" عجیب سوال ہوا تھا۔وہ چونکی تھی۔

"نہیں۔" اس نے سر انکار میں ہلایا تھا۔"آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

"آپ کو اسپورٹس میں انٹرسٹ لینا چاہیے تھا۔وہ غالباً اس کا دھیان بٹانا چاہتا تھا۔اس کی توجہ ہٹانا چاہتا تھا۔جو وہ سوچ رہی تھی یا وہ محسوس کر رہی تھی۔ اس کے دھیان بٹنے سے اس کی تکلیف کی شدت بھی یقیناً کم ہو جاتی۔اس کی تدبیر کارگر رہی تھی۔تب ہی وہ اس احساس کو بھول کر اس گھڑی اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"مجھے اسپورٹس سے کوئی انٹرسٹ نہیں ہے تو کیوں انٹرسٹ لوں؟ عجیب باتیں کرتے ہیں آپ... اب اگر آپ مجھے کہیں کہ میں گھڑسواری کیوں نہیں سیکھتی... یا یہ کہ مجھے گھڑسواری سیکھنی چاہیے... تو میں ایسے کرتب اور کمالات نہیں کر سکتی۔" اس کا طریقہ کارگر رہا تھا۔وہ پوری توجہ سے اس کے زخم پر مرہم لگا رہا تھا اور انائیا ملک اس لمحے چونکہ باتوں میں الجھی تھی سو اس کا احساس معدوم ہو گیا تھا۔دھیان بٹ گیا تھا۔

ایک ہلکی سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر ابھری تھی اور اگلے ہی پل معدوم ہو گئی تھی۔

"آپ پچھلے کسی جنم میں سپہ سالار رہی ہوں گی؟" وہ بتا رہا تھا یا سوال کر رہا تھا... وہ اندازہ نہیں کر پائی تھی کہ اس لمحے وہ اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔سر جھکائے بینڈج کر رہا تھا۔اس کا پاؤں بدستور اس کے گھٹنے پر دھرا تھا اور سکون سے اپنا کام کر رہا تھا۔

"میں سپہ سالار رہی ہوں گی؟" وہ چونکی تھی۔"کیا مطلب...؟ آج آپ کچھ بے تکی باتیں نہیں کر رہے؟" انائیا ملک نے الٹا سوال داغا تھا۔

"آپ میری باتیں دھیان سے سنتی ہیں؟" وہ غالباً محظوظ ہوا تھا۔

"میں فالتو کی باتوں پر دھیان نہیں دیتی اور نہ وقت برباد کرتی ہوں۔" وہ بے تاثر انداز میں بولی تھی۔انداز میں عجب ایک لاتعلقی تھی۔

"ٹھیک..." وہ اختلاف کیے بغیر سعادت مندی سے بولا تھا۔"مگر آپ بنا تلوار کے لڑتی ہیں اور اندھا دھند وار کرتی ہیں۔انداز کچھ کچا ہے... مہارت کی کمی ہے۔آپ کو دماغ سے کام لینا چاہیے۔" اس نے بینڈج کرنے کا کام مکمل کیا تھا اور اس کے ٹراؤزر کو آرام سے درست کیا تھا جیسے یہ معمول کی بات ہو۔

"آپ کا خیال ہے میں جذباتی ہوں اور دماغ سے کام نہیں لیتی...؟"

"آپ ہر وقت حالتِ جنگ میں کیوں رہتی ہیں؟" وہ رسانیت سے بولا تھا پھر اٹھا اور جھک کر اس کے لیے چائے نکالنے لگا تھا۔وہ اس کی طرف سے لگائے گئے الزامات پر حیران تھی

کھل نہیں پائی تھی۔

معارج تغلق نے چائے بنا کر کپ اس کی طرف بڑھایا تھا۔

"میں نے شکر ایڈ نہیں کی۔شاید آپ کو شکر کی ضرورت نہیں یا پھر میری توقع سے کچھ زیادہ ہے۔آپ کو ضرورت ہو تو ایڈ کرلیں۔اتنا بتانا ضرور چاہوں گا کہ میں کچن اسٹف' کوکنگ میں اتنا ماہر نہیں چائے شاید اچھی نہ بنی ہو مگر اتنی بری بھی نہیں ہوگی۔"

انائیا نے چائے کا کپ چپ چاپ تھام لیا تھا۔اس شخص کی مہارت سے متاثر ہوئی تھی۔اتنا سارا کچھ' بہت کم وقت میں کیا تھا۔غالباً پندرہ منٹ کے لیے گیا

تھا۔پلٹا تھا تو ٹرالی ساتھ تھی۔اس میں لوازمات تھے اور فرسٹ ایڈ باکس اور ٹاول بھی۔

کیا وہ بہت کیئرنگ تھا...

اس نے چائے کا ایک سپ لیا تھا۔اتنی بری نہیں تھی۔اس نے کپ میز کی سطح پر رکھ کر ٹاول اٹھایا تھا۔ہلکے سے بالوں کو پونچھا تھا کہ اس کی موجودگی میں وہ اس سے زیادہ نہیں کر سکتی تھی۔وہ ایسا کرتے ہوئے بہتر محسوس نہیں کر رہی تھی تب ہی ٹاول ایک طرف صوفے پر رکھ دیا تھا۔وہ اپنی چائے رکھ کر صوفے سے ٹاول اٹھا کر پلٹا تھا اور کچھ دور اسٹینڈ پر ڈال کر واپس پلٹ آیا تھا۔

"میں جب لندن میں تھا تو سارا کام حارث کرتا تھا۔اس نے مجھے زیادہ موقع نہیں دیا۔شاید اسی لیے میں زیادہ سیکھ نہیں پایا ورنہ شاید کچن کے کاموں میں اتنا برا نہ ہوتا مگر باسمتی چاول ابالنے کا کام اچھا کر لیتا ہوں۔یہ وہ واحد کام تھا جو میں کچن میں جا کر کرتا تھا۔"

اس کے قریب بیٹھ کر اس نے چائے کا کپ اٹھا کر سپ لیا تھا۔

"کچن کے کاموں میں حارث اور میری ہم دونوں کی ہی جان جاتی تھی۔سینڈرا اچھی کوکنگ جانتی تھی مگر اس کی آنکھیں تم سے ملتی تھیں۔" دلچسپ واقعہ بتاتے ہوئے اس کی سوئی ایک دم انائیا پر اٹکی تھی۔وہ چونکی تھی۔

"اوہ پھر تو آپ کو اس کی آنکھیں بالکل پسند نہیں رہی ہوں گی؟" وہ اپنے طور پر خود ہی سوچ کر مطمئن ہوئی تھی۔

"نہیں۔" وہ بغور اس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔"سینڈرا کی آنکھیں متاثر کن تھیں۔ ایک عجیب کشش تھی ان آنکھوں میں۔"

"میں آپ کو اس کی یاد دلاتی ہوں؟" اس نے کسی نتیجے پر پہنچنا چاہا تھا۔

"نہیں۔" وہ برملا بولا تھا۔

"آپ کی گرل فرینڈ تھی وہ؟" اس نے کریدنا چاہا تھا۔وہ جانے کیوں مسکرا دیا تھا۔

"نہیں۔ہم سب کے اپنے الگ الگ کمرے تھے مگر گھر ایک تھا۔وہاں لندن میں اکثر ایسا کرتے ہیں لوگ... شیئرنگ ہاؤز ایک معمولی بات ہے۔

اسپیشلی اسٹوڈنٹ ایج میں ایسا ہوتا ہے۔رہنے کو ایک گھر لے کر بھی رہ سکتا تھا مگر اس لائف کا اپنا ایک لطف ہے۔" وہ وضاحت دیتے ہوئے بولا تھا۔

وہ سمجھ نہیں پایا تھا کہ وہ اپنی پرسنل لائف اس سے اس طرح شیئر کیوں کر رہا تھا... وہ بھی اپنا ماضی...؟ کیا بات سے صرف بات نکلنے کا شاخسانہ تھا یا کوئی خاص مقصد بھی پوشیدہ تھا... وہ سمجھ نہیں پائی تھی مگر چائے اس موسم میں اور درد میں بھلی معلوم ہوئی تھی۔

اچانک کچھ یاد آنے پر اس نے چونک کر کپ میز کی سطح پر رکھا تھا اور فرسٹ ایڈ باکس اٹھا کر کھولا تھا پھر ایک ٹیبلٹ برآمد کر کے اس کی طرف بڑھائی تھی۔وہ چونکی تھی اس معاملے میں وہ معارج تغلق پر اعتبار نہیں کر سکتی تھی۔وہ اسے بے ہوش کرنے کی کوئی دوا بھی دے سکتا تھا۔اس سے کچھ بعید نہ تھا۔اس نے یہی سوچ کر ہچکچا کر اس کی طرف دیکھا تھا اور فوری طور پر ٹیبلٹ تھامنے سے گریز کیا تھا۔

"پین کلر ہے... گھبرائیے مت۔آپ پڑھ سکتی ہیں پان اسٹان فورٹ۔درد کی ایک کامن ٹیبلٹ ہے جو عموماً لوگ کھاتے ہیں۔درد کو دور کرنے کے لیے۔

آپ مجھ پر اعتبار کر سکتی ہیں۔میں پیٹھ پر وار نہیں کرتا۔آپ پھر بھول رہی ہیں۔" وہ اسے جتا رہا تھا۔

وہ خاموش تھی مگر جیسے وہ اسے سطر سطر پڑھ رہا تھا۔

"پلیز۔آپ کو اس کی ضرورت ہے۔" اسے تامل برتتے دیکھ کر وہ بولا تھا۔ انداز میں نرمی تھی۔انائیا ملک کو ہاتھ آگے بڑھانا پڑا تھا۔

"مجھے جانا ہے پلیز... کوئی بندوبست کریں۔" اس نے گھڑی دیکھ کر کہا تھا۔

"آپ پریشان نہ ہوں۔آپ چائے ختم کریں۔گاڑی باہر کھڑی ہے۔" وہ پرسکون انداز میں بولا تھا۔

انائیا نے ٹیبلٹ کھول کر منہ میں رکھی تھی اور جلدی کرنے کے چکر میں کپ منہ سے لگا کر ایک ہی سانس میں اندر انڈیل لیا تھا۔وہ قدرے حیرت سے اس کے اقدام کو دیکھنے لگا تھا۔

"آئی ایم ریڈی۔" یہ خیال کیسے بنا کہ معارج تغلق نے اپنی چائے ختم نہیں کی تھی۔وہ بولی تھی۔جواباً معارج تغلق نے پرخیال انداز میں سر ہلایا تھا اور کپ میز کی سطح پر رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"چلیں۔" ہاتھ اس کی سمت بڑھا کر وہ مستعدی سے بولا تھا۔جواباً انائیا نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔

وہ بہت ذمے داری کے ساتھ اسے سہارا دے کر باہر سیڑھیوں تک لایا تھا۔ اس سے آگے کے حصے میں بارش کا پانی جمع تھا اور اگر وہ چلتی تو شاید اس کی بینڈج گیلی ہو جاتی یا پھر توازن بگڑ جاتا کیوں کہ زمین پتھریلی تھی سو معارج تغلق نے ایک لمحے کو رک کر جائزہ لے کر پلٹ کر اس کی طرف دیکھا تھا اور پھر آن کی آن میں اسے بازوؤں پر اٹھا لیا تھا۔

وہ ساکت رہ گئی تھی۔

نہ اجازت چاہی تھی اور نہ ہی اطلاع دی تھی۔وہ شخص اپنی من مانی کرنے والا تھا۔اپنے طور پر جو ٹھیک سمجھتا تھا وہی کرتا تھا۔یہ جانے بغیر کہ اس اقدام

کی کوئی ضرورت تھی بھی کہ نہیں۔وہ گنگ انداز سے اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی جب وہ اسے لے کر آگے بڑھ رہا تھا۔

اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ اس کے اتنے قریب ہوگی۔

اس طرح اس کے بازوؤں میں ہوگی۔

آج کا دن یقینا خراب تھا۔وہ من ہی من میں تیز دھڑکنوں کے شور کو سنتی دعا کر رہی تھی کہ وہ جلدازجلد واپس گھر پہنچ جائے۔اسے اپنا وجود سرد پڑتا لگ رہا تھا جب معارج تغلق نے اسے گاڑی میں سیٹ پر آرام سے بٹھایا تھا۔یوں رکھا تھا جیسے کوئی آہستگی سے پھول کو رکھے۔اس خیال سے کہ ٹھیس نہ پہنچ جائے...

"یو آر اوکے؟" اس کے سفید پڑتے چہرے کو جانچا تھا۔

"ہاں..." اس نے اس کی جانب دیکھنے سے مکمل گریز کرتے ہوئے جواب دیا تھا۔وہ تسلی کر کے پلٹا ہی تھا اور دوسری طرف سے آ کر ڈرائیونگ سیٹ پر آن بیٹھا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اگرچہ وہ خوف زدہ تھی اور بدستور خوف محسوس کر رہی تھی۔اس کے کچھ قریب آنے پر وہ ہراساں تھی اور بدک بھی رہی تھی مگر کسی موقعے پر بھی وہ شخص اپنی حدود سے باہر نہیں آیا تھا۔

وہ ان سب امور کو معمول کے کام سمجھ کر سرانجام دے رہا تھا۔

کوئی خاص تاثر نہیں تھا اس کے چہرے پر جس سے محسوس ہوتا کہ اس کے اندر کسی قسم کی کوئی طغیانی ہے یا وہ آؤٹ آف کنٹرول ہے... خاصے ڈھنگ سے بی ہیو کر رہا تھا۔انداز میں انسانیت تھی تو کیا وہ انسان دوست تھا...؟

سچ میں اتنا برا نہ تھا؟

"میرا... میر ابیگ وہیں رہ گیا تھا۔" انائیا بولی تھی۔معارج تغلق نے خاموشی سے اس کی طرف دیکھا تھا اور گاڑی آگے بڑھا دی تھی۔

"بے فکر رہیں۔پرس آپ تک پہنچا دیا جائے گا۔"

"مگر اس میں..." انائیا نے بولنے کے لیے منہ کھولا تھا۔

”جو کوئی بھی قیمتی سامان ہو گا وہ جوں کا توں اسی میں ملے گا آپ کو۔ہمارے خاندانی ملازم وفادار ہیں۔جان دے سکتے ہیں چوری نہیں کر سکتے۔“ وہ یقین دلا رہا تھا۔وہ شرمندہ ہو گئی۔

”نہیں میرا مطلب وہ نہیں تھا۔مجھے گھر فون کرنا تھا اور میرا سیل فون اسی بیگ میں تھا۔“ اس نے وضاحت دی تھی۔

معارج تغلق نے ڈیش بورڈ پر سے سیل فون اٹھایا تھا اور اس کی طرف بڑھایا تھا۔اس کی طرف دیکھے... اس کی نگاہیں ونڈ اسکرین سے اس پار دیکھ رہی تھیں۔وہ انائیا کی طرف متوجہ نہیں تھا مگر انائیا کو محسوس ہوا تھا اس کا ہر عضو آنکھ تھا اس پل۔وہ اس کی طرف نہ دیکھ کر بھی اس کی طرف متوجہ تھا۔

انائیا نے چپ چاپ فون لے لیا تھا۔

شام گہری ہو رہی تھی۔گھر فون کر کے اطلاع دینا تو ضروری تھا...

”جی ممی! جی میں ٹھیک ہوں۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”یہاں فارم ہاؤس سے نکل رہی ہوں بس... جلدی گھر پہنچ جاؤں گی۔آپ فکر مت کیجیے گا۔زیادہ دیر نہیں لگے گی۔“

”جی آپ بھی اپنا خیال رکھئے گا۔“ کہہ کر اس نے فون کا سلسلہ منقطع کیا تھا اور سیل اس کی طرف بڑھا دیا تھا۔

”تھینکس...“

”یو آر ویلکم۔“ اس کی طرف دیکھے بنا سیل فون تھاما تھا اور دوبارہ ڈیش بورڈ پر رکھ دیا تھا۔انائیا اس کی طرف سے اپنا دھیان ہٹا گئی تھی۔سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا لی تھی اس نے۔آج صبح... دن کے آغاز پر اس نے نہیں سوچا تھا کہ آج ایسا بھی ہو گا اور دن کے اختتام پر سفر اس شخص کے ساتھ ہو گا تو وہ اس کی ہمسفر ہوگی۔یہ رستم اور ایشاع نے بھی دھوکہ دیا تھا تو کیا وہ بھی اس گیم کا حصہ تھے...؟

شاید نہیں...؟

وہ ہر بات کو اپنے طور' اپنے ڈھنگ سے سوچ رہی تھی۔گاڑی میں خاموشی تھی اور وہ اس گہری چپ کو توڑنا نہیں چاہتی تھی۔

...☆☆☆...

وہ راہداری سے مڑا تھا جب کوئی نرم وجود اس سے ٹکرایا تھا۔اس نے فوری طور پر سہارا دیا تھا اور دیکھا تھا۔

پارسا کچھ الجھی سی سر جھکائے کھڑی تھی۔

”ہمارا اس طرح ملنا شرط ہے؟“ وہ بغور اسے دیکھتا ہوا بولا تھا۔

”کس طرح ملنا؟“ وہ چونکی تھی۔

”آپ کا الجھا الجھا سا انداز اور یوں اتفاقاً ٹکرانا...؟“ عدن نے وضاحت کی تھی۔پارسا کچھ نہیں بولی تھی۔جواباً اسے خاموشی سے دیکھا تھا۔نظریں لمحہ بھر کو ملی تھیں۔عدن کو ایک عجیب سا احساس ہوا تھا۔

وہ چہرہ...

وہ آنکھیں...

وہ سراپا...

کچھ اچھا لگا تھا...

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اس نے خواب نہیں بنے تھے...

مگر کہیں سے دبی دبی خواہشوں کی ننھی سی دستک سنائی ضرور دی تھی۔

مگر اب شاید ایسا سوچنا بھی جائز نہیں تھا جب کہ انائیا کے لیے وہ سوچ رہا تھا اور اسے اپنی زندگی میں لینے کے اقدام کر رہا تھا۔

”وہ میں آپ سے ملنے آئی تھی۔“ وہ بولی تھی اور عدن بیگ چونکا تھا۔

”مجھ سے...؟“

”ہاں انابیتا نے بتایا تھا کہ آپ آفس میں ہیں اور ایڈریس بھی دیا تھا کہ آپ سے مل لوں...“ اس نے مدعا بیان کیا تھا۔

”خیریت...؟“ عدن نے دریافت کیا تھا پھر اندازہ ہونے پر خود ہی بولا تھا۔

”کیا ہم بیٹھ کر بات کر سکتے ہیں؟“ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔پارسا نے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔تب ہی وہ اسے لے کر لاؤنج میں آگیا تھا۔

خلافِ معمول آج عدن بیگ کے انداز میں کوئی فطری شگفتگی سی تھی۔دو چار پہلے کی ملاقاتوں میں اس کا جو انداز تھا اور جس طرح وہ اسے چھیڑ رہا تھا وہ

آج ناپید تھا۔شاید وہ مائینڈ سیٹ کر چکا تھا۔انائیا کی طرف پیش قدمی کرنے کے بعد سب بے معنی لگ رہا تھا۔

”کہیے کیا بات ہے؟ آپ چائے لیں گی یا ٹھنڈا؟“

”نہیں تھینکس۔میں کچھ نہیں لوں گی۔مجھے ایکچوئیلی جاب کی ضرورت ہے۔میں کوشش کر رہی ہوں مگر بات نہیں بنی۔میں اپنے طور پر کچھ کرنا چاہتی ہوں۔اس طرح مدد مانگنا مجھے مناسب نہیں لگ رہا تھا مگر اناہیتا نے کہا کہ مجھے آپ کی کمپنی میں جاب مل سکتی ہے۔یہ میری سی وی ہے اور یہ پچھلے کچھ سمسٹرز کا رزلٹ آپ دیکھ سکتے ہیں۔میں فنانس دیکھ سکتی ہوں۔میرے پاس کچھ ایکسٹرنیس بھی ہے مگر میں یونیورسٹی کے بعد ہی یہاں آسکوں گی۔“ پارسا نے سارا کچھ ایک ہی سانس میں کہہ دیا تھا۔

عدن سر جھکائے اسے شاید بغور سن رہا تھا اور اس کی فائل دیکھ رہا تھا۔

”ٹھیک ہے۔مِس افتخار چوہدری آپ کل سے جوائن کر سکتی ہیں۔آپ چونکہ پڑھ رہی ہیں اس لیے ہم آپ پر زیادہ ذمے داریاں نہیں لاد سکتے نہ آپ کو اہم امور نبٹانے کا کام سونپ سکتے ہیں۔آپ کا ایکسپیرئنس زیادہ نہیں ہے اور

کمپنی کا ایک کیلی بر ہے مگر پھر بھی آپ کا کام دیکھ کر اور آپ کے یونیورسٹی ختم ہونے تک آپ کو معقول سیلری آفر کی جائے گی اور آپ چاہیں تو اس کے بعد کمپنی کے ساتھ ہی کام کر سکتی ہیں یا پھر کہیں بھی ... مگر آئی ہوپ کہ آپ کو ہماری کمپنی کے ساتھ کام کر کے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ضرور ملے گا۔“ عدن بیگ کا انداز اس لمحے پروفیشنل تھا۔

شاید وہ جس عدن سے اس سے قبل ملی تھی اس کا چہرہ اس میں تلاش رہی تھی تب ہی عدن نے فائل پر سے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا تو اسے اپنی طرف حیرت سے دیکھتا پاتا دیکھ کر چونک گیا تھا۔

شاید اس لمحے وہ کچھ زیادہ ہی پروفیشنل تھا یا پڑ جب کہ وہ اسے پہلے سے جانتی تھی اور...

شاید یہی سوچ کر وہ ملائمت سے مسکرایا تھا۔

”ہماری کمپنی کی روایت بدل رہی ہے۔ہم انسان زادوں میں پہلی بار کوئی پری زاد آ رہا ہے۔آئی ہوپ سب ٹھیک رہے گا اور چیزیں اپنے معمول پر رہیں گی۔“

”یس سر!“ وہ مئودب انداز میں بولی تھی۔

”سر نہیں اس کی ضرورت نہیں۔عدن... سر کافی بھاری بھرکم لگتا ہے۔یہاں پر ہر کوئی مجھے عدن کہہ کر ہی پکارتا ہے۔ہم ایک فرینڈلی انوائرمنٹ میں کام کرتے ہیں۔

ضروری نہیں۔“ عدن نے مسکراتے ہوئے وضاحت دی تھی۔

پارسا نے سر ہلا دیا تھا۔عجب ایک ڈرا سہا سا انداز تھا۔

”آپ پریشان ہیں؟“ عدن نے دریافت کیا تھا۔انداز نرمی لیے ہوئے تھا۔

”نہیں۔پریشان تھی مگر اب نہیں ہوں تھینکس۔آپ نے میری بہت بڑی پرابلم حل کر دی ہے۔“ پارسا ممنون دکھائی دے رہی تھی۔

”اٹس اوکے۔آپ اناہیتا کی دوست ہیں اور اناہیتا میرے لیے بہت اہم ہے۔میں اگر آپ کو یہ جاب نہیں دیتا تو وہ میرے کان کھا جاتی۔“ وہ مذاق کرتا ہوا نرمی سے بولا تھا مگر پارسا مسکرائی نہیں تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بیگ شولڈر پر ڈالا تھا اور فائل سمیٹ کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

”میں چلوں گی۔تھینکس اگین۔“

عدن بیگ نے جواباً سر ہلایا تھا اور وہ پلٹ کر چلتی ہوئی وہاں سے نکلنے لگی تھی۔

وہ پاس آئی تھی۔

تب

جب وہ نئے سفر پر جانے کا سامان باندھ چکا تھا۔

جب نئی منزلوں کی طرف اڑان بھرنے کا وقت آگیا تھا۔

اور نئے حوالوں سے جُڑنے کا وقت آگیا تھا۔

وہ پاس آئی تھی۔

کچھ اور پاس...

کچھ نئے عنوان دینے۔

رنگ لینے... ڈھنگ دینے...

وہ پاس آئی تھی۔

کیسی تھی یہ کتھا... زندگی کیا چال چل رہی تھی۔ کیسی کہانیاں بیان کر رہی تھی۔ اگر اسے پاس آنا ہی تھا تو اس طرح کیوں آئی تھی؟ وہ بھی اس سمے پر...

عدن ڈسٹرب تھا؟

آج اس سے اس طرح ملنا اچھا نہیں لگا تھا؟ وہ وہیں بیٹھ کر کچھ دیر تک اس سمت دیکھتا رہا تھا۔ جس سمت وہ گئی تھی پھر اٹھا تھا اور چلتا ہوا باہر نکلنے لگا تھا۔

...☆☆☆...

انائیا نے دیکھا تھا۔ گاڑی اس کے گھر کے سامنے رکی تھی۔ وہ بنا اس کا انتظار کیے گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکلی تھی۔ زخموں میں درد کا احساس اب بھی باقی تھا مگر وہ اس سے دور بھاگنے کا ہر جتن... سوچے سمجھے بغیر کرتی تھی۔ گاڑی سے باہر پاؤں نکالنے کی کوشش کی تھی مگر تکلیف کا احساس ہوا تھا۔ وہ لب سختی سے بھینچ گئی تھی۔

معارج تغلق نے اپنی طرف کا دروازہ کھولا تھا مگر غالبا وہ اس کی مدد مزید لینا نہیں چاہتی تھی تب ہی دونوں پاؤں باہر زمین پر رکھ کر اپنے طور پر کھڑے ہونے کی کوشش کی تھی۔ گرنے کو تھی معارج نے ہاتھ بڑھایا تھا مگر اس نے نظر انداز کر کے گاڑی کا سہارا لیا تھا۔

”تھینکس مجھے یہاں تک چھوڑنے کے لیے۔ میرے لیے میرا سیل فون بہت ضروری ہے۔ پلیز میرا بیگ مجھے جلدی پہنچانے کی کوشش کیجیے گا“ کل مہندی کی تقریب تھی اور وہ اب اپنے قدموں پر ڈھنگ سے چل بھی نہیں پا رہی تھی۔

اس شخص کو اس کی خیریت سے ایک دشمنی ہو چلی تھی۔

جب بھی قریب آتا تھا نئی مشکلات لاتا تھا۔

وہ بمشکل ایک ایک نپا تلا قدم لیتی گھر کے گیٹ کی جانب بڑھی تھی۔

یہ تکلیف اور یہ چوٹیں...اسی کی دین تھیں۔ وہ شرمندہ تھا اور یہی تاثر زائل کرنے کو غالباً اتنا نائس بن رہا تھا۔

مگر وہ جانتی تھی درحقیقت وہ ایسا نہیں تھا۔اس کی کوئی مزید مدد نہیں لینا چاہتی تھی وہ۔تب ہی اپنی مدد آپ کے تحت چلتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔

"چائے کے ایک کپ کے لیے بھی نہیں پوچھیں گی آپ؟ آپ کے دروازے سے ہو کر جا رہا ہوں۔ہمارے یہاں کچھ ادب وآداب ہوتے ہیں۔آپ کے یہاں بھی یقینا ہوں

کی آواز پشت سے آئی تھی۔انائیا نے پلٹ کر نہیں دیکھا تھا مگر قدم لمحہ بھر کو رک ضرور گئے تھے۔لمحہ بھر کو اس نے سوچا تھا اور پھر بولی تھی۔

"سوری۔میں اس وقت آپ کو گھر کے اندر نہیں بلا سکتی۔آئی ایم ٹائیڈ کچھ آرام کرنا چاہوں گی۔" انداز روڈ تھا مگر وہ خاصی نرمی برت کر اسے کسی طرح کے وہم یا خوش فہمی میں مبتلا نہیں کرنا چاہتی تھی۔دروازہ کھول کر اندر قدم رکھا تھا۔ایک سناٹے کا احساس ہوا تھا۔

"ممی..." اس نے لائٹ کا بٹن آن کر کے پکارا تھا۔

"نانا..." دوسری آواز دی تھی مگر جواب نداد...

"کہاں ہیں آپ سب لوگ...؟ ممی... نانا...؟ وہ کچھ آگے بڑھی تھی مگر تب ہی لائٹ چلی گئی تھی۔پورا گھر اندھیرے میں گھر گیا تھا۔وہ جہاں تھی وہیں ساکت ہو گئی تھی۔

"ممی... کوئی ہے گھر میں...؟ نانا کہاں ہیں آپ...؟" اس نے اندھیرے میں کچھ دکھائی نہ دیتے ہوئے بھی پکارا تھا۔آج سب کچھ عجیب ہو رہا تھا۔دن کے اختتام پر ایک اور پریشانی اس کا منہ چڑا رہی تھی۔

"ممی... نانا کہاں ہیں آپ لوگ؟ کوئی ہے وہاں...؟" اس نے ایک بار پھر پکارا تھا۔کوئی جواب نہیں آیا تھا۔

اندھیرے میں کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا اسے پریشانی لاحق ہوئی تھی۔

ابھی تھوڑی دیر پہلے جب وہ وہاں سے نکل رہی تھی تو ممی سے بات ہوئی تھی۔

پھر اب یہ کیا تھا...؟

آج کے دن میں ہر کام غلط ہونا طے تھا؟

وہ بوکھلا کر آگے بڑھی تھی۔

"ممی... کہاں ہیں آپ؟"

"نانا... آپ مجھے جواب کیوں نہیں دے رہے؟ کیا آپ مجھے سن رہے ہیں۔"

وہ پریشانی میں پلٹی تھی۔اندھیرے سے اسے خوف نہیں تھا اس لمحے مگر خوف تھا کہ وہ خیریت سے ہو۔

"کیا ہو رہا ہے یہ... آپ لوگ مجھے جواب کیوں نہیں دے رہے نانا...؟"

"ممی...؟" آواز دینے کے ساتھ ہی وہ پلٹی تھی جب کسی پہاڑ سے وجود سے ٹکرائی تھی۔

گھپ اندھیرے میں کچھ دیکھ پانا جیسے ناممکن تھا اور وہ حواس باختہ تھی۔

"کک... کون... ہے...؟" وہ بولی تھی۔اپنے شانے پر کسی آہنی گرفت کے احساس کو وہ واضح محسوس کر رہی تھی۔

"کون ہے...؟" اس نے چیختے ہوئے ان آہنی ہاتھوں کے وجود کو خود پر سے ہٹا دینا چاہا تھا۔ایک خوف کی لہر اس نے اپنے اندر محسوس کی تھی۔

...☆☆☆...

"کون ہو تم؟ جواب کیوں نہیں دیتے؟ کون ہو؟" انائیا نے خشک حلق سے با مشکل آواز نکالی تھی۔اپنے شولڈرز پر اسے کسی کے مضبوط ہاتھوں کی گرفت گڑتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

"کون... ہو...؟" اس نے چیخنا چاہا تھا جب اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا گیا تھا اور ایک آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔

"ڈرو مت میں ہوں۔" لہجہ مانوس تھا۔انائیا کے حواس ایک لمحے میں اس آواز سے مانوس ہوئے تھے۔

"مسٹر تغلق آپ...!" وہ چونکی تھی۔

معارج تغلق نے لائٹر جلایا تھا۔ایک معدوم سی روشنی اُبھری تھی۔جس نے اندھیرے کے وجود کو چیر کر رکھ دیا تھا۔

انائیا نے اس مدھم سی روشنی میں اس شخص کو دیکھا تھا۔پھر بہت آہستگی سے اس کا ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹایا تھا اور ایک دو قدم پیچھے ہٹ گئی تھی۔ایک تو اندھیرا تھااس پر اس کا یہاں ہونا وہ ششدر رہ گئی تھی، مگر پھر بھی اتنا اطمینان ہو گیا تھا کہ کوئی اور نہیں معارج تغلق ہے۔جس سے کم از کم وہ واقف

ہے اور شاید وہ اتنا خطرناک ثابت نہیں ہو سکتا تھا۔حالانکہ وہ اسے ہمیشہ خوف زدہ کرنے کا سبب رہا تھا‘ مگر اس گھڑی اس کے اندر وہ انجانا سا خوف نا پید تھا۔بلکہ اسے سامنے دیکھ کر کچھ آسرا ہوا تھا۔وہ لائٹر کی مدھم سی روشنی میں اس کی سمت دیکھ رہا تھا۔

”آپ یہاں کیوں آئے؟ کیسے؟“ انائیا کو تشویش ہوئی تھی۔خشک لبوں پر زبان پھیری تھی کہ خطرہ تو کچھ کم نہ تھا۔

”میں باہر رُکا تھا۔انتظار کر رہا تھا۔جب تک آپ اندر چلی جائیں مگر پھر دیکھا کہ اچانک پاور کٹ ہوا اور ہر شے اندھیرے میں ڈوب گئی۔آپ کی آواز اتنی تھی کہ میری سماعتوں تک پہنچی اور مجھے لگا شاید آپ کو مدد کی ضرورت ہے۔ آپ ٹھیک تو ہیں؟“ معارج تغلق نے دریافت کیا تھا۔

”آپ کو یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔آپ کی وجہ سے میں ڈر گئی میرا دَم نکالنے میں آپ نے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔“ اس کی آواز مدھم تھی۔وہ غالباً اب بھی خوف زدہ تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”آپ چیخ کیوں رہی تھیں؟ آپ ٹھیک تو ہیں؟“ معارج تغلق اب بھی اس کے لیے فکر مند دکھائی دے رہا تھا۔

”مجھے نہیں پتا ممی اور نانا کہاں گئے۔میں ایک ایک کو پکار رہی تھی اور پھر پاور کٹ ہو گیا۔مجھے خوف نے گھیر لیا‘ مگر نانا اور ممی گئے کدھر؟“ وہ متفکر تھی۔

”آپ نے اندر چیک کیا؟ شاید اوپر ہوں۔“ وہ کینڈل اسٹینڈ کی موم بتیاں روشن کر رہا تھا۔

”نہیں ایسا نہیں ہے۔وہ یہیں بیٹھتے ہیں۔اس وقت اور جب تک میں گھر نہ آجاؤں وہ اپنے کمروں میں بھی نہیں جاتے۔“

”آپ پریشان نہ ہوں‘ میں دیکھتا ہوں۔‘ معارج تغلق نے اس کی پریشانی کے خیال سے پیش قدمی کی تھی۔کمرے میں کینڈلز کے باعث کچھ روشنی ہو گئی تھی۔

”ٹھہریئے...!“ انائیا ملک کا ماتھا یک دم ٹھنکا تھا۔اس نے اس شخص کو جانچتی نظروں سے دیکھا تھا۔

"کہیں آپ نے؟" اس کا لہجہ شکی تھا اور آنکھوں میں تند و تیز غصہ۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکا تھا۔وہ جو سوچ رہی تھی وہ اس سے یقیناً قطعاً انجان تھا۔

"میرے نانا اور امی کہاں ہیں؟"

"آپ کے نانا اور ممی کہاں ہے؟ اس کا پتا مجھے کیسے ہو سکتاہے؟" وہ چونکا تھا۔لہجہ اور انداز سراسر لا علم تھا۔

"آپ نے انہیں غائب کروایا تبھی آپ یہاں بھی آئے۔"

"وہاٹ؟" وہ اس کی ذہنی کیفیت کا اندازہ نہیں کر پایا تھا۔

"آپ کا دماغ تو ٹھیک ہے؟ میں انہیں غائب کیوں کرواؤں گا؟ مجھے ایسا کر کے کیا فائد ہوگا؟ آپ کے اس الزام لگانے کی وجہ بہت غلط ہے۔" وہ اتنے بڑے الزام لگائے جانے کے بعد بھی سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا۔شاید اسے اپنے جذبات پر مکمل کنٹرول تھا اور غصہ کر کے اسے مزید ہراساں یا پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"آپ اوور اسمارٹ بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔میں پولیس کو انفارم کرنے میں دیر نہیں کرونگی۔آپ نے مجھے نہیں بتایا کہ آپ نے ان دونوں کو کہاں رکھا ہے۔" وہ الزام پر الزام لگا رہی تھی۔وہ حیران نہیں تھا۔

"سنیں انائیا' آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔پلیز ریلیکس آپ جو سوچ رہی ہیں ویسا کچھ نہیں ہے۔آپ میرے ساتھ تھیں۔آپ نے اتنے عرصے میں مجھے کہیں جاتے دیکھا؟ تو پھر میں ایسا کیسے کر سکتا ہوں؟" وہ بہت رسانیت سے کہتا ہوا اس کی لاجک کے مطابق اسے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"آپ کی نیت خراب ہے۔آپ ایک انتہائی بُرے آدمی ہیں آپ اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لیے کچھ بھی کر سکتے ہیں میری زندگی کا سب سے خراب وقت تھا جب میں آپ سے ملی تھی۔آپ نے جہاں کہیں بھی انہیں چھپایا ہے پلیز مجھے واپس لا دیں۔انہیں میرے خلاف ایک ٹرک کے طور پر استعمال مت کریں۔" وہ جذباتی ہو رہی تھی۔آنکھیں آنسوؤں سے بھری تھیں۔وہ لمحہ بھر کو کچھ نہیں بول سکتا تھا۔غالباً وہ حیران تھا۔وہ سب سن کر جو کہہ رہی تھی۔"

"میں آپ کے ساتھ تھا انائیا۔ آپ یہ بات سوچ بھی کیسے سکتی ہیں؟ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ آپ غلط سوچ رہی ہیں پولیس کو فون آپ کو کرنا چاہیے' مگر میرے لیے یا میرے خلاف کمپلین کرنے کے لیے نہیں بلکہ ان کو ڈھونڈنے کے لیے۔ آپ ٹائم ویسٹ مت کریں میں پولیس کو فون کرتا ہوں۔" وہ پر سکون تھا اور بڑے آرام سے جیب سے سیل فون برآمد کر کے نمبر بھی ملانے لگا تھا۔ جب وہ چیخ پڑی تھی۔

"آپ جھوٹ کیوں بول رہے ہیں۔ سچ کیوں نہیں قبول کرتے کہ آپ اس میں انوالو ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ اس وقت کہاں ہیں۔ آپ اتنے گرے ہوئے انسان ہیں اس کا اندازہ مجھے نہیں تھا۔ یوں نہیں ملی تو آپ ایسے ہتھکنڈے استعمال کرنے پر آگئے۔ آپ کے اندر انسانیت بالکل نہیں' اتنے گرے ہوئے ہیں آپ۔ پلیز مجھے بتائیں وہ زندہ تو ہیں۔ کہیں آپ نے انہیں...!"

"لسن انائیا ملک! میں نے کچھ نہیں کیا۔ آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔" اس کے اتنے الزامات کے جواب میں وہ ہاتھ اٹھا کر رسانیت سے بولا تھا۔

"میں آپ کے ساتھ تھا۔ تھا نا؟ پھر میں ایسا کیسے کر پایا؟ ایک بندہ دو جگہوں پر ایک ساتھ موجود تو نہیں ہو سکتا نا؟" وہ اس کی ذہنی کیفیت کا اندازہ کرتے ہوئے اسے بالکل بچوں کی طرح سمجھاتے ہوئے بولا تھا۔

"آپ کسی وقت کہیں بھی ہوں' مگر آپ کہیں بھی ہو سکتے ہیں۔ یہی ہے آپ کا اختیار جو آپ کو آسمان پر بٹھائے ہوئے ہے۔ یہی اختیار آپ کو خود کو خدا سمجھنے پر مجبور کرتا ہے۔ آپ اپنے اختیارات کے استعمال سے کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ آپ کی یہی سوچ آپ کو تن کر کھڑا رہنے پر مجبور کرتی ہے۔ کسی کی عزت کی' زندگی کی' احساسات کی کوئی پروا نہیں آپ کو۔ میں نے آپ سے زیادہ گھٹیا بندہ اس دنیا میں نہیں دیکھا۔

"آپ...!" کچھ کھٹکا ہوا تھا۔ دونوں نے چونک کر دیکھا تھا۔ انائیا کی آنکھیں ساکت رہ گئی تھیں۔ وہاں دروازے کے بیچوں بیچ نانا اور ممی کھڑے تھے۔ ممی نے اسے اونچی آ

تبھی تشویش سے آگے بڑھی تھیں۔

"کیا ہوا انائیا؟" ساتھ ہی معارج تغلق کی طرف دیکھا تھا۔

"کیوں رو رہی ہے یہ معارج؟ کیا ہوا؟"

"آپ لوگوں کو ناپا کر کچھ پریشان ہو گئی تھی۔" معارج تغلق بہت پر سکون انداز میں بولا تھا۔انائیا ملک کے آنسوؤں سے بھرے چہرے کو پر سکوت نظروں سے دیکھا تھا۔وہ بھی اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔لمحہ بھر کو نگاہ ملی تھی۔پھر نا جانے کیوں وہ نگاہ چرا گئی تھی۔

"کہاں گئے تھے آپ لوگ؟" انائیا نے ماں سے پوچھا تھا۔

"ہم ذرا گروسری کرنے گئے تھے۔سوچا تمہارے آنے میں ٹائم ہے ابھی اور لوڈشیڈنگ کا شیڈیول بھی بدل گیا تھا۔تمہیں بتانا یاد نہیں رہا سوچا تب تک واپس آجائیں گے ہم ٹھیک ہیں۔پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔اتنی بڑی ہو گئی ہو' اب تک بچوں والا مزاج ہے۔اتنا واویلا کرنے کی ضرورت کیا تھی؟" ممی نے اسے ڈپٹا تھا۔معارج تغلق پلٹا تھا اور وہاں سے نکل گیا تھا۔

"یہ اسے کیا ہوا؟" ممی نے پوچھا تھا۔

"وہ مجھے واپس چھوڑنے آئے تھے۔مجھے آپ دونوں کو نا دیکھ کر اتنا غصہ تھا کہ میں اس پر برس پڑی...!" انائیا نے بات بناتے ہوئے آنکھیں رگڑی تھیں ممی نے اسے ساتھ لگایا تھا۔

"بیٹا! ایسا نہیں کرتے۔غصے کو کنٹرول میں رکھتے ہیں۔" نانا نے بھی سمجھایا تھا۔وہ کچھ بولنے کے قابل نہیں تھی۔

...☆☆☆...

اس نے انتہائی غصے سے کوٹ ایک طرف اچھا لا تھا۔کچھ دیر تک کمرے کو خالی خالی نظروں سے دیکھتا رہا تھا۔آنکھیں سرخی سے لال تھیں جیسے وہ بہت بند باندھ رہا ہو۔شاید اسے جذبات پر مکمل کنٹرول تھا۔کچھ دیر تک یونہی کھڑا رہا تھا' پھر شوز اُتارے تھے۔ایک گہری سانس لی تھی اور اطمینان سے چلتا دروازہ کھول کر ٹیرس پر آگیا تھا۔تیز چلتی ہوئی ہَوا کچھ بہتر محسوس ہوئی تھی۔دم گھٹنے کا احساس جو اندر تھا وہ اچھ معدوم ہونے لگا تھا۔

اپنے اندر کے فشار سے نمٹنا اسے گھڑی اس کچھ مشکل لگا تھا۔داہنے ہاتھ سے ٹائی کی ناٹ لوز کی تھی۔ تبھی نظر سامنے گئی تھی۔جہاں حارث جانے کب سے

کھڑا تھا۔وہ چونکا نہیں تھا۔حارث نے اسے اس طرح نہیں دیکھا تھا پہلے۔کچھ بکھرا بکھرا سا لگا تھا۔آنکھوں کی سرخی کوئی ان کہی کہانی سنا رہی تھی اور اس کا وجود کچھ طوفان کے دہانے پر لگا تھا۔وہ معارج تغلق کو جانتا تھا۔اس کی برداشت کمال کی تھی اور ہمت بھی۔وہ بہت بڑی بڑی باتوں کو آرام سے جھیل سکتا تھا۔مشکل سے مشکل سچویشن کو بھی بہت آرام سے ہینڈل کر سکتا تھا۔کسی طوفان کا مقابلہ کرنا اس کے لیے مشکل نہیں تھا۔کمال کا ضبط تھا اس کا۔

مگر اس لمحے وہ کچھ مضمحل دکھائی دیا تھا۔

حارث کو آگے بڑھنے میں دیر نہیں لگی تھی۔چلتا ہوا اس کے پاس آیا تھا اور وہیں اس کے ساتھ دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا تھا۔

”بڑے بڑے سور ماؤں کو ہارتے دیکھا ہے، مگر معارج تغلق سر جھکا کر کسی میدان سے تھکا ماندہ لوٹ آئے یہ ہضم کرنا اتنا آسان نہیں۔“ حارث نے اس کی طرف دیکھ کر کہا تھا، مگر وہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”کیا پریشانی ہے؟ میں نے تمہیں اس سے پہلے ایسے کبھی نہیں دیکھا کیا معاملہ ہے؟“حارث نے دریافت کیا تھا۔مگر وہ کچھ نہیں بولا تھا۔

”معارج!“ حارث نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے پکارا تھا۔”پریشان ہو؟“

معارج تغلق نے سر نفی میں ہلادیا تھا۔

”اس طوفان کا نام کیا ہے؟“ حارث نے دریافت کیا تھا۔انداز کچھ لائیٹ تھا۔شاید وہ اسے بہتر محسوس کروانے کے جتن کر رہا تھا۔

”پیٹ تو یقیناً نہیں تھا؟“ وہ مسکرایا تھا اس کی جانب دیکھ کر۔

”حارث پلیز یار۔آئی ایم ناٹ ایٹ پیس!“ معارج تغلق بولا تھا۔

”یہی تو تو میں دیکھ رہا ہوں تم اس وقت امن میں نہیں ہو، مگر اس ”حالت جنگ“ کی وجہ کیا ہے؟ میں تو جواز تلاشنے کی کوشش کر رہا تھا۔“

”کوئی وجہ نہیں ہے۔اس وقت کوئی بات کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں میں۔“ معارج تغلق کی آنکھیں غبار آلود تھیں۔ایک سرخی واضح دکھائی دے رہی تھی۔حارث نے اسے بغور دیکھا تھا۔

”چل طوفان کا نام نہ سہی اس ”مون سون“ کا نام ہی بتادے۔جس کی وجہ سے یہ طوفان آیا؟“ حارث نے طے کر لیا تھا اس کا موڈ بحال کر کے دَم لے گا۔

”حارث...!“ اس نے جیسے تنبیہ کی تھی۔

”سن تو اگر مجھے اُٹھا کر اس ٹیرس سے نیچے بھی پھینک دے گا تو میں پھر بھی واپس آجاؤں گا اور آ کر تجھے ایسے ہی تنگ کروں گا۔جب تک کہ تو مجھے نہیں بتا دیا کہ معاملہ کیا ہے۔میں جانتا ہوں جو بات تیرے جیسے بندے کو ہلا کر رکھ سکتی ہے وہ معمولی نہیں کیونکہ چھوٹی چھوٹی نہیں بڑی باتوں کو بھی آرام سے جھیل جانا مجھے آتا ہے۔میں تجھے جانتا ہوں صرف پریشانی بانٹنا چاہتا ہو تھا۔

”میرے پاس اس وقت تجھے اپ ڈیٹ کرنے کے لیے کچھ نہیں ہے۔“ معارج تغلق کا انداز سر سری تھا جیسے وہ سرے سے بات ہی نہ کرنا چاہتا ہو۔

”تو میں نے کب کہاکہ مجھے اپ ڈیٹ کر۔میں کوئی نیوز چینل نہیں ہوں۔تیرا دوست ہوں تجھے اس طرح دیکھ کر مجھے اچھا نہیں لگ رہا۔“ حارث نے کہا تھا۔

”مجھے تنہا چھوڑ دے۔“ معارج تغلق اس کی جانب متوجہ ہوئے بنا بولا تھا۔

”معارج! ایک بات کہوں یار؟“

معارج نے اجازت نہیں دی تھی، مگر حارث بولا تھا۔

”کبھی کبھی کچھ کھیل اچھے نہیں ہوتے۔ہار جیت کی بات اپنی جگہ، مگر جو چیز حدود کو توڑنے لگے اس کی جانب سے رُخ موڑنا بزدلی نہیں ہے۔تو جہاں بھی ہے جس میدان میں بھی ہے یا جس محاذ پر بھی ڈٹا ہے۔وہاں ہار اور جیت کے خوف کے بنا کھڑا ہونا کچھ مشکل ہے اور ایسے میں قدم ہٹانا اور اسٹیپ بیک کرنا کچھ نا مناسب بھی، مگر اس میں انا کو نہ آنے دیا جائے او رچپ چاپ کھیل ختم کر دیا جائے تو یہ ہار نہیں، اگر چہ جیت بھی نہیں مگر کبھی کبھی ”سیز فائر“ اچھا ہوتا ہے۔”حالت جنگ“ سے بہتر ”حالت امن“ ہے محسوس کرو

تو بہت بہتر محسوس ہوتا ہے جسے دل ایک بہت بڑے وزن سے خالی ہو اور آزاد محسوس کرے۔

معارج تغلق نے خالی خالی نظروں سے اسے دیکھا تھا کہا کچھ نہیں تھا۔

...☆☆☆...

کافی دیر تک وہ سونے کی کوشش کرتی رہی تھی۔

ایک کروٹ کے بعد دوسری پھر اسی کروٹ پر یک دم اوندھے منہ او رپھر تھک کر وہ اٹھ بیٹھی تھی۔

اس شخص کے زندگی میں آنے سے پہلے وہ کافی سکون کی نیند سوتی تھی، مگر اس سے ملنے کے بعد وہ سکون رخصت ہو گیا تھا۔اُٹھ کر کمرے میں یہاں سے وہاں دو تین چکر کاٹے تھے پھر ریک کر پانی کا گلاس اٹھایا تھا۔جگ سے پانی انڈیلا تھا اور ایک ہی سانس میں سارا پانی اندر اُتار لیا تھا۔خشک حلق تھوڑا تر ہوا تھا، مگر اندر کا وہ احساس معدوم نہیں ہوا تھا۔

"لوگوں کو ان فیئر کر کے جانے کیسے سکون مل جاتاہے۔مجھے تو فیئر کر کے بھی سانس لینا محال ہے۔" وہ با آواز بلند بڑبڑائی تھی۔

دھم سے بیڈ پر آلتی پالتی مار کر بیٹھی تھی۔سائیڈ ٹیبل سے سیل فون اُٹھا کر دیکھا تھا۔

"یہ ابھی تک تین ہی بجے ہیں؟ کہیں ٹائم پیچھے تو نہیں چھوٹ گیا؟" اس نے وال کلاک کی سمت دیکھا تھا۔وہاں بھی وہی بج رہا تھا۔وہ اکتا کر سیل فون کو دیکھنے لگی تھی۔کچھ ارادہ باندھا تھا پھر توڑ دیا تھا۔سیل فون واپس سائیڈ ٹیبل پر دھر دیا تھا۔

دوبارہ اُٹھانے کا ارادہ کیا تھا۔ہاتھ بڑھایا تھا۔تبھی سیل فون بجا تھا۔ایک جانا پہچانا نمبر دیکھ کر وہ چونکی تھی اور کال پک کر لی تھی

"تم ٹھیک تو ہو؟ اس وقت کیسے فون کیا؟" اٹھاتے ہی وہ بولی تھی۔

"تمہارا فون نہیں آیا تھا۔مجھے تشویش ہوئی۔تبھی فلائیٹ سے اُترتے ہی تمہارا نمبر ملادیا" عدن نے وضاحت کی تھی۔وہ غالباً اسے چھیڑ رہا تھا۔"ویسے کیا سارے معاملات نمٹ گئے؟ یہ اتنی حالتِ سکون کیوں کہ تم گدھے گھوڑے بیچ کر سو رہی ہو اور مجھے ڈسٹرب بھی نہیں کر رہیں؟ تمہاری طرف سے کسی بھی ایمرجنسی کال کے لیے میں ہر وقت اتنا ریڈی رہتا ہوں کہ اب تم ڈسٹرب

نہ کرو تو پریشانی ہوتی ہے کہ آج تم ٹھیک تو ہو' ڈسٹرب کیوں نہیں کیا؟
طبیعت تو ٹھیک ہے؟ مجھے اپنا آپ ہمیشہ "ہائی الرٹ" لگتا ہے سوتے جاگتے
آنکھوں میں ریڈ سگنل گھومتے رہتے ہیں۔"

"عدن!" وہ اُکتا کر بولی تھی۔" کچھ زیادہ نہیں ہو گیا۔" مگر وہ ہنس دیا تھا۔

"ٹھیک تو کہہ رہا ہوں۔"

"تم مجھے مس کر رہے تھے؟"

"مِس اور تمہیں؟ خطرے کو آواز دے کر کون بلاتا ہے۔تم نے کبھی کسی کو
طوفان کی سمت سر پٹ دوڑتے دیکھا ہے؟" عدن سنجیدہ نہیں تھا۔

"کہاں گئے تھے تم؟ کہاں سے آرہے ہوں؟" انائیا ملک نے یونہی پوچھ لیا
تھا۔

"اسلام آباد گیا تھا۔تمہیں بتایا تو تھا۔بھول گئیں؟"

"اوہ ہاں! ذہن سے نکل گیا۔' وہ بے دھیانی میں بولی تھی۔

"کیا ہوا؟ تم ٹھیک تو ہو؟" عدن نے دریافت کیا تھا۔

"ہاں ٹھیک ہوں مجھے نیند نہیں آرہی تھی بہت کوشش کی سونے کی پھر
اُٹھ بیٹھی۔"

"تمہیں اب بھی ڈر لگتا ہے؟ معارج تغلق کا ڈراؤنا خواب کچھ طویل نہیں
ہو گیا؟ اسے کہو اب ڈرنے کے لیے وقت نہیں کیونکہ تم عدن بیگ کے ساتھ
ہو۔سو دُم دبا کر بھاگ جائے۔" وہ اسے ہمیشہ بہت پروٹیکٹیو فیل کرواتا تھا۔
اس وقت بھی اگر چہ وہ مذاق میں کہہ رہا تھا مگر اس کا انداز کیئرنگ تھا۔

"تمہیں کسی کے ساتھ ان فیئر کر کے نیند آجاتی ہے عدن؟" وہ پوچھنے لگی تھی۔

"بالکل نہیں آتی کیوں کیا ہوا؟ تم نے پھر کسی کا دل دکھا دیا؟"

"تم جانتے ہو میں کسی کا بھی دل دکھا نہیں سکتی۔اس کے لیے ہمت چاہیے
اور میرے پاس اتنی ہمت نہیں ہے۔"

"جانتا ہوں' مگر ان فیئر کیا کس کے ساتھ ہے؟" عدن نے پوچھا تھا۔

"معارج تغلق کے ساتھ مجھ سے کچھ زیادہ ہو گیا۔" وہ شرمندہ دکھائی دی تھی۔

"پھر خیر ہے۔اطمینان سے سو جاؤ۔اس بندے کے ساتھ کچھ ان فیئر نہیں ہے
تم جو بھی کرو گی وہ صرف فیئر ہے۔" عدن اسے اطمینان دلانے کو بولا تھا۔

"کاش میں ایسا سوچ پاتی عدن مجھے برا لگ رہا ہے۔ایسا سوچنا میرے لیے کچھ مشکل ہے میں نہیں جانتی وہ کس طرح کا انسان ہے، مگر میں یہ جانتی ہوں جو مجھ سے ہوا وہ اچھا نہیں ہوا۔" وہ صاف گوئی سے کہہ رہی تھی۔

"جس بندے نے تمہاری راتوں کی نیند اُڑا دی تم اسے فیور کر رہی ہو؟" عدن کو حیرت ہوئی تھی۔انائیا نے سر انکار میں ہلا دیا تھا۔

"نہیں کوئی رعایت نہیں دے رہی، نہ فیور کر رہی ہوں، مگر جو مجھ سے غلط ہوا ہے اسے لے کر کچھ شرمندہ ہو رہی ہوں۔وہ کچھ بھی کرے کچھ بھی کرتا رہے مگر وہ جانتا ہے کہ وہ کیا غلط کر رہا ہے اور کیا صحیح اس طرح مجھے خبر ہے کہ مجھ سے ٹھیک نہیں ہوا۔میں کسی کو اوفنڈ نہیں کر سکتی عدن۔مجھ سے ایسا نہیں ہوتا۔اگر اس نے تلوار اٹھائی ہے اور میں بھی توپ داغ دوں تو یہ مناسب نہیں بہت سے معاملات میں در گزر مناسب ہے۔"

"تم اتنی اچھی کیوں ہو انائیا؟ مجھے افسوس ہو گا تمہارے جیسی دو کیوں نہیں؟" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"کیوں کہ میرے جیسی دو نہیں ہو سکتیں۔انائیا ملک صرف ایک ہے۔"

"ہاں بے وقوف زیادہ ہوں گے تو عقل مندوں کی کمی واقع ہوجائے گی۔خدا کا نظام بہت زبردست ہے۔" وہ اطمینان سے کہہ رہا تھا؟

"عدن!" وہ چونکی تھی، مگر وہ ہنس دیا تھا۔

"تمہیں بھی عادت ہوگئی ہے انائیا۔"

"کیا مطلب؟"

"ویسی ہی عادت جیسے مجھے ہوئی ہے تم ڈسٹرب نہ کرو تو تشویش ہوتی ہے کچھ عجیب لگتا ہے۔ایسے ہی تمہیں بھی ایک رات سکون کی نیند آجائے تو تمہیں عجیب لگتا ہے کہ آج کوئی پریشانی کیوں نہیں۔" وہ غالباً اس کی ٹانگ کھینچ رہا تھا۔وہ مسکرا دی تھی۔

"ایسی بات نہیں ہے عدن ان فیکٹ میں سونا چاہتی ہوں ایک سکون کی نیند سوئے بڑا عرصہ ہو گیا ہے۔مگر وہ بندہ بڑا عجیب ہے اور اس سے بھی زیادہ غصہ مجھے خود پر آرہا ہے کہ مجھ سے کچھ غلط ہوجائے تو اتنا عجیب احساس کیوں ہوتا ہے۔" انائیا کچھ ڈسٹرب تھی۔

"ایک کام کرو۔میں فون بند کر رہا ہوں۔تم سونے کی کوشش کرو۔" عدن نے کہا تھا۔

"تم گھر پہنچ گئے ہو ائر پورٹ سے؟"

"ہاں بس پہنچ گیا ہوں' اب مزید مت جاگنا۔"

"نہیں میں سونے جا رہی ہوں۔" کہنے کے ساتھ ہی اس نے فون کا سلسلہ منقطع کیا تھا۔

فون ڈائریکٹری سے معارج تغلق کا نمبر تلاش کیا تھا کچھ دیر دیکھا تھا۔ملانے کا اردہ کیا تھا مگر پھر ناجانے کیا سوچ کر ارادہ ملتوی کردیا تھا۔فون سائیڈ ٹیبل پر رکھا تھا اور سونے کے ارادے سے تکیے پر سر رکھ کر آرام سے لیٹ گئی تھی۔

کسی اور خیال کو ذہن میں جگہ دینا نہیں چاہتی تھی۔سو جھٹ سے آنکھیں بند کی تھیں او رکروٹ بدل لی تھی۔

...☆☆☆...

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہال کی ڈیکوریشن کو ایک فائنل ٹچ دے کر وہ پلٹی تھی۔ایک بار نگاہ دوڑا کر یہاں وہاں بھرپور جائزہ لیا تھا' مگر آج معارج تغلق کہیں دکھائی نہیں دیا تھا۔

تو کیا وہ اس کی منتظر تھی؟

اسے تلاش کر رہی تھی؟

اپنے اندر کے احساس کو اس نے ایک ہی پل میں دبایا تھا۔اور سامنے سے آئی ہوئی ایشاع کو دیکھنے لگی تھی۔وہ اس کی طرف آ رہی تھی۔اس کے قریب آنے پر وہ ملائمت سے مسکرائی تھی۔

"ہاؤ زاٹ گوئنگ؟" ایشاع نے پوچھا تھا۔"آل ڈن؟"

"آل موسٹ!" انائیا مسکرائی تھی۔"آپ دیکھ سکتی ہیں۔" ایشاع نے ایک طائرانہ جائزہ لیا تھا اور مسکرادی تھی۔

"مجھے وہ چیئرز وہاں فلور کے پاس اچھی نہیں لگ رہیں۔وہاں ڈی جے پلیس ہے۔کچھ ڈسٹربنس ہوگی۔" ایشاع نے کہا تھا۔

"ٹھیک میں ہٹوا دیتی ہوں اور کچھ؟" انائیا پروفیشنل انداز سے مسکرائی تھی۔

"نہیں باقی سب ٹھیک ہے۔" ایشاع نے زیادہ اختلاف نہیں کیا تھا۔اگر کرتی تو اس کا کام یقیناً بڑھ جاتا۔

"آپ شام تک رکیں گی؟" ایشاع نے دریافت کیا تھا۔

"شاید نہیں شام میں مجھے کچھ کام پڑ سکتا ہے۔" ایشاع متفکر تھی۔شاید وہ ہر شے بہت پرفیکٹ چاہ رہی تھی۔

"آپ فکر نہ کریں۔میری اسسٹنٹ ہوں گی یہاں اگر ضرورت پڑے تو میں آجاؤں گی مجھے کال کر سکتی ہیں آپ۔' انائیا نے سہولت سے تجویز دی تھی۔

"مجھے ٹینشن ہو رہی ہے کہیں کچھ غلط نہ ہوجائے۔معارج بھائی بھی یہاں نہیں ہوں گے۔ان کی لندن کے لیے فلائٹ ہے۔پاپا پہلے ہی یہاں نہیں ہیں سب کو ضروری کام میری شادی میں ہی یاد آرہے ہیں۔معارج بھائی نے پرومس بھی کیا تھا میری شادی کے دوران ساری مصروفیات ایک طرف رکھ دیں گے اور اگر کوئی باہر کی میٹنگ ہوئی تھی تو وہ پوسٹ پونڈ کردیں گے۔" ایشاع شکوہ کر رہی تھی۔انائیا ملک کچھ نہیں کہہ سکی تھی۔

"رستم!" نوکر کو آواز دی تھی۔

"مجھے پارلر جانا ہے' ڈرائیور کو بھیجو۔" ایشاع نے آرڈر دے کر اسے دیکھا تھا اور ملائمت سے مسکرائی تھی۔

"سی یو لیٹر!" اس کے ساتھ ہی وہ پلٹی تھی اور پورچ کی جانب بڑھ گئی تھی انائیا نے خاموشی سے دیکھا تھا۔

یہ دنیا جیسے کوئی اور تھی۔اس کی دنیا سے کہیں مختلف اسے اپنا آپ بہت پرایا لگتا تھا اس دنیا سے۔وہ شاید کبھی اس دنیا کا حصہ بننا نہ چاہتی۔محل کی امارت کو از سر نو بغور دیکھنے کے بعد اس نے سوچا تھا اور چلتی ہوئی اپنی گاڑی کے پاس آگئی تھی۔

...☆☆☆...

"تم نے اپنے اس دوست سے معذرت چاہی؟" وہ کیشا کے پاس بیٹھی تھی جب ممی نے پوچھا تھا وہ چونکی تھی۔

"کون؟"

"وہی، معارج تغلق غالباً؟" ممی نے کہا تھا۔"اس روز تم غالباً اس سے اچھے انداز سے پیش نہیں آئی تھیں نا؟ بیٹا بری بات ہے کسی کا دل نہیں دکھاتے کسی کو ہرٹ کرنا اچھی بات نہیں خدا بھی ناراض ہوتا ہے۔" ممی نے پیار سے سمجھایا تھا۔"وہ تو پھر تمہارا دوست ہے۔"

"جانتی ہوں ممی مجھے بھی اچھا نہیں لگا۔مگر اس وقت میری سمجھ میں نہیں آیا تھا اور..." وہ زیادہ نہیں کہہ سکی تھی۔ایک براڈ اپ ایسا تھا کہ کسی کا بھی دل نہیں دکھا سکتی تھی۔اس گھر میں جانوروں کے بھی احساسات کا خیال کرنا اسے بچپن سے سکھایا گیا تھا۔ایسے میں معارج تغلق کے ساتھ روڈ پیش آنا اور اس کا پچھتاوا نہ ہوا۔ایسا ممکن نہیں تھا۔وہ کیشا کو چھوڑ کر اٹھی تھی۔

سیل فون پر ایک بار پھر ڈائریکٹری سے اس کا نمبر دیکھا تھا۔ارادہ تھا۔"ٹاک" پیش کرے گی، مگر تبھی ممی اس کے پاس آن کھڑی ہوئی تھیں۔اس نے ارادہ ملتوی کر دیا تھا اور ان کے طرف دیکھنے لگی تھی۔

"بزی نہیں ہو تو ادھر آؤ۔بیٹھو مجھے تم سے بات کرنا ہے۔" اس کا ماتھا ٹھنکا تھا۔تبھی چپ چاپ چلتی ہوئی ان کے پاس آن بیٹھی تھی۔

"تمہارے ماموں اور مامی آئے تھے کل تمہارے لیے عدن کا پروپوزل لے کر۔ان کے دماغ میں یہ کیسے آیا میں نہیں جانتی مگر میں نے اس کے متعلق کبھی سوچا نہیں تھا۔عدن اچھا ہے گھر کا بچہ ہے مگر شادی ایک بڑی چیز ہے زندگی کا سب سے مشکل اور بڑا فیصلہ اور میں تمہیں یہ حق دینا چاہتی تھی کہ اس کا فیصلہ تم کرو کہ تمہارے لیے مناسب ہے۔میں یا تمہارے نانا تمہیں کسی چیز کے لیے بھی فورس نہیں کرنا چاہتے ہمارا ماننا ہے کہ زندگی بچوں نے گزارنا ہے اور اگو وہ سمجھ داری کی اسٹیج پر ہیں اور اپنا اچھا اور برا سمجھتے ہیں تو پھر انہیں اس بات کا بھی حق ملنا چاہیے۔اس لیے میں نے کوئی جواب فی الحال نہیں دیا۔نہ بات کو آگے بڑھایا ہے۔تم سوچ لو۔بہت وقت ہے۔اگر تمہیں لگتا ہے کہ عدن ایسا لڑکا ہے جس کے ساتھ تم اپنی باقی زندگی گزار سکتی ہوں تو ہم چیزوں کو آگے بڑھادیادیں گے اگر نہیں تو ہم آرام سے معذرت کریں گے۔بیگ بھائی اور بھابی بھی معاملات کو سمجھتے ہیں سو وہ بھی کسی بات کو لائیٹ لے لیں اور انڈر اسٹینڈ کریں گے۔" ممی بہت ملائمت سے کہہ رہی تھیں۔

وہ سر جھکائے سن رہی تھی۔ان سے کیا کہتی کہ عدن نے یہ پروپوزل اسی کے کہنے پر بھیجا' ہے اگر وہ نہ کہتی تو شاید وہ سوچتا بھی نہیں۔

اور سوچتی تو شاید وہ بھی نہیں اگر معارج تغلق اس کے ناک میں دم نہ کر دیتا۔ایک لمحے میں اس شخص کا دھیان آیا تھا اور کل سے اب تک جو ایک ہمدردی ہوئی تھی اور احساس ندامت تھا کہ اس نے کچھ غلط کیا تھا ایک پل میں معدوم ہونے لگا تھا۔

"ممی!" اس نے آہستگی سے سر اٹھایا اور ماں کی طرف دیکھا تھا۔"آپ عدن کے پروپوزل کے لیے ہاں کہہ دیں۔"

"وہاٹ؟ اتنی جلدی؟ کیا تم سوچنا بھی نہیں چاہتیں؟" ممی کو حیرت ہوئی تھی۔

"تم انائیا جو اپنی چھوٹی چھوٹی باتوں کے لیے اتنی کین ہو اور چھوٹی چھوٹی چیزوں کو چننے میں سو سو جتن کرتی ہو زندگی کا اتنا بڑافیصلہ کرنے سے پہلے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سوچنا بھی نہیں چاہتیں؟ زندگی بھر کی بات ہے ایسے فیصلے نہیں ہوتے۔" ممی اس کے لیے فکر مند تھی۔

"جانتی ہوں ممی' مگر یہ بہتر ہے۔" اس کا سر جھکا تھا اور آواز مدھم تھی۔

"مجھے لگتا ہے یہی مناسب ہے عدن اچھا ہے۔" ممی اسے جانتی تھیں سو اس کی طرف بغور دیکھا تھا۔پھر ہاتھ سے اس کا چہرہ اٹھایا تھا۔

"انائیا! میں جانتی ہوں تمہیں۔مجھے حیرت اس بات پر نہیں کہ تم عدن کو چننا چاہتی ہو یا چن رہی ہو' غالباً وہ ایک اچھا انتخاب ہے مگر جس طرح تم چن رہی ہو مجھے اس پر حیرت ہے۔تمہیں یقین ہے سب ٹھیک ہے؟ اور تم یہ فیصلہ پوری عقل اور دل سے کر رہی ہو؟"

"جی ممی' سوچ سمجھ کر کر رہی ہوں۔آپ معاملات کو آگے بڑھا سکتی ہیں۔"

"مگر میں پھر بھی چاہتی ہو کہ تم کچھ وقت سوچنے کے لیے لو انائیا یہ زندگی بھر کی بات ہے سوچ کر فیصلہ لینا بری بات نہیں۔"

ممی نے سمجھایا تھا مگر وہ کچھ نہیں بول سکی تھی۔سر جھکا لیا تھا' وہ کوئی فیلنگ ظاہر کرنا نہیں چاہتی تھی۔نا ممی کو پریشان کرنا چاہتی تھی۔

وہ نہیں بتا سکتی تھی جواز کیا تھا۔

...☆☆☆...

"میں یہ فائل آپ کو دکھانا چاہ رہی تھی۔ صبح سے ایک دو بار چکر لگانے کی کوشش کی، مگر سننے کو ملا کہ آپ میٹنگ میں ہیں، مگر یہ فائل ضروری تھی۔پارسا نے دروازہ کھول کر اندر آنے کے ساتھ ہی مدعا بیان کر دیا تھا۔

عدن نے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

"اوہ آئی ایم سوری۔میں نے عائشہ سے کہا تھا کہ کسی کو بھی اندر مت آنے دینا۔سوری آپ کو زحمت ہوئی۔" وہ شرمندہ دکھائی دیا تھا۔

"اٹس اوکے!" پارسا نے فائل ٹیبل پر رکھی تھی۔ کھولا تھا کچھ پوائنٹ ازسر نو دیکھے تھے اور پھر فائل اس کی طرف بڑھادی تھی۔

عدن نے فائل لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا تھا۔فائل تھماتے ہوئے ہاتھ سے ہاتھ سے ٹکرایا تھا۔ایک لطیف سا لمس، کچھ عجیب سا احساس جگا گیا تھا۔دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نگاہیں چار ہوئی تھیں خاموشی میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا۔پارسا نگاہ چُرا گئی تھی۔عدن کو بھی اندازہ ہو اتھاکہ کچھ مناسب نہیں۔سو دوسرا ہی پل وہ معمول پر آگیا تھا۔فائل لے کر اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔پارسا نے سیٹ سنبھال لی تھی۔وہ فائل کا بغور جائزہ لینے لگا تھا۔

"آپ نے جن پوائنٹس کو ہائی لائٹ کیا ہے۔میں نے دیکھ لیا گڈ جاب۔"عدن نے سراہا تھا اور دوبارہ فائل پر نظریں جھکا دی تھیں۔

"آفس کے ماحول سے مانوس ہو گئیں آپ؟ کولیگز سے جان پہچان ہو گئی ہے؟ آپ کو اچھا لگا سب؟ کمفر ٹیبل فیل کر رہی ہیں آپ؟ کوئی پرابلم تو نہیں؟" عدن نے کئی سوال ایک ساتھ کیے تھے۔غالباً وہ اپنے ایمپلائز کا خیال یوں ہی رکھتا تھا۔

"سب ٹھیک ہے تھینکس فور آسنگ، سب کافی فرینڈلی ہیں مجھے کام کرنے میں اتنی دشواری نہیں ہو رہی اور میں تو یوں بھی یونیورسٹی کے بعد یہاں آتی ہوں۔آدھے دن کی جاب میں لوگوں کو سمجھنے کا وقت تو نہیں ملتا مگر ایک

اچھی فضا ہے جس میں کام کرنا اچھا لگا رہا ہے۔" پارسا کو اس نے زیادہ بولتے ہوئے پہلے نہیں دیکھا تھا۔مگر اب جب سنا تھا تو وہ اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ صرف وہی نہیں اس کا چہرہ بھی باتیں کر تا تھا۔وہ اس کے اس طرف دیکھنے پر ہیزی ٹیٹ ہوئی تھی۔

"عدن آپ!"

"میں دیکھ رہا تھا پارسا..." وہ رہ نہیں سکا تھا۔

"کیا۔" وہ چونکی تھی۔

"یہی کہ جب آپ بات کرتی ہیں تو صرف آپ بات نہیں کرتیں۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونکی تھی۔

"آئی مین مجھے لگتا ہے آپ کی آنکھیں بھی بات کرتی ہیں۔آپ کا چہرہ بھی بولتا ہے اور...!" عدن خود حیران ہوا تھا کہ وہ ایسا کیوں بولا تھا۔

پارسا کچھ ان کمفرٹیبل دکھائی دی تھی اور تبھی اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا اس کے سامنے آتے ہی وہ اسے محسوس کیوں کرنے لگتا تھا۔وہ خود سوچ کر کچھ شرمندہ ہوا تھا۔خجالت مٹانے کو وہ دوبارہ فائل پر متوجہ ہوا تھا۔تبھی بادل

گرجنے کی آواز آئی تھی۔دونوں ایک ساتھ متوجہ ہوئے تھے۔نظریں کھڑکی کی طرف گئی تھیں۔

"یہ کراچی کا موسم بھی عجیب ہے۔ابھی تھوڑی دیر پہلے جلتا ہوا سورج تھا۔اور اب یہ ٹھنڈا اسٹورم!" عدن نے اظہار خیال کیا تھا۔

"میں نے ویدر فورکاسٹ دیکھی تھیں صبح مگر اندازہ نہیں تھا موسم خراب ہو جائے گا۔اب مجھے چلنا چاہیے۔میں اپنا کام ختم کر چکی ہوں۔" اس نے اجازت طلب نظروں سے عدن کی طرف دیکھا تھا۔

"جائیں گی کیسے آپ؟"

"آپ کے آفس والے پک اور ڈراپ تو نہیں دیتے سو کوئی آٹو یا کیب ہی ہائر کرنا پڑے گی۔" اس کی طرف سے طنز ہو اتھا وہ چونکا تھا اور مسکرا دیا تھا۔

"آئی ایم سوری مجھے اس کی طرف دھیان نہیں گیا۔چلیں ہم اگلی بورڈ میٹنگ میں اس بات پر بھی آواز اٹھائیں گے۔دراصل کوئی اتنی بڑی کمپنی نہیں اور ابھی آغاز ہوا ہے۔ایسے میں جن کے شیئرز لگے ہیں ان کو بھی جواب دینا پڑتا ہے۔میرے سارے شیئرز ہولڈر مجھے اُٹھا کر اس کمپنی سے باہر پھینک دیں گے

اگر ان کے خلاف گیا تو...!" عدن مسکرایا تھا ایک ہلکی سی مسکراہٹ پارسا چوہدری کے چہرے پر بھی آئی تھی۔مگر اگلے ہی پل معدوم ہو گئی تھی۔

"آپ مسکرانے سے اتنی خوف زدہ کیوں ہیں؟" وہ بولنے میں' جائزہ لینے میں اور سوال کو توپ کی طرح داغنے میں رتی بھر ٹائم نہیں لیتا تھا۔وہ چونکی تھی۔

"مجھے کیوں لگتا ہے کہ آپ کی آنکھیں ہر لمحہ کھوجتی ہیں' جانچتی ہیں اور پڑھتی ہیں؟" پارسا کو اپنا دفاع کرنا ضروری لگا تھا۔

"یوں ہی آپ کو دیکھا تو خیال آگیا۔" وہ پکڑے جانے پر ایک بار پھر شرمندگی سے دوچار 'مگر اس کے ساتھ اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"چلیں میں ڈراپ کر دیتا ہوں آپ کو۔" آفر دی تھی۔

پارسا چونکی تھی۔

"اپنے سارے ماتحتوں کو آپ پک اینڈ ڈراپ کرتے ہیں؟"

"نہیں بالکل نہیں مگر جب موسم برا ہو تو کسی کی مدد کر دینا اتنا عجیب نہیں۔" وہ ملائمت سے مسکرایا تھا۔

"یہاں کی بارشیں عجیب ہیں چٹکیوں میں ختم ہوتی ہیں۔آپ فکر نہ کریں میں چلی جاؤں گی۔" وہ مدد لینے میں تعرض برت رہی تھی۔

"یہ مون سون کی بارشیں اور تھنڈر اسٹورم ہیں ان کے لیے قیاس کرنا ذرا مشکل ہے۔آپ اعتبار کر سکتی ہیں۔" وہ سیٹ کی پشت گاہ پر دھرا کوٹ اٹھا کر پہننے لگا تھا۔پارسا اسے جانتی تھی۔انابیتا کے حوالے سے وہ اتنا برا نہیں تھا سو زیادہ بحث کرنا مناسب نہیں لگا تھا۔

وہ بیگ اور ضروری سامان لے کر اس کے ساتھ نکل آئی تھی۔

ہَوا بہت تیز تھی۔اس کے لیے قدم جما کر چلنا محال ہو رہا تھا۔اس پر تیز بوچھاڑ اور بادلوں کا گرجنا حد نگاہ تک ایک سرمئی دھند کی چادر تنی تھی۔پارسا نے سڑک پر دور تک نگاہ دوڑائی تھی۔کیب اور آٹو ناپید تھے۔بسیں بھری ہوئی تھیں۔ان اوور لوڈڈ بسوں میں سفر کرنا یقیناً کچھ مشکل ہوتا' اگر عدن بیگ کی آفر قبول نہ کرلیتی۔

آفس کی عمارت سے نکل کر اسے اندازا ہورہا تھا موسم واقعی خراب تھا۔اس کا جارجٹ کا دوپٹا ایک پل میں گردن سے اڑ کر ہَوا کے ساتھ ہوا تھا۔وہ ایک

لمحے میں اس کی طرف دوڑی تھی۔بارش اتنی تیز تھی کہ چند ہی لمحوں میں اس کا وجود بھیگنے لگا تھا۔مگر اس کی یہ کوشش رائیگاں گئی تھی۔اس کا دوپٹا ہَوا کے ایک تیز جھونکے کے ساتھ پیڑ کی ایک اونچی ٹہنی پر جا اٹکا تھا۔اسے اب تک اندازہ نہیں ہوا تھا۔وہ کیا کر رہی ہے یا آس پاس کے لوگ اسے کس طرح اور کسی زاویے سے دیکھ رہے ہیں۔وہ صرف اتنا جانتی تھی کہ اس کا دوپٹا اڑا ہے اور وہ اسے واپس لانا چاہتی ہے۔

اب تھک کر پلٹ کر دیکھا تھا تو کچھ شرمندگی سی ہوئی تھی۔عدن بیگ اس سے بہت فاصلے پر کھڑا تھا۔وہ دوپٹے کو پکڑنے کے چکر میں دور نکل آئی تھی اور نتیجتاً کھلے آسمان کے نیچے کھڑی بھیگ رہی تھی۔

وہ بری طرح بھیگ چکی تھی۔لباس خدوخال سے چپک گیا تھا۔اسے بے طرح شرمندگی ہوئی تھی۔دونوں بازوں سینے پر لپیٹ لیے تھے۔مگر احساس ندامت اب بھی تھا۔اس نے پلٹ کر اک نظر اس اونچے اور انتہائی پھیلے ہوئے پیڑ کی طرف دیکھا تھا وہ یقیناً اس دوپٹے کو اتارنے کی کوشش کرنا چاہتی تھی۔

یہ جانے بنا کہ سب اسے دیکھ رہے ہیں۔اس کی جانب متوجہ ہیں۔مگر اچانک اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تھا۔

وہ چونکی تھی

پلٹی تھی اور تبھی پاؤں لڑکھڑا یا تھا۔وہ گرنے کو تھی جب عدن بیگ نے اسے تھام لیا تھا۔اس طرح بھیگے ہوئے وجود کے ساتھ اس کے اس قدر قریب،اس کے لیے نگاہ اٹھانا اور ملانا دوبھر ہو گیا تھا۔

کلون کی ایک خوش بُو اس کے نتھنوں میں گھسی تھی۔کسی کے وجود کی تپش اس کے حواس خطا کرنے کو کافی تھی۔احساس شرمندگی سوا ہوا تھا۔وہ با مشکل سنبھل کر کھڑی ہوئی تھی۔عدن بیگ نے بھی اسے آزاد کرنے میں اور گرفت ڈھیلی کرنے میں دیر نہیں کی تھی۔

وہ اس کی جانب دیکھے بنا بہت کنفیوژ سی کھڑی تھی۔چہرہ سرخ تھا اور وجود بھیگا ہوا۔وہ نگاہ ایک پل میں ہٹا گیا تھا۔

اس کی جانب دیکھے بنا کوٹ اتارا تھا اور اس کے کاندھوں پر ڈال دیا تھا۔ آنکھیں جھکی ہوئی تھیں۔ وہ گداز ہونٹ بھینچے تھے۔ وہ جیسے اس وقت کچھ کہنے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔ عدن بیگ کی نظریں اس کے چہرے پر الجھ کر رہ گئی تھیں۔

"چلیں؟" عدن بیگ نے خوابوں کی دنیا سے باہر جھانکا تھا تو تیز بارش کا احساس ہوا تھا اور اس کے ساتھ تو یہ احساس بھی کہ وہ دونوں کھلے آسمان تلے کھڑے بھیگ رہے تھے۔

پارسا نے سر ہلایا تھا اور اس کے ساتھ قدم بڑھانے لگی تھی۔

"آپ کو بارش اچھی لگتی ہے؟" وہ غالباً اس کا دھیان ہٹانے اور اس کا تاثر بدلنے کو بولا تھا۔

"آپ کو کیوں لگا؟" وہ چونکی تھی۔

"آپ بارش میں سرپٹ دوڑتی ہوئی وہاں تک گئی تھیں نا۔" وہ مسکرایا تھا۔

"بچپن میں' میں بھی ایسے کرتا تھا۔ بارش شروع ہوتی تھی تو اس کے ساتھ ہی بالکل پروا کیے بنا باہر چلا جاتا تھا۔ اچھلتا تھا کودتا تھا اور کبھی کبھی تو درختوں پر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بھی چڑھ جاتا تھا۔ شام ہوتی تو جگنوؤں کا تعاقب کرتا تھا۔ مجھے بارش میں ہائیکنگ کرنا بہت پسند تھا۔ اکثر چوٹیں لگتی تھیں ممی میرے ان عجیب و غریب قسم کی عادات سے بہت تنگ رہتی تھیں۔ اکثر تو ڈانٹ بھی پڑتی تھی مگر مجھ پر اس کا کچھ خاص اثر نہیں ہوتا تھا۔" وہ مسکرا رہا تھا۔ تیز بارش میں اس کے ساتھ قدم قدم چلنے کا تجربہ اپنے اندر ایک عجیب دل کشی رکھتا تھا۔ جسے غالباً وہ صرف محسوس کر سکتا تھا۔ چلتے چلتے پارسا نے اس کی طرف دیکھا تھااور مدھم لہجے میں بولی تھی۔

"مجھے بارش بالکل پسند نہیں ہے۔" اس کا انداز قطعی تھا۔

"ارے ایسا کیسے بارش تو سب کو پسند ہوتی ہے۔"

"مگر مجھے نہیں۔"

"اوہ اچھا۔ پریوں کے دیس کی الگ کتھا ہوگی نا۔ وہاں بارشوں کے معنی شاید مختلف ہوں گے۔ وہ کچھ موڈ میں لگ رہا تھا۔ پارسا نے اکتا کر دیکھا تھا۔ گاڑی اب بھی کچھ فاصلے پر تھی۔ یعنی کچھ اور قدم اس کے ساتھ چلنا تھا۔ اور سب سننا تھا۔

"پریوں کے دیس میں بارشیں نہیں ہوتیں۔" وہ اکتائے ہوئے انداز میں بولی تھی۔"ان کے موسم اور ہوتے ہیں۔" انداز سرگوشی کا سا تھا۔

'مجھے اندازہ تھا۔" وہ مسکرایا تھا۔

"ویسے مجھے آپ کی آواز میں اور بارش کی آواز میں کچھ خاص فرق نہیں لگ رہا۔اس نے ٹائی کی ناٹ کچھ ڈھیلی کرتے ہوئے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تھا۔

آپ بولتی ہیں تو لگتا ہے بارش سرگوشی کرتی ہے بارش سرگوشی کرے تو لگتا ہے آپ بولتیں ہیں وہ مزاج کا اپنا ایک مزاج رکھتا تھا پارسا اس کے مزاج سے اب کچھ واقف ہونے لگی تھی۔تبھی کچھ نہیں بولی تھی۔عدن کی نگاہ ایک چائے والے ڈھابے پر گئی تھی۔جو سڑک کے کنارے بنا تھا۔

"چائے؟"

"نہیں!" اس نے بہت زور سے سر ہلایا تھا۔پر شدید انکار۔

"بارش میں چائے اچھی لگتی ہے ؟ پکوڑے بھی؟" وہ مسکرایا تھا۔

"نہیں مجھے دیر ہوجائے گی موسم ٹھیک نہیں۔" اس نے چہرے پر آتی ایک لَٹ کو کان کے پیچھے اڑ ساتھا تبھی بادل بہت زور سے گرجے تھے۔پارسا نے ایک بے ساختہ انداز میں اس کا ہاتھ تھاما تھا۔ایک فطری انداز تھا۔اس نے مدد طلب نہیں کی تھی، مگر وہ پروٹیکشن چاہ رہی تھی۔عدن بیگ کو کچھ عجیب نہیں لگا تھا۔وہ جانتا تھا لڑکیوں کا مزاج کیا ہے۔اس کی اپنی بہن انابیتا سوتے سے اٹھ بیٹھتی تھی جب بادل گرجتے تھے۔کبھی کبھی تو چیخ سے عدن کی آنکھ بھی کھل جاتی تھی۔

عدن نے محسوس کیا تھا اس ہاتھ میں ایک سردی تھی۔ایک ارتعاش تھا۔وہ گرفت اتنی مضبوط نہیں تھی، مگر اس گرفت میں ایک لطیف احساس تھا۔عدن بیگ نے اس کی لطف کن انکھیوں سے دیکھا تھا۔اسے اندازہ ہوا تبھی اپنا ہاتھ واپس پیچھے کھینچ لیا تھا۔گاڑی تک کا فاصلہ تے ہوا تھا۔عدن نے اس کے لیے دروازہ کھولا تھا اور خود دوسری طرف سے آکر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی۔

پارسا بیگ ایک طرف ڈال کر سیٹ کے ایک کونے پر ٹک گئی تھی۔سارا کا سارا دھیان باہر کی طرف مرکوز کردیا تھا۔ایک طرح سے اس کی طرف اس کی پشت تھی۔

عجیب بیگانگی تھی۔

عدن بیگ نے ایک نگاہِ غلط انداز اس وجود پر ڈالی تھی اور گاڑی آگے بڑھا دی تھی۔

...☆☆☆...

وہ ڈنر کرنے کے لیے ٹیبل پر آئی تھی جب ایشاع کا فون آگیا تھا۔اسے اس کی ضرورت تھی۔اگرچہ وہ معمولات کے سارے کام نمٹا کر آئی تھی۔مگر کلائنٹس کو مطمئن کرنا جیسے ناممکن تھا اور وہ سارہ سے اگر چہ کہہ کر آئی تھی کہ وہاں موجود رہے مگر وہ پھر بھی دھرلی گئی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"او کے میں آتی ہوں۔" اس نے سعادت مندی سے کہا تھا۔اور ممی کی طرف دیکھا تھا۔

"ممی! مجھے جانا ہوگا۔آپ اور نانا ڈنر کریں میں باہر سے کچھ کھا لوں گی۔" وہ پریشان نہ ہوں اس خیال سے وہ بولی تھی ممی کی تیوری پر پڑے بل وہ صاف دیکھ رہی تھی۔

"انائیا! یہ کام کا کوئی طریقہ نہیں اس کام سے زیادہ ضروری تمہاری صحت ہے۔" وہ فطری مامتا سے کہہ رہی تھیں۔

"جی ممی جانتی ہوں تبھی تو کہا وہاں باہر سے لے کر کچھ کھالوں گی۔" وہ مطمئن کرنے کو مسکرائی تھی۔پھر ایک دم جاتے جاتے رکی تھی اور پلٹ کر نانا کی طرف دیکھا تھا۔

"نانا میری آلٹو کی طبیعت کچھ خراب ہے کل ٹیوننگ کے لیے دے دوں گی آپ کی گاڑی کی چابی ملے گی؟" وہ مسکرائی تھی۔

"شیور بیٹا" مگر بی کیئر فل وہ ہرٹ نہ ہو۔" نانا مسکرائے تھے۔

"ارے واہ نانا! آپ کو اپنی اس گاڑی کی فکر ہے اپنی اس نواسی کی نہیں۔اگر میں ہرٹ ہوتی ہوں تو آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی؟'

"میرا وہی مطلب تھا کہ ڈرائیو کیئر فلی وہ تلقین اسی غرض سے تھی کہ میرا بچہ ہرٹ نہ ہو۔" نانا نے کہا تھا وہ پلٹ کر سیڑھیاں چڑھ گئی تھی۔

بہت جلدی میں شولڈر بیگ ڈال کر وہ تھوڑی دیر بعد "تغلق محل" کی طرف گاڑی دوڑا رہی تھی۔

"دونوں بہن بھائی عجیب اسٹکی ہیں۔خواہ مخواہ پریشان کرتے ہیں۔" وہ اچانک کال کیے جانے پر کچھ زیادہ خوش دکھائی نہیں دی تھی۔ سارہ سے بات ہوئی تھی۔

وہ اپنے طور پر وہاں مستعاد تھی۔اصولاً اسے کال نہیں کیا جانا چاہیے تھا۔مگر وہی بات کہ وہ اپنے کال کیے جانے پر کوئی کمپلین نہیں کر سکتی تھی کہ یہ اس کی ڈیوٹی تھی۔کمپنی رن کرنا اور اپنے کلائنٹس کی منشا کا خیال رکھنا بہت ضروری تھا۔اس نے گاڑی پورچ میں کھڑی کی تھی۔محل میں تقریب کے

باعث گہما گہمی تھی۔وہ دیکھتی ہوئی آگے بڑھی تھی۔ایشاع کہیں دکھائی نہیں دی تھی۔اس نے سیل فون پر اس کا نمبر ملایا تھا۔

"میں مین ہال میں ہوں۔" اس نے کہا تھا وہ پلٹی تھی آگے بڑھنا چاہا تھا مگر تبھی وہ ٹکرائی تھی۔

"یہ راہ داریوں کو اتنی غلط جگہ پر کیوں بنایا جاتا ہے؟ دیکھ کر نہیں چل سکتے آپ؟" اس نے ناک مسلتے ہوئے سر اٹھا کر دیکھا تھا اور بھونچکا رہ گئی تھی۔ اس کے مدِ مقابل معارج تغلق تھا۔اسے غالباً تھامنے کو پکڑا تھا۔مگر گرفت اتنی مضبوط تھی کہ ہاتھ جیسے گوشت میں دھنس رہے تھے۔

"آپ؟" وہ چونکی تھی۔غالباً اس کی تو فلائیٹ تھی؟ ایسا ایشاع نے کہا تھا تو پھر وہ یہاں کیا کر رہا تھا؟ کہیں بہن سے محبت کے خیال سے ارادہ ملتوی تو نہیں کردیا۔

وہ اس کی جانب ساکت نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

آنکھوں میں ایک سکوت تھا۔انداز میں کوئی رعایت نہیں تھی۔اس کے بازؤں پر اس کی گرفت جوں کی توں تھی۔اس فشار کی سی کیفیت کا مطلب کیا تھا؟

انائیا ملک کی نگاہوں میں کل شام کا منظر گھوم گیا تھا۔

تو یہ مضبوط گرفت ایک "احتجاج" تھا۔

"آپ...!" وہ کچھ بولنا چاہتی تھی۔مگر وہ گرفت سے ایک جھٹکے سے اسے آزاد کرتا ہوا پلٹا تھا۔اور وہاں سے نکل گیا تھا۔

"اس بندے کو کیا ہوا؟ عجیب ہے ہر وقت عجیب طریقے سے ری ایکٹ کرتا ہے مگر غلطی تو مجھ سے بھی ہوئی مگر اتنی بڑی غلطی بھی نہیں اس نے اپنے بازو پر اس کے ہاتھ کا وہ دباؤ اب بھی محسوس کیا تھا۔وہ مضبوط گرفت جیسے وہاں گڑھ گئی تھی۔وہ سختی اسے بازو سہلانے پر مجبور کر گئی تھی۔

"کتنی سختی ہے اس کے اندر نرمی کی جیسے کوئی گنجائش نہیں ہے یہ ایسا کیوں ہے؟" آج پہلی بار ایک سوال اس کے اندر اُبھرا تھا۔یا پھر آج پہلی بار اس نے اس کے متعلق کچھ تفصیل سے سوچا یا جائز لیا تھا۔مگر اس کے پاس زیادہ سوچنے اور جانچنے کا وقت نہیں تھا۔تبھی تیزی سے ایشاع کی طرف بڑھ گئی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ایشاع کو اس جھولے سے شکایت تھی۔اس کی ڈیکوریشن اس کے سوٹ سے میل نہیں کھا رہی تھی۔جھولے پر لگائے گئے پھولوں کے کلر سے وہ میل نہیں کھا رہی تھی۔

"مجھے یہ کچھ چاول دال جیسا لگ رہا ہے' تم اسے کچھ بدل سکتی ہو؟"

"آپ نے نئی ڈریس بنوائی تھی تو مجھے کیوں انفارم نہیں کیا؟" وہ چونکی تھی۔

"مجھے جو ڈریس آپ نے دکھائی تھی میں نے یہ ڈیکوریشن اسی حساب سے کی تھی' اب سب بہت مشکل ہو گیا ہے۔" انائیا کی ٹینشن بڑھی تھی۔

"اوہ یہ؟" ایشاع چونکی تھی۔"میرا ارادہ ڈریس بدلنے کا نہیں تھا۔مجھے وہی ڈریس پہننا تھی جو آپ کو دکھائی ہوئی تھی۔مگر آئرن کرتے ہوئے وہ ڈریس کزن سے جل گئی۔نتیجتاً بھائی کو یہ ڈریس اپنی کسی دوست کی بوتیک سے لینا پڑا۔وہ تو اچھا ہوا آج انہوں نے میری وجہ سے اپنی فلائٹ کینسل کر دی۔ورنہ اتنی بڑی مصیبت سے میں کیسے نکل پاتی۔" ایشاع اپنی جگہ پریشان تھی۔

"اس کا دل سر پیٹ لینے کو چاہا تھا۔دل چاہا تھا ایک کھینچ کر دے اسے... مگر ایسا سوچنا آسان تھا۔مگر کرنا...ناممکن سو وہ بہت اطمینان سے مسکرائی تھی۔

"ڈونٹ وری... آئی ول میک اٹ۔پلیز گئیو می سم ٹائم۔"اس نے درخواست کی تھی۔

"شیور..." ایشاع جواباً مسکرائی تھی اور وہاں سے ہٹ گئی تھی۔

اس نے سارہ کی طرف دیکھا تھا۔جیسے پوچھ رہی ہو۔"اب کیا؟" مگر یہ وقت ضائع کرنے کا نہیں تھا۔تبھی اس نے ماتحت کو بلا کر کچھ ضروری آرڈر دیئے تھے اور پھر جُت گئی تھی۔

وہ پوری طرح مصروف تھی۔بالکل اندازہ نہیں ہوا تھا کہ کوئی کب آکر اس کے پاس رُکا۔کافی کا مگ اس کی طرف بڑھایا گیا تھا۔جسے اس کی طرف دیکھے بنا تھا ماتھا' ایک سپ بے دھیانی میں لگایا تھا' ارادہ مگ دوبارہ تھما کر ڈٹ جانے کا تھا۔مگر پھر یونہی سر اُٹھا کر دیکھا تھا اور چونک پڑی تھی۔

"آپ...؟" معارج تغلق کو سامنے دیکھ کر وہ حیران ہوئی تھی۔مگر اس نے فی لفور کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔اس وقت وہ بہت خاموش مگر سعادت مندی سے اس کا اور اپنا مگ لیے کھڑا بہت سعادت مند لگا تھا۔

وہ دوبارہ مصروف ہوجانے سے پہلے اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"تھینکس!" منیرز نبھانا ضروری لگا تھا۔

"آپ آرام سے بیٹھ کر اپنی کافی انجوائے کرسکتی ہیں۔ابھی مہمانوں کے آنے میں کچھ دیر ہے۔" معارج تغلق کی بات سن کر وہ دوسری بار حیرت میں مبتلا ہوئی تھی۔

اس کا انداز کیئرنگ تھا۔تو وہ کوئی ازالہ کرنے کی کوشش کررہا تھا؟ کوئی نیا روپ دھار رہا تھا؟ یا پھر یہی اس کا اصل چہرہ تھا؟

وہ زیادہ نہیں سوچ سکی تھی۔

معارج تغلق نے اس کی طرف مگ بڑھا دیا تھا۔جسے تھامنا اسے ناگریز لگا تھا۔

"تھینکس!" اتنی افراتفری میں۔مصروفیت کے لمحوں میں کافی کا مل جانا اسے مناسب لگا تھا۔دو قدم چل کر وہ سیڑھیوں پر بیٹھ گئی تھی۔

معارج تغلق بھی اس کے قریب بیٹھ گیا تھا۔

"آئی ایم سوری' آپ کا کام بڑھ گیا' قصور ایشاع کا نہیں ہے۔" وہ ایشاع کی طرف سے معذرت کررہا تھا۔میز نبھانا اسے خوب آتے تھے۔ایٹی کیٹس بھی

تھے مگر اچانک اس کی تان ایک ایسی جگہ کیوں ٹوٹتی تھی جہاں ہر شے "فور باڈن" تھی۔وہ رکھ رکھاؤ رکھتا تھا۔

اصول پسند تھا

اصول پرست تھا۔

وعدے نبھانا جانتا تھا۔

اپنی بات کا پاس کرنا بھی اسے خوب آتا تھا۔

اپنے اندر کے موسموں پر بھی اسے مکمل اختیار تھا۔کنٹرول تھا مکمل تو پھر ایک مقام پر آکر وہ اتنا قنوطی کیوں ہورہا تھا۔

کیوں ساری حدوں کو توڑنا چاہتا تھا؟

انائیا نے اس بندے کو عجیب طرح سے دیکھا تھا۔وہ اس کی جانب جیسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا تھا۔

"کافی اچھی ہے۔" وہ اتنا ہی کہہ سکی تھی۔اس نے سر ہلا دیا تھا۔

وہ خاموش ہو کر کافی کے سپ لینے لگی تھی۔ٹھنڈی ہَوا میں کافی کے سپ لینا بہت اچھا لگ رہا تھا۔مگر اسے احساسِ ندامت تھا۔اس سے جو بھی ہوا تھا۔وہ اچھا نہیں تھا۔

وہ جو بہتر جانتا تھا کرتا تھا' جو انداز چاہتا تھا روار رکھتا تھا' مگر وہ ایسا نہیں کر سکتی تھی کیونکہ ایسا اس کا مزاج نہیں تھا۔

"وہ... میں..." وہ سر جھکا کر کافی کے مگ کے کنارے سے کھیلتی ہوئی بولی تھی۔معارج تغلق نے اس کی جانب دیکھا تھا۔

"اس روز... جو بھی ہوا' اچھا نہیں ہوا..." وہ اس کی جانب متوجہ ہوئے بنا بولی تھی۔"مجھے افسوس ہے... مجھے آپ پر اس طرح برسنا نہیں چاہئے تھا۔میں نے بہت سوچا تو لگا میں غلط تھی۔میں کسی کو ہرٹ نہیں کر سکتی سو آئی وانٹڈ ٹو سے سوری۔" اس نے کھلے دل سے اپنی غلطی کا اعتراف کیا تھا اور سر اُٹھا کر دیکھا تھا معارج تغلق اس کی جانب متوجہ تھا۔

ان نظروں میں سکوت جوں کا توں برقرار تھا۔

"میں آپ کو زیادہ نہیں جانتی... بالکل نہیں جانتی آپ کس قسم کے بندے ہیں۔ مگر اتنا ضرور جانتی ہوں کہ جب اَن فیئر ہوتا ہے تو بُرا لگتا ہے۔ آپ کو میری وجہ سے جو بھی تکلیف ہوئی' اس کا مجھے اندازہ ہے۔ مگر اس شام میں بہت پریشان ہو گئی تھی۔ آپ نے امیج ہی ایسا بنایا ہے کہ میں ایک خوف کے دائرے میں رہتے ہوئے کچھ زیادہ سوچ نہیں پاتی۔ میرا دھیان زیادہ دور تک نہیں گیا۔ آپ کو دیکھا تو لگا شاید آپ ہی اس کی وجہ ہوں۔ کیونکہ اس وقت آپ ہی یہاں موجود ہیں اور شاید..." وہ دانستہ رُک گئی تھی۔

کچھ دیر تک خاموش چھائی رہی تھی' پھر وہ بولا تھا۔

"آئی انڈر اسٹینڈ... مگر کسی پر بھی بنا سوچے سمجھے الزام لگا دینا اچھی بات نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے میں آپ کی نظروں میں بہت بُرا آدمی ہوں' مگر میں اتنا چھوٹا نہیں ہوں... جو بھی ہوں... جیسے بھی ہو... اصول سے ہونا چاہئے۔ یہی میرا اصول ہے اور یہی طریقہ۔" اس کا انداز ' لب و لہجہ پرسکوت تھا۔ اناییا نے اسے خاموشی سے دیکھا تھا پھر پوچھنا ضروری خیال کیا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"آپ کو اندازہ ہوتا ہے کسی اور کو کتنی تکلیف ہوسکتی ہے۔ اگر آپ اتنے اصول پسند ہیں اور خود کو کچھ بھی کرتے ہوئے حق پر محسوس کرتے ہیں تو پھر دوسرے کے لیے گئی کسی بھی بات کی تکلیف اتنی

کیوں ہوتی ہے؟" اس کا انداز دھیما تھا۔

مگر اس سوال میں عجیب ایک شکوہ تھا۔

"آئی ایم ناٹ آ سینٹ۔" اس کا جواب مختصر تھا اور سمپل بھی' کچھ دیر کو فضا میں خاموشی چھا گئی تھی۔

"اتنی چاشنی آپ کے اندر کیوں نہیں جتنی آپ کی بنائی گئی اس کافی میں ہے؟" اس کی ہمت پر وہ حیران ہوا تھا۔ پھر مسکرایا تھا۔ یہی پہلا موقع تھا اتنی دیر میں جب وہ مسکرایا تھا۔

اس کی آنکھوں کا وہ سکوت ٹوٹا تھا۔

تنے ہوئے اعصاب میں ایک نرمی کا سا احساس ہوا تھا۔

چہرے کا تاثر سو فٹ ہوا تھا اور وہ اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا تھا' وہ غالباً محظوظ ہوا تھا۔

"انائیا ملک ہر سوال کا کوئی جواب نہیں ہوتا۔مگر ہوسکتا ہے میرے اندر اس کافی کے ایک کپ سے زیادہ چاشنی ہو مگر صرف آپ اسے محسوس نہ کر پارہی ہوں؟" اس کا انداز سوالیہ تھا' عجیب اُلجھا ہوا انداز تھا۔وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔مگر پھر ارادہ ملتوی کرکے کافی کے سپ لینے لگی تھی۔

"میں سننا چاہتا ہوں۔" درخواست ہوئی تھی۔

وہ چونکی تھی۔

"کیا؟"

"وہی جو آپ کے دل میں ہے؟"

"میرے دل میں؟ میرے دل کی خبر آپ کو کیوں ہونے لگی۔آپ کو "فور بائڈن" کے موڑ سے آگے جاکر رُکنے کا جنوں کیوں ہے؟"

"کیونکہ مجھے حدود کا وہ تعین بالکل نامناسب لگتا ہے جو دوسرے کرتے ہیں۔عجیب ایک گھٹن سی ہوتی ہے۔" وہ بے فکری سے بولا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اور دوسرے جو گھٹن محسوس کرتے ہیں؟" انائیا نے برجستگی سے پوچھا تھا۔

"آئی کین میک دیم فیل بیٹر۔میرا ماننا ہے کہ پرسپشن بدلا جاسکتا ہے انائیا۔کسی کو قائل کرنا اتنا مشکل نہیں۔" وہ مسکرایا تھا۔

"اور قائل ہوجانا؟" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتی ہوئی بولی تھی۔

"قائل ہوجانا نہیں پسند آپ کو؟" وہ جیسے سارے سوالوں کے جواب چاہتی تھی۔وہ بہت ملائمت سے مسکرایا تھا۔

"اپنے رنگ میں رنگنا چاہتی ہیں آپ؟" مدھم انداز میں عجیب ایک الاؤ تھا۔ایسی تپش کہ جلا کر خاکستر کردے۔

"میرے رنگ میں رنگنے کی اہلیت ہے آپ میں؟" اس کی برجستگی میں عجیب ایک چیلنج تھا۔معارج تغلق مسکرادیا تھا۔

"دعویٰ کرتی ہیں آپ؟" اس کے انداز میں ایک خُو تھی۔

"نہیں' میں کوئی دعویٰ نہیں کرتی۔میں کوئی دعویٰ کرنا چاہتی بھی نہیں۔" وہ اس کی طرف سے دھیان ہٹا گئی تھی۔

"ڈرتی ہیں آپ؟" وہ پوری توجہ سے اس چہرے کو جانچتے ہوئے پوچھنے لگا تھا۔

انائیا نے سر اُٹھا کر اس شخص کی جانب دیکھا تھا۔

"اگر میں کہوں گی نہیں تو آپ مجھے ڈرانے کے ہزار ہا راستے تلاشنے لگیں گے۔" وہ صاف گوئی سے بولی تھی۔معارج تغلق کے لبوں کی مسکراہٹ کچھ گہری ہوگئی تھی۔

"آپ کو ایسا کیوں لگا؟"

"آپ کو میرے خلاف چلنے کی عادت ہے۔" آج وہ جیسے سوچ کر آئی تھی کہ سب سچ کہہ دے گی۔

"ہوسکتا ہے آپ صرف ایسا سوچتی ہوں۔"وہ جیسے اس کا نظریہ بدلنا چاہتا تھا۔

"میں نہیں جانتی اگر آپ میرا پرسپشن بدلنا چاہتے ہیں یا ارادہ رکھتے ہیں تو غلط سوچتے ہیں۔ہم اس دنیا میں رہنے والے ایک جیسے نہیں ہیں۔ہم میں اختلافات ہوتے ہیں کیونکہ ہم سب الگ ہیں اور الگ ڈھنگ سے سوچتے ہیں۔"

"ٹھیک۔" وہ دلچسپی سے اسے دیکھتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔

"کیا ٹھیک...؟" وہ اُلجھے ہوئے انداز میں اسے دیکھنے لگی تھی۔

"وہی جو آپ نے کہا۔میں اتفاق کرتا ہوں اور مانتا ہوں یہی الگ الگ ہونا اور الگ ڈھنگ سے سوچنا اختلافات پیدا کرتا ہے' مگر... یہی ہم سب کو ایک دوسرے سے الگ بھی بناتا ہے۔" معارج تغلق نے جواز دیا تھا۔

"آپ کو میں کتنی الگ اور خاص لگتی ہوں؟" وہ مکمل اعتماد سے اس کی جانب دیکھتی ہوئی بولی تھی۔بلو جینز پر ایک رف سی ٹاپ۔بالوں کو بے دھیانی سے کلپ کیے۔چہرے پر جھولتی بے جبرلٹوں کے ساتھ۔اپنے آپ سے بے نیاز۔اور اس پر یہ اعتماد۔وہ بغور دیکھنے لگا تھا۔

"کریوسٹی ہے آپ کو؟"

"کیسی کریوسٹی؟" وہ چونکی تھی۔

"یہی کہ میں آپ کے لیے کس زاویئے سے سوچتا ہوں؟" انداز میں ملائمت تھی۔وہ اس کی باتوں سے جیسے محظوظ ہورہا تھا۔

”نہیں...“ وہ قطعی انداز سے بولی تھی۔ساتھ ہی نفی میں سر بھی ہلایا تھا۔

”مجھے کوئی کریوسٹی نہیں ہے۔آپ کچھ بھی سوچتے رہیں۔“ وہ جیسے قصہ ختم کرنا چاہتی تھی۔موضوع سمیٹ کر اُٹھنا چاہتی تھی۔

”آپ خود کو اس میں سے کتنے نمبر دیتی ہیں؟“ معارج تغلق کے پوچھنے پر وہ چونکی تھی۔

”میں خود کو ریٹ نہیں کرتی، اگر کرتی تو خود کو پورے دس نمبر دیتی۔یا پھر وائیواسٹا۔“ عجیب اک خود پسندی تھی۔وہ مسکرائے بنا نہیں رہا تھا۔

”پرفیکٹ۔“ معارج تغلق برجستگی سے بولا تھا۔

”بٹ آئی ایم ناٹ آ پرفیکٹ پرسن۔مجھ میں بہت سی خامیاں ہیں۔ایسا میں جانتا بھی ہوں اور مانتا بھی ہوں، مگر میں ”امپاسبل“نہیں ہوں، مگر آپ بہت ”کمپلی کیٹڈ“ ہیں۔“ انداز شکست خوردہ نہیں تھا مگر وہ مان گیا تھا کہ وہ ایک مشکل لڑکی ہے۔“

”آپ بدل سکتے ہیں۔“

”آپ مجھے بدلنا چاہتی ہیں؟“ وہ اُلٹا سوال کر رہا تھا۔

”نہیں!“ وہ اُٹھ کھڑی ہوئی تھی۔مگر ایک لمحے میں انداز ہوا تھا کہ ہاتھ معارج تغلق کے ہاتھ کی گرفت میں آ گیا تھا۔

اس کے لیے آگے بڑھنا ناگریز ہو گیا تھا۔اس نے پلٹ کر دیکھا تھا۔معارج تغلق اس کی سمت خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔

آنکھوں میں کیا تھا!

وہ سوال نہیں پڑھ پائی تھی۔مگر اس کے انداز میں ایک ناگواری ضرور تھی، اپنا ہاتھ اس طرح تھام لینے سے۔شاید معارج تغلق نے اس ناگواری کے احساس کو محسوس کر کے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔اسے جانے دینے کے لیے۔

اور انائیا ملک آگے بڑھ گئی تھی۔

☆...☆

”میرا میچ ہے کل، مگر میرا موڈ نہیں ہے۔“ انابیتا نے کلاس سے نکلتے ہوئے کہا تھا۔ساتھ ہی چھینکی تھی۔

”تو مشکل کیا ہے، کینسل کردو۔بہت بڑی بڑی اپائنمنٹ کینسل ہوتی ہیں یہ تو پھر ایک چھوٹا سا میچ ہے۔“ دامیان نے صلاح دی تھی۔

”ہاں... شاید...“ وہ جملے کے اختتام پر پھر چھینکی تھی۔

”شاید تمہیں کوئی مِس کررہا ہے۔“ وہ مسکرایا تھا۔

”مجھے...؟“ وہ چونکی تھی۔”تمہیں کیسے پتا چلا؟“

”تم چھینک رہی ہونا۔“

”آئی تھنک یہ کسی کا مِس کرنا نہیں ہے‘مجھے فلو لگ رہا ہے۔آئی ایم فیلنگ اِل۔“ وہ ناک ٹشو سے پونچھتی ہوئی بولی تھی۔

”آئی نو۔آج پارسا بھی نہیں آئی۔رِنگ کیا تو پتا چلا کل بارش میں بھیگ گئی تھی سو بیمار ہے۔“

”اوہ یہ تو بُرا ہوا۔تمہیں کمپنی دینے والا کوئی نہیں رہا۔“

”جب تک لِلّی نہیں آجاتی تم ہو نا؟“ وہ شرارت سے مسکرائی تھی‘ وہ مسکرادیا تھا۔

”سی۔تم لڑکیاں عجیب ہوتی ہو۔ایک فطری جلن محسوس کرتی ہو۔حالانکہ تم جانتی ہو تم میری دوست ہو اور تم سے زیادہ مجھے کوئی نہیں جانتا۔تم میرے قریب ہو۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”میرا وہ مطلب نہیں تھا۔“ وہ خجل سی ہو کر بولی تھی۔ساتھ ہی چھینکی تھی۔”جلن تو تمہیں ہورہی تھی کہ اگر میں چھینک رہی ہوں تو ضرور کسی کو مِس کررہی ہوں۔“

”جلن تو نہیں‘ مگر ایک لمحے کو احساس ہوا۔“ اس کے سرخ ناک کو دیکھا تھا۔

”کیا...؟“

”یہی کہ اگر تم کسی کو اس طرح مِس کرو تو اِٹ شڈ بی می۔“ وہ مسکرایا تھا۔

وہ جانتی تھی وہ سنجیدہ نہیں تھا تبھی مسکرادی تھی۔

”میں جانتی ہوں تم انتہاپسند نہیں ہو۔جب تک تم لِلّی کے ساتھ بزی ہو اِدھر اُدھر دیکھنے کی فرصت نہیں۔یہ آوارہ قسم کی خواہش اپنے ننھے منے دل میں مت پالو۔لِلّی آئے گی تو بہت پیٹے گی۔“ وہ بیگ اور فائل ایک طرف رکھ کر سیڑھیوں پر بیٹھی تھی‘ وہ بھی اس کے ساتھ بیٹھ گیا تھا۔

”تم مجھے کاورڈ سمجھتی ہو؟“ وہ مسکرایا تھا۔”لِلّی سے ڈرتا ہوں میں؟“

”مجھے نہیں معلوم‘ مگر ایسا تو لِلّی ہی بتا سکتی ہے کہ تم اس سے خوف زدہ ہو کہ نہیں۔مگر میں ایک بات جانتی ہوں۔محسوس کرتی ہوں کہ یو آر ان لو۔“

اس کے تجزیئے پر وہ مسکرا دیا تھا۔

"آئی الون ڈونٹ نو' وہاٹ از لو۔" وہ بے پرواہی سے کہہ رہا تھا۔

"بہت مشکل ہے؟" وہ پوچھنے لگی تھی۔

"کیا؟" "وہ چونکا تھا۔

"محبت؟ محبت کو سمجھنا؟"

"میں نہیں جانتا۔کبھی اس بارے میں سوچا نہیں یار۔کل ڈیڈی سے بات ہوئی تھی۔ان کا خیال ہے مجھے بزنس میں ان کا ہاتھ بٹانا چاہئے اور میں سوچ رہا ہوں مجھے فرد ر اسٹڈی کے لیے باہر جانا چاہئے۔ڈیڈی اپنی جگہ ٹھیک ہیں مگر میں ان کے تجربوں سے سیکھنا نہیں چاہتا۔ان کے جمے جمائے بزنس میں سر کھپانے سے مجھے کچھ سمجھنے کا موقع نہیں ملے گا اور یہ وہ بھی نہیں ہے جو کہ میں کرنا چاہتا ہوں۔میرے لیے آنکھیں بند کرکے دو اور دو سو چار کہہ دینا مشکل ہے۔کیونکہ میں اس دو اور دو چار کے ہونے کے پروسس سے گزرنا چاہتا ہوں۔"

"وہ صاف گوئی سے کہہ رہا تھا۔انابیتا بیگ نے سر ہلایا تھا۔

"یہ تو اچھی بات ہے کہ تم فیوچر کے بارے میں سوچ رہے ہو' مگر ڈیڈی کا دل توڑو گے تو انہیں تکلیف ہوگی نا؟"

"ہاں... ہوگی شاید۔"

"تم ایسا کیوں نہیں کرتے' جب تک یہاں ہو ڈیڈی کے ساتھ ان کے لیے کام کرو؟ ڈیڈی سے سیکھنا بری بات تو نہیں۔ڈیڈی کے ساتھ کام کرکے بھی تو تم دو اور دو چار کے ہونے کے پروسس سے گزر سکتے ہو اور تجربہ کرسکتے ہو؟" وہ اسے بہت آرام سے سمجھا رہی تھی۔

وہ مسکرا دیا تھا۔

انابیتا بیگ نے سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

انابیتا! تم میری ممی کی طرح سوچتی ہو۔ممی کی طرح باتیں کرتی ہو۔"

وہ مسکرا دی تھی۔

"تمام وائز گرلز ایک جیسا سوچتی ہیں۔"

"شاید ہاں... مگر للّی ایسا نہیں سوچتی۔" دامیان نے کہا تھا وہ لب بھینچ گئی تھی' پھر توقف سے بولی تھی۔

شاید وہ ہم جیسی نہیں ڈیفرنٹ ہے۔“ وہ ایک پوزیٹو پہلو دینا چاہتی تھی۔مگر وہ مسکرا دیا تھا۔

”نہیں وہ ڈیفرنٹ نہیں ہے‘ وہ ایک ٹپیکل انگلش گرل ہے۔اس کی سوچ ویسی ہی ہے جیسی بہت سی اور انگلش لڑکیوں کی ہوتی ہے۔“ وہ صاف گوئی سے کہہ رہا تھا۔

”تمہیں اس کی انگلش سوچ پسند نہیں؟ وسٹرن نظریات سے اختلاف ہے؟“

”تمہیں فی الحال مجھے کسی بات پر کوئی اعتراض نہیں نہ اختلاف ہے‘ مگر جب میں تمہارے ساتھ ہوتا ہوں تو ایک خاص فرق ضرور محسوس کرتا ہوں۔شاید تم اپنی عمر سے دو گنا سوچتی ہو۔تمہاری سوچ مجھے زیادہ میچور لگتی ہے۔تمہاری باتیں اپنی ممی کی باتیں جیسی وائز لگتیں ہیں۔تم ان کی طرح چٹکیوں میں کسی بھی بات کا حل نکال سکتی ہو۔مگر تم للّی نہیں ہو۔“ اسے چڑانے کو وہ آخر میں بولا تھا۔وہ قطعاً بُرا مانے بنا مسکرا دی تھی۔

”مجھے تقلید کرنا پسند نہیں دامیان شاہ سوری۔میں کبھی کسی جیسی بننا نہیں چاہوں گی۔میں جیسی ہوں‘ اچھی ہوں۔“ وہ بولی تھی۔

”اور تمہیں ایک بات بتاؤں۔ہم لڑکوں کو لڑکیوں میں اپنی ماں کی شباہتیں دیکھنا اور ڈھونڈنا اچھا لگتا ہے اور کسی نائس لڑکی کی کمپنی میں بہت اچھا محسوس کرتے ہیں ہم۔چاہے اس لڑکی سے ہمارا کوئی تعلق بنتا ہو یا نہ ہو۔مگر اس سے باتیں کرنا‘ سننا‘ سیکھنا۔اچھا لگتا ہے ہمیں۔“دامیان جیسے راز سے پردے اٹھا رہا تھا۔

”میں یہ بات نہیں جانتی تھی‘ مگر سن کر حیرت بھی نہیں ہوئی۔تو کیا تمہیں مجھ سے باتیں کرنا اچھا لگتا ہے؟“ وہ شرارت سے مسکرائی۔

”شاید نہیں۔“ وہ مسکرایا تھا۔”تم مجھے کبھی اٹریکٹو نہیں لگیں۔تمہیں ایک بار غور سے دیکھا تھا میں نے۔پہلی بار۔“ وہ یاد کرتے ہوئے مسکرایا تھا۔

”کب؟“ وہ متجسس سے انداز میں کہتی ہوئی چونکی تھی۔

"جب ایک بار میں تمہارے گھر گیا تھا اور پاور کٹ ہو گیا تھا' اس دن پہلی بار میں نے تمہیں غور سے دیکھا تھا تو پتا چلا تھا تم اتنی بُری نہیں ہو۔" وہ بولا تھا تو اس نے ہاتھ کا ایک پنچ بنا کر اس کے بازو پر دے مارا تھا۔جس پر وہ بُرا مانے بنا مسکرا دیا تھا۔

"ٹرسٹ می... وہ لمحہ اور اس سے پہلے یا بعد... کوئی ایک بھی نہیں اگر تم چاہتی ہو کہ تم مجھے انف اٹریکٹو لگو تو اس کے لیے تمہیں کے ای ایس سی والوں سے رابطہ کرنا ہوگا اور ریکوئسٹ کرنا ہوگی کہ پاور کٹ کچھ کم کریں۔"

وہ یقینا چھیڑ رہا تھا۔

"میں ایسا کچھ کرنے والی نہیں ہوں۔مجھے نہیں لگتا تمہیں انف اٹریکٹو۔"

"کمال کرتی ہو انار کلی۔یار تمہارے ساتھ ایک اتنا ڈیشنگ بندہ ہے اور تم اسے ایک لمحے کو بھی امپرسڈ کرنے پر مائل نہیں؟" وہ اسے چھیڑ رہا تھا۔

"نہیں... بالکل بھی نہیں... تمہیں امپرسڈ کرنا میری اسٹریٹجی میں قطعاً شامل نہیں ہے۔اس سے بہتر یہ ہے کہ میں کل کے میچ کی پریکٹس کروں۔" وہ بیگ شولڈر پر ڈال کر فائل تھام کر اُٹھی تھی۔

...☆☆☆...

"بھابی سے میری بات ہوئی تھی۔وہ انگیجمنٹ کرنے کے لیے کہہ رہی ہیں۔" می نے بتایا تھا' اور وہ چونکی نہیں تھی۔سب وہی تھا جو وہ چاہتی تھی۔یا جو اس نے چاہا تھا' مگر بس دل سے نہیں چاہا تھا۔

"آپ خوش ہیں می؟" اس نے لیپ ٹوپ سے نگاہ اُٹھائے بنا پوچھا تھا۔

"عجیب سوال ہے انائیا۔مجھے یہ تم سے پوچھنا چاہئے کہ تم اس سے خوش ہو؟ مجھے نہیں پتا کیا ہے مگر مجھے کیس کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا۔" سر اُٹھا کر ان کی طرف دیکھا تھا۔

"کیا ٹھیک نہیں لگ رہا' آپ کو؟'

"یہ سب ہونا... اور اس طرح اچانک ہونا۔میں ایک ماں ہوں اور میری نظر بہت سی چھپی ہوئی باتوں کو بھی دیکھ سکتی ہے۔تاحال اگرچہ میری نظر سے بہت سی باتیں پوشیدہ ہیں یا پھر تم انہیں شیئر کرنا نہیں چاہتیں۔مگر... مجھے یہ کوئی دلی وابستگی والا معاملہ نہیں لگتا۔اتنی جلدی... ہاں کہنا... وہ بھی تم جیسی لڑکی کے لیے۔کہیں کچھ تو ہے... تب ... جب کہ تمہارے اور عدن کے

درمیان کوئی ایسی جذباتی وابستگی بھی نہیں۔" ممی کی نگاہ ماں کی نگاہ تھی۔ جیسے جو سب دیکھنے پر قادر تھیں۔

مگر ان کی نگاہ وہ دیکھنے پر قادر نہیں تھی جس سے وہ گزر رہی تھی۔ان کی نگاہ خوف کی وہ لہر محسوس نہیں کرسکی جو وہ محسوس کرتی تھی۔وہ ان کو پریشان کرنا ہی تو نہیں چاہتی تھی۔تبھی تو اتنے جتن کیے تھے۔مگر ان کی جانچتی نظریں ہر شے کا بھرپور جائزہ لے رہی تھیں۔وہ مسکرادی تھی انہیں مطمئن کرنے کو۔

"کیا ممی آپ بھی ڈی ٹیکٹیو بن جاتی ہیں۔سیدھی سی بات ہے عدن اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا ہے۔سٹیل ڈاؤن ہونا چاہتا ہے۔اس کے لیے سب سے اچھی لڑکی غالباً میں ہی ہوں۔تبھی وہ میرے لیے سوچ رہا ہے اگر کوئی اور ہوتی تو وہ اس کے لیے سوچتا۔آپ کا بھتیجا ہے۔کیا آپ کو وہ میرے قابل نہیں لگتا؟" وہ بات کو مذاق میں اُڑا دینا چاہتی تھی۔اپنی دانست میں ان کے ذہن کو بٹانا چاہتی تھی۔ان کا تاثر بدلنا چاہتی تھی۔وہ نہیں جانتی تھی ایسا کرنے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں وہ کامیاب رہی تھی یا کہ نہیں مگر ممی اس کی بات پر مسکرا ضرور رہی تھیں۔

"انائیا۔میری بیٹی اس دنیا کی سب سے قابل اور اچھی لڑکی لگتی ہے مجھے اگر میں اس کے جیون ساتھی کے انتخاب کو لے کر اپنے بھتیجے کو بھی شک کی نظر سے دیکھ رہی ہوں تو یہ بہت او بوئیس ہے۔عدن اچھا ہے مگر میں اپنی بیٹی کی خوشی چاہتی ہوں اور چاہتی ہوں کہ وہ اتنی جلدی نہ کرے۔پتا ہے جب تمہارے ڈیڈی نے مجھے پروپوز کیا تھا تو میں نے پورا ایک سال لیا تھا پھر مزید دو سال سوچنے میں لیے تھے کہ یہ فیصلہ مشکل ترین لگا تھا۔جب تین سال بعد ہاں کی تھی تو انہوں نے کانوں کا ہاتھ لگایا تھا کہ تم اس دنیا کی مشکل ترین لڑکی ہو۔" ممی مسکرائی تھیں اور اس کی سماعتوں میں ایک مانوس سرگوشی اُبھری تھی۔

"آپ بہت کمپلی کیٹڈ ہیں۔"

ایک زاویہ... ایک نظریہ... ایک جواز... ایک وجہ... کسی کے اس کی طرف بڑھنے کی۔

سرپٹ اس کی طرف ڈورنے کی۔

"نہیں... میں کمپل کیٹڈ نہیں۔" وہ باآواز بلند بولی تھی۔ ممی چونکی تھیں۔ اسے اپنی بے وقوفی کا اندازہ ہوا تھا۔ تبھی مسکرائی تھی اور بات بنانے کو بولی تھی۔

"میرا مطلب ہے، جیسے ڈیڈی نے آپ سے کہا آپ مشکل ہیں۔ میں... میں ویسی بالکل بھی نہیں ہوں۔ تبھی تو عدن نے جیسے ہی پوچھا۔ فوراً ہاں کہنے کی ٹھان لی۔ آپ چاہتی ہیں میں اتنے اچھے بندے کو گنوادوں؟ آج کل اچھے لڑکے کہاں ملتے ہیں ممی؟" وہ مسکرارہی تھی۔

"عدن اچھا ہے، اب اگر میں نے آپ کی طرح تین سال ہاں کہنے میں لے لیے اور عدن ہاتھ سے نکل گیا تو؟" اس نے تشویش سے کہا تھا۔ ممی نے اس کے سر پر چپت لگائی تھی اور مسکرادی تھیں۔

"پاگل ہو تم۔"

'دور بدل چکا ہے ممی۔ آج کل لڑکیاں اتنا نہیں سوچتیں۔ کوئی اچھا لڑکا پروپوزل بھیجتا ہے تو فوراً ہاں کہہ دیتی ہیں۔" وہ قائل کرنے کو مسکرائی تھیں۔

"کافی ملے گی ممی؟" وہ بولی تھی۔ ممی نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا تھا اور چلتے ہوئے باہر نکل گئی تھیں۔

تبھی اس کا سیل فون بجا تھا۔

اس نے نمبر دیکھا تھا اور کال ریسیو کرلی تھی۔

"کہیے...!"

"میں نیچے ہوں۔ آپ آسکتی ہوں؟" عجیب انداز تھا' درخواست کم' آرڈر زیادہ۔ وہ چونکی تھی۔

"کیا مطلب؟ کہاں ہیں آپ؟"

"آپ کے گھر کے باہر۔"

"وہاں کیا کررہے ہیں آپ؟ آپ کو کوئی اور کام نہیں، کبھی بھی کہیں بھی پہنچ جاتے ہیں اور میرے گھر کے باہر ہی کیوں؟ آپ کہیں اور بھی تو ہوسکتے ہیں۔" وہ ایک پل میں جس طرح اس کے خیالوں سے کود کر۔ حقیقت کی دنیا

میں آیا تھا۔وہ اس پر اُلجھی ہوئی تھی۔ٹیرس پر جا کر جھانکا تھا۔اس کی بڑی سی گاڑی وہاں کھڑی تھی اور وہ گاڑی میں بیٹھا اس کا انتظار کررہا تھا۔

"میں آپ کے گھر کے نیچے ہوں کیونکہ اس وقت مجھے یہیں ہونا چاہئے' کہیں اور اس لیے نہیں ہوسکتا کہ اس وقت کے لیے یہی ایک ضروری کام ہے۔" اس کی بات کے جواب میں وضاحت دیتے ہوئے وہ بولا تھا۔

"کیا کام ہے آپ کو؟" وہ بولی تھی تو اپنا انداز سے خود رُوڈ لگا تھا مگر اس شخص کو وہ کوئی رعایت نہیں دے سکتی تھی۔

"میں سب کچھ فون پر نہیں بتاسکتا۔آپ نیچے آجائیں۔" وہ جیسے آرڈر دے رہا تھا۔

"میں اس وقت فیملی کے ساتھ ہوں۔مشکل ہے... ہم بعد میں بات کریں گے۔" اس نے فون کا سلسلہ منقطع کرنا چاہاتھا جب وہ بولا تھا۔

"ایسا کہہ کر آپ خود کو امیچور ثابت کررہی ہیں انائیا ملک۔مجھے لگا تھا آپ خاصی میچور ہیں اور پروفیشنل بھی۔" اس نے اسے شرمندہ کیا تھا۔

"اوکے... آتی ہوں۔" اس کے لیے نیچے جانا ناگریز ہوگیا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"کہیئے...؟" اس نے کھڑکی سے سر اندر ڈال کر جھانکا تھا۔وہ شخص اسے بغور دیکھنے لگا تھا۔

"تھینکس فور کمنگ ڈاؤن۔ہمیں آج اور ابھی فارم ہاؤس جانا ہے۔آپ کو ڈیکوریشن کا کام کرنا ہے۔کل موسم خراب ہوگا سو ایسا ممکن نہیں ہوگا۔آپ کو میرے ساتھ آنا ہوگا۔"

"ہاہ' ابھی...؟ آپ کے اس پروجیکٹ کو کرنے کے بعد لگتا ہے میں ایک نقطے پر فریز ہوکر رہ گئی ہوں۔میری پرسنل لائف ختم ہوگئی ہے۔" آج جانے کیوں اسے بہت غصہ آرہا تھا۔

معارج تغلق نے اس کے بکھری لٹوں میں گھرے چہرے کو دیکھا تھا۔

"یہ آپ کی جاب کا حصہ ہے۔آپ نہیں آنا چاتیں تو اٹس اوکے۔مگر کل آپ خود جائیں گی اور اس خراب موسم میں کام ختم کریں گی۔کوزدیٹس یور چوائس۔" وہ آنکھوں پر سیاہ گلاسز چڑھا کر بے تاثر بنا تھا۔

انائیا ملک کے لیے ایک بار اس نے پھر ایک انتہائی فیصلے کی گھڑی رکھ دی تھی۔اسے فیصلہ لینا تھا۔سو بہت رسانیت سے بولی تھی۔

"آپ ویٹ کریں، میں اندر بتا کر آتی ہوں۔" وہ پلٹی تھی، اندر گئی تھی اور جب تھوڑی دیر بعد لوٹی تھی تو اس کے شولڈر پر بیگ تھا۔وہ تیار تھی، معارج تغلق نے اسے سرسری انداز سے دیکھا تھا۔کوئی تاثر چہرے پر نہ تھا۔

انائیا ملک چپ چاپ دروازہ کھول کر اس کے برابر بیٹھ گئی تھی۔معارج نے اس کی طرف دیکھا تھا۔وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھی، مگر عجب ایک تنا ہوا انداز تھا۔

معارج تغلق کا چہرہ بے تاثر تھا اور گاڑی بہت روانی سے آگے بڑھ رہی تھی۔

انائیا ملک نے اس کے چہرے کے سکوت کو دیکھا تھا۔

اسے کچھ عجیب احساس ہوا تھا۔

انائیا ملک نے اس چہرے کو بغور جانچتے ہوئے جسے پڑھنا چاہا تھا۔مگر سا چہرے پر کوئی تحریر رقم نہیں تھی۔آنکھیں سیاہ چشمے کے پیچھے چھپی تھیں، اور آنکھیں جتنا واضح کسی "جرم" کا "اقرار" کرسکتی ہیں۔شاید چہرہ نہیں کرسکتا۔

"آپ کے پاؤں کی تکلیف اب کیسی ہے؟" اس کی سوچوں سے قطع نظر وہ یکدم بولا تھا۔وہ جو بغور اس کی طرف دیکھ رہی تھی ایک لمحے کو چونک گئی تھی۔اس کی جانب متوجہ ہوئے بغیر وہ جیسے اس کے زاویوں کو پکڑ سکتا تھا۔

"پہلے سے بہتر ہے۔" وہ اسی قدر کہہ سکی تھی۔عجیب خجلت میں چہرے کا رُخ پھیرنا پڑا تھا۔

"گھاؤ کچھ گہرا تھا آپ کو ڈریسنگ کرواتے رہنا چاہئے تھی۔" وہ اس کا خیال کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"تھینکس! پہلے سے بہتر ہے۔" وہ اس کی جانب دیکھے بنا بولی تھی۔

"تب ٹھیک ہے۔" وہ کہہ کر ایک لمحے کو بے تاثر بن گیا تھا۔اس کی جانب قطعاً متوجہ نہ تھا۔مگر انائیا ملک کو پھر بھی جانے کیوں اس شخص کا ہر عضو آنکھ بنا اپنی طرف متوجہ لگا تھا۔

گاڑی کو تیز سے فراٹے بھرتے دیکھ کر وہ کچھ متفکر دکھائی دی تھی۔سیل گون سے سارہ کا نمبر ملایا تھا اور کچھ ضروری ہدایات دیں تھیں۔ایک گڈ ٹیم ورک کی ضرورت تھی۔اگر کوئی کسر رہ جاتی تو اسے پھر بلوالیا جاتا۔تبھی تفصیلات سے

آگاہ کرتے ہوئی بھرپور بندوبست کرنے کی ہدایات جاری کرنا ضروری خیال کیا تھا۔

فون بند کرکے اس نے راستے پر نگاہ کی تھی۔کچھ عجیب لگا تھا۔

"یہ راستہ وہ تو نہیں جس پر اس روز گئے تھے؟" وہ چونکی تھی۔

معارج تغلق نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"وہاٹ سی رونگ؟" اس نے کھلی آنکھیں اس کے چہرے پر گاڑتے ہوئے بھرپور حیرت کا اظہار کیا تھا۔

"کہاں جارہے ہیں آپ؟ آپ سُن رہے ہیں؟" انائیا ملک کا دل یکدم ہی خوف ناک حد تک تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔

مگر معارج تغلق مطمئن دکھائی دے رہا تھا۔

"آپ کچھ کہہ کیوں نہیں رہے۔کیا کررہے ہیں آپ؟ آپ نے کچھ بھی غلط کرنے کی کوشش کی تو میں گاڑی کا دروازہ کھول کر کود جاؤں گی۔" اس نے دھمکی آمیز انداز میں کہا تھا۔مگر معارج تغلق پر خاطر خواہ اثر نہیں ہوا تھا۔

"میں پوچھ رہی ہوں آپ سے' آپ گاڑی روکیں۔" اپنی دانست میں حکم جاری کیا تھا۔تبھی معارج تغلق کی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔

"آپ کو عادت ہوگئی ہے چیخنے کی؟" وہ اس کی جانب متوجہ نہیں تھا۔مگر انداز مطمئن تھا۔جیسے وہ کوئی معمول کی بات ڈسکس کررہا ہو۔

"آپ جانتے ہیں' میں بلاوجہ نہیں چیخ رہی۔" وہ پُر احتجاج انداز میں بولی تھی۔

"اور احتجاج کی وجہ کیا ہے؟" وہ ہنوز مطمئن تھا۔

"آپ کہیں اور لے جارہے ہیں مجھے... کڈنیپ۔میں شور مچادوں گی۔" اس نے لاک پر ہاتھ رکھ کر دبایا تھا۔مگر دروازہ نہیں کھلا تھا۔انائیا کی خوف کی حد بڑھ گئی تھی۔آنکھیں اور پھیل گئیں تھیں۔

"گاڑی ساؤنڈ پروف ہے۔کوئی فائدہ نہیں۔آپ کی آواز باہر نہیں جائے گی۔" وہ لمحہ بھر کو اس کی طرف متوجہ ہوا تھا اور دوسرے ہی پل نظریں دوبارہ ونڈ اسکرین پر جمادیں تھیں۔

"آپ... آپ اتنے کروئیل کیسے ہوسکتے ہیں؟" اس نے الزام لگایا تھا۔وہ بہت اطمینان سے مسکرادیا تھا۔مگر وہ مسکراہٹ ایک ہی پل میں معدوم ہوگئی تھی۔ہاتھ بڑھا کر پلیئر آن کردیا تھا۔گاڑی میوزک سے گونج اُٹھی تھی۔

انانیا اس کی بے حسی پر حیران رہ گئی تھی۔

"آپ اتنے بے حس کیسے ہوسکتے ہیں؟" ہاتھ بڑھا کر پلیئر آف کردیا تھا۔

معارج تغلق نے ہاتھ بڑھا کر دوبارہ آن کردیا تھا۔

گانے کی آواز دوبارہ گاڑی میں گونجنے لگی تھی۔وہ جیسے اس کا واویلا نہیں سننا چاہتا تھا۔

"آپ مجھے نظر انداز کررہے ہیں۔" وہ چیخی تھی۔ساتھ ہی ہاتھ بڑھا کر پلیئر آف کردیا تھا۔

"آپ چاہتی ہیں میں آپ کو نظر انداز نہ کروں؟ توجہ چاہتی ہیں آپ؟" ہنوز اس اطمینان کے ساتھ پوچھ رہا تھا۔وہ زچ ہوگئی تھی۔

"آپ کی توجہ؟ دماغ خراب ہوگیا ہے آپ کا۔آپ گاڑی روک رہے ہیں؟"

وہ غصے سے تنے چہرے اور اعصاب کے ساتھ بولی تھی۔

"نہیں..."

"کیا نہیں..."

"گاڑی نہیں رُک سکتی۔"

"کیوں نہیں۔"

"آپ بحث کرنا بند کریں۔"

"آپ چپ نہیں رہ سکتیں؟"

"نہیں رہوں گی۔"

"تو ٹھیک ہے... پھر میں بھی گاڑی نہیں روکوں گا۔"

"تو آپ پہلے کون سا روک رہے تھے۔پچھلے پندرہ منٹ سے کہہ رہی ہوں' آپ سُن نہیں رہے۔"

"آپ آرڈر دے رہی ہیں۔"

"ہاں دے رہی ہوں۔میں کوئی نرمی نہیں برتنے والی اب کے' آپ کا دماغ خراب ہے۔دوسروں کو پریشان کرنا اچھا لگتا ہے آپ کو۔ناک میں دم کررکھا ہے۔دوسروں کی زندگی کو ڈسٹرب کرنا آپ اپنا حق سمجھتے ہیں۔مگر میں آپ کو بتادینا چاہتی ہوں کہ انسان آپ کی پراپرٹی نہیں ہیں۔" انائیا ملک کا بس نہیں چل رہا تھا۔وہ کانپ رہی تھی۔

معارج تغلق نے ایک نگاہ غلط انداز اس پر ڈالی تھی۔اور دوبارہ ہٹا گیا تھا۔

"آپ بہت جھگڑالو وائف ہوں گیں۔" ایک اسٹمنٹ آیا تھا یا پھر "پری ڈکشن؟" وہ حیران رہ گئی تھی۔

"یہ آپ کہاں کے "پال دی آکٹوپس" ہیں؟ بغیر سوچ سمجھے کچھ بھی کہے جارہے ہیں۔" وہ تپ کر بولی تھی۔ایک لمحے کو ایک ضعیف سی مسکراہٹ معارج تغلق کے لبوں پر آئی تھی۔مگر اگلے ہی لمحے غائب ہوگئی تھی۔

"آپ کبھی حالتِ سکون میں رہنا پسند کرتی ہیں؟"

"آپ کی بلا سے میں کچھ بھی کرتی ہوں۔آپ کو اس سے کچھ واسطہ نہیں ہونا چاہئے۔"

"واسطہ تو ہے..." وہ سرگوشی کے سے انداز میں بولا تھا۔

"وہاٹ؟" وہ چونکی تھی۔"کیا کہا آپ نے؟"

"انائیا! سکون میں رہنے کے بہت سے فائدے ہیں۔" وہ جیسے اسے بہت اطمینان سے سمجھانا چاہ رہا تھا۔

"آپ مجھے پاگل سمجھ رہے ہیں؟" وہ غصے سے بولی تھی۔چہری سرخ ہورہا تھا۔

"آپ پاگل کرسکی ہیں اور یہ بڑے نیپول گٹس دکھائی دے رہے ہیں۔" معارج تغلق متوجہ ہوئے بنا بولا تھا۔

وہ حواس باختہ تھی۔سمجھ میں نہیں آرہا تھا کیا کرے۔ایک بار پھر لاک پر ہاتھ رکھا تھا' دبایا تھا۔مگر کوئی ری ایکشن نہیں ہوا تھا۔

"مجھے حاصل کرنا آپ کے لیے اتنا ضروری ہے کہ اس کے لیے ہر جائز ناجائز راہ اختیار کریں گے؟"

"ناجائز نہیں... صرف جائز۔سلیقے سے' طریقے سے'کوئی بھی کام اصولوں سے ہٹ کر نہیں ہونا چاہئے۔" وہ مطمئن تھا۔

"بھاڑ میں گئے آپ کے اصول۔ مجھے کچھ ہو گیا تو آپ زندہ نہیں بچیں گے۔" دھمکی دی تھی۔

"بے فکر رہیں۔ آپ کو کچھ نہیں ہو گا۔" وہ یقین دلا رہا تھا۔ اس کا سکون، اطمینان، انائیا ملک کے حواس خطا کررہا تھا۔ جس طرح وہ پُر سکون انداز میں ڈرائیور کررہا تھا۔ اس کا دم نکلا جارہا تھا۔ وہ پھر لاک کھولنے کی کوشش کررہی تھی۔ بالوں سے پن نکالی تھی۔ سیدھی کی تھی اور لاک پر جھک گئی تھی۔ معارج تغلق کے اطمینان پر کوئی ضرب نہیں پڑی تھی۔ کوئی کمی واقع نہیں ہوئی تھی۔

"آپ جانتی ہیں لاک نہیں کھل سکتا پھر اپنی انرجی کیوں ویسٹ کررہی ہیں؟" معارج تغلق کی آواز کانوں میں پڑی تھی۔

"چپ رہیں آپ۔" وہ پلٹ کر چیخی تھی۔

"میرے چپ رہنے سے لاک کھل جائے گا؟" وہ مسکرایا تھا۔

انائیا ملک نے پلٹ کر سرخ آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔ غصے کی کیفیت میں وہ کچھ بول نہیں سکی تھی۔ آنکھیں پانیوں سے بھرنے لگی تھیں۔

معارج تغلق کو غالباً ترس آگیا تھا۔ جھک پر پانی کی بوتل اُٹھائی تھی۔ کھولی تھی اور اس کی طرف بڑھادی تھی۔

مگر انائیا ملک یکسر نظر انداز کردی تھی۔

"پانی سے بھی قوت ملتی ہیں۔ توانائی سے سوچنے کی صلاحیت اور صلاحیت سے پروف کیا جاسکتا ہے کہ آپ بھی عقل مند ہیں۔" پانی کا ہاتھ جوں کا توں اس کی طرف بڑھا تھا۔ ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھالے وہ اس کی طرف بھی متوجہ تھا۔ مگر انائیا نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا تھا۔ وہ آہنی ہاتھ بوتل کو مضبوطی سے تھامے ہوئے تھا تبھی بوتل گری نہیں تھی۔

"جان چھوڑ دیں آپ میری۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں اسی قدر کہہ سکی تھی۔

"ہمارا یہ سفر ناگزیر ہے۔ ساتھ ضروری ہے۔ جان نہیں چھوڑ سکتا۔ ہم اس سفر کے لیے ضروری ہیں۔ ایسے ہی جیسے یہ سفر ہمارے لیے ضروری ہے۔" معارج

تغلق بہت الجھی باتیں کر رہا تھا۔اس سمجھ میں نہیں آرہا تھا یا غصے کی کیفیت
ایسی تھی کہ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

"بہت بُرے انسان ہیں آپ معارج تغلق۔" وہ چھلکی آنکھوں سے اسی قدر کہہ
سکی تھی۔وہ آنکھیں شکوہ کناں تھیں۔

کوئی پتھر بھی ہوتا تو پگھل جاتا۔

معارج تغلق کیا پتھر سے بھی بڑھ کر تھا؟

...☆☆☆...

"مجھے آپ کو یہ واپس دینا تھا۔" وہ لیپ ٹاپ کی اسکرین کی جانب متوجہ تھا
کوئی ضروری ایسرچ پڑھا رہا تھا۔جب ایک ملائم آواز سماعتوں سے ٹکرائی
تھی۔عدن نے سر اُٹھا کر دیکھا تھا۔

"میں نے ڈرائی کلین کروا دیا تھا۔آپ اسے رکھ سکتے ہیں۔" پارسا بولی تھی۔

عدن نے اسے ایک نگاہ بھرپور دیکھا تھا۔

"اس کی ضرورت نہیں تھی۔"

"آپ اسے واپس لینا نہیں چاہتے تھے؟" وہ چونکی تھی۔

"آپ اسے رکھنا چاہتی ہیں تو رکھ سکتی ہیں۔" وہ مسکرا دیا تھا۔

"نہیں۔میں... نہیں... میرا مطلب یہ نہیں تھا۔" پارسا خجلت مٹانے کو بولی
تھی۔

"آئی نو... آپ کا مطلب یہ نہیں تھا۔"

پارسا نے پیکٹ ٹیبل کی سطح پر رکھ دیا تھا۔

"آپ کی طبیعت کیسی ہے آپ؟" وہ اک نگاہ بغور دیکھتا ہوا بولا تھا۔

"آئی ایم بیٹر ناؤ۔آئی ایم سوری میں نہیں آسکی،نہ بورڈ میٹنگ میں شرکت
کر سکی۔"

"اٹس فائن،ہمیں پتا تھا ہماری ایمپلائے کی طبیعت ناساز ہے سو اتنا مارجن تو
مل سکتا ہے۔" وہ مسکرایا تھا۔"آپ بے فکر رہیں آپ کی سیلری نہیں کٹے
گی۔"

"مجھے اس کی فکر نہیں تھی۔" پارسا بولی تھی۔

"آپ کو جس کی فکر تھی اسے بھی وہاں پیٹر کی اس شاخ سے اُتروا دیا ہے۔"
مطلع کیا گیا ہے۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکی تھی۔

وہ جھکا تھا۔ ٹیبل کے نیچے سے ایک پیکٹ برآمد کیا تھا اور اس کی طرف بڑھا دیا تھا۔

"کیا ہے یہ؟" وہ چونکی تھی۔ پھر ایک لمحے میں نتیجے پر پہنچی تھی۔

"اوہ اوکے۔ وہ دوپٹہ، کس نے اُتارا؟ آپ نے؟" اس نے اس کے ہاتھ سے پیکٹ تھاما تھا۔

"تھینکس! مجھے تو لگا تھا میرا ڈریس ادھورا ہو گیا۔ یہ دوبارہ ہو گیا، مگر آپ نے ممکن کردیا۔" وہ حیرت سے بولی تھی۔ وہ مسکرادیا تھا۔

"انسانوں کے دیس سے آپ کو کوئی شکایت نہ ہو۔ اس کے لیے یہ کرنا ضروری تھا۔ آپ نیو پروجیکٹ کی فائل لانے والی تھیں۔" عدن نے یاد دلایا تھا۔

"اوہ ہاں... سوری... میں وہیں باہر بھول گئی۔" پارسال بولی تھی۔ "میں لے کر آتی ہوں۔" کہنے کے ساتھ ہی وہ پلٹی تھی اور باہر نکل گئی تھی۔

عدن نے تادیر اس کا تعاقب کیا تھا۔

...☆☆☆...

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہ ہارنا نہیں چاہتی تھی۔

ہار جاتی تو سب ختم ہوجاتا۔

سب کچھ ناممکن دے رہا تھا۔ مگر وہ ہمت کرنا چاہتی تھی۔ تبھی ایک بار پھر بالوں کی پن سے لاک کو ٹرائی کیا تھا۔

"آپ نے طے کرلیا ہے کہ آج میری گاڑی کا لاک خراب کرکے دم لیں گی؟" معارج تغلق کی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔

"ہاں کردوں گی۔ میرے پاس فرار ہونے کی اور کوئی راہ نہیں۔ یہی بات آپ کو سکون دے رہی ہے۔" انائیا ملک کا لہجہ بے بسی لیے ہوا تھا۔

"آپ کو لگتا ہے کہ آپ کی موجودگی میں کوئی سکون سے بیٹھ سکتا ہے؟" آنکھوں سے گلاسز اُتار کر ڈیش بورڈ پر رکھتے ہوئے وہ بولا تھا۔

گاڑی تیزی سے فراٹے بھر رہی تھی۔ مگر انائیا ملک کی نظریں راستوں پر نہیں تھیں۔ ساری توجہ اس پر تھی کہ وہ کیسے یہاں سے نکلے۔

"کہاں لے کر جارہے ہیں مجھے آپ؟"

"اس کا جاننا ضروری نہیں۔" اس نے بتانے سے گریز کیا تھا۔

"ضروری ہے۔میں ڈمی نہیں ہوں۔یہ احتجاج میرا حق ہے۔" وہ بھرپور غصے سے بولی تھی۔

"میں نے ہرگز نہیں کہا کہ آپ ڈمی ہیں۔ڈمی چیخ نہیں سکتی۔کسی کا دماغ خراب نہیں کرسکتی۔ایسے کسی کا سکون برباد نہیں کرسکتی۔" معارج تغلق کا لہجہ پُرسکون تھا۔مگر شاید ہو کسی ... جس چیز کو لے کر مجھے تکلیف ہوتی ہے' کیا آپ کو اس کا بالکل احساس نہیں؟"

"آپ مجھے ایموشنل کرنا بند کریں۔" معارج تغلق نے اس کی جانب دیکھے بنا کہا تھا۔انداز ایسا تھا جیسے دیکھے گا تو ہارے جائے گا۔پتھر بھی ہوجائے گا۔

"کتنے پتھر ہیں آپ۔آپ کو کچھ سمجھ نہیں آتا۔"" وہ تھکے ہوئے انداز میں بولی تھی۔

"کیا سمجھانا چاہتی ہیں آپ مجھے؟"

"آپ گاڑی روکیں۔مجھے اُترنا ہے۔"

"اور پروجیکٹ؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"بھاڑ میں گیا پروجیکٹ۔آپ پروجیکٹ کے نام پر مجھے مس یوز کررہے ہیں۔"

"میں نے اب تک کچھ غلط نہیں کیا۔آپ جانتی ہیں۔"

"مگر آپ کے ارادے اچھے نہیں ہیں۔آپ ایسا کئی بار کہہ چکے ہیں۔" وہ احتجاجاً بولی تھی۔مگر ایک لطیف سی مسکراہٹ اس کے لبوں کو چھو گئی تھی۔جو اگلے ہی پل معدوم ہی ہوگئی تھی۔

"آپ کو لطف ملتا ہے مجھے پریشان کرکے؟ اس حالت میں دیکھ کر؟" انائیا نے ترچھی نظروں سے دیکھا تھا۔

"مجھے کیا ملتا ہے یا مجھے کیا چاہئے۔ان سب باتوں کی آپ کو فکر کب ہے۔" ایک شکوہ بہت مدہم لہجے میں ہوا تھا۔

وہ شاید واویلا کرنے سے بہت تھک گئی تھی۔جوتے اُتارے تھے' دونوں پاؤں اُٹھا کر سیٹ پر رکھے تھے۔گھٹنوں پر سر رکھا تھا اور آنکھیں میچتے ہوئے دونوں بازوں گھٹنوں کے گرد لپیٹ لیے تھے۔معارج تغلق نے اس کی طرف بغور دیکھا تھا۔مگر کچھ نہیں تھا۔

ئی...؟...ء

”مجھے یہ بارشیں بالکل پسند نہیں۔اتنے دن سورج نہ دیکھو تو اُلجھن ہونے لگتی ہے۔“ ہلکی بارش میں اس کی ساتھ چلتے ہوئے اناہیتا بیگ نے کہا تھا۔

دامیان نے اس کے چہرے پر بارش کی بوندوں کو ٹھہرتے اور پھر پھسلتے دیکھا تھا اور مسکرادیا تھا۔

”تم لڑکیاں بھی تو بارشوں جیسی ہوتی ہو۔تم لوگوں میں کوئی قیاس کرنا ممکن نہیں۔“

”تمہیں ایسا لگتا ہے؟“ اناہیتا نے حیرت سے پھیلی آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔

”کچھ ایسا ہی ہے ... نا؟“ دامیان مسکرایا تھا۔

”بالکل بھی نہیں۔لڑکیوں میں کچھ سنس ہوتا ہے۔“ وہ احتجاجاً بولی تھی۔

”کچھ؟ اور باقی کا؟“ وہ چھیڑنے لگا تھا۔

”دامیان...“ اس نے تنبیہ کی تھی۔وہ دونوں ہاتھ ہوڈلی کی جیبوں میں ڈالے چلتا ہوا مسکرادیا تھا' انداز مسرور تھا۔

”چلو مان لیا بارشوں کا مزاج مختلف ہے۔مگر پھر بھی بہت کچھ کامن تو ہے نا...؟“

”کچھ کامن نہیں...“ اناہیتا نے اس کی جانب دیکھے بنا کیا تھا۔وہ جیسے بحث نہیں کرنا چاہتی تھی۔

”کامن سنس؟“ وہ چونکی تھی۔”بارشوں کے پاس کامن سنس نہیں ہوتا کیا؟“

”غالباً بارشوں کے پاس زیادہ ہوتا ہے۔“ وہ چھیڑ رہا تھا۔

”انہیں پتا ہے کہ کس ٹائم برسنا ہے اور کیسے برسنا ہے۔لڑکیوں کا کچھ پتا نہیں ہوتا۔بارشوں کے لیے تو کسی وقت ویدر فور کاسٹ بھی کام آجاتی ہے۔اب بتاؤ لڑکیوں کے بارے میں آج تک کوئی پری ڈکٹ کر پایا ہے؟“ دامیان نے بھر پور جواز دیا تھا۔جیسے قطعاً نظر انداز کرکے اناہیتا بیگ نے ریسٹ واچ کی طرف دیکھا تھا۔

"مجھے نہیں پتا تھا۔اگر آج گاڑی خراب ہوتی ہے تو مجھے اس طرح واک کرنا پڑے گا۔یہ کیمپس کے راستے بھی آج کچھ زیادہ لمبے نہیں ہوگئے اور تم لڑکیوں کو بارشوں سے کمپیئر کرتے ہو اور خود ایک کار تک نہیں افورڈ کرسکے۔اگر تم ایک کار رکھتے تو آج میں یوں واک کررہی ہوتی؟" ڈپٹے ہوئے دامیان سوری کی طرف دیکھا تھا۔

"ایک کار... تم نے کبھی فرمائش نہیں کی۔ورنہ ڈھیر لگادیتا۔" وہ شاہانہ انداز میں بولا تھا۔

"ہاں جیسے میری فرمائشوں کے تو منتظر ہیں آپ۔" وہ جل کر بولی تھی۔

"اتنے شکوے کیوں ہیں تمہیں؟" وہ مسکرایا تھا۔"ویسے کتنا اچھا ہوتا۔ایک چھتری ہوتی۔ہم دونوں اسے تھامے ساتھ ساتھ چلتے۔اس طرح بھیگنے سے بچ جاتے نا؟" دامیان نے سستا چل ڈھونڈا تھا۔وہ اسے گھورنے لگی تھی۔وہ ہنس دیا تھا۔

"اب ہنس کیوں رہے ہو؟"

"تم عجیب لگ رہی ہو۔"

"عجیب... کیا مطلب عجیب؟ کتنی عجیب؟"

"کچھ زیادہ..." وہ مسکرادیا تھا۔

"زیادہ...؟"

"ہاں کچھ بھیگی بلی سی!" وہ ہنس دیا تھا۔

"دامیان! آج تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔کوئی بات سنس میک نہیں کررہی۔" وہ بھیگی ہوئی بالوں کی لٹوں کو چہرے پر سے ہٹاتے ہوئے بولی تھی۔

"ضروری تو نہیں کہ ہر بات کا کوئی سنس نکلتا ہو۔تم ہر وقت اتنی سریس کیوں رہتی ہو؟"

"کیا یہ غلط ہے۔بس مجھے غصہ آرہا ہے۔" اناہیتا بیگ نے صاف گوئی سے کہا تھا۔

"غصہ کیوں؟ میں تمہارے ساتھ ہوں تو؟ تم... میں ... اور یہ بارش؟" دامیان شاہ سوری کی آنکھوں میں شرارت تھی۔غالباً اسے چھیڑنے میں اسے مزا آرہا تھا۔

"دامیان! تم پاگل ہورہے ہو۔کبھی کبھی مجھے تم عجیب لگتے ہو۔شاید تب جب تم مجھ سے فلرٹ کرنے کی کوشش کرتے ہو۔" وہ اس کی جانب دیکھے بنا بولی تھی۔

"اور تم اس کوشش کو کامیاب کب ہونے دیتی ہو۔" وہ مسکرادیا تھا۔"انابیتا بیگ کبھی کبھی چیزوں کو لائٹ بھی لے لینا چاہئے۔تم ہمیشہ "ریڈ الرٹ" رہتی ہو۔ویسے تمہیں نہیں لگتا تم کافی بور ہو؟" اسے چھیڑنے میں شاید اسے لطف آرہا تھا۔

"ہاں جانتی ہوں۔" وہ اطمینان سے بولی تھی۔

"انار کلی سوچو۔اگر تمہیں مجھ سے محبت ہوجاتی ہے تو؟"

"ہوجاتی ہے تو؟" وہ چونکی تھی۔"ناممکن..." انابیتا کا انداز قطعی تھا۔

"فرض کرلو..." وہ بضد تھا۔

"کبھی نہیں!" وہ انکاری تھی۔

"پھر بھی؟" دامیان اسے شرارت سے دیکھ رہا تھا۔

"تم للی کو چیٹ کرنے کے منصوبے بنا رہے ہو؟" انابیتا بیگ نے اس کی نظروں میں دیکھا تھا۔پوری توجہ اس کی جانب ہونے سے یکدم اس کا پاؤں کسی چیز سے ٹکرایا تھا اور وہ لڑکھڑائی تھی جب دامیان سوری نے فوراً ہی اسے تھام لیا تھا۔وہ لمحہ بھر کو سمجھ ہی نہیں پائی تھی کیا ہوا۔ساکت نظروں سے اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی اور دیکھ تو وہ بھی اس کے چہرے، خدوخال کو بغور دیکھ رہا تھا۔نظریں جیسے اس بوندوں سے اَٹے چہرے پر گڑھ گئی تھیں۔

تیز بارش میں جہاں سارا منظر دھندلا تھا۔وہیں ان کی نظریں ایک دوسرے کو بغور دیکھ رہی تھیں۔

اس کی نظروں میں کچھ تھا۔وہ چونکی تھی۔سنبھل کر سیدھی کھڑی ہوئی تھی۔خجالت مٹانے کو چہرہ پھیر لیا تھا۔

"تم نے قسم کھالی ہے کہ اب میرے ساتھ رہوگے؟ کوئی کام نہیں ہے تمہیں؟ ڈپٹا تھا۔وہ اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے جانے کیوں مسکرادیا تھا۔پھر ہوڈیز کی جیب سے کچھ برآمد کیا تھا اور مٹھی اس کے

سامنے کردی تھی۔انابیتا بیگ نے دیکھا تھا۔اس نے مٹھی کھولی تھی اور وہاں چابی تھی۔

"تمہیں اس بُرے موسم میں تنہا چھوڑ دوں گا تو تمہیں ڈراپ کون کرے گا؟" آنکھوں میں شرارت تھی۔انابیتا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔

"تم' دامیان! پہلے کیوں نہیں بتایا کہ تم گاڑی لائے ہو؟ مجھ سے اتنا پیدل سفر فضول میں کروایا۔میرے پاؤں دُکھ گئے اور یہ بارش... دیکھو سب بھیگ گئی میں۔اگر پہلے بتادیتے تو یقیناً "بھیگی بلّی" کہنے کا چانس مس ہوجاتا نا؟" وہ برستی ہوئی کہہ رہی تھی۔وہ مسکرارہا تھا۔

"ہاں... میں نہیں دیکھ پاتا کہ تم کتنی عجیب لگتی ہو۔بھیگی بلی۔" اس کی آنکھوں میں شرارت تھی۔

"ویسے تم نے جواب نہیں دیا۔"

"کس بات کا؟" وہ چونکی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اگر محبت ہوجاتی ہے تو؟"

"بکواس مت کرو دامیان۔" اس نے ڈپٹا تھا۔"گاڑی کہاں ہے' اگر میں بیمار پڑ گئی تو اس کا سارا الزام تم پر ہوگا۔مجھے اتنی ہیوی رین میں بگھویا۔" وہ دھمکا رہی تھی۔

"بہتر... اب آپ گاڑی تک واک کریں گی یا آپ کو اُٹھانے کی زحمت کرنا ہوگی؟" وہ سعادت مندی سے بولا تھا۔

"تم دنیا کے سب سے فضول بندے ہو دامیان۔کہاں پارک ہے گاڑی؟" اس کی ڈانٹ کا اس پر مطلق اثر نہ ہورہا تھا۔وہ بدستور مسکرا رہا تھا۔

"وہ سامنے..."

"وہ اتنی دور؟ تم نے جان بوجھ کر گاڑی اتنی دور پارک کی تھی نا۔" وہ اس کی شرارتوں سے واقف تھی' گھورا تھا۔وہ مسکرادیا تھا۔

"مجھے معلوم نہیں تھا یہ بارش ہوگی۔مجھے اس طرح شک کی نگاہ سے مت دیکھو انار کلی۔"

"میں تمہارے ساتھ اب نہیں جاؤں گی۔" وہ اسے وہیں چھوڑ کر چلنے لگی تھی۔ وہ لمبے لمبے قدم بھرتا اس کے پیچھے ہوا تھا۔

"انار کلی۔ سچ میں میری غلطی نہیں ہے۔ یہ بارش میں نے نہیں کروائی۔ ہاں اتنی غلطی ضرور کی کہ گاڑی دور پارک کردی۔ وہ بھی اس لیے کہ جگہ نہیں مل رہی تھی۔" اس نے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

وہ سُنی اَن سُنی کرتی ہوئی تیز تیز چلنے لگی تھی۔ دامیان نے ایک ہی جست میں آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام تھا۔ انابیتا بیگم ساکت رہ گئی تھی۔ پھٹی آنکھیں سے اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔

☆...☆☆☆...☆

معارج تغلق نے گردن کا رُخ پھیر کر دیکھا۔ وہ جوں کا توں گھٹنوں پر سر جھکائے بیٹھی تھی۔ سیٹ بیلٹ بندھے ہونے کی وجہ سے سیٹ سے گرنے کا اندیشہ نہیں تھا۔ اگر وہ سو بھی گئی تھی تو گر نہیں سکتی تھی۔ مگر اسے اس بات کی تشویش ہوئی تھی کہ کہیں وہ بے ہوش نہ ہوگئی ہو۔ کیوں کہ وہ اس طرح "حالتِ سکون" میں رہنے کی قائل نہیں تھی۔

"اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ اسے کس طرح متوجہ کرے۔ کچھ دیر خاموشی سے دیکھتا رہا تھا۔ پھر پکارنے کی ٹھانی تھی۔

"مس ملک!" لہجہ مدھم تھا۔ مگر وہ متوجہ نہیں ہوئی تھی۔

ایک ہاتھ سے ڈرائیو کرتے ہوئی اس نے دوسرا ہاتھ اس کی جانب بڑھایا تھا' اس کے نازک ہاتھ پر رکھا تھا۔ تبھی وہ یکدم بدک گئی تھی۔ آنکھیں کھول کر اس کی جانب دیکھنے لگی تھی۔

سرخ سرخ... شکوہ کناں نظریں۔

وہ چہرہ۔

تمتاتے عارض۔

شکوہ کرنے کی چاہ رکھتے گداز لب۔

معارج کو ڈرائیونگ پر قابل کرنا محال لگا تھا۔ ایک لمحے ہی وہ نگاہ ونڈا اسکرین کی جانب مرکوز کر گیا تھا۔

"آر یو اوکے؟" متوجہ ہوئے بنا پوچھا تھا۔

مگر کوئی جواب نہیں آیا تھا۔

کچھ ہوا نہ ہوا۔اسے کچھ آسرا ہوا تھا کہ وہ ٹھیک تھی۔چاہے کچھ اچھا محسوس نہ کررہی ہو۔مگر ہوش میں تھی۔

معارج تغلق نے پانی کی بوتل کا ڈھکن ایک ہاتھ سے کھول کر اس کی طرف بڑھایا تھا۔وہ شاید تخفیف تھی۔تبھی بنا انکار کیے بوتل اس کے ہاتھ سے تھام لی تھی۔دو چار پانی کے گھونٹ لے کر کچھ تازہ دم ہوئی تھی تو اس کی طرف دیکھا تھا۔

"مجھے یقین نہیں ہورہا میں کڈنیپ ہوچکی ہوں۔" پتا نہیں وہ بتارہی تھی یا اس سے دریافت کررہی تھی۔کوئی سکون تھا' الزام تھا یا پھر صرف اسٹیٹمنٹ۔مگر وہ بہت بجھی بجھی سی لگ رہی تھی۔نگاہوں میں

شکوہ لیے وہ اس کی طرف دیکھتی رہی تھی۔وہ چونکہ ڈرائیور کررہا تھا سو اس کی جانب اتنی "فرصت" سے دیکھنا ممکن نہیں تھا۔یا پھر وہ دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔

"کسی کو توپتا بھی نہیں ہوگا ناکہ میں اس وقت کسی بُرے وقت کا سامنا کررہی ہوں؟" وہ جیسے بڑبڑاتے ہوئے اپنے آپ سے مخاطب تھی۔

"اور عدن...ہماری شادی کا کیا ہوگا اب... کتنا کچھ سوچا تھا۔پلان کیے تھے' مگر سب دھرا رہ گیا۔" وہ جیسے افسوس کررہی تھی۔

معارج تغلق نے کچھ نہیں کیا تھا۔

کسی "شوکے" کا جواب شاید وہ نہیں دینا چاہتا تھا یا جواب دینا خود پر فرض نہیں سمجھا تھا۔یا پھر وہ جواب دہی کے عمل سے گذرنا ہی نہیں چاہتا تھا۔

مگر "عدن" کے نام پر اور شادی کے ذکر پر اس کی حسیات بیدار ضرور ہوگئی تھیں۔تبھی ایک لمحے کو اس کی اجنب دیکھا ضرور تھا۔وہ مسلسل پر شکوہ نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"اس طرح کیا دیکھ رہی ہیں آپ؟"

"کیا دیکھنا چاہئے مجھے؟ آپ کی نظریں پڑھنے کی کوئی خواہش نہیں ہے مجھے۔اس چہرے میں... اس کے نقوش میں کسی نرمی کی رمق نہیں ہے اور میں سوچ رہی ہوں اور حیرت بھی نہیں کہ کوئی اس طرح "ان ہیومن" بھی ہوسکتا ہے۔" وہ کڑوا پن ضرور محسوس کرسکتا تھا۔

"آپ میرا چہرہ نہیں پڑھنا چاہتیں؟" وہ شکوہ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا مگر پھر بھی پوچھ رہا تھا۔

"آپ کے چہرے میں پڑھنے لائق کیا ہے؟ آپ کی بے حسی کے سوا کیا ڈھونڈا جاسکتا ہے اس چہرے پر؟" وہ تابڑ توڑ حملے کررہی تھی۔

"کیا میری آنکھیں بھی نہیں؟"معارج تغلق جانے کیا جاننا چاہتا تھا۔اس کی جانب متوجہ نہ ہوکر بھی وہ اسی کی جانب متوجہ تھا۔جیسے ایک کھوج تھی اس لہجے میں۔کچھ جاننے کی لگن۔

"آپ کی آنکھیں ور ہیں۔" وہ بنا لگی لپٹی رکھے بولی تھی۔

"چور؟' وہ چونکا تھا۔

"آپ بہت بے ایمان ہیں۔" وہ الزام صادر کررہی تھی۔

"اور چور تھی؟" وہ وضاحت چاہ رہا تھا۔

"شاید!" وہ پُر یقین نہیں تھی یا نہیں جانتی تھی۔کیا کہہ رہی تھی؟

"آپ کو چُرایا میں نے؟" وہ ونڈ اسکرین پر نظریں گاڑے بولا تھا۔

"ایک غلط راہ اپنائی آپ نے۔جو چور راہ ہی کہی جاتی ہے۔"

"اور میری آنکھیں؟ انہوں نے کیا چُرایا؟" وہ جاننے کی متمنی تھا۔

"میرا بس چلے تو آپ کی آنکھیں پھوڑ دوں۔" وہ نفرت سے بولی تھی۔

"نفرت کرتی ہیں آپ میری آنکھوں سے؟"معارج تغلق نے شاید ٹھان لی تھی سب سوالوں کے جواب لے لے گا۔

"میں نے کبھی کسی انسان سے نفرت نہیں کی تھی۔مگر آپ نے میری سوچ بدل دی۔مجھے لگتا تھا اس زمین پر رہنے والے لوگ اپنے اندر اگر دل رکھتے ہیں تو وہ دل کسی کو تکلیف نہیں دے سکتا۔چاہے وہ کتنا ہی بُرائیوں نہ ہو۔ اس کے اندر کی اچھائی ایک دن اسے راہ پر لا سکتی ہے۔مگر اب لگا ہے کہ جانروں اور انسانوں کی درمیان اگر کو تفریق رکھی گئی ہے اور لکیر کھینچی گئی ہے تو اس میں ایک سبب ہے۔انسانوں کو اس لکیر سے اس طرف دیکھنے کی غلطی نہیں کرنا چاہئے۔ورنہ وہ جانور اسے چیر پھاڑ ڈالیں گے۔"وہ زہر سے بجھے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

معارج تغلق کے چہرے پر کسی طرح کا کوئی تاثر نہ تھا۔اپنے خلاف اتنا کچھ سن کر بھی وہ بہت پُرسکون دکھائی دے رہا تھا۔شاید اس کی برداشت بہت زیادہ تھی یا پھر وہ ان باتوں کا عادی تھا۔

"آپ کی آنکھیں نوچ لینے کو دل چاہتا ہے۔جب یہ میری طرف اُٹھتی ہوں گیں تو اپنے اندر کتنی بُرائیوں رکھتی ہوں گیں۔یہی سوچ کر گھن آتی ہے۔"

انابیتا ملک اپنے اندر کا سارا غبار نکال دینا چاہتی تھی۔

"کبھی پڑھنے کو دل نہیں چاہا؟" جانے کیوں سوچ کر پوچھا تھا۔

"ان نظروں میں پڑھنے لائق ہے کیا؟"

"نیور مائنڈ۔" وہ لب بھینچ گیا تھا۔

"آپ مجھے بالکل بھی اچھے نہیں لگتے۔آپ کے اندر کوئی گٹس نہیں۔آپ مجھے متاثر کرنے میں ناکام رہے ہیں۔میں نے انسانوں کی ایسی قسم کبھی پہلے نہیں دیکھی تھی۔آپ سے مل کر کھلا کہ اسے لوگ بھی ہوتے ہیں جنہیں دوسروں کے احساسات کا کوئی خیال نہیں ہوتا۔شقی القلب...تنگ نظر۔آپ کو انسانوں کے بیچ رہا چاہئے۔شاید کچھ اچھا سیکھ جائیں آپ۔" وہ وار پر وار کر رہی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

معارج تغلق چپ تھا۔

نظر صرف سامنے سیاہ کول تار کی سڑک پر تھی۔

چہرہ... نظریں... کسی بھی جذبات سے عاری تھا یا پھر شاید اسے مکمل کنٹرول تھا۔

کچھ دیر تک گاڑی میں خاموشی رہی تھی۔پھر معارج تغلق کی آواز نے ہی اس سکوت کو توڑا تھا۔

"محبت کرتی ہے آپ؟" کوئی حوالہ دیئے بنا پوچھا تھا۔وہ چونکی تھی۔

"آپ کو لگتا ہے کوئی آپ سے محبت کرسکتا ہے؟"

"آپ کی نظر میں بہت بُرا ہوں میں؟"

"اس سے بہت زیادہ بُرے۔"

"اتنی نفرت کرتی ہیں آپ؟"

”اس سے بھی زیادہ۔“

”اور محبت؟“

”آپ کو دیکھ کر محبت کا لفظ دم توڑ جاتا ہے۔“

”اور عدن؟“

”عدن کا نام آپ کے منہ پر کیسے؟“ وہ چونکی تھی۔

”عدن سے محبت کرتی ہیں آپ؟ کیا جاننے کا متمنی تھا وہ؟“

”ہاں کرتی ہوں۔“ وہ پورے وثوق سے بولی تھی۔

وہ چپ ہو گیا تھا۔

گاڑی کے ماحول میں ایک سکوت چھا گیا تھا۔

”آپ میری جان لے لیں۔“ وہ حتمی انداز میں بولی تھی۔

وہ چونکا تھا۔

”ماردیں مجھے۔مگر آپ سے محبت پھر بھی نہیں کروں گی۔“ وہ زہر میں بجھے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

”کیوں نہیں؟“ معارج تغلق کا لہجہ مدھم تھا۔وہ جواز تلاش رہا تھا۔

”میں مر بھی جاؤ تب بھی نہیں۔“ وہ قطعی لہجے میں بولی تھی۔”میں آپ کی دنیا کی نہیں ہوں۔ہماری دنیائیں الگ ہیں۔میری دنیا کا آپ کی دنیا سے کوئی واسطہ نہیں۔آپ روابط بڑھانے کی غلطی کررہے ہیں اور اس کے نتائج بُرے ہوسکتے ہیں۔اس کا اندازہ آپ و ہونا چاہیئے۔“ وہ جتا رہی تھی۔

”آپ کو کیوں لگتا ہے کہ آپ میری دنیا کی نہیں ہیں؟“ وہ جیسے آج سب کچھ جان لینے کا خواہاں تھا۔”کیا مختلف ہے ہم میں؟ ہماری دنیاؤں میں کیا میل نہیں کھاتا؟ آپ کو کیا چیز سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ ہم الگ دنیاؤں سے ہیں؟ کیا میں آپ کی طرح سانس نہیں لیتا۔یا میری اسکن کے اندر رگوں میں خون نہیں دوڑتا؟ میری رگ وپے میں سنسناہٹ نہیں ہوتی یا میرے دل کو کچھ محسوس نہیں ہوتا؟“ اس کی جانب متوجہ ہوئے بنا وہ بولا تھا۔

”آپ کے پاس دل ہے؟“ وہ بہت اطمینان سے بولی تھی۔”آپ کا دل کیا محسوس کرتا ہے اور کیسے کرتا ہے اس سے مجھے سروکار نہیں ہے۔ہماری دنیا میں اچھائی اور بُرائی کے درمیان ایک لکیر کھینچی جاتی ہے اور پھر اسی کو صرف

آخر مان لیا جاتا ہے۔جو بُرائی کی راہ پر چلتا ہے بُرا کہلاتا ہے اور جو اچھائی کا پیروکار ہوتا ہے پیرِ کامل کہلاتا ہے۔“

”ربش!“ وہ بڑبڑایا تھا۔گاؤں کی رفتار کچھ بڑھا دی تھی۔ایسے واعظ مجھے قدامت پرستی کی طرف اشارہ دیتے محسوس ہوتے ہیں اور میں قدامت پرست نہیں ہوں۔“

”یہی ثابت کرتا ہے کہ ہم الگ دنیاؤں سے ہیں۔میں بہت اولڈ فیشنڈ گرل ہوں۔میرے نظریات آپ سے میل نہیں کھاتے۔مجھے جدید پت کے پنکھ لگا کر اُڑنے سے رغبت نہیں۔میں اپنی دل کی سنتی ہوں اور خوش ہوں۔“

”دل کی سننا اچھی بات ہے۔میں بھی اپنے دل کی سننا ہوں۔“

”آپ خوش ہیں؟“ وہ جتانے کو بولی تھی۔

مگر وہ کوئی جواب دیئے بنا لب بھینچ گیا تھا۔

”ہم کہاں جارہے ہیں؟“ وہ جاننے کی خواہاں تھی۔

”کہاں جانا چاہتی ہیں آپ؟“وہ شاید مہربان ہونے جارہا تھا۔

”مجھے گھر جانا ہے، ممی کے پاس۔نانا کے پاس اور...“

”اور...؟“

”مجھے میری دنیا میں جانے دیں۔“ اس نے جیسے درخواست کی تھی مگر وہ کوئی جواب دیئے بنا چُپ سادھ گیا تھا۔

☆...☆☆☆...☆

وہ بندہ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔وہ ہمیشہ اسے چونکا دینے کا عادی رہا تھا اور وہ نہیں سمجھ پائی تھی آج اسے اچانک کیا ہوگیا تھا۔چھیڑ چھاڑ... شرارت... ہنسی مذاق... یہ اس کا خاصا تھا۔وہ بہت فرینڈلی تھا۔وہ اس کا مزاج جانتی تھی۔

غالباً وہ آج بھی اسی موڈ میں تھا۔اسی روش میں تھا۔مگر جانے وہ کیوں کچھ عجیب محسوس کررہی تھی۔اس نے گھر پر چھوڑا تھا۔

وہ اس کے سنجیدگی کے اس خول کو توڑنے کی کوشش کر رہا تھا؟ یا پھر دوستی کی کوئی رسم تھی؟ وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔ مگر اندر ایک خاصی تلٹ پلٹ تھی۔ کچھ ارتعاش تھا۔

جیسے دور تک سنسناہٹ تھی۔ سارا وجود اب تک اس ارتعاش کے دہانے پر تھا۔

یہ تھا کہ ساری دنیا اس ایک لمحے کے اِرد گرد گھومتی دکھائی دے رہی تھی۔

وہ سراسیمہ سی کھڑی تھی جب سیل بجا تھا۔ اس نے نمبر دیکھا تھا۔ مگر اُٹھانے کی ہمت نہیں کی تھی۔ کال دوبار ملائی کی گئی تھی۔ ایک مسڈ کال کے بعد' اسے کال پک کرنا پڑی تھی۔

''کیا ہوا۔ فون کیوں نہیں اُٹھا رہی تھیں۔'' جواز پوچھا گیا تھا۔

''وہ میں... ڈاؤن اسٹیئرز تھی۔'' اس نے بہانہ کر دیا تھا۔

''بچپن میں تم اسکول نہیں جاتی تھی تو کیا بہانہ کرتی تھیں؟'' پوچھا گیا تھا۔

''کیا مطلب؟'' وہ چونکی تھی۔

''یہ کیا بے تکا سوال ہے؟''

''کچھ خاص نہیں۔ مگر میں تمہیں بتانا چاہتا تھا کہ اس طرح کے بے تکے بہانے بنانا کبھی کبھی آپ کو بچہ ثابت کر دیتا ہے۔'' وہ شاہد سنجیدہ نہیں تھا۔

''تم بھی کیا انارکلی۔ ہر بات کو سیریس سمجھ لیتی ہو۔'' وہ مسکرایا تھا۔ مذاق کا جواب نہیں تھا مگر وہ اسے کیا جتانا چاہ رہا تھا۔ کہ وہ اتنی سیریس نہ ہو؟ یا چیزوں کو اتنی سیریس نہ لے؟ یا پھر آج کے واقع کو اتنا سیریس نہ لے؟

''تم نے فون کیوں کیا دامیان؟'' اس نے جواز پوچھا تھا۔

''وہ مجھے ایکچوئیلی تمہاری فکر ہو رہی تھی۔ تم ٹھیک ہو؟'' دامیان سوری نے پوچھا تھا۔ انداز کیئرنگ تھا۔

''میں ٹھیک ہوں دامیان۔'' وہ مدھم لہجے میں بولی تھی۔

''آئی ایم سوری۔ آج کچھ زیادہ ہو گئی۔ ایکچوئیلی آئی واز فیلنگ بیڈ۔ مجھے تمہیں اتنا تنگ نہیں کرنا چاہئے تھا۔ مگر کبھی کبھی تم اتنی سریس ہوتی ہو کہ تمہارا وہ خول توڑنے کو دل کرتا ہے۔ بس اسی لیے... مگر مجھے لگا کچھ زیداہ ہو گیا مگر ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔'' وہ غالباً شرمندہ تھا۔

''اٹس اوکے۔ میں ٹھیک ہوں۔'' وہ اس قدر کہہ سکی تھی۔

"آل رائٹ۔ آئی واز فیلنگ بیڈ' بائے داوے۔ تمہیں جانتا ہوں نا۔ چھوٹی باتوں پر پریشان ہوجانا تمہاری عادت ہے۔"وہ اسے جاننے کا دعوے دار تھا۔

"اور مجھے پریشان کرنے کے راستے ڈھونڈنا اور موقعے تلاشنا۔ یہ تمہاری عادت ہے۔" اس نے جتایا تھا۔

دامیان سوری مسکرادیا تھا۔

"انار کلی! ایک بات کہوں؟"

"کہوں!" وہ مدھم لہجے میں بولی تھی۔

"میں نے آج دوسری بات کو نوٹس کیا کہ تم اتنی بُری نہیں ہو۔" انداز شرارت لیے ہوئے تھا۔

"کیا مطلب میں اتنی بُری نہیں ہوں؟" اس کی فطری خود اعتمادی عود کر آئی تھی۔ احتجاج کرتی ہوئی بولی تھی۔

"میرا مطلب ہے' تم اچھی ہو۔ مگر مجھے کبھی وقت نہیں ملا کہ تمہیں غور سے دیکھ سکوں۔ آج کچھ فرصت تھی تو کھلا کہ کچھ اتنی بُری نہیں ہو۔" وہ چھیڑ رہا تھا۔ مگر وہ مسکرا نہیں سکی تھی۔

"تم اتنی چپ چاپ کیوں ہو آج؟ بہت ناراض ہو کیا؟ آئی ایم سوری میں نے تمہیں بہت تنگ کیا تھا؟ میرا ارادہ ایسا نہیں تھا۔" وہ مسکرایا تھا۔

"للّی سے بات ہوئی تمہاری؟ اس کی گرینی کیسی ہے؟" اناہیتا بیگ نے یکسر ٹاپک بدل دیا تھا۔

"ہاں ٹھیک ہے' کل لندن میں بہت بڑا اسٹورم تھا۔ ہیوی رین اور رائٹنگ کے ساتھ وہ گرینی کو دیکھنے نکلی تھی مگر راستے میں ہی اسٹیک ہوگئی۔" اس نے مطلع کیا تھا۔

"اوہ' یہ تو ٹھیک نہیں ہوا۔ شی ہیز بین او کے دین؟" وہ پوچھنے لگی تی۔

"ہاں' میں اسٹورم کے رکنے کے بعد گھر واپس پہنچ گئی تھی۔ خیریت سے ہے۔"

"تمہیں بہت مس کر رہی ہوگی نا؟" وہ جاننے کیا جاننا چاہتی تھی۔

"للّی؟" وہ چونکا تھا۔ پھر مسکرا دیا تھا۔"وہ بڑی مختلف لڑکی ہے۔ تم جیسی دیسی نہیں ہے۔ یہ مس کرنا کسی کو مسڈ کال دینا' ٹیکسٹ کرنا اور بتانا کہ یاد آرہی تھی یا یہ کہ کیسے ہو؟ اسے نہیں آتا اسے اگر مجھے بتانا ہو کہ میری یاد آرہی تھی تو

وہ صرف اتنا کہے گی۔"تم نے فون نہیں کیا؟" بجائے اس کے "آئی واز مسنگ یو۔" وہ مسکرایا تھا۔

"مگر صرف کہنا ہی تو سب کچھ نہیں ہوتا۔ایٹ لیسٹ وہ کہتی تو ہے جو ظاہر کرتا ہے کہ وہ تم سے جڑی ہوئی ہے۔" انابیتا نے جتایا تھا۔

"ہاں شاید مگر اس جڑے ہونے میں اور ساتھ ہونے میں کچھ فرق ضرور ہوتا ہے۔جب میں نے اسے پہلی بار دیکھا تھا تو وہ مجھے کچھ عجیب لگی تھی۔ہم ایک کافی شاپ میں ملے تھے۔میں لندن انکل سے ملنے گیا تھا۔اور وہاں وہ بھی مل گئی تھی۔ہم نے پہلی بار دو چار جملوں کے تبادلے کے علاوہ کوئی بات نہیں کی تھی۔اس کی لینڈ لیڈی اسے تنگ کر رہی تھی۔عجیب جھگڑا لو' بد تمیز عورت تھی۔للّی کو گھر چاہیے تھا اور جب مجھے پتا چلا تھا تو میں نے اس کی مدد کر دی تھی۔میرے انکل کے گھر کے قریب ہی ایک گھر تھا جس کے بارے میں' میں نے اسے بتایا تھا اور اس کے اگلے ہی دن وہ وہاں شفٹ ہو گئی تھی۔مگر ایسا نہیں ہوا تھا کہ اس کے وہاں منتقل ہونے پر ہماری ملاقاتیں شروع

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہو گئی ہوں۔وہ کچھ سرد مزاج تھی۔عجیب لیا دیا سا انداز تھا۔وہ وہاں کوئین میری میں پڑھتی تھی۔اس کا پتا مجھے بعد میں چلا تھا۔"

"پھر تم دونوں ساتھ ساتھ کیسے ہوئے؟ وہ تمہارے لیے یہاں تک کیسے آئی۔" انابیتا بیگ چونکی تھی۔

"تم اگر یہ سمجھنے کی بے وقوفی کر رہی ہو کہ وہ یہاں میرے لیے' میرے پیچھے پیچھے آگئی تو غلط ہے۔وہ یہاں قطعاً بھی میری وجہ سے نہیں آئی۔مگر ایک بار ملی تو اتنا ضرور کہا کہ میں اسے اچھا لگتا ہوں اور کچھ تھوڑی بہت کیمسٹری بھی شاید ہے۔ویل۔کچھ لمبی ہے پھر سہی' مگر یہ تم اتنا کرید کرید کر کیوں پوچھ رہی ہو؟" وہ مسکرایا تھا۔

"میں نے کچھ کرید کر نہیں پوچھا شاید تمہیں للّی کی یاد زیادہ آرہی تھی تو تم اس کا ذکر کرنے لگے۔" اس نے جتایا تھا۔وہ ہنس دیا تھا۔

"کچھ جلنے کی بُو آرہی ہے انار کلی۔"

"کہیں کچھ نہیں جل رہا' تمہیں وہم ہو رہا ہے۔"

"شاید۔" وہ مسکرایا تھا۔

"تمہیں اس کا مختلف ہونا اچھا لگتا ہے" جانے کیوں وہ پوچھ بیٹھی تھی حالانکہ ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

"اگر مجھے اس کا مختلف ہونا اچھا لگتا ہے۔" وہ زیر لب بولا تھا۔

"مگر مختلف تو تم بھی ہو انار کلی۔"

"تم مجھے کیوں درمیان لا رہے ہو۔" وہ چونکی تھی۔

"تمہیں درمیان نہیں لا رہا۔مگر یوں ہی تجزیہ کر رہا ہوں شاید ہر لڑکی دوسری لڑکی سے کچھ مختلف تو ضرور ہوتی ہے اور یہی بات اسے دوسری لڑکی سے الگ کرتی تھی۔" جواز دیا تھا۔

"مجھے نہیں پتا۔تم زیادہ بہتر سمجھتے ہو۔میری پرسیشن میں اور تمہاری پرسیشن میں کچھ فرق ضرور ہے۔" وہ بولی تھی۔

"شاید ہاں' شاید ہم سارے ایک دوسرے سے کہیں نا کہیں کچھ مختلف ضرور ہیں اور یہی بات ہمیں منفرد بناتی ہے۔مگر تم سچ میں کچھ "یونیک" ہو۔میں اپنی اتنی ساری زندگی میں تم جیسی لڑکی سے نہیں ملا۔کیا خاص ہے تم میں نہیں جانتا مگر کچھ ہے۔شاید تم میری ماں جیسی سنجیدہ ہو اور عقل مند بھی۔"

"تم دنیا کے واحد بندے ہو جو لڑکی میں ماں کی شباہتیں دیکھتے ہو۔ورنہ زیادہ تر لڑکے ایک دوسری لڑکی کے چہرے میں اپنی پچھلی محبت ڈھونڈتے ہیں۔" وہ بولی تھی اور وہ مسکرا دیا تھا۔

"اس میں قصور میرا نہیں ہے۔شاید تم اتنی بڈھی روح جیسا رویّہ کرتی ہو کہ مجھے کچھ "بزرگ" ٹائپ لگتی ہو۔" اس نے چھیڑا تھا۔وہ مسکرادی تھی۔

"مجھے بھوک لگ رہی ہے دامیان ہم بعد میں بات کرتے ہیں۔" وہ کہہ کر سیل فون بند کرتی ہوئی باہر نکل آئی تھی۔

...☆☆☆☆...

"ہم سب انسان بیج ہیں کوئی اچھی جگہ پڑتا ہے تو ایسا پیڑ بنتا ہے اچھا پھل لاتا ہے۔کوئی بری زمین پر پڑتا ہے تو بُرا پھل لاتا ہے۔مجھے کوئی حق نہیں آپ کو بُرا بھلا کہنے کا۔مگر میں اپنے دفاع کے لیے

کھڑی ہونا اپنا حق سمجھتی ہوں۔ آپ کو مجھے اس طرح پریشان کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ پلیز میں آپ سے درخواست کرتی ہوں اب بھی آپ راستا بدل سکتے ہیں۔ مجھے اتنا پریشان مت کریں۔"

بہت غصہ دکھانے کے بعد وہ کسی قدر نرمی سے کہہ رہی تھی۔

معارج تغلق نے اسے ایک نگاہ دیکھا تھا۔ اس نگاہ میں زیادہ کچھ نہ تھا۔ بہت سرسری سا انداز تھا۔ اس کے چہرے سے کوئی تاثر واضح نہ تھا۔ نہ اکتاہٹ' نہ بے زاری' نہ چڑچڑا پن' نہ غصہ۔

وہ شاید جھیلنا جانتا تھا سو اس کے بہت بولنے پر بھی چپ چاپ بیٹھا تھا یا پھر وہ اپنی غلطی جانتا تھا اور سمجھتا تھا کہ اگر وہ اتنی کھری کھوٹی سنا رہی ہے تو حق پر ہے۔ شاید وہ اس سب کو "ردِ عمل" کے زمرے میں رکھ رہا تھا۔

"مجھے آپ پر مزید غصہ تب آتا ہے جب آپ ری ایکٹ نہیں کرتے۔" وہ چڑ کر بولی تھی۔

"آپ کیوں چاہتی ہیں کہ میں ری ایکٹ کروں۔ کیا یہ توجہ پانے کی کوئی تمنا ہے؟" وہ بولا تھا انائیا ملک کچھ حیران ہوئی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"آپ کی توجہ؟ آپ کی توجہ کی تمنا کرنے سے مجھے کیا حاصل ہوگا؟" وہ سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"میں نہیں جانتا۔" اس کا جواب مختصر تھا۔ "ہوتی ہے لڑکیوں کو خواہش کچھ توجہ ڈھونڈنے کی اور میں تو یوں بھی معارج تغلق ہوں۔" وہ جیسے اسے اکسا رہا تھا۔

"آپ خود کو بہت خاص سمجھتے ہیں؟ بہت توپ چیز؟" وہ سلگے ہوئے انداز میں بولی تھی۔

"نہیں!" مختصر جواب نے قطعاً نفی کی تھی۔ انائیا نے بھرپور جائزہ لیا تھا۔

"آپ اچھے آدمی نہیں بن سکتے؟" دریافت کیا تھا۔

"اس سے کیا فائدہ ہوگا؟"

"ہر کام فائدے کے لیے کیا جاتا ہے؟"

"شاید۔"

"دو اور دو چار کرنے کی عادت ہو گئی ہے آپ کو۔اس کے علاوہ بھی کوئی زندگی ہوتی ہے۔" اس نے ٹھان لی تھی نرمی سے اسے اچھائی کی سمت راغب کرے گی۔شاید وہ اس کی جان چھوڑ دے۔

"اس کے علاوہ کیا زندگی ہوتی ہے؟ کلبنگ، پبنگ، پارٹی، فن اس کے علاوہ اور کیا؟ لڑکیاں؟" اس نے اقرار کیا تھا۔

"اور اب؟"

"اور اب کیا؟" وہ چونکا تھا۔

"ان سب سے باہر آگئے ہیں آپ؟" وہ پوچھنے لگی تھی۔

"آپ کو لگتا ہے کہ یہ سب کرنے سے کوئی انسان بُرا آدمی بن جاتا ہے۔؟" معارج تغلق نے وضاحت چاہی تھی۔

"مجھے نہیں پتا۔مگر کسی کو تنگ کرنا اچھی بات نہیں۔اگر آپ کی کوئی عادت کسی اور کو تکلیف دے رہی ہے اور پریشانی کا باعث بن رہی ہے تو اس عادت کو ترک کردینا مناسب ہے۔"

"مجھے بدلنا چاہتی ہو؟" معارج تغلق نے پوچھا تھا۔

"اگر چاہتی بھی ہوں تو کیا بُرا ہے؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

"میرا پیمانہ اور ہے۔" اس نے جیسے بات ختم کرنا چاہی تھی۔

"اگر آپ کچھ اور ہوتے، جو ہیں وہ نہ ہوتے تو؟"

"تو پھر شاید آپ میرے ساتھ ہوتیں۔" مختصر جواب ہزار وضاحتیں رکھتا تھا۔

"اچھا کام کرو تو حوریں ملتی ہیں نا؟" وہ اسے چھیڑنے پر مائل ہوا تھا۔شاید اس کے نظریات اسے بہت دقیانوسی لگ رہے تھے۔

"مجھے کبھی کبھی لگتا ہے آپ اتنے برے نہیں ہیں، مگر آپ اچھے پن کا ناٹک کرنا نہیں چاہتے۔"

"آپ مجھے اچھا کہنا چاہتی ہیں؟" وہ بے تاثر لہجے میں بولا تھا۔

"مجھے گھر جانے دیں۔میں ایسا لکھ کر دے کر جاؤں گی۔" انائیا ملک نے جیسے ہار مانی تھی۔

"آپ مجھ پر اعتبار کرتی ہیں؟"

"نہیں کرتی۔" وہ صاف گوئی سے بولی تھی۔

" نہ کرنے کی وجہ؟" وہ جاننے پر مائل ہوا تھا۔

"آپ کا امپریشن اچھا نہیں۔" صاف گوئی کی حد تھی۔

"میں نے کبھی آپ کو چھوا' کسی لمحے کا فائدہ اٹھانے کی کوشش کی؟" جانے کیا جتانا چاہتا تھا۔

"نہیں۔" وہ اپنی جگہ شرمندہ ہو گئی تھی۔

"تو پھر' ایسی کیا بات ہے جو الگ امپریشن ڈال رہی ہے؟"

"آپ کی باتیں' مجھے خوف آتا ہے آپ سے' کسی بھیانک خواب سے بھی زیادہ ڈراؤنے ہیں آپ۔سچ کہوں آپ میری ٹائپ کے بندے نہیں ہیں یہ تو ایک "ان ڈی منٹ" پروپوزل تھا جو آپ نے مجھے دیا۔اگر کوئی "ڈیسنٹ پروپوزل" بھی دیا ہوتا میں غور کرنے سے پہلے سو بار سوچتی۔" وہ بہت صاف گوئی سے کہہ رہی تھی۔

"آپ کو میں اپنے قابل نہیں لگتا۔" کوئی شکوہ تھا شکایت؟

"نہیں بالکل بھی نہیں' ہم مس میچ ہیں۔" وہ قطعی انداز میں بولی تھی۔

"ٹھیک۔" وہ غالباً کچھ کہنا نہیں چاہتا تھا۔

"مجھے گھر چھوڑ دیں۔" خاموشی میں اس کی آواز نے ایک بار اسے مخاطب کیا تھا۔

"شادی کرنے کا بہت شوق ہے آپ کو؟" وہ پوچھنے لگا تھا۔

"شادی؟" وہ چونکی تھی۔

"صرف شادی نہیں وہاں میری فیملی' میری ممی' میرے نانا میرے اپنے کب نہیں چاہتے میں شادی کروں' خوش رہوں؟"

"یہ شادی آپ کی خوشی ہے؟"

"میری خوشی کی فکر آپ کو کب سے ہونے لگی؟" وہ طنز کرتی ہوئی بولی تھی۔

"آپ محبت کرتی ہیں اس بندے سے؟"

"آپ کو اس سے کیا اگر کرتی بھی ہوں تو؟" وہ اکتائے ہوئے انداز میں بولی تھی۔

وہ چپ ہوا تھا۔

"آپ کو جلن ہوتی ہے؟ حاسد ہیں نا آپ؟ آپ سے کسی کی خوشی دیکھی نہیں جاتی۔" وہ جلے انداز میں بولی تھی۔

"مجھے آپ کی آنکھوں میں ایسی کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی۔" وہ اسے چونکا گیا تھا۔

وہ اپنی جگہ ساکت رہ گئی تھی۔

تو کیا وہ بندہ اسے پڑھنے کی صلاحیت رکھتا تھا؟

اس کے دل تک دسترس رکھتا تھا؟

اس کے اندر جھانک سکتا تھا؟

جان سکتا تھا کہ وہ کیا سوچتی ہے، کیا چاہتی ہے؟

"کیا نہیں، دیکھا آپ نے میری نظروں میں؟" اسے جھٹلانے کو وہ اس کی سمت دیکھ رہی تھی۔

"مجھے ہرانے کے جتن مت کریں۔" وہ اس کی جانب متوجہ ہوئے بنا بولا تھا۔

"مجھے آپ کو ہرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔" وہ قطعی انداز میں بولی تھی۔

"آپ سے پہلے بھی کہا میں آپ سے کوئی میل نہیں رکھتی، کوئی مقابلہ نہیں ہم میں، نہ میں آپ کو ہرانے کے جتن کر رہی ہوں، نہ جیتنے کی کوئی خواہش ہے۔" وہ جتا رہی تھی۔

"مگر آپ ہرانا چاہتی ہیں کسی بھی بندے کو مجھ پر فوقیت دے کر۔" وہ اسے حیران کر گیا تھا۔

"وہ میرا فیانسی ہے، آپ کے مجھ سے ملنے سے بھی پہلے وہ میری زندگی میں ہے۔ہم زندگی ساتھ گزارنے کے خواب دیکھتے رہے ہیں۔اگر ہم شادی کر رہے ہیں تو اس میں آپ کو اپنی ہار کیوں لگ رہی ہے۔" وہ وضاحت دے رہی تھی حالانکہ وہ اسے گاڑی سے اٹھا کر باہر پھینک دینا چاہتی تھی۔

"آپ کی نظروں میں مجھے محبت دکھائی نہیں دیتی۔"

"یہ آپ کی غلطی ہے اگر آپ میری آنکھوں میں محبت تلاشتے ہیں۔"

"مجھے کسی اور کے لیے بھی وہ محبت دکھائی نہیں دیتی۔یہ شاید مجھ سے بچ نکلنے کی ایک راہ ہے نا۔" اس کی جانب دیکھے بنا وہ اسے پڑھ رہا تھا۔

وہ حیران سی اسے دیکھ رہی تھی۔

"اس می شوہر کا کیا کریں گی آپ؟" وہ اسے چڑا رہا تھا۔

"کچھ بھی کروں، آپ سے مطلب؟ آپ میری جان چھوڑ کیوں نہیں دیتے۔اس طرح ہاتھ دھو کر کیوں پیچھے پڑ گئے ہیں؟"

"آپ ہمیشہ ایسے فضول سوال کیوں پوچھتی ہیں؟"

"میری زندگی کو جہنم بنا کر آپ کو یہ سوال فضول لگتے ہیں۔میں آپ سے دور بھاگ جانے کے جتن کرتی ہوں آپ اتنا پیچھے کیوں آتے ہیں۔" وہ زچ ہو رہی تھی۔"فار گاڈ سیک میری جان چھوڑدیں۔" وہ شاید برداشت کی آخری حد پر تھی۔اس کا دماغ گھوم رہا تھا۔تبھی اس نے بوتل اٹھاکر منہ سے لگائی تھی اور غٹاغٹ چڑھا گئی تھی۔

"آپ ٹھنڈے دماغ سے کبھی سوچتی ہیں؟" وہ اس کی کیفیت دیکھ کر بولا تھا۔ اے سی کی کولنگ بڑھادی تھی۔فین بھی آن کردیا تھا۔

"آپ مجھے ڈمی سمجھتے ہیں؟"

"نہیں۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"پر ڈمی کے جیسے ٹریٹ کیوں کرتے ہیں؟"

"غلط سمجھ رہی ہیں آپ۔"

"کیا غلط سمجھ رہی ہوں۔ایک بری لڑکی کی طرح ٹریٹ کر رہے ہیں آپ۔"

وہ اپنی انسلٹ پر غصے سے کھول رہی تھی۔

"میں آپ کو صرف لڑکی کی طرح ٹریٹ کر رہا ہوں۔آپ کی عزت کرتا ہوں میری خواہشوں کے قرینے جدا سہی۔مگر یہ بات کہیں ظاہر نہیں ہوتی کہ مجھے آپ کی عزت کا خیال نہیں یا پھر میں آپ کو ڈمی سمجھتا ہوں۔"

"اپنی خواہشوں میں اندھے ہورہے ہیں آپ۔میرے جذبات کا کوئی خیال نہیں۔"

وہ چپ سادھ گیا تھا۔جیسے جواب دینا نہ چاہتا تھا۔یا پھر کوئی جواب نہ ہو۔

"مجھے خواب بونے دو معارج تعلق میں کانٹوں میں بند نہیں رہ سکتی۔میں زخم زخم ہوجاؤں گی۔آپ کو میرا خیال ہے تو مجھے اس خار خار دنیا سے باہر جانے دیں۔میں نے پتھر کے لوگ نہیں دیکھے۔مجھے نہیں پتا ان پتھر کے لوگوں سے کیسے بات کی جاتی ہے۔میں نرمی میں پلی ہوں پھولوں پر چلی ہوں، میں نے

خوش بوؤں کا تعاقب کیا ہے۔مجھے پتھروں کی زبان نہیں آتی۔آپ کی دنیا سے میرا کچھ لینا دینا نہیں آپ کے ساتھ رہوں گی تو میں بھی پتھر ہوجاؤں گی۔مجھے جینے دیں۔جانے دیں اپنوں کے پاس۔مجھے باہر باہر سے مت دیکھیں۔میرے اندر بھی جھانکیں۔اس دنیا کو دیکھیں جو میرے اندر بستی ہے۔ میری روح کو محسوس نہیں کر سکتے تو اسے تار تار بھی مت کریں۔مجھے درد ہوتا ہے' تکلیف ہوتی ہے۔میرا دَم گُھٹتا ہے۔آپ کو میرا خیال نہیں آتا۔مجھے مار دینا چاہتے ہیں تو مار دیں۔اس طرح مت کریں۔" وہ روہانسی ہو رہی تھی۔آنکھیں بند کر کے سیٹ کے ساتھ سر ٹکا دیا تھا۔

معارج تغلق نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا تھا۔

جانے کیوں اسے لگتا تھا وہ بولتی ہے تو اتنی اجنبی نہیں لگتی۔چاہے الزام دیتی ہے۔بُرا بھلا کہتی ہے۔مگر خاموش ہوتی ہے تو کچھ پرائی سی لگتی ہے۔

...☆☆☆☆...

"آپ ابھی تک گئی نہیں؟" اپنے روم کا دروازہ کھول کر وہ باہر نکلا تھا۔تو اسے اپنی ٹیبل پر بیٹھا دیکھ کر چونک گیا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہ چونکے بنا کمپیوٹر اسکرین کی جانب دیکھتے ہوئے ٹائپ کر رہی تھی۔

وہ چلتا ہوا اس کی ٹیبل کے پاس آن رکا تھا۔

"کچھ ضروری کام دے دیا تھا مسٹر طارق نے۔انہوں نے کہا کہ ختم کرنا ضروری ہے۔تبھی دیر تک رکنا پڑا۔" پارسا چوہدری نے متوجہ ہوئے بنا جواب دیا تھا۔

"مسٹر طارق کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔کسی بھی امپلائے کو اتنی دیر تک روکنا ہماری کمپنی پالیسی نہیں۔جب کہ وہ خود بھی جا چکے ہیں۔"

"کوئی بات نہیں' میں جلد ختم کرلوں گی۔" وہ ملائمت سے بولی تھی۔

وہ اس کے قریب کھڑا کمپیوٹر اسکرین کو بغور دیکھ رہا تھا۔

"کام سمجھنے لگی ہیں آپ۔" وہ اس کی اسکل سے متاثر ہوا تھا۔"اگر میں آپ کو اس طرح کام کرتے نہیں دیکھتا تو شاید مسٹر طارق کل خود اس بات کا کریڈٹ لے جاتے۔" وہ مسکرایا تھا۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ کریڈٹ کوئی بھی لے، مگر یہ کام کمپنی کے حق میں ہے۔ فائدہ کمپنی کو ہوگانا اور یہی ہماری کمپنی پالیسی ہے کا۔" وہ بہت ملائمت سے مسکراتی ہوئی اس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

"آئی ایم امپرسڈ۔ یہی سوچ ہو تو کمپنی دنوں میں ترقی کر سکتی ہے۔ مگر کہیں یہ "باس" کی "خوشنودی" حاصل کرنے کی کوئی راہ تو نہیں؟" اس نے چھیڑا تھا۔

وہ بُرا منائے بنا مسکرادی تھی۔ بہت کم مسکراتی تھی، مگر جب مسکراتی تھی تو ایک سافٹ سا ٹچ اس کے چہرے کو اور بھی جگمگا دیتا تھا۔ اس کی آنکھوں کی روشنی بڑھ جاتی تھی۔ وہ بغور اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ جب وہ بولی تھی۔

"آپ کی خوشنودی حاصل کر کے مجھے کیا ملے گا؟ پروموشن" یا بونس یا وڈیو انکریز مائی سیلری؟" وہ سر اٹھا کر لمحہ بھر کو اس کی طرف دیکھتی ہوئی بولی تھی۔

"مے بی۔" وہ مسکرادیا تھا۔

"مے بی؟" آپ پُر یقین نہیں۔"

"مشکل ہے۔" وہ قیاس آرائی کیسے بنا بولا تھا۔

"کیا مشکل ہے، پروموشن ملنا یا سیلری بڑھنا؟" اس کے ہاتھ تیزی سے کی بورڈ پر چل رہے تھے۔

"چلیں اب کی بار بونس کی بات بورڈ آف میٹنگ میں ڈسکس کرنے کا وعدہ رہا۔" وہ مسکرایا تھا۔

"آپ اتنے وعدے کرتے ہیں اپنے ایمپلائز سے۔ ان کی کوئی حقیقت بھی ہے؟" وہ صاف گوئی سے کہہ رہی تھی۔

"وعدے امید کی راہ دکھاتے ہیں نا؟" وہ اس کی حمایت چاہتا تھا۔

"ہاں! اگر وعدے وفا ہوں۔ اگر اسی طرح ہر وعدے کو بورڈ آف میٹنگ میں ڈسکس کرنے کا وعدہ کرتے رہے تو بہت سے منصوبے کھٹائی میں پڑ جائیں گے۔ کچھ عملاً ہونا بھی تو ضروری ہے نا؟" وہ ذہین تھی اسے متاثر کر رہی تھی۔

"صحیح۔" وہ ہم خیال ہوا تھا۔ "کب تک کام ختم ہوگا آپ کا؟"

"کچھ دیر لگے گی۔ آپ کو جانا ہے؟"

”ہاں، مگر آپ کو اس طرح چھوڑ کر جانا مناسب نہیں لگ رہا۔آپ کو شاید اندازہ نہیں اس وقت آپ یہاں تنہا ہیں اس پوری بلڈنگ کے سارے آفس بند ہو چکے ہیں کلوزنگ ٹائم ختم ہوئے بھی دو گھنٹے گزر گئے۔“ اس نے یاد دلایا تھا۔اس نے گھڑی دیکھی تھی اور حیرت سے پھیلی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔

”آپ اتنی دیر تک کام کرتے ہیں۔“

”ہاں، آپ کو یہ مشین اب بند کرنا چاہیے۔اگر چہ آپ نے مسٹر طارق کو پورا کریڈٹ دینے کی ٹھان لی ہے، مگر میں نہیں چاہتا آپ اتنی دیر تک اس طرح یہاں بیٹھیں۔یہ مناسب نہیں۔چلیں میں آپ کو ڈراپ کردیتا ہوں۔اس نے خیال کرتے ہوئے کہا تھا۔

”آخری بورڈ آف میٹنگ میں یہ بات ڈسکس ہوئی تھی کہ آپ اپنے ایملائز کو ان کے گھر تک چھوڑا کریں گے؟“ وہ چھیڑ رہی تھی۔کمپیوٹر شٹ ڈاؤن کیا تھا۔ضروری فائلز سمیٹی تھیں۔وہ اسے دیکھتا ہوا مسکرا دیا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”اگر آپ اس آفس میں نہ آئی ہوتیں تو مجھ پر ایک بات کبھی نہ کھلتی کہ آپ کتنی ذہین ہیں اور کتنا زور دار بول سکتی ہیں۔مجھے تو صرف یہ پتا تھا کہ پریوں کے دیس سے ہیں آپ اور وہاں کے لوگ کچھ گم صم ہوتے ہیں۔اتنی بات چیت نہیں کرتے۔“ وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

وہ فائل اٹھا کر بیگ شولڈر پر ڈال کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہوئے لفٹ تک آئے تھے۔

”عجیب بات ہے نا۔آپ آج کے دور میں بھی فنٹاسیز کی ماننے پر یقین رکھتے ہیں۔“ وہ خاصی حقیقت پسند تھی شاید۔

”نہیں، بالکل نہیں رکھتا یقین مگر آپ کو دیکھ کر ان قصے کہانیوں پر کچھ اعتبار آنے لگا ہے۔“ وہ تسلیم کرتے ہوئے بولا تھا۔

”عدن بیگ! آپ باتیں بنانے میں ثانی نہیں رکھتے۔مگر میں نہیں چاہوں گی کہ آپ زحمت کریں۔میں رکشہ یا ٹیکسی سے چلی جاؤں گی۔ہم صرف گراؤنڈ فلور تک ہم سفر ہیں۔“ اس نے جانے کیا سوچ کر جتایا تھا۔

”آہ اوکے‘ میں نے نہیں سوچا تھا کہ ہم اتنے کم وقت کے لیے ہم سفر ہیں تھینکس فور ری مائنڈ نگ می۔ میں لمحوں کو کھینچتے کے چکر میں نہیں تھا۔ آپ کا خیال کر کے کہہ رہا تھا۔ کیونکہ میرے لیے آپ ایک ٹیم ممبر سے پہلے انابیتا کی دوست ہیں۔ یہ باس کی کوئی مخصوص عنایت نہیں ہے۔“ وہ اس کا انداز سمجھتے ہوئے نرمی سے بولا تھا۔ لفٹ کھلی تھی۔ دونوں باہر نکلے ان کا آفس ایسی لوکیشن پر تھا جہاں پبلک ٹرانسپورٹ کا گزر زیادہ نہ تھا رکشہ‘ ٹیکسی بھی مشکل سے ملتے تھے۔

اس نے پہلی فرصت میں نگاہ دوڑائی تھی۔ مگر ناکامی ہوئی تھی۔ سڑک دور تک ویران تھی۔

”آپ خواتین ہر بات کا یقین مشکل سے کیوں کرتی ہیں؟“ وہ مسکرایا تھا۔

”ہم محتاط ہیں۔“

”آپ اعتبار نہیں کرتیں۔“ عدن بیگ کو مایوسی ہوئی تھی۔

”نہیں ایسی بات نہیں‘ مگر اچھا نہیں لگتا روز روز باس کے ساتھ جانا۔“

”آپ کو لوگوں کی پروا ہے اور جو آپ کو یہاں سے نکل کر کوئی ٹرانسپورٹ نہیں ملے گی؟“ وہ جتا رہا تھا۔

گویا عدن بیگ کے ساتھ گاڑی میں بیٹھنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ وہ کچھ ہچکچائی تھی۔ پھر آہستگی سے چلتی ہوئی اس کے ساتھ آگئی تھی۔

”یہ شہر بہت بڑا ہے۔ بہت لوگ ہیں‘ مگر پھر بھی جیسے بہت ویرانی ہے۔“ وہ سیٹ سنبھال چکی تھی۔ عدن بیگ نے ایک نگاہ اسے دیکھا تھا اور گاڑی آگے بڑھا دی تھی۔

”ایسا کیوں لگتا ہے آپ کو۔“

”شاید ایسا ہی ہے۔“ پارسا کا لہجہ مدہم تھا۔ تھکا تھکا سا‘ اس نے کلپ بیگ سے نکالا تھا۔ بال سمیٹے تھے اور سر کی پشت پر کلپ کر دیے تھے۔ عدن بیگ نے یہ سار امر کسی قدر دلچسپی سے دیکھا تھا۔ اگرچہ اس کے لیے توجہ ڈرائیونگ پر مرکوز رکھنا ضروری تھا۔

"ایسا نہیں ہے، مگر کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے۔یا شاید لگتا ہے۔' عدن بیگ نے رائے دی تھی۔

"ایک ہی بات ہے۔مگر مجھے فکر نہیں ستاتی کہ گھر جلدی پہنچا ہے یا وہاں کوئی انتظار کر رہا ہوگا یا دیر سے جاؤں گی تو وضاحت دینا ہوگی۔میرے پاس ان چھوٹی چھوٹی باتوں کے جواب دینے کے لیے جواز نہیں ہیں۔میرے لیے ان باتوں کی اہمیت شاید ہے مگر میں اس زندگی کا حصہ نہیں ہوں۔وہ تھکے ہوئے انداز میں کہہ رہی تھی۔

"تبھی آپ یہاں وہاں ٹائم گزار دیتی ہیں اور ٹائم پر آفس سے نہیں نکلتی۔"

"کسی اور کا کام نہیں۔مسٹر طارق نے ریکوئسٹ کی تھی اور مجھے لگا کمپنی کا کام ہے سو میں انکار نہ کر سکی۔"

"مگر فرار اچھی بات تو نہیں۔"

"میرے پاس فرار کے علاوہ کوئی راہ نہیں۔" وہ جیسے بڑبڑائی تھی۔ایک سرگوشی تھی جو شاید اس نے اپنے آپ سے کی تھی۔مگر عدن بیگ کا ہر عضو جیسے سماعت بنا ہوا تھا۔سو وہ اس سرگوشی کو بھی سن سکا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"آپ گھر، گھر کے ماحول کو مِس کرتی ہیں؟"

"بہت۔" وہ جھوٹ نہیں کہہ سکی تھی۔

"آپ مجھے پری کہتے ہیں نا؟ اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ مجھے "پر" ملے تو میں کیا کرنا چاہوں گی تو شاید میں پہلی اڑان اپنے اس آشیانے کی سمت کرنا چاہوں گی۔کبھی نہ پلٹنے کے لیے۔"

"کیا بات ہے جو آپ کو اڑان بھرنے سے روکتی ہے؟" وہ نا چاہتے ہوئے بھی پوچھ گیا تھا۔وہ خاموشی سے اس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

"آئی ایم سوری یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔" عدن نے معذرت چاہی تو وہ جواباً کچھ نہیں بولی تھی۔کوئی وضاحت نہیں دی تھی اس نے۔

"کچھ کھانا چاہیں گی آپ؟" ایک ریسٹورنٹ کے سامنے سے گزرتے ہوئے عدن نے دریافت کیا تھا۔

"باس کے ساتھ ڈنر؟ ایک اور بلا جواز مہربانی؟" پارسا کو شاید یہ سب بلا جواز لگا تھا یا پھر وہ بہت محتاط تھی اور اس سب سے نمٹنے کا طریقہ آتا تھا۔

”اٹس او کے میں نے صرف اس خیال سے کہا کہ کھانے کا وقت ہے اور شاید آپ کو بھوک لگی ہو۔“

”میں کھائے پیے بنا کافی دن زندہ رہ سکتی ہوں اگر آپ کو بھوک لگی ہے تو آپ کھا سکتے ہیں۔“ پارسا کا لہجہ سپاٹ تھا۔وہ بہت ٹھنڈا مزاج رکھتی تھی یا پھر وہ صرف محتاط تھی کیونکہ وہ تنہا تھی۔

”آپ یہ مت سمجھیں کہ میں آپ پر مہربانیاں کر رہا ہوں تو اس کا کوئی جواز ہے۔میں ویسا باس بالکل نہیں ہوں۔مگر مجھے آپ کا خیال اس لیے ہے کہ آپ اناہیتا کی دوست ہیں اور میں اسی حوالے سے آپ کو جانتا ہوں۔“ وہ وضاحت دے رہا تھا۔

”جانتی ہوں مگر مجھے ان ”عنایتوں“ سے کچھ الجھن ہوتی ہے۔میں ہضم نہیں کر سکتی۔“ وہ روڈ تھی۔کوئی مروّت رکھنا شاید اسے نہیں آتا تھا۔

”میں یہ نہیں کہہ رہا اگر آپ غلط ہیں آپ کا ایٹی ٹیوڈ ٹھیک ہے۔“ وہ کہہ کر خاموش ہو گیا تھا۔

”آپ اناہیتا سے شکایت تو نہیں کریں گے نا؟“ وہ اسے خاموش دیکھ کر مسکرائی تھی۔

غالباً اسے احساس ہوا تھا وہ ضرورت سے زیادہ روڈ ہو رہی ہے۔

”کیا نہیں بتاؤں گا؟“ وہ چونکا تھا۔

”یہی کہ میں نے آپ سے اتنا روڈ بی ہیو کیا؟“

”نہیں، آپ کو حق ہے آپ غلطی پر نہیں ہیں۔“ وہ صاف گوئی سے بولا تھا۔

”مگر میں اناہیتا سے کہوں گی کہ مجھے تمہارے بھائی نے ڈنر نہیں کرایا۔“ وہ نرمی سے بولی تھی۔غالباً اپنے رویے کا اندازہ ہوتے ہی وہ اسے کچھ رعایت دینا چاہتی تھی۔

”آپ یہ رعایت اس لیے دینا چاہتی ہیں کہ میں اناہیتا کا بھائی ہوں۔“ وہ چونکا تھا۔

”نہیں، یہ بتانا چاہتی ہوں کہ میں اناہیتا کی فیملی پر اعتبار کرتی ہوں۔“ وہ جتاتے ہوئے بولی تھی۔

”آپ کو ایسا پروف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“

"میں کچھ پروف کرنا نہیں چاہ رہی۔"

"اگر آپ صرف اناہیتا کی فیملی کے خیال سے کہہ رہی ہیں تو میں اسے مناسب نہیں سمجھتا۔"

"آپ کی مرضی۔" وہ لگی لپٹی رکھنا۔اور زیادہ مروّت برتنا شاید ضروری خیال نہیں کرتی تھی۔

اس آفس میں کام کرنے کے دوران وہ اسے پہلے سے جان پایا تھا۔کچھ تو اسرار تھا اس میں۔اس کی آنکھوں میں کوئی بھید تو تھا۔

"کچھ سوچ رہے ہیں آپ؟" اسے چپ چاپ ڈرائیور کرتے دیکھ کر وہ بولی تھی۔عدن بیگ نے سر نفی میں ہلایا تھا۔

"نہیں، نہیں۔مگر مجھے آپ کی آنکھوں کو پڑھنے کا اتفاق ہوا تو کھلا کہیں کوئی بھید ہے۔آپ کی چپ میں ان آنکھوں کی خاموشی میں، اس خاموشی کی چادر میں، کوئی بات ہے جو ان کہی ہے مگر اپنے اندر اسرار رکھتی ہے وہ کہے بنا نہیں رہ سکا تھا۔

وہ چونکتے ہوئے اسے دیکھنے لگی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"کیا بھید؟" اس کے چہرے کی رنگت بدلی تھی۔آنکھوں کی ویرانی بڑھ گئی تھی۔

عدن بیگ نے اسے ایک نظر دیکھا تھا۔پھر سر انکار میں ہلایا تھا۔

"اوں' ہوں۔"

"مطلب کوئی نہیں۔آپ کی خاموشی دیکھ کر کبھی کبھی آپ کو تنگ کرنے کو دل چاہتا ہے۔" نگاہ ونڈ اسکرین سے پار دیکھ رہی تھی۔وہ غالباً اسے مزید مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتا تھا۔اگر اس کے اندر کوئی بھید تھا بھی تو وہ اسے اس طرح کریدنے کا کوئی حق نہیں رکھتا تھا۔یہ نا مناسب تھا اور ایسا انداز روا رکھنا اسے مناسب نہیں لگا تھا۔تبھی خاموشی سے گاڑی ہاسٹل کی طرف جانے والے راستوں پر ڈال دی تھی اور مزید کوئی بات نہیں کی تھی۔

...☆☆☆☆...

اناہیتا بیگ بیڈ پر دیر سے آئی تھی۔چونکہ ویک اینڈ تھا سو وہ مووی دیکھنے بیٹھ گئی تھی۔

اسے لگا تھا کچھ ہی دیر پہلے وہ آکر لیٹی تھی اور ابھی اس سیل فون کی آواز نے اسے ایک پل میں اُٹھا کر بٹھا دیا تھا۔اس نے اسکرین پر نمبر دیکھا تھا۔وہ غالباً سمجھی تھی دامیان سوری ہوگا۔اسے تنگ کرنے کے خیال سے فون کیا ہوگا مگر اسکرین پر پارسا کے ہاسٹل کا نمبر دیکھ کر وہ چونک پڑی تھی۔

"پارسا کیا ہوا؟ یو او کے؟ تم نے اتنی رات گئے کیوں رنگ کیا؟"

"نہیں، آئی ایم ناٹ اوکے، یہاں ہاسٹل میں کچھ ٹھیک نہیں ہے۔عجیب ماحول ہے اور سمجھ میں نہیں آرہا کہ اس سے کیسے نمٹوں۔" پارسا بہت پریشان لگ رہی تھی۔

اسے تشویش ہوئی تھی۔

"کیا ہوا؟"

"میں تمہیں نہیں بتا سکتی، پلیز تم جلدی آجاؤ۔" پارسا بہت پریشان تھی اور کچھ بھی فون پر بتانا نہیں چاہتی تھی۔

"ٹھیک ہے پارسا تم فکر مت کرو۔ڈونٹ وری ہم آتے ہیں۔" انابیتا کمبل ایک طرف ہٹا کر بیڈ سے نیچے اتری تھی اور تیزی سے عدن بیگ کے کمرے کی طرف بڑھنے لگی تھی۔

"عدن! ہمیں اسی وقت پارسا کے ہاسٹل جانا ہے۔" اس نے دروازہ کھلنے پر کہا تھا۔

"کیا ہوا؟" وہ نیند سے بے دار ہوا تھا تو حواس بھی کچھ سوئے سوئے سے تھے۔ابھی شام میں تو وہ اسے وہاں اسپتال میں ڈراپ کر کے آیا تھا پھر اچانک کیا ہو گیا۔وہ حیران ہوا تھا۔

"پتا نہیں۔پارسا کچھ بھی بتانے سے گریز کر رہی تھی، مگر اس نے کہا کہ جلدی آؤ۔مجھے مدد کی ضرورت ہے۔جلدی چلو عدن مجھے لگ رہا ہے وہ مشکل میں ہے اور کہیں کچھ ٹھیک نہیں ہے۔" انابیتا نے بھائی سے کہا تھا۔

عدن بیگ نے سر ہلایا تھا۔

”ٹھیک ہے، تم چلو میں سلیپرز پہن کر آتا ہوں۔“ عدن کے کہنے کے ساتھ ہی انابیتا وہاں سے بھاگتی ہوئی کمرے میں آئی تھی اپنے سلیپر اڑسے تھے اور گاڑی کی چابی اٹھا کر باہر آگئی تھی۔

وہ بہت پریشان ہو گئی تھی۔ کیونکہ وہ اتنا جانتی تھی کہ پارسا اس شہر میں تنہا ہے اور کسی بھی مشکل کا مقابلہ کرنا اس کے لیے کچھ زیادہ مشکل ہے۔ بہ نسبت ان لوگوں کے جو فیملی کے ساتھ ہوتے ہیں اور ان

کی فیملی ان کے ساتھ کھڑی ہوتی ہے۔ کسی بھی طوفان کا یا امتحان کا سامنا کرنے کے لیے۔

...☆☆☆☆...

”یو او کے۔“ کتنی دیر خاموشی میں گزری تھی۔ وہ اسی طرح سر سیٹ کی پشت پر لگائے بیٹھی رہی تھی۔

معارج تغلق اس سے غافل کبھی نہیں رہا تھا۔ چاہے وہ خاموش رہی تھی اور اب اس سے جھگڑ نہیں رہی تھی اور قطعاً لا تعلق دکھائی دے رہی تھی۔ انائیا ملک نے آنکھیں کھولنا اور اسے ریسپونڈ کرنا ضرور خیال نہیں کیا تھا یا پھر اسے اس کا کیئرنگ انداز بُرا لگتا تھا۔ وہ صرف اس کی کیئر اس لیے کرنا چاہتا تھا کہ وہ اس کے لیے ضروری تھی۔

”آر یو او کے انائیا؟“ وہ کچھ جواب نہ پا کر کسی قدر پریشانی سے اس کی جانب متوجہ ہوا تھا۔ گاڑی تیزی سے فراٹے بھرتی ہوئی سیاہ تارکول کی سڑک پر بھاگ دوڑ رہی تھی۔

انائیا ملک نے بہت آہستگی سے آنکھیں کھولی تھیں۔

”میں آپ کے لیے اہم ہوں، کیونکہ میں آپ کا ”چارہ“ ہوں نا؟ اسی لیے آپ اتنی کیئر کر رہے ہیں۔ اگر مجھے کچھ ہو گیا تو آپ کے ارادوں پر پانی پھر جائے گا۔“ وہ اس سے بدگمان تھی، مگر اس حد تک نفرت کرتی تھی وہ یہ نہیں جانتا تھا۔

انابیا ملک کے لہجے میں اس کے لیے انتہائی نا پسندیدگی تھی۔وہ جیسے اس کے معاملے میں کوئی مروّت برتنا نہیں چاہتی تھی۔اور اسے کوئی نرمی دکھانا نہیں چاہتی تھی۔

اس کے خیال میں وہ اس کے اچھے سلوک کا حق دار نہیں تھا۔وہ بھی تب جب وہ اسے اس کی مرضی کے خلاف استعمال کر رہا تھا۔

"آپ کو لگتا ہے مجھے زندہ رہنا چاہیے تب تک جب تک آپ اپنے ارادے پورے نہ کریں؟ مجھے حاصل کرنا یہی مقصد ہے نا آپ کا۔میرے وجود تک رسائی، اس وجود کا حصول؟ یہی مقصد ہے نا آپ کا؟" وہ جیسے اسے قتل کر دینے کی خواہاں تھی۔

"آپ کو لگتا ہے آپ کے اس طرح شکوے شکایت کرنے سے آپ کی سن لی جائے گی؟" وہ اسے زچ کرتے ہوئے بولا تھا۔غالباً اس کا بہت بولنا اسے ناگوار لگ رہا تھا۔

اس کی نفیس طبیعت پر یہ کچھ ناگوار گزر رہا تھا۔وہ شور سننے کا عادی نہیں تھا۔

اس کے مزاج میں سلیقہ تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نفاست تھی، ایک رکھ رکھاؤ تھا، ایک ٹھہراؤ تھا۔کچھ بھی تھا معارج تغلق کی پرسنالٹی اپنا آپ منواتی ہوئی تھی۔

وہ ایک مکمل بھرپور متاثر کن پیکیج تھا۔

اپنی نوعیت کا ایک انوکھا انسان جو رکھ رکھاؤ کے سارے گر جانتا تھا۔وہ اپنے اطراف کے لوگوں میں ضرور مقبول رہا ہوگا۔

بہت سے چہرے اس کے ارد گرد ہوں گے۔

کئی دلوں میں قیام ہوگا اس کا۔

کئی ہاتھ اس کے تمنائی ہوں گے۔اس کا ساتھ چاہتے ہوں گے۔

اس کے پاس امارت تھی اور متاثر کن شخصیت بھی۔

بولتا تھا تو کوئی جادو گر لگتا تھا۔

اور خاموش بھی رہتا تھا تو ایک بردباری سارے ماحول کو اپنے حصار میں لیے رکھتی تھی۔

اس کے مزاج کا ٹھہراؤ اسے ایک اسٹیل پرسنالٹی ثابت کرتا تھا۔

یقیناً کمی نہیں رہی ہوگی کہیں۔

یقیناً وہ اس کی نظروں میں آنے والی پہلی لڑکی نہیں تھی۔

اور بھی بہت سی ارد گرد رہی ہوں گی۔

کئی تو اس کے ساتھ کی تمنائی ہوں گی۔

کہ وہ "بے وفا" ہی سہی، مگر ایک "اسم کدے" کا باسی تھا۔اسے سارے اسرار و رموز آتے تھے۔وہ حالات کو اپنے اختیار میں کرنا جانتا تھا اور نا ممکن کو ممکن بنانے کے سارے جتن کرنے بھی اسے آتے تھے۔

پھر وہ اس کی جانب متوجہ کیوں ہوا تھا؟

اس کی جانب کیوں بڑھا تھا؟

جہاں بہت سے ہاتھ صرف اس کے ساتھ کے تمنائی تھے تو وہ اس کی جانب کیوں بڑھ رہا تھا؟

وہ اس سے خفا تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کوئی مروّت نہیں تھی اس کے انداز میں۔

وہ حد سے زیادہ بد گمان تھی۔

اسے برے لفظوں سے نوازتی تھی

لگی لپٹی رکھے بنا اس کی بے عزتی کرتی تھی۔اسے خود سے پرے دھکیلتی تھی۔

تو وہ اس کی جانب اس سے بھی زیادہ "لگن" سے آگے کیوں بڑھتا تھا؟

اس کے قدم رکتے کیوں نہیں تھے؟ وہ ارادہ بدل کیوں نہیں لیتا تھا؟

اپنے بڑھتے ہوئے قدم روک نہیں لیتا تھا۔راستا بدلنے کی کیوں نہیں ٹھانتا؟

کیوں اور کوئی راہ اسے دکھائی نہیں دیتی تھی؟ کیوں وہ کسی اور طرف نہیں دیکھتا تھا؟ کیوں اس کے راستے اسی پر آکر ختم ہوجاتے تھے؟ کیوں اس کے آگے کوئی راہ نہیں جاتی تھی؟

وہ اس کے معاملے میں اتنا بے بس تھا؟

یا پھر اسے صرف ایک ضد ہی ہو چلی تھی؟

ایک خو تھی بس اسے توڑنے کی؟

اس کا غرور تار تار کرنے کی؟ اسے اس کے خول سے باہر لانے کی؟

کوئی تدبیر تھی؟ اسے ہرانے کی؟ اسے بتانے کی کہ وہ اتنا غرور نہ کرے؟

تو کیا معارج تعلق صرف اس کا غرور توڑنا چاہتا تھا؟ کیوں کہ وہ اسے "نا قابل تسخیر" لگی تھی؟

ناقابل رسائی لگی تھی؟

تو کیا وہ صرف اس لیے اس کی جانب پیش قدمی کر رہا تھا؟

دیوانہ وار اس کی جانب بڑھ رہا تھا؟

کیا یہی اس کا سبب تھا؟

انائیا ملک خالی خالی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

نہ حیرت تھی نہ خوف... اس کا اتنا پاس ہونا اسے ڈرا نہیں رہا تھا کیونکہ وہ اسے ایک کمزور انسان لگا تھا جو صرف اسے ہرانے کے درپے تھا۔وہ اپنے طور نتیجے اخذ کر رہی تھی۔اپنے طور پر قیاس آرائیاں کر رہی تھیں۔

"سچ" نہیں جانتی تھی۔

کہ اس شخص کا دل پڑھ نہیں سکتی تھی اور نظروں میں جھانکتی تھی تو اسے صرف ایک سکوت دکھائی دیتا تھا۔

وہ اتنا پُرسکون کیوں تھا؟

اتنا پُرسکون کہ پتھر پھینکنے پر بھی کوئی آہٹ نہ ہو۔کوئی ہلچل نہ ہو۔

کیا اسے واقعی کوئی فرق نہیں پڑتا تھا؟

"ایسے کیا دیکھ رہی ہیں آپ؟" وہ اس کی جانب نہ متوجہ ہوتے ہوئے بھی اس کی تمام حرکات وسکنات پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔

وہ چونکی نہیں تھی۔

"انائیا ملک؟" دیکھے بنا دوبارہ پکارا تھا۔"آپ کو نہیں لگتا کہ اگر آپ سکون سے سوچیں تو بہت سی چیزیں اپنے اندر ایک حل رکھتی محسوس ہوں گی؟"

"کیا مطلب ہے آپ کا؟" وہ چونکی تھی۔

"انائیا! چیزیں اتنی مشکل درحقیقت نہیں ہیں جتنا مشکل آپ انہیں کر رہی ہیں۔ ہر شے کو غلط ثابت کرنا وہ بھی صرف مفروضوں اور کلّیوں کی بنا پر... یہ ٹھیک نہیں۔مفروضے غلط ثابت ہو سکتے ہیں اور کلّیے کالعدم قرار پا سکتے ہیں۔ کسی بات کا حل اس طرح ڈھونڈنا یا کسی نتیجے پر پہنچنا عقلمندی نہیں۔"

وہ بہت سکون سے کہہ رہا تھا۔کیا جتانا چاہ رہا تھا وہ؟

"آپ مجھے بے وقوف سمجھ رہے ہیں؟" وہ احتجاجاً بولی تھی۔

"میں نے ایسا کہا؟" وہ اس کی جانب دیکھے بنا نہیں رہ سکا تھا۔ انداز وضاحت چاہتا ہوا تھا جیسے وہ کوئی صفائی دینے سے قاصر ہو۔

"میں نہیں جانتی کہ کیا کہنا چاہتے ہیں آپ؟ اور کب کیا پروف کرنا چاہتے ہیں۔ نہ ہی میں جاننا یا سمجھنا چاہتی ہوں کیونکہ میں وہ دیکھ رہی ہوں جو آپ کر چکے ہیں۔" انائیا ملک کا انداز الزام دیتا تھا۔

مگر معارج تغلق کی جانب سے کوئی تردید یا تصدیق نہیں ہوئی تھی جیسے وہ کچھ پروف کرنا نہیں چاہتا تھا۔

"معارج تغلق! میں کوئی بددعا بھی نہیں دے سکتی تمہیں۔ میں نے آج تک کسی کو بُرا نہیں کہا۔ کسی کے لیے بُرا نہیں سوچا پھر میرے ساتھ بُرا کیوں ہو رہا ہے؟ مجھے تم کیوں ملے؟" وہ روہانسی ہو رہی تھی۔

"زندگی میں کبھی کبھی جو ہوتا ہے اس کا سبب ہوتا ہے۔ جواز تلاشنا بے وقوفی نہیں مگر کبھی کبھی اسرار و بھید سمجھنے کا انتظار بھی کرنا پڑتا ہے کہ ہر شے

ایک پل میں منکشف نہیں ہو جاتی۔" معارج تغلق کے تیور وہ نہیں سمجھی تھی سو بہتر جانا تھا کہ اس کی جانب سے ساری توجہ ہٹا لے۔

"کچھ نہیں لینا دینا مجھے آپ کی فلاسفی سے... ساری کہانیاں جھوٹی ہیں آپ کی... بالکل جھوٹے ہیں آپ۔ اپنی الجھی ہوئی کہانیوں کی طرح۔" پل میں وہ لاتعلق تھی۔

وہ جانے کیوں مسکرا دیا تھا۔

مگر انائیا ملک کی نگاہ اسے اس پل نہیں دیکھ رہی تھی ورنہ وہ اس پر مزید برس پڑتی۔

معارج تغلق نے سیاہ کول تار کی سڑک سے نگاہ ہٹا کر پل بھر کو اسے دیکھا تھا۔

"اگر آپ کو ہمیشہ کے لیے میرے ساتھ رہنا پڑ جائے تو...؟"

انائیا ملک نے چونکے بنا آنکھیں موند لی تھیں۔ جیسے وہ کچھ سننا نہیں چاہتی تھی۔

معارج تغلق جو اس کا ری ایکشن دیکھ کر حیران نہیں ہوا تھا۔وہ اب اسے سمجھنے لگا تھا۔تب ہی اس کی طرف سے دھیان پھیر کر ساری توجہ ونڈ اسکرین پر جما دی تھی۔وہ بھی تھک گیا تھا اور اب مزید کچھ بولنا نہیں چاہتا تھا۔

...☆☆☆...

انابیتا بیگ نے گھڑی دیکھی تھی۔نو بج کر بیس منٹ ہوئے تھے۔اسے نو بجے پارسا کی کال موصول ہوئی تھی اور وہ بھائی کے ساتھ نکل بھی آئی تھی مگر اب اس گاڑی کا ٹائر پنکچر ہو گیا تھا۔کتنی دیر وہ گاڑی کے اندر بیٹھی رہی تھی پھر بے زاری سے گاڑی سے باہر نکل آئی تھی۔

”بھائی کتنی دیر اور لگے گی؟“

”بس تھوڑی دیر اور...“

”مجھے بہت فکر ہو رہی ہے بھائی۔“ اس نے سیل فون پر نمبر ملا کر کان سے لگایا تھا مگر دوسری طرف صرف بیل جا رہی تھی مگر کوئی کال ریسیو نہیں کر رہا تھا۔

”بھائی کوئی کال ریسیو نہیں کر رہا۔پارسا بہت پریشان تھی اور اب وہاں ہاسٹل میں کوئی کال بھی نہیں اٹھا رہا۔پتا نہیں وہاں کیا ہو رہا ہے مجھے کچھ معلوم نہیں۔“ انابیتا پریشان ہو رہی تھی۔

”ڈونٹ وری۔تم گاڑی میں بیٹھو۔پریشان مت ہو۔ہم جا رہے ہیں۔کچھ ہو گا تو حل کرنے کی کوشش کریں گے۔“ عدن نے تسلی دی تھی اور آ کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی۔

”مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے بھائی۔“ انابیتا بیگ پارسا کے لیے پریشان تھی۔

”تم ڈرو مت۔سب ٹھیک ہو گا۔“ عدن نے گاڑی آگے بڑھا دی تھی۔

کس سچویشن میں تھی وہ... کیا حالات تھے؟ عدن بیگ بھی متفکّر تھا۔

شام میں وہ اس کے ساتھ تھی۔اس نے اسے ہاسٹل چھوڑا تھا پھر اچانک کیا ہوا تھا...؟ وہ سوچ کر زیادہ الجھنا نہیں چاہتا تھا۔تب ہی مزید کچھ نہیں بولا تھا۔

...☆☆☆...

وہ یوں ہی آنکھیں موندے بیٹھی تھی جب گاڑی رکنے کے عمل نے اسے چونکا دیا تھا۔

اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا تھا۔

جگہ کچھ مانوس لگی تھی۔اندھیرے کے باعث وہ بغور دیکھ نہیں پائی تھی تب ہی الجھے ہوئے انداز میں معارج تغلق کی سمت دیکھا تھا۔وہ اس کی جانب متوجہ نہیں تھا۔

"یہ کہاں آگئے ہیں ہم؟" انائیا ملک نے پوچھا تھا مگر وہ جواب دیئے بنا گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا تھا۔تب ہی انائیا نے اپنی طرف کا دروازہ کھولا تھا اور باہر نکلی تھی۔منظر جانا پہچانا تھا۔

اس کی نگاہ کچھ فاصلے پر گئی تھی۔جہاں سارہ اس کی ٹیم کے ساتھ کھڑی تھی۔وہ چونکی تھی۔

کیا وہ حیران تھی؟

نگاہ بلاارادہ معارج تغلق کی سمت اٹھی تھی۔گاڑی کے کھلے دروازے کے ساتھ وہ کھڑا تھا مگر اس کی سمت شاید دانستہ متوجہ نہ تھا۔

سارہ کی نگاہ اس کی طرف اٹھی تھی تب ہی وہ چلتی ہوئی اس کی جانب آ گئی تھی۔

"تم ٹھیک ہو انائیا؟"

"ہاں۔" اس کی اپنی آواز اجنبی تھی۔

"معارج تغلق نے فون کر کے بتا دیا تھا کہ وہ راستہ کچھ خراب ہے مگر تب تک ہم اس روڈ پر آ چکے تھے مگر وہ راستہ جگہ جگہ بلاک تھا۔کوئی بڑا حادثہ بھی ہوا تھا۔ہم تو کئی گھنٹے وہاں پھنسے رہے۔اچھا کیا تم اس راستے پر نہیں آئے۔ہمیں لگ رہا تھا تم ہم سے پہلے پہنچ جاؤ گے۔اگرچہ مسٹر تغلق نے بتایا تھا کہ راستہ لمبا ہے۔" سارہ تفصیل بتا رہی تھی۔کچھ اور بھی کہہ رہی تھی... مگر انائیا ملک شاید سن نہیں رہی تھی۔

اس کی نظریں ساکت سی معارج تغلق کی سمت اٹھی تھیں اور پلٹی نہیں تھیں۔

وہ اس کی سمت قطعاً متوجہ نہیں تھا۔گاڑی کا دروازہ بند کیا تھا اور چلتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا۔

اسے ندامت نے آن گھیرا تھا۔

شرمندگی سی شرمندگی تھی۔وہی کیوں بے خبر تھی...؟ اسے ہی کیوں بے خبر رکھا گیا تھا؟ جب سارہ تک جانتی تھی تو...؟ کیا وہ چاہتا تھا وہ اس پر اعتبار کرے...؟ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ اس پر اعتبار کرتی بھی ہے کہ نہیں...؟

وہ زچ کر رہا تھا اسے؟ یا مقصد کچھ اور تھا...؟

انائیا ملک سمجھ نہیں پائی تھی مگر خود اپنے طور پر اسے کچھ شرمندگی ضرور ہوئی تھی۔اپنے مفروضے اسے جھوٹے لگے تھے... اپنے زاویہ نظر پر وہ آپ ندامت محسوس کر رہی تھی۔

یہ دوسری بار تھا جب معارج تغلق نے بنا کچھ کہے کوئی وضاحت دیے... اسے غلط ثابت کیا تھا... وہ اس کے متعلق جو بھی سوچتی تھی ہمیشہ غلط سوچتی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ایسا کیوں کرتا تھا وہ... کیوں کر رہا تھا...؟

اسے اس طرح غلط ثابت کر کے اسے کیا ثابت کرنا مقصود تھا؟

کیا وہ اسے شرمندہ دیکھنا چاہتا تھا...؟

یا پھر کچھ جتانا تھا...؟

اتنی بے وقوف تھی وہ...؟

سارے راستے جو بھی ڈرامہ کیا تھا جو واویلا کیا تھا اس پر اب کس قدر شرمندگی ہو رہی تھی۔وہ باحفاظت منزل مقصود پر پہنچا دی گئی تھی... بنا کوئی نقصان پہنچے اسے فارم ہاؤس تک چھوڑا گیا تھا۔

”انائیا! ہم آل ریڈی لیٹ ہو چکے ہیں۔میں نے آنٹی کو فون کر دیا تھا مگر پھر بھی گھر فون کر کے بتا دو۔شاید ہمیں یہاں رکنا پڑے۔“ سارہ نے مشورہ دیا کیونکہ کام کی نوعیت وہ جانتی تھی۔

”نہیں۔“ وہ یک دم بولی تھی۔انداز مسلسل جیسے کسی خواب کا سا تھا وہ جاتے ہوئے معارج تغلق کی پشت دیکھ رہی تھی۔

لمبا قد... چوڑے شانے... بردبار چال... جیسے کوئی دنیا فتح کرنے چلا ہو...

کمی کہاں تھی...؟

کیوں وہ اس کی بے اعتنائی کے باوجود اس کی توجہ پانے کا خواہاں تھا؟ یا صرف مقصد اس کی بے توجہی اس کی بے خبری کو ایک ہلکی سی ضرب لگانا تھا؟

رونے دھونے کے باعث جیسے ساری انرجی نچڑ گئی تھی۔سوچنے سمجھنے کی ہر حس جیسے سلب ہو گئی تھی۔اب اس لمحے اسے سمجھ نہیں آیا تھا کہ کیسے ری ایکٹ کرے...؟

شام سے لے کر سارے راستے تک وہ یہی سمجھتی آئی تھی کہ وہ کڈنیپ ہو چکی ہے اور اب یہ کھلا تھا کہ ایسا کچھ تھا ہی نہیں... وہ تغلق فیملی کے فارم ہاؤس پر تھی... باخیریت... پہنچایا گیا تھا اسے... سو پھر اتنا دل کیوں جلایا گیا تھا؟

”کیا نہیں؟“ سارہ چونکی تھی۔

”ہم اسٹے نہیں کریں گے۔ابھی صرف ساڑھے نو بجے ہیں۔ہم بارہ بجے تک کام سمیٹ کر نکل سکتے ہیں۔“ انائیا ملک نے حتمی انداز میں کہا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”آپ ایشاع تغلق کو جانتی ہیں نا؟ ہر کام دس بار کروانے کی عادت ہے ان کو۔ایک ایک کام میں نقص نکالیں گی تو ساری رات یہیں گزر جائے گی۔“ سارہ متفکر تھی۔

”ایشاع یہیں ہیں؟“ انائیا چونکی تھی۔

”ہاں وہ اپنے ڈرائیور کے ساتھ ہم سے پہلے یہاں پہنچ چکی تھیں۔ہم تو بعد میں آئے۔ان کی یہ لمبی سی کار وہاں پہلے سے کھڑی تھی۔“ سارہ مسکرائی تھی۔

”ان امیر لوگوں کی زندگی کتنی مختلف ہوتی ہے ناں ہم سے... ہمیں کہیں آنا جانا ہو تو بھائی یا باپ کی طرف دیکھنا پڑتا ہے کہ وہ ہمیں لے کر جائیں گے یا واپس چھوڑیں گے۔باپ اور بھائی بھی اس کو

اپنی ذمے داری اور ڈیوٹی سمجھتے ہیں مگر امیروں کو اس بات کی فکر نہیں کرنا پڑتی۔ایک لمبی سی گاڑی ہوتی ہے۔ایک مؤدب ڈرائیور ہوتا ہے۔آرڈر دو تو کہیں بھی چھوڑ دیتا ہے۔“

ساره اور وہ ساتھ ساتھ چلتے ہوئے آگے بڑھنے لگے تھے۔

"مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ امیر کیئرلیس ہوتے ہیں۔معارج تغلق ایک اچھا بھائی ہے۔اپنی ذمے داری وہ سمجھتا ہے۔میں نے دیکھا اس نے اپنا بزنس ٹور منسوخ کر دیا صرف ایشاع کی مہندی کے لیے۔" وہ پہلی بار اس کی حمایت میں بول رہی تھی۔

"معارج تغلق اچھا بھائی ہے یا بیٹا۔یہ تو میں نہیں جانتی مگر میں ایک بات دیکھ سکتی ہوں کہ وہ کافی متاثرکن پرسنالٹی کا مالک ہے۔خاصا ڈیشنگ ہے۔یہ نک سک سے ہر گھڑی تیار... سوٹڈ بوٹڈ بندہ۔نہ چاہو تو بھی دوچار بار نگاہ بنا ارادے کے اس کی طرف اٹھ جاتی ہے۔" ساره مسکرا رہی تھی۔

"ویسے تو آپ ڈائریکٹ کمیونی کیٹ کر رہی ہیں سو ان کو بہتر ہی جانتی ہوں گی۔" ساره کی نظروں میں شرارت تھی۔اس کی دوست تھی ساره سو اتنی بے تکلّفی تو تھی کہ وہ ایسے مذاق کر سکتی مگر انائیا ملک نے کوئی نوٹس نہیں لیا تھا۔اس کا انداز کسی قدر کھویا کھویا سا تھا۔

اپنے ماتحتوں کو وینیو دکھا کر ضروری ہدایات دے کر پلٹی تھی جب رستم اس کے سامنے کافی کا مگ لیے کھڑا تھا۔

"شکریہ رستم! ایشاع بی بی کہاں ہیں؟" وہ اتنا تو جان گئی تھی کہ رستم اس خاندان کا بہت ذمے دار اور قابل بھروسہ ملازم ہے اور ایشاع کے ساتھ اس کا پایا جانا یہ ثابت کرتا تھا کہ تغلق خاندان اس پر بہت اعتبار بھی کرتا تھا۔وہ ایشاع کے لیے مختص کیا گیا تھا اسے چھوڑنے اور لانے کی ذمے داری اس کے سر تھی۔تب ہی وہ اس سے پوچھ رہی تھی۔

"ایشاع بی بی بڑی بی بی صاحب کے ساتھ ہیں۔آپ کو کوئی کام ہے؟" رستم مئودب لہجے میں بولا۔

"ہاں اگر ان کا یہاں آنا ممکن ہو تو انہیں پلیز انفارم کر دو۔مجھے ان سے یہاں کی ڈیکوریشن کے سلسلے میں کچھ کنسلٹ کرنا ہے۔" اس نے درخواست کی تھی۔ رستم نے مئودب انداز میں سر ہلایا تھا اور پلٹ کر اپنی بی بی صاحب کو انفارم کرنے نکل گیا تھا۔

وہ کافی کے سپ لیتی ہوئی کچھ فاصلے پر کھڑی ڈیکوریشن کا کام ہوتے دیکھ رہی تھی۔سر دکھ رہا تھا سو یہ کافی اس لمحے میں غنیمت لگی تھی۔

معارج تغلق سے تمام راستے دماغ کھپانے کے بعد جیسے ساری انرجی ویسٹ ہو گئی تھی۔

معارج تغلق جانے کہاں تھا؟ یہاں آنے کے بعد دکھائی نہیں دیا تھا۔کوئی "لاتعلقی" تھی۔یا "احتجاج" کا کوئی طریقہ تھا... یا پھر سرے سے کوئی واسطہ ہی نہ تھا۔یا وہ شرمندہ تھی اور تب ہی اس کے لیے سوچ رہی تھی اور اسے دیکھنے کی متمنی تھی۔

وہ چھوٹے چھوٹے سپ لے رہی تھی جب ایشاع وہاں آگئی۔وہ اس کے ساتھ بیٹھ کر تمام امور ڈسکس کرنے لگی تھی کہ اگر اسے کوئی اختلاف ہو تو وہ ضروری تبدیلیاں کر سکیں۔اسے ایشاع تغلق خاصی چوزی لگی تھی۔اس کے مطلب کا کام کرنا اس کا فرض تھا۔اگر اسے پسند نہیں آتا تو تبدیلی ضروری تھی۔تب ہی وہ ہر زاویے سے اسے ڈیکوریشن دکھا رہی تھی۔تب ہی نگاہ سامنے

اٹھی تھی جہاں معارج تغلق آتا دکھائی دیا تھا۔اس کی جانب نگاہ نہیں تھی۔عجیب بے تاثر انداز تھا۔وہ چلتا ہوا ان ہی کی جانب آ رہا تھا۔

مدّعا کیا تھا...؟

انانیا ملک کو توجہ ہٹانا پڑی تھی جب وہ چلتا ہوا ان کے قریب آرکا تھا۔اس کے لیے وہ لمحہ ایک مشکل لمحہ تھا۔شام میں جو کچھ بھی ہوا تھا اسے سوچ کر وہ خجلت تو محسوس کر رہی تھی۔

"ایشاع! آپ کو ڈنر کے بعد واپس جانا ہوگا۔بابا کا فون آیا ہے۔ان کو لگتا ہے آپ کی موجودگی وہاں ضروری ہے۔رستم گاڑی میں موجود ہے جب آپ یہاں سے فارغ ہو جائیں تو ڈنر ریڈی ہے۔اس کے بعد آپ کو گھر کے لیے نکلنا ہے۔" وہ بہت کیئرنگ انداز میں کہہ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے بھائی مگر میں یہاں رکنا چاہتی تھی تاکہ کوئی گڑبڑ نہ ہو اور ہر کام میری مرضی کا ہو۔" ایشاع بولی تھی۔

"آئی انڈراسٹینڈ مگر آپ کو ان کی صلاحیتوں پر بھروسہ کرنا چاہیے جب کہ وہ ایک بڑی کمپنی رن کر رہی ہیں۔ان کے لیے یہ ایک معمول کی بات ہے مگر

ہاں آپ سجیشن ضرور دے سکتی ہیں۔ ممی سے پوچھ لو اگر وہ یہاں رکنا چاہتی
ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ آپ ان کو ساتھ لے جا سکتی ہیں۔“ وہ بہن سے مخاطب
تھا۔ایشاع نے سر ہلا دیا تھا۔

”آپ یہیں رکیں گی؟“ ایشاع پوچھ رہی تھی۔

”جب تک کام ختم نہیں ہو جاتا یہاں ٹھہرنا ضروری ہے۔“ انداز بے تاثر تھا۔

”آپ بہت تھکے لگ رہے ہیں بھائی۔میں چاہتی تھی آپ آرام کر لیں۔“

ایشاع کیئرنگ انداز میں بولی تھی۔

”تمہاری شادی کے بعد ریسٹ کروں گا۔تم میری فکر نہ کرو۔“ بہن کے سر
پر محبت سے ہاتھ رکھا تھا۔ایشاع مسکرا دی۔

”بھائی! آپ کو ہمارے ساتھ ڈنر کرنا چاہیے۔یوں بھی اب تو میں دو ہی دن کی
مہمان ہوں آپ کے گھر میں۔“

”وہ گھر اور ہر شے تمہاری ہے ایشاع۔ایسی پاگل پن کی باتیں نہیں کرتے۔
دس بج رہے ہیں۔ڈاکٹر کی ہدایت ہے کہ ڈنر سات بجے سے آٹھ بجے تک ہو
جانا چاہیے۔تھری آورز بی فور بیڈ۔“ انائیا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ملک سر جھکائے کافی کے سپ لے رہی تھی۔

”آپ ڈنر نہیں کریں گی؟“ معارج تغلق نے بنا کسی تاثر کے اس کے جھکے
ہوئے سر کو دیکھا تھا۔انائیا ملک سر نہیں اٹھا سکی تھی۔نگاہ ملانا تو دور کی بات
تھی۔

”مجھے بھوک نہیں ہے۔“ اس نے دیکھے بنا کہا تھا۔

ایشاع اٹھ کر وہاں سے چلی گئی تھی۔

”آپ کو کھانا چاہیے۔“ کیسی ضد تھی؟ کیا وہ اس کا خیال کر رہا تھا؟

”مجھے بھوک نہیں ہے۔“ اس کا انداز قطعی تھا۔

معارج تغلق نے کچھ دیر رک کر جانے کیوں اسے تکا تھا پھر پلٹ کر چلتا ہوا
وہاں سے نکل گیا تھا۔اس کا پورا اسٹاف کام چھوڑ کر ڈنر کے لیے جا رہا تھا۔سارہ
نے اس کی طرف دیکھا تھا۔

”تم نہیں جاؤ گی؟“

”نہیں بھوک نہیں۔تم جاؤ۔“ انائیا ملک نے کافی کا سپ لے کر کپ ایک
طرف رکھا تھا۔

سب ایک ایک کر کے چلے گئے تھے۔وہ چلتی ہوئی اس ہال کے کونے پر آن رکی تھی۔آبشار کا وہ منظر دلکش تھا۔پھول جیسے ستاروں کی مانند ٹکے تھے۔اسے وہ منظر یاد آ گیا تھا جب وہ یہاں پہلی بار ایشاع اور اس کے ڈرائیور رستم کے ساتھ آئی تھی اور معارج تغلق اچانک ہی کہیں سے طوفان کی طرح گھوڑے پر سوار آیا تھا اور اسے یہاں لے آیا تھا۔وہ زخمی تھی۔تکلیف میں تھی مگر یہ منظر تب بھی اتنا ہی دلکش لگا تھا۔وہ اس کیفیت میں بھی اس جگہ کی خوب صورتی پورے طور پر محسوس کر پائی تھی تب ہی اس جگہ کو سنگیت کے لیے منتخب کیا تھا۔

اور آج جب وہ ذہنی طور پر تھکی ہوئی تھی۔منتشر تھی۔اندر ایک فشار تھا تو تب بھی یہ منظر اتنا ہی دلکش لگ رہا تھا۔

دور تک پھیلا اندھیرا اپنے اندر ایک عجیب اسرار رکھتا تھا۔ویسے ہی اسرار جو معارج تغلق کے اندر بھی شاید تھے۔

کتنا عجیب بندہ تھا۔

چاہتا کیا تھا...

ایسا ڈرامہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

وہ راستہ مختلف تھا۔طوالت تھی تو وہ اسے سبب بتا بھی تو سکتا تھا جب کہ سارہ کو اسے پک کرنے سے پہلے ہی فون کر کے بتا چکا تھا تو پھر اسے بے خبر رکھنے کی کیا تک تھی؟

آہٹ ہوئی تھی۔اس نے پلٹ کر دیکھا تھا۔رستم مئودب سا ٹرے لیے کھڑا تھا۔

"بی بی صاحب! آپ کا کھانا۔" وہ ٹرے درمیانی گول میز پر رکھ کر پلٹ گیا تھا۔انائیا ملک نے کسی شے کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔پلٹ کر دوبارہ اس گرتے ہوئے آبشار کو دیکھنے لگی تھی۔وہ اتنی مگن تھی کہ معارج تغلق کے قدموں کی آہٹ تک سن نہیں پائی تھی مگر وہ مانوس آواز اور لہجہ اسے متوجہ کر گیا تھا۔

"مجھے بھی اس آبشار کو دیکھنا بہت اچھا لگتا تھا۔میں جب بھی مما بابا کے ساتھ بچپن میں یہاں آتا تھا تو پہروں خاموشی سے اس منظر کو کھڑا دیکھتا تھا۔گھپ اندھیرے میں کھلے یہ سفید دودھیا پھول میری ساری توجہ اپنی جانب کھینچ لیتے

تھے۔مجھے لگتا تھا ابھی کوئی پری کسی پَروں والے گھوڑے پر سوار آئے گی۔ میں پلک جھپک نہیں پاؤں گا اور سارا منظر روشنی سے بھر جائے گا۔ایک بار مجھے ممی نے بتایا تھا۔انہوں نے بڑوں سے سنا ہے کہ وہاں ان آبشاروں میں پریوں کا ڈیرا ہے۔میں خاصا انٹیلکچوئیل بچہ تھا۔ان باتوں پر اتنا اعتقاد تو نہ تھا مگر کچھ اصرار تھا کہ یقین کرنے کو دل چاہتا تھا۔" انائیا ملک نے کنی کترائی آنکھوں سے دیکھا تھا۔وہ بھرپور اس منظر پر نظر جمائے کھڑا تھا مگر اتنا تو پتا تھا کہ اس کی مخاطب وہی تھی۔

"آپ کو پریوں کی ان کہانیوں پر یقین ہے؟" معارج تغلق نے دریافت کیا تھا۔نگاہ اس کے چہرے پر ٹکا دی تھی مگر وہ متوجہ نہیں ہوئی تھی۔یک دم پلٹی تھی۔وہاں سے دور نکل جانا چاہا تھا جب اسے احساس ہوا تھا کہ اس کا ہاتھ کہیں وہیں کسی کی گرفت میں دبا رہ گیا ہے۔

وہ چونکی تھی۔پلٹ کر دیکھا تھا۔معارج تغلق اس کے ہاتھ کی مخروطی انگلیوں کو خاصی رغبت سے دیکھ رہا تھا۔وہ جان نہیں پائی تھی ارادہ اب کیا تھا؟ یا تیور

کیا تھے...؟ اس بندے کے چہرے سے اس کے موڈ کا احساس کرنا ذرا مشکل تھا۔

"آپ نے ڈنر نہیں کیا؟" سوال ہوا تھا۔انداز کیئرنگ تھا۔

"آپ نے ایسا کیوں کیا؟" انائیا ملک نے وضاحت چاہی تھی۔

"آپ کو کھانا چاہیے۔کام کرنے کے لیے انرجی کی ضرورت ہوتی ہے اور انرجی کھانے سے آتی ہے۔

"آپ نے بتایا کیوں نہیں؟" انائیا ملک اپنے سوالوں کے جواب چاہتی تھی۔

"شاباش چلیں کھا لیں۔" وہ اسے بچوں کی طرح پچکار رہا تھا۔

"اتنا ڈرامہ کیوں کیا آپ نے؟" انائیا ملک کی سوئی وہیں اٹکی تھی۔

"آپ کے ہاتھ خوب صورت ہیں۔" ایک انکشاف ہوا تھا۔

"معارج تغلق۔" وہ زچ ہو گئی تھی۔

"آپ نے انگیج منٹ رنگ نہیں پہنی؟" وہ بغور جائزہ لے رہا تھا۔

"آپ نے بتایا کیوں نہیں؟ جب سب جانتے تھے تو مجھے کیوں بے خبر رکھا گیا...؟" انائیا ملک کی کچھ دیر پہلے تک کی خجلت اس لمحے احتجاج کا روپ اختیار کر چکی تھی۔

"کیسی محبت ہے یہ؟" معارج تغلق کا انداز سرگوشی کا سا تھا۔"آپ نے رنگ بھی نہیں پہنی اور آپ دعویٰ کر رہی تھیں کہ آپ..."

"مجھے اتنا ستایا... اتنا رلایا... میرے احساسات کی جیسے کوئی وقعت نہیں۔مذاق بنا دیا..." آنکھیں پانیوں سے بھر گئی تھیں۔معارج تغلق نے ایک ہلکے سے جھٹکے سے اسے قریب کھینچ لیا تھا۔

"کیسی محبت ہے یہ؟" ایک عجیب جنونی سی سرگوشی تھی۔ایک قربت تھی۔اس کی گرم سانسوں کو وہ اپنے چہرے پر محسوس کر رہی تھی مگر جیسے وہ اتنی نڈھال تھی کہ احتجاج تک نہ کر پائی تھی۔نہ کوئی مزاحمت کی تھی نہ احتجاج... وہ جیسے اس لمحے اس کے حصار میں کھڑی تھی۔

بس دیکھ رہی تھی اس کی جانب ساکت سی... آنکھوں کی طغیانی بڑھی تھی اور پانی بند توڑ کر رخساروں پر بہہ نکلا تھا۔

معارج تغلق نے بغور اس چہرے کو دیکھا تھا۔ان آنکھوں میں جھانکا تھا پھر بہت سہولت سے ہاتھ بڑھا کر اس کے رخساروں پر پھیلتے ان گرم آنسوؤں کو اپنی انگلیوں کی پوروں پر چن لیا تھا۔

"محبت نہیں۔" ایک عجب سرگوشی تھی۔"جھوٹ ہے... ہے نا؟" اس کی منطق عجیب تھی۔

"مجھے جھوٹ کیوں کہا؟" وہ پوچھ رہی تھی۔چہرے پر آئی بالوں کی لٹوں کو ہاتھ سے پیچھے سرکایا تھا۔

"مجھ سے بچ نکلنے کی راہ تھی نا؟ اور کچھ نہیں...؟" وہ جانچ پڑتال کر رہا تھا۔

اس کی نظروں کی تپش اس کے چہرے کو جیسے جلا رہی تھی۔گرم سانسوں کی تپش عارض دہکا رہی تھی۔وہ جیسے جل جانے کو تھی جب اچانک ان بازوؤں کا حصار توڑ کر باہر نکلی تھی اور الٹے قدموں چلتی ہوئی پیچھے ہٹنے لگی تھی۔

"جھوٹے ہیں آپ۔مجھے تنگ کرنے کے جتن کرتے ہیں۔"

"محبت ایسی نہیں ہوتی انائیا ملک... ایسی نہیں ہوتی اور ایسے نہیں ہوتی۔" وہ بضد تھا۔

"آپ دھوکے باز ہیں۔ مجھے پریشان کرنے کی راہ ڈھونڈتے ہیں۔ طریقے تلاش کرتے ہیں۔ مجھے چونکانے کے... حیران کرنے کے... چاہتے کیا ہیں آپ؟ کیوں نہیں بتایا مجھے سچ... سارا راستہ ناک میں دَم کیے کیوں رکھا... چین سے سکون کی سانس نہیں لینے دی۔ میں جیسے سُولی پر لٹکی ہوئی تھی اور آپ لطف لے رہے تھے۔ مذاق بنا رہے تھے میرا اور آپ کو مزا آ رہا تھا۔ آپ ہر گھڑی مجھے اپنا تختۂ مشق کیوں بنائے رکھتے ہیں...؟ اپنے کام سے کام کیوں نہیں رکھتے...؟"

بھیگی آنکھوں سے وہ شکوہ کناں تھی۔

معارج تغلق نے اس کی جانب پیش قدمی کی تھی۔

"جھوٹی ہیں آپ۔ دو پیر جوڑ کر جھوٹ بولتی ہیں۔ سب جھوٹ کہا آپ نے اب تک جو بھی کہا۔ صرف جھوٹی کہانیاں تھیں۔ آپ کو عادت ہے قصے گھڑنے

کی... اپنے طور پر کچھ بھی اخذ کرنے کی۔" ایک ایک قدم اس کی جانب بڑھ رہا تھا۔ وہ الٹے قدم چلتی دیوار سے جا لگی تھی۔

معارج تغلق نے دیوار پر ہاتھ ٹکا کر جیسے فرار کی تمام راہیں مسدود کر دی تھیں۔

"آپ کو عادت ہے کچھ بھی سوچ لینے کی۔ میں ہر بات کی وضاحت نہیں دے سکتا آپ کو، مگر ایک بات بتانا چاہتا ہوں آپ کو۔ میں دھوکے باز نہیں نہ ہی فریبی ہوں۔ میں جو بھی کہتا ہوں ڈنکے کی چوٹ پر کہتا ہوں اور سینہ ٹھونک کر کرتا ہوں۔ میں بزدل نہیں۔ ناریاکار... مگر آپ کی یہ آنکھیں جھوٹی ہیں۔ فریبی ہیں... فن جانتی ہیں آپ جھوٹ کہنے کا اور کہانیاں گھڑنے کا۔ سچ کہوں تو اعتبار کرنے کو دل چاہتا ہے۔ آپ کا جھوٹ بھی سچ کی طرح دلکش ہے۔"

مدہم لہجے میں بہت سے شکوے تھے اور انداز الزام دیتا ہوا تھا۔

معارج تغلق نے ایک انگلی اس کی چمکتی روشن پیشانی پر رکھی تھی۔ ایک صراط بنائی تھی۔ پیشانی سے لبوں تک کی اور انگلی گداز لبوں پر ٹکا دی تھی۔

"آپ کے یہ لب جو بھی کہتے ہیں تو اعتبار کرنے کو دل کرتا ہے۔دل کتنا ہی بے ایمان کیوں نہ ہو مگر اس لمحے میں ایمان لانے کو دل چاہتا ہے مگر اس سے اگلے ہی پل ساری حقیقت کسی خواب کی مانند عیاں ہو جاتی ہے۔جیسے آنکھیں خواب سے جاگ گئی ہوں۔سب خواب اپنی جگہ۔ساری کہانیاں بھی جھوٹی سہی مگر ایک بات ہے جو ان سب پر بھاری ہے اور وہ ہے آپ کی دلکشی... اسے نہیں جھٹلایا جا سکتا کہ آپ کی آنکھیں جیسے اسم پھونکتی ہیں اور یہ لب جادو کرتے ہیں۔ایک ایسا حصار باندھتے ہیں کہ خود کو بیڑیوں میں جکڑا محسوس کرتا ہوں۔سب جھوٹ جاننے کے باوجود آپ پر ایمان لانے کو دل کرتا ہے۔ایسا کیا ہے آپ میں... ان آنکھوں میں...؟ قصور آپ کا ہے۔الزام مجھے دیتی ہیں آپ۔بے بس مجھے آپ کرتی ہیں اور واویلا بھی خود ہی کرتی ہیں۔کیا یہ ٹھیک ہے...؟ حشر بھی خود اٹھاتی ہیں اور طوفان بھی خود لاتی ہیں اور پھر شکوہ کرتی ہیں کہ طغیانی بھی نہ ہو... کیا یہ جائز ہے؟" وہ عجیب پرشکوہ انداز میں کہہ رہا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"چور کہتی ہیں آپ مجھے۔یہ تک نہیں غور کرتیں آپ کہ کبھی کسی چور لمحے کا تعاقب نہیں کیا میں نے۔کبھی کسی کمزور لمحے کا فائدہ نہیں اٹھایا پھر چور کیونکر ہوا میں...؟" وہ باور کرا رہا تھا مدہم لہجے میں گھمبیرتا تھی۔"چور تو آپ ہیں۔دبے قدموں آتی ہیں۔آہٹ بھی نہیں کرتیں۔سیاہ وسفید اپنے نام کر لیتی ہیں اور الٹا الزام بھی دھر دیتی ہیں۔کیا یہ ٹھیک ہے...؟" وہ جیسے طے کر کے آیا تھا سارے حساب آج ہی بے باق کر دے گا۔

انائیا ملک کے لیے ان آنکھوں کی تپش کو جھیلنا آسان نہ تھا مگر وہ اس حصار کو دوسری بار توڑنے کی سکت اپنے اندر جیسے نہیں رکھتی تھی۔

"فرق دیکھئے۔آپ کے ہر جھوٹ پر ایمان لاتا ہوں میں اور آپ میرے سچ کو جاننے کی بھی سعی نہیں کرتیں اور اس پر الزام دھرتی ہیں اور شکوے بھی کرتی ہیں۔آپ بچی نہیں جو آپ کو ایک ایک چیز کھول کر بتائی جائے۔تب

ہی آپ کو پتا چلے۔کچھ باتوں کے لیے سینس میک کرنا پڑتا ہے۔ہے نا...؟ خود کی عقل بھی استعمال کرنا پڑتی ہے۔" وہ اسے جتا رہا تھا۔

کیا وہ واقعی اتنی ناسمجھ تھی اس کی دانست میں...؟

اتنی احمق تھی...؟

اتنی پاگل تھی...؟

یہ سارے الزام کیوں تھے...؟

کیا جتانا چاہتا تھا وہ...؟ کیا سچ میں اتنی بچی تھی کہ وہ سمجھ نہیں رہی تھی... یا سمجھنے کی سکت نہیں رکھتی تھی...؟

وہ خالی خالی نظروں سے اس کی سمت دیکھ رہی تھی۔کتنی شفّاف تھیں اس شخص کی آنکھیں... ان شفّاف آئینوں کے پیچھے کیا بھید تھے...؟ کیا کتھائیں تھیں؟ کیا کہانیاں تھیں کہ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی؟

کیا اسے جاننے کی سعی کرنا چاہیے تھی؟ اس کا ذہن خالی تھا... دماغ سُن تھا... جیسے وہ صرف منظر دیکھ رہی تھی اور منظروں سے دماغ کا کوئی رابطہ

نہیں بن رہا تھا۔اس گومگو سی کیفیت میں معارج تغلق نے اسے یوں ہی الجھا ہوا چھوڑنے کا فیصلہ کیا تھا اور چلتا ہوا وہاں سے نکل گیا تھا۔

انائیا ملک ساکت سی وہیں دیوار سے چپکی کھڑی رہی تھی۔خالی خالی نظروں سے ان منظروں کو تکتی...

...☆☆☆...

ہاسٹل کا منظر عجیب تھا۔عجیب افراتفری تھی۔اناہیتا بیگ ساکت سی کھڑی رہ گئی تھی جب کہ عدن بیگ آگے بڑھ گیا تھا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟ پارسا چوہدری کہاں ہے؟" وہ جیسے اپنے آپ سے مخاطب تھی۔متلاشی نظروں سے یہاں وہاں دیکھا تھا۔پاس سے گزرتی ایک لڑکی کو متوجہ کیا تھا۔

"ایکسکیوزمی۔یہاں کیا ہو رہا ہے؟"

"پولیس کا چھاپہ پڑا ہے۔یہاں کچھ عجیب کام ہو رہا تھا۔ہاسٹل کی آڑ میں اس جگہ کو مِس یوز کیا جا رہا تھا۔کچھ گرفتاریاں بھی ہوئی ہیں۔آپ کون ہیں؟" اس لڑکی نے تفصیل بتا کر وضاحت چاہی تھی۔

"میں اناہیتا بیگ ہوں۔یہاں ہاسٹل میں میری دوست رہتی ہے۔میں اسی کے لیے آئی ہوں۔آپ جانتی ہیں اسے؟" پارسا چوہدری...؟" اناہیتا بیگ نے ایک آس سے اسے دیکھا تھا۔

"پارسا چوہدری تو ابھی یہیں تھی۔ایکچوئیلی پولیس گرلز ہاسٹل کے سب رومز کی تلاشی لے رہی تھی سو بہت سی لڑکیاں گھبرا گئیں۔زمین تو میرے پاؤں کے تلے سے بھی نکل گئی تھی۔عزت کا معاملہ ہے۔ڈر تو لگتا ہے نا؟" لڑکی کہہ کر پلٹی تھی اور غالباً اپنے گھر میں کسی سے بات کرنے لگی تھی۔

اس نے یہاں وہاں دیکھا تھا۔دو چار لڑکیوں سے پارسا کے بارے میں پوچھا تھا پھر عدن کا نمبر ملایا تھا۔

"بھائی تمہیں نظر آئی پارسا؟ میں یہاں دیکھ رہی ہوں۔مجھے قصہ تو پتا چل گیا ہے۔یہاں حالات ٹھیک نہیں ہیں۔سچویشن بہت غلط ہے۔پارسا یقینا پریشان ہوگی۔" اناہیتا کو دوست کی بہت فکر تھی۔

"جانتا ہوں مگر مجھے ابھی تک وہ دکھائی نہیں دی ہے۔میں بھی اسے ڈھونڈرہا ہوں۔" عدن نے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے کہا تھا۔"تم فکر مت کرو۔میں

دیکھتا ہوں۔پولیس گرلز ہاسٹل کی لڑکیوں اور انتظامیہ کو گرفتار کر کے لے گئی ہے۔اس فہرست میں پارسا چوہدری کا نام درج نہیں ہے۔اس کا مطلب ہے وہ یہیں کہیں ہاسٹل میں ہے۔"

عدن نے ایک روم جھانکا تھا۔دوسر... پھر تیسرا... تب ہی ایک ہال میں میز کے نیچے اسے گرین دوپٹے کا کونہ دکھائی دیا تھا اور کچھ سرسراہٹ محسوس ہوئی تھی۔وہ فون بند کر کے اس جانب بڑھا تھا۔

اسے اس کی سچویشن کا اندازہ تھا جو آہٹ کرنا مناسب نہ لگا تھا۔وہ غالباً اور بھی سہم جاتی۔اس سچویشن میں جب کہ وہ ڈری ہوئی تھی۔اسے جانے کیوں یقین تھا کہ وہاں ٹیبل کے نیچے وہی ہے۔ٹیبل کے قریب پہنچ کر وہ بہت آہستگی سے گھٹنوں کے بل جھکا تھا۔بیٹھ کر دیکھا تھا۔اور اس کے اندر ایک اطمینان اترا تھا۔وہاں خوف زدہ انداز میں گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے وہی تھی۔انتہائی سہمی ہوئی نگاہ۔پسینے سے تر بتر چہرہ... اسے دیکھ کر وہ گھٹنوں کے بل رینگتی ہوئی ایک دم باہر آئی تھی اور اس کے ساتھ لپٹ گئی جیسے کوئی بچہ کسی اپنے

کو دیکھ کر خود پر ضبط کے پہرے نہیں لگا پاتا۔اس کے شانے پر سر رکھ کر وہ رو رہی تھی۔

وہ کٹھئی آنکھوں والی لڑکی جو ہمیشہ اس سے دور دور رہی تھی۔اس سے لیے دیے انداز میں بات کرتی تھی۔اس گھڑی اس کے شانے پر سر رکھے رو رہی تھی۔

اسے تسلّی درکار تھی۔

تحفّظ درکار تھا۔

عدن بیگ نے اس کے گرد بازو پھیلایا تھا۔

لمس احساس دلانے کے لیے تھاکہ وہ تنہا نہیں ہے۔

کوئی اس کے ساتھ ہے۔

...☆☆☆...

”گیارہ بج رہے ہیں مجھے فکر ہو رہی ہے۔“ ممی نے بیسواں چکر کاٹ کر ایک بار پھر کہا تھا۔نانا نے ان کی طرف دیکھا تھا اور مسکرا دیے تھے۔

”بیٹا ابھی تیسری بار تو بات ہوئی ہے آپ کی انائیا سے... اس کی پوری ٹیم وہاں ہے۔سارہ بھی وہاں ساتھ ہے۔اس کا کام ہے یہ... پریشانی کی بات کیا ہے وہ وہاں تنہا تو نہیں ہے...“ بہت آرام سے سمجھایا تھا۔

”ہاں تنہا تو نہیں ہے مگر شہر سے اتنی دور تو ہے اور رات بھی ہو گئی ہے۔مجھے فکر تو ہو گی نا...“ ان کا دل ماں کا دل تھا۔خوامخواہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر گھبرانا... فکر کرنا شرط تھا۔

”آخری بار جب فون کیا انائیا نے تو کیا کہا...؟ کب تک کام ختم ہو جائے گااس کا؟“ نانا نے دریافت کیا۔

”کہہ رہی تھی۔ہم کوشش کر رہے ہیں کہ کام بارہ بجے تک ختم ہو جائے مگر مجھے اس کی آواز ٹھیک نہیں لگی تھی۔عجیب نحیف اور تھکی تھکی سی لگ رہی تھی۔پتا نہیں اس نے کچھ کھایا بھی کہ نہیں...؟ میں سارہ کو فون کرتی ہوں اور اس سے پوچھتی ہوں کہ اس نے کچھ کھایا ہے کہ نہیں...؟ یوں ہی کام میں لگی ہے...“ ممی نے سیل فون اٹھا کر ڈائریکٹری میں سارہ کا نمبر دیکھا تھا۔

"ایک تو اس لڑکی کو بالکل بھی خیال نہیں اپنا۔اتنی بڑی ہو گئی مگر اب بھی ہر بات کی فکر مجھے کرنا پڑتی ہے۔" نمبر ملا کر رابطہ ہونے کا انتظار کیا تھا۔

"سارہ! میں آنٹی۔ایک بات پوچھنا تھی۔انائیا ٹھیک ہے۔؟ اس نے کچھ کھایا یا نہیں؟"

"آنٹی! آپ فکر نہ کریں۔ہم سب یہاں ہیں اور انائیا بالکل ٹھیک ہے۔میں نے ایک کباب اسے زبردستی کھلا دیا تھا اگرچہ وہ کہہ رہی تھی کہ اسے بھوک نہیں ہے۔" سارہ نے تسلّی دی تھی۔

"اور کتنا کام باقی بچا ہے؟ بارہ بجے تک ختم ہو جائے گا نا؟"

"جی آنٹی! ہم کوشش کر رہے ہیں۔ہم ٹائم پر کام ختم کر کے گھر پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔آپ فکر نہ کریں۔" سارہ نے اطمینان دلا کر فون کا سلسلہ منقطع کیا تھا۔

ممی کو کچھ اطمینان ہوا تھا۔فون ٹیبل پر رکھ کر چلتی ہوئی فریج کی طرف بڑھیں اور بوتل نکال کر دو چار گھونٹ لیے تھے اور بوتل دوبارہ رکھ کر نانا کی طرف پلٹی تھیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"دیکھا ڈیڈی آپ نے۔اس لڑکی کو کھانے تک کا ہوش نہیں۔مجھے تو فکر ہے شادی کے بعد یہ کیا کرے گی؟ کون کرے گا اس کی اتنی فکر...؟
سسرال میں حالات مختلف ہوتے ہیں۔انائیا ان باتوں کی سمجھ بوجھ نہیں رکھتی ابھی۔" ماں کے لیے وہ اب بھی کوئی بچی سی تھی۔وہ ایک ایک بات کی فکر کر رہی تھیں۔ہر زاویے سے سوچ رہی تھیں۔

نانا جو غیر ملکی نیوز چینل پر خبریں دیکھ رہے تھے ٹی وی کا والیم کم کر دیا تھا۔بیٹی کی طرف دیکھا تھا۔

"فکر مت کرو۔وقت پڑنے پر ہر کوئی سیکھ جاتا ہے۔آپ بھی تو ایسی ہی تھیں نا... مجھے اور آپ کی ممی کو لگتا تھا ہمیں ہمیشہ آپ کی انگلی پکڑ کر آپ کو گائیڈ کرنا پڑے گا... مگر وقت کے ساتھ ساتھ کتنا سیکھا آپ نے... آج ایک اچھی ماں ہو اور اولاد کامیاب ہے۔یہ تمہاری اچھی تربیت کا ہی تو اثر ہے۔اگر تم یہ سب نہ کرتیں تو یہ کیسے ممکن ہو پاتا؟" نانا ممی کو سمجھا رہے تھے۔

"ہاں ڈیڈی! شاید ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ۔میں نے بہت محنت کی۔بیٹی کو بہت اونچا پہنچایا۔ایک کامیاب انسان بنایا مگر میں آج بھی ڈرتی ہوں۔اگر اسے ذرا سی بھی تکلیف ہو تو میرا دل دہل جاتا ہے۔شاید آپ اور ممی بھی میرے لیے ایسا ہی سوچتے تھے مگر کبھی کبھی اولاد ماں باپ کی سوچوں تک رسائی نہیں رکھتی۔نہیں سمجھتی... مگر جب سمجھتی ہے تو وقت بہت گزر چکا ہوتا ہے۔میں اچھی ماں بن پائی مگر... ایک اچھی بیوی..." کچھ کہتے کہتے وہ چپ سی ہو گئی تھیں۔

"زائرہ! کیوں اتنا سوچ رہی ہو؟" نانا اٹھ کر ان کی سمت آئے تھے۔اسے ساتھ لگا کر اس کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھا تھا۔

"جو بھی ہوا اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں۔خود کو الزام دینا اچھی بات نہیں۔ کوئی وقت بھی غلط ہوتا ہے۔وہ وقت غلط تھا۔تمہارا فیصلہ غلط نہیں تھا۔" نانا نے سمجھایا تھا۔

"ڈیڈی! میں نے تنہا وہ سب کیا جس میں کسی کو میرے ساتھ ہونا چاہیے تھا۔ آج اگر اس کی کامیابی کی ذمے دار میں خود کو سمجھ رہی ہوں تو کل شاید کسی

ایک چھوٹی سی بات کے لیے بھی مجھے الزام دیا جائے۔اگرچہ میں نے ماں اور باپ کی ذمے داری ایک ساتھ پوری کی مگر میں باپ نہیں بن سکی۔آج بھی ماں ہوں۔" زائرہ ملک کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔

"اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں کو لے کر خوامخواہ چُپ ہو جاتی ہو تم زائرہ۔اب فکر کی کیا بات ہے...؟ سب ٹھیک ہے ناں؟" نانا پیار سے انھیں پچکار رہے تھے۔ مگر اولاد کو دکھ میں دیکھنا اتنا آسان نہیں شاید کیونکہ ان کی خود کی آنکھیں بھی بھیگ رہی تھیں۔

ظ...ٹ...ظ

انابیتا بیگ کی جان میں جان آئی تھی جب اس نے عدن کو پارسا چوہدری کے ساتھ آتے دیکھا تھا۔وہ بہت ڈری سہمی اور خوفزدہ لگ رہی تھی اور وہ اس کی سچویشن سمجھ سکتی تھی۔قریب آنے پر اس نے

پارسا کو ساتھ لگایا تھا۔

"فکر نہ کرو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ہم ہیں نا۔" اس نے پارسا کو تسلی دی تھی اور اس کے ساتھ گاڑی کی سمت بڑھنے لگے۔

"میں نے تمہیں کئی بار کہا تھا نا کہ اس گرلز ہاسٹل کو چھوڑ کر ہمارے گھر منتقل ہو جاؤ مگر تم کبھی سننے پر قائل نہیں تھیں۔" اناہیتا بیگ نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔

"اناہیتا! اسے کچھ مت کہو۔تم حالت دیکھ رہی ہو اس کی۔" عدن نے بیک مرر سے دیکھا تھا۔

"جانتی ہوں بھائی مگر پارسا کو سمجھنا چاہیے۔اس کی دوست ہوں میں۔اس کے لیے کبھی غلط تو نہیں چاہوں گی نا میں۔"

"اناہیتا ٹھیک کہہ رہی ہے عدن۔مجھے اس کی سننا چاہیے تھی مگر میں کسی کا احسان لینا نہیں چاہتی تھی۔" پارسا چوہدری صاف گوئی سے بولی تھی۔

"احسان کیسا... ہم دوست ہونے کے ناتے ایک دوسرے کی تھوڑی بہت مدد کریں تو اس میں کیا برا ہے...؟" اناہیتا نے کہا تھا۔

پارسا کچھ بولے بنا سیٹ کی پشت گاہ سے سر ٹیک کر آنکھیں موند گئی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"پارسا! آر یو اوکے؟" اناہیتا بیگ کو فکر ہوئی تھی۔

پارسا نے آنکھیں کھولے بنا سر ہلایا تھا۔

"بھائی! کسی مارٹ پر روکنا۔منرل واٹر لینا ہے۔" اناہیتا بولی تھی۔عدن نے سر ہلا دیا تھا۔

...☆☆☆...

کام جلدی ختم کرنے کے چکر میں بھی دو بج گئے تھے۔

اسٹاف تھک گیا تھا مگر وہ رکنے کا رسک نہیں لے سکتے تھے کہ کل موسم فورکاسٹ تھا۔اندیشہ تھا برا ہوگا۔تب ہی وہ گھر لوٹ جانا چاہتے تھے اور یہ اس کی ذمے داری تھی کہ تمام اسٹاف کو بخیر وعافیت پہنچائے۔تب ہی کام ختم ہونے کے بعد وہ اسٹاف کو گاڑی میں بٹھا رہی تھی تب معارج تغلق بھی اپنی ذمے داری محسوس کرتے ہوئے وہاں آ گیا تھا۔

"سارا اور آپ میری گاڑی میں آجائیں۔ہم ساتھ نکلیں گے۔وقت زیادہ ہو گیا ہے۔اس وقت آپ کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔یہ مناسب نہیں ہوگا۔" اس کی جانب بنا دیکھے وہ بولا تھا اور پھر پلٹ کر اسٹاف کی گاڑی کے ڈرائیور کو ضروری

ہدایات دینے لگا تھا کہ کس راستے سے جانا مناسب ہے اور گاڑی کو قابو کرنا ہے۔

سارہ اور وہ چپ چاپ گاڑی میں آن بیٹھی تھیں۔وہ سارہ کے ساتھ پچھلی سیٹ پر تھی جب اس نے آ کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی تھی۔بیک مرر سے اسے بغور دیکھا تھا۔مگر کچھ کہانہیں تھا اور گاڑی خاموشی سے آگے بڑھا دی تھی۔پورے راستے کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔

معارج تغلق نے پہلے سارہ کو اور پھر اسے اس کے گھر کے سامنے چھوڑا تھا۔گاڑی تب تک آگے نہیں بڑھائی تھی جب تک نانا نے دروازہ نہیں کھولا اور وہ اندر نہیں چلی گئی تھی۔تب اس نے اسٹاف کی گاڑی جو اَب تک اس کی گاڑی کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی' کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا تھا اور خود آ کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی تھی اور گاڑی "تغلق پیلس" کی سمت بڑھا دی تھی۔

اتنی تھکن کے باوجود ذہن ایک بار بھی اس کے خیال سے ہٹ نہیں رہا تھا۔بے دھیانی میں ایک نظر فرنٹ سیٹ کو دیکھا تھا۔جہاں جاتے ہوئے وہ بیٹھی تھی اور پورے راستے لڑتے جھگڑتے گئی تھی۔

وہاں کوئی شے چمک رہی تھی۔

اس نے اٹھا کر دیکھا تھا۔اس کا ائیر رنگ تھا۔ننھا منا سا... گولڈ کا چھوٹا سا ائیر رنگ معارج تغلق نے ایک نگاہ بغور دیکھا تھا۔مٹھی میں رکھے ائیر رنگ کو محسوس کیا تھا جیسے اس کے لمس کو محسوس کر رہا ہو پھر اٹھا کر کوٹ کی جیب میں رکھ لیا تھا۔

جانے کیوں اس کی پھیلی بھیگی آنکھیں اس کے دھیان میں آگئی تھیں۔

ذہن بہت سے خیالوں سے بھرا الجھتا رہا تھا۔

...☆☆☆...

ممی نے اسے نہیں جگایا تھا۔وہ دیر تک سوتی رہی تھی۔دو بجے جب سیل فون کے بجنے پر آنکھ کھلی تھی۔اس نے مندی آنکھوں سے کال پک کی تھی۔
دوسری طرف سارہ تھی۔

"تم آفس نہیں آ رہی ہو آج؟"

"پتا نہیں سارہ بہت تھکن محسوس کر رہی ہوں۔تم کب آفس پہنچیں؟"

”میں تو بارہ بجے آ گئی تھی۔ تین اہم میٹنگ بھی نمٹا چکی ہوں۔ سوچا تمہیں بھی فون کر کے پوچھ لوں کیونکہ مسز ہمدانی کی کال آئی تھی اور وہ کام کے معاملے میں ایشاع تغلق سے بھی زیادہ چوزی لگ رہی ہیں۔ تم اگر ریڈی ہو تو آج کی میٹنگ فکس کر دوں؟“ سارہ نے پوچھا۔

”نہیں آج نہیں۔ میں مسز ہمدانی سے خود بات کر لوں گی۔ تم فکر مت کرو۔ میں آفس آتی ہوں۔“ وہ سلسلہ منقطع کرتی ہوئی کمبل ہٹا کر اٹھی تھی۔ ریموٹ اٹھا کر اے سی کی کولنگ کم کی تھی اور واش روم

میں گھس گئی تھی۔ شاور لے کر باہر نکلی تھی تو ممی ناشتے کی ٹرے لے کر اس کے کمرے میں آ چکی تھیں۔

”تم آفس جانے کے لیے ریڈی ہو رہی ہو؟“ ممی نے اس کے لیے چائے نکالتے ہوئے پوچھا تھا۔

”جی مم! سارہ کا فون آیا تھا۔ وہ میرے بنا سب ہینڈل نہیں کر سکتی۔“ اس نے لبوں پر ہلکے پنک کلر کی لپ اسٹک پھیری تھی۔ آئینے میں دیکھ کر ہونٹ سکوڑے تھے پھر اطمینان کر کے کاجل کی ایک باریک لکیر آنکھوں پر لگائی تھی کہ آج اسے اپنا چہرہ خود کچھ بیمار بیمار سا لگ رہا تھا۔ عموماً وہ کاجل وغیرہ استعمال نہیں کرتی تھی۔

”اب فارغ ہو گئی ہو تو یہاں آ جاؤ۔ چائے اور ناشتہ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ مجھے لگا تھا آج تمہارا ارادہ چھٹی کرنے کا ہے۔“ ممی نے کہا تھا۔

”ارادہ تو تھا مگر سارہ کا فون آ گیا تو لگا ساری ذمے داری اس بے چاری کے کاندھوں پر ڈال دینا بھی ٹھیک نہیں۔ ویسے آپ کوئی ضروری بات کرنا چاہ رہی ہیں؟“ انائیا نے آئینے میں ماں کے چہرے کو بغور دیکھا تھا۔

”تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں کوئی ضروری بات کرنا چاہتی ہوں؟“ ممی حیران ہو رہی تھیں۔

"میں آپ کی بیٹی ہوں ممی! مجھے پتا چل جاتا ہے۔" وہ اٹھ کر ان کی طرف آئی تھی۔"اچھا اب بتائیں کیا بات ہے؟" چائے کا کپ اٹھا کر لبوں سے لگایا تھا۔

"بھائی اور بھابی آج شام آئیں گے۔تم بھی جلدی چلی آنا۔" اسے مطلع کیا تھا۔

"میں جلدی چلی آؤں...؟ میرا آنا کیا ضروری ہے؟ ماموں مامی پہلی بار تو نہیں آ رہے۔" وہ توس پر بٹر لگاتے ہوئے بے دھیانی میں بولی تھی۔

"انایا!" ممی نے اسے جتاتی نظروں سے دیکھا تھا۔

"اوہ اوکے۔" وہ چونکی تھی۔عدن کی اور اس کی ساری کہانی اس کی سمجھ میں آ گئی تھی۔

"ہمارے رشتے کی بات..." وہ اپنے طور پر کچھ خجل سی ہوئی تھی۔

ممی نے اسے جانچتی نظروں سے دیکھا تھا۔

"تم بھول گئی تھیں؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"نہیں۔" اس نے چائے کا سپ لیا تھا۔ان کی طرف دانستہ نہیں دیکھا تھا۔ممی نے کچھ کہنا یا کریدنا مناسب خیال نہیں کیا تھا مگر ان کی نگاہیں جائزہ لیتی ہوئی تھیں۔

"تمہارا کام کیسا جا رہا ہے؟" ممی نے تغلق خاندان سے متعلق کام کے لیے پوچھا تھا۔

"جی۔ہم کام ختم کر کے آئے تھے۔آئی ہوپ کہ ایشاع تغلق کو کام پسند آئے۔وہ کچھ چوزی لڑکی ہے۔چیزیں مشکل سے پسند آتی ہیں اسے لیکن ہے اچھی۔اس کی جگہ اگر میں ہوتی تو شاید میں بھی ایسے ہی کرتی۔" وہ مسکرائی تھی۔کھاتے ہوئے یا ناشتہ کرتے ہوئے باتیں کرنا ممی کو پسند نہیں تھا مگر اس گھڑی ممی اس کے ساتھ موجود تھیں تو اس لیے کیونکہ وہ کل سے اس سے بات نہیں کر پائی تھیں۔

"معارج تغلق تمہارا دوست ہے نا؟" ممی نے جانے کیا سوچ کر پوچھا تھا۔

"ہاں۔آپ کو بتایا تھا نا میری گاڑی نے اس کی گاڑی کو ہٹ کیا تھا۔اتنا اچھا دوست تو نہیں مگر ہاں ٹھیک ہے۔" وہ بنا کسی تاثر کے بولی تھی۔

"کتنا جانتی ہو تم اسے؟"

"کتنا جانتی ہوں؟ کیا مطلب...؟ بس ٹھیک ہے۔" وہ بے فکری سے بولی تھی مگر پھر ایک دم چونکی تھی۔ ممی اس کے متعلق کیوں بات کر رہی تھیں اور کس زاویے سے...؟

وہ چونکی تھی۔ ممی کی طرف دیکھا تھا۔

"آپ کیا سوچ رہی ہیں ممی؟" توس پلیٹ میں رکھ دیا تھا۔

"کچھ نہیں۔یوں ہی پوچھ رہی تھی اگر وہ اچھا لڑکا ہے تو..."

"ممی! آپ بھی نا۔حد ہو گئی۔اب آپ ہر کسی کو لے کر میرے بارے میں سوچنے لگی ہیں..." وہ خفا ہوئی تھی اور ساتھ ہی حیران بھی کہ ممی کی سوچ کے گھوڑے کیسے دوڑ رہے تھے۔وہ بھی اس بندے کے لیے... جو سرے سے اس قابل ہی نہیں تھا۔

اگر انہیں پتا چل جاتا کہ وہ عدن کے ساتھ سر صرف اس کے خوف سے پھوڑ رہی ہے تو کیا وہ پھر بھی اس کے متعلق بات کرتیں...؟

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ممی! وہ صرف ایک دوست ہے۔اس سے زیادہ اور کچھ نہیں اور آپ کو بتایا ہے نا مجھے عدن پسند ہے؟ آپ صرف عدن کے بارے میں سوچیں اور سب بھول جائیں۔میں نہیں چاہتی دیگر ٹپیکل ماؤں کی طرح کہیں بھی اچھا لڑکا ملتے ہی اپنی بیٹی کے بارے میں سوچیں۔" اس نے حتمی انداز میں کہا تھا۔ہاتھ ٹشو سے پونچھے تھے۔سائیڈ ٹیبل سے چابی اٹھائی تھی گاڑی کی اور بیگ کاندھے پر ڈالا تھا۔

"میں شام کو جلدی آؤں گی ممی۔آپ پریشان مت ہونا۔" جھک کر ماں کے گال پر پیار کیا تھا اور باہر نکل گئی تھی۔زائرہ نے بیٹی کے عجیب سے رویّے کو محسوس کیا تھا مگر وہ کسی نتیجے پر نہیں پہنچ پائی تھیں مگر اچانک ہی شادی کی بات کرنا اور وہ بھی عدن کے ساتھ... یہ بات انہیں مسلسل چونکا رہی تھی۔ وہ اس کی ماں تھیں۔اس کے مزاج کو اتنا تو سمجھتی تھیں۔

...☆☆☆...

"کل گرلز ہاسٹل میں جو بھی ہوا اسے لے کر پارسا بہت سہم گئی ہے۔کتنی بہادر لڑکی ہے ناں۔ایک تو اکیلی ہے۔گھر سے اتنی دُور ہے... اور اس پر

ایسی پرابلمز کا سامنا۔میں ہوتی تو شاید کبھی مینج نہ کر پاتی۔ایک ایسے شہر میں جہاں آپ کسی کو جانتے بھی نہ ہوں۔چیزوں کو ہینڈل کرنا مشکل ہوتا ہے۔"

وہ کلاس ختم ہونے کے بعد دامیان کو بتا رہی تھی۔

"تمہیں نہیں لگتا انابیتا بیگ تمہاری دوست پارسا چوہدری ایک پراسرار کریکٹر ہے؟" دامیان شاہ سوری بولا تھا۔

"وہاٹ یو مین؟ کیسے ایک عجیب کریکٹر ہے؟ ٹھیک تو ہے۔نارمل لڑکی ہے۔ اس شہر میں بس تنہا ہے جیسے اور بہت سی لڑکیاں اور لڑکے ہیں اپنے گھر سے دُور پڑھنے آتے ہیں۔ان میں سے ایک پارسا چوہدری بھی ہے۔" انابیتا نے وضاحت دی تھی۔

"نہیں۔شاید وہ ان میں سے ایک نہیں ہے۔مجھے وہ کچھ عجیب لگتی ہے۔نارمل لڑکی تم جیسی ہوتی ہے۔لڑکیاں محتاط سہی مگر وہ اتنی پراسرار نہیں ہو سکتیں اور پارسا محتاط ہونے کے ساتھ ساتھ بہت عجیب بھی لگتی ہے۔میں نے اسے کئی بار یلماز کمال کے ساتھ بھی دیکھا ہے جس کی شہرت کچھ اچھی نہیں ہے۔ پورا کیمپس جانتا ہے وہ کیسا لڑکا ہے... پھر ایسے میں اس کے قریب جانا اور

روابط بڑھانا کیا معنی رکھتا ہے؟" دامیان سوری اسے نئے زاویے دکھا رہا تھا مگر اس نے ماننے سے انکار کر دیا تھا۔

"میں نے پارسا میں ایسی کوئی بات نوٹس نہیں کی۔مجھے وہ ایک عام لڑکی لگی ہے جو کچھ ڈری سہمی ہے کیونکہ وہ اپنے شہر سے اور گھر سے دُور ہے بس اور کیا...؟" وہ جھٹلا رہی تھی اور سچ بھی تو یہی تھا۔

اس نے بہت سا وقت گزارا تھا پارسا کے ساتھ۔اس نے کبھی کوئی ایسی بات محسوس نہیں کی تھی۔شاید دامیان شاہ سوری ایک مرد تھا اور مرد کی نظر سے بغور جائزہ لے رہا تھا مگر وہ اسے زیادہ قریب سے جانتی تھی سو وہ نہیں کہہ سکتی تھی کہ دامیان شاہ سوری کے خدشات درست ہیں۔

"تو وہ اب تمہارے گھر میں رہے گی؟" دامیان نے پوچھا تھا۔

"ہاں۔میں نے ماما پاپا سے بات کر لی ہے۔ان کو اس بات پر کوئی اعتراض نہیں اور عدن بھائی تو میرے ساتھ گئے تھے اسے لینے۔مجھے یقین نہیں ہو رہا تھا ہاسٹل میں ایسا بھی ہو سکتا ہے۔اتنی بڑی نیوز بنی ہے۔آج کا نیوز پیپر دیکھ رہی تھی میں صبح... تھینک گاڈ کہ ہم پارسا کو گھر لے آئے۔"

انابیتا کو دوست سے کچھ زیادہ ہمدردی محسوس ہو رہی تھی۔

دامیان نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

"تم دل کی بہت اچھی ہو انابیتا۔"

"تمہیں کیسے پتا چلا...؟ اور آج ہی کیوں؟ پہلے نہیں جانتے تھے تم...؟" انابیتا نے شکوہ کیا تھا۔

"تم جس طرح سب کا خیال رکھتی ہو۔ کیئرنگ ہو' کنسرن ہو۔اسے دیکھ کر اندازہ ہوا۔ویسے ایک بات کہوں؟ میں شاید تمہیں پہلے اچھے سے نہیں جانتا تھا... جتنا اب جانتا ہوں۔" دامیان نے انکشاف کیا تھا۔وہ مسکرا دی تھی۔

"تھینک یو۔آپ نے کچھ تو جانا۔دیر سے ہی سہی۔"

وہ مسکرا دیا تھا۔

"سچ میں انار کلی! میں نے تمہیں کبھی اس طرح نوٹس نہیں کیا تھا۔تم میں کیا کوالیٹیز ہیں... کیا اچھا ہے... کیا برا ہے... یا کیا بہت اچھا ہے... تم کس بات پر کیسے ری ایکٹ کروگی... کس بات پر غصہ کروگی... کس پر مسکراؤ گی...؟ مجھے یہ بات اب پتا چلی ہے۔پہلے نہیں معلوم تھا۔" وہ تسلیم کر رہا تھا۔

وہ کچھ نہیں کہہ سکی تھی۔

"لِلی کیسی ہے؟" بولی تھی تو موضوع بدل دیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔" وہ بے تاثر پن سے بولا تھا۔

"اور اس کی گرینی؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

"بات نہیں ہوئی میری۔اس کا سیل سوئچڈ آف تھا۔لینڈ لین کا نمبر اس نے مجھے کبھی نہیں دیا۔" وہ کینٹین میں داخل ہوتے ہوئے بولا تھا۔

"لِلی کے پیرنٹس کہاں ہیں؟ تم نے کبھی بتایا نہیں؟" وہ بے خبری سے بولی تھی۔

"شاید میں نے بتایا تھا۔لِلی کی ممی ہیز بن پاسڈ آوے اور ڈیڈ کے ساتھ وہ نہیں رہتی یا پھر ڈیڈ اس کے ساتھ نہیں رہتے مگر اس کے ڈیڈ یہاں اس زمین سے ہیں۔ہی از پاکستانی۔"

"اوہ اوکے۔تب ہی وہ یہاں اس زمین پر آئی۔تم نے مجھے بتایا تھا۔وہ آف ایشین ہے اور آف انگلش۔مجھے نہیں پتا تھا وہ آف پاکستانی ہے پھر تو وہ اپنی ہوئی نا۔" اس کا زور "اپنی" پر تھا۔وہ مسکرایا

تھا۔

"شاید..." وہ جیسے پریقین نہیں تھا۔

"لیکن لِلی تو اپنا سر نیم یوز کرتی ہے نا؟ لِلی میک؟ اگر اپنی ہے تو سر نیم انگلش کیوں؟" وہ چونکی تھی۔

"نہیں جانتا کیا وجہ ہے... اور وہ کیوں انگلش سر نیم یوز کرتی ہے مگر وہاں انگلینڈ میں ایک اصول ہے آئی مین لائ... اگر ماں سٹی زن ہو تو سر نیم اسی کا چلتا ہے اور اگر باپ سٹی زن ہو تو سر نیم اسی کا۔غالباً لِلی کے باپ اس وقت برٹش سٹی زن نہیں ہوں گے اور والدہ ہوں گی تب ہی اصول کے مطابق لِلی کے ساتھ اس کی ماں کا سر نیم "میک" لگا۔ویسے تم اتنا کچھ کیوں پوچھ رہی ہو؟" وہ مسکرایا تھا۔اناہیتا نے سر انکار میں ہلا دیا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"بس میں تو یوں ہی پوچھ رہی تھی۔مجھے لگا شاید لِلی کے بارے میں بات کر کے تم کچھ اچھا محسوس کرو لیکن تم اچھا فیل نہیں کر رہے۔" اناہیتا بیگ نے مسکراتے ہوئے چھیڑا تھا۔

"ایسا نہیں ہے اناہیتا! بس کچھ برڈن پڑ رہا ہے۔اب پاپا کا آفس بھی دیکھنا پڑتا ہے۔دوسرے معنوں میں' میں آج کل دو اور دو چار کر رہا ہوں۔پاپا کے بزنس میں ان کی ہیلپ کر رہا ہوں۔"

"چلو اسی بہانے تمہیں کچھ سیکھنے کا موقع تو ملے گا نا۔" وہ مسکرائی تھی۔

"ہاں مگر میری منشا یہ نہیں ہے۔پاپا یہ بات جانتے ہیں۔"

"مگر پاپا شاید یہ بھی تو چاہتے ہوں گے کہ تم کچھ تجربہ کماؤ اور اس کے بعد کچھ نیا کرو۔"

"ہاں میں جانتا ہوں وہ کیا چاہتے ہیں..."

"تم ان سے اختلاف رکھتے ہو؟ تم سوچتے ہو کہ یہ کوئی جنریشن گیپ ہے؟ جہاں پچھلے وقتوں کی نسلیں نئی نسلوں پر نکتہ چینی کرتی ہیں اور انہیں کچھ نیا

کرنے سے روکتی ہیں؟" اس نے نکتہ اٹھایا تھا جیسے وہ اس کا دماغ پڑھ رہی ہو۔

"اب تم پھر میری ماں کی طرح بول رہی ہو۔" وہ مسکرایا تھا۔"میری ماں مجھے بالکل اسی طرح سمجھاتی ہیں اور مجھے لگتا ہے وہ پاپا کو سپورٹ نہیں کر سکتیں نا کھلم کھلا میری مخالفت کر سکتیں نا وہ میرے مخالف کھڑا ہونا چاہتی ہیں سو وہ درمیان کی راہ اختیار کرتی ہیں۔" اس نے جواز دیا تھا۔انابیتا بیگ مسکرا دی تھی۔

"کسی کو غلط کہنا مشکل ہے دامیان۔وہ بھی اس صورت حال میں جب دونوں طرف آپ کے اپنے کھڑے ہوں۔میں سمجھ سکتی ہوں ماں کے لیے یہ سب کتنا مشکل رہا ہو گا مگر تم پوزیٹو سائیڈ کیوں نہیں دیکھتے؟ میرے خیال میں یہ کوئی جنریشن گیپ نہیں ہے۔یہ صرف سوچوں کا تضاد ہے۔تمہیں پاپا غلط لگتے ہیں اور پاپا کو تم... مگر درحقیقت غلط کوئی بھی نہیں۔تم پاپا کی سنو کیونکہ وہ آج جہاں کھڑے ہیں وہاں ایک لمبا سفر ہے اور تجربہ بھی اور تم نئے دور

کے ہو۔نئی سوچ تو رکھتے ہو مگر تجربے کے معاملے میں کورے ہو۔" اس نے سہولت سے سمجھایا تھا۔

وہ سر ہلاتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔

"تمہیں پتا ہے میں کیا سوچ رہا ہوں؟" اس کی نظروں میں جھانکا تھا۔

"نہیں..."

"میں یہ سوچ رہا ہوں انارکلی تم سے شادی کرنے کا مطلب ہو گا۔ایک اور ماں کا حصول..." اس کی نظروں میں شرارت تھی۔

"کیا مطلب...؟" وہ چونکی تھی۔

"مطلب یہ کہ اگر میں تم سے شادی کرتا ہوں تو آئی ول ہیو ٹو مدرز۔" انابیتا نے اس کے شانے پر ایک مکا دے مارا تھا۔وہ ہنس دیا تھا۔

"تم حیران ہو گی۔میں ایسا کیوں سوچ رہا ہوں تو تمہاری باتیں اتنی دانا ہیں کہ مجھے ایسا سوچنے پر مجبور کر گئیں۔ویسے اگر تم بھولے سے بھی میری ممی سے ملیں تو وہ تمہیں بطور اپنی بہو چننے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں

کریں گی۔ان کے خیال میں مجھے ایک ایسی ہی لڑکی کی ضرورت ہے جو مجھے کنٹرول کر سکے... بالکل ماں کی طرح..."

"شاید وہ غلط نہیں ہیں۔" اناہیتا نے اختلاف نہیں کیا تھا۔

"جانتا ہوں۔ہر ماں ایسے ہی سوچتی ہے۔میں لِلی کو ماں سے ملانے کے متعلق سوچ رہا ہوں۔آئی مین جلد ہی یونیورسٹی سے فارغ ہو جاؤں گا تو ماما پاپا کو بتا تو دوں گا کہ میں کیا سوچ رہا ہوں..." وہ مسکرایا تھا۔

"اناہیتا مسکراتے لب بھینچ گئی تھی اور سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

"تم کافی پیو گے؟" وہ بولی تھی تو موضوع یکسر بدل دیا تھا۔

"ہاں۔تم بیٹھو میں لے کر آتا ہوں۔" دامیان سوری اس کی جانب دیکھے بنا اٹھا تھا اور چلتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا۔

اناہیتا سر جھکائے میز کی سطح پر الٹی ترچھی لکیریں کھینچنے لگی تھی۔

...☆☆☆...

کبھی کبھی جو ہوتا ہے اتنا خوش کن نہیں ہوتا یا پھر اتنا خوش نہیں کرتا۔اس کی خوشی کیا تھی... یا وہ کیا چاہتی تھی...؟ ایسا اسے سوچنے کا موقع نہیں مل سکا تھا یا پھر صورت حال ایسی تھی کہ اسے موقع دیا ہی نہیں گیا تھا۔اگر وہ سوچ پاتی تو شاید اس سے الگ سوچتی یا اس سے ہٹ کر سوچتی...

عدن بیگ کے ممی ڈیڈی آئے تھے۔رشتے کی باقاعدہ بات ہوئی تھی کل مگر وہ جیسے اندر سے خالی تھی۔وہ انگیج منٹ کی ڈیٹ فکس کرنا چاہتے تھے مگر ممی نے سوچنے کا وقت لے لیا تھا۔اسے جانے کیوں لگا تھا کہ ممی کچھ مطمئن نہیں۔یہ بات ممی اس سے خود بھی ڈسکس کر چکی تھیں اور وہ انہیں اطمینان نہیں دلا سکی تھی کہ یہ اس کے دل کا فیصلہ ہے...

عدن سے پچھلے کچھ دنوں سے بات نہیں ہوئی تھی۔سو وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کیا چاہ رہا ہے یا سوچ رہا ہے مگر وہ... وہ سب کر رہا تھا یا ہونے دے رہا تھا جو اس نے مانگا تھا یا جس کے لیے اس نے پوچھا تھا۔وہ بھرپور طور پر

اس کی مدد کر رہا تھا۔عدن بیگ ایک اچھا انسان تھا۔اچھا دوست تھا مگر اسے کچھ اچھا محسوس نہیں ہو رہا تھا۔۔

ایک عجیب سا احساس کاٹ رہا تھا کہ وہ کسی پر مسلط ہو رہی ہے۔

وہ بھی صرف کسی ایک بندے سے بچنے کی سعی کرتے ہوئے۔

سوچوں میں غلطاں سی وہ کافی کا کپ لیے ٹیرس پر آئی تھی۔بے دھیانی میں دو چار سپ لگائے تھے تب ہی نظر نیچے پڑی تھی۔لان کی باڑ کے پاس وہ وہاں گھٹنوں کے بل جھکا بیٹھا گیشا کو سہلا رہا تھا اور شاید اس سے کوئی بات چیت بھی کر رہا تھا۔

وہ چونکی تھی۔

معارج تغلق... وہ چونکی تھی۔منظر جیسے خواب لگا تھا۔

اپنا کوئی وہم... یا پھر کوئی خیال...

اس لمحے وہ اس کے گھر میں کیسے...؟ سوچ کو پر لگے تھے اور قدم ایک دم ہی متحرک ہوئے تھے اور وہ چلتی ہوئی اس منظر تک کا سفر کرنے لگی تھی۔

سیڑھیاں اتر کر سرعت سے دروازہ کھول کر جھانکا تھا۔اسے لگا تھا وہاں کچھ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نہیں ہوگا اور سب اس کا گمان ہوگا مگر منظر کو اسی رنگ میں جیتا جاگتا دیکھ کر وہ چونک پڑی تھی۔تب ہی چلتی ہوئی اس کے پاس آن رکی تھی۔

بنا کچھ کہے۔اس کی سمت دیکھا تھا۔

معارج تغلق جو گیشا سے کوئی ضروری بات کر رہا تھا۔قدموں کی آہٹ اور اپنے پاس رکنے پر وہ چونکا تھا۔نگاہ اٹھا کر اس کی سمت دیکھا پھر گیشا کو گود میں اٹھا کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

”گیشا بہت اچھی باتیں کرنے لگی ہے۔لگتا ہے آپ اسے سیب کچھ زیادہ کھلا رہی ہیں۔صحت بھی خاصی اچھی ہو رہی ہے۔“ وہ مسکراتے ہوئے گیشا کی نرم کھال سہلا رہا تھا۔گیشا بھی اس کی گرفت میں مسرور تھی۔

”آپ یہاں...؟“ اسے جیسے یقین ہو گیا تھا کہ منظر خواب نہیں تب ہی حیرت سے اس کی جانب دیکھا تھا۔غالباً وہ اس کے یہاں آنے کا سبب جاننا چاہتی تھی۔

"آپ کو معلوم تھا کہ میں آنے والا ہوں۔کافی کا کپ لے کر آ گئیں؟" وہ اس کی اجازت لیے بغیر کہنے کے ساتھ ہی کافی کا کپ اس کے ہاتھ سے لے کر سپ لینے لگا تھا۔

"ناٹ بیڈ۔تم نے بنائی ہے؟" انداز کسی قدر بے تکلّف تھا۔

"نہیں میں نے نہیں بنائی۔" وہ ایک معمول کی سی کیفیت میں بولی تھی۔

"اوہ تب ہی کچھ مٹھاس ہے اس میں۔" وہ غالباً طنز کر رہا تھا یا پھر مزاح کا کوئی انداز تھا...؟ اس شخص سے مزاح کی توقع وہ کر نہیں کر سکتی تھی اور شاید یہ اس کا مزاج بھی نہیں تھا پھر اس گھڑی... وہ حیران تھی۔

"گیشا کی یاد آ رہی تھی۔ایکچوئیلی کل رات گیشا کو خواب میں دیکھا۔بار بار میرا نام پکار رہی تھی۔دور کھڑی تھی اداس سی... میں نے پکارا تو پاس چلی آئی۔ پوچھنے لگی ملنے کب آؤ گے؟ مجھے انکار کرنا اچھا نہیں لگا سو چلا آیا۔مجھے دیکھتے ہی لپٹ گئی۔مجھے فکر ہو رہی تھی مگر اس کی اچھی صحت دیکھ کر خوشی ہوئی۔ بہت چھوٹی تھی جب میں نے اسے اپنے لیے منگوایا تھا مگر بعد میں اندازہ ہوا

یہ آپ کے پاس خوش رہے گی... سو آپ کو سونپ دیا۔" وہ معمول سے ہٹ کر باتیں کر رہا تھا۔انداز عجیب تھا۔اسے کچھ حیرت تھی۔

کیا وہ کوئی کہانی سنا رہا تھا...؟

مذاق کر رہا تھا...؟

یا پھر سنجیدہ...؟

انائیا ملک سمجھ نہیں پائی تھی۔

معارج تغلق نے جھک کر گیشا کو زمین پر چھوڑ دیا تھا۔کافی کا سپ لے کر اس کی جانب متوجہ ہوا تھا۔

"آپ کچھ حیران لگ رہی ہیں؟"

"نہیں... مگر آپ یہاں؟"

"آپ کو مجھے یہاں دیکھ کر حیرت ہے؟"

"نہیں... مگر..."

"مگر کیا...؟"

"آپ پریشان ہیں؟"

”نہیں... سنگیت کیسا رہا؟“ انائیا نے ہر تاثر زائل کرنے کو کہا تھا۔

”ٹھیک۔ ایشاع کو آپ کی ڈیکوریشن اچھی لگی لیکن آپ تو آئی ہی نہیں۔“ کوئی شکوہ تھا۔

”ہاں۔ بہت تھک گئی تھی میں۔ رات ہم لیٹ پہنچے تھے مگر اگلے دن ایک اور لمبا سفر کرنا افورڈ نہیں کر سکتی تھی۔ تھینک گاڈ شادی کا وینیو شہر سے باہر اتنی دوری پر نہیں ورنہ مشکل ہو جاتی۔“ وہ دونوں بازو آگے لپیٹے ہوئے بولی تھی۔

”آپ کو ہمارا فارم ہاؤس پسند نہیں آیا؟“ معارج تغلق اسے بغور دیکھ رہا تھا۔

”نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ شہر سے دوری پر ہے۔ پرفضا مقام ہے مگر ہم شہری کثافتوں کے عادی ہوتے ہیں۔ تازہ آب وہوا کچھ مشکل سے ہضم کر پاتے ہیں۔“ وہ جواز دے رہی تھی جو معارج تغلق کے لبوں پر خفیف سی مسکراہٹ کا باعث بنی تھی۔

”چلیں آپ کی خوشی کے لیے ہم شادی کی ارینج منٹ یہیں شہر میں رکھ لیں گے...“ وہ شگفتہ سے لہجے میں بولا تھا۔

”شادی کی ارینج منٹ...؟ کس کی شادی ہے؟“ وہ چونکی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”ہم... پتا چل جائے گا آپ کو...“ وہ مسکرایا تھا۔

”ہم کسوٹی کسوٹی کھیل رہے ہیں؟“ وہ اکتائے ہوئے انداز میں بولی تھی۔

”یقینا نہیں۔“ وہ انکاری ہوا تھا۔

”میری شادی ارینج کریں گی آپ؟“ براہِ راست اس کی آنکھوں میں جھانکا تھا۔

”آپ کی شادی...؟“ وہ چونکی تھی۔

”کیوں کیا میں شادی نہیں کر سکتا؟“ وہ اس کی حیرت کو ہضم نہیں سکا تھا۔

”میرا مطلب یہ نہیں تھا۔“ وہ خجل ہوئی تھی مگر ایک مسلسل حیرت اس کی آنکھوں سے ہویدا تھی۔

”پھر کیا مطلب تھا آپ کا؟“ وہ جاننے پر بضد ہوا تھا جیسے وہ فرصتوں کے کئی لمحے اپنی گٹھڑی میں باندھ کر لایا تھا۔ اس کی بے معنی باتوں کے لیے بھی اس کے پاس وقت تھا۔

”کس سے شادی کر رہے ہیں آپ؟“ جانے ایک سوال جو خود بخود لبوں پر آگیا تھا۔ اگرچہ پوچھنے کے بعد کچھ خجالت محسوس ہوئی تھی۔

”گڈ کیوئسچن۔“ وہ جیسے ہر بات صیغۂ راز میں رکھنا چاہتا تھا۔وہ جیسے جاننے پر مائل نہیں تھی یا پھر وہ جانتی تھی اس کا مزاج... غالباً مذاق کر رہا تھا۔

”کیا سوچ رہی ہیں آپ؟“ اسے خاموش دیکھ کر وہ بولا تھا۔”آپ کو پریشانی ہو رہی ہے؟“ وہ جیسے اس کی پریشانی سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

”نہیں۔میں جانتی ہوں۔“ وہ بہت اطمینان سے بولی تھی۔

”کیا جانتی ہیں آپ؟“ وہ چونکا تھا۔

”کمٹمنٹ... شادی... کسی کے ساتھ عمر بھر کا رہنا... آپ کا مزاج نہیں۔ آپ آزاد ہَواؤں کے باسی ہیں۔یہ ڈرامے بازی آپ پر نہیں سجتی...“ وہ صاف گوئی سے بولی تھی۔وہ قطعاً برا مانے بنا مسکرا دیا تھا۔

”بہت اچھی طرح سے سمجھنے لگی ہیں آپ مجھے اور میرے مزاج کو...“ وہ جیسے اسے سراہ رہا تھا۔

”اتنا نہیں مگر تھوڑا بہت...“

”آپ سمجھ رہی ہیں میں مذاق کر رہا ہوں؟“ وہ بغور اسے دیکھ رہا تھا۔

”مجھے نہیں پتا...“ اس نے شانے اچکائے تھے۔

”سچ میں۔میرا موڈ شادی کا ہو رہا ہے مگر ایک پرابلم ہے۔“

”کیا...؟“ وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔

”کوئی اچھی لڑکی نہیں مل رہی۔“ اس کی آنکھوں میں آج ایک چمک تھی۔ ایک شرارت تھی۔آج وہ سکوت نہیں تھا۔کیا تھا اس کے دماغ میں... کیا چل رہا تھا اس کے اندر...؟

کیا وہ خوش تھا...؟

خوش تھا تو وجہ کیا تھی...؟

کوئی پلاننگ کر رہا تھا...؟

سبب کیا تھا...؟

کیا سوچ رہا تھا وہ...؟

"آپ الجھنوں میں ہیں؟ خوشی نہیں ہوئی آپ کو؟" وہ اسے ایک ہی نظر میں پڑھ لینے کا خواہاں تھا۔انائیا ملک سر نفی میں ہلانے لگی تھی۔

"مجھے کوئی الجھن نہیں ہے۔بائے دا وے آپ یہاں یہی بتانے آئے ہیں؟" وہ اس کے یہاں آنے کا مدّعا جاننا چاہ رہی تھی۔

"بتایا تو تھا آپ کو... گیشا خواب میں آئی تھی۔اداس تھی سو میں چلا آیا۔"

"گیشا کے پاس آپ کو اتنا فالتو ٹائم لگتا ہے کہ وہ آپ کے خواب میں آئے اور آپ سے ملنے کی فرمائش کرے؟" وہ ترچھی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔وہ بجائے برا ماننے کے مسکرا دیا تھا۔

"میں نے قصداً اسے خواب میں دیکھا تھا۔" وہ آج بہت اچھے موڈ میں تھا... یہ خوشگواری کیا اسباب رکھتی تھی؟

یہ اس شخص کا مزاج نہیں تھا۔وہ اسے جانتی تھی۔

"آپ کو میرے یہاں آنے کا جواز پسند نہیں آیا؟"

"بات پسند آنے یا نہ آنے کی نہیں ہے۔میں صرف یہ سوچ رہی ہوں کہیں یہ آپ کی کوئی نئی چال تو نہیں؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"نئی چال...؟" وہ پہلی بار کھل کر مسکرایا تھا۔"آپ کو لگتا ہے میں چالیں چلتا ہوں؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"ایسا لگتا نہیں ہے معارج تغلق۔ایسا ہے۔آپ کا دماغ ہر لمحہ ایک نئی سازش بنتا ہے۔ایک لمحے کو بھی آپ کا دماغ خالی نہیں رہتا۔" وہ جیسے اس کے مزاج کے سارے موسموں سے واقفیت رکھتی تھی۔

"اچھی بات ہے؟ دماغ کو خالی چھوڑ دینا مناسب نہیں۔اسے مصروف رکھنا ہی دانشمندی ہے۔" معارج تغلق نے کافی کا ایک سپ لے کر کپ اسے تھمایا تھا۔

"سنا ہے جھوٹی کافی پینے سے محبت بڑھتی ہے؟ آزمانا چاہیں گی آپ؟" وہ غالباً اسے چھیڑ رہا تھا۔

"انائیا ملک کے بنا توجہ دیے بچی ہوئی کافی ساتھ کے گملے میں گرا دی تھی۔

"میں کچھ آزمانا نہیں چاہتی۔" وہ اس کی تنک مزاجی سے واقف تھا۔کڑوے پن کو جانتا تھا تب ہی اس کی پیشانی پر کوئی شکن نہیں تھی یا پھر وہ اس کے مزاج کا عادی ہو گیا تھا؟

"آپ کے یہاں مہمانوں کو اندر نہیں بلایا جاتا؟"

"آپ مہمان ہیں؟" وہ بدمزاجی کی حد کرتی ہوئی بولی تھی۔

"شاید..." وہ قطعاً برا نہیں مان رہا تھا۔

"کس نے انوائیٹ کیا آپ کو؟" وہ ترش پن سے بولی تھی۔

"آپ نے؟" وہ مسکرایا تھا۔

"میں آپ کو انوائیٹ کیوں کرنے لگی؟"

"تو پھر آپ سے کچھ ملتی جلتی کسی آواز نے مجھے شاید پکارا۔" وہ جیسے پہیلیاں بجھوا رہا تھا۔ کیا چاہ رہا تھا وہ...؟

انائیا ملک نے اسے بغور دیکھا تھا۔ سر تا پا جائزہ لیا تھا۔ ہمیشہ کی طرح نک سک سے تیار... سوٹڈ بوٹڈ... جیسے ایک اہم معرکہ سر کرنے آیا تھا۔

"کیا چاہتے ہیں آپ؟"

"ہاہ آپ ہر بار ایک کہانی سن کر بدمزہ نہیں ہوتیں؟ جانتے بوجھتے انجان بننا کوئی آپ سے سیکھے..."

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کیا تھا یہ...؟ کوئی الزام...؟ اس میں اتنی ہمت کہاں سے آ گئی تھی کہ اس کے سامنے کھڑا ہو کر الزام بازی کرے۔

"آپ مجھے ہراس کرنا بند نہیں کریں گے تو میں آپ کی کمپلین کر دوں گی؟" اس نے دھمکایا تھا۔

"کس سے...؟" وہ بے فکری سے بولا تھا۔

"آپ مذاق سمجھ رہے ہیں؟"

"نہیں۔ میں آپ کا مزاج جانتا ہوں۔ کیا آپ مجھے راستہ دیں گی؟" وہ اس تمام بحث سے یک دم اکتا کر بولا تھا۔

"کیا مطلب...؟" وہ چونکی تھی۔

"آج میری میٹنگ ہے مسز زائرہ ملک سے۔ ہماری بات ہوئی تھی۔ وہ آفس سے نکل رہی تھیں۔ سو انہوں نے کہا کہ میں گھر آجاؤں۔"

"ممی...؟ آپ سے ملنا چاہتی ہیں؟" وہ چونکی تھی۔

"غالباً۔" وہ پورے وثوق سے کہہ رہا تھا۔

"مگر کیوں؟" اس کی آنکھیں حیرتوں سے پھیلی تھیں۔

"آپ ہر بات سے پریشان کیوں ہو جاتی ہیں؟" وہ جیسے اس کے لیے متفکر ہوا تھا۔

"میری ممی آپ سے ملنا چاہتی ہیں؟ آئی ایم شاکڈ... یہ میرے لیے حیرت اور پریشانی کا باعث ہے۔ کیا میں جان سکتی ہوں یہ میٹنگ کس نوعیت کی ہے؟" وہ ممی کا مزاج جانتی تھی۔ وہ ایک ماں کی طرح سوچتی تھیں۔ اسے ڈر ہوا تھا کہیں وہ معارج تغلق سے ایسی ویسی کوئی بات نہ کہہ دیں کیونکہ وہ عدن کو اس کے لیے اچھا انتخاب محسوس نہیں کر رہی تھیں۔ ایسا انہوں نے کہا بھی تھا اور معارج تغلق کے بارے میں پوچھا بھی تھا تو یہ کیا کوئی راہ تھی روابط بڑھانے کی؟

تب ہی معارج تغلق اتنا خوش دکھائی دے رہا تھا؟

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مگر بات کیا ہوئی تھی ان کے درمیان...؟ ممی نے ایسا کیا کہا تھا اس سے...؟ اس نے ممی کا نمبر کہاں سے لیا تھا؟ وہ ایک ایک نکتے پر بچوں کی طرح سوچ رہی تھی۔ حالاں کہ جانتی تھی کہ آج کل کہیں سے بھی کسی کا کانٹیکٹ نمبر لینا مشکل نہیں۔ وہ بھی اس صورت میں جب کہ ممی ایک مشہور لائر تھیں۔

"آپ راستہ نہیں دینا چاہتیں مجھے؟" وہ سوالیہ نظروں سے اس کی سمت دیکھنے لگا تھا۔ "کیا آپ چاہتی ہیں کہ ہم مزید بات کریں؟" اپنی راہ روکی رکھے جانے پر وہ بولا تھا۔ وہ اس کی ہمت پر حیران تھی آج...

"آپ اسی لیے اتنے خوش ہیں آج؟" وہ کسی نتیجے پر پہنچتے ہوئے بولی تھی۔

آپ کے خیال میں مجھے خوش ہونے کا کوئی حق نہیں؟ اور آپ ہر بات کا جواز جاننے پر کیوں بضد ہیں؟"

"مسز زائرہ ملک میری ماں ہیں اور آپ کی ان کے ساتھ میٹنگ میرے لیے باعثِ تشویش ہے۔ اس کے بارے میں جاننے کا میں حق رکھتی ہوں۔" وہ اسے راہ دینے کو تیار نہ تھی۔

وہ ایک سانس خارج کرتے ہوئے اسے اطمینان سے دیکھنے لگا۔

”آپ خوفزدہ ہیں؟“

”نہیں...“ وہ انکاری ہوئی تھی۔

”صرف اس لیے کہ مجھے آپ کی ممی نے چائے پر بلایا؟“ وہ مسکرایا تھا۔انداز چھیڑنے والا تھا۔آج جیسے بال معارج تغلق کے کورٹ میں تھا۔اس کا پلڑا اسے کچھ بھاری کیوں لگ رہا تھا۔

”میری ممی ایسی سنگین غلطی نہیں کر سکتیں۔آپ یہیں رکیں میں ان سے پہلے پوچھنا چاہوں گی۔“ وہ جانے کو پلٹی تھی۔

معارج تغلق نے ایک سرعت سے اس کا ہاتھ تھاما تھا۔وہ چونک کر مڑی تھی اور معارج تغلق کی سمت دیکھا تھا۔

”چائے کا مدّعا آپ کو اتنا خاص لگ رہا ہے؟“ وہ بہت اطمینان سے اس کی سمت دیکھ رہا تھا۔

”کہیں آپ چائے کی اس مخصوص ٹیل کے بارے میں تو سوچ کر پریشان نہیں ہو رہیں؟ جہاں چائے صرف ایک بہانہ ہوتی ہے؟“ وہ جیسے اسے آج چھیڑ کر لطف محسوس کر رہا تھا۔

”کیا مطلب ہے آپ کا؟“ وہ حواس باختہ ہوئی تھی۔ہاتھ اس کی گرفت سے نکالنا چاہا تھا مگر معارج تغلق مائل نہیں تھا جیسے۔

”اس چائے کے پسِ منظر کی کیا کہانی ہو سکتی ہے؟ آپ کے اور ہمارے رشتے کی بات...؟“ انائیا ملک نے چونک کر دیکھا تھا۔معارج تغلق کی آنکھوں میں کیسی چمک تھی آج... کیا کتھا تھی یہ؟ کیا کہانی تھی؟ کیا ممی نے اسے اس لیے بلوایا تھا؟ کیا وہ کچھ ایسی بات کرنے جا رہی تھیں؟

ممی ایسا کیسے سوچ سکتی تھیں۔

وہ بھی اس سے بات کیے بنا... اس کی مرضی جانے بنا اور وہ بھی اس کیفیت میں جب کہ وہ عدن بیگ کے لیے سوچ رہی تھی اور ممی کو عدن بیگ کے بارے میں اپنی رائے دے چکی تھی۔

اس کا دماغ اچانک ہی بہت سی الجھی ہوئی سوچوں سے بھر گیا تھا۔سلسلہ لا متناہی تھا۔

اور نظریں ساکت سی معارج تغلق کی سمت اٹھی تھیں۔

”آپ اتنی شاکڈ کیوں ہیں؟ آپ کو لگتا ہے کہ ہم اچھا میچ نہیں یا پھر میں آپ کے لیے اچھا انتخاب نہیں؟“ وہ جانچتی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

انائیا نے خشک لبوں پر زبان پھیری تھی۔

”میں آپ کو بتا چکی ہوں کہ میں آپ کے لیے کیا سوچتی ہوں۔مجھے معلوم تھا آپ مجھے پریشان کرنے کی نئی راہ ڈھونڈ رہے ہوں گے؟ آپ کو مزہ آتا ہے مجھے پریشان کر کے... ہے نا...؟“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

شاید وہ اس کے تاثرات جاننا چاہتی تھی یا پڑھنا مقصود تھا اسے اس بندے کو...

مگر آج وہ کچھ مختلف اظہار کر رہا تھا۔وہ جاننے کی سعی کرتی ہوئی خود کو ناکام محسوس کر رہی تھی۔

”اوہ۔آپ شرما رہی ہیں۔مجھے بھی دیکھو۔سمجھ ہی نہیں پایا کوئی لڑکی اپنے رشتے کی بات سن کر شرما بھی سکتی ہے...“ وہ جیسے آج اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا۔اگلے پچھلے تمام حساب بے باق کر دینا چاہتا تھا۔

”میں شرما نہیں رہی...“ اس نے احتجاجاً کہا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”کیا مطلب...؟ آپ اتنی بے شرم ہیں؟“ وہ شرارت سے اسے چھیڑ رہا تھا۔

”آپ...“ وہ کوئی سخت بات کہتے کہتے جیسے رک گئی تھی مگر آنکھوں کی تپش ایسی تھی جیسے وہ اسے جلا کر خاکستر کر دینا چاہتی ہو۔

”کہیں آپ یہ تو نہیں چاہتیں کہ میں مسز زائرہ ملک سے پہلے آپ سے بات کر لوں...؟ سارا مدّعا آپ سے بیان کر دوں؟“ معارج تغلق برجستگی سے بولا تھا۔

آج اس کا مزاج مختلف تھا۔اس کی سمجھ سے بالاتر... یہ کون سا روپ تھا اس کا...؟ وہ سمجھ نہیں پائی تھی... کوئی شعبدہ تھا وہ...

ہر گھڑی ایک نیا لبادہ اوڑھ کر آجاتا تھا۔

وہ ہر بار پہلے سے زیادہ حیران ہوئی تھی۔

”ٹھیک ہے۔سلسلہ یہیں سے شروع کر لیتے ہیں۔اگر آپ چاہتی ہیں آپ کو پروپوز کروں تو... ٹھیک ہے... سو مِس انائیا ملک... مجھ سے شادی کرنا چاہیں گی آپ؟“

انائیا ملک ساکت رہ گئی تھی۔

جیسے ایک بت سی بن گئی تھی۔

”بہت بڑے بڑے دعوے نہیں کر سکتا میں۔بہت سے وعدے بھی آپ کے آنچل میں نہیں باندھ سکتا۔کوئی محل دینے کا ارادہ بھی نہیں اور نہ کوئی بڑی پیش کش... چاند توڑ کر میں لا نہیں سکتا اور تارے میری دسترس میں نہیں... ناسا والوں سے میرا کوئی رابطہ نہیں۔ماننا ہے تو مان لو میری پی آر (PR) اتنی اچھی نہیں سو سیدھے سادے انداز میں صرف اتنا کہوں گا کہ اگر آپ اس بندے سے شادی کرتی ہیں تو شاید آپ کو کسی حد تک خوش رکھنے کی کوشش کروں گا۔مجھے نہیں پتا اور کیا کچھ کہا جاتا ہے جو من میں آیا کہہ دیا۔“ معارج تغلق اسے ساکت کر گیا تھا۔

...☆☆☆...

معارج تغلق کیا کہہ رہا تھا۔

کوئی مذاق تھا یہ؟

یا پھر کوئی نئی چال۔

اسے گھیرنے کی کوئی کوشش؟

یا باندھنے کی کوئی سعی؟

کیا کہہ رہا تھا وہ شخص؟

چاہتا کیا تھا؟

کیا تھا اس کے دل میں؟

یا پھر کچھ تھا بھی کہ نہیں؟

اس کے چہرے پر ایک پراسرار سی مسکراہٹ تھی اور آنکھوں میں ایک چمک۔کیا تھا یہ؟

کس طوفان کا پیش خیمہ تھی یہ چمک؟

معارج تغلق کی پٹاری میں کیا تھا اس بار؟

وہ خالی خالی نظروں سے اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔جب معارج تغلق نے اسے بہت ہلکے سے جھٹکے کے ساتھ کھینچا تھا اور وہ کسی کچی ڈور سے بندھی اس کی سمت کھینچتی چلی گئی تھی۔

"کرنے پر آؤں تو کچھ نا ممکن نہیں ہے۔آپ کو کیا لگتا ہے سب' کیا سچ میں اتنا مشکل ہے؟ کسی شے کا حصول اتنا پیچیدہ ہے؟ اوں ہوں۔" سر نفی میں ہلایا تھا۔اس ایک سرگوشی میں کیسی خو تھی۔کیسی من مانی تھی؟

"ایک پل میں زیرو زبر کرنے کی اہلیت ہے اور صلاحیت بھی۔کیا شے ہے جو ایسا کرنے سے روکتی ہے؟" وہ اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔وہ گڑیا سی اس کے حصار میں بنا کسی ری ایکشن کے کھڑی تھی۔جیسے سچ میں اس میں جان نہ ہو۔

"کھیل کے کچھ اصول ہوتے ہیں اور میں صرف اصولوں پر چل رہا ہوں' مگر جہاں لگا کچھ اپنے ٹریک سے ہٹ کر ہے وہیں خول توڑنے میں ایک پل کی بھی تاخیر نہیں ہوگی۔" اسے بغور دیکھتے ہوئے اپنی گرفت اس کے گرد سے آہستگی سے کمزور کی تھی اور اسے چھوڑ کر چلتا ہوا اندر کی جانب بڑھ گیا تھا۔

☆...☆☆...☆

انابیتا کے سامنے وہ بہت چپ چاپ سی بیٹھی تھی۔ساری کتھا کہنے کے بعد اگر چہ اک بوجھ سینے سے سرکتا ہوا محسوس کر رہی تھی' مگر وہیں اک نا معلوم سا سکوت رگ و پے میں پھیل رہا تھا۔

"تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا انائیا ملک؟ اتنا کچھ ہوتا رہا اور تم...!" انابیتا نے جیسے شکوہ کیا تھا۔

"میں نے کئی بار تم سے رابطہ کرنا چاہا تھا۔بتانا چاہا تھا' مگر ہر بار کچھ نہ کچھ آڑے آجاتا تھا۔پہلے میری مصروفیت پھر تم بھی تو بزی رہتی ہو۔" انائیا ملک نے جتایا تھا۔

"ہاں' مگر کتنی عجیب بات ہے اور بچپن سے ہر بات شیئر کرتے آرہے ہیں' مگر مجھے اتنی بڑی بات کی خبر نہیں ہوئی۔اب کیا کرنا ہے؟ تمہارے ذہن میں کیا ہے؟" انابیتا بیگ جانچتی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی' مگر وہ سر جھکائے ٹیبل کی سطح پر انگلیوں سے عجب آڑی ترچھی لکیریں کھینچ رہی تھی۔

"انابیتا! سمجھ میں نہیں آتا وہ بندہ گھر تک آگیا ہے۔میں عدن سے بات کرنا چاہتی تھی مگر پھر پتا چلا کہ وہ شہر سے باہر ہے؟"

”ہاں بھائی شہر سے باہر ہیں، مگر انائیا ملک یہ جو حل تم ڈھونڈ رہی ہو کیا سچ میں یہ کوئی حل ہے؟ آئی مین جب گھر میں عدن کی شادی کا قصہ سنا تو اچھا لگا اور یہ بات تو اور بھی خوش کن لگی کہ لڑکی تم ہو، مگر اب یہ پتا چل رہا ہے کہ یہ شادی صرف ایک سمجھوتہ ہوگی تو کہیں کچھ اچھا نہیں لگ رہا۔ آئی مین فیئر نہیں لگ رہا۔ عدن میرا بھائی ہے، مگر مجھے اس لمحے اس سے زیادہ تمہاری فکر ہے، اگر تم اس میں کوئی انٹرسٹ نہیں رکھتیں تو زندگی کیسے گزرے گی؟ کیا ایک جبری سمجھوتہ کہیں کوئی فیلنگز جگا سکتا ہے؟ اس طرح تو نہ تم خوش رہو گی اور نہ عدن۔“

”جانتی ہوں اناہیتا، مگر اس کے علاوہ مجھے کوئی راہ دکھائی نہیں دی تھی۔ عدن ہمیشہ سے مددگار رہا ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ میرے ذہن میں پہلا نام صرف اسی کا آیا اور وہ ایسا ہے کہ انکار بھی نہ کرسکا، مگر میں جانتی ہوں کہ اَن فیئر ہے اور ایسا ہونا نہیں چاہیے ہم دونوں ایک دوسرے کو پسند بھی کرتے ہوں۔“

”تمہیں اپنے گھر میں بتانا چاہیے انائیا۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ گھر سے زیادہ بہتر آپ کو کوئی اور نہیں جانتا۔ تو اگر تم زاہدہ پھوپو کو بتاتی ہو تو وہ کوئی راہ ضرور نکال لیں گی۔“ اناہیتا نے مشورہ دیا تھا۔

”نہیں اناہیتا! میں ممی کو جانتی ہوں۔ پاپا کے جانے کے بعد وہ بہت حساس ہوگئی ہیں۔ ان کی طبیعت پر کوئی اثر پڑے، میں یہ برداشت نہیں کر سکوں گی، مگر تنہا اس کو ڈیل کرنا سچ میں مشکل ہے۔“ وہ اعتراف کر رہی تھی۔

”دیکھنے میں وہ بندہ کیسا ہے؟“

”ناٹ بیڈ۔“

”ناٹ بیڈ، مین گڈ لکنگ؟“ اناہیتا کو جاننے کا اشتیاق ہوا تھا۔

انائیا نے گھورا تھا۔

”اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟“

”نہیں فرق تو نہیں پڑتا مگر اگر کوئی اچھا دکھتا ہے تو اس کا دماغ کچھ تو چینج کیا جا سکتا ہے نا؟“ اناہیتا مسکرائی تھی۔ غالباً وہ اس کو ریلیکس کرنا چاہ رہی تھی۔ مگر انائیا کچھ الجھی الجھی سی دکھائی دے رہی تھی۔

”اور پھوپو سے کیا بات ہوئی اس کی؟“ اناہیتا نے اس کے جھکے ہوئے سر کو دیکھ کر دریافت کیا تھا۔

”پتا نہیں۔میں پوچھ نہیں سکی۔مجھے مناسب نہیں لگا یا پھر مجھ میں ہمت ہی نہیں تھی۔جانے کیا کہا ہوگا اس نے ممی سے۔“

”تمہیں پوچھنا چاہیے تھا انائیا ملک۔وہ بندہ گھر آئے گا کچھ بھی کہہ کر چلا جائے گا۔یہ تو نہیں چلے گا۔یہ تو جانو کہ پھوپو سے اس کی کیا بات ہوئی۔

”یہ جاننا اتنا ضروری ہے کیا؟ کردی ہوگی کوئی بکواس۔اس بندے کو تو عادت ہے لفظوں سے کھیلنے کی اور نئی چالیں چلنے کی۔ہر گھڑی دماغ میں نئی سازشیں چلتی رہتی ہیں۔“ انائیا جیسے اسے بہت اچھی طرح سے جاننے لگی تھی۔

”اس کا مطلب تو یہ ہوا ایک دن وہ آئے گا اور تمہیں اٹھا کر لے جائے گا تو تم اس پر بھی احتجاج نہیں کرسکو گی؟“ اناہیتا کو اس کی لاتعلقی پر اعتراض ہوا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”اناہیتا!“ انائیا ملک نے پر احتجاج انداز سے اسے دیکھا تھا۔

”میں سوچ رہی تھی، کہتے ہیں پیار، محبت سے کسی بھی جانور کو سدھارا جا سکتا ہے۔تو یہی فارمولا انسان پر لاگو کیوں نہیں ہوسکتا تھا۔“ وہ مسکرائی تھی۔

”اناہیتا میرے پاس اتنا فضول ٹائم نہیں ہے کہ اس بندے پر ویسٹ کروں۔میں کسی جانور کو انسان بنانے کے عمل سے گزرنا نہیں چاہتی کہیں تمہیں اس بات کا تو ڈر نہیں کہ میں عدن کو بھی مصیبت میں نہ ڈال دوں۔“ انائیا ملک نے جیسے اسے پڑھا تھا مگر اس نے نفی میں سر ہلا دیا تھا۔

”میرا مطلب یہ نہیں تھا۔عدن بچہ نہیں ہے۔اچھے برے حالات سے نمٹنا جانتا ہے۔تمہارے ساتھ شادی کے لیے اگر اس نے فیصلہ کیا ہے تو اس کے دماغ میں کچھ تو ہوگا۔“ اناہیتا بیگ بھائی سے واقف تھی تبھی بول پڑی۔

”میں نہیں جانتی اس کے دماغ میں کچھ ہے یا نہیں مگر دل کی بات کی جائے تو شاید یہ دلوں کا معاملہ نہیں۔اس کے دل میں کیا ہے یہ بات میں نہیں جانتی، مگر اس کے دل میں میرے لیے محبت نہیں ہے۔جو کہ زندگی گزارنے

کے لیے ضروری ہے اور دیکھا جائے تو میرے دل میں بھی اس کے لیے محبت نہیں ہے فی الحال۔"

"میں جانتی ہوں انائیا ملک شادی ایک پیچیدہ معاملہ ہے۔دل کی منشاء شامل ہونا ضروری ہے، مگر کون جانتا ہے کس کے لیے کیا لکھا ہے۔ہماری پلاننگ کوئی حرفِ آخر تو نہیں۔" اناہیتا بیگ نے اپنی دوست کو ریلیکسڈ کرنا چاہا تھا۔

تبھی ممی چائے کے ساتھ لوازمات لے کر آتی ہوئی نظر آئی تھیں۔

"بہت اچھے وقت پر آئیں آپ پھوپو۔سچ پیٹ میں بہت بڑے بڑے چوہے دوڑ رہے تھے۔" اناہیتا بیگ سیدھی ہو کر بیٹھی تھی۔

زائرہ ملک نے چائے کے لوازمات ٹیبل پر رکھتے ہوئے مسکرا کر اسے دیکھا تھا۔

"تم تو عید کا چاند ہوگئی ہو اناہیتا۔دنوں بعد ایک چکر لگاتی ہو ہزار فون کیے تب کہیں چہرہ دکھایا۔" چہرے پر پیار کرتے ہوئے شکوہ کیا تھا۔

"بس پھوپو یونیورسٹی کی وجہ سے اتنی مصروفیت رہتی ہے کہ سر اٹھانے کا وقت ہی نہیں ملتا۔آپ نے یہ کباب بہت مزیدار بنائے ہیں ہمیشہ کی طرح۔

دو چار تو میں پیک کروا کے اپنے ساتھ گھر بھی لے جاؤں گی۔واہ شاندار۔"

اناہیتا نے لطف لیا تھا اور سارا کباب منہ میں رکھ لیا تھا۔

"زائرہ پھوپو! آپ کے ہاتھ کے کباب پراٹھا کا ٹیسٹ مجھے آج تک یاد ہے۔ آپ کو پتا ہے کتنا مِس کرتی ہوں اس ذائقے کو اور تمہیں یاد ہے انائیا تم اس کباب پراٹھے کو "جو اب پراٹھا" کہتی تھیں کیونکہ تب تمہیں کباب پراٹھا کہنا نہیں آتا تھا۔اناہیتا کہہ کر مسکرائی تھی، مگر ایک دھیمی سی بھی مسکراہٹ اس کے لبوں پر نہیں آئی تھی۔

زائرہ نے بیٹی کی طرف دیکھا تھا۔

"انائیا؟"

"جی ممی؟" وہ یک دم چونکی تھی۔

"تم جانتی ہو تمہارا وہ دوست کل کیوں آیا تھا؟"

"نہیں ممی، اس نے مجھے نہیں بتایا۔آپ سے کوئی کام تھا کیا؟" وہ بے خبری سے بولی تھی۔

"ہاں اسے اپنی کمپنی کے کچھ اہم معاملات نمٹانے کے لیے قانونی مدد کی ضرورت تھی کسی نے میرا نام تجویز کردیا تو چلا آیا۔" ممی پر سکون انداز میں بولی تھیں اور وہ بری طرح چونکی تھی۔

کس طرح وہ اس کا خون جلا رہا تھا۔وہ شخص ایسا کیوں کرتا ہے؟

اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

"لو کباب کھاؤ انائیا ملک کم از کم اب تمہیں اتنا پریشان نہیں ہونا چاہیے نا؟" انابیتا کا لہجہ مدہم تھا کہ زائرہ پھوپو نہ سن سکیں۔

انائیا ملک نے چپ چاپ کباب تھام لیا تھا۔

فکر ختم تو نہیں ہوئی تھی مگر کسی حد تک کم ضرور ہوگئی تھی۔

سیل فون کب سے بج رہا تھا۔وہ شاور سے فارغ ہو کر باہر نکلی تھی تو کئی مسڈ کالز دیکھ کر چونکی تھی اور ایسے میں جب نمبر معارج تغلق کا تھا۔تشویش ہونا تو طے تھا۔وہ پلٹنے لگی تھی جب فون دوبارہ بجا تھا۔وہ وہیں تھم گئی تھی۔پلٹ کر دیکھا تھا معارج تغلق کا نام اسکرین پر چمک رہا تھا۔اس نے سیل فون کان سے لگایا تھا۔

"کہاں تھیں آپ؟ اتنی دیر سے ٹرائی کر رہا تھا آپ کا نمبر...!" شکوہ ہوا تھا۔

"کیسے فون کیا آپ نے؟"

"کیسے فون کرتے ہیں؟ تمہارا نمبر ملایا مل گیا۔" وہ غالباً اچھے موڈ میں تھا۔ اس سے زیادہ فضول بولتے انائیا ملک نے اسے کبھی نہیں سنا تھا۔

"اب اگر لڑکی سے شادی کرنے جا رہے ہو تو سلسلہ تو بنانا پڑتا ہے نا۔یونو شادی کے لیے ملنا جلنا' بات کرنا تو ایک معمولی سی بات ہے۔اب ہم 18 ویں صدی میں تو ہیں نہیں کہ نہ ملیں نہ بات کریں اور شادی ہوجائے۔" وہ غالباً اسے چھیڑ رہا تھا۔

"آپ کا دماغ خراب ہے؟" وہ غصہ ضبط کرتی ہوئی اسی قدر کہہ سکی تھی۔

"کیوں کیا ہوا؟" وہ رسانیت سے بولا۔

"کون' کس سے شادی کر رہا ہے؟ کسے پاگل بنا رہے ہیں آپ؟ آپ کو ایسی چالیں چلنا کیوں اچھا لگتا ہے چاہتے کیا ہیں آپ؟"

”کل آپ کو بتایا تو تھا باقاعدہ پروپوزل بھی دیا تھا۔ایک نا پسندیدہ پروپوزل تھا جو آپ کو پسند نہیں آیا تھا۔اس بار تو ایک پسندیدہ پروپوزل کے ساتھ آپ کے در پر دستک دی ہے۔“ وہ غالباً سنجیدہ نہیں تھا۔

”سب بکواس ہے۔ ممی سے آپ کی ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔“ وہ اسے رد کرتے ہوئے بولی تھی۔انداز محض جتانا تھا کہ آپ غلط کہہ رہے ہیں۔مگر اندازہ ہوا تھا کہ ایسا کہنا غلط تھا۔

”آپ چاہتی ہیں میں باقاعدہ پروپوزل دوں؟“ وہ بہت پر سکون انداز میں پوچھ رہا تھا۔”آپ کہیں تو شگن بھجوادوں؟ یا کل ڈیٹ فِکس کرنے آجاؤں؟“

”آپ کے پاس بہت فالتو وقت ہے؟“ وہ اپنے تمام غصے کو دبا کر بہت پر سکون انداز میں بولی تھی۔

”آپ آرہی ہیں شادی میں شرکت کے لیے؟“ وہ پوچھ رہا تھا۔

”کس کی شادی؟“ وہ چونکی تھی۔

”بھول گئیں آپ؟ آپ ہی تو ساری ارینجمنٹ کر کے گئی تھیں اب آپ شرکت نہیں کریں گی تو ایشاع کو برا لگے گا نا؟“ وہ پوچھ رہا تھا۔”آپ نے ایشاع سے وعدہ بھی کیا تھا؟“

”مجھے یاد نہیں طبیعت بھی بہتر نہیں۔“ اس نے الجھے ہوئے انداز میں کہا تھا۔

”وہاٹ رونگ؟“ وہ متفکر ہو اٹھا۔

”کچھ نہیں۔“ انائیا ملک کا انداز لا تعلق تھا۔

”میں آرہا ہوں۔“ کتنی ہمت تھی اس شخص میں وہ پل بھر کو حیران رہ گئی تھی۔

”کہاں آرہے ہیں آپ؟“ وہ چونکتے ہوئے بولی تھی۔

”آپ کو اسپتال لے جانے ٹو سی ڈاکٹر۔“

”میں اتنی بیمار نہیں ہوں۔“ اس نے جان چھڑائی تھی۔

”مگر آرہا ہوں۔“

”کس لیے؟“

"آپ کو پک کرنے، کسی کی خواہشات کا احترام کرنا اچھی بات ہے نا؟ اگر ایشاع چاہتی ہے آپ شادی میں شرکت کریں، تو کیا آپ اس کی خوشی کے لیے اتنا بھی نہیں کر سکتیں؟" وہ کسی قدر سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

"یوں بھی آپ کو پرابلم مجھ سے ہے نا؟ آپ چاہیں گی تو میں شادی میں شرکت نہیں کروں گا۔ آپ کے قریب آؤں گا نہ آپ کو زچ کروں گا۔ نہ نگاہ ملے گی نا کوئی تکرار۔ آپ کو اب بھی یقین نہ ہو تو میں ایشاع سے بات کروا دیتا ہوں۔" وہ غالباً اس بات کے لیے مذاق نہیں کر رہا تھا۔ انداز سنجیدہ تھا۔

"معارج تغلق آپ مجھے ڈرانا کب بند کریں گے؟ آپ نے بچپن میں پریوں کے دیس میں آئے کسی دیو کی کہانی سنی ہے؟ مجھے آپ ایسے ہی کسی دیو جیسے لگتے ہیں۔"

"اگر آپ کو یہ سوچ کر خوشی ملتی ہے تو یہی سہی۔ تو پھر تیار ہو رہی ہیں نا آپ؟" وہ سعادت مندی سے تسلیم کرتا ہوا بولا تھا۔ "میں لینے آرہا ہوں آپ اچھے بچوں کی طرح تیار ہوجائیں۔" کہہ کر سلسلہ منقطع کردیا تھا۔ وہ نہ انکار کر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سکی تھی نہ اقرار، مگر فون کا سلسلہ منقطع ہونے پر اک عجب سی کشمکش میں کھڑی تھی۔

/...☆/☆.../

اس نے بے دھیانی میں ایک عام سا سوٹ پہنا تھا مگر ممی نے جانے کیسے دیکھ لیا تھا۔ آئی تھیں تو نکال کر ایک پیکٹ بیڈ پر دھر گئی تھیں۔

"یہ وہ ڈریس ہے جو میں نے تب پہنا تھا جب تمہارے پاپا مجھے پہلی بار دیکھنے آئے تھے۔ تمہاری طرح سجنے سنورنے کی عادت مجھے بھی نہیں تھی، مگر میری دادی کہتی تھیں یوں سر جھاڑ منہ پھاڑ پھرنے سے خوش بختی روٹھ جاتی ہے۔ لڑکیوں کو سجنا سنورنا چاہیے۔ یہ ساڑھی تمہارے پاپا کی طرف سے آئی تھی اور یہ جیولری بھی۔ میں نے پہلی بار زندگی میں اتنا بھاری ڈریس پہنا تھا۔ مجھے ساڑھی پہننے کا سرے سے کوئی تجربہ نہ تھا اور اس پر شیفون کی اتنی بھاری ساڑھی کیری کرنا۔ عجب جان جوکھم کا کام تھا، مگر اس وقت اچھا لگا جب تمہارے پاپا کی پہلی نظر دیکھی ان کی نظر جو اٹھی تو پھر پلٹ کر گئی نہیں اور مجھے لگا

دادی کچھ غلط کبھی نہیں کہتیں۔میں چاہتی ہوں کہ تم آج یہ پہنو۔"

ممی کی خواہش عجیب تھی۔

انائیا ملک نے کسی قدر الجھے ہوئے انداز میں ماں کی طرف دیکھا تھا۔وہ کہنا بھول گئی تھی کہ وہ آپ کی اسپیشل مومنٹ تھی۔پاپا آپ کو پہلی بار دیکھنے آرہے تھے اور یہاں ایسا کوئی سلسلہ نہیں۔معارج تغلق سے سرے سے کوئی ناتا ہی نہیں۔رشتا ہونا تو دور کی بات ہے۔

وہ بد گماں تھی؟

شیفون کی اس فان ساڑھی کو پہن کر اس نے آئینے میں خود کو بغور دیکھا تھا۔

ممی کو کیا سوجھی۔عجیب کارٹون لگ رہی ہوں۔اتنی بھاری ساڑھی پہن تو لی اب چلوں گی کیسے؟ اس نے اکتاہٹ کے ساتھ جیولری کا ڈبہ کھول کر نیکلس نکالا تھا اور گلے سے لگا کر آئینے میں خود کو بغور دیکھا تھا۔

"اس طرح سجنے سنورنے کی کیا تک ہے۔ممی کو بھی پتا نہیں کیا ہوجا تا ہے کبھی کبھی۔" اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا تھا اور نیکلس گلے سے نکال کر

جیولری باکس میں دوبارہ رکھ دینا چاہا تھا جب آئینے میں ایک دوسرا عکس دیکھ کر وہ یکدم ساکت رہ گئی تھی۔

لمحہ بھر کو گماں سا گزرا تھا کہ وہم ہے۔تبھی بلا ارادہ آئینے کی سطح پر ہاتھ رکھ کر جیسے اس گمان کی جڑ تک پہنچنا چاہا تھا۔مگر اس عکس پر جیسے کوئی اثر نہ ہوا تھا۔جوں کا توں اس سطح پر موجود تھا۔

انائیا ملک حیرت سے چونکتی ہوئی پلٹی تھی اور اپنے مقابل معارج تغلق کو کھڑا دیکھ کر حیران رہ گئی تھی

مگر وہ اس کے چونکنے کی رتی بھر پروا کیے بنا چلتا ہوا آگے بڑھا تھا اور اس کے قریب آن رکا تھا۔وہ بت کی طرح ساکت کھڑی تھی۔معارج تغلق نے اسے بغور تکتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر اس کے ہاتھ سے وہ نیکلس لیا تھا۔لمحہ بھر کو ہار دیکھا تھا پھر اس کو شانوں سے تھام کر اس کا رخ آئینے کی طرف موڑ دیا تھا اور نیکلس کو اس کی گردن پر بہت ملائمت سے رکھا تھا اور لاک بند کردیا تھا۔

اس کے عکس کو بغور آئینے میں دیکھا تھا۔

پھر اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تھا اور اس کا رخ اپنی طرف موڑ لیا تھا کچھ لمحوں تک خاموشی سے تکتا رہا تھا۔

نظروں کی تپش حد سے سوا تھی۔

انائیا ملک جیسے جل جانے کو تھی۔

پتھر کی بت بنی اس گھڑی ساکت سی اس کے سامنے کھڑی تھی۔وجود میں کوئی حرکت نہیں تھی، مگر سانسوں کی رفتار بتا رہی تھی کہ اندر "حالتِ سکون" نہیں تھا۔کہیں ٹھہرے ہوئے پانی میں کچھ ہلچل تو تھی۔

معارج تغلق اس چہرے، اس پیشانی، دہکتے عارض، جھکی پلکوں اور گداز لبوں کو بغور دیکھ رہا تھا بہت آہستگی سے ہاتھ بڑھا کر چہرے پر آئی اس لٹ کو پیچھے ہٹایا تھا اور ایک مدھم سی سرگوشی کی تھی۔

"عاشقی صبر طلب اور تمنا بے تاب۔"

بے خود سے لہجے میں جیسے شعلوں کی گرمی تھی۔جو انائیا ملک کے اندر تلاطم پیدا کرنے کو کافی تھی وہ نظریں جھکائے یوں کھڑی تھی جیسے کوئی پتھر ہو۔

معارج تغلق جو اس کے خدوخال اور چہرے کو بغور دیکھ رہا تھا۔یک دم جیسے اس پر ترس آگیا تھا۔تبھی اس کے سراپا پر سے نظریں ہٹا کر بولا تھا۔

"اچھی لگ رہی ہیں آپ۔" لہجہ سرگوشی آمیز تھا۔

"بہت ڈیفرنٹ، انوکھی لمحہ بھر تو میں پہچان ہی نہیں پایا کتنے روپ بدلتی ہیں آپ اور الزام ہمارے سر آجاتے ہیں۔اب ہم احتجاج بھی نہ کریں تو کیا کریں؟" نگاہ اس پر نہیں تھی مگر لہجے کا تلاطم بتا رہا تھا کہ اندر ہلچل کتنی تھی۔

انائیا ملک نے لمحہ بھر کو ہمت کر کے اس کی جانب دیکھا تھا۔

وہ شخص اس کی جانب متوجہ نہیں تھا۔مگر متوجہ ہوتے ہوئے بھی جیسے ساری توجہ اس کی جانب مرکوز تھی۔

اونچا لمبا، چوڑے شانے، وضع قطع سے نکھرا ستھرا تیار وہ بندہ اتنا بُرا نہیں تھا نہ دیکھنے میں اتنا دیو ٹائپ تھا، مگر اس کا من اتنا کالا کیوں تھا۔لمحہ بھر کو انائیا ملک کے دل میں آیا تھا مگر وہ کچھ کہے بنا پلٹی تھی تبھی پاؤں فال میں اٹکا تھا اور وہ لڑکھڑا کر گرنے کو تھی۔جب معارج تغلق نے اسے تھام لیا تھا۔

ایک قربت کے احساس نے لمحہ بھر کو چھوا تھا۔وہ یکدم سے جیسے شعلوں کی لپیٹ میں تھی۔ایک خوش بو نے اس کا حصار کیا تھا۔کلون کی مہک نتھنوں میں گھسی تھی۔وہ جیسے آتش فشاں کے دہانے پر تھی۔

سارا وجود خاکستر ہوجانے کو تھا۔ذرا سنبھل کر سر اٹھا کر دیکھا تھا۔وہ اس کی جانب بغور دیکھ رہا تھا۔

نگاہوں میں تپش تھی۔

"قریب آنے کے لیے اتنے بہانے کیوں ڈھونڈتی ہیں آپ؟"

وہ پل بھر میں بوکھلا کر اس کی گرفت سے نکلی تھی، مگر ساڑھی کا آنچل سرک کر زمین پر جا پڑا تھا۔وہ ساکت رہ گئی تھی شرم سے نگاہ نہیں اٹھ سکی تھی۔

معارج تغلق ایک پل میں اس کے وجود سے اپنی نگاہ ہٹا گیا تھا۔مگر ایک فعل کرنے سے وہ باز نہیں رہ سکا تھا۔بہت آہستگی سے قدم بڑھائے تھے۔بنا اس کی جانب دیکھے بہت آہستگی سے اس کے سامنے جھکا تھا۔اس کا آنچل اٹھایا تھا اور بہت سہولت سے بنا اس کی جانب تکے اس کے شانے پر رکھ دیا تھا۔

"ایسے تیور نہ دکھائیں کہ توبہ ٹوٹنے پر مائل ہوجائے۔تمنا بے تاب سہی مگر رکھ رکھاؤ کے اسلوب نبھانا کبھی کبھی ضروری ہوتا ہے۔" بنا اس کی جانب دیکھے ایک سرگوشی ہوئی تھی اور وہ پلٹ کر کھڑا ہوگیا تھا۔

انائیا ملک نے آنچل کو شولڈر پر جمایا تھا۔جھکی نگاہ اب تک اٹھ نہیں پائی تھی۔وہ جیسے شرم سے زمین میں گڑی جا رہی تھی۔آج وہ اتنی کمزور کیسے پڑ گئی تھی؟ خود اپنے آپ سے پوچھتے ہوئے قدرے فاصلے پر کھڑے اس شخص کی چوڑی پشت کو دیکھا تھا۔

تبھی وہ بولا تھا۔

"میں گاڑی میں انتظار کر رہا ہوں۔ آپ آجائیے پلیز۔" کہنے کے ساتھ ہی وہ رکا نہیں تھا۔ چلتا ہوا تیزی سے باہر نکل گیا تھا۔

وہ ساکت سی اسے جاتا دیکھ رہی تھی۔

"یہ معارج تغلق کے ساتھ کون ہے؟" اس نے ہال میں قدم رکھا تھا تو کتنی ستائشی نظروں نے انہیں ایک ساتھ دیکھا تھا۔

ان نگاہوں نے بھی جنہوں نے پہلے یہاں اسے کام کرتے دیکھ کر کبھی نوٹس بھی نہیں لیا تھا۔

"کوئی نئی گرل فرینڈ ہوگی؟" ایک دبی دبی سرگوشی تھی ہجوم میں سے۔

"معارج تغلق کی تو عادت ہے لڑکیاں بدلنے کی۔" کوئی اس کے آوارہ مزاج ہونے پر ہنسا تھا۔

"شاید کوئی دوست ہو۔" ایک حسد بھری آواز تھی۔

"کوئی بھی ہو، اس کی ہمراہی میں جچ رہی ہے۔"

کوئی سرد آہ بھر کر بولا تھا۔

"پچھلے دنوں تو یہ تنہا تھا۔ میں نے اس لڑکی کو کبھی اس کے ساتھ نہیں دیکھا۔ دیکھنے میں تو اچھی ہے، لیکن پارٹی گرل نہیں لگتی۔ کہاں ملی ہوگی؟" کتنے تجسس بھرے جملے تھے۔

اس ہجوم کو پار کرنے تک جو اس کے کانوں میں پڑے تھے اور وہ جو اس کا ہاتھ بہت استحقاق سے تھامے اس گھڑی ایسے چل رہا تھا جیسے میلے میں کسی بچے کا ہاتھ تھاما ہو اور اس کے کہیں کھوجانے کے ڈر سے اس کا ہاتھ چھوڑنے کا خواہاں نہ ہو۔

اس کے لمبے لمبے ڈگ بھرتے قدم اس سے دو قدم آگے تھے اور وہ بامشکل اس کی تقلید کر رہی تھی۔ نظریں اس بندے کو بغور دیکھ رہی تھیں۔ کتنا تحفظ بھرا انداز تھا۔ اسے ایک بار بھی اس بندے سے ڈر محسوس نہیں ہوا تھا۔ اس اتنی بڑی تقریب میں۔ جہاں کئی بڑی شخصیات مدعو تھیں۔

کہاں عادی تھی وہ ایسی تقریبات میں شرکت کرنے کی، اگرچہ انتظامی امور کے لیے اسے موجود رہنا پڑا تھا۔ مگر اس طرح کسی کا ہاتھ تھامے لائم لائیٹ

بننا۔وہ کئی نظریں اپنے چہرے پر محسوس کر رہی تھی۔جیسے سپاٹ لائیٹ اس پر تھی۔

کیا وہ اس کا محافظ تھا؟ اس کی سمت اٹھی نگاہ جانچنے کی بھر پور سعی کر رہی تھی۔

ویٹر نے مشروب کی ٹرے اس کی سمت بڑھائی تھی۔جسے اس نے بہت سہولت سے ہاتھ کے اشارے سے منع کردیا تھا۔

کیا کر رہا تھا یہ شخص؟

کیا اسے واقعی پتا تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے؟

انائیا ملک کی جانچتی نگاہ کچھ جاننے کی سعی کرتی مسلسل الجھنوں کا شکار تھی۔

کتنے دن تھے جب وہ اس سے ملی تھی۔

مگر بد گمانیاں اور بھی سوا ہوئی تھیں۔

معارج تغلق اسے لے کر اپنے فیملی ممبرز کی طرف بڑھا تھا۔جہاں اس کی والدہ کچھ عورتوں کے ساتھ کھڑی تھیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ممی نے جس ڈریس کا انتخاب اس کے لیے کیا تھا۔وہ غالباً اس تقریب کے شایان شان تھا۔تبھی تو وہ ہر نگاہ اپنی طرف اٹھتی محسوس کر رہی تھی۔حتیٰ کہ معارج تغلق کی ممی نے بھی اسے بغو ردیکھا تھا۔

”معارج کہاں چلے گئے تھے تم بیٹا کتنے لوگ تمہارے بارے میں پوچھ رہے تھے۔“

”ممی میں وہ انائیا ملک کو لینے گیا تھا ایشاع کہاں ہے؟“

”وہ تو ابھی پارلر سے تیار ہو کر نہیں آئی۔انائیا ملک بیٹا تم کیسی ہو؟ اس کے چہرے کو پیار سے تھپتھپایا تھا۔وہ اتنی پزیرائی پر حیران ہوئی تھی۔

”میں ٹھیک ہوں۔“ اس کی آواز غالباً اس نے خود بھی با مشکل سنی تھی۔

”بہت پیاری لگ رہی ہو‘ تمہاری ممی نہیں آئیں۔“ کیا معارج تغلق پرسنلی اسے اور اس کی فیملی کو انٹرڈیوس کروا چکا تھا؟ وہ چونکی تھی۔

”نہیں‘ ممی کو کچھ کام تھا۔آپ کو ڈیکوریشن کیسی لگی؟ سارے انتظامات ٹھیک ہیں نا؟“ اس نے اپنے کام کے متعلق پوچھا تھا۔

"سب بہت اچھا ہے انائیہ۔ایشاع کو تو بہت پسند بھی آیا ہے کچھ دیر میں آئے گی تو تم خود مل کر پوچھ لینا۔" ممی نے کہا تھا اس نے سعادت مندی سے سر ہلا دیا تھا۔

وہ اس تقریب کے اہم ترین لوگوں کے نرغے میں کھڑی تھی سو ہر نگاہ اس کی سمت اٹھ رہی تھی مگر وہ نہیں جان پائی تھی معارج تغلق کا مقصد اس کو لے کر کیا تھا۔وہ اسے صرف ایشاع کی منشاء سے لایا تھا؟ یا پھر کوئی اور خواہش بھی اس میں شامل تھی۔

وہ نہیں سمجھ پائی تھی۔

اس نے دیکھا تھا وہ اس وقت کچھ دوستوں کے نرغے میں کھڑا تھا' مگر گاہے بگاہے نگاہ اس کی سمت اٹھ رہی تھی۔ایک بار تو نگاہ ملی تھی اور وہ جیسے چور سی بن گئی تھی۔اور بے دھیانی میں مسز تغلق کی کہی گئی بات پر سر ہلانے لگی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"تمہاری ممی کے بارے میں تو بہت سنا ہے بہت مشہور لائر ہیں۔ان کے آرٹیکل تو نیوز پیپرز میں پڑھتے رہتے ہیں' مگر آپ کے پاپا کے بارے میں زیادہ نہیں سنا۔وہ کہاں ہوتے ہیں؟" معارج کی ممی اس سے پوچھ رہی تھیں۔

"وہ' پاپا۔" وہ ایک لمحے کو چونکی تھی۔اس سے پہلے کہ کوئی جواب دینے کا قصد کرتی معارج تغلق وہاں آگیا تھا اور آتے ہی اس کے سامنے ہاتھ پھیلا دیا تھا۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی اور غالباً اس کی اتنی دیدہ دلیری پر حیران رہ گئی تھی۔ وہ بھی اپنی ماں کی موجودی میں۔اس نے ایک الجھی سی نگاہ اس پر ڈالی تھی اور پھر اس کی ممی کی طرف دیکھا تھا تبھی وہ بولا تھا۔

میرے ساتھ اس ڈانس فلور پر جانے کے لیے آپ کو ممی سے اجازت درکار ہے؟" ایک خفیف سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر تھی۔

"آئی کانٹ ڈانس۔" اس نے بوکھلا کر سر نفی میں ہلایا تھا۔

"آپ کو لگتا ہے یہ جو اتنے سارے لوگ اس میوزک پر جھوم رہے ہیں یہ جانتے ہیں ڈانس؟ خیر میں دوسروں کے بارے میں نہیں جانتا مگر ٹرائی کرنے

میں کیا حرج ہے۔" وہ مسکرایا تھا اور اس مسکراہٹ کا کیا اسرار تھا کیا بھید تھا؟

"آپ جانتی ہیں ممی کو بھی ڈانس نہیں آتا مگر اکثر ممی میری ڈانس پارٹنر کرتی ہیں اور کبھی کبھی تو دادی بھی۔" وہ شاید آج اچھے موڈ میں تھا۔

ممی اس کی بات پر مسکرا دی تھیں۔

یہ کون سا انداز تھا اس کا؟ کون سا روپ تھا؟ جس سے وہ واقف نہیں تھی؟

"اپنا ہاتھ دے دو انائیا بیٹا یہ ماننے والا نہیں ہے۔" مسز تغلق نے بیٹے کی حمایت کی تھی یا پھر وہ بیٹے کے مزاج سے واقف تھیں۔

ایک الجھی نگاہ معارج تغلق کی سمت ڈالی تھی۔

"ممی ٹھیک کہہ رہی ہیں۔" ایک دھیمی سی مسکراہٹ تھی لبوں پر۔

وہ الجھے ہوئے انداز میں یونہی کھڑی تھی تب وہ اس کا ہاتھ تھام کر اچانک ہی ڈانس فلور کی جانب بڑھنے لگا تھا۔

"معارج۔" اس نے پکارا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"شی۔" اس نے پلٹ کر اپنی شہادت کی انگلی اس کے لبوں پر رکھ دی تھی وہ اس کی ہمت پر ساکت رہ گئی تھی۔

اس کی آنکھوں میں براہِ راست تکتے ہوئے وہ جیسے ایک لطیف سی شرارت کر گیا تھا۔

انائیا ملک کا دل چاہا تھا وہاں سے بھاگتی ہوئی دور نکل جائے۔وہ جانے کیا سوچ کر پلٹی، قدم آگے بڑھانا چاہے تھے مگر تبھی ہاتھ معارج تغلق کی گرفت میں آگیا تھا۔اس نے گردن موڑ کر دیکھا تھا اور تبھی معارج تغلق نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا تھا۔

کیسی بے خودی طاری ہے معارج تغلق پر آج؟

کیسی بے بسی تھی۔

کیا تلاطم تھا یہ۔

یہ گرفت کتنی محبوبانہ تھی۔

کیسی دیوانگی تھی اس کی آنکھوں میں۔

اس کا حصار اس کے گرد کیسے آہنی دیوار باندھ رہا تھا۔

وہ کیوں اسے خود سے الگ ہونے نہیں دے رہا تھا۔

اس کی تمناؤں کا پیمانہ لبریز ہو رہا تھا۔

بے قراریوں کی حد تھی۔

یا وہ اختیار کھو رہا تھا۔

ڈی جے میوزک نے دھن بدلی تھی۔

ایک جادو سا فضا میں پھیلا تھا۔

مدھم دھن نے سارے ماحول کو اپنے سنگ باندھ لیا تھا۔

دل عبادت کر رہا ہے دھڑکنیں میری سن۔

تجھ کو میں کرلوں حاصل لگی ہے یہی دھن۔

معارج تغلق نے بازو اس کے گرد حمائل کیے تھے۔

دل عبادت کر رہا ہے دھڑکنیں میری سن۔

تجھ کو میں کرلوں حاصل لگی ہے یہی دھن۔

نظروں کی زبان وہ نہیں سمجھتی تھی۔مگر وہ جانتی تھی تو صرف اتنا کہ اس گھڑی وہ طوفان کی زد پر تھی اور جیسے ایک آگ اس کا احاطہ کیے ہوئے تھی۔

معارج تغلق اس کی آنکھوں میں براہِ راست جھانک رہا تھا۔نگاہوں کی تپش اسے جیسے جلا کر خاکستر کردینے کو تھی۔

کیا تھا ان آنکھوں میں؟

کیسی تمنائیں تھیں؟

کیسی کتھائیں؟

اور کیا اجازت چاہتی تھیں وہ آنکھیں؟

زندگی کی شاخ سے لوں کچھ حسین پل میں چن

تجھ کو میں کرلوں حاصل لگی ہے یہی دھن۔

کیا اسرار تھا؟ کیا بھید تھا؟

لمحے کیا سحر پھونک رہے تھے اور وہ آنکھیں کیا کہہ رہی تھیں۔

انائیا ملک کو کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔

دکھائی دے رہا تھا تو صرف وہ شخص۔

یا پھر اپنی دھڑکنوں کی آواز۔

دل پہلی بار دھڑکا تھا آج؟

اسے گمان ہوا تھا۔

ایسی دھڑکنوں کی آواز اس نے خود بھی پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔

کیا ہو رہا تھا یہ؟

اس نے اس کی گرفت سے نکلنے کی سعی کی تھی ارادہ وہاں سے بھاگ جانے کا تھا' مگر وہ جیسے اس کا ارادہ بھانپ گیا تھا اور اسے خود سے اور بھی قریب کر لیا تھا۔

جو بھی جتنے بھی پل جیوں انہیں تیرے سنگ جیوں

جو بھی کل ہو اب میرا اس کو تیرے سنگ جیوں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جو بھی سانسیں میں بھروں ان کو تیرے سنگ جیوں

چاہے جو بھی ہو راستا اس پر تیرے سنگ چلوں

دل عبادت کر رہا ہے دھڑکنیں میری سن

تجھ کو میں کر لوں حاصل لگی ہے یہی دھن

کیسی دیوانگی تھی اس شخص کی نظروں میں۔ کیسی بے خودی تھی۔ کیا وہ اختیار کھو رہا تھا؟ یہ اضطراب' یہ بے اختیاری کیا کہہ رہی تھی؟ اس کے اندر کی کیفیت اس کی آنکھوں سے عیاں تھی۔

انائیا ملک ساکت سی اسے تک رہی تھی کیا چاہ رہا تھا یہ شخص؟ کیا تھی اس کی حقیقت؟ کیا سمجھانا چاہ رہا تھا اس گھڑی ان آنکھوں سے؟ کیا وہ آنکھوں کی زبان سچ میں نہیں سمجھتی تھی؟

مجھ کو دے تو مٹ جانے اب تو دے دل مل جانے

کیوں ہے اتنا فاصلہ

لمحے یہ پھر نہ آئیں' ان کو تو نہ دے جانے

تو مجھ پر خود کو دے لٹا

تجھے تجھ سے توڑ لوں کہیں خود سے جوڑ لوں

میرے جسم و جان میں آ' تیری خوش بو اوڑھ لوں

جو بھی سانسیں میں بھروں' انہیں تیرے سنگ بھروں

چاہے جو ہو راستا اسے تیرے سنگ چلوں۔

معارج تغلق نے جیسے تھک کر اس کے شانے پر سر رکھا تھا۔

انائیا ملک شعلوں کی لپیٹ میں آگئی تھی

کتنی گرم گرم سانسیں اس کے شانے پر تھیں۔اس کی اسکن جیسے جھلسنے لگی تھی۔

دل عبادت کر رہا ہے۔دھڑکنیں میری سن

تجھ کو میں کرلوں حاصل لگی ہے یہی دھن

زندگی کی شاخ سے لوں کچھ حسین پل میں چن

تجھ کو کرلوں حاصل لگی ہے یہی دھن

معارج تغلق کی دیوانگی حد سے سوا تھی۔

انائیا ملک کے جیسے سارے تن بدن میں بھونچال آگیا تھا۔

ایک پل میں ساری دنیا زیر و زبر تھی۔

سارے وجود کے علاقے میں ایک تلاطم تھا۔

انائیا ملک نے ایک پل میں اسے پرے دھکیلا تھا اور پانیوں سے بھری آنکھوں سے جیسے پر شکوہ انداز میں اسے دھکیلا تھا۔

اسے شاید تحفظ احساس دینے کو وہ اس کے قریب ہوا تھا اس کا بازو تھاما تھا' مگر انائیا ملک نے جھٹک دیا تھا اور بھاگتی ہوئی وہاں اس ہجوم سے نکل گئی تھی۔

پیچھے جیسے ہزار ہا آوازیں تھیں مگر وہ پلٹ کر دیکھنے سے ایسے خوفزدہ تھی جیسے دیکھے گی تو پتھر کی ہوجائے گی۔

معارج تغلق اس کی ضدی طبیعت سے واقف تھا۔اس کے پیچھے جانا اس گھڑی مناسب نہیں لگا تھا۔اسے پتا تھا وہ اس لمحے اس کی بالکل نہیں سنے گی۔تبھی حاتم کو بلایا تھا اور اس کے پیچھے بھیجا تھا تاکہ وہ اسے تحفظ سے گھر تک ڈراپ کردے۔

مگر اطمینان جیسے رخصت ہوچکا تھا۔کسی بے قراریوں کے زیر اثر تھا وجود؟ وہ آپ حیران تھا۔

معارج تغلق کھلے آسمان تلے گھاس پر لیٹا تھا۔کیسی ندامت تھی۔یا پھر کوئی پچھتاوا۔یا پھر اندر کی بے اختیاریوں کی سطح حد سے تجاوز کرگئی تھی۔

رات کے اس پہر وہ کیسی بے قراریوں کے زیر اثر تھا۔کتنا اضطراب تھا نظروں میں۔

کیا وہ سچ میں ہار رہا تھا؟ اس کا بھر پورا سراپا نظروں کے سامنے آیا تھا۔اس کا وہ نہ بولنے والا چہرہ۔وہ آنکھیں... وہ رخسار... وہ جلا کر خاکستر کرنے والا سراپا۔وہ تو چھونے سے بھی ڈرتا تھا۔بلا اِرادہ چھو لیا تھا تو کیسی قیامتیں مچ گئی تھیں سارے وجود میں۔

کیا ہورہا تھا؟ وہ آپ سمجھ نہیں پایا تھا۔وہ پہلی لڑکی تو نہ تھی۔پھر ایسا کیا ہوا تھا جب وہ اس سے ملا تھا؟

وقت کیوں ایسی کہانیاں رقم کرتا چلا گیا تھا؟

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ایک ایک پل جب وہ اس سے ملا تھا۔نظروں کے سامنے تھا۔وہ آپ حیران تھا وہ کس بات سے متاثر ہوا تھا۔

اس کی پُر اعتمادی سے؟ اس کی ایک خاص تمکنت سے؟ ایٹی ٹیوڈ سے؟

نہ ڈرنے... نہ جھکنے والی طبیعت سے؟

یا لگی لپٹی نہ رکھنے کی عادت سے۔

یا پھر خوب صورتی سے؟

کیا وہ سچ میں اتنی خوب صورت تھی کہ معارج تغلق جیسے بندے کو ہلا کر رکھ دے؟

کتنے سوال اس کے آس پاس سر پٹخ رہے تھے۔

مگر معارج تغلق چپ چاپ اس کھلے آسمان کو دیکھ رہا تھا۔آج جب اس کا اِرادہ... بے ارادہ پہلی بار چھوا تھا تو سارا وجود کیسے ہلچل کے زیر آگیا تھا۔کیا وہ پہلی لڑکی تھی؟ جس سے وہ ملا تھا؟

کتنی لڑکیاں آئی تھیں زندگی میں اور چاہے اس کو مزاج اتنا آوارہ نہ سہی مگر ان کے ساتھ کسی حد تک وقت تو گزارہ تھا اس نے۔پھر آج یہ کیا ہوا تھا؟ یہ دل ضدی بچہ بنا سر کیوں پٹخ رہا تھا؟

حارث نے اسے ٹیرس سے دیکھا تھا پھر چلتا ہوا اس کے پاس آگیا تھا۔کچھ دیر کھڑے رہ کر اسے یوں ہی تکا تھا۔پھر گھٹنوں کے بل اس کے قریب بیٹھ گیا تھا۔

"کیا ہے... سب یارا؟ اس وقت کھلے آسمان تلے اس طرح لیٹنے کی کیا تک ہے؟ بہت تھک گیا ہے تو کمرہ ہے نا۔اپنے بیڈ پر جا کر آرام کر۔" حارث نے کہا تھا مگر وہ اُٹھا نہیں تھا۔"کیا ہوا؟ اتنا ڈاؤن کیوں فیل کررہا ہے۔تو ٹھیک تو ہے نا؟" حارث نے اس کی پیشانی کو چھو کر احساس کیا تھا۔

معارج تغلق اُٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔" نظروں کے سامنے یکدم اس کی دو بھیگی پُر شکوہ آنکھوں نے ڈیرا ڈال دیا تھا۔کیسا تھا احتجاج ان میں؟ یا پھر شکوہ؟

"یو او کے؟" حارث یقین کرنے کو پوچھ رہا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"آئی ایم اوکے... ایشاع کے جانے سے گھر کتنا سونا ہوگیا نا۔یہ بہنیں بھی عجیب ہوتی ہیں... آج رخصت ہوئی تو لگا وہ ہماری کبھی نہیں تھی۔اس سے لڑنے... جھگڑنے کے سارے پل ایک پل میں یاد آگئے..." اس نے غالباً اپنے اندر کے کسی چور کو راستہ دینے کے لیے ایشاع کا سہارا لیا تھا اور حارث نے اسے بغور دیکھا تھا۔

"میں جانتا ہوں معارج تغلق ... یہ حالت... یہ کیفیت صرف ایشاع کے جانے کی نہیں۔" حارث نے ایک پل میں اس کی نفی کی تھی اور وہ جیسے حیران ہوا تھا۔

"اور کچھ نہیں ہے۔" ایک گہری سانس خارج کرکے وہ چہرہ پھیر گیا تھا۔

"کچھ بھی نہیں؟" حارث نے جیسے یقین کرنا چاہاتھا۔مگر وہ کچھ بولے بنا اُٹھا تھا، ہاتھ جھاڑے تھے۔

"جا کر آرام کرو حارث... صبح ملتے ہیں۔" جانے کیا قصد کیا تھا۔

"تجھے اچھی لگتی ہے وہ؟" حارث نے یکدم پوچھا تھا۔وہ جو چلنے کا قصد کررہا تھا۔یکدم چونکا تھا۔مگر پلٹ کر حارث کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

"ڈونٹ نو۔" انداز جیسے خود کلامی کا سا تھا۔

"کہیں پیار ویار کا کوئی چکر تو نہیں؟" حارث کو تشویش ہوئی تھی۔

"نہیں جانتا۔" کہنے کے ساتھ ہی معارج تغلق نے قدم اندر کی جانب بڑھا دیئے تھے۔

حارث اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

☆☆☆☆

سارے اسرار و رموز

الجھنیں الجھاوؤں سے سوا

اک دبی چپ

اس چپ کی کوئی کہانی ہے کیا؟

انائیا ملک نے سوچے سمجھے بنا نمبر ملایا تھا۔

"سوری انائیا۔یار تم سے مل کر نہیں جاسکا۔" عدن معذرت کررہا تھا۔

"اٹس اوکے عدن۔مجھے تمہیں کہنا تھا کہ۔" وہ کہنے سے پہلے لمحہ بھر تو جیسے دانستہ رکی تھی۔

"کیا بات ہے انائیا؟ یو او کے؟" وہ متفکر ہو کر اٹھ بیٹھا تھا۔

"سوری یار۔کل رات ہی واپس لوٹا۔لیٹ تھا سو تمہیں رِنگ نہیں کیا۔" عدن اپنی جگہ شرمندہ تھا اتنے دنوں تک رابطہ میں نہ رہنے کی وجہ سے۔

"اٹس او کے عدن۔مجھے تمہیں بتانا تھا کہ آئی وانٹ تو گیٹ انگیجڈ دِس ویک اینڈ گٹ میرڈ نیکسٹ ویک۔اب جو بھی ہو وہ بہت جلدی ہونا چاہئے۔وی آر ڈیلائنگ تھنگس سو مچ۔یہ ٹھیک نہیں ہے۔" اس کی آواز کانپ رہی تھی۔عدن کو بھرپورا احساس ہوا تھا۔

"انائیا... کیا ہوا؟ یو اوکے؟ ایسا کیا ہو گیا ہے۔"

مگر وہ بول نہ سکی تھی۔بس گرم گرم آنسو رخساروں پر بہہ آئے تھے اور وہ جیسے بے بس ہو گئی تھی۔عدن اسے جانتا تھا اس کے مزاج سے واقف تھا۔

"تم رو رہی ہو انائیا؟ اوہ گاڈ... آئی ایم سوری یار۔ جو کچھ بھی ڈیلے ہوا وہ میری وجہ سے ہوا۔ اب آگیا ہوں نا میں۔ تم جیسا کہو گی ہو ویسا ہو گا۔ مگر پلیز... تم اس طرح روؤ مت۔ معارج تغلق نے تمہیں کچھ کہا؟" وہ جیسے کسی نتیجے پر پہنچا تھا۔

"مجھے بس جلدی شادی کرنا ہے۔ آئی وانٹ ٹو رن آف۔ آئی وانٹ اسٹے ہیئر مور۔" اس نے آنکھیں رگڑتے ہوئے جیسے ٹھان لی تھی۔

"تم روؤ مت۔ میں تمہاری طرف آرہا ہوں۔" عدن بیگ کمبل ہٹا کر اُٹھا تھا اور فون کا سلسلہ منقطع کردیا تھا۔

انائیا ملک نے بہت بکھرے ہوئے انداز میں سامنے آئینے پر نگاہ ڈالی تھی۔ اپنا آپ بہت اُلجھا ہوا اور بہت پرایا لگا تھا۔

آنکھوں سے چپ چاپ گرم گرم آنسوؤں کا لاوا بہہ رہا تھا۔

"انائیا میری سمجھ میں نہیں آرہا یہ اتنی جلدی کیوں؟ میری کوئی دس بیس بیٹیاں تو ہیں نہیں۔ ایک ہی بیٹی ہے۔ اس کو لے کر کتنے ارمان ہیں میرے یہ جو اتنی جلدی شادی ہوگئی تو کیا وہ ارمان پورے ہوں گے؟ میں تو ڈھنگ

سے ایک لسٹ بنا کر لوگوں کو انوائیٹ بھی نہیں کرسکوں گی۔" ممی نے اسے کئی اندیشے بتائے تھے۔

"ممی، اب اگر عدن اس ویک میں انگیجمنٹ اور دوسرے ویک میں شادی چاہتا ہے تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔ اسے جو مناسب لگا اس نے کہہ دیا۔" اس نے سارا کا سارا معاملہ اس کے سر ڈال دیا تھا اور خود اپنے طور پر بری الذمہ ہوگئی تھی۔

"پھر بھی... میں بھائی بھابی سے بات کروں گی۔ اتنی جلدی کیسے ہوسکتی ہے۔" زائرہ ملک کو فکر تھی۔

اس کا دل چاہ رہا تھا وہاں سے بھاگ جائے۔ وہ جو حالت دیکھ رہی تھی۔ اس کو لے کر وہ مزید دیر کرنا نہیں چاہتی تھی۔ مگر یہ بات وہ ممی کو کیسے بتاتی کہ وہ کیا صورت حال فیس کررہی ہے۔

کبھی کبھی کسی کو ایک پریشانی سے بچانے کے لیے خود اس سے گزرنا پڑتا ہے۔ وہ کسی خطرے سے بھاگ رہی تھی۔ مگر ممی کو نہیں بتاسکتی تھی کہ کیسی صورت حال کا سامنا ہے۔

مگر وہ جلد سے جلد اپنے آپ کو اس صورت حال سے نکال لینا چاہتی تھی۔

”عدن کو کیا پتا وہ تو بچہ ہے۔بات تو بڑوں کے درمیان ہوتی ہے۔“ ممی نے ایک اور جواز رکھا تھا۔

”ویسے مجھے حیرت ہورہی ہے انائیا تم نے اتنی جلدی فیصلہ کیسے لے لیا؟ میں نے تم سے کہا بھی تھا کہ اچھی طرح سوچ لو پھر فیصلہ کرو۔“

”ممی عدن اچھا لڑکا ہے۔جتنا سوچوں گی اتنا اُلجھوں گی۔شادی ایک بڑا فیصلہ ہے اور سوچنے سے دماغ اور بھی اُلجھ جاتا ہے۔ایک لمحے کو تو سب غلط لگتا ہے اور رد کرنے کو دل چاہتا ہے۔میں سوچ چکی ہوں۔سو اب اور سوچنا نہیں چاہتی۔آپ کو تو خوش ہونا چاہئے آپ کے بھتیجے کا انتخاب ہوا ہے۔آپ کی بیٹی دور نہیں جارہی اور غیروں میں نہیں جارہی۔“ وہ بہت مشکل سے مسکرائی تھی۔ مگر بہت روکھی پھیکی سی مسکراہٹ تھی۔

ممی نے اسے بغور دیکھا تھا۔

”مجھے تم خوش کیوں نہیں لگتیں؟“

”میں خوش ہوں ممی۔اب زیادہ خوش اس لیے نہیں ہوسکتی کہ مشرقی لڑکی ہوں اور زیادہ مسکراؤں گی تو کچھ آکورڈ لگے گا نا؟“ اس نے زبردستی مسکرا کر ایک بھرپور جواز دیا تھا۔

ممی نے پیار سے اس کا چہرہ تھپتھپایا تھا اور پھر اسے ساتھ لگا لیا تھا۔

☆☆☆☆☆

یہ ایک جستجو جو رگ و پے میں ہے

امکان در امکان جو اک سلسلہ سا ہے

ہونے کو کچھ بھی نہیں

پھر بھی رابطہ ہے

لا متناہی فاصلوں سے پرے

کچھ ہے جو حد سے ہے سوا

اک بے نام سا احساس

اک گومگو سی بات

کچھ کھلی ادھ کھلی

کچھ کہی اَن کہی

کیا ہے یہ' یا کچھ نہیں

کچھ ہے بھی یا نہیں۔

کل سے مسلسل معارج تغلق کا فون آرہا تھا۔

وہ بات کرنا نہیں چاہتی تھی۔سو ایک بار بھی کال پک نہیں کی تھی۔ایشاع تغلق کی شادی کے ساتھ ہی وہ رابطوں کا سلسلہ ختم کردیا تھا اس نے۔اب مزید وہ کوئی رابطہ رکھنا نہیں چاہتی تھی۔

اگر وہ شخص سمجھتا تھا کہ وہ اسے ڈرا کر خوف زدہ کرکے اپنی بات منوالے گا تو وہ اسے غلط ثابت کردینا چاہتی تھی۔

ماموں مامی آئے تھے اور منگنی کی ڈیٹ فکس ہوگئی تھی۔اس نے کسی قدر سکون کا سانس لیا تھا۔مگر عجب اک دھڑکا سا لگا تھا۔

کیا وہ معارج تغلق سے خوف زدہ تھی؟

وہ گیشا کو لے کر باہر آئی تھی اور سیڑھیوں پر بیٹھ گئی تھی۔تبھی گیٹ کھلا تھا اور معارج تغلق کی گاڑی اندر داخل ہوئی تھی۔

انائیا ملک اپنی جگہ ساکت رہ گئی تھی۔تب دھیان آیا تھا کہ اسے واچ مین کو منع کرنا چاہئے تھا کہ اس بندے کے لیے گیٹ نہ کھولے یا اسے اندر نہ آنے دے۔

وہ گاڑی کا دروازہ کھول کرباہر نکلا تھا اور چلتا ہوا اس کی طرف آگیا تھا۔

چال میں وہی وقار تھا۔

وہی تمکنت...

کیا یہ شخص صرف "جیتنے" کے لیے بنا تھا؟

کیسی فاتح کا سا انداز تھا۔

جیسے وہ صرف جیتنا چاہتا ہو اور ہار سے کوئی واسطہ ہی نہ ہو۔انائیا ملک کا دل چاہا تھا اُٹھے اور اندر کی جانب بھاگ جائے اور سارے دروازے بند کردے لیکن

نہ جانے کیا ہوا تھا کہ وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکی تھی۔اندر جانے کی جیسے سکت ہی نہیں رہی تھی۔

معارج تغلق اس کے پاس آن رکا تھا اور چپ چاپ اسے دیکھا تھا۔انائیا ملک انجان سی بن گئی تھی۔

"آئی ایم سوری!" وہ جیسے شرمندہ تھا۔پشیمان تھا۔انائیا ملک کے لیے اس کی جانب دیکھنا ناگزیر ہو گیا تھا۔

"سوری اباؤٹ وہاٹ؟" وہ جیسے بے تاثر بنی تھی۔کچھ دیر خاموش رہا تھا۔پھر اس کی سمت دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

""میرا خیال ہے کچھ غلط ہوا ہے۔آپ کو اچھا نہیں لگا اور مجھے بھی اچھا نہیں لگا۔آئی نو' نہیں ہونا چاہیئے تھا۔" وہ غالباً واقعی شرمندہ تھا۔

وہ کچھ کہہ نہیں سکی تھی۔

"آپ کال پک نہیں کر رہی تھیں۔مجھے احساس تھا آپ ناراض ہیں۔"

"میں مصروف تھی اس لیے آپ کی کال بھی شاید پک نہیں کی۔" اس نے اپنے طور پر جواز دیا تھا۔

"شاید؟" معارج تغلق نے اسے جتاتے ہوئے دیکھا تھا۔

میں کچھ بزی بھی تھی۔ایکچوئیلی آئی ایم گیٹنگ انگیجڈ۔" اس نے اطلاع دی تھی۔

عجیب بے تاثر سا انداز تھا۔

وہ چونکا تھا۔

"مگر آپ نے تو بتایا تھا نا کہ آپ منگنی شدہ ہیں؟"

"ہم دونوں انگیجڈ ہیں۔ایکچوئیلی بات کافی عرصے سے طے تھی مگر تقریب اب ہو رہی ہے۔دونوں فیملیز نے طے کیا ہے کہ اس وقت انگیجمنٹ اور نیکسٹ ویک ویڈنگ۔" وہ بہت آرام سے بتا رہی تھی۔

وہ بے طرح چونکا تھا۔

"ویڈنگ..."

"جی ہاں ویڈنگ... عدن نے ہی ڈیٹ فکس کی ہے۔بہت کام کرنا ہے۔ڈھیر ساری تیاریاں... اور وقت بہت کم ہے۔آپ کو بھی انوائیٹ کروں گی۔آپ کچھ لیں گے؟ ٹھنڈا گرم؟" وہ مکمل طور پر خود اعتماد تھی اور مطمئن بھی۔

جیسے اب اسے کوئی خوف نہ ہو۔

وہ یکدم سے ہی جیسے بہت بہادر ہو گئی تھی۔

معارج تغلق اسے چپ چاپ دیکھ رہا تھا۔

"انائیا۔" بہت کچھ کہنے کی آرزو رکھتے ہوئے بھی۔وہ جیسے کچھ نہیں کہہ پایا تھا۔

انائیا ملک نے اسے اس لمحے بہت بے بس اور کمزور محسوس کیا تھا۔

"آپ..."

کیا کہنا چاہ رہا تھا وہ؟

وہ سمجھنے کی سعی کرنا نہیں چاہتی تھی۔گیشا اس کے پاس آگئی تھی۔

"آپ کو گیشا واپس چاہئے؟" وہ پیار سے گیشا کی ملائم کھال سہلانے لگی تھی۔

"نہیں..." معارج تغلق کا انداز قطعی تھا۔اس کی آنکھوں میں اک سکوت تھا۔

جیسے وجود طوفانوں کے زیر اثر ہو۔

"آپ اتنی جلد شادی کیوں کر رہی ہیں؟"

"کیا مطلب اتنی جلد شادی کیوں کر رہی ہوں۔اتنے سال انگیجمنٹ کو ہو گئے۔"

وہ وضاحت دے رہی تھی۔

"آپ خوف زدہ ہیں؟" وہ اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔

انائیا ملک نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔قدرے توقف سے بول رہا تھا۔

انائیا ملک نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔قدرے توقف سے بولی تھی۔

"مجھے شاپنگ کرنے جانا ہے۔ابھی تھوڑی دیر میں عدن پک کرنے آجائے گا۔"

"آپ خوش ہیں" وہ جانے کیا جاننا چاہ رہا تھا۔

وہ سر جھکا کر کچھ لمحے تک جیسے کچھ سوچتی رہی تھی۔

"عدن اچھا لڑکا ہے۔مجھے جانتا ہے' سمجھتا ہے۔ہم بچپن سے ساتھ ہیں۔وہ ایک اچھا دوست ہے۔میں اس شادی سے خوش ہوں۔" وہ بہت نپے تلے لہجے میں جواب دے رہی تھی۔

"کیا یہ سارے جواز خوش ہونے کے لیے کافی ہیں؟" وہ جیسے اسے جاننے کا متمنی تھا۔

"ہاں، کیوں نہیں۔" وہ بہت پریکٹیکل ہو رہی تھی۔

"آپ ایسی کیوں ہیں؟" وہ آج اتنا بے بس دکھائی دے رہا تھا کہ شاید اسے کوئی خوشی ہوئی۔ وہ اسے شکست خوردہ دیکھنا چاہتی تھی تو یہ عظیم لمحہ تھا۔ جب وہ اس شکست کے احساس کے زیر اثر تھا۔

وہ اسے اس طرح دیکھ کر خوش نہیں ہوئی تھی۔ جیسے اس کے اندر کوئی احساس نہیں تھا۔ جیسے وہ بہت بے حس ہو رہی تھی۔ وہ جو ہمیشہ کی حسّاس تھی اور کسی جانور کی تکلیف بھی برداشت نہیں کر سکتی تھی اور کہاں وہ ایک انسان کے روبرو تھی جو اندرونی انتشار اور فشار کا شکار تھا۔

"آپ کے خیال میں کیسی ہوں؟" وہ اس سے نظریں ملائے بنا بولی تھی۔

"شاید... کبھی سمجھا نہیں پاؤں گا۔" معارج تغلق نے جیسے خود کو بے بس پایا تھا۔

"مگر اس گھڑی آپ ویسی نہیں ہیں، درحقیقت آپ جیسی ہیں۔" وہ اسے بغور جانچ رہا تھا جیسے اس کی آنکھوں میں عجیب ویرانی تھی۔ ایسی ویرانی اس نے پہلے نہیں دیکھی تھی۔

کیا وہ واقعی اندر سے ٹوٹ رہا تھا؟

شکست کے مرحلے سے گزر رہا تھا؟

"آپ مجھے جانتے ہیں؟ گنتی کی دو چار تو ملاقاتیں ہوئی ہیں۔ کسی کو بھی جانے بنا آپ اس کے متعلق کوئی رائے اخذ نہیں کر سکتے۔ گنتی کی دو چار ملاقاتیں یوں بھی کسی کو جاننے کے لیے ناکافی ہیں۔"

وہ کسی قدر روکھے انداز میں بولی تھی۔

"آپ ان ملاقاتوں کا سلسلہ بڑھانا چاہتی ہیں؟" وہ یکدم پوچھ گیا تھا۔

"وہاٹ؟" وہ حیران رہ گئی تھی۔

"آپ جانتے ہیں میری شادی ہو رہی ہے۔ آپ پھر بھی ایسی باتیں کر رہے ہیں؟" وہ جیسے اسے احساس دلانا چاہتی تھی۔

"ہو رہی ہے... ہوئی تو نہیں؟" وہ جیسے ہمت ہارنا نہیں چاہتا تھا۔اس کا انداز شکست خوردہ جیسا نہیں تھا۔

اس لمحے انائیا ملک کے اندر کہیں کوئی خطرے کی گھنٹی بجی تھی۔

"آپ پلیز مجھے اس طرح خوف زدہ مت کریں۔میں اپنی زندگی میں اب کچھ غلط نہیں چاہتی۔جو بھی سلسلہ رہا اب اس کا اختتام چاہتی ہوں۔شرارتیں ہوچکیں... مذاق ہوگئے۔آپ نے بہت زچ کیا۔میں نے آپ کو معاف کیا۔ مگر اب کوئی مزید مذاق نہیں۔میری زندگی کا اہم باب یہ ہے۔ایک نئی زندگی میں داخل ہونے جارہی ہوں میں اور اب کوئی بدمزگی نہیں چاہتی۔آئی ہوپ کہ آپ سمجھداری کا ثبوت دیں گے۔" وہ جیسے بہت آرام سے اسے جتا رہی تھی۔وہ جانے کیوں مسکرادیا تھا۔

"اتنی سی ہیں آپ۔ باتیں کتنی بڑی بڑی کرتی ہیں۔ویسے آپ کو لگتا ہے کہ آپ اب گھر سنبھالنے کے قابل ہوگئی ہیں؟ زندگی کے بعد کی زندگی بہت سی ذمے داریوں کا بوجھ لیے آپ کے پاس آتی ہے نا اور آپ کو ان ساری ذمے داریوں کو پورا بھی کرنا پڑتا ہے۔" وہ جیسے اسے ڈرا رہا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"جانتی ہوں میں۔مجھے ایسا کوئی خوف لاحق نہیں ہے۔میں ساری ذمے داریاں با خوبی نبھا سکتی ہوں۔" اس کا انداز کھردرا نہیں تھا تو ملائم بھی نہیں تھا۔وہ اس گھڑی جیسے کوئی اجنبی تھی۔

معارج تغلق کو نہیں لگا تھا کہ اس شام وہ اس کے اتنے قریب تھی کہ وہ اس کی سانسوں کو محسوس کرسکتا تھا۔

اس کی دھڑکنوں کو گن سکتا تھا۔

ایک پل میں وہ کتنی دوری پر تھی۔

"میں اسی بات کا یقین کرلینا چاہتا تھا کہ آپ ان ذمے داریوں کے قابل اب ہوگئی ہیں۔مگر' جائیں آپ اپنی شاپنگ انجوائے کریں۔" کہنے کے ساتھ ہی وہ اُٹھا تھا اور چلتا ہوا گاڑی کے پاس پہنچ گیا تھا۔گاڑی میں بیٹھنے سے پورچ سے گاڑی نکالنے تک اس بندے نے ایک نگاہ بھی اس پر نہیں ڈالی تھی اور انائیا ملک کے لیے یہ بات قابل اطمینان تھی کہ وہ اس کی بات سمجھ گیا تھا۔

تبھی وہ اُٹھی تھی اور گیشا کو اُٹھا کر اندر کی جانب بڑھ گئی تھی۔

تو بالآخر... سلسلہ تھم گیا تھا۔

الماریوں میں دبے قصّے

ادھوری وضاحتوں کے سارے حصے

کہانیوں میں بند ادھورا سچ

اور دھڑکنوں میں دبی اک لہر

راکھ میں دبی کوئی چنگاری ہو جیسے

بند کمرے میں وہ شام کا سنّاٹا

اور اس ویرانی میں اُبھرتی تیری سرگوشیوں کے گماں

مجھے بتاؤ کہ اس گماں کا یقین ہو کہ نہیں

تم میرے پاس ہو اتنے تو پھر دور ہو کیوں

میرے گمانوں سے پرے اس برگد کے پیڑ تلے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تمہارے خیالوں کی دستکیں سنائی دیتی ہیں

چاہے دور رہو، یا پھر پاس کہیں

تمہاری شباہتیں دکھائی دیتی ہیں

مجھے بتاؤ اب ایسے جیوں تو کیسے جیوں؟

جب گھر لوٹوں کمرے میں قدم دھروں

تمہاری باتیں، وہ سرگوشیاں وہ ادھ ادھورے لفظ

تمہارے ہونے کا یقین دیتے ہیں تو

میں تم سے کیسے دور رہوں، بات بھی نہ کروں؟

میں تم سے کیسے دور رہوں؟

کیسے بات بھی نہ کروں؟

جب میرا یقین بھی تم ہو اور گمان بھی تم

میں کیسے دور رہوں؟

معارج تغلق ماں کے کمرے میں آیا تھا اور بنا کچھ کہے جھک کر بیٹھا تھا اور گود میں سر رکھ دیا تھا۔مسز تغلق نے بہت پیار سے بیٹے کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا۔

"کیا ہوا تھک گیا ہے تُو؟"

مگر اس کی جانب سے کوئی جواب نہیں آیا تھا۔

"گھر میں اچانک سے کتنا ویرانہ ہو گیا نا۔ایک چپ سی جیسے سارے گھر میں بھر گئی ہے۔ایشاع اپنے ساتھ ساری چہل پہل لے گئی ہے۔" ممی نے کہا تھا۔

"ہاں'ایشاع کے جانے سے کچھ خاموشی ہو گئی ہے۔" اس نے تائید کی تھی۔

"سوچ رہی ہوں اس خاموشی کو توڑنے والی اب کوئی لے آوں۔" ممی مسکرائی تھیں۔

"کون...؟" وہ چونکا تھا۔

"کوئی بھی..." ممی مسکرائی تھیں۔"جو میرے بیٹے کو پسند ہو۔"

"ممی آپ بھی نا۔" وہ زیادہ نہیں کہہ سکا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"کیا عجیب ہے اس میں حارث کی ممی اس کے لیے لڑکی دیکھتی ہے تو جائز ہے اور اگر میں اپنے بیٹے کے لیے لڑکی دیکھتی ہوں تو غیر مناسب ہے۔" مسز تغلق نے شکوہ کیا تھا۔

"آپ لڑکی دیکھنا چاہتی ہیں؟" معارج تغلق نے دھیمے لہجے میں پوچھا تھا۔

"ہاں' ہر ماں کی طرح میں اپنے دل میں یہ خواہش رکھتی ہوں کہ اپنے بیٹے کے لیے چاند سی بہو لاوں۔" ممی مسکرائی تھیں۔

"چاند سی بہو؟ یہ کیسی ہوتی ہے' کیا اسے چاند پر مینوفیکچر کیا جاتا ہے؟ کتنی اسٹوپڈ سی چیز ہے' شادی۔اس کے بنا کیا زندگی نہیں گزر سکتی؟ ایک اسٹوپڈ سی کمنٹ منٹ۔دو اسٹوپڈ قسم کے بندے پیپرز سائن کرلیں۔اس کے ہونے سے کیاواقعی شادی ہوجاتی ہے؟" وہ جانے کیا کہہ رہا تھا۔

"بیٹا! شادی صرف پیپر سائن کرنا نہیں ہے۔شادی دو لوگوں کے درمیان کا معاہدہ بھی نہیں ہے۔شادی دل کا رشتہ ہے' نہ رشتہ دلوں کو ملاتا ہے۔یہ کوئی جبری کمنٹ منٹ بھی نہیں ہے۔یہ سپردگی ہے۔خود سپردگی۔جب آپ اپنی رضا

سے کسی کو اپنا آپ سونپتے ہیں۔بنا کسی دباؤ کے۔تب اسے شادی کا نام دیا جاتا ہے۔یہ خوشی سے ہوتا ہے۔" ماں نے بھر پور انداز میں سمجھایا تھا۔

"شاید..." وہ کھوئے کھوئے سے انداز میں بولا تھا۔انداز تھکن سے چُور تھا۔

"اتنا سب نہیں جانتا۔مگر مجھے شادی سچ میں ایک فضول سی شے لگتی ہے۔کوئی ہولناک سا سچ۔جو پل میں آپ کو نگل لے گا۔"

"ایسے نہیں سوچتے بیٹا۔اللہ نے جوڑیاں بنائی ہیں اور ہر ایک کا جوڑ لکھا گیا ہے۔آسمانی فیصلوں کی نفی ممکن نہیں۔ان باتوں کو چھوڑو مجھے بتاؤ کہ میں تمہارے لیے لڑکی دیکھوں یا نہیں؟"

"آپ دیکھنا چاہتی ہیں تو دیکھ سکتی ہیں مگر یہ ضروری نہیں کہ میں شادی بھی کروں۔" وہ کسی بچے کی طرح ضدی سے انداز میں بولا تھا۔ماں نے پیار سے سر پر چپت لگائی تھی۔وہ مسکرا رہا تھا۔

"بہت تھکا ہوا لگ رہا ہے تو' ٹھیک تو ہے؟" ماں نے بغور دیکھا تھا۔

"ہاں ممی... میں ٹھیک ہوں۔" ایک گہری سانس خارج کی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"تو پھر دیکھوں لڑکی؟ میری چاند سی بہو؟" ماں نے اجازت چاہی تھی۔وہ سر اُٹھا کر دیکھنے لگا تھا۔

"اگر آپ دیکھنا چاہتی ہیں تو دیکھ لیں۔" ماں کو اجازت دی تھی۔

"تمہیں کوئی پسند ہے؟"

"اوں ہوں... کوئی نہیں۔" قطعاً بے تاثر انداز میں وہ بولا تھا۔

"مسز افتخار کی بھانجی جو ایشاع کی مایوں میں بلیو ڈریس میں تھی؟"

"میں نے نوٹس نہیں لیا۔" وہ بے تاثر انداز میں گویا تھا۔

"اچھا وہ مسز تیمور کی بیٹی... وہ جو شادی میں بلو ڈریس میں تمہارے پاس کھڑی تھی؟" ماں نے کئی نام گنوائے تھے۔

"نہیں جانتا..." وہ جیسے سرے سے انٹرسٹڈ نہ تھا۔

"تمہیں انایا ملک کیسی لگتی ہے؟" ماں نے یکدم پوچھا تھا۔وہ چونک پڑا تھا۔سر اُٹھا کر ماں کی طرف دیکھا تھا۔

"آپ کو لگتا ہے وہ چاند پر مینو فیکچر ہوئی ہے؟"

ماں نے مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔

"اچھی ہے نا؟"

"اس کی شادی ہو رہی ہے۔" انداز بجھا بجھا تھا۔

"کہاں؟" ممی نے پوچھا تھا۔

"اس کا کزن ہے۔ شی واز آل ریڈی انگیجڈ۔" مطلع کیا تھا۔

"اوہ... وہ تمہارے ساتھ اچھی لگ رہی تھی۔ مجھے لگا اچھا پیئر ہے۔ کوئی اور دیکھوں گی۔" ممی نے تسلی آمیز انداز میں کہا تھا۔

وہ کچھ نہیں بولا تھا۔

"معارج... بیٹا میں دل سے چاہتی ہوں تم شادی کرو۔ اس گھر کو آباد دیکھوں۔ اپنے پوتے پوتیوں کو کھلاؤں۔" خواہشوں کا اظہار ہوا تھا۔

"ممی! بالکل عام ماؤں سا سوچتی ہیں آپ۔"

"ماں ہوں نا... ماں جیسا ہی سوچوں گی۔" ممی مسکرائی تھیں۔ "تم فریش ہو جاؤ میں کھانا لگواتی ہوں۔" مم نے کہا تھا اور وہ اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔

یہ مجھے چین کیوں نہیں پڑتا

ایک ہی شخص تھا جہان میں کیا

وہ تھکے تھکے قدموں سے اپنے کمرے کی جانب بڑھنے لگا تھا۔ اور بجائے واش روم میں جانے کے یا فریش ہونے کے ٹیرس پر آ گیا تھا۔

دل تو یہ میرا شور کرے

اِدھر نہیں

اُدھر نہیں

تیری اور چلے

اتنا سنّاٹا تھا تو کہیں ایک گوشے میں اتنا شور کیوں تھا؟ وہ سمجھ نہیں پایا تھا۔

شروع ہو گئی کہانی میری

میرے دل نے بات نہ مانی میری

حد سے بھی آگے یہ گزر ہی گیا

خود بھی پریشان ہوا مجھ کو بھی یہ کر گیا

وہ نگاہ اُٹھا کر تاروں کو بغور دیکھنے لگا تھا۔

شاید یہ پہلی بار ہو اتھا۔وہ تاروں' ستاروں کو یوں تک رہا تھا۔

کیا جانچنا چاہ رہا تھا وہ؟

کیا ڈھونڈنا چاہتا تھا؟

انداز بے اضطراب لیے ہوئے تھا

کیا وہ واقعی ہار رہا تھا۔

...☆☆☆...

انائیا ملک کا دل بہت ڈر رہا تھا۔انگیجمنٹ کا دن آپہنچا تھا۔وہ سجی سنوری بیٹھی۔

کبھی کبھی خود اپنے خلاف جانا اچھا نہیں لگتا۔

وہ اپنے خلاف کھڑی تھی۔

جلدی میں جو فیصلہ ہو اتھا۔اس میں کہیں دل کی مرضی شامل نہیں تھی۔شاید اسی لیے اندر کچھ بجھا بجھا سا تھا۔

"آپ خوش ہیں؟" اندر ایک سر گوشی اُبھری تھی۔وہ چونک گئی تھی۔اس لمحے اس شخص کے بارے میں سوچنا چہ معنی دارد؟ اس نے آئینے میں اپنے بھر

پور سراپا کو دیکھا تھا۔شاید وہ اچھی لگ رہی تھی۔مگر خود اپنے خدو خال میں اسے کچھ متاثر کن نہیں لگا تھا۔وہ آج عدن بیگ کی ہونے جارہی تھی۔اپنا آپ پرایا ہونے جارہا تھا۔لڑکیوں کے لیے یہ ایک مشکل وقت ہوتا ہے۔ایک بڑا فیصلہ۔اس کے لیے انہیں ٹائم درکار ہوتا ہے۔ذہنی طور پر تیار ہونے کے لیے اور شاید دلی طور پر بھی۔وہ ذہنی طور پر تو کسی حد تک تیار تھی یہ "حل" اسی نے ڈھونڈا تھا۔عدن کی مرضی جانے بنا۔مگر دلی طور پر وہ شاید تیار نہیں تھی۔ فی الحال نہیں... یہ کچھ بعد میں ہوتا تو شاید وہ ریڈی ہوتی۔مگر اس لمحے سب بہت عجیب لگ رہا تھا۔اس نے ہاتھ پھیلا کر اپنے ہاتھ کی تیسری انگلی کو دیکھا تھا۔جسے ابھی عدن بیگ کے نام کی رنگ سے مزیّن ہوجانا تھا۔

ایک نیا رشتہ... ایک نیا نام۔

نیا احساس...

میں ان احساسات سے اتنی عاری کیوں ہورہی تھی۔اپنا آپ پرایا ہوتا اتنا عجیب کیوں لگ رہا تھا۔

کیا چاہ رہی تھی وہ؟

عدن کی طرف سے لوگ آگئے تھے۔اسے لے جا کر ہال کمرے میں بٹھا دیا گیا تھا۔کتنے مہمان موجود تھے۔کئی اسے ستائشی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

”تم اچھی لگ رہی ہو انائیا ملک۔میرے بھائی کے دل پر بجلی گرانے کے لیے آج کا یہ لمحہ کافی ہے۔“ انابیتا بیگ اسے کان کے قریب سرگوشی کرکے چھیڑ رہی تھی۔مگر وہ مسکرائی نہیں تھی۔

کوئی رنگ بھی اس کے چہرے پر نہیں آیا تھا۔

کچھ دور فاصلے پر کھڑے عدن بیگ پر نگاہ پڑی تھی۔لمحہ بھر کو ملی تھی۔وہ بہت ملائمت سے مسکرایا تھا۔

کیا وہ خوش تھا؟ وہ مان نہیں پائی تھی۔مگر وہ فوری طور پر مسکرا بھی نہیں سکی تھی۔عدن بیگ اس کا موڈ بھانپ گیا تھا تبھی چلتا ہوا اس کے پاس آگیا تھا۔

”یو اوکے انائیا؟“ اس کے قریب بیٹھا تھا۔

”آئی ایم او کے عدن۔مگر کچھ پریشانی ہورہی ہے۔عجیب سی ایک گھبراہٹ سی۔جانے کیوں دل ڈر رہا ہے۔“ اس نے کیفیت دوستانہ انداز میں بیان کی تھی۔

عدن نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا تھا اور ملائمت سے مسکرا دیا تھا۔

”اپنے دل کو ڈانٹو اور سمجھاؤ کہ اب پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ نیکسٹ ویک شادی ہے۔اینڈ آئی ایم پلاننگ ٹو موویو کے۔ہم یہاں نہیں رہیں گے‘ تاریخ مقرر ہوچکی ہے۔“ اس کو لے کر وہ کتنا کنسرنڈ تھا۔اتنی ڈھیر ساری پلاننگ کرچکا تھا۔اس کے لیے موو کرنے کاارادہ بھی باندھ چکا تھا اور وہ اب بھی اندیشوں کا شکار تھی۔

اسے اپنے طور پر کچھ بُرا لگا تھا۔تبھی اپنا دوسرا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا تھا۔

”عدن تھینک فور بینگ ود می... تم ساتھ ہوتے ہو تو جانے کیوں ڈر نہیں لگتا۔یوں لگتا ہے جیسے ہر خطرے میں مجھے سیف کرسکتے ہو۔“ وہ نرمی سے دھیمے لہجے میں کہہ رہی تھی۔عدن نے سر ہلا دیا تھا۔

"میں تمہارا ہم سفر بننے جارہا ہوں اور ہم سفر ہونے کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ آپ اپنے جیون ساتھی کو ہر طریقے سے پروٹیکٹ کریں اور پیار کریں۔پوری سچائی اور ایمان داری کے ساتھ۔میں تمہارے ساتھ ہوں انائیاملک۔آج سے ہمیشہ تک۔زیادہ وعدے اور دعوے نہیں ہیں میرے پاس کہ اس کا موقع نہیں ملا۔مگر میں تمہیں خوش رکھنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔اب پریشان مت ہونا۔میں ابھی آتا ہوں۔" وہ کہہ کر اُٹھا تھا اور ہجوم میں کہیں غائب ہو گیا تھا۔

وہ سر جھکا کر ہاتھوں پر بیل بوٹے بنے اس ڈیزائن کو دیکھنے لگی تھی۔تبھی ایک شور ہوا تھا۔اور پھر یک دم سناٹا چھا گیا تھا۔اس نے نگاہ اُٹھا کر دیکھا تھا۔

مزیداردوکتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہتھیاروں سے لیس چار بندے تیزی سے آگے کی سمت بڑھے تھے اور اسے گھیرے میں لے لیا تھا۔

وہ دنگ رہ گئی تھی۔کیا ہوا تھا یہ؟

کیا ہونے جارہا تھا؟

کیا چور؟ ڈاکو؟ یا پھر؟

وہ زیادہ سوچ نہیں سکی تھی۔جب اچانک نگاہ معارج تغلق پر پڑی تھی۔وہ اسی آن بان شان کے ساتھ چلتا ہوا اس کی سمت بڑھ رہا تھا۔

نہ اسے ہتھیاروں سے لیس ان لوگوں کی پروا تھی نہ کوئی اور خوف۔

وہ یہاں اس وقت ... وہ یہاں کیوں آیا تھا؟

وہ حیران تھی۔

معارج تغلق اس کے قریب آن رکا تھا۔تبھی اس نے سر اُٹھا کر اسے خالی خالی نظروں سے دیکھا تھا۔

"معارج تغلق آپ یہاں؟ آپ کو کس نے بلایا؟ اور یہ لوگ؟"

معارج تغلق بہت پُر سکون انداز میں اس کے قریب بیٹھ گیا تھا۔

اور بہت پُر سکون انداز میں بولا تھا۔

"یہ ہماری پارٹی کے لوگ ہیں۔میں آرہا تھا تو میرے ساتھ آگئے۔کئی سالوں سے ہمارے لیے کام کررہے ہیں۔آئی مین ہماری پارٹی کے لیے۔اچھے لوگ ہیں۔پڑھے لکھے ہیں۔ڈرنے کی ضرورت نہیں۔سیاسی پارٹی سے منسلک ہیں۔سارے اصول کے کام کرتے ہیں۔" وہ رسانیت سے کہہ کر اس کی جانب دیکھ رہا تھا اور وہ ساکت تھی۔

یہ کون سا انداز تھا اس کا ؟

اب کون سی چال تھی؟

کیا نئی گیم پلان کرکے آیا تھا وہ؟

وہ اس کے دماغ تک ... یا سوچوں تک رسائی نہیں رکھتی تھی سو تبھی اسے بہت اُلجھے ہوئے انداز میں ساکت نظروں سے دیکھ رہی تھی۔لوگوں کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔میوزک بند ہوچکا تھا۔لوگ جو شرکت کو آئے تھے خوف زدہ تھے۔

نہ جانے وہ اپنے ساتھ کتنے لوگ اسلحہ سے لیس لایا تھا۔

وہ توفیئر ہونے کی بات کرتا تھا تو پھر یہ کیا تھا؟

"آپ یہاں سیاسی ڈرامہ کرنے آئے ہیں؟ اس سیاسی پارٹی کو یہاں لانے کی کیا ضرورت آن پڑی؟ آپ توفیئر گیم کھیلنے کے عادی رہے ہیں نا... پھر یہ اسلحہ کیوں... دیکھ رہے ہیں آپ ہمارے سارے مہمان کس طرح خوف زدہ ہوگئے ہیں؟" انائیا ملک کا انداز بے خوف تھا۔وہ مسکرادیا تھا۔

"آپ کی ایک بات جو بہت اپیلنگ کرتی ہے۔آپ شیر کی بچی لگتی ہیں۔ڈر آپ کے اندر ناپید ہے، سچویشن کوئی بھی ہو۔آپ ہمیشہ کونفیڈنٹ نظر آتی ہیں۔" وہ بہت پُر سکون انداز میں اسے اس کی خصوصیات گنوارہا تھا۔

"آپ کے یہاں آنے کامقصد کیا تھا؟" وہ مدعے پر آئی تھی۔

"آپ!" وہ اس کی طرف اشارہ کرتا ہوا اطمینان سے بولا تھا۔

"میں؟" وہ چونکی تھی۔

"دوست ہیں آپ کے۔آپ کو انوائیٹ کرنا چاہیے تھا نا؟"وہ شکوہ کررہا تھا۔

کیا وہ واقعی سنجیدہ تھا؟

انائیا ملک نے اس کی آنکھوں میں بغور دیکھا تھا۔

...☆☆☆...

معارج تغلق کی آنکھوں میں کیا تھا؟ اب کیا ثابت کرنے آیا تھا وہ؟ اب کیا چل رہا تھا اس کے دماغ میں؟ کیا کوئی نئی سازش؟

اگر وہ ڈر جاتی تو شاید وہ اس پر سبقت لے جاتا۔انائیا ملک نے ہتھیاروں سے لیس اس کے بندوں کو دیکھا تھا جو اس ساری تقریب کو اس گھڑی یرغمال بنائے ہوئے تھے۔نظروں نے سہمے سہمے
چہروں کو دیکھا تھا۔وہ اس لمحے ہمت ہارنا نہیں چاہتی تھی۔اگر اب ہمت ہار دیتی' ڈرجاتی تو سب ختم ہوجاتا۔گھڑی فیصلہ کن تھی شاید۔

معارج تغلق کا اس تقریب میں اس طرح آنا اس نے قطعاً قبول نہیں کیا تھا۔شاید وہ اس کی سوچوں سے بھی آگے چلتا تھا۔

"کیا ڈراما ہے یہ؟ اب کیا چاہتے ہو تم؟" اس نے ڈرے سہمے بنا کہا تھا۔

معارج تغلق مسکرا دیا تھا۔

"یہ ڈراما نہیں ہے حقیقت ہے مگر ہاں یہ وہ فعل نہیں ہے جو میں انجام دینا چاہتا تھا۔"

کیا وہ انتہا پسندی کی سمت گامزن تھا۔انائیا ملک کو کسی شدید خطرے کا احساس ہوا تھا۔رگ و پے میں ایک سنسناہٹ ہوئی تھی۔

"معارج تغلق پلیز ہمیں اس طرح ہراساں کرنے کی کوشش مت کرو۔ تمہارا امیج میری نظروں میں جو بھی ہے مگر وہ اتنا برا نہیں ہے۔ہم عام سی زندگیاں جینے والے لوگ ہیں۔سیاسی مراعات سے اور رعب دبدبے سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں۔پلیز ہمیں جینے دو۔میرا ارادہ کبھی تمہیں چیلنج دینے کا نہیں تھا۔مگر صرف سمجھانے کا تھا کہ ہم دو الگ دنیاؤں کے لوگ ہیں۔اب یہی دیکھ لو تم نے جو کیا ہے جس طرح سے تقریب میں آئے ہو اس کے بارے میں' میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔تم میری توقع سے باہر ہوا اور سوچ سے الگ' مگر میں نے کبھی بھی تمہاری کسی فیلنگ کو ہرٹ کرنا نہیں چاہا یہ ہتھیار اٹھا کر دھمکانے کا آئیڈیا بالکل بھی اچھا نہیں۔میری سوچوں میں تمہارا ایک اچھا تصور ہے۔اسے قائم رہنے دو۔میں اسے بدلنا نہیں چاہتی۔مگر میں تم سے گزارش کرتی ہوں پلیز یہاں سے چلو جاؤ ہمیں ہماری دنیا میں جینے دو۔"

اس نے سامنے کھڑے نانا اور امی کو دیکھ کر کہا تھا جن کے پیچھے دو ہتھیاروں سے لیس بندے کھڑے تھے۔ان کے چہرے پر تشویش تھی‘ خوف تھا‘ وہ غالباً اس کے لیے زیادہ پریشان تھے۔یہ اس کے اپنے تھے۔جن کو اس کے باعث آج یہ دیکھنا پڑ رہا تھا۔اس کے سوچنے سمجھنے کی حس جیسے سلب ہونے کو تھی۔

”انائیا ملک‘ آپ سے کہا تھا مجھے اصولوں پر چلنا اچھا لگتا ہے اور جب حالات اختیار سے باہر ہونے لگے تو پھر ہر شے جائز لگتی ہے۔سو اس پل میں جو بھی ہوگا وہ سب جائز ہوگا اور اصولاً ٹھیک ہوگا۔“ وہ کٹھور ہو رہا تھا۔اس کا انداز سرد تھا۔

کیا فیصلہ مسلط کرنے آیا تھا وہ؟

انائیا ملک کے لیے اس کی سوچوں تک رسائی نا ممکن تھی۔

وہ اس کا دماغ پڑھنے سے قاصر تھی۔

مگر اس کی نگاہ معارج تغلق کی نگاہ کے تعاقب میں اٹھی تھی اور وہ چونکی تھی ایک مسلح بندے کے ساتھ ایک سوٹڈ بوٹڈ اَدھیڑ عمر آدمی تھا جو غالباً کوئی ضروری فائل ہاتھ میں تھامے ہوئے تھا۔

وہ اسے یہاں کیوں لائے تھے؟ اس شخص کا اس تقریب سے کیا واسطہ؟

یہ کیا ڈراما تھا؟

وہ مسلح کارندہ اور وہ سوٹڈ بوٹڈ اَدھیڑ عمر آدمی قریب آگئے تھے۔

”تغلق صاحب لائر آگئے ہیں۔“ مطلع کیا گیا تھا۔

”لائر؟“ وہ زیرِ لب کہتی ہوئی چونکی تھی اور معارج تغلق کی سمت دیکھا تھا مگر وہ اس کی سمت متوجہ نہیں تھا۔

”بیٹھیے مسٹر ہاشمی‘ آئی ایم سوری آپ کو زحمت دی۔“ وہ اسے اس استحقاق سے بیٹھنے کی آفر کررہا تھا جیسے اس گھر کا مالک وہی ہو۔

”زحمت کیسی تغلق صاحب پیپرز تو کل ہی ریڈی ہوگئے تھے۔آپ کا کہا کون ٹال سکتا ہے۔آپ یہ دیکھ سکتے ہیں۔“ مسٹر ہاشمی نے فائل بڑھائی تھی۔مسٹر

تغلق پوری توجہ سے اس طور دیکھنے لگے تھے جیسے اس سے زیادہ ضروری کوئی کام ہی نہ ہو۔تو کیا وہ سارے اہم بزنس امور یہیں نمٹانے آیا تھا؟

ہر فرد کی نگاہ اس لمحے وہیں ٹکی تھی۔

جب شاید نانا نے سیل فون پر پولیس کا نمبر ملانا چاہا تھا اور کسی مسلح شخص نے بہت سرعت سے وہ سیل فون ان کے ہاتھ سے لے لیا تھا۔

”باباجی‘ آپ اس وقت سیل فون استعمال نہیں کرسکتے۔آپ جو بھی اس وقت اس تقریب میں موجود ہیں ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ پلیز اپنے سیل فون آف کردیں ہم یہاں تھوڑی دیر کے لیے ہیں اور کسی کو کوئی زحمت دینا نہیں چاہتے۔“ وہ مسلح بندہ نانا جی کا فون ایک طرف ٹیبل پر رکھتے ہوئے بہت الجھے ہوئے انداز میں بولا تھا۔تقریب میں موجود لوگ چونکہ پہلے ہی سہمے ہوئے تھے سو کسی نے احتجاج کیے بنا اس حکم کو مانا تھا۔

معارج تغلق انتہائی اطمینان سے فائل دیکھ رہا تھا۔جیسے اسے ارد گرد سے کوئی سروکار نہ ہو۔

”یہ کیا ہے معارج تغلق‘ تم اس سے زیادہ نہیں کرسکتے۔اگر اب تم اپنے ان سارے لوگوں کو لے کر اس تقریب سے نہیں گئے تو میں خود پولیس کو کال کر کے انفارم کردوں گی۔بنا آپ کے سیاسی اثر و

رسوخ کی پروا کیے۔آپ جو بھی کر رہے ہیں یہ ٹھیک نہیں ہے۔“ وہ سختی سے بولی تھی۔

وہ اس کی سمت دیکھتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔انداز اطمینان بھرا تھا۔

”چھوڑیں آپ یہ سب۔میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں ان کاغذات پر سائن کردو۔“

وہ ایسے بات کر رہا تھا جیسے کوئی معمول ہو۔

وہ چونکی تھی۔

”کیا ہے یہ؟“ نگاہیں اسے دیکھ رہی تھیں اور حیرت دو چند تھی۔

”کچھ زیادہ نہیں ہے۔صرف کچھ کاغذ۔“ مسٹر ہاشمی نے درمیان میں مداخلت کی تھی۔جسے معارج تغلق نے ہاتھ اٹھا کر روک دیا تھا۔

"انائیا ملک' یہ قانونی پیپرز ہیں ایک قانونی اور جائز رشتے کے آپ کو انہیں سائن کرنا ہے۔" اس کی سمت بہت اطمینان سے پین اور فائل بڑھائی تھی۔وہ دنگ رہ گئی تھی۔

"وہاٹ؟" اس کے جیسے اوسان خطا ہوئے تھے۔وہ اس نہج تک جا سکتا تھا۔اس کے بارے میں تو اس نے سوچا بھی نہیں تھا وہ اس کے ساتھ زبردستی کر رہا تھا۔ہتھیاروں کے بل بوتے پر رشتہ بنانے کی بات کر رہا تھا۔کیا وہ اس حد تک جا سکتا تھا؟

وہ ہمیشہ اتنا نرم اورکول رہا تھا کہ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ ایسا انتہا پسند قدم بھی اٹھا سکتا ہے۔ہمیشہ ساتھ ہوتا تھا تو ایسا پروٹیکٹیو ہوتا تھا کہ و ہ اخذ بھی نہ کر پاتی تھی ایک دن وہ اسی کے گھر میں' اسے پابند کرکے اپنا حکم ماننے پر مجبور کردے گا۔

وہ جو ہمیشہ اتنا دوستانہ انداز رکھتا تھا۔ایک "اِن ڈیسنٹ پروپوزل" دینے کے باوجود کبھی اپنی حد سے بڑھ نہ سکا تھا اور اسے ایک رِسپکٹ دیتا رہا تھا آج اس عمل کا مرتکب ہو رہا تھا۔

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"آپ سن رہی ہیں انائیا؟ جلدی سے یہاں سائن کردیجیئے۔" معارج تغلق بولا تھا۔مگر وہ فائل پھینک کر جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"میں یہ پیپرز سائن نہیں کروں گی۔تم یہ سوچ کر بھی کیسے آئے کہ تم ایسا کرلوگے؟ تم اتنا نیچے جا سکتے ہو اس کے بارے میں میں نے کبھی نہیں سوچا تھا۔" وہ چیخی تھی۔جواب میں کوئی ہتھیاروں کا رخ ایک لمحے میں اس کی طرف ہوا تھا۔' مگر وہ ڈری سہمی نہیں لگ رہی تھی۔

معارج تغلق نے ایک ہی پل میں کھڑے ہوئے ہاتھ اٹھا کر تمام ہتھیاروں سے لیس بندوں کو کام ہونے کا اشارہ دیا تھا۔

"تم کیا سمجھتے ہو معارج تغلق؟ تم اس طرح ہتھیاروں سے ڈرا کر مجھ سے یہ پیپرز سائن کروا لو گے انتہائی بھونڈا طریقہ ہے میں ڈر کر یہ پیپرز سائن کرنے والی نہیں ہوں۔تم اگر مارنا چاہتے ہو تو مار دو۔میں خوف زدہ نہیں ہوں۔" وہ نڈر تھی۔

معارج تغلق نے اسے بھر پور توجہ سے دیکھا تھا۔ پھر بہت ملائمت سے بولا تھا۔

”انائیا! جو ہوتا ہے اسے ہونے دینا چاہیے۔ میں تمہیں کوئی غلط پیپرز پر سائن کرنے کی ترغیب نہیں دے رہا۔ تم نے میرے ایک ”اِن ڈیسنٹ“ پروپوزل کو رد کیا تھا۔ سو میں نے ایک ڈیسنٹ پروپوزل کی ٹھان لی۔ اب بتاؤ اس میں کیا غلط ہے؟ یہ قانونی پیپرز ہیں مسٹر ہاشمی یہاں ہیں اور سب سے بڑھ کر میں یہاں ہوں۔ تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں؟ کیا میں تمہیں کوئی تکلیف دے سکتا ہوں؟“ وہ مکمل سلجھے ہوئے انداز میں بتا رہا تھا۔

مگر انائیا ملک نے خونخوار نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

معارج تغلق نے ممی اور نانا کی طرف دیکھا تھا۔

”مسز ملک، آپ ہی سمجھائیے اسے، نانا آپ...“ وہ جیسے درخواست کر رہا تھا۔ انداز اتنا ہی سلجھا ہو اتھا۔

”تم مجھے مجبور نہیں کر سکتے معارج تغلق، میں ہر گز پیپرز پر دستخط نہیں کروں گی، تم کیا کر لو گے؟ مار دو مجھے مگر یہ زندگی اس کو میں اس طرح تمہارے ساتھ ضائع نہیں کروں گی۔“

انائیا ملک احتجاج کر رہی تھی۔ مگر معارج تغلق نے بہت سکون سے پیپرز اس کے سامنے کردیے تھے۔

”بیٹا سائن کردو۔“ نانا کی آواز آئی تھی۔ جس زاویے سے وہ اسے دیکھ رہے تھے اس سے وہ ہتھیاروں سے لیس بندوں کے گروہ میں تنہا کھڑی دکھائی دے رہی تھی۔ انائیا نے نانا کی طرف دیکھا تھا۔ انداز میں بے بسی عود کر آئی تھی۔ کسی اپنے کی آواز ایک پل میں کتنا کمزور کر سکتی ہے۔ یہ اس پر اب کھلا تا تھا۔ اس نے نانا کی سمت دیکھا تھا۔

یک دم ہی آنکھوں میں نمی آگئی تھی۔

”انائیا بیٹا پیپر سائن کردو۔“ ممی کی آواز آئی تھی۔

”ہر گز نہیں۔“ وہ بے بسی نے سر نفی میں ہلانے لگی تھی۔

"اب تو ممی اور نانا کی مرضی بھی شامل ہے انائیا۔اب کیا قیامت ہے سائن کرنے میں۔چلو شاباش۔" وہ اسے بچوں کی طرح پچکار رہا تھا۔

ہر گز نہیں۔" وہ چیخی تھی۔

معارج تغلق نے پیپرز اس کے سامنے کر دیے تھے اور پین ہاتھ میں تھما دیا تھا۔وہ جیسے ایک پل میں ہارنے لگی تھی۔ماں اور نانا کی طرف دیکھا تھا۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں دونوں نے سائن کرنے کی ہدایت کی تھی۔اس کے آنسوؤں سے بھری آنکھوں سے ان دھندلے چہروں کو دیکھا تھا اور پین لے کر سائن کر دیے تھے۔

دو تین ہوائی فائر ہوئے تھے۔خوشی کا کوئی انداز تھا۔معارج تغلق نے ہاتھ اٹھا کر فائر کرنے سے باز رکھا تھا اور انائیا ملک کی سمت دیکھا تھا۔وہ بنا کسی تاثر

اس کی سمت دیکھ رہی تھی۔جانے کیا ہوا تھا کہ وہ نمکین پانی بند توڑ کر باہر نکل آیا تھا۔

لائر نے رنگ تھمائے تھے۔

"آپ کو یہ ایک دوسرے کو پہنانا ہیں۔"

معارج تغلق نے رنگ تھام کر اس کا ہاتھ تھاما تھا اور رنگ اس کے ہاتھ کی تیسری انگلی میں پہنا دی تھی۔اب باری اس کی تھی۔مگر اس نے رنگ نہیں تھامی تھی۔نہ اسے پہنائی تھی۔جب معارج تغلق نے اس کی سمت طشتری بڑھائی تھی تو اس نے ہاتھ جھٹک دیا تھا۔رنگ دور جا پڑی تھی۔مگر معارج تغلق نے بہت سکون سے جا کر وہ رنگ اٹھائی اور چلتا ہوا واپس آگیا۔اس کی سمت دیکھا اور رنگ کوٹ کی جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے یقین ہے آپ ایک دن مجھے یہ رنگ اپنے ہاتھوں سے پہنائیں گی۔"

"اب اس لمحے سے آپ میاں' بیوی تسلیم کیے جاتے ہیں۔" مسٹر ہاشمی نے مطلع کیا تھا۔ساتھ ہی مبارک باد بھی دی تھی۔

"مبارک ہو مسٹر تغلق۔"

سب نے تالیاں بجائی تھیں اور اس شادی کو تسلیم کر لیا گیا تھا۔

انائیا ملک نے ماں اور نانا کی طرف دیکھا تھا۔دونوں بھیگی آنکھوں سے اس کی سمت دیکھ رہے تھے۔وہ دوڑتی ہوئی گئی اور جا کر ماں کے ساتھ جا لگی تھی۔ چپ چاپ کتنے ہی آنسو بہتے چلے گئے تھے۔

کتنی ہی دیر گزر گئی تھی۔

وہ چونکی تب تھی جب معارج تغلق اس کے پیچھے آن کھڑا ہوا تھا۔

”مسز ملک‘ میرا ارادہ آپ کو یا آپ کی فیملی کو نقصان پہنچانا نہیں تھا۔نہ آپ کی توہین کرنا یا آپ کے خلاف جانا تھا۔میرا انداز چاہے جتنا ہی غلط سہی مگر میری ان ٹینشن غلط نہیں ہے۔یہ رشتہ چاہے جس طریقے سے بھی بنا ہو۔مگر اس رشتے کی سچائی اتنی ہی ہے جتنی ہونی چاہیے اور میں معارج تغلق آپ کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ آپ کی بیٹی کی تمام ذمے داری آج سے‘ ابھی سے میرے ذمے داری ہے۔مجھ پر لاگو ہوتی ہیں اور میں اس سے کبھی پیچھے نہیں ہٹوں گا۔میری طرف سے یہ رشتہ سچا ہے اور انتہائی کھرا ہے۔اس میں ذرا سی بھی کھوٹ نہیں ہے‘ اگر میں اس رشتے میں بندھا ہوں تو یہ وعدہ کرتا ہوں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اور یقین دلاتا ہوں کہ اس رشتے کو ہمیشہ اہم جانوں گا اور پورے طور سے نبھاؤں گا۔آج سے آپ کی بیٹی میری ذمے داری ہے آئی ایم سوری آج جو بھی ہوا۔جس طریقے سے ہوا۔میں اس کے لیے آپ دونوں سے معافی مانگتا ہوں امید ہے آپ مجھے اسی طرح معاف کردیں گے جس طرح بچوں کو غلطی کرنے پر معاف کردیا جاتا ہے۔میرا ارادہ غلط نہیں تھا۔“ وہ مکمل دیانت داری سے کہہ رہا تھا۔

ممی اور نانا میں سے دونوں کچھ نہیں بولے تھے۔تبھی وہ بولا تھا۔

”میں جانتا ہوں آپ دونوں بہت پڑھے لکھے ہیں اور قانون جانتے ہیں‘ میں جانتا ہوں آپ اس رشتے کو لے کر آواز اٹھا سکتے ہیں اور قانون کا دروازہ کھٹکھٹاسکتے ہیں مگر میں اتنا ہی کہنا چاہوں گا کہ چاہے اس کی بنیاد صحیح نہ پڑی ہو مگر یہ رشتہ اتنا ہی مضبوط ہوگا جتنا کہ کوئی بھی رشتہ اس بندھن میں بندھ کر ہوتا ہے میں ایک صحیح انتخاب ہوں میں ایسا ثابت کر سکتا ہوں۔سو میں امید رکھتا ہوں آپ مجھے سمجھیں گے میرا خاندانی اور سیاسی اثر و رسوخ استعمال کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا‘ نہ ہے۔تغلق خاندان کا ناتا آپ کے

خاندان سے ہو چکا ہے اور یہ رشتہ ہمیشہ قائم رہے گا۔" وہ نرم لہجے میں کہہ رہا تھا۔

کوئی دھمکی نہیں تھی۔نہ وہ انہیں باز رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔شاید وہ پوری سچائی سے اس رشتے کو نبھانے کی بات کر رہا تھا۔نانا اور ممی اسے خاموشی سے دیکھ رہے تھے۔شاید وہ بھی دیگر لوگوں کی طرح حیرت زدہ تھے۔

جس طرح انائیا ملک کو بندوقوں کی چھاؤں میں سائن کرنے پر مجبور کیا گیا تھا وہ عمل جان دہلانے کے لیے کافی تھا۔اکلوتی اولاد تھی وہ اپنی نظروں کے سامنے اپنی اولاد کو موت کے سائے میں دیکھنا کتنا تکلیف دہ اور کرب ناک تھا۔اس کا اندازہ زائرہ ملک کو بھر پور طور پر ہوا تھا۔

جس طرح انائیا ملک ساکت سی کھڑی تھی اسے تھام کر اپنے ساتھ لگایا تھا۔ جیسے اس کی چھن جانے کے احساس سے باہر نکلنا چاہتی ہو۔

"آئی ایم سوری۔" معارج تغلق غالباً شرمندہ تھا۔

"میں تمہیں انائیا کا اچھا دوست سمجھتی تھی۔مجھے نہیں پتا تھا تم ایسا کچھ کرو گے جو میری بچی کی زندگی کو مشکل میں ڈال دے گا۔آج تم نے جو بھی کیا وہ

صرف اور صرف زبردستی ہے۔اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ہتھیاروں کے زور پر جبری طور پر آپ صرف خوف مسلط کر سکتے ہیں کوئی رشتہ نہیں بنا سکتے۔اگر شادی کرنا ہی مقصد تھا تو کئی راستے اور بھی تھے۔صرف یہی کیوں مناسب لگا؟ یہ ایک جبری فعل

ہے۔جبری شادی ہے اور اس کے لیے قانون سے مدد لینے کے مکمل طور پر مستحق ہیں اگر ہمارے ساتھ کچھ غلط ہوتا ہے تو ہمیں کوئی قانونی مدد لینے سے باز نہیں رکھ سکتا۔سیاسی اثر و رسوخ سے رشتے نہیں بنتے خوف مسلط کرنا دہشت پھیلانا انسانیت نہیں اب آپ یہاں سے جا سکتے ہیں۔" زائرہ ملک کی آواز کانپ رہی تھی۔کسی خوف سے نہیں صرف اس سانحے کے احساس سے وہ کمزور پڑ رہی تھیں۔

"میرا ارادہ آپ کو تکلیف پہنچانا نہیں ہے' اصولاً اور قانوناً انائیا ملک کو اب ہمارے ساتھ رخصت ہونا چاہیے مگر میں جانتا ہوں یہ لمحہ اس کے لیے مناسب نہیں۔سو آپ اسے اپنے ساتھ رکھ سکتی ہیں جب تک کہ اس کی حالت بہتر نہ

ہوجائے۔ہم چلتے ہیں۔" وہ کہہ کر تقریب کے مہمانوں کی جانب متوجہ ہوا تھا۔

"سوری ایوری ون' ہمارا مقصد کسی کو ہراساں کرنا یا دہشت پھیلانا نہیں تھا۔جو بھی ذہنی اذیت پہنچی اس کے لیے میں معذرت خواہ ہوں۔" کہنے کے ساتھ ہی وہ آگے بڑھا تھا۔مضبوط قدم جسے ہر ساکت نگاہ انہیں جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

زائرہ ملک بیٹی کو ساتھ لگائے جیسے پتھر کی بنی کھڑی تھی۔

کیسی تقریب تھی۔

کیسی شادی ہوئی تھی۔

کیسی بارات تھی؟

اگر کچھ ناجائز ہوا تھا تو اس کا سدباب کیا تھا؟

زبردستی کوئی رشتہ باندھا گیا تھا تو اس کے لیے اب لائحہ عمل کیا تھا؟

کیا وہ اس پر کچھ سوچ رہی تھیں؟

ذہن سوچوں سے الجھا ہوا تھا۔جب اپنے کاندھے پر انائیا ملک کا بوجھ سا محسوس ہوا تھا۔انہوں نے چونک کر دیکھا تھا۔

"انائیا۔" اسے بے ہوش دیکھ کر وہ چیخ پڑی تھیں۔اس کی سانسیں مدھم تھی وہ گرنے کو تھی۔نانا نے سنبھالا تھا۔

"پلیز کوئی گاڑی نکالو۔اسپتال جانا ہے۔" زائرہ ملک نے گزارش کی تھی اور ساتھ ہی جھک کر انائیا ملک کا چہرہ تھپتھپانے لگی تھی مگر وہ ہوش میں نہیں تھی۔

۹...☆☆...۹

اسپتال کی راہداری میں چل کر آتے ہوئے عدن بیگ نے پھوپو کے قریب آکر بیٹھتے ہوئے خاموشی سے انہیں دیکھا تھا پھر شولڈر پر ہاتھ رکھا تھا۔

"میں ڈاکٹر سے مل کر آیا ہوں۔انائیا ملک کی حالت اب بہتر ہے۔بی پی خطرناک حد تک بڑھ گیا تھا۔جو کہ ٹھیک نہیں تھا۔شاید اس کے جسم میں پانی کی کمی واقع ہوگئی تھی۔" عدن بیگ پھوپو کو تسلی دینے کے خیال سے بولا تھا۔مگر زائرہ ملک نے کچھ نہیں کہا تھا۔

"آئی ایم سوری میں اس وقت وہاں نہیں تھا۔ایک ضروری فون آگیا تھا اور ممی ڈیڈی کو بتا کر نکل گیا تھا۔مجھے نہیں پتا نہیں تھا کہ ایسا کوئی سانحہ ہوجائے گا۔" اس نے قصداً زیادہ بات کرنے اور معارج تغلق کے بارے میں بات کرنے سے گریز کیا تھا۔غالباً وہ نہیں بتانا چاہتا تھا کہ اس سب کے ہونے کے پیچھے کیا اسباب تھے۔اس بارے میں وہ کچھ بتانا نہیں چاہتا تھا۔

زائرہ ملک کچھ نہیں بولی تھیں۔

مگر عدن بیگ کا انداز پچھتاوے سے بھرپو رتھا۔

"قصور میرا ہے۔" خود کلامی کے انداز میں کہتے ہوئے جیسے وہ خود کو الزام دے رہا تھا۔"مجھے جانا نہیں چاہیے تھا۔"

"تم انائیا کے اس دوست کو جانتے ہو۔" زائرہ ملک نے پوچھا تھا۔

"نہیں پھوپو میں زیادہ نہیں جانتا۔" اس نے قصداً بات کرنے سے گریز کیا تھا۔

"کیا وہ جانتا تھا کہ انائیا کی اِنگیجمنٹ پارٹی ہو رہی ہے؟"

"میں نہیں جانتا پھوپو مگر شاید وہ مدعو نہیں تھا۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اگر وہ دوست تھا تو پھر مدعو کیوں نہیں تھا؟" زائرہ ملک نے نکتہ اٹھایا تھا۔

"شاید انائیا ملک اسے مدعو کرنا نہیں چاہتی ہو۔" عدن بیگ نے ایک کمزور سا جواز دیا تھا۔

"اگر دوست تھا تو مدعو ہونا چاہیے تھا نا؟" زائرہ ملک شاید ماہرانہ انداز میں ہر طرف سے جائزہ لے رہی تھیں اور کسی نتیجے تک پہنچنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

"کیا وہ انائیا کو پسند کرتا تھا اور انائیا اسے اس انداز سے پسند نہیں کرتی تھی؟ تبھی اس نے ایسا قدم اٹھایا؟ ورنہ شادی کرنا ہی مقصود ہوتا تو شاید وہ سیدھے طریقے سے پروپوز کرتا۔اپنے گھروالوں کو بھیجتا۔اس نے جو بھی کیا ہے اس پر وہ چاہے شرمندہ سہی مگر وہ زبردستی کا فعل ہے اور قانون اس کی اجازت نہیں دیتا۔تم ایسا کچھ جانتے ہو جو انائیا جانتی ہے اور میں نہیں جانتی۔" زائرہ ملک شاید کوئی قانونی

چارہ جوئی کرنے کی حکمت عملی بنا رہی تھیں۔

”پھوپو جو بھی ہوا ہے۔وہ حیران کردینے کے لیے کافی ہے۔میرا ارادہ پہلے ہی کہیں باہر جانے کا تھا۔میں اس شادی کو نہیں مانتا آپ کہیں تو ہم اگلی ہی صبح نکل سکتے ہیں۔“ عدن بیگ شاید بہت فوری حل چاہ رہا تھا۔

”عدن بیٹا۔نکاح قائم ہوچکا ہے' چاہے زبردستی ہی سہی۔مگر قانون اسے شادی ہی مانے گا۔کیونکہ رجسٹرڈ میرج کو آپ کہیں چیلنج نہیں کرسکتے دنیا کے ہر قانون کی نظر میں یہ ایک جائز شادی ہے اس کی وقعت اور اہمیت ناکام نہیں رہے گا۔بہت ٹھوس مانی جاتی ہے۔اگر معارج تغلق نے اس رجسٹرڈ میرج کا سہارا لیا ہے تو وہ یقیناً شاطر دماغ ہے۔تم دنیا کے کسی کونے میں بھی انائیا کو لے کر چلے جاؤ گے تو معارج تغلق یہ ثابت کرنے میں ناکام نہیں رہے گا کہ وہ قانونی انائیا ملک کا شوہر ہے۔قانونی کاغذ کی اہمیت جانتے ہو؟“

زائرہ ملک ہر سمت سے جائزہ لے رہی تھیں اور اپنا آپ کمزور محسوس کر رہی تھیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”فوری طور پر سدباب کرنے کے چکر میں کوئی غلط قدم اٹھانے کے متحمل نہیں ہوسکتے۔کل کورٹ کھلتا ہے تو پھر شاید کوئی راہ نکل آئے مگر اس سے بھی پہلے ہمیں ایف آئی آر درج کرانا ہوگی۔“

”پھوپو! آپ جانتی ہیں نا یہ لوگ کتنے اثرو رسوخ والے ہیں؟“

عدن بیگ نے اندیشہ ظاہر کیا تھا۔

زائرہ ملک نے کچھ سوچا تھا اور پھر اس کی سمت دیکھا تھا۔

”میں ایک بات جاننا چاہتی ہوں عدن۔ایسی کون سی بات تھی جس کی وجہ سے انائیا ملک نے شادی کرنے کا فیصلہ کیا؟ کیوں وہ اتنی جلدی سب کرنے کے بارے میں کہتی رہی؟یہ اتنا بڑا فیصلہ وہ اتنی رش میں کبھی نہیں رہی۔کوئی فیصلہ اتنی جلد بازی میں نہیں کرتی مگر ہر بار جب اس نے تم سے شادی کی حمایت کی میں نے ایک ہی بات کہی تم سوچ لو۔مگر پہلی بار وہ اپنی من مانی کرتی دکھائی دی۔یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔تم اس کے دوست ہو۔اس نے یہ بات تم لوگوں سے تو ضرور شیئر کی ہوگی اور اگر اناہیتا سے نہیں تو تم سے تو ضرور کیا ہوگا۔اس شادی کا پلان اور آئیڈیا یک دم سے ذہن میں کیسے آیا؟

جہاں تک میں جانتی ہوں تم دونوں میں ایسا کچھ نہیں ہے کہ شادی جیسا بڑا فیصلہ کیا جاتا۔وہ بھی اتنی جلدی میں۔"

زائرہ ملک کے سوالات کے آگے وہ چپ تھا۔وہ چاہتا تھا یہ باتیں اگر کھلنی ہیں تو صرف انائیا ملک کی طرف سے کھلیں۔

"تم جانتے ہو' مجھے وہ لڑکا انائیا ملک کے لیے اچھا لگتا تھا۔دو چار ملاقاتیں ہوئی تھی تو بہت سلجھا ہوا مزاج کا تھا۔میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ کچھ ایسا بھی کرے گا۔وہ پڑھا لکھا لڑکا ہے۔ایک اچھا بیک گراؤنڈ اور اسٹیٹس رکھتا ہے۔خاندانی نام ہے' عزت ہے۔وہ لڑکا ایسا نہیں تھا کہ ایسی حرکت کرتا۔میں نے دنیا دیکھی ہے۔سمجھ سکتی ہوں کہ کون کیسا ہوسکتا ہے۔معارج تغلق مجھے کبھی بُرا نہیں لگا۔"

ذہن میں بہت کچھ تھا مگر کہیں کچھ ایسا بھی تھا جو معارج تغلق کو برا ثابت نہیں کر رہا تھا۔ما سوائے اس ایک اقدام کے باقی ساری چیزیں اس کے حق میں تھیں َ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"وہ ایسا بچکانہ قدم کیسے اٹھا سکا؟ اتنا بڑا بزنس ٹائیکون۔نیم فیم سبھی کچھ کچھ تو ہے اس کے پاس پھر ایک مڈل کلاس لڑکی کو اس طرح یر غمال بنا کر ہتھیاروں کے زور پر وہ ایک شادی جیسا رشتہ ہی کیوں باندھنے لگا؟ کرنے کو وہ کچھ اور بھی تو کرسکتا تھا؟ کوئی بھی غلط اقدام' کوئی انتہائی قدم اس نے انائیا ملک کے ساتھ رشتہ جوڑ کر اس کی عزت پر کوئی بٹہ نہیں لگایا۔شادی کرنا کوئی غلط فعل نہیں مگر یہ ضرورت کیوں پیش آئی۔جب کہ وہ شرمندہ تھا اور معافی بھی طلب کر رہا تھا۔پھر در پردہ کیا حالات رہے ہوں گے کہ ایسا کرنا ناگزیر ہوگیا؟" لائر ہونے کی وجہ سے ان کا دماغ مسلسل متحرک تھا۔

اور عدن بیگ کچھ نہیں کہہ سکا تھا۔

جب تک انائیا ملک خود سے کچھ بتانے لائق نہیں ہوجاتی وہ کسی چیز کو ڈس کلوز نہیں کرنا چاہتا تھا۔

☆...☆...☆

آنکھ کھلی تو کتنی ہی دیر وہ اسپتال کے اس کمرے کی چھت کو چپ چاپ تکتی رہی تھی۔وہ جو کی توں اسی اِنگیجمنٹ میں تھی۔جیولری بھی جوں کی توں

موجود تھی۔اسے کسی بوجھ کا سا احساس ہوا تھا۔جیسے کوئی اس گلہ دبا رہا تھا۔اس نے ہاتھ سے نیکلس اور دیگر زیورات نکال دینے چاہے تھے مگر اچانک ہاتھ میں تکلیف کا احساس ہوا تھا۔جہاں ڈرپ کی نڈل لگی تھی۔

وہ اٹھ کر تکیے کی مدد سے ٹیک لگا کر بیٹھی تھی اور ہاتھ پیشانی کی طرف کیا گیا ارادہ ٹیکا اتار کر پھینک دینے کا تھا۔مگر تبھی دروازہ کھلا تھا اور اس کی ساری توجہ بٹ گئی تھی۔

آنے والے نے اس کی سمت دیکھا تھا۔لمحہ بھر کو دروازے کے پاس رکا رہا تھا۔پھر پیش قدمی کی تھی۔ وہ جیسے پتھر کی بنی بیٹھی اسے دیکھتی رہی تھی۔

وہ چلتا ہوا قریب آیا تھا۔کچھ الجھن کا شکار رہا تھا۔پھر بیڈ پر اس کے برابر جگہ دیکھ کر بیٹھا تھا۔اس کی الجھنوں سے بھری اور سوچوں سے اٹی نظر اس کے چہرے پر سے ہٹی تھی۔

شاید وہ کچھ کہنے آیا تھا۔انداز پچھتاوے سے بھرپور تھا۔

کیا وہ شرمندہ تھا؟

انائیا ملک اسے ساکت نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

”اوہ... میں۔“ معارج تغلق نے کچھ بولنے کا قصد کیا تھا۔جب وہ اس پر ٹوٹ پڑی تھی۔کئی نازک ہاتھوں کے مکے اس کے سینے پر برسائے تھے۔اس نے اس کے ہاتھ روکے نہیں تھے۔وہ تھک

کر خود ہی نڈھال ہو گئی تھی۔ڈرپ کی نڈل سے بلیڈنگ ہونے لگی تھی۔شاید تکلیف بڑھی تھی۔تبھی اس نے تھک کر سر اس کے شانے پر ڈال دیا تھا۔

وہ شخص جو اس کی تکلیف کا باعث بنا تھا وہ اس کے شانے پر سر رکھ کر رو رہی تھی۔وہ شخص جو اس کے مشکلات کا باعث بنا تھا وہ اس کے شانے پر سر رکھ کر اپنے اندر کا لاوا بہا رہی تھی۔

یہ کیسی شکایت تھی؟

کیسا احتجاج تھا؟

وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

"کیوں کیا تم نے ایسا؟ کیوں کیا؟ کیوں آئے میری زندگی میں کیوں کانٹوں پر گھسیٹ لیا مجھے؟ کیوں؟" وہ چیخ رہی تھی۔"کیوں میرے تشخص کی دھجیاں بکھیر دیں؟ کیوں مجھے ایک سوالیہ نشان بنا دیا؟ دنیا کی نظروں میں خود اپنی نظروں میں کیوں۔کیوں اتنا گرا دیا؟" کتنے گرم گرم آنسو اس کا شانہ بھگو رہے تھے۔ کتنے سوال تھے۔

مگر اس نے کسی ایک کا بھی جواب نہیں دیا تھا۔

کچھ دیر اسے یوں ہی رونے دیا تھا۔پھر بہت سہولت سے الگ کیا تھا اور اس کا ہاتھ تھام کر دیکھا تھا جہاں بلیڈنگ ہو رہی تھی۔بزر بجا کر ڈاکٹر کو طلب کیا تھا اور تب تک وہاں خاموشی سے موجود رہا تھا۔جب تک کہ ڈاکٹر آ نہیں گیا تھا اور اس کی بینڈیج نہیں ہوگئی تھی۔

ڈاکٹر کے جانے کے بعد وہ اس کی سمت متوجہ ہوا تھا۔

وہ بکھری بکھری سی سر جھائے بیٹھی تھی۔سر جھکا تھا۔رو رو کر ساری انرجی جیسے ختم ہوچکی تھی۔اندر کا غبار نکل جانے کے باوجود اس کے اندر جیسے ایک فشار تھا۔اس کے ہاتھ کی مٹھیا بہت سختی سے بیڈ کے بستر کو بھینچے ہوئے تھیں۔

معارج تغلق اس کے پاس جا رکا تھا۔اس کی تمام ترناراضگی غصے کے باوجود اوہ اس کے قریب تھا۔کیونکہ وہ جانتا تھا جو بھی ہو رہا ہے اس کی وجہ وہی ہے اور وہ اس کا وہ لاوا باہر آنے دینا چاہتا تھا تاکہ اس کے اندر کی گھٹن ختم ہوجائے وہ فشار تھم جائے۔

اس کا انداز' خاموشی' اپنے اندر ایک گمبھیر تا لیے ہوئے تھی۔

وہ خوف زدہ نہیں تھا' مگر اس کا انداز آج بھی اتنا ہی پر اثر تھا۔وہ اسے کسی بچے کی طرح لگ رہی تھی۔ایک پچھتاوے نے اس کے اندر قدم رکھے تھے۔

اسے شانے سے تھام لیا تھا۔اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوئی سعی نہیں کی تھی' مگر اس کے چہرے کو بغور دیکھا تھا۔ پھر ہاتھ بڑھا کر پیشانی سے وہ ٹیکا بہت سہولت سے نکالا تھا اور سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا تھا۔تھوڑا قریب ہو کر نیکلس کا ہک کھولا تھا۔چہرہ اس کی گردن کے کچھ قریب تھا۔اس کے وجود کی ایک مہک نے پل بھر کو اسے چھوا تھا۔ایک احساس جاگا تھا۔مگر دوسرے ہی پل وہ بے تاثر نیکلس اور دیگر زیورات کو سائیڈ ٹیبل پر رکھ رہا تھا۔

وہ اس کے سامنے تھی۔پتھر کی کوئی بت بنی۔سر جھکائے بیٹھی۔اس کے ساتھ کسی خاص حوالے سے جڑی۔کسی خاص رشتے میں بندھی مگر اس سے اتنی ہی بے نیاز تھی۔اگر یہ شادی تھی۔شادی کی پہلی رات تھی تو بہت سکوت والی رات تھی۔

بہت انوکھی رات تھی شاید۔

کبھی کسی کی زندگی میں ایسی کوئی رات نہیں آئی ہوگی اس خاص حوالے کے ساتھ اور اس طور پر سکوت اسپتال کے اس کمرے میں اتنی اجنبی۔“

”آپ کے لیے ڈریس لایا ہوں۔آپ چینج کر سکتی ہیں۔اس بھاری ڈریس میں یقیناً آپ کو آرام محسوس نہیں ہو رہا ہوگا۔“ وہ پہلے کا وہ غرور' وہ تمکنت وہ رعب دبدبہ جیسے ناپید تھا۔

وہ الجھا الجھا' بکھرا بکھرا چپ چاپ لگ رہا تھا۔شاید اسے اس موڑ پر لا کر وہ خوش نہیں تھا۔اس طور' اس طریقے سے اپنے ساتھ چھوڑنا شاید اس کی منشاء نہیں تھی؟

”میں نے ڈاکٹر سے بات کی ہے کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے مگر آپ کو آرام کی ضرورت ہے سو یہ رات یہیں رکنا پڑے گا۔اگر آپ کا موڈ گھر جانے کا ہو تو میں آپ کو گھر لے جا سکتا ہوں۔“ وہ یوں بات کر رہا تھا جیسے اس کے درمیان کچھ ہوا ہی نہ ہو اور سارا ماحول دوستانہ ہو۔وہ اتنا ہی کیئرنگ تھا۔یا شاید اب اس میں ایک ”حق“ بھی شامل ہوچکا تھا۔

مگر وہ ”حق“ جتا رہا تھا کیا؟

انائیا ملک کچھ نہیں بولی تھی۔کوئی رد عمل نہیں دیا تھا۔

”آپ کو گھر جانا ہے؟“ وہ بہت ملائمت سے پوچھ رہا تھا۔

”کس گھر کی بات کر رہا تھا وہ؟“

کہاں لے جانا مقصود تھا اسے؟

وہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔معارج تغلق نے پانی گلاس میں انڈیلا اور گلاس اس کی سمت بڑھا دیا تھا۔اس نے لینے کے لیے ہاتھ نہیں بڑھایا تھا۔تبھی اس نے گلاس اس کے لبوں سے لگا دیا تھا۔اس نے بت بنے

بیٹھے اسے خالی کالی نظروں سے دیکھا تھا پھر ہاتھ کے جھٹکے سے گلاس گرا دیا
تھا۔کانچ کے کئی ٹکڑے یہاں وہاں بکھر گئے تھے۔

معارج تغلق نے اسے بہت سکون سے بنا احتجاج کیے دیکھا تھا۔

☆☆...☆☆

عدن پُر ملال سا ٹیرس پر کھڑا تھا جب پارسا کافی کے کپ لیے اس کے
پاس آئی تھی۔خاموشی سے کافی کا کپ اس کی سمت بڑھایا جسے عدن نے تھام
لیا تھا۔خاموشی میں کچھ سپ لیے تھے۔پھر شاید پارسا نے اس خاموشی کو توڑنے
کا قصد کیا تھا۔

"گھر میں کتنی خاموشی سی چھا گئی ہے نا' اس واقعے کے بعد تو...؟" وہ قصداً
کچھ کہتے کہتے رک گئی تھی۔

عدن نے پہلی بار اسے توجہ سے دیکھا تھا۔

انائیا ملک سے اِنگیجمنٹ کی تیاریوں سے لے کر اس دن تک اس نے اس
کے طرف دیکھنا تو دور کی بات سوچا بھی نہیں تھا۔وہ مکمل طور پر غیر جانبدار

رہنا چاہتا تھا۔تبھی بر ملا کبھی پارسا کے قریب آنے کی کوشش نہیں کی
تھی۔

ان کتھئی آنکھوں میں کئی سوال تھے۔شاید تبھی وہ اس کی سمت زیادہ دیر نہیں
دیکھ سکا تھا۔

"تم سوئی نہیں ابھی تک؟"

"نہیں دل کچھ اچھا نہیں ہو رہا تھا۔تبھی روم سے باہر آگئی۔اپنے لیے کافی بنائی
تو آپکی یاد آگئی تبھی یہاں چلی آئی۔" اس نے جیسے پوچھے بنا وضاحت دی تھی۔
کچھ دیر کو دونوں کے درمیان خاموشی سی چھا گئی تھی۔وہ جیسے بولنے کے موڈ
میں نہیں تھا اور وہ جیسے اس خاموشی کو توڑنا چاہ رہی تھی۔

"گھر میں کتنی خاموشی ہوگئی ہے نا؟"

"شاید' سب سوئے ہیں نا اس لیے۔"عدن بیگ نے ایک معقول جواز دیا تھا۔

"ہاں شاید۔یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے۔" پارسا نے اپنے طور پر اخذ کیا تھا۔

"اس رات اس انگیجمنٹ پارٹی میں جو بھی ہوا..." وہ کہتے کہتے رک گئی تھی۔

"آپ کی یونیورسٹی کیسی جا رہی ہے۔" وہ جیسے اس کے متعلق بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔پارسا نے سر ہلا دیا تھا۔

"ہاں بس لاسٹ سمسٹر ہے۔اس کے بعد یہ جگہ چھوڑ دوں گی۔" پارسا نے بتایا تھا۔

عدن بیگ چونکا تھا۔

"آپ کو یہاں کوئی تکلیف ہے؟" اس کے جگہ تلاش کرنے کے ارادے نے اسے پوچھنے پر مجبور کیا تھا۔

"نہیں مگر جانا تو ہے نا۔یہ جگہ تو ایک عارضی پناہ گاہ ہے۔وقتی طور پر سر چھپانے کی جگہ۔مگر ہمیشہ تو نہیں رہا جا سکتا یہاں۔انابیتا بہت اچھی ہے۔میرا خیال کرتی ہے۔مگر یہ مناسب نہیں لگتا کہ میں اب کمبل ہوجاؤں۔" وہ کچھ فارمل ہو رہی تھی۔

عدن بیگ نے ایک کافی کا سپ لیا تھا پھر ایک سرسری نگاہ اس کے چہرے پر ڈالی تھی۔

"آپ نے کافی اچھی بنائی ہے۔"

"تھینکس۔" پارسا نے کوئی گرم جوشی نہیں دکھائی۔

"مگر اس وقت کافی پینا کوئی بات نہیں۔" عدن نے ایک صلاح دی تھی۔

"مگر مجھے اس ٹائم کافی پینا اچھا لگتا ہے۔خاص طور پر ڈنر کے بعد۔" پارسا نے اپنی چوائس بتائی تھی۔

"مگر آپ فکر زیادہ کرتی ہیں۔"

"کس معاملے میں؟" وہ چونکی تھی۔

"یہاں رہنے کے معاملے میں۔" عدن بیگن نے کہا تھا۔"آپ اس گھر پر کوئی بوجھ ہیں ایسا اس گھر والے نہیں سوچتے آپ کا جب تک دل چاہے آپ یہاں رہ سکتی ہیں۔آپ نے شاید محسوس کیا ہو ہمارے گھر کی فضا بہت دوستانہ ہے۔ہمیں آزادی بھی ہے اور صحیح اور غلط میں تمیز کرنے کی صلاحیت بھی گھر میں آپ سے کسی کو کوئی پرابلم نہیں ہے۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں سب بہت اچھے ہیں مگر کسی جگہ ہمیشہ تو نہیں رہا جاسکتا نا وہ مسکرائی تھی۔عدن نے کوئی تبصرہ کرنے سے گریز کیا تھا۔

کچھ دیر خاموش رہی تھی۔ پھر پارسا نے ہی اس خاموشی کو توڑا تھا۔

"آپ بہت چاہتے تھے اسے؟"

وہ چونکا تھا۔

"کیسے؟"

"انائیا ملک کو۔" پارسا نے نام لیا تھا۔

"اوہ۔" اس نے ہونٹ سکوڑے تھے۔ جیسے وہ توقع نہیں کر رہا تھا کہ وہ انائیا ملک کے بارے میں بات کرے گی۔"

"آپ کی منگیتر تھی نا؟" وہ جسے اسے یاد دلا رہی تھی۔

عدن بیگ نے بنا کسی تردید یا تصدیق کے اس کی سمت بغور دیکھا تھا کوئی ناتا نہ ہونے کے باوجود اس کی آنکھوں میں کئی سوال تھے شاید فطری طور پر متجسس تھی۔

"انائیا ملک میری سب سے اچھی دوست اور کزن ہے اور ہمیشہ رہے گی۔" وہ جیسے دانستہ بات کرنے سے گریز کر رہا تھا۔

"مجھے لگا آپ اسے بہت چاہتے ہیں اور..." وہ اس کی سمت متوجہ ہوئے بنا بولی تھی۔

"بہت بُرا لگتا ہے جب کوئی بہت اپنا دور ہوجائے۔ دل جیسے مانتا ہی نہیں کہ..." وہ جیسے خود کلامی کر رہی تھی۔

"انائیا ملک کے ساتھ جو بھی ہوا وہ ناقابلِ قبول ہے وہ ایک سانحہ ہے اور یہ بات ہم سب جانتے ہیں۔ اس کے ساتھ جو ہوا اگر نہیں ہوتا تو آج وہ میری منگیتر ہوتی۔" عدن بیگ کا لہجہ مدھم تھا۔

"جانتی ہوں مگر ایسا بھی ہوسکتا ہے یقین نہیں ہوتا۔ اپنی نوعیت کا انوکھا واقعہ ہے۔ میں نے کبھی کوئی شادی ایسے ہوتے نہیں دیکھی۔" پارسا اپنی حیرت بیان کر رہی تھی۔ "آپ لوگوں نے کوئی ایکشن لیا؟"

"نہیں۔" وہ مختصر جواب دیتے ہوئے اس کی جانب دیکھنے لگا تھا۔ "آپ نے کافی اچھی بنائی۔ تھینکس کافی وقت ہوگیا مجھے صبح جلدی اٹھنا ہے۔ آئی ایم سوری

مزید کمپنی نہیں دے سکوں گا۔گڈ نائیٹ" کہنے کے ساتھ ہی وہ کپ اسے تھما کر تیزی سے اس کے پاس سے ہو کر گزر گیا تھا۔

☆☆...☆☆☆...☆☆

وہ گھر آگئی تھی۔مگر جیسے ایک بے جان بت بن گئی تھی۔تب سے لے کر اب تک کوئی بات نہیں کی تھی۔اس کی یہ حالت دیکھ کر زائرہ ملک بھی پریشان تھیں۔نانا برابر تسلی دے رہے تھے۔

"کیا کروں میں ابا میری اکلوتی اولاد ہے۔اسے تکلیف میں دیکھنا کتنا مشکل ہے۔یہ میرا دل جانتا ہے۔کیا کروں بتائیے آپ؟ ایک جانی مانی لائر ہونے کے باوجود جیسے میرے ہاتھ بندھ گئے ہیں۔عزت کی دھجیاں اڑ گئی ہیں ہم مذاق بن کر رہ گئے ہی

ل۔اتنے سارے مہمانوں کے سامنے' شہر میں منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا مسز گیلانی کے پیپر میں کتنی بڑی نیوز بننے جا رہی تھی جسے انہوں نے عین موقع پر رکوایا اور فون کر کے مجھے بتایا۔ہمارا کیا قصور تھا۔کیا غلطی کی تھی ہماری انائیا نے؟ کیسے نصیب ہیں اس کے 5 سال کی تھی تو باپ چھوڑ کر چلا

گیا۔نہ توجہ ملی نہ پیار میں نے باپ بن کر پالا' مگر اب کیا کروں' میں جو بہت مشکلوں سے تن کر اپنے قدموں پر کھڑی ہوئی تھی۔آج جیسے ایک پل میں میرے قدم شل ہوگئے ہیں۔لگتا ہے کھڑی نہیں رہ پاؤں گی۔" ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔نانا نے خاموش سے سر پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"ابا! میں تھک گئی ہوں۔بہت اکیلا محسوس کر رہی ہوں آج۔اتنا اکیلا کبھی محسوس نہیں کیا۔اس وقت بھی نہیں جب اس نے مجھے چھوڑ دیا۔اکیلا تن تنہا۔ایسی پریشانیاں میری زندگی میں ہی کیوں آتی ہیں۔کیوں وقت کے ہاتھ ہمیشہ میں ہی نشانہ بنتی ہوں؟"

"زائرہ! بیٹا تمہارا کوئی قصور نہیں ہے کسی بھی بات کے لیے خود کو الزام مت دو تم نے خود کو ایک اچھی ماں بھی ثابت کیا اور اپنی ذمے داری بھی خوب نبھائی۔ہماری انائیا ایک کامیاب بیٹی ہے جس نے تمہارا نام روشن کیا۔مگر جو ہوا اس میں اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔یہ ہماری بے عزتی نہیں ہے۔ہماری انائیا نے کہیں ہماری ناک جھکنے نہیں دی ہے۔سر جھکنے نہیں دیا۔جو بھ ہوا ہماری ہار نہیں ہے ہم کمزور نہیں ہیں۔نہ ہماری بیٹی کمزور ہے جس طرح

دوسرے معاملات میں ہم نے اسے موقع دیا ہے اسی طرح ہم اسے معاملے میں بھی اس کی مرضی کو اہمیت دیں گے۔وہ صلاحیت رکھتی ہے۔اچھے برے کی تمیز کر سکتی ہے۔اس کے ساتھ اگر کچھ غلط ہوا ہے تو ہم اسے تنہا نہیں چھوڑیں گے۔وہ جو بھی فیصلہ کرنا چاہتی ہے کسی کو سزا دینا چاہتی ہے یا معاف کرنا اس کے متعلق اسے خود فیصلہ کرنا ہوگا۔ہم ڈرنے والے نہیں ہیں۔ آواز اٹھا سکتے ہیں مگر اگر بات نقصان کی ہے تو سب سے زیادہ انائیا کا نقصان ہوا ہے۔اگر تکلیف اسے پہنچی ہے تو اپنی تکلیف کا تدارک بھی اسے کرنے دو۔۔" نانا سمجھ داری سے کہہ رہے تھے۔

"مگر ابا وہ بچی ہے تنہا کیا کر سکتی ہے اور یہ بات بھی جھٹلائی نہیں جا سکتی کہ وہ طاقت میں زور میں ہم سے بہت زیادہ ہیں۔بے شک ہم نام رکھتے ہوں مگر اس خاندان کے سامنے ہماری حیثیت کچھ بھی نہیں ہے اور پھر ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ اصل معاملہ کیا ہے۔وہ بھی چپ ہے کچھ بول نہیں رہی۔میں نہیں جانتی آپ نہیں جانتے کہ اصل مدعا کیا ہے۔وہ لڑکا بات کرتا ہے تو

دل مانتا نہیں کہ وہ کسی کو زک پہنچا سکتا ہے مہذب ہے، پڑھا لکھا ہے، عزت دار گھرانے کا لگتا ہے۔پھر ایسا قدم اٹھانے کی وجہ کیا ہے ہم کیا جانیں؟"

"زائرہ بیٹا رونا مسئلے کا حل نہیں ہے۔ہمیں انائیا کے بولنے کا انتظار کرنا چاہے۔ وہ صدمے میں ہے۔صدمے سے باہر آجاتی ہے تو ہم گتھی آرام سے سلجھا سکتے ہیں۔" بیٹی کو تسلی دینے کے لیے مناسب الفاظ نہیں مل رہے تھے۔مگر اس وقت میں ڈھارس بندھانا اور پاس موجود رہنا ضروری تھا۔

☆☆...r...☆☆

"انائیا تم نے تب سے کچھ نہیں کھایا یہ ٹھیک نہیں ہے۔پھوپو نے مجھ سے کہا ہے کہ میں تمہارا خیال رکھوں تمہیں کھانا کھلاؤں اگر تم کوآپریٹ نہیں کروں گی تو میں تمہیں کھانا کیسے کھلاؤں گی؟" انابیتا نے بہت پیار سے اسے کھانا کھلانے کی کوشش کی تھی مگر اس نے کھانے سے انکار کردیا تھا۔

"ٹھیک ہیے میں پھوپو سے کہہ کر آتی ہوں کہ آپ کی بیٹی کو آپ کا کوئی خیال نہیں۔" انابیتا اٹھ کر جانے لگی تھی جب اس نے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"میں ممی کو اور پریشان نہیں کرنا چاہتی، انابیتا بیگ۔" مختصر سا جملہ تھا مگر اس کی آواز کی نقاہٹ اس کا بھرپور پتا دے رہی تھی کہ اس کے اندر کی حالت کسی پُر فشار تھی۔

انابیتا رک گئی تھی، گئی نہیں تھی۔اس کی طرف دیکھا تھا پھر اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"انائیا ملک مجھے لگتا ہے کہ تم دنیا کی سب سے بہادر لڑکی ہو۔مگر تم ایسے ہمت ہار جاؤ گی میں نے کبھی نہیں سوچا تھا تمہیں یاد ہے تم کس طرح مجھے ہر کھیل میں ہرایا کرتی تھیں؟ تم میں جو اسپرٹ ہے وہ تو مجھ میں بھی نہیں تھی پھر آج کیسے ہمت ہار گئی۔" انابیتا نے اس کی کلاس لینی چاہی تھی۔مگر وہ چہرے کا رخ پھیر گئی تھی۔

"عدن، عدن کہاں ہے؟" گردن موڑے یہ دوسری بات تھی جو اس نے کہی تھی اور جس نے اسے ہوش مند ظاہر کیا تھا۔صدمے نے اس کی دماغی صلاحیت کو نقصان نہیں پہنچایا تھا۔

"انائیا، عدن شرمندہ ہے تمہاری طرح بزدل ہے وہ، گھر کے کونے میں دبک کر بیٹھا ہے۔دو دن سے وہ بھی آفس نہیں گیا۔اس میں تم سے سامنا کرنے کی ہمت نہیں ہے اور جو تمہارے ساتھ ہوا اس کے لیے وہ خود کو الزام دیتا ہے۔قصوروار سمجھتا ہے۔"

"اسے کہو میں ملنا چاہتی ہوں۔" ٹھہری آنکھوں میں سے نمکین پانیوں کی بوندیں بہہ کر نکلی تھیں اور رخساروں پر پھسلتی چلی گئی تھیں۔

انابیتا بیگ نے ہاتھ بڑھا کر اس کی آنکھوں کو پونچھا تھا۔

"تمہیں نہیں کھانا مت کھاؤ۔عدن سے بات کرنا ہے ملنا ہے تو میں بلا دیتی ہوں مگر تم روؤ مت۔" انابیتا بیگ نے کہنے کے ساتھ ہی عدن کا نمبر ملایا تھا اور بات کرنے لگی تھی۔

"عدن، انائیا ملنا چاہتی ہے۔تم آسکتے ہو؟"

”ٹھیک ہے‘ پندرہ منٹ‘ ہم ویٹ کر رہے ہیں۔“

”وہ آرہا ہے انائیا۔اب تم یہ کھانا کھالو۔“ اناہیتا نے اسے بچوں کی طرح پچکارا تھا۔مگر اس نے ہاتھ پیچھے کردیا تھا۔

”انائیا اس طرح کیسے چلے گا؟ لڑنا ہے تو دنیا سے لڑو۔اس کھانے سے کیسی لڑائی؟ پتا ہے مجھے وہ لوگ سب سے زیادہ بزدل لگتے ہیں جو جو لڑ نہیں سکتے اور جو حوصلہ رکھتے ہوئے بھی خود کو ہارا ہوا محسوس کرتے ہیں دنیا سے لڑنے کی ہمت نہیں تو اپنی بزدلی کو دبانے کے لیے کھانے پر غصہ نکالنا کہاں کی دانش مندی ہے۔ایسا کرنے سے آپ کوئی بہادر تھوڑی ہوجاؤ گی۔“

اناہیتا بیگ خود ایک اسپورٹس مین اسپرٹ رکھتی تھی سو اسے اس طرح ہارا ہوا نہیں دیکھ سکتی تھی۔اسے اکسا رہی تھی‘ مگر وہ اتنی نڈھال تھی کہ احتجاج کرنے کی بھی ہمت نہیں تھی۔

تھوڑی دیر میں عدن وعدے کے مطابق وہاں پہنچ گیا تھا تو اناہیتا کو اپنی ذمے داری کچھ کم محسوس ہونے لگی تھی۔

”عدن! راز و نیاز کرنے کے ساتھ ساتھ اسے کھانا بھی کھلا دینا میں کافی بنا کر لاتی ہوں۔اس لڑکی نے سر درد کر دیا اتنی سی دیر میں۔“ اناہیتا چاہتی تھی وہ جلد سے جلد اس ذہنی کیفیت سے باہر آجائے تبھی وہ اسے بالکل پہلے کی ہی طرح ٹریٹ کر رہی تھی۔

عدن نے سر ہلایا تھا۔اناہیتا باہر نکل گئی تھی۔عدن نے انائیا ملک کو بت بنے بیٹھے دیکھا تھا اور قدم بڑھا کر اس کے پاس آگیا تھا۔

انائیا ملک نے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔کچھ بولی نہیں تھی مگر ساکت آنکھوں سے پانی بند توڑ کر بہہ نکلا تھا۔عدن نے فوری طور پر ان آنسوؤں کو نہیں پونچھا تھا۔کچھ دیر تک یونہی کھڑا رہا تھا۔آنسوؤں نے چہرہ بھگو دیا تھا۔

”اس روز کہاں چلے گئے تھے تم؟“

”میں کسی کام سے گیا تھا۔پھوپو کو بتا کر گیا تھا ایک ضروری کال آگئی تھی مگر...“

”تمہیں اسی دن کام پڑنا تھا؟ تم بھی بزدل نکلے نا؟ بھاگ گئے؟“ وہ اندر کا غبار نکال رہی تھی۔

”نہیں میں بھاگا نہیں آگیا ہوں بھاگا ہوتا تو آتا کیوں؟ تم میری سب سے اچھی دوست ہو۔ تمہیں مشکل میں چھوڑ کر بھاگنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔“ وضاحت دی گئی۔

انائیا ملک نے دیکھا تھا۔شیو بڑھی ہوئی تھی۔وہ اپ سٹ لگ رہا تھا۔

”ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟“ اپنی جانب دیکھتا پا کر پوچھا تھا۔

”بھاگنا ہے؟“ اس کا موڈ بحال کرنے کے لیے کوئی ہمدردی کیے بغیر کہا تھا مگر انائیا نے سر اثبات میں نہیں ہلایا تھا۔

”مجھے سب بہت پرایا لگ رہا ہے عدن۔یہ گھر‘ تم سب‘ اپنا آپ‘ جیسے میرا کچھ نہیں رہا۔ایک پل میں اتنا کیسے بدل گیا عدن؟“ وہ ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولی تھی۔

”کچھ نہیں بدلا ہے انائیا ملک۔سب پہلے جیسا ہے تم اپنے سوچنے کے انداز کو مت بدلو۔پہلے جیسا سوچو‘ بے فکر‘ ہم سب ہیں نا اور بھاگنا ہے تو میں ہوں نا۔تم بس اشارہ کردو اور میں ایک پل کی دیر نہیں کروں گا۔“ وہ کہنے کے ساتھ ہی سوپ کا پیالا لے کر اس کے سامنے بیٹھا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

چمچ اس کے لبوں کی طرف بڑھایا تھا۔

اس بار اس نے منع نہیں کیا تھا۔شاید ڈھارس کچھ بندی تھی۔احساس ہوا تھا کہ وہ تنہا نہیں ہے۔

دو تین چمچ اس نے آرام سے لیے تھے پھر اس کا ہاتھ روک دیا تھا۔

”میں کمزور نہیں پڑنا چاہتی عدن۔میں بزدل نہیں ہوں نا کمزور۔“

”ہم جانتے ہیں انائیا۔تم کمزور نہیں ہو تمہیں کوئی ہمدردی جتا کر نہیں بتا رہا کہ تم کمزور ہو۔تم وہی انائیا ملک ہو اور یہ بات ہم سب جانتے ہیں۔“ عدن نے اس کے آنسو پونچھنا نہیں چاہے تھے۔ارادہ اسے کمزور کرنا نہیں تھا۔اسے احساس جتانا تھا کہ وہ پہلے جیسی ہے اور کسی قدر کامیاب رہا تھا وہ۔

عدن کے ہاتھ پر اس نے اپنا ہاتھ رکھا تھا

”مجھے یہاں نہیں رہنا عدن مگر میں بھاگ کر خود کو کمزور ثابت کرنا نہیں چاہتی۔اگر اس بندے کے سامنے میں نے آج ہار مان لی تو وہ سمجھ لے گا میں جیت نہیں سکتی۔اس نے جو بھی کیا اس کی سزا اسے ملے گی اور اس کی

"سزا کا فیصلہ میں کروں گی۔میں انائیا ملک۔" اس نے خود اپنی آنکھوں کو رگڑ کر صاف کیا تھا۔

عدن نے اسے دیکھا تھا۔

"انائیا ملک، کبھی کبھی حالت جنگ سے بہتر حالتِ اَمن ہوتی ہے۔جذبات سے لڑنا اور دماغ سے لڑنا دو مختلف چیزیں ہیں۔مجھے ذاتی طور پر حالتِ امن میں رہنا پسند ہے اور میں جانتا ہوں اتنی جنگجو تم بھی نہیں ہو۔مگر طے یہ کرنا ہے کہ اب کیا۔کب کیسے ہو تمہارا فیصلہ حتمی ہے۔تم اپنے حق کی آواز اٹھا سکتی ہو۔عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتی ہو۔مگر اس میں صرف وقت ضائع ہوگا۔وہ اثر و رسوخ بھی رکھتا ہے اور پیپا بھی ہمارے پاس اختیارات زیادہ نہیں عدالت میں تم جیت پاؤ گی یا نہیں یہ میں نہیں جانتا مگر زندگی میں لڑ کر تم اسے پسپا کر سکتی ہو۔عدالت سے باہر ایک عام زندگی جیتے ہوئے۔"

عدن اسے مشورہ دے رہا تھا۔

"میں جانتی ہوں عدن۔بہت کچھ میرے دماغ میں بھی تھا مگر، میں نے کبھی ایسا نہیں سوچا تھا کہ ایسا ہوجائے گا۔میں تمہارے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے آمادہ تھی۔"

"انائیا ملک آئی ایم رئیلی سوری اس وقت میں وہاں موجود نہیں رہ سکا اور یہ ہو گیا جو نہیں ہونا چاہیے تھا۔" وہ شرمندہ دکھائی دے رہا تھا۔

"تمہیں شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے عدن۔یہ بات تم بھی جانتے ہو اور میں بھی کہ قصور تمہارا نہیں ہے۔مجھے تم سے کوئی شکوہ نہیں ہے۔میرے ساتھ جو ہوا ہے۔شاید ایسا ہی ہونا تھا ایسا نہیں کہ میں کمزور بن کر گزرے ہوئے سانحے کو تقدیر سمجھ کر قبول کر رہی ہوں یہ میری تقدیر نہیں تھی۔ایسا معارج تغلق نے میرے لیے تجویز کیا۔"

اس شخص کا ذکر کرتے ہوئے اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔جیسے وہ بے تاثر ہو رہی تھی۔

کسی کے تجویز کیے کو میں اپنی تقدیر نہیں مان سکتی۔"

اس کا لہجہ پر عزم تھا۔عدن نے اس کا حوصلہ بڑھانے کو اسے ساتھ لگایا تھا اور تب جانے کیوں اس کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔

"مجھے زندگی کی طرف واپس آنا ہے عدن۔ کمپنی' گھر سب کو اسی طرح چلانا ہے۔" وہ جیسے اپنے آپ سے عہد باندھ رہی تھی۔

"تم ممکن کر سکتی ہوں انائیا ملک تمہارے لیے ناممکنات کچھ نہیں ہے۔" وہ اس کے ساتھ تھا۔

عدن نے اس کی پشت تھپکی تھی۔انداز ہمت بندھانے والا تھا۔

...☆☆☆...

حاشیے کتنے لگائے تھے

لکیریں بنائی تھیں

تم سے تم تک آنے کی کتنی تاویلیں

کتنے جواز دل نے دیے تھے

اور کتنے فیصلے صادر ہم نے بھی کیے تھے

ایک پل میں معجزوں کی زمیں ہم نے دیکھی تھی

دعاؤں کے سلسلے

سب راستے

تیرے واسطے ہم نے سجا دیے

مگر اس دل کا ضدی پن مجھے سونے نہیں دیتا

اک خلش سی ہے کہیں پھر بھی

لکیروں میں

ان حاشیوں میں

تاویلوں میں

کوئی خلش سی ہے مرے اندر کہیں۔

"معمول کی زندگی جیتے جیتے تمہیں یہ کیا سوجھی معارج تغلق؟" حارث کا سوال جیسے الزام دے رہاتھا۔وہ اس سے باز پُرس کر رہا تھا۔

"تم نے یہ کیا کیا معارج تغلق؟ نہ عشق تھا' نہ کوئی محبت' نہ چاہت تھی' نہ مجبوری پھر؟ تم نے اتنا انتہائی قدم کیسے اٹھالیا؟" حارث غالباً حیران تھا۔

معارج تغلق لیپ ٹاپ پر نظریں جمائے بزی رہا۔یک بار بھی اس کی طرف نہیں دیکھا تھا۔کیا وہ شرمندہ تھا؟

"مجھے یقین نہیں ہوتا معارج تغلق تم نے یہ سب کیا۔کیا ہے یہ سب۔کیا تمہیں اس سے سچ مچ کوئی لگاؤ ہے۔مجھے یقین نہیں آرہا کہ تم نے اس سے نکاح بھی کرلیا۔اور وہ بھی اس طریقے سے۔ہمارے ہاں سیانے ایک محاورہ کہتے ہیں جس گاؤں نہ جانا ہو۔اس کا راستا بھی نہیں پوچھتے۔تمہاری اس لڑکی سے کیا رغبت نکلتی تھی۔کیا تمہارا مقصد اسے صرف ہرانا تھا۔اسے شکست دینا تھا؟ یا پھر یہ کوئی ضد تھی؟"

"ایسا کچھ نہیں تھا۔" معارج تغلق نے پہلی بار اس کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا تھا۔

"پھر کیا تھا معارج؟ یار جہاں تک میں تجھے جانتا ہوں تو ان لڑکیوں کے چکر میں اتنا دور تک جانے والا نہیں۔کتنے سیریس ریلیشن شپ چلے تیرے' صرف

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ایک؟ وہ بھی اس لڑکی کی وجہ سے کہ اس کو تم سے پیار تھا۔تو سدا کا ٹھنڈا ٹھار بندہ پھر یہ طوفانی قسم کا عشق آناً فاناً کہاں سے آگیا؟" حارث کی عقل اس سانحے کو قبول کرنے کو تیار نہیں تھی۔

"یہ عشق نہیں ہے۔" معارج تغلق نے ایک پل میں اس کی نفی کی تھی۔عجیب احتجاج تھا جیسے۔حارث نے اسے بغور دیکھا تھا۔

"تو اپنے سیاسی پارٹی کے بندے لے کر اس کے گھر جاتا ہے۔انہیں' اس پوری تقریب کو یرغمال بناتا ہے' اسلحے کے زور پر ایک کمزور لڑکی کو رجسٹرڈ ہونے پر مجبور کرتا ہے بطور وائف رنگ پہناتا ہے یہ کیا ہے معارج تغلق؟ یہ دھونس' یہ زبردستی؟کس بات سے پریشان تھے تم؟ اتنی کشمکش تھی کہ اس کی منگنی کی تقریب کو تہس نہس کر دیا۔یہ دوستی تھی یا دشمنی؟"

"نہ دوستی' نہ دشمنی۔" معارج تغلق نے اسے ایک بار پھر رد کیا تھا۔"ہم میں ایسی کوئی بات نہیں تھی۔" وہ انکاری تھا۔

"کوئی بات نہیں تھی تو یہ ہوا؟ اگر کوئی بات ہوتی تو؟" حارث مسلسل حیرت میں مبتلا تھا اس کے ہاتھ تاحال کوئی سرا نہیں آیا تھا۔

"کہاں کا سلسلہ کہاں ملایا معارج تغلق؟ اگر کوئی دشمنی ہی ہے تو تم بہت برے دشمن ہو۔اس لڑکی کے ساتھ تم نے بالکل اچھا نہیں کیا۔اس کے لیے یہ ایک بڑی سزا ہے۔اور سزا کا یہ طریقہ انتہائی ناقابلِ قبول اور ناقابلِ یقین ہے تم اپنی زندگی کے ساتھ کھیلے ہو یا اس کی زندگی کے ساتھ؟ جو بھی ہوا اچھا نہیں ہوا۔" حارث کو اپنے اس دوست کا یہ اقدام پسند نہیں آیا تھا۔

مگر معارج تغلق جیسے بے تاثر تھا۔

"اپنے دماغ کی سنتے سنتے یہ تمہیں کیا سوجھی کیا وہ لڑکی ایسی ہے کہ تمہارے ہوش اڑا دے؟ گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے تم نے دنیا دیکھی ہے پھر اس لڑکی سے دشمنی نکالنے کے بارے میں کیوں سوچا یہ ٹھانی تو کیا ٹھانی؟" حارث کو انائیا ملک سے مکمل ہمدردی تھی۔

"بہتر تھا تو دو اور دو چار ہی کرتا۔یہ دل ول کے معاملے تم سے سنبھالے نہیں جائیں گے پہلا قدم ہی غلط اٹھایا اب اور کیا کرے گا؟ مجھے تم سے ہمدری ہو رہی ہے معارج تغلق۔"

"حارث! یار میں نہیں جانتا یہ کیسے ہوا۔میرا ارادہ ایسا نہیں تھا۔پھر میں اس کے گھر کیوں گیا۔کیوں سب کیا۔میں نہیں جانتا۔مگر میں نے کسی پلاننگ کے تحت سب نہیں کیا۔" وہ مکمل لا تعلق اور بے تاثر تھا۔

"کیا مشین جیسا آدمی ہے تو۔کوئی روبوٹ بھی تجھ سے زیادہ احساسات رکھتا ہو گا۔تیرے معاملے میں' میں ہمیشہ حیرت میں مبتلا ہوتا ہوں تو مجھے کثرت سے حیران کرتا ہے اور پیٹ بھر کے حیران کرتا ہے۔اب یہ بتا کرنا کیا ہے؟" حارث آگے کا لائحہ عمل پوچھ رہا تھا۔

"کرنا کیا ہے؟ کیا مطلب؟" معارج تغلق چونکا تھا۔

"بھابی کا کیا کرنا ہے اب؟"

"بھابی؟" یہ لفظ معارج تغلق نے غالباً پہلی بار سنا تھا۔

"انائیا ملک؟" حارث نے یاد دلایا تھا۔

"کیاتم ذہنی طور پر قبول نہیں کرتے کہ وہ اب تمہاری بیوی ہے۔" حارث نے جانے کیا سوچ کر کہا تھا۔

"تم مجھے اتنا بچہ سمجھتے ہو؟" معارج تغلق خائف ہوا تھا۔

"نہیں میں ایسا نہیں سمجھتا' اگر وہ تمہاری وائف ہے تو مجھے اسے بھابی کہنے کا مکمل حق ہے۔" حارث نے جتایا تھا۔

"آئی سی۔" اس نے ہونٹ سکوڑے تھے۔

"معارج تغلق! اس طرح بے تاثر بن کر کام نہیں چلے گا۔اگر تم نے یہ کیا ہے تو تمہیں گھر میں بات کرنی ہوگی اور سب کو آگاہ کرنا ہوگا۔یہ سب سے زیادہ ضروری ہے۔" حارث جیسے اس سے زیادہ انانئیا ملک کے حق میں بات کر رہا تھا۔

معارج تغلق نے اسے خاموشی سے دیکھا تھا۔

...☆☆...

"پچھلے دو دن سے تم کہاں تھیں انار کلی۔جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے تم نے بھائی کی منگنی کا بہانہ بنایا تھا اور گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہو گئیں۔"

دامیان نے کلاس ختم ہوتے ہی اسے آلیا تھا۔

"تم نے کون سا فون کرلیا۔فکر ہوتی تو فون کرلیتے نا۔" وہ لاتعلقی سے بولی تھی۔

"فکر تو تھی انار کلی مگر مجھے لگا تھا کسی مشن پر ہو اور اگر تمہیں ڈسٹرب کیا تو تمہیں شاید برا لگ جائے۔" دامیان مسکرایا تھا۔

اس کا غصہ کم کرنے کے لیے بہتر تھا کہ وہ ایک مسکراہٹ چہرے پر رکھے۔

"کون سے مشن پر ہو سکتی ہوں میں؟" انابیتا بیگ نے کسی قدر گھورا تھا۔

"لڑکیوں کے کئی مشن ہوتے ہیں۔شاپنگ کرنے سے لے کر سجنے سنورنے تک اور کسی کا چین و قرار لوٹنے سے لے کر کسی کو نکما کرنے تک۔" دامیان کی مسکراہٹ اور آنکھوں کی شرارت بتارہی تھی کہ وہ بالکل بھی سنجیدہ نہیں۔

"دامیان شاہ سوری۔میں ایسے کسی مشن پر نہیں تھی۔" اس نے ساتھ چلتے ہوئے جتایا تھا۔

"اوہ، تو آپ ایسے کسی مشن کا حصہ نہیں تھیں تیر کانٹوں سے لیس ہونے کا شوق نہیں آپ کو؟" وہ چھیڑ رہا تھا۔

"یو نو، دامیان ہم صرف دو دن بعد ملے ہیں پہلی بار نہیں ملے۔" اس نے سہولت سے اور نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔مگر آنکھوں میں بھرپور خفگی تھی۔

"اوہ ہاں یہ تو میں بھول گیا تھا کہ ہم پہلی بار نہیں مل رہے۔میں سمجھا دو دن بعد ملیں گے تو تم خاصی بدل چکی ہوگی مگر آپ وہی، تیور وہی، اچھا بتائیے منگنی کی تقریب کیسی رہی؟ مبارک ہو تمہارے بھائی اور بھابی کو۔آئی ایم سوری یار آ نہیں سکا۔پاپا کے بزنس کے سلسلے میں شہر سے باہر جانا پڑا۔میں بھی دو دن کیمپس نہیں آسکا نہ تمہیں رنگ کرسکا۔"

"اور پھر یہ کیسے پتا چلا کہ میں دو دن سے کیمپس نہیں آئی؟"

"ایلکس نے بتایا تھا۔اسے لگا ہم دونوں ایک ساتھ کسی مشن پر گئے ہیں۔" دامیان شرارت سے مسکرایا تھا۔

انابیتا نے اسے ایک پل کو صرف خاموشی سے دیکھا تھا۔

"کیا ہوا؟ اتنی خاموشی، تم ٹھیک تو ہو؟" دامیان سوری نے اسے جانچتی نظروں سے دیکھا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں دامیان عدن کی منگنی نہیں ہوئی۔"

"نہیں ہوئی؟" دامیان شاہ سوری چونکا تھا۔

"ہاں ایک سانحہ ہوگیا اور سب کینسل ہوگیا ہماری فیملی بہت ڈسٹرب رہی اور میں اپنی فیملی کے ساتھ۔" وہ افسردہ دکھائی دی تھی۔

"اوہ افسوس ہوا یہ سن کر، مجھے نہیں معلوم نہیں تھا کہ منگنی کینسل بھی ہوسکتی ہے۔مگر سانحہ کیا ہوا؟"

"یہ میں نہیں بتا سکتی۔" وہ فیملی پرسٹیج کے خیال سے بولی تھی کہ پہلے ہی تقریب میں موجود مہمانوں کے باعث بات خاصی پھیل چکی تھی۔دامیان شاہ

شوری نے اسے رک کر دیکھا تھا۔اسے معاملے کی سنگینی کا اندازہ ہوا تھا۔مگر وہ اگر نہیں بتانا چاہتی تو وہ اسے کریدنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

”تم ٹھیک تو ہو؟“ مکمل کیئرنگ انداز میں پوچھا تھا۔

اناہیتا بیگ نے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

”مجھے امید ہے کہ جو بھی معاملہ ہے وہ جلد بہتر ہوجائے۔“ دامیان نے نیک خواہشات کا اظہار کیا تھا۔

”آئی ہوپ دیٹ ٹو۔“ اناہیتا نے دل سے کہا تھا اور محبت کا کیا ہوا؟ للّی واپس آئی؟“

”نہیں، کل رات بات ہوئی تھی۔میں نے سمسٹر کا بتا دیا تھا۔شاید وہ اگلے ہفتے آجائے۔“

اناہیتا بیگ نے اس کی سمت دیکھا تھا اور پھر دھیمے سے مسکرا دی تھی۔

”کیا دیکھ رہی ہو۔“

”یہی کہ محبت کچی ڈور کیسے بن جاتی ہے کوئی کہیں بھی رہے، کسی بھی پریشانی میں رہے اتنی مضبوطی سے بندھا کیسے رہتا ہے؟“

”اوہ ڈیئر تمہاری فلاسفی اور آبزرویشن، محبت کے ”م“ کی بھی خبر ہے؟ قیاس آرائیاں کوئی تم سے کرنا سیکھے اناہیتا بیگ کبھی کبھی تم حقیقت سے پرے کی بات کرتی ہو۔ حقیقتوں سے دور مگر ایک بات ہے۔تم سے سننے کے بعد یقین کرنے کو دل چاہتا ہے تم لڑکیاں کچھ بے وقوف نہیں ہوتیں۔“

”شاید۔“ اناہیتا نے انکار نہیں کیا تھا۔”شاید اس لیے بھی کہ ہم دماغ سے زیادہ دل کی سنتے ہیں۔“

”دل کی سننا بری بات نہیں انار کلی۔اگر میرے اختیار میں ہوتا تو میں دل کی ہی سنتا مگر میرا دماغ ایسا کرنے کی اجازت فی الحال نہیں دیتا۔“ دامیان شاہ سوری مسکرایا تھا۔

اناہیتا بیگ نے چپ سادھ لی تھی۔

”تمہیں سچ میں لگتا ہے کہ محبت ہے؟ اور اگر ہے تو کچی ڈور سی ہے۔“

دامیان شاہ سوری نے اس کی آنکھوں میں جھانکا تھا۔

اناہیتا بیگ ایک لمحے کو کچھ رد عمل نہیں کر سکی تھی۔نظریں اس کی نظروں سے براہِ راست ملی تھیں۔پھر اچانک ہی وہ نگاہ چرا گئی تھی۔

"شاید ہو گی میں نہیں جانتی، مگر..." روانی سے کہتے کہتے وہ رکی تھی۔

"مگر...؟" دامیان شاہ نے جملہ ادھوار چھوڑے پر جانے پر دریافت کیا تھا۔

"میں نے صرف کچھ قیاس کیا اور بس۔"

"قیاس؟ ایسے کیسے؟"

"تم دونوں کو دیکھ کر۔" اس نے جیسے اعتراف کیا تھا۔

"ہم دونوں؟"

"للّی اور تم۔"

"اوہ۔" دامیان شاہ سوری نے ہونٹ حیرت سے سکوڑے تھے۔

"اگر چہ ہم کوئی ایسے دھواں دھار لور نہیں ہیں۔ بہر حال چلو کینٹین چلتے ہیں۔ مجھے کچھ بھوک محسوس ہو رہی ہے۔یاد آیا میں نے بریک فاسٹ نہیں لیا تھا۔" وہ مسکرایا تھا۔

انابیتا بیگ نے اسے خاموشی سے دیکھا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اوہ کم آن اب یہ مت کہہ دینا کہ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں بھول جانا محبت کی علامتوں میں سے ایک ہے۔" دامیان نے جیسے اس کی لوجک کا مذاق اڑایا تھا اور اسے بازو سے پکڑ کر کینٹین کے اندر لے گیا تھا۔

☆...☆☆...☆

وہ قطعاً چونکی تھی جب معارج تغلق نے اندر قدم رکھا تھا۔وہ پہلے آنے کے بہانے ڈھونڈتا تھا اب تو جیسے اس کے پاس ایک ٹھوس جواز تھا۔

سو اس طرح چلے آنے سے اسے کوئی باز نہیں رکھ سکتا تھا۔

معارج تغلق نے بھاری مضبوط قدموں سے چلتے ہوئے یہاں تک کا فاصلہ طے کیا تھا اور قریب جا کر رک گیا تھا۔

انائیا ملک اس کی جانب سے نگاہ ہٹا کر جیسے یکسر اجنبی بن گئی، مگر معارج تغلق کو اس سے فرق نہیں پڑتا تھا۔وہ کچھ دیر اسے یونہی کھڑا دیکھتا رہا تھا پھر بہت اطمینان سے چیئر کھینچ کر قریب بیٹھ گیا تھا۔

"اب کیسا محسوس کر رہی ہیں آپ؟" بغور دیکھتے ہوئے دریافت کیا تھا۔

مگر انائیا ملک کی سمت سے کوئی جواب نہیں آیا تھا۔

”نیا نیا تجربہ ہے۔مجھے نہیں پتا شادی کے بعد کی فضا کیسے ہوتی ہے مگر شاید خاموشی بھی اس ماحول کا کوئی حصہ ہے۔“ وہ اسے بولنے پر اکسانا چاہتا تھا۔ ارادہ اس کی بے توجہی اور اجنبیت توڑنا تھا۔

”میری پہلی بارشادی ہوئی ہے۔سو اسرار و رموز اتنے معلوم نہیں‘ پوچھنا پڑے گا بیوی چپ چاپ ہو تو اس سے بات کیسے کی جاتی ہے۔“

اتنے بڑے واقعے کے بعد و ماحول کے تناؤ کو کم کرنے کے بارے میں کیسے سوچ رہا تھا جب کہ یہ سارا تناؤ اسی کے باعث آیا تھا۔تو وہ اپنے دوستانہ رویے کو ظاہر کر کے کوئی تدارک کرنے آیا تھا؟

یا پھر ازالہ؟

مگر انائیا ملک کی طرف سے ری ایکشن نا پید تھا۔

معارج تغلق نے اس کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا تھا۔تبھی وہ جیسے بدک گئی تھی۔ایک پل میں اٹھی اور دور جا کھڑی ہوئی تھی۔

معارج تغلق نے اس کے رد عمل کو چپ چاپ بہت اطمینان سے دیکھا تھا۔پھر اسی سکون سے کھڑا ہوا اور چلتا ہوا اس کے قریب جا رکا تھا۔

اس کی نظروں میں صرف غصہ تھا اور شاید ناپسندیدگی بھی۔

”ہمارے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہے معارج تغلق‘ اور نہ کوئی رشتہ بن سکتا ہے۔میں زبردستی صادر کیے گئے حکموں کو نہیں مانتی نہ ڈھونگ رچا کر بنائے گئے رشتوں کو قبول کرتی ہوں اور زبردستی ماننے پر دنیا کا کوئی قانون مائل نہیں کرسکتا۔اگر آپ سمجھتے ہیں طاقت میںآپ سے زیادہ ہیں تو بے شک آپ ہوں گے مگر طاقت کے زور پر دل فتح نہیں کیے جاسکتے۔“ وہ تکان کہہ رہی تھی۔

”آپ ہار مان رہی ہیں؟“ وہ جیسے اسے چڑا رہا تھا۔اس کے غصے سے محفوظ ہو رہا تھا۔

اس دن کے بعد آج اس سے بولی تھی۔ایک اجنبیت کا احساس جیسے ختم ہوا تھا۔بالآخر وہ پہلے جیسی دکھائی دی تھی۔نڈر اور بہادر' پُر اعتماد اور ہار نہ ماننے والی۔

احساس ندامت کچھ کم ہوا تھا کہ وہ اس حالت میں اب نہیں تھی جس میں اس نے اسے پہنچا دیا تھا۔اگر چہ ایسا دانستہ ہوا تھا مگر انائیا ملک کا نقصان تو ہوا تھا۔

اور نقصان بھی ناقابل تلافی تھا۔

"مجھ سے لڑ کر کیا ثابت کرنا ہے معارج تغلق کہ تم کتنے کم ہمت ہو؟ دھوکے باز ہو؟ بزدل ہو؟ چھپ کر وار کرتے ہو؟ اصولوں کی بات کرتے ہو اور اصولوں پر چلتے نہیں؟ یہ ثابت کرنا ہے کہ تم کتنے جھوٹے ہو؟ کتنے چھوٹے انسان ہو؟ دوستی کی آڑ میں دشمنی نکالتے ہو؟" وہ باری باری اس کی برائیاں گنوا رہی تھی' مگر معارج تغلق نے قطعاً بُرا نہیں مانا تھا۔

"بالکل روایتی بیویوں جیسے جھگڑتی ہو۔ہو نا پھر وہی روایتی وائف۔" اس کا انداز پر سکون تھا۔جیسے وہ قسم کھا کر آیا تھا کہ وہ کچھ بھی کہے وہ غصہ نہیں کرے گا۔یا پھر وہ تھا ہی اتنا شانت کہ کوئی فرق ہی نہ پڑتا تھا؟

"جہاں میں کھڑی تھی نا معارج تغلق وہاں سے تم بہت بلندی پر کھڑے دکھائی دیتے تھے۔مگر آج میں تمہیں وہاں محسوس نہیں کرتی۔"

وہ غصے کو دبا رہی تھی۔

وہ ملائمت سے مسکرادیا تھا۔

"میاں بیوی کا رشتہ برابری کا ہونا چاہیے نا؟ تبھی بلندی سے اتر کر زمین پر آگیا۔ایک ساتھ کھڑے اچھے لگتے ہیں نا؟" وہ پر سکون انداز میں مسکرایا تھا۔ اسے گھما کر کھڑا کیا تھا اور اشارہ آئینے میں دونوں کے موجود عکس پر کر دیا تھا۔

"دیکھو' دونوں اچھے لگتے ہیں نا؟" وہ جیسے سب مذاق میں ٹال رہا تھا۔جانتا تھا کہ غلطی میری ہے سو اس کی جلی کٹی سن کر بھی کوئی رد عمل نہیں دے رہا تھا۔یا پھر وہ سچ میں اتنا ہی ٹھنڈے مزاج کا تھا۔

انائیا نے دونوں کے عکس کو آئینے میں نہیں دیکھنا چاہا تھا' مگر نگاہ دانستہ اٹھ گئی تھی وہ اس کے پیچھے کھڑا مسکرا رہا تھا۔اسے وہ چہرہ' وہ مسکراہٹ زہر لگی تھی۔دل چاہا تھا چہرہ نوچ لے۔مگر وہ ایسا جانے کیوں نہیں کر سکی تھی۔شاید اسے ادب و آداب آتے تھے اور کچھ رکھ رکھاؤ طبیعت میں تھا کہ وہ اپنے دشمن سے بھی برے طریقے سے پیش نہیں آسکتی تھی۔

"کیوں کیا تم نے ایسا معارج تعلق؟" وہ آئینے میں اسے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔شاید پہلا شکوہ تھا۔براہِ راست اس کی نظروں میں دیکھا۔

"کیا' کیوں کیا؟" وہ جیسے یکسر اجنبی بنا تھا۔

"میرے ساتھ ایسا کر کے تمہیں کیا ملا؟ کوئی تسکین؟ کوئی سکون؟"

"شادی کرنا بُری بات ہے کیا؟ عزت سے اپنایا ہے تمہیں اور کیا چاہیے؟ مجھے بتاؤ شادی کرنا کہاں غلط ہے؟ تمہیں وہ پروپوزل منظور نہیں تھا۔مجھے لگا شادی کا پروپوزل تو ضرور قابل قبول ہوگا؟" وہ اسے آئینے میں دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

پھر اسے شانے سے تھاما تھا اور اس کا رخ اپنی طرف پھیرا تھا۔

بھر پور توجہ سے دیکھا تھا جیسے وہ سارے حق محفوظ رکھتا ہو۔اس کے چہرے پر جھولتی لٹ کو پیچھے سرکایا تھا پھر اس کا جھکا ہوا سر ٹھوڑی سے تھام کر اوپر اٹھایا تھا۔

"میری طرف دیکھو انائیا ملک۔جو بھی ہوا اب یہ رشتہ بن چکا ہے اور تم میری بیوی ہو۔چاہے یہ رشتہ جیسے بھی جڑا ہو' مگر میں اسے غلط نہیں سمجھتا۔اس سچائی کو آپ نہیں جھٹلا سکتیں۔کوئی بھی نہیں جھٹلا سکتا۔جائز یا نا جائز راستہ غلط نہیں ہوتا۔مقصد نیک ہو تو سب جائز ہے۔" وہ جیسے اپنی منطق رکھتا تھا۔

کیسا انداز تھا اس کا؟

کیسا فاتح کا سا غرور تھا۔

کیسی چمک تھی اس کی آنکھوں میں۔

تن کر کھڑا کیسا مضبوط لگ رہا تھا۔

جیسے پل میں تہس نہس کرنے کا اختیار رکھتا ہو۔

”کیا میں ایک بے جان گڑیا ہوں؟“ اس نے اس کے ہاتھوں کو اپنے شانوں پر سے ہٹارتے ہوئے بہت مدھم لہجے میں پوچھا تھا۔

”بے جان‘ بتوں کی پرستش کا کوئی تجربہ نہیں مجھے۔جیتے جاگتے وجود اپنی ایک حیثیت رکھتے ہیں۔“ وہ جیسے اس کی سوچوں کو رد کر رہا تھا۔

”کیا نہیں ہوں گڑیا میں تمہارے لیے؟ تم نے کھیلنا چاہا۔دور سے دیکھا اچھی لگی قریب آنے کے بہانے ڈھونڈنے لگے قریب آئے تو حصول کے لیے بے قرار ہونے لگے۔جائز نا جائز ہتھکنڈے اپنائے۔نہیں کچھ ہاتھ لگا تو توڑنے کے در پے ہوگئے کیا ہے یہ معارج تغلق؟ یہ مجھے گڑیا سمجھنا نہیں تو اور کیا ہے؟ تم نے دیکھا تو صرف اپنے آپ کو دیکھا۔اپنی خواہشوں کو دیکھا۔اپنی مرضی کو اہم جانا اور میں؟ میں کہاں لگی تمہیں کوئی جاندار وجود تمہیں۔تم نے تو صرف گڑیا جیسا ٹریٹ کیا مجھے۔اس روز جب گاڑی میں فارم ہاؤس لے جا رہے تھے تو تم نے مجھے بہت ستایا تھا مگر پھر بعد میں کھلا تھا کہ وہ سب

ایک مذاق تھا۔کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ آج جو تم نے کیا وہ بھی ایک ایسا ہی مذاق ہو؟ اس شادی کی حقیقت کچھ نہ ہو؟“

اس نے مدھم لہجے میں کہا تھا مگر معارج تغلق کی سمت سے کوئی جواب نہیں آیا تھا۔وہ چپ چاپ اسے دیکھ رہا تھا۔

کیا سوچ رہا تھا وہ؟

وہ اس کی سوچوں کو پڑھنے پر قادر نہیں تھی۔

اور اگر اسے اختیار ملتا بھی تو وہ اس کو پڑھنے کی خواہش نہ رکھتی۔وہ صرف بات کر رہی تھی تو اپنے نقصان کی۔جو اس کے باعث ہوا تھا اور قصور وار وہی تھا۔اگر کوئی شکایت کر رہی تھی تو صرف اس لیے کہ اس نے اس کے تشخص کو نقصان پہنچایا تھا۔

”پتا ہے اس روز تمہارا امیج میری نظروں میں بدلنے لگا تھا۔مجھے بہت حد تک پروٹیکٹو محسوس ہوتا تھا۔جب تم آس پاس ہوتے تھے۔اس روز راستے میں تم نے جتنا بھی ستایا ہو‘ رُلایا ہو‘ مگر جب فارم ہاؤس پہنچنے پر حقیقت کھلی تھی تو مجھے کچھ شرمندگی ضرور ہوئی تھی۔تمہارے لیے اپنی سوچوں کو بُرا بھلا ضرور کہا

تھا کہیں تمہارا کوئی اچھا امیج بننے لگا تھا۔مگر تم نے لمحے کے لمحے میں جیسے سب توڑ دیا۔مجھے توڑ کر کیا سکون ملا معارج تغلق؟ یہ کیا ہے؟ کوئی اندرونی خلش؟ انتشار یا پھر کوئی دماغی نقص؟ تم سے میرا سکون کیوں ہضم نہیں ہوا؟ مجھے اس طرح ہرانے کی کیوں ٹھانی؟“

”بہت بولتی ہو نا تم؟ سچ کیا ہے کسی نے برینی لڑکیوں سے شای نہیں کرنا چاہیے۔مسز انائیا تغلق آپ کو اتنا بھی نہیں پتا کہ شادی کے ابتدائی دنوں میں اِدھر اُدھر کی کوئی بات نہیں کرتے۔“ اس کا یہ انداز جیسے پل میں سب زیر کرنے والا تھا۔

انائیا ملک الٹے قدموں چلتی ہوئی دیوار سے جا لگی تھی۔

”میرا تم سے کوئی رشتہ نہیں ہے اور یہ بات میں ثابت کر سکتی ہوں۔“ وہ ہار نہ ماننے والے انداز میں بولی تھی۔

وہ بہت پر سکون انداز میں مسکرا دیا تھا۔

”کیا ثابت کریں گی آپ؟ کیسے؟“ اس کی سمت پیش قدمی کی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”اس رشتے کی کوئی حقیقت نہیں معارج تغلق یہ بات تم بھی جانتے ہو۔تم نے صرف مجھے حاصل کرنے کا بہانہ ڈھونڈا ہے۔جس دن مجھے پالو گے تمہاری تسکین کا سفر اختتام کو پہنچ جائے گا۔یہ بات تم بھی جانتے ہو۔میری حقیقت تمہاری زندگی میں کیا ہے۔تم نے صرف انگلی ٹیڑھی کر کے گھی نکالا ہے کیونکہ دوسرا کوئی راستہ نہیں تھا تمہارے پاس۔موقع محل دیکھا ہے تم نے بس موقع پرستی کی ہے تم نے موقع دیکھ کر وار کیا ہے۔تم ان لوگوں میں سے ہو جو اپنا فائدہ حاصل کرنے کے لیے ہر راہ اپنا سکتے ہیں۔جنہیں صرف اپنا آپ صحیح لگتا ہے۔صرف اپنافائدہ دیکھتے ہیں۔“

”کتنا اچھا بولتی ہو نا تم۔“ اس نے قریب پہنچ کر دیوار پر ہاتھ ٹکا دیا تھا اور اس کے فرار کے سارے راستے جیسے مسدود کر دیے تھے۔

”دراصل تم جانتی ہو کہ شوہر کو کس طرح خوش رکھا جاتا ہے۔تھوڑا لڑائی جھگڑا پھر پیار، سو یہ ہے آغاز؟ تھوڑی تکرار، تھوڑا انکار اور اس انکار میں کہیں چھپا اقرار؟“ معارج تغلق بالکل بھی سنجیدہ نہیں تھا۔اس کے الزامات کو بھی ہنس کر برداشت کر رہا تھا۔غلط باتوں کو بھی جھیل رہا تھا اور سن رہا تھا۔

کیسا پر سکون تھا وہ۔بالکل جیسے کوئی سمندر۔

اس کے لبوں پر کھیلتی مسکراہٹ انائیا ملک کو چڑا رہی تھی۔

"لڑائی تو ہوگئی۔تکرار بھی۔اب کیا پیار کی باری ہے؟ نگاہوں میں شرارت لیے وہ کچھ قریب ہوا تھا۔

"کہاں سے شروع کروں؟ کیسے؟ کچھ نا تجربہ کار ہوں ہیلپ کریں گی آپ مسز تغلق؟ مدھم سرگوشی میں چاہت ایک تپش سہی مگر اس کے لبوں کی مسکراہٹ بتا رہی تھی کہ وہ صرف شرارت کر رہا تھا۔

"پہلے خود اکساتی ہیں آپ۔قریب آنے پر مائل کرتی ہیں۔پھر خود کو دور کرتی ہیں اور جب میں شکوہ کرتا ہوں تو اعتراض بھی کرتی ہیں۔چاہتی کیا آپ مسز تغلق؟ شکوے شکایت آپ کر رہی ہیں۔تو کیا ہم حق نہیں رکھتے؟ ایک تو آپ نئی نویلی دلہن ہیں ایک نور کی وحی چہرے پر قدرتی طور پر لکھی ہے۔اب اسے پڑھنے کی گستاخی کرو تو اعتراض بھی کرتی ہیں۔شوہر کے حقوق تو جانتی ہوں گی آپ۔آپ کے فرائض کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی ہوئی تو شکوہ آپ ہی کریں گی۔" وہ غالباً اسے چھیڑ رہا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہ زچ ہو کر دیکھنے لگی تھی۔

"بند کریں یہ ڈراما۔نہیں ہوں میں آپ کی وائف۔نہ ہی آپ پر کوئی حقوق واجب ہوئے ہیں۔نہ کوئی فرائض۔پلیز مجھے ستانا بند کریں اب۔مجھے کوئی انتہائی راہ لینے پر مجبور مت کریں۔آپ کے لیے یہی بہتر ہے کہ اس جعلی نکاح نامے کی اہمیت کو باطل قرار دے دیں۔اس کی وقعت کچھ نہیں ہے۔بھول جائیں اس رشتے کو۔میرا آپ سے کوئی تعلق ہے نہ واسطہ۔"

"کتنی بار جھٹلائیں گی آپ انائیا تغلق؟ کیا جھٹلا پائیں گی۔پورا شہر جان گیا ہے اس رشتے کے بارے میں۔آپ شاید نہیں جانتیں دو چار لوگ لوکل نیوز پیپر پر تو خبر بھی لگا چکے ہیں۔وہ اس شادی کو نجی قرار دے رہے ہیں۔تبھی بڑے پیپر میں خبر نہ لگنے کا کسی نے نوٹس نہیں لیا۔مگر حقیقت تو یہ ہے کہ فی الحال میرا خاندان اس خبر کو بڑی مین نیوز پیپرز کی مین ہیڈنگ بننے سے دانستہ روک رہا ہے۔کیونکہ وہ اس شادی کو آفیشل منعقد کرنا چاہتے ہیں۔کیونکہ معارج خاندان کے اکلوتے بیٹے کی شادی ہے۔کچھ پروٹوکول تو ملنا چاہیے۔یہی سوچ کر فی الحال خبروں کو ملتوی کیا گیا ہے اور آپ سمجھ رہی ہیں سب فضول ہے

اور کسی بات کی کوئی وقعت نہیں۔آپ کو شاید تب یقین آئے گا جب کاندھے پر بٹھا کر یہاں سے زبردستی لے جاؤں گا۔بنا آپ کی ایک بھی سنے۔زبردستی کی عادت ہوچکی ہے آپ کو۔آرام سے بات سمجھ میں نہیں آتی۔پہلے خود من مانی کرتی ہیں زبردستی پر مائل کرتی ہیں اور پھر خود واویلا مچاتی ہیں۔شور مچاتی ہیں۔عجیب مزاج ہے آپ کا۔آپ کو ایک بات باور کروا دینا چاہتا ہوں کہ جو بھی ہوچکا ہے اس کی ایک حقیقت ہے اور آپ اس کو جھٹلا نہیں سکتیں۔اگر جھٹلانے کی کوشش کی تو میں سچ میں آپ کو اٹھا کر لے جاؤں گا اور ایسا کرنے سے مجھے کوئی باز نہیں رکھ سکے گا۔نہ آپ کا کوئی دوست‘ نہ ہمدرد‘ نہ کوئی قانون‘ نہ کوئی اور... آپ میرے ساتھ جڑ چکی ہیں اور اس کی حقیقت جھٹلائی نہیں جا سکتی۔“

اس کا انداز حتمی تھا‘ دو ٹوک تھا جیسے وہ کچھ اور سننا ہی نہیں چاہتا تھا۔

...☆☆☆...

انائیا ملک کو لگا تھا جیسے پل میں سارے راستے بند ہوں اور اس پر دیواریں اٹھا دی گئی ہوں۔لمبی لمبی دیواریں۔آسمان کی بلندیوں سے سوا۔اور سارے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

راستے بند۔اس کا دم گھٹنے لگا تھا۔کیا وہ کمزور پڑ گئی تھی؟کیسی جنگ تھی یہ؟اسے کیوں اُکسایا جا رہا تھا۔یا پھر کمزور سمجھ کر دبایا جا رہا تھا۔یہ وہ راستہ تو ہرگز نہیں تھا جس پر وہ چلنا چاہتی تھی۔یہ اتنا کچھ اس پر مسلط کیوں کیا جا رہا تھا۔

وہ خالی خالی نظروں سے معارج تغلق کو دیکھ رہی تھی۔عجیب تھکا ماندہ سا انداز تھا۔

معارج تغلق کو شاید اس پر ترس آگیا تھا۔بہت آہستگی سے اس کا ہاتھ تھاما تھا۔اپنے دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی میں رکھا تھا۔اسے بھرپور توجہ سے دیکھا تھا۔

”کچھ بھی ہو‘ ان آنکھوں کی اُداسی دیکھنے کی ہمت نہیں پاتا خود میں۔“کیسا اقرار تھا یہ؟ کیسا انکشاف تھا۔؟

”عورت کے آنسوؤں میں جو بہہ جائے معلوم ہے اسے کیا کہتے ہیں؟“ سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔انائیا ملک نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

”مرد! مرد کہتے ہیں اسے انائیا ملک۔بڑے بڑے سورما ہار جاتے ہیں۔اگر کہوں کہ میں پسپا نہیں تو یہ جھوٹ ہوگا اور کہتے ہیں کہ نئی نویلی دلہن سے جھوٹ

کہنا اچھی روایت نہیں۔" وہ غالباً ایک دوستانہ فضا میں چیزوں کو معمول پر لانے کی سعی کررہا تھا۔

"دلہن بھی وہ جو کیل کانٹوں سے لیس ہو' نظریں تیز ہوں تو' لب تلوار' خود ہی کہو راہیں مسدود ہوں گی کہ نہیں۔ایسے میں دور جا نکلنے کے جتن کروں بھی تو کیسے۔اور پاس آؤں تو...!" اس کی بات مکمل ہونے سے بھی پہلے انائیا ملک نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ کی گرفت سے نکالا تھا۔اور قدرے پیچھے ہٹ گئی تھی۔اس کی اس حرکت پر وہ جیسے محظوظ ہوا تھا مگر کچھ کہا نہیں تھا۔

"تم بہت برے ہو معارج تغلق۔میری توقعات سے بھی برے۔میں نے زندگی میں کبھی کسی سے نفرت نہیں کی۔مگر میں کہنا چاہتی ہوں کہ مجھے تم سے نفرت محسوس ہوتی ہے۔"

انائیا کا انداز زہر میں بجھا ہوا تھا۔مگر وہ بہت پر سکون انداز میں اسے دیکھتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔

"ممی کہتی ہیں شروع کے دنوں میں لڑائی نہیں کرتے۔محبت روٹھ جاتی ہے۔" وہ جیسے مکمل ریڈی تھا۔سارے معاملے اس کی نظر میں تھے اور ہر شے کا ادراک پہلے سے تھا۔لگتا تھا معارج تغلق نے شادی ایک پلاننگ سے کی تھی۔

"تم یہی سوچ رہی ہو نا مجھے اتنی باتوں کا کیسے پتا؟ تو جواب یہ ہے کہ ممی ایشاع کو بتایا کرتی تھیں تو اتفاق سے کبھی کبھی میں بھی آس پاس ہوتا تھا۔تم مجھے اتنا کورا مت سمجھو کافی باتوں کی نالج ہے مجھے۔" اس کی آنکھوں میں شرارت تھی اور لبوں پر مسکراہٹ۔انائیا ملک اس کی طرف سے اپنا رخ پھیر گئی تھی۔

"مسز تغلق! دل تو یہی چاہتا ہے کہ اتنا وقت ہو کہ آپ روٹھی رہیں اور آپ کو مناتا رہوں مگر کمبخت وقت۔" کاندھے سے پکڑ کر رخ اپنی طرف موڑ اٹھا۔

"حسن کی ناز بر داریاں جی حضوریاں کون کرنا نہیں چاہے گا۔وہ بھی تب جب اول اول کی بات ہو۔ابتدائے عشق۔اُف یہ کمبخت معاشی ترقی کا حصول پیدل مات ہو گئی نا عشق کو۔۔۔!" اس کی آنکھوں کی شرارت وہ صاف دیکھ سکتی تھی۔اس سرگوشی میں کس قدر پراسرایت تھی۔

"جیتنے کے گر آزمانا چاہتا ہوں مگر فی الحال آپ کے مسٹر ہزبینڈ کو کچھ دو اور دو چار کرنا ہے۔اسٹاک مارکیٹ کے ریٹس چیک کرنا ہے۔کچھ ضروری اپاڑمنٹ سے بھی نمٹانا ہے اور کچھ اہم میٹنگز بھی۔سو مسز تغلق کا ماننا ہوگا کہ فی الحال وقت کم ہے سوباقی کی جنگ کو ملتوی کیے دیتے ہیں۔جیت مات کے بنا بر خواست۔عشق فی الحال کے لیے کالعدم' کام شروع۔اپنا خیال رکھنا۔ میرے لیے۔" اس سرگوشی میں کوئی خاص بات تو تھی۔ان نظروں کی تپش شاید کچھ کہہ رہی تھی۔اس کے پاس سمجھنے کی فرصت نہیں تھی۔نگاہوں میں ناپسندیدگی دیکھ کر وہ بہت ملائمت سے مسکرایا تھا۔

"ان آنکھوں کو میں جلد رواداری' محبت اور یقین محکم کے اسلوب سکھا دوں گا۔ تب یہ اجنبیت باقی نہیں رہے گی۔" اس کے چہرے کو بہت پیار سے تھپتھپایا تھا اور پلٹ کر چلتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔

انائیا ملک نے اس گھٹن زدہ ماحول میں جیسے کھل کر سانس لینے کی سعی کی تھی۔دم جیسے بہت گھٹ رہا تھا۔

...☆☆☆...

دکھ جتنا بھی بڑا ہو سوگ زیادہ دیر تک نہیں منایا جا سکتا۔بالآخر زندگی کی طرف واپس آنا ہی پڑتا ہے۔سو اسے بھی روٹین لائف کی طرف واپس آنا پڑا تھا' مگر اس نے جو ٹھانی تھی پوری کی تھی۔ایک بڑا لائر ہائر کیا تھا اور معارج تغلق کے خلاف کیس فائل کردیا تھا۔

ممی کو پتا چلا تھا تو سیدھا اس کے پاس آئی تھیں۔

"تم نے کیس کردیا؟ معارج تغلق کے خلاف؟" وہ بے یقینی سے زیادہ فکر مند دکھائی دے رہی تھیں اور فکر سے بھی کہیں زیادہ خوف زدہ۔

"ممی! مجھے جو مناسب لگا میں نے وہ کیا۔کوئی کتنا بھی بڑا ہو قانون سے بڑا نہیں ہوسکتا اور اگر وہ اس عدالتی قانون سے بڑا ہے تو پھر اسے اس عدالت سے خوف زدہ ہونا چاہیے۔جس میں اس کا اثر و رسوخ نہیں چلے گا۔" وہ پر عزم دکھائی دے رہی تھی۔

زائرہ ملک بہت تھکے ماندے سے انداز میں چیئر پر ڈھے گئی تھیں۔

"انائیا! بچے کبھی کبھی وقت ہمیں ایسے الجھاوے میں الجھا دیتا ہے کہ نہ صحیح اور غلط کا احساس ہوتا ہے نا پہچان رہتی ہے۔میں نہیں جانتی اگر تم نے ایک صحیح اقدام بھی لیا ہے تو... مگر مجھے تمہاری سلامتی کی فکر ہے اور میں تمہیں نقصان پہنچتے نہیں دیکھ سکتی۔" وہ کمزور لہجے میں کہہ رہی تھیں۔

"ہاں جانتی ہوں' یہ میری بقا کی لڑائی ہے۔مگر میں احتجاج نہیں کروں گی تو یہ ظاہر کرے گا کہ میں اپنے ساتھ ہونے والی نا انصافی پر بے حسی دکھا رہی ہوں۔میں اپنے ساتھ مخلص نہیں۔"

"مگر تم جانتی ہو اس کا انجام کیا ہوگا؟" ممی فکر مند تھیں۔

"کچھ بھی ہو۔اب مجھے پروا نہیں ہے۔"

"انائیا! میں چاہتی ہوں تم یہاں سے چلی جاؤ۔کہیں بھی' کسی بھی دوسرے ملک۔"

"کیسی بچوں جیسی باتیں کرتی ہیں آپ ممی۔بھاگ جانے سے کسی مسئلے کا حل نکلے گا؟" وہ ان کے قدموں میں بیٹھی تھی۔گھٹنوں پر ہاتھ رکھے تھے اور متانت سے بولی تھی۔

"ممی! چپ چاپ ہار مان لینا آپ نے مجھے نہیں سکھایا تھا۔آپ نے ہی تو کہا تھا سچ کا ساتھ دینا چاہیے پھر آج جب میں سچ کی راہ میں ہوں تو مجھے غلط کیوں قرار دے رہی ہیں؟"

"میں تمہیں غلط قرار نہیں دے رہی انائیا۔بیٹا مجھے تمہاری فکر ہے۔بہت پیار سے پالا ہے تمہیں۔کبھی ایک خراش بھی نہیں آنے دی۔ہر سرد و گرم سے بچا کر رکھا میں نے تمہیں کسی مشکل میں نہیں دیکھ سکتی۔قانون میں نے پڑھا ہے۔ایک جانی مانی لائر ہوں مگر میں ایک ماں بھی ہوں اور ماں جہاں بہت مضبوط ہوتی ہے وہیں اس کا دل بہت کمزور ہوتا ہے۔میرا دل بہت چھوٹا ہے... اتنا سا۔" ہاتھ کے اشارے سے کہا تھا پھر اس کا چہرہ ہاتھوں میں

لے لیا تھا۔زائرہ ملک کی آنکھوں میں تیرتا پانی صاف دکھائی دے رہا تھا۔وہ بغور دیکھ رہی تھی۔

"ممی! اگر پاپا ہوتے تو؟" اتنے عرصے میں پہلا سوال تھا جو اس نے اپنے باپ کے بارے میں پوچھا تھا۔ورنہ آج سے پہلے اس نے بات کرنے سے بھی گریز کیا تھا۔دانستہ یا نا دانستہ وہ اس موضوع پر بات کرنے سے ہمیشہ بچتی رہی تھی۔کنی کتراتی رہی تھی۔

زائرہ ملک کچھ لمحوں تک کچھ کہہ نہیں سکی تھیں، مگر پھر اسے تھام کر ساتھ لگا لیا تھا اور آنکھوں میں رکا پانی بہہ نکلا تھا۔

"میں ہوں نا۔" اتنے وثوق سے ممی نے کہا کہ آگے کچھ کہہ ہی نہیں سکی تھی۔

"آئی لو یو ممی۔" اس کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔"آئی ایم سوری۔میری وجہ سے آج آپ کو اتنی تکلیف ہو رہی ہے۔اچھی بیٹی نہیں ہوں نا میں؟" وہ جیسے کچھ نہ کر کے بھی شرمندہ تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"نہیں! تم بہت اچھی بیٹی ہو۔میری ننھی پری، جس کا دل چھوٹا سا ہے، مگر بہت نرم۔" ممی نے آنکھیں رگڑتے ہوئے اس کے ہاتھ تھامے تھے۔

"مجھے تم سے کچھ چھپانا نہیں چاہیے تھا اور میں نے شاید دانستہ چھپایا بھی نہیں مگر میں، میں تمہیں کمزور دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔بہت مضبوط تعمیر کرنا چاہتی تھی تمہیں۔تبھی میں نے تم سے تمہارے پاپا کے

بارے میں ڈسکس نہیں کیا۔" بہت نرمی سے کہہ رہی تھیں اور انائیا ان کا چہر بغور دیکھ رہی تھی۔

"میں نے کبھی کوئی ہیولا تمہارے دماغ میں بنانے کی کوشش نہیں کی، مگر میں نے اکثر تمہیں پرانی الماری کی دراز سے ان کی تصویریں دیکھتے دیکھا ہے۔چھپ کر مجھے بتائے بنا۔میں جانتی تھی تم ان کی کمی محسوس کرتی ہو، مگر میں چاہتی تھی تم حقیقت خود جانو۔جب سمجھنے بوجھنے کی عمر کو پہنچ جاؤ۔مگر مقصد تمہیں تمہارے باپ کے خلاف کھڑا کرنے کا بھی نہیں تھا۔نہیں کہہ سکتی کہ

وہ ایک اچھے انسان نہیں تھے، مگر کبھی کبھی خودی کے زعم میں کچھ کوتاہیاں اور غلطیاں شاید ہوجاتی ہیں۔ تمہارے باپ سے بھی ہوئیں جس کے باعث ہمارا تعلق اس نہج پر نہیں جا سکا۔ جس پر ہونا چاہیے تھا اور جس کے باعث ہم دور ہوئے اور آج ساتھ نہیں ہیں۔" ان کی آنکھوں سے چپ چاپ آنسو بہہ رہے تھے۔ انانیا نے ان کی آنکھیں پونچھیں تھیں۔

"مجھے آپ کو تکلیف دے کر کوئی سچائی نہیں جاننا۔ میرے لیے میری سچائی آپ ہیں۔ جو میرے ساتھ ہیں۔ جو میرے ساتھ نہیں۔ وہ میری سچائی نہیں۔" اس نے کہا تھا اور اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ "آپ شاور لے لیں۔ میں ڈنر لگاتی ہوں۔" کہنے کے ساتھ ہی وہ پلٹی تھی اور چلتی ہوئی وہاں سے نکل آئی تھی۔ زائرہ ملک چپ چاپ اسے جاتا ہوا دیکھ رہی تھیں۔

☆...☆☆...☆

کوئی پانچویں بار فون بجا ہوگا۔ اس کی نیند اتنی گہری تھی کہ بہ مشکل آنکھ کھلی تھی۔ مندھی آنکھوں کو کھولنے کی ناکام کوشش کی تھی۔ کوئی نیا نمبر تھا۔ اس کے لیے کال اٹھانا ناگزیر ہوگیا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ہیلو... کہاں ہو تم دامیان شاہ سوری؟ مجھے اکیلا چھوڑ کر؟" دوسری طرف سے پر زور احتجاج ہوا تھا۔ اسے آواز اور لب و لہجہ کچھ جانا پہچانا لگا تھا۔

"للّی میک؟ اوہ مایئے۔" وہ ایک جھٹکے میں اٹھ کر بیٹھا تھا۔ "مجھے پتا ہے لندن میں پچھلے ہفتے موسم بہت خراب رہا اور بہت برف باری ہوئی۔ میں تمہیں کال کرنے ہی والا تھا مگر مصروفیت اتنی رہی کہ...!" اس نے اپنے تمام حواسوں کو ایک لمحے میں بے دار کرنے کی سعی کی تھی۔

"میں لندن میں نہیں ہوں، میں پاکستان پہنچ چکی ہوں۔" للّی نے مطلع کیا تھا۔

"یعنی تم کراچی میں ہو؟ کب واپس آئیں تم؟ بتایا کیوں نہیں میں پک کرنے آجاتا۔"

"میں نے میسج کیا تھا مگر شاید آپ چیک کرنا بھول گئے۔ اپنا سیل فون چیک نہیں کرتے آج کل آپ؟" وہ یقیناً طنز کر رہی تھی۔ وہ مسکرا دیا تھا۔

"ویلکم بیک، میں تمہیں بہت یاد کر رہا تھا۔" اس کا موڈ بحال کرنا چاہا تھا۔

"دیکھو تمہارے آنے کی اتنی خوشی ہے کہ ایک ہی جست میں چھلانگ لگا کر زمین پر کھڑا ہو گیا ہوں اگر چہ میں اس سے پہلے گہری نیند میں تھا۔تم حیران کن ہو للّی۔ہمیشہ ایسے سرپرائز دیتی ہو۔"

"یہ کوئی سرپرائز نہیں ہے میں نے یاسر سے بھی کونٹیکٹ کیا تھا۔اس نے بتایا نہیں تمہیں؟" للّی خفگی سے کہہ رہی تھی۔

"ایکسل؟ کب بتایا تھا تم نے اسے؟ دیکھو ایکسل کو تو تم جانتی ہو۔کتنی موٹی عقل ہے اس کی صبح کا کھایا اسے یاد رہتا نہیں۔اتنی اہم بات کیسے یاد رکھتا۔اس نے مجھے نہیں بتایا۔" وہ اس کا موڈ بحال کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"ایکسل کو جانتی ہوں میں اور تمہیں بھی۔" انداز خفا خفا تھا۔

"کہاں ہو تم؟" دامیان نے پوچھا تھا۔

"کہاں ہو سکتی ہوں؟ گھر میں ہوں' ائر پورٹ سے کیب ہائر کرنا پڑی۔اس نے فارنر جان کر ڈبل چارج کیا۔"

"قصور تمہارا ہے بتا دیتی نا کہ تم ہاف پاکستانی ہو۔اس زمین پر تمہارا بھی اتنا ہی حق ہے۔" وہ مسکرایا تھا۔

"میں بحث کرنے کے موڈ میں نہیں تھی۔آپ جاگ گئے ہیں اب؟"

"ہاں' کمپلیٹلی۔میں آتا ہوں۔" وہ کمبل اتار کر کھڑا ہوا تھا۔

"ٹھیک ہے مگر آئی ایم ہنگری' پلین میں کچھ نہیں کھایا تھا۔میرے لیے آتے ہوئے حلوہ پوری کا ناشتہ لیتے آنا۔عائشہ بوا یہاں نہیں ہیں ورنہ وہ ناشتہ بنا دیتیں۔"

تم فکر مت کرو۔میں آتا ہوں کچھ منٹ کے لیے ویٹ کرو۔" دامیان نے فون کا سلسلہ منقطع کیا تھا اور واش روم میں گھس گیا تھا۔

☆...☆...☆

لائبریری سے نکلتے ہوئے نادانستگی میں وہ اس سے ٹکرائی تھی۔سر اٹھا کر دیکھا تھا مگر کچھ بول نہیں سکی تھی۔

یلماز کمال نے انجان بن کر پاس سے نکل جانا چاہا تھا۔تبھی وہ بولی تھی۔

"سوری نہیں کہہ سکتے تو مت کہو' مگر اتنا تو پوچھ سکتے ہو کہ مجھے ہرٹ ہوا کہ نہیں۔" اس کی جانب دیکھے بنا شکوہ ہوا تھا۔وہ رکا تھا اس کی جانب دیکھا تھا اور مسکرایا تھا۔

"تم کیوں چاہتی ہو کہ مداوا میں کروں؟ جب کہ تم جانتی ہو اس سے تمہاری تکلیف مزید بڑھے گی۔"

"تکلیف بڑھا کر لطف تمہیں آتا ہے یلماز کمال۔ گاہے بگاہے درد دیتے رہتے ہو اور تمہیں اس کا ادراک تک نہیں۔"

"پھر الزام؟ تمہاری پٹاری میں کچھ اور بھی ہے؟ ان آنسوؤں اور شکوؤں کے سوا؟ نکتہ چینی کے سوا کچھ اور بھی جانتی ہو تم؟"

"اور آپ؟ آپ کیا کرتے ہیں؟ ہر وقت ایک نیا وار ایک نیا گھاؤ۔ کبھی کبھی تو نفرت ہونے لگتی ہے مجھے۔"

"مجھ سے؟" وہ غالباً محظوظ ہو کر مسکرا رہا تھا۔

"آپ سے اور اپنے آپ سے بھی۔ ایک پچھتاوے میں مبتلا کرتے ہیں آپ مجھے۔" وہ سر راہ کھڑی شکوہ کر رہی تھیں۔ یلماز کمال نے کسی بھی تاثر سے مبرا نظر آنے کے لیے آنکھوں پر سیاہ گلاسز چڑھا لیے تھے۔

"آج بھی بچّی ہیں آپ' سارے مسائل کا حل اپنے طور پر چاہتی ہیں۔ آپ کو اتنا بھی اندازہ نہیں کہ سرِ راہ کھڑے بات کر رہی ہیں۔" وہ سپاٹ لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"مجھے پروا نہیں ہے کسی کی۔ نقصان میرا ہوا ہے۔ جو تکلیف مجھے ہے وہ دنیا محسوس نہیں کر سکتی کیوں پروا کروں میں کسی کی؟"

"نہیں کرنی تو مت کرو۔ چیخ چیخ کر بتاؤ سب کو' اپنی عزت کی فکر نہیں ہے تمہیں مگر کسی اور کی معاشرے میں کچھ عزت ہے۔ بہتر ہو گا ہم دوبارہ ملیں نہ بات کریں کیونکہ تم جب بھی بات کرو گی یونہی واویلا کرو گی اور پھر وہی الزام اس کے علاوہ کوئی حصول نہیں ہے۔" کہہ کر وہ تیزی سے آگے بڑھ گیا تھا۔

پارسا چوہدری کتنی ہی دیر وہاں کھڑی اس سمت تکتی رہی تھی۔ آنکھیں نمی سے بھر گئی تھیں۔ اسے اپنا وجود بہت ساکت اور سرد لگا تھا۔ جیسے کوئی جان ہی نہ ہو۔ پُر حرارت وجود آس پاس سے گزر رہے تھے۔ زندگی کی رمق سے

مسکراتے چہرے' وہ مرے مرے قدموں سے چلنے لگی تھی۔تبھی اناہیتا بیگ نے اسے آلیا تھا۔

"پارسا! کہاں تھیں تم' میں تمہارے لیے ماری ماری پھر رہی تھی۔تمہارا سیل فون بھی سوئچڈ آف ملا۔تم ٹھیک تو ہو؟" اسے پریشانی ہوئی تھی۔

"ہاں۔" وہ جیسے زبردستی بولی تھی۔"وہ میں لائبریری میں تھی تو...!" اس نے بات بنائی تھی۔

"تم ٹھیک ہونا پارسا؟" اناہیتا بیگ نے اس کا ہاتھ تھام کر تسلی کرنا چاہی تھی۔تبھی وہ چونکی تھی۔"تمہارا ہاتھ تو یخ برف سا ہو رہا ہے۔آؤ اِدھر بیٹھتے ہیں۔"

"نہیں میں ٹھیک ہوں' تمہیں کوئی کام تھا؟"

"تم ٹھیک نہیں لگ رہی ہو اِدھر آؤ۔" ہاتھ سے پکڑ کر سنگی بینچ کی طرف لے گئی تھی۔اسے بٹھایا تھا اور منرل واٹر کی بوتل اس کی سمت بڑھائی تھی۔جسے پارسانے ہاتھ سے منع کردیا تھا۔

"""آئی ایم اوکے اناہیتا بیگ۔" اناہیتا اس کے پاس بیٹھ گئی تھی۔کچھ دیر تک اسے خاموشی سے آبزرو کیا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اگر تمہاری طبیعت خراب ہے تو گھر چلیں؟"

"نہیں میں ٹھیک ہوں تمہیں کوئی کام تھا؟"

"ہاں مجھے تم سے اسائمنٹ کے سلسلے میں بات کرنا تھی اور...!" اس کے بولتے لب یک دم خاموش ہوگئے تھے۔نظر سامنے پڑی تھی جہاں راہ داری سے چلتے ہوئے دامیان شاہ سوری اور للّی میک آرہے تھے۔دامیان نے اس کی جانب دیکھ لیا اور دور سے ہی ہاتھ ہلایا تھا۔وہ فوری طور پر ری ایکٹ نہیں کرسکی تھی۔للّی اس کی سمت یقیناً آنا نہیں چاہتی ہو گی اور اس کی موجودگی میں دامیان اس کی سمت آنے کی ہمت کی کرتا۔ایسا کچھ مشکل تھا۔وہ چونکی تھی جب یاسر دوسری طرف سے جمپ لگا کر بینچ پر بیٹھا تھا اور پلیٹ میں دھرا ہاف برگر اس کی سمت بڑھاتے ہوئے لینے کی آفر کی تھی۔

"نو تھینکس' تمہارا دوست خاصا بزی ہوگیا۔" مدہم لہجے میں کہا تھا۔

"ہاں اس فرنگن میم کی واپسی ہوگئی نا۔کل رات فون آیا تھا۔ان موصوف کا فون غالباً سوئچڈ آف مل رہا تھا۔کسی پارٹی میں تھا وہ تبھی اس نے مجھے رنگ کیا کہ میں اسے مطلع کردوں میں نے بھی ٹرائی کیا۔رات کے پچھلے پہر اس کا

سیل فون رسپانڈ کرنے کے قابل ہوا تو وہ سو چکا تھا۔مجھے یقین ہے اس نے صبح اس کے جاگنے پر خوب کان کھینچے ہوں گے اور ان محترم دامیان سوری نے آدھے سوتے آدھے جاگتے اس کی طرف دوڑ لگائی ہوگی۔ان کو ملانے کے جتن کرنے کی کوشش ہوئی ہو گی تبھی چہرے پر کچھ رونق دکھائی دے رہی ہے ان فرنگن میم کے۔" وہ مسکرا رہا تھا۔

"اچھی بات ہے۔" اناہیتا نے زیادہ بولنے سے گریز کیا تھا۔

"دونوں بہت محبت کرتے ہیں نا۔" پارسا نے بھی حصہ لیا تھا۔

"محبت وحبت کا تو پتا نہیں، مگر ایک بات ہے کہ موصوف ان حسینہ سے کچھ ڈرتے ضرور ہیں۔جیسے میرے ڈیڈی میری ممی سے ڈرتے ہیں۔وہ کھسیانی ہنسی ہنسا تھا۔برگر کی بڑی بڑی بائٹ لینے لگا تھا۔

"کم کھایا کرو ایکسل!" اناہیتا نے اسے گھورا تھا یاسر مسکرایا تھا۔

"مانو یا نا مانو یہ اپنا دامیان سوری ہے کچھ بے وفا۔دیکھو کیسے نظریں پھیر گیا ایک پل میں۔" یاسر نے رائے زنی کی تھی۔

"جانے دو نا' یاسر!" اناہیتا نے موضوع بدلنا چاہا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"چلو اٹھو ہم کینٹین چلتے ہیں۔" اناہیتا اٹھی تھی۔

"یاسر کو رہنے دو' نا اور کتنا کھائے گا۔آل ریڈی کھا تو چکا ہے۔" کب کی چپ بیٹھی پارسا بولی تھی اور وہ دونوں مسکرائے بنا نہیں رہے تھے۔

"تم لڑکیاں بھی نا' خود تو کچھ کھاتی نہیں ہو' ڈائٹنگ کرتی رہتی ہو اور مجھے بھی کھاتے نہیں دیکھ سکتیں۔" یاسر کے شکوے پر دونوں مسکرائی تھیں۔

"پارسا کا تو پتا نہیں مگر میں بہت کھانے والی ہوں۔مجھے بہت ٹینشن ہو رہی ہے۔" اناہیتا بولی تھی۔

"ٹینشن؟ کس بات کا ٹینشن؟" یاسر چونکا تھا۔

"اسائمنٹ کا ٹینشن' اب میں تمہاری طرح تو ہوں نہیں۔کاش ہوتی۔ایک دم کیئر لیس' کیئر فری اور مست۔"اناہیتا نے دونوں کو بازو سے پکڑ کر کھڑا کر دیا تھا۔

"ایکسل بل تم پے کرو گے نا؟" پارسا نے یاسر کی طرف دیکھا تھا۔اتنا دوستانہ ماحول تھا کہ وہ کچھ دیر پہلے کی بپتا بھول چکی تھی۔

"میں؟" یاسر کو جیسے چار سو چالیس والٹ کا کرنٹ لگا تھا۔"میں بل پے کروں گا؟ مگر میں تو کھا چکا ہوں؟"

"چپ چاپ چلو اور کھا لینا۔جانتے ہیں ایک ننھے منے سے برگر نے تمہارا کچھ نہیں بگاڑا ہوگا۔فکر مت کرو بل میں پے کردوں گی۔تم دل کھول کر کھانا۔" اناہیتا نے تسلی دی تھی اور اس کی جیسے جان میں جان آئی تھی۔

...☆☆...

تمہیں کوئی پریشانی ہے؟" رات کھانے کے برتن سمیٹتے ہوئے جب پارسا اس کی ہیلپ کر رہی تھی تو اس نے پوچھا تھا۔پارسا نے چونکتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تھا پھر سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

"تمہیں کیوں لگا؟" پارسا کی نظروں میں جیسے چور تھا۔

"یونہی پوچھا تم کچھ کھوئی کھوئی سی ہونا۔" اناہیتا نے سرسری انداز میں کہا تھا۔۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں۔" پارسا نے جیسے اسے رد کیا تھا۔

"تم کافی پیو گی؟" اناہیتا نے پوچھا تھا۔

"ہاں!" پارسا نے جواب دے کر رخ پھیرا تھا۔اناہیتا کافی بنانے لگی تھی۔

"ایکسل نے تمہیں یلماز کمال کے ساتھ دیکھا تھا۔" سرسری انداز میں بتایا تھا۔ پارسا چونکی تھی۔

"ہینڈ سم لڑکا ہے' ہے نا؟ امیر بھی ہے' مگر کبھی کبھی یہ میٹر نہیں کرتا۔" اناہیتا جیسے اسے سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"جانتی ہوں۔" وہ پلٹ کر جیسے دھیان بٹانے کو سنک پر پڑے کھانے کے برتن دھونے لگی تھی۔

"وہ اچھا لڑکا نہیں ہے پارسا۔کیمپس کے سب لوگ جانتے ہیں۔تم جانتی ہو گریجویشن کے پہلے ہی سال اس نے کیا کیا؟ اس کا اسکینڈل بنا اور کسی نے ویڈیو نیٹ پر اپ لوڈ کردی۔اس نے خود ایسا کیا یا کسی اور نے یہ تو وہی جانتا ہے مگر اسے جب یونیورسٹی سے نکالا جا رہا تھا اس نے اپنی صفائی میں کچھ نہیں کہا۔مگر اس کی فیملی نے اثر و رسوخ استعمال کر کے اسے رکوا دیا۔وہ

لڑکی کیمپس سے نکل گئی مگر یلماز کمال یہیں رہا۔تم اس کے قریب جاتی ہو تو مجھے ڈر لگتا ہے تمہارا ایڈمیشن لیٹ ہوا تھا۔شاید تم نہیں جانتی جو بھی ہوا' اگر تمہیں یقین نہیں تو کیمپس میں کسی سے بھی پوچھ لو۔"انابیتا نے سہولت سے اسے سچائی سے آگاہ کیا تھا۔تبھی اس کے ہاتھ رکے تھے۔

"جانتی ہوں!"

"تم جانتی ہو؟" انابیتا چونکی تھی اور اس کی طرف حیرت سے دیکھنے لگی تھی۔

"ہاں!" پارسا انکاری نہیں ہوئی تھی۔

"اور اس کے باوجود تم اس کے قریب جاتی ہو؟" پارسا کی حرکت پر انابیتا کو حیرت ہوئی تھی۔"یہ کیا ہے پارسا؟ کوئی پاگل پن؟ تم جانتی ہو وہ تمہیں نقصان پہنچا سکتا ہے تو؟"

"وہ مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتا انابیتا۔" پارسا کا انداز و لہجہ سرد تھا۔انابیتا کو حیرت ہوئی تھی۔

"پارسا! تم میری دوست ہو اور میں تمہیں مشکل میں پڑتا یقیناً نہیں دیکھنا چاہوں گی۔"

"تھینکس۔" پارسا نے مدہم لہجے میں کہا تھا۔

"پارسا خطرے کے قریب جانا اور محفوظ رہنے کی توقع کرنا کبھی کبھی ہماری خام خیالی بھی ہوسکتی ہے۔یہ رسک ہے اور خود کو مشکل میں ڈالنے کا خیال عقل مندی نہیں ہے۔" انابیتا اپنے طور پر اسے سمجھانا چاہتی تھی۔وہ سمجھتی تھی شاید یلماز کا ہینڈ سم ہونا یا مال دار ہونا پارسا کے لیے اٹرکشن کا باعث ہے تبھی وہ اس کے منع کرنے کے باوجود اس کی طرف کھنچی چلی جا رہی ہے۔وہ صحیح تھی یا غلط۔پارسا نے کوئی جواب دے کر اسے کچھ پروف کرنا نہیں چاہا تھا۔

"یہ آج کی ڈیٹ میں کافی بنے گی یا نہیں؟" عدن نے کچن کے دروازے میں کھڑے ہوتے ہوئے دریافت کیا تھا۔انابیتا بھائی کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا دی تھی۔

"کافی ریڈی ہے' مجھے لگا آپ لانگ ڈرائیو پر نکل گئے ہیں۔سردیوں کی ابتدا کے ساتھ آپ کو شوق ہے نا بلا وجہ لانگ ڈرائیو پر جانے کا۔"

"ہاں مگر انائیا اور تمہارے بنا یہ پاسبل ہے بھلا؟ میں اکیلا لانگ ڈرائیو پر جاتا کچھ بے وقوف سا لگوں گا نا؟"

"ہاں یہ تو ہے۔" اناہیتا نے کافی کا کپ بھائی کی سمت بڑھایا تھا۔

"آپ گئے تھے انائیا کی طرف؟" اناہیتا نے پوچھا تھا۔

"نہیں یار بہت بزی رہا، نہیں جا پایا۔کچھ دیر میں رنگ کروں گا۔پھوپو کا فون آیا تھا میں میٹنگ میں تھا۔آفس سے واپسی میں راستے میں فون کیا تو پتا چلا کہ انائیا نے کیس فائل کردیا ہے۔پھوپو بہت پریشان ہو رہی تھیں۔یہ ٹھیک نہیں ہے مگر یہ غلط بھی نہیں ہے۔اصولاً ہمیں انائیا ملک کا حوصلہ بڑھانا چاہیے اور اس کے ساتھ اسٹینڈ لینا چاہیے مگر ہم ڈرتے ہیں اپنے لیے نہیں مگر اس کے لیے کیونکہ ہمیں انائیا عزیز ہے۔میں نے انائیا کو سمجھایا تھا کہ یہ حل نہیں ہے پھوپو لائر ہیں وہ خود بھی جانتی ہیں یہ ٹھیک نہیں ہے۔کیس کمزور ہے اور کورٹ ہیرنگ کے دوران اسے مزید ویک کردیا جائے گا کیونکہ معارج تغلق اہلیت رکھتا ہے۔"

"تو پھر حل کیا ہے؟ اس سب کا جو ہوا کوئی حل نہیں؟ یہی مان لینا چاہیے ہمیں؟" اناہیتا کو کسی قدر الجھن ہوئی تھی۔کیونکہ وہ انائیا کے بہت قریب تھی اور اسے اس مشکل ٹائم سے باہر لانا چاہتی تھی۔

"ایسا نہیں ہے اناہیتا کہ اس کا کوئی حل نہ ہو کوئی نہ کوئی حل تو ضرور ہوگا۔ ابھی میں تھوڑی دیر پہلے ڈیڈ سے بات کر رہا تھا۔ممی اور ڈیڈی بھی پریشان ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ نرمی کے ساتھ اسے سلجھایا جا سکتا ہے۔کورٹ سے باہر۔" عدن نے نیا رخ دکھایا تھا۔

"کیا یہ ممکن ہوگا؟" اناہیتا بے یقینی سے بولی تھی۔

"پتا نہیں مگر کچھ تو ہوناچاہیے اور کچھ کرنا بھی پڑے گا۔ہم انائیا کو اس سچوئشن میں تنہا تو نہیں چھوڑ سکتے۔" تبھی نظر پارسا کی پشت پر پڑی تھی جو رخ پھیرے کھانے کے برتن دھو رہی تھی۔اناہیتا نے بھائی کے نظروں کے تعاقب میں دیکھا تھا تبھی پارسا کا دھیان آیا تھا ورنہ انائیا کی پریشانی میں وہ تو اسے بھول ہی گئی تھی۔

"پارسا! تمہاری کافی وہاں شیلف پر رکھی ہے ٹھنڈی ہوجائے گی تم لے لو، باقی کے برتن میں دھو کر رکھ دوں گی۔"

"نہیں، اس کی ضرورت نہیں، اٹس ڈن۔" وہ ہاتھ پونچھتے ہوئے پلٹی تھی اور شیلف پر رکھی اپنی کافی اٹھا کر سپ لینے لگی تھی۔

"آپ آج کل بہت خاموش ہیں، خیریت تو ہے؟ آفس میں کام کا زیادہ برڈن تو نہیں؟" انابیتا قریب سے ہو کر گزر کر باہر نکل گئی تھی جب عدن نے پارسا سے دریافت کیا تھا۔

"نہیں، کام تو کچھ زیادہ نہیں ہے مگر یونیورسٹی کے بعد آفس کچھ ہیکٹنگ لگتا ہے۔" وہ صاف گوئی سے بولی تھی۔

"ہاں یہ تو ہے، لیکن جلد یونیورسٹی ختم ہوجائے گی تو پھر صرف جاب پر کونسنٹریٹ کرنا ہوگا اور یہ شاید اتنا مشکل نہیں ہوگا۔" عدن بیگ نے کہا تھا۔ ایک رسمی سی گفتگو تھی۔ ایک رسمی سے اسلوب کے ساتھ کچھ خاص نہیں تھا۔ اول اول کی بے چینیوں کا جو سلسلہ تھا۔ وہ بھی اب کچھ تھم سا گیا تھا۔ اسے دیکھ کر جو ایک احساس اندر جاگتا تھا اسے شاید اس نے خود ہی سلا دیا تھا۔

انائیا سے شادی کرکے وہ بہت اونسٹ رہنا چاہتا تھا اور اس کے لیے ضروری تھا کہ باقی اور کوئی "احساس" رگ و جاں میں باقی نہ رہے۔

"آپ انائیا کے لیے بہت کنسرن ہیں نا۔" اس نے جیسے نوٹس کیا تھا۔

"ہاں ہوں، یہ بات آپ پہلے بھی پوچھ چکی ہیں۔ شی از آ فیملی۔ ہم فیملی ہیں اور جب فیملی کے کسی ایک فرد پر کوئی آفت آتی ہے تو دوسرا بے حس بن کر نہیں بیٹھ سکتا۔ ہم ایک دوسرے سے جڑے ہیں۔ اسے فیملی بونڈنگ کہتے ہیں شاید۔" وہ بہت اطمینان سے بولا تھا۔

"ہاں جانتی ہوں۔ آئی ایم سوری مجھے آپ لوگوں کے فیملی افیئرز میں بولنے کا کوئی حق نہیں۔"

"آپ اس گھر کا حصہ ہیں اور فیملی کا پارٹ بھی۔ آپ فیملی افیئر کو جان پائیں کیونکہ آپ اس گھر میں ہیں۔ میں انائیا کے لیے وہ سب نہیں کر پا رہا جو مجھے کرنا چاہیے۔ کہیں نہ کہیں ہم اپنی اپنی زندگیوں میں الجھے ہوئے ضرور ہیں کہ وقت نکل نہیں پاتا۔ میں اگرچہ چاہتا ہوں انائیا کے آس پاس رہوں اور اس کی ہیلپ کروں جس کی اسے ضرورت ہے مگر میری مصروفیات مجھے اس کی

اجازت نہیں دے رہی۔انائیا بہت اچھی لڑکی ہے پارسا۔اس کا دل بہت چھوٹا ہے مگر اس میں ڈھیر ساری جگہ ہے۔اس نے کبھی کسی کا برا نہیں چاہا۔مجھے یقین ہے اس کے ساتھ کبھی بھی غلط نہیں ہوگا۔اگر ہوا بھی تو بہت جلد اس کا کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا۔"

"مجھے بھی یقین... اگر وہ اتنی اچھی ہے تو اس کے ساتھ کچھ غلط نہیں ہونا چاہیے۔" پارسا نے یقین دلایا تھا۔عدن بیگ نے اسے بغور دیکھا تھا۔وہ سر جھکائے کافی کے سپ لے رہی تھی۔ان کتھئی آنکھوں کو وہ نہیں دیکھ پایا تھا۔ مگر اس چہرے پر جیسے سکون نہیں تھا۔جیسے ایک اضطرابی کیفیت تھی۔

"آپ ٹھیک ہیں؟" عدن بیگ کو تشویش ہوئی تھی۔

"ہوں..." اس نے سر اثبات میں ہلایا تھا۔

☆☆...☆☆☆...☆☆

"تم؟" وہ ڈور کھول کر ہاتھ میں چائے کا کپ تھامے باہر نکلی تھی جب دامیان شاہ سوری کو سامنے دیکھ کر چونک پڑی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"محترم دامیان شاہ سوری یہاں؟ وہ بھی بنا مجھ سے اپائٹمنٹ مانگے؟ حیرت ہے؟" اناہیتا بیگ نے اسے شرمندہ کرنے کی اپنی سی کوشش کی تھی وہ بجائے بُرا ماننے کے مسکرا دیا تھا۔

"اناہیتا بیگ تم بھی نا۔"

"ایکسکیوزمی آپ مجھے جانتے ہیں؟" وہ وہیں سیڑھیوں پر بیٹھ گئی تھی۔وہ مسکراتا ہوا اس کے پاس آن بیٹھا تھا۔

"اتنی ناراضگی؟ مجھے نہیں پتا تھا لوگ اتنا مس کریں گے۔"

"ہیلو؟ یہاں کسی نے آپ کو مس وس نہیں کیا اور ہوتے کون ہیں آپ؟ کہیں کے پرنس آف ویلز ہیں کیا؟ کیسی کیسی خوش فہمیاں پال لیتے ہیں لوگ۔ کتا بلی تو پال نہیں سکتے خوش فہمیاں جانے کیسے پال لیتے ہیں؟" وہ بے گانگی سے نظریں پھیر کر چائے کے سپ لینے لگی تھی۔

"آپ سکھا دیں!"

"فالتو وقت نہیں ہے میرے پاس۔دوست ہوتے تو سکھا بھی دیتی اجنبی لوگوں سے بات کرنا کچھ عجیب سا لگتا ہے؟" انابیتا بیگ بے گانگی سے بولی تھی اور دامیان شاہ سوری ہنس دیا تھا۔

"اب اجنبی ہوگئے ہم؟ اتنی اجنبیت؟ اتنی جلن؟ کہیں آغاز محبت تو نہیں؟ کہا تھا نا قریب مت آؤ بات کرو گی تو مشکلیں بڑھ جائیں گی۔عشق ہو گیا تو پھر الزام دیتی رہ جاؤ گی۔" وہ چھیڑ رہا تھا۔

انابیتا نے نظریں اس کے چہرے پر گھاڑے ہوئے مکمل غصے سے دیکھا تھا۔

"عشق اور آپ سے؟ منہ دھو رکھیے ارمان رہ جائے گا دل میں۔"

"اور اگر ہو گیا تو؟" وہ آنکھوں میں جھانکنے لگا تھا۔

"ہو نہیں سکتا، آپ سے تو یقیناً نہیں۔" وہ نظروں کا زاویہ موڑ گئی۔

"مجھ سے کیوں نہیں؟ مجھ میں کیا خرابی ہے؟ اچھا بھلا تو ہوں۔" وہ چھیڑ رہا تھا۔"اونچا لمبا ہوں، اچھی فزیک ہے، گڈ لکنگ ہوں، موسٹ آف گرلز تو ہینڈسم ہی کہتی ہیں۔اچھی اسمائل ہے۔بائے دی وے لڑکیوں کو میری اسمائل بہت پسند ہے۔آنکھوں میں خاصی کشش ہے ایسا دیکھنے والے کہتے ہیں اب بتاؤ

جب اتنا سب ہو تو کوئی متاثر نہ ہو یہ ہو نہیں سکتا نا؟" وہ مسکراتے ہوئے اس کا کپ اس کے ہاتھ سے لے کر سپ لینے لگا تھا۔وہ حیرت سے دیکھنے لگی تھی۔

"آپ نا پرلے درجے کے ایڈیٹ ہیں سیلف پریز کا خبط ہو گیا ہے آپ کو۔" وہ چائے چھین جانے پر گویا احتجاج کر رہی تھی۔باقاعدہ گھورا گیا تھا۔مگر دامیان سوری پر غالباً اثر ہوتا دکھائی نہیں دیا تھا۔

"تمہارا ماننے کا دل نہیں ہو رہا تو مت مانو۔مگر سنو، کوئی خبط وبط نہیں ہے یہ اور کہیں نہ کہیں تھوڑی بہت امپرسڈ تو آپ بھی ہیں۔اب مانیں یا نہ مانیں۔" وہ چائے کی چسکیاں لے رہا تھا۔

"اچھا بتاؤ غصہ کس بات پر ہے؟" مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔

"کوئی غصہ نہیں ہے۔" وہ بے گانگی سے بولی تھی۔

"چائے اچھی ہے۔تم نے بنائی ہے؟"

اس نے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

”اچھا سنو، آئی ایم سوری میں کچھ بزی رہا تبھی نہ بات ہو سکی نہ تمہاری طرف آسکا۔جانتا ہوں اس ایکسل کے بچے نے خوب کان بھرے ہوں گے۔“

”نہیں اس نے کچھ نہیں کہا۔“ لاتعلقی سے بولی تھی۔

”اچھا تبھی تم نے اس سے سچ اگلوانے کے لیے کینٹین لے جا کر خوب کھلایا پلایا تھا؟ جانتی ہیں اس بے چارے کا پیٹ خراب ہو گیا تھا گھر جا کر مجھے فون کیا۔“ وہ مسکراتے ہوئے انکشاف کر رہا تھا۔

”میں نے اسے کھلایا پلایا؟ کچھ اگلوانے کے لیے؟ ایکسکیوزمی مجھے کچھ اگلوانے کی ضرورت نہیں ہے اور اس ایکسل کی خبر تو میں کل لوں گی۔“

”اس بچارے کو کچھ مت کہنا اس کا پیٹ ابھی تک ڈسٹرب ہے۔کل یونیورسٹی آنے کے بارے میں فی الحال سوچ نہیں سکتا۔اتنا زیادہ کھلا دیا تم نے اسے قصور تمہارا ہے نا۔“ وہ پوری طرح محظوظ ہو رہا تھا۔وہ گھورنے لگی تھی۔

”میں نے اسے بد نیتی سے نہیں کھلایا تھا۔اگر اس کا ہاضمہ درست نہیں ہے تو میں کچھ نہیں کرسکتی۔“ وہ اس کی سمت دیکھنے سے مکمل گریز کرتی ہوئی بولی تھی۔

”ناراضگی اپنی جگہ مگر آپ میری طرف دیکھ تو سکتی ہیں۔ویسے آپ کو خبر ہو گئی کہ للّی واپس آگئی ہیں۔“

”ہاں دیکھ لیا تھا آپ کو ان کے ساتھ۔دم چھلا بنے گھوم رہے تھے۔“ وہ تپ کر بولی تھی۔وہ مسکراتے ہوئے اسے بغور دیکھ رہا تھا۔

”کوئی جلن اور حسد ہے یہ؟“ دامیان شاہ سوری شرارت پر مائل ہوا تھا۔

”کوئی جلن کیوں ہونے لگی؟ دماغ خراب ہو گیا ہے آپ کا اور آپ یہاں کیوں نظر آرہے ہیں کہیں اور کیوں نہیں؟“ تنک کر بولی تھی۔

”کہیں اور کہاں؟“ وہ چونکا تھا۔”للّی کے ساتھ؟“

”میری بلا سے۔“ وہ لاتعلقی کی حد کرتی ہوئی بولی تھی۔”آپ جیسے دوست سے اچھا ہے بندہ ایک دشمن پال لے۔قصداً چاہتے ہوئے نہ چاہتے ہوئے اپنی توجہ آپ پر تو مرکوز رکھے گا۔“

"دشمنی کا ارادہ ہے؟" وہ محظوظ ہوا تھا۔

"دوستی ہے کیا؟" وہ آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی تھی۔

"نہیں ہے؟" وہ مسکرایا تھا۔

"اوں، ہوں۔" سر نفی میں ہلایا تھا۔

"چلو ٹھیک ہے آج سے مورچہ بندی شروع۔ دشمنی ہے تو دشمنی ہی سہی، پھر رونے مت بیٹھ جانا۔" اندیشہ ظاہر کیا تھا۔

"میں نہیں رونے والی اور سنیں اس بار اپنی اسائمنٹ اپنی ان مس للّی میک سے بنوا لیجیے گا۔ میں نہیں بنانے والی۔ فالتو وقت نہیں ہے میرے پاس۔" وہ مکمل ناراضگی کا اظہار کر رہی تھی۔ مگر وہ بنا کچھ کہے مسکرا دیا تھا۔ چائے کا خالی کپ ایک طرف سائیڈ پر رکھا تھا اور اس کی سمت پورے حواسوں سے متوجہ ہوا تھا۔

"آپ کے سامنے جانے کیوں میری حسیں کام نہیں کرتیں۔ نہیں جانتا مگر اکثر شکست خوردہ سا محسوس کرتا ہوں۔ اب آپ پے در پے وار کریں گی تو ہمت

جواب دے جائے گی نا؟ بہت ہو گئی نا لڑائی اب صلح کرتے ہیں۔" وہ برملا ہار تسلیم کر رہا تھا۔ مضبوط ہاتھ اس کی طرف پھیلا تھا۔

اس کی آنکھوں میں کچھ تھا کیا؟ اناہیتا بیگ نے چند ثانیوں تک اس کی طرف خاموشی سے دیکھا تھا پھر جیسے میکانکی انداز میں ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا تھا۔

"اب مزید کوئی لڑائی نہیں۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ تم تو پوچھوگی نہیں میں جا کر آنٹی سے کہتا ہوں۔" وہ بنا اس کا جواب سنے اندر بڑھ گیا تھا۔ وہ کچھ دیر تک وہاں بیٹھی رہی تھی پھر اٹھ کر گلاس ڈور کھولا تھا اور اندر کی جانب بڑھ گئی تھی۔

...☆☆☆...

"کہتے ہیں جو چاہو اگر حاصل کرلیا جائے تو ایک سکون آجاتا ہے آپ کی نظروں میں پھر یہ اضطراب کیسا ہے؟ کسک ہے، چبھن ہے؟" حارث نے اس کی سمت کھوجتی نظروں سے دیکھ کر کہا تھا۔ وہ چونکا تھا چپ چاپ کافی کا مگ تھام لیا تھا۔

"آپ یہاں وہاں قیاس آرائیاں کرنے کے علاوہ کچھ کرتے ہیں؟ طنز کیا تھا
شاید معارج تغلق نہیں چاہتا تھا کہ اسے ڈسکس کیا جائے یا اس کے اندر کی
خبر کسی کو ہو۔

"ہاں کرتا ہوں نا۔ آپ بھول گئے۔ آپ ہی کی ایک کمپنی میں فنانس سنبھالتا
ہوں؟ یار معارج ایک بات کہنا چاہتا تھا میں۔" حارث نے قصد کیا تھا۔

" بولو، تمہیں پوچھنے کی ضرورت کیوں پیش آنے لگی؟" وہ چونکا تھا۔

"تو میرا دوست ہے، میں جانتا ہوں تُو برا آدمی نہیں ہے اور اگر کوئی چھوٹی
موٹی برائی ہوئی بھی تو شاید دوست ہونے کے ناتے میں تجھے پھر بھی فیور
کرنا چاہوں گا مگر ضروری تو نہیں ہر بار تو حق پر ہو اور میں ہمیشہ تجھے ہی
فیور کروں؟"

"کہنا کیا چاہتا ہے تُو؟" معارج تغلق نے کافی کا سپ لیتے ہوئے کہا تھا۔

"یار معارج تُو میرا دوست ہے مگر اس لڑکی کے ساتھ مجھے ہمدردی ہے۔
دانستہ تو نے اس کی لائف کو ڈسٹرب کردیا ہے۔ کسی بھی لڑکی کی مرضی کے
خلاف اس پر فیصلہ مسلط کردینا ٹھیک نہیں۔ ہم اکیسویں صدی میں جی رہے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہیں۔ جانوروں کے حقوق کے لیے لڑتے ہیں اور انسانوں کی پروا نہیں کرتے۔
ہماری سوچوں میں تضاد لگتا ہے نا۔ تجھے اگر وہ پسند تھی تو پوچھ لینا چاہیے تھا
تیرے ایکسپریشن سمجھ میں نہیں آئے کس قدر گہرا بندہ ہے تو میرا دوست
ہے مگر کبھی کبھی لگتا ہے میں بھی پورے طور پر تجھے نہیں جانتا۔" حارث
بہت متانت سے کہہ رہا تھا وہ مسکرا دیا تھا۔

"تمہارا خیال ہے میں بہت پیچیدہ ہوں۔" وہ قطعاً برا نہیں مان رہا تھا۔ حارث
کچھ نہیں بولا تھا۔

"مجھے لگتا ہے کچھ مشکل وہ بھی ہے، ساؤنڈز لائک اے نائس کپل؟" وہ غالباً
اس کی کسی بات کو سنجیدہ نہیں لے رہا تھا۔

"معارج میری اماں کہتی ہے جوڑے بنتے آسمانوں پر ہیں اور ملتے زمین پر
ہیں۔ نہیں جانتا کیا لکھا ہے مگر تیرا جوڑ اگر آسمان پر بنا ہے تو اب یہ واقعی
ایک پرفیکٹ کپل ہے مگر تو اتنا اچھا نہیں جتنی وہ ہے۔ کچھ الٹا دماغ ہے
تیرا۔ سچ پوچھو تو اس جیسی نائس لڑکی کو ڈی زور نہیں کرتا تو۔" حارث نے

مسکراتے ہوئے کہا تھا وہ شاید بہت محظوظ ہوا تھا۔تبھی مسکراہٹ لبوں کو چھو گئی تھی۔

”تو سمجھتا ہے اسے مجھ سے بہتر میچ مل سکتا تھا۔“

”یقیناً۔“ حارث بر ملا بولا تھا۔معارج تغلق نے جیسے لا تعلقی سے شانے اچکا دیے تھے۔

”وہاٹ ایور...“

”کسی کو کانٹوں پر گھسیٹ لینا اچھا اقدام نہیں معارج تغلق‘ اچھی خاصی زندگی جی رہی تھی وہ۔سکون اور اطمینان والی تیری وجہ سے کیسا بھونچال آگیا ہوگا نا اس کی زندگی میں۔“

”شاید‘ مگر میں نے مسز زائرہ ملک سے معذرت کی ہے نا۔انہیں بتا دیا تھا اگر چہ راستہ اور طریقہ صحیح نہیں مگر اقدام غلط نہیں۔“ وہ خود کو حق پر سمجھ رہا تھا۔

”نقصان مسز زائرہ ملک کا نہیں ہوا معارج تغلق سوری آپ کو ان کی بیٹی سے کرنا چاہیے۔“ حارث نے جتایا تھا۔

”مسز تغلق سے؟“ وہ جیسے چونکا تھا۔”مگر وہ تو خوش ہیں نا۔ملاقات ہوئی تھی ان سے دو دن پہلے اتنی خفا نہیں تھیں۔احتجاج بھی پر زور نہیں تھا۔شاید وہ ذہنی طور پر تسلیم کر رہی تھی اگر چہ ایک چھوٹا سا احتجا ج ہوا ہے۔لائر بتا رہا تھا۔کیس کر دیا ہے انہوں نے۔بہت جلد معاملہ نمٹ جائے گا اور انہیں احساس ہوجائے گا کہ جو انہوں نے کیا وہ ٹھیک نہیں انہیں چاہتا ہوں انہیں اپنے طور پر احساس ہو تبھی پچھلے دو تین دن سے ملنے بھی نہیں گیا۔“

”بھابی نے کیس کردیا ہے؟ بات بڑھ رہی ہے اور تو اسے اتنے سکون سے لے رہا ہے۔“ حارث چونکا تھا۔

"حارث! ہمارے یہاں کب رواج ہے گھر کے معاملات کو کورٹ کچہریوں تک لے جانے کا؟ بات گھر کے اندر چار دیواری میں طے ہو سکتی ہے تو دنیا کے سامنے تماشا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟" وہ رسانیت سے کہہ رہا تھا۔

"تیرے اندر کی نوابی بول رہی ہے معارج تغلق' اتنا پڑھ لکھ کر سوچنے کا انداز کچھ بدل جانا چاہیے۔ایون انکل تیمور اتنے لبرل ہیں سدرہ آنٹی ایک ماڈرن خاتون ہے۔سوچ انداز سب سلجھا ہوا ہے۔پھر تُو اتنے دقیانوسی انداز میں کیسے سوچ سکتا ہے؟" حارث کو حیرت ہوئی مگر وہ بنا پروا کیے مسکرا رہا تھا۔جیسے اس کی رائے زنی سے بھرپور محظوظ ہوا تھا۔

☆...☆☆☆...☆

"گرینی اب کیسی ہیں؟ اگر ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو تمہیں انہی کے پاس رہنا چاہیے تھا۔" دامیان نے کہا تھا۔للّی نے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

"گرینی کی طبیعت اگر ٹھیک نہ ہوتی تو شاید میں نہ آتی' مگر اب وہ پہلے سے بہتر ہیں اور انہی کے کہنے پر میں واپس آنے کا فیصلہ کیا اور تم جانتے ہو مجھے واپس تو آنا ہی تھا۔میں نے ممی سے پرامس کیا تھا میں نے ایک بار

ان کو ضرور ملوں گی جنہوں نے ممی سے شادی کی اور جو مجھے اس دنیا میں لانے کی وجہ بنے۔شاید وہ بہت اچھے باپ نہیں۔یا پھر کوئی مجبوری رہی ہو گی مگر میرے دل میں شاید ان کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔میں انہیں تلاش کر رہی ہوں یا اس زمین پر ہوں تو صرف اپنی ممی وجہ سے اور ان کو دیے گئے ایک پرامس کی وجہ سے میرے لیے میری ممی زیادہ اہم ہیں کاش میں نے انہیں نہ کھویا ہوتا۔" اس کی آواز بوجھل ہوئی تھی۔دامیان نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے تسلی دی تھی۔دونوں بالکنی میں کھڑے تھے اور یخ بستہ ہوا کے جھونکے انہیں چھو کر گزر رہے تھے۔

"دیکھو تم یہاں کے موسم کی عادی ہوگئی ہو۔پہلے جب تم آئی تھیں تو یہاں کی ٹھنڈ پر ہنستی تھیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا تھا اور اپنا جیکٹ اتار کر اس کے شولڈر پر ڈال دیا تھا۔

"نہیں مجھے ٹھنڈ نہیں لگ رہی مگر میں کچھ سنسیٹیو ہو رہی ہوں۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولی تھی۔

"تم پریشان مت ہو' ہر بات کے ہونے کا ایک ریزن ہوتا ہے' اگر تم یہاں آئی ہو تو ضرور اس کی ایک وجہ رہی ہوگی۔" دامیان نے دلاسا دیا تھا۔اس کی ہمت بندھائی تھی۔

"پتا نہیں دامیان اگر کوئی ریزن ہے یا نہیں مگر یہ تلاش مجھے بڑی بے معنی سی لگتی اور اس کا فائدہ کیا ہوگا؟ کبھی کبھی مجھے سب فضول لگتے ہیں۔یہ کسی کو ڈھونڈنے کی کوشش یہاں تک کا سفر اور پتا نہیں وہ یہاں اس کنٹری میں ہیں بھی کہ نہیں۔دوسری بات اگر ان کو ملنا ہی ہوتا تو وہ ایسے کہیں جا کر چھپ نہ جاتے۔" للّی کو جیسے الجھن ہو رہی تھی۔

"اتنی ٹینشن مت لو۔آئی ہوپ کہ تم اپنے ڈیڈ کو ایک دن ضرور تلاش کر پاؤ گی۔یہاں اس زمین پر یا کہیں بھی۔" یقین دلایا تھا۔

"کسی بندے کو ڈھونڈنے کے لیے اتنی ڈیسپریٹ ہو رہی ہوں میں؟ اسے جس نے ہماری پروا بھی نہیں کی؟ بہت بے حس بندہ رہا ہوگا وہ۔" وہ جیسے اس سفر سے اور تلاش سے تھک رہی تھی۔

"تم نے جو نیوز پیپر میں ایڈ دیا تھا اس کا کیا ہوا؟" دامیان نے پوچھا تھا۔

"فی الحال نہیں دے پائی۔کل شام اس پر کام کروں گی۔دراصل مجھے اسائمنٹ پر کام کرنا تھا۔"

"اس کی فکر تم نہ کرو۔تم ایڈ دو۔میں تمہاری اسائمنٹ کمپلیٹ کردوں گا۔"

"تھینکس دامیان۔تم بہت ہیلپنگ ہو' پہلے ہی میرے لیے بہت کر رہے ہو۔میں خود کرلوں گی۔" للّی نے سہولت سے منع کر دیا تھا۔دامیان نے سر ہلادیا تھا۔

"میں نے ممی کو تمہارے آنے کے بارے میں بتا دیا تھا۔انہوں نے تمہیں کل رات ڈنر پر انوائیٹ کیا ہے۔" دامیان نے مطلع کیا تھا۔

"تمہارے ممی' ڈیڈی کتنے نائس ہیں' نا۔" وہ مسکرائی تھی۔"تمہاری ممی کھانے مزے کے بناتی ہیں۔جانے سے پہلے ان سے ضرور سیکھ کر جاؤں گی اور ان سے ساڑھی باندھنا بھی مجھے سیکھنا ہیں تمہاری ممی بہت فٹ دکھتی ہیں۔" دامیان ماں کی تعریف سن کر مسکرایا تھا۔

"تم بھی اچھی ہو' مگر بہت جلد پریشان ہو جاتی ہو۔یہ ٹھیک نہیں ہے۔ویسے کیا بہت جلد جانے کا پلان ہے تمہارا۔"

"شاید' واپس تو جانا ہی ہے۔یہاں ہمیشہ کے لیے تو نہیں آئی۔میری تلاش میرا مقصد ہے اور یہ بات تم جانتے ہو۔" وہ شانے اچکا کر بے فکری سے بولی تھی۔دامیان نے سر ہلا دیا تھا۔

"آؤ چلیں، کھانا تیار ہے۔اس کے بعد لانگ ڈرائیو پر چلیں گے؟" وہ مسکرائی تھی۔

"نہیں آج نہیں، میں ڈنر کر کے گھر سے نکل جاؤں گا۔صبح ایک اہم میٹنگ ہے ورنہ ڈیڈی ناراض ہوں گے۔" وہ بولا تھا اور پھر قدم ڈائننگ روم کی سمت بڑھا دیے تھے۔

...☆☆☆...

زائرہ ملک نے دروازہ کھولا تھا اور گھر کی دہلیز پر تیمور تغلق اور سدرہ تغلق کو کھڑے دیکھ کر چونکی تھیں۔

"کیا ہم اندر آسکتے ہیں۔" تیمور تغلق نے بہت سلجھے ہوئے انداز میں پوچھا تھا۔انہیں اندر نہ بلانے کے علاوہ کوئی راستا نہ تھا سو زائرہ ملک نے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔وہ اندر بڑھ آئے تھے۔زائرہ ملک نے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"راحت ابا سے کہو کچھ مہمان آئے ہیں۔یہیں لیونگ روم میں آجائیں۔"
ملازمہ سے نانا کو بلانے کے لیے کہا تھا اور خود ان کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی تھیں کچھ دیر خاموش رہی تھی۔پھر مسز تغلق نے بولنے کا قصد کیا تھا۔

"ہم معارج تغلق کے پیرنٹس ہیں۔میرا نام سدرہ تغلق ہے اور یہ میرے ہز بینڈ تیمور تغلق، ہم آپ سے بچوں کے لیے بات کرنا چاہ رہے تھے۔" مسز تغلق نے جیسے تمہید باندھی تھی۔تبھی نانا چلتے ہوئے آئے تھے اور زائرہ ملک کے برابر میں بیٹھ گئے تھے۔

"یہ میرے والد ہیں ریٹائرڈ بریگیڈیئر میرے ساتھ ہی رہتے ہیں۔"

"ان کا کالمز تو اکثر ہم پڑھتے رہتے ہیں۔" مسٹر تغلق نے ملائمت سے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ان کی گفتگو سے پتا چل رہا تھا دونوں بہت سلجھے ہوئے مزاج کے تھے۔نانا نے سر ہلا دیا تھا۔

"کچھ سیاست سے انٹرسٹ ہے تو کبھی کبھی لکھ ڈالتے ہیں اور آپ کو کون نہیں جانتا۔آپ کی پچھلی گورنمنٹ کی حمایت میں تو میں نے کئی کالمز لکھے تھے۔"

"جی میں انہی کی بات کر رہا ہوں کئی بار سوچا پرسنلی آپ سے ملوں اور تھینکس کہوں مگر نہیں کر سکا کہ مصروفیت ہی اس قدر ہیں۔ آپ تو جانتے ہیں وزارت سنبھالنا آسان کام نہیں۔ بندہ حکومت میں ہو تو سر اٹھانے کا بھی ٹائم نہیں ملتا۔" تیمور تغلق مسکرائے تھے۔

"جی سمجھتا ہوں، آپ کی گورنمنٹ نے کچھ اچھے کام کیے تو لکھ دیے، اگر کوئی برائی ہوتی تو تب بھی لکھنے سے نہ چوکتا۔ ہم تو سچائی کا ساتھ دیتے ہیں۔ ڈیمو کریسی کا مطلب یہی آزادی تو ہے۔"

"بہتر فرما رہے ہیں آپ ہم یہاں بچوں کے سلسلے میں بات کرنے آئے تھے۔" تیمور تغلق بہت پڑھے لکھے آدمی تھے۔ بات کرنے کا طریقہ جانتے تھے۔

"آپ لوگوں کو یہاں معارج تغلق نے بھیجا؟" زائرہ ملک نے پوچھا تھا۔

"نہیں، انہوں نے ہمیں نہیں بھیجا ہم خود یہاں آئے ہیں، اگر چہ انہوں نے بات ہم سے شیئر کی تھی اور ہمارے علم میں آگیا تھا مگر آنے کا فیصلہ ہمارا اپنا ہے ہمیں صورتِ حال کی سنگینی کا اندازہ ہے۔ جو ہوا یقیناً نہیں ہونا چاہیے

تھا مگر بچوں کا مزاج مختلف ہوتا ہے ہم بڑے مصلحت پسندی سے سوچتے ہیں اور اقدام کرتے ہیں مگر نئی نسل کی سوچ اور طریقہ ہم سے مختلف ہے۔ جلد بازی میں چھوٹی موٹی غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں، مگر وہ خود کو حق پر محسوس کرتے ہیں جب کہ در حقیقت وہ غلط ہوتے ہیں۔ انہیں غلط ثابت کرنے کے لیے ان سے الجھنا مناسب نہیں کیونکہ بات کو مزید طول دینا اور بڑھانا اس سے کوئی حل نہیں نکلتا مگر صورتِ حال مزید سنگین ہوتی جاتی ہے۔ ہم مانتے ہیں معارج تغلق سے غلط ہوا اس نے جو کیا وہ غلط کیا۔ ہم اس کی غلطی کو تسلیم نہیں کر رہے مگر ہم بچوں کی غلطیوں کو سدھار سکتے ہیں اور انہیں ایسا کرنا ایک صحیح راہ دکھا سکتا ہے تو۔ ہمیں ایسا ضرور کرنا چاہیے۔ میں معارج تغلق کے حق میں بات کر رہا ہوں نہ اس کی غلطی پر پردہ ڈالنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ ہماری اپنی بھی ایک بیٹی ہے۔ ہم بیٹی کی عزت سے واقف ہیں تبھی جب بات ہمارے علم میں آئی تو ہم نے یہاں آنے میں دیر نہیں کی۔ آپ کی بچی انائیا ہمیں ہماری ایشاع جیسی لگتی ہے۔ اس کی رسپکٹ اتنی ہی ہے جتنی ہماری اپنی بیٹی کی ہے۔ جو ہونا تھا وہ ہوچکا مگر حقیقت یہ ہے کہ آپ کی بیٹی اب

معارج کے نکاح میں ہے اور اس ناتے وہ ہمارے گھر کی بہو اور عزت ہے اور ہم اپنی عزت کی حفاظت کرنا خوب جانتے ہیں۔ہم جانتے ہیں آپ لوگ غم و غصہ کا شکار ہیں اور فی الحال مرہم رکھنا شاید اتنا سود مند نہ لگے مگر ہم اس بچی کا خیال کر کے آپ سے درخواست کرنا چاہتے ہیں کہ پلیز اس معاملے کو نجی معاملہ رہنے دیجیے اسے عدالتوں میں مت اٹھائیے۔ہمارے گھر کی عزت عدالتوں میں چکر کاٹے اور اخبار اسے اچھالیں ہمیں یہ مناسب نہیں لگتا۔ اگر انائیا کی جگہ ہماری اپنی بیٹی ایشاع بھی ہوتی تو ہم یہی فیصلہ لیتے اور اگر آپ لوگوں کی جگہ ہم ہوتے تب بھی ایسا ہی فیصلہ کرتے۔"

"آپ لوگ چاہتے کیا ہیں کھل کر کہیے؟" نانا نے پُر سکون انداز میں ساری تمہید سن کر کہا تھا۔

"ہم چاہتے ہیں آپ اس معاملے کو عدالت میں نہ اٹھائیں اور ایسا ہم اپنے سیاسی اثر و رسوخ کو بچانے کے لیے نہیں کہہ رہے نہ اپنے بیٹے کے کیے پر پردہ ڈالنے کے لیے بلکہ صرف اس لیے کہ ہم انائیا کو اپنے گھر کی عزت مانتے ہیں اور نہیں چاہتے ہماری بچی پر کوئی انگلی اٹھائے اور معاملات کو

ڈسکس کرے یا ایک نجی معاملہ ایک الجھا ہوا کیس بن کر پبلک پراپرٹی بن جائے' ہر کوئی نکتہ چینی کرے اور انگلی اٹھائے۔عزت کی اہمیت ہم بھی جانتے ہیں ہم تغلق خاندان انائیا ملک کو اپنے گھر کی عزت مانتے ہیں۔بیٹی مانتے ہیں، اپنی بہو مانتے ہیں اور اسے اپنے گھر عزت سے لے جانے کی اجازت چاہتے ہیں۔" تیمور تغلق نے پُر سکون لہجے میں مدعا بیان کر کے ان کی سمت دیکھا تھا۔

"ٹھیک ہے آپ ہمیں سوچنے کے لیے ٹائم دیجیے۔ہم آپ کو بتا دیں گے۔" نانا نے متانت سے کہا تھا۔

"بریگیڈیئر صاحب! ہم نہیں چاہتے بچے مزید غلطیاں کریں اور معاملات مزید بگڑیں۔اگر معارج تغلق نے ایک فیصلہ مسلط کیا تو ری ایکشن کے طور پر انائیا بیٹی نے کیس درج کروا دیا۔اگر چہ اتنے

چھوٹے موٹے کیسوں کا ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔آپ تو جانتے ہیں ذرا سا بھی اثر و رسوخ استعمال کر کے ان کیسز کو دبایا یا بند کروایا جا سکتا ہے۔مگر ہم ڈیمو کریسی کی بات کرتے ہیں تو آزادی کے معنی بھی جانتے ہیں دوسری بات یہ سیاسی معاملہ نہیں ہے نا ہی ہمارا ارادہ اسے دبانے یا بند کروانے کا ہے۔یہ معاملات دو خاندانوں کی عزت کا ہے۔ایک بچی کی عزت کا ہے اور یہ سب سے بڑھ کر ہے۔جو نا انصافی ہوئی ہے اس کا ازالہ کرنا چاہتے ہیں آپ ہم پر اعتبار کر سکتے ہیں۔ہم انائیا کو ایشاع جتنا پیار دیں گے اور اس گھر میں وہ سیاہ و سفید کی مالک ہوگی ہم اسے سر آنکھوں پر بٹھائیں گے۔مکمل عزت و احترام کے ساتھ اسے تغلق پیلس میں لے جانے کی اجازت مانگ رہے ہیں ہمیں مایوس مت کیجیے۔"

"مگر پھر بھی ایک دوسرے سے مشورہ کرنے کے لیے کچھ تو ٹائم دیجیے۔" زائرہ ملک جو کب سے خاموش بیٹھی تھیں بولی تھیں۔تبھی راحت چائے کے ساتھ لوازمات لے کر آگئی تھی۔چائے سرو کی گئی تھی۔اتنا کچھ ہوجانے کے بعد بھی دونوں خاندانوں کی طرف سے ایک متانت پسندی کا مظاہرہ کیا گیا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تھا۔ایک سلجھا ہوا انداز اپنایا گیا تھا۔اس کی وجہ یقیناً دونوں فیملیز پڑھی لکھی اور سلجھے ہوئے مزاج کی حامل تھیں۔

"انائیا کہاں ہے؟ کیا میں اپنی بیٹی سے مل سکتی ہوں؟" سدرہ تغلق ملائمت سے مسکرائیں تھیں۔

"وہ ابھی آفس سے آئی ہے اپنے کمرے میں ہے۔" زائرہ ملک زمانہ شناس تھیں۔ان کے طور طریقے انہیں بہت مہذب لگ رہے تھے۔وہ ان کی نرمی اور انکساری سے متاثر ضرور ہوئی تھیں۔اگر معارج تغلق نے ایسا اقدام نہیں اٹھایا ہوتا اور سیدھے سے پرپوزل بجھواتا تو وہ سب سے زیادہ اس کی حمایت کرتیں مگر اب معاملہ مختلف تھا اور بات انائیا کی مرضی کی بھی تھی۔اس سے پوچھے بنا وہ کوئی فیصلہ لینا نہیں چاہتی تھیں۔تبھی چاہتی تھیں کہ اگر مسز تغلق اس سے ملنا چاہتی ہے تو وہ اسے ملنے دیں۔

وہ انہیں لے کر انائیا کے کمرے تک لائی تھیں۔

"کیا میں اکیلے میں انائیا سے مل سکتی ہوں؟" سدرہ تغلق نے ملائمت سے کہا تھا۔زائرہ ملک نے سر ہلایا تھا اور واپس پلٹ گئی تھیں۔

مسز تغلق نے دروازے پر دستک دی تھی۔دروازہ کھلا تھا اور انائیا مسز تغلق کو اس لمحے اپنے سامنے دیکھ کر چونک پڑی تھی۔

”آپ...؟“

”اندر آنے کے لیے نہیں کہو گی؟“ ان کا انداز بہت نرم تھا۔بالکل ممی جیسا۔ وہ ان سے کسی روڈنس کا مظاہرہ نہیں کرسکی تھی۔ایک طرف ہوئی تھی اور ان کے لیے اندر آنے کی راہ چھوڑ دی تھی۔مسز تغلق نے کمرے کا طائرانہ جائزہ لیا تھا۔انائیا نے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا اور وہ کاؤچ پر بیٹھ گئی تھیں۔

”انائیا بچے آپ ہمارے گھر آتی جاتی رہی ہیں‘ آپ گھر کے ماحول سے طور طریقوں سے اور مزاج اور اسلوب سے اچھی طرح واقف ہیں۔آپ جانتی ہیں ہمارے یہاں کوئی بھی ایسا نہیں جو دوسروں کو تکلیف پہنچا کر خوشی محسوس کرے یا کسی کے خلاف سازش کرکے سکون کی نیند سوجائے۔ہمارے یہاں ملازموں کی تکلیف کا احساس بھی کیا جاتا ہے۔اگر انہیں گھاؤ لگے تو مرہم رکھا جاتا ہے۔اگر چہ میں نے دانستہ کبھی نہیں سوچا تھا کہ میری بہو تم جیسی لڑکی بنے۔مگر نادانستہ میں چاہتی تھی کہ میرے گھر میں ایک ایسی لڑکی آئے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جو میرے بیٹے کو اور گھر کو سنبھال سکے اور تم میں یہ کوالٹی میں دیکھتی رہی ہوں۔تم انتظامی امور نبھا سکتی ہو اور مجھے فخر ہورہا ہے کہ تم جیسی لڑکی میرے گھر کی بہو ہوگی۔“ وہ کیا کہہ رہی تھیں۔بنا تمہید کے کیا بول رہی تھیں۔انائیا کی سمجھ میں پورے طور پر نہیں آیا تھا۔

”انائیا ہم معافی مانگنے آئے ہیں۔ہمیں معاف کردو۔جو بھی معارج نے کیا،ہم مانتے ہیں غلط کیا۔مگر ہم اس کا ازالہ چاہتے ہیں۔مداوا کرنا چاہتے ہیں۔ہم آپ کو اپنی بیٹی بنا کر تغلق محل لے جانا چاہتے ہیں۔“

”جی...؟“ وہ حیرت سے ان کی طرف دیکھنے لگی تھی۔”آپ...“ اس نے بولنے کے لیے لب کھولے تھے۔مسز تغلق نے ہاتھ اس کے سامنے باندھ دیئے تھے۔

”نگاہ یا غلطی جتنی بھی بڑی ہو اس کی تلافی ہوتی ہے اور معافی بھی۔ہم ہاتھ جوڑ کر آپ سے اپنے بیٹے معارج کی غلطی کی معافی چاہتے ہیں۔اس نے جو کیا بہت غلط طریقے سے کیا اور جلد بازی میں کیا۔اگر وہ ہمیں اپنے دل کی بات بتادیتا تو یقینا ہم یہاں آکر خود رشتہ مانگتے۔مگر اس نے ہمیں موقع نہیں دیا۔

تھوڑا جلد باز ہے ،اپنے طریقے سے چیزوں کو کرنا چاہتا ہے مگر اس کا دل بُرا نہیں ہے۔ میرے بیٹے کا دل بہت سچا ہے۔پلیز اس کی غلطی کے لیے اسے اور ہمیں معاف کردو۔میں اسے جانتی ہوں وہ کسی کو تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔اس کا اردہ تمہیں تکلیف پہنچانے کا یقینا نہیں رہا ہوگا۔" وہ بدستور ہاتھ باندھے بیٹھی تھیں۔وہ ان کا مزاج جانتی تھی اس کی ممی جیسی تھیں۔اسے اپنے طور پر شرمندگی ہوئی تھی۔تبھی اس نے ان کے ہاتھ تھام لیے تھے۔

"پلیز... آپ ایسا مت کریں۔میری ماں کی عمر کی ہیں آپ اور میں آپ کی عزت کرتی ہوں۔مگر...!" اس نے بولنا چاہا تھامگر... مسز تغلق نے ہاتھ اُٹھا کر اسے باز رکھا تھا۔

"کیا چاہتی ہیں آپ؟" انانیا نے جیسے بے بسی سے ان کی طرف دیکھا تھا۔

"ہم آپ کو لینے آئے ہیں۔گھر لے جانا چاہتے ہیں، اپنی بیٹی بنا کر۔ایشاع کے بعد گھر سونا ہوگیا ہے نا... ہم چاہتے ہیں ہماری دوسری بیٹی اس سونے پن کو بھر دے اور گھر میں اُجالا کردے۔میرا ماں کا دل ہے نا... کیا کروں۔ میں بچے کی غلطی پر اسے سرزنش تو کرسکتی ہوں مگر دل سے باہر نہیں

کرسکتی۔اگرچہ میں معارج تغلق کو سزا دینا چاہتی ہوں مگر میرا دل اس کی اجازت نہیں دیتا کیونکہ کہیں نہ کہیں میں اس کے دل سے واقف ہوں۔میرا ارادہ اس کی غلطی کو دبانا نہیں ہے مگر مجھے سچ میں ایشاع کے بعد ایک بیٹی کی ضرورت ہے۔اس کی کمی کو پورا کرنے کے لیے اور گھر میں اس کا خلا بھرنے کے لیے اور کسی بھی طریقے سے سہی خدا نے میری وہ خواہش پوری کردی۔ کیا آپ میرے ساتھ ہمارے گھر چلیں گی؟ ہمیں... معارج کو ، تغلق محل کو، سب کو آپ کی بہت ضرورت ہے۔میں چاہتی ہوں

آپ دل صاف کرلیں اور کھلے دل کا مظاہرہ کرتے ہوئے۔معارج کی غلطی کو معاف کردیں، گھر چلیں۔" مسز تغلق کہہ رہی تھیں اور اس پر جیسے چاروں طرف سے راہیں تنگ ہورہی تھیں۔وہ ساکت سی انہیں دیکھ رہی تھی۔

...☆☆☆...

"پکنک کا پلان اور وہ بھی بیچ پر؟ وہ بھی موسم سرما میں؟ تم لوگوں کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔" انابیتا نے احتجاجی انداز میں کہا تھا۔

"تمہارے اندر کی بڈھی روح کب بدلے گی لڑکی؟ کیا بُرائی ہے۔یار ساؤتھ افریقہ کے اسٹڈی ٹور کا پلان تم نے رد کردیا، حالانکہ وہاں تو اس وقت شاندار گرمی پڑرہی ہے۔اگر گرمی کا موسم اتنا ہی پسند تھا تو تم نے آسٹریلیا جاکر کرکٹ میچز کی ہامی کیوں نہیں بھری کرکٹ تو تمہیں بھی پسند ہے اور آسٹریلیا کا موسم تمہارا آئیڈیل موسم ہے۔ساؤتھ افریقہ بھی گرم ہے ان دنوں۔" یاسر نے اس کے نا کہنے پر بھرپور احتجاج کیا تھا۔

"ایکسل یار آہستہ بول تو ابھی ابھی پیٹ کی بیماری جھیل کر ٹھیک ہوا ہے۔کبھی کبھی زیادہ احتجاج کرنے سے بھی ہاضمہ خراب ہوجاتا ہے۔" دامیان نے کہا تو وہ مسکرائے بنا نہیں رہے تھے یاسر اپنا سا منہ لے کر رہ گیا تھا۔

"آسٹریلیا جاکر کرکٹ میچز دیکھنے کا اور ساؤتھ افریقہ اسٹڈی ٹور کا پلان تو گزر گیا۔اب موجودہ پلان ہے۔"پکنک آن دا بیچ" اب اس میں کیابُرائی ہے؟

کراچی میں زیادہ سردی پڑتی ہے کیا؟ دن بھر کا موسم تو نارمل سا ہوتا ہے۔ہم سورج ڈھلنے سے پہلے واپس آسکتے ہیں۔" دامیان نے صلاح دی تھی۔

"یہی بات میں بھی کہہ رہا تھا۔" یاسر نے احتجاج کیا تھا۔

"ہاں مگر تم نے اتنی تفصیل میں بات نہیں سمجھائی تھی۔" پارسا نے کہا تھا۔دامیان نے انابیتا کی جانب دیکھا تھا۔

"اب کہو انار کلی۔کیا پلان ہے؟ آسٹریلیا اور ساؤتھ افریقہ جانے کا چانس تو ہم مِس کرچکے... یہ چھوٹی سی پکنک کاپلان خراب مت کرو یار۔"

"دامیان ٹھیک کہہ رہا ہے۔ٹھنڈ اتنی نہیں ہے۔سورج ڈھلنے کے بعد ہی کچھ ٹھنڈ ہوتی ہے اور سورج جانے سے پہلے واپس آیا جاسکتا ہے۔" للّی بھی وہیں موجود تھی اور فون پر بزی تھی۔

"ٹھیک ہے... ہم پکنک کے لیے جائیں گے۔وہ بھی بیچ پر... خوش؟"سب کی طرف دیکھ کر جیسے ہی انابیتا بیگ نے اعلان کیا تھا۔سب کے چہرے مسکرائے تھے اور تبھی وہ چلتی ہوئی وہاں سے نکل گئی تھی۔

دامیان شاہ سوری نے اس کا وہاں سے اُٹھ کر نکل جانا صاف محسوس کیا تھا۔ اگر کوئی اور موقع ہوتا تو شاید وہ بحث کرتی۔مزید وضاحتیں دیتی۔مگر اتنی آسانی سے ہتھیار ڈال دینا...؟ انابیتا ایسی نہیں تھی اسے فوری طور پر اُٹھ کر اس کے پیچھے جانا اچھا نہیں لگا تھا مگر جونہی للی فون پر بزی ہوئی تھی وہ اُٹھا تھا اور اس کے پیچھے نکل آیا تھا۔

"آج کل تم کچھ زیادہ سنسیٹیو نہیں ہورہیں؟ بات بات پر اوور ری ایکٹ کرتی ہو۔" لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے اس کے ساتھ قدم ملانے کی کوشش کی تھی۔وہ رُکی تھی۔اسے دیکھا تھا اور دوبارہ چل پڑی تھی۔

"ایسا کچھ نہیں ہے۔مجھے وہاں گھٹن ہورہی تھی۔سو میں وہاں سے اُٹھ کر چلی آئی۔"

"تمہیں وہاں گھٹن کیوں ہورہی تھی؟ کیونکہ للی وہاں تھی؟" وہ اس کے چہرے کو جیسے جانچتے ہوئے بولا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"پاگل ہوگئے ہو تم؟ میں اس کی کیئر کیوں کرنے لگی؟ اس کی موجودگی سے مجھے فرق کیوں پڑنے لگا؟ مجھے کوئی پرابلم نہیں ہے۔" اس نے سختی سے تردید کی تھی۔

"کینٹین چل کر کافی پیئں؟" موسم سرما کی ہلکی پھوار شروع ہوتے دیکھ کر دامیان سوری نے ملائمت سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں میرا کافی کا کوئی موڈ نہیں۔مجھے لائبریری جانا ہے اور آپ میرے پیچھے کیوں آرہے ہیں؟ کوئی اور کام نہیں آپ کو؟"

"نہیں ہے... آپ کے ساتھ رہنا، آپ کو سنبھالنا بھی تو ایک کام ہے۔" وہ نرمی سے کہتا ہوا مسکرایا تھا۔

"میں آپ کی ذمے داری نہیں ہوں۔آپ جا کر للی کو سنبھالیے۔" بوچھاڑ میں بھیگتی ہوئی وہ بے فکر چل رہی تھی۔اپنی من مانی کرتی،بالکل کوئی بچّی جیسی۔

دامیان نے اسے کلائی سے پکڑ کر ایک دم کوریڈور کی طرف کھینچ لیا تھا۔اسے بوچھاڑ سے بچانے کا اس سے بہتر طریقہ نہ تھا مگر جس سرعت سے اس نے اسے کھینچا تھا اس سے وہ بے توازن ہو کر اس کی سمت کھنچتی چلی گئی۔فوری

طور پر سمجھ نہیں آیا تھا۔اندازہ نہیں ہوا تھا کہ کیا ہوا ہے۔وہ سر اُٹھا کر اسے دیکھنے لگی تھی۔پھر ایک دم اسے پرے دھکیل دیا تھا۔

"وہاں بارش میں بھیگتی ہوئی بالکل پاگل لگ رہی تھیں آپ، اندازہ نہیں ہے آپ کو، بیمار پڑجاتیں تو؟ اور اتنا احتجاج کس بات پر؟ ایسا کیا ہوگیا؟ آپ کے غصے کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آرہی..." وہ اُلجھ کر بولا تھا۔اناہیتا بیگ نے اس سے قطع نظر کہ وہ کیا کہہ رہا ہے' ڈانٹ ڈپٹ رہا ہے۔اپنی کلائی پر نظریں مرکوز کی تھیں۔جہاں اُنگلیوں کے نشان آگئے تھے۔دامیان شاہ سوری کو اندازہ ہوا تھا۔تبھی اس کی کلائی تھام کر اسے بغور دیکھا تھا۔

"آئی ایم سوری..." اس کا لہجہ معذرت چاہتا تھا۔

"دیکھا... کہا تھا نا بارش میں واک مت کرو۔مگر تمہیں تو کسی کے کہے کا احساس ہوتا نہیں۔دیکھو اب کانپ رہی ہونا۔تم کسی کی سنتی بھی ہو؟ عجیب ہٹ دھرم ہو انار کلی اور شکوے دوسروں سے کرتی ہو۔" دامیان دو قدم بڑھا کر اس کے قریب رُکا تھا۔وہ اس کی جانب سے پشت کیے کھڑی تھی۔اس کی موجودگی پشت پر محسوس کرلی تھی مگر کچھ بولی نہیں تھی، نہ پلٹی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دامیان شاہ سوری نے اپنی جیکٹ اُتاری تھی اور بہت آہستگی سے اس کے شانوں پر رکھ دی تھی۔

"تمہیں کیوں لگا کہ تم ہمیشہ میری مخالفت کرتی ہو جب کہ للی حمایت؟"

دامیان شاہ سوری نے اسے کہتے ہوئے چونکا دیا تھا۔

"آپ سے کس نے کہا کہ میں نے کچھ ایسا سوچا؟" وہ پلٹ کر اس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔دامیان نے اس کی آنکھوں میں جھانکا تھا۔

"آپ اپنی آنکھوں کو جھوٹ بولنا سکھا سکتی ہیں تو سکھادیں۔آپ کی مرضی کے خلاف یہ آپ کی مخالفت کرتی ہیں۔" وہ جیسے اس کی آنکھوں پر لکھی کہانیاں صاف پڑھنے کی سکت رکھتا تھا۔

"کیا بکواس ہے یہ؟" اس نے گھورا تھا مگر وہ بنا کچھ کہے اسے گویا جھٹلاتے ہوئے مسکرادیا تھا۔

"آپ کے احتجاج کے طریقے بڑے انوکھے ہیں آپ کو رنگے ہاتھوں پکڑوا دیتے ہیں۔بہت جلد بازی کا مظاہرہ کرتی ہیں آپ۔ڈھنگ سے کچھ چھپا بھی

نہیں سکتیں۔یہ ٹھیک نہیں نا؟ جب کہ آپ کچھ چھپانا بھی چاہیں؟"وہ اسے شرمندگی میں مبتلا کرتے ہوئے مسکرایا تھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" وہ خجل سی دکھائی دی تھی۔"آپ غلط سوچ رہے ہیں۔قیاس آرائیاں کرنے کی عادت ہوگئی ہے آپ کی اور میری تو جاسوسی پر مامور ہیں، آپ جایئے جاکر للی کے پاس بیٹھیے۔"

"للی کے پاس کیوں؟ آپ کے پاس کیوں نہیں؟ آپ کو میں سیاپے لگتا ہوں؟" آنکھوں میں جھانکا تھا۔

"ہوں گے... مجھے کیا۔" اس نے نظریں پھیرتے ہوئے شانے اُچکادیئے تھے۔جیسے کوئی واسطہ نہ ہو۔

دامیان نے اسے شانے سے تھام کر اس کا رُخ اپنی طرف پھیرا تھا۔اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔غالباً وہ کچھ کہنے کا قصد کررہا تھا تبھی للی نے راہداری کے کنارے پر کھڑے ہوکر اسے پکارا تھا۔وہ چونکا تھا۔آواز کی سمت راہداری کے کنارے پر کھڑی للی کی سمت دیکھا تھا اور پھر "ایکسکیوزمی" کہتا ہوا تیزی سے انابیتا سے دور جانے لگا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

انابیتا اسے جاتا ہوا دیکھتی رہی تھی پھر پلٹ کر کینٹین کی سمت بڑھنے لگی تھی۔ وجود بہت سرد لگ رہا تھا اور ایسے میں کافی کی ضرورت تھی۔

...☆☆☆...

وہ راکنگ چیئر پر چپ چاپ بیٹھا تھا۔جب کچھ دور قدموں کی چاپ ہوئی تھی۔ معارج تغلق نے گردن کا رُخ موڑ کر دیکھا تھا۔وہاں قدرے نیم تاریکی میں ایک ہیولا کھڑا دکھائی دیا تھا، وہ چونکا نہیں تھا۔کچھ دیر تک اس ہیولے کے خود تک آنے کے انتظار کی کیفیت میں مبتلا بیٹھا رہا تھا

مگر اس کی جانب سے جب کوئی پیش قدمی نہیں ہوئی تھی تو وہ اُٹھ کھڑا ہوا تھا اور اس نیم تاریکی میں کھڑے وجود کی سمت پیش قدمی کردی تھی۔

وہ چہرہ، وہ خدوخال، اسے بھولے نہیں تھے۔وہ قریب جاکر چُھو کر یقین کرنے کے مرحلے سے گزرنا ضروری نہیں خیال کرتا تھا۔وہ آنکھیں بند کیے بھی اگر چلتا تو اس کی خوش بُو محسوس کرکے اسے پہچان لیتا۔

وہ وہی تھی

اس کی خفاخفا سی زندگی

اس سے بیگانگی برتنے کے جتن کرتی اور اس کی سمت کھنچتی

وہ وہی تھی... وہ چہرہ... وہی خدوخال ...وہی تمکنت...وہ ہار نہ ماننے والا انداز... وہی مات کرتی آنکھیں... اپنے ساتھ باندھتی ایک کشش... وہ وہی تھی!

معارج تغلق نے ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے کو بہت آہستگی سے چُھوا تھا۔ جیسے وہ اپنے طور پر یقین کررہا تھا۔وہ ساکت سی بُت بنی کھڑی تھی مگر جیسے ہی اس نے اس کے چہرے کو چُھوا تھا۔اس نے جیسے احتجاج کرتے ہوئے چہرے کو آہستگی سے پھیرلیا تھا۔

”آپ کیا یونہی ہمیشہ اجنبی رہیں گی؟ چاہے آپ کی آنکھوں کی روشنی ایک لکیر کھینچے اور میرے اور آپ کے درمیان ایک ربط بنا ڈالے آپ پھر بھی انکاری رہیں گی۔یہاں... میرے سامنے کھڑی ہیں مگر... جیسے آپ کو میری ان دھڑکنوں سے کچھ لینا دینا نہیں۔شاید آپ کا بس چلے تو میرے اس دل کی بوند بوند نچوڑ لیں اور دھڑکنوں کو روک دیں۔ایسے ہی گلے ہیں نا آپ کو مجھ

سے؟ اس کے چہرے کا رُخ اپنی طرف پھیر کر وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا تھا۔مگر اس ساکت وجود سے کوئی ری ایکشن نہیں ہوا تھا۔

”شاید مجھے سمجھنے میں کہیں کچھ غلطی ہوئی۔آپ ٹھیک کہتی تھیں ہم دو الگ دنیاؤں کے لوگ ہیں۔ہمارے ستارے نہیں ملتے۔آج کہیں لگ رہا ہے۔اک پل کو ادراک ہوا ہے، شاید میں غلط تھا۔آپ ٹھیک تھیں۔آپ کو مجھ سے جتنے بھی شکوے تھے، گلے تھے،وہ بجاتھے، آپ حق پر تھیں مگر میں کیا کروں؟ کوئی چیز ہے جو کہیں نہ کہیں مجھ سے آپ کو باندھتی ہے، مجھے آپ سے باندھتی ہے۔ایک ان دیکھی ڈور، جو دکھائی نہیں دیتی مگر محسوس ہوتی ہے۔ ایک انجان سی کشش میں محسوس کرتا ہوں جو اپنے مدار کے گرد گھومتا ہوا سیارہ کرتا ہے۔وہی کشش ہے جو مجھے آپ سے جوڑتی ہے اور اس کے آگے

میں بہت بے بس ہوں۔یہ کیا ہے اور کیوں ہے میں نہیں جانتا۔مگر دو الگ دنیاؤں کے لوگ بھی ایک دوسرے کے لیے لازم ہوسکتے ہیں۔میرے لیے

آپ کتنی ضروری ہیں یا میں آپ سے کیا ناتہ رکھتا ہوں اس کے بارے میں، میں نہیں جانتا۔مگر میں پچھتاوا کرنے کی خواہش رکھتے ہوئے بھی احساسِ جرم میں مبتلا نہیں ہوسکتا۔میں خود کو غلط نہیں سمجھ سکتا۔چاہے آپ میرے خلاف کھڑی ہوں یا میرے مخالف چلیں مگر میں خود کو آپ کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنے سے باز نہیں رکھ سکتا۔“ وہ مدھم سرگوشیوں میں کہہ رہا تھا وہ جوبُت سی بنی اس کے مقابل کھڑی تھی اس کی سمت دیکھنے لگی تھی۔

”آپ کو گیمز کھیلنے کا بہت شوق ہے نا؟“ وہ سرد نظروں سے اس کی سمت دیکھتی ہوئی بولی تھی۔”کبھی لفظوں کے کبھی رشتوں کے؟ دوست کہہ کر پیٹھ میں چُھرا گھونپتے ہیں اور کبھی جھوٹ بولنے کی حد کردیتے ہیں۔آج آپ کو مجھے یہاں دیکھ کر بہت خوشی ہورہی ہوگی نا؟ دل خوشی سے پھیل کر یہ اتنا بڑا ہوگیا کہ آپ کی مرضی پوری ہوگئی جو آپ چاہتے تھے وہ ہوگیا، میں آپ کے اس گھر کی چھت تلے آگئی ہوں۔یہی چاہا تھا نا آپ نے؟ بڑے ہوگئے مگر کھلونوں سے کھیلنے کا کوئی شوق ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔چالیں چلنے کا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جنون ہے آپ کو! ساری دنیا کو مٹھی میں دیکھنا چاہتے ہیں۔“ اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے شانے پر رکھا تھا۔

”بند کرلیں مجھے بھی اپنی مٹھی میں ، فنا کردیں، بہت تسکین ملے گی نا آپ کے دل کو؟ آپ کی جھوٹی انا کو، توڑنا پسند ہے آپ کو۔پرلے درجے کے ڈس ٹرکٹیو مائنڈ ہیں آپ ، توڑ پھوڑ کے علاوہ آپ کو کچھ نہیں آتا۔رشتے جوڑنے کی بات کرتے ہیں۔جانتے بھی ہیں آپ کہ رشتے کیا ہوتے ہیں؟ ایک بے حسی موجود ہے‘ آپ کا دل نہیں ہے اس میں اور میں کیا دبوچوں گی آپ کا دل مٹھی میں اور بوند بوند نچوڑ دوں گی۔آپ کے پچھتاوے آپ کو پل پل ماریں گے اور آپ کو ان پچھتاوؤں میں گھیروں گی میں۔آپ پر گھیرا تنگ کردوں گی اور سانس لینا مشکل کردوں گی۔میں آپ کو اپنا دوست سمجھتی تھی، اعتبار بھی کرنے لگی تھی مگر آپ چھپ کر وار کرنے والوں میں سے ہیں۔ایک معصوم سے بھولے جانور کی کھال میں چھپے ایک خطرناک جانور ہیں آپ۔حیرت ہے آپ کو غلط کرنے کا دُکھ نہیں ستاتا۔نہ مداوا کرنے کی فکر ستاتی ہے۔کبھی اندازہ ہوا ہے آپ کو کہ کتنے چھوٹے انسان ہیں آپ؟ کیا مل جائے گا آپ کو مجھے

حاصل کر کے؟ آپ کے لیے کیوں میرا حصول ضروری ہو گیا؟ کیوں کہ اس لیے کہ آپ صرف مجھے، میرے اعتماد کو توڑنا چاہتے تھے؟ آپ کو میرا کونفیڈنس اچھا نہیں لگا؟ کتنے دقیانوسی ہیں آپ۔کتنے قنوطی... کتنی چھوٹی ہے آپ کی سوچ۔بس حاصل کر لو۔بائے ہک اینڈ کروک؟ جیسے بھی؟ کیا میٹر کرتا ہے آپ کے لیے؟ صرف یہی کہ آپ کی خواہشیں اہم ہیں؟ جو آپ کا دل چاہ رہا ہے وہ خاص ہے؟ دل چاہتا ہے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں آپ کا دل۔ مسل دوں، کچل دوں۔آپ سے نفرت محسوس ہوتی ہے مجھے، اگرچہ میں نے کبھی کسی سے نفرت نہیں کی مگر آپ نے مجھے اب نفرت کا مفہوم سمجھادیا ہے۔میرے ساتھ جینے کی خواہش آپ کے دل میں حسرت بن جائے گی اب۔" انائیا ملک کی آنکھوں سے آنسو چپ چاپ بہے تھے اور رخساروں پر بہہ نکلے تھے۔

معارج تغلق کو یہ دیکھ کر کہیں اندر بہت تکلیف محسوس ہوئی تھی۔یہ درد بہت نیا تھا۔اس سے پہلے اس نے ایسا درد محسوس نہیں کیا تھا۔جیسے واقعی پل بھر کو اس کا دل مٹھی میں لے کر مسلا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ساری جان جیسے مشکل میں گھر گئی تھی۔

اس نے ہاتھ بڑھا کر انائیا ملک کے چہرے کو چھُوا تھا۔

بہت سرد وجود تھا اس کا

ٹھنڈا برف جیسا

"انائیا... میری بات سُنو! میں شاید یہ مدعا ساری عمر نہ سمجھا سکوں تمہیں کہ میں کیا محسوس کرتا ہوں یا مجھے اس گھڑی کتنا درد محسوس ہورہا ہے۔تم نہیں سمجھوں گی، مگر... تمہارے آنسو مجھے تکلیف دیتے ہیں۔میرے دل پر گرتے ہیں، تم مانتی نہیں ہو..."

...☆☆☆...

"تم نہیں مانتی ہو انائیا؟" معارج تغلق کا لہجہ تھکا ماندہ تھا۔اس نے ہاتھ بڑھا کر جانے کس خواہش کے تحت اسے چھُونا چاہا تھا مگر وہ اسی پل ہَوا میں تحلیل ہو گئی تھی۔وہ اپنی جگہ ساکت رہ گیا تھا۔

"انائیا..." اس نے جیسے چیخنا چاہا تھا مگر اس کے گلے میں ایک پھندا سا پڑا تھا اور دَم گھٹنے لگا تھا اور اس نے ایک پل میں آنکھیں کھول دی تھیں۔

کتنے ہی پل وہ تمام منظر ساکت نظروں سے تکتا رہا تھا۔

انائیا ملک وہاں نہیں تھی۔کیا وہ اس کے قریب آئی تھی؟ اس سے بات کرنے کو یا شکوے کرنے یا پھر اس کا وہم تھا؟ تو کیا وہ اس کے حواسوں پر اس قدر رسوار تھی۔اس نے اُٹھ کر دو چار قدم چل کر جیسے خود کو ہلکا پھلکا کرنا چاہا تھا اور اس خیال سے جیسے باہر آنا چاہا تھا۔تبھی رستم نے آکر اطلاع دی تھی کہ "تیمور تغلق نے اسے یاد کیا ہے۔" وہ نیچے آیا تو نظریں اس وجود کو دیکھ کر جیسے ساکت رہ گئیں۔وہاں ان کے ساتھ انائیا ملک موجود تھی۔

وہ اس کی جانب متوجہ نہیں تھی، نظریں جھکائے جانے کن خیالوں میں گم تھی۔ ممی اس کی ہی طرف دیکھ رہی تھیں۔ڈیڈی نے اسے بیٹھنے کے لیے نہیں کہا تھا۔وہ دو ٹوک انداز میں بولے۔

"انائیا ملک اس گھر کا حصہ ہے اور اس گھر کی بہو ہے۔ہم اسے یہاں رخصت کروالائے ہیں اور اب یہ اس گھر کی اور تمہاری ذمے داری ہے۔اس کی ضرورتوں اور خوشیوں کا خیال رکھنا اب اس گھر پر اور تم پر فرض ہے اور اس معاملے میں، میں کسی طرح کی کوئی کوتاہی برداشت نہیں کروں گا۔ہم جلد

ایک بڑی تقریب منعقد کریں گے جس میں اس شادی کا اعلان کردیا جائے گا مگر اس سے پہلے صورت

حال کو معمول پر لانے کی ضرورت ہے اور ہاں ایک بات اور، اس گھر پر جتنا حصہ تمہارا ہے اب اتنا ہی حصہ انائیا تغلق کا بھی ہے۔نا صرف گھر پر بلکہ ہمارے تمام اثاثوں میں انائیا کا حصہ برابر کا ہے۔سو اسے کسی بھی طرح سے دبانے یا کمزور سمجھنے کی غلطی کرنا یقینا کوتاہی ہوگی۔میں نے وکیل سے بات کرلی ہے۔وہ کل کا غذات تیار کر لائیں گے، تمہیں کچھ کہنا ہے؟" معارج تغلق نے سر نفی میں ہلادیا تھا۔وہ شاید اسے نا اہل سمجھ رہے تھے یا پھر انائیا کے ساتھ کی گئی نا انصافیوں پر اس سے خوش نہیں تھے تبھی انائیا کو مکمل طور پر تحفظ فراہم کررہے تھے، تاکہ وہ اسے کمزور سمجھ کر کوئی ناروا سلوک روانہ رکھے۔

"سدرہ آپ انائیا کو اس کا کمرا دکھا دیں۔اسے آرام کی ضرورت ہے۔" معارج تغلق اس منظر میں جیسے ایک بہروپ کے طور پر استعمال ہوا تھا۔ممی نے اسے اُٹھایا تو وہ کسی بے جان شے کی طرح ان کے ساتھ چل دی۔وہ نہایت سکون سے سیڑھیاں چڑھ رہی تھی، کیا یہ سکون کسی بڑے طوفان کا پیش خیمہ تھا، وہ اس پر سے اپنی نگاہیں ایک پل کو بھی ہٹا نہیں پایا تھا۔یقین نہیں ہورہا تھا کہ وہ اس گھر میں آچکی ہے، وہ بھی بغیر کسی احتجاج کے چپ چاپ! کیا تھا اس کے دماغ میں؟

جہاں تک وہ اسے جانتا تھا وہ اتنی آسان لڑکی نہیں تھی۔اتنی آسانی سے وہ اپنے فیصلوں میں ردّو بدل کرنے کی قائل نہیں تھی نا غلط فیصلوں پر سر جھکانے والی تھی اور جب کہ وہ اس رشتے کو ماننے کو تیار ہی نہیں تھی تو پھر اس گھر میں قدم رکھنا اور ایک بہو کی حیثیت سے اس گھر میں آنا کیا معنیٰ رکھتا تھا؟ وہ سمجھنے سے قاصر تھا۔

فی الحال وجہ اس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی مگر یہ اتنا آسان نہیں تھا، وہ لڑکی اتنی آسان نہیں تھی، کچھ تو تھا۔کوئی اسرار، کوئی بھید۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہ یہی سوچ رہی تھی کہ اسے کون سا کمرا دیا جائے گا۔وہ دماغی طور پر جتنا سفر کررہی تھی اس کو لے کر وہ مزید کوئی بوجھ دماغ پر ڈالنا نہیں چاہتی تھی۔اسے سکون کی ضرورت تھی اور وہ کمرا دیکھ کر اسے کچھ سکون محسوس ہوا تھا۔اسے ڈر تھا اسے اُٹھا کر معارج تغلق کے کمرے میں نہ بھیج دیا جائے۔سدرہ تغلق نے اسے یہاں لانے کے لیے جس طرح دونوں ہاتھ اس کے سامنے جوڑے تھے اس سے ایک بات تو باور ہوتی تھی کہ وہ ایک ماں کی طرح سوچ رہی تھیں۔

تبھی اس کے ذہنی سکون کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ایک الگ کمرے کا انتخاب بھی کردیا تھا۔

"اس کمرے میں ضرورت کی ہر چیز موجود ہے' رہی وارڈ روب تو فی الحال اس کا اندازہ مجھے نہیں تھا کہ تم کس طرح کے ڈریس پسند کرتی ہو۔اس لیے میں نے دو تین اچھے ڈیزائنر کو فون کردیا ہے صبح وہ آجائیں گے تو تم اپنی پسند ان کو بتادینا۔ورنہ دو چار دن میں ہم کہیں باہر جانے کاپلان بنائیں گے تو تم اپنی پسند سے شاپنگ کرلینا۔" ان کا لہجہ اتنا ہی شہد آگیں تھا جتنا ایک ماں

کا اپنے بچے کے لیے ہوتا ہے۔اگر ان کے سامنے اس لمحے اپنی بیٹی ایشاع ہوتی تو شاید وہ اس سے بھی اسی طرح بات کرتیں۔

”کمرا ٹھیک ہے نا؟ چھوٹا تو نہیں؟“ اس کے خیال کے پیشِ نظر سدرہ تغلق نے دریافت کیا تھا۔

اس نے ساکت نظروں سے اس ماسٹر بیڈ روم کا جائزہ لیا تھا۔وضع قطع سے ہر شے رکھی نظر آرہی تھی۔ضرورت کی ہر شے وہاں موجود تھی۔

”سب ٹھیک ہے۔“ سدرہ تغلق ملائمت سے مسکرادی تھیں۔

”تم تھوڑا آرام کرلو۔اتنی دیر میں، میں ڈنر تیار کروادیتی ہوں۔تمہیں ڈنر کے لیے نیچے آنے کی ضرورت نہیں ہے۔میں تمہارے لیے بھجوادوں گی۔کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بتادینا۔تم تغلق محل کی بہو ہو،بیٹی ہو اور بیٹیوں کو اس گھر میں کوئی تکلیف ہو اس کوتاہی کے لیے ہم خود کو معاف نہیں کر پائیں گے۔“ سدرہ تغلق نے شفقت سے اس کے ماتھے پر پیار کیا تھا۔

شدید تھکن کا احساس وجود میں تھا اور وہ تنہائی چاہ رہی تھی اور اس نے اس بیڈ پر خود کو گرانے میں ایک لمحے کی تاخیر نہیں کی تھی۔

...☆☆☆...

”مجھے نہیں سمجھ آرہا جب ہم اس کا ساتھ دے رہے تھے اس کے لیے اسٹینڈ کررہے تھے تب اس نے چپ چاپ اچانک سے تغلق محل جانے کا فیصلہ ایک پل میں کیسے کرلیا؟‘ زائرہ ملک حیران تھیں۔نانا نے سوچتی نظروں سے انہیں دیکھا تھا پھر رسانیت سے بولے تھے۔

”انائیا کی تربیت جس طرح سے ہوئی ہے۔اس سے نہیں لگتا کہ وہ کوئی غلط فیصلہ کرسکتی ہے۔اگر اس نے وہاں جانے کا فیصلہ کیا ہے تو پھر اس میں کوئی مصلحت ہوگی۔“

”مگر ابا وہ اس طرح کیسے کرسکتی ہے۔آخر کیا کہا مسز تغلق نے اسے اس بند کمرے میں کہ وہ چپ چاپ ان کے ساتھ چل دی۔کہیں کوئی دھمکی وغیرہ تو نہیں دی؟“ ان کا ذہن کسی نتیجے پر پہنچنے کی سعی کررہا تھا اور اس ضمن میں ہر سمت سے سوچ رہا تھا۔

”مگر ہم یہ بات بھی تو نظر انداز نہیں کرسکتے کہ انائیا کوئی غلط قدم نہیں اُٹھاسکتی۔وہ ڈر کر اپنے قدم پیچھے ہٹانے والی نہیں ہے۔دوسری بات یہ کہ

مسز تغلق ایک نفیس خاتون ہیں وہ اتنی چھوٹی حرکت نہیں کر سکتیں۔ایک بڑا خاندان ہے، ان کی بھی معاشرے میں کوئی عزت ہے انہیں بھی لوگوں کو منہ دکھانا ہے۔" نانا نے وضاحت دی تھی۔

مگر زائرہ ملک کی آنکھیں بھر آئیں۔

"ابا مجھے اس کی بہت فکر ہورہی ہے۔کہیں اس کے ساتھ کچھ غلط نہ ہوجائے۔ وہ ہماری کمزوری کا کوئی ناجائز فائدہ نہ اُٹھالیں۔میرا دل ڈر رہا ہے ابا۔میری ایک ہی بیٹی ہے اگر اسے کچھ ہوا تو میں جی نہیں پاؤں گی۔میں کال کرتی ہوں پتا کرتی ہوں وہ خیریت سے تو ہے؟" وہ اُٹھی تھیں۔نانا نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا تھا۔

"اس وقت نہیں زائرہ، تم نے جو بھی اسے اب تک سکھایا ہے، تربیت کی ہے' یہ وقت اس تربیت کو استعمال کرنے کا ہے۔وہ اتنی سمجھ بوجھ رکھتی ہے کہ زندگی کو سمجھ سکے۔یہ اُتار چڑھاؤ ہماری آزمائش کے لیے آتے ہیں۔اگر یہ وقت پڑا ہے تو اس کا کوئی مقصد ہوگا اور رہی بات انائیا کے ایسا فیصلہ لینے کی تو اس پر اعتماد کرو۔ہم ایک حد تک اپنے بچوں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کو گائیڈ کرسکتے ہیں۔تم نے چڑیا کو دیکھا ہے؟ جب وہ بچوں کو اُڑنا سکھاتی ہے تو اسے یقین ہوتا ہے کہ وہ بچے زندگی میں کبھی اس پرواز کرنے کے فن کو بھولیں گے نہیں۔ہم ایک حد تک بچوں کو اُنگلی پکڑ کر چلنا سکھاسکتے ہیں۔اس سے آگے انہیں خود ہی چلنا پڑتا ہے اور ہمیں یہ یقین کرلینا چاہئے کہ ہم انہیں چلنا سکھا چکے ہیں سو وہ آگے کا سفر اپنے قدموں پر مضبوطی سے طے کرسکتے ہیں۔" نانا بہت سہولت سے سمجھا رہے تھے۔

زائرہ ملک نے اُٹھایا ہوا ریسیور کریڈل پر رکھ دیا تھا اور چپ چاپ واپس پلٹ آئی تھیں۔

"ہمیں اپنے بچوں پر اعتماد کرنا پڑتا ہے زائرہ۔یہ اعتماد انہیں مضبوطی سے اپنے قدموں پر کھڑا رکھتا ہے۔اگر آج ہم اس پر اعتماد ظاہر نہیں کریں گے تو وہ کل خود ایک بے یقینی میں گھر جائے گی۔اس کی خود اعتمادی کو قائم رکھنے کے لیے بہت ضروری ہے کہ ہم اس پر اپنا اعتماد بنائے رکھیں۔" نانا کا نظریاتی فلسفہ بہت مثبت پہلو رکھتا تھا۔

"مگر ابا ہم اس کی اس طرح شادی تو نہیں چاہتے تھے اور اس طرح رخصتی ہوتی ہے؟ ہم نے اسے ایسے رخصت کیا جیسے کوئی مرنے والے کو بھی اس طرح رخصت نہیں کرتا۔کتنے نیم جان قدموں سے اس نے اس دہلیز کو پار کیا۔جیسے ہم سے اس کا کوئی واسطہ نہ ہو اور کیسے چپ چاپ کھڑے رہے ہم؟ جیسے ہر شے اختیار سے باہر ہو۔ہم اتنے بے بس تھے اگر رخصتی ہی کرنا تھی تو ہم نے طریقے سے کیوں نہیں کردی۔اگر یہ سب یوں ہی ہونا تھا تو ہم نے خوشی کو خوشی کی طرح کیوں نہیں اپنایا۔کیوں اس سوگ کو منایا اور روتے ہوئے اسے اس دہلیز سے جاتے دیکھتے رہے۔" زائرہ ملک اپنی جگہ پُر ملال تھیں۔

نانا کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ کس طرح انہیں دلاسہ دیں،مگر وہ جانتے تھے کہ ہر شے کا مداوا ہے اور جلد یہ بات زائرہ ملک کی سمجھ میں بھی آجائے گی کہ جو ہوا اس کا کوئی مقصد رہا ہوگا۔

...☆☆☆...

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کل شام کے بعد اس سے سامنا نہیں ہوا تھا۔وہ اس گھر میں تھی، بہت قریب تھی، مگر اب بھی جیسے میلوں کے فاصلے تھے۔اس کے حوالے سے گھر میں موجود ہو کر بھی اس سے جدا تھی۔ کنّی کتراتی تو شاید وہ کوئی شکوہ نہ کرتا مگر وہ اس کے سامنے ہی نہ رُکتی تھی۔اسے لگا تھا اگر اس گھر میں آئی ہے تو اسے اس کے بیڈ روم میں ٹھہرایا جائے گا۔مگر بہت حیرت ہوئی تھی جب اس کے لیے الگ بیڈ روم کا بندوبست کردیا گیا تھا۔یہ منطق اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔مگر وہ اس پر احتجاج نہیں کر سکتا تھا۔

اگر ان دونوں کو الگ رکھا گیا تھا تو اس کی کوئی وجہ ممی ڈیڈی کے دماغ میں ہوگی۔وہ ان کی اسٹریٹجی سے واقف نہیں تھا۔مگر کوئی نکتہ چینی کرکے اپنی شامت کو آواز بھی نہیں دے سکتا تھا۔

جس طرح وہ کل شام بہت افسردہ اور نیم جان لگ رہی تھی۔وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اب وہ کیا محسوس کر رہی ہے۔جس طرح سرد سی اس کے خواب میں آئی تھی اس پر اس کا دل سوچ کر اب بھی گلٹی ہورہا تھا۔وہ یقیناً بہت شکستہ تھی، ایک انتشار کا شکار تھی۔اس کے اندر کہیں توڑ پھوڑ ہورہی تھی۔

کیا وہ اس کی پروا کررہا تھا؟ کوئی مداوا کرنے کی سوچ رہا تھا؟ وہ چلتا ہوا کمرے سے نکلا تھا۔راہداری میں اس کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔وہ چونکا نہیں تھا۔مگر قدم آگے نہیں بڑھ پائے تھے۔کسی شے نے جیسے قدم روک لیے تھے۔معارج تغلق نے خود کو بے بس محسوس کرتے ہوئے اس دروازے کی سمت دیکھا تھا۔جہاں اس کا چہرہ دکھائی دیا، وہ شاید نہیں جانتی تھی کہ اس لمحے اس سے سامنا ہوگا تبھی شاید وہ چونکی تھی۔ایک نگاہ اس کی سمت دیکھا تھا۔غالباً اسے ناشتے کی ٹیبل پر بلوایا گیا تھا۔مگر معارج تغلق کو جاتا دیکھ کر اس نے قدم وہیں روک دیئے تھے۔

معارج تغلق کو اس کے تعرض کی وجہ معلوم تھی۔وہ اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھی۔اس سے برملا ناپسندیدگی کا اظہار کررہی تھی۔

"آپ نے اپنے قدم کیوں روک لیے؟" وہ پوچھے بنا نہیں رہ سکا۔اگرچہ وجہ وہ جانتا تھا۔مگر بات کرنے کے لیے کوئی بہانا بھی تو چاہئے تھا۔

"مجھے کسی کے لیے اپنے قدم روکنے کی ضرورت نہیں ہے مگر میں اپنی صبح خراب کرنا نہیں چاہتی، اگر چہ زندگی تو خراب ہو ہی چکی ہے۔" وہ زہر میں بجھے لہجے میں بولی۔

اس سے بات کا آغاز کرکے اس نے گویا اپنی شامت کو آپ آواز دی تھی۔ صبح ہی صبح ڈرون حملوں کی ابتداء ہوئی تھی۔

"آپ شکوؤں کے سوا کچھ اور بھی کرسکتی ہیں؟" صبح ہی صبح پہلا میزائل داغ دیا۔"ناراضی اپنی جگہ مگر بات تو پیار سے بھی کی جاسکتی ہے۔یا پھر پیار کی کوئی کہانی آپ کی کتاب میں جگہ ہی نہیں رکھتی؟ کہیں آپ کو محبت سے الرجی تو نہیں؟" اسے چھیڑ کر وہ اس کی بیگانگی ختم کرنا چاہتا تھا یا صبح کو خوش گوار بنانا مقصود تھا۔

وہ تنے ہوئے عصاب کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی۔ہونٹ سختی سے بھینچے ہوئے تھے جیسے وہ بولنے کا قصد کرنا نہ چاہتی ہو یا اسے خاطر خواہ اہمیت نہ دینا چاہتی ہو۔

"ٹھیک ہے، آپ کو یہاں دیکھ کر خوشی اور حیرت ہوئی؟" وہ اپنی حیرانی بیان کررہا تھا۔

"اتنا بڑا معرکہ مارنے کے بعد بھی آپ کو اس بات کا یقین نہیں تھا؟" وہ بولنے کا ارادہ نہ رکھتے ہوئے بھی چپ نہیں رہ سکی تھی۔

"اوہ!" اس نے ہونٹ سکوڑے۔ "کتنے شکوے ہیں نا آپ کو، فرصت ملتے ہی گنوانا شروع کردیتی ہیں۔"

"آپ کو شرم نہیں آتی؟" وہ اکتا کر بولی تھی۔

"شرم کس بات کی؟ شوہر ہونے کے باوجود اتنی دوری پر کھڑا ہوں۔ رکھ رکھاؤ، پورے ادب و آداب سے بات کررہا ہوں، الگ کمرے میں رہ رہا ہوں، اس سے زیادہ شرم بھی ہوسکتی ہے؟" وہ ہر بات کو مزاح کا رنگ دے کر جیسے ماحول کو خوش گوار بنانا چاہ رہا تھا۔

"میں آپ سے کوئی بات کرنا نہیں چاہتی۔" اس نے دوٹوک انداز میں کہا۔

"بات نہیں کرنا چاہتیں؟ اوہ آپ میرا دل توڑ رہی ہیں۔" وہ سنجیدہ نہیں تھا۔

"میں اگر یہاں آگئی ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ اس کو اپنی جیت سمجھ لیں۔" وہ جتاتے ہوئے بولی۔

"آپ یہاں میرے لیے نہیں آئیں؟" اس نے اس کی جانب پیش قدمی کرتے ہوئے کہا۔ لبوں پر ایک دھیمی مسکراہٹ تھی۔ جیسے وہ محظوظ ہورہا تھا۔

وہ ایک قدم پیچھے ہٹی تھی۔ صبح ہی صبح وہ کوئی بدمزگی نہیں چاہتی تھی جو اس کی صبح اور پورے دن کو خراب کردے جب کہ وہ اس کی پوری عمر کو پہلے ہی اپنے معرکوں کی نذر کر چکا تھا۔

"میں یہاں آپ کے لیے نہیں آئی، یہ سچ ہے۔" وہ ایک قدم مزید پیچھے ہٹتی ہوئی بولی۔ معارج تغلق اس کی جانب پیش قدمی کررہا تھا اور کمرے کے اندر آگیا تھا۔

"مجھے ڈرانے کے سارے جتن کرکے دیکھ لیں آپ، مگر اب میں آپ سے ڈرنے والی نہیں ہوں۔" اس کا لہجہ مضبوط تھا۔اس کی آنکھیں بے خوف تھیں، وہ نڈر تھی۔

"کیا واقعی نہیں ڈرتیں آپ؟" وہ آگے بڑھتا ہوا بولا تھا۔"میں بھی کب چاہتا ہوں کہ آپ ڈریں؟ میاں بیوی میں خوف کا نہیں پیار کا رشتہ ہوتا ہے اگر آپ مجھ سے ڈریں گی تو میں آپ سے پیار کیسے کروں گا؟" وہ اسے زچ کررہا تھا۔

"میں نے آپ سے زیادہ..." وہ پیچھے ہٹنے کے چکر میں دیوار سے جالگی تھی۔ سر پیچھے دیوار سے ٹکرایا تھا۔ایک درد کا احساس ہوا تھا۔معارج تغلق نے مداوا کرنے کو ایک لمبا ڈگ بھر کر اسے تھاما۔وہ آنکھیں بند کیے کھڑے تھی۔اس کی خوش بُو اطراف میں تھی مگر وہ اپنے اندر اتنی ہمت اور طاقت محسوس کررہی تھی کہ اسے پرے دھکیل سکے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"میں تم سے نفرت کرتی ہوں معارج تغلق، آپ میرے ساتھ کھیل کھیلنا بند کردیں۔" وہ جیسے بہت تھکے ماندے لہجے میں بولی تھی۔آنکھیں بند تھیں، وہ جیسے اس کا براہِ راست سامنا کرنے سے کترا رہی تھی۔

معارج تغلق کو اچھا محسوس نہیں ہوا تھا۔ہم اپنے اندر محبت کو جھیلنے کی اور دھتکارنے کی صلاحیت تو رکھتے ہیں مگر کسی کی نفرت محسوس کرکے دل پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوجاتی ہے جو بیان نہیں کی جاسکتی۔وہ اس کی پسندیدہ ہستی نہیں تھا۔یہ وہ جانتا تھا اور اس کے اس اقدام کے بعد جب وہ اسے اپنے ساتھ باندھ چکا تھا۔وہ اسے چھوڑ کر ایک قدم پیچھے ہٹا تھا۔وہ اگرچہ آنکھیں بند کیے کھڑی تھی۔مگر اس کے دور ہٹنے کا احساس ہوا تو اس نے اپنی آنکھیں وا کردیں۔

"آپ کے لیے میرے احساسات کیا ہیں یہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔میں نہیں چاہتی اگر میں یہاں ہوں تو آپ کوئی غلط فہمی میں رہیں یا پھر اس بات کا فائدہ اُٹھانے کی کوشش کریں۔آپ نے میرا جتنا نقصان کرنا تھا کرلیا۔

اب میں آپ کو مزید نقصان کی اجازت نہیں دوں گی۔" وہ جیسے اسے جتا رہی تھی۔

معارج تغلق نے اس دھان پان سی لڑکی کو دیکھا تھا۔اس کا لہجہ مضبوط تھا، مگر جس طرح وہ اسے دھمکا رہی تھی اس پر جانے وہ کیوں مسکرادیا تھا۔

"ہمارے درمیان سیز فائر نہیں ہوسکتا کیا؟" وہ ایک مضبوط مرد تھا مگر اس کے سامنے جانے کیوں پل میں ساری مضبوطی ڈھے جاتی تھی یا پھر وہ نرمی برتنے کی روایت نبھانا چاہتا تھا۔

"کیا ہم میں کوئی دوستی نامی شے جگہ بنا سکتی ہے؟" وہ بہت دوستانہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔

"کیا قاتل اپنے مقتول سے دوستی کرسکتا ہے؟" وہ اس سے پوچھ رہی تھی۔

"ہاں دوستی ہوسکتی ہے اگر دونوں کی راہیں ایک ہوں اور ضروری نہیں کہ جان سے مارا جائے ہتھیار سے وار کیا جائے۔ہتھیار محبت بھی ہوسکتا ہے، اگر میں محبت سے آپ کو مار سکوں تو شاید معرکہ بہت مختلف اور اپنی نوعیت کا ہوگا نا؟" وہ مسکراتے ہوئے اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

معارج تغلق نے جیسے ٹھان لی تھی کہ ہار نہیں مانے گا۔اب ہار کس کی ہونا تھی یہ شاید وقت کو طے کرنا تھا۔ایسے میں جب دونوں اپنے اپنے ارادوں میں ڈٹے کھڑے تھے۔

ان دونوں کو غالباً ناشتے کی ٹیبل پر پہنچنے میں تاخیر کے باعث رستم ہدایت لے کر اوپر آگیا تھا۔ادب سے دروازے پر دستک دی تھی۔معارج تغلق نے گردن گھما کر دیکھا تھا۔

"بیگم صاحبہ پوچھ رہی ہیں، آپ ناشتے کے لیے نیچے آئیں گے یا ناشتہ اوپر ہی بجھوادوں؟"

"کیا بہتر رہے گا؟ اپنی بیگم صاحبہ سے پوچھ لو، پہلے اگر گھر میں ممی کی چلتی تھی تو اب ان کی بہو کی چلے گی نا؟" وہ قطعاً سنجیدہ نہ تھا۔رستم اس پر مزاح انداز پر مسکرایا نہیں تھا۔مگر اتنے ہی ادب سے انائیا ملک کی جانب متوجہ ہوا تھا۔

"چھوٹی بی بی آپ کا ناشتہ روم میں پہنچادیا جائے یا آپ نیچے آئیں گی؟"

"میں ناشتہ اپنے کمرے میں کرنا چاہوں گی۔کسی اور کو کیا کرنا ہے یہ تم ان ہی سے پوچھ لو؟" اس کے آرڈر دیتے ہی رستم پلٹ گیا تھا۔

"کہا جاتا ہے نئی دلہن کے ناز نخرے اُٹھائے جاتے ہیں۔شاید کھانا اپنے ہاتھ سے کھلایا جاتا ہے؟" وہ مکمل شرارت کے موڈ میں تھا۔وہ جتنا سختی کا مظاہرہ کررہی تھی وہ اتنا نرمی پر مائل تھا۔

وہ نظریں اس پر گاڑے اسے مکمل خفگی سے گھور رہی تھی انداز ناپسندیدگی رکھتا تھا مگر معارج تغلق کو جیسے پروا نہیں تھی۔

"اب اگر ناز برداریاں نہیں کروں گا تو شکوہ آپ ہی کریں گی۔ڈیڈی نے کل رات کہا تھا کہ وہ کوئی کوتاہی برداشت نہیں کریں گے۔آپ چاہتی ہیں کہ میرے والد محترم مجھے اس گھر سے باہر

کردیں؟" وہ سعادت مندی کی انتہا کررہا تھا۔اس نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر اس کے سامنے کردیئے تھے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"میرے پاس ہاتھ ہیں، میں کھا سکتی ہوں، بہت شکریہ آپ کا... مجھے آپ کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ دو ٹوک انداز میں بولی تھی۔

"کیا آپ مجھے گھر سے نکلوانے کا ارادہ کرکے آئی ہیں؟" وہ شکوہ کرتے ہوئے بولا۔

"میرا آپ سے کوئی واسطہ نہیں۔میں آپ کو پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ میری کمزوری کو غلط رنگ نہ دیں۔میں یہاں آپ کے حوالے سے ضرور آئی ہوں مگر آپ کے لیے نہیں آئی۔" اس کا لہجہ کسی حد تک لاتعلق تھا۔وہ لب بھینچ کر خاموشی سے اس کی سمت دیکھنے لگا تھا۔پھر پلٹا اور باہر نکل گیا۔

اس کا انداز عجیب سا تھا۔وہ شخص اس کی سمجھ سے بالا تر تھا مگر فی الحال یہ غنیمت لگا تھا کہ وہ وہاں سے چپ چاپ چلا گیا تھا۔

...☆☆☆...

"گرینی کہتی ہیں کبھی کبھی جب کسی شے کو بہت تلاشا جائے تو وہ نظروں سے اتنی ہی اوجھل ہوتی دکھائی دیتی ہے اور جب اس کی تلاش ختم ہو جائے تو

وہ اپنے آپ نظروں کے سامنے آجاتی ہے۔" للی نے تھکے ماندے انداز میں کہا اور سر سیٹ کی پشت گاہ سے ٹکادیا۔

دامیان نے اس پر ایک نگاہ ڈالی اور پھر نظریں ونڈ اسکرین پر مرکوز کردیں۔

"تمہیں نہیں لگتا تم ضرورت سے زیادہ پریشان ہورہی ہو اگر وہ تمہیں مل بھی جاتا ہے جسے تم ڈھونڈ رہی ہو تو پھر کیا ہوگا؟ تم اب اس اسٹیج پر ہو جہاں تمہیں انگلی پکڑ کر چلنے کے لیے کسی کی ضرورت نہیں تو اس سے کیا فرق پڑے گا کہ اب وہ تمہیں ملے یا نہ ملے؟" دامیان سپاٹ لہجے میں بولا۔

وہ جانے کیوں دھیمے سے مسکرا دی تھی۔

"کبھی کبھی خود سے کیے گئے وعدے آپ کوباندھ دیتے ہیں دامیان سوری۔مجھے اس بندے سے کوئی مطلب نہیں۔میرے لیے وہ کوئی معنی نہیں رکھتا۔مگر میری ماں کی سچائی میرے لیے معنی رکھتی ہے۔رشتے اہمیت تب رکھتے ہیں جب انہیں نبھایا جائے اور جب ٹھکرادیا جائے تو وہ بوجھ بن جاتے ہیں۔ایک بھولے ہوئے ارادے کی طرح یا ٹوٹتے خواب کی طرح۔میری تلاش مجھے نہیں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میری ہمتوں کو تھکا رہی ہے کیونکہ میں نہیں جانتی میں کیا کررہی ہوں اور کیوں کررہی ہوں؟ یا پھر یہ کہ یہ ٹھیک بھی ہے کہ نہیں؟ مگر میں یہ جانتی ہوں۔یہ میری ماں کے لیے ہے اور دور کہیں خلاؤں میں وہ مجھے دیکھ رہی ہے۔کسی ٹوٹتی آس سے گھنے بادلوں کے پیچھے سے مجھے جھانک رہی ہے اور چاہتی ہے میں اس تلاش تک پہنچوں اور کوئی نتیجہ اخذ کروں۔ہم سارے اپنے حصے کی آدھی آدھی سچائیاں جانتے ہیں سوری، تم شاید مجھے پاگل سمجھ رہے ہو، سارے کام کاج چھوڑ کر میں یہاں پرائے دیس میں انجانے لوگوں کے بیچ آگئی ہوں۔مگر میرا دل کہتا ہے، کہیں کوئی سچائی ہے جو میری آدھی ذات کو مکمل کرسکتی ہے یاپھر یہ نہیں تو میرے سکون کا باعث بن سکتی ہے۔" آج بہت زیادہ عجیب باتیں کررہی تھی۔اسے نہیں معلوم تھا اس بظاہر مغربی طرز کی دکھائی دینے والی لڑکی کی ذات میں کوئی ایسی لڑکی بھی پوشیدہ تھی جو اتنی گہرائی اپنے اندر رکھتی تھی۔وہ اسے شاید ظاہر سے دیکھتا تھا۔

اوپر اوپر سے وہ اس کی نظروں کو خود پر محسوس کرکے چونکی تھی۔

"کیا ہوا؟ اس طرح مجھے کیوں دیکھ رہے ہوں؟" وہ سر نفی میں ہلانے لگا۔

"مجھے لگتا ہے تم ایسی نہیں ہو۔" شاید یہ اعتراف تھا یا انکشاف؟

"کیسی نہیں ہو؟" وہ چونکی تھی۔

"غالباً غلط سوچا تھا میں نے۔ کہیں نہ کہیں ہر لڑکی میں کچھ خفیہ پہلو ہوتے ہیں۔ جو ایک مرد کی نگاہ پر خال خال ہی ظاہر ہوتے ہیں۔"

تم اقرار کررہے ہو کہ مرد نا اہل ہیں؟"وہ مسکرائی تھی۔

"نہیں... مگر میں تمہیں شاید صرف مغربی طرز سے دیکھ رہا تھا۔ مگر عورتوں کو سمجھنا ہو تو شاید یہ تیکنیک کارگر نہیں ہوتی۔ مغربی ہوں یا مشرقی۔ عورتوں کی نفسیات مختلف نہیں ہوتی۔ بے شک جنس "عورت" ہونا ہے۔ جو کہ ہمیشہ سے خاموش دکھائی دیتی ہے مگر ہوتی نہیں۔"

تمہیں اوپر سے دیکھا تو لگا تم سمندر جیسی ہو۔ پر سکوت، جیسے کسی سے کوئی سروکار نہیں۔ واسطہ نہیں، مگر شاید ایسا نہیں ہے۔ تم اتنی پرسکوت نہیں ہو۔ اندر کہیں بہت شور سنائی دیا ہے، اور یہ شور بتاتا ہے کہ یہ سمندر اتنا خاموش نہیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے وضاحت کی تھی۔ وہ کچھ سمجھتے ہوئے، کچھ نہ سمجھتے ہوئے اس کی سمت دیکھنے لگی، پھر جیسے تھک کر شانے اُچکادیئے۔

"تم نے اخبار میں اشتہار دینا تھا اس کا کیا ہوا؟" دامیان نے پوچھا تھا۔

"ہاں، میں نے دے دیا ہے اس اتوار کو آئے گا۔ مجھے امید ہے کوئی سراغ تو ہاتھ لگے گا۔ تم نے اچھا مشورہ دیا۔ مجھے پہلے دھیان کیوں نہیں آیا؟" وہ جیسے خود کو قصوروار سمجھ رہی تھی۔

"اتنی بڑی بات نہیں ہے لی۔ تمہیں کہیں اور جانا ہے یا سیدھا گھر ڈراپ کردوں؟" دامیان نے پوچھا تھا۔

"میں تھک گئی ہوں دامیان۔ سیدھا گھر جانا چاہوں گی۔ کل مجھے کچھ شاپنگ کرنا ہے اگر تمہارے پاس وقت ہو تو آجانا۔" وہ اطمینان سے کہہ کر آنکھیں میچ کر سیٹ کی پشت گاہ سے سر ٹکا گئی تھی۔

...☆☆☆...

عدن کو پتا چلا تو بہت حیران ہوا۔ باقاعدہ فون کرکے اس کی کلاس لی تھی۔

"تمہارا دماغ چل گیا ہے انایا؟ سر ہی پھوڑنا تھا تو کوئی اور آلہ بھی تو استعمال کیا جاسکتا تھا۔ یہ ایک ہی راستہ کیوں اپنایا؟" اس کے تعلق محل منتقل ہوجانے پر وہ شدید ترین حیرت میں مبتلا تھا۔

”تم نے گھر فون کیا تھا؟“ انائیا نے پوچھا تھا۔

”نہیں میں تم سے ملنے گیا تھا۔ تبھی پھپھو سے پتا چلا کہ تم نے اپنی سسرال جانے کا فیصلہ کرلیا اور چپ چاپ سدھار بھی گئیں۔“ وہ یقیناً اس فیصلے سے خوش نہیں تھا اور حیرت اسے انائیا ملک پر بھی تھی۔

”میری سمجھ میں واقعی نہیں آرہا، انائیا تم نے یہ فیصلہ کس بنا پر اور کیوں کیا؟ میں نے آج تک گھوڑے کو گھاس سے دوستی کرتے نہیں دیکھا، شیر کو گھاس چرتے نہیں دیکھا اور بکری کو شکار کرتے نہیں دیکھا۔“ وہ اپنی نوعیت کی عمدہ ترین امثال دے رہا تھا۔

”تم مجھے اس ساری کہانی میں بکری بنارہے ہو؟“ وہ رسانیت سے بولی۔

”آپ یقیناً شیر ہو نہیں سکتیں اور گھوڑا آپ کی طبیعت سے میچ نہیں کرتا، لے دے کر ایک بکری ہی بچتی ہے سو یہی مثال کارگر ہے۔“ عدن نے تپے ہوئے لہجے میں کہا تھا۔

”میں بکری نہیں ہوں عدن۔ میں اپنی حفاظت کرنا جانتی ہوں۔“

”شیر کی کچھار میں بیٹھ کر تم اپنا بچاؤ کروگی؟“ وہ سخت ناراض ہورہا تھا۔

”انائیا ملک... مجھے سچ میں تمہاری بہت پروا ہے۔ مجھے حیرت ہے تمہیں خود اپنی پروا کیوں نہیں۔“ وہ افسوس کررہا تھا۔ غالباً اس کی عقل پر۔

”تمہیں یہ فیصلہ غلط لگتا ہے عدن؟“ وہ پورے سکون سے پوچھ رہی تھی۔

”غلط... یہ ایک معمولی لفظ ہے۔ انتہائی غلط کیا ہے تم نے انائیا ملک۔ مگر مجھے حیرت ہے تمہیں اس کا احساس کیوں نہیں ہے۔ تمہیں نہیں لگتا تم اپنی شامت کو آپ آواز دے رہی ہو؟ اوکھلی میں سر دینا اسے ہی کہتے ہیں غالباً؟“ عدن تمام محاوروں کا استعمال اسی وقت کرنا ضروری سمجھ رہا تھا۔

”عدن، ممی اور نانا کیسے ہیں؟“ وہ موضوع سے ہٹتی ہوئی بولی تھی۔

”ٹھیک ہیں... مگر تمہارے اس فیصلے نے انہیں ہلا کر رکھ دیا ہے۔ وہ سب بھی اتنے ہی حیران ہیں کہ تم کیسے اچانک سے اُٹھ کر تغلق محل پہنچ گئیں۔ اگر یہی کرنا تھا تو پھر اس واویلے کی کیا ضرورت تھی؟ ایک طرف تم حق کی بات کررہی تھیں۔ حقوق کے لیے مرنے مارنے پر تُلی تھیں اور پھر ایک دم سے اچانک۔“ وہ بولتے بولتے رُکا تھا۔

"ایک منٹ... کہیں تم؟ کہیں انہوں نے ڈرایا دھمکایا تو نہیں؟" عدن کو نتیجے پر پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگی تھی۔

"نہیں ایسا کچھ نہیں ہوا۔ میرے اوپر کسی طرح کا کوئی دباؤ نہیں تھا۔ میں کسی اسکینڈل کا حصہ بننا نہیں چاہتی عدن۔ میں ایک عام سی لڑکی ہوں۔ ایک عام سی زندگی جیتی آئی ہوں۔ مجھے ہمیشہ سے قطار کے درمیان کھڑے ہونے کی عادت ہے۔ میں قطار کے شروع یا آخر میں کھڑے ہو کر کسی طرح بھی نمایاں ہونا نہیں چاہتی۔ مجھے شہرت سے کوئی سروکار نہیں۔ بات عزت کی تھی، میری عزت، فیملی کی عزت اور مجھے یہی مناسب لگا کہ میں خود کو اس راہ پر ڈال دو اور پھر تم بھی تو مانتے ہو کہ جو ہوتا ہے اچھے کے لیے ہوتا ہے۔" وہ رسانیت سے کہہ رہا تھی۔

"انائیا ملک یہ تم کہہ رہی ہو؟ مجھے یقین نہیں آرہا۔ تم ایسا سوچنے والی لڑکی تو نہیں تھیں۔" عدن بیگ حیران ہوا۔

"عدن ممی اور نانا کا خیال رکھنا۔ میں بھی آتی جاتی رہوں گی مگر میرے بعد وہ دونوں بہت تنہا ہوگئے ہیں۔" انائیا نے اسے ہدایت دی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"انائیا تم فکر نہ کرو ویسے تم غلط کررہی ہو۔ تم ہی نے تو کہا تھا وہ آدمی ٹھیک نہیں۔" عدن کو اس کی بہت فکر تھی۔

"انہوں نے تمہیں ڈرایا دھمکایا ہے نا انائیا؟" عدن کی سوئی وہیں اٹکی ہوئی تھی وہ ماننے کو تیار نہیں تھا کہ وہ اپنی عقل اور مرضی سے تغلق محل جاسکتی ہے۔

"نہیں ... ایسا کچھ نہیں ہے۔ تم ممی کا خیال رکھنا میں تم سے پھر بات کروں گی۔" انائیا نے یہ کہہ کر فون رکھ دیا۔

عدن کو حیرت ہوئی تھی مگر وہ احتجاج نہیں کرسکا تھا۔

☆...☆☆☆...☆

"آج پارسا چوہدری کی سالگرہ ہے، کیا یہ بات کوئی جانتا ہے؟"ایکسل نے گویا انکشاف کیا۔ انابیتا بیگ چونکی تھی۔

"پارسا کی سالگرہ ہے اور اس نے ہمیں بتایا تک نہیں؟"

"انابیتا بیگ شاید وہ بتانا نہیں چاہتی مگر تمہاری تو وہ قریبی دوست ہے سو ہمیں لگا تمہیں تو یہ بات معلوم ہوگی۔" ایکسل مسکرادیا۔

"نہیں میں واقعی نہیں جانتی۔" اناہیتا نے جیسے اعتراف کیا۔

"اس کا مطلب ہے وہ ہمیں ساری باتیں نہیں بتاتی۔" ایکسل نے کہا۔

"شاید..." اس نے دور سے یلماز کمال کے ساتھ چلتے ہوئے دیکھا تھا۔

اسے حیرت ہوئی تھی، وہ جتنا اسے یلماز کمال سے دور رکھنے کی کوشش کرتی تھی وہ اتنا اس کے قریب جا رہی تھی۔

ایسا کیا تھا ان دونوں کے بیچ؟ کیا کشش کھینچتی تھی پارسا چوہدری کو؟ کہیں وہ جذباتی طور پر اس شخص کے ساتھ کوئی وابستگی تو نہیں رکھتی تھی؟

"یلماز کمال کے ساتھ آج کل پارسا چوہدری کچھ زیادہ دکھائی نہیں دے رہی؟" ایکسل نے اس کی نظروں کا تعاقب کیا۔اناہیتا جواب میں کچھ نہیں بولی۔

"تمہیں اسے سمجھانا چاہیے اناہیتا! وہ ٹھیک نہیں کر رہی۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"میں کسی کے ساتھ زبردستی نہیں کرسکتی ایکسل۔اگر اس کو یہ ٹھیک لگتا ہے تو پھر ٹھیک ہی ہوگا۔ہم منع کریں گے وہ نہیں سمجھے گی، کبھی کبھی بندہ دوسروں کے تجربات سے سیکھنا نہیں چاہتا۔وہ خود تجربہ کرنا چاہتی ہے تو کرے۔" اناہیتا بیگ سمجھا کر دیکھ چکی تھی مزید اس کی ذات میں مداخلت کرنا نہیں چاہتی تھی۔

"مگر یہ ٹھیک نہیں ہے اناہیتا وہ ہماری دوست ہے۔" ایکسل کو فکر ہو رہی تھی۔

"دوست ہونے کا مطلب سب کا کھرا کھوٹا دیکھنا نہیں ہوتا ایکسل۔کسی کی زندگی میں بے وجہ مداخلت نہیں کی جاتی۔میں نے اس کو بتادیا تھا وہ اچھا انسان نہیں ہے مگر وہ نہیں سمجھتی۔پارسا کی لاجک شاید ہم سے مختلف ہے۔وہ کچھ ڈھکی چھپی لڑکی ہے۔اپنی زندگی کو اپنے طور پر جینا چاہتی ہے تو جی لے۔" اناہیتا مزید مداخلت کرنا نہیں چاہتی تھی۔

"مگر پارسا کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے یا نقصان پہنچتا ہے تو دُکھ ہمیں ہی ہوگا نا۔" ایکسل نے کہا تھا۔

"ہمارا کام تھا اسے بتانا، سووہ کردیا وہ کوئی بچی نہیں۔وہ اچھا بُرا سمجھ سکتی ہے۔" وہ لاتعلق رہنے کی مکمل سعی کررہی تھی اور تب ایکسل نے بھی شانے اُچکا دیئے تھے۔

☆...☆☆☆...☆

زائرہ ملک نے اخبار دیکھا تو وہ چونک سی گئیں۔

"کیا ہوا تم نے ناشتے سے ہاتھ کیوں روک لیا؟" نانا چونکے تھے۔

"کچھ نہیں ابا۔" زائرہ ملک نے اخبار طے کرکے ایک طرف رکھا اور چائے اُنڈیلنے لگیں۔

"ایسا کیا تھا خبار میں کہ تم نے ہاتھ روک لیا۔" نانا نے پوچھا۔

"تغلق فیملی نے ایک بڑی سی دعوت کا اعلان کیا ہے۔" زائرہ ملک نے سرسری انداز میں بتایا۔

"تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔یہ تو اچھی بات ہے۔" نانا نے کہا۔

"ہاں مگر..." ممی کچھ بولتے بولتے رہ گئیں۔تبھی عدن آگیا۔

"آؤ عدن... کیسے ہو بچے؟" ممی نے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں پھپھو... دادا جی آپ ٹھیک ہیں؟"

"ہاں بچے میں ٹھیک ہوں۔بیٹھو ناشتہ کرو۔" نانا نے کہا تو وہ کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"پھپھو مجھے انائیا پر حیرت ہے۔آپ نے اسے ایسا کیسے کرنے دیا اور آج کا اخبار دیکھا آپ نے؟"

"ہاں،دیکھا ہے۔ان کی دعوت کی خبر ہے۔" زائر ملک نے سکون سے کہا۔

"پھپھو مجھے نہیں لگتا،یہ ٹھیک ہوا۔آپ نے اتنا بڑا فیصلہ کیسے کرلیا۔وہ کبھی کسی مشورے یا صلاح کے بنا، ممی ڈیڈی بھی شکوہ کررہے تھے۔آج شام وہ چکر لگائیں گے۔" عدن نے ماں باپ کی برہمی کے بارے میں بتایا۔

"عدن بیٹا ہم نے انائیا پر کوئی زور نہیں ڈالا۔اس نے جو بھی فیصلہ کرلیا یہ اس کا اپنا فیصلہ ہے۔" نانا نے بتایا۔

"وہ اتنی سمجھ دار ہے کہ کوئی بھی اس پر اپنے فیصلے مسلّط نہیں کرسکتا۔" نانا بچوں کے معاملے میں کسی حد تک آزادی کے قائل تھے تبھی اس کے کیے فیصلے کو غلط قرار نہیں دیا تھا۔

"مگر دادا اس بار مجھے انابیہ کا فیصلہ درست نہیں لگا۔ آپ جانتے ہیں وہ لوگ کتنے بڑے لوگ ہیں اور اس پر سیاسی بیک گراؤنڈ، وہ اگر انابیہ کو بہلا پھسلا کر لے بھی گئے تو کہیں اسے کوئی نقصان نہ پہنچا دیں۔" عدن کو فکر تھی۔

"وہ اچھے لوگ ہیں عدن۔ اس بات کا اندیشہ نہیں ہے اس پر تمہاری پھپھو بھی پریشان ہیں۔ مگر ساری بات اعتبار کی ہوتی ہے اور ہمیں کسی نا کسی پر اعتبار تو کرنا ہی پڑتا ہے اور پھر شادی تو خالصتاً قسمت کا فیصلہ ہے۔ سارے معاملات تو آسمانوں پر طے پاتے ہیں۔ زمین پر تو صرف وسیلے اور ذریعے بنتے ہیں۔" نانا کسی حد تک جدت پسند تھے۔

"ابا مجھے جانا ہے آپ دوائیں وقت پر کھا لیجئے گا۔ عدن ناشتہ کر لو اگر دیر نہیں ہو رہی تو کچھ وقت ابا کے ساتھ گزار لو۔ بھائی بھابی کو سلام کہنا اور میں شام میں انتظار کروں گی۔" زائرہ ملک کہنے کے ساتھ

بیگ شولڈر پر ڈال کر چلتی ہوئی باہر نکل گئیں اور عدن نانا کے ساتھ بات کرنے لگا۔

...☆☆☆...

میری بارشوں سے دوستی نہیں ہے

مجھے جگنو اچھے نہیں لگتے

میری آنکھوں کی روشنی

میرے خدوخال

میرے ہونے کا یقین

تیرے خیالوں کے گمان میں قید ہے

میری بارشوں سے دوستی نہیں

بند کمروں میں گھٹن کچھ اور بڑھ جاتی ہے

وہ چائے کا کپ لے کر سیڑھیوں پر آن بیٹھی تھی۔

موسم سرما کی بارشیں بھلی معلوم ہوتی ہیں مگر اس کی دلچسپی کسی منظر کی دلکشی میں نہیں تھی۔وہ چپ چاپ چائے پی رہی تھی، جب پورچ میں گاڑی رُکی تھی، عدن بیگ اُترا اور چلتا ہوا اس کی سمت آگیا۔

"لگتاہے آپ کو بارش بہت پسند ہے۔تبھی آپ نے ٹھنڈ کا بھی خیال نہیں کیا اور یہاں آکر بیٹھ گئیں۔" عدن نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

مگر پارسا چوہدری مسکرائی نہیں تھی۔بس خاموشی سے اس کی سمت دیکھا تھا۔

"کیا ہوا، کوئی پرابلم ہے کیا؟" وہ سیڑھیوں پر قریب ہی بیٹھ گیا۔

"نہیں... کوئی پرابلم نہیں ہے۔"

"پھر اتنی خاموشی کیوں؟" وہ مسکرایا، انداز دوستانہ تھا۔

"نہیں... خاموشی نہیں ہے۔بارش کی آواز سننے کی کوشش کررہی تھی۔" وہ دھیمے سے مسکرائی تھی۔

"اوہ،تو آپ ایک شاعرانہ مزاج رکھنے والی لڑکی ہیں۔جیسے بارش کی آواز سے لگاؤ ہے اور بارشوں میں چلنے کا لطف ملتا ہے۔" عدن نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"نہیں... مجھے بارشوں میں چلنے کا بھیگنے کا کوئی شوق نہیں۔مجھے بارشیں بالکل بھی پسند نہیں ہیں۔" وہ جیسے صاف گوئی سے بولی۔

"مگر آپ یہاں کیوں بیٹھی ہیں اگر آپ کو بارشوں سے کوئی لگاؤ ہی نہیں ہے تو۔"

"مجھے بند کمرے میں بیٹھنا بھی پسند نہیں، وہاں گھٹن بڑھ گئی تھی اور میں یہاں چلی آئی، آپ کو بارش پسند ہے؟"

"بارش اتنی بُری بھی نہیں ہوتی۔" وہ مسکرایا اور ایک دھیمی سی مسکراہٹ پارسا چوہدری کے لبوں کو بھی چھوگئی تھی، غالباً وہ رسمی سا انداز تھا۔وہ نہ اسے نظر انداز کرسکتی تھی نا اُٹھ کر اندر جاسکتی تھی۔وہ اس کا گھر تھا۔

"آپ ہر گھڑی ٹینشن میں کیوں رہتی ہیں؟ میں نے کبھی آپ کو مطمئن نہیں دیکھا۔جب بھی دیکھا ہر بار لگا جیسے آپ اُلجھی اُلجھی سی ہیں۔"

"ایسا نہیں ہے مگر..."

"مگر کیا؟کیا آپ بتانا چاہتی ہیں کہ آپ واقعی پریوں کے دیس سے آئی ہیں اور آپ کے دیس میں بارشوں سے تعلق نہیں رکھا جاتا؟ اگر پرّوں کو بھگو دیں گی تو آپ اُڑ نہیں پائیں گی؟" وہ پر مزاح انداز میں کہہ رہا تھا۔

"ایسی کوئی داستان میرے دیس سے منسوب نہیں اگرمیں پریوں کے دیس سے ہوں بھی تو مجھے یہ اندیشہ ہر گز نہیں کہ میرے پَر بھیگ کر مجھے اُڑنے میں مدد نہیں دے سکیں گے۔میں قدموں سے چلنا سیکھ گئی ہوں۔" وہ مسکرا کر بات کو مذاق میں ٹالنا چاہ رہی تھی۔مگر جس طرح وہ اسے بغور دیکھ رہا تھا اس پر وہ بدستور مسکرا نہیں سکی تھی اور لب بھینچ لیے تھے۔

"آپ نے لب کیوں بھینچ لیے؟ آپ مسکراتی ہوئی اتنی بُری نہیں لگتیں۔پھر مسکراتی کیوں نہیں؟" عدن بیگ نے چھیڑا۔

"مجھے معلوم ہے میں مسکراتی ہوئی اچھی لگتی ہوں مگر مسکرانے والی کوئی بات بھی تو ہو۔"

"چلیں آج بتادیں۔آپ کا بھید کیا ہے۔" وہ جیسے مدعے پر آتا ہوا بولا، وہ چونک پڑی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ایک پل کو چہرے کا رنگ بدلا اور آنکھیں مزید اس کی جانب دیکھ نہیں سکیں۔

"کون سا بھید؟"وہ جیسے کتراتی ہوئی بولی۔

عدن بیگ نے اس کے چہرے کو بغور دیکھا تھا۔وہ جیسے ایک پل کو ساکت رہ گئی ہو، اس پر وہ کچھ شرمندہ سا ہوگیا۔شاید وہ خود میں قید رہنے والی لڑکی تھی اور اسے اس کے اندر سے کھینچ کر باہر نکالنے کی کوشش نہیں کرنا چاہیئے تھی۔

"آپ کی آنکھوں میں جو رنگ ہیں ان کا کوئی بھید تو ہے نا؟" اس نے دوستانہ انداز میں مسکرا کر کہا تاکہ اس کا اعتماد بحال ہوسکے۔

"میری آنکھیں کوئی بھید نہیں رکھتیں عدن بیگ۔آپ ایسے کیوں سوچ رہے ہیں؟" وہ جیسے سنبھل کر مسکرائی تھی۔

عدن بیگ نے کچھ دیر خاموشی میں اسے دیکھا تھا۔

"میرے ساتھ چلیں گی آپ؟" عجیب خواہش تھی۔

"کہاں...؟" وہ چونکی تھی۔

"آپ کی دنیا میں آنا چاہتا ہوں میں۔ آپ رہنمائی کریں گی تو رستوں سے اتنی اجنبیت نہیں رہے گی۔" وہ غالباً سنجیدہ نہیں تھا۔

"وہ بارش کی بوندوں کو پتّوں پر گرتا دیکھ رہی تھی۔

"میری دنیا آپ کی دنیا سے الگ نہیں ہے۔میں اسی دنیا کا حصہ ہوں۔اس سے باہر نہیں ہوں۔" وہ اس کی جانب دیکھے بنا بولی تھی۔

"شاید ، مگر... اگر آپ کو ہمیشہ میری دنیا میں آکر رہنا پڑے تو؟" وہ یک دم سے بولا۔اس نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

عدن بیگ کو اندازہ ہوا تھا،تبھی مسکرایا۔

"میرا مطلب ہے آپ کی دنیا پریوں کا دیس ہے اور میری دنیا یہ اصلی دنیا ؟" عدن نے بات بنائی تو وہ مسکرائی نہیں تھی۔مگر ہاتھ کی اوک میں کچھ بارش کا پانی لیا تھا اور عدن بیگ کی سمت اچھال دیا۔

عدن نے قطعاً برُا نہیں مانا ایک گھر میں رہتے ہوئے اتنی دوستی تو ہو ہی گئی تھی کہ وہ اس سے اتنا مذاق کرسکتی تھی۔

"مجھے باہر جانا ہے۔" مطلع کیا۔

"کہاں...؟" وہ چونکا۔

"کہاں...؟ یہ تو نہیں جانتی مگر میری عادت نہیں کمرے میں دبک کر بیٹھنے کی۔مجھے گھٹن ہوتی ہے۔بس کچھ دیر وقت کھلی فضا میں گزارنا چاہتی ہوں۔"

اس کے پاس گاڑی نہیں تھی اور اگر وہ اسے بتارہی تھی تو یقیناً مقصد یہی تھا کہ وہ اس کے ساتھ باہر جانا چاہ رہی ہے۔

عدن بیگ کو کوئی حیرت نہیں ہوئی، وہ چپ چاپ اُٹھ کھڑا ہوا اور ہاتھ اس کی سمت بڑھا کر اسے اُٹھنے میں مدد دی۔

وہ ایک لمحے کو ہچکچائی پھر ہاتھ تھام کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

...☆☆☆...

سدرہ تغلق نے اسے شاید کسی ضروری کام سے اپنے کمرے میں بلایا تھا۔وہ ٹیرس پر کھڑی تھی۔بارش کی تیز بوچھاڑ اسے بھگو رہی تھی وہ جانا نہیں چاہتی تھی مگر سدرہ تغلق نے اگر بلوایا تھا تو اس کا جانا ضروری تھا۔

اس گھر کے اصول وہ کسی حد تک جانتی تھی۔

رشتوں کو بہت اہمیت دی جاتی تھی اور اگر وہ معارج تعلق کے حوالے سے انہیں کوئی اہمیت دیتی تھی مگر وہ اتنی اچھی تھیں اس سے بہت پیار سے پیش آتیں کہ وہ ان کی بات ٹال نہیں سکتی تھی۔

وہ پلٹی تھی اور چلتی ہوئی نیچے آئی رستم نے بتایا تھا وہ اسٹڈی روم میں ہیں۔وہ گارڈن کے دوسری طرف تھا۔وہ جان بوجھ کر راہداری چھوڑ کر گارڈن کے بیچ میں سے گزرنے لگی تھی۔

تیز بارش اسے بھگونے لگی تھی۔جانے کتنے قدم چلی تھی کہ تبھی کسی نے اسے ہاتھ پکڑ کر پیچھے سے اپنی طرف کھینچا تو وہ حواس بحال نہیں رکھ سکی اور اس شخص سے جا ٹکرائی۔

کتنے لمحے چپ چاپ سے گزرے تھے۔مخصوص خوش بُو ناک میں گھسی تھی۔اس نے حواس بحال ہونے پر پہلی آواز جو سنی وہ اس شخص کی دھڑکنوں کی تھی۔

انائیا ملک نے سر اُٹھا کر دیکھا تھا۔

اتنی قربتوں کی تمنا اس نے کبھی نہیں کی تھی۔اس شخص کے اور اس کے بیچ اس لمحے ایک انچ کا بھی فاصلہ نہیں تھا۔وہ اس کی سمت کسی فاتح کی طرح دیکھ رہا تھا۔وہ اس کی قربتوں کا متمنی کیوں تھا؟ہر جائز... اور ناجائز طریقے سے۔

وہ اس کے قریب آنے کے جتن کیوں کرتا تھا؟

اس نے اپنی پوری طاقت سے اسے پرے دھکیل دیا تھا مگر وہ شخص اتنا لمبا چوڑا اور مضبوط تھا کہ وہ اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ پائی۔وہ صرف ایک قدم ہی پیچھے سرکا تھا اور وہ بھی دانستہ۔

”آپ مجھے چھونے کے بہانے کیوں ڈھونڈتے ہیں؟“ وہ زہر خند لہجے میں بولی۔

"مجھے آپ کو چھُونے کے لیے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں انائیا تغلق۔میں سارے حق محفوظ رکھتا ہوں۔" اس نے بردباری سے جتایا تھا۔

"کس طرح کے حق؟ زندگی برباد کرنے کے حق؟ مجھے کانٹوں پر گھسیٹنے کا حق؟ کتنے اور کون کون سے حق محفوظ رکھتے ہیں آپ؟" وہ احتجاج کرتی ہوئی بولی۔

"میں اس کی تشہیر کرنا نہیں چاہتا کہ میں کون کون سے حق محفوظ رکھتا ہوں مگر اس وقت اگر میں نے آپ کا ہاتھ تھاما تو میرا ارادہ کسی طرح کی تسکین حاصل کرنے کا نہیں تھا۔ارادہ آپ کو اس بارش میں چلنے سے باز رکھتا تھا۔تبھی آپ کا ہاتھ پکڑ کر یہاں راہداری میں کھینچ لیا۔آپ بیمار پڑ سکتی ہیں ، ٹھنڈ میں اس طرح بھیگنا مناسب نہیں۔آپ کا ہاتھ آپ کی اجازت کے بنا تھاما تو صرف آپ کے خیال سے۔آپ مجھ پر اس طرح بے وجہ الزام نہیں لگا سکتیں۔اگر مجھے کسی طرح کی تسکین حاصل کرنا ہی مقصود ہو یا پھر چھونا ہی چاہوں تو کمی نہیں ہے۔آپ دنیا کی واحد اور آخری صنف نازک نہیں ہیں۔" معارج تغلق کا لہجہ سب کچھ جتا رہا تھا۔

وہ اسے خالی خالی نظروں سے دیکھتی رہ گئی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اگر آپ کی جگہ کوئی ملازمہ بھی بارش میں اس طرح چلنے کی غلطی کرتی تو میں اسے بھی اسی طرح باز رکھتا۔رسانیت کہتے ہیں اسے۔بلا غرض ایک دوسرے کا خیال رکھنا۔بنا کسی جنسی تفریق کے۔" شاید کوئی بات بُری لگی تھی۔اس کی انا کو دھچکا لگا تھا تبھی اسے جتارہا تھا۔

وہ جیسے اس سے مزید بات کرنے کا ارادہ نہیں رکھتی تھی۔تبھی اُلٹے قدموں پیچھے ہٹی معارج تغلق نے سرعت سے اس کی کلائی تھامی تھی۔وہ اس بار پہلے سے زیادہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔وہ اپنے لفظوں سے اتنی جلدی کیسے مُکر گیا؟

ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ جتارہا تھا کہ وہ اسے چھونے کا اتنا متمنی نہیں اور اب اس کی کلائی تھامے کھڑا تھا۔

انائیا ملک نے پیچھے دیکھا تو چونک پڑی۔اس کے پیچھے سوئمنگ پول تھا اور اگر معارج تغلق اس کا ہاتھ نہیں تھامتا تو یقینا وہ جس طرح اُلٹے قدموں چل رہی تھی۔وہ سوئمنگ پول میں جاگرتی اور تیرنے کا تجربہ اسے نہیں تھا اور پانی سے فوبیا بھی تھا۔

وہ اس لمحے شرمندہ نہیں ہوئی تھی۔ جو نقصان اس کا ہوا تھا اس کے لیے وہ اتنی چھوٹی اور معمولی باتوں پر اس کی برتری تسلیم نہیں کرسکتی تھی۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ وہ اس کا ہمدرد نہیں تھا۔

انابیا ملک نے ایک قدم اس کی سمت اُٹھا کر سوئمنگ پول سے دوری اختیار کی تھی اور اس کوشش میں وہ معارج تغلق کے اور قریب ہوگئی تھی۔

نئی دلہن ہونے کی جو ناز برداریاں کرنے کی ایکٹنگ کل تک جو وہ کررہا تھا تو وہ ساری رعایت اب جاتی رہی تھی۔

اس شخص کی آنکھیں سرد تھیں اور وہ اس پر کوئی خاص حیران نہیں تھی کیونکہ وہ جانتی تھی وہ اسی طرح رنگ بدلتا تھا۔

”اس بار آپ کو چُھوا تو صرف آپ کو اس سوئمنگ پول میں گرنے سے بچانے کے لیے۔ کیونکہ اگر آپ گر جاتیں تو مجھے ایک بار پھر اپنی دلہن کو بچانے کے لیے پانی میں اُترنا پڑتا اور اس بار مجھے آپ کو اس سے زیادہ چُھونا پڑتا۔ اور آپ پہلے سے زیادہ شکوہ کرتیں۔ میں نہیں چاہتا میری نئی نویلی دلہن کسی حادثے کا شکار ہویا وہ بیمار پڑے اس لیے یہ میرا فرض بنتا ہے آپ کا

خیال رکھوں اور آپ کی فکر کروں۔ اس سے آپ کو شکوہ ہوتا ہے تو ہوا کرے۔ میں اس کی پروا نہیں کرتا۔“ وہ ہر طرح سے لاتعلق دکھائی دیا۔

”میں جانتی ہوں آپ کو کسی بات کی پروا نہیں ہے کہ میں کیا محسوس کرتی ہوں اور کیوں محسوس کرتی ہوں۔ مجھے درد ہوتا ہے یا کہ نہیں۔ اس کی پروا آپ کیوں کرنے لگے کیونکہ اگر آپ پروا کرتے تو مجھے اس کانٹوں پر نہ گھسیٹ لیتے۔ اس لیے یہ دکھاوے کی پروا کرنا بند کردیں۔ میں بارش میں بھیگوں، بھیگ کر مرجاؤں، بیمار پڑوں یا سوئمنگ پول میں گروں اور ڈوب کر مرجاؤں آپ کو ان باتوں پر نظر رکھنے کی یا میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ معارج تغلق اس گھر میں آگئی ہوں تو تمہاری جاگیر نہیں ہوگئی۔ مجھے خود سے جڑا ہوا مت سمجھیے، کئی بار جتا چکی ہوں۔ میں اس گھر میں کسی بھی حوالے سے آئی ہوں مگر میں نے نا تو اس رشتے کو قبول کیا ہے نا آپ کو معاف کیا ہے۔“ وہ جتاتے ہوئے بولی۔

وہ جانے کیوں مسکرا دیا تھا۔

"شروع ہوگئی آپ کی مظلومیت سے پُر داستان؟ آپ دس بار کہیں یا سو بار بھی کہیں گی کہ میں نے آپ پر ظلم کا پہاڑ توڑا ہے تو بات وہی رہے گی۔ کہنے پر آؤں تو میں بھی بہت کچھ کہہ سکتا ہوں مگر واویلا کرنا پسند نہیں۔"

"کس بات پر واویلا کریں گے آپ؟" وہ چونکی۔

"آپ شوہر تسلیم نہیں کررہیں۔ فرائض ادا نہیں کرنے دے رہیں۔ پاس آتا ہوں تو شکوے کرتی ہیں ذرا سا چھوتا ہوں تو واویلا کرنے لگتی ہیں۔ الزام لگاتی ہیں۔ کس طرح کی بیوی ہیں آپ؟" وہ شخص یقینا سنجیدہ نہیں تھا۔ کتنے رنگ تھے اس کے؟ وہ حیران رہ جاتی تھی اور ہر رنگ اسے پہلے رنگ سے زیادہ چونکاتا تھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہیں آپ؟ اب کیا بھیگی بھاگی اسی طرح کھڑی رہیں گی؟ اس حالت میں اگر اُٹھا کر کمرے تک چھوڑ کر آنے کی گستاخی کردی تو شاید آپ آنکھوں سے ہی قتل کردیں گی۔" ان آنکھوں میں گستاخی کا عنصر اگرچہ ناپید تھا مگر وہ اسے اس طرح نقشہ کھینچ کر ڈرا رہا تھا کہ وہ شانے پر ایک طرف شال پھیلانے پر مائل ہوگئی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"آپ انتہائی بے شرم ہیں۔" وہ کچھ خجل دکھائی دی۔ وہ بے فکری سے شانے اُچکاتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔

"اپنی بیوی سے کچھ کہنا بے شرمی کے زمرے میں کب سے آنے لگا؟" وہ غالباً شرارت پر مائل تھا اسے زچ کرنے میں اسے لطف آیا تھا۔

"آپ اب کمرے میں جائیں گی یا چاہتی ہیں کہ میں اُٹھا کر کمرے تک چھوڑ کر آؤں؟" اسے کھڑا دیکھ کر دریافت کیا تھا۔

"آپ..." وہ کچھ کہنے کا ارادہ کرتے ہوئے اس کی جانب ناپسندیدہ نظروں سے دیکھنے لگی مگر پھر کچھ کہنے کا ارادہ ملتوی کرکے وہاں سے جانے کی ٹھانی۔

سارے جسم میں ایک سرد لہر دوڑ رہی تھی۔ پورا وجود جیسے برف کا ہورہا تھا۔ وہ نیم جاں قدموں سے کمرے تک آئی تھی۔

...☆☆☆...

"تم اکیلی دکھائی دے رہی ہو انا رکلی۔ تمہاری دوست کہاں ہے؟" وہ کافی کے سپ لیتے ہوئے چونکی تھی جب دامیان شاہ نے ٹیبل پر اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"میں نہیں جانتی۔ میں نے صبح سے نہیں دیکھا۔" اناہیتا بیگ نے کہا۔

"میں تم دونوں کو ایک دوسرے کا سایہ سمجھتا تھا، وہ تمہارا دُم چھلاّ زیادہ لگتی تھی مگر یہ اچانک دوری کیونکر؟" دامیان نے اس کی کافی کا کپ بڑے آرام سے اُٹھا کر سپ لیا، اناہیتا نے اسے گھورا۔

"اپنی کافی آرڈر کرو نا۔"

"تمہاری ہے تو دوسری آرڈر کرنے کی کیا ضرورت ہے اور بھول گئیں میں نے بتایا تھا نا کہ جھوٹی کافی یا چائے پینے سے محبت بڑھتی ہے؟" وہ آنکھوں میں شرارت لیے بولا۔ اناہیتا اسے گھور کر رہ گئی۔

"تم نہیں چاہتی محبت بڑھے انار کلی؟"

"تمہیں میرے ساتھ فلرٹ کرنے میں بڑا مزا آتا ہے دامیان شاہ؟" اناہیتا نے گھورا۔

"فلرٹ کون کافر کر رہا ہے۔ تمہارے سنسز کمزور ہیں انار کلی کہ محبت اور فلرٹ کی تعریف بھی نہیں کر سکتیں؟" دامیان شاہ کو لطف آتا تھا اسے چھیڑ کر، اس کی کافی کے کپ کی چسکیاں لیتے وہ اسے چڑا رہا تھا، مگر وہ بہت پُرسکون انداز میں بیٹھی اسے دیکھ رہی تھی۔ کسی بات پر زیادہ ری ایکٹ نہیں کر رہی تھی۔

"اتنا سکوت کس لیے؟ اور تم مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہی ہو؟ تمہیں للی کے بارے میں سوچ کر ٹینشن ہو رہی ہے نا؟ تو یار اس کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں، چار جائز ہیں نا۔ میں سب کو اچھی طرح رکھ لوں گا۔" اناہیتا بیگ نے مکا اس کے شانے پر مارا۔ مگر وہ ہنس دیا۔

"اب غلط کہہ رہا ہوں کیا؟" اس نے آنکھوں میں جھانکا۔

"اب بہت ہو گئی تو کیا ہو سکتا ہے، منع بھی کیا تھا کہ محبت مت کرو مگر تم نے سُنا ہی نہیں انار کلی۔ اب اگر میں تمہیں اس عالم میں سہارا نہیں دوں گا تو تم ہی شکوہ کرو گی نا؟ اگر تم ہرٹ ہوتی ہو تو مجھے گناہ ملے گا نا؟" وہ معصومیت سے پوچھ رہا تھا۔

"تم مجھ سے بہت مار کھاؤ گے دامیان شاہ سوری۔اپنی شامت کو آواز مت دو۔" وہ سلیقے سے اسے ڈپٹ بھی نہیں سکی۔

"تمہیں میرے جیسا خوبرو لڑکا قبول نہیں، حد ہوگئی یہ تو اچھی بات نہیں اناہیتا بیگ۔" وہ شکوہ کررہا تھا انداز پُر ملال تھا۔وہ مسکرائے بنا نہیں رہی۔

"ہنستی ہوئی اچھی لگ رہی ہو۔" وہ جیسے اسے مسکراتا دیکھنے کے جتن کررہا تھا اور اس کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھ کر شکر گزار ہوا۔

"مجھے پارسا کے بارے میں فکر ہورہی ہے دامیان۔" وہ متفکر سی بولی۔

"اس کے بارے میں کیا فکر ہے؟ وہ اپنی فکر خود کرسکتی ہے۔" دامیان لا تعلق دکھائی دیا۔

"دامیان وہ ہماری دوست ہے۔میں نے بھی کچھ ایسا ہی کہا جب ایکسل نے فکر ظاہر کی تھی، مگر یہ تو ٹھیک نہیں' اگر وہ آگ کو چھو رہی ہے تو ہمیں اسے بتانا چاہیئے کہ وہ جل بھی سکتی ہے۔" اناہیتا بیگ بولی۔

"تمہارے خیال میں وہ بچی ہے جو اسے پتا نہیں کہ وہ جل بھی سکتی ہے؟ آج کے زمانے میں اتنا سیدھا کون ہوتا ہے اناہیتا بیگ؟ ہماری دوست یقینا روٹی

کو لوٹی نہیں کہتی ہوگی تو اس کا مطلب ہے کہ وہ اچھے برُے کی پہچان رکھتی ہے۔"

"تمہارے خیال میں یلماز کمال واقعی بُرا لڑکا ہے دامیان؟" وہ ایک اُلجھن سے بولی تو وہ چونک پڑا۔

"تمہیں لگتا ہے جو یہاں اس سے منسوب داستانیں مشہور ہیں تو وہ جھوٹی ہیں؟ کم آن اناہیتا بیگ تم اتنی اسٹوپڈ کیسے ہوسکتی ہو؟"

"نہیں میں جانتی ہوں مگر..."

"مگر کیا؟" دامیان نے اس کی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"مجھے لگا ہوسکتا ہے یہ ساری داستانیں محض قصّے کہانیاں ہوں یا وہ اپنے طور پر بہانے تراش رہی تھی صرف پارسا چوہدری کو حق پر ثابت کرنے کے لیے۔"

"فار گاڈ سیک اناہیتا بیگ۔اتنے سارے لوگ غلط نہیں کہہ سکتے اور وہ اسکینڈل تو ہمارے سامنے ہوا تھا۔جس پر لڑکی کیمپس چھوڑ گئی تھی اور وہ ویڈیو جو نیٹ پر اَپ لوڈ کی گئی تھی وہ جھوٹ تو نہیں ہوسکتی۔اناہیتا بیگ تم بہت بھولی ہو مگر کتنے لوگ اردگرد غلط ہیں اس کا اندازہ تمہیں نہیں ہے۔تمہاری دوست خود

ایک پُر اسرار کردار لگتی ہے۔تم اس کو سچا ثابت کرنے کے لیے اپنے طور پر کہانیاں تراش بھی لو تو کیا؟ دیگر سچائیاں بدل تو نہیں جائیں گی نا۔“

”ہاں مگر میں کیا کروں؟ میں اس طرح اسے تنہا ہی تو نہیں چھوڑ سکتی۔“

”وہ تمہاری ذمے داری نہیں ہے انابیتا بیگ۔“ دامیان سوری نے اسے جتایا، وہ سر جھکائے ٹیبل کی سطح کو گھورنے لگی۔

”للی کہاں ہے؟ تم اس کے ساتھ کیوں نہیں ہو؟“

”تمہیں حیرت کیوں ہوتی ہے، جب میں تمہارے قریب آتا ہوں تمہیں اُلجھن کیوں ہوتی ہے؟“ وہ مسکرایا۔

”نہیں مجھے حیرت نہیں ہوتی مگر...“ وہ اس کی جانب دیکھے بنا بولی۔

”مگر کیا... یہ بات تم میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بھی تو کہہ سکتی ہو نا؟“ وہ زچ کرنے پر تلا ہوا تھا۔

”تم دونوں اہم ہو نا؟“ وہ مسکرائی تھی۔

”آہ... اوکے فائن... آپ بھی اہم ہوسکتی ہیں نا؟“ اس نے نظروں میں جھانکا۔

”کس کے ساتھ؟ کس کے لیے؟“ وہ مسکرادی۔

”میرے ساتھ' میرے لیے۔“ وہ اک یقین سے بولا۔

”تم بہت بڑے فلرٹ ہو دامیان شاہ سوری۔مجھ پر یہ ڈورے ڈالنا بند کرو۔کل کیمپس ختم ہونا ہے تو میں تمہیں نظر بھی نہیں آؤں گی۔“

”کہاں جارہی ہو تم؟“

”کہیں نہیں۔“

”پھر...؟“ وہ جاننے پر بضد ہوا۔

”کچھ نہیں...“ اس نے جیسے جان چھڑائی تھی۔

”کہیں ، تم شادی وادی تو نہیں کررہی؟ مجھ سے دور جانے کے پلان بنا رہی ہو انابیتا بیگ؟“ وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

”نہیں... ابھی نہیں۔یونیورسٹی کے بعد اب کھیل پر توجہ کروں گی۔ڈومیسٹک لیول سے آگے بھی جاسکتی ہوں۔“ وہ جیسے پلاننگ کیے بیٹھی تھی۔

"آہ... گڈ... یہ جان کر خوشی ہوئی کہ تم ابھی تک بک نہیں ہوئی ہو ورنہ میری تو جان پر بن آئی تھی۔" وہ مسکرایا تھا آنکھوں میں شرارت بہت واضح تھی۔انابیتا بیگ اسے بغور دیکھنے لگی تھی۔

"تمہیں بالکل فرق نہیں پڑے گا نا اگر میں تم سے دور چلی جاؤں؟"

"تم چاہتی ہو فرق پڑے؟" اس کے لیے گویا یہ کوئی دلچسپ سوال تھا۔

"میں جانتی ہوں۔" انابیتا نے شاید اپنے طور پر نتیجہ اخذ کیا ہوا تھا۔

"کیا...؟" وہ چونکا یا غالباً اس کی سوچ جاننے کا اشتیاق ہوا۔

"تمہیں فرق نہیں پڑے گا۔" وہ پُر یقین انداز میں بولی۔

"کیوں...؟" وہ جواز مانگنے لگا۔

"کیوں کہ کبھی کبھی آپ دوستوں کو بھول جاتے ہیں اور ان کے دور جانے سے فرق بالکل نہیں پڑتا۔" وہ مسکرائی۔

"تم مجھے اتنا بے وفا سمجھتی ہو؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"میں کچھ نہیں سمجھتی۔مگر ابھی سے نتیجے اخذ کرنا ٹھیک نہیں؟ وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا۔" وہ فیصلہ کن انداز میں ساری بات سمیٹتے ہوئے بولی۔دامیان شاہ سوری نے ایک گہری سانس خارج کی۔

"ویل سیڈ... مگر یہ تو تب ہوگا نا جب میں تمہیں دور جانے دوں گا۔ہم تمہارے لیے کہیں قریب کوئی اچھا سا لڑکا دیکھ لیں گے۔" اس نے چھیڑا تھا۔ مگر غالباً وہ اس شرارت سے زیادہ محظوظ نہیں ہوئی تھی۔اُٹھی تھی اور کاندھے پر بیگ ڈالتے ہوئے اس کی جانب دیکھا تھا۔

"میں جا رہی ہوں تمہیں پارسا کہیں دکھائی دے تو بتادینا میں گھر جاچکی ہوں۔" یہ کہتے ہوئے وہاں سے نکل گئی تھی۔

دامیان شاہ سوری اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

...☆☆☆...

بارش میں بھیگنے کا کچھ انجام تو ہونا تھا۔وہ تیز بخار میں پھنک رہی تھی اور اس کا اندازہ اسے تب ہوا تھا جب وہ سارا دن اپنے کمرے سے باہر نہیں آئی تھی۔وہ سمجھا شاید وہ غالباً اپنے آفس چلی گئی ہے۔مگر رستم نے بتایا کہ وہ بخار میں مبتلا ہے تو وہ جانے کیوں بے چین سا ہو گیا تھا۔آفس سے واپس آتے ہوئے اس کے لیے بہت خوب صورت بُکے بنوایا تھا اور سیدھا چلتا ہوا اس کے کمرے کی طرف آگیا تھا۔

دروازہ کے سامنے کھڑا وہ کچھ لمحوں کو جیسے کشمکش و پیچ میں رہا تھا کہ اندر جائے یا وہیں سے پلٹ جائے۔کیونکہ وہ جب بھی اس کے قریب جاتا تھا وہ اس کے غلط معنی اخذ کرتی تھی۔

جانے اس کا ذہن ایک پہلو سے منفی رُخ پر کیوں آن رُکتا تھا۔وہ مثبت کیوں نہیں سوچتی تھی۔

وہ اسے اتنا قصور وار مان رہی تھی مگر اپنے آپ کو اتنا قصوروار نہیں مان رہا تھا گنجائش تو ہر شے میں نکلتی ہے۔غلطی ہو تو اس کا مداوا بھی ہوسکتا ہے۔ مگر یہ بات وہ اس لڑکی کو سمجھا نہیں سکتا تھا۔

ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر گھمادیا وہ آنکھیں پر کلائی رکھے لیٹے تھی۔میرون کمبل میں لپٹی وہ اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کروا گئی تھی۔وہ دبے قدموں آگے بڑھا تھا۔بُکے اپنے پیچھے جیسے چھپا رکھا تھا۔وہ اس پر نہیں جتانا چاہتا تھا کہ اسے اس کی اتنی پروا ہے۔کل کے بعد جب کہ وہ اس سے کہہ چکی تھی کہ وہ بہانے ڈھونڈتا ہے۔اس کی کسی بھی نرمی یا مہربانی کو وہ غلط معنی پہنا سکتی تھی۔

وہ غلط راستے کے ذریعے اس تک پہنچا تھا مگر وہ خود کو غلط نہیں سمجھتا تھا۔ شاید تبھی اس کے الزامات پر احتجاج کیے بنا نہیں رہتا تھا۔

شاید وہ گہری نیند میں تھی یا پھر دوائیوں کے زیر اثر، ممی نے فیملی ڈاکٹر کو بلایا ہوگا اور ان کی ضروری ہدایات پر عمل کیا جارہا ہوگا۔کمرا بھی گرم تھا اور وہ کمبل میں لپٹی ہوئی تھی۔سائیڈ ٹیبل پر دوائیں رکھ دی تھیں۔

اس نے دو قدم چل کر بہت آہستگی سے بُکے اس کے سرہانے رکھ دیا تھا۔

وہ ایسا کرکے پلٹ جانا چاہتا تھا مگر پھر جانے کیا سوچا کہ قدرے جھک کر اسے دیکھا تھا۔ہاتھ بڑھا کر پیشانی پر رکھا تھا۔اس کی پیشانی اب بھی جل رہی تھی۔وہ کچھ دیر تک اسے دیکھتا رہا تھا۔

وہ چہرہ بہت بھلا لگتا تھا۔کوئی خاص بات تھی کہ نہیں۔وہ نہیں جانتا تھا اپنی
جانب کھینچتی تھی اور وہ رہ نہیں پاتا تھا۔

یہ کیا تھا اور کیوں تھا وہ آج تک سمجھ نہیں پایا تھا۔وہ خود نہیں سمجھ پایا تھا
وہ اس کے قریب کیوں آیا تھا اور اس کی مرضی کے خلاف اس کے گرد
موجود رہا تھا اور ایک انتہائی قدم لے کر اسے خود سے منسوب کرلیا تھا۔

کیا ہوا تھا... کیسے ہوا تھا... وہ خود سمجھ نہیں پایا تھا۔شاید کسی کسی معاملے
میں ہم بے بس ہوتے ہیں۔معارج تغلق بھی اس معاملے میں شاید بے بس
تھا۔کیوں بے بس تھا؟ اس کا جواب تاحال وہ تلاش نہیں کرپایا تھا۔جو بھی
تھا وہ ایک ہمدرد دل رکھتا تھا۔وہ آج اگر کسی بُرے حال میں تھی تو اس
کے باعث تھی۔یقیناً اس کے لیے وہ قصوروار تھا۔مگر وہ ان چہروں کے
ہونے کی وضاحت نہیں دے سکتا تھا۔نا انایا ملک کو سمجھا سکتا تھا۔بہت آہستگی
سے اس نے اس چہرے کو چھوا تھا۔تبھی وہ یک دم سے نیند سے جاگ گئی
تھی۔اسے اپنے قریب پاکر وہ کیا اخذ کرے گی وہ جانتا تھا۔کیا الزام لگائے
گی؟ وہ اس سے بھی واقف تھا تبھی اُٹھنے کی سعی کی تھی۔وہ جانتا تھا اس حالت

میں بھی وہ گولہ بارود سے وار کرے گی تبھی وہاں سے ہٹ جانا مناسب لگا تھا۔
مگر وہ شاکی نظروں سے اسے دیکھنے لگی تھی۔پھر نگاہ سائیڈ ٹیبل پر رکھے بکے پر
پڑی تو اس کی نظروں میں غصے کی ایک شدید لہر دکھائی دی تھی۔وہ تکیے کے
سہارے اُٹھ کر بیٹھی تھی۔ہاتھ بڑھا کر بکے تھاما تھا۔چند لمحوں تک پھولوں کو
دیکھا تھا پھر بکے کو دور اُچھال دیا تھا۔

"مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔" جتنی قوت سے بکے پھینکا گیا تھا اس سے
پھول ہر طرف بکھر گئے تھے۔کچھ پھول ٹہنیوں سمیت معارج تغلق کے
ہاتھوں سے ٹکرائے تھے تو کانٹے اس کی کھال چھیل گئے اور وہاں سے خون
رسنے لگا تھا۔مگر وہ رتی بھر پروا کیے بغیر اسے سلگتی نظروں سے دیکھنے لگی۔

"مجھے کانٹوں پر گھسیٹ کر آپ پھولوں سے نواز رہے ہیں۔کیا ثابت کرنا
چاہتے ہیں آپ؟ بہت مہان ہیں آپ؟ میں آپ سے ناروا سلوک روا رکھ رہی
ہوں تو آپ اس کا جواب نرمی سے دے کر خود کو کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟
بہت چھوٹے انسان ہیں آپ معارج تغلق اور اس کا اندازہ آپ کو خود بھی
ہے۔میرے ساتھ جو بھی کیا اس کے لیے اپنے آپ کو قصوروار سمجھتے ہیں تو

آپ اس پچھتاوے سے بچنے کی سعی کرنے کے لیے یہ سب کر رہے ہیں۔" وہ تھک کر یک دم کھانسنے لگی تھی۔وہ جو وہاں سے نکل جانے کا ارادہ رکھتا تھا اس سے اس لمحے غافل نہیں رہ سکا تھا۔

اس کی جانب سے چاہے گولا بارود کی بارش ہوئی ہو وہ اپنی جانب سے بُرا رویہ روا نہیں رکھنا چاہتا تھا۔وہ آگے بڑھا تھا اور پانی گلاس میں اُنڈیل کر گلاس اس کے لبوں سے لگایا تھا۔اس نے ایک سپ لیے بنا گلاس پیچھے ہٹا دیا تھا۔ وہ غالباً بہت ضدی تھی یا پھر احتجاج کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔وہ مسلسل کھانس رہی تھی۔معارج تغلق کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کیا کرے۔ان حالات سے اس کا سابقہ پہلے نہیں پڑا تھا۔اس نے آج تک کسی کی تیمارداری نہیں کی تھی۔

نہیں جانتا تھا کہ کیا کرنا چاہئے مگر وہ اسے پیار سے بہلانے کی کوشش ضرور کرنے لگا تھا۔

"اوکے... تم مجھے... میری موجودگی کو پسند نہیں کرتیں تو ٹھیک ہے میں چلا جاتا ہوں مگر تم یہ پانی پی لو۔کھانسی روکنے کے لیے یہ ضروری ہے تم اپنا

سارا غصہ مجھ پر اُتار سکتی ہو۔مگر پلیز پانی پی لو۔" اس کے سمجھانے کا شاید اثر ہوا تھا۔اس نے پانی کے دو تین گھونٹ حلق سے نیچے اُتار لیے تھے اور نتیجتاً اس کی کھانسی کو بھی قدرے آرام ہوا تھا۔اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھا کف سیرپ اُٹھا کر بغور جانچا تھا پھر بوتل اچھی طرح ہلا کر ایک چمچ میں شربت نکال کر اس کے لبوں سے لگا دیا۔انائیا ملک غالباً کھانسی سے اپنی ساری ہمت اور انرجی کھوچکی تھی۔مزید احتجاج نہیں کر سکتی تھی۔وہ تھکے ماندے انداز میں لمبے

لمبے سانس لینے لگی تھی۔

معارج تغلق نے کچھ دیر اسے یونہی دیکھا پھر موبائل جیب سے نکال کر ڈاکٹر کا نمبر ملایا تھا اور اسے فوراً آنے کی ہدایت کی تھی۔

"انائیا تم ٹھیک ہو؟" اسے تشویش ہوئی تھی۔

"چلے جاؤ یہاں سے،اکیلا چھوڑ دو مجھے۔" وہ جیسے اسے دیکھنے کی روادار نہیں تھی۔مگر معارج تغلق نے اس کا کہنا نہیں مانا تھا۔

"جاؤ..."

"میں نہیں جاؤں گا۔تمہیں میری ضرورت ہے انائیا ملک۔" انائیا نے اسے دھکیل دیا۔"تمہیں میری ضرورت ہے انائیا اس وقت اور میں تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔اس کے بعد چاہے تم میرا چہرہ مت دیکھنا۔مگر اس وقت مجھے یہاں اپنے پاس رہنے دو۔میں تمہیں یقین دلاتا ہوں، تمہیں کسی طرح کا کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔" وہ اسے پرے دھکیلنے کے جتن کرتی تھک کر اس کی بازوؤں میں جھول گئی تھی۔

"انائیا..." اس نے بے تابی سے پکارا۔اس کا چہرہ دیکھا، تھپتھپایا۔"انائیا... تم ٹھیک تو ہو نا؟"وہ جیسے ہزار ہا اُلجھنوں میں گِھر گیا تھا۔ایک دم سے جان پر بن آئی تھی۔وہ آنکھیں نہیں کھول رہی تھی۔

"انائیا...؟ آنکھیں کھولو انائیا..." اس نے اس کے چہرے کو ایک بار پھر تھپتھپایا۔اس کے وجود میں کوئی حرکت نہیں ہوئی تھی۔اس نے فوراً اس کی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نبض چیک کی تھی۔ہاتھ اس کے ناک کے قریب کر کے اس کے سانس کا اندازہ کیا تھا۔

اس کی نبض بہت آہستہ چل رہی تھی۔اسے پتا چل گیا تھا وہ اس وقت کس حالت میں تھی۔مگر اس گھڑی اگر وہ اسے مصنوعی سانس نہیں دیتا تو شاید پھر کبھی وہ سانس نہیں لے پاتی۔

وہ اس پر جو بھی الزام لگاتی ہو۔کوئی بھی فتویٰ جاری کرتی ہو۔اس لمحے اس کے بارے میں سوچنے کی گھڑی نہیں رہتی نا وہ ان باتوں کے بارے میں سوچنا چاہتا تھا۔کوئی جذباتی جھکاؤ نہیں تھا یہ۔نہ خواہشوں کو دخل تھا۔وہ اپنی مرضی سے یہ عمل نہیں کر رہا تھا۔یہ اس لمحے کی ضرورت تھی اور ناگریز تھا۔

"انائیا..." اس نے ایک بار پھر اسے ہوش میں لانے کی سعی کی تھی۔وہ اس کی مرضی کے بنا اسے چھونے کی گستاخی غالباً نہیں کرنا چاہتا تھا مگر اس کے سوا چارہ نہیں تھا۔وہ سانس نہیں لے رہی تھی اور نبض ڈوب رہی تھی۔

وہ چاہے کچھ بھی کہتی، کوئی بھی الزام اس کے سر رکھتی اسے منظور تھا۔بہت آہستگی کے ساتھ اس نے اپنے لب اس کے منہ پر رکھ دیئے تھے اور مصنوعی

سانس دینے لگا۔نسخہ کارگر ہوا۔اس نے ایک لمبی سانس لی تھی اور پھر کھانسی تھی۔معارج تغلق کی جان میں جان آئی۔وہ کچھ دیر یونہی آنکھیں موندے سانس لیتی رہی تھی پھر آنکھیں کھول کر اس کی سمت دیکھا تھا۔

" ٹھیک ہو انائیا؟" وہ بہت توجہ سے اس کی سمت دیکھتے ہوئے بولا۔

وہ جواب دیئے بنا آنکھیں موند گئی۔معارج تغلق اسے کچھ دیر تک یونہی بیٹھا دیکھتا رہا۔وہ بہت آرام سے سانس لے رہی تھی۔شاید اس سے خفا تھی جو دیکھ نہیں رہی تھی اور شاید اسے یہ بھی نہیں پتا چل سکا تھا کہ وہ اس ایک لمحے سے پہلے اس کے کس حد تک قریب آیا تھا اگر پتا چل جاتا تو وہ اس کا حشر کردیتی۔ایک جائز رشتہ ہونے کے باوجود وہ اس کے قریب نہیں آسکتا تھا۔اسے چُھو نہیں سکتا تھا۔کیسی قدغن تھی۔اس کی جانب سے شدید احتجاج تھا اور غالباً نفرت، مگر اس سب کے باوجود وہ اس سے بے توجہی نہیں برت سکا تھا۔

کیسا رشتہ بن گیا تھا ان کے درمیان؟ جس میں ایک ربط نہ ہوتے ہوئے بھی کھنچاؤ تھا۔وہ دور جانکلنے کی کوشش کے باوجود قریب کھنچا چلا آتا تھا اور اس کی نفرت کے باوجود اس سے کنی کترا کر نہیں گزر سکتا تھا۔

معارج تغلق نے ایک بار یقین کرنے کو اسے جھک کر دیکھا تھا۔

"انائیا..." جواب دو۔"انائیا... ٹھیک ہو؟" معارج تغلق کی نظریں اسے بغور جانچ رہی تھیں۔

...☆☆☆...

انائیا ملک اس کی طرف سے پشت کرکے لیٹ گئی تھی۔جیسے وہ دانستہ اسے جواب نہ دینا چاہتی ہو۔معارج تغلق نے اسے بغور جانچتی نظروں سے دیکھا تھا۔جیسے اپنے طور پر وہ یقین کرلینا چاہتا تھا کہ وہ ٹھیک ہے اور اسے ہولے ہولے سانس لیتے دیکھ کر بہت اطمینان ہوا تھا۔

کیا رشتہ تھا ان دونوں میں کہ جان کھنچتی ہوئی سی محسوس ہوئی تھی۔جیسے پوری جان مصیبت میں آگئی ہو۔ایسا کیا تھا ان کے بیچ کہ وہ اسے ایک لمحے کو بھی تکلیف میں دیکھ نہیں سکا تھا۔وہ ایک سمجھ میں نا آنے والے احساس کے تحت اسے دیکھ رہا تھا جب رستم نے آکر اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کروائی تھی۔

"ڈاکٹر صاحب آگئے ہیں۔" رستم کا انداز مؤدب تھا۔

"ٹھیک ہے، بھیج دو۔" اس نے اجازت دی تھی اور رستم واپس مڑ گیا تھا۔

"مجھے ڈاکٹر کی ضرورت نہیں ہے۔" اس کی جانب دیکھے بغیر وہ بولی۔

"بیماری میں دماغ کام نہیں کرتا۔اس لیے اندازہ نہیں ہوپاتا کہ کس چیز کی ضرورت ہے اور کس چیز کی نہیں۔" معارج تغلق نے جتایا۔

"میں اتنی بیمار نہیں ہوں۔دماغ درست ہے میرا۔" وہ یونہی رُخ پھیرے بولی۔

"وہی تو درست نہیں۔" معارج تغلق نے جیسے خود کلامی کی۔

"بائی دا وے، میں نے دماغی ڈاکٹر کو فی الحال نہیں بلوایا۔کہیں تو بلوالوں؟" وہ مکمل سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

انائیا ملک نے گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھا۔مگر معارج تغلق پر کوئی اثر نہیں ہوا۔وہ چونکی تھی۔

"ڈاکٹر چیک اپ کے لیے آرہے ہیں۔ہاتھ دیجیے ، آپ کو تکیے کے سہارے بیٹھنے میں مدد دیتا ہوں۔" معارج تغلق تیمارداری کے اسلوب بھر پور طریقے سے نبھارہا تھا۔انائیا ملک نے ساکت نظروں سے اسے دیکھا۔

"اگر مقصد صرف "چھونا" ہی ہو تو ہر حق محفوظ رکھتا ہوں۔مگر فی الحال مجھے کوئی تسکین نہیں چاہیے۔ہاتھ دیجیے۔" وہ جتاتے ہوئے مہذب انداز میں بولا۔

انائیا نے سنی اَن سنی کرکے اُٹھ کر بیٹھنا چاہا مگر تبھی اک چکر سا آیا اور معارج تغلق نے سرعت سے اسے سنبھالا اور بہت سہولت سے اس کی پشت پر تکیے رکھ کر اسے بٹھا کر کمبل اوڑھا دیا۔

وہ اس کی جانب راغب نہیں تھی۔شاید اس کی طرف دیکھنا بھی نہیں چاہتی تھی۔ نظریں اس کی جانب دیکھنے سے گریزاں تھیں۔

دروازے پر دستک ہوئی تھی تو پھر دروازہ کھولنے کے لیے آگے بڑھ گیا۔

...☆☆☆...

اطلاعی گھنٹی بجی، وہ کچن میں تھی۔ایک لمحے کو انتظار کیا تھا کہ بوا عائشہ جائے اور دروازہ کھول دے،مگر جب ایسا نہیں ہوا تھا وہ وہ خود دروازہ کھولنے آگئی۔

"جی...؟" اپنے سامنے ایک انجان ہستی کو کھڑے دیکھ کر للّی چونکی۔

"کون؟" وہ شاید پہچان کرلینا چاہتی تھی۔ایک اجنبی چہرے کو اپنی دہلیز پر کھڑے دیکھ کر وہ کچھ حیران ضرور تھی۔"میں آپ کو جان سکتی ہوں؟" للّی نے دریافت کیا۔

زائرہ ملک نے بغور اس سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھا تھا۔

"کیا میں اندر آکر بات کرسکتی ہوں؟"

للّی کچھ شش و پنج کا شکار ہوئی تھی۔مگر زائرہ ملک کی شخصیت سے وہ کچھ متاثر دکھائی دی تبھی ان کے لیے راہ چھوڑ دی۔

"آپ ٹھنڈا لیں گی یا؟" للّی نے رسمی پوچھا۔

"شکریہ..." زائرہ ملک نے سہولت سے منع کردیا تھا اور اپنا وزٹنگ کارڈ اس کی سمت بڑھایا۔جسے بغور پڑھنے کے بعد للّی متاثر ضرور ہوئی۔

"میں نے اخبار میں اشتہار دیکھا تھا۔اسی کے لیے میں یہاں آئی ہوں۔" زائرہ ملک نے اپنا مدّعا بیان کیا۔

"اوہ...!" للّی میک چونکی۔

"آپ اس بارے میں جانتی ہیں کچھ؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"شاید! کسی قدر۔" زائرہ ملک پُر سکون انداز میں بولی۔

"شاید؟ آپ کو یقین نہیں؟" للّی کا سارا اشتیاق دھرے کا دھرا رہ گیا۔یہ احساس کہ اب کچھ سراغ مل سکتا تھا۔اس ایک جملے سے وہ سکون پل میں ملیامیٹ ہو گیا۔

"مسز زائرہ ملک، آپ..." کچھ الجھے ہوئے سے انداز میں اس نے وزٹنگ کارڈ بغور دیکھا اور پھر ان کی جانب متوجہ ہوئی۔

"جی! آپ صحیح سوچ رہی ہیں۔میں بیوی ہوں مسٹر جہانگیر ملک کی۔" زائرہ ملک پُرسکون انداز سے بولی۔

"کیا؟" للّی کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔

"تم نہیں جانتیں یہ بات میرے علم میں ہے کہ کسی اور عورت سے بھی اس کے تعلقات تھے یا اس نے باقاعدہ شادی بھی کی یا اس سے اس کی کوئی اولاد بھی ہے۔مگر میں نہیں جانتی کہ تم کون ہو مگر ہم میں کوئی تعلق ضرور ہے۔" زائرہ نے یہ کہہ کر ایک سفید لفافہ اس کی سمت بڑھایا۔

”یہ کچھ تصویریں ہیں، تم دیکھ سکتی ہو۔شاید یقین ہوسکے کہ ہم ایک ہی شخص کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔“ للّی نے خاموشی سے تصویروں کو دیکھا۔اس کی نظریں حیرت سے پھیل گئیں۔

”تلاش؟ تو کیا یہ آپ کے ساتھ نہیں؟ اگر آپ ان کی بیوی ہیں تو؟“ وہ کچھ جز بز دکھائی دی۔

”یہ میرے ساتھ نہیں ہیں۔“زائرہ ملک نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

”جہانگیر ملک سے اگرچہ میری علیحدگی قانوناً نہیں ہوئی۔مگر وہ کئی برس پہلے میری زندگی سے نکل چکے ہیں۔بہت چُپ چاپ کوئی وجہ بتائے بغیر اس کے بعد وہ کس سے ملے، کہاں شادی کی۔اس

کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم۔“

”معاف کیجیے گا، یہ آپ کا ذاتی معاملہ ہے مگر کیا میں جان سکتی ہوں کہ اس علیحدگی کی وجہ کیا تھی؟ کیا وہ ایک اچھے شوہر نہ تھے یا اچھے باپ؟“ للّی میک نے پوچھا۔

”ہمارے درمیان نہ لڑائی ہوئی تھی نہ کوئی تنازعہ۔مگر ایک شب جب ہم سوئے تو اگلی صبح مجھے سائیڈ ٹیبل پر ایک نوٹ ملا۔جس میں لکھا تھا ”میں جارہا ہوں، اپنا اور انائیا کا خیال رکھنا۔“

مجھے لگا وہ آفس جلدی چلے گئے ہیں اور شام کو واپس آجائیں گے معمول کے دن کی طرح۔مگر ایسا نہیں ہوا، اس شام وہ واپس نہیں لوٹے اور اس کے بعد آج تک نہیں۔“ زائرہ ملک ان دنوں کو یاد کرکے اداس ہو گئیں۔للّی نے ان کا چہرہ بغور دیکھا۔

”یہ انائیا کون ہے؟“

”میری بیٹی۔اس وقت وہ چار برس کی تھی۔جہانگیر ملک کی ہدایت پر میں نے عمل کیا۔انائیا کا بہت خیال رکھا مگر میں اس کے سوالوں کے جواب کبھی نہیں دی پائی جو اکثر اس کی آنکھوں میں تیرتے تھے۔وہ بولتی نہیں تھی،مگر

اس کی آنکھیں بولتی تھیں۔میں نے اسے بہت پیار دیا۔ماں اور باپ دونوں کا مگر میں اس ایک کمی کو شاید کبھی پورا نہیں کرسکی۔" ان کی آنکھوں میں نمی تیرتی دیکھ کر للّی کو بہت افسوس ہوا۔اس نے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

"پلیز!" وہ بہت کچھ کہنے کی خواہش رکھتے ہوئے بھی کچھ نہیں بول پائی تھی۔

"آئی ایم سوری!" اس نے معذرت کی تھی۔

"آج میں نے آپ کی آنکھوں میں وہی کیفیت دیکھی ہے جو میں نے کبھی اپنی ماں کی آنکھوں میں دیکھی تھی۔مجھے آپ کا اور ان کا درد مشترک لگ رہا ہے اور اس کی وجہ بھی ایک ہی شخص ہے۔میں بھی چار برس کی تھی جب یہ شخص میری ماں کی زندگی سے چلا گیا تھا۔میرے پاس ان دنوں کی کوئی یاد نہیں ہے۔شاید ہم صرف اپنے خوش گوار لمحوں کو یاد رکھنا چاہتے ہیں۔مگر مجھے وہ چہرہ بھول بھی گیا تو اپنی ماں کا وہ احساس یاد رہا۔ان آنکھوں کی وہ نمی یاد رہی اور اس خالی پن کا اندازہ کرسکتی ہوں۔آپ نے ٹھیک کہا تھا۔ہم

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ایک ہی کشتی کے مسافر ہیں۔" للّی اداس ہوگئی۔"آپ نے کبھی انہیں ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کی؟"

"بہت کی،مگر کوئی سراغ نہیں ملا، ایک بار اٹلی سے کسی جاننے والے نے بتلایا کہ انہوں نے اسے وہاں دیکھا ہے۔میں گئی تو وہ گھر خالی کرکے جاچکا تھا۔شاید وہ کوئی رشتہ رکھنا نہیں چاہتا تھا۔میں نے اندازہ لگالیا اور پھر کبھی پلٹ کر پیچھے نہیں دیکھا۔" زائرہ ملک یہ کہہ کر چپ ہوگئیں۔

للّی کا ذہن الجھا ہوا تھا۔

"تم جہانگیر ملک کو کیوں ڈھونڈ رہی ہو؟ اس تلاش کا مقصد کیا ہے؟" زائرہ ملک نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتی، شاید کوئی مقصد نہیں مگر، بس ایک تلاش! کبھی کبھی گمشدہ چیزوں کو کیوں ڈھونڈا جاتاہے؟ میں اسے بیان نہیں کرسکتی، مگر بس اک بے سکونی ہے۔شاید میں اپنی ماں کے لیے ایسا کرنا چاہتی ہوں۔" للّی کی آنکھوں کا بنجر پن صاف دکھائی دیا تھا۔

"تمہاری ماں زندہ ہیں؟" زائرہ ملک نے پوچھا۔

"نہیں! وہ اس دنیا میں نہیں رہیں۔ایک بات میری سمجھ میں نہیں آرہی۔آخر کیا وجہ رہی ہوگی کہ جہانگیر ملک نے اس نامعلوم سمت کا سفر اختیار کیا؟ جب ان کی زندگی میں آپ جیسی بیوی تھیں۔ایک بیٹی تھی اور جب کہ میری ماں ان کی زندگی میں تھی اور میں تھی۔یہ کیسی بے سکونی تھی ان کی جس نے انہیں سفر پر قائل کیا؟" للّی الجھی دکھائی دی۔

زائرہ ملک نے سر نفی میں ہلادیا اور بیگ کاندھے پر ڈال کر اُٹھ کھڑی ہوئیں۔

"میں چلتی ہوں۔تم جب چاہو مجھ سے رابطہ کرسکتی ہو۔میرے لیے انائیا جیسی ہو۔" شاید ان خاتون کا دل بہت وسیع تھا۔اپنے شوہر کے دوسرے رشتے کو بہت کھلے دل سے قبول کررہی تھیں۔جس طرح انہوں نے اس کا چہرہ پیار سے تھپتھپایا تھا' اس پر پل بھر کو وہ اسے بالکل ماں جیسی لگی تھی۔

بہت وقار سے ساڑھی کا پلّو سنبھالتی وہ آگے بڑھ گئی تھیں۔للّی میک تادیر کھڑی سوچتی رہی۔

...☆☆☆...

اور میں نے تکیوں تلے دبے

وہ سارے لفظ چپکے سے ایک رات

پچھلے کواڑ میں بنے ویرانے میں دبادیئے تھے

مگر تیری آواز کے تعاقب سے میں بچ نہیں پایا

کچھ تو اسرار تھا اس شب کی تاریکی میں

میں سو نہیں پایا...!

"پارسا!" وہ راہداری میں چل رہی تھی جب پیچھے سے آتی آواز نے اس کے قدم ایک پل کے لیے جکڑ لیے۔یلماز کمال چلتا ہوا اس کے قریب آگیا۔وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔آج پہلی بار اس نے قصداً پارسا چوہدری کو بلایا اور اس کے قریب آیا تھا۔دل اگرچہ دھڑکا نہیں تھا مگر خاموش بھی نہیں رہا تھا۔کہیں کوئی ارتعاش تو ضرور ہوا تھا۔

"کیسی ہو تم؟" وہ بہت سکون سے پوچھ رہا تھا۔وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے سر اثبات میں ہلادیا۔

"آئی ایم سوری!" وہ حلاوت سے بولا ، وہ چونکتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔"کیا یہ وہی یلماز کمال تھا؟"

"کس بات کے لیے؟" وہ پوچھے بنا نہیں رہی۔یلماز کمال نے چند ثانیوں کو خاموش ہو کر اس کی سمت دیکھا۔

"مجھے اندازہ ہوا کہ میں نے تمہارے ساتھ اچھا نہیں کیا۔مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔" کیا وہ شرمندہ تھا؟

پارسا چوہدری نے اس کی آنکھوں میں جھانکا تھا۔جہاں کسی پچھتاوے کا کوئی شائبہ نہ دکھائی دیا۔

وہ کچھ کہے بغیر آگے بڑھ گئی۔یلماز کمال جانے کیوں اس کے ساتھ چلنے لگا۔

"چاچی کا فون آیا تھا۔وہ امید ظاہر کررہی تھیں کہ تم یہاں ہو تو میں تمہارا خیال رکھوں۔انہیں ہمارے درمیان ہونے والے کسی واقعے یا معاملے کی خبر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نہیں ہے۔تبھی میں انہیں کچھ نہیں کہہ سکا۔مگر میں ان کے لفظوں کی پاسداری کرتا ہوں۔" وہ ساتھ قدم اُٹھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"چاچی سے کیا رشتہ ہے؟ مت فکر کرو ان کے کہے کی۔کہہ دو میں نہ آپ سے کوئی رشتے داری رکھتا ہوں نا پارسا سے واقفیت، اس لیے مجھ پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔خوامخواہ میں ذمے داریاں اُٹھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔" وہ بے تاثر لاتعلق انداز میں بولی۔

"میرے پاس اتنی فرصت نہیں کہ رشتے نبھاسکوں گا یا ذمے داریاں اٹھاتا پھروں، مجھے ہدایت ہوئی تھی، سو پوچھ لیا۔" وہ دوسرے ہی لمحے وہی یلماز کمال تھا۔لاتعلق اور بے پروا۔

"اور تم میرے پاس آنے کی کوشش نہیں کرو گی تو زیادہ خوش رہو گی۔تبھی ہر بار تجھے پیچھے دھکیل دیتا ہوں۔کچھ احساس ہے اب بھی تیرا۔" وہ جتارہا تھا۔

"اس احساس کے لیے شکریہ۔کسی کے جتائے جانے پر جو خیال رکھنے کی کوشش کرے۔وہ احساس نہیں مروت ہے۔جس بندے کے احساسات

مر چکے ہوں اس سے کسی مروت کی امید کرنا بے وقوفی ہو سکتی ہے۔" وہ زہر میں بجھے لہجے میں بولی۔

"ٹھیک ہے! تجھے نہیں سننا۔ نہ سُن، اب کے چاچی کا فون آیا تو کہہ دوں گا۔ وہ اپنا خیال کر سکتی ہے۔ آپ مجھے ہدایت نہ کریں۔" وہ شانے بے پروائی سے اُچکا کر آگے بڑھ گیا

پارسا کو اس سے، اس سے زیادہ کی امید نہیں تھی۔ تبھی وہ اس کے لاتعلق نظر آنے پر قطعاً حیران نہیں ہوئی تھی۔

...☆☆☆...

ڈاکٹر نے اسے نمونیا بتایا تھا اور مسز تغلق اور مسٹر تغلق کے ساتھ وہ بھی پریشان ہو گیا تھا۔

"تم نے اس کا خیال نہیں رکھا معارج، مجھے تم سے ایسی بے پروائی کی امید نہیں تھی۔" مسز تغلق نے کہا۔

"تم نے معاملات کو جس طرح بگاڑ دیا تھا برخوردار اس پر انابیا کی اس گھر میں آمد قطعاً متوقع نہیں تھی۔ ہم نے سمجھا بجھا کر اسے یہاں لانے کی کوشش

کی تو صرف اس لیے کہ ہمیں احساس تھا تمہاری جانب سے کوتاہی ہوئی ہے اور معاملہ بگڑ سکتا ہے۔ اب اگر یہ آگئی ہے تو اس کا خیال رکھنا تمہاری ذمے داری ہے۔ تم جانتے ہو ہمارے گھر میں بیٹی اور بہو یا بیوی کی حیثیت کیا ہے اور اسے کیا عزت اور رُتبہ دیا جاتا ہے۔ تمہاری ماں کے ساتھ تیس کامیاب زندگی کے سال گزارے ہیں اور اس طویل مدت میں، میں نے کبھی کسی شکایت کا موقع نہیں دیا۔" تیمور تغلق اپنا تجربہ بتاتے ہوئے اس کی کلاس لے رہے تھے، یہ پہلا موقع تھا جس میں اسے غیر ذمے دار قرار دیا گیا تھا۔ وہ سر جھکائے کھڑا رہا پھر اجازت ملنے پر باہر نکل کر اس کا رُخ سیدھا اس کے کمرے کی طرف تھا۔ قصور اس کا نہیں تھا مگر شاید اس کا تھا۔

وہ اس کے کہنے پر بارش میں نہیں بھیگی تھی۔ اس نے ایسا کوئی مشورہ اسے نہیں دیا تھا۔ مگر پھر بھی ذمے دار وہی قرار پایا تھا۔

کمرے کا دروازہ کھول کر جھانکا تو وہ شاید دواؤں کے زیر اثر پُرسکون نیند سو رہی تھی۔

وہ کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا اور نظریں اس چہرے پر ٹکادیں۔پچھلے دنوں اس کو زندگی کچھ بدلی بدلی لگنے لگی تھی۔اس لڑکی سے ملنے کا کیا بہانہ بنا تھا کہ زندگی ہی بدل گئی تھی۔وہ اس کے چہرے کو بغور دیکھ رہا تھا۔

کبھی نہیں سوچا تھا کہ وہ کسی کے لیے اس طرح اپنی نیند خراب کرے گا۔کیسی دشمنی تھی یہ؟ کیسی روایت نبھارہا تھا وہ؟ اس کے لیے رات آنکھوں میں سر کردی تھی۔

یہ کیسا احساس تھا؟ اس نے یہ دشمنی کیوں مول لی تھی؟ کیوں اسے اُکسایا تھا پاس آنے کو؟ کیوں اس کے لیے اتناپاگل ہوا؟ وہ آج تک سمجھ نہیں پایا تھا۔

نظریں بس اس کے چہرے کو بغور دیکھ رہی تھیں۔وہ جیسے سارے جواز اس کے چہرے میں تلاش کررہا تھا۔

...☆☆☆...

انابیتا سیڑھیاں اُتر کر تیزی سے نیچے آئی۔دروازہ کھولا اور اپنے سامنے دامیان سوری کو کھڑے دیکھ کر چونک پڑی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”تم یہاں؟“

”کیوں میں یہاں نہیں آسکتا؟“ وہ بنا اجازت مانگے اس کے پاس سے گزر کر اندر بڑھ آیا تھا۔

”کون ہے انا؟“ اس کی آواز کچن سے آئی۔

”میں دامیان ہے۔“ اس نے بآواز بلند کہا۔”بنا بادل برسات کا تو سنا تھا،بنا بادل اولے بھی پڑتے ہیں، نہیں سنا تھا۔“ وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔

”کچھ کہا تم نے؟“ دامیان نے اسے بڑبڑاتے دیکھ کر پوچھا۔

”نہیں، تم بیٹھو کیسے آنا ہوا؟“ اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتی ہوئی وہ مسکرائی۔

”یہاں سے گزر رہا تھا آنٹی کے ہاتھ کے کباب کی خوش بُو یہاں تک کھینچ لائی۔تم نے پہلے کبھی بتایا کیوں نہیں آنٹی اتنے لذیز پکوان بناتی ہیں؟“ وہ سیدھا کچن میں چلا آیا۔ممی کو سلام کیا تھا، اِدھر اُدھر کی باتیں کیں ار پھر کباب پلیٹ میں رکھ کر کھانے لگا۔

"ایسے کھڑے کھڑے کیوں کھا رہے ہو؟ بیٹھ کر کھاؤ نا! میں تمہارے لیے چائے بنا دیتی ہوں۔ کچھ اور کھانا ہو تو بتادو۔" ممی بہت پیار سے پوچھ رہی تھیں۔

"ارے واہ آنٹی، آپ تو بالکل ممی جیسی ہیں۔ یہ ساری مائیں اتنی اچھی کیسے ہوتی ہیں؟ اور سب ماؤں کے ہاتھوں میں اتنا اچھا مزا کیسے آتا ہے؟" وہ مسکرایا اور دوسرے ہی لمحے میں کباب منہ کے اندر تھا۔

"کیوں کہ مائیں دل سے اور پیار سے کھانا بناتی ہیں۔" ممی نے پلٹ کر مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"تم ایسے کھڑی منہ کیا دیکھ رہی ہو؟ گن رہی ہو کہ میں کتنے کباب کھا رہا ہوں؟ نظر لگاؤ گی انار کلی؟ آجاؤ تم بھی شاباش۔" اسے باقاعدہ دعوت دی اور آنٹی کی جانب متوجہ ہوا۔

"آنٹی چائے بنی کہ نہیں۔ چینی مت ڈالیے گا۔ میرے حصے کی شکر بھی انا کی چائے میں ڈال دیجیے گا۔ مجھے ہمیشہ محسوس ہوتا ہے کہ اسے زیادہ شکر کی

ضرورت ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا تو ممی مسکرادی تھیں، وہ وہاں کھڑی حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

اس کے گھر میں کیسے استحقاق سے وہ گھس کر اسی کے خلاف بول رہا تھا۔

"آنٹی! انا بھی آپ کا ہاتھ بٹاتی ہے کہ نہیں؟ اسے بھی کچھ سکھائیں۔ کل کو آخر دوسرے گھر جانا ہے۔ اسے کھانا بنانا تو آنا چاہیے نا کہ آخر کو آدمی کے دل کا راستہ معدے کے پاس سے ہو کر گزرتا ہے۔" اس نے اپنے خیال میں بڑے پتے کی بات کی تھی۔

"انا مجھ سے بھی اچھے کباب بناتی ہے۔ بہت چھوٹی تھی جب اس نے کچن میں آکر میرے ساتھ ہاتھ بٹانا شروع کر دیا تھا۔ تیرہ برس کی تھی جب پہلی بار اس نے کباب بنا کر اپنے پاپا کو اور مجھے کھلائے تھے۔ جس طرح تم اس کے کان کھینچ رہے ہو نا، ٹھیک اسی طرح اس کا بھائی عدن بھی کرتا ہے، مگر میرے گھر کی پری ہے یہ۔" ممی مسکرائی تھیں اور چائے کا کپ اس کے سامنے رکھ دیا۔

"تم بھی آجاؤ انا! وہاں کیا کھڑی ہو؟" ممی نے آواز دی تھی۔انابیتا بیگ کو آگے آنا پڑا۔

"انار کلی تم نے بھی اپنے ہاتھوں سے بنے کباب نہیں کھلائے۔چلو ٹھیک ہے کیمپس پکنک میں تمہارے ہاتھ کے کباب ہوں گے۔" وہ فیصلہ کن انداز میں بولا تھا۔کرسی پر بیٹھتے ہوئے ماں کی طرف دیکھا۔

"ممی، آپ کو مدد کی ضرورت ہو تو میں آجاؤں۔"

"نہیں بیٹا! تم اپنے دوست کے پاس بیٹھو۔کسی کام سے آیا ہوگا وہ۔میں یہ سب خود سنبھال لوں گی۔" ممی نے مسکراتے ہوئے کہا۔تبھی انابیتا بیگ نے پلٹ کر دامیان سوری کو گھورا جو اس گھڑی چائے اور کباب سے مکمل انصاف کررہا تھا۔

"تم بھی لونا۔تمہارے لیے زیادہ چینی والی چائے بنوائی ہے۔" وہ چھیڑ رہا تھا۔

"اب ٹھونس چکے ہو تو بتاؤ کیسے آنا ہوا؟" وہ گھورتے ہوئے بولی۔

"بات یہ ہے انا۔آئی مین انابیتا بیگ کہ مجھے سچ میں بہت بھوک لگ رہی تھی۔یہاں سے گزر رہا تھا تو تمہارا دھیان آگیا تبھی چلا آیا۔تم نے مائنڈ تو

نہیں کیا؟ لو بھلا میں بھی پاگل ہوں تم سے پوچھ رہا ہوں۔مجھے یہ تو آنٹی سے پوچھنا چاہیے کہ ساری مہمان نوازی انہوں نے کی ہے۔" دامیان مسکرایا۔

انابیتا بیگ کا دل چاہا کہ وہ کباب کی پلیٹ اُٹھا کر اس کے سر پر دے مارے۔

"تم نے بتایا نہیں تمہارا کوئی پیارا سا نِک نیم بھی ہے۔"انا" کتنا میٹھا ہے نا؟"

انابیتا بیگ نے کپ اُٹھا کر منہ سے لگایا۔پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں لاؤنج میں جارہی ہوں، تمہیں آنا ہو تو آجاؤ۔" انابیتا بیگ کچن سے باہر چلی گئی۔

"آنٹی اور کباب ملیں گے؟" اس نے انابیتا کی ممی کی طرف دیکھا۔وہ مسکرائیں اور سر اثبات میں ہلادیا۔

"تم لاؤنج میں جا کر بیٹھو میں کباب بھجواتی ہوں۔" وہ چائے کا کپ اُٹھا کر لاؤنج میں آ گیا۔

"یار آنٹی کباب سچ میں لاجواب بناتی ہیں۔اگر تم ایسے کباب بنانا سیکھ لو تو شادی پکی۔" وہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔نظروں میں شرارت تھی۔وہ اسے گھور کر رہ گئی۔

"تم کو میری شادی کی اتنی فکر کیوں رہتی ہے؟"

"شادی کی فکر نہیں ہو رہی۔پاگل تمہیں آفر دے رہا ہوں۔" وہ مسکرایا۔انابیتا نے غور کیا تھا اور ایک کشن اسے کھینچ مارا۔

"انتہائی بدتمیز آدمی ہو آپ۔"

"کیوں ایسا کیا بُرا ہے؟" دامیان نے مسکراتے ہوئے کشن پوری مہارت سے تھام لیا۔

"آنے والے اچھے رشتوں پر تم اس طرح سلوک کرتی ہو؟"

"رشتہ اور تمہارا؟ منہ دھو رکھو، جیسے جانتی نہیں تمہیں، ایک نمبر کے فلرٹ ہو۔" اس نے بدمزہ انداز میں کہہ کر چائے کا گھونٹ لیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"لو جب اتنے طریقے سے رشتہ پیش کر رہا ہوں تو تمہیں فلرٹ کیوں لگتا ہوں؟ پرابلم کیا ہے؟ کھانا بنانا آتا ہے نا؟ تو بس ٹھیک ہے۔ایسے کباب بنا کر کھلاسکتی ہو تو پھر کوئی مسئلہ نہیں۔" وہ مسکرایا۔

"لیکن تم یہاں آئے کیوں؟" وہ زچ ہوئی۔

"تمہیں یاد کر رہا تھا۔سو چلا آیا۔" دامیان سوری کی آنکھیں شرارت سے چمک رہی تھیں۔"اتنے غصے میں کیوں ہو، کیا بات ہے؟ تم چاہتی ہو میں باقاعدہ رشتہ بھجواؤں؟"

"دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا دامیان شاہ سوری ایک تو ہے اور کتنی چاہئیں؟"

"ایک ہے؟ کس کی بات کر رہی ہیں آپ؟ ابھی تک اکیلا ہوں۔اگر ہوتی کوئی تو آپ سے کیوں سر پھوڑتا؟" وہ مسکرایا۔

"آپ جیسا جھوٹا انسان میں نے کبھی نہیں دیکھا۔" وہ اس کی شرارت سے قطعاً محظوظ نہیں ہوئی۔

"کیسا جھوٹ؟ سچ بتاؤں تو تمہیں یقین نہیں ہوتا انار کلی۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"آپ کے سچ اور جھوٹ کسی سے ڈھکے چھپے نہیں کچھ اور کھائیں گے آپ؟" وہ مہمان داری نبھاتے ہوئے بولی۔

"نہیں، آنٹی نے پہلے ہی بہت کھلادیا ہے۔مجھے نہیں لگتا رات کا کھانا کھانے کی ضرورت پڑے۔"

"للّی میک کیسی ہے؟" انابیتا بیگ نے پوچھا۔

"ہاں، ٹھیک ہے۔تمہیں بڑی فکر ہورہی ہے اس کی؟" دامیان سوری نے شرارت سے چھیڑا۔

"تمہاری دوست کی فکر کرنے کی مجھے ضرورت نہیں۔اس کا خیال رکھنے کو تم ہونا۔" وہ لاتعلقی سے بولی۔

"اُف یہ دبی دبی سی چنگاریاں۔راکھ میں اور کیا دبا ہے، کبھی جاننے کا موقع تو دو۔" وہ چھیڑنے سے باز نہیں رہا تھا۔

"بکواس مت کرو۔اب اُٹھو اور چلتے پھرتے نظر آؤ۔ ورنہ رات تک کھانا ہضم نہیں ہوگا۔" وہ کوئی لحاظ کیے بغیر بولی۔

"کتنی بے مروت قسم کی خاتون ہو آپ۔بہت جھگڑالو قسم کی بیوی ہوں گی آپ۔اوّل درجے کی بدمزاج۔" وہ جیسے نتیجے پر پہنچتے ہوئے بولا۔

"آپ شکر منایئے کہ وہ آپ ہی ہیں۔" وہ خفگی سے جتاتے ہوئے بولی۔

"آپ کو واقعی کوئی ملال نہیں کہ مجھ جیسا ہینڈ سم لڑکا آپ کے ہاتھوں سے نکل جائے گا؟ مجھے کھو سکتی ہیں آپ؟" وہ اس کی سمت دیکھنے لگا۔آنکھیں شرارت سے چمک رہی تھیں۔

انابیتا بیگ نے ایک بار پھر پاس پڑا کشن کھینچ مارا، جسے وہ مہارت سے پکڑتا ہوا مسکرادیا۔

...☆☆☆...

معارج تغلق نے جھک کر پیشانی پر ہاتھ رکھ کر بخار کی حدت چیک کی۔حرارت کی کمی کو محسوس کرکے اس نے شکر کی ایک سانس لی۔

پوری رات آنکھوں میں کٹ گئی تھی۔

کوئی دشمنی یوں نبھاتا ہے؟

معارج تغلق جیسا بندہ۔جو سونے کا چمچہ منہ میں لیے پیدا ہوا تھا اور آسائش کا عادی رہا تھا آج کسی کے لیے اپنے روز و شب کا آرام خراب کررہا تھا۔کھڑکی سے چھن کر آتی ہوئی صبح کی روشنی میں معارج تغلق نے اس کے چہرے کو دیکھا تھا۔گھڑی کی سوئیوں کی جانب دیکھا تھا۔ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق ہر چار گھنٹے بعد اسے دوا دینی تھی۔مگر وہ اتنی گہری نیند سورہی تھی کہ معارج تغلق کو اسے

ڈسٹرب کرنا اچھا نہیں لگا تھا۔مگر اب اگر وہ اُٹھتی تو یقینا دوا کا وقت ہوچلا تھا۔وہ اُٹھا تھا اور کچن میں چلا آیا۔

اور وہ کام کیا تھا جو شاید زندگی میں اس نے اپنے لیے خود بھی نہیں کیا ہو، ناشتا بنایا، کافی تیار کی تھی، ٹرے سجا کر وہ اس کے کمرے کی طرف لے آیا۔
کیسی شان دار روم سروس تھی۔

اگر وہ شوہر ہونے کے ناتے اتنا سب کررہا تھا تو یقینا وہ بہت فرماں بردار قسم کا شوہر تھا۔ناشتے کی ٹرے ٹیبل پر رکھ کر واش روم میں گیا۔ایک برتن میں نل کھول کر پانی لیا اور واپس آگیا۔

''انائیا...'' آواز دے کر اسے جگایا۔

انائیا نے پہلی ہی آواز پر بہت تابعداری سے آنکھیں کھول دیں۔شاید وہ کچی نیند کی مالک تھی۔

معارج تغلق تولیہ اور پانی لیے اس کی سمت آگیا۔تھوڑا سا ہاتھ گیلا کرکے اس کے چہرے پر پھیرا اور تولیہ سے نرمی سے صاف کیا۔پھر باری باری اس کے ہاتھوں کو پانی میں ڈبو کر نرمی سے رگڑا اور تولیہ سے پونچھ دیا۔پانی کا برتن اور تولیہ واپس جگہ پر رکھ کر آیا۔اسے اٹھا کر تکیے کے سہارے بٹھایا اور ناشتے کی ٹرے اس کے قریب رکھ دی۔وہ حیرت سے دیکھ رہی تھی۔مگر بیٹھنے سے پہلے اسے نپکن لگانا نہیں بھولا پھر کارن فلیکس کا پیالہ اس کے سامنے رکھا اور ساتھ ہی توس اور بٹر، جیم بھی دیا۔انائیا ملک نے ٹرے کو بغور

دیکھا۔وہ نہیں جانتا تھا کہ اسے کیا کھانا پسند ہے۔تبھی دو تین چیزیں رکھ کر لے آیا تھا۔

کافی کا کپ اٹھا کر اس کی سمت بڑھایا، ارادہ اس کے لبوں سے لگانے کا تھا۔ مگر انائیا ملک کے کچھ سوئے کچھ جاگے حواس بیدار ہوگئے تھے۔ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ روک دیا اور کافی کے گھونٹ لینے لگی۔معارج تغلق نے تعرض نہیں کیا اور ٹرے میں سے اپنی کافی اُٹھا کر دو چار گھونٹ لیے پھر ایک چمچ کارن فلیکس کا بھر کر اس کے منہ میں ڈالا۔اس نے کسی قدر بدگمانی سے دیکھا مگر وہ مطلق پروا کرنا نہیں چاہتا تھا۔چمچ برابر اس کے منہ میں ڈالتا رہا۔بالآخر اس نے تنگ آکر اس کا ہاتھ روک دیا اور خاموش آنکھوں سے اس کی جانب احتجاجاً دیکھا تھا جیسے منع کر رہی ہو۔

”آپ کے لیے دوا سے پہلے کچھ کھانا ضروری ہے۔بیماری بھوک میں اور بھی زور آور ہوجاتی ہے اور پھر لڑنے کی ہمت بھی نہیں رہتی۔“ اس نے سمجھایا۔

وہ بات نہیں کرنا چاہتی تھی یا نقاہت کے باعث بولنے کی ہمت ہی نہیں تھی۔ وہ چپ چاپ کافی کے گھونٹ لینے لگی۔وہ اس تیمارداری سے متاثر ہوئی تھی یا نہیں؟

ایسا کوئی تاثر چہرے پر نہ تھا۔اس نے شاید توجہ بھی نہیں دی کہ وہ اس کے لیے بطور خاص ناشتا بنا کر لایا تھا یا پھر وہ سوچنا ہی نہیں چاہتی تھی کہ وہ اس کا خیال کر رہا ہے۔

”توس مکھن کے ساتھ کھائیں گی یا جیم کے ساتھ؟“ اس نے تابعدار شوہر کی طرح پوچھا۔

انائیا ملک نے سر نفی میں ہلایا تھا بنا اس کی جانب دیکھے۔

معارج تغلق نے اپنا کافی کا کپ میز پر رکھا تھا اور اٹھ کر سائیڈ ٹیبل سے دوائیں اٹھائیں۔ہدایات اچھی طرح سے پڑھ کر بوتل کو ہلایا اور پھر بوتل کا ڈھکن کھول کر سیرپ چمچ میں نکالا تھا اور اس کے منہ میں ڈال دیا۔وہ اس کی سرعت پر حیرت سے دیکھتی رہ گئی۔ٹیبلٹ اٹھا کر چیک کیں پھر ڈاکٹر کے

نسخے کے مطابق ٹیبلٹ نکال کر اس کی جانب بڑھائیں اور ساتھ ہی پانی کا گلاس اسے پیش کیا۔

وہ اتنے بڑے محل جیسے گھر میں اس کا غلام تھا۔جو اس کی خدمت پر مامور تھا۔وہ ٹیبلٹ نگلتے ہوئے اس کی جانب کن انکھیوں سے دیکھ رہی تھی۔چہرہ اسی طرح تنا تھا کہ وہ نرم پڑنا نہیں چاہتی۔

"اگر دل چاہ رہا ہو تو آپ دونوں آنکھیں اچھی طرح کھول کر مجھ کو بغور دیکھ سکتی ہیں۔اس طرح چھپ چھپ کر دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔" اس کی کیفیت قدرے بہتر دیکھ کر غالباً معارج تغلق نے مذاق کیا۔

شاید وہ اسے بولنے پر اکسانا چاہتا تھا اور امید تھی کہ دوسری طرف سے جواب ضرور آئے گا مگر وہ جواباً کچھ نہیں بولی۔

شاید نقاہت کے باعث اس میں بولنے کی ہمت نہیں تھی ورنہ وہ جوابی کارروائی میں رتی بھر دیر نہ لگاتی۔

اس نے ٹیک لگائی اور آنکھیں موند لی تھیں۔

معارج تغلق نے آگے بڑھ کر کھڑکی سے پردے کھینچ دیئے۔سورج کی نئی نویلی روشنی نے اس کے چہرے کو چُھوا اور سارے کمرے میں جیسے اُجالا سا بھر گیا تھا۔چڑیوں کے چہکنے کی آواز بہت بھلی معلوم ہو رہی تھی۔

"اگر آپ کو سونا ہے تو سوجائیں بے فکر ہو کر۔میں یہیں ہوں۔" وہ رسانیت سے بولا۔"کھرا کھوٹا جو بھی ہے اس کا حساب بعد میں چکا دیں گے۔فی الحال انسانیت کا سبق رٹتے ہیں کہ بیماری میں سات خون یوں بھی معاف ہوتے ہیں۔" وہ جیسے جتاتے ہوئے کہا رہا تھا کہ اگر اس نے اس کے لیے اپنی رات بھر کی نیند خراب کی تو وہ اسے کوئی رعایت نہ سمجھے نہ کوئی کمزوری۔

"کوئی عشق نہیں ہے یہ، نہ کوئی پاگل پن، نہ محبت۔صرف انسان ہونے کے ناتے ایک رعایت ہے۔عشق ہوتا بھی تو اپنی راتوں کی نیند برباد نہ کرتا۔حُسن سے اتنا متاثر نہیں کہ نیند برباد کروں، نہ نشے میں ہوں کہ اپنا ہوش نہ رہے۔ابھی ہوش و حواس میں ہوں۔محبت کا بخار نہیں چڑھا نہ تمہارا بیمار ہوں۔" وہ ٹھنڈی کافی کے گھونٹ پورے اطمینان سے لیتا ہوا بولا۔اس ٹھنڈی کافی سے منہ کافی بدمزا ہو گیا تھا۔وہ ٹس سے مس ہوئے بنا آنکھیں بند کیے لیٹی تھی۔

معارج تغلق کو تشویش ہوئی، نظریں اس پر جما کر بغور دیکھا، پھر سانس چلنے کا یقین کر کے اطمینان سے کرسی کی پشت سے سر ٹکادیا۔ پھر دھیان آیا تو جیب سے موبائل نکال کر نمبر ملایا۔

”ہاں یار حارث! شاید آج کچھ لیٹ آؤں یا پھر نہ آ پاؤں۔ سب سنبھال لینا اور جو اہم میٹنگ ہیں انہیں ملتوی کردو۔ میں نئی تاریخ جلد دے دوں گا۔“ اس نے ہدایت کی۔ ”نہیں سب ٹھیک ہے۔ میں بھی ٹھیک ہوں، کوئی خاص وجہ نہیں ہے۔“ اس نے اپنی کمزوری ظاہر کرنے سے گریز کیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا حارث کو پتا چلے وہ اپنی نئی نویلی دُلہن کے نخرے اُٹھا رہا ہے اور ناز برداریاں کررہا ہے۔ ورنہ

یقینا وہ اس کا مذاق اُڑاتا۔

”تم فکر مت کرو، میں دیکھ لوں گا۔“ دوسری طرف سے حارث کی آواز سن کر اس نے سر ہلادیا، اور سلسلہ منقطع کر کے بہت اطمینان سے سر کرسی کی پشت سے ٹکادیا۔

...☆☆☆...

جانے کس کے لیے وہ باغیچے میں کھڑی پھول چُن رہی تھی۔ بہار کی آمد کے ساتھ جہاں سارا ماحول کِھلا کِھلا اور رنگ برنگ لگ رہا تھا وہیں اس کے چہرے پر تازگی کے باوجود ایک نامعلوم سی کیفیت تھی۔

بہت خیال سے وہ پھول چُن کر گلدستہ بنا رہی تھی۔ وہ چلتا ہوا خاموشی سے اس کے پیچھے جا کھڑا ہوا۔ شاید وہ اسے اس کھوئی ہوئی کیفیت سے نکالنا نہیں چاہتا تھا تبھی کچھ بولا نہیں۔ مگر وہ اس کی حرکات سکنات کو نوٹ کررہا تھا۔ وہ جیسے اس گھڑی اس دنیا کا حصہ نہیں تھی۔

ایک پھول توڑ کر وہ پیچھے مڑی تھی۔ تبھی اس کی پشت عدن بیگ کے چوڑے سینے سے ٹکرائی تھی۔ وہ ایک لمحے میں چونکی اور سارے پھول ہاتھ سے گِرتے چلے گئے۔

پارسا چوہدری نے پلٹ کر اسے دیکھا اور نظریں اس کی نظروں سے الجھ کر رہ گئی تھیں اور پارسا چوہدری کی نظریں دوسرے ہی پل نیچے جھکی تھیں۔

عدن بیگ نے پہلی بار اس چہرے کو بغور دیکھا تھا۔ جانے دل میں کیوں آیا کہ وہ اس چہرے کو چُھو کر محسوس کرے۔ مگر وہ ایسی کوئی گستاخی نہیں کرسکا۔

وہ جس طرح خجل ہورہی تھی اس پر اسے شاید کچھ ترس آگیا۔تبھی اس کے چہرے پر سے نظریں ہٹاتے ہوئے وہ جھکا اور اس کے قدموں میں بکھرے پھول چُننے لگا۔وہ اتنی ساکت تھی کہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوئی۔

عدن بیگ نے تمام بکھرے پھولوں کو اُٹھایا اور تبھی نظر اس کے پیروں پر گئی جو صاف ستھرے سیاہ سینڈل کی قید میں بہت بھلے معلوم ہورہے تھے۔ پاؤں کے بہت پاس پڑی گلاب کی سرخ ادھ کھلی کلی کو اس نے اٹھانے کو ہاتھ بڑھایا تو وہ ایک قدم پیچھے ہٹ ہوگئی۔عدن تمام پھول سمیٹ کر اٹھ کھڑا ہوا اور اسے بغور دیکھتے ہوئے پھول اس کی جانب بڑھا دیئے۔مگر پارسا چوہدری کی نظریں پھولوں سے ہٹ کر اس کے ہاتھوں اور کلائیوں پر ٹک گئی تھیں۔

”خون! آپ کے ہاتھ زخمی ہوگئے ہیں۔آپ کو پھول چُننے نہیں آتے؟“ وہ اسے ڈپٹتے ہوئے بولی۔وہ کچھ نہیں کہہ سکا۔اب تک جیسے وہ ایک عجیب سی کیفیت میں تھا۔

پارسا چوہدری نے اس کا ہاتھ تھاما اور اسے لے کر اندر کی جانب بڑھنے لگی۔وہ حیران سا جیسے کسی خواب میں چلتا ہوا اس کے پیچھے کھنچا چلا جارہا تھا۔

یہ کیسا جادو تھا۔اس ایک عام سے خدوخال والی لڑکی نے کسی طلسم کدے کا سا ماحول کھینچ دیا تھا کہ سارا کچھ اس کے زیر اثر لگ رہا تھا۔کیا وہ سچ میں اتنا کمزور تھا؟ وہ جس طرح اس کے پیچھے کسی کچی ڈور سے بندھا کھنچا جارہا تھا اس پر وہ سوچنے پر مجبور ہوا۔

لاؤنج میں آکر وہ رُکی اور ایک دراز کھول کر فرسٹ ایڈ باکس نکال کر اس کی جانب دیکھا۔

”کتنے بے حس ہیں اور بے پروا بھی۔آپ کو پتا تک نہیں چلا کہ ہاتھ زخمی ہوگئے؟ کیا آپ نہیں جانتے تھے کہ پھولوں کے ساتھ ساتھ کانٹے بھی ہوتے ہیں؟“ وہ اسے ڈپٹتی ہوئی روئی پر ڈیٹول لگا کر زخم صاف کرنے لگی، جن سے خون رس رہا تھا۔

عدن بیگ کو کسی درد کا کوئی احساس نہ تھا۔

وہ خواب کی سی کیفیت میں پارسا چوہدری کی سمت دیکھ رہا تھا۔

"مجھے دھیان نہیں رہا۔" عجب کھوئے کھوئے انداز میں وہ بولا۔

"کس بات کا؟" وہ زخم صاف کرتے ہوئے بولی۔

"کہ پھولوں کے ساتھ اس قدر کانٹے بھی ہوتے ہیں۔" وہ صاف گوئی سے بولا نگاہیں پوری توجہ سے اس کے سراپے سے الجھی ہوئی تھی۔

"آپ کو یاد نہیں رہا کہ پھولوں کے ساتھ کانٹے بھی ہوتے ہیں؟ پاگل ہیں آپ؟ اتنے سمجھ دار بندے ہو کر ایسی باتیں کرتے ہیں؟" وہ سر اٹھا کر گھورنے لگی۔اس کے انداز میں ایسا کچھ تھا۔کہ وہ ایک پل میں قتل ہوا، اس کا چہرہ، اس کی آنکھیں، اس سے آگے کچھ دکھائی نہیں دیا تھا۔

پارسا چوہدری اس کی کیفیت سے بے خبر اس کے زخموں پر مرہم لگا رہی تھی۔

"میں نہیں جانتی تھی آپ اتنے بے پروا ہیں۔یوں تو بہت خیال کرنے والے بنتے ہیں، ہر ایک کا خیال کرتے ہیں، یہاں تک کہ دوستی نباہنے میں بھی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے اور خود کا ہوش نہیں۔" وہ کچھ اس طرح بولی تھی کہ وہ مسکرائے بنا نہیں رہا۔

"آپ کو اچھا نہیں لگتا؟" مدھم لہجے میں دریافت کیا۔

"میرے اچھا لگنے یا نہ لگنے سے کیا فرق پڑتا ہے مگر محلے بھر کا احساس کرنے سے قبل خود کی خبر بھی تو ہونا چاہیے۔" پارسا چوہدری نے بینڈیج کرتے ہوئے اسے گھورا۔عدن بیگ پر اس کی ڈانٹ کا

قطعاً کوئی اثر نہیں ہوا۔

"آپ بتاسکتی ہیں جو آپ کو اچھا لگے۔میں اس کا خیال رکھنے کی کوشش کروں گا۔" وہ بغور دیکھتے ہوئے بولا، پارسا نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔دونوں کی نظریں ملیں، وہ کچھ لمحوں تک خاموشی سے دیکھتی رہی پھر نگاہ چرا گئی اور اس کی کلائیوں پر رکھے ہاتھ کھینچ لینا چاہے تھے مگر عدن بیگ نے بہت آہستگی سے ان ہاتھوں کو گرفت میں لے لیا، اور اس کے جھکے ہوئے سر کو بغور دیکھتے ہوئے مسکرایا۔

"مجھے نہیں پتا تھا کہ آپ ڈانٹ ڈپٹ بھی کر سکتی ہیں۔ آپ کا یہ انداز اس پارسا سے بہت مختلف لگا جو ہمیشہ رکھ رکھاؤ میں بندھی رہتی ہے۔" اس کے ہاتھوں کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں... میں ایسی ہی ہوں۔" وہ غالباً کچھ جز بز دکھائی دی تھی۔ ہاتھ اس کی گرفت سے نکال لینے چاہے مگر جیسے وہ اس کے لیے تیار نہیں تھا۔

"میں... وہ... " پارسا چوہدری خجل ہوئی۔

"میں وہ کیا؟ وہ پھول کس کے لیے چُننے جا رہے تھے؟" عدن نے پوچھا۔

"کسی کے لیے نہیں۔" وہ سر نفی میں ہلاتی ہوئی بولی۔

"کیا مطلب؟" عدن بیگ چونکا۔ جیسے جاننے کا اشتیاق ہو کہ وہ کون تھا جس کے لیے وہ اتنی محنت کر رہی تھی۔

"میں وہ پھول کسی کے لیے نہیں چُن رہی تھی عدن! ایسا سچ ہے۔ مجھے وہ پھول وہاں گارڈن میں اچھے لگ رہے تھے۔ میں نے سوچا چُن لوں اور گلدان میں لگادوں۔ آپ کو چاہئیں؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اعتماد سے بولی۔

عدن نے نظریں جما کر اس کے دونوں ہاتھوں کو بغور دیکھا تھا۔ پھر مسکرادیا۔

"وہ پھول گلدان میں زیادہ اچھے لگیں گے۔"

"تو؟" وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی اور ساتھ ہی ساتھ اس کی گرفت سے ہاتھ چھڑا لیے۔

"تو...! ایک کپ کافی کا مل سکتا ہے؟"

"ہاں!" وہ پلٹی اور سرعت سے اندر کی جانب بڑھ گئی۔

عدن بیگ کو وہ لمحے بہت عجیب ترین لگے، جیسے وہ کسی انوکھے دیس میں آ گیا ہو جہاں قدم قدم جادو تھا۔

...☆☆☆...

وہ اسی طرح کرسی پر بیٹھا تھا، جب سدرہ تغلق دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئیں۔

"کیسی ہے اب انائیا؟" بیٹے کی آنکھوں میں سرخ ڈورے دیکھ کر دریافت کیا گیا۔ وہ سیدھا ہو بیٹھا۔

”جی، پہلے سے بہتر ہے، بخار زیادہ نہیں ہے اب۔“ سدرہ نے ٹیبل کی سطح پر پڑے برتن بغور دیکھے۔

”میں نے رستم سے کہا تھا کھانا کمرے میں پہنچادے، اوٹ میل بستر رہے گا مگر۔ناشتا کس نے تیار کیا؟“ وہ چونکیں، وہ کچھ خجل سا ہو گیا۔

”میرا بچہ ساری رات جاگتا رہا؟“ اس کی آنکھوں کے سرخ ڈورے دیکھ کر پیار سے ساتھ لگایا۔

”میں ٹھیک ہوں ممی! انہیں صبح جلدی دواؤں کی ضرورت تھی، کیونکہ رات میں جگا کر دوا کھلانا مناسب نہیں لگا۔اس لیے صبح جگا کر دوا دے دی۔مجھے زیادہ معلوم نہیں تھا کہ اوٹ میل ہونا چاہیے ناشتے میں۔جو ہاتھ لگا بنادیا اور کھلا دیا۔“ ماں نے پیار سے اپنے شاہ مزاج بیٹے کو دیکھا جیسے انہوں نے کبھی ہل کر پانی بھی پینے نہیں دیا۔کبھی کسی دوسرے کے لیے اتنی صبح ناشتا بنانا اور کھلانا۔یقیناً یہ بڑی تبدیلی تھی۔

سدرہ نے پیار سے سر پر ہاتھ پھیرا۔

”تم کچھ آرام کرلو، میں انائیا کے پاس بیٹھتی ہوں۔“

”نہیں ممی! میں ٹھیک ہوں۔“ معارج تغلق نے منع کیا۔سدرہ نے آگے بڑھ کر انائیا کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر چھوا۔

”تم نے اس کے گھر والوں کو بتایا؟“ پلٹ کر پوچھا۔

”نہیں! دھیان نہیں رہا۔میں مطلع کردوں گا۔آپ فکر نہ کریں۔“ وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔بیٹھ بیٹھ کر وہ تھک گیا تھا۔

”تمہارا ولیمہ ملتوی کردیا ہے اس کے بخار کی وجہ سے۔ہمیں سچ میں انائیا کی بہت فکر ہورہی ہے۔شکر اللہ کا، اب حالت سنبھل گئی ہے۔“ تم شاور لے کر فریش ہوجاؤ۔میں انائیا کے پاس ہوں۔“

اس خیال سے کہ انائیا کی نیند ڈسٹرب نہ ہو وہ آواز دبا کر مدھم انداز میں بات کررہی تھیں۔

”ساری رات جاگ کر اور بیٹھ کر کتنا سا منہ نکل آیا میرے بچے کا۔“ انہوں نے پیار سے بیٹے کو دیکھا۔

وہ مسکرادیا، ماں کی محبت کا بہت فطری انداز تھا۔

”میں ٹھیک ہوں ممی! انائیا کو آپ کی کیئر کی ضرورت زیادہ ہے۔ان فیکٹ بیٹی اور بہو کا پیار اب آپ کو اسی کو سونپنا ہے۔ایشاع تو کبھی کبھار ہی آیا کرے گی۔“ وہ مسکرایا تھا۔انداز شرارت سے پُر تھا۔ماں نے پیار سے ایک چپت لگائی۔”جس طرح رات ڈیڈی اور آپ مجھے ڈانٹ رہے تھے، اس پر مجھے یقین ہو گیا تھا، اب اس گھر کے سیاہ سفید کا مالک کون بننے والا ہے۔ایک ہی دن میں جادو کردیا آپ دونوں پر۔میری اہمیت پل میں ختم۔“ اس نے شکوہ کیا۔سدرہ مسکرائیں۔

”پاگل ہو گیا ہے! تُو ہے تو یہ ہے نا۔اس میں جلنے کی کیا ضرورت ہے؟ تمہارے حصے کا پیار نہیں بٹا۔انائیا کو جو بھی مل رہا ہے وہ اس گھر کی بہو کی حیثیت سے اور تم سے جڑے نام کے باعث اس سب کی حق دار ہے۔آخر وہ تمہاری شریک حیات ہے اور اس بات کا فیصلہ کسی اور کا نہیں صرف آپ کا اپنا ہے۔“ ماں نے چھیڑا، وہ خجل سا ہو کر مسکرادیا۔

”میں شاور لے کر آتا ہوں۔“ معارج تغلق نے عافیت اسی میں جانی کہ وہاں سے کھسک لے۔رات بھر جاگ کر سر بھاری ہورہا تھا۔ضرورت تازہ دَم ہونے کی تھی اور اس کے لیے شاور ضروری تھا۔

اپنے کمرے کی جانب آتے ہوئے اس نے انائیا کی ممی کا نمبر ملایا۔

”ہیلو ممی! آپ کو بتانا تھا کہ انائیا کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔“

”کیا ہوا اسے؟“ زائرہ ملک پریشان ہو گئی تھیں۔

”نہیں، ایسا کچھ سریس نہیں ہے، بس کچھ موسمی بخار ہے، پہلے سے خاصی بہتر ہیں وہ۔ممی نے کہا تھا کہ آپ کو فون کرکے بتادوں۔بات اگرچہ معمولی تھی اور میں آپ کو پریشان کرنا نہیں چاہتا تھا۔“ وہ بولا۔

”میں ابھی تو ایک اہم میٹنگ کے لیے نکل رہی ہوں۔اس کے بعد وہاں کا چکر لگاؤں گی۔تم انائیا کا خیال رکھنا۔اس کو بخار ہونا اچھا نہیں۔کیفیت بچوں جیسی ہوجاتی ہے۔بہت حساس ہے وہ۔تم سے گزارش کروں گی کہ اس کا خیال رکھنا۔“ زائرہ ملک نے کہا۔

"ممی آپ کو ایسا کہنے کی ضرورت ہے؟ وہ اب اس گھر کا حصہ ہے اور یہاں سبھی موجود ہیں، اس کا خیال رکھنے کو۔رات بھر میں اس کے پاس تھا، آپ بالکل فکر نہ کریں۔وہ اب بہت بہتر ہے۔" وہ احترام سے انہیں بتارہا تھا۔

"تھینکس!" زائرہ ملک نے کہا تھا اور کچھ ضروری کلمات کہہ کر سلسلہ منقطع کردیا۔

اس کا احساس تو اسے تھا کہ وہ کچھ بچوں والا مزاج رکھتی تھیں۔اگر نہ رکھتیں تو چھوٹی سی چیز پر کمر کس کے میدان میں کیوں کودا کرتیں؟

وہ سوچنے کا تمام سلسلہ منقطع کرکے واش روم میں گھس گیا تھا۔

...☆☆☆...

"پکنک کا سارا پروگرام فائنالائز کرنا تمہارے ذمے تھانا۔" دامیان نے کلاس ختم ہوتے ہی اسے آن لیا، وہ بڑی طرح چونکی۔

"یہ ذمے داری مجھ پر کس نے اور کب ڈالی؟"

"یہاں بیٹھو۔" دامیان نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بٹھایا اور اطمینان سے بولا۔

"یہ وہی تو بات تھی جسے بتانے کے لیے میں کل شام تمہارے گھر گیا تھا۔مگر تم نے اتنی کھری کھوٹی سنائیں کہ میں ان باتو ں میں الجھ کر یہ بھول گیا کہ میں کیا کہنے آیا ہوں۔" وہ مکمل اطمینان سے مسکرادیا اور انابیتا بیگ کو شدید حیرت ہوئی۔

"یہ کیسے، اور کب طے پایا کہ یہ ذمے داری میں نبھاؤں گی؟ اور میں ہی کیوں جب کہ میں تو اس پکنک کے حق میں بھی نہیں اور نہ ہی یہ میرا آئیڈیا ہے۔" وہ یکسر لاتعلق نظر آئی۔

"آئیڈیا تو تمہارا نہیں۔مگر للّی میک کچھ مصروف ہے اور وہ یہ سب نہیں کرسکے گی۔تو ہمیں لگا تم...!" دامیان نے شانے اُچکائے۔

"تمہیں لگا؟ للّی کے بعد میں کوئی آپشن ہوسکتی ہوں؟" انابیتا کو جیسے دھچکا لگا۔

"للّی کے بعد؟ اے کم آن! تم جس رستے پر دوڑ رہی ہو وہاں سے اپنی سوچ کے گھوڑے واپس موڑ لو۔سوچنے کا یہ انداز بالکل بھی صحیح نہیں۔ہم ایک گروپ میں ہیں۔اگر کوئی آئیڈیا دیتا ہے تو اسے ماننا پڑتا ہے اور اسی حساب سے اگر کوئی ایک ذمے داری نہیں نبھاسکتا تو کسی دوسرے کے کاندھے پر وہ

ذمے داری ڈال دی جاتی ہے۔ مجھے، یاسر، پارسا اور للّی کو لگا کے تم اسے بہتر ہینڈل کر سکتی ہو۔ تبھی سب نے تمہارا نام لیا۔ مجھے نہیں پتا تھا تم اس طرح سے سوچو گی۔" دامیان نے اس کی سوچ سے جیسے برا فروختہ ہو کر کہا۔ مگر وہ سر نفی میں ہلانے لگی۔

"تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو۔ اگر تم سب نے سوچا تو مجھے پتا ہونا چاہیے تھا کہ میں ہی کیوں؟ للّی میک نے اگر کوئی ذمے داری لی تھی تو اسے نبھانا چاہیے۔ مجھے بھی بہت سے کام ہیں۔ اپنے پروجیکٹ پر فوکس کرنا ہے۔ میرا اسپورٹس کیرئیر ہے۔ فارغ تو میں بھی نہیں ہوں۔ پھر یہ آئیڈیا میرا سر سے تھا ہی نہیں تو میں اسے کیوں بھگتوں؟" وہ خود نہیں جانتی تھی وہ کیوں اتنی بے حس ہو رہی تھی مگر للّی کی یہ ذمے داری قبول کرنا اسے بالکل اچھا نہیں لگا تھا۔ وہ بھی اس کے رد کرنے کے بعد۔

"انابیتا بیگ! مجھے نہیں پتا تھا تم ایسے بی ہیو کروگی، میں نے نہیں سوچا تھا تم اس طرح ری ایکٹ کروگی، وہ بھی اتنی چھوٹی سی بات پر۔ پرابلم تمہیں للّی سے ہے نا؟" دامیان اس کے رویئے پر حیران ہوا۔

"مجھے کیوں ہونے لگی للّی سے کوئی پرابلم؟ دماغ خراب ہے تمہارا۔ اگر وہ تمہارے لیے اہم ہے تو ضروری نہیں کہ سب اسے اہمیت دیں۔ سب کی اپنی اپنی زندگی ہے اور کوئی کسی کے لیے اپنا سیٹ اپ نہیں بدلتا۔ میں للّی کا طریقہ نہیں جانتی۔ میری اپنی زندگی ہے اور جینے کا طریقہ بھی مختلف ہے۔" وہ وضاحت دیتی ہوئی بولی۔

"کم آن انابیتا بیگ! مزید کوئی بحث نہیں پلیز۔ تمہیں نہیں کرنا۔ کوئی بات نہیں، بات کو پھیلانے کی ضرورت نہیں۔ مجھے لگا تھا ہم سب دوست ہیں اور کسی ایک کی مشکل میں دوسرا کام آسکتا ہے۔ مگر شاید میں غلط تھا، تم نے یہ ثابت کردیا۔" دامیان الجھے انداز میں بولا۔

"تم للّی کی بے وجہ حمایت کیوں کررہے ہو؟"

"میں للّی کو کوئی اہمیت نہیں دے رہا۔ تم غلط سمجھ رہی ہو۔" وہ تن کر بولا۔

"تم للّی کو اہمیت دے رہے ہو کیونکہ تم...!" وہ بولتے بولتے یک دم رُکی۔

"کیونکہ تم کیا؟" وہ سوالیہ نظروں سے اس کی سمت دیکھنے لگا۔

وہ کچھ کہے بنا چہرہ پھیر گئی تھی۔

"انابیتا بیگ تم ہمیشہ للّی کو پرابلم سمجھتی ہو اور مجھے سمجھ نہیں آتا تم ایسا کیوں کرتی ہو؟ وہ تم سے بہتر ہے؟ تم اسے کمیٹ نہیں کر سکتیں؟ یا پھر یہ کہ وہ میرے ساتھ ہے؟ مجھ سے قریب ہے؟" دامیان سوری نے کہا۔

"وہاٹ؟" وہ ساکت رہ گئی۔

"مجھے اس سے کیوں کوئی پرابلم ہونے لگا اگر وہ تمہارے ساتھ ہے تو ہوا کرے۔ آپ کیوں ایسا سمجھ رہے ہیں کہ آپ کی گرل فرینڈ مجھ سے زیادہ بہتر ہے؟ یا میں اسے کمیٹ نہیں کر سکتی؟ دامیان شاہ سوری! ہوگی اہم وہ آپ کے لیے، لیکن مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں اور دوسری بات، آپ قریب آئے،دوستی جتائے، کچھ توجہ آپ کو دے دی۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ کو کچھ بھی سوچنے کا حق مل گیا۔ مجھے آپ سے یا آپ کی زندگی میں آنے والی کسی بھی لڑکی سے کوئی پرابلم نہیں ہے کیونکہ آپ کی زندگی کا مجھ سے کچھ لینا دینا نہیں۔" دامیان شاہ سوری کے جتائے جانے پر جیسے وہ آج خود اپنی نظروں سے گر گئی تھی۔

اس احساس کو سوچ کر ہی وہ منوں مٹی میں دھنس گئی تھی۔وہ کیا سمجھ رہا تھا۔کیوں وہ للّی مخالف تھی کیونکہ وہ اس کے قریب تھی؟ ایک احساس توہین کے تحت آنکھوں میں سرخی اُتری تھی اور ساری سطح نمکین پانی سے بھر گئی تھی۔

وہ اس کی جانب دیکھے بنا اُٹھی اور وہاں سے نکل گئی۔دامیان سوری کو اپنے کہے پر افسوس ہوا یا کہ نہیں، مگر تا دیر کھڑا وہ اسے دیکھتا رہا۔

VVVV

وہ اہم میٹنگز نمٹا کر تھکا ہوا گھر پہنچا تھا اور بیڈ پر گر کر کسی طرف کا ہوش نہیں رہا تھا۔جانے کتنے بجے کاوقت تھا جب ممی نے کافی کے کپ کے ساتھ اس کے کمرے میں قدم رکھا تھا۔

"معارج بچے۔" کافی سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر پیار سے اس کے چہرے کو تھپتھپایا اور اس کے کمرے میں قدم رکھا تھا۔"کافی لے لو معارج۔" اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا تھا۔آنکھوں کی سرخی بد ستور تھی۔

"کیا بجا ہے ممی؟ صبح اتنی جلد ہوگئی؟" وہ سوتے جاگتے لہجے میں بولا۔

نہیں صبح نہیں ہوئی۔رات کے نو بجے ہیں۔انائیا کی ممی اور نانا آئے تھے کچھ دیر پہلے ہی واپس گئے ہیں۔" انہوں نے اسے اٹھتا دیکھ کر کافی کا کپ تھمایا۔

"آپ نے مجھے کیوں نہیں جگایا؟" اسے افسوس ہوا۔

"تمہاری رات بھر کی نیند پوری نہیں ہوئی تھی۔تمہیں اٹھانا مناسب نہیں لگا۔تم کافی لے کر نیچے آجاؤ، میں ڈنر لگاتی ہوں۔" وہ کہہ کر اٹھیں۔

"ممی انائیا کی طبیعت کیسی ہے اب؟" اس نے پوچھا۔ممی اس کی جانب پلٹ کر دیکھتے ہوئے مسکرائی تھیں۔

"بہت فکر ہو رہی ہے نا اس ک؟"

"نہیں، میں یوں ہی پوچھ رہا تھا۔" وہ نفی میں سر ہلاتا ہوا بولا۔"اس کا خیال نہیں رکھوں گا تو آپ دونوں کی ڈانٹ سننے کو ملے گی نا۔ڈیڈی تو اتنے خفا تھے جیسے گھر سے نکال باہر کریں گے۔" وہ بات بنانے کو بولا۔سدرہ مسکرا دیں۔

"بالکل بچے لگ رہے ہو، اس طرح وضاحتیں دیتے ہوئے فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔اب وہ بہت بہتر ہے، اپنی کافی ختم کرو اور ڈنر کے لیے آجاؤ۔یہ کافی تمہیں جگانے کے لیے تھی۔بھوک اڑانے

کے لیے نہیں شاباش، جلدی کرو۔" ممی نے پیار سے اس کے بال بکھیرے اور باہر نکل گئیں۔

وہ کافی کا کپ لے کر اس کے کمرے میں آگیا۔وہ بیڈ پر نہیں تھی۔وہ اسے وہاں نہ پا کر ایک لمحے میں چونکا۔اپنا کافی کا کپ میز پر رکھ کر اس نے اسے پکارا۔

"انائیا؟" کمرے میں دیکھا تھا وہ وہاں نہیں تھی۔اسے تشویش ہوئی تھی۔ڈریسنگ روم کی طرف بڑھا تو وہ لاک تھا اسے کچھ اطمینان ہوا۔پھر آگے بڑھ کر اس نے کھڑکی کھول کر گہری سانس خارج کرتے ہوئے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔وہ ڈریسنگ روم سے کب نکلی تھی اسے خبر نہیں ہوئی۔

چونکا تب جب کچھ گرنے کی آواز آئی۔غالباً وہ ٹیبل سے ٹکرائی تھی۔کافی کا کپ لڑھکتا ہوا دور جا گرا تھا۔اس سے پہلے کہ وہ گرتی معارج تغلق نے بہت سرعت سے آگے بڑھ کر اسے تھام لیا۔

اس کے وجود کی بھینی مہک نتھنوں میں گھسی تھی۔

زلفوں کی مہک سونے پر سہاگہ تھی۔وہ جیسے کسی طلسم کے زیر اثر آنے لگا تھا۔مگر پھر اگلے ہی پل سر جھٹک کر بہت آرام سے اسے سنبھالا اور بیڈ پر بیٹھنے میں مدد دی۔

"آپ کو بیڈ سے نہیں اٹھنا چاہیے تھا ابھی آپ بہتر نہیں ہیں۔کسی کی مدد مانگ لینا برا نہیں ہوتا ممی یہاں تھیں۔آپ ان سے بھی کہہ سکتی تھیں۔"

"میں ٹھیک ہوں۔" وہ لاتعلقی سے بولی۔

"آپ کے پاس آنے کے بہانے ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں ہے مجھے۔نہ ہی ناز برداریاں کرنے کا موڈ ہے۔بات صرف یہ جتانے کی ہے کہ آپ کی طبیعت اتنی بہتر نہیں ہے۔آپ کو فی الحال آرام کی ضرورت ہے۔" معارج تغلق نے جتایا۔

وہ اس کی جانب متوجہ نہیں تھی۔اس کے کہنے پر بھی اس کی جانب نہیں دیکھا۔معارج تغلق کو الجھن ہوئی۔

اس کا چہرہ ہاتھوں سے تھام کر اپنی طرف کیا۔

کچھ دیر اس کی جانب دیکھتا رہا۔انائیا ملک بھی اس کی جانب دیکھتی رہی۔

"آپ سمجھ رہے ہیں مجھ پر احسان کر رہے ہیں؟" وہ ہمت نہ رکھتے ہوئے بھی تلوار لیے کھڑی تھی۔

"ہوگئی ڈرون حملوں کی ابتدا، ابھی تو ہمت بھی نا پید ہے۔" وہ مسکرایا وہ چہرے کو پھیر کر لاتعلق بن گئی۔

"احسان نہیں کر رہا، دشمنی نبھا رہا ہوں۔آپ تندرست ہوں گی تو مقابلہ کرسکیں گی اور تبھی لڑنے میں مزا بھی آئے گا۔کم ہمتوں اور لاچاروں سے لڑنا مزا نہیں دیتا نا۔" وہ اسے ہمت پر اکسا رہا تھا۔

وہ گھورنے لگی تھی۔

"آپ کا اپنا کمرہ ہے؟"

"کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"پورا گھر میرا ہے۔" انداز پر استحقاق تھا۔

"تو جب تک میں یہاں ہوں اس کمرے کو اپنی سلطنت کے اختیار سے باہر سمجھیے۔" اس کے تیمارداروی اور کھلانے پلانے کا اتنا اثر تو ہوا تھا کہ وہ اس سے دو ٹوک بات کرنے کے قابل پھر سے ہو گئی۔

وہ مسکرا دیا۔

"گریٹ... اسی گیڈر بھبکی کو سننے کے لیے رات بھر جاگا ہوں اور خدمت داری کی ہے۔اس دہاڑ کو سن کر دلی سکون ملا ہے۔"

کیا اسے تندرست دیکھ کر اس کی جان میں جان آئی تھی۔یا واقعی وہ اتنا بڑا دشمن تھا کہ اس کی تیمارداری صرف اس لیے کی تھی کہ وہ تندرست ہو کر دوبارہ اس کا مقابلہ کرسکے؟

انائیا ملک نے اس کی جانب دیکھا تھا اور کچھ دیر تک خاموشی سے دیکھتی رہی۔

"ہم دونوں واقف ہیں کہ یہ سب ہے تو کیونکر ہے تو پھر بچوں کی طرح ہر بار دہرانے سے فائدہ؟ اگر آپ کا مجھے اپنے سنگ باندھنے کا کوئی مقصد تھا تو میرے یہاں آنے کا بھی ایک مقصد ہے۔میں یہاں آپ کو اپنی جانب مائل کرنے نہیں آئی۔ناز برداریاں کروانے آئی ہوں۔مجھے اس سب کا کوئی شوق

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نہیں ہے اور نہ ہی آپ کا ہونا یا نہ ہونا میرے لیے معنی رکھتا ہے۔" وہ جلے کٹے انداز میں بولی۔

معارج تغلق نے بنا کوئی جواب دیئے ہاتھ بڑھا کر اس کی پیشانی کو چھوا، پھر پر سکون انداز میں مسکرا دیا۔

"بخار بھی زیادہ دیر آپ کے پاس موجود نہیں رہ سکا۔دو ہی راتوں میں دم دبا کر بھاگ گیا۔ثابت ہوا کہ آپ میں کوئی اہلیت نہیں کسی کو اپنے ساتھ باندھ کر رکھنے کی، اگر آپ یہاں میرے لیے نہیں ہیں تو پھر ہیں ہی کیوں؟ مجھے بھی آپ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔اگر ہوتی تو میرے لیے حصول مشکل نہیں ہے۔جب کہ سارے اختیارات میرے ہیں۔چاروں سمت دیوار اٹھا سکتا ہوں اور لمحوں کو قید کر سکتا ہوں۔میرے اختیارات کہاں تک ہیں اور کتنے لا محدود ہیں مجھے یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔خوب صورت چہروں کی وقعت کیا ہے؟ حسن کی کہانیاں نئی نہیں ہیں میرے لیے، نمائش کے قصے نئے ہیں میں اس میدان کا پرانا کھلاڑی ہوں۔" وہ صاف جتا رہا تھا مگر وہ قطعاً متاثر دکھائی نہیں دی۔

سنی ان سنی کردی اور لیٹ کر آنکھیں موند لیں۔

وہ کچھ دیر تک یونہی رکا اس کی سمت دیکھتا رہا۔پھر دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

...☆☆☆...

کتنی دیر وہ شاور سے اپنا دماغ ٹھنڈا کرتی رہی تھی احساس کچو کے لگا رہا تھا کہ وہ اسے کیا سمجھا تھا۔کیا سمجھ کر للّی سے اس کا موازنہ کیا تھا اور پھر للّی کو اس سے بہتر قرار دیا تھا۔

وہ کیا سمجھ رہا تھا کہ وہ اس کے پیچھے تھی؟ اس کی طالب تھی؟ اسی لیے للّی میک سے جل رہی تھی؟

اسے سوچ کر شرمندگی ہو رہی تھی۔شاید اتنا وہ کبھی زندگی میں نہیں روئی تھی نہ اتنا دکھ ہوا تھا۔

اس کو محسوس ہوا تھا اس کی روح تار تار کردی گئی ہو۔

ہجوم میں کسی نے اس کے منہ پر تمانچہ مار دیا ہو۔

وہ اگر اس سے بات کرتی تھی، یا دوستی نبھاتی تھی تو وہ اس کا کیا مطلب لے رہا تھا؟

یہ آج کھلا تھا اور اسے اس کی اپنی نظروں میں گرا گیا تھا۔

جو بھی ہوا تھا، اس سے اگلے دن وہ کیمپس نہیں جا سکی تھی۔

اس میں شاید ہمت نہیں تھی۔اتنا کچھ سننے کے بعد وہ شاید اس شخص کا سامنا نہیں کر سکتی تھی۔پارسا نے صبح اس کا دروازہ بجایا تھا۔

”انا تھیا! کیمپس نہیں جانا۔اٹھو ورنہ لیٹ ہوجائیں گے۔“

”میری طبیعت ٹھیک نہیں، میں نہیں جا سکتی۔“ اس نے دروازہ کھولے بنا وہیں سے آواز دے کر کہا۔پارسا واپس پلٹ گئی۔

”یہ فرار کب تک؟“ پارسا کے جانے کے بعد اس نے خود اپنے آپ سے پوچھا۔

کیمپس کے آخری دن چل رہے تھے۔اسے پروجیکٹ پر توجہ دینی تھی۔اسے مکمل کرنا تھا۔آخری سارے لیکچرز اہم تھے اور وہ کن مشکلات میں گھر گئی تھی۔

"تم للّی کو پرابلم سمجھتی ہو اور مجھے سمجھ نہیں آتا تم ایسا کیوں کرتی ہو؟ وہ تم سے زیادہ بہتر ہے؟ تم اس سے مقابلہ نہیں کر سکتیں یا پھر یہ کہ وہ میرے ساتھ ہے مجھ سے قریب ہے؟" اس کے الفاظ کل سے اس کی سماعتوں میں گونج رہے تھے اور ہر بار لگتا تھا کسی نے پگھلا ہوا سیسہ اس کی سماعتوں میں انڈیل دیا ہو۔کوئی اس پر کسی اور کو فوقیت دے رہا تھا اور جتا رہا تھا کہ وہ اس کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتی۔کیا واقعی وہ اس سے اتنی بہتر تھی؟

اور دوسری طرف وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ اس کے قریب آنے کی کوشش کر رہی ہے اور للّی کو اپنی راہ میں حائل پاتی ہے۔"

"اف۔" اس کا دماغ جیسے پھٹنے لگا اور اس نے سر میز کی سطح پر ٹکا دیا۔

کیوں گئی تھی وہ اس کے قریب؟

کیوں ایسا سوچنے کا موقع دیا تھا؟

کیوں اسے ایسا لگا تھا کہ وہ ایسا پرنس آف ویلز ہے کہ وہ اس کے لیے پاگل ہو رہی ہے اور کسی اور سے جل رہی ہے پہلے سے اس کی زندگی میں ہے۔

کتنا گرا دیا تھا دامیان شاہ سوری نے اسے خود اس کی نظروں میں اس کی عزت نفس، ذات کا غرور، شخصیت کا اعتماد سب بے طرح زخمی ہو چکا تھا۔وہ نہیں جانتی تھی یہ دوستی اتنی مہنگی پڑے گی۔وہ اس طرح اس کی بے عزتی کرے گا اسے جو دل میں آئے گا سنا دے گا۔

تو کیا یہ سب اس کے دل میں تھا؟

وہ جو اکثر اسے چھیڑتا تھا تو صرف لطف لیتا تھا یہ جان کر کہ وہ اس پر ملتفت ہے اس کی طرف جھکاؤ رکھتی ہے؟

منہ پر بہت سے چھپاکے مارنے کے بعد اس نے تولیہ سے منہ پونچھتے ہوئے سیل فون کی طرف دیکھا۔

جس پر ایکسل کے لا تعداد میسجز تھے۔اس نے کسی ایک میسج کو بھی پڑھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔تیار ہوئی تھی اور ٹینس کورٹ میں آگئی تھی اور دیر تک وہاں پریکٹس کرتی رہی تھی۔

...☆☆☆...

وہ دوستی تو خیر اب نصیب دشمناں ہوئی

وہ چھوٹی چھوٹی رنجشوں کا لطف بھی چلا گیا۔

"دامیان!" للّی میک نے شاید اسے تیسری بار پکارا۔وہ اتنا مگن سا بیٹھا تھا کہ پلٹ کر ایک بار بھی نہیں دیکھا۔

"دامیان۔" وہ زچ ہوئی۔

"ہوں بولو۔" وہ یک دم چونکا۔

"کہاں ہو تم؟ اتنے کہاں گم ہو کہ ارد گرد کا بھی ہوش نہیں۔ کتنا کم فاصلہ ہے ہم دونوں کے بیچ اور اس کے باوجود تم نے سننے میں کتنی دیر لگا دی۔" للّی میک نے شکوہ کیا۔

"آئی ایم سوری۔" وہ شرمندہ ہوا۔"کیا کہہ رہی تھیں تم؟" اب وہ اپنے طور پر مکمل متوجہ ہوا۔

"میں تمہیں اس اشتہار کے بارے میں بتا رہی تھی تم نے سنا نہیں؟" وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"نہیں سوری، میرا دماغ کہیں اور تھا۔بتاؤ اب۔" وہ مکمل طور غائب دماغی کی کیفیت میں تھا۔للّی کو حیرت ہوئی اس کیفیت میں اس کو وہ پہلی بار دیکھ رہی تھی۔آج سے پہلے ہمیشہ وہ بہت چست دکھائی دیا تھا اسے بہت توجہ دیتا پہلی آواز پر لبیک کہتا۔

"تم ٹھیک ہو دامیان سوری؟" للّی میک کو حیرت ہوئی۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں تم کیا بتا رہی تھیں اس اشتہار کے بارے میں؟"

"ایک بہت نفیس خاتون اس اشتہار کو دیکھ کر آئی تھیں ملنے۔بہت نام ور وکیل مجھے پہلی بار ممی کے بعد کسی نے اتنا متاثر کیا اور تمہیں یہ جان کر حیرت ہوگی کہ وہ میرے باپ کی پہلی بیوی ہیں۔مگر ان کے چہرے پر کوئی شکن نہیں تھی یہ جان کر بھی کہ ان کے شوہر نے ان سے بے وفائی کی یا کسی اور عورت سے کوئی رشتا بنایا یا نبھایا۔وہ مجھ سے بہت پیار سے بات کر رہی تھیں۔میں نے ان میں کشادہ دلی دیکھی اور وقار بھی۔" للّی متاثر دکھائی دی۔

”کیا وہ تمہارے ڈیڈ کے بارے میں کچھ جانتی ہیں؟“ دامیان شاہ سوری نے دریافت کیا۔

”نہیں وہ ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتیں۔ بہت سال پہلے وہ ان کو چھوڑ کر چلے گئے تھے اور اس کے بعد کبھی ان کی طرف دوبارہ نہیں پلٹے۔“

”انہوں نے بتایا کہ ان کے چھوڑ کے جانے کی وجہ کیا تھی؟“ دامیان چونکا۔

”نہیں انہوں نے کوئی وجہ نہیں بتائی وہ انہیں بہت خاموشی سے چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ للّی نے بتایا۔

”اوہ، یہ تو ٹھیک نہیں تمہارے ڈیڈ عجیب آدمی لگتے ہیں۔ ایک کے بعد ایک رشتہ بنانا کچھ عجیب سی نفسیات لگتی ہے۔“ دامیان شاہ سوری نے توجہ لینے کی کوشش کی، مگر دماغ جیسے ماؤف تھا۔

”دامیان میں ایشیائی مردوں کی نفسیات نہیں جانتی۔ نہیں جانتی وہ کس طرح کے آدمی تھے مگر یہ واقعی عجیب لگتا ہے کہ کوئی بندہ رشتا بنانا تو جانتا ہے مگر نبھانا نہیں جانتا۔ رشتے مذاق نہیں ہوتے۔ بہت توجہ سے سوچنا پڑتا ہے، وقت دینا

پڑتا ہے۔ پھر اس کے بعد بھی کوئی دامن بچالے تو... وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔“ للّی میک حیران تھی۔

”چلو تمہیں کوئی سراغ تو ملا۔“ وہ چائے کے گھونٹ لینے لگا۔ ”تمہاری محنت بے کار نہیں گئی۔ یہاں آنا بے کار نہیں گیا۔ اگر ایک سرا ہاتھ لگا ہے تو کل اور سرے بھی مل جائیں گے۔ ایک الجھی ڈور کی طرح الجھ جائیں تو بس ایک سرا ہاتھ لگنا ہی غنیمت لگتا ہے۔ ایک آس تو بندھ جاتی ہے کہ اب کچھ سلجھ سکتا ہے۔“ وہ غائب دماغی سے کہہ رہا تھا۔

اسے نہیں معلوم تھا وہ کیا کہہ رہا تھا۔ مگر وہ بولتے رہ کر للّی کو جتانا چاہتا تھا کہ وہ اس کے ساتھ ہے یہ کوئی روا داری تھی یا مروت؟

”شاید ٹھیک کہہ رہے ہو تم۔“ للّی نے سر ہلایا۔

”یہ بتاؤ تم کیوں اتنے پریشان لگ رہے ہو؟ ایسا کیا ہوا ہے؟ میں نے محسوس کیا ہے کہ تم آج کچھ کھوئے کھوئے سے ہو۔ کیا بات ہے؟“ للّی نے کریدا۔

دامیان شاہ سوری نے سر نفی میں ہلا دیا۔

”کوئی وجہ نہیں ہے کیمپس ختم ہونے والا ہے۔پروجیکٹ کا کافی کام رہتا ہے اور پھر پاپا کے بزنس کو سنبھالنا۔یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔میں اپنے مستقبل کے بارے میں پلاننگ کرنا چاہتا ہوں۔کوئی اچھی منصوبہ بندی کرنا چاہتا ہوں۔مگر فی الحال کچھ سمجھ نہیں آرہا اگر خود کو منوا نہ پایا تو ساری عمر پاپا کا بزنس سنبھالنا پڑے گا۔“ اس نے بات بنائی۔

”تمہیں پاپا سے کوئی پرابلم ہے؟“ وہ پوچھنے لگی۔

”نہیں۔“ دامیان نے فوری انکار کیا۔

”تو پھر کیا وجہ ہے کہ تم ان کی راہ پر نہیں چل سکتے؟“ للّی جس طرح بولی تھی اسے وہ للّی میک نہیں اناہیتا بیگ لگی تھی۔اسے لگا تھا للّی کے چہرے کی جگہ اناہیتا بیگ کے چہرے نے لے لی ہو۔

”کیا ہوا؟ ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟“ للّی چونکی۔

”کچھ نہیں۔“ وہ نفی میں سر ہلاتا اس کی جانب سے رخ پھیر گیا۔

”میرے چہرے میں کسی اور کا چہرہ دکھائی دیا تمہیں۔“ للّی میک غالباً ذہین لڑکی تھی۔اس کے دماغ کو پڑھ پائی تھی یا کوئی قیاس آرائی تھی مگر ایک پل کو وہ اسے حیران کر گئی تھی۔

”کسی کا چہر دیکھنے لگا تمہارے چہرے میں۔“ وہ مسکرایا۔

”یہ تو نہیں جانتی مگر تمہاری نظریں جیسے کھوجتی ہوئی سی تھیں۔ایک پل کو لگا تم کچھ تلاش کر رہے ہو۔“ وہ صاف گوئی سے بولی۔

”نہیں ایسا کچھ نہیں ہے۔میرے پاس ایسی کسی بات کے لیے فرصت نہیں ہے۔فی الحال کیرئیر پر فوکس کرنا ہے اور مستقبل بنانا ہے۔“ وہ مسکرایا۔

”تم ذمے دار لگ رہے ہو اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ تم ذمے داریوں کو سنبھالنے کی تیاری کر رہے ہو۔ٹھیک ہے، اچھا وہ پکنک کا کیا ہوا؟“ للّی نے اچانک بات بدل دی تھی۔ایک سایا سا اس کے چہرے پر آکر گزر گیا۔

"تم نے انابیتا بیگ سے بات کی تھی؟" للّی نے دریافت کیا۔

اس نے سر بہت آہستگی سے اثبات میں ہلایا۔

"میں نے بات کی تھی۔" اس کا انداز سپاٹ تھا۔

"پھر کیا ہوا؟"

"اس نے انکار کردیا ہے۔" وہ لا تعلقی سے کہہ کر سامنے دیکھنے لگا۔

"اوہ یہ بہت بڑی ذمے داری تو نہیں تھی۔" للّی کو حیرت ہوئی۔"کوئی مسئلہ نہیں میں دیکھ لوں گی۔" للّی نے کہا تو مگر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔اس کی پل پل بدلتی کیفیت پر وہ حیران تھی۔

"تم جا رہے ہو؟" وہ پوچھنے لگی۔

"ہاں مجھے ایک دوست سے ملنا ہے۔کل ملتے ہیں۔" کہنے کے ساتھ وہ وہاں سے نکل گیا۔

للّی نے اسے خاموشی سے دیکھا۔

...☆☆☆...

صبح کی پھوٹتی روشنی میں وہ اسے لان میں چہل قدمی کرتی دکھائی دی تو اسے شدید حیرت ہوئی۔واپس کمرے میں گیا۔جیکٹ پہنی اور نیچے آگیا۔

وہ سیاہ کوٹ پہنے جیبوں میں ہاتھ ڈالے بہت اطمینان سے چہل قدمی کرتی ہوئی ایک چکر کاٹ کر واپس مڑی تو اسے اپنے سامنے دیکھ کر چونک پڑی۔

"یہ کیا شوق چَرایا آپ کو مارننگ واک کا؟ اتنی صبح آپ اس گارڈن میں مٹر گشت کر رہی ہیں اور پھر حالت بگڑ گئی تو سارا الزام کسی اور کے سر دھر دیں گی کہ کوئی خیال نہیں رکھتا لگتا ہے آپ کو اپنا کوئی خیال نہیں یا پھر آپ ٹھیک ہونا چاہتی نہیں۔" معارج تغلق نے صبح ہی صبح اس کی خبر لی۔

وہ اطمینان سے اس کی سمت دیکھنے لگی۔

"سوتے کب ہیں آپ؟ ہر وقت جاگتے ہی رہتے ہیں۔لگتا ہے کسی کی چوکیداری پر مامور ہیں اتنی صبح بھی خبر ہوگئی کہ میں یہاں ہوں اور چلے آئے لیکچر دینے۔"انائیا ملک نے ناگواری سے کہا۔

"خوب صورت بیوی ہو تو نگہبانی کرنا پڑتی ہے اور چوکیدار بھی بننا پڑتا ہے اور آپ کے لیے تو میری پانچ نہیں چھ کی چھ حسیں مکمل طور پر مستعد ہیں

اور پورے طور پر کام کر رہی ہیں۔ ہر عضو آنکھ بنا دیکھ رہا ہے اور سماعتیں ہر آہٹ پر لگی ہیں۔ بس سمجھ لیجیے میں نے اپنے آپ کو مکمل طور پر آپ کی تھانے داری پر مامور کردیا ہے۔" وہ مکمل طور پر اس کی بات کو مذاق میں اڑا رہا تھا۔ وہ خاموش ہو کر دیکھنے لگی۔ آنکھوں میں غصہ بھی تھا اور الجھن بھی معارج تغلق نے ہاتھ بڑھا کر اس کی پیشانی کو چھوا۔ حرارت نارمل محسوس کر کے کچھ تسلی ہوئی۔

"مارننگ واک اچھی چیز ہے مگر صرف تندرستی میں اگر آپ کو اتنی ہی طلب ہو رہی تھی تو اپنے شوہر نامدار کو ڈسٹرب کر سکتی تھیں۔ بہت سے معاملات میں، میں لبرل ہوں مگر کچھ چیزوں میں تنگ نظر بھی ہوں اور تنگ دماغ بھی۔ مثلاً مجھے گوارا نہیں کہ میری اجازت کے بنا یہ ہَوا آپ کو چھو کر گزرے اور آپ کی زلفوں کو چھیڑے۔ یہ حق صرف میرے پاس ہے اور تا حال اسے میں اپنے پاس ہی محفوظ رکھنا چاہتا ہوں۔" وہ مذاق کر رہا تھا یا سنجیدہ تھا؟

انائیا ملک سمجھ نہیں پائی۔

وہ قدم بڑھا کر اس کے قریب ہوا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

صبح کے اس ویران منظر میں جب سورج کی پہلی پہلی کرنیں پھوٹ کر منظر میں عجب دلکشی بڑھا رہی تھیں وہیں انائیا ملک کے اندر ایک خوف نے سرسراہٹ کی۔

تبھی اس نے ایک قدم پیچھے لیا۔ معارج تغلق ایک قدم اور آگے بڑھ آیا۔ وہ باڑھ کے پاس تھم گئی۔ اس سے آگے کوئی حد نہیں تھی۔ معارج تغلق نے ایک قدم آگے بڑھ کر بغور اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے پر آئی لٹ کو بہت آہستگی سے پیچھے سرکایا۔

انائیا ملک کا دل سینے میں بہت تیزی سے دھڑکا تھا۔

کیسا استحقاق تھا۔ اس کے انداز میں۔ اس کا دل پوری شدت سے کانپا تھا۔ معارج تغلق اس کے لیے ہمیشہ ایک پریشانی لے کر آتا تھا اور ہمیشہ ایک سوال بن کر اس کے سامنے کھڑا ہوجاتا تھا۔

"میں نے پہلے محسوس کیوں نہیں کیا، اس چہرے میں واقعی بہت دلکشی ہے یا پھر اس صبح کے ماحول کا اثر ہے؟ میں نے اس تازگی کو پہلے کبھی نہیں دیکھا یا تم نے اسے کہیں چھپا کر رکھا؟" کتنی مدہم

سرگوشی تھی کہ کان کی لوئیں تک جل اٹھیں تھیں۔سینے میں موجود دل کو جیسے پنکھ لگ گئے تھے۔

”کتنی حسین ہو تم اور میں آج تک جان ہی نہ پایا اس روپ رنگ میں نگہبان ہوں اور میرے لیے یہ احساس کچھ کم دل خوش کن نہیں پھر... پھر... اس گریز کا مطلب... تم سر تا پا خوش جو ہو، دل کو معطر کردینے والی ایک مہک، انجان بن جاتا کیوں پاس آنے دیا جب باندھ سکتی ہو تو۔“

کیسا مجنونانہ سا لہجہ تھا اس کا۔کیا وہ واقعی بہک رہا تھا؟ صبح کے ماحول میں ایسا کیا تھا۔اس کا چہرہ، اس کی سانسوں کی تپش سے جل اٹھا تھا۔سارا ماحول جیسے اس لپیٹ میں آگیا تھا۔یہ صبح ہی صبح اسے کیا سوجھی تھی کہ اس کی ساری جان مشکل میں کردی تھی۔

...☆☆☆...

اناَئیا ملک کو اپنی دھڑکنیں تیز ہوتی لگیں۔آواز اتنی تھی کہ کان تک پھٹتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔

کوئی ڈراما تھا... معارج تغلق صرف اسے تنگ کرنے کے بہانے ڈھونڈتا تھا؟ یا پھر وہ اسے صرف خوف زدہ کرنا چاہتا تھا؟ وہ کمزور پڑنا نہیں چاہتی تھی، نہ ہی بتانا مقصود تھا کہ وہ اس سے خوف زدہ ہے تبھی اس نے تمام حواس قابو میں رکھتے ہوئے کوئی تاثر دیئے بغیر بہت آرام سے دونوں ہاتھوں کا دباؤ ڈال کر اسے پیچھے ہٹایا۔

”اتنی آوارہ مزاجی بہتر نہیں۔کنٹرول میں رکھیے اپنے آپ کو۔آئندہ مجھ سے فاصلے پر رہ کر بات کیجئے گا۔یہ شعبدہ بازیاں یہاں کام نہیں آئیں گی۔اپنے گر سنبھال رکھیے۔کسی اور جگہ ضرورت پڑے گی آپ کو۔“ زہر خند لہجے میں کہہ کر آگے بڑھنے کو تھی جب معارج نے اس کا بازو تھام لیا۔گرفت سخت تھی جس کا مطلب تھا کہ اس کی باتوں نے اس کی اَنا کو ٹھیس لگائی ہے۔اس کی آنکھوں سے آنکھیں ملی تھیں تو اندازہ ہوا کہ غصہ کتنا شدید تھا۔اس کی آنکھوں سے کوندتے شعلے جیسے اسے جلا کر خاکستر کردینا چاہتے تھے۔

"اگر تمہیں حاصل کرنا مقصود ہو تو کچھ نا ممکن نہیں ہے۔ تم جانتی ہو میں ایسا کرسکتا ہوں۔ اگر ایسا ہی کرنا ہوتا تو مجھے اس شادی کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ نہ میں کسی خوف کا شکار ہوں۔ اگر آپ سمجھتی ہیں کہ مجھے کسی اجازت کی ضرورت ہے تو یہ یقینا آپ کی خام خیالی ہے۔ میں ایک پَل میں سب کچھ زیرو زبر کرنے کی صلاحیت رکھتا ہوں۔ اگر ارادہ نہیں باندھ رہا تو صرف اس لیے کہ میں تمہارا بیمار نہیں ہوں۔ اگر تمہیں لگتا ہے مجھے پابندیوں کو عبور کرنا نہیں آتا یا دیواریں گرانا نہیں آتا تو آپ غلطی پر ہیں۔ اتنا بے اختیار نہیں ہوں میں۔" اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے جتایا۔

اس کی آنکھوں سے نکلتی شعلوں کی لپٹیں اس کے وجود کو جیسے جلا دینا چاہتی تھیں۔ اس کی مضبوط گرفت کے باعث اس کا بازو دکھنے لگا تھا۔ اس کی انگلیاں جیسے اس کی ہڈیوں میں گھسنے لگی تھیں۔ درد کی کیفیت غالباً اس کے چہرے سے عیاں تھی تبھی معارج تغلق نے اس کی کلائی ایک جھٹکے سے چھوڑی اور اندر کی جانب بڑھ گیا۔

وہ ساکت سی کھڑی دیکھتی رہی۔

...☆☆☆...

حقیقت یہ تھی کہ وہ کہیں بھاگ نہیں سکتی تھی۔ کوئی اور راہ نہیں تھی اور وہ کچھ بھی کرتی اسے سامنا تو بہر حال کرنا ہی تھا۔ تبھی دو دن اگر کمرے میں بند رہی تھی تو اتنی ہمت تو آگئی تھی کہ دنیا کو فیس کرسکے۔ پہلی حیرت ایکسل کو ہوئی تھی اسے دیکھ کر۔

"تم کہاں تھیں؟ پارسا نے بتایا تھا تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں۔ تم ٹھیک تو ہو؟" اس نے سر اثبات میں ہلادیا۔ وہ آگے بڑھ جانا چاہتی تھی مگر تبھی للی میک اس کے سامنے آن کھڑی ہوئی تھی۔ اناہیتا بیگ جو کسی سے بات نہیں کرنا چاہتی تھی اس لمحے سراسیمہ سے کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔

"آپ سے بات کرنا تھی، میں کچھ بزی تھی۔ پکنک کے امور نہیں دیکھ سکتی تھی، تو مجھے لگا اگر آپ؟" للی نے اس کی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"میں نے مطلع کردیا تھا کہ میں ایسا نہیں کرپاؤں گی۔ مجھے اپنے پروجیکٹ پر کام کرنا ہے۔" اناہیتا بیگ نے سہولت سے منع کیا۔

"اوہ! مجھے لگا آپ یہ کام بہت طریقے سے کر سکتی ہیں۔" للی میک کو افسوس ہوا۔

"سوری! میرے پاس وقت ہوتا تو ضرور کرتی مگر پروجیکٹ اہم ہے۔" اناہیتا نے سہولت سے کہا۔ للی میک جیسے اس کے چہرے کو سطر سطر پڑھ رہی تھی۔ غالباً اس کے قریب آنا کوئی بہانہ تھا۔ اس سے بات کرنا جیسے کوئی سرا ہاتھ لانا تھا۔ کل جس طرح دامیان سوری گم صم سا تھا، اس سے اتنا تو وہ جان ہی گئی کہ ان دونوں کے درمیان کچھ ہوا ہے۔ اناہیتا آگے بڑھ گئی۔ وہ فی الحال اس حالت میں نہیں تھی کہ کسی کی کریدتی نظروں کا سامنا کرتی یا جواب دیتی۔

پارسا کلاس ختم ہونے پر اس کے پاس آئی۔

"لائبریری چلو گی؟ مجھے کچھ کتابیں لینی ہیں۔"

"نہیں! میں بس دوسری کلاسیں لوں گی اور واپس گھر جانا چاہوں گی۔ بہتر ہو گا کہ میں انٹرنیٹ سے مٹریل نکال لوں۔ وقت کم ہے اور لائبریری کی خواری سود مند نہیں۔" وہ جلد از جلد وہاں سے نکل جانا چاہتی تھی جیسے... پارسا نے اسے بغور دیکھا تھا۔

مزیدار دو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"تم ٹھیک تو ہو؟"

"ہاں! میں بالکل ٹھیک ہوں۔" وہ مضبوط لہجے میں بولی تھی۔

"اگر تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو تمہیں آرام کرنا چاہیے تھا۔ تمہارا پروجیکٹ میں مکمل کردوں گی۔" پارسا نے کہا۔

"نہیں، میں ٹھیک ہوں۔ شکریہ۔" پارسا کو اس کا انداز پہلے سے بہت مختلف لگا۔ اس کے چہرے سے دکھائی دے رہا تھا کہ کوئی بات ضرور ہے مگر وہ کریدنا نہیں چاہتی تھی۔

"تم نے دامیان کو دیکھا کہیں؟" للی ان کے پاس آئی۔

"نہیں!" جس طرح اناہیتا نوٹ بک کھول کر منہمک ہوگئی تھی۔ اس سے پارسا پر جواب دینا فرض ہو گیا تھا۔

"آپ فون پر ٹرائی کریں، سیل فون تو ضرور آن ہو گا۔" پارسا نے صلاح دی تھی۔

"نہیں، اس کا سیل فون بند ہے۔ خیر میں دیکھتی ہوں۔" للی نے کہہ کر سیل فون پر پھر نمبر ملایا۔

"وہ کیمپس آیا بھی ہے آج؟"

"ہاں صبح ملی تھی میں اس سے۔ایکسل کے ساتھ تھا۔میں لائبریری چلی گئی تھی۔سوچا تھا وہ یہیں ملے گا مگر... خیر میں دیکھتی ہوں۔" للی کہہ کر آگے بڑھ گئی۔

پارسا نے دیکھا تھا۔انابیتا سر جھکائے نوٹ بک پر کچھ لکھتی رہی تھی۔سر اٹھا کر دیکھنے کی فرصت اسے نہیں تھی۔تبھی وہ باہر نکل آئی۔

...☆☆☆...

"تم آج کہاں نکل گئے تھے۔تمہارا فون شام تک بند رہا۔کیا ہوا تھا؟" للی نے اسے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے ایک ضروری کام پڑ گیا تھا۔" دامیان شاہ سوری نے وضاحت دی۔

"اوہ! میں تمہیں وہاں کیمپس میں ڈھونڈتی رہی۔"

"کوئی کام تھا؟" دامیان نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"نہیں کوئی خاص کام تو نہیں تھا۔" وہ دانستہ کہتے کہتے رک گئی تھی۔"مجھے لگا آپ فرار حاصل کرنے کے بہانے ڈھونڈ رہے ہیں۔"

"مجھے کیوں ضرورت پڑنے لگی فرار کے راستوں پر بھاگنے کی؟" دامیان سوری چونکا۔

"آپ اچانک سے غائب ہوئے نا تو..."

"مجھے پاپا کا فون آگیا تھا۔ایک اہم میٹنگ تھی۔میں صرف شروع کی دو کلاسز اٹینڈ کرنے ہی گیا تھا۔مگر اس کا موقع ہی نہیں ملا۔پاپا بزنس کے کاموں میں کوئی کوتاہی برداشت نہیں کرسکتے، جو جب کرنا ہے تب کرنا ہے۔ورنہ کورٹ مارشل۔"وہ غالباً ہر تاثر زائل کرنے کے لیے بول رہا تھا۔

للی نے اسے دیکھا۔"ایک بات کہوں؟"

"بولو۔"

"اوں ہوں، کچھ نہیں۔" للی نے ارادہ ملتوی کردیا۔

"بولو!" دامیان شاہ سوری نے کہا مگر وہ چپ رہی تھی۔تبھی عائشہ بی بی چائے بنا کر لے آئی تھی۔جب تک وہ سرو کرکے چلی نہیں گئی، ان دونوں میں سے کسی نے بھی بات نہیں کی۔

"کیا کہنا چاہتی تھیں آپ؟" دامیان نے عائشہ بوا کے جانے کے بعد سلسلہ وہیں سے جوڑا۔ للی کچھ دیر چپ رہی پھر چائے کا گھونٹ لینے لگی۔

"مجھے کچھ نہیں کہنا تھا۔ میں تو یونہی... عائشہ بوا اچھی چائے بناتی ہے نا؟ کہتے ہیں پردیس میں غیروں سے بھی ناتا بن ہی جاتا ہے۔ مجھے عائشہ بوا بہت اپنی سی لگتی ہے۔ سوچتی ہوں ان کو ساتھ لے جاؤں۔" وہ مسکرائی تھی۔ دامیان شاہ سوری جانتا تھا کہ بات یہ نہیں تھی۔ تبھی وہ بجائے کوئی جواب دینے کہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگا۔

"میں ان آنٹی سے ملنا چاہتی ہوں۔" للی نے دوسری بات کا آغاز کیا تھا۔

"کن آنٹی سے؟" وہ چائے کے گھونٹ لیتا ہوا قطعاً بے خبری سے بولا۔

"تمہیں بتایا تو تھا۔" وہ اس کی لاعلمی پر قدرے حیرت سے بولی۔

"اوہ ہاں، تو کب جا رہی ہیں آپ ان سے ملنے؟" وہ فون پر کوئی مطلوبہ نمبر تلاش کرتا ہوا بولا۔

"ابھی یہ طے نہیں کیا۔" وہ بولی۔

"اب آپ پوچھنا چاہیں گی؟" دامیان نے اس کی خاموشی میں معنی ڈھونڈنے چاہے۔

"کچھ خاص نہیں کہنا تھا۔ مجھے آج ماحول میں عجیب سی خاموشی محسوس ہوئی سو..."

"اس خاموشی کا کیا مطلب ہوسکتا ہے؟" دامیان نے دریافت کیا۔

"معلوم نہیں مگر کوئی عجیب سی چپ ہے۔ جیسے یہ چپ بہت کہنا چاہتی ہے۔ کوئی اسرار تو ہے۔" للی میک بولی۔ دامیان کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

"دامیان ایسا ہے یا صرف مجھے ہی لگتا ہے؟"

"کیا لگتا ہے؟" وہ سرسری انداز میں بولا۔ وہ خاموشی سے اس کی جانب دیکھنے لگی۔ جیسے اس کے چہرے کو بغور پڑھنا چاہتی ہو۔ "آپ نے ٹھان لی ہے کہ اس مشن پر جان و دل سے ڈٹ کر سراغ لگانے کی پوری کوشش کریں

گی؟" دامیان سوری نے اس کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھا۔ مگر وہ نہیں مسکرائی۔

"مجھے کبھی کبھی چیزیں بہت الجھا دیتی ہیں دامیان۔" اس کی نیلی آنکھوں میں کئی الجھنیں تھیں۔

"آپ کیوں اتنی مشکل ہوتی جا رہی ہیں؟ چیزوں کو ہلکے انداز لینا شروع کردیں۔ خیر کیا الجھاتا ہے آپ کو؟" دامیان نے اس کی تمام سوچوں کو جیسے رد کرنا چاہا۔

"تمہیں لگتا ہے میں مشکل بن رہی ہوں؟" وہ اپنے پر لگائے الزام کو جیسے رد کرنا چاہتی تھی۔ وہ جانے کیوں مسکرا دیا تھا۔

"للی میک! آپ پر ایک اثر ہوا ہے اس زمین اور ہَوا پانی کا۔ آپ بہت دیسی انداز میں سوچنے لگی ہیں۔ بلکہ کبھی کبھی مجھے آپ میں اور انابیتا بیگ میں کوئی فرق ہی..." وہ روانی سے کہتے کہتے یک دم چونک کر رکا تھا۔ پھر بہت آہستگی سے ٹیبل کی سطح سے چائے کا کپ اٹھایا اور جیسے خجالت مٹانے کو گھونٹ لینے لگا تھا۔ للی نے اسے بغور دیکھا تھا۔ انابیتا بیگ کا نام لیتے ہوئے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اس نے اسے ایسے کبھی خجل ہوتے نہیں دیکھا تھا۔ انداز جیسے "چور" تھا۔ کیا وہ اس کی چوری پکڑ رہی تھی؟

"تم انابیتا بیگ کا نام لیتے لیتے رک کیوں گئے؟" وہ جانے کیوں پوچھے بنا نہیں رہی۔

"تمہاری دوست ہے نا وہ؟" بغور جانچتی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ مگر تردید یا تصدیق۔ اس کی جانب سے کوئی جواب نہیں آیا تھا۔

"اور میں؟" سوالیہ نظریں دامیان شاہ سوری کے چہرے پر ٹکی تھیں۔

"کیا تم...؟' وہ چونکا۔

"انابیتا، تمہاری دوست ہے؟"

"تم کیسی بچوں جیسی باتیں کر رہی ہو آج للی میک؟" دامیان نے جتایا۔

"یہ میرے سوال کا جواب ہے؟" وہ بضد تھی۔ وہ مسکرا دیا تھا جانے کیوں... یا پھر وہ صورت حال کو کنٹرول میں رکھنے کے جتن کر دیا تھا۔

"میں سوچ کر حیران ہوں کہ آج آپ کو ہوا کیا ہے؟ ایسے سوال کیوں پوچھ رہی ہیں آپ؟" دامیان نے جیسے صاف دامن بچانا چاہا۔

"تم یقیناً یہ نہیں سوچ رہے دامیان شاہ سوری۔" وہ اسے جھٹلا رہی تھی۔

"تو پھر؟" وہ لب بھینچ کر اس کی سمت دیکھنے لگا۔

"آج اتنی زیادہ وضاحتیں مانگنے کا خیال آپ کو کیسے آ گیا؟"

"کوئی وضاحت نہیں ہے۔ میں صرف جاننا چاہتی تھی مگر مجھے لگتا ہے تمہارے پاس میرے کسی سوال کے لیے کوئی جواب نہیں ہے۔" وہ جیسے مایوس ہوئی۔

"آپ کو نہیں لگتا کہ آپ باتوں کے حل اپنے طور پر ڈھونڈ رہی ہیں؟ اپنی سوچ کے بل بوتے پر؟ جس نقطے سے آغاز کریں گی اس کا انجام اسی بنا پر ملے گا۔ یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ آغاز کہاں سے اور کیسے کرنا چاہتی ہیں۔" وہ اس کے نظریات بدلنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"آپ کو نہیں لگتا آپ مجھے الجھا رہے ہیں؟" للی جانے کیوں مسکرائی۔ اس کی نیلی آنکھوں میں لاتعداد جگنو چمکے تھے۔ مگر یک دم ان نیلی آنکھوں کی جگہ دو گہری بھوری آنکھوں نے لے لی اور دامیان کی آنکھوں نے جھپکنا گوارا نہیں

کیا تھا۔ پھر یک دم وہ اس کے چہرے پر سے نظریں ہٹا کر یکسر لاتعلق بن گیا۔

"تم اس طرح اچانک خوف زدہ کیوں ہو گئے؟"

"نہیں!" وہ اس سے زیادہ نہیں کہہ سکا۔

"تم نے ایسا کیا دیکھا میری آنکھوں میں؟" للی میک الجھی۔

"للی میک، آج تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ تم بہت عجیب باتیں کر رہی ہو۔" وہ اٹھ کر چلتا ہوا کھڑکی کے پاس جا کھڑا ہوا۔

للی میک اٹھی اور اس کے قریب آ کھڑی ہوئی۔

"دامیان سوری! مجھے تم سے کچھ پوچھنے کا حق نہیں ہے۔ تم ٹھیک کہہ رہے تھے میں الجھ رہی ہوں۔ میں آرام کرنے اپنے کمرے میں جا رہی ہوں۔ آپ اگر اپنی چائے ختم کرنا چاہتے ہیں تو یہاں بیٹھ کر ختم کر سکتے ہیں مگر جانے سے پہلے عائشہ بوا کو ضرور آگاہ کر دیجیے گا تاکہ وہ دروازہ لاک کر دیں۔" کہنے کے ساتھ ہی وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

دامیان شاہ سوری نے چند لمحوں تک وہیں رک کر اسے جاتا ہوا دیکھا تھا۔پھر تھکے تھکے قدموں سے باہر نکل آیا۔

...☆☆☆...

پارسا نے کوئی دسویں بار اپنے فون پر آنے والے اس پیغام کو پڑھا تھا۔اسے یقین نہیں ہوا تھا کہ وہ اس سے ملنا چاہتا ہے۔دل آج اک عجب ڈھنگ سے دھڑک اٹھا۔وہ اپنی دھڑکنوں کو کوئی عنوان دینے سے قاصر رہی تھی، وہ تیار ہونے لگی۔آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر لبوں پر لائٹ پنک لپ اسٹک لگاتے ہوئے ایک بار دھیان میں آیا تھا کہ اس کا نمبر ملائے اور پوچھے کہ اس سے کیوں ملنا چاہتا ہے یا پھر یہ پیغام اس کی طرف سے ہے یا محض کوئی غلطی سے کیا جانے والا پیغام؟ مگر جیسے یہ کوئی خواب تھا تو وہ اسے توڑنا نہیں چاہتی تھی تبھی تیار ہو کر نکل آئی تھی۔بتائے گئے ریسٹورنٹ میں پہنچ کر اس

نے دیکھا تو وہ وہاں موجود نہیں تھا۔مگر وہ ایک ٹیبل پر بیٹھ گئی۔جس سے اندر آنے والے ہر شخص کو بہ آسانی دیکھ سکتی تھی۔

اس نے آج بہت دنوں بعد وہ پنک کلر پہنا تھا۔کوئی خوش گمانی نہیں تھی یا شاید اس نے قصداً ایسا نہیں کیا تھا۔مگر اب دھیان آیا تھا تو اسے کس قدر شرمندگی محسوس ہوئی تھی۔

"اے گلابو! وہاں کنویں کے پاس کیوں کھڑی ہو؟ ڈوب کر مرنے کا ارادہ ہے کیا؟" ایک آواز نے اس کا تعاقب کیا تھا۔

"میں کیوں ڈوب کر مرنے لگی؟ مریں میرے دشمن۔تین پیپرز میں صرف فیل ہی ہوئی ہوں نا۔تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ اور بائے دا وے آپ کون ہیں اور مجھے گلابو کیوں بلا رہے ہیں؟" وہ اک تمکنت سے بولی تھی۔

"تم جیسی پینڈو پر یہی نام سوٹ کرتا ہے نا۔اتنی گرمی میں یہ بھڑکتا رنگ کوئی پینڈو ہی پہن سکتا ہے۔ہے نا؟" وہ غالباً اس کا مذاق بہت دھڑلے سے اڑا رہا تھا۔وہ اسے گھورنے لگی تھی۔

"پینڈو ہوں گے آپ۔ کمبرج میں پڑھتی ہوں میں۔ تو کیا ہوا تین پیپرز کلیئر ہوئے؟ یا پھر گلابی رنگ پہنتی ہوں تو میرا پسندیدہ رنگ بھی تو ہوسکتا ہے نا؟ آپ کو کیوں اعتراض ہورہا ہے؟ ہمت بھی کیسے ہوئی آپ کی مجھے پینڈو کہنے کی؟ ابھی اپنی برٹش انگلش بولوں گی نا تو آپ کو بھاگنے کا راستہ نہیں ملے گا۔ آئے بڑے کہیں سے... سادگی بھی کوئی چیز ہے۔ مگر آپ جیسے کتنے لوگ ہیں جو تنگ نظری کے ساتھ جیتے ہیں اور لبرل ازم کا ڈھونگ کرتے ہیں۔ اتنے ہی شہری ہیں آپ تو اس دیہات میں کیا کررہے ہیں؟ سب سے بڑھ کر ہماری حویلی میں کیوں گھس آئے ہیں؟" وہ فرفر بول رہی تھی۔ شاید اسے متاثر کرنا چاہتی تھی یا رعب جمانا چاہتی تھی مگر وہ قطعاً متاثر دکھائی نہیں دیا تھا۔ الٹا مسکرارہا تھا۔ "میرے ابا کو جانتے ہیں آپ؟ دو کانوں کے بیچ میں سر کردیں گے آپ کا۔ یہ جو دانت چٹا چٹ چمک رہے ہیں نا، سارے منہ سے باہر ہوں گے۔ چوہدری شہباز کی بیٹی ہوں میں۔ نام سنا ہے؟ بڑے آئے کہیں سے شہری۔ میرے ابا کی مرضی کے بنا اس حویلی میں تو کیا، سو کوسوں تک

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کوئی پرندہ پر نہیں مارتا۔ آپ کس کھیت کی مولی ہیں؟" وہ اب خاندانی پس منظر کا رعب ڈال رہی تھی۔

"کسی کھیت کی مولی نہیں ہوں میں۔ بندہ بشر ہوں، آزاد فضاؤں سے آیا ہوں۔ مجھے نہیں معلوم تھا یہاں پر چپے چپے پر بندوں کا راج ہے اور قدم قدم پر سلطنت کے اندر سلطنت ہے۔ آپ کے گاؤں میں لوگ جیتے اور سانس کیسے لیتے ہیں گلابو؟ مجھے تو لگتا ہے سانس بھی آپ کے ابا کی اجازت مانگ کر لیتے ہوں گے، ہیں نا؟" وہ جیسے مذاق اڑا رہا تھا۔ اس کا چہرہ تپ گیا تھا۔ گال شدت ضبط سے سرخ ہوگئے تھے۔ اپنی بڑی بڑی آنکھیں پھیلا کر اسے گھورا تھا۔

"اپنی شکل دیکھی ہے۔ کولے جیسی ناک ہے۔ ہاتھی جیسے کان ہیں، کسی سرکس سے بھاگ کر آئے ہوئے جوکر لگتے ہیں آپ۔ آئے بڑے کہیں کے شہری۔ شہری کم اور آسٹریلین طوطے زیادہ لگتے ہیں۔ کپڑے پہننے کا سلیقہ تو ہے نہیں۔ چلے ہیں دوسروں پر تنقید کرنے۔" وہ تپے ہوئے چہرے کے ساتھ بولی تھی۔ وہ بجائے برُا ماننے کے اس کے چہرے کو بغور دلچسپی سے دیکھنے لگا تھا۔

"اب ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟" تپ کر تمکنت سے پوچھا تھا۔

"دیکھوں کیا؟" وہ اس لڑکی کو دلچسپی سے دیکھنے لگا تھا۔"میں نہ آتا تو تمہارا پکا ارادہ خود کشی کا تھا نا؟"وہ ستانے لگا تھا۔

"میں کیوں خود کشی کرتی؟ مریں میرے دشمن۔میں تو جھک کر پانی کی سطح دیکھنے لگی تھی۔" اس نے صاف انکار کیا تھا۔

"فیل ہونے کا اتنا دکھ تھا؟ تت تت تت۔" وہ ہنسا تھا۔"ضرور سارا دھیان ٹی وی ڈراموں پر ہو گا۔"

"آپ کو کیسے پتا چلا؟ اندھیرے میں تیر چلانا خوب جانتے ہیں آپ۔مگر میرا ٹیسٹ اتنا بُرا نہیں کہ سوپ سیریلز دیکھوں۔" وہ اِترائی تھی۔غالباً خود پر لگایا جانے والا "پینڈو" کا لیبل اسے قطعاً نہیں بھایا تھا اورسارا کا سارا زور اس ایک لیبل کو ہٹانے پر تھا۔

"تو پھر فیل کیسے اور کیوں ہوئیں آپ؟" وہ کریدنے لگا تھا۔

"ہو گئی،مرضی میری۔آپ کو کیا؟ اپنے کام سے کام رکھیں۔" زیادہ ڈیڑھ ہوشیار بننے کی کوشش نہ کریں۔مان نہ مان میں تیرا مہمان۔نہ جان نہ پہچان اور چلے ہیں مجھے لیکچر دینے... کیوں سنوں میں آپ کی؟ پہلے کیا اماں ابا کی اور

بھیا کی ڈانٹ کم کھائی ہے؟ ابا آکسفورڈ سے پڑھے تھے۔بھیا ہارڈورڈ گئے، ڈگری لے آئے۔اب مجھ سے توقعات بڑھا لیں خوامخواہ۔" وہ چھوٹی سی ناک چڑھا کر بولی تھی۔وہ لڑکی بلاشبہ بہت دلچسپ تھی اور خوب صورت بھی۔

"گلابو! سب سے مشکل کیا لگتا ہے؟"

"بارش میں مینڈک پکڑنا۔اتنی تیزی سے پھدک جاتے ہیں،ہاتھ ہی نہیں آتے۔ پچھلی بار میں نے اور نمرہ نے دو کوس تک ان کے ساتھ دوڑ لگائی تھی اور پھر پیپل کے پیڑ پر جھولا جھولتے ہوئے تا دیر ہنستے رہے تھے۔بارش میں جھولا جھولنے کا الگ ہی ایک مزا ہے۔سچی! درختوں سے کچی بیریاں توڑ کر کھانا اور وہ بھی چوری چوری۔بڑا مزا آتا ہے۔آپ نے کبھی ایسا کیا ہے جو پتا ہو؟" وہ اس پر غالباً

افسوس کر رہی تھی۔

"میں مضامین کی بات کر رہا ہوں۔بارش میں زکام ہونے والے مینڈکوں کی نہیں۔" وہ لڑکی اپنی نوعیت کی انوکھی تھی یا وہ اس کی عقل پر ماتم کر رہا تھا۔

"اوہ! تو پہلے بتایا ہوتا۔گول گول جلیبی جیسی تو باتیں کرتے ہیں آپ اور سارا الزام پھر مجھ پر دھر دیتے ہیں۔مجھے حساب بالکل اچھا نہیں لگتا۔اکاؤنٹس سے تو میری بنتی ہی نہیں۔مینیجمنٹ سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔رہا اکنامکس، اُف اتنا خشک مضمون بنانے کی ضرورت ہی کیا پڑی تھی؟ دنیا بارٹل سسٹم پر ہی چلتی رہتی تو کسی کا کچھ بگڑ جاتا کیا؟"اسے ویسے آسانیاں درکار تھیں۔

"آپ کو کوئی دلچسپی نہیں تو پھر کیوں پڑھنا چاہتی ہیں یہ مضامین؟ آسان مضامیں لیں۔بائیو پڑھیں' کیمسٹری یا نازک نازک لڑکیوں والے مضامین۔ناک نہ ڈبوئیں اپنے آکسفورڈین ابا اورہارورڈ پڑھے بھائی کی۔" ایک نصیحت ہوئی تھی۔

"میں تو چاہتی ہوں ہوم اکنامکس پڑھنا مگر ابا کو بھی ضد ہے۔خیر اتنی کند ذہن تو نہیں ہوں، ذرا دماغ لگا کرپڑھوں تو اچھا خاصا رزلٹ لاسکتی ہوں۔"

وہ جتارہی تھی، وہ مسکرادیا تھا۔

"پینڈو کی پینڈو ہی رہیں گی آپ۔ایک دم گنوار۔"

"کیا کہا آپ نے؟" شستہ برٹش لہجہ متاثر کن تھا۔وہ غالباً متاثر ہوا تھا مگر جتایا نہیں تھا۔وہ سادہ لوح لڑکی تھی اور اسے چھیڑنے میں اسے لطف آرہا تھا۔

"گلابو... گلابو...!" اماں کی آواز کہیں دور سے آئی تھی۔وہ یک دم چونکی تھی اور چونکا تو وہ بھی تھا۔اس سے پہلے کہ وہ فرار ہوتی ایک جست میں آگے بڑھ کر اس کی کلائی تھامی۔اسے جیسے یک دم کوئی کرنٹ سا چھو گیا تھا۔غصے سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

"ہاتھ چھوڑو!" سختی اور تمکنت، وہ اس پر رعب جمانے کی کوشش کررہی تھی۔

"گلابو؟ تمہارا نام گلابو ہے؟" وہ جاننے پر بضد ہوا تھا۔وہ الجھی نظروں سے دیکھنے لگی اور ساتھ ہی کلائی اس کی گرفت سے جھٹکے سے نکال لی تھی۔

"پاگل ہوئے ہو، میرا نام کیوں ہونے لگا گلابو؟"

"مگر ابھی کسی نے تمہیں گلابو کہہ کر بلایا؟" وہ بولا تھا۔

"ہاں وہ میری اماں ہیں۔میری رنگت کی وجہ سے مجھے گلابو بلاتی ہیں۔ویسے گلابو میرا نام نہیں ہے۔"

"تو پھر کیا ہے؟" وہ جاننے کا متمنی ہوا تھا۔

"پارسا... پارسا چوہدری... آئندہ ہاتھ پکڑنے کی گستاخی مت کرنا۔ سر قلم کروادوں گی۔" ہاتھ اُٹھا کر وارننگ دی اور پھر حویلی کی طرف دوڑ لگادی تھی۔

"پارسا چوہدری؟" کوئی آواز اسے خیالوں سے یک دم ہی گھسیٹتی ہوئی باہر کھینچ لائی تھی۔اس نے چونک کر دیکھا تھا۔

وہ اس کے پاس کھڑا تھا؟ مدت بعد اتنے قریب... وہ پل رائیگاں جانے کو تھا۔وہ بُت سی بنی اسے دیکھ رہی تھی۔وہ کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔تبھی وہ خشک لبوں پر زبان پھیرتی ہوئی کچھ بولنے کا قصد کرنے لگی تھی تو وہ بول پڑا۔

"آپ سمجھیں کسی ڈیٹ پر جا رہی ہیں آپ؟ یہ مِس گلابو بن کر آنے کی کیا ضرورت تھی؟ اپنے پاگل پن سے باہر نہ آنے کی قسم کھارکھی ہے آپ نے۔"

وہ اسے لتاڑ رہا تھا۔وہی زخم دینے والا لہجہ تھا۔بے واسطہ... لاپرواہ۔جیسے سرے سے کوئی جان پہچان بھی نہ ہو۔

"یلماز کمال آپ...!"

"اتنی پسند آرہی تھی تو وہیں گھر قیام کیا ہوتا۔آنا اتنا ضروری بھی نہیں تھا۔" وہ وار کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔

پارسا چوہدری اسے دیکھنے لگی تھی۔

"میری خواب دیکھنے کی عمر گزر چکی ہے یلماز کمال، میں یہاں خواب بُننے نہیں آئی۔آپ کی فضول بکواس سننے آئی ہوں۔آپ مدعا بتایئے اور اپنا رستہ ناپیئے۔" وہ اک پَل میں وہی فطری پارسا تھی۔نڈر اور پُر اعتماد۔وہ بجائے بُرا ماننے کے مسکرادیا۔

"گلابو کا غصہ ابھی بھی ناک پر رہتا ہے۔یہ پنک کلر کیا کسی پہلی واردات کی یاد منانے کو پہنا ہے؟"

"آپ کو اس سے مطلب؟ آپ یہاں آنے کا مدعا بتائیں گے..." پارسا نے قطعی لگی لپٹی رکھے بغیر کہا۔وہ بغور دیکھنے لگا۔

"کچھ بھی کہے مگر ایک شعلہ سا بھڑکا دیا آپ نے آج گلابو۔" کوئی بھولی بسری یاد واقعی تازہ ہوئی تھی یا وہ مذاق کررہا تھا۔پارسا چوہدری نے ایسا جاننے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔وہ اس کی جانب دیکھنے سے گُریزاں تھی۔نظریں

اطراف میں گھوم رہی تھیں۔غالباً وہ پُرسکون نہیں تھی یہاں بلائے جانے پر اور اس کے ساتھ بیٹھنے پر۔

"ایک بات بتاؤ گلابو! کیا کسی دبی راکھ میں کوئی چنگاری اب بھی باقی ہے کہ نہیں؟" وہ کیا جاننے کا حتمی ہورہا تھا۔وہ حیران ہوئی۔

"دماغ خراب ہے آپ کا۔کیسی باتیں کررہے ہیں آپ؟ یہی سب پوچھنے کو بلایا ہے؟" وہ اکھڑے انداز میں بولی۔

"میری ایک آواز پر دوڑی چلی آئی ہو گلابو! تو کچھ تو ہے۔" وہ شاید اسے زچ کرکے لطف اندوز ہورہا تھا۔وہ بنا کچھ کہے لاتعلق سی بن گئی۔نظروں کا زاویہ پھیر لیا۔تبھی یلماز کمال نے ایک پیکٹ نکال کر اس کے سامنے میز کی سطح پر رکھ دیا۔

"یہ چاچی نے بھیجا ہے تیرے لیے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اماں نے ..." وہ چونکی تھی۔پیکٹ تھاما جیسے اس ایک لمس کو محسوس کیا ہو جو اس پیکٹ کو چُھو کر آیا ہو۔آنکھیں نمی سے بھر گئی تھیں ایک دم ہی۔یلماز کمال کو غالباً اس سے ہمدردی محسوس ہوئی تھی۔تبھی اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا تھا مگر وہ بدک گئی تھی۔شعلہ برساتی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"آج جو کچھ بھی ہے تمہارے باعث ہے یلماز کمال۔میں نے اپنا ہر رشتہ کھویا ہے، صرف تمہارے باعث۔تم نے مجھے جیتے جی ماردیا، سب کے لیے بھی اور اپنے لیے بھی۔اب مجھ سے کوئی ہمدردی کرنے کی کوشش کرکے تم کیا ثابت کرنا چاہتے ہو؟ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔" اس کا لہجہ زہر خند تھا۔وہ لب بھینچ کر اپنا ہاتھ کھینچ کر لاتعلق سا بیٹھ گیا تھا۔

"تمہیں صرف مظلوم بننے کا موقع چاہئے۔یہ مگرمچھ کے آنسو بچا کر رکھو، کسی اچھے وقت میں کام آئیں گے۔مجھے اتنی فرصت نہیں کہ تمہیں ہمدردی دوں۔کرنے کو بہت کام ہیں۔تجھے یہ پیکٹ دینے کو یہاں بلایا تھا ڈیٹ کرنے نہیں۔خوش فہم ہوجانا تیری پرانی عادت ہے اور الزام دوسروں پر لگاتی ہے۔پینڈو کی پینڈو ہی رہوگی۔دکھاوے کے آنسو بہا کر اردگرد کے لوگوں کو خوامخواہ

متوجہ کررہی ہو، کچھ سیکھو۔" وہ کڑوی کسیلی بے نقط سُنا رہا تھا۔وہ پیکٹ سینے کے ساتھ بھینچ کر اٹھی اورچپ چاپ وہاں سے نکل آئی۔یلماز کمال نے گردن موڑ کر اس طرف دیکھنے کی بھی زحمت نہیں کی تھی۔

...☆☆☆...

کچھ طبیعت سنبھلتے ہی اس نے آفس دوبارہ سنبھال لیا۔سارہ اسے دیکھ کر مسکرائی تھی۔

"ابھی آپ کے ہاتھوں کی مہندی اُتری نہیں اور آپ آفس بھی آ گئیں؟ معارج تغلق کو یقیناً بُرا لگے گا نا؟"

"بکو مت..." انائیا نے گھورا۔سارہ مسکرادی۔

"تمہاری طبیعت اب کیسی ہے؟ مجھے اور اسٹاف کو بہت فکر تھی۔دراصل ہم آنا بھی چاہتے تھے مگر پھر کچھ عجیب لگا۔تم اپنے گھر ہوتیں تو ٹھیک تھا مگر وہاں "تغلق محل" آنا، ہمیں کچھ اچھا نہیں لگا۔" سارہ صاف گوئی سے بولی۔"کافی کمزور لگ رہی ہو۔تمہیں کچھ دن مزید آرام کرنا چاہیے تھا۔" سارہ کو اس کی فکر ہوئی تھی۔

"نہیں! میں ٹھیک ہوں۔میں جانتی ہوں کام کا پہلے ہی خاصا حرج ہوچکا ہے۔اس لیے چلی آئی۔تم تمام فائلز میرے کمرے میں پہنچادو۔مجھے ایک ارجنٹ ٹیم میٹنگ بھی چاہیے۔نوٹس جاری کردو۔" وہ کہہ کر اپنے کمرے میں آگئی تھی۔

فائلز دیکھتے ہوئے ذرا دیر نہیں گزری تھی جب موبائل اسکرین پر معارج تغلق کا نمبر اُبھرا تھا۔اس نے دیکھا اَن دیکھا کردیا تھا اور فون کو سائیلنٹ پر لگادیا۔جانے اس نے کتنی دیر تک اور کتنی بار ٹرائی کیا تھا۔اس نے دوبارہ نوٹس نہیں لیا۔تمام ضروری فائلز دیکھنے کے بعد اور میٹنگ نمٹانے کے بعد وہ اکاؤنٹ کے مسٹر افتخار سے کچھ ضروری امورپر بات کررہی تھی تبھی معارج تغلق آگیا۔وہ اس کا مزاج جانتی تھی۔کوئی بدمزگی کسی کے سامنے نہیں چاہتی تھی۔تبھی مسٹر افتخار کو بات سمیٹتے ہوئے باہر بھیج دیا اور معارج تغلق کی سمت دیکھا۔جو قدرے فاصلے پر کھڑا اس کے غالباً فارغ ہونے کا انتظار کررہا تھا۔مسٹر افتخار کو باہر جاتے دیکھ کر وہ آگے آیا۔کیا وہ اس سے خوف زدہ تھی۔

وہ اس کی جانب متوجہ نہیں تھی۔سر جھکائے فائل دیکھ رہی تھی یا محض دھیان بٹانے کا انداز تھا۔

”فون کیوں نہیں اٹھا رہی تھیں آپ؟“ اس نے دریافت کیا۔

”یہاں فارغ نہیں ہوں میں۔کرنے کو بہت کام ہیں۔“ وہ جتانا چاہتی تھی کہ معارج تغلق کو وہ کوئی اہمیت نہیں دیتی۔معارج تغلق کے چہرے کی کیفیت بہت پرُسکون تھی۔غالباً وہ کوئی تاثر چہرے سے ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا۔

”ایک کال پک کرنے میں کتنا ٹائم لگتا ہے؟“ وہ جاننے پر بضد ہوا مگر اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

”انائیا ملک، آپ ٹھیک نہیں کر رہیں۔“ بہت سکون سے کہا۔

”کیا غلط کیا ہے میں نے؟“ وہ سر اٹھائے بنا بولی۔

”آپ جانتی ہیں۔“ وہ دونوں ہاتھ میز کی سطح پر ٹکا کر قدرے جھک کر بولا۔

”آپ کو ہر بات اپنی انا پر ضرب دیتی ہوئی کیوں لگتی ہے؟“ انائیا ملک نے قسم کھا رکھی تھی کہ وہ سر اٹھا کر اس کی جانب نہیں دیکھے گی۔وہ بغور فائل کو ایسے دیکھ رہی تھی جیسے دنیا کی اہم ترین فائل وہی ہو۔معارج تغلق کو کسی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

قدر الجھن ہوئی تھی۔ہاتھ بڑھا کر فائل اس کے ہاتھ سے لے لی تھی اور بغور دیکھنے لگا تھا۔انائیا ملک کے لیے اس کی جانب نگاہ اٹھا کر دیکھنا ناگزیر ہو گیا تھا۔

”آپ کو کیوں لگتا ہے کہ آپ دنیا کے اہم ترین انسان ہیں اور آپ کو بہت اہمیت ملنی چاہیئے؟“ وہ بولے بنا نہیں رہی تھی۔وہ مطمئن سا مسکرا دیا۔

”مجھے سکوت کو توڑنا آتا ہے انائیا تغلق! آپ کتنی بھی دیوار اٹھا دیں گی، مجھے پل میں زیر کرنا آتا ہے۔“ وہ اپنی اہمیت جتا رہا تھا۔مگر انائیا شاید مرعوب ہونا نہیں چاہتی تھی۔

”آپ کو بہت زعم ہے؟“ معارج تغلق نے اس کی جانب دیکھا تھا اور جانے کیوں مسکرا دیا تھا۔”زعم نہیں ہے، خود شناسی ہے۔میں اپنے آپ کو زیادہ بہتر سمجھتا ہوں۔میں جو بھی چاہوں کرسکتا ہوں۔میرے لیے ناممکن لفظ گھٹنے ٹیک

دیتا ہے۔اگرچہ کُل اختیار نہیں تو کچھ اختیار تو رکھتا ہی ہوں۔" وہ تن کر کھڑا تھا۔انائیا ملک کو ایسے لوگوں کی موجودگی میں کوفت ہوتی تھی اور اب بھی اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہوا تھا۔وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔فائل اس کے ہاتھ سے لے کر دراز میں رکھی اور پھر بیگ کندھے پر ڈال کر اس کی سمت دیکھا۔

"میرا دم گھٹتا ہے۔آپ کی دقیانوسیت پر۔آپ کو ضرورت ہے اپنے سے باہر آنے کی۔" وہ اس کی ہستی پر تنقید کرتی ہوئی بولی۔مگر وہ بُرا مانے بنا مسکرادیا۔

"تمہاری دنیا میں آنے کی ٹھانی تو تھی ایک بار، مگر تم نے سماجی قدغن لگادی۔جتادیا کہ رسمیں اہم ہیں اور رواداریاں نبھانا ضروری ہے۔اصل میں تم وہ ہو جس نے میرے جذبات پر ضرب لگائی اور پھر بے پروا ہو گئیں۔آج جو تم اور میں اس طرح مقابل کھڑے ہیں تو اس کا باعث تم ہو۔تم آئی تھیں میرے پاس۔نہ آتیں تو یہ قصہ شروع ہی نہیں ہوتا۔" وہ سارا کا سارا الزام اس پر ڈال رہا تھا۔وہ اسے اطمینان سے دیکھ رہی تھی۔"تم نے چنگاری سلگائی، آنچ دی اور ہَوا بھی اور جب آتش بھڑکی تو سماجی حد بندیوں کا واویلا کردیا۔

کیا ضرورت تھی پاس آنے کی اگر سب باتوں کی اتنی ہی فکر تھی" معارج تغلق کو جیسے آج بھی قلق تھا۔

"آپ کے پاس کوئی ہَوا دینے نہیں آئی تھی میں۔نہ ہی آتش بھڑکانے۔ہمیشہ جتایا آپ کو کہ آپ حدود میں رہیں، مگر وہ آپ ہی تھے جو اختیار سے باہر ہورہے تھے معارج تغلق اور آج ہم تن کر آمنے سامنے کھڑے ہیں تو ہاں، یہ میرے ہی باعث ہے۔اگر اس روز میں آپ کی مدد نہ کرتی تو شاید آپ اپنے قدموں پر کھڑے ہونے کی اہلیت بھی کھودیتے۔میرا قصور کیا تھا، صرف آپ کی بروقت مدد ...؟ وہ احسان جتانا نہیں چاہتی مگر بتانا چاہتی ہوں کہ آپ اکثر غلط ہوتے ہیں اور غلطی پر ہوتے ہیں۔" انائیا ملک کو حساب بے باق کرنا سکھادیا تھا معارج تغلق نے۔وہ اس کے سامنے کھڑی اس کی غلطیاں گنوا رہی تھی تو یہ اس کی ہمت ہی تھی۔

"خیر! میں اس آپس کے معاملے کو آفس میں کھڑے ہوکر ڈسکس کرنا نہیں چاہتی۔یہ جنگی علاقہ نہیں ہے۔سو کسی جنگی مشق کے لیے بھی جگہ نہیں۔" وہ کہہ

کر آگے بڑھی تھی۔معارج تغلق نے ایک جھٹکے سے اس کی کلائی پکڑی۔وہ سر اٹھا کر پُر احتجاج نظروں سے اس کی ہمت دیکھنے لگی۔

"کیا ہے یہ؟" اس نے خوف زدہ ہوئے بغیر پوچھا۔

"آپ نے کس کی اجازت کے ساتھ آفس جوائن کیا؟" وہ مدعے پر آیا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکی۔"مجھے اس کے لیے کسی کی اجازت کی ضرورت ہے؟ میری زندگی ہے، میرا آفس ہے۔دو دن بیمار ہوگئی تو کیا سب چھوڑ دوں گی؟ اس سب سے دست بردار ہوجاؤں گی؟" وہ حیرت سے اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔اس کا ہاتھ اب تک اس کے ہاتھ میں تھا اور نظریں سرد برف سی اس کے چہرے پر ٹکی ہوئی تھیں۔

"یہ بزنس آپ مسز تغلق بننے سے پہلے کرتی تھیں۔ہماری فیملی میں ایسے چھوٹے موٹے بزنس کرنے کا رواج نہیں۔عورتوں کے کرنے کے کئی اہم کام ہیں۔اگر آپ کو کچھ کرنا ہے تو وہ آپ کی حیثیت کے مطابق ہونا چاہیے۔" اس نے جتایا تھا۔وہ اسے کم حیثیت ہونے کا احساس دلا رہا تھا۔اس کے بزنس

کو کمپنی کو کم تر قرار دے رہا تھا۔اسے اس کی ذہنیت پر بہت ملال ہوا اور آنکھوں میں نمی بھر گئی۔

"میں اتنی کم حیثیت تھی برابری کی نہیں تھی تو کیوں رشتہ بنایا؟ وہ بھی جبر کا اور زبردستی کا...؟ بغیر میری اجازت مانگے کیوں منسوب کیا میرا نام اپنے ساتھ؟" اس کا دل بھر آیا۔نمی آنکھوں سے چھلکنے کو تھی۔معارج تغلق نے ہاتھ بڑھا کر اس کی آنکھوں کی نمی انگلیوں کی پُوروں پر لے لی۔کیا اسے دُکھ دے کر اسے کوئی خوشی ملتی تھی؟ کوئی اطمینان ملتا تھا۔

"غلطی ہوجاتی ہے نا! بس ہوگئی، کیا کروں اب؟" وہ مسکرایا۔

کتنا بے حس تھا وہ۔نہ کوئی ملال، نہ کوئی پچھتاوا۔

"سوچا تھا غلطی کا ازالہ کردوں۔مگر ممی پاپا تمہیں لے آئے۔مجھے تو ایک بس ملاقات چاہئے تھی، تم گلے پڑ گئیں۔اب یہ رشتہ وہ جو حلق میں اٹک گیا ہے۔نہ نگل سکتا ہوں نہ اُگلا جاتا ہے۔تبھی تو شادی بیاہ کے چکر میں پڑنا ہی نہیں چاہتا تھا۔مگر تم بھی تو ضد پر اڑی تھیں۔معاشرتی اقدار اور مشرقیت کا رونا

ایسا رویا کہ یہ قدم لینا ہی پڑا۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔وہ چپ چاپ اسے دیکھتی رہی۔

"اگر غلطی کو بھگتنا ہی ہے تو اس میں کوئی شرط نہیں ہو سکتی۔جھیلنا ہے تو جھیلنا ہے۔پاپا اور ماما کا احترام فرض ہے اور میں ان کی حکم عدولی آج تک نہیں کر سکا۔سوچا ہے اب نفرت کروں یا کوئی واسطہ رکھنا نہ بھی چاہوں مگر دنیاداری بھی تو نبھانا ہے... رو کر نبھاؤ یا ہنس کر۔غلطی تو میری ہی ہے۔" معارج تغلق کی نظروں میں کوئی مروت نہیں تھی۔ اس سے ہاتھ چھڑا کر آگے بڑھی تو وہ جتاتے ہوئے انداز میں بولا۔

"اب کوئی مزید ڈراما کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔میں کوئی بدمزگی نہیں چاہتا۔آپ کو میرے ساتھ جانا ہے۔اپنی گاڑی یہیں رہنے دیں۔بعد میں ڈرائیور کو بھیج کر منگالیں گے۔"

"مجھے آپ کے ساتھ نہیں جانا۔" وہ آنکھیں رگڑتی ہوئی بولی۔

"جانا تو پڑے گا، میں نے مطلع کیا ہے، اجازت نہیں مانگی۔" اس نے جتایا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"میں آپ کی پابند نہیں، مجھ پر رعب مت جمائیں۔آپ کی رعایا نہیں ہوں۔" وہ دبنا نہیں چاہتی تھی۔

"بیوی تو ہو نا!" اس نے جتایا۔آنکھوں میں ایک لچک، لبوں پر ایک دھیمی سے مسکراہٹ جیسے وہ مطمئن تھا۔اس کی آنکھوں کی نمی دیکھ کر...! اسے ٹوٹتا دیکھ کر سکون ملا تھا۔

"بیوی مائی فٹ!" وہ تمکنت سے کہہ کر آگے بڑھ گئی۔

معارج تغلق نے پیش قدمی کی اس کے پیچھے چلنے لگا۔اس نے رک کر سارہ کو ہدایت کی تھی پھر آفس سے باہر نکل آئی۔

"اب پھر برا مانو گی مگر مجھے اپنی بیوی کا لوگوں کی شادیاں کروانے کا کام بالکل پسند نہیں۔" اسے چڑا رہا تھا۔

"شادیاں کروانا کام نہیں ہے۔اسے ایونٹ مینجمنٹ کہتے ہیں۔میری کمپنی ایونٹ آرگنائز کرواتی ہے۔خواہ وہ شادی ہو یا کچھ اور... یہ معمولی کام نہیں ہے۔" وہ تلخ ہوتی بولی تھی۔

پارکنگ ایریا میں پہنچ کر اس نے گاڑی کا دروازہ پہلے ہی اس کے لیے کھول دیا تھا۔وہ اس کی حرکت پر کچھ دیر اسے دیکھتی رہی پھر گاڑی کی سمت بڑھ گئی۔

”میں اپنے آفس میں کوئی تماشا کرنا نہیں چاہتی تھی۔اس لیے آپ کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ رہی ہوں۔مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں کوئی دباؤ قبول کررہی ہوں۔یامرعوب ہو رہی ہوں۔“ ساتھ ہی جتایا بھی تھا۔وہ ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے اس کی جانب دیکھنے لگا تھا۔

”اچھا کر رہی ہیں جو مرعوب نہیں ہو رہیں۔امن قائم کرنے کی کوشش پر شاید کوئی نوبل پرائز مل جائے آپ کو۔بہت عظیم کام کر رہی ہیں نا آپ۔“ اس نے گاڑی پارکنگ سے نکالی۔

جانے کیا ہوا تھا کہ وہ جو اتنی مضبوط نظر آنے کے جتن کر رہی تھی یک دم ہی ہمت کھو بیٹھی تھی۔آنسو اس تواتر سے بہہ رہے تھے کہ وہ کوئی بندھ نہیں باندھ سکی۔وہ اس کی سمت سے رخ پھیرے آنسو بہا رہی تھی۔

”معارج تغلق نے ونڈو اسکرین سے نگاہ ہٹا کر اسے بغور دیکھا۔

”اب کیا ہوا؟“ مگر کوئی جواب نہیں آیا۔

”یہ کیا ہو رہا ہے؟ اتنی موسلا دھار بارش کس خوشی میں؟“ معارج تغلق کو غالباً فکر ہوئی۔”نا تیر مارا، نا تلوار پھر اتنا ڈھیر سارا غم اور صدمہ کس بات کا پہنچ گیا۔تم کہیں پاپا اور ممی سے مجھے بے عزت کروانے کے پلان تو نہیں بنا رہیں؟“ جانے وہ مذاق کر رہا تھا یا سنجیدہ تھا۔

”مجھے ممی کے پاس جانا ہے۔“ وہ آنکھیں رگڑتی ہوئی بولی۔

”اس حالت میں؟“ اس کی روتی صورت کی سمت اشارہ کیا۔

”مجھے بس جانا ہے۔“ وہ بضد ہوئی عجیب بچوں والا انداز تھا۔

”اب سسرال سے جوتے پڑواؤ گی؟ وہ کیا کہیں گے کہ اس حال میں رکھا ہوا ہے۔“ اس نے کہا۔

”اتنی فکر تھی تو اپنے ساتھ کیوں لائے؟ میں چلی جاتی اپنی گاڑی میں۔“ وہ بھیگی آنکھیں اٹھا کر اس کی سمت دیکھتی ہوئی بولی۔

معارج تغلق کو پہلی بار اپنا آپ ڈولتا ہوا محسوس ہوا تھا۔اس نے غالباً اس سے پہلے عورت کا یہ ہتھیار نہیں دیکھا تھا۔

صرف آنکھوں سے ہی کوئی چاروں شانے چت کر سکتا ہے۔اس کی حقیقت ایک پل میں کھلی تھی۔وہ قصداً نظر بچا کر ونڈ اسکرین کی سمت دیکھنے لگا۔

”مجھے ممی سے ملنا ہے۔آپ گاڑی کا رخ موڑیں۔“ اس نے حکم جاری کیا۔ معارج تغلق نے سر نفی میں ہلا کر اس کی حکم عدولی کی۔

”آپ بعد میں پھر کبھی جا کر مل سکتی ہیں۔مگر فی الحال اس کیفیت میں ان سے ملنا مناسب نہیں۔آپ ان سے پیار کرتی ہیں تو ان کا خیال بھی کریں گی۔خواہ مخواہ کسی کو پریشان کیوں کرنا چاہتی ہیں؟“ معارج تغلق نے سمجھایا۔

”آپ کو اس سے کیا؟ میں چاہے کسی کو پریشان کروں۔آپ کی بلا سے...!“ وہ سمجھنے کو تیار نہ تھی یا صرف اس کے مخالف جانا مقصود تھا۔

”پھر بھی...! اس کیفیت میں تو نہیں پھر کبھی سہی میں خود آپ کو چھوڑ کر آؤں گا۔آپ وہاں بہت سا وقت گزار سکتی ہیں۔“ بچوں کی طرح پچکارا۔

”مجھے اس کے لیے آپ کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔“ وہ گھورنے لگی۔

ونڈ اسکرین سے نگاہ ہٹا کر پل بھر کو اس کی طرف دیکھا تھا۔

”ایسی قاتل نگاہوں سے مت دیکھیں۔پھر کچھ غلطی ہو گئی تو گستاخ قرار دے کر سارے کا سارا الزام میرے سر ڈال دیں گی۔“انائیا ملک نے منہ ہی منہ کچھ بڑبڑاتے ہوئے رخ پھیر لیا تھا۔

”بات کو سمجھنے کا بہت شکریہ۔“ معارج تغلق نے کہا۔مگر انائیا ملک نے اس کی جانب دیکھنے سے مکمل گریز کیا تھا۔

☆☆...☆☆

وہ کلاس سے تیزی سے نکل رہی تھی۔جب ٹکراؤ دامیان سوری سے ہو گیا۔وہ چونک کر رکی اور دو قدم آہستگی سے پیچھے ہوئی۔

نظریں نظروں سے ملیں تو یکسر سرد مہری اور اجنبیت لیے ہوئے۔

”مجھے تم سے کچھ بات کرنا تھی؟“ دامیان سوری نے کہا۔مگر وہ اَن سنی کرتی آگے بڑھ گئی تو دامیان سوری نے اس کی کلائی تھام لی اور وہ جیسے کچی ڈور

سے بندھ گئی تھی۔مڑ کر دامیان کی سمت دیکھا تو وہ اس کی جانب متوجہ نہیں تھا مگر اس کی کلائی بدستور اس کی مضبوط گرفت میں تھی۔

”مجھے کوئی بات نہیں سننا ہے۔“ انابیتا بیگ قطعی انداز میں بولی۔

”تم دنیا کی بزدل ترین لڑکی ہو، میرا سامنا کرنے سے ڈرتی ہو؟“

”میرے خلاف اب آپ ایک لفظ نہیں کہیں گے۔جب میں نے کہہ دیا کہ کوئی بات نہیں کرنا تو نہیں کرنا۔“ وہ قطعیت سے بولی۔

”انابیتا بیگ! تم ایک مشکل لڑکی ہو، تمہاری کوئی کل ڈھیلی ہے۔علاج کراؤ اپنا۔“ وہ ہاتھ ایک جھٹکے سے چھوڑتا ہوا بولا۔

”دامیان سوری! آپ مزید میری بے عزتی نہیں کرسکتے۔میں نے کہہ دیا کہ مجھے کوئی واسطہ رکھنا ہے نہ بات کرنی ہے تو کیا بات آپ کی سمجھ میں نہیں آتی؟“ اس کا لہجہ بے گانگی لیے ہوئے تھا۔دامیان شاہ سوری کسی قدر حیران رہ گیا تھا۔اسے اس لڑکی سے ایسی امید نہیں تھی شاید۔دوست تھی وہ اس کی۔ کیمپس میں کتنے سال ایک ساتھ لڑتے جھگڑتے ایک دوسرے کی مخالفت

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کرتے اور پھر ساتھ ہنستے کھیلتے گزارے تھے۔یہ اچانک کیسی دیوار اٹھائی تھی اس نے درمیان میں...؟

”تم مذاق کر رہی ہو انابیتا؟“ بے یقینی سے بولا۔

”آپ کو یہ مذاق لگتا ہے؟“ وہ پُر اعتماد انداز میں اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

”میں نے کچھ کہہ دیا تو تم نے اتنا برا مان لیا؟ آج سے پہلے کیا تم سے کبھی کوئی جھگڑا کوئی مخالفت نہیں ہوئی۔“ وہ اسے قائل کرنے کی راہ تلاشنے لگا۔

”کیا کہہ رہے ہیں آپ۔میں آپ کو نہیں جانتی۔“ وہ یکسر اجنبی بنی۔

”کیا؟ تم مجھے نہیں جانتیں؟“ اس نے انتہائی بے یقینی سے اس کی سمت دیکھا۔

”سنا نہیں آپ نے؟ میں آپ کو بالکل نہیں جانتی اور پلیز آئندہ میری راہ میں مت آیئے گا۔“ وہ بنا کوئی مروت سے بولی۔

”انابیتا ہم دوست ہیں۔“ وہ تھکے لہجے میں بولا۔

”ہم کبھی دوست تھے؟“ اس کی نظریں سوالیہ انداز میں اس کی سمت اٹھیں۔

”انابیتا! کیا بات ہوئی تھی جس کا تم اتنا واویلا کر رہی ہو؟“ قائل کرنے کی کوشش کی۔

”میری کچھ سمجھ میں نہیں آرہا، آپ کیا کہہ رہے ہیں۔جب کوئی واسطہ سرے سے ہے ہی نہیں تو بات کرنے کا کیا جواز ہے؟“ انابیتا بیگ جیسے کوئی مروت باقی رکھنا نہیں چاہتی تھی۔

”تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے۔اتنی معمولی باتوں کو تم مسئلہ بنا رہی ہو۔کیا آج سے پہلے ہمارا کوئی جھگڑا نہیں ہوا؟ کیا ہوا ہے تمہیں؟ دوستوں میں کیا ہمیشہ سب اچھا رہتا ہے؟ کبھی کچھ غلط نہیں ہوتا؟“ اس نے پوچھا۔

”ایسا دوستوں میں ہوتا ہوگا شاید مگر میں بتا چکی ہوں ہمارے درمیان کوئی دوستی نہیں۔“ وہ لاتعلق دکھائی دے رہی تھی۔

”میں نے تمہیں غصہ دلایا ہے نا؟“ اس نے پوچھا۔وہ کچھ نہیں بولی۔مگر تبھی وہاں للّی آگئی۔

”دامیان! کہاں تھے تم؟ میں تمہیں ڈھونڈ رہی تھی۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”میں یہاں ہوں۔“ وہ پلٹ کر بولا اور تبھی انابیتا بیگ آگے بڑھ گئی۔اس کو اپنے قدم من من بھر کے لگے مگر وہ رکی نہیں تھی۔

...☆☆☆...

پارسا نے پیکٹ الماری سے نکالا اسے بغور دیکھا پھر ہاتھ کے لمس سے محسوس کیا تھا۔

”گلابو! تیرا من پڑھائی میں بالکل نہیں لگتا۔ناک کٹوائے گی ہمارے خاندان کی۔سارے اتنے ذہین فطین ہیں، لوگ کہیں گے یہ کس پر چلی گئی؟“ اماں نے افسوس کیا تھا۔

”ماں نے فنانس پڑھا ہے بیٹی کی کتابوں سے ایسے جان نکلتی ہے جیسے ملک الموت بھیج رہیں ہو۔گلابو! کب تک چلے گا ایسا؟“ اماں نے اس کے سر سے کمبل کھینچ دیا تھا۔

”کیا ہے اماں! سونے دو نا۔اب ضروری تو نہیں کہ سارے پڑھاکو ہی ہوں اس خاندان میں، کوئی تھوڑا کم بھی تو ہوسکتا ہے۔ابا نے معرکہ مارا، بھیا نے پہاڑ سر کرلیا۔اب ضروری ہے کہ میں بھی ان کے نقش قدم پر چلوں۔“

”گلابو! تم محنت سے جی چراتی ہو۔تمہارا کچھ نہیں ہونے والا۔“

”اماں! گلابو مت کہا کرو نا! ابا نے کتنا اچھا نام دیا ہے مجھے آپ کو اچھا نہیں لگتا؟“ وہ اٹھ بیٹھی تھی۔

”نام اچھا ہے، مگر مجھے شروع سے ہی تجھے گلابو بلانا اچھا لگتا ہے نا۔اتنی سی تھی میری گود میں۔ڈاکٹر نے تیرے گلابی گال تھپتھپا کر میری جانب متوجہ کیا تھا۔مجھے یاد ہے تو مسکرائی تھی اور تیرے گال

تب اور بھی گلابی ہوگئے تھے۔بس تبھی تجھے گلابو بلایا تھا اور اس کے بعد تو عادت ہوگئی۔“ اماں مسکرائی تھیں۔

”کچھ عجیب سا لگتا ہے نا گلابو! جیسے میں کوئی اجڈ گنوار، جاہل ہوں۔جیسے سرے سے پڑھنا لکھنا بھی نہ آتا ہو۔“ وہ بد مزا ہوئی تھی۔

اماں نے اسے کافی تھمائی تھی۔

”تو تم کون سی کم ہو؟ پڑھو گی نہیں تو یہی ہوگا نا۔“ اماں نے شرم دلائی تھی۔وہ منہ بسورنے لگی تھی۔

”تمہارے بھیا نے تمہاری ٹیوشن کی بات کی ہے۔اس کے دوست کا بھائی ہے۔آج کل فارغ ہے ایگزامز کے بعد دو تین سبجیکٹس کے لیے تمہیں ٹیوشن دے دے گا۔اے پلس، یا اے گریڈ نہیں تو دو چار پیپرز میں بی اور سی تو آجائے۔“

”اماں کبھی تو پڑھائی کے علاوہ بھی کوئی بات کیا کرو۔صبح ہوتی ہے تو ابا کہتے ہیں آغاز اچھے سے ہونا چاہیے۔دادی کہتی ہیں بیٹیاں پرائے دیسوں کی چڑیاں ہوتی ہیں۔انہیں ڈانٹا نہیں چاہیے۔ایک دن چلی جاؤں گی تو آپ ہی یاد کریں گے۔“ اس نے کافی کے گھونٹ لیتے ہوئے منہ بسورا تھا۔

”گلابو اب تو مجھے دھمکا مت۔ذرا سا ڈانٹو تو فٹ سے ڈراوے دینا شروع کردیتی ہے۔کافی ختم کر اور شاور لے کر نیچے آجاؤ۔آج سہ پہر میں ہم سلمان کے لیے لڑکی دیکھنے جائیں گے۔“ اماں نے مطلع کیا تھا۔

"سلمان بھائی کے لیے لڑکی۔یہ کب ہوا؟ سلمان بھائی کو کوئی لڑکی پسند آگئی؟" وہ چونکی تھی۔

"پسند نہیں آئی گلابو! ہم دیکھنے جا رہے ہیں نا۔دیکھو کیا ہوتا ہے۔"

"یعنی سلمان بھائی خود کوئی لڑکی نہیں دیکھ رہے کتنے مشرقی سے بھائی ہیں میرے۔" وہ مسکرائی۔

"بہت سعادت مند بچہ ہے میرا۔اس میں کوئی شک نہیں۔چلو اٹھو۔باتوں باتوں میں کافی یونہی ٹھنڈی ہو رہی ہے۔شاور لے کر آنا میں ناشتا لگاتی ہوں۔شام میں تجھے پڑھانے وہ بچہ آئے گا۔" اماں نے کمبل تہہ کرتے ہوئے مطلع کیا تھا۔

"شام کو بچہ پڑھانے آئے گا۔اب یہ وقت آگیا ہے کہ میں کسی بچے سے ٹیوشن لوں گی اور کیا میں آپ لوگوں کے ساتھ نہیں جا رہی۔" وہ چونکی تھی۔

"نہیں تم دادی اماں کے ساتھ گھر میں قیام کرو گی اور اپنی ٹیوشن لو گی۔اگر بات بنتی ہے تو اگلی بار ہمارے ساتھ چلو گی۔" اماں نے آگاہ کیا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"کیا مطلب؟ میرا اکلوتا بھائی، میں ایک اکلوتی بہن اور اپنے بھائی کے لیے دلہن دیکھنے بھی نہیں جا سکتی؟ اماں اب اتنا ظلم تو نہ کریں۔ٹیوشن تو کل سے بھی اسٹارٹ ہو سکتی ہے۔" دہائی دی تھی۔

"سنا نہیں تم نے؟ کل کرے سو آج، آج کرے سو اب۔آج کا کام کبھی کل پر نہیں ڈالنا چاہیے۔جو کرنا ہے سو کر گزرو اور تمہارے ایگزام کی تاریخ تو یوں بھی قریب ہے۔" اماں نے فکر ظاہر کی تھی۔وہ بالوں کو باندھتے ہوئے اماں کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

"اماں آپ کیوں چاہتی ہیں کہ آپ کے بچے سقراط اور بقراط ہوں؟ سقراط تو چلو سلمان بھائی ہیں مگر ضروری ہے کہ میں بھی بقراط بن جاؤں؟ مجھے فیشن ڈیزائن اسٹڈی کرنا چاہیے۔وہ آسان ہے۔"

"فیشن ڈیزائن آسان ہے۔اسکوپ بھی ہے مگر لوگ کیا کہیں گے ہمارے خاندان کی بیٹی اتنی نالائق نکلی؟ ابا نے آکسفورڈ سے پڑھا۔بھیا نے ہارورڈ سے اور بیٹی؟" اماں کو ہونہار ثابت کروانا مقصود تھا۔

"اماں دکھاوے کا کیا تو کیا کیا؟ مجھے ایسے ہی خوامخواہ میں نام نہیں کروانا۔ میں ان کتابوں کے نیچے آکر ایک دن خدا کو پیاری ہوجاؤں گی۔ پھر آپ کو پتا چلے گا۔" وہ مسکین سی صورت بنا کر بولی تھی۔اٹھ کر واش روم میں چلی گئی تھی۔

"پارسا! کیا ہوا؟ کہاں کھوئی ہیں آپ؟" عدن نے اسے ہاتھ میں پیکٹ تھامے اسے کھویا سا دیکھا تھا تو محسوس کیے بغیر نہیں رہا۔وہ چونکی تھی۔

"وہ... میں...!" اس نے پیکٹ اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا۔

"کہاں کھو گئی تھیں آپ؟" عدن نے مقابل بیٹھتے ہوئے دریافت کیا۔

"کہیں نہیں... وہ میں...!" اس سے بات نہیں بن پا رہی تھی۔"بس یونہی، گھر والوں کی یاد آگئی تھی۔" اس کے منہ سے نادانستگی میں نکل گیا۔

"گھر والوں کی؟" وہ چونکا۔"آج پہلی بار تمہارے منہ سے گھر والوں سے متعلق کچھ سنا۔مجھے حیرت نہیں ہوئی۔ایسا تو ہوتا ہے۔کوئی بھی گھر سے دور ہو گا تو گھر کو ضرور یاد کرے گا۔جب میں گھر سے باہر تھا پڑھائی کے لیے تو بہت یاد کرتا تھا۔اپنے آپ کو تنہا محسوس کرتا تھا۔آس پاس کتنے بھی لوگ ہوں۔

گھر والے نہ ہوں تو بندہ اکیلا ہی محسوس کرتا ہے۔" وہ اسے سمجھاتے ہوئے بولا۔وہ خالی خالی نظروں سے اس کی سمت دیکھنے لگی۔

"آپ کی فیملی کے ساتھ آپ کا کوئی تنازعہ ہے؟ مطلب کوئی مسئلہ کسی معمولی یا غیر معمولی بات کو لے کر؟" وہ اس کی آنکھوں کو پڑھنے کی سعی کرتا ہوا بولا۔

"نہیں۔" اس نے جھٹلایا تھا۔شاید وہ اسے بتانا نہیں چاہتی تھی۔وہ بغور دیکھنے لگا تھا۔

"کچھ تو ہے پارسا! تمہاری یہ آنکھیں بہت کچھ کہتی بھی ہیں اور نہیں بھی کہتی... یا پھر تم انہیں روک دیتی ہو کچھ کہنے سے؟ تمہیں ہنر آتا ہے نا چیزوں کو اپنے اختیار میں کرنے کا؟" وہ غالباً اسے پرسکون رکھنے کو بولا تھا۔ انداز دوستانہ تھا اور لبوں کی مسکراہٹ اسے ایک اطمینان دینے کے لیے کافی تھی۔

پارسا چوہدری فوری طور پر مسکرا نہیں سکی۔مگر اس کی آنکھوں کی ویرانی کس قدر کم ہوئی تھی۔

"عدن! تم چیزوں کو بہت عام سے انداز میں لیتے ہو۔ تمہاری یہ عادت مجھے پسند ہے۔ کاش، میں بھی ایسا کرپاتی۔" وہ سر جھکا کر جیسے اپنے اندر کی کیفیت چھپانا چاہتی تھی۔

"ایسا کرنا کیا مشکل ہے؟ ایسا تو تم بھی کرسکتی ہو۔اس کے لیے کوئی خاص منتر پڑھنے کی ضرورت نہیں۔بات یہ ہے کہ ہم چیزوں کو اپنے طور پر ہینڈل کرنا چاہتے ہیں مگر کر نہیں پاتے اور یہی بات بوجھ بن جاتی ہے۔اگر ہم چیزوں کو بدلنے کا اختیار نہیں رکھتے تو بہتر ہے کہ پریشان نہ ہوا جائے۔یہی سوچ ہمیں مطمئن رکھنے کو کافی ہے۔" وہ مسکرایا۔

"یہ اتنا آسان نہیں ہے؟"

"آپ ہر کام میں آسانیاں ڈھونڈیں گی تو پھر کچھ نہیں ہوسکے گا۔کچھ تو چیلنجز قبول کرنے کی صلاحیت ہونا چاہیے۔تبھی تو بات بنتی ہے۔مگر تمہیں بات بنانے کی جیسے کوئی فکر ہی نہیں۔" وہ پر مزاح انداز میں بولا تو وہ مسکرا دی۔

"کاش کوئی منتر مجھے زبانی ازبر ہوتا۔" وہ حسرت سے بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اگر یاد ہوتا تو کیا کرلیتیں آپ؟ کیا مجھے بھی اپنے پریوں کے دیس لے جاتیں؟" عدن بیگ مسکرایا۔

"نہیں شاید خود حقیقت کی دنیا میں آگئی ہوتی۔" اس نے جیسے تسلیم کیا۔

"کیا اب تک آپ حقیقت کی دنیا سے باہر تھیں؟ کہیں خوابوں کے نگر میں...؟" عدن بیگ چونکا۔

"ہاں، خوابوں میں ہی جی رہی تھی۔شاید حقیقت میں اب بھی نہیں آئی۔مجھے فرار کے راستے مقصود تھے کیونکہ حقیقت سے آنکھیں نہیں ملا سکتی سو بھاگتی گئی۔مگر کبھی کبھی سچائی سے اور حقیقت سے نہیں بھاگا جا سکتا نا؟ سو میں بھی ہار گئی اور مان لیا کہ میرے خواب کچے رنگوں کے تھے اور حقیقت کے رنگ گہرے ہیں۔" وہ اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو بہت الجھے ہوئے انداز میں دیکھتی ہوئی بولی۔عدن بیگ کو اس پر زیادہ حیرت نہیں ہوئی۔

"اگر تم جانتی ہو کہ خوابوں کے رنگ کچے تھے اور حقیقت کے رنگ گہرے ہیں تو یہ بات حقیقت میں واپس آنے کے لیے کافی ہے۔اگر یہی سوچ حرفِ آخر ہے تو پھر مسئلہ کیا ہے؟" عدن بیگ مسکرایا۔

"کوئی مسئلہ نہیں ہے یا پھر شاید ایک مسئلہ ہے۔" پارسا کا انداز الجھا ہوا تھا۔

"پارسا! ایک بات کہوں؟" عدن نے پوچھا۔

"کہو۔"

"اگر تم حقیقت کی دنیا میں آسکیں تو کیا کرو گی؟"

"کیا مطلب؟" وہ چونکی۔

"اگر تم کل اختیار پا لیتی ہو اور وہ منتر پا جاتی ہو تو کیا کرو گی؟"

"ایسا ممکن ہے کیا؟" وہ مسکرائی۔

"ہونے کو کیا ممکن نہیں۔کچھ ہے جو نا ممکن ہے؟" عدن بیگ کا لہجہ ٹھوس تھا۔

"ہاں شاید۔مگر...!" وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"کیا بات ہے جو تمہیں پریشان کرتی ہے۔" عدن بیگ نے دریافت کیا۔

"جو بھی ہے شاید تمہاری ذاتی زندگی ہے اور مجھے اس میں نہیں بولنا چاہیے مگر وہ کہتے ہیں نا کہ کہہ دینے سے دلوں سے بہت سے بوجھ کم ہوجاتے ہیں۔تو کوئی عجب نہیں ہوگا جو تم اپنے حصے کا تھوڑا سا بوجھ میرے دل پر ڈال دو۔

میں مضبوط ہوں، مردانہ دل رکھتا ہوں۔میرا دل یقینا آپ کے دل کے مقابلے میں زیادہ مضبوط ہے اور ایک بات آج تک کبھی مرمت نہیں کیا گیا کیونکہ ابھی شکستہ پائی نہیں سہی نا!" وہ پُر مزاح انداز میں بولا۔

وہ بندہ عجیب ہلکا پھلکا سا تھا۔اسے دیکھ کر لگتا تھا جیسے سب بہت آسان ہے اور کچھ مشکل نہیں۔"

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟ کوئی شک ہے کہ میں سچ نہیں کہہ رہا؟" عدن کا انداز بے فکر اور اس کی آنکھوں کی چمک جیسے ہر بھید کا پتا کرنے کی اہلیت رکھتی تھی۔

"نہیں۔" پارسا بیگ نے سر نفی میں ہلایا۔

"ایسا کچھ نہیں سوچ رہی۔نہ ہی مجھے آپ پر کوئی شک ہے۔"

"تم بتانا نہیں چاہتیں؟" عدن بیگ نے پوچھا۔

"نہیں، شاید بتانے کو ایسا کچھ خاص نہیں۔" وہ نفی میں سر ہلاتی ہوئی بولی۔

"کیا واقعی نہیں ہے؟" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔

"تو کیا؟" وہ جیسے پکڑی گئی۔

عدن بیگ مسکرادیا۔

"آپ کی آنکھیں، تمام پتا دیتی ہیں۔" وہ محظوظ ہوا۔

"کس بات کا پتا دیتی ہیں؟" وہ جیسے محتاط ہوئی۔

"بہت سی باتوں کو جو آپ نہیں کہتیں اور شاید کہنا بھی نہیں چاہتیں۔" عدن بیگ نے اس کی آنکھوں کو بغور جانچا۔

"عدن! ایک دن جب مجھے میرے پَر ملیں گے نا تو میں سچ میں اپنی دنیا میں واپس لوٹ جاؤں گی۔بس مجھے اب اسی ایک دن کا انتظار ہے، اگر تم مجھے پری کہتے ہو تو شاید کسی حد تک سچ ہی لگتا ہے۔میں سچ میں اپنا منتر بھول چکی ہوں۔اب اگر ازبر ہوتا تو شاید...!" اس کی آواز کی یاسیت اس کے اندر کے خالی پن کو کھول رہی تھی۔

"کس دیس جانا چاہتی ہو تم؟"

"اپنے دیس!" اس کی آنکھیں چمکی تھیں۔

"میں لے جاؤں تو...؟" عدن بیگ نے آفر دی۔

"کیسے...؟" وہ چونکی۔

"اپنے پروں پر بٹھا کر۔" وہ مسکرایا اور اس کا غیر سنجیدہ انداز اسے مسکرانے پر مجبور کر گیا۔

"اپنے پروں پر؟ آپ کے پاس ایسے کوئی پر ہیں کیا؟" وہ کھل کر مسکرائی۔

"کیوں، کیا نہیں ہوسکتے؟ آپ سمجھتی ہیں پریوں کے دیس سے صرف آپ ہی آئی ہیں؟" عدن بیگ نے قسم کھالی تھی کہ اس کا موڈ بحال کردے گا۔

"تو کیا آپ بھی...؟" پارسا چوہدری مصنوعی حیرت سے چونکی۔

"ہاں میں بھی... جب آپ اس باغ عدن سے نکالی جا رہی تھیں تو آپ نے مڑ کر پیچھے نہیں دیکھا۔وہاں آپ کے پیچھے میں بھی تھا۔بس دو قدم کے فاصلے پر چل رہا تھا۔آپ کو خبر نہیں ہوئی۔" عدن بیگ واقعی چیزوں کو معمول پر لانا جانتا تھا۔وہ جو کچھ دیر پہلے ایک کیفیت میں قید تھی اب کھل کر مسکرا رہی تھی۔

"کیا سوچ رہی ہیں آپ؟"

"کچھ نہیں، آپ کی باتوں پر مسکرا رہی ہوں۔"

"مگر آپ کی آنکھیں کچھ سوچ رہی تھیں۔" عدن نے جتایا۔

"ہاں میں سوچ رہی تھی کہ کیا واقعی آپ کے پاس کوئی منتر ہے؟"

"اگر آپ میرے پیچھے تھے تو آپ کے قدموں کی آہٹ میں نے کیوں نہیں سنی؟" وہ مسکرائی۔

"آپ نے کوشش نہیں کی شاید۔اگر کرتی تو سن پاتیں کہ میں وہیں کہیں آس پاس تھا یا شاید اب بھی ہوں۔" اس کی بات معنویت لیے ہوئے تھی۔وہ لب بھینچ گئی تھی۔وہ اٹھنے لگی تو عدن بیگ نے اس کے ہاتھ پر اپنا مضبوط ہاتھ رکھ دیا۔وہ کن انکھیوں سے دیکھنے لگی۔فرار کی کوئی راہ تھی؟

"پارسا! کیا میں آپ کی دنیا میں آسکتا ہوں؟ کوئی راہ ہے؟ یا پھر میں انتظار کروں کہ جب تک آپ پلٹے اور مڑ کر دیکھیں کہ میں کہیں آپ کے پیچھے یا آس پاس ہوں؟" ایک مدھم سی سرگوشی کی۔

وہ اتنی احمق تو قطعاً نہیں تھی کہ باتوں کے در پردہ مفہوم نہ سمجھتی۔یا ان آنکھوں سے کوندتی اس روشنی کا پتا نہ پاتی۔وہ راز نظروں سے صاف ہویدا تھا۔

"مجھے کچھ کام ہے۔" وہ ہاتھ چھڑا کر یک دم اندر کی جانب بڑھ گئی۔عدن بیگ کے پاس سوائے اسے جاتے ہوئے دیکھنے کے اور کوئی راہ نہیں بچی تھی۔

...☆☆☆...

وہ وعدے نبھانے کا پابند تھا اور شاید قائل بھی۔جو کہتا تھا کرکے دکھاتا تھا۔اس نے اگر کہا تھا کہ قدرے توقف سے اسے وہ ممی کے گھر لے جائے گا تو اگلی صبح اسے ناشتے کے بعد لے کر وہ سیدھا وہاں آگیا تھا۔ممی سے اور نانا سے مل کر بہت اچھا لگا۔وہ اندر تک بہت ہلکا محسوس

کررہی تھی۔کل کے ان آنسوؤں میں جیسے بہت سا غبار بہہ گیا تھا اور اب بہانے کو اور آنسو نہیں بچے تھے نہ کوئی ملال تھا۔وہ پہلے والی کیفیت نہیں تھی۔شاید اس نے سمجھوتا کرلیا تھا یا کوئی اور مصلحت تھی۔وہ نانا کے پاس

بیٹھا جانے کہاں کہاں کی باتیں کر رہا تھا۔نانا خاصے پُرسکون دکھائی دے رہے تھے۔انہیں جیسے معارج تغلق سے کوئی شکایت نہیں رہی تھی۔تو کیا انہوں نے اسے معاف کردیا تھا؟

نانا کشادہ دل تو تھے مگر جو بھی ہوا تھا، اس کے لیے شاید معاف کرنا اتنا آسان نہیں تھا مگر دور سے بیٹھی وہ دیکھ رہی تھی تو لگ رہا تھا اس بندے کو باتوں سے بہلانا خوب آتا ہے۔

”تم خوش ہو انائیا!“ ممی نے اس کی نظروں کا تعاقب کرتے ہوئے دریافت کیا۔

”ممی! میرے لیے لفظ خوشی کا فی الحال کوئی مفہوم نہیں ہے شاید۔شاید کچھ دنوں بعد کچھ مختلف ہو، مگر ابھی نہیں جانتی۔“ وہ صاف گوئی سے بولی۔

”مجھے حیرت تھی تم نے یہ فیصلہ کیوں لیا؟ مگر میں اتنا جانتی ہوں کہ تم کوئی غلط فیصلہ نہیں لے سکتیں اور اگر تم نے معارج تغلق کے ساتھ جاکر رہنے کا فیصلہ کیا ہے تو پھر ضرور کوئی وجہ رہی ہوگی۔تم پر اعتبار تھا مگر دل ایک ماں کا ہے، بہت ڈرتا رہا۔مجھے کوئی بھی مشکل درپیش ہو، مقابلہ کرسکتی ہوں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مگر تمہارے معاملے میں میرا دل صرف ایک ماں کا ہے اور ماں کا دل دنیا کا کمزور ترین دل ہوتا ہے۔تمہاری سلامتی کی بہت فکر رہتی ہے۔“ ممی نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

”آپ کو ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے ممی! آپ کی بیٹی بہت بہادر ہے۔جانتی ہیں نا آپ کہ ہر صورت حال کا مقابلہ کرسکتی ہوں اور آپ تو یوں پریشان ہورہی ہیں جیسے میں میدانِ جنگ میں اُتری ہوں۔اپنے سسرال ہی میں تو گئی ہوں۔اور ہاں آپ دوائیں وقت پر لے رہی ہیں نا؟“ وہ ان کو مطمئن کرنے کو مسکرائی۔

”ہاں! میری فکر نہ کیا کرو۔میرے پاس ابا ہیں نا۔ہم دونوں خوب ایک دوسرے کا خیال رکھتے ہیں۔کچھ زیادہ کرنے کو ہمارے پاس ہوتا بھی نہیں۔“

”جانتی ہوں اگر معارج تغلق نے جلدی نہ مچائی ہوتی تو دیکھ بھال کہ کوئی رشتہ دیکھتی اور کسی ایسے بندے کو ترجیح دیتی جو کم از کم میرے ساتھ یہاں تو رہ سکتا۔“ اس نے افسوس سے کہا۔

زائرہ ملک نے اسے ایک چپت لگائی تھی۔"اس دور میں گھر داماد کہاں ملتے ہیں؟" وہ مسکرائی۔

"ملتے ہیں نا! عدن تو یقینا تیار ہی ہوتا۔اگر نہیں تیار ہوتا تو ایک آدھ لگا کر راضی کرلیتی۔ بچپن سے جانتا ہے تو کچھ رعب میں ہے۔" وہ مذاق سے بولی۔

زائرہ ملک مسکرادیں۔

"تم بیٹھو میں کچھ لے کر آتی ہوں۔" وہ اٹھ کر اندر چلی گئیں تو اس کی نظروں نے نانا کی سمت تعاقب کیا۔جہاں معارج تغلق کو نانا کے ساتھ موجود ہونا چاہیے تھا مگر اب وہ وہاں نہیں تھا، وہ چونکی تھی۔

"وہاں کیا دیکھ رہی ہیں آپ؟ میں یہاں ہوں۔" معارج تغلق کی آواز آئی تو اس نے گردن گھما کر پیچھے دیکھا اور چونکی۔

"آپ چھپ چھپ کر ہماری باتیں سُن رہے تھے؟" براہِ راست الزام لگادیا کوئی لگی لپٹی رکھے بغیر۔

"میں آپ کی باتیں نہیں سن رہاتھا ، غالباً آپ اس لمحے میں کوئی راز و نیاز کر رہی تھیں جس لمحے میں یہاں آیا۔" وہ گھوم کر صوفے پر پاس آن بیٹھا۔"تو گھر داماد کی تلاش تھی آپ کو؟" براہِ راست اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"ہاں تھی تو؟" وہ خود سری سے بولی۔

"عدن بیگ آپ کو بہت پسند ہے؟" آنکھوں میں قدرے ناپسندیدگی لیے وہ بولا تھا تو وہ چونکی۔تو کیا وہ ان کی ساری باتیں سُن چکا تھا۔

"ہاں ہے! آپ کو اس سے کیا؟" وہ خود سر ہوئی۔وہ ناگواری سے دیکھنے لگا۔ انائیا ملک کو جیسے اس کی کوئی فکر نہیں تھی۔

"انائیا تغلق! مجھے بے ایمانی پسند نہیں۔" وہ جانے کیا جتانا چاہتا تھا۔"اگر آپ کھیل کھیل رہی ہیں تو کسی بھی چال کے لیے تیار رہیے۔کھیل میں سب جائز ہے۔" وہ چڑا کر لطف لے رہی تھی۔معارج تغلق کی آنکھیں سرد مہر بن گئی تھیں۔"مجھے بے ایمانی پسند نہیں ہے انائیا تغلق! چاہے وہ کھیل ہی کیوں نہ ہو۔" وہ سنجیدہ تھا۔

"میں فی الحال کہیں نہیں بھاگ رہی۔آپ کے محل کا حصہ ہوں۔وہ ماضی کی بات ہورہی تھی اور سچ ہی تو ہے وہ میرے ساتھ کہیں بھی رہنے کو تیار ہو جاتا جب کہ آپ ایسا نہیں کرسکتے۔آپ کو دکھاوے اور نمود و نمائش پسند ہے اور وہ محل آپ کی زندگی کی سب سے بڑی نمائش ہے۔وہاں سے کٹ کر آپ اگر رہیں گے تو شاید آپ کی حقیقت بے معنی ہوجائے گی۔" وہ اسے جلانے کا کوئی موقع گوانا نہیں چاہتی تھی۔معارج تغلق کی حیثیت جیسے اس کے لیے گالی بن گئی تھی۔

"تم سمجھتی ہو میں، معارج تغلق اس لیبل کے بنا کچھ نہیں؟ میرے خاندانی حسب نسب کے بنا میری کوئی حیثیت نہیں؟ اور اگر میں مضبوطی سے اپنے قدموں پر کھڑا ہوں تو اس کے پیچھے میری خاندانی حیثیت اور پس منظر مجھے سپورٹ کررہا ہے؟" اسے بے طرح کھلی تھی۔

"ایسا غلط ہے کیا؟" وہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتی ہوئی مکمل پُر اعتماد تھی۔کیا وہ اس کا اعتماد چکنا چور کرنا چاہتی تھی۔اس کے خول کو توڑ کر اسے

ایک عام آدمی بنانا چاہتی تھی یا پھر مشکلوں میں گھرا دیکھنا چاہتی تھی۔وہ بغور دیکھ رہا تھا۔

"تم بہت اسمارٹ ہو انائیا ملک۔" وہ نتیجے پر پہنچا۔

"تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے کہ لڑکیوں کو اسمارٹ نہیں ہونا چاہئے؟ کیا اسمارٹ صرف مرد ہی ہوسکتے ہیں؟" انائیا ملک کا اعتماد کسی قدر شاید اپنے گھر۔اپنی چار دیواری کا اثر تھا۔

"نہیں! مرد شاید کم اسمارٹ ہوتے ہیں۔لڑکیاں بہت سے خفیہ ہتھیاروں سے بھی لیس ہوتی ہیں، لیکن... یہ سمجھنا خام خیال ہے کہ میں اپنے خاندانی حسب نسب کے بنا کچھ نہیں۔میں نے

جو بزنس ایمپائر کھڑا کیا ہے اس میں، میں نے ایک پیسہ بھی اپنے ماں یا باپ سے نہیں لیا۔میں نے خود اپنی بچت سے یہ کمپنی بنائی ہے اور آج یہ ایک ایمپائر ہے۔میں نے خود کو اپنے خاندانی پس منظر کے بنا منوایا ہے۔تغلق نام میری ذات کا حصہ ہے مگر تغلق خاندان کے نام پر میں نے کبھی کوئی فائدہ حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔میں ہر کام ایمان داری سے کرنے کا

قائل ہوں۔ آپ کے ضمن میں بھی بے ایمانی نہیں کرنا چاہتا تھا مگر آپ نے اُکسایا۔" وہ بہت ملائمت سے مسکرایا۔

"میں نے اُکسایا؟" وہ چونکی۔ "آپ اپنے تمام کیے کا الزام مجھ پر لگانے پر کیوں بضد رہتے ہیں؟ کوئی پچھتاوا ستاتا ہے آپ کو یا پھر کوئی ملال سونے نہیں دیتا؟" وہ جاننے پر بضد ہوئی۔

وہ خاموشی سے اس کی طرف دیکھ کر مسکرادیا۔

"آپ سونے نہیں دیتیں۔" عجب اقرار تھا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکی شاید وہ مذاق کررہا تھا۔یا محض اسے پریشان کرنے کا کوئی بہانہ تھا یا پھر کوئی نئی چال... وہ سراسیمہ سی دیکھتی رہی۔وہ مسکرادیا۔

"اتنی حیران کیوں ہیں؟ بندہ بشر ہوں پھر تمام حق محفوظ رکھتا ہوں۔" اس مدہم لہجے کی تپش ایسی تھی کہ وہ اس کی سمت دیکھ نہیں پائی تھی۔معارج تغلق اسے چاروں شانے چت کر گیا تھا۔اس کا سارا اعتماد پل میں جاتا رہا تھا۔

"اب کہو اس عدن بیگ کی کیا کہانی ہے؟" وہ موضوع پر واپس آیا۔

"آپ کو شرم نہیں آتی؟ مجھ پر شک کرتے ہیں۔وہ بھی کسی حق اور جواز کے بغیر؟" اسے اعتراض ہوا۔

"کیا یہ شک ہے؟" وہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتا ہوا بولا۔

"یہ آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں؟ کرتے ہیں تو کرتے رہیں شک۔مجھے کچھ لینا دینا نہیں اس سے۔کیوں دوں آپ کو خوامخواہ کی وضاحتیں؟" وہ ممی اور نانا کے خیال سے آواز دبا کر بول رہی تھی۔ساتھ ہی نظریں کچن کی طرف بھی گاہے بگاہے دیکھ رہی تھیں کہ اسے کوئی کہانی ممی کے سامنے نہیں کھولنا تھی۔ معارج تغلق کے ہزار ڈرامے تھے۔ہر پل ایک نئی پٹاری کھلتی تھی اور وہ ممی کو خوامخواہ پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"آپ کو عادت ہے خوامخواہ تماشا بنانے کی۔نہ جگہ دیکھتے ہیں نہ مقام۔بس شروع ہوجاتے ہیں۔کل آفس میں شروع ہوئے اور آج یہاں ممی کے گھر۔ کیا مجھے اسی لیے یہاں لائے تھے؟ کوئی بدلہ چکانے کے لیے؟" وہ خفا ہو کر بولی۔

"نہیں! حساب بے باق کرنے کو میرا اپنا گھر کافی ہے۔یہاں کوئی بدلہ چکانے نہیں لایا۔اپنا وعدہ نبھانے لایا ہوں کہ کل کہا تھا کہ خود لے کر جاؤں گا۔میرا ارادہ تو آپ کو یہاں چھوڑ کر واپس جانے اور شام کو آنے کا تھا مگر اب مزید اعتبار نہیں کرسکتا۔" کیا وہ سنجیدہ تھا یا محض اسے پریشان کررہا تھا؟ اگر سنجیدہ تھا تو انتہائی شکی مزاج تھا۔

انائیا ملک بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی؟ اور وہ مسکرا رہا تھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہیں؟"

"دیکھ رہی ہوں کیسے انسان ہیں آپ؟ مجھے میری زندگی سے کھینچ کر نکال کر اپنی زندگی میں باندھ لیا اور اب اگر اپنی گزشتہ زندگی کے متعلق سوچتی بھی ہوں تو آپ میری سوچوں پر بھی باندھ باندھنے کی کوشش کررہے ہیں۔ کیا قصور تھا میرا، جو مجھے میری زندگی میرے ڈھنگ سے جینے نہیں دی؟ صرف اس لیے کہ آپ جیسے بگڑے رئیس کا دل مجھ پر آگیا اور میرا یہ چہرہ بھا گیا؟ صرف اس بات کی سزا ملی مجھے؟ اس چہرے کے خوش شکل ہونے کی؟" وہ شکوہ کررہی تھی۔وہ مسکرارہا تھا۔

"آپ سمجھتی ہیں، دنیا میں صرف آپ ہی ایک خوب صورت چہرہ رکھتی ہیں؟ میری حیثیت جانتی ہیں آپ؟ ہجوم رہتا ہے ان خوب صورت چہروں کا میرے اردگرد۔کیا مشکل ہے میرے لیے؟ لیکن برملا کبھی کسی کا ذکر کرتے سنا آپ نے؟" اس نے جتایا تھا۔

"میں نے کیا پہاڑ توڑ دیا؟" وہ تلملا اٹھی۔"عجیب آدمی ہیں آپ۔آپ کو تو بس موقع چاہئے۔"

"موقع ہی تو نہیں دیتیں آپ۔موقع دیں تو ثابت کرنے کی اہلیت رکھتا ہوں کہ اتنا بُرا نہیں ہوں۔" وہ اسے مشکلوں میں گھرا دیکھ کر مطمئن ہوا۔

"معارج تغلق! مجھے اگر سات خون معاف ہوئے تو جانتے ہیں میرا پہلا اور آخری نشانہ کون بنتا؟" وہ گہری سانس خارج کرکے تھکے ہوئے انداز میں بولی۔ وہ پہلی بار ہنسا تھا۔

زائرہ نے اندر قدم رکھا تھا تو داماد کو ہنستا دیکھ کر چونکی تھیں۔معارج تغلق جو قدرے قریب بیٹھا تھا، اب احترام سے دور ہوگیا تھا۔

”ممی! آپ کے لوازمات کی خوش بُو بہت دیر سے باہر آ رہی تھی۔ کیا بنایا ہے آپ نے؟“ وہ ایسے بول رہا تھا جیسے اس گھر کے مکینوں سے بہت اچھے تعلقات ہوں اور درمیان کوئی دراڑ نہ ہو۔

”مجھے تمہاری پسند تو زیادہ معلوم نہیں تھی، سو انائیا کی پسند کی دو چار چیزیں بنادی ہیں۔“ زائرہ ملک کا لہجہ سرد تھا۔ وہ معارج تغلق سے کسی قسم کی گرم جوشی دکھانے سے قاصر رہی تھیں۔

”اگر انائیا کی پسند کی بنی ہیں تو یقینا پسند آئیں گی۔“ وہ مسکرایا۔

”میں نانا کو مل کر آتی ہوں۔“ انائیا نے ایک پلیٹ میں کباب اور براؤنیز رکھے اور چائے کا کپ لے کر وہاں سے اٹھ گئی۔ وہ ممی کی سمت دیکھنے لگا تھا۔

”آپ مجھ سے خفا ہیں ممی، اب تک؟“

زائرہ ملک نے خاموشی سے اسے دیکھا۔ اگرچہ اپنے کیے کی معافی وہ مانگ چکا تھا۔ مگر زائرہ شاید اس سرد مہری کو کوئی نام نہیں دے سکی تھیں۔

”آپ کو مجھ سے کوئی شکایت ہے؟“ وہ سعادت مندی سے کہہ رہا تھا۔ ”اگر ہے تو آپ مجھے سزا دے سکتی ہیں۔ آپ کا بیٹا ہوں۔ غلط کرتا ہوں تو سزا کے لیے بھی پیچھے نہیں ہٹوں گا۔“ وہ دل سے کہہ رہا تھا۔

”نہیں مجھے کوئی شکایت نہیں ہے۔ جو بھی ہوا اگر انائیا اسے تسلیم کر سکتی ہے تو شاید مجھے بھی یہ مان لینا چاہئے کہ جو ہوتا ہے اچھے کے لیے ہوتا ہے۔ کوئی شکایت نہیں ہے۔ تم انائیا کے حوالے سے میرے بیٹے ہو اور اس گھر میں تمہیں ہمیشہ وہی پیار اور خلوص ملے گا جو انائیا کے حوالے سے ملنا چاہئے۔ بس ایک گزارش کروں گی۔“ زائرہ ملک نے کہا تھا۔

”ممی آپ گزارش نہیں حکم کریں۔ مائیں بچوں سے گزارش نہیں کرتیں۔“ معارج تغلق کا یہ کون سا انداز تھا۔ انائیا ملک نانا کو پلیٹ دے کر پلٹی تو حیران رہ گئی تھی۔ کیسی چاشنی سی تھی اس شخص کے لب و لہجے میں... اس کا اصل کیا تھا؟ وہ سعادت مند تھا؟ بڑوں کی عزت کرنا جانتا تھا تو پھر اتنا انتہائی

قدم کیوں لیا تھا؟ وہ معاشرتی اقدار سے واقف تھا تو پھر معاشرتی حد بندیاں توڑنے کا خواہاں کیوں تھا؟ کیا تھا انائیا ملک میں جس نے اس بندے کو باندھ دیا۔وہ اپنی سوچوں میں غلطاں تھی۔احساس نہیں ہوا کب ممی اٹھ کر وہاں سے گئیں۔وہاں آئی تھی تو نظریں ساکت سی معارج تغلق کو دیکھ رہی تھی۔

”ممی کیا کہہ رہی تھیں؟ کہیں آپ نے ممی سے کچھ ایسا ویسا تو نہیں کہا؟“ انائیا ملک نے کُریدا۔

”کیسا ویسا؟“ وہ خوامخواہ چھیڑ رہا تھا۔شاید انائیا کو پریشان دیکھ کر لطف آتا تھا۔

”آپ کافی ختم کیجئے اور جائیے یہاں سے۔“

”کیوں آپ میرے ساتھ نہیں آرہیں؟“ وہ چونکا۔

”نہیں!“ وہ قطعی انداز میں بولی تھی۔

”آپ... آپ ٹھہر رہی ہیں تو پھر میرے جانے کا کیا جواز ہے؟“ وہ آرام سے ٹانگیں پسار کر بیٹھا۔

”کیا مطلب؟“ وہ چونکی۔

”نہیں جارہا میں، اکیلا جاکر کیا کروں گا؟ نئی نویلی دلہن کے بنا گھر کاٹنے کو دوڑے گا نا؟ گھر داماد کی ضرورت تھی نا آپ کو؟“ اس نے جتایا۔

”وہ آپ کی شکل میں درکار نہیں تھا۔“ وہ قطعی انداز میں بولی۔

”تو پھر؟“ وہ جاننے پر بضد ہوا۔

”سُن تو لیا تھا آپ نے؟“

”کیا؟ پھر سے بتاؤ۔شاید نہیں سُنا تھا؟“ معارج تغلق کیا سننا چاہتا تھا۔وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔”وہ عدن بیگ کے لیے تھا۔اگر وہ ہوتا تو...“ وہ جان چھڑانے کو بولی۔

معارج تغلق کی نظروں میں اچانک ہی سرد مہری اُتر آئی اور چہرے کے تاثرات یک دم بدلے۔تو وہ سمجھ نہیں پائی۔

...☆☆☆...

انائیا ملک کو جیسے اس کی فکر مطلق نہیں تھی۔وہ کیا سوچتا ہے، کیوں سوچتا ہے یا پھر سوچتا بھی ہے تو کیوں؟ وہ اس کے احساسات پر ضرب لگانا چاہتی ہے، ایسے ہی جیسے وہ اسے روتا دیکھ کر تسکین محسوس کرتا تھا۔وہ بھی اس احساس

کو انجوائے کرنا چاہتی تھی۔اس کے اندر سے ظاہر تھا کہ اندر کوئی لہر تھی، کوئی مدوجزر تھا اور اس کا اثر انائیا ملک پر بڑے بھرپور انداز میں پڑا تھا۔کوئی چھٹانک بھر خون تو بڑھ ہی گیا ہوگا۔

اسے ہرا نہ پائی تھی تو کیا ہواالبتہ ایک دھچکا لگا سکتی تھی، کم ہی سہی، اس نے آغاز تو کیا تھا۔

اگر وہ اس کی کمزوری تھی تو وہ اس کا فائدہ اٹھاسکتی تھی۔

اس کا پتا اسے پہلے نہیں تھا کہ وہ اس کی کمزوریوں کو تلاش کرسکتی یا اس کے خلاف استعمال کرسکتی۔مگر اب کے ایک ڈور ہاتھ آئی تھی تو وہ اس موقع کو خالی جانے دینا نہیں چاہتی تھی۔کچھ پل کی تسکین ہی سہی، وہ اسے مدوجزر میں گھرا دیکھ رہی تھی اور صورتِ حال نے کچھ لطف تو ضرور دیا تھا۔

وہ بہت اطمینان سے مسکراتی پلٹی ہی تھی کہ اچانک ہی معارج تغلق نے اس کی کلائی تھام کر ایک جھٹکے سے اسے اپنی طرف کھینچ لیا اور وہ توازن بگڑنے کے باعث لڑکھڑا گئی تھی۔اتنا اچانک سب ہوا تھا کہ اسے سوچنے سمجھنے کاموقع ہی نہیں ملا تھا۔وہ سنبھلی تھی تو کچھ تذبذب سے اسے دیکھ رہی تھی۔مگر وہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نظریں آج جیسے اس سے پہلے خفا تھیں۔آنکھوں کی سرخی بتارہی تھی کہ اندر کیسے طوفان کا مقابلہ کررہا تھا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟"اس کی حرکت پر سرزنش کی اور سنبھل کر اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے اس سے استفسار کیا تھا۔اس نے کلائی پر گرفت اور سخت کردی۔

"اب میرے والدین کے گھر یہ ڈراما نہیں ہونا چاہیے۔آپ کی نوٹنکی اپنے محل تک محدود رہنی چاہیے۔" اس خوف سے کہ ابھی ممی یا نانا آنہ جائیں۔اس کی گرفت سے کلائی چھڑانے کی کوشش کی۔

"کوئی ڈراما نہیں ہے یہ۔میری بیوی ہو، مجھے اختیار ہے۔کہیں بھی حق جتاسکتا ہوں۔کوئی روک کر دکھائے۔" وہ نڈر تھا۔وہ اس کی ڈھٹائی پر حیران ہوئی۔

"آپ کو عادت ہے زبردستی کرنے کی۔طاقت کے بل بوتے پر کچھ بھی کرسکتے ہیں آپ... سمجھتے کیا ہیں خود کو؟" وہ کسی مروت پر مائل دکھائی نہ دی۔دبی دبی آواز میں اسے ڈپٹا۔"بندوق کے زور پر شادی تو کرلی اب اور کیا کرو گے؟ آپ کو شرم آنی چاہیے۔طاقت کا رُعب جما کر تو کوئی کچھ بھی کرسکتا ہے۔اگر آپ میں اہلیت ہے تو دل جیت کر دکھایئے۔" وہ اسے چیلنج کرتی ہوئی بولی۔

مگر وہ بہت اطمینان سے مسکرادیا اور بغور اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے کو چھُوا۔

"اگر آپ سمجھتی ہیں کہ میں چیلنج قبول نہیں کرسکتا تو یہ آپ کی خام خیالی ہے مگر میں کرنا نہیں چاہتا۔مجھے دل وِل کے چکروں میں پڑنے کا مشغلہ قطعاً پسند نہیں۔تم سے عشق کرنے کا جنوں میری رگوں میں نہیں انائیا ملک! کوئی شوریدہ خواہش کی لہر اس دل میں نہیں۔بس ایک ضد تھی تمہیں حاصل کرنے کی... بنا وعدے کیے۔بنا کوئی عہد و پیماں باندھے۔مجھے دل جیتنے کی تمنا کبھی نہیں تھی۔اگر ہوتی تو آپ کی دنیا میں پل میں ہل چل مچا دیتا۔یہ مت سمجھو

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کہ مجھے دل جیتنے کے اسلوب نہیں آتے۔بات یہ ہے کہ تمہارا بیمار میں کبھی تھا ہی نہیں۔یہ حسن، یہ رعنائی، یہ دل کشی، مجھے اب ایک بار کے لیے درکار تھی اور بس... مگر تم نے من مانی کردی۔سو بیوی کا ٹیگ لگانا پڑا اگر آپ اپنے اس عدن سے منگنی کی اتنی جلدی نہیں مچاتیں تو شاید کہانی میں یہ موڑ نہیں آتا۔سو جو بھی ہوا۔وہ میری نہیں آپ کی غلطی ہے۔" وہ اس پل وہی بے پروا معارج تغلق تھا۔پل میں زیر کرنے والا، بے نیاز۔نہ ڈرنے والا، نہ جھکنے والا۔بس اپنی من مانی کرنے والا۔وہ پُرسکون سمندر سا شخص۔جس کی نظروں میں کہیں کسی طوفان کا پتا نہیں تھا اور جس کا ٹھہراؤ بتاتا تھا کہ وہ کتنے اختیار اپنے پاس رکھتا ہے۔

وہ جو کچھ دیر پہلے کچھ اطمینان میں تھی، اسے ناپسندیدگی سے دیکھ رہی تھی۔اسے اس شخص سے بہت نفرت محسوس ہوئی تھی۔وہ بغیر کسی جواز کے اس کی زندگی کو برباد کررہا تھا اور اس کا اسے قطعاً کوئی ملال بھی نہیں تھا۔انائیا ملک کا دل چاہا تھا وہ اس شخص کا منہ نوچ لے، اس کی آنکھوں میں اپنے نوکیلے

ناخن گھسا دے اور اسے تہس نہس کردے۔مگر وہ ایسا کچھ نہیں کرسکتی تھی۔ اب ایک شدید غصے کی لہر تھی اور بس... وہ پھر سے مطمئن تھی۔

شاید وہ اس کو اس سے زیادہ تکلیف دینے کی خواہش رکھتی تھی۔کوئی اس سے بڑا نقصان کرنا چاہتی تھی۔وہ اس کا۔جسے وہ جھیلنے کی صلاحیت رکھتے ہوئے بھی جھیل نہ پائے۔

وہ اس کی آنکھوں میں غصے کی ایک لہر محسوس کرنے کے باوجود کچھ شریر ہوا۔اس کی کلائی کو اک اور جھٹکا دیا تھا۔اک نرم اور شرارت آمیز جھٹکا دے کر گرفت ڈھیلی چھوڑ دی اگلے ہی پل وہ اس کی گرفت سے باہر تھی اور وہ مسکرادیا۔

”کیا ہے یار! اپنی بیوی سے رومانس کرنے کے لیے بھی مجھے اجازت مانگنا ہوگی؟“ وہ کوئی نیا پینترا بدل کر کوئی نئی چال چل رہا تھا۔

”میں ممی اور نانا سے مل کر باہر آرہی ہوں۔آپ جاکر پورچ سے گاڑی نکالیے۔“ وہ اطمینان سے بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”کیا مطلب... ہم یہاں قیام نہیں کررہے؟“ وہ مسکرایا، انداز چھیڑنے والا تھا۔وہ پلٹ کر گھورنے لگی۔”تم بلاشبہ دل رُبا ہو انائیا تغلق! اگر میں فرشتہ بھی ہوتا تو اپنا سب کچھ تیاگ کر تمہاری طرف چلا آتا۔تم اہلیت رکھتی ہو دنیا کو اپنے بس میں کرنے کی۔اگر عشق کا ارادہ ہوتا تو شاید کبھی دامن بچا نہ سکتا۔تمہاری خوش بُو سچ میں پاگل کرتی ہے۔تم میں کچھ تو ہے...“ وہ صوفے پر بہت اطمینان سے بیٹھا کہہ رہا تھا۔نظروں میں ایک چمک تھی اور انائیا ملک اسے کوئی خاص اہمیت دینا نہیں چاہتی تھی، تبھی پلٹی اور وہاں سے نکل گئی۔

...☆☆☆...

”یہ کیا چل رہا ہے؟“ ایکسل نے کولڈڈرنک کے گھونٹ لیتے ہوئی اس کی جانب دیکھا۔

دامیان سوری چونکا تھا۔

”کیا مطلب؟ کیا پوچھ رہے ہو تم؟“

”انابیتا بیگ اور تمہارے متعلق...؟“ ایکسل نے چونکا دیا۔

”ہمارے متعلق کیا؟“ دامیان سوری مکمل طور پر لاتعلق نظر آنا چاہ رہا تھا۔

"تم سب کو بے وقوف سمجھتے ہو؟" ایکسل مسکرایا۔

"نہیں... مگر میں نہیں جانتا کہ تم کس بابت کہہ رہے ہو۔" وہ شانے اُچکا کر بولا۔

"اگر تم نے ٹھان لی ہے کہ تم کسی کی نہیں مانو گے تو ٹھیک ہے۔" ایکسل نے بے پروائی سے کہا۔ "لیکن تم دونوں کے درمیان کچھ ہوا ہے، اس کی خبر مجھے ہی نہیں سب کو ہے۔" ایکسل نے اسے حیران کردیا تھا۔

"کیا ہے ہمارے درمیان...؟" دامیان نے چونک کر پوچھا۔

"مجھے کیا پتا یار! مجھے تو خود للی سے پتا چلا ہے۔" ایکسل نے برگر کو نگلتے ہوئے کہا۔

"للی سے...؟" اسے جیسے حیرت ہوئی۔ "للی نے تم سے کیا کہا؟"

"اس نے کہا تو زیادہ نہیں مگر پوچھ رہی تھی کہ تم دونوں پہلے جیسے بات چیت کیوں نہیں کررہے۔ ایسا کیا ہوا ہے تمہارے درمیان۔ چونکہ مجھے کوئی علم نہیں تھا، تو زیادہ ڈسکس نہیں کرسکا مگر یہ بات میں نے بھی محسوس کی کہ تم انابیتا بیگ سے کنی کترا رہے ہو اور وہ تم سے... دونوں اتنے اچھے دوست

اور پھر اتنی بے گانگی یک دم ہی...؟ بندہ چونکے گا تو سہی۔" ایکسل نے کہا تھا مگر وہ لب بھینچے بیٹھا رہا۔ "پریشان کیوں ہو؟ چھوٹی موٹی لڑائیاں جھگڑے تو دوستوں کے درمیان ہوتے رہتے ہیں۔ اس میں بڑی کیا بات ہے؟ تم دونوں بات کو رائتے کی طرح پھیلا کیوں رہے ہو؟ کوئی اختلاف ہے تو ایک ٹیبل پر بیٹھو، بات چیت کرو۔ معاملے کو سلجھایا بھی تو جاسکتا ہے نا! بچوں کی طرح لڑائی جھگڑے کھیل کر مذاق بننے کی کیا ضرورت ہے؟" ایکسل نے اپنے طور پر سمجھایا تو دامیان سوری نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"تم چاہتے ہو میں تمہیں ڈراپ کردوں تو۔ یہ سب جلدی ختم کرو، ورنہ میں چلا جاؤں گا۔ مجھے دیر ہورہی ہے۔" دامیان سوری کو جیسے جلدی تھی۔

ایکسل جو اسے سمجھانا چاہتا تھا اپنا سا منہ لے کر رہ گیا تھا۔

"تمہیں اگر جلدی ہے تو جاؤ، میں کسی اور سے لفٹ لے لوں گا۔" انداز خفگی سے بھرپور تھا۔

"آرام سے ٹھونسو، بیٹھا ہوں یہاں۔" دامیان نے ریسٹ واچ دیکھتے ہوئے کہا۔

"کچھ اور بھی کھانا ہو تو بھی منگوادوں؟" طنز کیا تھا مگر ایکسل مسکرادیا۔

"تمہیں انابیتا بیگ کیسی لگتی ہے؟" ایکسل نے اچانک پوچھا۔سوال کچھ غیر متوقع تھا تبھی دامیان نے چونکتے ہوئے اسے دیکھا۔

"اب اسے سوال کا کیا جواز ہے؟" وہ جیسے جواب دینے سے گریزاں تھا۔

"سیدھا سا سوال ہے، جواب دے دو۔" ایکسل کی اپنی منطق تھی۔

"میرے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں ہے۔" دامیان ہنوز لاتعلق دکھائی دیا۔

"مجھے کئی بار لگا کہ تم دونوں کے بیچ کچھ ہے۔" ایکسل نے گویا انکشاف کیا تھا۔

وہ چونکا تھا۔

"کیا مطلب... کیا ہے؟" ایکسل مسکرادیا۔

"تم ماننے کو تیار نہیں تو کیا معنی رکھتا ہے یہ سب؟ بات تو ماننے کی ہوتی ہے۔جب ماننا نہیں تو پھر کچھ حقیقت بھی نہیں۔"

"فضول کی بکواس مت کرو۔رائی کا پہاڑ بنانا تمہیں خوب آتا ہے۔" اس نے ایکسل کو ڈپٹا تو وہ برگر کا لقمہ لیتے ہوئے اطمینان سے مسکرادیا۔

"اس میں کسی ایک کو تو سفر کرنا ہی پڑتا ہے۔اب اگر وہ انابیتا بیگ ہے تو...!" ایکسل کا مشاہدہ کمال کا تھا یا فقط یہ قیاس تھا۔

دامیان سوری اسے خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔

"تمہیں انابیتا بیگ نے کچھ کہا...؟"

"وہ کیوں کہنے لگی... دوست بننے کے دعویدار تو تم تھے پھر وہ دل کی باتیں مجھ سے کیوں شیئر کرنے لگی؟ اس کے بیسٹ فرینڈز تو تم ہونا؟" ایکسل مسکرادیا۔

"میں ایسی کسی بات سے واقف نہیں۔ایسی کوئی کہانی میرے علم میں نہیں۔ انابیتا بیگ کوئی اتنی بے وقوف لڑکی نہیں ہے۔" وہ منکر ہوا۔

"تمہارے اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟" ایکسل نے اشارہ اس کی طرف کیا۔

"میں اتنا بے وقوف ہوں؟" وہ جاننے کا متمنی ہوا۔

"شاید نہیں ہو، شیر کی طرح شاطر ہو اور چیتے کی طرح تیز دماغ۔تم دور اندیش ہو۔بے وقوفی کیسے کرسکتے ہو۔میں نے کسی شیر کی محبت کہانی کبھی نہیں

سنی۔" وہ باتوں کو اپنے طور پر کہنے کا عادی تھا۔غالباً کوئی طنز تھایہ۔اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی اور دامیان سوری کو الجھن ہونے لگی۔

"میں نے کوئی کھیل نہیں کھیلا، نہ ہی چال چلی ہے۔مجھے مجرم مت بناؤ۔تم جانتے ہو میں نے اناہیتا کی ہمیشہ کتنی عزت کی ہے۔وہ اچھی لڑکی ہے..."

"مگر...؟" ایکسل نے اس کی بات کاٹی۔

"مگر کیا؟" دامیان سوری نے نکتہ اٹھایا۔

"تمہیں کبھی محبت نہیں ہوئی؟"

"محبت!" وہ یوں چونکا تھا، جیسے ایکسل نے کسی انوکھے لفظ کا ورد کیا ہو۔

"محبت، دو لوگوں کے درمیان ہوجاتی ہے نا؟ اَن دیکھی شے ہے جو بظاہر دکھائی نہیں دیتی مگر محسوس ہوتی ہے کبھی بھی۔تمہیں کبھی نہیں ہوئی؟" ایکسل کی مسکراہٹ نے اسے چڑایا۔

"کیا بے وقوفی ہے؟ میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟" دامیان سوری کے انداز میں ناگواری تھی۔غالباً ایکسل کے مذاق کو اس نے انجوائے نہیں کیا تھا۔ایکسل لب بھینچ گیا تھا

دامیان سوری کو جیسے افسوس ہو اتھا۔

"یہ تیرا ذاتی معاملہ ہے جانتا ہوں، مگر میں رہ نہیں پایا کہ میں دونوں کا مشترکہ دوست ہوں۔" ایکسل نے وضاحت دی تھی۔

"جانتا ہوں!" وہ زیادہ بولنے سے گریز کررہا تھا۔

"میں آج تک سمجھ نہیں پایا کہ تُو للی کے ساتھ کیوں ہے، کیونکہ للی سے زیادہ تیرا جھکاؤ اناہیتا کی طرف محسوس کیا ہے۔شاید یہ صرف دوستی ہو اور للی سے محبت... مگر... خیر چھوڑو۔تم دونوں کے درمیان جو بھی ہوا ہے اسے سلجھانے کی ضرورت ہے۔مشترکہ دوست ہونے کے ناتے میں اتنا تو کہہ سکتا ہوں نا۔" اس کے غصہ کرنے کے خیال سے وہ بولا۔

"میں گاڑی میں بیٹھا ہوں۔تم کھاچکو تو آجاؤ۔" دامیان سوری اٹھا اور وہاں سے نکل گیا۔ایکسل دیکھتا رہ گیا۔

...☆☆☆...

پارسا کافی بنا کر اوپر آئی، ارادہ تھا کہ کچھ ہَوا کھانے کے بعد پروجیکٹ پر کام شروع کرلے گی مگر کافی کے گھونٹ لیتے ہوئے نگاہ ستاروں سے الجھ گئی۔

"گلابو! ہم جارہے ہیں داری کا خیال رکھنا اور وہ ٹیوٹر بچہ آئے گا، اس بات کا خیال رہے کہ کوئی شرارت نہ ہو۔ایسا نہ ہو تم اسے چلتا کردو۔تمہارے بھیا کافی غصے میں تھے۔اس بار بس فیل نہیں ہونا۔" اماں نے ہدایت کی تھی۔

"اماں! آپ مجھے بچوں کی طرح سمجھا رہی ہیں، میں کوئی بچی ہوں؟ مجھے پتا ہے اس بار پاس ہونا ضروری ہے۔ہوجاؤں گی نا! اور کوئی ٹیوٹر کیا گھوٹ کر میرے دماغ میں ڈالے گا؟ آپ نے کبھی ٹیوشن لی تھی یا بھیا نے...؟ابا کہتے ہیں نا پڑھائی تو اپنے دماغ سے کی جاتی ہے تو اس کے لیے دماغ تو مجھے ہی استعمال کرناہے۔" وہ اکتا کر بولی۔

"شکر ہے بات تیری سمجھ میں آگئی۔اب عمل بھی کرلینا۔" اماں نے مسکراتے ہوئے اس کے سر پر چپت لگائی۔

ان کے جانے کے بعد وہ دروازہ بند کرکے پلٹی ہی تھی کہ دستک ہوئی۔

"جنئے! اب دروازہ تم کھول دو۔" وہ بے زاری سے کہہ کر پلٹی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جنئے نے حکم کی تعمیل کی تھی مگر وہ ابھی سیڑھیاں عبور بھی نہیں کر پائی تھی جب جنئے کی آواز آئی تھی۔

"بی بی جی!"

"اب کیا ہے؟" وہ پلٹی اور دروازے کے بیچوں بیچ اس نوجوان کو کھڑے دیکھ کر جیسے اسے ایک پل میں کرنٹ لگا۔وہ سرعت سے سیڑھیاں اُترتی ہوئی اس کی طرف آئی تھی۔"تم... تم یہاں گھر تک بھی آگئے...؟ بھول گئے کیا کہا تھا...؟ ابا کوپتا چل گیا نا تو...!"

"دو کانوں میں سرکردیں گے، یاد ہے مجھے۔" وہ نوجوان مسکرایا۔

"یاد ہے تو یہاں کیوں آئے ہو؟" وہ تلملا کر بولی۔

"گلابو، وہ کیا ہے کہ تمہاری یاد آرہی تھی، سو آگیا۔" وہ مسکرادیا۔

"شرم نہیں آتی؟ زیادہ ہیرو بننے کی کوشش مت کرو۔بلیک بیلٹ ہوں میں۔" اس نے رُعب جمایا۔

"ارے واہ، اتنی سی عمر میں جب پاس ہونے سے کوئی رغبت نہیں تب بلیک بیلٹ...؟ کمال ہے۔" وہ متاثر ہوا۔

”اگر اپنی ہڈی پسلی سلامت رکھنا چاہتے ہو تو جہاں سے آئے ہو واپس چلے جاؤ۔“

”مذاق مت کرو گلابو! اب کیا دہلیز پر ہی کھڑا رکھو گی؟“ وہ ایسے کہہ رہا تھا جیسے اسے ہمیشہ سے جانتا ہو۔

”تم مذاق سمجھ رہے ہو...؟ ہم میں کوئی مذاق کا رشتہ نہیں۔“ اس نے حیرت سے پوچھا۔

”گلابو! بچوں جیسی حرکتیں مت کرو۔مجھے اندر آنے دو۔“ وہ قائل کرتے ہوئے بولا۔

”بے وقوف سمجھتے ہو مجھے؟ ایسے کیسے اندر آنے دوں؟ نہ جان نہ پہچان۔منہ اٹھا کر چلے آئے۔ایک ہاتھ پڑے گا نا تو ساری عقل ٹھکانے آجائے گی۔تم یہاں سے جاتے ہو یا...“ اس نے دھمکی دی۔

”کون ہے گلابو؟“ دادی کی آواز عقب سے آئی تھی۔چشمے کے پیچھے سے اس دروازے کے بیچوں بیچ کھڑے نوجوان کو دیکھا تھا۔”یلماز پتر! وہاں کیوں کھڑا

ہے؟ اندر آجانا۔“ دادی نے اسے پہچان کر اندر آنے کا سگنل دیا تو وہ حیرت سے دیکھنے لگی۔

”دادی آپ اسے جانتی ہو؟ لایئے میں آپ کو عینک صاف کر کے دیتی ہوں۔ غالباً آپ کو پہچاننے میں غلطی ہو رہی ہے۔“ اس نے دادی سے کہا۔دادی نے ایک چپت لگائی۔

”کیا کچھ بھی بولتی رہتی ہے۔اپنے گھر کا بچہ ہے۔سلّو کے دوست کا بھائی ہے۔تجھے ٹیوشن دینے آیا ہے۔اب اندر تو آنے دے اسے۔“ دادی نے یلماز کی طرف دیکھا تھا۔”آجا پتر! اندر آجا۔“

دادی کے کہنے پر وہ اندر بڑھ آیا تھا۔پارسا کو شدید حیرت ہوئی تھی۔ اس بدتمیز لڑکے کو اسے ٹیوشن دینے کے لیے مامور کیا گیا تھا۔تو کیا اب اس کو اسے جھیلنا تھا... اسے یہ قطعاً ہضم نہ ہوا۔مگر یلماز اس سے بے پروا اندر بڑھ آیا تھا اور ساتھ ہی صوفے پر اپنے لیے جگہ بھی بنا چکا تھا۔

"کوئی ٹھنڈا گرم لے گا تُو؟" دادی کمر پر ہاتھ دھرے اس کی خوب مہمان نوازی پر آمادہ تھیں۔

"نہیں،دادی! اس کی ضرورت نہیں۔آپ تکلیف نہ کریں۔مجھے کسی چیز کی ضرورت ہوگی تو مانگ لوں گا۔آپ آرام کریں اور گلاب کو کتابیں دے کر بھیج دیں۔" وہ سلجھے ہوئے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے، گلابو! کتابیں لے کر آجا۔بچے کو اور بھی کام ہوں گے۔چل جلدی آجا۔" دادی کا حکم تھا، وہ انکار نہیں کرسکتی تھی، سو ناک منہ چڑھاتی کتابیں لے کر وہاں آگئی۔

دادی نے یلماز کو ہدایت کی تھی۔

"بیٹا! ذرا محنت زیادہ کروانا پڑے گی۔دماغ والی بہت ہے مگر لا اُبالی بھی ہے۔کچھ ایسا کرو کہ بس اس برس پاس ہوجائے۔"

"آپ فکر نہیں کریں،دادی! پاس ہوجائے گی۔" وہ تابعداری سے بولا۔

دادی تسلی کرکے وہاں سے چلی گئی تھیں۔وہ خائف نظروں سے دیکھنے لگی۔

"پہلے کبھی ٹیوشن دی ہے؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"نہیں،مگر میرا رزلٹ ہمیشہ اے پلس رہا ہے۔"

"اوہ، تو پڑھاکو ہو۔" وہ غالباً متاثر ہونا نہیں چاہتی تھی۔

"پڑھاکو نہیں،ذہین ہوں۔" وہ مینیجمنٹ کی کتاب کھول کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔"اچھا باتیں بہت ہو گئیں۔اب پڑھائی کا وقت ہے۔تمہیں اگر کچھ سمجھ نہیں آتا تو دس بار پوچھو، بتاؤں گا مگر جب میں پوچھوں تو تمہیں آنا بھی چاہیے۔جواب اگر درست نہ ہوا تو..." اس نے جملہ ادھورا چھوڑ کر اسے دیکھا۔

"کیا!" وہ چونکی تھی۔"تمہیں ٹیوشن کے لیے کہا گیا ہے۔ہیڈ ماسٹر بننے کے لیے نہیں۔زیادہ ڈیڑھ ہوشیار مت بنو۔"

"گلابو! بات کرنے کا کون سا طریقہ ہے؟ تم اے لیولز کے ایگزامز کی تیاری کررہی ہو اور بات کرنے سے ایک دَم پینڈو لگتی ہو۔" اس نے ٹیچر بن کر ڈپٹا۔

"سر جی! ٹیچر جی! یہ اخلاقیات کی کلاس بعد میں۔پہلے یہ کتاب کھول کر دیکھ لیتے ہیں۔" پارسا نے کہا تھا۔

"تم بہت عجیب لڑکی ہو۔ایک دَم پینڈو ہو۔جنگلی بلی جیسی۔" وہ ڈپٹتے ہوئے بولا تھا اور پارسا نے مزید الجھنا نہیں چاہا۔

اس کا پڑھانے کا انداز روایتی تھا۔

"دیکھو کوئی کسی کے دماغ میں زبردستی ٹھونس نہیں سکتا اور گھول کر پلا نہیں سکتا۔میں پڑھا تو رہا ہوں مگر دماغ تمہارا اپنا ہے۔کچھ محنت تمہیں بھی کرنا ہوگی۔جو آج پڑھایا ہے اس کا کل ٹیسٹ لوں گا۔وہ تمہیں آنا چاہیے۔" وہ بولا تو وہ آنکھیں پھیلا کر دیکھنے لگی تھی۔

"آج پڑھایا اور کل ٹیسٹ...؟ تم ایک ہی دن میں مجھے پی ایچ ڈی بنادو گے۔" اسے اُکتاہٹ ہوئی۔

"پڑھو گی تو کل پی ایچ ڈی کرنے کے قابل بھی ہوجاؤ گی۔" وہ پُریقین لہجہ میں بولا۔وہ سر جھکا کر نوٹ بک پر لکھنے لگی، جب اس کی آواز کان میں پڑی۔

"گلابو! کل سے تم یہ بھڑکیلے رنگ نہیں پہنو گی۔کوئی اچھا بہتر رنگ پہنو۔جسے دیکھ کر آنکھوں کو ٹھنڈک کا احساس ہو۔اکتاہٹ نہ ہو۔" وہ چونکی تھی۔

"کیا؟ آپ اب یہ طے کریں گے کہ میں کیا پہنوں گی؟ کوئی سیلف گرومنگ کی کلاس ہورہی ہے کیا؟" وہ اُکھڑے انداز میں بولی۔

"ہاں، اکاؤنٹ کی کلاس کے ساتھ ایک سیلف گرومنگ کلاس بالکل فری۔" وہ مسکرادیا۔"خدا کی بندی! گرمیوں میں اتنے بھڑکیلے رنگ نہیں پہنتے۔مانا تمہارا رنگ گوارا ہے اور سب رنگ کھلتے ہیں تم پر، مگر دوسروں کی آنکھوں کو بھی تو اچھا لگنا ضروری ہے نا۔"

"مجھے دوسروں کو اچھا لگ کے کیا کرنا ہے... اگر آپ کی نظروں کو چچوں گی تو میرا کیا فائدہ ہوگا؟" وہ صرف مخالفت کرنا چاہتی تھی۔ انداز ہٹ دھرم تھا۔

"فائدہ ہو بھی سکتا ہے۔مجھے اچھی لگو گی تو اور بھی دل سے پڑھاؤں گا۔مزید محنت کرواؤں گا۔" کلاس دینے کے بعد وہ پھر سے فطری پن میں لوٹ آیا۔ وہ گھورنے لگی۔

"مجھے تم ٹیچر کم اور نظر باز آدمی زیادہ لگتے ہو۔نیت خراب لگ رہی ہے مجھے تمہاری۔"

"تم مجھے بھگانے کے منصوبے بنا رہی ہو؟" وہ مسکرایا۔ "تمہیں انسان بنا رہا ہوں۔ کیا بُرا ہے اس میں؟ تم یہ سارے رنگ سردیوں کے لیے سنبھال کر رکھ سکتی ہو۔ حکم نہیں دے رہا۔ منع بھی نہیں کر رہا۔ بس سلیقے سکھا رہا ہوں۔" وہ اپنی بات پر زور دے کر بولا تو گلابو دیکھ کر رہ گئی تھی۔

"اچھا بتاؤ تمہارا پسندیدہ رنگ کیا ہے؟" وہ پوچھنے لگا تھا۔

"نیلا!" وہ سر جھکائے نوٹ پیڈ پر قلم چلاتے ہوئے بولی۔

"اور تم نے کیا پہنا ہے؟"

"اورنج!" وہ جیسے جواب دینے پر مامور تھی۔ "میری دوست کا گفٹ ہے یہ۔ کبھی کبھی دل رکھنے کو پہننا پڑتا ہے اور اماں کو میں ہلکے، لائٹ کلرز میں دادی اماں لگتی ہوں۔ ان کا خیال ہے بچیوں کو کھلتے رنگ پہننا چاہئیں۔ مگر آپ کو کیا تکلیف ہے؟" وہ تپ کر بولی تھی۔

تو اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

پھیلی ہوئی آنکھیں اس کے چہرے پر تھیں۔ ان آنکھوں میں کیا تھا کہ وہ اپنی پلکیں جھپک نہیں پایا تھا۔

"بہت ہو گئی پڑھائی، آج کے لیے اتنا کافی ہے۔ اب تم چلتے پھرتے نظر آؤ، مسٹر ٹیچر جی!" پارسا نے کتاب بند کی تھی۔ نوٹ بک ایک طرف رکھ دی۔

"گلابو! تم بہت منہ پھٹ ہو۔" وہ صاف گوئی سے بولا۔

"ٹیچر جی! آپ مجھے اپنے فریم میں فٹ کرنے کی کوشش مت کریں۔ جو کام دیا گیا ہے وہ کریں۔ ٹیوشن دے دی اب چلتے بنیں۔ مجھے بدلنے سے کیا ہو گا؟" وہ ہٹ دھرمی سے بولی۔

"تمہیں اپنے فریم میں فٹ نہیں کر رہا، جینے کے طریقے سمجھا رہا ہوں۔"

"جینے کی طریقے صرف آپ کو معلوم ہیں؟" وہ گھورتی ہوئی بولی تھی تو وہ مسکرا دیا۔

"ہاں!" اس کا انداز ایسا تھا جیسے اسے چھیڑ کر لطف آ رہا ہو۔ "تم بات بات پر بھڑک کیوں جاتی ہو؟ تمہارے فائدے کی بات کر رہا ہوں، تب بھی سمجھ نہیں آتی؟"

"سمجھ میں ہی تو آرہا ہے سب۔ آپ کی آڑی ترچھی نظریں، پڑھانے سے زیادہ دھیان ہے مجھ پر۔ کتابوں سے زیادہ دلچسپی مجھ میں۔ کون سا رنگ پہنتی ہوں، کیسی دکھتی ہوں، اس پر زیادہ دھیان ہے آپا۔ ایک نمبر کے نظر باز ہیں۔"

وہ مسکرادیا۔

"تم لڑکی دلچسپ ہو گلابو! زیادہ سوچا مت کرو۔ سوچنے سے تم الجھتی ہو اور الجھنیں جلدی بڑا کردیتی ہیں۔ تمہاری عمر کی لڑکیاں الجھنوں میں گھری اچھی نہیں لگتیں۔ چہرے پر جھریاں پڑ جاتی ہیں۔" اس نے ڈرایا تھا۔

وہ مزید الجھنا نہیں چاہتی تھی۔ تبھی کرسی کھینچ کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"جنئے! ٹیچر جی سے پوچھ لو اگر انہیں ٹھنڈا گرم چاہیئے تو، میں اپنے کمرے میں جارہی ہوں۔" وہ کہہ کر پلٹی اور دوسرے ہی پل سیڑھیاں پھلانگتی ہوئی اپنے کمرے میں تھی۔

یلماز کمال نے اس لڑکی کو جانے کیوں تادیر دیکھا تھا۔ جنئے اس کی طرف متوجہ تھی۔

"صاب چائے لاؤں یا شربت؟"

"اوں ہوں، کچھ نہیں۔ شکریہ! میں اب چلوں گا۔" وہ کہنے کے ساتھ ہی بیگ کاندھے پر ڈال کر حویلی سے نکل گیا۔

"آپ کی کافی ٹھنڈی ہے غالباً۔" پارساکو چونکنا پڑا تھا۔ عدن بیگ اس کے قریب کھڑا تھا۔ وہ پل میں اس ٹرانس سے باہر آئی۔

"یہ تاروں میں کیا تلاش رہی تھیں تم؟" وہ متجسّس ہوا۔

"کچھ نہیں، بس یونہی..." اس سے بات بن نہ سکی تھی۔ سودھیان بٹانے کو ٹھنڈی کافی کا گھونٹ لیا تھا۔

عدن بیگ نے اس کے ہاتھ سے ٹھنڈی یخ کافی کا کپ لے کر اس کی جگہ اپنی گرم کافی کا کپ تھمادیا۔

"میرا کولڈ کافی کا موڈ ہورہا ہے، تم سوچتی زیادہ ہو، تمہارے لیے یہ کافی مناسب رہے گی۔ دماغ کی بتی جل جاتی ہے نا۔" وہ مسکرایا تھا۔ عدن کے پاس جیسے ہر مسئلے کا حل تھا۔ کس طرح وہ چیزوں کو اتنا لائٹ لے سکتا تھا؟ کیسی صلاحیت تھی اس کے اندر۔ کاش وہ ایسی بن پاتی۔

اس نے گرم کافی کا گھونٹ لیا۔

"اب کیا سوچ رہی ہو تم؟"

"زیادہ نہیں، جب کبھی یہاں سے چلی جاؤں گی تو اس کافی کو بہت یاد کروں گی۔"

"کہاں جارہی ہو تم؟" وہ چونکا تھا۔

"فی الحال تو کہیں نہیں، مگر مستقبل میں... کیا پتا؟" وہ شانے اُچکا کر بولی۔

"تم بے یقینی کا شکار بہت رہتی ہو نا۔" عدن نے کہا۔

"نہیں،بالکل نہیں۔" وہ صاف مکری تھی۔وہ جیسے اس کے چہرے کو پڑھتا ہوا مسکرایا۔

"تمہارے چہرے پر صاف لکھا ہے۔" وہ اپنی چوری پکڑے جانے پر تذبذب کا شکار ہوئی۔

"چہرہ پڑھ سکتے ہو تم؟"

"کسی قدر..." وہ غالباً یونہی چھیڑ رہا تھا۔

"میرا چہرہ کیا کہتا ہے؟" وہ جاننے کی خواہاں ہوئی۔

"بہت کچھ..." وہ گہری سانس خارج کرتا ہوا مسکرایا۔

"بہت کچھ کیا؟" وہ جاننے پر بضد ہوئی۔

"تم خوش نہیں ہو اور کوئی بات تمہیں پریشان کرتی رہتی ہے۔تم زندگی سے ہاتھ ملانا نہیں چاہتی، قدم آگے نہیں بڑھا سکتیں کہ کوئی چیز ہے جو تمہارے قدموں سے لپٹی ہے اور تمہیں اپنی طرف کھینچتی ہے۔" عدن نے تجزیہ کیا تھا،گویا اس کا چہرہ سطر سطر پڑھا تھا۔

"اور...؟" وہ اندر کی خاموشی کو توڑتی ہوئی بولی۔

"اور یہ کہ تمہیں محبت کب ہوئی تھی؟" عدن بیگ کا سوال اتنا غیر متوقع تھا کہ اسے چونکنا پڑا۔نگاہ عدن بیگ سے چار ہوئی تھی۔وہ نگاہ چرا گئی۔

"کیا عجیب سوال ہے یہ؟"

"کوئی عجیب سوال نہیں۔محبت اتنی فضول شے ہے کیا؟ کسی کا اچھا لگنا، بولنا، چلنا، پھرنا، مسکرانا، جب اچھا لگتا ہے تو بس اچھا لگتا ہے۔اس میں اتنا پریشان

ہونے والی بات کیا ہے اور عجیب کیا ہے؟" عدن کا جواب بامعنی تھا۔"اب دیکھو تم مجھے اچھی لگتی ہو۔تمہارا کم بولنا اچھا لگتا ہے۔کبھی کبھی بے دھیانی میں مسکرانا اچھا لگتا ہے اور ٹھنڈی کافی پینا بھی اچھا لگتا ہے۔اس میں عجیب کیا ہے؟ تم اچھی ہو سو اچھی لگتی ہو۔" بہت مشکل سی بات وہ بہت عام سے پیرائے میں بہت آسانی سے کہہ گیا تھا۔سارا مدعا پارسا چوہدری کے سامنے گوش گزار کردیا تھا اور وہ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"عدن! مذاق مت کرو۔" اس نے گویا سرسری انداز میں ٹالنے کو کہہ کر کافی کا گھونٹ لیا۔اس کا اندازہ تھا ابھی عدن مسکرا دے گا اور کہے گا۔مذاق کرنے میں کوئی حرج ہے کیا؟ مگر اس نے کافی کے لگاتار دو گھونٹ لیے اور اس نے دیکھا عدن اس کی طرف خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔

"میں نے کوئی مذق نہیں کیا پارسا۔" وہ ٹھوس لہجے میں کہہ رہا تھا۔"میں مذاق نہیں کررہا، تم اچھی ہو سو اچھی لگتی ہو۔" وہ اپنی بات پر قائم تھا۔دیدہ دلیری سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پورے یقین سے کہہ رہا تھا۔

"تمہیں کیوں اچھی لگتی ہوں میں؟" وہ جیسے اس ماحول کو توڑنا چاہتی تھی۔کوئی کنکر پھینک کر اس منظر کو ارتعاش دینا چاہتی تھی۔

عدن بیگ نے شانے اُچکا دیئے تھے۔

"کوئی خاص وجہ نہیں یا پھر کوئی ایک وجہ نہیں؟" وہ بے فکری سے بولا۔

"کیا... کیا یہ محبت ہے؟" پارسا چوہدری نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

عدن بیگ نے کچھ لمحوں کو سوچا تھا پھر مسکرادیا۔

"ہوسکتا ہے۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونکی۔

"پہلے کبھی محبت ہوئی نہیں، تو مجھے علامات کا پتا نہیں۔" وہ غالباً مذاق میں اُڑا دینا چاہتا تھا۔

"فضول بچپنا ہے۔" وہ ایک عام تاثر رکھنے کو مسکرائی تھی اور کافی کا گھونٹ لیا۔

"تمہارا مطلب یہ محبت؟" وہ جاننے کا خواہاں ہوا۔

”شاید!“ وہ جیسے ٹالنا چاہتی تھی۔”محبت فضول لوگوں کا مشغلہ ہے۔اس کی کوئی حقیقت نہیں۔“ وہ جھٹلانا چاہتی تھی۔عدن بیگ نے اسے بغور دیکھا۔

”کسی بات کی حقیقت ہے پھر؟“

”مجھے اس بحث میں نہیں الجھنا۔“ وہ صاف منکر ہوئی۔

”کیا جاننا چاہتے ہو؟“ وہ نظر بچا کر بولی۔

”تمہاری آنکھوں میں یہ خوف کیسا ہے؟“ وہ اسے پڑھنے پر قادر تھا جسے پارسا چوہدری کو خوف محسوس ہوا تھا۔لب بھینچ کر اس نے کافی کا کپ عدن بیگ کے ہاتھ میں تھمایا تھا اور سرعت سے پلٹ کر

وہاں سے نکلنا چاہا۔

”کیا ہوا؟“ وہ چونکا تھا۔اس کے اس طرح کے ردّعمل پر حیران تھا۔

”مجھے نیند آرہی ہے۔صبح کیمپس جانا ہے۔“ وہ پلٹے بنا کہہ کر سیڑھیاں اُتر گئی تھی۔

عدن بیگ سراسیمہ سا کھڑا تکتا رہ گیا تھا۔

...☆☆☆...

تادیر وہ ٹینس کورٹ میں کھیلتی رہی تھی۔اندر اتنی افراتفری تھی کہ اسے نہ تو تھکن کا کوئی احساس ہوا تھا نہ اکتاہٹ کا۔شام کے سائے گہرے ہورہے تھے جب وہ باہر آئی اور تبھی اسے وہ سامنے کھڑا دکھائی دیا۔وہ انجان بن کے بغیر کوئی توجہ دیئے آگے بڑھ جانا چاہتی تھی، جیسے دیکھا ہی نہیں مگر وہ راہ میں حائل ہوگیا تھا۔وہ سر اٹھا کر دیکھنے لگی تھی۔نگاہ میں شناسائی کی کوئی رمق نہیں تھی۔نہ کوئی رواداری ،نہ مروت۔

”مجھے کچھ بات کرنا ہے ...“ دامیان سوری نے مدعا بیان کیا۔

”مجھے کوئی بات نہیں کرنا۔“ وہ لاتعلقی سے کہتے ہوئے آگے بڑھی تھی۔

دامیان سوری نے کلائی تھام لی۔سب کے سامنے تماشا بننے کا اسے کوئی شوق نہیں تھا،تبھی پلٹ کر دیکھنے لگی۔

”مجھے لوگوں کے سامنے کوئی تماشا کھڑا نہیں کرنا، ہاتھ چھوڑ دیجیے۔“

"تم اتنی بے گانگی کیوں برت رہی ہو؟ اتنی پرائی کیوں ہورہی ہو؟" دامیان معاملات سلجھانا چاہتا تھا۔ تبھی نرم لہجے میں بولا۔

"ہمارے درمیان کیا بات ہونا باقی ہے؟" وہ اُکھڑے ہوئے انداز میں بولی۔

"تم گاڑی میں بیٹھو، بتاتا ہوں۔" دامیان سوری نے گاڑی کا دروازہ کھولا۔

انابیتا بیگ نے کچھ دیر اسے خاموشی سے دیکھا۔ وہ جس طرح اس کی کلائی چھوڑنے پر آمادہ نہ تھا، اس پر اسے ہتھیار ڈالنے پڑے تھے۔

"کیا بچپنا ہے، ہاتھ تو چھوڑ دیجیے۔"

"تم بھاگ گئیں تو؟" وہ اس کی سختی اور ڈانٹ گویا مذاق میں اُڑاتے ہوئے بولا تھا۔ وہ سختی سے لب بھینچ کر اس کی سمت دیکھنے لگی۔ جیسے اپنے غصے کو ضبط کررہی ہو پھر سر اثبات میں ہلادیا۔

"ٹھیک ہے... لیکن میں پانچ منٹ سے زیادہ نہیں دوں گی۔ مجھے گھر جانا ہے۔" وہ آمادگی ظاہر کرتی ہوئی کھلے دروازے سے اندر بیٹھ گئی۔

دامیان نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ پر آن بیٹھا۔ انابیتا بیگ سیل نکال کر گھر اطلاع دینے لگی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ممی! میں ٹھیک ہوں۔ آپ پلیز ڈرائیور کو بھیج کر گاڑی منگوالیں۔ میں ایک دوست کے ساتھ ہوں۔ تھوڑی دیر میں گھر پہنچ جاؤں گی۔" اس نے فون بند کرکے سوالیہ نظروں سے دامیان کی طرف دیکھا تو اس کے لبوں پر مسکراہٹ دیکھ کر چونکی۔

"تو بالآخر دوست تسلیم کرلیا تم نے؟" اس نے بتایا۔

"ممی کو بتانا ضروری تھا اگر نہیں بتاتی تو وہ پریشان ہوجاتیں۔ مجبوری میں اگر کسی اجنبی کو دوست کہنا پڑے تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ دوست ہوگئے۔" وہ جتاتی ہوئی بولی۔

"تم بہت کٹھور اور ضدی ہو۔" دامیان کو اس پر شاید بہت غصہ آیا۔

"میں یہاں اپنی صفات سننے یا جاننے نہیں آئی۔ تمہارے ساتھ آنے کا مقصد تھا کہ مدعا سن لوں۔ جو کہنا ہے جلدی کہو۔ کچھ دیر میں مجھے گھر پہنچنا ہے۔" وہ قطعی بے لچک لہجے میں بولی۔

"میرا دل چاہتا ہے انابیتا! تمہیں گاڑی سے اٹھا کر باہر پٹخ دوں۔" دامیان کو اس کے شہنی انداز سے الجھن ہورہی تھی۔ "بندو کرو یہ ڈراما اب۔ میں تمہیں

پہلے والی اناہیتا بیگ دیکھنا چاہتا ہوں۔لڑتی جھگڑتی، جو میری سب سے اچھی دوست۔چاہے میرے مخالف کھڑی ہو مگر اس کی آنکھوں میں بے گانگی نہ ہو۔کوئی پرایا پن نہ ہو۔" اس نے مدعا بیان کیا۔

"بس...؟" وہ ریسٹ واچ دیکھتی ہوئی بولی۔"بات مکمل ہوگئی آپ کی؟" وہ لاتعلق لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"میں نے کہا تھا کہ صرف پانچ منٹ اور ٹائم زیادہ ہوگیا ہے اب۔آپ نے کہہ دیا اور میں نے سن لیا۔اب کار رُوک دیں، مجھے اُترنا ہے۔" وہ مکمل اجنبی تھی۔وہ زبردستی اسے اپنے ساتھ لے تو آیا تھا مگر دوستی پر مائل نہیں کرسکا تھا۔وہ کچھ سننے کو تیار نہیں تھا۔

کہیں سے نہیں لگتا تھا کہ شناسائی کے زمانے کبھی درمیان آئے تھے یا ان میں دوستی بھی تھی۔وہ اتنی کٹھور کیوں ہورہی تھی؟دامیان نے سوچا تھا اور اسے اس پر کسی قدر غصہ آیا تھا۔

"کیا بچپنا ہے؟ اور میری بات ابھی ختم نہیں ہوئی۔"

"میں تمہاری ڈکٹیشن لینے کی پابند نہیں ہوں۔" وہ اکھڑتے ہوئے بولی۔

"مانتا ہوں مگر مجھے لگا تھا تم دوست ہونے کے ناتے سنو گی۔"

"مگر ہم دوست نہیں۔" وہ قطعی لہجے میں بولی۔

"دوست نہیں تو پھر...؟" وہ ونڈو اسکرین سے نگاہ ہٹا کر اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"کچھ بھی نہیں۔" وہ شاید لچک نہیں رکھتی تھی۔

"ایک لڑکے اور لڑکی میں صرف ایک ہی رشتہ ہوتا ہے؟" وہ برہم ہوا۔

"مجھے اس پر کوئی بات نہیں کرنا۔" وہ دو ٹوک انداز میں بولی۔

"کیا ہے اَنا! اپنی مرضی کے نتائج حاصل نہ ہوئے تو اجنبی ہوگئے، کیا یہ دوستی ہے؟" دامیان سوری اس کی بے گانگی توڑنے کو سخت لہجے میں بولا۔

"تم پھر میری بے عزتی کررہے ہو۔" اناہیتا بیگ جتاتے ہوئے بولی۔

"مدعا سمجھانے کی کوشش کررہا ہوں مگر بات تمہاری سمجھ میں نہیں آرہی۔" وہ الجھ گیا۔

"اپنی مرضی کے نتائج، میں نہیں تم چاہ رہے ہو دامیان شاہ سوری! صورت حال کو اپنے بس میں کرنے کے خواہاں تم ہو۔ توڑ موڑ کر کیسے بھی کر کے اپنے حق میں کرنا چاہتے ہو۔" اس نے جتایا۔

"ہاں اگر ایسا ہے تو کیا بُرا ہے؟" وہ خوامخواہ باتوں کو طول دے رہا تھا۔ معاملے کی سنگینی کو انجانے میں بڑھا رہا تھا۔

"اس وقت ہٹ دھرم تم ہو رہے ہو۔"

"تو...؟" وہ بے پروائی سے بولا۔

"تو کچھ نہیں۔ گاڑی روکو اب۔ مجھے اُترنا ہے۔" دامیان سوری کو معاملات کو سلجھانے کا گُر بالکل نہیں آتا تھا۔ بجائے اس راہ پر لانے کے وہ مزید چڑا رہا تھا۔ شاید وہ بنانے کے چکر میں مزید بگاڑ رہا تھا۔

مگر وہ یہ بھول رہا تھا کہ کبھی کبھی چیزیں نرمی سے نہ موڑنے پر ٹوٹ سکتی ہیں۔ اس کی سختی اور نہ جھکنے کا انداز اناہیتا کو اس لیے مزید دوری پر لے جا رہا تھا۔ وہ اس کی سنی اَن سنی کرتا ہوا ڈرائیو کرتا رہا۔

"دامیان! مجھے گھر پہنچنا ہے۔" وہ متوجہ کرتے ہوئے بولی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"تو اپنے پَروں پر اُڑ کر پہنچ جاؤ۔" وہ تپ کر بولا۔

"ٹھیک ہے مگر اس کے لیے گاڑی رُکنا ضروری ہے۔" وہ سکون سے بولی۔

"اناہیتا بیگ! یہ ٹھیک نہیں ہے۔"

"چیزوں کو کبھی نہ کبھی، کہیں نہ کہیں ختم ہونا ہوتا ہے۔" اس پر تلملانا بے وقوفی ہو سکتی ہے۔ وہ سمجھانا چاہتی تھی، انداز میں ٹھہراؤ تھا۔

دامیان سوری نے اسے ایک نظر دیکھا تھا مگر گاڑی نہیں روکی تھی۔ وہ سختی برتنے کا ارادہ کرتے ہوئے اسے گھورنے والی تھی، جب گاڑی کو گھر جانے والے راستوں پر مڑتے دیکھا تھا۔ کیا وہ اس کا خیال کر رہا تھا۔

"کچھ بھی زبردستی نہیں ہوتا اناہیتا بیگ!" گھر کے سامنے گاڑی روک کر وہ بولا۔

"یہ بات سمجھنے کی ضرورت تمہیں ہے دامیان سوری۔"

"میں زبردستی نہیں کر رہا۔ سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

"کبھی کبھی یہ بے فضول ہوتا ہے، ہم بچے نہیں ہیں۔" وہ جواز دے رہی تھی۔

"ہاں ہم بچے نہیں۔یہی بات سمجھنے کی ہے۔بچے ناراض ہو کر چیزیں توڑ دیتے ہیں۔کھیل ختم کرتے ہیں اور گھر کو بھاگ جاتے ہیں۔یہ جانے بنا کہ نقصان کتنا ہوا اور کس کا ہوا۔انجانے میں غلطیاں کرتے ہیں کیونکہ سوجھ بوجھ نہیں رکھتے،عقل نہیں ہوتی... لیکن اگر یہی سب بڑے کریں تو...؟" وہ پُرسکون لہجے میں کہہ رہا تھا۔اسے بغور دیکھتے ہوئے

انابیتا بیگ نے اسے ایک نظر دیکھا تھا پھر گاڑی کا دروازہ کھول کر اُتری اور بغیر کچھ کہے گیٹ سے اندر چلی گئی اور دامیان کو سارا منظر بہت خالی خالی لگا تھا۔

...☆☆☆...

"بھیا کی شادی کا کتنا ارمان تھا،کتنے خواب دیکھے تھے اور بھیا کیسے چپ چاپ میدان مار آئے؟" ایشاع ہنی مون سے واپس لوٹی تھی پہلی خبر ملتے ہی "تغلق محل" میں موجود تھی۔

"تو کیا ہوا۔اب سارے ارمان پورے کرلینا۔" سدرہ تغلق نے پیار سے بیٹی کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا۔

"ہم نے ارادہ کیا تھا دعوت کا مگر پھر ملتوی کرنا پڑا اور اچھا ہی ہوا،تم بھی واپس آ گئیں۔تمہارے پیچھے سب ہوجاتا تو ہزار بار شکوے کرتیں۔" سدرہ مسکرائی۔

"شکوے کرنا میرا حق ہے ممی! آخر کو اکلوتا بھائی ہے میرا اور میری بھابی کہاں ہیں...؟ نظر نہیں آرہیں؟ میں دیکھنے کو بے تاب ہورہی ہوں کہ میری بھابی کیسی ہیں؟ آپ کو پسند ہیں ممی؟ بھابی کیا چاند سی ہیں؟ بھیا کی پسند بہت اعلیٰ ہے۔آسانی سے کوئی شے پسند تو نہیں آتی،ضرور لاکھوں میں ایک تو ہوگی۔" ایشاع مسکرائی۔

"ہاں یہ تو ہے۔میں نے تمہارا فون آنے پر اسے تیار ہونے کے لیے کہہ دیا تھا۔وہ بس آرہی ہوگی۔" سدرہ تغلق نے کہا تھا۔"لو آگئی وہ،خود مل لو۔" ممی نے ایشاع کو پکڑ کر سیڑھیوں کے رُخ پر گھمادیا تھا۔

ایشاع نے دیکھا تو نگاہ ساکت رہ گئی تھی۔

بلیک شیفون کی ساڑھی میں وہ نک سک سے سنوری پہچانی نہیں جارہی تھی۔ ایشاع نے اسے سیڑھیاں اُترتے بغور دیکھا تھا پھر چونکی۔

”اوہ میرے خدا! یہ کتنی خوب صورت ہے۔ بھیا کی پسند لاجواب ہے۔“ اسے حیرت کے ساتھ خوشی بھی ہوئی تھی۔ لبوں پر مسکراہٹ اُتر آئی۔ ”یہ تم ہو' نا انائیا ملک! جس نے میری شادی کے ایونٹ کو باخوبی آرگنائز کیا تھا؟ مجھے یقین نہیں آرہا۔“ وہ اپنے سامنے آکر رُکنے والی انائیا ملک کو بغور دیکھتے ہوئے مسکرائی۔ قیمتی ساڑھی اور جیولری میں اس کے خدوخال خوب سج رہے تھے۔ ڈائمنڈ جیولری کے احاطے میں اس کا چہرہ بہت کھل رہا تھا۔

”ہاں، یہ انائیا ملک ہی ہے مگر اب انائیا تغلق بن چکی ہے۔ ہے نا خوب تمہارے بھیا کی پسند؟ مجھے معلوم ہوا تھا تو یقین نہیں آیا تھا۔ معارج نے پہلی بار بہت بہترین فیصلہ لیا ہے۔ وہ ایسی ہی لڑکی کا اہل تھا۔“ سدرہ تغلق نے اسے شانوں سے تھام کر بھرپور مامتا سے اس کا چہرہ دیکھا اور مسکرادیں۔

”بھابی! تو گھر آگئیں پھر اتنی دیر کیوں؟ انتظار کس بات کا ہے، کیا بھابی اپنی شادی کا ایونٹ بھی خود آرگنائز کریں گی؟“ ایشاع مسکرائی۔

”نہیں، میرے بہو بیٹے کا ولیمہ اور تمام دیگر امور بہت یادگار ایونٹ ہوگا اور اس کے لیے ہم پہلے ہی ایک کمپنی کو بک کرچکے ہیں۔ میرے اکلوتے بیٹے کی شادی سب کے لیے ایک نہ بھولنے والا ولیمہ ہونا چاہیے، تو اس کے لیے تمہاری مدد بھی ضروری ہے، پہن لو۔ اب آگئی ہو تو سنبھالو سارے امور۔“ سدرہ کے کہنے پر ایشاع مسکرائی۔

”یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے ممی! اپنے بھائی کی شادی میں،میں پیچھے رہوں گی... ایسا ہوسکتا ہے کیا؟“ ایشاع نے مسکراتے ہوئے انائیا ملک کو دیکھا تھا جو اس تمام ماحول میں بہت چپ چاپ سی کھڑی تھی۔ جیسے اس سارے ماحول سے کٹی ہوئی ہو یا کوئی واسطہ ہی نہ ہو۔

”بھابی بڑی چپ چاپ ہیں۔ بھیا سے ناراضگی چل رہی ہے کیا؟“ ایشاع نے مسکراتے ہوئے اس کا چہرہ اُٹھایا تھا۔ انائیا نے نگاہ اٹھائی تھی مگر نظر منظر سے زیادہ پس منظر میں الجھ کر رہ گئی تھی۔

ایشاع کے عین پیچھے کھڑے معارج تغلق نے اسے بغور دیکھا تھا۔جانے کب وہ وہاں آگیا تھا اور ایشاع کے پیچھے ہی رُک گیا تھا۔

”ناراضگی ایسی ویسی...؟ ہماری تو روز عالمی جنگ ہوتی ہے۔ڈرون حملے ہوتے ہیں، رہی سہی کسر نظروں کے تیر تلوار سے پوری ہوجاتی ہے۔بس یونہی گزارا چل رہا ہے۔“ معارج تغلق نے اسے دلچسپی سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”بھیا آپ...“ ایشاع اٹھ کر بھائی سے گلے ملی۔”شادی کرلی اور مجھے بتایا تک نہیں۔“ ایشاع نے شکوہ کیا۔

”اب پتا چل گیا نا! یوں بھی کچھ زیادہ نہیں ہوا۔یہ اپنے گھر سے چل کر یہاں تک آئی ہیں۔صرف یہی ہوا ہے۔“ وہ مسکرایا تھا۔ایشاع نے بھائی کے بازو پر ایک چپت لگائی۔

”پھر بھی مجھے پتا ہونا چاہئے تھا۔یہ اچانک شادی کا خیال آپ کے دماغ میں کیسے آیا؟ آپ تو بہت چوزی قسم کے بندے تھے نا!“ ایشاع کو حیرت تھی۔

”کالا جادو کا سنا ہے تم نے؟“ وہ سنجیدگی سے بولا اور نگاہ انائیا ملک پر ٹکائی تو ایشاع مسکرادی۔

”ایک بات ہے، بھابی نے تمہیں بہت بدل دیا ہے۔کم از کم حسِ مزاح تو بہتر ہو ہی گئی ہے۔“

”میں نے کئی بار ممی سے کہاہے کوئی توڑ کرواؤ۔کالے جادو کی کوئی تدبیر بھی ہوسکتی ہے نا! ممی کو یقین نہیں ہوتاشاید اس کالے جادو کا اثر ان پر بھی ہوگیا ہے۔“

معارج تغلق کو کیا ہوگیا تھا آج... پے در پے وار کررہا تھا اور وہ بھی براہِ راست نہیں در پردہ؟ سدرہ تغلق مسکرائی تھیں اور پیار سے ڈپٹا تھا۔

”معارج! بُری بات ہے۔“

”کیا بُری بات ہے ممی! اب سچ کہنے پر بھی پابندی ہے؟شادی بھی کرفیو ہوگیا۔وہ بھی غیر معینہ مدت تک...؟“ وہ سارے حساب آج ہی کردینا چاہتا تھا۔

”معارج!“ ممی نے اسے تنبیہہ کرتی نظروں سے دیکھا تھا۔”کچھ بھی بول دیتے ہو۔یہاں آؤ بیٹھو انائیا کے ساتھ۔“ ممی نے کہا تھا اور وہ فرماں برداری سے آگے بڑھا اور اس کے قریب بیٹھ گیا۔

"معارج بھائی! کچھ بھی کہو، جوڑی بہت کمال کی لگ رہی ہے۔جچ رہے ہو آپ دونوں ساتھ بیٹھے۔حیرت ہے مجھے یہ دھیان ہی کیوں نہیں آیا کہ انائیا ملک میرے بھائی کے لیے بہترین جوڑ ہے۔"

"چلو تمہیں نہیں ہوا۔ممی کو تو ہو گیا۔" معارج تغلق مسکرایا۔

"ممی...؟ممی کا انتخاب ہے بھابی۔" ایشاع چونکی۔

"اور کیا، میں کہاں ماننے والا تھا۔زبردستی ہاتھ پیر باندھ کر لے گئیں اور بندوق رکھ کر دو بول پڑھوا دیئے۔زبردستی کی شادی ہے۔ماں کی خاطر جھیلنا پڑا اور گلے پڑا ڈھول بجانا پڑا۔" معارج تغلق مسکرایا۔

"ہاں، اتنے ہی تو چوزے ہو نا تم۔بہن ہوں،اتنا تو جانتی ہی ہوں۔"

"کہاں جانتی ہو، کوئی اتنی ایمرجنسی میں شادی کرسکتا ہے؟ کوئی بھی ذی ہوش خود کشی کرنا پسند کرے گا؟" لبوں پر مسکراہٹ تھی۔

"بھیا! بس بھی کرو اب۔انائیا بھابی اتنی بھی بُری نہیں۔" ایشاع مسکرائی۔

"ممی! کچھ کھانے کو نہیں ملے گا؟ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔" ایشاع نے ماں کی طرف دیکھا۔"جیسے ہی گھر پہنچے میں سیدھا یہاں نکل آئی۔شرجیل کی میٹنگ تھی۔انہوں نے کہا بھی کہ میں خود لے کر چلوں گا مگر مجھ سے انتظار نہ ہوا۔"

"میں کچھ بناتی ہوں۔" ممی اٹھ کر کچن کی سمت بڑھ گئی تھیں۔ایشاع نے انائیا کی طرف دیکھا۔

"کیا ہوا انائیا بھابی! اتنی خاموش، کہیں چپ کا روزہ تو نہیں رکھا ہوا؟"

"یہ بہت کم بولتی ہیں۔زیادہ کام نظروں سے چلاتی ہیں۔" وہ جواباً گویا ہوا تھا۔مسکراہٹ ایشاع کے لبوں پر پھیل گئی تھی۔انائیا ملک نے خائف نظروں سے اس کی سمت دیکھا مگر وہ غالباً شرارت کے موڈ میں تھا۔انائیا ملک اس کے بدلے تیوروں پر حیران تھی۔

"کیا ہے معارج بھابی! کوئی ایسے تنگ کرتا ہے کیا؟ آپ کی نئی نویلی دلہن ہیں، خیال رکھا کریں۔"

"خیال رکھنے کی کوشش تو کرتا ہوں مگر یہ رکھنے دیتی ہی نہیں۔" وہ کب کے بدلے پورے کررہا تھا۔

"معارج بھائی آپ بھی نا... چلیں ذرا اچھا سا پوز دیں۔میں کچھ یادگار پل اپنے کیمرے میں لے لوں۔" اس نے بیگ سے اپنا ڈیجیٹل کیمرہ نکالا اور دونوں کو ساتھ کھڑا ہونے کو کہا۔

انائیا اس کے ساتھ مجبوراً کھڑی ہوئی تھی۔

"ارے، اتنے دور دور کیوں؟ تھوڑا پاس ہونا۔مجھے اپنے سسرال میں دکھانا ہے۔پتا تو چلے میرے بھائی بھابی کی جوڑی کتنی شان دار ہے۔" ایشاع نے جوش و خروش دکھایا۔

انائیا کو کچھ اور قریب ہونا پڑا تھا۔مگر اسے کرنٹ تب لگا تھا جب معارج تغلق کا بازو اس کے شانے پر دراز ہوا تھا۔اس نے بوکھلا کر اس کی سمت نگاہ کی اور ایشاع نے اس پل کو اپنے کیمرے میں محفوظ کرلیا تھا۔

وہ اسے بہت قریب کئے یوں مسکرا رہاتھا جیسے سچ میں لو میرج ہو اور بہت پیار کرنے والا نیا نویلا جوڑا ہو۔

کمال کا ادارکار تھا وہ۔اسے ایکٹ کرنا اور لوگوں کے سامنے نقاب اوڑھنا آتا تھا۔

"ایشاع! میں نے ٹیبل لگوادی ہے۔آجاؤ جلدی سے..." ممی نے پکارا۔ایشاع نے مزید تصویریں بنانے کا ارادہ ملتوی کرتے ہوئے ڈائننگ روم کی راہ لی۔

انائیا ملک جو مروتاً اس کے قریب کھڑی تھی، دانستہ دو قدم اُلٹے قدموں چلتی اس سے دور ہوئی تو معارج تغلق نے تنہائی پاکر اسے بغور دیکھا اور اس کی نظروں میں کچھ تھا کہ وہ اس کی جانب دیکھ نہیں پائی تھی۔

معارج تغلق نے اسے ہمیشہ بہت رسمی انداز میں دیکھا تھا۔وہ بہت سادہ رہتی تھی عام روٹین میں۔سجنے سنورنے سے اسے جیسے کوئی شغف نہیں تھا یا پھر اس کا دل ہی نہیں تھا اس سب کے لیے۔مگر اس لمحے تھوڑی سی نفاست اور نک سک سے تیار ہونے سے اس کا فن جیسے دو آتشہ ہوگیا تھا۔اسے بازو سے تھام کر بہت سہولت سے اپنی طرف کھینچا۔

وہ اپنے دھیان میں کھڑی تھی سو اس کے کھینچنے پر اس سے جا ٹکرائی۔

معارج تغلق کی نظریں اس کے چہرے کو بغور دیکھ رہی تھیں۔وہ اس کے انداز پر حیران تھی۔بہت سہولت سے اس نے پیچھے ہٹنا چاہا۔کیا وہ ہار مان رہا تھا؟ سچ مچ ہتھیار ڈال چکا تھا؟

"مجھے اس لمحے کو جیتنے دو، تمہارے چہرے پر لکھی کہانیاں پڑھنے دو۔" وہ بے خودی سے بولا۔"مجھے کہہ لینے دو، پسپائی ہی ہے تو محسوس کرنے دو کہ کوئی ہار جائے تو کیسا محسوس کرتا ہے۔مجھے اس ہار کو جیتنے دو۔دل چاہ رہا ہے کہ آج ہتھیار ڈال دینے کو۔کتنی مدھم سرگوشیاں تھیں۔

یہ کون سی نئی چال تھی؟

"آج جیت کا من نہیں ہے۔آج ہارنے کو ڈر نہیں ہے۔ایسا کیا کرتی ہو تم کہ میں ہتھیار ڈالنے پر تیار ہوجاتا ہوں؟" اس کے چہرے پر آئی لٹ پیچھے ہٹا کر اس کے چہرے کو بغور دیکھ رہا تھا۔

"یہ... کیا...؟" اس نے احتجاج کرنا چاہا تھا مگر معارج تغلق نے شہادت کی انگلی سے اسے خاموش کردیا۔اسے کچھ کہنے سے باز رکھتے ہوئے وہ سر نفی میں

ہلانے لگا تو انائیا ملک کو وہ بندہ اس لمحے پاگل لگا تھا۔کیسا عجیب تھا وہ... کیوں وہ اسے سمجھ نہیں پائی تھی۔

"مجھے ان خوابوں کو جینے دو جو تمہاری آنکھوں میں سرگوشیاں کرتے ہیں۔گداز لمحوں کی خاموشی کو سننے دو۔جو تم نہیں کہتیں وہ خاموشی کو کہنے دو۔چلو سوچ لیتے ہیں کہ ان سب باتوں میں کچھ نہیں رکھا۔

خسارے کی باتیں کل پر اُٹھا رکھتے ہیں اور ایک پل کو جینے کی سوچتے ہیں۔چلو سوچتے ہیں کہ کبھی کبھی چیزوں کا اس طرح وقوع پذیر ہوجانا ہی بہتر ہوتا ہے اور فرض کرتے ہیں کہ کبھی کبھی دو اور دو جمع کرنے پر جواب چار ہی آئے، ایسا ضروری بھی نہیں۔بہت سی باتوں کے نتائج سوچ کہ برعکس بھی ہوسکتے ہیں اور تجربات، مشاہدات سے مختلف بھی ہو سکتے ہیں۔چلو آج فرض کرکے دیکھ لیتے ہیں کہ خسارے کے بارے میں سوچنا کبھی کبھی متروک بھی کیا جاسکتا ہے کیونکہ غیب کا علم کسی کو نہیں اور سوچ سے آگے کی خبر کسی کو نہیں۔" کیسا انداز اور کیسا لب و لہجہ تھا۔اس نے تھک کر اس کے کاندھے پر اپنا سر رکھ دیا تھا۔

کیا کوئی پیدل مات تھی؟ کیا ان لمحوں کی واقعی کوئی حقیقت تھی؟ سچ میں کوئی جادو تھا کہ ساری دنیا اس کے زیرِ اثر تھی؟ کوئی طلسم تھا یا پھر کوئی انجانا بھید؟ انائیا ملک سمجھ نہیں پائی تھی۔

مگر وہ پتھر نہیں تھی۔ اس کے اتنے قریب آنے سے اس کی دنیا میں ہل چل نہیں ہوئی تھی۔ وہ اس سے منکر نہیں ہوسکتی تھی۔

"معارج بھائی! بھابی!" اس ساکت ندی جیسے بہتے ماحول میں اچانک ایک ارتعاش ہوا تھا۔ ایشاع کی آواز نے جیسے اس سارے خواب کو توڑ دیا تھا۔

سارا جادو ایک پل میں غائب ہوا تھا

طلسم نے پل میں اپنے پیر سمیٹ لیے تھے

دونوں ایک ایک قدم دور ہوئے تھے

خاموش نظروں سے ایک دوسرے کی جانب دیکھا تھا پھر انائیا پلٹ کر تیزی سے سیڑھیاں چڑھ گئی تھی۔

معارج تغلق کی نگاہ نے تا دیر اس کا تعاقب کیا تھا۔ پھر بہن کی سمت بڑھ گیا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

...☆☆☆...

"مجھے رشتوں کو برتنا نہیں سکھایا گیا مگر آپ کو دیکھتی ہوں تو میرے پاؤں جیسے ایک دنیا سے بندھنے لگتے ہیں۔ مجھے ان جانے قرینے از بر ہونے لگتے ہیں اور ان باتوں کی سمجھ آنے لگتی ہے کہ رشتوں کا اسلوب کیا ہے میں نہیں جانتی کیا ہے یہ سب یا آپ سے میرا رشتا یا تعلق کیا ہے... مگر کوئی چیز ہے جو آپ کے ساتھ جڑی ہوئی محسوس ہوتی ہے میں نہیں جانتی کہ کیا؟" للّی میک شستہ انگریزی میں کہہ رہی تھی۔

"زائرہ ملک نے اس نیلی آنکھوں والی لڑکی کو بغور دیکھا تھا۔ کتنی صاف شفاف آنکھیں تھیں اس کی۔ بے ریا' ہر طرح کی بناوٹ سے پاک۔

"آپ کو مجھ سے نفرت محسوس نہیں ہوتی؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

"نہیں۔" زائرہ ملک کے لب آہستگی سے ملے۔

"کیوں؟" وہ جاننے کو بضد ہوئی۔

"پتا نہیں' مگر شاید میں نے کبھی کسی سے نفرت نہیں کی۔" زائرہ ملک کا انداز پُرسکون تھا۔

”صرف یہی وجہ ہے کیا؟“ للّی میک نے پوچھا۔

”ہاں شاید مگر میرے پاس نفرت کرنے کا کوئی جواز نہیں۔ تمہاری کیا غلطی ہے جو میں تم سے نفرت کروں؟“ اس کا چہرہ تھام کر مامتا بھرے لہجے میں بولی۔

”شاید اس لیے بھی کہ میں جہانگیر ملک کی بیٹی ہوں۔ جس نے آپ کو چھوڑ دیا۔ میری ماں کے لیے یا پھر میں نے آپ سے بے وفائی کی کسی دوسری عورت کے لیے...؟“ للّی میک جواز تلاش رہی تھی۔

”اس کا کیا جواز ہے للّی! اگر تمہاری ماں نہ ہوتی تو اس کی جگہ کوئی دوسری عورت ہوتی۔ مگر جہانگیر ملک کو جانا تھا سو وہ چلا گیا۔

اس نے محبت سے وفا کی یا بے وفائی۔ اس کی ایک الگ کہانی ہے مگر اس کا مجھ سے دور جانے کا فیصلہ اس کا اپنا فیصلہ تھا۔ اس میں اس کی غلطی یا پھر کسی اور کی غلطی ڈھونڈنا بے وقوفی نہیں ہوگی۔“ وہ متانت سے کہہ رہی تھیں۔

”مگر پھر بھی...!“ للّی میک نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”رشتے زبردستی نہیں بنائے جاتے بچے! اس میں کوئی زبردستی نہیں ہوتی۔ دو انسانوں کو کوئی طاقت ساتھ باندھ کر نہیں رکھ سکتی مگر صرف ان کی اپنی منشاء پر پہاڑ ہوتے ہیں۔ بند باندھ کر پہاڑ بنائے نہیں جاتے‘ رشتے بنتے ہیں‘ نباہے جاتے ہیں تو ان کی قیمت اور اہمیت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔“ زائرہ ملک کا لہجہ ٹھہرا ہوا تھا۔ للّی بغور دیکھ رہی تھی۔

”آپ بہت باوقار خاتون ہیں۔ کوئی بات خاص ہے آپ میں۔ مجھے حیرت ہے جہانگیر ملک سے آپ سے دور کیسے جاسکے؟“

”ہم کسی کے دور جانے کے اسباب تلاش نہیں کرسکتے للّی! کوئی مجبوری رہی ہوگی یا پھر اسے قید پسند نہیں ہوگی۔ دوسروں کی خامیاں اور غلطیاں تلاش کرنے سے پہلے ہمیں اپنی کوتاہیاں دیکھنا چاہئیں شاید میں ایک اچھی بیوی ثابت نہیں ہو پائی تبھی جہانگیر ملک نے جانے کا فیصلہ لیا۔“ زائرہ ملک کی نگاہوں میں ایک سکوت تھا۔

”اور میری ماں...؟“ للّی میک نے اس سکوت کو توڑنے کی اپنی سی کوشش کی تھی۔”کیا میری ماں بھی اچھی بیوی نہیں بن سکی ہوگی؟“ للّی کی نگاہوں میں کئی سوال تھے۔

”پتا نہیں!“ زائرہ ملک نے کچھ کہنے سے گریز کیا تھا۔

”جہانگیر ملک کیسے شوہر تھے؟ کیا وہ آپ سے محبت کرتے تھے۔“ للّی کا سوال بہت اچانک تھا۔زائرہ ملک کی پر سکون نظروں میں ایک ارتعاش ہوا تھا اور وہ چہرہ پھیر گئی تھی۔

”تمہاری ماں نے تمہیں یہاں آنے کی اجازت کیونکر دے دی؟“ زائرہ ملک نے موضوع بدل دیا تھا۔للّی میک کی جانچتی نظروں نے دیکھا تھا وہ اس کے متعلق بات نہیں کرنا چاہتیں۔تو اسے بھی کریدنا مناسب نہیں لگا۔

”میری ماں اس دنیا میں نہیں رہیں۔انہیں لیوکیمیا تھا۔ان کی موت تین برس پہلے ہوگئی تھی۔وہ اکثر جہانگیر کے بارے میں باتیں کرتی تھیں۔اپنے آخری دنوں میں وہ انہیں بہت یاد کرتی تھیں۔ان سے ملنے کی خواہش ظاہر کرتی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تھیں۔وہ چاہتی تھیں آخری بار ان سے مل لیں۔جہانگیر ملک سے ان کی کیا انسیت تھی۔میری سمجھ سے باہر تھا۔میں ان کی یہ خواہش پوری ضرور کرناچاہتی تھی۔مگر نہیں کر پائی۔مجھے اس کا افسوس ہے میرا یہاں آنے کا مقصد صرف ان کی روح کو سکون دینا ہے۔“

”مجھے اس کا افسوس ہے۔“ زائرہ ملک نے افسوس کیا تھا۔

”میری ماں ایک بہادر خاتون تھیں۔میں نے انہیں بہت بہادری سے اپنی بیماری سے لڑتے دیکھا ہے اگر جہانگیر ملک ان کی آخری خواہش پوری کردیتے تو ان کی روح کو یقیناً بہت سکون مل جاتا۔“ للّی میک بولی۔

”میں سوچتی ہوں وہ شخص کیا چاہتا ہوگا' اس کی نفسیات کیا رہی ہوگی؟ دو بیٹیوں کے دنیا میں آنے کے بعد وہ دو عورتوں سے بے وفائی کیسے کرسکا؟ کیا اسے اپنی اولاد سے بھی کوئی سروکار نہ رہا ہوگا۔“ للّی میک کا ذہن جیسے سوچوں سے بھرا پڑا تھا۔

”تمہیں جہانگیر ملک سے نفرت محسوس ہوتی ہے؟“ زائرہ ملک نے اس لڑکی کی نیلی آنکھوں کو بغور دیکھا۔

"نہیں۔" اس نے سوچے سمجھے بغیر جواب دیا۔

"مجھے جہانگیر ملک سے نفرت یا انسیت کچھ محسوس نہیں ہوتی۔جیسے اس بندے کی اہمیت میرے لیے نہ ہونے کے برابر ہے۔ہزار کوشش کے باوجود بھی میرے اندر اس کے لیے کوئی جذبہ نہیں ابھرتا۔جہانگیر ملک نے مجھے شناسائی کا کوئی لمحہ نہیں دیا کہ میں اس کے بارے میں سوچوں یا یاد کروں۔" للّی میک نے ٹھنڈی چائے کے گھونٹ لیے تھے۔پھر سامنے موجود تصویر کو دیکھنے لگی تھی "یہ آپ کی بیٹی ہے نا!" دیوار گیر تصویر کی طرف اشارہ کیا تھا جس میں انائیا ملک اس کے ساتھ تھی۔

"ہاں یہ انائیا ملک ہے' میری بیٹی۔" شاید خون کی کشش کا کوئی اثر تھا کہ وہ اٹھ کر بے خود سی چلتی ہوئی اس تصویر تک گئی اور کچھ لمحوں تک خاموشی سے اس تصویر کو دیکھتی رہی۔

"جہانگیر ملک نے ایک عجیب سا رشتہ بنا دیا ہم میں سمجھ نہیں آتا کہ اس رشتے کو لے کر کیا اظہار کروں یا محسوس کروں۔میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میری کوئی بہن ہوگی۔" وہ شاید اس رشتے کو قبول نہیں کر پائی تھی یا تذبذب کا شکار تھی۔زائرہ ملک اس کے پیچھے آن رکی تھی۔

"کہاں رہتی ہے یہ؟ آپ کے ساتھ نہیں رہتی؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں' اب نہیں کچھ دن پہلے تک ہمارے ساتھ رہتی تھی پھر شادی ہو گئی اب یہ اپنے سسرال میں رہتی ہے۔"

"اوہ تو آپ اکیلی رہتی ہیں؟" اس نے پلٹ کر زائرہ ملک کی طرف دیکھا۔

"نہیں میرے ابا میرے ساتھ رہتے ہیں۔وہ آرمی سے ریٹائرڈ ہیں۔ہم دونوں کا اچھا وقت گزر جاتا ہے۔زائرہ ملک نے بتایا۔

وہ دیوار پر لگی انائیا کی تصویروں کو بغور دیکھ رہی تھی۔

"بہت جلدی شادی کردی آپ نے انائیا کی اسے آپ کو تنہا نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔"

"ہاں' صرف پچیس برس کی ہے وہ ہمارے یہاں یہ عمر شادی کے لیے مناسب ہے مگر اس کی شادی بھی ایک طرح کا حادثہ تھا۔اتنا غیر متوقع کہ ہم سب بھی گنگ رہ گئے۔" زائرہ ملک بولی۔

”کیسا حادثہ؟“ للّی چونکی۔

”اس پر ہم پھر کبھی بات کریں گے کھانا لگ چکا ہے بہتر ہو گا ہم پہلے ڈنر کرلیں۔“ زائرہ ملک نے سہولت سے ٹال دیا تھا۔للّی سر ہلاتی ہوئی ساتھ چل پڑی تھی۔

...☆☆☆...

”مجھے تم بہت خوش قسمت محسوس ہوتے ہو معارج تغلق مجھے دیکھو اماں کی محبت نے کیسا گلے میں پھندا ڈال دیا ہے۔“ حارث نے آہ بھری معارج کو فائل سے سر اٹھا کر دیکھنا پڑا۔

”اب کیا ہو گیا...؟ خیریت؟“

”ہونا کیا ہے یار! زندگی میں کوئی خوش گوار حادثہ تو ہو نہیں ہو سکتا۔سانحے پر سانحہ ہو رہا ہے۔اماں نے لڑکیاں تلاش کرتے کرتے شبِ خون مار دیا ہے۔“ حارث کی آواز میں دکھ نمایاں تھا۔

”کیا مطلب؟“ وہ سر اٹھائے بغیر بولا۔

”ایک لڑکی کے لیے اماں خاصی سنجیدہ ہو گئی ہیں۔“

”تو اس میں برائی کیا ہے؟“ اس کے لیے جیسے یہ کوئی معمول کا واقعہ تھا۔

”برا تو کچھ نہیں مگر کاش! میری زندگی میں کوئی خوش گوار حادثہ رو نما ہوتا۔ جیسا آپ کی زندگی میں ہوا ہے۔انائیا بھابی اور تم کتنے شاندار لگتے ہو ایک ساتھ۔کاش میری امی مجھے ایسا کوئی موقع دے دیں۔ سمجھ جائیں کہ زندگی میری ہے اور ساتھی چننے کا حق بھی میرا ہونا چاہیے۔“ حارث کو بہت شکوے تھے۔

”تو کیا مشکل ہے چن لو۔اتنا واویلا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟“

”کاش چن سکتا۔ایک دن میں بھاگ جاؤں گا اور اس کا سہرا ضرور اماں کے سر ہو گا۔اماں ظلم کرنے میں ثانی نہیں رکھتیں۔عجیب حاکموں والی طبیعت ہے۔“

”تمہارے خاندان کا سلسلہ کہیں سے ہٹلر سے تو نہیں ملتا؟“ وہ فائل بند کرتے ہوئے لیپ ٹاپ کی جانب متوجہ ہوا تو حارث مسکرادیا۔

"جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے ابا اور ابا کا خاندان خاصا نرم خو ہے۔اماں کے شجرۂ نسب کے بارے میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔"

"شرم کرو۔" معارج تغلق نے کی بورڈ پر تیزی سے انگلیاں چلاتے ہوئے اسے شرم دلائی۔

"چکر کیا ہے؟ کہیں عشق وشق تو نہیں؟" اسکرین سے نگاہ ہٹائے بنا کہا۔

"تمہیں کیسے لگا؟" حارث چونکا تھا۔

"جس طرح تم اماں کی پسند سے بھاگ رہے ہو۔"

"میری خواہش ہے کہ ایسا کوئی معاملہ ہوتا مگر ایسا کوئی سلسلہ نہیں۔" وہ افسوس کرتا ہوا بولا۔

"ویسے انائیا بھابی کے ساتھ کیسی گزر رہی ہے؟ ولیمے کی دعوت کہاں تک پہنچی؟" حارث نے دریافت کیا تبھی اسے پہلی بار انائیا کا دھیان آیا تھا۔آج اتنا مصروف رہا تھا کہ اسے فون کرنے کی بھی فرصت نہیں ملی تھی۔

"سب ٹھیک ہے ایشاع واپس آگئی ہے تو اب امید ہے کہ ہر شے اس کی منشا کے مطابق ہوگی۔"اس نے ایک اہم فائل سیف کر کے سیل فون اٹھایا تھا۔

"اسے پتا چل گیا کہ یہ شادی کیسی ہوئی تھی؟"

"شاید' ہوسکتا ہے کہ ممی نے بتا دیا ہو۔مگر وہ بڑی پُر جوش ہے اسے انائیا کو دیکھ کر کچھ حیرت ہوئی تھی مگر خوشی بھی ہے وہ سوچتی ہے ہماری بھر پور جوڑی ہے۔" اس کا نمبر مصروف پا کر وہ کچھ متفکر ہوا تھا مگر دوبارہ ری ڈائل کا نمبر پش کر دیا تھا۔

"بہت اچھے تو انائیا بھابی کا جادو سب پر چل گیا؟ تمہیں معلوم تھا کہ یہ فیصلہ اتنا بہتر نہیں ہوگا گھر کے سب لوگوں کو وہ بہترین انتخاب لگ رہی ہیں تو وہ واقعی ہیں۔" حارث نے تائید کی۔

"شاید...!" اس نے اپنے دھیان میں کہا۔کیونکہ اس کا نمبر دوبارہ ملانے پر بھی مصروف ہی جا رہا تھا۔اس نے فون ڈائریکٹری سے اس کے آفس کا نمبر ملایا۔فون سارہ نے اٹھایا تھا۔

"سارہ انائیا سے بات کروا سکتی ہیں آپ؟"

"نہیں، وہ تو آفس میں نہیں ہے۔"

"کہاں ہے؟" وہ چونکا۔

"وہ ایک ضروری میٹنگ کے لیے گئی ہے۔" سارہ نے بتایا۔

"کب تک میٹنگ ختم ہوگی؟" اس نے دریافت کیا۔

"شاید ایک گھنٹے میں آپ فکر نہ کریں میں انہیں بتا دوں گی آپ کی کال کے بارے میں۔" سارہ نے کہا۔

"وہ میٹنگ سے واپس آفس آئیں گی یا...؟"

"یہ تو بتا کر نہیں گئیں۔ آپ نے ان کے سیل پر ٹرائی نہیں کیا؟" سارہ چونکی۔

"کیا ہے مگر مسلسل بزی جا رہا تھا خیر شکریہ!"

"کوئی پیغام؟" سارہ نے دریافت کیا۔

"نہیں شکریہ!" اس نے کہہ کر سلسلہ منقطع کردیا۔

حارث اس کے چہرے کو بغور دیکھتا ہوا بولا۔

"کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں۔" اس نے سر نفی میں ہلا کر انائیا کا سیل نمبر دوبارہ ٹرائی کیا تھا مگر اس بار اس کا سیل فون سوئچ آف ملا۔معارج تغلق کی آنکھیں عجیب ویرانیوں میں گھر گئی تھیں۔

"انائیا کا موبائل سوئچ آف ہے۔"

"تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟" حارث نے اسے مطمئن رکھنا چاہا۔"وہ مصروف ہوں گی۔"

معارج تغلق نے کوئی جواب دیے بغیر رسٹ واچ دیکھی اور جھک کر لیپ ٹاپ میں تمام ضروری چیزیں سیف کرنے کے بعد سسٹم شٹ ڈاؤن کردیا۔

دو تین ضروری فائلز اٹھا کر بیگ میں رکھیں اور لیپ ٹاپ کو اس کے بیگ میں ڈالا اور بیل بجا کر پیون کو بلایا۔

"یہ سب گاڑی میں رکھ دو۔" وہ کہہ کر سیٹ کی پشت گاہ سے کوٹ اٹھا کر پہننے لگا۔

"کیا ہوا ٹھاکر، سب ٹھیک ہے نا؟" حارث کو تشویش ہوئی۔

"ہاں سب ٹھیک ہے۔میں جا رہا ہوں۔تم ضروری فائلز چیک کر کے کل کی میٹنگ کے لیے نوٹیفکیشن دے دینا۔" کہتے ہوئے وہ باہر نکل گیا۔

حارث نے اسے حیرت سے دیکھا۔اس کا انداز بہت الجھا ہوا تھا۔

...☆☆☆...

انابیتا بیگ گھر میں داخل ہوئی تو چونک پڑی۔کسی اجنبی کی آواز کچن سے آرہی تھی۔اس نے قدم کچن کی سمت بڑھاتے ہوئے اور دامیان سوری کو وہاں ممی کے ساتھ کھانا پکاتے دیکھ کر چونک پڑی۔

"آپ چھوڑیں ممی! میں دیکھتا ہوں۔آپ بس پاس کھڑی ہو کر بتاتی جائیں باقی سب میں کروں گا۔بس آپ مسالوں کی مقدار بتا دیں اور ساتھ کھڑی رہیں۔" وہ ممی سے بے تکلفی سے کہہ رہا تھا اور ساتھ ہی چمچ لے کر دیگچی میں چلانے لگا تھا۔

اس کے لیے یہ منظر بہت غیر متوقع تھا۔وہ حیرت سے وہیں کھڑی رہ گئی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"انابیتا! تم آ گئیں، آؤ دیکھو دامیان کس طرح میری مدد کر رہا ہے۔لگتا ہے آج کا کھانا یہی تیار کرے گا۔کیونکہ مجھے تو یہ کسی شے کو ہاتھ بھی لگانے نہیں دے رہا۔دیکھو جو کام تمہیں کرنا چاہئیں وہ یہ کر رہا ہے۔" ممی نے گویا اسے شرم دلائی۔

"چھوڑیں آنٹی! آج کل کی لڑکیوں کو کہاں شغف ہے کھانا پکانے سے، مجھے پتا نہیں گھر کا کھانا ملے گا یا نہیں۔بیوی پکائے نہ پکائے تبھی تو ابھی سے پکانا شروع کردیا ہے وہ زمانے گئے جب لڑکیاں سوچتی تھیں کہ شوہر کے دل کا راستہ معدے کے پاس سے ہو کر گزرتا ہے۔اپنے ہاتھ سے پکاتی بھی تھیں اور کھلاتی بھی تھیں۔آج کے دور کی لڑکیاں بدل چکی ہیں۔" وہ جانے کیا بتانا چاہ رہا تھا۔"آپ کے زمانے میں ایسا ہی ہوتا تھا نا ممی! خود سوچیں آج کے دور میں اگر لڑکی آٹھ بجے ٹینس کھیل کر واپس آئے گی وہ پکائے گی کب؟ اور کھلائے گی کب؟" وہ مہارت سے ٹماٹر کاٹ کر کڑاہی میں ڈالتے ہوئے کہہ رہا تھا۔وہ لب بھینچے کھڑی تھی۔

"خوش بو دیکھو کیسی شاندار ہے۔" باقاعدہ قریب لے جا کر سونگھا۔"چکھوں گی۔" پلٹ کر اسے دیکھا تھا۔

وہ اکتا کر نظر پھیر گئی تھی۔اس تمام ڈرامے سے وہ قطعاً متاثر نہیں ہوئی تھی تبھی وہاں سے ہٹ گئی اور اپنے کمرے میں آ گئی۔

فریش ہونے کے بعد وہ لاؤنج میں ڈیڈی کے پاس آن بیٹھی تھی۔وہ حسبِ معمول لوکل چینلز کی خبریں دیکھتے ہوئے بھرپور تبصرہ کر رہے تھے۔وہ بغور سنتے ہوئے سر ہلانے لگی۔سارے حالات حاضرہ پر ڈیڈی کی نگاہ تھی۔مگر اسے اس میں زیادہ دلچسپی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔

"ڈیڈی! عدن اور پارسا نہیں لوٹے ابھی؟" اس نے گھڑی دیکھ کر پوچھا۔

"عدن شام جلدی آگیا تھا۔اسے غالباً کسی اہم میٹنگ کے لیے جانا تھا۔تیار ہو کر واپس چلا گیا اور پارسا کا فون تمہاری ممی کو آیا تھا۔غالباً اسے کسی دوست سے ملنے جانا تھا۔ابھی آنے والی ہو گی۔" پارسا وہاں رہتے ہوئے اسے اپنے گھر کا حصہ لگنے لگی تھی۔نا صرف اسے بلکہ ممی ڈیڈی کو بھی۔

"پارسا اچھی لڑکی ہے کیا تم اس کے بارے میں زیادہ جانتی ہو؟"

"نہیں ڈیڈی! زیادہ تو نہیں ہم نے ایک خاص حد سے آگے بات نہیں کی، مگر اس کا تعلق غالباً کسی جاگیردار گھرانے سے ہے۔اس شہر میں اکیلی ہے۔تبھی ہاسٹل میں ٹھہری ہوئی تھی مگر وہ واقعہ پیش آگیا تو اسے یہاں لانا پڑا۔"

"ٹھیک ہے وہ یہاں جب تک چاہے رہ سکتی ہے۔تمہاری ممی کو وہ کچھ اچھی لگ رہی تھی؟" ڈیڈی نے مطلع کیا۔

"اچھی لگ رہی تھی؟ کیا مطلب؟" وہ چونکی۔

"اپنی ماں کو تو تم جانتی ہو۔جہاں لڑکی دیکھتی ہے اس میں اپنی بہو ڈھونڈنے لگتی ہے۔" ڈیڈی نے بتایا تو وہ چونکی تھی پھر مسکرا دی۔

"ممی بھی نا مگر یہ بات میں نے نہیں سوچی تھی۔پارسا اچھی ہے مگر عدن بھائی کے لیے؟ میرا نہیں خیال بہتر رہے گی۔ہوسکتا ہے عدن بھائی کو کوئی اور پسند ہو۔اس معاملے میں ممی کو اتنی جلدی نہیں کرنا چاہیے پھر ابھی کچھ زیادہ دیر

نہیں گزری جب عدن بھائی اور انائیا کا معاملہ ختم ہوا۔ ممی کو کچھ وقت دینا چاہیے اور یہ معاملہ بھائی پر ہی چھوڑ دینا چاہیے۔" وہ چونکہ جانتی تھی کہ پارسا چوہدری یلماز کمال میں انٹرسٹڈ ہے سو بھائی کے لیے نہیں سوچ سکتی تھی۔نہ ہی اس کے بارے میں ڈیڈی یا ممی کو بتا سکتی تھی کہ ابھی فی الحال وہ کچھ پر یقین نہیں تھی۔

"آپ چائے پئیں گے؟"

"ہاں، اگر تم بنا رہی ہو تو...! تمہاری ممی تو چائے بنانا بھی بھول چکی ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے شرارت سے بولے تھے تو وہ مسکراتی ہوئی اٹھ کر باہر نکل آئی۔

کچن سے خاصی خوش بوئیں آرہی تھیں۔یہ پتا نہیں ممی کا کمال تھا یا...!

"اُف خدایا۔" وہ اس طرف آتی یکسر بدل چکی تھی کہ کچن میں ممی کے ساتھ دامیان سوری ہوگا۔بے دھیانی میں اس طرف آئی تھی۔مگر کچن کے دروازے پر ہی رک گئی تھی۔وہ دوبارہ اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔تبھی کھڑے ہو کر ممی کو آواز دی۔

"ممی! ڈیڈی چائے مانگ رہے ہیں اور پلیز ایک کپ میرے لیے بھی...!" بات اس کے منہ ہی میں رہ گئی تھی کیونکہ دامیان سوری چائے کے کپ لیے اس کے سامنے تھا۔

وہ چونکتے ہوئے حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"چائے۔" وہ مسکرایا۔جیسے ان دونوں کے درمیان کوئی بد مزگی نہ ہوئی ہو۔وہ اس کی جانب دیکھنے کی خواہاں نہ تھی۔تبھی چہرہ پھیر گئی۔

"جھگڑا مجھ سے ہے چائے تو نہیں۔میں نے یوں بھی کوئی کمال نہیں کیا۔پانی چولہے پر رکھا تھا گرم ہوا تو اسی گھر کی پتی انڈیل دی پھر شکر اور پھر دودھ۔چولہا جس پر پکایا وہ بھی اسی گھر کا ہے۔ہاں پیش کرنے والے ہاتھ میرے ہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے دوستی کا سگنل دے رہا تھا کیا؟ مگر وہ کسی نرمی پر حائل نہیں تھی۔

"حامد! یہ چائے ڈیڈی کو دے آؤ۔" اس نے ملازم کو بلا کر کہا اور اپنا کپ لے کر باہر نکل گئی۔دامیان نے اپیرن اتار کر ایک طرف رکھا اور کپ لے کر اس کے پیچھے چلا گیا۔

”یہ فضول کی حرکتیں کیوں ہو رہی ہیں؟“ وہ پلٹے بنا آگے چلتی ہوئی بولی۔

”کون سی فضول کی حرکتیں۔“ وہ اطمینان سے کپ لیے اس کے پیچھے چل رہا تھا۔

”میرے گھر آنا' باورچی بننے کا ڈراما کرنا اچھے ڈرامے باز ہیں نا آپ؟“

”باورچی بننے کا ڈراما کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ میں باورچی ہوں۔تم ماننے کو تیار نہ ہو تو اپنے ہاتھوں سے تمہیں بنا کر کھلا دوں؟“ وہ جیسے عہد کر کے آیا تھا کہ اس بارے سب کچھ اپنے بس میں کر لے گا۔

”اس کی ضرورت نہیں؟ اس سب بچپنے کی میری دنیا میں کوئی جگہ نہیں تم بڑھ رہے ہو۔“ وہ اسے پلٹ کر اجنبی نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔

”میں بڑا ہو چکا ہوں انابیتا بیگ! جاننے کی ضرورت تمہیں ہے کہ یہاں تم کتنا غلط کر رہی ہو۔“ اس نے جتایا۔

”مجھے کچھ جاننے' سمجھنے بوجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔تم اپنا وقت برباد مت کرو۔اپنی توانائی کو بچا کر رکھو کام آئے گی۔“ وہ یکسر انجان تھی۔بالکل اجنبی وہ مسکرا دیا تھا اور اس مسکراہٹ سے اور چڑ گئی۔

”ناکام ہو تم ایک دم ناکام اپنی زندگی میں نہ گولز ہیں نہ انہیں بہتر کرنے کا ہنر اور چلے ہو مجھے جتانے کہ میں غلط ہوں۔“ وہ تلخ لہجے میں بولی۔

اس نے ہاتھ اس کے سامنے پھیلا دیا تھا۔

”آؤ تم میرے ساتھ۔اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر دے دو تاکہ میں مزید لوزر نہ رہوں۔مجھے اس کی ضرورت ہے۔قسمت شاید میری قسمت سے جڑے تو کچھ کرشمہ ہوجائے؟“ وہ اس کی بات کو سیریس نہ لیتے ہوئے مسکرایا۔وہ گھورنے لگی۔

”میرے پیچھے گھوم پھر کر تم کیا ثابت کرنا چاہتے ہو؟ اس کا مطلب کیا ہے؟ کیوں کر رہے ہو یہ سب؟“

”تم پر دل آگیا ہے۔“ وہ شرارت سے مسکرایا۔

”چپ کرو۔“ وہ زہر خند لہجے میں بولی۔

”لو' اس میں کیا غلط ہے۔تمہیں اتنا غصہ کس بات پر آرہا ہے۔اس پر کہ میں تمہارے آگے پیچھے ہوں یا پھر اس پر کہ میں ناکام ہوں؟“

"دونوں پر۔مجھ پر غلط تاثر مت چھوڑو۔میں تمہاری طرح خوش فہمیوں میں نہیں جیتی۔اگر مجھے کوئی پسند نہیں ہے تو اس کا بہت صاف مطلب ہے کہ پسند نہیں ہے۔مجھے تمہاری کوئی پروا نہیں۔خواہ تم ناکام ہو یا کامیاب۔مجھے تمہاری کامیابی یا ناکامی سے کچھ نہیں لینا دینا۔اپنا وقت برباد مت کرو۔اپنا راستہ پہچانوں اور اس کی طرف قدم بڑھاؤ۔میں تمہارے لیے دعا کرتی ہوں اگرچہ تم سے میرا کوئی ناتا نہیں مگر تمہارے لیے دعا گو ہوں۔" وہ لاتعلق لہجے میں کہہ رہی تھی۔

دامیان سوری نے اس کا چہرہ' آنکھیں بغور دیکھی تھیں۔وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ اتنا دل پر لے گی۔

"تمہیں کیا ہو گیا ہے انابیتا! کیسی ہو گئی ہو تم؟ تم ایسی تو نہیں تھیں؟" وہ بے یقین لہجے میں بولا۔

"پلیز' میری جان چھوڑ دو۔میں کیسی تھی یا نہیں تھی۔اس سے تمہیں کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔میں تم سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتی۔یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی؟ کیا سمجھتے ہو تم خود کو' کیا چیز ہو تم؟اس طرح کیوں سر پر سوار ہو؟ کیا ثابت کرنے آئے ہو اب؟"

وہ جیسے پھٹ پڑی' اس کی قوتِ برداشت جیسے ختم ہو گئی تھی۔

...☆☆☆...

دامیان سوری حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔اس کی آواز اتنی اونچی تھی کہ ممی اور ڈیڈی بھی وہاں آگئے تھے۔دامیان سوری نے ایک نظر سب کی طرف دیکھا تھا۔ایک لمحے میں اپنی سبکی سی محسوس ہوئی تھی۔گھر کے نوکر بھی وہاں موجود تھے۔اسے اپنا آپ بہت چھوٹا سا لگا تھا۔وہ وہاں دوستی کرنے آیا تھا۔اپنا ہاتھ بڑھا کر اختلافات ختم کرنے آیا تھا۔مگر وہ کسی مفاہمت پر مائل دکھائی نہیں دی تھی۔

اس کے آج کے رویے اور برتاؤ سے جیسے وہ زمین میں گڑ گیا تھا۔اتنی شرمندگی ساری زندگی نہیں ہوئی تھی جتنی آج یہاں آکر ہوئی تھی۔یہاں رکنے کا اب کوئی جواز نہ تھا۔وہ وہاں سے نکل گیا۔

انابیتا بیگ نے چاروں اطراف نگاہ کی، ہر نظر اس کی طرف اٹھی تھی اور ممی ڈیڈی کی نظروں میں سوال بھی تھے مگر وہ وہاں رک کر کسی سوال کا جواب دینا نہیں چاہتی تھی۔تبھی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

...☆☆☆...

آفس سے گھر واپس آنے تک اس نے کئی بار اس کا نمبر ملایا مگر اس کے موبائل سے کوئی جواب نہیں آرہا تھا۔

”کیا ہوا، پریشان لگ رہے ہو؟“ ممی نے اسے دیکھ کر پوچھا۔

”نہیں، ایسی بات نہیں۔“ معارج تغلق انکاری ہوا۔

”انائیا نہیں آئی ابھی تک؟“ ممی نے دریافت کیا۔

”وہ غالباً میٹنگ میں ہے۔“ اس نے سرسری انداز میں بتایا۔جیسے کوئی واسطہ نہ ہو۔تبھی ایشاع آگئی۔

”میں نے اُبٹن کی رسم کے سارے انتظامات دیکھ لیے ہیں۔میں نے دعوت نامے کا یہ کارڈ پسند کیا ہے۔کیسا ہے یہ بھائی؟ اور بھابی کہاں ہیں؟“ معارج تغلق نے اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو نظر انداز کردیا۔

”تم نے دیکھ لیا ہے تو ٹھیک ہی ہوگا۔“

”اپنی شادی میں کوئی اتنا بے خبر بھی ہوتا ہے؟ آپ تو بالکل بھی دلچسپی نہیں لے رہے بھائی!“ ایشاع نے گھورا تو پھر ہاتھ بڑھا کر اس کے شانے پر پیار سے رکھا اور غالباً اس کا دل رکھنے کو مسکرادیا تھا۔

”تم جانتی ہو مجھے ان چیزوں کی کچھ خبر نہیں۔تم اگر کر رہی ہو تو ٹھیک کر رہی ہوں گی نا! مجھے اعتماد ہے تم پر۔ابھی تمہاری بھابی آئیں گی تو انہیں دکھا دینا۔وہ شاید تمہیں کوئی رائے دے سکے۔“ اس کی لاتعلقی پر سدرہ تغلق نے اسے دیکھا۔

”دیکھ لو نا! بہن اتنے پیار سے دکھا رہی ہے۔پھر ولیمہ بھی تو تمہارا ہے، کچھ تو دلچسپی لو۔“

ناچار اسے کارڈ لے کر دیکھنا پڑا۔

"ٹھیک ہے۔" ایک نگاہ سرسری ڈال کر اس نے واپس کردیا۔"چیزیں سادی رکھنے کی کوشش کرو ایشاع! مجھے اتنی نمود و نمائش پسند نہیں۔فضول میں پیسہ برباد کرنے سے شادی بڑی یا متاثر کن نہیں ہوتی۔" معارج تغلق نے سمجھایا۔

"کمال کرتے ہو بھائی! زندگی میں ایک بار شادی کرنا ہوتی ہے۔آپ اس پر بھی نکتہ چینی کر رہے ہو۔شہزادہ ولیئم کی اور کیٹ کی شادی میں کتنا خرچ ہوا؟ اگر وہ بھی آپ کی طرح سوچتے تو ساری دنیا براہِ راست نہ دیکھ پاتی۔"

"وہ شہزادہ ہے۔منارکی کا حصہ ہے' میں نہیں ہوں۔سیدھا سادا غریب سا بندہ ہوں۔جس ملک پر اتنے قرضے ہوں اس کے شہریوں کو شادی پر اتنا خرچ کرنے کا کوئی حق نہیں۔شادی نمود و نمائش سے بڑی نہیں ہوتی۔دل ملنے کی بات ہوتی ہے۔دل ملے تو جگ ملے۔بس یہی ہے ساری بات۔" معارج تغلق مسکرایا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"معارج ٹھیک کہہ رہا ہے۔شادی من کی خوشی ہے۔جتنی سادگی سے ہو بہتر ہے۔ساری بات دل ملنے کی ہوتی ہے۔دل راضی تو ربّ راضی ربّ راضی تو جگ راضی۔" ممی نے بھی بھرپور حمایت کی۔

"آپ تو ایسے کہہ رہے ہو جیسے سارے عالمی قرضے آپ کو ہی لوٹانے کی ذمے داری سونپی گئی ہے۔کمال کرتے ہو بھائی! اپنی خوشی نہیں تو ہماری خوشی کا ہی خیال کرلو۔تم نے تو سادگی کی بھی حد کردی۔انائیا بھابی کو بس دو بول پڑھوا کر گھر لے آئے۔اب جب ہم اپنی خوشی پوری کرنا چاہتے ہیں تو روکو تو مت۔میرے اکلوتے بھائی ہو۔میرے دل میں کتنے ارمان ہیں کبھی سوچا ہے آپ نے؟" ایشاع نے گویا شرم دلائی۔

"اچھا بابا' جو کرنا ہے کرو۔خوش رہو کیونکہ میری فیملی کی خوشی میری خوشی ہے۔" اس نے پیار سے بہن کے سر پر چپت لگائی۔

"یہ انائیا کہاں رہ گئی؟ معارج! ذرا فون تو کرو۔" ممی کو فکر ہوئی۔وہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ اسے پروا ہے تبھی سرسری انداز میں بولا۔

"ابھی تھوڑی دیر پہلے ملایا تھا۔اس کا سیل بند ہے۔وہ کسی میٹنگ میں ہو گی آجائیں گی۔اتنی فکر کی کیا بات ہے۔" اس نے ٹالا۔

"پھر بھی شام گہری ہو رہی ہے۔فکر تو ہوتی ہے دوبارہ ملاؤ۔" ممی کے کہنے پر اس نے سیل جیب سے نکال کر اس کا نمبر دوبارہ ملایا۔اب بھی اس کا نمبر بند ملا اور تب اسے کچھ تشویش ہوئی۔

وہ وہاں سے اٹھا اور دور آکر فون ڈائریکٹری سے زائرہ ملک کا نمبر دیکھ کر ملایا۔

"انائیا کیا وہاں آئی ہے؟" اس نے دریافت کیا۔

"نہیں۔کیوں... کیا ہوا؟" زائرہ ملک پریشان ہوئی۔

"نہیں، کچھ نہیں۔اس کا فون بند جا رہا ہے۔آفس سے پتا چلا وہ میٹنگ میں ہے۔آپ فکر نہ کریں۔پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔شاید موبائل کی چارجنگ ختم ہوگئی ہو۔" اس نے اپنی طرف سے جواز دے کر انہیں مطمئن کرنا چاہا اور فون کا سلسلہ منقطع کردیا تھا۔

کہاں جا سکتی تھی وہ؟

ایسا پہلے تو کبھی نہیں ہوا تھا۔

کہیں کوئی ایکسیڈنٹ؟ اس کا ماتھا ٹھنکا تھا مگر وہ خود کو اعتدال میں رکھنا چاہتا تھا۔تبھی دوبارہ سارہ کا نمبر ملایا تھا مگر اس نے لاعلمی کا اظہار کیا تھا۔

وہ گھر کب کی پہنچ چکی تھی اور اس میٹنگ کے ختم ہونے کے بارے میں اسے قطعاً کوئی علم نہیں تھا۔

یہ گھڑی اس کے تشویش میں مبتلا ہونے کی تھی۔

کیا اسے انائیا ملک کی سچ میں اتنی فکر تھی؟

یا وہ اس کے لیے اتنی اہم تھی کہ وہ اس کی فکر میں سب کچھ بھول جاتا؟

...☆☆☆...

پارسا پروجیکٹ پر کام روک کر بستر پر آئی تو سر بھاری ہو رہا تھا اور دکھ بھی رہا تھا مگر نیند سے پھر بھی کوسوں دور تھی۔وہ تکیے پر سر رکھ کر سیدھی لیٹی کھلی آنکھوں سے چھت کو تکنے لگی۔

"گلابو! تم نے آج اورنج کلر نہیں پہنا؟" یلماز کی آواز کان میں پڑی تو اس نے سر اٹھا کر اسے گھورا۔وہ چڑانے والی مسکراہٹ کے ساتھ مسکرادیا۔

"اب نظر باز مت کہنا۔ چھیڑ رہا تھا تمہیں، ویسے تم دنیا کی واحد لڑکی ہو جو غصے میں بری نہیں لگتی۔" پارسا کو اس کی مسکراہٹ زہر لگی تھی۔ خوامخواہ لٹو ہونے لگا تھا۔

"ماسٹر جی! آپ دنیا کے واحد بندے ہو جو مسکراتے ہوئے اتنے برے لگتے ہو۔" وہ چڑانے کو اسے "ماسٹر جی" بلانے لگی تھی۔

"تمہیں غصہ بہت آتا ہے نا!" وہ مسکرایا تو اس نے اکاؤنٹس کی کتاب کھول کر سامنے رکھ دی تھی۔

"آپ کی توجہ مجھ سے زیادہ اس کتاب پر ہونے کی ضرورت ہے۔ تبھی میں پاس ہوپاؤں گی۔ بھائی کا دماغ بھی چل گیا تھا جو اس آوارہ مزاج آدمی کو اٹھا لائے پھر الزام ہوگا میں پاس نہیں ہوسکی۔" وہ بڑ بڑائی۔

"کیا کہا آپ نے؟" یلماز نے پوچھا۔

وہ اپنی بڑی بڑی کھلی آنکھیں اس کے چہرے پر جما کر دیکھنے لگی۔

"ماسٹر جی! بھول رہے ہو کہ یہاں کیوں آئے ہو؟ پڑھانے کا من نہیں تو صاف بتا دو تاکہ ہم نیا ٹیوٹر رکھ لیں۔" وہ صاف گوئی سے بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"بہت منہ پھٹ ہو گلابو! پڑھا تو رہا ہوں۔ ایک دن میں سب گھول کر تو تمہارے دماغ میں نہیں ڈال سکتا۔ ذرا دیر کو دماغ تازہ کرنے کو موضوع بدلا تو تمہیں اعتراض ہونے لگا۔ تم میں نہ تہذیب ہے نہ تمیز... ایک دم جنگلی ہو تم۔ بات بات پر غرانے لگتی ہو۔" یلماز نے ڈپٹا۔

وہ سر جھکا کر نوٹ بک پر آڑی ترچھی لکیریں لگانے لگی۔

یلماز نے اسے دیکھا تھا۔ اس پل وہ لڑکی اسے بہت انوکھی لگی تھی۔ کئی لڑکیوں کا حلقہ تھا اس کے گرد۔ سب اچھی فیملی سے اور خوب صورت بھی تھی۔ لڑکیوں کا گھیرا اسے اپنے گرد ہمیشہ تنگ ملا تھا اور وہ اس پر نازاں بھی تھا۔ مگر یہ گاؤں کی گلابو اسے ایک نگاہ دیکھنے کو بھی مائل نہ تھی۔

دیکھنا تو دور کی بات، وہ بات بات پر اسے آڑے ہاتھوں لیتی تھی اور کھری کھری سنا دیتی تھی اور وہ اپنا سا منہ لے کر رہ جاتا تھا۔

وہ کوئی باقاعدہ ٹیوٹر نہیں تھا۔ امتحانات سے فارغ تھا اور بھائی نے بتایا تھا کہ ان کے کسی دوست کو ٹیوشن کی ضرورت ہے تبھی وہ مان گیا تھا۔ حالانکہ شرط یہ رکھی تھی کہ اس کے لیے بوریا بستر باندھ کر کچھ

دن کے لیے گاؤں میں آکر ہی رہنا تھا کیونکہ بات تعلقات کی تھی۔بھائی نے حکم دیا تھا اور اسے یہاں آنا پڑا تھا۔اس گاؤں کے ماحول میں اسے کیا دلچسپی ہوسکتی تھی۔ہاں کچھ یہ دلچسپی تھی کہ اسے یہ سب دیکھنے کا موقع پہلی بار ملا تھا۔آب و ہوا شہر سے مختلف ضرور محسوس ہوئی تھی۔یہاں تازگی تھی، لوگ بھی اچھے تھے۔سیدھے اور من کے صاف... مگر دھول دھپا بہت تھا۔ گاؤں آنے کا تجربہ نیا تھا اور وہ پُر جوش بھی تھا مگر یہاں آنے کے بعد جلد ہی جی اوب گیا تھا کہ یہاں کی زندگی بہت سست تھی۔شہر والی گہما گہمی نہیں تھی۔وہ اسے اچھی لگی تھی۔اپنی ہم عمر ہونے کے باعث وہ اس سے بات کر کے اچھا محسوس کرتا تھا مگر وہ بہت نک چڑھی تھی، بات بات پر الجھتی تھی۔

اماں چائے کے ساتھ پکوڑے لے کر آئی تھیں تو یلماز کمال کو وہ غنیمت لگا تھا۔

"شکریہ چاچی! آپ کو خیال آیا، میرا تو سر دکھنے لگا تھا۔آپ کی یہ بیٹی سر کا درد ہے۔" وہ چائے کا کپ تھامتا ہوا بولا۔تو اماں مسکرا دیں۔وہ گھورنے لگی تھی۔

"ایسے کیا گھور رہی ہو؟ سچ کہہ رہا ہوں۔چاچی آپ سب اتنے اچھے ہو، یہ کس پر گئی ہے؟" وہ مسکراتے ہوئے پکوڑوں کی پلیٹ سے انصاف کرنے لگا تھا۔بنا گلابو کے گھورنے کی پروا کیے۔

"گلابو! تو بھی چائے پی لے اور پتر! خون مت جلایا کر۔اتنا غصہ صحت کے لیے اچھا نہیں ہوتا۔جو بتائے اسے من سے یاد کیا کر، بس اس بار فیل نہیں ہونا۔ ورنہ خاندان میں بڑی ذلت ہوگی۔" اماں نے چائے کا کپ اسے تھماتے ہوئے پیار سے کہا۔وہ کچھ نہیں کہہ سکی تھی۔

"کیسی ہے پڑھائی میں... سب ٹھیک ہے نا؟" اماں نے یلماز سے پوچھا۔

"جی سب ٹھیک ہے۔ان شاء اللہ پاس ہوجائے گی۔آپ فکر نہ کریں، محنت کروا رہا ہوں اور یہ بھی دل لگا کر پڑھ رہی ہے۔" یلماز نے تسلی دی تھی اور ہمت بندھائی تھی۔

اماں سر ہلاتی ہوئی پلٹ گئی تھیں۔

"تمہیں پکوڑے بنانا آتے ہیں گلابو؟" وہ چونکی تھی۔

"کیوں؟"

"مجھے پکوڑے پسند ہیں۔"

"آپ کو پکوڑے پسند ہیں تو میں کیا کروں؟" وہ چونکی تھی۔

"سیکھو، دیکھو چاچی کتنے اچھے پکوڑے بناتی ہیں۔ آدمی کے دل کا راستا معدے کے پاس سے ہو کر گزرتا ہے۔ دل کیسے جیتو گی اگر پکاؤ گی نہیں؟" وہ مسکرایا۔

"ماسٹر جی! فی الحال آپ پکا رہے ہو مجھے۔ بھیا کیوں اٹھا لائے آپ جیسے نمونے کو مجھے پڑھانے...؟ پھر پاس نہ ہو سکی تو مجھے الزام دیں گے کہ فیل ہو گئی۔ آپ نے میرے ناک میں زیادہ دم کیا تو آپ کا سامان اٹھا کر آؤٹ ہاؤس سے باہر پھینک دوں گی اور آپ کو چلتا کردوں گی۔" پارسا نے دھمکایا۔

وہ چائے کے گھونٹ لیتا مسکرا دیا۔

"تم بہت پیاری ہو گلابو! مزا آتا ہے تم سے بات کر کے۔ اچھا ایک بات بتاؤ کسی کو پسند کرتی ہو؟"

"کیا...؟" وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھنے لگی تھی کہ اس سوال کی امید نہیں کر رہی تھی مگر وہ اطمینان سے کہہ رہا تھا۔

"ایسے آنکھیں پھاڑ کر حیران ہو کر دیکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ سیدھا سادا سا تو سوال ہے۔ کوئی اچھا لگتا ہے؟" وہ پورے اطمینان سے پوچھ رہا تھا۔

"نہیں، نہیں لگتا...!" وہ سر جھکا کر بولی۔

"اس میں اتنا شرمندہ ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ اس عمر میں کوئی اچھا لگ جائے تو اس کے لیے جواز ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔" وہ مسکرایا۔

اسے اس کی مسکراہٹ زہر لگی تھی۔

"تم زیادہ بننے کی کوشش کرتے ہو ماسٹر جی! اپنے کام سے کام کیوں نہیں رکھتے؟"

"یہ پینڈو انداز میں مجھے ماسٹر جی مت کہا کرو پلیز۔برا لگتا ہے۔ویسے حیرت کی بات ہے تم کسی کو اچھی کیوں نہیں لگیں اب تک؟ بہت غصیلی ہو نا تبھی کوئی قریب آتا ہی نہیں ہوگا۔"

اس نے گھڑی دیکھ کر نوٹ بک بند کی اور باقی کی کتابیں سمیٹ لیں تھیں۔

"آپ کا وقت ختم ماسٹر جی! اب باقی کل۔" وہ بے نیازی سے چائے کے گھونٹ لینے لگی۔

وہ بغور اس کی سمت دیکھنے لگا۔کچھ تھا کہ وہ اچھی لگ رہی تھی۔وہ اسے چھیڑ کر اس کی بے نیازی کی وہ پرت توڑنا چاہ رہا تھا یا اس کے قریب آنا چاہ رہا تھا۔وہ خود نہیں جانتا تھا۔مگر کوئی بات اچھی لگ رہی تھی۔کیوں؟ وہ وجہ نہیں جانتا تھا؟ اس کے چائے ختم کرنے اور اٹھ کر جانے کا انتظار کیے بغیر وہ کھڑی ہی ہوئی تھی کہ تبھی اس کی دوست تانیا آگئی۔

"تم بھول گئیں آج ہمیں میلہ دیکھنے جانا تھا؟" تانیا نے آتے ہی کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ہاں یاد ہے مگر یہ وقت ٹیوشن کا تھانا! تم جانتی ہو اس سال پاس ضرور ہونا ہے۔ورنہ بڑے طعنے سننے کو ملیں گے اور دوبارہ سے ایف اے کرنا پڑے گا۔" وہ برا سا منہ بنا کر بولی۔

تانیا اس کے عقب میں دیکھتی ہوئی چونکی تھی۔پھر اس کے کان کے قریب منہ لا کر ایک مدھم سی کھسر پھسر کی تھی۔

"یہ ہیرو کون ہے؟ تیرے گھر کیا کر رہا ہے؟" آواز میں تجسس تھا۔

"ہیرو! وہ تجھے ہیرو لگتا ہے؟" وہ حیرت سے بولی۔

"یہی تو وہ ٹیوٹر ہے جو مجھے ٹیوشن دے رہا ہے۔" پارسا نے اسے بتایا۔

"اوہ' یہ تو بڑا ہیرو ٹائپ ہے کہاں سے منگوایا ہے؟" تانیا نے چھیڑا۔

"منگوایا کہیں سے نہیں' بھائی کے دوست کا بھائی ہے۔فارغ تھا تو بھائی نے اسے میری ٹیوشن کے لیے رکھ لیا۔"

"اوہ‘ تو یہ بات ہے۔میں تو سمجھی کوئی مہمان ہے اور تمہیں ٹیوشن کوئی اور دے رہا ہے۔" تانیا اس کے عقب میں بیٹھے اس نوجوان کو دیکھ رہی تھی جس کی شخصیت میں ایک عجیب کشش تھی۔

"تجھے تو پڑھنے میں بڑا لطف آرہا ہوگا۔کل سے کتابیں لے کر میں بھی آجاؤں کیا؟" وہ شرارت آنکھوں میں لیے بولی تھی۔پارسا نے ایک ہاتھ کا دھپ اس کے بازو پر مارا اور اس کا بازو پکڑ کر کھینچتی ہوئی کمرے میں لے آئی۔تانیا اس کے بیڈ پر نڈھال سے انداز میں گر گئی تھی۔

"ہائے‘ کتنا خوب صورت ہے نا! میرا دل دیکھ‘ کتنی تیزی سے دھڑک رہا ہے۔اس نے ایک نگاہ دیکھا تھا۔مجھے لگا اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی کشش ہے جو اپنے ساتھ باندھ رہی ہے۔"

"پاگل ہوگئی ہے تُو تانیا! کیا بکواس کر رہی ہے؟" وہ تپ کر بولی۔

"بکواس نہیں کر رہی‘ سچ کہہ رہی ہوں۔آیا کہاں سے ہے؟"

"بتایا تو تھا شہر سے آیا ہے۔اپنے امتحانات سے فارغ تھا تو سلو بھائی نے میرے لیے رکھ لیا۔" پارسا سرسری انداز میں بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"بالکل ہیرو جیسا دکھتا ہے نا! تیری ساری توجہ تو اس پر ہی لگی رہتی ہوگی ٹیوشن کے دوران ہے نا۔" تانیا شرارت سے مسکرائی۔

"میں تیری طرح پاگل نہیں ہوں تانیا جو ایک لنگور کو اہمیت دوں۔ایک فضول سا بندہ ہے۔تُو تو دیکھتے ہی ہوش گنوا رہی ہے۔" اس نے ڈپٹا۔

"ٹھیک ہے۔تجھے نہیں چاہیئے تو مجھے دے دے۔" وہ شرارت سے بولی۔

"تانیا بکو مت‘ وہ پہلے ہی نظر باز ہے۔پڑھانے سے زیادہ توجہ مجھ پر رکھتا ہے۔کیا پہن رہی ہوں‘ کیوں پہن رہی ہوں‘ کیسی دکھ رہی ہوں یا مجھے کیسا دکھنا چاہیے۔اس کی ساری توجہ اسی پر مرکوز رہتی ہے۔گھورتا ایسے ہے کہ دل چاہتا ہے اس کی آنکھیں پھوڑ دوں۔دو مہینوں کے لیے اسے جھیلنا بھی محال لگ رہا ہے مجھے‘ اگر زیادہ تنگ کیا تو میں چلتا کردوں گی۔زیادہ جھیلنے والی نہیں میں۔بھائی کو کہہ کر دو کانوں میں سر کرادوں گی۔" پارسا نے کتابیں شلیف پر رکھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔جو من میں آئے کر‘ ویسے یہ ٹھہرا کہاں ہے؟"

”یہیں آؤٹ ہاؤس میں قیام ہے اس کا۔بھائی کی جان پہچان ہے تو خاص الخاص بنا ہوا ہے۔“

”اوہ۔“ تانیا نے ہونٹ سکوڑے تھے پھر مسکرائی۔

”اتنا برا نہیں ہے اگر تو غصہ کرنا بند کردے تو‘تُو تویوں بھی ناک پر مکھی بھی بیٹھنے نہیں دیتی اگر میں تیری جگہ ہوتی تو کبھی اسے نظر انداز نہ کرتی۔“ اس کی آنکھوں کی شرارت پارسا کو چڑا گئی۔

”میں نے لڑکا پہلی بار نہیں دیکھا تانیا اور ایسا لڑکا تو مفت بھی ہاتھ لگے تو دو ہاتھ جوڑ کر معذرت سے واپس کردوں۔میرا معیار ایسا بندہ نہیں ہے۔مجھے ان چکروں میں نہیں پڑنا۔خاندان کی عزت کا پاس ہے مجھے۔ابھی شادی کی عمر نہیں اور عشق وشق کا موڈ نہیں اور رہی بات فلرٹ کی تو یہ میرا وتیرہ نہیں۔ میرا پسندیدہ شہزادہ جب آئے گا نا تو سارے موسم اپنے سنگ باندھ کر لائے گا۔تب وہ جو چاہے گا اپنے بس میں کرلے گا۔میں یہ بات جانتی ہوں تب میری ایک نہیں چلے گی اور تب میں کوئی من مانی کروں گی بھی نہیں‘ جب تک ایسا ہو۔تب تک میں انتظار کروں گی۔بہت وقت ہے ابھی اس میں۔

میں سولہ برس کی ہوں صرف۔اگلے برس سترہ کی ہوں گی۔میری عمر خواب دیکھنے کی ضرور ہے مگر میں خوابوں میں خود کو گنوانا نہیں چاہتی۔میں با شعور ہوں‘ ہوش مند ہوں اور ذی عقل ہوں۔میری پوری عقل میرے ساتھ ہے اور میرا دماغ مجھے غلط راستوں پر چلنے کی ترغیب نہیں دیتا۔یہ افسانوں‘ کہانیوں کی بات نہیں ہے۔میں کوئی افسانوی ہیروئن نہیں ہوں نا مجھے کسی افسانوی کردار یا ہیرو کا انتظار ہے۔میں سچ کے ساتھ جیتی ہوں۔بہت سچی اور اصلی سوچ ہے میری۔میں دل کے ساتھ تب چلوں گی جب وقت آئے گا ابھی ان باتوں کا وقت نہیں ہے۔میں لا ابالی ہوں۔بیشتر وقت شرارتوں میں ضائع کرتی ہوں مگر اتنی بھی بچی نہیں ہوں۔اچھے برے کی پہچان ہے مجھے۔ میرے خاندان کی عزت اور میری اپنی عزت یہ سب بہت اہم ہے میرے لیے۔ مجھے اپنے ہیرو کا انتظار ہے جو افسانوں کے کرداروں کی طرح شاید بہت خوبرو نہیں ہوگا۔اتنا جانباز بھی نہیں ہوگا۔مگر وہ ایک اچھا انسان ہوگا اور وہی میری زندگی کی ڈور تھامنے کے قابل ہوگا اور اسی کے ساتھ میں اپنی ساری عمر گزاردوں گی۔“ وہ بہت مضبوط لہجے میں کہہ رہی تھی۔

تانیا مسکرا دی۔

"سچی کہوں؟ تیرے اندر کوئی بڑی بڈھی روح ہے' اپنی باتوں سے تو سولہ سترہ سال کی نہیں۔ساٹھ سال کی لگتی ہے۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" پارسا مسکرائی۔"مجھے فرق نہیں پڑتا اگر میں ساٹھ سال کی بوڑھی سوچ رکھتی ہوں۔میں جیسی بھی ہوں بہت خاص ہوں۔ کسی اور کے لیے نہیں مگر اپنے لیے اور اپنے گھر کے لیے' میری عزت میرے لیے بہت معنی رکھتی ہے۔اس سے بڑھ کر اور کچھ نہیں ہے۔تو جانتی ہے تانیا لڑکی چاہے سولہ میں ہو یا ساٹھ میں' وہ اپنے اوپر اٹھنے والی ہر نگاہ کو بہت اچھے سے پہچان لیتی ہے کہ وہ کس زاویے سے اٹھ رہی ہے۔میں اتنی نا سمجھ عمر میں نہیں ہوں مجھے خاندان کا نام ڈبونا نہیں ہے اور اونچا کرنا ہے اور تم دیکھو گی کہ ایک دن میں اپنے گھر والوں کو بہت فخر دوں گی کہ وہ گردن تان کر کہہ سکیں گے کہ میں اس خاندان کا حصہ ہوں۔میں کوئی بے بے وقوفی کبھی نہیں کروں گی۔" اس کا انداز اور لہجہ بہت ٹھوس اور مضبوط تھا۔تانیا مسکرا دی۔

"تیرے ابا نے تیرا نام پارسا بہت سوچ سمجھ کر رکھا ہوگا۔دیکھو' تم جس طرح سے بات کر رہی ہو' مجھے تم کسی اور دنیا کا حصہ لگ رہی ہو۔تمہاری یہ سوچ و خیال بہت اچھا ہے جو ہر لڑکی میں ہونا چاہیے۔"

"تانیا! یہ شعور ہے' آگاہی ہے' مجھے پاس ہے اپنی عزت کا بھی اور اپنی فیملی کی عزت کا بھی۔میں فرشتہ نہیں' خواہشیں میرے دل میں بھی ہیں مگر ان خواہشوں کی باگ میرے ہاتھ ہے' میری خواہشیں اتنی بے لگام نہیں۔" پارسا نے جتایا۔

"ٹھیک ہے بابا' جیسی تیری مرضی اگر تیرا من نہیں تو میرا رابطہ کروا دینا۔مجھے کوئی قدغن نہیں ہے۔" تانیا پھر شرارت سے بولی تھی۔اس کی شرارت دیکھ کر پارسا نے کشن کھینچ مارا تھا وہ ہنس دی تھی۔

"مذاق کر رہی ہوں یار! اچھا بتاؤ میلے کا کیا پروگرام ہے۔جانا ہے کہ نہیں؟" تانیا نے پوچھا تھا۔

وہ آگے بڑھ کر کھڑکی بند کرنے لگی تھی۔جب آؤٹ ہاؤس کی طرف جاتے یلماز کمال پر نظر پڑی تھی۔

"تم بتاؤ' جانا ہے؟" پارسا کے کھڑکی بند کرتے ہوئے ہاتھ لمحہ بھر کو روکے تھے۔

"ہاں جانا تو ہے۔" تانیا میگزین دیکھنے لگی تھی۔"اگر تیرا ارادہ ہے تو۔" تانیا نے اس کے سر ڈال دیا تھا۔وہ لمحہ بھر کو کچھ نہیں بولی تھی۔کوئی جواب نہیں دیا تھا۔نظریں ساکت سی رہی تھیں۔یلماز کمال کو جانے کیسے اندازہ ہوا تھا کہ کوئی اسے تاک رہا ہے۔عین اسی لمحے اس نے پلٹ کر دیکھا تھا اور اسی لمحے پارسا نے بوکھلا کر کھڑکی کے کھلے پٹ بند کر ڈالے تھے۔

"نہیں جانا۔" وہ بہت مدھم لہجے میں انکاری ہوئی۔

"نہیں جانا؟" تانیا چونکی۔

"ہاں' امتحانات سر پر ہیں۔اب تفریح کا وقت نہیں۔" وہ چلتی ہوئی بیڈ پر آن بیٹھی تھی۔

"تو فکر نہ کر' چاچی سے بات میں کرلوں گی۔" تانیا نے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"بات' چاچی سے بات کرنے کی نہیں۔اماں تو مان بھی جائیں گی مگر میری پڑھائی کا حرج ہوگا نا۔" وہ پہلی بار تانیا کو بہت عجیب لگی تھی مگر وہ سر جھکا کر میگزین کے ورق الٹنے لگی۔

اچھا' چائے تو پلا دے۔"

"اچھا میں جنتے سے کہتی ہوں۔" پارسا نے سر ہلایا۔

...☆☆☆...

"کل کوئی چھپ چھپ کر تاک کیوں رہا تھا؟" وہ سر جھکائے تیزی سے قلم چلا رہی تھی۔جب وہ بولا تو پارسا کا ہاتھ جہاں تھا وہیں رک گیا۔وہ اتنی شرمندہ تھی کہ سر اٹھا کر دیکھ نہیں سکی تھی۔جیسے اس نے کوئی بہت بڑی چوری کی ہو اور اب وہ اس سے اس کی بابت باز پرس کر رہا ہو۔

اس کا انداز کسی مجرم جیسا تھا۔جس طرح وہ سبکی محسوس کر رہی تھی اور شرمندہ تھی اس سے یلماز کمال کو شہہ ملی تھی۔

”ماجرا کیا ہے۔چہرے کی ہوائیاں کیوں اڑ گیئں؟ کیا چھپا رہی ہو تم؟“ وہ جیسے تھانے دار بن گیا تھا۔اگر وہ اپنا اعتماد بحال نہیں کرتی تو یقیناً کمزور پڑ سکتی تھی۔تبھی وہ سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھنے لگی۔

”دماغ خراب ہو گیا ہے آپ کا؟ غلطی سے نگاہ پڑ گئی تو اسے اپنی خوش فہمی میں بدل رہے ہو؟ کس بات کا گمان ہے آپ کو؟ اتنے توپ چیز ہو تم کہ میں دیکھوں گی؟“ وہ اکڑے ہوئے انداز میں بولی۔

وہ جانے کیوں مسکرا دیا تھا۔

”چوری کا مطلب سمجھتی ہو؟“ وہ اسے چھیڑ رہا تھا۔

”کیا چرایا میں نے؟“ وہ تن کو بولی۔

وہ براہِ راست اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا تھا۔وہ سر جھکا کر بڑ بڑانے لگی تھی۔

”دل میں کچھ ہو تو کہہ دینا چاہیے۔اسے دبانا ٹھیک نہیں۔“ وہ پوری طرح سے محظوظ رہا تھا۔

”ماسٹر جی! خوابوں کی دنیا سے باہر آجاؤ‘ اگر میں در گزر کر رہی ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں آپ اس کو میری کمزوری سمجھ لو۔پڑھانے آئے ہو پڑھانے پر دھیان دو۔“ وہ دبنے والی نہیں تھی۔

”کمزوری نہیں‘ چوری پکڑی ہے‘ کسی کو چوری چھپے دیکھنا مناسب ہے کیا؟“ وہ مسکرا رہا تھا۔

”آپ کو کون دیکھ رہا تھا؟ میں تو کھڑکی بند کر رہی تھی۔“

”جو بھی تھا... کسی کا اچھا لگ جانا کوئی بری بات نہیں‘ اگر میں تمہیں اچھا لگتا ہوں تو اس میں رد کرنے والی کیا بات ہے۔“

”میں رد نہیں کر رہی مگر آپ اپنے کام سے کام رکھو ماسٹر جی! یہ کتابیں کھلی پڑی ہیں ان پر توجہ دو‘ ورنہ بھائی سے شکایت کردوں گی۔“ پارسا نے الٹا دھمکایا۔

"اچھا کیا کہو گی بھائی سے؟" وہ سینے پر ہاتھ باندھ کر مسکرانے لگا۔اس کا نڈر انداز اسے چونکا گیا تھا۔جیسے اس پر اس دھمکی نے اثر نہیں دکھایا تھا۔

"تم سمجھ رہے ہو میں شرم کے مارے بھائی سے کچھ نہیں کہوں گی اور تمہیں مجھے ہراساں کرنے کا موقع ملتا رہے گا تو غلط سوچ رہے ہیں آپ کیونکہ میرے بھائی بہت بے تکلف ہیں مجھ سے اور میں انہیں اعتماد میں لے کر بتا سکتی ہوں کہ مدعا کیا ہے۔" وہ صاف گوئی سے بولی۔

"اور مدعا کیا ہے؟" وہ اسے بچوں کی طرح زچ کر کے جیسے کوئی تسکین محسوس کر رہا تھا۔

وہ اسے گھورنے لگی تو وہ مسکرا دیا تھا۔"کبھی چھوٹے بچوں کو دیکھا ہے تم نے؟"

"کیا مطلب؟" وہ اسے بے تکان بولتا دیکھ کر اکتا کر بولی۔

"چھوٹے بچوں کو سوچتے دیکھو کبھی، ان کے خیالات کے گھوڑے بہت تیز دوڑتے ہیں۔ایک پل میں کہاں سے کہاں پہنچ جاتے ہیں۔" وہ محظوظ ہوا تھا۔

"تو...؟" وہ اکتا کر بولی۔

"تو یہ کہ تم بھی اس لمحے مجھے کسی بچے جیسی لگ رہی ہو۔جس کے خیالات کو پر لگ گئے ہوں اور ایک پل میں دماغ کے گھوڑے دوڑاتی انتہائی نتائج تک پہنچ چکی ہو۔یار! کتنا سوچتی ہو تم، تمہاری عمر کی لڑکیاں اتنا کہاں سوچتی ہیں۔"

پارسا نے اپنے سامنے پڑی موٹی سی اکنامکس کی کتاب بند کی تھی۔

"یہاں مجھے پڑھانے آئے ہو ماسٹر جی یا مجھے کھوجنے؟"

"دونوں۔" وہ جیسے اسے چڑا کر تسکین محسوس کر رہا تھا۔

"میں نے طے کرلیا ہے کہ آپ سے نہیں پڑھوں گی۔دماغ خراب کر رہے ہیں آپ۔" اس نے واقعی جیسے طے کرلیا تھا۔

"تمہیں غصہ اتنا زیادہ کیوں آتا ہے گلابو! یہ جو چھوٹی سی ناک ہے، تمہیں معلوم ہے سرخ ہوجاتی ہے تو بالکل اچھی نہیں لگتی؟" وہ دوستانہ مزاج رکھتا تھا جیسے مگر پارسا اپنے گرد ایسا دائرہ بنائے ہوئے تھی جس کے اندر آنے کی گنجائش شاید وہ کسی کو نہیں دے سکتی تھی۔

ایسا دانستہ تھا کہ وہ اپنے آپ کو اس دائرے میں بند رکھنا چاہتی تھی۔خاندانی ناموس اور عزت کا پاس اسے تھا اور اپنی عزت کا بھی۔ایک چھوٹا سا گاؤں ہی تو تھا۔بات نکل جاتی تو پھیلتے دیر کہاں لگنا تھی۔شہر والا ماحول نہیں تھا کہ لوگ کام سے کام رکھتے یا مصروف زندگیاں گزارتے۔یہاں چیزوں کا مفہوم مختلف تھا۔وہ خالی خالی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی تھی۔پھر اٹھی اور وہاں سے نکل گئی۔اگلی صبح جب وہ کنویں پر تھی تو جانے کہاں سے آگیا تھا وہ۔یہ تو شکر تھا تانیا اس کے ساتھ تھی۔اگر اکیلی ہوتی اور کوئی اسے اس کے قریب دیکھ لیتا تو بات بگڑ سکتی تھی۔وہ اس سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی تھی تبھی جیسے ہی وہ اس کے قریب آکر رکا تھا' اس نے تانیا کا ہاتھ تھاما اور وہاں سے ہٹنے کی ٹھانی ہی تھی کہ اس نے روک لیا۔

"میں شرمندہ ہوں' میری غلطی ہے شاید میں گاؤں کا ماحول سمجھ نہیں پا رہا ہوں۔پہلی بار آیا ہوں نا مگر میں سمجھنے کی کوشش ضرور کرسکتا ہوں۔اگر میری وجہ سے آپ کو تکلیف ہوئی ہوں تو اس کے لیے میں معذرت چاہتا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہوں۔کوشش کروں گا' اب آپ کو شکایت کا موقع نہ دوں۔" کہہ کر وہ پلٹا اور وہاں سے نکل گیا۔

تانیا حیرت سے اِسے دیکھ رہی تھی اور کبھی اُسے۔

"یہ ماجرا کیا ہے؟ کیا ہوا تھا؟" اسے جاننے کا تجسس ہوا۔

"کچھ زیادہ نہیں' خوامخواہ بے تکلف ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔میں نے حدود سمجھا دیں تو...! خیر اسے سمجھ آگئی ہے اور یہی بہتر بھی ہے۔" پارسا نے کہا۔

"پارسا! کیا یار! چھوٹی چھوٹی معمولی باتوں کو سر پر سوار کرلیتی ہے' اگر کوئی بندہ تھوڑا سا نے تکلف ہے تو اس میں کیا برا ہے؟ وہ یہاں کا نہیں ہے نا۔مقامی لوگوں کی طرح برتاؤ نہیں کرتا تو اس میں کیا عجیب ہے؟ اب اسے اتنا سب نہیں پتا تو اس پر مسئلہ بنانے کی کیا ضرورت ہے؟" تانیا نے اسے ڈپٹا۔

"خوامخواہ بات کا بتنگڑ بنا رہی ہو' مسئلہ بنانے سے بات بگڑ بھی سکتی ہے۔"

"تانیا میں غلط نہیں کر رہی' تو جانتی ہے مجھے پسند نہیں تو وہ خوامخواہ کیوں قریب آرہا ہے اور دوسری بات اگر اسے یہاں کا ماحول معلوم نہیں تو اسے پتا چلنا چاہیے۔" وہ خاصی الجھی ہوئی دکھائی دی تھی۔

تانیا نے پھر کچھ نہیں کہا تھا۔

اگلے دن وہ اسے پڑھانے نہیں آیا۔ تو اسے کوئی تشویش نہیں ہوئی۔ وہ بہت آرام سے اپنی پسندیدہ فلم لگا کر بیٹھ گئی تھی۔

اس سے اگلے دن بھی جب وہ نہیں آیا تھا تو تب وہ چونکی تھی۔

کیا وہ واپس چلا گیا تھا؟

اس نے جنتے کو کھانے کی ٹرے آؤٹ ہاؤس کی طرف لے جاتے دیکھا تھا۔ تبھی دریافت کیا تھا۔

"جنتے' کھانا وہاں کیوں لے جا رہی ہو؟"

"یلماز پتر کو تو روز کھانا جاتا ہے۔ آپ اس بات سے واقف نہیں ہو کیا؟" جنتے حیران ہو کر اسے دیکھنے لگی۔

"ہاں... مگر...!" اس نے یونہی بات بنائی تھی۔

"یلماز پتر کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے' بیگم صاحب نے خود سوپ اور یہ نرم سا پھلکا بنا کر دیا ہے۔ کہہ رہی ہیں کھانا کھلا کر خود دوائیں بھی کھلا کر آؤں؟" جنتے نے مطلع کیا۔ وہ چونکی۔

"کیا ہوا ہے ماسٹر جی کو؟"

"دو دن سے اکیلے کمرے میں بخار میں پھنک رہے تھے۔ خبر تک نہیں کی۔ سلو پتر نے جا کر دیکھا تو پتا چلا۔ تب چوہدرائن نے تو بڑا ڈانٹا کہ گھر کو اپنا گھر نہیں سمجھتا۔ اسے بوریا بستر سمیٹ کر گھر کے اندر آنے کا حکم بھی دے ڈالا۔ مگر اس نے انکار کردیا۔ چوہدری صاحب نے تب ڈاکٹر کو بلوا بھیجا اور اس کی دوا کروائی۔ بڑا سلجھا بچہ ہے۔ اتنا سا منہ نکل آیا ہے۔ بیماری میں۔" جنتے کے پاس پوری کہانی تھی سنانے کو۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر اسے مزید بولنے سے روک دیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔تم جاؤ۔" جنتے ٹرے لیے آگے بڑھ گئی۔

اسے حیرت ہوئی تھی۔کتنی بے خبر رہی تھی وہ۔اتنا کچھ ہو گیا اور اسے خبر تک نہیں ہوئی تھی اور کیوں خبر ہوتی۔وہ جاننے کی خواہاں تھی بھی نہیں۔وہ اس شخص کے قریب جانا نہیں چاہتی تھی۔اگرچہ وہ اس سے اپنے رویے کی معافی بھی مانگ چکا تھا۔مگر اس کے باوجود وہ اس سے روابط بڑھانا نہیں چاہتی تھی۔

اس لیے وہ اس کی بیماری کا پتا چلنے کے باوجود بنا توجہ دیے اپنے کمرے میں آگئی تھی۔پھر جانے کیا سوجھی تھی کہ کھڑکی تک آئی اور دونوں پٹ وا کر کے سامنے دیکھنے لگی تھی۔جنتے آؤٹ ہاؤس سے باہر نکل رہی تھی۔ تفاوت کے باعث منظر اگرچہ نمایاں نہ تھا مگر وہ دیکھ سکتی تھی۔شاید جنتے اسے کھانا کھلا چکی تھی۔کیونکہ اس کے ہاتھ میں موجود ٹرے خالی تھی۔وہ کھڑکی بند کر کے واپس پلٹ آئی اور کتابیں کھول کر بیٹھ گئی۔

اگلے دن وہ جب ہلکی ہلکی پھوار میں بھیگنے سے بچنے کے سعیٔ کرتی سیب کے درخت تلے آن رکی تو دھیان تک نہ تھا کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے۔وہ گمان

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نہیں تھی۔سفید پھول اس پر ٹوٹ کر گر رہے تھے۔پیڑ پر پھل آنے کا موسم تھا۔وہ جھک کر ان سفید پھولوں کو چننے لگی تھی۔تبھی اس کے قریب دو قدم آن رکے تھے۔نگاہ بوٹوں پر پڑی تو وہ چونکی۔نظر اٹھا کر دیکھا تھا وہ بہت قدر آور دکھائی دیا تھا۔وہ یکدم ہی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔اس کے یہاں آنے کے امید نہیں تھی تو وہ کچھ حواس باختہ سی ہو گئی تھی۔

"بڑی بے مروت ہو گلابو! پتا بھی لینے نہیں آئیں۔کوئی تم سا بے مروت نہیں دیکھا۔" اس کا ازلی مزاج اسی طور بھر پور دوستانہ تھا۔وہ اس سے ایسے بات کرتا تھا جیسے اسے سالوں سے جانتا ہو۔بے تکلفی اس کے مزاج کا حصہ تھی مگر وہ اس سب کی عادی نہیں تھی۔

بارش تیز ہونے لگی تھی۔وہ قد بڑھا کے اس کے کچھ قریب ہوا تھا۔وہ ساکت سی رہ گئی تھی۔دانستہ ایک قدم پیچھے لیا تھا اور پیڑ کے تنے سے جا لگی تھی۔وہ اس کی سمت بغور دیکھنے لگا تھا۔

"تمہیں خوف آرہا ہے؟" وہ اس کے چہرے کو جیسے سطر سطر پڑھتے دیکھ کر بولا تھا۔وہ جو پٹر پٹر بولنے کی عادی تھی۔اس گھڑی اس کی زبان کو جیسے تالا

لگ گیا تھا۔زبان تالو سے جالگی تھی۔"مجھ سے یا اس بارش سے؟" وہ مسکرا رہا
تھا شاید اسے یہ احساس دینے کو کہ وہ اس کا دشمن نہیں وہ ڈرے مت... مگر
جتنے قریب وہ کھڑا تھا اس سے وہ حواس باختہ ہوگئی تھی۔ابھی کوئی دیکھ لیتا تو
جان پر بن آئی تھی۔پائیں باغ کا یہ حصہ اس وقت ویران تھا مگر کوئی دیکھ
بھی تو سکتا تھا نا! پارسا چوہدری کا سارا اعتماد سر پر پاؤں رکھ کر کہیں دور
بھاگ کھڑا ہوا تھا۔

"کیا ہوا؟ تم اس طرح گھبرا کیوں گئی ہو گلابو!" وہ اس کے بہت قریب کھڑا
تھا۔"یہ پھول کس کے لیے جمع کیے ہیں تم نے؟" وہ اس کے ہاتھوں کے
کٹورے میں بھرے سفید پھول دیکھ کر بولا تھا۔پھر جانے کیا سوجھی تھی کہ
اس کے ہاتھ سے تمام پھول لے کر اس پر اچھال دیے تھے۔

وہ اس گستاخی پر تلملا اٹھی تھی۔جانے کیسے اس کا ہاتھ اٹھا تھا اور یلماز کمال
کے چہرے پر اپنے نشان ثبت کر گیا تھا۔وہ ایک لمحے میں جانے کو آگے
بڑھی تھی۔مگر یلماز کمال نے اس کی کلائی تھام لی تھی۔وہ اس تیز بارش میں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بھیگتی پلٹ کر اس کی سمت گھومتی ہوئی سرخ نظروں سے اسے دیکھنے لگی
تھی۔

جانے ان نظروں میں کیا تھا۔

کوئی رعب حسن تھا یا اسے ترس آگیا تھا؟ مگر یلماز کمال نے اس کا ہاتھ
چھوڑ دیا تھا۔وہ بھاگتی ہوئی حویلی کے احاطے میں داخل ہوئی تھی۔یلماز کمال
تنہا اس پیڑ کے تلے کھڑا تا دیر بھیگتا رہا تھا۔

یار ڈاڈی عشق آتش لائی ہے

او یار سانوں لگ گئی بے اختیاری

سانوں لگ گئی بے اختاری

سینے دے وچ نہ سمائی ہے

وہ تانیا کے ساتھ مزار پر حاضری کے لیے گئی تھی۔

جب تانیا نے اس کے کان میں کھسر پھسر کی تھی۔

"اب بتا' کیا ہوا تھا کل سیب کے پیڑ تلے؟"

"کچھ نہیں ہوا تھا۔ڈھنگ سے منّت تو مانگنے دے‘ نیت بھی باندھنے نہیں دے رہی۔" اس نے ڈپٹا تھا۔تانیا مسکرادی تھی۔

"مجھے کھد بد لگی ہوئی ہے۔جب تک جانوں گی نہیں‘ چین نہیں پڑے گا۔"

"تجھے وہ ملنے آیا تھا؟" وہ آنکھیں میچے دعا کر رہی تھی جب وہ اس کے کان کے قریب منہ کر کے بولی تھی۔

"کان کے پردے تو مت پھاڑ۔" اس نے آنکھیں کھولے بنا ڈپٹا۔

"اچھا جلدی کرنا‘ اب ساری منتیں‘ مرادیں‘ دعائیں کیا آج ہی خدا کے حضور پیش کردے گی؟" تانیا نے کان کے قریب سرگوشی کی تھی۔اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا تھا۔

سفید دوپٹے کے احاطے میں وہ چہرہ بڑا پُر نور لگ رہا تھا۔تانیا نے اسے بغور دیکھا۔

"اب ایسے کیا دیکھ رہی ہے؟" وہ گھورتے ہوئے مدھم آواز میں بولی۔

"پارسا...! سچ میں... ایمان سے... تو اتنی خوب صورت ہے۔قصور اس بندے کا نہیں ہے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"بکواس مت کر۔" تانیا اس کے ڈپٹنے پر اپنا سا منہ لے کر رہ گئی تھی۔اس نے چہرے پر ہاتھ پھیر کر آنکھیں کھولی تھیں۔منت کا دھاگا لیا تھا اور باندھنے کو آگے بڑھی۔

"تانیا بکواس مت کیا کر مجھے کچھ خبر نہیں ہے۔کچھ بھی بولنے...!" اس کی بولتی یکدم بند ہوئی تھی۔جب اس کے دھاگا باندھتے ہاتھ پر کسی نے اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔اسے جیسے کرنٹ چھو گیا تھا۔نگاہ اٹھا کر دیکھا تو اس کو اپنے سامنے دیکھ کر وہ ساکت رہ گئی تھی۔

"کس منت کا دھاگا ہے؟ کیا مانگ رہی ہیں آپ خدا سے...؟ کچھ دعائیں ہمارے لیے بھی بچا کر رکھ لیں۔"

اس نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ کے نیچے سے کھینچا پھر پلٹ کر دیکھا تھا جہاں تانیا اپنے پیچھے دکھائی نہیں دی تھی۔بوکھلا کر دوبارہ دھیان اس بندے کی سمت پھیرا تھا۔

"آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟" وہ آج کمزور پڑنا نہیں چاہتی تھی۔کمزور پڑ جاتی تو وہ اور بھی شیر ہوجاتا۔

"ساری دعائیں کیا آپ پر ہی مانگنا فرض ہے؟ کوئی اور منت مانگنے نہیں آسکتا کیا؟" وہ مسکرایا۔

وہ لمحہ بھر کو دیکھ کر نظر انداز کرتی ہوئی دوبارہ سے منّت کا دھاگا باندھنے لگی تھی۔یلماز کمال نے بھی اپنا دھاگا اس کے دھاگے کے قریب باندھا تھا۔

"دیکھیں، آپ کے دھاگے کے ساتھ دھاگا باندھ رہا ہوں تاکہ تھوڑی اہمیت مل جائے۔آپ کی دعاؤں کا اثر اس دھاگے پر بھی ہوجائے۔" وہ کل کا تھپڑ شاید بھول گیا تھا۔لگ رہا تھا جیسے کل کا واقعہ ان کے درمیان ہوا ہی نہ ہو۔

کیا وہ واقعی بھول چکا تھا؟

پارسا چوہدری کو حیرت ہو رہی تھی۔وہ آدمی عجیب تھا۔

"گلابو! ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟ کہیں تم نے خدا سے مجھے تو نہیں مانگا؟ یہ دھاگا در پردہ میرے لیے تو نہیں؟" وہ مسکرایا۔

"کون سی زبان سمجھتے ہو ماسٹر جی! گاؤں سے باہر پھنکواؤں گی کیا تب بات سمجھ میں آئے گی؟ میرے ابا کو بھنک بھی پڑگئی تو پتا ہے کیا حشر کریں گے تمہارا؟ زندہ سالم اٹھا کر کتوں کے سامنے ڈال دیں گے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"چلو، تمہارے لیے یہ بھی منظور ہے۔" وہ سرسری انداز میں لے رہا تھا اس کے غصے کو۔سب کچھ مذاق میں ٹال رہا تھا۔

وہ پلٹ کر تانیا کو دیکھنے آگے بڑھی تھی مگر وہ اسے اطراف میں دکھائی نہیں دی تو وہ ہاتھ میں گری کی ٹھوٹھیاں لے کر آگے بڑھی اور انہیں زمین پر رکھ کر ان میں تیل انڈیلا اور پھر چراغ کی بتی اس گری میں رکھ کر بتی کو روشن کردیا۔

اس کے عقب میں کھڑا وہ اسے بغور دیکھ رہا تھا۔سفید دوپٹے کے حالے میں اس کا چہرہ بہت پُر نور لگ رہا تھا۔چراغ کی مدھم روشنی اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ایک روشنی کا احاطہ سا بن گیا تھا۔

اس نے شاید آج سے پہلے اس سے بھلا چہرہ نہیں دیکھا تھا اس سے زیادہ خوب صورتی نہیں دیکھی تھی۔اس کی نگاہ ساکت تھی وہ چراغ روشن کر کے اٹھ کھڑی ہوئی اور مزار پر موجود ایک ملنگ سے بات چیت کرنے لگی تھی۔

اسے اندازہ نہیں ہوا تھا۔اس کا سفید دوپٹا زمین پر جھول رہا تھا اور اس گھڑی اس نے اس گیری کے چراغ کو چھوا تھا اور سفید شیفون کے دوپٹے نے آگ پکڑلی تھی۔یلماز کمال سرعت سے آگے بڑھا تھا اور اپنے ہاتھوں سے اس دوپٹے کی آگ کو بجھانے لگا تھا۔مزار پر موجود سبھی لوگ چونک کر دیکھنے لگے تھے اور پلٹی تو وہ بھی تھی اور کسی قدر حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

اس کے دوپٹے کی آگ بجھ چکی تھی مگر اس کے ہاتھ جل چکے تھے۔وہ ساکت رہ گئی تھی۔

"یہ کیا کردیا تم نے؟ پاگل ہو گیا؟" تانیا نے ہجوم سے نکل کر اسے ڈپٹا تھا۔
پارسا چوہدری کچھ کہنے کی سکت جیسے اس لمحے نہیں رکھتی تھی۔

"چلوڈسپنسری چلو۔" تانیا نے کہا تھا مگر وہ کوئی جواب دیے بغیر ساکت سا کھڑا پارسا چوہدری کی سمت دیکھ رہا تھا۔

"پارسا! تو کیسی بے حس ہو رہی ہے' اس نے تیرا دوپٹا بجھایا ہے' کیا اس کی مدد کرنا ہم پر فرض نہیں؟" تانیا نے اس کی کلاس لی تھی۔اس کی سوئی ہوئی حسوں کو بے دار کرنا چاہا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔" وہ مضبوط لہجے میں بولا۔

ارد گرد ہجوم بن گیا تھا۔وہ اب سرکنے لگا تھا۔لوگ دوبارہ اپنی ذات میں مگن ہوگئے تھے۔

"چلو ہمارے ساتھ۔" پارسا نے اس کی سمت دیکھے بغیر کہا۔وہ ساکت کھڑا رہا تھا جیسے وہ کسی اور سے مخاطب ہو' اس سے نہیں۔

"میں کہہ رہی ہوں چلو۔" پارسا نے دوبارہ کہا تھا' انداز میں ایک اجنبیت تھی۔لہجہ بالواسطہ تھا۔وہ جب یوں ہی بت بنا کھڑا رہا تھا تو وہ اس کی کلائی ایک لمحے میں تھام کر اس ہجوم سے تیزی سے نکلنے لگی تھی...!

اذان کی آواز پر یکدم ہی اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔

وہ جیسے سوئی نہیں تھی' یونہی آنکھیں میچے لیٹی تھی۔اس نے سائیڈ لیمپ جلایا اور میز پر رکھے گھڑی میں وقت دیکھا۔صبح اسے کیمپس جانا تھا اور سر دکھ رہا تھا۔

نیند اس کی آنکھوں میں دور تک کہیں نہیں تھی۔وہ کچھ دیر تک یونہی ساکت سی بیٹھی رہی تھی پھر وضو کے لیے اٹھ گئی تھی۔شاید کچھ سکون مل جاتا۔وہ خدا کے سامنے سجدہ سجود تھی۔

...☆☆☆...

”کوئی کسی کو کیوں چھوڑ سکتا ہے دامیان سوری! اس کے پیچھے کیا اسباب پوشیدہ ہوسکتے ہیں؟“ للّی میک نے پوچھا تھا اور وہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

”ناکام ہو تم‘ ایک دم ناکام اپنی زندگی میں نہ کامیابیاں ہیں نا فتوحات اور چلے ہو مجھے جتانے کہ میں غلط ہوں۔“ تلخ لہجہ اس کی سماعتوں میں گونجا تھا۔

”پلیز‘ میری جان چھوڑ دو۔میں کیسی تھی یا نہیں تھی‘ اس سے تمہیں کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔میں تم سے کوئی تعلق رکھنا نہیں چاہتی۔یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی؟ کیا سمجھتے ہو تم خود کو...؟ کیا چیز ہو تم...؟ اس طرح کیوں سر پر سوار ہو اور کیا ثابت کرنے آئے ہو؟“

برھم‘ کڑوا‘ کسیلا لہجہ اس کی سماعتوں میں گونج رہا تھا۔کتنی نفرت تھی اس میں‘ کوئی مروت باقی نہیں تھی۔کیا وہ اتنی بے رحم تھی؟

”کیا ہوا؟ کیا سوچ رہے ہو تم!“ للّی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تو دامیان سوری چونک پڑا۔

”نہیں‘ کچھ نہیں‘ تم کیا کہہ رہی تھیں؟“

”میں زائرہ ملک سے ملی تھی۔ان کی شخصیت لا جواب ہے۔میں سوچتی رہی دوبندوں کے ساتھ رہنے کے کیا اسباب ہوتے ہیں اور دور جانے کی وجوہات کیا ہوتی ہیں؟ میں سمجھ نہیں پائی کہ وہ کیا شے ہے جو دو لوگوں کو ساتھ باندھتی ہے اور وہ کون سی چیز ہے جو انہیں کبھی باندھ نہیں سکتی۔نا کسی بندھن میں نا رشتے میں۔کچھ عجیب ہے نا؟ ہم صرف اسباب تلاشتے رہ جاتے ہیں کسی کے دور جانے کے۔خود کو الزام دیتے ہیں۔ملامت کرتے ہیں ہزار زاویوں سے سوچتے ہیں۔رد کرتے ہیں‘ خود اپنی ہی سوچوں کو جو کسی کے خلاف جاتی ہیں۔ہم کسی پر کوئی الزام عائد نہیں کرنا چاہتے شاید کٹھرے میں صرف اپنے آپ کو کھڑا کرتے ہیں اور اس دوسرے بندے کو اتنی سہولت

کیوں دیتے ہیں کہ اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں کا کچھ اندازہ ہی نہ ہو؟" للّی میک چپ ہو کر اپنے ہاتھ کی لکیروں کو دیکھ رہی تھی۔

"کیا دیکھ رہی ہو؟ ان لکیروں میں کیا ڈھونڈ رہی ہو؟"

"کچھ نہیں۔" وہ ایک گہری سانس خارج کرتی ہوئی ہاتھ کی لکیروں پر سے نگاہ ہٹا گئی۔

"للّی! میں نہیں جانتا کہ کوئی کیوں چھوڑ دیتا ہے اور کیوں دور جا نکلتا ہے مگر شاید اس میں کوتاہی ہماری بھی ہوگی۔ہم کبھی کبھی ان لوگوں کی قدر و قیمت سمجھ ہی نہیں پاتے۔" وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولا۔

"تم انا سے ملے؟" للّی نے پوچھا۔

"انا؟ تمہیں کیسے پتا چلا انابیتا بیگ کا پیار کا نام انا ہے؟" وہ چونکا۔

"تم نے ہی تو بتایا تھا۔" وہ سرسری سے انداز میں بولی۔

"اوہ! اچھا... شاید!" وہ عجیب بے خبری میں بولا۔

"تم اس سے ملے؟"

"اس سے ملنا کیا ضروری ہے؟" وہ اکتائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"کوئی ضرورت نہیں؟" وہ الٹا سوال پوچھنے لگی۔

"تم کیا جاننا چاہ رہی ہو للّی!"

"تم انا کے نام پر اتنے الجھ کیوں رہے ہو؟"

"میں انابیتا بیگ کے نام پر الجھ بالکل نہیں رہا مگر میرا اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔" وہ لاتعلقی سے بولا۔

"اور وہ دوستی؟" وہ حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"ہم میں کوئی گہری دوستی نہیں تھی اور لوگوں کی طرح ہم بھی ایک کیمپس میں ساتھ پڑھتے ہیں اور بس۔اس میں زیادہ کچھ نہیں۔نا دوستی، نا دشمنی۔" وہ عجیب الجھے انداز میں کہہ رہا تھا اور للّی میک اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

عائشہ بوا کافی لے آئی تھی تو دونوں چپ ہوگئے تھے۔للّی میک نے زیادہ نہیں پوچھا اور کافی کا کپ اس کی طرف بڑھا دیا۔

"آئی ایم سوری!" وہ کچھ تلخ لہجے میں بولا تھا تبھی اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا۔ للّی میک نے فوری جواب نہیں دیا تھا۔وہ اپنی کافی کے گھونٹ لینے لگی تھی۔

دامیان سوری کو اندازہ ہوا تھا کہ جو بھی ہوا تھا اس میں للّی کا کوئی قصور نہ تھا کہ وہ اس سے اس طرح بات کرتا یا پھر اپنا غصہ اس پر نکالتا۔

"آج کافی کچھ زیادہ تلخ ہے۔" ماحول کو بہت چپ چاپ دیکھ کر اسے پہل کرنی پڑی۔

"ہاں میں نے عائشہ بوا سے کہا تھا کہ کافی تلخ ہونا چاہیے۔"

"کیوں، آج تلخ کافی کیوں؟"

"وہ میں آج تھکی ہوئی بھی تھی اور کچھ سر درد بھی تھا۔"

"اوہ، کوئی دوا لے لو۔" وہ فکر مند انداز میں بولا۔

"دوا کی ضرورت نہیں، گرینی کہتی ہیں قدرتی طریقے سے صحیح ہونے دینا چاہیے تو میں بہت سا پانی پی رہی ہوں۔تھوڑی دیر میں بہتر محسوس کرنے لگوں گی؟" للّی نے کافی کا گھونٹ لیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"تمہیں وہ آنٹی بہت پسند آئی ہیں! للّی بتا رہی تھیں نا تم؟" وہ اپنی غلطی کا ازالہ کرتے ہوئے فکر مند انداز میں بولا۔

"ہاں وہ اچھی ہیں انہیں دیکھ کر ممی کی یاد آگئی۔انہوں نے کھانا میرے لیے اپنے ہاتھ سے بنایا تھا۔میں نے اپنی سوتیلی بہن کی تصویریں بھی دیکھیں، وہ میرے جیسی دکھائی دیتی ہے۔ہماری عادت و اطوار بہت ملتے ہیں۔میں سوچتی تھی میری صورت کس جیسی ہے۔شاید جہانگیر ملک سے ملتی جلتی ہے۔"

"تم اسے جہانگیر ملک کیوں کہتی ہو؟ کسی رشتے سے کیوں نہیں بلاتیں؟" اس نے پوچھا۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔رشتے صرف نام سے نہیں ہوتے دامیان سوری! رشتوں کو احساس دینا ضروری ہوتا ہے اور میں نے وہ احساس اس رشتے میں کبھی محسوس نہیں کیا شاید جہانگیر ملک نے وہ احساس دلانے کی ضرورت کبھی سمجھی ہی نہیں اور اسی لیے میں اس نام سے واقف تو ضرور ہوں مگر اس رشتے سے مانوس نہیں۔" وہ کپ کے کناروں پر انگلی پھیرنے لگی تھی۔

"رشتے کبھی کبھی بہت الجھی ہوئی ہیئت رکھتے ہیں نا؟" دامیان سوری نے نکتہ اٹھانا۔

"ہاں' کبھی کبھی رشتوں کی ہیئت کچھ نا سمجھ میں آنے والی ہوتی ہے مگر ہمیں کوئی سراتو ڈھونڈنا ہوتا ہے۔" للّی بولی۔

"اور اگر سرا نہ مل پائے تو؟" دامیان سوری متجس ہوا۔

"پتا نہیں۔یہ نہیں جانتی کہ اگر سرا نہ مل پائے تو کیا کرنا چاہیے یا کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے۔ان آنٹی کے ڈیڈی ہیں۔بڑی دلچسپ باتیں کرتے ہیں۔ میں کافی دیر بیٹھی ان سے باتیں کرتی رہی۔اندر کہیں بہت سکون ملا۔"

"تمہیں اچھا گھر جیسا ماحول مل گیا' یہ تو اچھا ہوا۔" دامیان سوری بولا۔

"مجھے سمجھ نہیں آیا کہ آیا وہ میرا گھرانا ہے یا نہیں مگر مجھے ان سے مل کر برا نہیں لگا۔" للّی میک صاف گوئی سے بولی۔

"اچھا لگا...! اگر برا نہیں لگا تو؟" دامیان سوری نے پوچھا۔

"ہاں شاید' اچھا لگا۔بڑا عجیب سا رشتہ ہے ہم میں۔وقت کیسے کیسے رشتے بنا دیتا ہے۔" للّی نے اعتراف کیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"رشتے عجیب نہیں ہوتے للّی! ہم انہیں عجیب بنا دیتے ہیں۔" دامیان سوری نے کہا۔"کبھی کبھی دکھائی دینے والا منظر اپنے پیچھے کچھ اور پس منظر بھی تو رکھ سکتا ہے نا۔یا پھر یہ بھی ہوسکتا ہے جس زاویے سے ہم دیکھ رہے ہوں اس کی حقیقت کچھ ہو ہی نا۔سب کچھ سراب بھی تو ہوسکتا ہے نا؟"

"ہاں شاید سب دھوکا ہی ہو اور پیش منظر یا پس منظر سے واسطہ ہی نہ ہو۔ بہت الجھا ہوا ہے نا سب کچھ؟" للّی اس کی سمت دیکھنے لگی۔

"ہاں' کسی قدر!" وہ کھوئے سے انداز میں بولا۔

...☆☆☆...

"بھابی کا کچھ پتا چلا؟" وہ فون کان سے لگائے کھڑا تھا جب ایشاع اس کے پاس آئی تھی۔

"نہیں' ابھی تک تو کچھ نہیں پتا۔" وہ عجیب الجھا دکھائی دیا۔

"آپ پریشان نہ ہوں بھابی کے سب دوستوں کو فون کریں ہوسکتا ہے وہ کسی دوست کی طرف رک گئی ہوں؟"

"نہیں، وہ ایسا نہیں کرتی؟" معارج تغلق نے بہن کے دیے گئے جواز کو رد کیا۔

"آپ نے ان کے گھر فون کیا...؟ کہیں وہاں تو نہیں۔" ایشاع ہر ممکن کوشش کرنا چاہتی تھی کہ وہ مل جائے کیونکہ اب وہ بھی فکر مند ہوگئی تھی۔رات ہوگئی تھی۔دس بج رہے تھے اور ایسے میں انائیا ملک کا گھر میں موجود نہ ہونا تشویش کا باعث ہی تھا۔

"میں نے انہیں فون کیا تھا اور وہ بھی پریشان ہوگئی ہیں۔انائیا ملک کے سبھی دوستوں کو وہ فون کرچکی ہیں۔" معارج تغلق اسے بتاتے ہوئے وہاں سے نکل گیا۔

"کہاں جا رہے ہو تم؟" سدرہ تغلق نے دریافت کیا۔

"انائیا کو ڈھونڈنے..." اس نے پلٹ کر جواب دیا۔چہرہ بے تاثر تھا۔وہ عجیب ٹھہرا ہوا مزاج رکھتا تھا یا اپنے احساسات پر کسی پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔" ممی نے کہا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"نہیں آپ کو تکلیف ہوگی، رہنے دیں میں دیکھتا ہوں۔" وہ مدھم لہجے میں بولا۔

"مگر کہاں ڈھونڈو گے تم اسے؟" ممی خود بھی پریشان تھیں۔

"ہر جگہ، کہیں تو ہوگی وہ۔" وہ کوئی نمبر ملا کر موبائل کان سے لگاتا وہاں سے نکل گیا۔

...☆☆☆...

سدرہ تغلق نے تیمور تغلق کا نمبر ملا کر مطلع کیا تھا۔

"کہاں چلی گئی؟" وہ پریشان ہو اٹھے تھے۔

"پتا نہیں، مگر وہ گھر واپس نہیں آئی۔صبح جاب پر گئی تھی اور کوئی پتا نہیں۔" سدرہ نے بتایا۔

"تم فکر مت کرو، میں پتا کرواتا ہوں۔اسپتال، تھانے میں ہر جگہ۔تم دعا کرو سب ٹھیک ہو۔" تیمور تغلق نے کہا تھا اور سدرہ تغلق کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے کر دبایا ہو۔

"خدا نہ کرے اسے کچھ ہو۔شادی کا گھر ہے، ہم ان کی نئی زندگی کی خوشیوں کو منانے کا بندوبست کر رہے ہیں اور ایسے میں... اے خدا اسے اپنی امان میں رکھنا۔وہ جہاں بھی ہے اسے با حفاظت گھر پہنچا دے۔میرے ربّ اس بچی کی حفاظت فرما۔" تیمور سے بات کرنے کے بعد وہ سچے دل سے انائیا ملک کے لیے دعا کرنے لگی تھیں۔

معارج تغلق سپاٹ چہرے کے ساتھ گاڑی ڈرائیو کر کے گھر سے باہر نکل رہا تھا۔جب اس کا سیل فون بجا تو اس نے فوراً فون پر جگمگاتا نمبر دیکھا، وہ انائیا کا تھا۔اس نے فوری طور پر کال لی مگر دوسرے ہی پل رابطہ منقطع ہو گیا تھا۔

"انائیا... انائیا...!" وہ پکارتا رہا مگر دوسری طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہو رہا تھا۔

تب اس نے فوری نمبر دوبارہ ملایا تو دوسری طرف فون بند ملا تھا۔

"ہاہ...!" اس نے اسٹیرنگ پر ہاتھ مارا۔

اس نے لمحہ بھر کو سوچا پھر اس کے سیلولر کمپنی کو فون کیا تھا۔وہ اپنے سارے اختیارات اور تعلقات استعمال کر رہا تھا۔تبھی اس کی درخواست پر فوری عمل کیا گیا تھا۔

"مجھے یہ معلوم کرنا ہے، مجھے ابھی اس نمبر سے فون موصول ہوا ہے مگر میرے ملانے پر فون بند کا جواب موصول ہورہا ہے۔"

"سر! ہم آپ کو کچھ ہی دیر میں مطلع کرتے ہیں۔" تابعداری سے کہا گیا۔

اس نے ایک کوشش اور کی تھی مگر اسے کامیابی نہیں ہوئی۔ایک پل میں ساری صورت حال اپنے اختیارات سے باہر لگی۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ فوری طور پر کیا کرنا چاہیے۔ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ کسی بھی صورت حال کو لے کر اس کا دماغ اتنا ماؤف تھا ورنہ وہ ہمیشہ بہت مستعد رہتا تھا۔مگر اس لمحے جیسے ساری حسیات منجمد ہو گئی تھیں۔

”ہم اس نمبر کو ٹریس نہیں کر پا رہے کیونکہ فون بند ہے‘ ہوسکتا ہے بیٹری ڈیڈ ہوگئی ہو۔“ تھوڑی دیر بعد اسے مطلع کیا گیا تھا۔

”اوہ‘ اچھا۔کیا مجھے معلوم ہوسکتا ہے کہ کال جب موصول ہوئی اس وقت وہ کیا مقام ظاہر کر رہا تھا؟“ اس نے پوچھا۔

”رکیں تغلق صاحب! کوشش کرتا ہوں۔“ اسے ہولڈ کروایا گیا تھا اس دوران وہ گاڑی چلاتے ہوئے ارد گرد دیکھتا رہا تھا کہ کہیں کسی حادثے کے شواہد مل جائیں۔وہ اپنے ذہن کو ہر قسم کی صورت حال کے لیے تیار کیے ہوئے تھا۔

”سر! یہ نارتھ میں واقع کسی اسپتال کا مقام ہے۔“

”اوہ‘ اسپتال...!“ اس کی ساری حسیں ایک لمحے میں جیسے بے دار ہوگئی تھیں۔

”کس کا نمبر ہے۔خیریت؟“ کمپنی کی طرف سے دریافت کیا گیا تھا۔

”میری مسز کا... وہ صبح گھر سے آفس کے لیے گئی تھی مگر واپس نہیں پلٹی۔“

”اوہ‘ یہ تو بری خبر ہے۔ہمیں امید ہے‘ وہ خیریت سے ہوں اور کوئی خدمت کر سکتے ہیں؟“ بہت تابعداری سے دریافت کیا گیا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”نہیں شکریہ‘ میں جانتا ہوں نارتھ کی طرف کون سا اسپتال ہے۔بہت شکریہ۔“ اس نے کہہ کر سلسلہ منقطع کیا تھا اور گاڑی کا رخ نارتھ کی طرف موڑ دیا۔ اسپتال کے سامنے گاڑی روک کر وہ استقبالیہ پر آیا۔

”یہاں کسی ایکسیڈنٹ کے مریض لائے گئے ہیں؟ ایک لڑکی‘ پانچ فٹ سات انچ لمبی۔دبلی پتلی۔“ وہ بہت الجھا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔استقبالیہ پر موجود لڑکی نے اسے دیکھا تھا پھر رجسٹر کھول کر دیکھنے لگی۔

”نہیں‘ کوئی لڑکی یہاں نہیں لائی گئی مگر ایک مرد مریض لایا گیا ہے۔“

اس کی معلومات کے مطابق انائیا ملک کو یہاں ملنا چاہیے تھا مگر...!

”اوہ خدا کہاں ہے وہ؟“ وہ الجھے انداز میں بالوں میں ہاتھ پھیرتا ہوا پلٹا تو سامنے راہداری پر اس کی نگاہ ساکت ہوگئی تھی۔اسے خوشی تھی یا حیرت۔وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

اس نے اس کی جانب پیش قدمی کی۔

انائیا وہیں رک گئی تھی۔

وہ قریب پہنچ کر دیکھنے لگا تھا۔کیا گمان کو یقین کی صورت دیکھنا چاہتا تھا۔یقین کرنا چاہتا تھا کہ وہ وہی تھی اور وہ کوئی خواب نہیں دیکھ رہا تھا یا کوئی ذہنی کیفیت اس پر حاوی نہیں تھی؟

بنا کچھ بولے وہ اس کے سامنے کھڑی تھی۔پھر شرمندہ سی بولی تھی۔

"آئی ایم سوری، میرا موبائل بیٹری ختم ہونے کے باعث بند ہو گیا ہے۔میں کوشش کر رہی تھی کسی طرح مطلع کردوں۔میں دو تین بار استقبالیہ پر بھی آئی تھی مگر اسی وقت ڈاکٹر نے بلا لیا تھا۔میرا ایک ملازم بہت شدید زخمی حالت میں ہے، اسے یہاں لایا گیا تھا۔میرا یہاں آنا ضروری تھا۔اسے آپریشن روم میں لے جایا گیا ہے۔دعا ہے کہ وہ زندہ بچ جائے۔" وہ بہت نڈھال دکھائی دے رہی تھی۔

وہ اسے زندہ دیکھ کر خوش تھا؟

کوئی اطمینان اندر اترا تھا؟

کوئی سکون دل نے محسوس کیا تھا؟

وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ وہ فوری طور پر کیا رد عمل ظاہر کرے۔اس کے صحیح سلامت بچ جانے کا اطمینان تھا۔انائیا ملک کو وہ چپ چاپ تک رہا تھا۔

کیا وہ یقین کر رہا تھا وہ واقعی زندہ ہے؟ انائیا ملک کو نہ جانے کیا ہوا کہ اس کے قریب آئی اور سر اس کے شانے پر رکھ دیا۔کیا ہوا تھا یہ اچانک اسے؟ اس کا یہ اقدام کس بات کی علامت تھا؟

اس کے گرم گرم آنسو اس کے کندھے کو بھگو رہے تھے۔

وہ حیران تھا اور کسی قدر ساکت بھی۔

کیا یہ صرف اس لیے تھا کہ وہ کسی خاص کیفیت کے زیر اثر تھی؟ پریشان تھی؟

کسی مشکل وقت میں کسی اپنے کو دیکھ کر وہ بچوں کی طرح رونے لگی تھی۔

کیا وہ اسے اپنا مانتی تھی؟

کیا وہ اس سے اتنی قریب تھی کہ اپنے درد بانٹ سکتی؟

وہ اس کے شانے پر سر رکھے آنسو بہا رہی تھی۔

وہ بنا کوئی حرکت کیے بالکل خاموش کھڑا تھا۔وہ اس کے بہت قریب تھی۔

اتنا... شاید اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ قریب آئے گی۔

ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ اسے پاگلوں کی طرح ڈھونڈ رہا تھا' اس کی کھوج کے لیے تدبیریں کر رہا تھا اور اب جب وہ اچانک صحیح سلامت دکھائی دی تھی تو اس نے اس کے اطراف اپنا حصار بھی نہیں باندھا تھا۔نہ چھو کر دیکھنے کی گستاخی کی تھی کہ وہ سچ میں وہی ہے یا اس کا ہیولہ ہے۔کیا اسے یقین تھا کہ یہ یہی ہے؟ کیا وہ اتنی تنہا ہوگئی تھی کہ اس کے سامنے آنے پر اپنے پر اختیار نہ رہا تھا؟

انائیا ملک کی طبیعت اور مزاج وہ شاید کبھی سمجھ نہیں پایا تھا۔

وہ شاید کچھ بہتر محسوس کر رہی تھی اندر کا سارا خوف' درد بہا کر کچھ سکون ہوا تھا۔تبھی وہ اس سے الگ ہوئی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"میں... بہت پریشان ہوگئی تھی...!" وہ شاید اپنی غلطی پر بے اختیاری سے اس کے شانے پر آنسو بہانے پر شرمندہ تھی۔تبھی سر جھکا کر بولی۔

معارج تغلق نے اس کو خاموشی سے دیکھا۔

کسی قدر شرمندہ سہی' مگر انداز دلربا تھا۔مگر وہ چپ چاپ دیکھتا رہا تھا۔

"یہاں کوئی مدد کے لیے نہیں تھا۔اس ملازم کے سارے رشتے دار دوسرے شہر میں ہیں۔مجھے جب اس حادثے کی خبر ملی تو میں میٹنگ ختم کر کے نکل رہی تھی مگر تب گاڑی گھر کے بجائے اسپتال کی طرف موڑنا پڑی۔میں نے موبائل کی بیٹری ختم دیکھی تو اندازہ ہوا کہ گھر میں سب کس قدر پریشان ہوں گے۔مگر میں مطلع نہیں کرپائی۔ڈاکٹر کیس لے نہیں رہے تھے' ان کا کہنا تھا کسی سرکاری اسپتال لے جایا جائے۔ایسے کیسز وہ نہیں لیتے مگر اس میں دیر ہو سکتی تھی اور ایسے میں جان جانے کا خطرہ بڑھ جاتا۔" وہ مدھم لہجے میں بتا رہی تھی۔

معارج تغلق نے بہت آہستگی سے ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔اس نے کچھ حیرانی سے اسے دیکھا۔مگر وہ اسے لے کر اسپتال کی کینٹین کی طرف آگیا تھا۔

کاؤنٹر پر رک کر اس کے لیے جوس لیا اور اس کی طرف بڑھا دیا۔وہ بہت نڈھال لگ رہی تھی۔چپ چاپ جوس تھام کر گھونٹ لینے لگی تھی۔

معارج تغلق کچھ دیر تک یونہی چپ چاپ کھڑا اس کی سمت بغور دیکھتا رہا پھر کچھ توقف کے بعد بولا۔

”اب کیا کرنا ہے؟ کسی قسم کی مدد کی ضرورت تو نہیں؟“ معارج تغلق کے دریافت کرنے پر وہ سر اٹھا کر دیکھنے لگی۔

”نہیں، شکریہ۔کسی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔میں نے آپریشن کی فیس جمع کرا دی ہے۔ایک دن میں کتنا کچھ ہو گیا پہلے وہاں ایونٹ لوکیشن پر گڑ بڑ ہو گئی۔ پھر میٹنگ لیٹ ہو گئی۔پھر ورکرز چھوڑ کر چلے گئے اور پھر یہ ایکسیڈنٹ... شاید کوئی مشکل دن تھا یہ۔شکر ہے اختتام ہو گیا۔“ وہ پہلی بار اس سے کچھ شیئر کر رہی تھی۔اپنے اور اس کے درمیان کے سارے اختلافات بھول کر۔

کیا کسی تعلق کی پیش رفت تھی یہ؟

کسی رشتے کا آغاز تھا؟

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

یا صرف اس لیے تھا کہ وہ نڈھال تھی۔فکر مند تھی اور ایک مشکل دن کے اختتام پر کھڑی تھی؟ اس نے ایک گہری سانس خارج کی تھی۔اس کا زندہ اور صحیح سلامت ملنا اس کے لیے خوش گوار رہا تھا۔

”یہیں رک کر آپریشن تک انتظار کرنا ہے یا گھر چلیں؟“ معارج تغلق جیسے ہر بات کے لیے اس کا پابند تھا۔اس کی اجازت طلب کر رہا تھا۔

وہ سر اٹھا کر دیکھنے لگی تھی۔غالباً وہ فوری فیصلہ نہیں کر پائی تھی۔تبھی وہ موبائل جیب سے نکال کر گھر کا نمبر ملا کر بات کرنے لگا۔

”جی ممی...! پریشانی کی بات نہیں‘ انائیا مل گئی ہے۔میرے ساتھ ہے اس وقت... آپ زائرہ ممی کو بھی فون کر کے مطلع کر دیں... ہم اس وقت اسپتال میں ہیں۔نہیں پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے... سب ٹھیک ہے۔باقی ہم گھر آ کر بتائیں گے۔ڈیڈی سے بھی کہہ دیں پریشان نہ ہوں... ہم تھوڑی دیر میں پہنچ رہے ہیں۔“ معارج تغلق نے کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا۔

اس کے بارے میں سب کتنے فکر مند تھے۔انائیا کو سوچ کر شرمندگی ہو رہی تھی۔

"ڈیڈی نے تمام تھانوں میں اطلاع دے دی تھی اور شہر کی ساری پولیس حرکت میں آگئی ہے کہ تغلق خاندان کی اکلوتی بہو گمشدہ ہوگئی ہے۔سارے کارکن اسپتال چھان رہے تھے سب کتنا عجیب ہوا آج۔" معارج تغلق نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہہ کر اس کی جانب دیکھا تھا۔

"میں معذرت چاہتی ہوں۔" انائیا ملک شرمندہ دکھائی دی۔"آپ سب کو میری وجہ سے زحمت اٹھانا پڑی۔"

"میرا خیال ہے تم بھی تھک گئی ہو گھر چلتے ہیں۔میں کسی کو یہاں بھیج دوں گا۔یا پھر ہم کچھ دیر بعد چکر لگا لیں گے اور ڈاکٹر سے بات بھی کرلیں گے۔" معارج تغلق نے ایک معقول نکتہ سامنے رکھا۔

وہ سر ہلاتی ہوئی اس کے ساتھ گاڑی کی طرف آگئی۔

معارج تغلق نے چپ چاپ ایک نظر اس کی طرف ڈالی جو اس کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھی تھی۔وہ بہت تھکی ہوئی تھی تبھی سیٹ بیلٹ باندھنے کے بعد سیٹ کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اس لمحے وہ کتنی بے ضرر اور معصوم لگی تھی۔بالکل کسی بچے جیسی، جو کسی طرح کی بناوٹ سے پاک اور سازشوں سے دور ہوتا ہے جسے کسی سے کوئی سروکار نہیں ہوتا نا مطلب ہوتا ہے۔

کیا وہ سچ میں اتنی سادہ لوح تھی؟

اتنی بے ضرر تھی اور معصوم تھی؟

معارج تغلق اس کی سمت سے نگاہ ہٹا کر ڈرائیونگ کرنے لگا تھا۔

...☆☆☆...

"انا! یہ کیا بدتمیزی تھی؟" اس وقت جو ہوا تھا اس پر اسے کسی نے فوری سرزنش نہیں کی تھی۔مگر آج موقع دیکھ کر ممی اس کے پاس آگئی تھیں۔

وہ چونکتے ہوئے دیکھنے لگی۔

"کس بارے میں بات کر رہی ہیں آپ ممی! کیا ہوا؟" انابیتا بیگ کچھ نا سمجھتے ہوئے بولی۔

"تم نے جو دامیان سوری کے ساتھ کیا؟" ممی نے یاد دلایا۔

"اوہ!" اس نے ہونٹ سکوڑے تھے اور پھر سر جھکا گئی تھی۔

"ہم نے تمہیں اس طرح کی تربیت کبھی نہیں دی انا! ہمیشہ چھوٹوں بڑوں کی عزت کرنا سکھایا' پھر تم نے اس طرح اس بچے کو بے عزت کیوں کیا وہ بھی سب کے سامنے...؟ کتنا برا لگا ہوگا اسے۔ گھر کے سارے نوکر بھی موجود تھے۔ ہر انسان کی عزت نفس ہوتی ہے اور ہم پر بہ حیثیت انسان فرض ہے کہ اس عزت کا احترام کریں۔ ہمیں کوئی حق نہیں کسی کو اس طرح بے عزت کرنے کا۔ تمہیں اس کے لیے اس سے معافی مانگنا چاہیے۔" ممی نے سمجھایا۔

وہ سر جھکائے سامنے پڑے نوٹس کو خالی خالی نظروں سے دیکھتی رہی تھی۔

"ممی آپ معاملے سے واقف نہیں ہیں۔" انابیتا بیگ نے کہا۔

"کچھ بھی سہی... مگر یہ غلط ہے جو تم نے کیا۔ کسی کو اس طرح بے عزت نہیں کرتے اور وہ تو یوں بھی تمہارا دوست ہے۔" ممی نے سمجھایا تھا۔

"وہ میرا دوست نہیں ممی!" اس نے فوراً احتجاج کیا تھا۔ پھر اندازہ ہونے پر لب بھینچ لیے تھے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"چھوٹے چھوٹے اختلافات ہونے سے دوستی ختم نہیں ہوجاتی انا بچوں جیسی باتیں مت کرو۔ اس نے بتایا تھا کہ تم اس سے ناراض ہو تبھی وہ اس شام تمہیں منانے کو یہاں تھا اور کچن میں کھانا بنا رہا تھا تاکہ پھر سے اس دوستی کو بحال کرسکے۔" ممی نے بتایا۔

"اس نے آپ کو وجہ بتائی؟" وہ ایک پل کو زمین میں گڑ گئی تھی کہ اگر وجہ ممی کو پتا چل گئی۔ اسے بھی تو دامیان سوری نے بے عزت کیا تھا۔ کیا وہ کم تھا وہ اسے نظر انداز کردیتی؟ جتنا اس نے کیا تھا وہ اس کے مقابلے میں کچھ نہیں تھا جو دامیان سوری نے اس کے ساتھ کیا تھا۔ اس نے للّی کو بہتر ثابت کرنے کے لیے اسے نیچا دکھایا تھا۔ اسے اس سے کمتر بتایا تھا۔ کیا یہ ٹھیک تھا؟ پھر ممی اس سے شکایت کیوں کر رہی تھیں کہ اس نے غلط کیا؟

"نہیں' اس نے وجہ نہیں بتائی مگر بتا رہا تھا کہ تم کسی بات سے ناراض ہو گئی ہو اور وہ تمہیں منانا چاہتا ہے۔ بیٹا دوستوں میں چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ دوستی ختم ہوگئی۔ اتنے سالوں کا ساتھ ہے تم لوگوں کا۔ اب جب کہ یونیورسٹی ختم ہو رہی ہے تو یہ مناسب نہیں کہ اس

طرح دوستی ختم کردی جائے۔ تم لوگ یونیورسٹی میں پڑھتے ہو پرائمری اسکول میں نہیں۔ سمجھ داری سے کام لو۔ کل جب عملی زندگی میں قدم رکھو گی تو یہ سب بہت یاد کرو گی۔ چھوٹی چھوٹی لڑائیاں جھگڑے دوستی کا حصہ ہیں۔ اختلافات ہوجائیں تو دوستی ختم نہیں ہوتی۔ کل کو تم سب اپنی اپنی زندگیوں میں مصروف ہوجاؤ گے پھر کسے فرصت ہوگی کہ دوسرے سے ملے اور پوچھے۔ یہ دوستی بھی شاید تب اس طرح قائم نہ رہے اور کچھ دوریاں آجائیں مگر جب کبھی ملو گے تو اس ساتھ گزارے وقت کو ضرور یاد کرو گے۔

بیٹا اچھی یادوں کو سمیٹتے ہیں اور بری کڑوی یادیں وہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ دل میں کچھ ہے تو کہہ سن کر معاملہ رفع دفع کرو اور بات کرو۔" ممی نے پیار سے سمجھایا۔

"ممی! اس نے جو کیا وہ بھلائے جانے کے قابل نہیں ہے اور اس کے لیے میں اسے معاف نہیں کرسکتی۔ کوئی بھی شے یک ساں نہیں ہوتی ہمیشہ کچھ بھی ایک طرح سے برقرار نہیں رہتا۔ تو یہ دوستی بھی اختتام پزیر ہوئی۔ دامیان سوری کو ایسا سمجھ لینے کی ضرورت ہے۔ میں اس سے واسطہ رکھنا نہیں چاہتی۔ تو

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اسے بھی مجھ سے دور رہنا چاہیے۔" وہ سننے کو تیار نہیں تھی۔ ممی اسے دیکھتی رہ گئی تھیں۔

ایسی کیا بات ہوئی ہوگی کہ اناہیتا بیگ کی عزت نفس اتنی مجروح ہوئی؟ وہ معمولی باتوں پر غصہ نہیں کرتی تھی۔ بہت سلجھا ہوا مزاج تھا اس کا۔ پھر ایسا کیا ہوا تھا کہ وہ اس طرح رویہ اختیار کر رہی تھی؟ اس کی وجہ کچھ تو رہی ہوگی۔

ممی نے خاموشی سے اسے دیکھا تھا پھر اٹھ کر باہر نکل گئی تھیں۔

اناہیتا بیگ نے الجھے ہوئے انداز میں کتاب بند کی تھی اور سر کرسی کی پشت سے ٹکا دیا تھا۔

...☆☆☆...

"بھابی ہم سب اتنے پریشان ہوگئے تھے اور بھائی...! ان کی کیفیت تو عجیب تھی۔ چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں اور مجھے پہلی بار اندازہ ہوا کہ بھائی آپ سے کتنا پیار کرتے ہیں۔" ایشاع اسے بتا

رہی تھی۔

وہ چونکتے ہوئے معارج تغلق کو دیکھنے لگی تھی جو اس وقت کچھ فاصلے پر کسی سے فون پر بات کر رہا تھا۔

"یہ تو سچ ہے۔زمین تو میرے قدموں کے نیچے سے بھی نکل گئی تھی۔ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ہم تو تم سے جڑے ہوئے ہیں تو یہ حال ہے تم دونوں تو جیون ساتھی کا رشتہ رکھتے ہو۔معارج اگر پریشان تھا تو یہ حیرت کا باعث نہیں۔" سدرہ تغلق کو شاید پہلی بار اندازہ ہوا تھا کہ معارج تغلق اس کے لیے کیا محسوسات رکھتا تھا۔

وہ جس طرح اسے اٹھا کر گھر لے آئے تھے اس پر وہ یہی سوچ رہی تھی کہ یہ شادی صرف معارج تغلق کی ضد کی وجہ سے ہوئی ہے اور شاید زیادہ دن تک نہیں چلے گی۔وہ انائیا ملک کو تغلق محل میں لا کر بھی الجھنوں میں گھرے تھے مگر اب جب ایک لمحے نے کسی قدر جتا دیا تھا تو انہیں اطمینان ہوا تھا کہ

وہ اس کے معاملے میں اتنا غافل نہیں۔کچھ خیال تو ہے اس کا تبھی تو اتنا پریشان ہو گیا تھا اور تلاش کے لیے نکل کھڑا ہوا تھا۔

"شکر ہے آپ بالکل ٹھیک ہیں بھابی! ورنہ میرے بھائی کا تو بہت نقصان ہو جاتا۔" ایشاع نے کہا تو سدرہ تغلق نے اس کا صدقہ اتارا تھا اور کئی ہزار کے نوٹ اس کے سر پر وار کر ملازم کو دیتے ہوئے کہا۔

"اسے کسی غریب کو دے دینا۔"

"میں تو سچ میں پریشان ہو گئی تھی بھابی! شگن کے کام ہو رہے تھے۔میں مایوں کی تیاری کر رہی تھی اور ایسے میں اگر ایسا کچھ ہوجاتا تو...!" ایشاع نے پریشانی سے کہا۔

"میں ٹھیک ہوں ایشاع مگر مایوں... اس کی کیا ضرورت ہے؟" اس نے اختلاف کرنا چاہا۔

"کرنے دو نا پوری اپنی خوشی بیٹا! اکلوتا بھائی ہے اس کا۔دل میں بہت ارمان ہوں گے۔" سدرہ نے سمجھایا۔

انائیا ملک چپ ہو گئی تھی۔

اب اس ڈرامے کا حصہ بھی بننا تھا۔ایک ڈراما بھائی نے بندوق تان کے نکاح نامے پر دستخط کروا کے کیا تھا اور دوسرا بہن شادی کی باقاعدہ رسمیں کروا کے کر رہی تھی۔

وہ چائے کے گھونٹ لے رہی تھی۔بے دھیانی میں بیٹھی تھی جب ایشاع نے اس کے سر پر پیلا بڑا بھاری کام والا دوپٹا ڈال دیا تھا۔وہ حیران رہ گئی تھی۔

"دیکھو بھائی کیسا لگ رہا ہے؟" ایشاع نے بھائی کی رائے چاہی تھی۔معارج تغلق نے فون کا سلسلہ منقطع کر کے مکمل توجہ سے انائیا ملک کی سمت دیکھا تھا۔

پیلے دوپٹے کے ہالے میں اس کا چہرہ بہت کھل رہا تھا۔کچھ تھا کہ وہ نگاہ ہٹا نہیں پایا تھا۔اس کے اس طرح دیکھنے پر وہ حیا سے لال ہی ہوگئی تھی۔کل ان کے درمیان جو بھی ہوا تھا اس سے ان کے درمیان ایک نا معلوم سی خاموشی تھی۔جس کے معنی شاید وہ دونوں نہیں سمجھ پا رہے تھے یا پھر وہی اس معاملے میں کوری تھی۔

وہ گھر اس کے مکین، پھاہے رکھنے خوب جانتے تھے۔اگر بیٹے سے کچھ ناانصافی ہوئی تھی تو ایک ایک فرد اس کی کوتاہیوں کا ازالہ کرنے کو تیار بیٹھا تھا، مگر کیا یہ سب اس ایک غلطی کا خمیازہ ہوسکتا تھا یا مداوا بن سکتا تھا؟

"اس کے ساتھ پھولوں کی جیولری ہوگی۔دونوں ہاتھوں میں چوڑیاں پیلے کانچ کی ہوں گی بھابی اچھی لگیں گی نا بھائی؟" ایشاع نے مسکراتے ہوئے دریافت کیا۔

"بلا شبہ انائیا بہت خوب صورت لگے گی۔پیلا رنگ خوب کھل رہا ہے کسی کی نظر نہ لگے۔" سدرہ تغلق مامتا سے بھر پور لہجے میں بولی تھیں۔انائیا نے معارج تغلق کی طرف دیکھا جو مسلسل اس ہی کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا۔اسے اطراف کا کچھ خیال نہ تھا۔وہ اس کے قریب آکر رکا تھا۔کپ اس کے ہاتھ سے لے کر میز کی سطح پر رکھا تھا اور پھر شانوں سے تھام کر کھڑا کردیا۔پیلا دوپٹا سر سے سرکا تو معارج تغلق نے دوپٹا دونوں ہاتھوں سے تھام کر اس کے سر پر ڈال دیا اور بھر پور توجہ سے دیکھنے لگا۔

وہ اس کے انداز پر حیران تھی۔دوسرے سب لوگوں کی موجودگی پر کچھ شرمندہ ہورہی تھی۔ایشاع اور ممی کو غالباً اندازہ تھا تبھی وہ بہانے سے ان دونوں کو اکیلا چھوڑ کر وہاں سے ہٹ گئی تھیں۔

"ایسے... ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں؟" وہ اسے بے خود ہوتا دیکھ کر کسی قدر تذبذب کا شکار ہوئی تھی۔

معارج تغلق اس کے چہرے کو خاموشی سے تکتا رہا۔پھر ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے کو ہاتھ میں لیا اور بغور دیکھتے ہوئے مدھم سرگوشی میں بولا تھا۔

"تم اچھی لگ رہی ہو... واقعی اگر تمہیں کل کچھ ہوجاتا تو میرا نقصان ہوجاتا۔"

اس کی بات انایا کو چونکا گئی تھی۔کیا وہ اسے اس حد تک چاہتا تھا کہ اسے اس کے مرنے پر فرق پڑتا یا کچھ ہوجانے پر اسے تکلیف ہوتی؟

"یہ مت سمجھو کہ تمہارا بیمار ہو رہا ہوں؟" اس کا مدھم لہجہ اپنے اندر اسرار رکھتا تھا۔وہ چپ چاپ اس کے سامنے کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔

"لیکن کل تو میرا دل واقعی ڈر گیا تھا۔مجھے لگا تھا میں تمہیں کھو دوں گا۔اور...! مجھ سے اس سے آگے سوچا ہی نہیں گیا۔کیونکہ میں تمہیں اس طرح کھونا نہیں چاہتا تھا۔میرا بہت بڑا نقصان ہوتا یہ۔"

کیا وہ اس کو اتنا چاہنے لگا تھا کہ اسے کھو نہیں سکتا تھا؟

وہ حیران ہوئی تھی۔

کیا یہ آغاز تھا کسی نئی کونپل کے نکلنے کا؟ کسی نئے پھول کے مہکنے کا؟ یا پھر یہ کوئی نیا محاذ تھا جہاں وہ ڈٹ کر کھڑا اسے چیلنج دے رہا تھا اور نیا کھیل نئے اطوار کے ساتھ کھیل رہا تھا؟

وہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

وہ مسکرا رہا تھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟ کیا سوچ رہی ہو؟"

وہ کچھ نہیں بولی تھی۔معارج تغلق کو چپ چاپ دیکھتی رہی تھی۔

"انائیا تغلق! میں کہانی کا اختتام نہیں چاہتا تھا۔اس طور تو بالکل نہیں۔تم بہت دل کش ہو اور میں اس دل کشی کے پیکر کو اس طرح ختم ہوتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔شاید سب سے زیادہ نقصان میرا ہی ہوتا۔میری شادی رک جاتی نا۔" وہ شرارت سے مسکرا دیا تھا۔مگر وہ سمجھ سکتی تھی ان آنکھوں میں کچھ تھا جو نگاہ اسے دیکھ رہی تھی۔اس سے الجھ رہی تھی' بندھ رہی تھی مگر کسی شے سے خائف بھی تھی۔

"انائیا تغلق! میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا۔اس طرح تو بالکل نہیں۔"

معارج تغلق کا مدھم لہجہ اسے حیران کر گیا تھا۔

...☆☆☆...

ایسا کیا تھا اس کی نظروں میں... انائیا ملک سمجھ نہیں پائی تھی۔وہ کیا جتانا چاہ رہا تھا؟

وہ محبت تو نہیں تھی

نہ کوئی لگاوٹ تھی

نہ عشق تھا نا پاگل پن... نہ کوئی جنون تھا

نہ عقل و خرد سے بیگانہ تھا وہ

تو کیا تھا ان آنکھوں میں پھر...

وہ اسے اس طرح کھونا نہیں چاہتا تھا تو پھر کیا...

اتنی نا سمجھ تو نہیں تھی کہ وہ حلاوت نہ سمجھ سکتی تو یہ اس کی صرف غلط فہمی تھی کیا وہ محبت تھی' جس کے بل بوتے پر وہ اسے اس راہ پر لا سکا؟

"کیا ہوا مسز انائیا تغلق! اس طرح کیوں دیکھ رہی ہو؟" وہ اس کے شانوں پر ہاتھ رکھتا ہوا' اسے متوجہ کرتا ہوا بولا۔اس نے خاموشی سے سر انکار میں ہلا دیا تھا۔

"کوئی راز ہے جو چھپا رہی ہو مسز تغلق۔" معارج تغلق اس کی ناک کو ہلکے سے دباتے ہوئے مسکرایا۔وہ جوں کی توں بدستور پیلا دوپٹا اوڑھے ہوئے کھڑی تھی۔پیلے رنگ کے احاطے میں وہ چہرہ اس طرح کھل رہا تھا جیسے چاند کے گرد ہالہ...! کوئی روشنی سی آنکھوں سے پھوٹ رہی تھی۔وہ اس کے چہرے کو بغور دیکھ رہا تھا۔

"مجھے بڑا عجیب لگا۔" اس نے بولنے کا آغاز کیا تھا۔

"کس بات کو لے کر؟" وہ چونکی۔

"تمہیں اپنی بیوی کہہ کر بلانا۔" وہ صاف گوئی سے بولا۔"سچ میں نے نہیں سوچا تھا' اس سچائی کو اس طرح قبول کروں گا۔ان چکروں میں پڑنے کا قائل نہیں تھا۔مجھے شادی وادی کرنا ہی نہیں تھی مگر جب ہوگئی تو یقین نہیں ہوا کیسے ہوئی مگر کل بے ارادہ... بے اختیاری میں تمہیں ڈھونڈنے کے جتن کرتے ہوئے تمہیں اپنے سے منسوب رشتے سے بلایا تو کچھ حیرت ہوئی۔" ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے پھر گویا ہوا۔"یہ سب کیا ہے' میں نہیں جانتا مگر کبھی کبھی رشتے حیرت میں ضرور ڈال دیتے ہیں۔" معارج تغلق بولا۔

"کیونکہ انہیں عجیب انداز سے بنایا جاتا ہے۔" وہ براہِ راست اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی تھی۔جیسے اپنے ساتھ ہونے والے سانحے کا حساب چاہتی ہو۔

"شاید... مگر میں نے کہا نا میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔" وہ صاف گوئی سے بولا۔

"پھر ارادہ کس بات کا تھا؟" وہ مکمل اعتماد سے سر اٹھا کر اسے دیکھ رہی تھی۔معارج تغلق نے لمحہ بھر کو خاموش ہو کر اسے دیکھا تھا پھر مسکرادیا۔

"بڑی متجسس ہیں آپ یہ جاننے کے لیے...؟"

"تم نے میرے ساتھ اتنا کچھ کیا تو کیا میں اس کا جواز بھی مانگ نہیں سکتی؟" انائیا ملک نے کہا۔

"مانگ سکتی ہو' جو چاہو مانگ سکتی ہو' مگر یہ مجھ پر منحصر ہے کہ میں دینا چاہتا ہوں یا نہیں... چاہے وہ کسی سوال کا جواب ہو یا جواز!" وہ بات کو مذاق میں اڑا دینا چاہتا تھا شاید وہ بغور اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی' جیسے ہر بھید کا پتا چاہتی ہو۔"یہ پیلا دوپٹا اوڑھے تم بہت خوب صورت لگ رہی ہو انائیا تغلق! مگر دلہن اتنی دیدہ دلیری سے اپنے دولہا کو دیکھتی اچھی نہیں لگتی۔" وہ مسکرایا۔

"تم جانتے ہو معارج تغلق! یہ شادی کیا معنی رکھتی ہے؟ شاید میں کسی سازش کا شکار ہوئی ہوں اور سازش کا شکار ہونے والی لڑکی کو "وکٹم" کہتے ہیں' دلہن نہیں...! مجھے تو یہ بھی نہیں پتا کہ مجھے کیا کرنا

چاہیے اور کیسے پیش آنا چاہیے۔میری تو جیسے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی سلب ہوگئی ہے۔میں اس سارے ڈرامے کا حصہ ایسے ہوں جیسے میں کوئی جیتا جاگتا وجود نہیں، کوئی مجسمہ ہوں۔میرے ساتھ یہ کھیل کھیل کر تمہیں کیا مل رہا ہے معارج تغلق!" انائیا ملک کا لہجہ مضبوط تھا۔

"کوئی کھیل نہیں کھیل رہا تمہارے ساتھ انائیا ملک! عزت دے رہا ہوں، میرے گھر میں میری بیوی کی حیثیت سے جگہ پارہی ہو تم۔میرے رشتے تمہیں مان دے رہے ہیں، پیار سے اپنا رہے ہیں اور کیا درکار ہے تمہیں؟ وہ مسکرایا۔"مجھے تو جلن ہوتی ہے کہ تم مجھ سے میرا ہر رشتہ چھین رہی ہو۔" وہ مذاق کررہا تھا، سنجیدہ نہ تھا جیسے مگر وہ خاموش رہی تھی۔

"کیا ہے یہ سب معارج تغلق!" قدرے توقف سے وہ بولی۔

"یہ آج تمہیں اچانک دھیان کیسے آگیا پوچھنے کا... کیوں پوچھ رہی ہو تم یہ سب؟"

"اچانک سے نہیں آیا دھیان معارج تغلق! میں کوئی بات بھولی نہیں ہوں مگر... یہ عشق تو نہیں نہ کوئی جنون ہے؟" انائیا ملک نے مدعا چھیڑا تو وہ مسکرادیا تھا، جیسے اس کی بات سے محظوظ ہوا ہو۔

"ہوسکتا ہے کوئی عشق ہی ہو۔تمہیں یہ گمان ہے کہ کوئی تم سے عشق میں مبتلا نہیں ہوسکتا؟" وہ اس کی کسی بات کو سنجیدہ نہیں لے رہا تھا۔"تم سے کہیں کوئی میری پرانے جنموں کی کوئی دشمنی تو نہیں نکلتی؟" معارج تغلق کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔

"دشمنی ہوتی تو آپ کے قریب بھی نہ ہوتی۔میرا دل بڑا ہے، میرے دشمن نہیں ہیں، نہ میں کسی کی دشمن ہوں۔چھوٹی چھوٹی باتوں پر درگزر کرسکتی ہوں، دشمنی نبھانے کی نوبت نہیں آتی۔" وہ کہہ رہی تھی۔

"ہم سے تو دوستی بھی کبھی نہیں کی آپ نے؟" وہ جیسے شکوہ کررہا تھا۔وہ سر اٹھا کر خاموشی سے دیکھنے لگی۔

"آپ اچھے نہیں ہیں۔" وہ بولی تھی، وہاں سے جانے کے لیے باہر کی طرف قدم بڑھایا ہی تھا کہ معارج تغلق کی آواز پہ رُک گئی۔

"انائیا..." معارج تغلق نے پکارا تھا۔اس نے آہستگی سے پلٹ کر دیکھا تھا۔

معارج تغلق نے خاموشی سے اسے دیکھا تھا اور سر نفی میں ہلا دیا تھا۔انائیا ملک نے پیلا آنچل اُتار کر صوفے پر رکھا تھا اور پلٹ کر وہاں سے نکل گئی۔

...☆☆☆...

وہ کلاس لینے کے بعد نکل رہی تھی' جب اس سے سامنا ہو گیا تھا۔اناہیتا بیگ کنی کترا کر نکل جانا چاہتی تھی۔مگر اس نے روک لیا۔

"سنو...!" اناہیتا بیگ کے قدم جیسے بندھ گئے تھے مگر وہ اس کی جانب دیکھنے سے گریز کررہی تھی۔

"تمہارا پروجیکٹ کیسا جارہا ہے؟" سوال شاید غیر متوقع تھا وہ براہِ راست اس کی طرف دیکھنے پر مجبور ہوگئی تھی۔وہ معمول کی بات کرکے جانے کیا ثابت کرنا چاہ رہا تھیا۔اس کے پاس سر ہلانے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔"ایکسل تم سے بات کرنا چاہ رہا تھا۔"

"کیسی بات...؟" اناہیتا بیگ نے پوچھا۔دامیان سوری نے شانے اُچکا دیئے تھے۔

"یہ تو میں نہیں جانتا۔"

"اوہ!"اسے اس کا بے نیاز انداز اچھا نہیں لگا تھا۔ایک لمحہ کو نظر اس کی نظر سے ملی تھی۔شناسائی کا شائبہ دور تک نہ تھا۔

"ایکسل کو کچھ کام تھا تو اس نے مجھ سے کیوں نہیں کہا؟"وہ جیسے خود کلامی میں بولی۔

"زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔وہ جب ملے گا تو تمہیں بتادے گا۔" دامیان نے کہا اور تبھی للی میک آگئی تھی اور وہ اس کی سمت بڑھ گیا۔اناہیتا بیگ نے ایک نگاہ ان دونوں پر ڈالی اور پھر وہاں سے آگے بڑھ گئی۔پارسا اسے راہداری میں مل گئی تھی۔

"کیا ہوا؟ یہ چہرہ اتنا بے رنگ کیوں لگ رہا ہے؟" پارسا نے پوچھا۔

"کچھ نہیں' تم نے ایکسل کو دیکھا؟"

"نہیں' میں نے نہیں دیکھا۔کیوں کیا ہوا؟" پارسا نے پوچھا۔

"دامیان تم سے کچھ کہہ رہا تھا؟" پارسا غالباً اسے دامیان کے ساتھ کھڑا دیکھ چکی تھی۔

"کچھ خاص نہیں، تمہارا پروجیکٹ کیسا جارہا ہے؟" اس نے پارسا سے پوچھا تھا۔

"ٹھیک! مگر فی الحال مکمل ہونے میں دیر لگے گی۔مجھے مٹریل کو منتخب کرنے میں کچھ پرابلم ہورہی ہے۔" پارسا نے کہا۔

"مجھے بھی یہی پرابلم پیش آرہی ہے، دوسرے فی الحال امن کی کیفیت نہیں۔ کچھ عجیب شور سا ہے۔میں یکسو نہیں ہو پارہی۔" وہ تھکے ہوئے سے انداز میں وہیں سیڑھیوں پر اس کے پاس بیٹھ گئی تھی۔پارسا نے اسے بغور دیکھا تھا۔

"تم ٹھیک تو ہو؟"

"ہاں!" اس نے سر ہلادیا۔

"اناہیتا! اگر طبیعت ٹھیک نہیں تو گھر میں رہو، آرام کرو۔میں تمہارا پروجیکٹ مکمل کردوں گی۔" پارسا نے پیشکش کی تھی۔

"نہیں، شکریہ! میں ٹھیک ہوں۔" اناہیتا بیگ نے سہولت سے منع کردیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"تمہیں کوئی کام تو نہیں؟"

"کیوں، گھر جانا ہے؟" پارسا نے پوچھا۔

"ہاں، گرمی بہت ہورہی ہے، اگر تم نے کام ختم کرلیا ہے تو گھر چلتے ہیں۔" اناہیتا نے کہا۔

"ہاں کام تو کچھ زیادہ نہیں مگر مجھے یلماز کمال سے ملنا تھا، شام کو اس کا فون آیا ہے ، اس نے کہا تھا اماں کا کوئی پیغام ہے۔سو میں یہاں اس کا انتظار کروں۔" پارسا نے بتایا۔اناہیتا نے اسے بغور دیکھا تھا۔پارسا شاید دانستہ اس کی سمت سے چہرے کا رُخ پھیر کر دیکھنے لگی تھی۔کیا اسے کوئی خوف تھا کہ وہ اس کے چہرے پر لکھی کوئی تحریر پڑھ نہ لے...

"پارسا! میں نے تمہیں گھر بات کرتے نہیں دیکھا۔کوئی بات ہے جو تم مجھ سے بانٹ نہیں سکیں یا بانٹنا نہیں چاہتیں؟" اناہیتا نے اس کے ہمیشہ کے گریز کو توڑنا چاہا تھا۔

"وہ... میں...!" پارسا سے جیسے کوئی بات بن نہیں پارہی تھی۔

"کوئی بات نہیں، اگر تم نہیں بتانا چاہتی ہو تو ٹھیک ہے۔" انابیتا نے اس کی احتیاط کے پیش نظر کہا۔اگر وہ بتانا نہیں چاہتی تھی تو وہ بھی اس پر کوئی دباؤ ڈال کر اگلوانا نہیں چاہتی تھی، یہ ٹھیک نہیں تھا کہ اس پر زبردستی کرتی، اگر وہ مائل نہیں تھی۔

"میرے براہِ راست بات نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔" پارسا نے اپنے طور پر جیسے صفائی دینا چاہی۔"میں تم سے کچھ چھپانا نہیں چاہتی مگر..." وہ بولتے بولتے رُکی تھی۔

"کوئی بات نہیں پارسا! تم اگر نہیں بتانا چاہتی ہو تو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گی۔" انابیتا بیگ نے ملائمت سے کہا۔مگر پارسا کو شاید احساس جرم محسوس ہوا تھا۔وہ اس کی قریبی دوست ہے اور اس کی ہمیشہ مدد کرتی رہی تھی، اگر وہ اس سے ہی اپنے دل کی بات کہہ نہیں سکتی تو اس کا مطلب تھا وہ اس پر اعتبار نہیں کرتی۔

"ایسا نہیں ہے کہ میں تم پر اعتبار نہیں کرتی انابیتا بیگ! مگر بعض باتوں کے نہ کہنے کے کچھ جواز ہوتے ہیں۔" پارسا سر جھکا کر بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"میں سمجھتی ہوں پارسا! تمہیں کسی بات کو لے کر شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔میں یہ قطعاً نہیں سوچ رہی کہ تم مجھ پر اعتماد نہیں کرتی ہو۔" انابیتا بیگ نے اسے نرمی سے مسکراتے ہوئے دیکھا۔

"تم میری بہت اچھی دوست ہو انا! یہاں اس بے گانے شہر میں تم نے مجھے ہمیشہ ہر طرح سے مدد دی ہے اور میرے ساتھ رہی ہو۔"

"جانے بھی دو پارسا! چھوڑو نا... اچھا بتاؤ آئس کریم کھاؤ گی؟" انابیتا نے موضوع بدل دیا تھا۔اس کا انداز بہت دوستانہ تھا۔پارسا کو اپنے طور پر کسی قدر شرمندگی ہوئی تھی۔انابیتا بیگ نے اس کا ہاتھ تھاما اوراٹھ کھڑی ہوئی۔

"چلو آئس کریم کھانے چلتے ہیں۔آج گرمی بہت زیادہ ہے نا!" پارسا کے پاس اٹھ جانے کے علاوہ جیسے کوئی چارہ نہیں تھا۔

...☆☆☆...

وہ شام میں لان میں بیٹھی چائے پی رہی تھی، جب ایکسل آگیا تھا چونکہ دامیان نے بتایا تھا کہ وہ اس سے کوئی بات کرنا چاہتا تھا تو اس لیے اسے کوئی حیرت نہیں ہوئی اس کی آمد پر۔

"آؤ ایکسل بیٹھو۔چائے پیوگے؟" انابیتا نے پوچھا۔

"ہاں چائے پیوں گا اور ساتھ کچھ کھاؤں گا بھی... مگر جلدی ہونا چاہیے۔" ایکسل نے مسکراتے ہوئے کہا۔وہ کھانے کے لیے ہر لمحہ تیار رہتا تھا' انابیتا اس کا مزاج جانتی تھی تبھی مسکرائی۔

"ٹھیک ہے! مگر اتنی جلدی میں کیوں ہو... ٹرین چھوٹ رہی ہے کیا..." انابیتا نے پوچھا۔

"نہیں ٹرین تو نہیں چھوٹ رہی مگر باہر دامیان سوری گاڑی میں بیٹھا ہے۔"

"اوہ!" انابیتا بیگ جانتی تھی' اپنی اس روز کی بے عزتی کے باعث وہ اندر نہیں آنا چاہے گا' تبھی اس کا ذکر سن کر بات بدل دی تھی۔

"تم کچھ کہنا چاہتے تھے؟" اس نے نوکر کو بلا کر چائے اور سموسوں کا کہا۔

"ہاں کہنا تو چاہتا تھا مگر مجھے یہ اچھا نہیں لگ رہا۔" ایکسل نے افسوس بھرے انداز میں کہا۔

"کیا اچھا نہیں لگ رہا؟" انابیتا نے پوچھا۔

"تم دونوں اچھے دوست ہو اور یہ فاصلے...؟ دوستی میں چھوٹے موٹے اختلافات ہوتے رہتے ہیں' جھگڑے بھی ہوتے ہیں مگر اس طرح نہیں ہوتا۔" ایکسل نے کہا۔

"تم سے کس نے کہا کہ ہم میں کوئی جھگڑا ہوا ہے یا کوئی فاصلہ ہے؟"انابیتا چونکی تھی۔"اور تم کیا یہاں یہی بات کرنے آئے ہو؟"

"نہیں' اس بارے میں بات کرنے یا تمہیں سمجھانے نہیں آیا مگر وہ اس طرح باہر گاڑی میں بیٹھا رہے گا تو اچھا نہیں لگے گا۔" ایکسل بولا۔

"تم چاہتے ہو میں اسے اندر بلواؤں؟"

"وہ تمہارے گھر کے باہر کھڑا ہے انابیتا بیگ! کسی کے گھر کوئی آئے اور اندر قدم نہ رکھے' یہ اچھی بات نہیں ہے۔دشمنی کے بھی کوئی اصول ہوتے

ہیں۔اپنے گھر دشمن بھی چل کر آجائے تو اسے اندر داخل ہونے کو کہہ دیتے ہیں۔" ایکسل نے سمجھایا۔

"تم اسے اگر اندر بلانا چاہتے ہو تو کہہ سکتے ہو۔میں اسے اندر بلوانے سے منع نہیں کررہی۔وہ اندر آسکتا ہے۔" وہ قدرے بے گانگی سے بولی تھی۔انداز لاتعلق تھا' جیسے اس کا کوئی واسطہ نہ ہو۔

"ایسے نہیں ہوتا اناہیتا! یہ ٹھیک نہیں ہے۔" ایکسل نے پھر افسوس بھرے انداز میں کہا۔اناہیتا خاموش ہوگئی تھی۔

"اناہیتا! تمہیں دامیان کو اندر بلانا چاہیے۔" ایکسل نے اسے کہا تھا مگر وہ سر جھکائے لا تعلق انداز میں بیٹھی رہی تھی۔

"اناہیتا! دامیان اتنا بڑا دشمن نہیں ہے۔ہم سب دوست ہیں' چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھول جانا مناسب ہوتا ہے۔"

"ہم میں کوئی دشمنی نہیں ہے ایکسل! تم غلط سمجھ رہے ہو اور بلاوجہ اس کی حمایت کررہے ہو۔" اناہیتا بولی۔

"میں حمایت نہیں کررہا مگر یہ اچھا نہیں لگتا' وہ گھر کے باہر گاڑی میں بیٹھا ہے۔"

"تو اسے اندر بلالو۔" اناہیتا نے لاتعلقی سے کہا۔

"کسے اندر بلالو؟" ممی جو چائے لے کر آئی تھیں' اس کی بات سن کر پوچھنے لگیں۔

"آنٹی وہ...!" اس نے اناہیتا کی طرف دیکھا تھا پھر دانستہ چپ ہوگیا۔

"کیا ہوا ایکسل! کوئی پریشانی ہے؟" ممی نے دریافت کیا۔

"نہیں آنٹی! پریشانی تو کوئی نہیں۔میں بھائی کی شادی کا دعوت نامہ دینے آیا تھا اور میرے ساتھ دامیان بھی ہے۔"

"دامیان بھی ہے...؟ کہاں ہے وہ...؟" ممی نے پوچھا۔

"وہ باہر گاڑی میں ہے

"اوہ!" ممی نے اناہیتا کی طرف دیکھا اور پھر چائے کی ٹرے میز پر رکھ کر صدر دروازہ کی طرف بڑھ گئیں۔ جانے انہوں نے کیا کہا تھا کہ دامیان کچھ ہی دیر میں اندر آتا دکھائی دیا۔اناہیتا نے اسے اندر آتے اور ان کی طرف بڑھتے دیکھا

تھا مگر وہ ہر طرح سے اپنے احساسات کو چھپا کر کوئی رد عمل ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی، تبھی اس کی جانب متوجہ نہیں ہوئی تھی اور چائے کے گھونٹ لینے لگی تھی۔ دامیان اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا تو ممی نے اسے چائے پیش کی، ساتھ ہی پلیٹ میں لوازمات رکھ کر دیئے تھے۔ انابیتا ایسے بیٹھی تھی جیسے اس ماحول کا حصہ نہ ہو۔

"آنٹی! آپ کے ہاتھ کے سموسوں کا جواب نہیں... اگر اتنے پیار سے کھلائیں گی تو میں روز آجایا کروں گا۔" ایکسل سموسوں سے انصاف کرتا ہوا مسکرایا۔

"تمہارا اپنا گھر ہے بیٹا! جب دل چاہے آؤ۔ میرے لیے تم انا یا عدن سے کم نہیں ہو۔" ممی مسکرائیں۔

"واہ آنٹی جی! ماں ہو تو آپ جیسی، کیا شیر جیسا دل ہے۔ آپ تو سونے کا نوالہ بھی کھلاتی ہیں اور شیر کی نظر سے بھی دیکھتیں۔ مگر اتنا کچھ اور اتنے پیار سے کھلائیں گی تو میں موٹا ہوجاؤں گا۔" ایکسل مسکرایا۔

"ایکسل! کچھ نیا نہیں ہوگا۔ تم پہلے بھی کمزور نہیں ہو۔" دامیان سوری نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا تھا۔ انابیتا بیگ اس سارے ماحول سے اجنبی سی بنی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بیٹھی تھی۔ اس کا کپ غالباً خالی ہوچکا تھا مگر وہ بھرم رکھنے کو اور غالباً توجہ ہٹانے کو اب تک کپ ہاتھ میں تھامے ہوئے تھی۔

"تم چائے اور لے لو انابیتا! تمہار کپ خالی ہے غالباً۔" ایکسل نے مسکراتے ہوئے کہا۔ انابیتا نے دانستہ نگاہ اٹھا کر دیکھا تھا۔ اس کی چوری پکڑے جانے پر عجیب کیفیت ہوئی تھی۔ دامیان سوری اس کی جانب متوجہ تھا۔ اس سے ملنے پر وہ نگاہ کا زاویہ بدل کر ایکسل کی طرف دیکھنے لگی۔

"تم کچھ لونا دامیان بیٹا!" ممی نے پلیٹ آگے بڑھائی تھی۔

"نہیں ممی! میں صرف چائے لوں گا۔ میں نے کھانا دیر سے کھایا تھا' بھوک نہیں ہے۔" اس نے سہولت سے منع کیا۔

"ممی بھی کہتے ہو اور میرے ہاتھ کا بنا چکھو گے بھی نہیں...؟" ممی مسکرائی تھیں۔ ان کا نرم انداز دیکھ کر جانے کیوں وہ انابیتا کی طرف دیکھنے لگا۔ جیسے وہ اس کے اور ممی کے مزاج کا موازنہ کررہا تھا۔ انابیتا نے توجہ نہ کرتے ہوئے اپنے لیے چائے اُنڈیلی تھی۔

"آپ کے ہاتھ کے بنے کھانوں کا جواب نہیں ہے ممی! مگر اس وقت بھوک نہیں ہے لیکن آپ کہتی ہیں تو چکھ لیتا ہوں۔" اس نے تھوڑا سا سموسہ توڑ کر منہ میں رکھا تھا شاید ممی سمجھ رہی تھیں کہ وہ اس دن کے بعد اس گھر میں قدم رکھنے میں کتنی جھجک محسوس کر رہا تھا۔دامیان آ تو گیا تھا مگر کچھ زیادہ بول نہیں رہا تھا۔چپ چاپ چائے کے گھونٹ لے رہا تھا۔

"آنٹی!یہ میرے بھائی کی شادی کا دعوت نامہ ہے اور آپ سب کو اس شادی میں ضرور آنا ہے۔یہ دعوت نامہ تو یوں آپ کو دے رہا ہوں تاکہ آپ یہ نہ کہیں کہ صرف اناہیتا کو مدعو کیا ہے۔" ایکسل نے کہا تو ممی مسکرا دی تھیں۔

"ٹھیک ہے۔ہم کوشش کریں گے کہ ضرور شرکت کریں۔"

"اناہیتا! تم بھی ضرور آنا۔" ایکسل اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

"پروجیکٹ کا کافی کام باقی ہے مگر میں کوشش کروں گی۔" وہ عجیب سرد لہجے میں بولی تو دامیان نے اسے بغور دیکھا تھا۔وہ ایسی تو نہیں تھی۔کیا ہو گیا تھا اسے... کیا صرف ایک چھوٹی سی بات سے کوئی یوں بدل سکتا ہے؟ وہ سوچ کر رہ گیا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ایکسل اٹھ کھڑا ہوا تھا۔دامیان نے بھی تقلید کی تھی۔

"ٹھیک ہے آنٹی! بہت شکریہ چائے اور سموسوں کے لیے۔ہم چلتے ہیں اب۔" ایکسل نے کہا۔

"اوکے ممی! شکریہ! آپ کو دیکھ کر ہمیشہ لگتا ہے کہ ساری مائیں شاید اتنی ہی نرم اور محبت کرنے والی ہوتی ہیں۔آپ کے ساتھ اس دن کھانا پکانے کا بہت اچھا تجربہ رہا تھا۔آپ بہت اچھی ہیں۔" وہ ملائمت سے مسکراتے ہوئے بولا تو ممی مسکرا دی تھیں۔

"تم جب چاہو آ کر وہ تجربہ دُہرا سکتے ہو۔بیٹے کو ماں سے گھر آنے کے لیے کسی اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی نا تمہیں بھی جھجک محسوس نہیں ہونی چاہیے۔"ممی نے اسے اپنائیت کا احساس دلایا۔

دامیان سوری جانے کیوں اناہیتا بیگ کی سمت دیکھنے لگا تھا۔وہ بھی اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ نگاہ پل بھر کو ملی تھی پھر وہ پلٹا تھا اور دروازے کی سمت بڑھنے لگا۔وہ دانستہ اس جانب سے نگاہ ہٹا گئی۔ ممی نے اس کی سمت

دیکھا... اسے لگا تھا کوئی سرزنش ہوگی یا پھر کوئی نصیحت مگر ممی خاموشی سے پلٹ کر اندر کی جانب بڑھ گئی تھیں۔

...☆☆☆...

انائیا ملک ممی کی طرف جانے کے لیے نکل رہی تھی جب معارج تغلق کہیں سے نکل کر اس کے سامنے آگیا۔

"کہاں جارہی ہو تم...؟" دریافت کیا گیا۔

"ممی کی طرف...!" اس نے جواب دیا۔

"آج کے لیے جانا ملتوی کردو۔" حکم صادر ہوا۔

"کیوں...؟" وہ چونکی۔

"میں تمہیں خود لے جاؤں گا' ممی کی طرف۔مگر آج کے لیے غالباً ایشاع کے پاس تمہارے لیے کوئی منصوبہ ہے۔"

"آج کے لیے... کیا مطلب...؟" انائیا الجھے ہوئے انداز میں بولی۔

"اس میں اتنا الجھنے والی کون سی بات ہے' ممی کے گھر کسی اور وقت بھی تو جایا جاسکتا ہے نا!" وہ اس کے چہرے کے تاثرات دیکھتے ہوئے بولا۔تبھی کان سے سیل فون لگائے کسی سے بات کرتی ان کی طرف آتی ایشاع دکھائی دی۔

"بھابی! کہیں جایئے گا مت... ذرا انتظار کریں' میں آتی ہوں۔" اسے ایک مروت بھری مسکراہٹ کے ساتھ دیکھتی ہوئی ایشاع دوسری طرف نکل گئی۔

اس گھر کے مکینوں کو شاید رواداری نبھانا آتا تھا۔قتل بھی کرتے تو بڑے قرینے اور سلیقے سے کرتے تھے کہ بندہ جان بھی دے دے اور افسوس بھی نہ ہو۔اس نے تھک کر صوفے پر بیگ رکھا اور پھر اس کی جانب متوجہ ہوئی تھی جو اسے جانے کیوں بغور دیکھ رہا تھا۔

"کیا سوچ رہی ہو تم؟"

"میرے سوچنے کی فکر آپ کو کب سے ہونے لگی؟" وہ چونکی۔

"تمہاری فکر نہیں ہوگی تو پھر کس کی فکر ہوگی... بیوی ہو میری!" وہ مسکرایا۔وہ اس کی فطرت جانتی تھی تبھی کوئی تاثر نہیں دیا تھا۔

"تم جواب دیا کرو مسز تغلق! خاموش رہتی ہو تو کچھ دور جاتی لگتی ہو۔" وہ غالباً اسے چھیڑ کر لطف محسوس کر رہا تھا۔

"مجھے اس سارے ڈرامے کی وجہ سمجھ نہیں آرہی معارج تغلق!" وہ تپ کر بولی۔

"کس ڈرامے کی وجہ مسز تغلق!" وہ جیسے اس کی کیفیت سے محظوظ ہورہا تھا۔

"تم سب شہد سے زیادہ میٹھا ہونے کی کوشش کیوں کرتے ہو"

"تمہیں میٹھا زیادہ پسند نہیں ہے کیا...؟" وہ برجستگی سے بولا۔

"معارج تغلق! یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔ ہر ایک کی اپنی زندگی ہوتی ہے اور..." معارج تغلق نے کچھ کہنے سے قبل ہی اس کے لبوں پر انگلی رکھ دی تھی۔ وہ الجھی نظروں سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

"نئی دلہن اپنے دولہا سے اس طرح بحث نہیں کرتی۔" معارج تغلق نے اسے جیسے گُر کی بات سمجھائی تھی مگر اس کی نگاہوں میں ہزار ہا الجھنوں کا ڈیرہ تھا۔

"تمہیں الجھن کس بات کی ہے؟ سنا ہے لڑکیوں کے ساتھ ایک بات عام ہے کہ شادی کے دنوں میں انہیں ایک عجیب سی افسردگی ہوجاتی ہے۔ کہیں تمہارے ساتھ بھی ایسا تو نہیں کہ گھر میں شادی کی چہل پہل دیکھ کر تمہیں بھی ایسی ہی کیفیت گھیر رہی ہے؟" وہ جیسے اسے سمجھنے کی بھرپور سعیٔ کر رہا تھا۔ کیا وہ اس میں اتنی دلچسپی رکھتا تھا...؟ انائیا ملک نے بہت آہستگی سے اس کا اس کے لبوں پر رکھا ہوا ہاتھ ہٹادیا تھا۔

"مجھے کوئی افسردگی نہیں ہے' نہ ہی کوئی پریشانی... مجھے یہ ڈرامے بازی الجھن دے رہی ہے۔ اگر میرے گھر سے بندوق کے زور پر بیاہ ہی لائے تھے تو مزید کسی ڈرامے کی کیا ضرورت باقی بچتی تھی؟" وہ عجیب الجھی ہوئی لگ رہی تھی۔

"اوہ! تو تمہیں اس سے کوئی خوشی نہیں؟ میں تو سمجھا تم بہت خوش ہوگی کہ سسرال میں خوب آؤ بھگت ہورہی ہے اور سر آنکھوں پر بٹھایا جارہا ہے۔ باقاعدہ رسمیں کی جارہی ہیں اور اس شادی کو باقاعدہ یادگار بنایا جارہا ہے۔"

وہ اس کی ہر بات کو مسکرا کر کیوں ٹال رہا تھا' وہ جو ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتا تھا' اس سارے معاملے کو لے کر اتنا محظوظ کیوں ہورہا تھا...؟ اس کی الجھن کڑوا کسیلا کہنے کے باوجود وہ اتنا خوشی مزاج شہد جیسا میٹھا کیوں ہورہا تھا... یہ کو ن سا روپ تھا اس کا... وہ ابھی سوچ ہی رہی تھی کہ معارج تغلق نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔وہ اس حرکت پر حیران رہ گئی تھی مگر معارج تغلق کو جیسے پروا نہیں تھی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" اس کی نظریں اپنے چہرے پر گڑی دیکھ کر وہ نگاہ چراتی ہوئی ڈپٹ کر بولی۔

اس کا انداز ہنوز لاپروا حظ اٹھانے والا تھا'عجیب شخص تھا وہ۔جانے کیا تھا اس کے من میں۔

"زیادہ مت سوچا کرو۔سوچنے سے لڑکیاں جلد بوڑھی ہوجاتی ہیں۔مجھے گرے بالوں والی اور چہرے کی جھریوں والی انائیا تغلق کچھ خاص بُری تو نہیں لگے گی مگر کچھ خاص اچھی بھی نہیں لگے گی پھر باہر تانکا جھانکا کروں گا تو شکوہ بھی تم ہی کرو گی نا!" وہ سرگوشی کرتا ہوا مسکرایا' انداز شرارت بھرا تھا۔"تمہیں کسی نے نہیں بتایا کہ شوہر کا دل جیتنا کتنا ضروری ہوتا ہے' احمق ہو تم! ایک دم کوری' تمہیں کسی نے نہیں بتایا اور تم خود بھی نہیں جانتیں کہ شوہر کو پلّو سے کس طرح باندھا جاتا ہے۔یہاں میں اپنا آپ خود تمہارے پلّو میں باندھتا ہوں تو تم احمق بن کر پلّو کھولنے کے جتن کرنے لگتی ہو' کوئی تدبیر کارگر کیسے ہو؟" وہ بہت مدھم سرگوشی میں بول رہا تھا۔اس کا چہرہ جیسے جلنے لگا تھا۔اس نے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے نکالنے کی سعیٔ کی تھی مگر اس کی گرفت بہت مضبوط تھی۔"ویسے تمہیں جہاں بہت سی باتیں الجھن میں مبتلا کررہی ہیں' وہاں شاید ایک بات کچھ طمانیت بھی دے کہ اس سارے ہلچل والے معرکے کے بعد ایک مرحلہ سکون کا بھی ہے' جس میں ہم یہاں سے دور چلے جائیں گے' ان سب سے۔پُر فضا مقام پر۔تمہیں ہنی مون کے لیے

کوئی جگہ پسند ہو تو بتادو' ورنہ میں نے طے کرلیا تو پھر شکوہ مت کرنا۔" وہ شرارت سے مسکرایا۔

وہ اس کی جانب نہیں دیکھ رہی تھی مگر اس کا چہرہ سرخ تھا۔عارض دہک رہے تھے۔اس کی جھکی پلکوں پر کوئی خوش کُن کہانی رقم نہیں تھی مگر وہ نگاہ اٹھی تھی تو وہ ایک پل میں زیر ہوا تھا۔سارا کچھ دھرا رہ گیا تھا۔ایک نگاہ نے جیسے سب زیرو زبر کردیا تھا۔بہت آہستگی سے اس کے ہاتھ پر معارج تغلق کی گرفت ڈھیلی ہوئی تو وہ اس سے اپنے ہاتھ چھڑا کر چند قدم دور ہوئی اور وہ پلٹ کر جیسے وہاں سے ہٹ جانے کو تھی۔جب معارج تغلق نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے پکارا تھا۔

"مسز تغلق!" وہ رک گئی تھی مگر اس کی جانب دیکھنے سے مکمل گریز کیا۔

کیا تھا اس لمحے میں... جو معارج تغلق نے پہلے محسوس نہیں کیا تھا' کیا تھا ان آنکھوں میں... جو معارج تغلق نے پہلے نہیں دیکھا تھا یا نہیں جانا تھا...!

"تم ایشاع کی بات سُن لو پھر مجھے کہیں لے کر جانا ہے۔" کہہ کر وہ پلٹ گیا تھا۔انائیا ملک نے اس لمحے جانے کیوں اسے جاتا ہوا تادیر دیکھا تھا۔وہ لمبا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

چوڑا شخص اس لمحے کس رعب سے زمین پر قدم رکھتا لمبے لمبے ڈگ بھرتا اس سے دور نکل رہا تھا۔

...☆☆☆...

"مجھے تقریبات میں جانے کا کوئی خاص تجربہ نہیں ہے اور میرے پاس اس مناسبت سے کوئی لباس بھی نہیں... ایکسل نے بلایا تو ہے مگر مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ اب میں کیا کروں؟ جاؤں یا نہیں؟" وہ لیپ ٹاپ سامنے رکھتے پروجیکٹ پر کام کررہی تھی جب پارسا چوہدری کی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔

"مسئلہ کیا ہے؟" اس نے تیزی سے کی بورڈ پر انگلیاں چلاتے ہوئے سر اٹھائے بنا پوچھا۔

"مسئلہ تو کوئی نہیں مگر ایک لمبا چوڑا خرچہ ہے یار! شادیوں پر یہ روزمرہ والے لباس تو پہنے نہیں جاسکتے اور فینسی قسم کے لباس میرے پاس ہیں نہیں۔پھر لباس لے بھی لو تو ساتھ ساتھ کتنی اور چیزوں کی ضرورت پڑے گی۔اونچی ایڑی والی سینڈل لینا پڑیں گی۔میں نے تو کئی عرصے سے فلیٹ سینڈل کے

علاوہ کچھ پہنا ہی نہیں۔" وہ پہلی بار پارسا چوہدری کے منہ سے عام لڑکیوں کی طرح ان سب چیزوں کے نام لیتے دیکھ رہی تھی، تبھی شاید مسکرائی تھی۔"تم مسکرا کیوں رہی ہو؟ تم سوچ رہی ہو میں اونچی ایڑی پہن کر چلنا ضرور بھول چکی ہوں گی، ہے نا!" پارسا نے اسے شاکی نظروں سے دیکھا تھا۔

"نہیں، میں ایسا نہیں سوچ رہی۔تم یقینا اونچی ایڑی پہن کر چل سکو گی مگر تم جس طرح پریشان ہورہی ہو میں اس پر مسکرا رہی ہوں۔ہم شام میں چلیں گے، تم شاپنگ کرلینا۔" انابیتا بیگ نے کہا تھا۔

"میں شاپنگ کرلوں...؟ اور تم...! تم نہیں شاپنگ کرو گی؟" پارسا نے اس کی پیشکش پر چونکتے ہوئے اسے جتایا۔

"نہیں...!" اس کا جواب رسانیت سے بھرپور تھا۔

"کیا؟" پارسا چونکی۔"تم شادی میں شرکت نہیں کررہیں؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"پتا نہیں! مجھے پروجیکٹ پر ابھی بہت سا کام کرنا ہے اور اگر جانا بھی پڑا تو میں چلی جاؤں گی۔میرے لیے یہ سب اتنا مسئلہ نہیں ہے۔" اس نے بے نیازی سے کہا۔

"تم شادی میں جینز ٹی شرٹ پہن کر شرکت کرو گی؟" پارسا نے اسے گھورا تھا۔

"ہاں تو کیا حرج ہے؟" وہ بے نیازی سے کہہ رہی تھی۔"مجھے نہیں لگتا کہ میں جا پاؤں گی لیکن اگر جانا اتنا ہی ضروری ہوا تو پھر یوں ہی چلی جاؤں گی، تم شام میں تیار رہنا، ہم شاپنگ کرنے چلیں گے۔" انابیتا بیگ نے کہا۔

"نہیں، مجھے بھی اس کی ضرورت نہیں۔اگر جانا اتنا ہی ضروری ہوا تو میں بھی بڑے آرام سے اونچی ایڑی پہنے بنا شرکت کرسکتی ہوں۔یوں بھی میں فلیٹ سینڈل میں خود کو زیادہ پرُسکون محسوس کرتی ہوں۔" پارسا چوہدری مسکرائی۔ انابیتا نے اسے نگاہ اٹھا کر دیکھا تھا اور وہ بھی مسکرادی۔

"ایکسل نے اور کسے مدعو کیا ہے؟ میرا مطلب ہے، ہماری کلاس میں سے؟" انابیتا نے کہا تھا۔

"پتا نہیں! شاید سبھی کو!" پارسا لا علمی سے بولی۔

"اور یلماز کمال!" اناہیتا بیگ بے ساختہ بولی تو پارسا چوہدری ساکت سی رہ گئی۔اناہیتا کو اندازہ ہوا تھا تبھی نگاہ اٹھا کر اس کی جانب دیکھا۔

"میں نے تو یونہی پوچھا تھا۔اناہیتا کو اسے اس طرح پریشان ہوتا دیکھ کر اچھا نہیں لگا تھا اور یلماز کمال کے متعلق اس نے دانستہ نہیں پوچھا تھا۔

"یلماز کمال کو ہماری پوری کلاس میں کوئی پسند نہیں کرتا نا!' پارسا چوہدری نے دریافت کیا۔اناہیتا بیگ کے کی بورڈ کر چلتے ہاتھ رک گئے تھے۔

"ہاں مگر اس کی وجہ تم بھی جانتی ہو شاید...!" اناہیتا نے بغور اس کے چہرے کو دیکھا۔

"ہاں جانتی ہوں۔تم نے ایک بار بتایا تھا اس کے کئی اسکینڈلز بنے۔وہ سب سے بہت دور رہتا ہے شاید اسی لیے گھلتا ملتا نہیں۔" پارسا جیسے خود کلامی کر رہی تھی۔

"لیکن تمہیں اس سے ڈر نہیں لگتا نا!" اناہیتا بیگ نے پوچھا۔

"مجھے کسی سے بھی ڈر نہیں لگتا۔" اس کا انداز عجیب بے حس تھا۔

"ہم سب نے کئی بار اسے تمہارے ساتھ دیکھا ہے اور...!" اناہیتا بیگ نے بولتے بولتے اس کی جانب دیکھا تو پارسا چوہدری سر جھکائے بیٹھی تھی۔"تم اس سے کل ملنے والی تھیں نا! کوئی پیغام ملنا تھا تمہیں اپنی فیملی کی طرف سے؟" اناہیتا بیگ نے پوچھا۔

"ہاں...! مگر ہم نہیں ملے۔" پارسا چوہدری کا انداز ٹھہرا ہوا تھا۔

"اوہ!" اناہیتا بیگ کوئی تاثر نہ دے پائی نا ہی وہ دینا چاہتی تھی۔وہ اسے ایک پُرسکون ماحول دینا چاہتی تھی۔جہاں وہ اپنے آپ کو بہت آرام دہ محسوس کرتی ایک ساتھ' ایک ہی چھت تلے اور ایک گھر میں رہنے کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ اس کی زندگی میں یا ذاتیات میں مداخلت کرتی۔

"میں معذرت خواہ ہوں پارسا! میرا مقصد یہ موضوع چھیڑنا یا یلماز کمال کے بارے میں بات کرنے کا نہیں تھا۔میں تمہاری ذاتیات یا زندگی میں مداخلت نہیں کرنا چاہتی۔" اناہیتا بیگ نے کہا۔

"اناہیتا بیگ' تم میری دوست ہو۔کوئی بات نہیں۔" پارسا نگاہ ملائے بنا بولی۔

”پھر ہم شام میں شاپنگ کے لیے چل رہے ہیں نا! تیار رہنا۔“ انابیتا نے مسکراتے ہوئے موضوع بدل دیا۔

”دیکھیں گے!“ پارسا کہتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی اور پھر کمرے سے نکل گئی تھی۔انابیتا بیگ نے اپنی دوست کو خاموشی سے دیکھا تھا۔

...☆☆☆...

تم زیادہ جلدی میں تو نہیں ہو...؟“ للی میک نے پوچھا۔وہ گاڑی کی چابی اٹھاتا چونکا۔

”کوئی کام ہے کیا؟“ دامیان سوری نے پوچھا۔

”ہاں‘ اگر تم مجھے ڈراپ کردیتے تو...!“ للی میک نے کہا۔

”تمہیں کہاں جاتا ہے؟“ دامیان سوری نے دریافت کیا۔

”مجھے زائرہ ملک کی طرف جانا ہے۔بہت دنوں سے وقت نہیں ملا۔آج صبح ان کا فون آیا تھا۔مجھے اچھا نہیں لگا جب انہوں نے پوچھا کہ میں کتنے دنوں سے ان کی طرف کیوں نہیں آئی شاید ان کو بھی مجھ سے کچھ اُنسیت ہوگئی ہے۔ ایک نامعلوم سا رشتہ جانے کیا اسرار رکھتا ہے شاید میں سمجھ نہیں پارہی۔“

”للی! کبھی کبھی چیزوں کو ان کے حال پر چھوڑ دینا مناسب ہوتا ہے۔رشتے اپنی ہیئت خود بنالیتے ہیں‘ تمہیں سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔اگر تمہیں وہاں جانا اور ان سے ملنا اچھا لگتا ہے تو تمہیں وہاں جانا چاہیے۔“ دامیان سوری نے کہا۔

”میں نہیں جانتی مجھے ان سے ملنا خوشی دیتا ہے کہ نہیں... مگر مجھے چیزیں حیرت میں مبتلا کرتی ہیں۔میں رشتوں کی ہیئت سمجھ نہیں پاتی شاید رشتوں کو سمجھنا کچھ مشکل ہے۔“ للی نے صاف گوئی سے کہا۔

”ہوسکتا ہے!“ دامیان سوری نے کہا پھر ہاتھ اس کی طرف بڑھایا‘ وہ چونکتے ہوئے دیکھنے لگی۔”تمہیں جانا نہیں ہے؟“ وہ بولا تھا۔للی نے سر اثبات میں ہلادیا۔”جلدی آجاؤ۔مجھے ایکسل کی طرف بھی جانا ہے‘ تمہیں چھوڑ کر اس کی طرف نکل جاؤں گا۔“ اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو اس نے تھاما تھا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

”تم اندر نہیں چلو گے؟“

”کہاں...؟ آنٹی سے ملنے؟“ دامیان نے کہا۔

"ہاں!" للی میک نے کہا۔

"تم چاہتی ہو میں تمہارے ساتھ ان کے گھر جاؤں اور ملوں؟" دامیان نے پوچھا۔

"تم نہیں چاہتے؟" للی نے الٹا سوال داغ دیا۔

"میں نے ایسا سوچا نہیں تھا۔" دامیان سوری نے صاف گوئی سے کہا اور گاڑی کا دروازہ اس کے لیے کھولا تو للی اگلی نشست پر بیٹھ گئی پھر اس نے گاڑی کا دروازہ بند کیا اور گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ پر آ گیا۔

"دامیان! ایک بات پوچھوں؟"

"ہاں پوچھو!" دامیان نے سرسری انداز میں کہا۔

"تمہیں مجھ سے محبت ہے؟" للی میک نے کچھ بھی سوچے سمجھے بنا کہا۔دامیان سوری کسی قدر حیرت سے اسے دیکھنے لگا تھا۔

"یہ کیسا سوال ہے؟"

"تمہیں پسند نہیں آیا؟" للی نے آنکھوں پر سیاہ گلاسز چڑھا کر جیسے اپنے احساسات کو چھپایا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"یہ میری پسند نا پسند کی بات نہیں ہے للی! میں یہ پوچھ رہا ہوں کہ تم نے ایسا کیوں پوچھا؟"

"اور میں یہ پوچھ رہی ہوں کہ تمہارا جواب کیا ہے؟" للی برجستگی سے بولی۔

"میرا جواب کیا ہونا چاہیے للی؟" دامیان سوری کی آنکھیں بتارہی تھیں کہ وہ الجھنوں میں گھرچکا ہے۔

"میں تمہارا جواب جانتی تو تم سے پوچھتی کیوں دامیان سوری؟" للی کو شاید اس کے سوال سے اس کی بے وقوفی کا اندازہ ہوا تھا۔دامیان سوری چپ سادھ گیا تھا۔للی کو اسے الجھا دیکھ کر کوئی حیرت نہیں ہوئی تھی۔گاڑی میں خاموشی بہت بڑھ گئی تھی تبھی للی میک نے پلیئر آن کردیا۔

گونجا سا ہے کوئی اکتارا

گونجا سے ہے کوئی اکتارا

اورے منوا تو بانورا ہے

تُو ہی جانے تُو کیا سوچتا ہے

تُو ہی جانے تُو کیا سوچا ہے بانورے

ایک روح کو چھوتی دُھن اطراف میں پھیلی تھی۔

کیوں دکھائے سپنے تُو سوتے جاگتے

جو برسیں سپنے بوند بوند

نینوں کو موند موند

جو برسیں سپنے بوند بوند

کیسے میں چلوں؟

دیکھ نہ سکوں

انجانے راستے...

للی میک کی نگاہیں دامیان سوری کے چہرے کو کھوج رہی تھیں جیسے... مگر وہ اس کی جانب دانستہ ایک نگاہ بھی نہیں ڈال رہا تھا۔

”للی میک!“ جانے کس لمحے دھیمی آواز اُبھری تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سُن رہی ہوں سدھ بدھ کھو کے

کوئی میں کہانی...

پوری کہانی ہے کیا، کسے ہے پتا

رُت ہے جو پل کی یار ہے گی سدا

کسے ہے پتا...!

”للی میک! تم میرے لیے بہت اہم ہو۔ میری زندگی میں تمہاری اہمیت ہے مگر...!“ وہ اس کی جانب دیکھے بنا بولا۔ للی میک پوری توجہ سے اسے دیکھتی ہوئی سُن رہی تھی۔ وہ نظریں جو دامیان سوری کو بغور دیکھ رہی تھیں، جیسے کوئی درخواست تھی ان میں... مگر دامیان سوری جیسے جاننا نہیں چاہتا تھا۔ ”یہ محبت ہے یا نہیں... میں نہیں جانتا۔“ ایک بے پروا جملہ تھا اور للی میک کی ساکت نظریں اس جملے میں کہیں گُم ہو گئی تھیں۔ ”یہ محبت نہیں ہے شاید...!“ بے یقین... اور للی میک جیسے اس سے آگے کچھ سُن ہی نہیں سکی تھی۔

جو برسیں سپنے بوند بوند

نینوں کو موند موند

کیسے میں چلوں

دیکھ نہ سکوں

انجانے راستے...

للی میک کی سماعتوں میں بس وہی لفظ گونج رہے تھے' اس سے آگے کی کہانی اس کی سمجھ نہیں آتی تھی۔نا ہی وہ سُن سکی تھی۔

"للی میک! محبت کا تجربہ میں نے کبھی نہیں کیا۔مجھے نہیں پتا محبت کیسی ہوتی ہے۔میں ان احساسات سے یکسر بے خبر ہوں اور انجان بھی... مجھے محبت کی کچھ خبر نہیں اور..." دامیان سوری جیسے اسے جواز دے رہا تھا مگر وہ صرف خاموشی سے اسے ساکت بیٹھی دیکھ رہی تھی۔

گونجا سا ہے کوئی اکتارا اکتارا

گونجا سا ہے کوئی اکتارا اکتارا

جو برسیں سپنے بوند بوند

نینوں کو موند موند

کیسے میں چلوں؟

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دیکھ نہ سکوں

انجانے راستے...

دامیان سوری اسے جیسے کسی طرح کی خوش فہمی یا خوش گمانی میں مبتلا رکھنا نہیں چاہتا تھا یا پھر وہ سچ کہہ رہا تھا کہ وہ محبت کے معنی جانتا ہی نہیں۔وہ اس لمحے کچھ سخت دل بن رہا تھا یا محبت کی گلی سے اس کا گزر واقعی کبھی نہیں ہواتھا۔وہ سچ کہہ رہا تھا یا غلط... کچھ بھی سی! یہ کہانی اپنی جگہ مگر اس گھڑی اسے للی میک کی آنکھوں کے تارے بہت بجھے بجھے لگے تھے۔

گونجا سا ہے کوئی اکتارا اکتارا

گونجا سا ہے کوئی اکتارا

ایک ضد تھی... ایک تکرار...! مگر للی میک اس کے گاڑی روکنے پر خاموشی سے اُتر گئی تھی۔نا اسے پلٹ کر دیکھا تھا نا اسے اندر آنے کے لیے کہا تھا۔ وہ خاموشی سے اسے اندر جاتا دیکھتا رہا تھا پھر چپ چاپ گاڑی آگے بڑھادی تھی۔

کیا وہ واقعی جانتا تھا وہ کیا کررہا ہے اور کیوں کررہا ہے؟

وہ شاید اس کے بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا۔

...☆☆☆...

ایشاع نے اسے آفس سے لیا اور پھر بیوٹی سیلون میں چھوڑ دیا تھا۔

"میں کارڈز دینے جارہی ہوں اور سب کو یہ دعوت نامے آج ہی دینے ہیں۔تم اندر جاؤ اور جو جو ضروری کام ہیں انہیں نمٹانے دو بھابی ورنہ بھائی مجھ سے بہت شکوہ کریں گے۔مجھے کوئی معذرت نہیں سننی سو پلیز کچھ کہنا مت... ابھی جاکر مایوں کی تقریب کی سجاوٹ بھی دیکھنا ہے کہ سب ٹھیک سے ہوا بھی ہے کہ نہیں...!" ایشاع بہت مصروف لگ رہی تھی۔وہ اسے آفس سے یہ بتا کر نہیں لائی تھی کہ اسے لینے کا مقصد کیا ہے۔وہ اسے صرف یہ کہہ کر لائی تھی کہ اسے اس کے ساتھ لنچ کرنا ہے۔وہ آفس میں بتا کر نہیں آئی تھی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اور کئی اہم امور نمٹانے تھے جس کی فکر اسے ہوئی تھی مگر معارج تغلق کی فیملی جیسے اپنی ہی من مانی کرنا جانتی تھی اور "سننا" جیسے سیکھا ہی نہیں تھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو بھابی! اندر جاؤ! مقررہ وقت پر میں آکر لے لوں گی، اس کی فکر مت کرنا۔میں نے بیوٹی سیلون کی مالکہ سے بات کرلی تھی کہ انہیں کیا کیا کرنا ہے۔سو پلیز انہیں چپ چاپ کرنے دینا اور کوئی بحث یا احتجاج مت کرنا۔" وہ جیسے انائیا ملک کی طبیعت سے واقف تھی کہ وہ واویلا کرے گی۔"دلہن کے لیے یہ موقع خاص اور ضروری ہوتا ہے تو میں پوری کوشش کررہی ہوں کہ تم بہت خوب صورت دکھائی دو۔جتنی کہ تمہیں لگناچاہیے۔میرے بھائی کو بس اپنے پلّو میں باندھ لو، یہی ہم سب چاہتے ہیں اور اس سب کے لیے تمہارا ان کے دل میں گھر کرنا ضروری ہے نا!" ایشاع شرارت سے مسکرائی تھی۔

"اُف خدایا! یہ سب کس دنیا میں رہتے ہیں؟" انائیا ملک من ہی من میں بولی تھی اور پلٹ کر سیلون میں داخل ہوجانا زیادہ ضروری خیال کیا تھا۔سارہ کو فون ملایا اور ساری ضروری ہدایت دیں اور پھر کہا تھا کہ اگر وہ جلدی فارغ

ہو گئی تو واپس آفس آئے گی۔مگر اس کا موقع اسے نہیں ملے گا' وہ نہیں جانتی تھی۔

جانے کتنے گھنٹے لگے تھے... وہ صرف سوئیاں دیکھتی رہی تھی اور جب اسے فارغ کیا گیا تھا تو بتایا گیا تھا کہ کوئی باہر اس کا منتظر ہے۔وہ جانتی تھی ایشاع اسے لینے پہنچ چکی ہے۔تو وہ ایک سکون کی گہری سانس خارج کرتی باہر آتی مگر اپنے سامنے معارج تغلق کو دیکھ کر وہ اوب گئی تھی۔

''اوہ! ایک نئی مصیبت...'' وہ صرف سوچ سکی تھی' کہہ نہیں پائی تھی۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتا وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر بیٹھی تھی اور فوراً بولی تھی۔

''میں تھک گئی ہوں' گھر چلو۔'' عجیب حکم صادر کرتا لہجہ تھا۔معارج تغلق نے اسے دیکھا اور مسکرادیا۔

''میں ڈرائیور نہیں شوہر ہوں' کچھ تو نرمی سے بات کرو۔تمہیں تو اپنی بات منوانے کا ڈھنگ بھی نہیں آتا۔'' معارج تغلق نے اسے جیسے اسلوب سمجھائے تھے مگر وہ سیکھنے پر مائل نہیں تھی جیسے۔

www.pakistanipoint.com

''ایسے کیا دیکھ رہے ہو... گاڑی چلاؤ نا!'' وہ جیسے واقعی تھکی ہوئی تھی' کہہ کر گاڑی کی سیٹ کے ساتھ سر ٹکادیا۔

''تمہارا چہرا بہت چمک رہا تھا' پارلر والوں کی محنت صاف دکھائی دی ہے۔ چہرے کی چمک دیکھ کر لگ رہا ہے کہ ان کا بل زیادہ نہیں اور کافی جائز ہے۔'' وہ اتنا اچھا حسین مزاج کب سے رکھنے لگا تھا' وہ یہ نہیں جانتی تھی۔بس ایک نگاہ اس کی طرف دیکھا اور پھر آنکھیں موند لی تھیں۔

''مجھے تمہیں جیولر کی طرف لے کر جانا تھا۔ممی کا حکم تھا مگر لگتا ہے اور ارادہ ملتوی کرنا پڑے گا۔'' وہ اس کے آرام کا اتنا خیال کرتا تھا...! مگر وہ اس کے بارے میں زیادہ سوچنا نہیں چاہتی تھی تبھی آنکھیں موند لی تھیں۔معارج تغلق نے گاڑی آگے بڑھادی تھی۔یونہی آنکھیں موندے بیٹھی رہی تھی۔معارج تغلق سے اب کوئی مزید ڈر نہیں تھا کہ اس نے جو کیا تھا اب اس سے زیادہ کیا کرسکتا تھا۔وہ کوئی اعتبار تھا یا بے پروائی کہ وہ آنکھیں موندے تک تک بیٹھی رہی تھی جب تک معارج تغلق نے اسے مخاطب نہیں کیا۔

"مسز تغلق!" وہ جیسے غنودگی میں جانے کو تھی جب اس کی آواز سماعتوں سے ٹکرائی تو اس نے آنکھوں کو کھولا ' ونڈو اسکرین سے باہر کے منظر کو دیکھا۔ وہ اسے گھر کی بجائے سی ویو لے آیا تھا۔ سمندر چپ چاپ اور پرُ سکون سا تھا۔ لہریں سبک سی ساحل سے ٹکرا رہی تھیں۔ اسے وہ منظر بہت پرُسکون لگا تھا' تبھی شاید گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکلی اور ساحل کی گیلی ریت پر چلنے لگی تھی۔ معارج تغلق گاڑی سے باہر آگیا تھا اور ٹیک لگا کر اسے ساحل کی لہروں کے ساتھ چلتے ہوئے دیکھنے لگا تھا۔ وہ بہت مگن سی دکھائی دی تھی' اس کے اندر جیسے کوئی سکون سرایت کررہا تھا' اس کے اٹھے قدموں میں ایک ٹھہراؤ تھا جو معارج تغلق کو بتارہا تھا کہ وہ اچھا محسوس کررہی ہے۔ اسے پرُسکون اور اچھا محسوس کرتا دیکھ کر وہ خوش ہوا تھا... کیا وہ اس کی اتنی پروا کررہا تھا... یہی سوال انائیا ملک کے اندر بھی شاید کہیں اُٹھا تھا' شاید تبھی اس نے پلٹ کر اس کی جانب دیکھا تھا۔ ڈوبتے سورج کی کرنیں بڑی بھلی معلوم ہورہی تھیں اور اس روشنی کے رنگ جہاں آسمان پر جادو بکھیر رہے تھے' وہیں وہ جادو اس ماحول کو بھی اپنے ساتھ باندھ رہا تھا۔ انائیا ملک کا چہرا بڑا بھلا معلوم

ہورہا تھا۔ کسی بھی میک اپ سے ماورا... کسی بھی بناوٹ سے پکا' وہ کوئی ردعمل بھی دیتی تھی تو آئینہ سی لگتی تھی... جو اس کے اندر تھا وہی اس کے چہرے پر تھا' شاید اس لڑکی کو اپنے احساسات چھپانے نہیں آتے تھے۔ اس لمحہ اسے اپنی جانب دیکھتا پاکر وہ جان سکتا تھا کہ اس کی آنکھوں میں کیا سوال تھے۔ وہ جیسے پوچھ رہی تھی کہ وہ کیسے جان پایا کہ اسے یہ مقام سکون دے سکتا ہے...؟ وہ بہت دھیمے سے مسکرایا اور پھر قدم اس کی جانب بڑھادیئے تھے۔ آہستہ قدموں سے چلتا ہوا اس کے پاس جا رُکا اور پھر بہت آہستگی سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"تم مجھے یاد کررہی تھیں نا!" معارج تغلق کی نظروں میں شرارت تھی۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا' بس خاموشی سے اسے دیکھا تھا۔ معارج تغلق کے ساتھ قدم قدم گیلی ریت پر لہروں کے سنگ چلنے لگا۔

"آپ کو کیسے پتا چلا؟" وہ یک دم بولی۔

"کیا... یہی کہ تمہارا دل میرے ساتھ اس ساحل پر قدم قدم چلنے کو چاہ رہا ہے؟" وہ مسکرایا۔

"اوں ہوں!" وہ انکاری ہوئی۔

"اچھا! پھر تم نے پلٹ کر کیوں دیکھا؟" وہ جاننے پر بضد ہو گیا۔"مجھے لگا تمہاری نظریں کہہ رہی ہیں کہ کیا تم میرے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلو گے...؟ تو میں نے آنے میں دیر نہیں کی۔" وہ دلچسپی سے اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔اسے زچ کرنے میں جیسے اسے لطف آتا تھا۔

"ایسا کچھ نہیں تھا۔" وہ اس پر سے نظریں ہٹا کر ڈوبتے سورج کو دیکھنے لگی۔

"تو پھر...؟" معارج تغلق کا مزاج خاصا دوستانہ ہورہا تھا۔وہ سمجھ نہیں پائی تھی اس کا اصل کیا تھا اور کیا وہ یہ سب صرف اسے تنگ کرنے اور چڑانے کو کرتا تھا۔"میں اس مقام پر لانے کے متعلق پوچھ رہی تھی کہ آپ کو یہ خبر کیسے ہوئی کہ میں یہاں آکر سکون محسوس کروں گی؟"

"تمہاری آنکھوں نے کہا تھا!" معارج تغلق نے اس کے چہرے کو بغور دیکھا۔

"تم اپنی آنکھیں پڑھنے کیوں نہیں دیتیں...! نظر کیوں چرالیتی ہو؟ مجھ سے خوف زدہ ہو یا اپنے آپ سے؟" جس طرح وہ اس کی سمت دیکھنے سے گریز کررہی تھی، وہ محظوظ ہوا تھا۔

وہ لمبا چوڑا، مضبوط نظر آنے والا شخص جیسے اس کے ساتھ چلتا خود کو اس کا سب سے بڑا محافظ محسوس ہوا تھا۔جسے وہ اسے ہر طرف سے محفوظ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو مگر کیا انائیا ملک کو اس کے ساتھ قدم بہ قدم چلنا اچھا لگ رہا تھا...؟

"میں کسی بات سے خوف زدہ نہیں معارج تغلق! مجھے تم سے کبھی ڈر نہیں لگا۔ میرے نانا کہتے ہیں جب اپنے اندر خوف بہت بڑھ جاتے ہیں تب ہم جی نہیں پاتے۔میں کسی خوف کے زیر اثر جینا نہیں چاہتی، تم میرا جتنا بگاڑ سکتے تھے، کرلیا۔اب مزید کوئی پیش رفت مجھے اس سے زیادہ دیوار سے نہیں لگاسکتی۔" وہ مضبوط لہجے میں بولی تو وہ اس کے پُر اعتماد انداز سے ہمیشہ متاثر ہوتا تھا۔اس لمحے بھی وہ اس کی سمت دیکھ کر مسکرادیا۔ایک بڑی لہر آئی

تھی، اس سے پہلے کہ انائیا ملک کا توازن بگڑتا، معارج تغلق نے اسے مضبوطی سے تھام لیا۔انائیا ملک اس اچانک اقدام پر بھونچکا رہ گئی تھی۔

”تم اس طرف چلو، میرے اس طرف...“ معارج تغلق نے اس کے سنبھل کر کھڑا ہونے پر رسانیت سے کہا۔کیسا تحفظ دیتا انداز تھا۔

کیا اسے انائیا ملک کی اتنی پروا تھی؟

کیا وہ سچ میں اس کا محافظ بن رہا تھا؟

”میں جانتا ہوں، تمہیں تیرنا نہیں آتا۔میں اچھا تیراک ہوں۔میں لہروں سے کھیلنا جانتا ہوں۔“ وہ ملائمت سے مسکرایا۔انائیا ملک کی نظروں میں جیسے حیرت تھی۔وہ سمجھ نہیں پائی تھی وہ کیوں ایسا کررہا تھا کیا وہ اسے واقعی اتنے اچھے سے جانتا تھا...!

”آپ تو شاید زندگیوں سے کھیلنا بھی جانتے ہیں معارج تغلق!“ وہ کہہ کر دوسری سمت دیکھنے لگی تھی۔اس کا لہجہ کڑوا تھا۔کسیلا اور تلخ... مگر اس کی کڑواہٹ جیسے معارج تغلق کے مزاج پر اُلٹا اثر کررہی تھی۔وہ اتنا ہی خاموش طبع اور ٹھنڈے مزاج کا مالک تھا تبھی پُرسکون انداز میں اسے سنتا تھا۔

کیا وہ اپنا قصور جانتا تھا اور غلطی تسلیم کرتا تھا؟

”مجھے غوطہ خوری کا جنون ہے۔کسی دن اس کی مشق کریں گے۔تم خوف زدہ تو نہیں ہوگی نا! پانی کے اندر سمندر کی آخری سطح تک چلے جانے کا اپنا ایک لطف ہے۔مجھے معلوم ہے تم اسے انجوائے کروگی“ وہ پروگرام بناتا ہوا بولا۔انائیا ملک نے کوئی عندیہ نہیں دیا تھا۔

”تمہیں گھروندے بنانے کا شوق کبھی نہیں رہا؟“ معارج تغلق نے پوچھا۔

”نہیں، مجھے مٹی اور ریت کے گھروندے اچھے نہیں لگتے۔ریت پر بنیاد مضبوط نہیں ہوتی۔اس لیے گھروندے دیر پا نہیں ہوتے۔میں جب چھوٹی تھی تو اکثر چڑ جاتی تھی جب گھروندہ کسی بڑی لہر کے آجانے کے باعث بہہ جاتا تھا تب میری ساری توجہ گھروندہ بنانے سے ہٹ کر سیپیاں چُننے میں اور چھوٹے چھوٹے کیکڑے پکڑنے میں صرف ہونے لگتی تھی۔“ وہ صاف گوئی سے بولی۔

”اور اگر وہ ریت کے گھروندے اتنے کمزور نہ ہوتے اور کوئی بڑی لہر انہیں آکر بہا کر نہ لے جاتی تو تمہیں گھروندے بنانا آج بھی اتنا ہی اچھا لگتا؟“ وہ

اسے بہت موڈ میں لگی تھی چھوٹی چھوٹی باتیں بانٹتی سناتی۔ تبھی وہ دلچسپی ظاہر کرتا بولا۔

"شاید... مگر میں حقیقت سے نظریں چرا نہیں سکتی نا! گھر ریت پر بنانا بے وقوفی تو ہے، کمزور بنیاد رکھنا اور پھر آس لگانا مایوسی میں مبتلا کرسکتا ہے نا!" معارج تغلق کو وہ کسی خوف زدہ بچی سی لگی۔ شاید وہ آج بھی کہیں وہیں تھی... اس چھوٹی سی عمر میں قید... گھروندے بنانے کا شوق رکھتی مگر اسی خوف میں مبتلا کہ وہ گھر ٹوٹ نہ جائے۔

"اور اگر میں تمہیں ایک ایسا گھر بنا کر دکھاؤں جو ریت پر سمندر کے قریب بنا ہو مگر اس کی بنیادوں میں کمزوری نہ ہو تو...؟" کیا وہ اسے کوئی خواب دکھانا چاہتا تھا یا اسے اس خوف سے باہر نکالنے کے لیے جتن کررہا تھا یا پھر لفظوں سے کھیلنے کا ہنر...!

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"تمہیں لگتا ہے میری یہ عمر خواب دیکھنے والی ہے معارج تغلق!" سورج کی سنہری کرنوں سے اس کا چہرہ سنہری ہورہا تھا۔ وہ اس کے پختہ اندازِ فکر پر مسکرادیا تھا۔

"تمہارا یہی تو مسئلہ ہے انائیا تغلق! کہ تم خواب بھی دیکھنا نہیں چاہتیں۔" اس نے اس کی سوچ پر افسوس کیا۔

"میں خواب واقعی نہیں دیکھنا چاہتی۔ چاہوں بھی تو نہیں رہ سکتی خوابوں میں... میں حقیقت پسند ہوں اور تمہارا مزاج کب سے خواب دکھانے والا ہو گیا... تم تو خوابوں کو ملیامیٹ کرنے والے ہو، نا! احساسات سے ماورا، جذبات سے بے پروا، بے حسی میں جیتے ہو۔ تمہیں گھر بنانے کی لگن کب سے ہونے لگی؟" اس کا لہجہ تلخ تھا، مگر وہ مسکرا دیا۔

"ہاں مجھے لطف آتا ہے یہ سب کر کے تم تو مجھے بہت اچھے سے سمجھنے لگی ہو نا۔" وہ مسکرا رہا تھا۔ وہ چلتے چلتے رک گئی تھی۔

"معارج تغلق! بہت کھوکھلے ہوگئے ہو تم اس طرح مسکراتے جیسے اس مسکراہٹ کی حقیقت کچھ نہ ہو اور تم بہت کم زور آدمی ہو اندر سے۔ صرف

اپنے باہر کے خول کے ٹوٹنے سے خوف زدہ کہ تمہارا بھرم نہ ٹوٹ جائے اور سب کو تمہاری اصلیت نہ پتا چل جائے کہ تم اصل میں کتنے کمزور انسان ہو۔"

وہ اپنا غصہ اس پر نکال رہی تھی۔مگر وہ بہت سکون سے سن رہا تھا۔اس کی پیشانی پر کوئی لکیر نہیں تھی۔وہ اسے پر سکون سمندر جیسا لگا تھا جو شانت سا بہتا ہے اور کئی طوفان اپنے اندر مدغم رکھتا ہے۔

تو کیا وہ اسے ضرب لگانا چاہتی تھی۔

معارج تغلق نے اس کی کلائی کو مضبوطی سے تھاما تھا۔اس کے ہاتھ کی گرفت سخت تھی' اس نے اسے گھما کر اس کا رخ سورج کی سمت کردیا۔

"اس طرف دیکھو تمہیں روشنی میں کوئی منظر دھندلا دکھائی نہیں دے گا نا کچھ غیر واضح تمہیں روشنی سے رخ موڑ کر نہیں روشنی کو دیکھ کر اس کی سمت سفر کرنے کی ضرورت ہے۔مسز تغلق! اپنے اندر کی کمزوری پر نظر کرو کہ تم روشنی کا سامنا کرنے کی صلاحیت بھی نہیں رکھتی ہو۔" اس کا انداز دھیما تھا۔

بے اختیار کلائی پر سے گرفت ڈھیلی کی تھی اور پھر کلائی چھوڑ کر چلتا ہوا گاڑی کی سمت بڑھنے لگا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

انائیا ملک اسے خود سے دور جاتا دیکھتی رہی تھی۔

...☆☆☆...

"کیا ہوا' کھانے میں مرچ تیز ہے کیا؟ تمہاری آنکھوں سے اس طرح پانی کیوں بہہ رہا ہے؟" زائرہ ملک نے للی میک کو دیکھا۔

"بچی کو پانی دو اور وہ فروٹ ٹرائفل آگے کرو۔" نانا کو بھی فکر ہوئی۔للی میک جو سر جھکائے کھانا کھا رہی تھی۔اسے اپنی آنکھوں سے بے ساختہ امڈ آنے والے آنسوؤں کی خود بھی خبر نہیں تھی۔زائرہ ملک کے احساس دلانے پر اس نے اپنے رخساروں پر ہاتھ پھیرا تھا اور نمی دیکھ کر چونکی تھی۔

"تم ٹھیک ہو؟" زائرہ ملک کو فکر ہوئی۔

"ہاں' ہاں! میں ٹھیک ہوں۔آپ نے کھانا بہت لذیذ بنایا ہے۔نانا میں ابھی فروٹ ٹرائفل نہیں لوں گی۔فی الحال کھانا کھاؤں گی مجھے اچھا لگ رہا ہے۔فروٹ ٹرائفل بعد میں چکھوں گی۔" اس نے ٹشو سے آنکھوں کو رگڑا تھا اور مسکرا دی۔

"زائرہ ملک! یہ بریانی مجھے بہت پسند آئی ہے۔آپ مجھے بنانا سکھائیں گی؟" وہ کہہ کر پھر سے کھانے لگی۔

"ہاں سکھا دوں گی مگر تمہیں اتنی مرچ کی عادت نہیں ہے نا! میں نے احتیاطاً مرچ کم ڈالی تھی مگر...!" ممی نے پانی کا گلاس اس کی سمت بڑھایا۔

"کوئی بات نہیں' زائرہ ملک! آپ نے کھانا بہت اچھا بنایا ہے۔مجھے مسالوں والے کھانے پسند ہیں۔میری ممی کے ہاتھ کا ذائقہ آپ کے ہاتھ میں...!" اس نے برملا تسلیم کیا تھا۔

"تمہاری ممی مشرقی کھانے بنا سکتی تھیں کیا!" نانا چونکے تھے۔

"ہاں' جہانگیر ملک کو بریانی اور دیگر مشرقی کھانے بہت پسند تھے۔تو ممی نے سب سیکھ لیا تھا۔"

"بہت اچھے!" نانا متاثر ہوئے تھے۔

"تمہارا کیا خیال ہے؟ مستقبل میں کیا ارادے ہیں۔شادی یہاں کرو گی اس ماحول میں یا...؟" ممی نے پوچھا۔اس کا بریانی منہ میں لے جاتا ہاتھ رکا تھا۔

"میں نے اس بارے میں کچھ نہیں سوچا زائرہ ملک! یہ بہت بڑا فیصلہ ہے۔میں اپنی ماں جیسی شادی نہیں چاہوں گی۔مجھے ساری عمر ایک آدمی کے ساتھ ایک گھر میں اس کی بیوی بن کر رہنا ہے۔تو بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔" اس نے بات بنائی۔

"ہاں یہ تو اہم ہے۔" نانا نے سراہا تھا۔

"شادی ایک پیچیدہ معاملہ ہے' اس میں احتیاط کی بہت ضرورت ہے۔ممی نے بھی کہا تھا۔

"اوہ' شادی سے یاد آیا۔انائیا کی نند آئی تھی۔غالباً وہ شادی کو ایک بڑی تقریب بنانے جا رہے ہیں۔اسی کے سلسلے میں دعوت نامہ دینے آئی تھی۔میں نے لے کر میز پر رکھ دیا تھا۔تم دیکھ لو بیٹا۔" نانا نے یاد آنے پر کہا تھا۔وہ اٹھی تھیں اور پھر کارڈ لینے بڑھ گئی۔پلیٹیں تو بغور کارڈ کو دیکھ رہی تھیں۔

"مجھے انائیا نے نہیں بتایا تھا کہ وہ تقریب کا کوئی ارادہ بنا رہے ہیں!"

”تو کیا ہوا؟ اگر وہ ایسا کر رہے ہیں تو اس میں عجیب کیا ہے؟ ملنے ملانے والوں کو شادی کے بارے میں آگاہ کرنا ضروری ہو گا تو انہوں نے تقریب کا انعقاد کردیا۔“ نانا نے سرسری انداز میں کہہ کر بات کو مکمل قرار دیا۔

”ہاں مگر یہ سب تو مایوں، مہندی، سنگیت سبھی کچھ کر رہے ہیں۔“ زائرہ ملک چونکی۔

”کیا عجیب ہے بیٹا! شادی اتنی افراتفری میں ہوئی تھی کہ اس کی نوبت نہیں آئی۔اب اگر وہ تمام تقریبات الگ الگ کر رہے ہیں۔تو کیا حرج بہو کا خیر مقدم اتنے چاؤ سے کر رہی ہے تو کیا برا ہے؟“ نانا نے کہا تھا۔زائرہ ملک نے انائیا کا موبائل نمبر ملایا تھا۔مگر اس کی بیٹری غالباً ختم تھی۔بات ممکن نہیں ہوسکی تھی۔

”یہ لڑکی سدا کی بے پروا ہے۔کبھی موبائل چارج نہیں کرتی۔“ زائرہ ملک فکر بندی سے گویا ہوئیں۔

”او ہو، کیا پریشانی ہے؟ بیٹھو، کھانا کھاؤ۔بات بعد میں کرلینا۔شادی کی تیاریوں میں مصروف ہوگی۔“ نانا نے انہیں مطمئن کیا تھا۔

”ہاں ابا! مگر اسے بات تو کرنا چاہیے۔کل یہاں آنا تھا اور نہیں آئی۔مجھے فکر ہوتی ہے اس کی۔“ زائرہ ملک موبائل ایک طرف رکھ کر کرسی کھینچ کر بیٹھی تھیں۔

”فکر کرنے کی بات نہیں۔وہ اب اس گھر کی بہو ہے۔انہیں اس کا خیال رکھنا ہم سے بہتر آتا ہو گا۔“ نانا بولے۔زائرہ ملک بے دھیانی میں پلیٹ میں چمچ چلانے لگی تھیں۔

”آپ ٹھیک ہیں زائرہ ملک!“ للی میک نے انہیں دیکھا تھا۔وہ سارا قصہ چپ چاپ سن رہی تھی۔زائرہ نے سراثبات میں ہلایا۔

”ہاں میں ٹھیک ہوں۔بس انائیا کی کچھ فکر ہو رہی ہے۔ماں ہوں نا۔“

”ماں ایسی ہی ہوتی ہے۔میں جانتی ہوں، میری ماں بھی ایسی ہی تھیں۔مگر بچے بڑے ہوجائیں تو ماں کو ان پر اعتماد کرنا چاہیے۔بچوں کا حوصلہ بھی بڑھتا ہے۔کوئی بھی معاملہ ہو آپ انائیا ملک کو خود سے سنبھالنے دیں۔آپ اس

کے ساتھ ہمیشہ نہیں رہ سکتیں۔اسے یہ سب خود سے کرنا آنا چاہیے۔'' للی میک بہت سمجھ داری سے بولی۔

''ہاں' بچی ٹھیک کہہ رہی ہے۔'' نانا متفق ہوئے تھے۔

''لیکن بچوں کو اچھا لگتا ہے جب ماں ان کی اتنی فکر کرتی ہے۔للی میک کے اندر جس شے کی کمی تھی۔اس کا اظہار کبھی کبھی اس کی باتوں سے ہوجاتا تھا۔

زائرہ ملک نے اسے بغور دیکھا تھا۔پھر بازو اس کے گرد پھیلا کر اسے ساتھ لگا کر اس کی پیشانی پر پیار کیا۔

''میرے پاس اب دو بیٹیاں ہیں۔ایک انانیا اور دوسری تم!'' للی میک نے ان کی سمت خاموشی سے دیکھا۔پھر نانا کی طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

''نانا! آپ مجھے وہ فروٹ ٹرائفل پکڑائیں گے؟''

نانا نے اسے فروٹ ٹرائفل تھما دیا تھا اور پھر اٹھ کھڑے ہوئے۔

''میں ذرا چہل قدمی کروں گا۔بہت کھالیا۔'' نانا باہر کی طرف بڑھ گئے تھے۔

''تمہیں کوئی پریشانی ہے؟'' زائرہ ملک نے دریافت کیا۔

''نہیں!'' وہ بہت اعتماد سے ان کی طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

''کیوں؟'' سوالیہ نظروں سے زائرہ ملک کو دیکھا تھا۔

''کچھ نہیں مجھے جانے کیوں لگا کہ تم کچھ پریشان ہو۔'' زائرہ ملک نے کہا۔

''آپ کو ایسا کیوں لگا؟'' للی چونکی۔''ویسے آپ نے یہ میٹھا بہت اچھا بنایا ہے۔ آپ کو کیسے پتا چلا کہ یہ میرا پسندیدہ ہے؟'' کیا وہ بات کو موضوع سے ہٹانا چاہ رہی تھی۔

''تم رو کیوں رہی تھیں؟'' للی میک کا ہاتھ رکا تھا اور وہ نگاہ چرا گئی تھی۔

''نہیں' میں نہیں رو رہی تھی۔'' وہ انکاری ہوئی۔

''ماں سے جھوٹ بولنا ممکن ہے؟'' زائرہ ملک نے کہا اور جانے کیا ہوا تھا کہ وہ ان کے شانے پر سر رکھنے پر مجبور ہوگئی تھی اور چپ چاپ اس کی آنکھوں سے پانی بہنے لگا تھا۔زائرہ ملک نے کچھ نہیں کہا تھا۔کوئی سوال نہیں پوچھا۔کچھ دیر تک اسے موقع دیا تھا کہ وہ اپنے اندر کے اس غبار کو نکال دے اور یہ سود مند بھی ثابت ہوا تھا۔للی میک کچھ دیر بعد ہاتھ کی پشت سے آنکھیں رگڑتی ہوئی ان سے الگ ہوگئی اور بولی۔

"آپ کے کھانے میں شاید آج کچھ خاص تھا' مجھے بہت اچھا لگا اور جب میں خوش ہوتی ہوں تو بلا وجہ آنکھوں سے پانی بہہ نکلتا ہے۔" وہ جیسے اندر کی خجالت اور شرمندگی کو تو دھو رہی تھی۔زائرہ ملک نے کچھ نہیں کہا بس پیار سے اس کا شانہ تھپتھپایا تھا۔

"اب ٹھیک سے یہ فروٹ ٹرائفل کھاؤ۔میں تمہارے لیے کافی بنا کر لاتی ہوں۔" زائرہ ملک اٹھ کر کچن کی سمت بڑھ گئی تھیں مگر للی میک سے مزید نہیں کھایا گیا تھا۔اس نے ہاتھ کھینچ لیا تھا۔پھر پرس سے سیل فون نکال کر دیکھا تھا۔شاید اسے خوش گمانی تھی کہ کوئی میسج یا مس کال ہوگی مگر ایسا کچھ نہیں تھا۔للی میک نے سیل فون دوبارہ بیگ میں ڈال دیا تھا۔

...☆☆☆...

"میری سمجھ میں ایک بات نہیں آئی کہ تم جب اتنا کچھ کر چکے ہو تو میری فیملی سے روابط کیوں بڑھا رہے ہو کہ سارے پیغامات اب بھی تمہارے وسیلے سے مجھ تک پہنچ رہے ہیں۔" پارسا چوہدری نے اسے شاکی نظروں سے دیکھا تھا۔

"اس بات کا جواب تمہیں مجھ سے نہیں خود اپنے آپ سے مانگنا چاہیے گلابو!" وہ لاتعلق لہجے میں بولا۔

"مجھے خود سے کسی بات کا جواب مانگنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔یلماز کمال! تم آج بھی اتنے ہی بے حس اور خود غرض ہو اور یہ تمہاری سرشت میں ہے۔تم کبھی بدل نہیں سکو گے۔" پارسا چوہدری نے کہا۔

"اور تم مجھے بدلنے کے جتن کیوں کرنا چاہتی ہو؟ تم سے کوئی کام ڈھنگ کا نہیں ہوتا! مجھ سے دور نہیں رہ سکتیں تم؟" وہ سپاٹ لہجے میں کہہ رہا تھا۔اس کا چہرہ بے تاثر اور نظریں ہر احساس سے ماورا تھیں۔جیسے وہ کوئی روبوٹ ہو۔کوئی مشین۔

"تمہارے اتنے سارے اسکینڈلز کس طرح مشہور ہیں؟ تمہارے پاس تو کوئی احساس ہے نا مروت! دل سینے میں دھڑکتا ہے اس کی بھی کیا گارنٹی ہے؟" پارسا چوہدری نے طنز کیا۔

"میرے پاس دل واقعی نہیں ہے گلابو! اور اسکینڈلز میرے پیار محبت یا عشق کے نہیں بنے وہ کچھ اور نوعیت کے ہیں۔میرے نزدیک اس بات کے لیے

کوئی پابندی ہے نا شرم۔میں نے جو کیا اپنی مرضی سے کیا اور اس کے لیے کوئی احساس جرم بھی نہیں۔جو نام میرے ساتھ جوڑے گئے' ان پر بھی میں نے کبھی کوئی زبردستی نہیں کی۔وہ اپنی پوری رضا مندی سے میرے ساتھ ہوئیں۔میری طرف سے کبھی کوئی حدود یا شرائط نہیں رکھی گئیں۔" وہ بر ملا کہہ رہا تھا۔

"تمہیں جاننے میں مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" وہ چڑ کر بولی۔

"اچھی بات ہے۔مجھ سے دس میل دور رہا کرو' اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔" اسے جتا رہا۔

"مجھے تمہارے قریب آنے کا کوئی شوق نہیں ہے یلماز کمال! میں جانتی ہوں تمہارے نزدیک جذبات اور احساسات کی کوئی وقعت نہیں ہے۔"

"ٹھیک!" اس نے سر تسلیم خم کیا۔

"تم میرے لیے کوئی پیغام لائے تھے؟" وہ اصل موضوع پر آتی ہوئی بولی۔

"ہاں' چاچی نے تمہارا پوچھا ہے اور یہ تمہارے لیے بھیجا ہے۔" اس نے ایک پیکٹ اس کی طرف بڑھایا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"یہ کیا ہے؟" وہ چونکی۔

"مجھے کیا پتا ...! اب چاچی سے ہر بات نہیں پوچھتا۔انہوں نے فون کر کے بلایا تھا۔میں چلا گیا۔انہوں نے یہ پیکٹ تھمایا اور میں نے تھام لیا۔انہوں نے ہمیشہ کی طرح کہا کہ کسی اور کو پتا نہ چلے کہ میں نے گلابو کے لیے یہ سب تجھے دیا ہے تو میں نے صیغۂ راز میں رکھنے کا وعدہ کر کے تھام لیا۔ اب اس سے زیادہ سوال جواب مجھ سے مت کرنا۔تیرے لیے دیہات کا سفر کرتا ہوں۔احسان ہے تجھ پر۔" یلماز کمال نے جتایا۔

"اوہ' تو تم مجھ پر احسان کر رہے ہو؟ تو ٹھیک ہے آئندہ یہ احسان مت کرنا۔ مجھے تم جیسے بندے کا کوئی احسان بھی نہیں لینا۔تمہارا جو کرایہ بنا ہو مجھ سے وصول کر لینا۔چیک بنا کر دے دوں گی۔" وہ پیکٹ تھام کر زہر خند لہجے میں کہتی ہوئی پلٹی تھی۔جب اس نے ایک جھٹکے سے اس کی کلائی تھام کر اسے جھٹکا دیا تھا۔اس کی کلائی پر اس کی گرفت انتہائی سخت تھی اور اس کی آنکھوں سے جیسے شعلے نکل رہے تھے۔

"آئندہ جو بولنا ہو' سوچ سمجھ کر بولنا۔ورنہ اگلا اسکینڈل جو بنے گا وہ تیرے ساتھ بنے گا۔" وہ انتہائی سخت لہجے میں کہہ کر اس کا ہاتھ چھوڑ کر تیز قدموں سے آگے بڑھ گیا۔وہ اپنی کلائی پر اس کی سخت گرفت ابھی تک محسوس کر رہی تھی۔انگلیوں کے نشان کلائی پر چھپ چکے تھے۔پارسا کی آنکھیں پانیوں سے بھر گئی تھیں۔

...☆☆☆...

ایشاع نیچے کسی کمرے میں تھی۔جب ملازم نے آکر اطلاع دی تھی کہ ایشاع بھابی اسے بلا رہی ہیں۔وہ اپنے کمرے سے نکل کر آئی تھی۔وہ یہاں پچھلے کئی دنوں سے تھی' مگر گھر کے کئی گوشے اب بھی اس نے نہیں دیکھے تھے بلکہ بہت سے حصوں کی طرف وہ گئی بھی نہیں تھی۔اسی لیے جب ملازم کہہ کر باہر نکل گیا تھا تو وہ کھڑی سوچتی رہی تھی کہ نیچے کس کمرے میں... کس راہ داری کی طرف۔وہ سوچتی ہوئی اس طرف آگئی تھی کہ کوئی ملازم ہوگا تو وہ اس سے مدد لے لے گی۔مگر نگاہ دور تک دوڑانے پر بھی اسے کوئی ملازم دکھائی نہیں دیا تھا۔وہ اپنی مدد آپ کے تحت راہ داری سے گزرتی ہوئی

آگے بڑھی تھی۔مگر راہ داری کے اختتام پر جا کر رک جانا پڑا تھا کیونکہ کمروں کا اختتام ہوچکا تھا۔وہ سیل فون پر ایشاع کا نمبر ملا کر اس سے پوچھنا ہی چاہتی تھی کہ وہ کہاں ہے جب ایک کمرے نے اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کروالی تھی۔جانے کیا اسرار محسوس ہوا تھا کہ وہ آگے بڑھنے لگی تھی اور اس دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔شاید وہ کمرہ مقفل نہیں تھا' دروازہ کھلتا چلا گیا تھا۔

گلابی رنگ کی کلر اسکیم اور قیمتی فرنیچر سے مزین وہ کمرا بہت نفاست سے سجایا گیا تھا۔جس طرح کی آرائش و زیبائش تھی اس سے ظاہر تھا کہ یہ کمرا کسی لڑکی کا ہے تو کیا یہ ایشاع کا بیڈ روم تھا۔جیسے وہ

ہمیشہ سے استعمال کرتی رہی تھی اور اب جب کچھ دنوں کے لیے قیام کے لیے آئی تھی تو وہی کمرا استعمال کرنے کو ترجیح دی تھی...!

وہ چیزوں کے معیار اور انتخاب سے بہت متاثر ہوئی تھی۔کسی نے اسے بہت
دل سے سنوارا تھا اگر یہ ایشاع کے زیر استعمال تھا تو ایشاع کا ذوق کمال
تھا۔وہ ایک ایک شے سے متاثر ہو رہی تھی مگر ایشاع اسے کہیں دکھائی نہیں
دی تھی۔

"ایشاع؟" اس نے پکارا تھا۔پھر وہ واش روم کے دروازے کے قریب آئی
تھی، مگر اندر سے کوئی آواز بالکل نہیں آرہی تھی۔"ایشاع! وہ پکارتی ہوئی پلٹی
تھی۔تبھی نگاہ سائید ٹیبل پر گئی تھی۔ایک انتہائی دلکش پیکر کی تصویر وہاں سائیڈ
ٹیبل پر رکھی ہوئی تھی۔وہ ایشاع تو بالکل نہیں تھی۔تو کیا وہ کسی غلط کمرے
میں آگئی تھی۔وہ چونکی تھی۔اس کمرے کی آرائش و زیبائش اور صفائی سے
کہیں نہیں لگتا تھا کہ وہ کمرا کسی کے استعمال میں نہیں۔تو یہ کون تھی؟ یہ
پری پیکر! یہ دل کش چہرے والی لڑکی، اس خاندان سے کیا تعلق رکھتی تھی؟
وہ آگے بڑھی تھی اور تصویر اٹھا کر بغور دیکھنے لگی تھی۔بلا شبہ اس نے اس
سے زیادہ حسین چہرہ اپنی ساری زندگی میں نہیں دیکھا تھا۔وہ حسن اپنے اندر

ایک عجیب دل کشی رکھتا تھا۔وہ حیران تھی اس گھر کا کون سا کونا تھا باوجوہ
اس سے چھپایا گیا تھا اور جس کے متعلق اسے آگاہ نہیں کیا گیا تھا۔

"یہ کون تھی؟" وہ اس تصویر کو بغور دیکھ رہی تھی۔جب اپنے پیچھے اسے کھٹکا
محسوس ہوا تھا۔وہ یکدم پلٹی تھی۔معارج تغلق اس کے پیچھے کھڑا تھا۔اس کی
نظروں سے بجلی کوند رہی تھی۔اس کے چہرے کے تاثرات اس نے آج سے
پہلے کبھی ایسے نہیں دیکھے تھے۔اس کی آنکھوں سے صاف پتا لگ رہا تھا کہ وہ
اس کی یہاں موجودگی سے خوش نہیں ہے۔

"تم یہاں کیسے آئیں؟" وہ بہت سخت لہجے میں اس سے پوچھ رہا تھا۔انائیا ملک
نے ابھی کوئی جواب بھی نہیں دیا تھا۔جب اس نے آگے بڑھ کر اس کے
ہاتھ سے تصویر لے کر دوبارہ سائیڈ ٹیبل پر رکھی تھی اور اس کی کلائی کو سختی
سے پکڑ کر اسے لے کر اس کمرے سے باہر نکلنے لگا تھا۔

وہ اس کی اس حرکت پر بے انتہا حیران تھی۔ایسا کیا ہوا تھا؟ وہ یوں بد
سلوکی کیوں کر رہا تھا؟

اسے باہر نکال کر اس نے کمرہ مقفل کیا تھا اور پلٹ کر رستم کی طرف دیکھا تھا۔

"اس کمرے کی ذمہ داری تمہیں سونپی گئی تھی نا!" وہ قہر برساتی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ انائیا ملک حیران تھی۔ نگاہ حیرت سے معارج تغلق کو دیکھ رہی تھی۔

...☆☆☆...

معارج تغلق کا ردعمل اس کی سمجھ میں آنے والا نہ تھا۔ وہ اتنے غصے میں کیوں تھا... اور اس کا اس کمرے سے کیا راز جڑا تھا؟ وہ چپ چاپ اسے دیکھ رہی تھی مگر وہ اس کی جانب نہیں رستم کی طرف متوجہ تھا...

"اس کمرے کو بند کرو اور آئندہ جس طرح کیا جائے اسی طرح کیا کرو۔ تم جانتے ہو میں اپنے معاملات میں کسی طرح کی کوتاہی برداشت نہیں کرتا۔" وہ سخت گیر لہجے میں بولا۔ رستم نے مؤدب انداز میں سر ہلادیا تھا۔ وہ اب اس کی جانب متوجہ ہوا تھا۔

"آپ کا اس طرح آنا کیسے ہوا؟" اس سے تخاطب کے وقت اس کا لہجہ وہی معمول کا تھا جیسے سرے سے کچھ ہوا ہی نہ تھا۔

"کیا یہ کوئی رعایت تھی؟"

وہ اس کے ساتھ نرمی برت کر کیا ثابت کرنا چاہ رہا تھا؟

کیا وہ اس کے اس طرح آنے کو کوئی معمول کا واقعہ قرار دینا چاہتا تھا تاکہ اس کی توجہ اس کمرے کے اسرار سے ہٹ سکے؟

"یہاں کون رہتا ہے؟" وہ اس کے سوال کا جواب دیئے بنا پوچھنے لگی تھی۔

"ایک خوب صورت لڑکی، ملوگی کیا؟" وہ سمجھی تھی وہ آئیں بائیں شائیں کرے گا اور اس کے سوال کا کوئی مناسب جواب نہیں دینا چاہے گا۔ مگر جس طرح وہ اپنی آنکھیں اس پر جمائے بولا تھا' وہ غالباً حیران ہوئی تھی۔

تو کیا وہ کوئی راز' راز نہیں رکھنا چاہتا تھا؟

"کون لڑکی؟" وہ متجسس ہوئی۔

"میری گرل فرینڈ۔" وہ مسکرادیا۔ وہ خاموش سی رہ گئی۔

"چلو اب' وہاں ایشاع تمہیں ڈھونڈ رہی تھی۔" وہ موضوع بدلتے ہوئے بولا تھا۔وہ خاموش سی اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔اس کی نگاہوں میں کئی سوال سہی مگر معارج تغلق جیسے کسی ایک کا جواب دینے

پر بھی مائل نہیں تھا۔اس کا ہاتھ تھاما تھا اور تقریباً کھینچتا ہوا وہاں سے لے کر نکل آیا۔وہ اس کی حرکت پر ششدر تھی۔

ایسا کون سا راز تھا اس کے سینے میں جس کی پاسداری وہ کرنا چاہتا تھا... وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

...☆☆☆...

"اس طرح موڈ کیوں آف ہے تیرا؟" اناہیتا نے اسے غصہ کے ساتھ بیگ اور پیکٹ ایک طرف ڈالتے ہوئے دیکھا تھا۔وہ فوری طور پر کچھ نہیں بولی تھی۔ فریج سے بوتل نکال کر گلاس میں پانی اُنڈیلا اور ایک ہی سانس میں سارا پانی پی گئی۔اناہیتا نے اسے چپ چاپ دیکھا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"تمہیں کوئی پریشانی ہے؟" اس نے پارسا کی جانب بغور دیکھ کر پوچھا۔پارسا نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔بس خاموشی سے اس کے قریب آن بیٹھی تھی۔

"پارسا!" اناہیتا نے اس کے عجیب سے انداز پر اسے دیکھا تھا۔تب اس نے بنا اس کی جانب دیکھے سر نفی میں ہلایا۔

"مجھے پیاس لگی تھی۔گرمی کی شدت بڑھ گئی ہے نا! مون سون کا موسم ہے اور گھٹن اتنی زیادہ ہے۔جانے بارش کب آئے گی اور یہ گھٹن ختم ہوگی۔" اس کا لہجہ مدہم تھا۔

"تم نے مجھے فون کردیا ہوتا' میں تمہیں لے لیتی یا ڈرائیور بھجوادیتی۔" اناہیتا نے نرمی سے کہا تھا پھر اس پیکٹ کی طرف دیکھا تھا۔"تمہارا گفٹ ہے...؟ یقیناً گھر سے آیا ہوگا۔" وہ مسکرائی تھی اور پیکٹ کو الٹ پلٹ کر دیکھا تھا۔

"تم یلماز کمال سے ملنے گئی تھیں؟" اناہیتا نے اچانک کہا تھا۔پارسا اس سے ایسے نگاہ چرا گئی جیسے کوئی چوری کرتے پکڑی گئی ہو۔اناہیتا کو لگا تھا جیسے وہ اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتی تبھی موضوع بدل دیا تھا۔

"تم کچھ کھاؤ گی؟"

"نہیں! مجھے بھوک نہیں ہے۔" پارسا نے انکار کیا۔

"بھوک کیوں نہیں ہے، تم نے کچھ کھایا تو نہیں ہوگا؟" اناہیتا نے کہا۔

"نہیں، مگر مجھے بھوک محسوس نہیں ہو رہی۔" پارسا نے کہا۔

"ٹھیک ہے پھر جوس بنادیتی ہوں۔"

"نہیں! اس کی بھی ضرورت نہیں۔میں نے پانی پیا ہے ابھی..." پارسا بولی۔

"اوہ! پانی نا ہوا ٹانک ہوگیا۔اپنا چہرہ دیکھا ہے... کیا اُترا ہوا لگ رہا ہے؟"

"اب اس کا کچھ نہیں ہوسکتا، میرا چہرہ ہی ایسا ہے۔" پارسا نے کہا اور وہ اسے بغور دیکھنے لگی۔

"کہیں یلماز کمال نے تو کچھ نہیں کہا؟" وہ اندازہ لگاتی ہوئی بولی۔

"نہیں!" وہ فوراً بولی۔"اس نے کچھ نہیں کہا۔"

"کہیں اس نے تمہیں دھمکایا تو نہیں؟"

"نہیں! وہ ایسا نہیں کرسکتا۔" پارسا مضبوط لہجے میں بولی۔

"وہ اچھا لڑکا نہیں ہے پارسا! ایسے لوگ کچھ بھی کرسکتے ہیں۔" اناہیتا اس کی فکر کرتی ہوئی بولی۔

"مجھے اس سے خوف نہیں ہوتا۔" پارسا بہادری سے بولی۔

"تم بہت بہادر ہونا! مجھے بہادر لوگ بہت اچھے لگتے ہیں، تم میں ضرور رضیہ سلطانہ کی روح ہوگی نا!" اناہیتا نے اسے چھیڑا۔وہ مسکرادی اور اناہیتا جیسے یہی چاہتی تھی۔اسے مسکراتا دیکھ کر خود بھی مسکرادی تھی۔

"دیکھو مسکرانے سے چہرے پر کتنی دلکشی آجاتی ہے۔تم اچھی خاصی لگ رہی ہو۔" اناہیتا نے اسے آگاہ کیا۔

"اچھی خاصی...؟" پارسا اس کی تعریف پر چونکی۔

"ہاں! کوئی بھی بندہ آرام سے اس مسکراہٹ پر جان وار سکتا ہے۔"

"اوہ!" پارسا نے ہونٹ سکوڑے۔

"کون کس پر جان وار رہا ہے؟" عدن جانے کب وہاں آیا تھا۔پارسا نے چونکتے ہوئے اسے سر اٹھا کر دیکھا۔

"آؤ بھائی! آپ تو آج کل عید کا چاند ہوگئے ہیں، ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے کئی دنوں آپ کا چہرہ دکھائی نہیں دیتا، اتنا مصروف کرلیا ہے آپ نے خود کو..."

"یار کیا کروں! کام بھی ضروری ہے۔نیا کاروبار جمانے میں محنت تو درکار ہوتی ہے۔تم جوس لاؤ گی میرے لیے؟" انابیتا کی جانب دیکھا۔

"ضرور بھائی!" انابیتا اٹھ کر اندر بڑھ گئی۔عدن نے پارسا کی طرف دیکھا تھا۔

" کیا ہورہا ہے؟" پارسا نے اس کی سمت دیکھا تھا اور سر انکار میں ہلادیا تھا۔

"کس جان وارنے کا قصہ چل رہا تھا؟" عدن نے دریافت کیا۔

"انابیتا کی عادت ہے مذاق کی..." پارسا نے جان چھڑائی۔

"ہاں مگر مذاق کے پیچھے کوئی پس منظر بھی تو ہوسکتا ہے نا!" عدن جاننے پر بضد ہوا تھا۔

"نہیں، پس منظر تو کچھ نہیں ہے۔" وہ انکاری ہوئی تھی۔وہ نظریں اس کے چہرے پر گاڑھ کر بغور دیکھنے لگا۔

"پکا کہ کوئی پس منظر نہیں ہے؟"

"اوں ہوں..."

"ناممکن..." وہ مسکرایا۔

"کیوں؟" وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"منظر، پس منظر کے بنا ہو نہیں سکتا نا!" وہ جیسے اسے زچ کررہا تھا۔وہ اٹھنے کو تھی جب عدن بیگ نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔وہ چونک کر سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔"آپ کی مسکراہٹ بھلی لگتی ہے۔مسکرایا کریں۔'

کیا وہ کوئی درخواست کررہا تھا؟

پارسا چوہدری نے حیرت بھری نظروں سے اس شخص کی سمت دیکھا تھا۔

"آپ..." پارسا نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے تھے، مگر جیسے وہ بھول گئی تھی کہ کیا کہنا ہے۔

اس کی یادداشت اتنی کمزور کب سے ہوگئی تھی؟ وہ خود حیران ہوئی تھی۔کیا وہ اس کی موجودگی کے باعث ایسے ظاہر کررہی تھی؟ سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا تھا، وہ جیسے اس کی کیفیت سے لطف لے رہا تھا۔

"کچھ پریشان لگ رہی ہیں آپ... آپ کے پرستان میں آج کل لوڈشیڈنگ چل رہی ہے کیا؟" وہ مسکرایا یقینا وہ ایک اچھی حسِ مزاج رکھتا تھا مگر وہ محظوظ نہیں ہوسکی تھی۔

"میرے پرستان کے اپنے مسائل ہیں' جو آپ کی دنیا کی لوڈشیڈنگ سے یقیناً بڑھ کر ہیں۔" پارسا نے اسے مطلع کیا۔

"اوہ!" عدن بیگ نے ہونٹ سکوڑے۔"اس سے بڑھ کر بھی کوئی مسائل ہیں کیا؟ مجھے لگا یہی مسائل سب سے بڑے ہیں۔ویسے آپ کے پرستان میں لوڈشیڈنگ تو یقیناً نہیں ہوتی ہوگی نا!" وہ چھیڑ رہا تھا اور اس میں یقیناً اسے لطف بھی آرہا تھا۔

"نہیں وہاں لوڈشیڈنگ نہیں ہوتی۔ہم نے کچھ ترقی یافتہ ملکوں سے بجلی گھر لے رکھے ہیں۔وہاں لوگ احتجاج کرنے سڑکوں پر نہیں آتے' نا صنعتیں بند ہوتی ہیں' نا سرمایہ دار روتے ہیں۔وہاں کے رہائشی چین کی نیند سوتے ہیں۔" وہ مسکرائی۔

"زبردست! بڑی مزیدار جگہ لگ رہی ہے' آپ کا پرستان ہے کہاں؟ دنیا کے کس خطے پر... اتنا کچھ ہے تو وہاں فسادی سیاست دان تو یقیناً نہیں ہوں گے نا؟" وہ مسکرایا۔وہ ہنس دی تھی۔وہ جیسے یہی چاہ رہا تھا' اسے ہنستا دیکھنے لگا تھا۔

"آپ کی دنیا شان دار ہے' کیا مجھے وہاں کا ویزا مل سکتا ہے؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"نہیں!" اس نے سر نفی میں ہلایا۔

"ارے! ایسا کیوں... کیا میں اہل نہیں؟ اچھا دکھائی دیتا ہوں' کما بھی ٹھیک ٹھاک لیتا ہوں' کوئی ایسی بُری عادت بھی نہیں' دل کا بھی اچھا ہوں پھر کیوں نہیں؟" وہ افسردہ ہونے کی اداکاری کررہا تھا۔وہ مسکرادی تھی۔

"پرستان میں صرف پرستان کے لوگ جاسکتے ہیں' باہر کے نہیں..." پارسا نے مطلع کیا تھا اور اسے ڈھارس بندھاتی ہوئی بولی تھی۔"سوری...!"

"اوہ! یہ تو ٹھیک نہیں تو پھر کیا کریں؟ آپ کو فانی دنیا میں لانے کی اجازت ہے؟" وہ پُر خیال انداز میں سوچتے ہوئے بولا تھا۔وہ خاموش ہوکر اس کی طرف دیکھنے لگی تھی پھر آہستگی سے سر انکار میں ہلادیا تھا۔

"آپ کی دنیا میں مسائل بہت زیادہ ہیں۔گزارا ہو نہیں پائے گا۔" اسے اداس دیکھ کر مناسب طریقے سے انکار کیا تھا۔

"بات مسائل کی ہے تو حل ڈھونڈ لیں گے۔لوڈشیڈنگ سے خوف زدہ ہیں تو ہم جنریٹر کا بندوبست کروالیں گے۔" وہ کچھ ایسے مسکین انداز سے بولا کہ وہ مسکرادی تھی۔

"بات صرف جنریٹر کا بندوبست کرنے سے ختم نہیں ہوگی۔" وہ انکاری تھی۔

"تو پھر...؟" وہ جاننے پر بضد ہوا تھا۔"تو بات کیوں نہیں بن سکتی؟"

"اس کا پتا تو مجھے نہیں ہے۔" وہ اس کی نظروں میں موجودہ رنگوں کو دیکھ کر نگاہ ہٹانے پر مجبور ہوگئی تھی۔اب اتنی نا سمجھ تو نہیں تھی کہ اس کی ذومعنی باتوں کا مفہوم نہ سمجھتی اور نہ جان پاتی کہ اس کا مدعا کیا ہے۔وہ یقینا جانتی تھی۔تبھی تو مسلسل انکار کررہی تھی۔

"اچھا سنو! ایک بات ہے۔" وہ اس کے چہرے اور پلکوں کی لرزش کو جیسے بغور جانچتے ہوئے بولا۔

"کیا؟" وہ بنا اس کی جانب دیکھے بولی۔

"میری طرف دیکھو!"جیسے کوئی حکم صادر ہوا تھا... پارسا چوہدری کا سارا اعتماد جیسے سر پر پاؤں رکھ کر کہیں بھاگ گیا تھا۔کیا تھا ایسا کہ وہ اس شخص سے

کنی کتر کر نکل جاتی تھی اور اس کے سوالوں کا جواب نہیں دے پاتی تھی اور جب وہ اسے دیکھ رہا تھا تو وہ فرار کی راہیں تلاشنے لگتی تھی۔

"پارسا!" اس کے عمل نہ کرنے پر وہ دوبارہ بولا اور تب پارسا چوہدری نے جیسے ہمت کرکے نگاہ اٹھائی اور عدن بیگ کی سمت دیکھا تھا۔

"میرے پاس کسی سوال کا کوئی جواب نہیں ہے عدن بیگ! تم اچھے دوست ہو اور اچھے انسان بھی مگر...! میں بہت سے سوالوں کے جواب ڈھونڈ نہیں پاتی اور الجھ جاتی ہوں۔" اس کے کچھ بھی کہنے سے قبل وہ اٹھ کر تیزی سے وہاں سے نکل گئی۔عدن کی نظریں اس کا تعاقب کرتی رہ گئی تھیں۔

...☆☆☆...

"عجیب لڑکی ہو تم! مجھے بتایا تک نہیں اور اجنبی لوگوں کی طرح بس رسم نباہنے کو کارڈ بھجوادیا۔کوئی طریقہ ہے یہ...؟ کیا کھچڑی پکا رہی ہو تم آج کل...؟" انابیتا کو جیسے ہی کارڈ موصول ہوا تھا وہ اس کے پاس پہنچ گئی۔"انابیتا ملک! جانتی ہو' مجھے یہ معاملہ عشق کا لگتا ہے۔"

"کیا؟" انابیتا بیگ کے کہنے پر اسے جیسے چارسو چالیس والٹ کے کرنٹ نے چھوا تھا۔"دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا' کیسا عشق؟ پیپر پر سائن تمہارے سامنے کیے تھے نا! پھر عشق کہاں سے ہو گیا؟ دعوت نامہ میری اطلاع میں نہیں کہ کب اور کون پہنچا رہا ہے۔یہ سب ایشاع سنبھال رہی ہے۔" انائیا ملک نے کہا تھا۔

"تمہاری شادی کی ساری رسمیں ہورہی ہیں اور تم ہی بے خبر ہو؟"

"نہیں۔" وہ سر جھکا کر بولی۔

"تمہیں علم ہے نا!" انابیتا نے اس کی کلاس لی تھی۔

"ہاں! مگر..."

"اگر مگر کیا...؟" انابیتا نے گھورا۔

"انابیتا تم بھی نا! میں پہلے ہی پریشان ہوں اور تم اور..."

"کیا اور...؟" انابیتا نے گھورا تھا۔"شادی کروا رہی ہو' رسمیں ادا ہورہی ہیں۔ اپنے تمہارے رشتے داروں کو دعوت نامے بانٹے جارہے ہیں۔تم خوش ہو... اور کیا چاہیے؟" انابیتا نے اسے کشن کھینچ کر مارا تھا۔اس کے پاس جیسے غصہ

نکالنے کا ہی ایک راستہ تھا۔مگر وہ کشن بہت اطمینان سے کیچ کرکے اسے بے بسی سے دیکھنے لگی تھی۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا! تمہیں لگتا ہے میں خوش ہوں اور اس شادی کو بہت انجوائے کررہی ہوں؟" انائیا ملک نے منہ بسور کر اس کی طرف دیکھا۔

"بس... بس اب منہ بگاڑ کر میرا دل نرم کرنے کی کوشش مت کرو۔ سارے ڈرامے میں سمجھتی ہوں۔" وہ کچھ سننے کو تیار نہیں تھی۔

"کیا ڈرامے ہیں؟ یہ شادی کی رسموں کے ساتھ باقاعدہ کرنا۔میرا منصوبہ یقینا نہیں ہے۔نا ان محترم کو بندوقوں کے سائے میں شادی کے پیپرز سائن کرنے کا مشورہ میں نے دیا تھا۔وہ پیدائشی ایڈونچر پسند ہیں تو اس میں میرا قصور کیا ہے؟ بیٹے نے نکاح کیا' ماں باپ یہاں اس گھر میں اٹھا لائے' نند آئی تو باقاعدہ استقبالیہ کا آئیڈیا دے ڈالا۔اب بتاؤ' میں اس میں کہاں ہوں؟ تمہیں میرا یہ ڈراما لگتا ہے یا ان سب کا...؟" کسی اپنے کو پاس دیکھ کراس کی آواز روہانسی ہوگئی تھی۔انابیتا بیگ کو اپنی پیاری سی بہن پر جیسے ترس آگیا تھا۔اٹھ کر اس کے قریب آئی تھی اور ساتھ لگالیا۔

”انائیا ملک! میں زیادہ تو نہیں جانتی مگر سنا ہے کہ جو ہوتا ہے اس کی کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے‘ ہوسکتا ہے آسمانوں میں تمہارا جوڑا اس طرح اس بندے کے ساتھ جوڑا گیا ہو تبھی تو یہ رشتہ زمین پر بنا۔ سو یہ سوچنا فضول ہے کہ کیا اور کیسے ہوا... سوچنا یہ اہم ہے کہ اس سب کو لے کر اب آگے کیا ہونا چاہیے۔ خوشیوں پر حق تمہارا بھی ہے انائیا! تم مجھے بہت عزیز ہو‘ سو میرا چاہنا صرف یہی ہے کہ تم بہت خوش رہو۔ اتنا سوچا مت کرو کیونکہ بعض اوقات بہت سوچنا‘ بہت الجھا بھی دیتا ہے۔ جب بات خوشیوں کی آئی تو دماغ کو ذرا آرام دینا چاہیے۔“ اناہیتا بیگ نے اس کی پشت کو تھپک کر اس کی ڈھارس بندھائی تھی۔ ”اور میں بھی خفا کب ہوں؟ مجھے تو اچھا ہی لگے گا اگر تیری زندگی میں کچھ اچھا ہوتا ہے تو... میں نے تو بہت دنوں سے تجھے دیکھا نہیں تھا‘ بس ساری ناراضگی اس بات کی تھی تبھی جیسے ہی کارڈ ہاتھ لگا

سیدھا تیرے گھر کی راہ لی... لیکن سن تجھے نہیں لگتا تو بھی کچھ بے وفا ہوگئی ہے؟ جب سے سسرال آئی ہے بس یہیں کی ہو کر رہ گئی ہے۔ ممی‘ پاپا‘ دادا‘ پھوپو زائرہ اور عدن بھائی ہم سب تجھے کتنا یاد کرتے ہیں‘ تجھے تو اس کی بھی پروا نہیں رہی‘ تبھی تو لڑنے آئی ہوں۔ بہت سا جھگڑا کرنا باقی ہے‘ بس تُو یہ آنسو پونچھ لے تو پھر سے آغاز کروں گی۔“ اناہیتا بیگ نے اس کی آنکھوں کو ہاتھ سے پونچھا تھا اور اسے منہ پھلا کر گھورا تو وہ مسکرادی۔

”میں کسی کو بھولی نہیں انا! بس سب سے بھاگتی رہتی ہوں شاید یہ فرار مجھے اس لیے درکار ہے کہ میں نہیں چاہتی مجھے لے کر کوئی پریشان ہو یا دل بُرا کرے۔“ انائیا ملک نے جواز دیا۔

”تجھے کس نے کہا کہ ہم تیری وجہ سے یا تیرے سامنے آنے سے پریشان ہوتے ہیں؟ پاگل ہوگئی ہے تو...؟ کچھ بھی سوچ لیتی ہے۔ اچھا سن تیرے ”وہ“ کہاں ہیں؟“ اناہیتا بیگ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”مجھے نہیں پتا...“ وہ سر جھکا کر لاتعلقی سے بولی۔

”ویسے اصولاً مایوں کی رسم میکے میں ہونا چاہیے۔ لڑکی کے اپنے گھر میں... ہے نا!۔“ اناہیتا بیگ نے نکتہ اٹھایا۔

”مجھے نہیں معلوم... یہ سب تو تم لوگوں کو طے کرنا چاہیے تھا۔“

”ہمیں موقع کس نے دیا؟ تمہاری نند یہ کارڈ تھما آئی تب خبر ہوئی۔ اچھا سنو، تم مایوں پر دھپّہ کسے مارنے والی ہو؟“ اناہیتا نے دریافت کیا تھا۔

”تم کہو اور اگر تمہیں جلدی ہو تمہیں ماردوں؟“ انائیا ملک پہلی بار ہلکے پھلکے انداز میں مسکرائی تھی۔ اناہیتا اسے گھورنے لگی تھی۔

”میرا شادی کا فی الحال کوئی ارادہ نہیں ہے۔ تمہاری طرح تو شادی بالکل نہیں کرنی۔ بڑے اطمینان سے کروں گی وہ بھی تب جب کوئی میری پسند کا ملے گا۔“ اناہیتا بیگ نے کہا۔

”تجھے کس نے کہا کہ دھپہ مارنے سے ہی شادی ہوتی ہے؟ میں نے کوئی شادی پہلے اٹینڈ نہیں کی تھی پھر اچانک میری شادی کیسے سر پر آن پڑی؟“ انائیا ملک نے کہا۔

”ہاں یہ بھی ہے... مگر جو بھی ہو، ابھی شادی نہیں...“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”کیوں، تجھے کوئی پسند نہیں؟“ انائیا ملک نے کریدا تھا۔ نگاہ میں کوئی چہرہ چھم سے آیا تھا اور اس نے فوراً سر نفی میں ہلادیا تھا۔

”نہیں!“ اس نے ہونٹ سختی سے بھینچ لیے تھے۔

”تم نے کسی کے بارے میں سوچا جو لب یوں سختی سے بھینچ لیے؟“ انائیا ملک نے جیسے اسے بھانپ لیا تھا۔ اناہیتا بیگ نے سر انکار میں ہلادیا۔

”پکا؟“ انائیا ملک نے چھیڑا۔

”ہاں بابا!“ وہ کہہ کر چائے پینے لگی۔

”اچھا ٹھیک ہے پھر ہم تمہارے لیے کوئی اچھا سا لڑکا ڈھونڈتے ہیں۔“ انائیا ملک نے چھیڑا تو وہ اسے گھورنے لگی۔

”یہ میرا ذکر بیچ میں کہاں سے آگیا؟ مجھے فی الحال معاف رکھو۔ تم اپنی شادی کا بتاؤ۔ جیولری کی شاپنگ ہوگئی... دکھاؤ کیسے ڈیزائن ہیں؟“ اناہیتا بیگ بولی۔ انائیا ملک نے جواب دینے کے لیے منہ کھولا ہی تھا۔ جب معارج تغلق کی آواز آئی تھی۔

”یوں تو بہت سی خاندانی جیولری پہلے سے ممی نے اپنی پیاری بہو کے لیے سنبھال رکھی ہے مگر باقی کی شاپنگ کا وقت آپ کی بہن کے پاس تھا نہیں۔ ہم نے کئی بار عرضی دی مگر منظور نہیں ہوئی۔کچھ ٹیڑھی کھیر ہیں' آپ کی بہن۔“ معارج تغلق کے کہنے پر جہاں انائیا متوجہ ہوئی تھی' وہیں اناہیتا بیگ مسکرادی تھی۔

”معارج بھائی! میری بہن پر کوئی الزام مت لگایئے۔بہت اچھی ہے یہ... قصور یقینا آپ کا ہی ہوگا۔“

”ہاں' آپ کی بہن تو چوزی ہیں انہیں کہاں کچھ معلوم ہے۔ٹھیک کہا آپ نے... تو پھر سارا الزام ہمارے سر آگیا؟“ وہ انائیا کی جانب دیکھتے ہوئے محظوظ ہوا۔”بتاؤ انہیں مسز تغلق! قصور وار کون ہے؟“ وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔آنکھوں میں شرارت تھی اور انداز محظوظ ہونے والا تھا۔انائیا ملک جانتی تھی وہ صرف دکھاوے کو اچھا بننے کی کوشش کررہا ہے' سو ایک اکتاہٹ سی اس کے چہرے پر صاف دکھائی دی تھی۔

”لگتا ہے آپ خیال نہیں رکھتے ہماری انائیا کا...“ اناہیتا نے انائیا کے گرد بازو پھیلایا تھا۔

”خیال رکھنا تو چاہتا ہوں مگر یہ رکھنے نہیں دیتیں۔غلطی تو ساری ان کی ہوئی نا! ویسے آپ اپنی بہن سے زیادہ سمجھ دار ہیں۔پہلے کہاں تھیں آپ؟“ اس کا انداز شرارت سے بھرپور تھا اور اناہیتا ملک نے اسے گھورا تھا۔

”معارج بھائی! خبردار جو آپ نے ایسی کچھ بات سوچی...؟“ باقاعدہ دھمکی دی تھی مگر وہ مسکرادیا تھا۔

”کیا حرج ہے یار! سالی بھی تو آدھی گھر والی ہوتی ہے؟“ کہتے ہوئے انائیا ملک کو دیکھا تھا۔اس کا مزاج رشتوں کو لے کر ایسا فطری ہوگا وہ نہیں جانتی تھی۔وہ اس کے مزاج سے جیسے یکسر بے خبر تھی۔ایک روبوٹ جیسا بندہ کہیں غائب تھا اور وہ معارج تغلق جیسے کوئی اور تھا۔چھیڑ چھاڑ کرنا' مسکرانا۔یہ بندہ کتنے چہرے رکھتا تھا؟

”آپ کو شرم آنی چاہیے معارج بھائی! ایسی بات کہتے ہوئے بھی...“ اناہیتا بیگ اسے آڑھے ہاتھوں لے رہی تھی مگر وہ مسکرادیا تھا۔

"تمہیں کس نے کہا کہ میں مذاق کررہا ہوں...؟ اگر مجھے انائیا سے پہلے تم نظر آجاتیں تو بندوق کے زور پر تمہیں ہی اٹھالاتا۔ مسز تغلق جیسی خرانٹ' جلے کٹے مزاج والی بیوی تو نہ ہوتی نا!" وہ جیسے جلے دل کے پھپھولے پھوڑ رہا تھا۔ مگر اس بار انابیتا بیگ مسکرادی تھی۔

"شکر کریں معارج بھائی! دنیا کی بہترین لڑکی ملی ہے آپ کو ..."

"ہاں ہاں دنیا کی انوکھی روح! جسے دیکھ کر صرف صبر کیا جاسکتا ہے شاید یہ اپنی جگہ شکر کررہی ہوں۔ اگر دیکھا جائے تو ہم دونوں اپنی اپنی جگہ جنتی ہیں۔" معارج تغلق نے ایک سرد آہ بھری۔ انابیتا بیگ مسکرادی۔

"انائیا ملک! دیکھو کتنے شکوے ہیں تمہارے شوہر کو تم سے..." خیال رکھا کرو' اگر کہیں اور نکل گئے تو...؟" انابیتا بیگ نے ڈرایا تھا۔

"بے فکر رہو' موصوف خاصے مستقل مزاج ہیں اور قوت برداشت بھی اچھی ہے۔ کہیں جانے والے نہیں یہ۔" انائیا ملک کو جیسے یقین تھا۔

"بڑے دل گردے والے ہو معارج بھائی! اب یقین ہو گیا۔" انابیتا بیگ مسکرائی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اب کیا ہوسکتا ہے' گلے پڑا ڈھول تو بجانا پڑتا ہے نا! سوائے صبر کے کوئی راستہ ہے نا چارہ... صرف ایک خوش کن سوچ پر جیا جاسکتا ہے کہ جنت میں حوریں ملیں گی پھر شاید سارا ازالہ ہوجائے۔" وہ سرد آہ بھر کر بولا تو انابیتا بیگ ہنس دی۔

"معارج بھائی! بُری بات۔ میری بہن اتنی بُری تو نہیں؟" انابیتا نے اسے ساتھ لگایا۔

"یہی تو قلق ہے۔" وہ انائیا ملک کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"ایک کام کرو۔ اپنی بہن کو اپنی صحبت میں رکھو' شادی ہونے تک... شاید کوئی اثر ہوجائے اور ان کا مزاج بھی تمہارے جیسا ہوجائے۔" معارج تغلق نے مشورہ دیا۔

"ٹھیک ہے! میں انہیں لے جاتی ہوں۔ اب آپ گھوڑے پر بیٹھ کر ہی لینے آیئے گا۔ اس سے پہلے کوئی ملاقات کا سلسلہ نہیں۔ آئی بات سمجھ میں۔" انابیتا بیگ نے دھمکایا۔

”ارے میں تو مذاق کررہا تھا۔تم چاہو تو تم بھی یہیں قیام کرسکتی ہوں۔انائیا کو بھی کمپنی مل جائے گی اور مجھے بھی اچھا لگے گا۔لے کر جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔“ معارج تغلق کا فوراً مزاج بدلا تھا۔انابیتا بیگ مسکرادی تھی۔

”معارج بھائی! ایک بات تو صاف دکھتی ہے کہ آپ انائیا ملک کو خود سے دور کرنا نہیں چاہتے۔چاہے وہ کچھ دنوں کے لیے ہی کیوں نہ ہو۔“

”ہاں! یہی نہیں چاہتا میں... نظر رکھنا چاہتا ہوں نا اس پر... دور چلی گئی تو یہ ممکن نہیں رہے گا نا!“ وہ انائیا ملک کو بغور دیکھتے ہوئے مسکرایا۔

”اوہ ہو... اتنی محبت؟“ انابیتا نے چھیڑا۔

”محبت یا کچھ اور... جو بھی... مگر انائیا ملک کو میری نظروں کے سامنے ہی رہنا ہے۔“ وہ کسی ضمن میں کہہ رہا تھا' تیور کیا تھے؟ انداز کس بات کی غمازی کررہا تھا' وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔

”ویسے اصولاً رسموں کے لیے انائیا ملک کو اپنے میکے میں ہونا چاہیے معارج بھائی!“ انابیتا بیگ نے نکتہ اٹھایا۔

”تو ٹھیک ہے تم سب یہیں آجاؤ نا!“ وہ مشورے دیتے ہوئے مسکرایا۔

”توبہ ہے معارج بھائی! آپ بھی نا... کوئی میکے والے بیٹی کے سسرال میں آکر بیٹھتے ہیں؟ ہر بات کا کوئی اصول ہوتا ہے' طریقہ ہوتا ہے۔“ انابیتا بولی۔

”ہوتا ہوگا' مگر یہ ہماری شادی ہے۔سو قاعدے قانون ہم طے کریں گے پھر مسز تغلق کو بھی تو کوئی اعتراض نہیں۔کیوں مسز انائیا تغلق!“ وہ اس پر نظر جما کر دیکھنے لگا۔انائیا ملک کچھ نہیں بولی تھی' بس خاموشی سے اسے دیکھا تھا۔

”مگر روپ کیسے آئے گا؟ اگر انائیا آپ کی نظروں کے سامنے دن رات رہے گی تو شادی والا' مخصوص دلہنوں والا انداز نہیں ہوگا۔“ انابیتا بولی تھی۔

”اس کی ضرورت نہیں۔تمہاری بہن بقول تمہارے دنیا کی بہترین لڑکی ہے۔اسے بناوٹی روپ سروپ کی ضرورت نہیں۔ان کا حسن بناوٹوں کا محتاج نہیں۔ماشاء اللہ چہرہ یونہی گلال گلال ہے۔اب چاہے وہ جلن سے ہو یا غصہ سے!“ معارج تغلق نے کہا تھا اور انابیتا بیگ مسکرائے بنا نہ رہ سکی۔

"آپ کا بھی جواب نہیں معارج بھائی! اب یقین ہو گیا کہ جوڑے آسمانوں پر بھی کہیں بنتے ہیں۔ کیا ڈھونڈ کر جوڑی بنائی ہے خدا نے... ایک سیر تو دوجا سوا سیر۔" انابیتا بیگ کو یقین کرنا پڑا تھا۔ معارج تغلق مسکرادیا تھا۔

"اب اگر آپ کو یقین ہو گیا ہو تو اپنی بہن کو بھی سمجھادیں۔ انہیں جو مجھ سے منوں کے حساب سے شکایتیں ہیں شاید وہ دور ہوسکیں۔" نگاہ انائیا ملک کے چہرے پر گڑ گئی تھی۔ وہ اس کی سمت سے دانستہ نگاہ پھیر گئی تھی۔

"بس بس معارج بھائی! اب میری بہن کو تنگ نہ کریں۔ دیکھیں پہلے ہی چہرہ کیسا اُترا ہوا سا ہے۔" انابیتا نے درخواست کی۔

"ابھی کہاں تنگ کیا ہے، ابھی تو کئی حساب بے باق کرنے باقی ہیں۔" اس کی نظریں انائیا ملک کے چہرے پر گڑی تھیں۔ انائیا ملک اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

...☆☆☆...

"تجھے جوڑا پسند آیا؟" وہ کلاس سے نکلی تھی جب یلماز کمال اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ وہ اس کی جانب دیکھنے سے گریزاں نظر آئی تھی۔

"میں نے دیکھا نہیں۔" پارسا نے لاتعلقی سے جواب دیا۔

"اوہ...!" یلماز کمال نے ہونٹ سکوڑے۔ "خفا تو ایسے ہوتی ہے جیسے ناز نخرے اٹھوانے کا بڑا ارمان ہو؟" وہ اس کے چہرے کو بغور جانچتا ہوا بولا۔

"تمہیں کیا کہ میں وہ جوڑا دیکھوں یا نہ دیکھوں؟ یہ تمہارا مسئلہ تو نہیں ہے نا!" وہ سخت لہجے میں بولی۔

"اگر پوچھ لیا تو کیا غضب ہو گیا؟ تم ہمیشہ گنوار پینڈو ہی رہوگی گلابو! تم میں تہذیب نہیں ہے۔ اگر تم تک کوئی تحفہ پہنچایا گیا ہے تو اس کی تعریف کردینے میں کیا حرج ہے؟"

"مگر تم تو یوں کہہ رہے ہو جیسے وہ تحفہ تم نے خرید کردیا ہو؟" وہ بولی تو وہ مسکرادیا۔

"تم چاہتی ہو تمہارے لیے گفٹ خریدوں' بڑی خواہش ہے تمہاری...؟" وہ جلتی پر تیل چھڑکنے والے انداز میں بولا۔پارسا چوہدری نے اسے گھورا تھا۔

"گلابو! بڑے قاتلانہ تیور ہیں تیرے... نظروں سے مار دینا چاہتی ہے کیا؟"

کیا وہ اسے چھیڑ رہا تھا... اسے اُکسا رہا تھا کہ وہ اس سے الجھے... وہ شخص کیا تھا... آوارہ مزاج' بدنام زمانہ' جسے لوگ بہت ناپسندیدہ قرار دیتے تھے اور لڑکیاں تو اس کے قریب آنے کا نام بھی نہیں لیتی تھیں۔ایسے میں وہ اگر اس کے قریب آئی تھی تو کیوں... جب کہ وہ جانتی تھی وہ بدتمیز تھا' آوارہ مزاج تھا اور بدنامِ زمانہ تھا۔کئی اسکینڈلز مشہور تھا اس کے...

"تم مجھ سے ایسے بات مت کیا کرو۔" پارسا چوہدری لاتعلق انداز میں بوی۔

"کیسے؟" وہ چونکا۔

"جیسے تم کرتے ہو۔" وہ اکتا کر بولی۔

"کیسے کرتا ہوں؟" وہ اکسانے والے انداز میں گویا ہوا۔

"دیکھو مجھے ڈرامے بازی پسند نہیں۔" وہ صاف گوئی سے بولی۔

"اور ڈرامے کرتا کون ہے؟" وہ الٹا اسے آڑے ہاتھوں لینے لگا۔

"میں تم سے کسی بحث میں الجھنا نہیں چاہتی۔" وہ جیسے قصہ ختم کرنا چاہتی ہو۔

"اور مدعا یہ ہے کہ ہر بات پر تم ہی الجھتی ہو۔" وہ جیسے اسے ایک پل میں مات دیتا ہوا بولا۔

"مجھے تم سے الجھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔" وہ لاتعلقی سے بنا اس کی سمت دیکھے بولی تھی۔

"تم جانتی ہو' اس کیمپس میں تم واحد "اچھی لڑکی" ہو جو میرے اردگرد موجود رہتی ہے' وہ بھی خاصی کثرت کے ساتھ... گاہے بگاہے... دانستہ یا نادانستہ یا پھر حیلے بہانے سے..." وہ مسکرایا تھا۔

"معاف کرنا! مجھے تمہارے آس پاس رہنے کے لیے حیلوں بہانوں کی ضرورت نہیں۔" وہ فوراً بولی تھی۔

"یعنی مانتی ہو تم...؟" وہ جیسے یہی ثابت کرنا چاہتا تھا اور اسے اپنی حماقت کا اندازہ ہوا تھا کہ جلدی میں وہ کسی قدر غلط کہہ گئی تھی تبھی وضاحت دیتی ہوئی بولی۔

”میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ میرا مطلب تھا تم جیسے بندے کے پاس آنے کے لیے مجھے حیلوں بہانوں کی قطعاً ضرورت نہیں... اپنی شہرت تم جانتے ہو۔“

”ہاں جانتا ہوں تبھی تو کہا تم وہ واحد لڑکی ہو جو میرے پاس آنا چاہتی ہے۔“

”میں تمہیں کسی غلط فہمی سے نکالنے کی کوشش نہیں کرنا چاہتی کیونکہ جانتی ہوں کہ یہ کوشش بے کار ہوگی۔“ وہ مضبوط لہجے میں بولی۔

”گلابو! تمہاری یہ عادت اچھی لگتی ہے۔ نہ ہار ماننے والا انداز بہت بھاتا ہے مگر تم سے مزاج میل نہیں کھاتا، بس یہی بات اچھی نہیں۔“ وہ جیسے افسوس کرتا ہوا بولا۔

”ایک بات تمہیں سمجھ لینا چاہیے یلماز کمال! کہ ہم میں کچھ بھی میل نہیں کھاتا اور...؟“

”اور اس کے باوجود ہم ایک دوسرے سے بندھے ہوئے ہیں اور ہر بار تم کچی ڈور سے بندھی کھنچی چلی آتی ہو۔“ وہ اسے مات دینے کے درپے تھا۔ اس کے لبوں کی مسکراہٹ اسے چڑا رہی تھی۔

”تم جیسے بندے سے بات کرنا فضول ہے اور قریب کون آتا ہے، یہ تم اچھے طریقے سے جانتے ہو، میرا راستہ روکے کون کھڑا ہے، یہ واضح ہے۔“ وہ جتاتے ہوئے بولی۔

”اوہ! اس کا اندازہ مجھے ہوا نہیں دراصل...“ وہ بات جیسے مذاق میں اڑاتے ہوئے بولا۔ ”چلو کیا ہوسکتا ہے ہم تو یوں بھی بدنام ہیں۔“ اس نے کہتے ہوئے پارسا چوہدری کے لیے راستہ چھوڑا تو وہ آگے بڑھ گئی تھی۔

...☆☆☆...

وہ جیولری کی ایک بڑے شوروم میں اس کے ساتھ تھی۔ جیولر انہیں بہت سے جدید ڈیزائن والی جیولری دکھا رہا تھا مگر انائیا ملک کی توجہ اس سب پر نہیں تھی۔

"میڈم! آپ یہ دیکھیں، یہ آپ کو ضرور پسند آئے گا۔" سیلز بوائے نے ایک قیمتی سیٹ نکال کر اس کے سامنے رکھا تھا۔انائیا ملک نے خالی خالی نظروں سے دیکھا تھا۔تبھی معارج تغلق نے وہ سیٹ سیلز بوائے کے ہاتھ سے لیا اور اس کی توجہ پانے کو سیٹ اس کے سامنے کیا تھا۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟" بظاہر مسکراتے ہوئے اس کی سمت دیکھا تھا مگر درپردہ وہ اسے جتانا چاہتا تھا کہ وہ جگہ کا اندازہ کرے کہ وہ اس لمحہ کہاں کھڑی ہے۔"مسز تغلق! یہ سیٹ آپ کی توجہ چاہتا ہے۔دیکھیے آپ کو پسند ہے؟" معارج تغلق نے سیٹ آگے کیا تھا۔وہ بے دلی سے دیکھنے لگی تھی۔

"آپ کا دماغ کہاں ہے؟" وہ اس کے کھوئے کھوئے انداز پر دریافت کررہا تھا۔انائیا ملک نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔معارج تغلق نے اس بیش قیمت نیکلس کو ہاتھ میں لیا تھا اور پھر اس کے پیچھے رُک کر نیکلس اس کی گردن میں رکھا تھا اور آئینے میں اسے دیکھا تھا۔

"دیکھیے کیسا لگ رہا ہے؟" انائیا ملک خود کو بے دلی سے دیکھنے لگی تھی۔معارج تغلق نے جھمکے اس کے کانوں میں پہنائے تھے اور اس کے چہرے کو اپنی طرف موڑ کر ناقدانہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"کچھ خاص بُرا نہیں لگ رہا نا!" جس طرح بے دلی کا وہ مظاہرہ کررہا تھا اس پر غالباً یہ اس کا طنز تھا۔

"مجھے نہیں پتا!" وہ جیسے خود کلامی میں بولی تھی۔آواز اتنی تھی کہ معارج تغلق کو قریب کھڑے ہونے کے باوجود سنائی نہیں دی تھی یا پھر وہ سنتے ہوئے نظر انداز کر گیا تھا اور اس کا ہاتھ ہاتھ میں لے کر اسے کنگن پہنانے لگا تھا۔اس کی گرفت اس کی کلائی پر کچھ سخت تھی۔کیا وہ اس پر خفا تھا اور اپنے اندر کی کیفیت اس کو دبانا بھی چاہ رہا تھا؟

اس کی انگلیاں انائیا ملک کی کلائی میں جیسے کھب رہی تھیں۔کنگن پہنانے کا انداز انوکھا تھا۔اسے درد ہورہا تھا اس نے نگاہ اٹھا کر معارج تغلق کی سمت دیکھا تھا' اس کی آنکھیں پانیوں سے بھری ہوئی تھیں۔معارج تغلق کو اس لمحہ

اس طرح اس شوروم کے اندر کوئی تماشا بنانا مقصود نہیں تھا' تبھی نیکلس ٹھیک کرنے کے بہانے جھک کر اس کے کان کے قریب سرگوشی کی تھی۔

"خود پر کنٹرول رکھیں مسز تغلق! جگہ ایسے رویے کے لیے مناسب نہیں۔" وہ اپنے اندر ان نمکین پانیوں کو کہیں مدغم کرنے لگی تھی۔معارج تغلق نے اسے آئینے کی سمت گھمادیا تھا۔

"دیکھو کیسا لگ رہا ہے؟" انائیا ملک نے خود کو آئینے میں دیکھا تھا۔ انداز بے دلی لیے ہوئے تھا۔"آپ کو پسند ہے؟"

"سر یہ مایوں کا دوپٹا اوڑھ کر دیکھیں۔اس کے ساتھ مناسب لگے گا۔" اس کی ڈیزائنر ساتھ آئی تھی۔بروقت مشورہ دیا تھا۔معارج تغلق نے اس کے ہاتھ سے دوپٹا لے کر اس کے سر پر اوڑھا دیا تھا اور اس کی پشت پر کھڑے ہو کر اسے آئینے میں بغور دیکھا تھا۔

"بہترین!" انداز ستائشی تھا۔ڈیزائنر مسکرائی تھی۔

"میڈم اچھی لگ رہی ہیں سر! یہ مناسب رہے گا۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"میڈم کی مرضی بھی تو ضروری ہے۔کیوں میڈم! ٹھیک ہے؟" معارج تغلق نے مسکراتے ہوئے دریافت کیا۔اس نے جان چھڑانے کو سر جھکا کر گردن ہلادی تھی۔ڈیزائنر نے سنگیت اور شادی کے دن کے لیے ڈیزائن کیے گئے لباس دوپٹے نکال کر سامنے رکھ دیئے تھے اور معارج تغلق اس کے لیے جیولری کا چناؤ کرنے لگا تھا۔

"یہ کام لڑکیوں کے کرنے کا ہوتا ہے اور بالخصوص لڑکیاں جن کی شادی ہونے جارہی ہو' وہ ان باتوں میں بہت دلچسپی لیتی ہیں۔" معارج تغلق اسے مجسمہ سا بنا دیکھ کر بولا تھا۔مگر انائیا ملک نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔وہ شادی کے دن والا سرخ رنگ بھاری آنچل اس کے سر ڈالے اسے ناقدانہ نظروں سے ایک بے حد قیمتی جیولری سیٹ میں دیکھ رہا تھا' تبھی وہ بولی تھی۔

"میرا دم گھٹ رہا ہے۔کیا ہم یہ سب کل کرسکتے ہیں۔" وہ اس کی جانب دیکھے بنا بولی۔معارج تغلق نے اسے دیکھا تھا۔اس کا چہرہ زرد رنگ ہورہا تھا۔

"سر! میڈم کو پانی دیں۔" سیلز بوائے نے پانی کی بوتل ان کی طرف بڑھائی تھی۔

"نہیں، اس کی ضرورت نہیں۔" انائیا نے منع کر دیا۔

"اے سی کولنگ بڑھائیں۔" معارج تغلق نے کہا تھا اور اس کے سر سے آنچل اُتار کر ڈیزائنر کو تھمایا تھا۔

"مجھے گھر جانا ہے۔" وہ اسے اس وقت بچوں کی طرح لگ رہی تھی۔ سر جھکائے کھڑی، ضدی انداز میں کہتی۔

"ٹھیک ہے، ہم چلتے ہیں۔" معارج تغلق نے اسے بچوں کی طرح پچکارا تھا اور پلٹ کر جیولر سے مخاطب ہوا تھا۔

"جتنے سیٹ منتخب کیے ہیں انہیں پیک کروا کر گھر پہنچا دیں، باقی کی شاپنگ ہم کل کرلیں گے۔" ہدایت دے کر وہ پلٹا تھا اور اس کی جانب دیکھا تھا مگر وہ اس کی سمت متوجہ نہیں تھی۔

"چلو...!" وہ اسے شانوں سے تھام کر چلنے لگا۔ گاڑی میں بیٹھ کر وہ فوراً بولی تھی۔

"مجھے ممی کے گھر جانا ہے، پلیز وہاں ڈراپ کر دیں۔" اس نے جیسے درخواست کی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"تم ٹھیک ہو؟" وہ اس کی سمت دیکھنے لگا تھا۔ انائیا ملک نے سر ہلا دیا تھا اور سیٹ کی پشت گاہ سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لی تھیں۔ معارج تغلق سمجھ نہیں پایا تھا کہ یہ کس بات کا ردعمل تھا۔ کیا واقعی اس کی طبیعت خراب تھی... مگر اس طرح اچانک...!

معارج تغلق نے زیادہ سوچے بنا گھر کی سمت گاڑی موڑ دی تھی۔

...☆☆☆...

"سنو! اب جب کہ دو دو شادیوں کا معاملہ ہے تو یوں سر جھاڑ منہ پہاڑ مت چلی جانا۔ پارسا کے ساتھ جا کر کچھ شاپنگ کرلو۔" ممی نے اس کی کلاس لیتے ہوئے کہا تھا۔ پارسا اس کی سمت دیکھ کر مسکرائی تھی۔

"لو، اب تو آنٹی نے بھی تاڑ لیا۔ اب تو شاپنگ کرنا ہی پڑے گی۔"

"اچھا ٹھیک ہے ممی! کرلوں گی۔ ایکسل کے بھائی کی شادی کی تو چلو خیر ہے مگر انائیا کی شادی یقیناً ایک خاص موقع ہے۔ سو میں اسے نظر انداز نہیں کرسکتی۔" اناہیتا بیگ نے کہا تھا۔

"اور سنو اس کی مایوں میں اس کے پاس رہنا تاکہ یہ دھپہ تمہیں مارے۔" ممی نے ہدایت کی تھی اور پارسا نے شرارت سے اسے دیکھا تھا۔

"یہ کیا ماجرا ہے؟ تمہاری شادی کا ارادہ بن رہا ہے اس کا ذکر تم نے پہلے تو کبھی نہیں کیا۔" پارسا کی سمت گھورتے ہوئے انابیتا نے ممی کی سمت دیکھا تھا۔

"ممی یہ باتیں پرانے زمانوں کی ہیں۔اس کمپیوٹر کے دور میں ایسی باتوں پر اعتقاد کرنا کچھ عجیب لگتا ہے۔" انابیتا نے میگزین اٹھا کر دیکھنا شروع کیا تھا۔

"پھر بھی تم اس کے ساتھ رہوگی۔اگر اس کے بعد تمہاری باری آجائے تو کوئی عجیب بھی نہیں۔دیر یا بدیر۔اس کا وقت تو آنا ہی ہے۔" ممی نے کہا تھا۔

"ہاں ممی! مگر دھپہ مارنے سے تھوڑی نا ہوتی ہے شادی..." انابیتا نے احتجاج کرتے ہوئے ماں کی طرف دیکھا تھا۔"اور آپ سب کو میری شادی کی فکر اچانک کیسے ہونے لگی؟"

"اچانک نہیں بیٹا! لڑکیوں کو ماں باپ کے گھر ہمیشہ نہیں رہنا ہوتا' یہ جتنی چاہے پیاری ہوں مگر ان چڑیوں کو ایک دن اڑجانا ہوتا ہے۔"

"آنٹی ٹھیک کہہ رہی ہیں انا! تم الجھنا بند کرو اور اپنی شادی کا سوچو۔میرا مطلب ہے انائیا کی شادی کی شاپنگ پلان کرو۔" پارسا نے اس کی ٹانگ کھینچی تھی۔وہ گھورنے لگی تھی۔"آنٹی آپ بس لڑکا دیکھنا شروع کردیں۔" پارسا نے شرارت سے اسے دیکھا تھا۔انابیتا نے کشن کھینچ مارا تھا۔

"بکواس مت کرو پارسا! شادی اتنی ضروری نہیں ہے ابھی مجھے بہت کچھ کرنا ہے اور شادی میں یوں نہیں کروں گی۔"

"پھر کیسے کرو گی؟" پارسا نے مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔

"اپنی مرضی کے بندے سے کروں گی' جس سے ذہنی مطابقت ہو' جسے میں اچھے سے جانتی ہوں اور جو مجھے سمجھتا ہو۔شادی بہت بڑا فیصلہ ہے' عمر بھر کی بات ہے۔محبت چاہے بعد میں ہو مگر ایک دوسرے کو جاننا بہت ضروری ہے۔اگر وہ مجھے سمجھے گا نہیں تو گزارا کیسے کرے گا؟" انابیتا نے کہتے ہوئے پلٹ کر دیکھا تھا اور اپنے پیچھے کھڑے دامیان سوری کو دیکھ کر چونک گئی تھی۔وہ وہاں کیسے اور کس لمحے آیا تھا اسے اس کا انداز بالکل نہیں ہوا تھا۔

"آؤ بیٹا دامیان! فون تو تمہارا ایک گھنٹہ پہلے آیا تھا کہ تم راستے میں ہو اور پہنچے اب ہو؟" ممی نے اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تھا۔

"بس ممی! ایک کام سے نکل آیا تھا اور پھر ہمارے شہر کی ٹریفک جام سے تو آپ واقف ہیں۔" اس نے انابیتا سے نگاہ ہٹاتے ہوئے کہا تھا۔

تو آج کل وہ ممی سے رابطے میں تھا۔اسے جان کر حیرت نہیں ہوئی تھی کیونکہ اس کی ممی سے اچھی بنتی تھی اور ممی خیال کرتی تھیں' وہ ایک اچھا لڑکا ہے۔ جس طرح وہ اس کے ساتھ کچن میں ہاتھ بٹارہا تھا اور جس طرح وہ ان کی عزت کرتا تھا' وہ ان کے دل میں بیٹے جیسا مقام بنا چکا تھا اور غالباً اس سے اچھا برتاؤ کرکے ممی بیٹی کے بُرے رویے کا ازالہ بھی کرنا چاہتی تھیں یا پھر وہ گھر والوں کا تاثر بگاڑنا نہیں چاہتی تھیں کہ اس گھر کے لوگوں میں تمیز تہذیب نہیں۔

"بیٹھو'نا! کھڑے کیوں ہو؟" ممی نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ لوگ غالباً کچھ خاص باتیں کررہے تھے۔میں پھر آجاؤں گا۔" اس نے انابیتا کی جانب دیکھ کر کہاتھا۔

"ارے نہیں' ایسی کچھ خاص باتیں نہیں ہورہی تھیں۔میری نند کی بیٹی کی شادی ہے سو انا سے کہہ رہی تھی کہ کچھ شاپنگ کرلے۔تم تو جانتے ہو اسے لڑکیوں والے شوق نام کو نہیں... نا ڈھنگ سے پہننا آتا ہے نا سجنا سنورنا سر جھاڑ منہ پہاڑ کہیں بھی پہنچ جاتی ہے۔چلو عام موقعوں کی تو خیر ہے مگر شادی بیاہ کے معاملات میں تو یہ سب نہیں چلتا نا!" ممی اس کی شکایت اس سے کررہی تھیں اور یہ بات اسے قطعاً اچھی نہیں لگی تھی۔جس طرح وہ اس کی سمت دیکھ رہا تھا اس پر اسے کسی قدر شرمندگی ہورہی تھی۔

"انائیا کی مایوں کل ہے؟" پارسا نے دریافت کیا تھا۔

"ہاں! اوہ... تب تو تمہیں خودی شاپنگ کی ضرورت ہے۔"

"ٹھیک ہے' میں کرلوں گی۔" انابیتا نے کہہ کر دھیان ہر طرف سے ہٹا کر میگزین پر جمایا تھا۔

"تم کچھ کھاؤ گے بیٹا! کیا بناؤں؟" ممی بہت پیار سے اس سے پوچھ رہی تھیں۔انابیتا کو اس کی موجودگی کھل رہی تھی۔

"نہیں ممی! مجھے بھوک نہیں ہے اور یوں بھی یہ کھانے کا وقت نہیں۔ ممی نے کہا تھا وہ میری پسندیدہ ڈش بنائے گی سو کھانا میں ان کے ساتھ ہی کھاؤں گی۔یوں بھی پاپا اگلے دن جرمنی کے دورے پر جا

رہے ہیں اور اس کے بعد میری آفس کی ذمہ داریاں اور بھی بڑھ جانا ہیں۔"

وہ بتا رہا تھا۔دھیان انابیتا کی سمت نہ تھا۔

تو کیا وہ نظر انداز کر رہا تھا؟

"جب اتنی ذمے داریوں کی بات ہے تو پھر تمہیں ڈٹ کر کھانا چاہیے۔دیکھو کیسا اتنا سا منہ نکل آیا ہے۔تم آج کل کے بچے بھی نا۔" ممی نے کہا تھا اور وہ مسکرا دیا تھا۔

"ممی! آپ مائیں ساری ایک جیسی ہوتی ہیں۔بچہ چاہے کتنا ہی ہٹا کٹا اور تگڑا کیوں نہ ہو آپ کو اس کا چہرہ اترا ہوا ہی دکھائی دے گا۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ہاں تو ماں کی نظر سے جو دیکھتے ہیں۔یہ بات تم بچے تب سمجھو گے جب اپنی زندگی میں بچوں کی ذمے داریاں سنبھالو گے۔تب پتا چلے گا بچے کیا چیز ہوتے ہیں۔تم بیٹھو میں تمہارے لیے کچھ بنا کر لاتی ہوں۔تم لوگ باتیں کرو جب تک...!" ممی مسکراتی ہوئی کہہ کر کچن کی سمت بڑھ گئی تھیں۔انابیتا اگر چہ اس کی جانب متوجہ نہیں تھی مگر اس کی موجودگی سے کچھ بے چین رہی تھی اور چونکہ وہ وہاں پہلے سے بیٹھی تھی سو اٹھ کر وہاں سے جانا بھی مناسب نہیں لگ رہا تھا۔

"اور سناؤ تمہارا پروجیکٹ کیسا جا رہا ہے۔کتنا کام باقی ہے؟" پارسا کو غالباً مناسب نہیں لگا تھا کہ اس طرح خاموش چھوڑے اور بات نہ کرے۔یہ تہذیب کے خلاف تھا کہ وہ گھر آیا تھا۔جو بھی تھا وہ مہمان تھا اور گھر آئے مہمان کو سب معاف ہوتا ہے اور پارسا سے یوں بھی اس کی کوئی دشمنی نہیں تھی۔

"میرے پاس وقت زیادہ نہیں ہے۔پاپا کے کاروبار نے خاصا الجھا رکھا ہے۔مگر کوشش کروں گی کہ جلد ختم کرلوں۔یوں بھی آج کل یونیورسٹی اور پاپا کے آفس کے بعد مجھے ایکسل خاصا مصروف رکھتا ہے۔ممی تو اسے میری گرل

فرینڈ بلاتی ہیں۔جو بھی فارغ ٹائم دیکھتا ہے۔آن دھمکتا ہے۔" وہ بولا تو پارسا مسکرادی تھی۔

"آنٹی صحیح بلاتی ہیں۔وہ ہر وقت تمہارے ساتھ دم چھلا بنا چپکا رہتا ہے۔"

"تبھی تو آج کل تو یوں بھی اس کے بھائی کی شادی ہے تو کرنے کے لیے کام نکل آتے ہیں۔سو اس کی دوڑ مجھ تک۔" وہ مسکراتے ہوئے بتا رہا تھا۔ جب پارسا کا موبائل بجا تھا۔

"معاف کیجیے گا۔" وہ سہولت سے کہہ کر اٹھی تھی اور وہاں سے نکل گئی تھی۔ انابیتا بیگ کو میگزین کو کھوجتے رہنا شاید مناسب نہیں لگا تبھی ٹی وی کا ریموٹ اٹھا کر چینل بدلنے لگی تھی۔دامیان سوری اسے خاموشی سے دیکھنے لگا تھا۔انابیتا بیگ اسے اس طور نظر انداز کر رہی تھی جیسے وہ اس ماحول کا حصہ ہے ہی نہیں۔یا وہ دامیان سوری کی موجودگی سے واقف ہے ہی نہیں...!

"تم شادی کر رہی ہو؟" جانے کب اس نے سوچا تھا اور پوچھ بھی ڈالا تھا۔ انابیتا بیگ کو نہیں لگا تھا کہ وہ اس کی مخاطب ہے یا وہ اس سے پوچھ رہا ہے۔

وہ خود میں اپنی جنگ لڑنے میں اتنی مگن تھی کہ اسے پارسا کے جانے کی خبر نہیں ہوئی تھی۔

"تم نے لڑکا دیکھ لیا؟" دوسرا سوال کسی باؤنسر کی طرح پھینکا گیا تھا۔انابیتا بیگ نے یوں ہی ترچھی نظر سے اس کی سمت دیکھا تھا۔وہ اس کی سمت متوجہ تھا۔اس کی مخاطب وہی تھی یقیناً کہ کمرے میں اس وقت کوئی اور نہیں تھا۔

"ہاں۔" اس نے بنا سوچے سمجھے ہاں کہہ دیا تھا۔بنا اس کی سمت دیکھے۔دامیان سوری نے اسے خاموشی سے دیکھا تھا۔

کیا وہ اندازہ کرنا چاہ رہا تھا کہ وہ سچ کہہ رہی ہے یا جھوٹ؟ یا پھر اسے اس سے کوئی سرو کار نہ تھا اور اس سوال کا مقصد ٹھہرے ہوئے پانی میں کنکر اچھالنا نہیں تھا۔

"تم سنجیدہ ہو؟" وہ بولا تھا تو لہجہ بہت متوازن تھا۔

"ہاں۔" وہ بنا اس کی جانب دیکھے بولی تھی۔

"اوہ۔" دامیان سوری نے ہونٹ سکوڑے تھے۔

"کون ہے وہ بے چارہ۔" وہ مسکرایا تھا۔اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔

انابیتا بیگ نے دیکھا تھا اور اسے وہ مسکراہٹ اپنا منہ چڑاتی محسوس ہوئی تھی۔

جس طرح اس نے اسے بے عزت کیا تھا۔وہ سمجھتا تھا اس میں شاید ایسی کوئی خصوصیات موجود نہیں کہ کسی لڑکے کو اپنی جانب مائل کرسکے۔دامیان سوری کے خیال میں تو وہ للّی میک سے مقابلہ کرنے کے قابل بھی نہیں تھی۔

"ہے ایک۔" وہ سرسری انداز میں بولی تھی۔

"اور مزے کی بات یہ ہے کہ اسے حاصل کرنے کے لیے مجھے کوئی جدوجہد نہیں کرنی پڑی۔نا کسی سے مقابلہ کرنا پڑا ہے۔" وہ اپنے اند کا غبار اس پر نکالنا چاہتی تھی۔شاید اس کے اندر کے اس غبار کو ابھی تک کوئی راہ نہیں ملی تھی۔

"اوہ، بہت اچھے۔" وہ متاثر ہوا تھا۔

"تو تم میں اتنی خوبیاں ہیں کہ تم کسی کو متاثر کرسکو؟" وہ غالباً اسے چڑاتا ہوا مسکرایا تھا۔

جس طرح وہ حالت سکون میں تھی اسے کیا یہ اچھا نہیں لگ رہا تھا؟ انابیتا بیگ کے اندر ایک طوفان پل میں اٹھا تھا اور وہ اسے گھورنے لگی تھی۔

"تم اس طرح بار بار میری توہین نہیں کرسکتے۔میں تمہیں پہلے ہی باور کروا چکی ہوں کہ مجھ سے دور رہو۔" وہ نا پسندیدہ نظروں سے اسے دیکھتی بولی تھی۔

"ہاں، مگر میں تو تم سے دور ہی ہوں۔" وہ بہت اطمینان سے مسکرا رہا تھا۔

وہ اس کے اندر کے سکون کو تہس نہس کر رہا تھا اور وہ بھی بہت آرام اور سکون کے ساتھ۔انابیتا بیگ کی نظروں میں اس کے اندر کے مد وجزر کی کیفیت بھانپی جاسکتی تھی۔

"تمہارے پیٹ میں کیوں مروڑ اٹھ رہے ہیں۔کیا تکلیف ہے تمہیں؟" وہ جیسے کسی طوفان کی زد پر تھی۔

"میرے پیٹ میں کوئی مروڑ نہیں اٹھ رہے اور نا ہی مجھے کوئی اور تکلیف ہے۔میں تو بس یونہی جاننا چاہ رہا تھا کہ اگر کوئی پوچھے تو کیا جواب دوں۔" وہ اطمینان سے کہہ رہا تھا۔

"تم ایسا کرو اس خبر کو اپنے سوشل نیٹ ورک سائٹ پر لکھ دو۔پھر شاید تمہیں بہت سے سوالوں کے جوابات دینے کی ضرورت نہ پڑے۔" وہ تپ کر بولی تھی۔

"بہتر!" دامیان سوری نے مودب انداز میں سر ہلادیا تھا۔

وہ اپنے اندر کے غصے کو دباتی اٹھی تھی۔اسے گھورا تھا اور پھر پاؤں پٹختی ہوئی وہاں سے نکل گئی تھی۔دامیان شاہ سوری اسی اطمینان سے اسے جاتا دیکھتا رہا تھا۔

...☆☆☆...

اس کا دل جیسے کسی بھاری بوجھ تلے دب رہا تھا۔اسے شدید گھٹن کا احساس ہو رہا تھا۔ممی سے اور نانا سے مل کر بھی وہ کیفیت ختم نہیں ہوئی تھی۔شاید بڑی سازش کا شکار ہو رہی تھی...! کتنے راز دبے تھے اس گھر کی دیواروں میں اور

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کتنے راز اس شخص کے دل میں؟ وہ اس کے قریب کیوں آیا تھا۔جب کہ وہ اس اسٹیٹس کا حامل تھا کہ لڑکیاں اس کے ارد گرد رہتیں اور جان و دل نثار کرتیں اور اس کے ایک اشارے پر اس انتہا پر جا کر اس نکاح نامہ پر دستخط لینا وہ بھی عین اس کی منگنی والے دن جب وہ کسی اور کے نام کی انگوٹھی پہننے جا رہی تھی...! دنیا کا انوکھا ترین نکاح رہا ہو گا یہ...! اس کی ناز برداریاں کرنا' شادی کی رسمیں ادا کرنے کا پلان کرنا اور...!

"اف خدایا۔" اس کا سر جیسے پھٹا جا رہا تھا۔

آخر اس کمرے کی حقیقت کیا تھی؟

اسے کیوں لگ رہا تھا کہ اس کی زندگی کا اس کمرے کی زندگی سے کوئی تعلق جڑا ہے؟

"تم کیا سوچ رہی ہو؟ کچھ پریشان لگ رہی ہو' تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟" ممی نے اس کا چہرہ بغور دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"نہیں ممی! ایسا کچھ نہیں ہے۔" وہ ان کی پریشانیوں کو مزید بڑھانا نہیں چاہتی تھی۔تبھی بولی تھی۔

"پھر...! جب کہ کل تمہاری مایوں ہے۔تم اس طرح اداس کیوں ہو؟ چہرہ اترا ہوا کیوں ہے؟" زائرہ ملک نے پوچھا۔

"آپ کی یاد آرہی تھی ممی! بہت دنوں سے آپ کو دیکھا نہیں تھا نا! اس نے ان کی گود میں سر رکھ دیا۔

"تم خوش تو ہونا انائیا!" ممی نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔انائیا ملک نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

میں جانتی ہوں، جن حالات میں اور جس طرح یہ شادی ہوئی اور رشتہ جڑا۔اس کے بعد یہ پوچھنا بہت عجیب ہے کہ تم خوش ہو یا نہیں۔مگر بیٹا! زندگی میں بہت سے حادثے کوئی خوش گوار تبدیلی بھی لا سکتے ہیں۔اگر سوچ مثبت رکھی جائے تو کبھی کچھ غلط نہیں ہوسکتا اور اگر غلط ہو بھی جائے تو اسے درست کیا جاسکتا ہے۔" زائرہ ملک اسے بہت پیار سے سمجھا رہی تھیں۔جس طرح پیار سے اس کے بالوں میں آہستہ آہستہ ہاتھ پھیر رہی تھیں اس پر اسے بہت سکون مل رہا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ممی! میں آپ کی بیٹی ہوں۔میں اگر چہ آپ کی طرح حالات پر کنٹرول پانا نہیں جانتی مگر میں کوشش ضرور کرسکتی ہوں، مگر مجھے ڈر لگتا ہے کبھی کچھ ٹھیک نہ ہو پایا اور میں کسی گرداب میں مزید پھنس گئی تو؟" انائیا ملک نے ماں کے سامنے اپنے اندر کا مدعا رکھا تھا۔

"ایسا کچھ نہیں ہوگا انائیا! مجھے یقین ہے تمہاری زندگی میں کبھی کچھ غلط نہیں ہوگا۔" زائرہ ملک اس کی ہمت بندھانا چاہتی تھی۔

"کیوں؟ آپ کو کیوں لگتا ہے ایسا؟" وہ بچوں کے سے انداز میں بولی تھی۔

"ماں کا دل ہے نا! ماں کا دل دور اندیش ہوتا ہے۔آنے والی چیزوں کو بھانپ سکتا ہے اور خطرات سے نمٹنے کے لیے چوکنا بھی کرسکتا ہے۔"

"آپ کا دل کہتا ہے کہ میں ہر شے پر قابو پا لوں گی؟" وہ یقین چاہ رہی تھی۔

"ہاں، مجھے ایسا لگتا ہے۔" زائرہ ملک نے پر یقین لہجے میں کہا۔

"مگر مجھ ایسا نہیں لگتا ممی!" وہ ان کی نفی کرتی ہوئی بولی۔زائرہ ملک اس کے چہرے کو بغور دیکھنے لگی تھیں۔وہ ایسی بے یقین کیوں ہو رہی تھی...! کیوں

اتنی خوف زدہ تھی اور اس کے خوف کی وجہ کیا تھی...؟ زائرہ ملک نے اس سے پہلے کبھی اس کی ایسی کیفیت نہیں دیکھی تھی۔وہ ماں تھیں جو بچے کو کبھی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی، مگر اس کا مداوا کیا تھا؟ یا ان اندیشوں اور خدشوں کو کیسے ختم کرنا تھا۔اس کے متعلق زائرہ ملک کو ہزار سوچنے کے بعد بھی اندازہ نہیں ہو پایا تھا۔

...☆☆☆...

ممی نے اسے پارسا کے سات زبردستی بھیجا اور شاپنگ کروائی تھی شاپنگ تو اس نے جیسے تیسے کرلی تھی مگر شادی کی رسموں میں جانے کا اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

"تم ابھی تک تیار نہیں ہوئیں؟" پارسا کان میں جھمکے پہنتی ہوئی اندر داخل ہوئی تھی اور اسے اس طرح بیڈ پر اوندھا لیٹا دیکھ کر حیرت سے بولی تھی۔

وہ بے زاری سے دیکھنے لگی تھی۔

"ارادہ نہیں؟"

"مجھے کچھ الجھن ہوتی ہے ایسی تقریبات میں شرکت کرنے سے پھر آج انائیا کی مایوں بھی ہے۔میں یہاں جاؤں گی تو انائیا کی طرف کیسے جاؤں گی؟ عدن بھائی شہر سے باہر ہیں اور گاڑی ورکشاپ میں ہے۔ ڈیڈی کو زحمت دینا مجھے مناسب نہیں لگے گا سو تم چلی جاؤ۔میں انائیا کی مایوں میں شرکت کرنا چاہوں گی۔زائرہ پھوپو ہمیں پک کرلیں گی اور واپسی میں ڈیڈی لینے آجائیں گے۔"

"اوہ، یہ تو خاصا بڑا مسئلہ ہے!" پارسا نے ہونٹ سکوڑے تھے۔

"تمہیں پتا ہے میری اماں کیا کہتی ہیں؟ لڑکیوں کو ان تقریبات سے دور نہیں رہنا چاہیے۔ایسے لمحے بڑے خوش کن ہوتے ہیں۔جب سب اچھا ہو رہا ہوتا ہے۔سو ایسے میں خود کو دور نہیں رکھنا چاہیے۔"

"تو کیا دور رکھ رہی ہوں میں خود کو...؟ جا تو رہی ہوں انائیا کی مایوں میں شرکت کرنے...!" وہ مسکرائی تھی۔ پارسا اسے آئینے میں دیکھتی ہوئی لبوں پر لپ اسٹک پھیرنے لگی تھی۔

"اچھی لگ رہی ہو تم پر نیلا رنگ جچ رہا ہے۔" اناہیتا نے اس کے جدید تراش خراش کے ڈریس کو دیکھا تھا۔

"شکریہ! مگر سنو، ایکسل بے چارے کا دل ٹوٹ جائے گا نا! جب اسے پتا چلے گا کہ تم نے اپنی کزن کی مایوں تو اٹینڈ کرلی مگر اس کے بھائی کی تقریب نہیں۔" پارسا نے احساس دلایا تھا۔

"اوہ، اب تم مجھے احساس جرم میں مبتلا مت کرو نا! تم جانتی ہو میں پہلے ہی کتنی حساس ہوں۔ کسی کو نہ کہنا کتنا برا لگتا ہے۔" انائیا نے منہ بسورا۔

"اچھا اب اٹھو اور جلدی سے تیار ہوجاؤ، تم شاور لو میں تمہارا ڈریس نکالتی ہوں۔ فٹافٹ تیار ہوجاؤ۔ پہلے ایکسل کے بھائی کی تقریب اٹینڈ کرنا اور پھر انائیا کی مایوں کے لیے نکل جانا۔" پارسا نے مشورہ دیا تھا۔

"مگر یہ ممکن ہوسکے گا؟" انابیتا نے گھورا تھا۔

"ہاں، تم معذرت کر کے جلدی نکل جانا۔"

"اور مجھے کون انائیا کے "تغلق محل" تک پہنچائے گا؟"

"میں ایکسل سے بات کرلیتی ہوں نا! تم جلدی سے تیار ہو۔" پارسا نے اسے بازو سے پکڑ کر کھڑا کردیا تھا اور واش روم کی طرف دھکیل دیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ آئینے کے سامنے کھڑی بے دلی سے تیار ہو رہی تھی۔

"تم پر زرد رنگ جچ رہا ہے۔ تمہارا لباس بہت خوب صورت ہے۔" پارسا نے اس کے شانے پر آنچل ٹھیک کیا تھا اور اسے آئینے میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

"یہ تمہاری پسند ہے نا اس لیے... مجھے تو یہ کچھ بھاری بھرکم لگ رہا ہے اور...!"

"شش۔ خاموش اور جلدی تیار ہو۔ میں اپنی سینڈل نکال کر پہنتی ہوں جب تک...!" پارسا کہہ کر نکل گئی تھی۔ انابیتا لبوں پر لپ گلوس لگاتے ہوئے اپنے سراپا کو اجنبی نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔

...☆☆☆...

واہ، زبردست۔" ماہر آرائش نے اسے تیار کر کے اس کے سر پر آنچل ڈالا تھا اور ایشاع اسے دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔

"بھابی! آج مجھے یقین ہو چلا کہ میرے معارج بھائی آپ پر فریفتہ کیوں اور کیسے ہوئے۔ یقیناً وہ حق پر ہیں۔" ایشاع کے لبوں پر شرارت سے بھری مسکراہٹ تھی، مگر انائیا نے اسے انجوائے نہیں کیا تھا۔ یہ پیار بھری چھیڑ

چھاڑ، جملے اسے کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ایشاع آگے بڑھ کر اسے پھولوں کے گہنے پہنانے لگی تھی۔

"آج تو بھائی کی خیر نہیں ہے۔" ایشاع نے اس کے کان میں سرگوشی کی تھی۔مگر اس کے رخسار کان کی لوؤں تک سرخ نہیں ہوئے تھے۔"میں بھائی کو بلاتی ہوں۔وہ تمہیں ایک نظر دیکھ لیں۔" ایشاع جانے کو بڑھی تھی۔انائیا نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"تم میرے ساتھ رہو۔" نظروں میں درخواست تھی۔اسے روکنے کا اس کے علاوہ طریقہ نہیں تھا۔

کیا وہ اس شخص کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی؟

یہ کوئی فرار تھا؟

"میرے گھر سے سب آگئے؟" اس نے ایشاع سے پوچھا تھا۔

"نہیں، ابھی نہیں، ممی نے فون کردیا ہے۔جلد پہنچ جائیں گے۔تم گھبرا کیوں رہی ہو بھابی؟" ایشاع نے اس کا چہرہ دیکھا تھا۔

"نہیں، بس کچھ دل بیٹھ سا رہا ہے۔" اس نے صاف گوئی سے کہا تھا۔

"تم فکر مت کرو، یہ ٹھیک ہے میں اے سی کی کولنگ بڑھا دیتی ہوں ساتھ ہی آپ کے لیے جوس بھی منگواتی ہوں۔" ایشاع پلٹ کر کسی رشتے دار لڑکی سے جوس لانے کا کہنے لگی۔

"اوہ خدا! یہ سب کیا ہو رہا ہے میرے ساتھ۔یہ کیا ڈراما ہو رہا ہے میرے اور میرے ہی ساتھ کیوں؟" انائیا ملک نے دل ہی دل میں سوچا تھا۔

...☆☆☆...

وہ پارسا کے ساتھ اندر داخل ہوئی تھی۔جب ٹکراؤ للّی میک سے ہوا تھا۔وہ زرد رنگ کی ساڑھی میں بہت سادگی سے تیار تھی۔انابیتا بیگ کو اس نے سر تا پیر بغور دیکھا تھا۔اتنا وہ اسے ساڑھی میں دیکھ کر نہیں چونکی تھی جتنا وہ اسے اس تقریب میں دیکھ کر چونکی تھی۔

"واہ، ساڑھی؟ تم اچھی لگ رہی ہو للّی میک!" پارسا نے اس کی تعریف کی تھی۔ "مگر تمہیں یہ کس نے پہننا سکھایا؟ تم تو اس سب کی عادی نہیں ہو، نا۔"

"ہاں مگر دامیان سوری کی ممی بہت اچھی لگتی ہیں ساڑھی میں...! میں نے یہ ان ہی سے سیکھا۔یہ ساڑھی بھی مجھے انہی نے گفٹ کی تھی۔" وہ اناہیتا کی سمت دیکھتی ہوئی بولی تھی۔ان دونوں کے درمیان کوئی دوستی کا ماحول نہیں تھا۔ ایک کیمپس میں ساتھ پڑھنے کے باوجود وہ دونوں ایک دوسرے کے لیے جیسے اجنبی سے زیادہ کچھ نہیں تھیں۔

"تم پر ساڑھی اچھی لگ رہی ہے اور لگ نہیں رہا کہ تم نے پہلی بار پہنی ہے۔"پارسا نے تعریف کی تھی للّی مسکرادی تھی۔اناہیتا بیگ نگاہ پھیرے ان دونوں کے بات کرنے کا انتظار کر رہی تھی۔

"آپ بھی اچھی لگ رہی ہیں اگر آپ کہیں تو میں آپ کو بھی ساڑھی باندھنا سکھا سکتی ہوں۔" للّی میک شرارت سے مسکرائی تھی۔

"اوہ، ٹھیک مگر فی الحال میری ساڑھی کی عمر نہیں، میں یقیناً شادی کے بعد پہننا چاہوں گی۔اماں کہتی ہیں لڑکیاں ساڑھی پہن کر اپنی عمر سے بڑی لگتی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہیں۔" پارسا عمر کو لے کر کونشئس تو نہیں تھی مگر صرف ہلکا سا مذاق کرتی ہوئی بولی تھی۔للّی میک مسکرادی تھی۔ساؤنڈ سسٹم بہت تیز بج رہا تھا اور ارد گرد ہجوم بھی زیادہ تھا۔لگتا تھا ایکسل نے پورے شہر کو مدعو کرلیا ہو۔ اسے اتنے ہجوم میں کچھ گھٹن محسوس ہوئی تھی تبھی وہ ایکسل کو ہاتھ ہلاتی وہ پارسا کو وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ آئی تھی۔اس کا آنچل کہیں اٹکا تھا۔ایک لمحے کو اس نے رک کر پلٹ کر گلاب کی شاخ میں اٹکا آنچل نکالا تھا مگر وہ اتنی مہارت کا استعمال نہیں کر سکی تھی اور نتیجتاً اس کا آنچل کونے سے پھٹ چکا تھا۔وہ الجھن سے دیکھ رہی تھی جب کان میں آواز پڑی تھی۔

"کیا ہوا؟ کوئی مسئلہ؟" اس نے سر اٹھا کر دیکھا تھا دامیان سوری اس کے قریب کھڑا تھا۔اس نے چھید والا آنچل کا حصہ مٹھی میں دبالیا تھا۔

"کیا چھپا رہی ہو تم؟ کیا ہے ہاتھ میں؟" اسے حیرت ہوئی تھی وہ اتنا متجسس کیوں ہو رہا تھا؟

"کچھ نہیں ہے۔آپ اپنے کام سے کام رکھیں۔" اناہیتا بیگ نے لاتعلق لہجے میں کہا تھا۔دامیان سوری نے اسے خاموشی سے دیکھا تھا۔پھر ہاتھ بڑھا کر اس

کی بند مٹھی والا ہاتھ‘ ہاتھ میں لے لیا تھا اور بغور دیکھنے لگا تھا۔جہاں کانٹے کی چبھن سے خون رس رہا تھا۔

”اوہ‘ آپ نے تو خود کو سزا دے ڈالی۔“ وہ پر افسوس انداز میں بولا۔

”سزا؟“ وہ چونکی۔

”ہاں‘ للّی میک کو ساڑھی میں دیکھ کر کچھ جلن تو ہوئی ہوگی نا!“ وہ سرسری انداز میں کہتے ہوئے اس کا ہاتھ دیکھ رہا تھا۔

انابیتا بیگ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔

”کیا بکواس ہے یہ؟“ اس نے ہاتھ اس کی گرفت سے کھینچنا چاہا تھا۔مگر گرفت مضبوط تھی۔وہ سنی ان سنی کرتا جیب سے رومال نکال کر اس کے زخم پر باندھتے ہوئے مسکرایا۔

”اتنی جلن اچھی نہیں ہوتی کہ نقصان اپنا ہی ہوجائے۔“ وہ ایسے اطمینان سے بات کر رہا تھا جیسے معمول کی کوئی بات ہو۔انداز و لہجہ سرسری تھا۔

”میں کیوں جلنے لگی کسی سے؟ دماغ خراب ہو گیا ہے آپ کا؟“ وہ سخت لہجے میں بولی اور اپنا ہاتھ کھینچ لیا تھا۔وہ دلچسپی سے اسے تکنے لگا تھا۔

”جلن کتنی ہے اس کا اندازہ تو ہے مجھے...! دیکھو میرا ہاتھ بھی جل گیا۔ویسے میں نے زخم پر پٹی باندھنے کو ہاتھ نہیں تھاما تھا۔میں تو دیکھنا چاہتا تھا تمہارے ان موصوف نے کتنی مہنگی رنگ پہنائی ہے تمہیں؟ مگر لگتا ہے موصوف دل کے نہیں نیت کے بھی کالے ہیں۔کوئی رنگ سرے سے پہنائی ہی نہیں۔“ وہ مسکرایا تھا انداز بے فکر تھا اور اطمینان قابل دید تھا۔وہ دنگ رہ گئی تھی۔

کیا وہ شکل سے اتنی ہونق یا بے وقوف لگتی تھی کہ اسے کوئی بھی آسانی سے شکار بنا سکتا یا جو من میں آتا سنا کر چلتا بنتا؟ اسے خود اپنے آپ پر حیرت ہوئی تھی۔

”یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے کہ میرے وہ مجھے کوئی رنگ پہناتے ہیں یا نہیں۔“ اس نے اسے اپنے معاملات سے دور رہنے کی ہدایت کی تھی۔مگر لگتا تھا وہ باز آنے والا نہیں تھا۔

”مسئلہ نہیں بنا رہا واسطہ بھی نہیں بنا رہا مگر فطری تجسس تو ہر انسان کے اندر ہوتا ہے نا!“ وہ صاف گوئی سے کہتا ہوا اطمینان سے مسکرایا۔

"ویسے تم چاہو تو للّی میک کا ہاتھ تھام کر چیک کر سکتی ہو۔" اس کے کان کے قریب سرگوشی کی تھی۔وہ اس کے اچانک قریب آنے پر دنگ رہ گئی تھی۔ایک قدم پیچھے کی سمت لیا تھا مگر سینڈل کیاری میں کہیں اٹکی تھی اور وہ گرنے کو تھی جب دامیان سوری نے اس کا ہاتھ تھام کر اپنی طرف کھینچ لیا تھا۔یہ سب اتنا اچانک ہوا تھا کہ اسے سوچنے یا سمجھنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔ حواس بحال ہونے تک وہ اس کے قریب ترین ساکت سی کھڑی رہی تھی۔ پھر کانوں میں "دھک دھک" کی آواز پڑی تھی تو اسے اندازہ کرنا مشکل ہوا تھا کہ یہ اس کے اپنے دل کی آواز ہے۔

اس نے چونک کر سر اٹھایا تھا اور دامیان سوری کو اپنے اتنے قریب دیکھ کر اس کے اوسان خطا ہوگئے تھے۔نگاہ اطراف میں موجود لوگوں پر ڈالی تھی مگر کوئی ان کی جانب متوجہ نہیں تھا۔سب کی توجہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تقریب پر تھی۔ڈی جے ساؤنڈ بہت بلند تھا۔سو ایسے میں دامیان سوری کی سرگوشیاں کس نے سننی تھیں؟

"انار کلی! تم اچھی لگ رہی ہو۔پیلا رنگ تم پر کھل رہا ہے۔کیا ارادہ ہے؟ کہو تو یہیں آج اسی موقع پر ہلدی لگا دوں؟" دامیان سوری نے اس کے کان کے قریب ایک سرگوشی کی تھی اور اس نے لمحہ میں اس کے اور اپنے مابین حد بندیاں قائم کی تھیں۔

گل میٹھی میٹھی بول

بجنے دے تاشے ڈھول

گل میٹھی میٹھی بول

رس کانوں میں گھول

بجنے دے تاشے ڈھول

مستی میں تو بھی ڈول

من کے نیناں تو کھول

چاہت کے موتی رول

دل ہوتا ہے انمول

یہ دولت سے نہ تول

آ سوہنی تینوں چاند کی میں چوڑی پہناواں

مینوں کر دے اشارہ تو میں ڈولی لے آواں

ڈی جے ساؤنڈ پر لڑکے لڑکیاں بھنگڑے ڈال رہے تھے۔مگر اس کی ساری توجہ اس سامنے کھڑے چہرے پر تھی۔وہ اسے بغور دیکھ رہی تھا۔جیسے یہ چاند آج پہلی بار دیکھا ہو۔

جان لیوا تیری ادا

کیسے نہ کوئی ہو فدا

تیرے انگ شرارہ جیسے

مارا لشکارا سونیئے

دیکھوں تو دل دھڑکے

تن میں اگن بھڑکے

صورت ایسی سوہنی ہے

لگا جیسے سوہنی

سونیئے

ایکسل نے اسے دور سے اشارہ کیا اور اس نے مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ کھینچ لیا اور اسے لے کر فلور پر آگیا تھا۔جہاں ایکسل دیگر دوستوں کے ساتھ بھنگڑا ڈال رہا تھا۔وہ اتنی زبردستی پر اچانک حیراں رہ گئی تھی۔دامیان سوری یہ کیا کر رہا تھا؟ کوئی شرارت تھی؟

چاہنے والا ہوں تیرا

دیکھو تو ادھر ذرا

تو جو دیکھے اک نظر

کروں لکھ شکر سونیئے

دیکھو تو کہہ کے تو مجھے

جان بھی دے دوں گا تجھے

تیرا ایسا ہوں دیوانہ

تو نے اب تک یہ نہ جانا ہیریئے

انابیتا بیگ کو بھنگڑا کرنا کب آتا تھا؟ وہ اس کے گھمانے پر چکرا رہی تھی۔

گل میٹھی میٹھی بول

رس کانوں میں گھول

بجنے دے تاشے ڈھول

آ سوہنی تینوں چاند کی میں چوڑی پہناواں

مینوں کردے اشارہ تو میں ڈولی لے آواں

اس کی سینڈلز پر جیسے کوئی قیامت ٹوٹ رہی تھی۔اس سے پہلے اس نے ہائی ہیلز پہنے نہیں تھے اور ڈانس یا بھنگڑا اس کا تو اس نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔اس کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔اسے لگ رہا تھا ابھی گر جائے گی۔ اس کی صورت ہونق تھی اور سارا اعتماد کہیں غائب تھا۔دامیان سوری کو کیا اس پر ترس آگیا تھا؟

اس نے چکراتے سر کو تھام کر دامیان سوری کے شانے پر سر رکھا تھا۔ دامیان سوری نے رک کر اس کے سر کو دیکھا تھا پھر اس کے کان کے قریب سرگوشی کی تھی۔

"تم ٹھیک ہو۔انابیتا بیگ!" وہ سر اٹھا کر بے بسی سے اسے دیکھنے لگی تھی۔ نظروں میں ایسا کیا تھا کہ دامیان سوری نگاہ ہٹا ہی نہ پایا تھا اور سارے ماحول سے کٹ کر رہ گیا تھا۔

اس دنیا سے آگے جیسے کوئی دنیا نہیں تھی اور ساری کائنات جیسے ایک ہی لمحے میں بند ہو کر ایک ہی نقطے پر رک گئی تھی۔

...☆☆☆...

اپنی فیملی کے لوگوں کو دیکھ کر اسے کچھ ڈھارس بندھی تھی۔

"ممی! انابیتا اور عدن کہاں ہیں؟" اس نے ممی کو نانا کے ساتھ تنہا بیٹھا دیکھ کر پوچھا۔

"انابیتا کچھ دیر میں آجائے گی۔اس کے کسی دوست کی فیملی میں شادی تھی۔سو وہ وہیں مدعو ہے۔عدن شہر سے باہر ہے' اس نے معذرت کرلی ہے۔مگر وہ تمہیں فون کرے گا۔ہم سب یہاں ہیں نا تمہارے پاس۔" ممی نے پیار سے احساسِ تحفظ دینے کو اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا تھا۔

اتنا سج دھج کر وہ پہلی بار تیار ہوئی تھی۔اتنا روپ آیا تھا کہ زائرہ ملک کی اپنی نگاہ نہیں ٹھہر رہی تھی۔کہیں ان کی نظر ہی نہ لگ جائے اس خوف سے وہ اس پر سے نظریں ہٹا گئی تھی۔

”کیا ہوا ممی!“ انائیا ملک نے پوچھا۔

”کچھ نہیں' تو بہت اچھی لگ رہی ہے۔مجھے لگا کہیں میری نظر ہی نہ لگ جائے۔“ کہنے کے ساتھ ہی زائرہ ملک نے دل ہی دل میں دعا پڑھ کر اس کی نظر اتاری۔

”آنٹی! آپ لوگ باہر چل کر بیٹھیں۔میں انائیا کو لے کر آتی ہوں۔“ ایشاع نے اندر آتے ہوئے کہا تھا تو ممی اٹھ کر باہر کی سمت بڑھ گئی تھیں۔

”تمہارے بھائی کہاں ہیں؟“ انائیا کو جانے کیوں اس لمحے اس بندے کی یاد آئی تھی۔ایشاع چونکی اور پھر مسکرادی۔

”بھائی کو یاد کر رہی ہو بھابی!“ انداز میں شرارت تھی۔انائیا ملک نے فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا۔

”بلوادوں؟“ ایشاع نے شرارت سے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”میں نے انہیں دیکھا نہیں تھا تو تبھی پوچھا۔“ وہ نگاہ چرا چرا کر مدہم لہجے میں بولی۔

”آپ کو باہر لے چلوں؟“

”نہیں' ابھی نہیں میری بہن ابھی تک نہیں آئی اور اس کے آنے سے قبل میں رسم نہیں کروا سکتی۔“ وہ صاف گوئی سے بولی۔

”ابھی تھوڑی دیر میں وہ آجائے گی تو ہم رسم کرلیں گے۔کوئی بات نہیں۔“ ایشاع بہت ملائمت سے مسکرائی۔

”آپ کو کسی چیز کی ضرورت تو نہیں؟“ ایشاع نے پیار سے اس کا چہرہ تھپتھپاتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں' شکریہ۔“ اس نے رسمی انداز میں مسکرا کر کہا اور ایشاع باہر نکل گئی تھی۔اس کی پشت پر موجود دروازے پر کچھ کھٹکا ہوا تو اس نے گردن موڑ کر دیکھا۔وہ تنہا تھی اور اس کے علاوہ کمرے میں کوئی نہیں تھا۔وہ بھاری آنچل سنبھال کر آہستگی سے اٹھی۔اس دروازے کی سمت گئی۔کچھ دیر تک ٹھہر کر اندازہ کرنا چاہا تھا کوئی شور نہیں تھا۔مگر اسے جانے کیوں تجسس ہوا تھا۔اس

نے ہینڈل گھمایا تھا۔دروازہ مقفل نہیں تھا اور دوسرے ہی لمحے دروازہ کھلتا چلا گیا تھا۔یہ کمرا اس کے استعمال میں نہیں تھا۔یہ معارج تغلق کا کمرا تھا جسے ایشاع نے اس کے لیے چنا تھا۔بہت بڑا کمرا تھا اور باقی کمروں سے منفرد بھی مگر اس لمحے اس کی نگاہ کسی آرائش یا زیبائش پر نہیں تھی۔اس کا ذہن متجسس تھا کہ اس کے کمرے کے اس طرف یہ راستا کہاں نکلتا ہے اور اس کے پیچھے کا راز کیا ہے؟ ایک لمبی راہ داری اس کے سامنے تھی۔

کیا اسے اس راہ داری کو پار کر کے آگے بڑھنا چاہیے؟ ابھی ایشاع اس کی تلاش میں آجاتی تو...؟ ایک لمحے کو ذہن میں خیال آیا تھا مگر وہ یہ راز جاننے کو اتنی بے قرار تھی کہ اس نے قدم آگے بڑھا

دیے تھے۔

دور تک راہ داری میں کوئی نہیں تھا۔یہ غالباً عقبی طرف کا حصہ تھا۔راہ داری کے اختتام پر سیڑھیاں تھیں اور اس نے ان سیڑھیوں کے اترنے میں ایک

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

لمحے کی بھی دیر نہیں کی تھی۔جانے اس گھر میں کتنے کمرے تھے اور کتنی راہ داریاں۔وہ اتنے دنوں کے قیام میں بالکل اندازہ نہیں کرسکی تھی۔آج بھی اسے اس گھر کے کونے اور راہ داریاں پہلے دن کی طرح اجنبی لگتے تھے جب وہ پہلی بار اس گھر میں آئی تھی اور رستم نے اسے گائیڈ کیا تھا۔میٹنگ کے لیے مسز تغلق تک پہنچنے میں اور مسز تغلق کی جگہ وہ معارج تغلق کو وہاں سامنے دیکھ کر چونک گئی تھی۔تب وہ راستے کتنے اجنبی تھے اور وہ راستے آج بھی جانے پہچانے نہیں تھے۔

اس نے سیڑھیوں کے اختتام پر دیکھا تھا۔سامنے بڑا ہال تھا اور اس سے آگے پھر بہت سے کمرے اور راہ داریاں۔

اس نے قدم سنبھال کر پیش قدمی کی تھی۔سامنے سوئمنگ پول کو دیکھ کر اسے ڈھارس بندھی تھی۔یہ حصہ اس کا جانا پہنچانا تھا۔اس نے پول یاد کیا تھا اور آگے بڑھتی ہوئی راہ داری کی سمت آگئی تھی اور اسے حیرت نہیں ہوئی تھی۔وہ وہاں کھڑی تھی جہاں سے اسے اس روز معارج تغلق کھینچ کر لے گیا تھا۔اس راہ داری کے اختتام پر وہی کمرا تھا۔اس کمرے کی حقیقت کیا تھی؟

کس کا قیام تھا وہاں...؟

اور اس وجود کا کیا رشتہ تھا اس گھر کے مکینوں سے...؟ اس کمرے کی بابت اسے کیوں آگاہ نہیں کیا گیا تھا؟

اگر وہ اس گھر کی بہو تھی' تو پھر اتنے سارے پہلو اس سے چھپائے کیوں جا رہے تھے۔اتنا کچھ مخفی کیوں رکھا جا رہا تھا؟

اس نے قدم آگے بڑھاتے ہوئے اس کمرے کی جانب پیش قدمی کی تھی۔
مگر عین اسی موقع پر کسی نے اسے کلائی سے پکڑ کر کھینچ لیا تھا۔وہ سب اتنا غیر متوقع اور اچانک ہوا تھا کہ وہ حیران رہ گئی تھی۔توازن بگڑا تھا اور وہ لڑکھڑائی تھی مگر کھینچنے والے نے اس کے گرد اپنا آہنی حصار باندھ دیا تھا۔

ایک خوش بو نے اس کے نتھنوں میں گھس کر گھر کیا تھا۔وہ خوش بو جانی پہچانی تھی۔انائیا ملک نے سنبھل کر سر اٹھایا تھا۔اوسان پوری طرح بے دار ہوچکے تھے۔اس کے سامنے معارج تغلق تھا۔

وہ وہاں کب آیا تھا؟ اسے اپنے ہدف تک پہنچنے سے پہلے ہی شکست ہوچکی تھی۔اس کھوج کی وہ کوشش اپنی موت مر چکی تھی۔معارج تغلق اس کی سمت خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔

کیا اس کی نظروں میں کوئی شکوہ تھا۔یا پھر شکایت...؟

"مسز تغلق! اس طرف کیسے آنا ہوا آپ کا؟ آج کیا پھر رستہ بھٹک گئیں آپ۔" وہ طنز کے ساتھ کہہ رہا تھا۔یا واقعی سنجیدہ تھا۔وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔کچھ لمحوں تک یونہی سر جھکائے کھڑی رہی تھی۔اس کے آہنی بازوؤں کے حصار میں اپنا آپ بہت تنگ اور گھٹا گھٹا سا لگا تھا۔

"وہ... میں...!" اس نے خشک لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے کوئی وضاحت دینا چاہی تھی۔مگر معارج تغلق نے اس کے لبوں پر شہادت کی انگلی رکھ دی تھی۔

"آپ اتنی راہ داریاں عبور کرتی سیڑھیاں پھلانگتی دیوانہ وار لپکتی میری تلاش میں یہاں تک آئیں ہے نا؟" وہ اس کا چہرہ تھوڑی سے تھام کر اٹھاتے ہوئے بولا تھا۔

"آپ اتنی خائف کیوں ہیں؟" وہ اپنے طور پر وضاحتیں چاہ رہا تھا۔

انائیا ملک نے ایک لمحے کو دیکھا تھا اور نگاہ دوبارہ جھک گئی تھی۔معارج تغلق نے اس کے رخساروں پر پلکوں کی لرزش کو بغور دیکھا تھا۔

"ماجرا کیا ہے مسز تغلق!" وہ جیسے تمہید باندھتے ہوئے بولا تھا۔

"مجھے ڈھونڈنے نکلی تھیں؟" اس کے چہرے کو بغور تکتے ہوئے پوچھا تھا۔اس لمحے وہ اس کے رحم و کرم پر تھی۔کیا وہ اس سے خوف زدہ تھی کہ وہ اسے کوئی نقصان پہنچائے گا؟ "تم اچھی لگ رہی ہو....! یہ لفظ بہت معمولی ہے آج کے لیے مسز تغلق! دیکھو میرے بازو مجھے اجازت ہی نہیں دے رہے کہ میں تمہیں اس گرفت سے باہر جانے دوں۔"

"آپ...پلیز...!" انائیا ملک نے کان کی لوؤں تک سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ بنا نگاہ اٹھائے کچھ کہنے کا قصد کیا تھا۔دل دھڑکنے کی آواز اتنی تھی کہ جیسے اس کے کانوں میں دھڑک رہا ہو۔اس نے اس کی گرفت سے باہر نکلنے کی اپنی سی کوشش کی تھی مگر معارج تغلق جیسے اسے زچ کر رہا تھا۔اس کے لیے سانس لینا دوبھر ہو رہا تھا۔

"سنو! مجھے تمہیں کچھ بتانا ہے' مگر آج کے دن نہیں۔تمہیں دیکھ کر ہوش کھونے لگا ہوں۔یہ روپ سروپ بہت انوکھا ہے۔" بہت دھیمے لہجے میں کہہ رہا تھا۔مگر وہ اس کی طرف دیکھنے سے گریزاں تھی۔

"دیکھو تم نے آج مجھے بے بس کردیا۔میں اپنے دل کے خلاف کھڑا ہوں اور عقل کے کاموں سے مجھے جیسے کچھ لینا دینا ہی نہیں۔ایسا کیا ہے تم میں؟" وہ اس کا دھیان ہر طرف سے جیسے ہٹانا چاہتا تھا۔انائیا ملک نے نگاہ کا زاویہ پھیر کر ترچھی نظروں سے اس بند کمرے کو دیکھا تھا جس کے پیچھے یقیناً کوئی راز تھا۔کون تھی وہ لڑکی...؟

اس گھر میں کیوں رہتی تھی اور گھر کے مکین کیوں اس کی موجودگی کو اس سے چھپانا چاہتے تھے۔انائیا ملک سمجھنے سے قاصر تھی۔

"اس طرف نہیں' میری طرف دیکھو۔راز اس طرف نہیں میری آنکھوں میں ہے۔اس طرف۔" معارج تغلق نے اس کا رخ اپنی طرف موڑتے ہوئے کہا تھا۔

...☆☆☆...

کیا معارج تغلق اتنا بڑا شعبدہ باز تھا کہ سارا کچھ پل میں اپنے بس میں کرنا چاہتا تھا یا پھر ارادہ اس کا دھیان بٹانے اور "اصل" سے ہٹانے کا تھا؟ آخر کس راز کی پردہ داری کرنا مقصود تھی؟

انائیا ملک نے اس کی آنکھوں میں دیکھنا چاہا تھا' مگر ایک شدید غصے کی لہر آئی تھی۔وہ خود پر جیسے اختیار نہیں رکھ پائی تھی۔

"ریا کار ہیں آپ! آنکھیں صاف کہتی ہیں کہ انتہائی مکار ہیں۔" جلے کٹے لہجے میں وہ بولی تھی مگر وہ مسکرا دیا تھا۔

کتنے شریں ہیں تیرے لب کہ میں

گالیاں کھا کے بد مزا نہ ہوا

ایک مدہم سرگوشی فضا میں بکھری تھی۔معارج تغلق کے لبوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔انائیا ملک کی جان جیسے کسی قیامت کے زیر اثر تھی۔چہرہ دہک رہا تھا۔رخسار تمتما رہے تھے۔

معارج تغلق نے اس کا چہرہ آہستگی سے اوپر اٹھایا۔

"اور کیا خصوصیات ہیں مجھ میں؟ آج وہ بھی گنوا دیں۔" وہ مدہم لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

"چالباز ہیں' جال بنتے ہیں اور سازشیں کرتے ہیں۔میں بھی آپ کی کسی سازش کا حصہ ہوں۔بکری بنا رہے ہیں آپ مجھے۔دیکھتے ہی دیکھتے وار کردیں گے۔ میٹھی چھری ہیں آپ!" وہ زہرخند لہجے میں بولی۔

وہ بنا برا مانے مسکرا دیا تھا۔

"میرے اتنے قریب کھڑی ہو۔میرے دل کی بات نہیں سن سکتیں اب بھی؟" وہ شکوہ کر رہا تھا۔اس کا لہجہ نرم تھا مگر اس کی گرفت مضبوط تھی۔ اسے تکلیف کا احساس ہوا تھا۔جانے اس کی جانب تکتے ہوئے آنکھیں کب نمی سے بھر گئی تھیں۔وہ خود نہیں جان پائی تھی۔معارج تغلق کو جیسے اس پر ترس

آگیا تھا تبھی اس پر اپنی گرفت نرم کی تھی اور پھر ہاتھ بڑھا کر اس کی آنکھ کے کنارے کی نمی کو اپنی پور پر لیا تھا۔

"ان قاتل نگاہوں سے کہو اتنے وار کرنا ٹھیک نہیں۔ میرا دل ناتواں ہے کچھ ہو گیا تو...؟" کسی خدشے کے پیش نظر اس نے کوئی حفاظتی بند باندھنا چاہا تھا یا پھر یہ کوئی چھوٹی سی شرارت تھی یا پھر وہ اس کی کیفیت سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

"اتنے حملے ایک ساتھ ٹھیک نہیں جاناں۔" وہ مسکرا رہا تھا اور اسے اپنی گرفت سے آزاد کر رہا تھا۔

"ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ اس سب کے پیچھے مقصد کیا ہے اور اس کمرے میں کون ہے؟ کیا راز ہے جس تک پہنچنے سے مجھے روکا جا رہا ہے؟" وہ اسے پلٹتا دیکھ کر بولی۔

"کہا تو تھا میری گرل فرینڈ ہے اب اور کیا سننا چاہتی ہو۔" وہ پلٹ کر دیکھتے ہوئے نرمی سے مسکرایا جیسے اسے معمول کی کسی بات کے بارے میں آگاہ کر رہا ہو۔

"مجھے یہاں سے فرار پر مجبور مت کریں۔ سب چھوڑ چھاڑ کر نکل جاؤں گی۔ تو کیا عزت رہ جائے گی اس خاندان کی؟" انائیا ملک نے ڈرایا تھا اسے یا پھر یہ کوئی دھمکی تھی مگر وہ ہنس دیا تھا۔

"تم یہ شادی چھوڑ کر جا سکتی ہو؟" اسے جیسے اس کے کچھ بھی کہنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

"میں آپ کی طرح گیدڑ بھبھکیاں نہیں دیتی، نا لفاظی کی قائل ہوں۔ میں جو کہتی ہوں، وہ کرتی ہوں۔" وہ مضبوط لہجے میں بولی تو وہ مسکرادیا تھا۔

"اب آپ یہاں سے چلیں گی یا میں اٹھا کر لے جاؤں؟" اس کا اطمینان ہنوز برقرار تھا جیسے وہ اس کی کمزوری سے واقف ہو جانتا ہو کہ وہ کچھ نہیں کر سکتی۔ انائیا ملک اسے ساکت نظروں سے دیکھنے لگی تھی پھر خاموشی سے اس کے ساتھ چل پڑی تھی۔

...☆☆☆...

انابیتا بیگ میں اعتماد نہیں تھا۔ایسا نہیں تھا مگر ایکسل کے بھائی کی مایوں کی تقریب میں دامیان سوری اسے اتنا زچ کیسے کر پایا تھا۔وہ اپنے اتنے کمزور پڑنے پر خود حیران تھی۔

"کیا ہوا' تمہارا چہرہ اتنا ہونق اور زرد رنگ کیوں لگ رہا ہے؟" پارسا سے وہ ٹکرائی تھی جب اس نے پوچھا تھا۔اس نے فوراً سر نفی میں ہلایا تھا۔

"کہاں تھیں تم؟ ہم تمہیں وہاں ڈھونڈتے رہے تھے۔" پارسا نے پوچھا تھا۔ اس نے خشک لبوں پر زبان پھیری تھی۔

"ایکسل کہاں ہے؟ مجھے انائیا کی طرف جانا ہے۔دیر ہو رہی ہے۔میں اگر مزید رکی تو اس کی مایوں کی تقریب اٹینڈ نہیں کر پاؤں گی۔ ممی کا فون بار بار آرہا ہے۔وہاں سب میرا انتظار کر رہے ہیں۔"

"میں بلاتی ہوں۔" پارسا پلٹی تھی تبھی ایکسل ان کی طرف آتا دکھائی دیا تھا۔

"ایکسل مجھے انائیا کی طرف جانا ہے۔تمہیں مجھے ڈراپ کرنا ہوگا ممی کی طرف سے بار بار کالز موصول ہو رہی ہیں۔وہاں سب میرا انتظار کر رہے ہیں۔" انابیتا بیگ نے کہا۔

"ہاں مجھے یاد ہے' تمہیں جانا ہے۔رکو میں کسی کو بلاتا ہوں۔" اس نے کسی کو اشارہ کیا تھا چونکہ اس کی پشت تھی وہ دیکھ نہیں پائی تھی۔

"میں خود چلتا مگر فی الحال یہ ممکن نہیں' یہاں بہت کام ہے۔" ایکسل معذرت کرتا ہوا بولا۔

"کوئی بات نہیں۔" انابیتا بیگ کی ساری توجہ گھڑی پر تھی تبھی جب دامیان سوری اس کے قریب آن کر رکا تو وہ سمجھ نہیں پائی کہ اسے چھوڑنے کے لیے دامیان سوری کو بلایا ہے۔

"دامیان! تمہیں انابیتا بیگ کو ڈراپ کرنا ہے۔"

"اس وقت...؟" اسے حیرت ہوئی تھی۔

"کہاں؟"

"وہ تمہیں انابیتا بتا دے گی۔" ایکسل نے کہا تھا۔دامیان سوری نے اس کی سمت دیکھا تھا۔

"چلیں۔" اس کے پاس اور حل نہیں تھا۔سو اس صورت حال میں اسے بہتر یہی لگا تھا کہ وہ اس کے ساتھ چل دے۔اس نے زیادہ نہیں سوچا اور آگے

بڑھ گئی۔وہ خاموشی سے اس سے دو قدم کے فاصلے پر چل رہا تھا۔اناہیتا بیگ نے اس کی پشت کو بغور دیکھا تھا۔چوڑے شانوں میں اس کا کسرتی جسم نمایاں تھا۔وہ مضبوط قدموں سے چلتا ہو یکدم مڑا تھا۔قریب تھا کہ وہ اس سے ٹکرا جاتی مگر اس نے قدم وہیں روک لیے تھے۔

"جانا کہاں ہے؟" اس نے براہِ راست اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔

"تغلق محل۔" وہ رسانیت سے بولی۔

"تغلق محل؟ وہاں کیوں خیریت...؟" تغلق خاندان اور محل اپنی سیاسی ساکھ کے باعث مشہور تھا تبھی دامیان پوچھنے لگا تھا۔

"میری کزن کی مایوں ہے آج۔وہ اسی خاندان کی بہو ہے۔" اس نے مختصراً بتایا تھا۔

"اوہ، میں سمجھا تمہارے محترم منگیتر کا تعلق اس تغلق محل سے ہے۔" وہ مسکرایا تھا۔

"لمحہ بھر کو میں تو متاثر ہو گیا تھا۔لگا تمہارے منگیتر تو سچ میں تگڑے بیک گراؤنڈ سے تعلق رکھتے ہیں اور توپ چیز ہیں۔" وہ غالباً مذاق کر رہا تھا۔پھر پلٹ کر اس کے لیے گاڑی کا دروازہ کھولا اور دوسری طرف سے جا کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

اناہیتا بیگ نے آگے بڑھ کر فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔

"جلدی ڈرائیو کرو۔" یوں حکم دیا تھا جیسے وہ اس کا ڈرائیور ہو۔

"وہاں تمہارے منگیتر بھی مدعو ہیں جو اتنی جلدی ہے؟" دامیان سوری نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا۔اناہیتا بیگ نے خاموشی سے اسے دیکھا تھا پھر بولی تھی۔

"اس سے آپ کو کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیے۔وہاں کوئی میرا انتظار کر رہا ہے یا نہیں، یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔" انداز میں لاتعلقی صاف ظاہر تھی۔مگر دامیان سوری جیسے مصلحت پر مائل تھا۔کسی بات کو لے کر کچھ خاص تاثر نہیں دے رہا تھا۔

"مطلب تو مجھے کوئی ہے نہیں' نا میں مطلبی ہوں مگر پوچھنے میں کیا جاتا ہے؟"

دامیان سوری نے اس کو ایک نظر دیکھا تھا۔پھر کیسٹ پلیئر آن کر دیا۔بہت بہتر میوزک تھا۔انابیتا بیگ کو ناگوار گزرا تھا تبھی ہاتھ بڑھا کر پلیئر آف کر دیا تھا۔دامیان سوری نے اسے دیکھا اور پھر آن کردیا اور انابیتا نے دوبارہ پلیئر آف کردیا تھا۔دامیان نے اکتا کر اسے دیکھا تھا۔

"کچھ ایسا نہیں لگ رہا کہ ہم شادی کے بیس سال ساتھ گزارنے کے بعد ساتھ سفر کر رہے ہیں اور یہ اکتاہٹ اسی بات کی ہے کہ بیس طویل سال ویسے نہیں گزرے جیسے تم نے توقع رکھی تھی۔" یہ حملہ اتنا اچانک تھا کہ انابیتا بیگ اسے حیرت سے چونک کر دیکھنے لگی تھی۔

"کیا بکواس ہے؟" وہ چیخی۔

"بکواس نہیں ہے۔مجھے ایسا لگا جو کھنچاؤ ہم میں ہے ایسا ان جوڑوں کے درمیان ہوتا ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ چلتے چلتے تھک جاتے ہیں۔" وہ مسکرایا تھا۔اس کا تجزیہ صحیح تھا یا نہیں' یہ وہ نہیں جانتی تھی مگر وہ اتنا جانتی تھی کہ وہ اسے زچ کرنے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا۔

"کیا ہم یہ سفر تھا خاموشی سے کر سکتے ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"میں خاموشی میں سفر کرنے کا عادی نہیں ہوں۔" وہ اس کی سمت دیکھے بنا بولا۔

"اور مجھے بولنے کی عادت نہیں۔" وہ لاتعلقی سے بولی۔"تو ٹھیک ہے پھر آپ مجھے بھی بولنے سے باز مت رکھیں۔" وہ سکون سے بولا۔

"میرا بھی دماغ خراب تھا جو ایکسل سے کسی کو چھوڑنے کے لیے کہہ دیا۔اس سے بہتر تھا میں انائیا کو فون کر کے کسی کو پک کرنے کے لیے کہہ دیتی۔" وہ غصے سے سرخ تمتماتے ہوئے چہرے کے ساتھ بولی اور رخ پھیر کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔دامیان سوری نے اس کے چہرے کو بغور دیکھا تھا۔نگاہ چہرے سے مقناطیسی انداز میں کھینچ کیوں رہی تھی' وہ نہیں جان پایا تھا۔مگر وہ اسے زیادہ زچ نہیں کرنا چاہتا تھا تبھی نگاہ اس کے چہرے سے ہٹا لی۔

...☆☆☆...

بعض رشتے کیسے جڑ جاتے ہیں' وہ نہیں جانتی تھی۔جب دل مائل نہ ہو' اندر سے کوئی رضا مندی نہ ہو' کوئی مجبوری بھی نہ ہو پھر کیا بات تھی جو یہ رشتا بنا

رہی تھی۔ کیا بات تھی جو اس کے قدم روک رہی تھی اور اسے باندھ رہی تھی۔ وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔ اسے معارج تغلق کے نام کا ابٹن لگایا جا رہا تھا اور سب سے پہلے ابتدا اسی نے کی تھی۔ اس کے گال پر ابٹن لگا کر وہ بولا تھا۔

"لو' آج تمہیں اپنے رنگ میں رنگ دیا۔ فرار کے سارے راستے مسدود ہوگئے۔ اب پلٹ کر دیکھنے سے کچھ حاصل نہیں کیونکہ یہ رنگ اترنے والا نہیں ہے۔ ایک بار چڑھ گیا سو چڑھ گیا۔ اب یہ دن بدن اور گہرا ہوگا۔" اس کے لبوں پر ایک پر اسرار سی مسکراہٹ تھی۔ وہ دیکھتی رہ گئی تھی۔

"بھابی' بھائی کو ابٹن لگاؤ۔ تم رسم پوری نہیں کرو گی؟" ایشاع نے اسے یاد دلایا۔ تو مجبوراً اسے ہاتھ میں ابٹن لے کر اسے لگانا پڑا تھا۔ مگر یہ مرحلہ بہت مشکل لگا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"کیا ہوا تمہارا چہرہ اتنا زرد رنگ کیوں ہے؟ ہلدی ہی ملی جا رہی ہے تم اتنی ہونق کیوں ہو۔ جیسے تمہیں توپ کے آگے کھڑا کیا جا رہا ہے؟" اناہیتا بیگ نے اسے ابٹن لگاتے ہوئے اس کے کان کے قریب سرگوشی کی تھی۔ وہ دیکھ کر رہ گئی تھی پھر بولی تھی۔

"تم یہاں میرے پاس بیٹھ جاؤ۔"

"کیوں؟" وہ چونکی تھی پھر مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

"معارج بھائی کے ہوتے ہوئے میں کیوں...؟ تمہیں کباب میں ہڈی چاہیے؟" اس نے چھیڑا تھا' ساتھ ہی معارج کی طرف دیکھا تھا۔

"معارج بھائی! میری بہن کو اتنا ڈرا کیوں رہے ہو؟"

"میں نے کیا کیا ہے؟" وہ چونکا۔

"آپ کے ہوتے ہوئے وہ اتنی کھوئی کھوئی اور پریشان لگ رہی ہے۔ میری بہن کے چہرے کی مسکراہٹ غائب ہے اور آپ چاہتے ہو میں اس کی باز پرس بھی نہ کروں؟"

"تمہاری بہن کی مسکراہٹ کہاں کھوئی ہے؟" وہ بغور انائیا ملک کے چہرے کو تکنے لگا تھا۔انابیتا نے گھورا تھا۔

"کمال کرتے ہو معارج بھائی کیسے شوہر ہو آپ! آپ کی بیوی کی مسکراہٹ کہاں کھوئی ہے۔اب اس کا پتا آپ دوسروں سے مانگو گے؟"

"نہیں، میں بڑے آرام سے ان کی مسکراہٹ ڈھونڈ سکتا ہوں۔اس کے لیے مجھے اس ہجوم کی بھی پروا نہیں مگر پھر آپ کی بہن کو شکوہ ہوگا۔" وہ نظریں اس پر جمائے مدہم لہجے میں بولا۔انائیا ملک اس کی جانب دیکھ نہیں سکتی تھی، نگاہ جھکا گئی تھی۔انابیتا نے منہ پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔

"آہ! معارج بھائی! کتنے بے شرم انسان ہیں آپ! کچھ بھی بول دیتے ہو۔شرم لحاظ بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔" انابیتا بیگ نے کلاس لی تو وہ مسکرا دیا۔

"پیار کے انداز ہوتے ہیں اس پر قدغن لگانا مناسب نہیں بند باندھنے سے بہاؤ اور بھی بڑھ جاتا ہے۔" وہ سرسری انداز میں بولا۔

"بند باندھیں یا ڈیم بنائیں مگر فی الحال آپ کو اجازت نہیں۔کوئی نگاہ غلط بھی مت ڈالیں۔" انابیتا نے گھورا تھا۔

"اب یہ نکتہ چینی کیونکر؟" معارج تغلق کو حیرت ہوئی تھی۔"مسکراہٹ ڈھونڈنے کی درخواست تو آپ نے ہی کی تھی نا!"

"آپ کو بولنے کا خبط ہے۔"

"نہیں، مگر اپنی بیوی کا خیال رکھنا ہم پر فرض ہے نا! پھر کوتاہی ہوگئی تو شکوہ آپ ہی لوگ کریں گے کہ ہماری بیٹی کا خیال نہیں رکھ رہے۔"

"معارج بھائی! آپ کسی سیاست دان کی طرح بات کرتے ہو۔انکل کے بعد کیا اب آپ بھی سیاست کے میدان میں چھلانگ لگانے والے ہو؟" اس نے مذاقاً پوچھا۔

"نہیں، میں ایک وقت میں ایک محاذ پر ہی لڑ سکتا ہوں۔میں شادی کر رہا ہوں۔" وہ بہت سنجیدگی سے مذاق کر رہا تھا۔

"تو پھر تیار ہوجایے۔ہماری انائیا بھی کیل کانٹوں سے لیس ہے آپ کو ایک ہی پل میں چاروں شانے چت کردے گی۔ٹک نہیں پائیں گے آپ اس کے سامنے۔"

”بے فکر رہیں، مجھے ناز برداریاں کرنا خوب آتا ہے۔شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔“ وہ بہت رسانیت سے بولا تو انابیتا بیگ نے گلاب جامن اٹھا کر ان کے منہ میں رکھ دیا اور مسکرا دی تھی۔

”معارج بھائی! میری بہن کا بہت خیال رکھنا ہے آپ کو، اسے کبھی اداس مت ہونے دیجیے گا۔“

”آپ بے فکر رہیں میں اس مشن پر آج سے ہی ڈٹ کر کام شروع کروں گا۔“ اس نے جیسے قسم کھائی تھی کہ بات کا جواب سیدھے سے نہیں دے گا۔

”ویسے آپ کے ہاتھ کا کمال ہے یا کچھ اور یہ گلاب جامن کچھ اور بھی میٹھا ہو گیا ہے۔شادی کے بعد آتی جاتی رہیے گا۔زندگی میں مٹھاس کی کمی نہیں آنی چاہیے۔“ معارج تغلق رشتوں کو لے کر فطری مذاق کرنا کب سے سیکھ گیا تھا؟ اسے خبر کیوں نہیں ہوئی تھی۔انائیا ملک اسے انابیتا بیگ سے مذاق کرتے دیکھ کر بولی تھی۔

”انابیتا! ممی اور مامی کہاں ہیں؟ انہیں بھی بلاؤ۔“

”وہ وہاں آپ کی ساس کے پاس بیٹھی ہیں، میں دیکھ کر آتی ہوں۔“ انابیتا بیگ بولی تھی اور ساتھ ہی اٹھ کر وہاں سے نکل گئی۔

”منہ کا زاویہ ٹھیک کریں مسز تغلق! میں کسی بات کو موضوع گفتگو نہیں بنانا چاہتا۔ہماری شادی ہو رہی ہے، خوشی کا موقع ہے اور آپ تو یوں بھی دلہن ہیں۔دلہن کے چہرے پر شرم و حیا کے رنگ ہوں تو زیادہ کھلتے ہیں۔خوف کے سایوں اور اندیشوں کو جگہ نہیں ملنی چاہیے۔جو بھی ہے اسے بعد میں طے کیا جا سکتا ہے۔“

”مگر مجھے آپ کی طرح دہری زندگی جینے کی عادت نہیں۔“ وہ اس کی بات کاٹ کر بولی تھی۔

”تو عادت ڈال لو۔مشکل کیا ہے؟“ وہ اطمینان سے کہتا ہوا کسی کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

"مجھے میٹھا بننا نہیں آتا۔"

"مٹھاس زیادہ کھایا کرو۔" وہ مسکرایا اور اس کے منہ میں مٹھائی رکھ دی۔

"کمال کرتی ہیں آپ نئی نویلی دلہن ہیں۔آپ کو مسکرانے کے لیے کسی جواز کی ضرورت ہے کیا؟ ان دنوں میں تو بڑے سہانے خواب آتے ہیں۔مزاج نیم سا بھی ہو تو لہجہ شیریں ہوجاتا ہے۔کیکر بھی ہو تو گلاب بن جاتا ہے۔آپ کو اتنی تگ و دو کی ضرورت کیوں پڑ رہی ہے؟"

"میرا چہرہ کیکر ہے یا گلاب! آپ کو اس کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ جل کر بولی۔

"ضرورت ہے جاناں۔" وہ اس کے تخاطب پر چونکی۔

"نئی دلہن کو ان سب باتوں کا خیال رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ان سب باتوں کو سکھانے کی میں ضرورت محسوس نہیں کرتا مگر کوئی کوتاہی اگر قصہ کہانی بنا سکتی ہے تو مجھے نوٹس لینا ہوگا۔" وہ اس کی جانب دیکھے بنا کہتا ہوا کسی کی جانب نگاہ ڈالتا مسکرا رہا تھا۔شاید اسے اپنی خاندانی ساکھ کی فکر زیادہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تھی۔اس کی خوشی سے بھی زیادہ۔۔۔!" وہ اس کی پروا نہیں کر رہا یہ کیسا رشتا تھا۔

"یہاں اس تقریب میں بہت سے لوگ ہیں انائیا تغلق! اور اتنے ہی رپورٹرز' میں نہیں چاہتا ان کے ہاتھ کوئی کہانی لگے اور وہ نمک مرچ لگا کر اپنے نیوز چینل یا اخبار کی چاندی کر دیں۔اس شادی کو نارمل لگنا چاہیے اور اس کے لیے آپ کے چہرے کی مسکراہٹ بہت ضروری ہے۔میرے بارے میں سوچیں' میری آنکھوں میں دیکھیں' اپنا عکس دیکھیں۔کوئی بھی ایک بات جو آپ کو مسکرانے پر مائل کرسکتی ہے' وہ کریں۔مجھے آپ کی مسکراہٹ چاہیے۔" وہ اسے اس طرح بولتا ہوا کوئی حاکم لگا تھا۔

"یہ حاکمیت آپ کی سیاست میں چلتی ہوگی مجھے محکوم بننے کی عادت نہیں ہے۔" وہ غالباً جھکنے کو تیار نہیں تھی۔ان کے بیچ کا تناؤ پھر سے بڑھنے لگا تھا۔جانے کیا سوچ کر اس کی آنکھیں پانیوں سے بھر گئی تھیں۔وہ اس کی جانب متوجہ نہیں تھی غالباً خود کو مضبوط ظاہر کرنا چاہتی تھی اور اس لمحے اس سے اپنے آنسوؤں کو چھپانا چاہتی تھی۔

"مجھے سمجھ نہیں آرہا۔میں اس سب کا حصہ کیوں ہوں۔کیوں جھیل رہی ہوں اس ڈرامے کو اور...!" وہ جیسے اپنے آپ پر غصہ نکال رہی تھی۔معارج تغلق اسے دیکھتے ہوئے جانے کیوں مسکرا رہا تھا۔

"کیونکہ آپ کو مجھ سے محبت ہوگئی ہے۔سو آپ اب دور جانا نہیں چاہتیں۔تبھی تو آنکھوں میں خوشی کے آنسو آگئے ہیں۔" وہ چھیڑ رہا تھا تبھی ایشاع وہاں آگئی تھی۔

"بھابی! کیا ہوا؟ آپ کی آنکھوں میں آنسو... اوہ! میں سمجھ سکتی ہوں اس موقع پر ایسی ہی کیفیت ہوتی ہے دل یونہی بھر آتا ہے۔معارج بھائی! آپ یہاں اتنے پاس بیٹھے ہیں اور بھابی کو چپ تک نہیں کراسکے؟" ایشاع نے شکوہ کیا تھا۔

"بھئی، اب اتنے ہجوم میں کیسے چپ کرایا جا سکتا ہے۔اس کے لیے تو تنہائی درکار ہوتی ہے نا! اب یہ سب کے سامنے اپنی دلہن کے آنسو پونچھیں گے تو سب کے ہاتھ ایک رنگین کہانی لگ جائے گی۔" شرجیل نے پیچھے سے کہا تھا۔ایشاع پلٹ کر اپنے شوہر کو گھورنے لگی تھی۔

"آپ سب مرد بھی نا ایک جیسے ہوتے ہو۔سب کے سامنے رلا سکتے ہو آنسو پونچھ نہیں سکتے۔" اس نے انائیا کے ساتھ بیٹھ کر پیار سے ساتھ لگایا تھا۔
شرجیل، معارج تغلق کے سمت دیکھتا ہوا مسکرا دیا تھا۔

"دیکھ لو شادی کے بعد کی کہانی کیا ہوتی ہے۔بیوی کا ہر "نا ٹھیک ٹھیک" کہنا پڑتا ہے۔شرجیل نے گویا جلے دل کے پھپھولے پھوڑے تھے۔معارج تغلق مسکرادیا تھا۔

"اب اوکھلی میں سر دے ہی لیا ہے تو موسلوں سے کیا ڈرنا!" معارج تغلق کو کچھ تو بہادری دکھانا مقصود تھی یا پھر وہ سچ میں ہار ماننے والا نہیں تھا۔شرجیل نے اس کا شانہ تھپتھپایا تھا۔

"شاباش، مردوں کے سر اسی طرح اٹھائے رکھنا۔" شرجیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ویسے سنا تھا کہ "محبوب" وہ جس کا ہر "نا ٹھیک" ٹھیک" لگے۔مگر بیوی وہ ہے جس کا ہر "نا ٹھیک" بھی "ٹھیک" سمجھ کر ہضم کرنا پڑے۔" شرجیل کے کہنے پر معارج تغلق مسکرا رہا تھا اور اس کی تائید کی تھی۔

"صحیح کہہ رہے ہو بھائی! اب گلے پڑا ڈھول تو بجانا ہی پڑتا ہے نا!" معارج تغلق نے کہتے ہوئے انائیا ملک کی طرف دیکھا تھا جو اس کی جانب قطعاً متوجہ نہیں تھی۔ایشاع نے افسوس ناک انداز میں نفی میں سر ہلاتے ہوئے انائیا کو کھڑا کیا تھا۔

"چلو بھابی تھوڑا آرام کرلو۔ان کے ساتھ بیٹھے رہے تو بس خون ہی جلے گا۔" ایشاع کا ایسا کہنا انائیا ملک کو بہت غنیمت لگا تھا تبھی فوراً اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور ایشاع کے ساتھ اندر کی جانب بڑھ گئی تھی۔

...☆☆☆...

اناہیتا کو انائیا ملک نے وہیں روک لیا تھا۔شاید وہ بہت تنہائی محسوس کر رہی تھی اور زائرہ ملک کو بھی یہی مناسب لگا تھا کہ کسی کو میکے سے اس کے پاس رکنا چاہیے۔وہ سارے ہنگامے کے بعد رات لان میں بیٹھی اناہیتا کے ساتھ کافی پی رہی تھی جب اناہیتا بیگ بولی۔

"تم بہت تھک گئی ہو گی نا!" یہ شادی کے جھمیلے بڑے تھکا دینے والے ہوتے ہیں۔اس کا اندازہ مجھے آج ہوا ہے۔قسم سے میں چار پانچ سال سے پہلے تو بالکل بھی شادی کرنے والی نہیں۔" وہ مسکراتی ہوئی بولی۔

"تم جب بھی شادی کرو گی' یہ سب تو ہو گا۔" انائیا ملک نے کہا تھا۔"تم ابھی تک اتنا بھاری بھرکم لباس پہنے ہوئے ہو؟ میری وارڈروب سے کچھ نکال کر چینج کر لیتیں نا!۔"

"بعد میں کرلوں گی میں دراصل کافی بنانے گئی تھی۔وہاں ایشاع مجھ سے پہلے موجود تھی۔سو بنانے کی نوبت نہیں آئی۔اس نے کافی بنا کر مجھے ٹرے تھمائی اور میں یہاں آگئی۔ویسے تمہاری سسرال اتنی بری نہیں ہے۔اچھے لوگ ہیں۔پڑھے لکھے خیال رکھنے والے اور بڑے لوگوں میں خواہ مخواہ کا دکھاوا ہوتا ہے نا! مجھے تمہاری سسرال میں وہ دکھائی نہیں دیا۔" اناہیتا بیگ کہہ رہی تھی جب اس کا جھکا ہوا سر دیکھ کر چونکی تھی۔

"تم خوش ہو انائیا ملک!" مگر انائیا ملک کچھ نہیں بولی تھی۔اناہیتا بیگ نے بہن کو پیار سے تھام کر ساتھ لگایا تھا۔

”انائیا! زندگی بہت عجیب ہے۔یہ سب کو وہ سب نہیں دیتی جس کی ضرورت ہوتی ہے۔مگر جو دیتی ہے اسے قبولنا ہمارے لیے نا گزیر ہوتا ہے۔تمہاری شادی جن حالات میں بھی ہو رہی ہے۔اس میں تمہارے لیے کوئی کشش باقی نہیں مگر...! مجھے لگتا ہے کہ تمہیں زیادہ سوچنا نہیں چاہیے۔مانتی ہوں اتنا آسان نہیں ہے مگر اب کیا ہوسکتا ہے جب کہ تم یہاں موجود ہو اور اس سے باہر جانے کا کوئی راستا بھی نہیں۔“

”میں سمجھوتا کرنا نہیں چاہتی انابیتا بیگ! کیوں کروں میں سمجھوتے اور یہ زبردستی کی شادی۔جس میں، میں صرف اس خوف سے بندھی ہوں کہ وہ شخص اونچے حسب نسب سے ہے اور طاقت ور ہے۔میں سوچ رہی تھی تو حیرت ہو رہی تھی کہ میں کتنی بے وقوف اور کمزور ہوں اور وہ شخص جانتا ہے کہ میں کتنی کمزور ہوں تبھی وہ تیس مار خان بنا پھر رہا ہے۔میں اتنی کمزور کیوں بن گئی؟“ اس کی روہانسی آواز پر انابیتا نے اس کی پشت کو سہلایا۔

”پلیز زیادہ مت سوچو۔زیادہ سوچنے سے ذہن الجھتا ہے اور الجھنیں ٹھیک نہیں۔“

”میں اس سب کو چھوڑ کر بھاگ جانا چاہتی ہوں انا! مجھے یہاں نہیں رہنا۔“ انائیا ملک کا ضبط جواب دے رہا تھا۔انا نے بہن کے آنسو پونچھے تھے۔

”دیکھو تم اس طرح کمزور پڑو گی تو میں بھی رو دوں گی تم اگر اس شادی سے خوش نہیں ہو تو انکار کردو۔ایسا کیا توپ کے آگے رکھ دیں گے تمہیں معارج تغلق!“ انا سے بہن کی تکلیف دیکھی نہیں گئی تھی۔

”میں کوئی تماشا کر کے اسکینڈل بنوانا نہیں چاہتی انا! یہ ڈراما جو ہو رہا ہے بہتر یہی ہے کہ اسے اسی طرح ہونے دیا جائے اور اس کے بعد میں آرام سے علیحدگی لے لوں۔میں نے وکیل سے بات کی تھی میرا بہت دَم گھٹ رہا تھا میں اس سب سے نکلنا چاہتی تھی تبھی وکیل سے رابطہ کیا۔اس نے کہا کہ بڑا خاندان ہے، حسب نسب ہے وہ یقیناً کوئی بدمزگی یا اسکینڈل افورڈ نہیں کرنا چاہیں گے سو بہتر ہے کہ چپ چاپ اس ڈرامے کو چلنے دیا جائے اور بعد میں ڈراپ سین کردیا جائے۔“ انائیا ملک نے بتایا تھا۔

”تمہیں جو مناسب لگتا ہے تم وہ کرو انائیا! ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔تم تنہا نہیں ہو۔عدن بھائی ٹرپ سے واپس آجائیں تو میں ان سے بھی بات کرتی ہوں۔“

”مجھے وکیل نے کہا ہے کہ کسی کے خوف سے چپ ہو کر نہیں بیٹھا جا سکتا۔ کوئی کتنا بھی زور آور کیوں نہ ہو' قانون سے بڑا نہیں اور اگر میرے جیسی پڑھی لکھی لڑکی اس طرح چپ کر کے بیٹھ جائے گی تو پھر انصاف کیسے ملے گا؟“ انائیا نے مطلع کیا تھا۔

”یہ تو ٹھیک ہے اگر تمہیں لگتا ہے کہ تمہارے ساتھ کچھ غلط ہوا ہے تو....!“ انابیتا بیگ نے کہتے ہوئے چونک کر انائیا کی سمت دیکھا تھا۔

”انائیا ملک تمہیں نہیں لگتا معارج تغلق کا کوئی جھکاؤ تمہاری طرف ہے اسی لیے یہ سب ہوا؟“

”مجھے ایسا کچھ نہیں لگتا انا! ایسا کچھ ہوتا تو اس سارے ڈرامے کی ضرورت نہیں تھی جو اس نے میری منگنی والے دن سب مہمانوں کے سامنے اسلحے کے زور پر کیا۔“ انائیا ملک نے اس کے کہے کو رد کردیا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”بہت بڑا ہے یہ گھر انا! مگر میرا دم بہت گھٹتا ہے۔میں نے کسی ایسی شادی کا تصور نہیں کیا تھا۔جیون ساتھی کا مطلب بہت مختلف ہے۔معارج تغلق میں مجھے وہ کوئی ایک خوبی بھی دکھائی نہیں دیتی۔اس نے اپنے آپ کو صرف مجھ پر تھوپا ہے اور اس بات کا میں اندازہ میں اسے جلد کرا دوں گی کہ وہ کتنا غلط تھا۔شادیاں اس طرح ہوتی ہیں رشتے اس طرح بندھتے ہیں۔اس کی زبردستی سے صرف سکون جا رہا ہے۔اس کا احساس اسے کرانا بہت ضروری ہے۔ہم ایک دوسرے کے لیے نہیں ہیں۔ہمیں ایک دوسرے کے لیے نہیں بنایا گیا نا یہ اس کی کوئی محبت یا جھکاؤ ہے۔اسے محبت سے کوئی واسطہ نہیں۔ محبت تو دور' وہ مروت برتنے کا بھی قائل نہیں ہے۔رکھ رکھاؤ بھی صرف دکھاوے کو کرتا ہے۔“

”انائیا! میں یا کوئی اور شاید اس صورت حال کو اتنے اچھے نہیں سمجھ سکتا جتنا کہ تم سمجھ سکتی ہوں۔زائرہ پھوپو' میں' ممی' ڈیڈی' دادا ابا' عدن بھائی۔ہم سب اگر چہ تمہارے خیر خواہ ہیں اور تمہیں خوش دیکھنا چاہتے ہیں مگر ہمیں اس تکلیف کا اندازہ اس طور نہیں جس طور تمہیں ہے۔رونا' آنسو بہانا کمزور کرتا

ہے اور کمزور پڑنا کسی مسئلے کا حل نہیں ہے۔تمھیں ہر طرح کی صورت حال کے لیے خود کو تیار کرنا چاہیے۔میں سمجھی تھی تم دماغی طور پر اس صورت حال کو قبول کر رہی ہو اور اس شادی سے خوش ہو مگر شاید میں غلط تھی۔“ انابیتا بیگ نے اسے تسلی دی تھی تبھی کھٹکا ہوا تھا۔دونوں نے پلٹ کر دیکھا تو وہاں بلی کے سوا کچھ نہیں تھا۔

...☆☆☆...

”تم اس طرح کہاں جا رہی ہو اس وقت؟“معارج تغلق نے اسے شولڈر بیگ کاندھے پر ڈالے ہاتھ میں گاڑی کی چابی پکڑے دیکھ کر پوچھا۔

”میں ذرا آفس تک جا رہی ہوں۔سارہ کا فون آیا تھا ایک اہم میٹنگ ہے اور وہاں میرا ہونا ضروری ہے۔“ انائیا نے مطلع کیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”ہمارے یہاں رسم ہے کہ لڑکی مایوں کے بعد گھر سے تنہا باہر نہیں جا سکتی۔تمھیں کسی سے ملنا ہے تو اسے گھر بلالو“ معارج تغلق آج کچھ سنجیدہ لگ رہا تھا۔جیسے اس کے اندر کچھ تناؤ کی سی کیفیت تھی۔اس کی آنکھوں کی سرخی بتا رہی تھی کہ اندر کچھ اتنا پر سکون نہیں ہے۔

”یوں بھی آج آپ کی مہندی کی رسم ہے اور ایشاع آپ کے بارے میں دو بار پوچھ چکی ہے۔غالباً اسے آپ کو کہیں لے جانا ہے۔“ اس نے سدرہ تغلق کی طرف دیکھا تھا جو سامنے سے آ رہی تھیں۔اس کے پاس رک کر پیار سے اس کا چہرہ تھپتھپایا تھا اور بولی۔

”معارج! اگر جانا اتنا ہی ضروری ہے تو تم ساتھ چلے جاؤ۔لڑکی مایوں بیٹھنے کے بعد تنہا باہر نہیں جا سکتی مگر دولہا کے ساتھ تو جا سکتی ہے نا!“ سدرہ تغلق نے حل پیش کیا۔

”مگر ممی! میں ساتھ نہیں جا پاؤں گا۔مجھے ضروری میٹنگ میں پہنچنا ہے۔جو کہ ان کی میٹنگ سے زیادہ اہم ہے۔آپ خود ساتھ چلی جائیں یا ڈرائیور کو ساتھ بھیج دیں۔“ وہ کہنے کے ساتھ ہی باہر نکل گیا تھا۔

"یہ اچانک کیا ہوا تھا؟"

وہ اس طرح کا سلوک کیوں کر رہا تھا۔

کل تک کی ساری رواداری اور رہی سہی مروت بھی جاتی رہی تھی۔ تنا ہوا سا دور جاتا وہ اس کی ساری توجہ اپنے ساتھ کھینچ لے گیا تھا۔

"چلو، میں تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔" سدرہ تغلق نے مسکراتے ہوئے ملائمت سے کہا تھا۔

"اگرچہ کبھی تیمور تغلق کے ساتھ ان کے بزنس میں ہاتھ نہیں بٹایا مگر میں بزنس کی کچھ معلومات رکھتی ہوں۔ تم مجھ پر بھروسا کرسکتی ہو۔" وہ اتنے پیار اور ملائمت سے مسکراتے ہوئے بولی تھیں کہ اسے لمحہ بھر کو اپنے رویے پر افسوس ہوا تھا۔

"نہیں ممی! اس کی ضرورت نہیں۔ میں سارہ سے فون کر کے میٹنگ کینسل کروا دیتی ہوں یا اسے کہتی ہوں کہ سب خود سنبھال لے۔" اس نے کہنے کے ساتھ ہی سیل فون پر سارہ کا نمبر ملایا تھا اور بات کرنے لگی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"سارہ! میرا آنا ممکن نہیں ہے۔ تم پلیز کسی طرح اس میٹنگ کو نمٹالو یا پھر ملتوی کردو۔ ہاں میں تم سے پھر بات کروں گی۔" کہنے کے ساتھ ہی اس نے سلسلہ منقطع کیا تھا اور سدرہ تغلق کی سمت دیکھا تھا جو اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا رہی تھیں۔

"مجھے خوشی ہوئی کہ تم تغلق خاندان کی بہو والے سارے رکھ رکھاؤ رکھتی ہو، میرے ساتھ چلو۔" سدرہ تغلق نے اس کا ہاتھ تھاما تھا اور اسے لے کر آگے بڑھنے لگی تھیں۔

وہ سمجھ نہیں پائی تھی کہ وہ اسے کیا دکھانا چاہتی تھیں یا کہاں لے جانا چاہ رہی تھیں۔

ایک بڑے سے کمرے میں لے جا کر انہوں نے اسے رکنے کا اشارہ کیا تھا پھر الماری میں سے کچھ ڈبے نکالے اور اس کی طرف واپس پلٹیں۔

"ارے! تم ابھی تک کھڑی ہی ہو؟ بیٹھ جاؤ نا! یہ تمہاری دادی ساس کا کمرا ہے۔ اس کمرے میں آنا جانا بہت کم ہوتا ہے۔ مگر ہم اس کمرے کی اہمیت کو جانتے ہیں۔ آج سے اٹھائیس برس پہلے میری ساس مجھے اس کمرے میں

اسی طرح میرا ہاتھ تھام کر لائی تھیں اور آج میں تمہیں...!" وہ بہت نرمی سے مسکرا رہی تھیں۔

انائیا ملک ان کے کہنے پر ان کے سامنے بیٹھ گئی تھی۔

"یہ تمہاری دادی کا خاندانی سیٹ ہے جو اَن کی دادی ساس نے انہیں اس گھر میں آنے کے بعد دیا تھا۔اس کا ڈیزائن پرانا سہی، مگر یونیک ہے۔ تمہیں اگر پرانے ڈیزائن پسند نہیں بھی تو ان کو ایک مان سمجھ کر اپنے پاس رکھ لو۔یہ وہ رسم ہے جس میں مجھے اپنی بہو کو ایک پرانی روایت سونپنا ہے۔جس طرح کہ کبھی یہ سب مجھے سونپا گیا تھا۔دیکھو تم پر اچھا لگے گا نا!" سدرہ نے ایک پرانے مگر انتہائی بیش قیمت قدیم ڈیزائن کے نیکلس کو اس کی گردن پر لگایا تھا۔

"ارے واہ میرے معارج کی دلہن تو بہت جچ رہی ہے۔" وہ مسکرائی تھی۔ اس کی خاموشی سے غالباً وہ سمجھی تھیں کہ وہ اس سب میں دلچسپی نہیں لے رہی یا پھر اسے یہ سب بہت پسند نہیں آرہا تبھی اس کے ہاتھ میں بہت قیمتی کنگن بہت آہستگی سے پہناتے ہوئے بولی تھیں۔

"بیٹا!پرانا صرف وقت ہوتا ہے۔روایتیں یا رشتے نہیں۔ہمارا فرض ہے کہ ہم پرانے وقت کو نئے دور سے ہم آہنگ کریں مگر اس میں رشتوں کی مٹھاس بہت ضروری ہے۔میری ساس نے مجھے اس کمرے میں بیٹھا کر کچھ گر کی باتیں بتائیں تھیں اور آگے مجھے وہی مرحلہ تمہارے ساتھ طے کرنا ہے۔کل میں نئی تھی آج تم نئی ہو۔مگر فرق صرف یہ ہے کہ تیمور تغلق کو میں بہت اچھے سے جانتی تھی، سمجھتی تھی کیونکہ ہماری منگنی بچپن سے طے تھی۔تمہارے معاملے میں یہ سب مختلف ہے اور تم جس طرح خاموش ہو، اسے لے کر میں سمجھ سکتی ہوں کہ تمہارے دل میں کتنے اندیشے یا وسوسے ہیں۔بیٹا! میں ایک گزارش کرنا چاہتی ہوں، ایک مرد کبھی گھر نہیں بناتا مگر ایک عورت بناتی ہے تم اس شادی اور گھر کو کبھی ٹوٹنے مت دینا۔یہ شادی کسی بھی طرح سے ہوئی ہو مگر اس شادی کے معنی ہیں اور یہ تعلق اپنے اندر بہت کچھ منوانے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے اور اہمیت بھی۔تم اس گھر کو چھوڑنے کے متعلق کبھی

مت سوچنا۔ میں اپنے بیٹے کے مزاج کو جانتی ہوں۔اس نے کبھی کوئی غلط قدم نہیں اٹھایا نا غلط فیصلہ کیا ہے۔وہ اپنے آپ کو کسی تجربے کی نذر نہیں کرسکتا۔یہ شادی جس طرح سے بھی ہوئی اس میں اس کی پوری عقل شامل رہی ہوگی۔وہ کوئی لاابالی یا جذباتی قسم کا لڑکا نہیں ہے۔جو پل میں فیصلہ کر کے اپنی اور دوسروں کی زندگی داؤ پر لگا دے۔۔۔!" سدرہ تغلق اس کا ہاتھ تھامے بہت پیار سے سمجھا رہی تھیں اور وہ بس ساکت سی ان کی سمت دیکھ رہی تھی۔

"ہم سب بہت کھلے دل کے ساتھ تمہیں اس گھر کی بہو مان رہے ہیں اور تمہیں اس گھر میں اور دلوں میں اس طور جگہ دے رہے ہیں، جس طرح کہ ایک بہو کو ملنا چاہیے۔تمہاری طرف سے کوئی کھوٹ یا ملاوٹ نہیں ہے۔میں آج اس طور تمہیں اس گھر کی ساری ذمہ داریاں سونپ رہی ہوں، جس طرح کل مجھے سونپی گئی تھیں اس گھر کو کس طرح سنبھالنا ہے، کیسے سب کو جوڑ کر رکھنا ہے یا اور دیگر ذمے داریاں جس طور بھی عائد ہوتی ہیں، تمہیں آج سے ان سب کو نبھانا ہے۔رشتوں کی پاسداری، تقدس، مان، عزت اس سب کی

ذمے داری آج سے تم پر ہے۔تغلق خاندان کی نئی بہو ہونے کے ناتے اب تمہیں ہر ایک کا خیال رکھنا ہے۔" سدرہ تغلق نے چابیاں اس کے ہاتھ میں تھمائی تھیں۔

"ممی یہ۔۔۔!"

"میں جانتی ہوں یہ ذمے داری بڑی ہے۔مگر تمہارے سوا ہے کون جسے یہ سب سونپوں؟ تم میرے اکلوتے بیٹے کی دلہن ہو۔آخر کل کو تمہی نے یہ سب سنبھالنا ہے نا!"

"مگر ممی! یہ ذمے داری بہت بڑی ہے، سو ہے مگر آپ تو جانتی ہیں پتا نہیں میں اس گھر میں کب تک ہوں اور۔۔۔!" انائیا ملک نے کہا تھا۔

"ایسے مت کہو۔بہت دنوں بعد اس گھر میں یہ خوشی آئی ہے، ہمارے یہاں رشتا ایک بار جڑتا ہے اس خاندان کی روایتوں سے واقف ہوں میں۔۔۔ صرف حسب نسب ہی اونچا نہیں ہے۔مقام بھی اونچا ہے۔تمہیں اس گھر میں کسی طرح کی کوئی تکلیف نہ ہو، اس کا ذمہ ہم لیتے ہیں۔ہم جب تمہیں اس گھر میں لائے تھے تو وعدہ کیا تھا کہ اس گھر میں ہم تمہیں اپنی بہو نہیں بیٹی بنا کر

لے جا رہے ہیں اور اس گھر میں ہمیشہ تمہیں بیٹی سمجھا جائے گا۔یہ سارا کچھ وہ تھا جو کل مجھے سونپا گیا تھا اور آج میں تمہیں انائیا تغلق کو سونپ رہی ہوں۔“

انائیا ملک کچھ نہیں بول سکی تھی۔مگر اس کی آنکھوں کی نمی کناروں کو پھلانگ کر باہر نکلنے لگی تھی۔سدرہ تغلق نے اس کی آنکھوں کے کناروں کو پونچھا اور بہت پیار سے بولیں۔

”ان آنکھوں میں آنسو اچھے نہیں لگتے‘ اگر تمہاری آنکھوں میں دوبارہ کبھی آنسو آئے اور جواز معارج تغلق ہوا تو اس کا دو کانوں کے بیچ میں سر کر دیں گے۔بے شک وہ ہمارا اکلوتا بیٹا ہے مگر اس گھر میں یہی خاصیت ہے کہ یہاں رشتوں کی بونڈنگ ہے۔ایک ربط اور گہرا تعلق ہے جو ایک دوسرے کو جوڑ کر رکھتا ہے اور کبھی الگ نہیں ہونے دیتا۔تم اس گھر کا ہمیشہ کے لیے حصہ بن رہی ہو اور آج سے تمہارے خوش رہنے کی ذمے داری ہم پر عائد ہوتی ہے۔“

یہ کیا ہورہا تھا؟

وقت اسے کیوں باندھ رہا تھا‘ جب وہ فرار کی کوئی راہ ڈھونڈ رہی تھی تو یہ کیسا ذمے داریوں کا بوجھ اس پر لاد دیا گیا تھا...؟

اسے کیوں باندھا جا رہا تھا رشتوں کے نام پر اور پیار سے...!

بیٹا روا داریوں کا قائل نہ تھا اور ماں باپ محبت نچھاور کر رہے تھے۔دلہن تو وہ ہوتی ہے جو پیا من بھائے! جب پیا ہی خوش نہیں تھا تو وہ کس کام کی دلہن تھی اور کس بل بوتے پر اس گھر میں تھی۔

سدرہ تغلق مسکراتے ہوئے اسے تمام زیورات دکھا رہی تھیں اور ساتھ ہی ان سے جڑی کہانیاں سنا رہی تھیں مگر اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا آنکھوں سے جو منظر دکھائی دے رہا تھا‘ دماغ سے اس کا رابطہ بن نہیں پا رہا تھا۔

یہ کس موڑ پر تھی وہ؟

...☆☆☆...

اناہیتا بیگ شام تک واپس لوٹ گئی تھی کیونکہ اس کی یونیورسٹی تھی اور دوسرے اسے پروجیکٹ پر کام بھی کرنا تھا اور دوسرے روز اس کی مہندی میں آنے کی تیاری بھی کرنا تھی۔ایشاع اسے پارلر لے گئی اور کئی گھنٹے وہاں

لگ گئے تھے۔ کافی تھکا دینے والا مرحلہ تھا یہ وہ بتا رہی تھی اس نے آئینے میں خود کو دیکھا تھا۔ سبز رنگ کے جدید تراش خراش کے لہنگے میں وہ خود اپنی پہچان میں نہیں آ رہی تھی۔

یہ روپ سروپ کس کے لیے تھا؟

اس کا دل اوب گیا تھا۔ نگاہ آئینے پر سے ہٹ گئی تھی۔

”بھابی! آج تو معارج بھائی کی خیر نہیں، جان مشکل میں آجائے گی۔“ ایشاع نے چھیڑا تھا۔

اس نے بے دھیانی سے اس کی طرف دیکھا تھا جیسے اس سارے قصے سے اس کا واسطہ ہی نہ ہو اوروہ جانتی ہی نہ ہو کہ ایشاع کیا بات کر رہی ہے۔

کیا وہ سچ میں اتنی غائب دماغ تھی؟ ایشاع اس سے کچھ کہہ رہی تھی جب اس کا سیل فون بجا تھا۔ اس نے سنا تھا اور پھر ایشاع کی طرف دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

”ایشاع! مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے۔ میں تقریب شروع ہونے سے پہلے پہنچ جاؤں گی یا پھر میں فون کردوں گی تم گاڑی بھجوا دینا۔“

”مگر بھابی ایسی کیا ایمرجنسی ہے؟“ ایشاع اسے اس طرح جانے دینا نہیں چاہتی تھی۔ کیونکہ اس وقت یہ اس کی ذمے داری تھی، وہ اس کی ساتھی تھی۔

”ایشاع میرا جانا ضروری ہے، فکر مت کرو۔ میں ٹائم پر پہنچ جاؤں گی۔“ کہنے کے ساتھ ہی وہ تیزی سے آگے بڑھی تھی۔

”لیکن بھابی آپ جاؤ گی کیسے...! وہ بھی اس طرح... اس حلیے میں؟“ ایشاع نے اسے احساس دلایا تھا کہ وہ اس وقت کیسی سج دھج سے تیار ہے۔ اس نے لمحہ بھر کو اس کی سمت دیکھ کر سوچا تھا پھر کچھ زیادہ قیمتی گہنے نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ دیے تھے۔

”بھابی!“ ایشاع حیران رہ گئی تھی۔

”ایشاع پلیز! سمجھنے کی کوشش کرو میرا جانا بہت ضروری ہے۔ میں تم سے وینیو پر ملتی ہوں۔“ کہنے کے ساتھ ہی وہ پلٹ کر وہاں سے تیزی سے نکل گئی تھی۔

...☆☆☆...

انابیتا کو لائبریری میں مطلوبہ کتاب تلاشتے کچھ دیر ہوگئی تھی۔اس کا اندازہ اسے تب ہوا تھا جب وہ تہہ خانے میں تھی اور لائٹ چلی گئی تھی۔اس کا دل ایک لمحے کو ساکت رہ گیا تھا۔وہاں بہت کم لوگ جاتے تھے اور وہ بھی اس وقت جب سارا کیمپس خالی ہوچکا تھا۔تب تہہ خانہ میں کون ہوتا۔اندھیرے میں اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا اور دوسرا خوف کے مارے اس کا دل کانپ رہا تھا۔ایک لمحے کو تو وہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکی تھی۔اندھیرا اس قدر گہرا تھا کہ اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔اس نے اسی ایک جگہ قدم جمائے کھڑے رہنے سے وہاں سے ہٹنا اور باہر کی سمت کا راستہ تلاشنے کی ٹھانی تھی۔

”کوئی ہے وہاں...! میں اکیلی تہہ خانے میں ہوں۔“ ایک خوف کے باعث اس نے ٹٹول کر چلتے ہوئے سوکھے حلق سے بامشکل آواز برآمد کی تھی۔

”کوئی ہے وہاں اوپر' پلیز کوئی روشنی کرو۔“ وہ اپنا بیگ وہاں اوپر کاؤنٹر پر چھوڑ آئی تھی۔اور سیل فون بھی اس میں تھا سو فوری طور پر اگر سیل فون کی روشنی سے راستہ تلاشنے کا خیال آیا بھی تھا تو وہ اس پر عمل درآمد کرنے کے قابل نہیں تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”کوئی... آہ!“ وہ ایک الماری سے ٹکرائی تھی' کتابوں کی وہ الماری اس پر آن گرنے کو تھی جب کسی نے ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا تھا۔

ایک مدہم سے شور سے بیسمنٹ کا حصہ گونج اٹھا تھا۔یہ شور یقیناً اس الماری کے گرنے کا تھا۔جس سے وہ ٹکرائی تھی۔کس نے اسے اتنی سرعت سے اپنی طرف کھینچا تھا وہ نہیں جان پائی تھی۔اس اندھیرے میں وہ ایک وجود کے قریب تھی اس کی گرفت میں تھی اور قدرے اوسان بحال ہونے پر اس کی سانسوں کی تپش اسے اپنے بہت قریب سنائی دی تھی اور ایک خوش بو اس کی ناک کے نتھنوں میں گھس رہی تھی۔اس نے سر اٹھا کر دیکھا تھا اندھیرے میں اس کا چہرہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔غالباً اس کی مشکل حل کرنے کو مقابل نے لائٹر جلایا تھا۔

کچھ روشنی ہوئی تو مقابل کے چہرے کے نقوش' خدوخال کچھ نمایاں ہو کر دکھائی دیے تھے۔

وہ فوری طور پر اس سے دور نہیں ہٹ سکی تھی۔

مقابل کھڑے شخص نے اس کے گرد اپنی گرفت کو ڈھیلا کیا تھا۔جس طرح وہ اسے اندھیرے میں بھی ایک بڑی مصیبت سے بچانے میں کامیاب رہا تھا۔ اس سے صاف پتا چل رہا تھا کہ وہ اس کا خیر خواہ ہے۔مگر غالباً وہ اس کی اس اچھائی کو تسلیم کرنا نہیں چاہتی تھی۔

”ضروری نہیں کہ میں تمہارا سایہ بن کر ہر بار تمہارے ساتھ چلوں اور تمہاری حفاظت کروں۔اپنے ان موصوف منگیتر کے خیالوں سے ایک لمحے کو باہر نکل کر عقل کے ساتھ سوچا کرو اور صورت حال کو دیکھا کرو۔اتنا گم صم رہنا اچھا نہیں ہوتا انابیتا بیگ۔“ دامیان سوری کی بھاری آواز نے وہاں کا سکوت توڑا۔

”میں... وہ...!“ اس نے وضاحت دینا چاہی تھی۔

”اپنے منگیتر سے کہو تمہارے لیے باڈی گارڈ کا انتظام کردے۔تم سے اپنی حفاظت آپ نہیں ہوتی۔“ وہ اسے لتاڑ رہا تھا۔

”آپ سے کس نے کہا تھا کہ آپ میری مدد کو یہاں آئیں۔منگیتر آجاتا نا! مگر آپ کو مدد کرنے کی پڑی تھی۔بڑے ہیرو ہیں نا آپ! اچھا تاثر جمانے کی بھی بڑی فکر ہے آپ کو اور پھر باتیں بھی سناتے ہیں۔“ تھوڑی دیر قبل وہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جتنی ڈری سہمی اور حواس باختہ دکھائی دے رہی تھی اس لمحے جاننے کے بعد کہ اس کے مقابل کون ہے اور وہ اس گھپ اندھیرے میں تنہا نہیں اس کا فطری اعتماد عود کر آیا تھا۔

”ما شاء اللہ! اوسان بحال ہوگئے؟ ابھی حلق خشک تھا آواز نہیں نکل رہی تھی اور اب پٹر پٹر سنا رہی ہیں۔میں آپ کا منگیتر نہیں ہوں جو آپ مجھے اس طرح سنالیں گی۔ایک تو آپ کی جان بچائی، مدد کو آیا اس پر سننا بھی پڑ رہی ہے۔“ وہ اسے ایک جھٹکے سے چھوڑتا ہوا بولا تھا۔

وہ تپتے ہوئے دیکھنے لگی تھی۔

”ایسے گھور کیا رہی ہیں آپ! ایسا کیا غلط کہہ دیا؟ شکر ہے، میں آپ کا وہ احمق منگیتر نہیں ہوں ورنہ ساری عمر جھیلنا پڑتا اور گلے پڑا ڈھول بجانا پڑتا۔“ دامیان سوری بولا۔

”میری جان بچا کر آپ نے کوئی تیر نہیں مارا اور میں نے نام لے کر مدد کو نہیں پکارا تھا۔آپ کو نہیں آنا تھا تو نہ آتے۔اس طرح احسان مت جتائیں۔“

وہ ایک تو اندھیرے میں اکیلی تھیں اس پر اس کی اتنی کھری کھری سن رہی تھی۔آواز ایک پل میں روہانسی ہوئی تھی اور آنکھیں پانیوں سے بھر گئی تھیں۔

دامیان سوری کو اس پر جیسے ترس آگیا تھا۔جو بھی تھا اسے اس طرح اسے نہیں سنانا چاہیے تھا۔دشمنی اپنی جگہ مگر انسانیت بھی کوئی چیز ہے۔وہ تو یوں بھی دوست رہ چکا تھا اور اس پر کچھ نرم دل بھی تھا۔

"سنو!" اسے قدم اٹھاتے دیکھ کر پکارا تھا۔مگر اس نے ان سنی کردی تھی۔وہ آگے بڑھا اور اس کی کلائی تھام لی۔لائٹر کی روشنی میں اس کا چہرہ سنہری لگ رہا تھا۔آنکھوں کی نمی صاف دکھائی دے رہی تھی۔دامیان سوری کو احساس ندامت نے گھیر لیا۔ایک لمحے میں ہاتھ بڑھایا تھا اور اس کی آنکھوں کے کناروں کی نمی پوروں پر چن لی تھی' وہ اس اقدام پر حیران رہ گئی تھی۔اچانک ہوا تھا کہ وہ اس کا ہاتھ بھی روک نا پائی تھی۔

"ایسے گھورو مت انار کلی! یہ میرا حق تھا۔" دامیان سوری مدھم لہجے میں گویا ہوا تھا۔

"یہ آنسو میں نے دیے تھے سو ان آنسوؤں کو پونچھنے کا حق بھی میرا ہے۔ تمہارے اس منگیتر کو کوئی اعتراض ہے تو ہوا کرے۔مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔"

وہ ہٹ دھرم لہجے میں بولا۔انابیتا بیگ نے اس کی سمت دیکھا تھا اور کچھ لمحوں تک دونوں کی نگاہ ساکت رہ گئی تھی۔

نگاہ سے نگاہ نے کیا کہا تھا؟

کیا وہ دونوں اس سے واقف تھے؟

"تم...!" دامیان سوری نے پکارا تھا اور اس لمحے کا سارا جادو ایک لمحے میں ٹوٹا تھا

"سنو' یہ نظروں کے تیر سنبھال کر رکھو۔نگاہ میں جادو ہے تو کیا کسی کی بھی جان مشکل میں کردو گی؟" وہ بولا۔

"دامیان سوری! مجھے اس لہجے کی عادت نہیں ہے۔ آپ کو اپنی حد بندیوں کو پہچاننا چاہیے۔" وہ تنبیہہ کرتی ہوئی بولی۔

"حد بندیاں ہی تو باندھ رہی ہیں مجھے' اگر تنہائی میں بھی فاصلے برقرار ہیں تو سوچو کیا چیز روک رہی ہوگی مجھے!" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا بولا۔

"دامیان شاہ سوری آپ...!" اناہیتا بیگ نے کچھ کہنے کو لب کھولنا چاہے تھے جب اس نے اسے خاموش کردیا۔

"سنو تم میں صلاحیت نہیں ہے نا تم میری للی میک سے بھی مقابلہ کرسکتی ہو مگر... تم میں کچھ خاص ہے جو شاید اس لمحے تمہیں اس عام سے حلیے میں بھی بہت خاص بنارہا ہے کہ میری نگاہ تم سے ہٹ ہی نہیں رہی۔"

کیا وہ مذاق کررہا تھا؟

اناہیتا بیگ نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ کھینچا تھا اور پلٹ کر ٹٹول کر سیڑھیوں تک کا سفر کیا تھا مگر وہ اس کے پیچھے چل رہا تھا' ہاتھ میں لائٹر جلائے اس کے لیے روشنی بناتا ہوا۔

یہ کیسی خیر خواہی تھی؟

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہ دوست تھا یا مخالف!

اور یہ بتاؤ کیسا تھا اگر دوستی ہی تھی تو رسمِ دوستی اتنی چھپ چھپ کر کیوں نباہی جارہی تھی؟

وہ اتنا محتاط تھا یا صرف اسے زچ کررہا تھا؟

یہ کوئی جلن تھی' حسد تھا جو اسے اناہیتا کے قریب کررہا تھا یا...!

وہ سمجھ نہیں پارہی تھی۔

...☆☆☆...

"آپ کہیں جارہی ہیں؟" للی میک نے زائرہ ملک کو تیار ہوتے دیکھ کر پوچھا تھا۔

"ہاں' آج اناہیا کی رسمِ مہندی ہے' ہم وہیں جارہے ہیں۔"

"رسمِ مہندی؟ مگر وہ تو اپنی سسرال میں ہے نا! اور آپ نے تو بتایا تھا اس کی شادی ہوچکی ہے۔ کیا یہ سب رسمیں شادی کے بعد بھی ہوتی ہیں؟" للی میک نے پوچھا۔

زائرہ ملک مسکرادی تھیں۔

”نہیں، شادی کے بعد تو نہیں ہوتیں مگر یہ شادی اپنی نوعیت کی کچھ انوکھی شادی ہے۔انائیا کے سسرال والے تمام رسمیں شادی کے بعد کرنا چاہتے تھے سو...!“ اس نے زائرہ ملک کی جانب دیکھا تھا شاید بات تو اس کی سمجھ میں اس طور نہیں آئی تھی وہ سر ہلا کر رہ گئی تھی۔”تم ہمارے ساتھ آنا چاہتی ہو؟“ زائرہ ملک نے ہاتھ میں بریسلیٹ پہنتے ہوئے پوچھا۔

”میں تو وہاں کسی کو بھی نہیں جانتی، وہاں جاکر کیا کروں گی؟ پھر لوگ آپ سے شاید سوال کریں گے کہ میں کون ہوں اور ...!“ للی کہتے کہتے رک گئی۔

زائرہ ملک نے اس کی طرف دیکھا تو وہ اپنی عمر سے زیادہ سمجھ دار تھی اور ایک لمحے میں ایک سمت سے نہیں ہر سمت سے جائزہ لیتی تھی۔جو باتیں کوئی بردبار انسان سوچتا ہوگا وہ للی سوچتی تھی۔

کیا بروکن فیملی کے بچے اتنے سمجھ دار اور وقت سے پہلے بڑے ہوتے ہیں؟

”تم ہمارے ساتھ آسکتی ہو۔مجھے کسی کے سوالوں سے ڈر نہیں لگتا، نا میں جواب دہی سے خوف زدہ ہوں۔“ زائرہ ملک نے ملائمت سے مسکراتے ہوئے اس کی سمت دیکھا۔

”آپ نے انائیا کو میرے متعلق بتایا ہے؟“ للی ملک نے پوچھا۔

”نہیں، ابھی تو نہیں بتایا۔مجھے ٹائم نہیں ملا۔وہ صرف ایک بار یہاں آئی تھی وہ شادی کی رسموں اور شاپنگ میں اس قدر مصروف رہی تھیں کہ ہمیں بات کرنے کا موقع نہیں ملا۔“ زائرہ ملک نے وضاحت دی۔

”کیا انائیا ملک جانتی ہے کہ جہانگیر ملک نے کوئی شادی بھی کی تھی؟“ للی ملک نے دریافت کیا۔

”نہیں، انائیا اس بارے میں کچھ نہیں جانتی۔وہ اس معاملے پر بات نہیں کرتی۔ ہم ہمیشہ ایک دوسرے سے کنی کتراتے رہے، کبھی کھل کر بات نہیں کر پائے۔انائیا نے کبھی جہانگیر ملک کا ذکر نہیں کیا۔نا کچھ پوچھا۔اسے شاید لگتا ہے کہ اس کا ذکر کرنا مجھے تکلیف دے گا اور وہ اپنی ماں کو کوئی تکلیف دینا نہیں چاہتی۔اس کے اندر کوئی بھی احساس محرومی رہا ہو مگر وہ کبھی اس کمی کو

لے کر مجھ سے بات نہیں کر پائی۔اس کے کسی تاثر سے کبھی نہیں لگا کہ وہ اپنے باپ کو یاد کررہی ہے یا کبھی یاد کرتی ہے۔" زائرہ ملک مدہم لہجے میں بول رہی تھیں۔

"آپ کو اسے اس طرح علیحدہ نہیں رکھنا چاہیے تھا۔رشتے ڈراور خوف نہیں دیتے جو دیتے ہیں وہ رشتے نہیں ہوتے۔آپ کو اسے اعتماد میں لے کر بتانا چاہیے تھا تاکہ وہ سچائی کو قبول کرسکتی اور..." وہ بول رہی تھی جب وہاں انائیا ملک کی وہ کیوٹ سی بلی گیشا آئی تھی۔للی اسے دیکھ کر مسکرائی تھی پھر جھک کر گیشا کو گود میں لے لیا تھا۔

"یہ انائیا کی گیشا ہے نا!" للی نے پوچھا۔

"ہاں' انائیا کی ہے۔اسے اس کے شوہر نے شادی سے پہلے گفٹ کیا تھا۔انائیا کے جانے کے بعد یہ بہت تنہا محسوس کرتی ہے۔میں تو اسے وقت دے ہی نہیں پاتی' انائیا تو خوب ناز نخرے اٹھاتی تھی۔" زائرہ ملک نے ساڑھی کا پلّو درست کیا تھا۔للی میک نے زائرہ ملک کی سمت دیکھا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"آپ اتنی جاذب نظر ہیں۔شاندار' باوقار شخصیت ہیں۔جہانگیر ملک کو اور کیا چاہیے تھا" للی صاف گوئی سے بولی تو زائرہ ملک ساکت رہ گئی تھیں۔کچھ لمحے خاموشی میں گزر گئے تھے پھر زائرہ نے آئینے میں دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"تم ساتھ چلنا چاہتی ہو؟"

"آپ جانتی ہیں' میں آپ سے کیا بات کرنے آئی تھی؟" للی مسکرائی تھی۔

"میرے کہنے پر بھی نہیں چلو گی؟" زائرہ ملک اس موضوع پر بات نہیں کرنا چاہتی تھیں۔

"میں بہتر نہیں سمجھتی۔اس موقع پر انائیا ملک کے لیے کوئی چونکا دینے والی خبر بنانا نامناسب نہیں' اس کی خوشی میں اسے خوش رہنے دیں۔میں پھر کبھی چلوں گی۔" للی نے مسکراتے ہوئے کہا۔"میں فی الحال آپ سے اجازت لینے آئی تھی۔میری مالک مکان نے مجھے گھر خالی کرنے کا کہہ دیا ہے اور میرے پاس رہنے کے لیے جگہ نہیں ہے۔سو میں آپ سے پوچھنا چاہتی تھی اگر میں یہاں منتقل ہوجاؤں تو؟"

"اس کے لیے بھی تمہیں پوچھنے کی ضرورت ہے کیا؟" زائرہ ملک ملائمت سے مسکرائیں۔ "یہ تمہارا گھر ہے، تم جب چاہو آ کر رہ سکتی ہو۔ انانیا کے بعد یوں بھی میں اور تمہارے نانا بہت اکیلے پڑ گئے ہیں۔ ابا کو تمہارے آنے سے ایک اچھی سنگت مل جائے گی۔" زائرہ ملک جیسے ہر شے کا مثبت پہلو ڈھونڈنا چاہتی تھیں۔ للی مسکرادی تھی۔ "اب مسکرا کیوں رہی ہو؟" زائرہ ملک نے پوچھا تھا۔ للی نے سر نفی میں ہلادیا تھا اور گیشا کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"مجھے لگتا ہے یہ بھوکی ہے میں اسے کچھ کھلاتی ہوں۔" وہ کہنے کے ساتھ ہی اٹھ کر باہر نکل گئی اور زائرہ ملک نے گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے باہر کی جانب چل دیں۔

"ابا! آپ تیار ہوگئے ہیں تو ہم نکلیں؟ وہاں سب انتظار کررہے ہوں گے، ہم مایوں پر بھی اسی طرح لیٹ ہوگئے تھے۔"

"بس آرہا ہوں۔ میری ٹائی نہیں مل رہی۔" نانا کی آواز آئی۔

"وہیں ہوگی نا! دھیان سے دیکھیں۔" زائرہ ملک نے کہا تھا۔ "ٹھیک ہے میں جا کر گاڑی میں بیٹھتی ہوں۔ آپ آجائیں اور گھر کو لاک کرنے کی ضرورت

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نہیں ہے۔ للی یہیں رہے گی ہماری غیر موجودگی میں...!" زائرہ ملک مطلع کرتی ہوئی باہر نکل گئی تھیں۔

...☆☆☆...

"تم نے اس سے پوچھنا نہیں تھا کہ وہ کہاں جارہی ہے؟" سدرہ تغلق نے گھڑی کو دیکھتے ہوئے پریشانی سے بیٹی کی طرف دیکھا تھا۔

"میں نے پوچھا تھا ممی! شرجیل باہر گاڑی میں تھے۔ وہ تیار تھی ہم بس نکل رہے تھے مگر تبھی بھابی کو کوئی ضروری فون آگیا تو انہوں نے کہا کہ انہیں ضروری جانا ہے اور وہ مہندی کی تقریب سے قبل ہی وینیو پر پہنچ جائیں گی۔" ایشاع نے بتایا۔

"وقت تو ہوچلا ہے۔ مہمان آنا شروع ہوگئے ہیں۔ ابھی تھوڑی دیر میں سب پوچھیں گے تو ہم کیا جواب دیں گے؟" مسز تغلق پریشان دکھائی دی تھیں۔

"آپ نے معارج بھائی کو بتایا ہے؟" ایشاع نے پوچھا۔

"نہیں! تم اس لڑکے کے مزاج کو جانتی ہو۔ الٹا آڑے ہاتھ لے گا کہ جانے ہی کیوں دیا اور وہ بھی اس پر جب کہ تقریب سر پر ہے۔" سدرہ سیل فون پر

کوئی نمبر ڈائل کرتی ہوئی بولی تھیں۔"یہ انائیا کا سیل فون بھی نہیں لگ رہا۔" وہ اکتا کر بولی تھیں۔

"میں نے بھی کئی بار ٹرائی کیا تھا مگر بھابی کو فون بند مل رہا ہے اور یہی بات میں آپ کو بتانے آئی تھی۔ویسے آپ پریشان نہ ہوں' بھابی اتنی غیر ذمہ دار نہیں ہیں' وہ جانتی ہیں کہ اس تقریب کی اہمیت کیا ہے۔وہ یقینا کہیں پھنس گئی ہوں گی۔اس شہر کی ٹریفک بھی تو عجیب ہے۔" ایشاع نے کہا۔

تبھی معارج تغلق آتا دکھائی دیا۔

"ممی! معارج بھائی آرہے ہیں آپ بات کو سنبھال لیجیے گا۔بھائی کو پتا چلا کہ بھابی پارلر سے کہیں گئی ہیں اور وہ بھی میری موجودگی میں تو وہ غصہ ہوں گے۔" ایشاع بولی تو سدرہ نے سرہلایا۔

"کیا ہوا! آپ لوگ اس طرح کیوں گم صم کھڑے ہیں؟"

"نہیں' وہ ہم...!"

"باہر اچانک ہی بارش شروع ہوگئی ہے اور ویڈنگ پلانر نئے سرے سے ہر شے مینج کررہی ہیں۔ساری ارینجمنٹ پر پانی پھر گیا ہے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اوہ! مگر ابھی تھوڑی دیر پہلے تک تو موسم ٹھیک تھا۔صرف گھرے بادل چھائے تھے' گمان نہیں تھا کہ بارش ہوگی کیوں کہ اس شہر کا معمول ہے کہ صرف بال چھاتے ہیں پھر چاہے مون سون ہی کیوں نہ ہو' بارش نہیں ہوتی۔" ایشاع بولی تھی۔

"میں مہمانوں کو دیکھتی ہوں' کہیں وہ بھیگ نہ گئے ہوں' عجیب افراتفری کا منظر ہوگا۔"

"نہیں' ایسا نہیں ہوا۔ویڈنگ پلانر نے انہیں بڑے ہال میں پہنچا دیا ہے اور مہندی کی ارینجمنٹ بھی وہیں ہورہی ہیں۔"معارج تغلق نے فون کان سے لگائے کسی سے بات کرتے ہوئے کہا تھا پھر چونکتے ہوئے ایشاع کی طرف دیکھا تھا۔

"تم یہاں ہو تو انائیا کہاں ہے؟ تم تو اس کے ساتھ پارلر گئی تھیں نا!"

"میں' میں انائیا کو پارلر ہی لے کر گئی تھی مگر..." ایشاع سے جھوٹ بولنا محال ہوا تھا۔سو وہیں رک گئی تھی۔معارج تغلق نے اس کی سمت دیکھا تھا۔

"مگر...؟"

"وہ پارلر میں ہے۔" سدرہ تغلق نے بات سنبھالی تھی۔

"مگر تم گھر کیوں آئی ہو؟" معارج تغلق کو مطمئن کرنا آسان نہیں تھا۔

"وہ میں انائیا بھابی کا ڈریس لینے آئی تھی۔" ایشاع نے بامشکل بات بنائی تھی۔ معارج تغلق نے اس کی سمت بغور دیکھا تھا۔

"ایشاع تم کچھ چھپا تو نہیں رہیں؟" معارج تغلق کو جانے کیوں یقین نہیں ہوا تھا۔

"بھائی! میں کیوں چھپاؤں گی کچھ...؟" ایشاع نے نارمل رہ کر مسکرانے کی کوشش کی تھی۔

"تمہارا چہرہ ایشاع! میں جانتا ہوں تم جھوٹ نہیں بول سکتیں اور اس وقت تمہارا چہرہ تمہاری آنکھوں سے میل نہیں کھارہا۔" معارج تغلق ایک ٹیڑھی کھیر تھا۔ایشاع کو جھوٹ پکڑے جانے کا احتمال ہوا تھا۔اس کی حالت غیر ہوئی تھی مگر تبھی ایک غیبی مدد رستم کی صورت آئی تھی۔

"صاحب! وہاں ہال میں آپ کو بلایا جارہا ہے۔" رستم نے مودب انداز میں مطلع کیا تھا۔معارج تغلق نے سر ہلایا اور پھر باہر کی جانب پیش چل دیا۔ایشاع نے ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے ماں کی طرف دیکھا تھا۔

"ممی! مجھے تو بہت فکر ہورہی ہے' بھابی آخر گئی کہاں ہیں اور وہ بھی اس خراب موسم میں... جب کہ یہاں سب ان کی آمد کے منتظر ہیں اور تقریب کے شروع ہونے میں بھی زیادہ دیر نہیں رہی۔" سدرہ تغلق نے بیٹی کی طرف دیکھا تھا۔

"مجھے نہیں لگتا ہمیں یہ بات معارج سے چھپانا چاہیے۔تم نے وقت دیکھا ہے ہم اس بات کو زیادہ دیر چھپا نہیں سکیں گے۔میں صرف دس منٹ اور دیکھوں گی اور پھر معارج تغلق کو مطلع کردوں گی' ایسا ضروری تو نہیں کہ وہ کہیں ایمرجنسی میں گئی ہو' وہ کسی مشکل میں بھی ہوسکتی ہے اور اب تو موسم بھی ٹھیک نہیں۔" سدرہ تغلق پریشان دکھائی دی تھیں۔ایشاع انائیا ملک کا سیل فون ٹرائی کرنے لگی تھی جو کہ مسلسل بند جارہا تھا۔

...☆☆☆...

"مجھے یہاں کیوں بلایا؟" پارسا اس کے سامنے بیٹھی سپاٹ لہجے میں بولی تھی۔ یلماز کمال نے کے اسے دیکھا۔

"گلابو! اتنا بدک کیوں رہی ہو؟ میں نے تمہیں ڈیٹ کرنے کو نہیں بلایا۔اس ریسٹورنٹ میں اس لیے بلایا تھا کہ یہاں پر لوگوں کا ہجوم ہوتا ہے اور تم خود کو اتنا بے سکون محسوس نہیں کرو گی مگر تم ہر بار یہی

سمجھتی ہو کہ میں نے اگر ملنے کو بلایا ہے تو یہ کوئی مہم ہے یا پھر مشن اور کہیں میں تمہیں اغوا نہ کرلوں۔"

"میں نے تمہیں کئی بار بتایا ہے کہ مجھے تم سے کوئی خوف نہیں یلماز کمال! مجھے ان گیڈر بھبکیوں سے ہراساں کرنے کی کوشش مت کیا کرو۔"

"ہاں تم تو سپر مین ہو'نا گلابو!" وہ مسکرایا تھا۔"لیکن سپرمین تو آدمی ہوتا ہے۔ تم تو سپرو ومین ہو۔ایک دم کڑک' بہادر' گاؤں کی مٹیار۔" وہ مذاق اڑاتے

ہوئے مسکرایا۔پارسا نے اسے خاموشی سے گھورا۔"ایسے گھور کیوں رہی ہو' نگاہوں سے قتل کرنے کا ارادہ ہے کیا؟" وہ اسے چھیڑتے ہوئے بولا تھا۔

"میں ایسا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔" وہ پُرسکون انداز میں بولی۔

"ڈرتی ہونا! ڈر لگتا ہے نا!" وہ مسکرایا تو وہ بغور اسے دیکھنے لگی تھی۔

"یلماز کمال! ایک مرد کی خاصیت ہوتی ہے' جسے کوئی لڑکی سب سے زیادہ پسند کرتی ہے او ر اس کے قریب آتی ہے' تم میں وہ نہیں ہے۔تم احساس تحفظ نہیں دیتے' تمہارے قریب آکر وہ احساس نہیں ہوتا کہ تم حفاظت کرسکتے ہو اور یہ تمہارا منفی پہلو ہے۔" وہ جتاتے ہوئے بولی تھی مگر وہ اطمینان سے مسکرایا۔

"مجھے تمہاری حفاظت کرنے کا شوق نہیں ہے۔نا میں تمہیں یہ احساس دلانا چاہتا ہوں۔یہ احساس اپنے شوہر میں ڈھونڈنا۔میں تمہارا شوہر نہیں ہوں۔" وہ جتاتے ہوئے بولا۔

"تم میرے شوہر ہو بھی نہیں سکتے۔میں مرجاؤں گی مگر تم جیسے کسی بندے کا انتخاب نہیں کروں گی۔" وہ سلگ کر بولی تو وہ اطمینان سے مسکرادیا۔جیسے پُرسکون پانی میں کنکر اچھال کر مطمئن ہو اور اس ہلچل سے محظوظ ہوا ہو۔

"تم نے یہی سب کہنے کے لیے مجھے یہاں بلایا تھا؟" پارسا چوہدری نے اکتائے ہوئے انداز میں اسے دیکھا۔

"تم سے ڈیٹ کرنے کا دل چاہ رہا تھا۔" یلماز کمال کو جیسے اسے زچ کرکے سکون ملتا تھا۔

"ہا...!" وہ اکتا کر دوسری سمت دیکھنے لگی۔یلماز کمال نے پیکٹ نکال کر اس کے سامنے میز پر رکھ دیا۔

"تمہیں کھوئے کی مٹھائی پسند ہے نا! چاچی نے تمہارے لیے وہی بھیجی ہے۔"

"اوہ!" اس نے پیکٹ اور پھر اس کی سمت دیکھا۔

"اب ایسے کیوں دیکھ رہی ہو؟" وہ جواز چاہتا ہوا بولا۔

"سوچ رہی ہوں میرے اس گھر سے نکلنے کا جواز کیا تھا اور تمہارے اس گھر سے جڑے رہنے کی وجہ کیا ہے؟"

"گلابو! تم اتنا سوچنے کیوں لگی ہو؟" یلماز کمال اطمینان سے مسکرایا۔

"میرے سوچنے کا عمل تو تبھی شروع ہوگیا تھا جب تم نے حویلی میں قدم رکھا تھا مجھے ٹیوشن دینے کے لیے...!" پارسا چوہدری بولی۔

"اوہ! تم نے پہلے کبھی نہیں بتایا کہ تمہیں وہ بیتے دن اتنا ستاتے ہیں اور تم اکثر ان کے بارے میں سوچتی ہو؟" وہ چونکتے ہوئے بولا۔"ویسے کہیں تمہیں مجھ سے عشق تو نہیں ہوگیا تھا؟" پارسا چوہدری نے اسے خاموشی سے دیکھا تو یلماز کمال کے لبوں کو مسکراہٹ نے چھوا تھا۔

"ویسے میں نے ان دنوں کو کبھی یاد نہیں کیا کیونکہ میری زندگی میں پیچھے پلٹ کر دیکھنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔میں آگے دیکھنے اور بڑھنے پر یقین رکھتا ہوں اور پھر یہ بھی ایک جواز رہا کہ میری زندگی میں بہت سی لڑکیاں آئیں' تمہارے علاوہ بھی... مجھے تو ان کے نام بھی یاد نہیں۔تعداد یاد رکھنا تو دور کی بات ہے۔مجھے تو تمہارا نام بھی شاید یاد نہ رہتا۔اگر تم میرے پیچھے پیچھے اس کیمپس میں نہ پہنچ گئی ہوتیں۔"

"میں اس کیمپس میں تمہارے لیے نہیں آئی تھی۔" وہ نگاہ پھیر کر بولی۔

"اچھا!" جانے وہ کیا جتاتا ہوا مسکرایا۔

"مجھے لگا تمہیں کچھ جتانا مقصود تھا سو تم نے کراچی کی دیگر بڑی یونیورسٹیوں کو چھوڑ کر اسی یونیورسٹی کا انتخاب کیا۔ کہیں تم وہ گلابو اور سینڈوسی لڑکی ہونے کالیبل تو اتارنا نہیں چاہتی تھیں؟ یا پھر مجھ سے رابطے میں رہنے کی کوئی پیش رفت تھی...؟" وہ نظریں اس پر جمائے پوچھ رہا تھا۔

"تم کسی طرح کی خوش فہمی میں یا غلط فہمی میں مبتلا ہورہے ہو تو میرے پاس اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔" وہ لاتعلقی سے بولی۔

"مجھے تمہاری طرف سے کسی طبی مدد کی ضرورت نہیں ہے! نا میں تمہارا بیمار ہوں۔" یلماز کمال اپنے اندر جیسے کوئی لچک نہیں رکھتا تھا۔

"میں تمہیں اپنا بیمار بنانا چاہتی بھی نہیں میرا بس چلے تو...!" وہ سلگ کر کچھ بولتے بولتے رہ گئی۔

"ہاں تمہارا بس چلے تو تم جان سے ماردو۔ تم سے مسیحائی کی امید فضول ہے۔" یلماز کا انداز شکوہ کرتا ہوا تھا۔

"میں تم جیسے شخص سے نا توہمدردی کرنا چاہتی ہوں نا کوئی مسیحائی! میں کوئی واسطہ سرے سے رکھنا ہی نہیں چاہتی۔ تم بھی مجھے اشارے کنایوں سے رابطوں میں رکھنا چھوڑ دو۔" اس نے درخواست کی۔

"تمہیں مدد کی ضرورت ہے اور یہ بات تمہیں سمجھنے کی ضرورت ہے پارسا چوہدری!"

"مجھے تمہاری طرف سے مدد کی کوئی پیشکش قبول نہیں ہے یلماز کمال! اور میرے گھر سے اپنے رابطوں کو منقطع کردو۔ اگر میں وہاں نہیں ہوں تو تمہارے وہاں جانے کا جواز بھی نہیں بنتا جب کہ مجھے اس گھر سے باہر کرنے میں سب سے بڑا ہاتھ تمہارا ہی ہے' وجہ تم ہو۔" وہ روانی سے کہہ گئی۔ یلماز کمال نے اسے خاموشی سے دیکھا اور پھر اطمینان سے مسکرادیا تھا۔

”میرا تعلق تمہاری وجہ سے نہیں ہے‘ یہ بات تم جانتی ہو اور مجھ پر الزام لگا کر تمہیں کچھ حاصل ہونے والا نہیں ہے۔“

”مجھے تم سے کسی چیز کے حصول کی نہ تو امید ہے نا ضرورت...!“ پارسا چوہدری سخت لہجے میں بولی اور پھر بیگ شولڈر پر ڈال کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ تبھی اس کا ہاتھ یلماز کمال کی گرفت میں آگیا تھا۔ پارسا چوہدری نے پلٹ کر دیکھا تھا‘ نگاہ سلگتی ہوئی تھی۔

”میں نے مٹھاس دی تھی۔ مٹھاس سونپنے کو یہاں بلایا تھا اور تم کتنا کڑوا بولتی ہو۔“ اس نے شکوہ کیا۔

”میں یہاں تم سے فضول کی بحث کرنے نہیں آئی یلماز کمال! نا تمہیں شکوے کرنے کا کوئی حق ہے۔ جب بیج دانستہ بو کر کیکر اگاؤ تو گلاب کاشت کرنے کا خیال دل سے نکال دو۔“ اس نے ہاتھ بہت آہستگی سے اس کی گرفت سے نکالا اور باہر نکل آئی۔ ذہن سلگ رہا تھا۔

...☆☆☆...

سدرہ تغلق اس بات کو مزید چھپا نہیں سکی تھیں۔ اس راز کو دبانا مشکل تھا جب کہ انائیا ملک اب تک واپس نہیں پہنچی تھی۔ معارج تغلق کے سامنے سچائی رکھی تھی تو وہ ساکت رہ گیا تھا۔

”آپ یہ بات مجھے اب بتارہی ہیں اور پہلے کیوں ایشاع نے جھوٹ کہا کہ وہ گھر انائیا کا ڈریس لینے آئی ہے؟“

”اسے احتمال تھا کہ کہیں تم ناراض نہ ہو اور غصہ نہ کرو۔ یہ ذمہ داری ایشاع کی تھی کہ اسے ساتھ رکھتی اور تیاری کے بعد گھر لے کر آتی مگر انائیا کو کہیں ایمرجنسی جانا پڑ گیا تو اس میں اب کیا ہوسکتا ہے؟“

”ممی! آپ جانتی ہیں اس شادی سے اور آج کی اس تقریب سے زیادہ ضروری کام کوئی ہو نہیں سکتا۔ ایک لڑکی کی شادی ہورہی ہو تو اسے سب سے خاص وہی کام لگتا ہے‘ انائیا کو ایسا کون سا ضروری کام آگیا جو وہ یوں چپ چاپ نکل گئی؟“ معارج تغلق نے کہتے ہوئے فون پر اس کا نمبر ملا کر سیل فون کان سے لگایا تھا۔

”مجھے لگ رہا ہے وہ فرار ہوگئی۔“ اس کا فون بند پا کر وہ بڑبڑایا۔

"وہ فرار نہیں ہوئی ہے، انسان ہے۔ایک کمپنی ان کر رہی ہے، اس کو بھی کوئی ایمرجنسی آسکتی ہے۔" سدرہ تغلق اب بھی مثبت انداز سے سوچتے رہنا چاہتی تھیں۔معارج تغلق نے زائرہ ملک کا نمبر ملایا تھا۔

"جی ممی! کہاں ہیں آپ؟"

"ہم تو راستے میں ہیں۔اتنی تیز بارش ہے اور ہماری گاڑی ٹریفک جام میں پچھلے ایک گھنٹے سے پھنسی ہے۔"

"اوہ! یہ تو اچھا نہیں۔" معارج تغلق نے ہونٹ سکوڑے۔

"تقریب ابھی شروع تو نہیں ہوئی؟" زائرہ ملک نے پوچھا۔اس نے جس بات کے لیے فون کیا تھا وہ بات معلوم ہوگئی تھی کہ انائیا ملک ماں کی طرف نہیں گئی تھی اور جہاں وہ گئی تھی اس کے متعلق وہ یقیناً نہیں جانتی تھیں اور بالکل بے خبر تھیں۔وہ بھی دیگر لوگوں کی طرح تقریب میں شرکت کے لیے آرہی تھیں۔

تو پھر انائیا کہاں تھی؟ اور اچانک ایسی کون سی ایمرجنسی آن پڑی تھی جس کے لیے اسے اپنی شادی بھی یاد نہیں رہی تھی؟

"ممی! آپ کی شرکت کے بنا تقریب شروع ہوسکتی ہے؟آپ رابطے میں رہیں، تقریب آپ کے آنے سے قبل ہر گز شروع نہیں ہوگی۔" معارج تغلق نے سہولت سے کہہ کر فون کا سلسلہ منقطع کیا تھا۔موسم خراب تھا اور ایسے میں اس کی تلاش ایک مشکل امر تھی جب کہ گھر مہمانوں سے بھرا ہوا تھا جو تقریب میں شرکت کے منتظر تھے۔معارج تغلق کا انداز پُرسکون تھا۔اس کے چہرے سے پتا نہیں چل رہا تھا کہ اندر کیا کیفیت ہے۔وہ غالباً خود کو ہر طرح سے پُرسکون رکھنا جانتا تھا اور ہر صورت حال سے نمٹنا آتا تھا اسے۔دوسرا نمبر اس نے سارہ کا ملایا جو کہ انائیا کی قریبی دوست تھی اور اسٹنٹ بھی۔

"سارہ! انائیا تمہاری طرف ہے؟ میرا مطلب آج آفس میں کوئی اہم کام یا میٹنگ تھی؟"

"نہیں، انائیا میرے ساتھ تو نہیں... آج تو اس کی مہندی کی رسم ہے نا! اسے تو تقریب میں ہونا چاہیے۔"

"ہاں، مگر وہ یہاں نہیں ہے۔کوئی اہم میٹنگ تھی جس کے بارے میں تم جانتی ہو؟" معارج تغلق نے پوچھا۔

”ہاں‘ یاد آیا میرے پاس وکیل کا فون آیا تھا‘ غالباً انائیا کی کوئی اپائنمنٹ تھی۔میں نے وکیل کو اس کا ذاتی نمبر دے دیا تھا۔غالباً وہ وہاں گئی ہوگی۔

”کون سا وکیل؟ کیسی اپائنمنٹ؟ کوئی کمپنی کامعاملہ تھا؟“

”یہ تو میں نہیں جانتی۔انائیا نے زیادہ نہیں بتایا مگر وہ وکیل ہماری کمپنی کا قانونی مشیر نہیں ہے۔عموماً قانونی مشیر ہی کمپنی کے کام دیکھتا ہے۔“

”اس کا مطلب ہے میٹنگ میں ہوگی۔وکیل نے انائیا کا ذاتی سیل نمبر مانگا تھا غالباً وہ صرف اس سے کاروباری رابطہ رکھتا تھا۔“

”اوہ!“ معارج تغلق کو معاملہ سنگین لگا تھا۔

”وکیل کا نام بتاؤ۔“

”مسٹر لاکھانی!“ سارہ نے بتایا۔

”پورا نام بولو!“ انداز تناؤ بھرا اور لہجہ پُرسکوت تھا۔

”رئیس لاکھانی!“ سارہ نے بتایا تھا اور اس کے لیے سارا معمہ آسان کردیا تھا۔ اسے سارا معاملہ سمجھنے میں زیادہ دیر نہیں لگی تھی۔اس نے فوراً اس وکیل کا نمبر حاصل کیا تھا اور رابطہ کیا تھا۔

”مسز انائیا تغلق آپ سے ملنے آئی تھیں‘ کہاں ہیں وہ‘ بات کروائیں؟“

”سوری سر! وہ اس وقت تو یہاں نہیں ہیں۔وہ میٹنگ کے لیے ضرور آئی تھیں مگر وہ تو یہاں سے جاچکی ہیں۔میں نے پیشکش کی تھی کہ میرا ڈرائیور انہیں ڈراپ کردے گا مگر انہوں نے منع کردیا تھا۔انہیں غالباً کوئی پک کرنے آگیا تھا۔“ رئیس لاکھانی نے بتایا تھا۔

”کون؟“ معارج تغلق چونکا تھا۔

”یہ تو میں نہیں جانتا۔“ وکیل نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

”اوہ!“ معارج تغلق نے ہونٹ سکوڑے تھے‘ اندر یک دم سے ایک فشار نے سر اٹھایا تھا۔اس کی آنکھوں میں سرخی اُتر رہی تھی شاید وہ اپنے ضبط کو بہت زیادہ آزمارہا تھا اور خود پرست بند باندھ رہا تھا۔

”آپ فکرمت کریں وہ شاید ٹریفک جام میں پھنس گئیں ہوں گی۔آج بارش کے باعث شہر بھر کی ٹریفک بُری طرح جام ہے۔“ رئیس لاکھانی اس کی حیثیت اور مرتبے کے باعث بہت محتاط انداز میں بات کررہا تھا‘ساتھ ہی اسے

مدد بھی دے رہا تھا۔وہ اس خاندان کے سیاسی اثر ور سوخ سے یقیناً واقف تھا اور معارج تغلق کے اس طرح فون کرنے پر کچھ گھبرایا تھا۔

معارج تغلق نے کچھ کہے بنا فون کا سلسلہ منقطع کردیا تھا۔

کس کے ساتھ تھی انابیا؟

کون ملنے آنے والا تھا اسے؟

کس کے ساتھ جانا تھا اسے... وہ بھی عین اس دن جب اس کی مہندی کی تقریب پر کئی لوگ اس کے منتظر تھے... معارج تغلق کا ذہن جل رہا تھا اور دل میں بہت سی سوچیں گھر کررہی تھیں۔

...☆☆☆...

وہ تنے ہوئے اعصاب کے ساتھ اس طوفانی بارش کی پروا کیے بغیر باہر نکل آیا۔گاڑی طوفانی انداز میں گھر سے نکالی تھی اور مرکزی گلی تک آگیا۔اس کی آنکھیں اور رگیں تنی ہوئی تھیں' جیسے وہ کسی طوفان کے دہانے پر تھا' وہ اندھا دھند گاڑی چلا رہا تھا۔

...☆☆☆...

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نی سیواساں نیناں دے آکھے لگے

نیناں دے آکھے لگے

نی سیواساں نیناں دے آکھے لگے

وہ بے چین ہوکر کھڑکی کے پاس آن کھڑی ہوئی تھی۔تیز برستی بارش کی بوچھاڑ اسے بھگونے لگی تھی۔پانی کی کئی بوندیں اس کے چہرے کو بھگو گئی تھیں۔

نی سیواساں نیناں دے آکھے لگے

نصرت فتح علی خان کی پرسوز آواز فضا میں گونج رہی تھی۔وہ اپنے اندر کی اس اضطرابی کیفیت کو نام نہیں دے پائی تھی۔مگر اس کی روح جیسے قفس میں قید کوئی پرندہ تھی۔ایک ہلچل سی ہر طرف تھی۔

نی سیوا ساں نیناں دے آکھے لگے

نیناں دے آکھے لگے

نی سیواساں نیناں دے آکھے لگے

ایک تکرار فضا میں تھی۔جیسے کوئی ضد سر پٹخ رہی ہو

کوئی آرزو مچل رہی ہو

کوئی درد ہولے ہولے سر اٹھا رہا ہو اور کہیں کوئی مداوا نہ ہو

"تمہیں یہ گانا پسند ہے۔" وہ بہت مگن سی میوزک سنتی ہوئی رنگوں سے کینوس پر کھیل رہی تھی جب پیچھے سے اسے آواز سنائی دی تھی۔اس نے پلٹ دیکھا تھا یلماز کمال آگے بڑھ آیا تھا۔

"مجھے نہیں معلوم تھا' تمہیں نصرت فتح علی خان اور پینٹنگ سے لگاؤ ہے۔" وہ دلچسپی سے اسے دیکھنے لگا تھا۔پارسا چوہدری اس پر کوئی خاص توجہ دیئے بنا اپنے کام میں مگن رہی۔"تم مائیکل بروکس کی کمپوزیشن کو پینٹ کررہی ہو؟" وہ بغور اس کی انگلیوں کو کینوس پر چلتے ہوئے بولا۔

"میں کوشش کررہی ہوں۔" وہ مگن سی بولی۔

"اور اس کا مطلب کیا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"تم پنجابی نہیں جانتے؟" وہ چونکی۔

"نہیں جانتا! میرا بچپن نیویارک میں گزرا ہے' میں اس زبان کی خوب صورتی سے واقف ہوں مگر مٹھاس کو محسوس کرنے کے باوجود اس کے اسلوب کو سمجھنے سے قاصر ہوں۔" وہ بولا تھا۔پارسا چوہدری نے اسے نگاہ اٹھا کر دیکھا تھا۔

"اس کا مطلب ہے کہ ایک لڑکی اپنی سہیلیوں سے مخاطب ہے کہ اے سہیلیوں! میں نے صرف اپنی نظروں کی بات مانی اور دکھ کا شکار ہوگئی۔"

"ہاہ! بہت گہرائی ہے' مجھے یہ گانا بہت متاثر کرتا تھا مگر میں اس کے بھید سمجھ نہیں پاتا تھا' اس کی اداسی اور اس کے مفہوم کو کبھی سمجھا نہیں۔" اس نے پینٹنگ کو دیکھتے ہوئے اسے آج وہ پہلی بار بے ضرر سا لگا تھا۔"تمہاری یہ پینٹنگ متاثر کُن ہے مگر اس لڑکی کی آنکھوں کی اداسی اچھی نہیں لگ رہی۔ کیا اس کی جگہ تم اس کے لبوں پر مسکراہٹ سجا سکتی ہو؟" وہ چونکتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔

"اس پینٹنگ کا مقصد ختم ہوجائے گا اگر میں مسکراہٹ اس کے لبوں پر سجادوں۔"

"ہاں مگر اس کی اداسی مجھ سے ہضم نہیں ہورہی۔" وہ سنی ان سنی کرتے ہوئے بولا۔

" تمہاری خاطر میں اس پینٹنگ کا مقصد تو ختم نہیں کرسکتی۔" یلماز کمال نے شانے اچکائے اور پھر بغور اسے دیکھتا ہوا بولا۔

"تم کبھی اداس ہوئی ہو؟"

"کیا مطلب؟" وہ اس کی موجودگی سے ڈسٹرب ہورہی تھی۔

"تم نے کبھی اداسی کو محسوس کیا' اس پینٹنگ والی لڑکی کی طرح... کبھی تمہاری آنکھوں میں آنسو آئے یا تم روئیں؟"

"تم پاگل ہوگئے ہو؟" وہ اسے ایسے دیکھنے لگی تھی جیسے اس کی ذہنی کیفیت پر شبہ ہو۔"میں کسی اور سیارے سے نہیں آئی نا کسی اور دنیا کی مخلوق ہوں۔آخر کار میں بھی اسی دنیا کی ہوں۔" وہ بولی تھی تو یلماز کمال اسے دلچسپی سے دیکھنے لگا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"مجھے لگا تم کسی اور دنیا کا حصہ ہو گلابو!"

"مجھے گلابو مت کہا کرو۔" وہ چڑ کر بولی۔

"کیوں... تمہیں پسند نہیں؟" یلماز کمال نے پوچھا۔

"مجھے تم بھی پسند نہیں۔" وہ صاف گوئی سے بولی۔یلماز کمال نے اسے دیکھا تھا جیسے اسے حیرت نہیں تھی مگر اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی کیفیت تھی۔اس نے پارسا چوہدری کو دونوں کاندھوں سے تھاما تھا۔شاید وہ غصے میں آگیا تھا۔کسی سے اپنے متعلق سننا کہ آپ اس کے پسندیدہ نہیں' غالباً اتنا ہی بدمزا کرسکتا تھا۔گلابو کو اس سے خوف محسوس نہیں ہوا تھا مگر وہ اس کے اس اقدام پرساکت رہ گئی تھی۔یلماز کمال نے پلیٹ میں سے رنگ لیا تھا اور ہاتھ بڑھا کر اس کی چھوٹی سی ناک پر لگادیا پھر مسکرادیا تھا۔گلابو نے اپنی آنکھوں کے زاویے بدل کر اپنی ناک پر لگے اس رنگ کو دیکھا اور اسے یلماز کمال کے ہنسنے کی آواز سنائی دی۔وہ سلگتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھنے لگی تھی۔ پھر برش اور پلیٹ ایک طرف رکھ کہ پلٹی تھی اور وہ اس کا ارادہ بھانپ گیا

تھا تبھی فوراً دوڑ لگائی تھی۔اس کے ہاتھ میں جو آیا تھا' کھینچ مارا تھامگر نشانہ چوک گیا تھا اور وہ اس کے پیچھے آئی تھی۔

وہ سیڑھیوں کے اختتام پر کھڑا اسے چڑا رہا تھا۔

''تم چڑیل لگ رہی ہو گلابو! اب کسی کی نظر نہیں لگے گی۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ تیزی سے سیڑھیاں اتر رہی تھی کہ تبھی پاؤں مڑا اور وہ پھسلتی ہوئی نیچے آپڑی تھی۔یلماز کمال کوشاید اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ ایسا ہو گا تبھی اس نے فوراً اسے تھاما تھا اور دیکھا تو اس کے سر سے خون رس رہا تھا۔وہ جو تھوڑی دیر پہلے مسکرا کر اس کا مذاق اڑا رہا تھا یک دم پریشان سا اسے دیکھنے لگا۔ایک لمحے کو پارسا کا سر چکرا گیا' جب اس نے پیشانی پر ہاتھ لگا کر دیکھا تو اس پر خون دیکھ کر وہ ششدر رہ گئی۔

''تمہیں لگ جائے گی' مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا۔'' یلماز کمال نے اس کے زخم کی نوعیت کودیکھنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تھا مگر پارسا نے یک دم اس کا ہاتھ جھٹکا اور وہاں سے اٹھتی ہوئی اپنی اماں کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

یلماز کمال کو پچھتاوے نے گھیر لیا تھا۔

...☆☆☆...

انائیا ملک نے بہت پریشانی کے ساتھ گھڑی کی طرف دیکھا اور اکتائے ہوئے انداز میں اس ٹریفک کی لمبی قطار کو دیکھا تھا' جس میں اس کی گاڑی پھنسی ہوئی تھی۔

''تم پریشان مت ہو' تم ضرور وقت پر پہنچ جاؤ گی۔'' عدن بیگ نے اسے جیسے تسلی دینا چاہی تھی مگر انائیا ملک کچھ نہیں بولی تھی۔پرس سے سیل فون نکال کر دیکھا تھا جس کی بیٹری ڈیڈ تھی۔بارش اب بھی رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی اور ہر گزرتا لمحہ اسے اکتاہٹ میں مبتلا کر رہا تھا۔

''مجھے فون کرنا ہے' کب بند ہوگی یہ بارش...؟ یہ ٹھیک نہیں ہے۔'' وہ پریشان لگ رہی تھی۔

"گاڑی میں پنکھ ہوتے تو اڑا کر کب کا یہاں سے نکل چکا ہوتا مگر افسوس کہ میری گاڑی اڑن کھٹولا نہیں۔نا یہ کوئی فکشن ورلڈ ہے۔" عدن نے کہا۔

وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی تھی،سیل فون کو ہاتھ پر ایک ضرب سے بجایا تھا اور دوبارہ آن کرنے کی کوشش کی تھی مگر یہ کوشش کارگر نہیں ہوئی۔عین اسی لمحے کسی نے کھڑکی کے شیشے کو بجایا تو انائیا ملک نے چونک کر دیکھا تھا اور شیشے کے اس پار کھڑے شخص کو دیکھ کر ساکت رہ گئی۔اس نے گاڑی کے دروازے کا لاک کھولا اور دروازہ کھلتے ہی معارج تغلق نے اسے بازو سے پکڑ کر باہر کھینچ لیا تھا۔اس کی نگاہیں جلتی ہوئی تھیں اور لمس ایسا تھا جیسے وہ اسے صرف چھو کر خاکستر کردینا چاہتا ہو۔انائیا ملک کے لیے اس کی نگاہوں میں دیکھنا مشکل ہورہا تھا۔اس کا نرم موڈ تو بارہا دیکھا تھا مگر ایسا درشت انداز اس نے پہلی بار دیکھا تھا۔اس کی کلائی پر اس کی گرفت ایسی تھی کہ جیسے انگلیاں دھنستی محسوس ہوئی تھیں۔تیز برستی بارش میں وہ اس کی سمت سلگتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔اس سے قبل کہ عدن کچھ کہتا یا وہ کوئی وضاحت دیتی یا کچھ کہتی، معارج تغلق نے زور سے دروازے کو بند کیا اور پھر اس کا ہاتھ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تھام کر تیزی سے آگے بڑھ گیا۔اس تیز بارش میں اس کو وہ دو قدم کے فاصلے پر چلنے کے باوجود دھندلا دکھائی دے رہا تھا۔

وہ آتش فشاں سا شخص اب کیا ٹھان کر آیا تھا؟ کیا مرضی تھی اس کی...؟

اسے لے کر وہ ایک بڑی بلڈنگ کے اندر داخل ہو اتھا۔یہ قد آوری بلندی کو چھوتی ہوئی عمارت کس مقصد کے لیے استعمال ہوتی تھی وہ نہیں جانتی تھی مگر وہ اتنا جانتی تھی کہ معارج تغلق کا موڈ بہت خراب ہے۔اسے اپنے ساتھ کھینچتے ہوئے اور مضبوط گرفت سے تھامے وہ یوں چل رہا تھا جیسے اسے احتمال ہو کہ وہ ہاتھ چھوڑے گا اور وہ بھاگ جائے گی۔معارج تغلق نے لفٹ کے سامنے رک کر ایک لمحے کو لفٹ کے آنے کاانتظار کیا۔دوسرے ہی پل لفٹ رکی تھی۔دروازہ کھلا تھا۔لفٹ خالی ہوئی تو وہ اسے لے کر اندر داخل ہو گیا۔اپنے مطلوبہ فلور کا نمبر دبا دیا اور وہ اس کا ہاتھ تھامے اسی مضبوطی سے کھڑا تھا۔

کیا ارادے تھے اس کے اور کہاں لے جارہا تھا وہ اسے؟

اور اسے معارج تغلق نے کھوج کیسے لیا تھا؟

ایک ایک بات اسے حیرت میں مبتلا کررہی تھی

وہ شخص جو اس کی ذات پر مکمل اختیار رکھتا تھا اور اس کے پاس ہر تالے کی چابی تھی۔کچھ بھی ممکن نہیں تھا اس کے لیے۔ہر شے جیسے اس کی دسترس میں تھی اور ہر شے تک رسائی رکھتا تھا وہ۔ کتنا انتہائی انداز تھا اس کا۔ایک دم قطعی!

عمارت کی آخری منزل پر لفٹ رکی اور وہ اسے لے کر باہر آگیا۔عمارت کی چھت پر دور سے ہی ایک ہیلی کاپٹر دکھائی دیا تھا جو غالباً انہی کے لیے وہاں موجود تھا اور منتظر تھا۔معارج تغلق برستی بارش میں اسے لے کر لمبے لمبے ڈگ بھر رہا تھا اور وہ اس کے ساتھ جیسے گھسیٹتی جارہی تھی۔

کیا اس شخص کو اس کی تکلیف کا کچھ انداز نہ تھا۔

اس کی کلائی پر اس کی گرفت اسی طرح سخت تھی۔

انائیا ملک کو لگ رہا تھا اس کی کلائی کی ہڈی چیخ کر ٹوٹ جائے گی۔اس سے پہلے شاید اس نے کسی ہیلی کاپٹر کو اتنے قریب سے نہیں دیکھا تھا۔اس پر سواری تو دور کی بات تھی۔جیسا معارج تغلق نے اقدام کیا تھا ایسا صرف ہنگامی حالات میں ہوسکتا تھا۔جب صورت حال ناگزیر ہو اور جب کوئی اور راہ نہ نکلتی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہو تو اس تک رسائی اور اپنے گھر میں واپس لے جانے کی کوشش اس کی آخری راہ تھی؟

معارج تغلق ہیلی کاپٹر کے پاس رکا اور انائیا ملک کو اندر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔وہ بنا احتجاج کیے بیٹھ گئی تو معارج تغلق اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔پائلٹ جیسے اس بات کا منتظر تھا' ہیلی کاپٹر نے فوراً اڑان بھری اور اپنی منزل کی سمت روانہ ہو گیا۔

...☆☆☆...

"میرا دل بیٹھا جارہا تھا کہ کیا ہوگا'معارج بھی ابھی تک نہیں پلٹا اور انائیا کا بھی کچھ پتا نہیں۔میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا کہ یہ ہو کیا رہا ہے؟" سدرہ تغلق پریشانی سے بولی۔

"میری تو خود کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ممی! شاید قصور میرا ہی ہے نا میں اسے پارلر لے کر جاتی' نا اسے تنہا نکلنے دیتی نا صورت حال پیش آتی۔" ایشاع اپنے آپ کو الزام دے رہی تھی۔جوں جوں وقت گزر رہا تھا' تشویش اتنی ہی بڑھتی جارہی تھی۔

"کیا ہوا' آپ لوگ اس طرح پریشان کیوں کھڑے ہیں؟" مسٹر تغلق اندر آئے تو بیوی اور بیٹی کو پریشان حال کھڑا دیکھ کر پوچھا۔"اور اس تقریب کا کیا ہوا؟ وقت گزر رہا ہے' مہمان وہاں جمع ہیں۔انائیا اور معارج کہاں ہیں؟"

"وہ گھر میں نہیں ہیں۔" سدرہ نے شوہر کو مطلع کیا۔

"وہ گھر میں نہیں' کیا مطلب؟" مسٹر تغلق چونکے۔

"ہاں! معارج ' انائیا کو لینے گیا ہے۔"

"لینے گیا ہے...! کہاں سے لینے گیا ہے... انائیا کہاں ہے؟ وہ تو تمہارے ساتھ پارلر گئی تھی نا ایشاع؟"

"جی ڈیڈی! گئی تو وہ میرے ہی ساتھ تھیں مگر وہاں سے انہیں کہیں جانا پڑ گیا اور وہ مجھے بتا کر اتنی تیزی سے وہاں سے نکلیں کہ میں پوچھ ہی نہیں سکی کہ وہ کہاں جا رہی ہیں' انہیں کوئی ضروری کال آگئی تھی۔اب یہ کال کس کی تھی اور وہ کہاں جارہی تھیں' یہ میں نہیں جانتی۔معارج بھائی کو پتا چلا تو وہ اس کو ڈھونڈنے گئے ہیں۔"

"اوہ!" تیمور تغلق نے ہونٹ سکوڑے۔"مگر شہر تو بدترین ٹریفک جام کا شکار ہے۔اس طوفانی بارش کے باعث صورت حال نارمل نہیں رہی پھر معارج کہاں ڈھونڈے گا اسے... جب کہ اسے معلوم ہی نہیں وہ کہاں ہے؟" تیمور تغلق کو بھی پریشانی لاحق ہوئی۔

"میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا' گھر مہمانوں سے بھرا ہے۔سب مہندی کی تقریب کے آغاز کے منتظر ہیں مگر دلہن غائب ہے اور اب تو دلہا بھی موجود نہیں گھر پر... کسی کو بھنک پڑگئی تو کیسی جگ ہنسائی ہوگی۔ساری عزت دھری کی دھری رہ جائے گی۔اتنے چینلز اور اخبارات کے رپورٹرز جمع ہیں' کسی نے ایسی ویسی خبر لگادی یا نشر کردی تو ہماری کیا عزت رہ جائے گی؟ انائیا کو سمجھنا چاہیے تھا وہ اس گھر کا حصہ ہے اور اس گھر کی عزت بھی۔" سدرہ تغلق کی پریشانی عروج پر تھی۔

"تم فکر مت کرو' ایسا کچھ نہیں ہوگا' میں دیکھتا ہوں۔" تیمور تغلق تسلی دیتے ہوئے باہر نکل گئے۔

...☆☆☆...

ہیلی کاپٹر مطلوبہ فاصلہ عبور کرتا ہوا تغلق محل کی چھت پر بنائے گئے ہیلی پیڈ پر اترا تھا۔معارج تغلق اسے لے کر اترا اور گھسیٹتے ہوئے سیڑھیاں اترنے لگا۔

وہ یقیناً یہی سمجھ رہا تھا کہ وہ بھاگ رہی تھی اس شادی سے اور اس پر وہ عدن بیگ کے ساتھ گاڑی میں موجود تھی۔اپنی مہندی کی تقریب والے دن جب اسے گھر میں موجود ہونا چاہیے تھا تب وہ کسی دوسرے مرد کے ساتھ تھی اور ارادہ فرار کا ہی تھا۔وہ فوری طور پر اس کی کوئی غلط فہمی دور نہیں کرپائی تھی۔ وہ پوچھ نہیں رہا تھا' جواز نہیں مانگ رہا تھا۔کوئی وضاحت بھی نہیں چاہی تھی۔ سو وہ اس سے کچھ کہنے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔وہ مجرم نہیں تھی' نا قیدی تھی۔مگر جس طرح وہ اسے کھینچتا ہوا لے جارہا تھا انتہائی بُرا سلوک تھا وہ... اس کی گرفت اس کی کلائی پر اسی طور مضبوط تھی اور اسے تکلیف ہورہی تھی۔کتنی کانچ کی چوڑیاں ٹوٹ کر کلائی میں دھنسی تھیں' مگر اس بات کی پروا اسے کب تھی' وہ شخص تو بس اپنی ہی دھن میں اپنے انداز میں ایک آتش فشاں لیے اسے کھینچتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔انائیا ملک کو اسے مخاطب کرنا اور کوئی وضاحت دینا مناسب نہیں لگا تھا۔وہ اس کے سامنے گڑگڑانا نہیں چاہتی

تھی' کوئی رحم کی امید وہ نہیں رکھتی تھی نا رحم چاہتی تھی۔معارج تغلق نے اسے لا کر اپنے کمرے کے بیڈ پر پھینکا تھا۔وہ اس کی طرف ششدر سی دیکھنے لگی۔

"کیا بد تمیزی ہے یہ؟" انائیا ملک نے احتجاج کیا۔وہ اپنے ساتھ اس ناروا سلوک کو برداشت نہیں کرسکی تھی۔یہ غیر انسانی عمل تھا۔وہ شخص اپنی حدود سے نکل رہا تھا۔بھول رہا تھا کہ وہ ایک انسان ہے اور ایک انسان کو دوسرے انسان سے اس بے جا سختی سے پیش آنے کا کوئی حق نہیں۔وہ دو قدم آگے بڑھا تو انائیا ملک کو اس کے ارادے اچھے نہیں لگے تھے۔

"میں تم سے کسی قسم کی سختی نہیں کرنا چاہتا تھا' نا میرا ارادہ تمہارے پاس آنے کا یا تمہیں زک پہنچانے کا تھا مگر جو بھی ہوگا' اس کی ذمے دار تم خود ہوگی انائیا ملک! میں کسی رشتے کو لے کر تم پر کوئی حق جتانا نہیں چاہتا تھا نہ کوئی زبردستی روا رکھنا چاہتا تھا مگر تم نے اس سب کا موقع دیا اور مجھے مجبور کیا کہ تم سے اس سلوک کو روا رکھوں جس کی تم اصل حق دار ہو۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" وہ اپنے تمام حواسوں کو بیدار کرنے کی کوشش کرتی ہوئی تیز لہجے میں بولی۔

"چیخو مت انائیا ملک!تم دنیا کی واحد د ہو جو اپنی ہی شادی کی ایک تقریب سے فرار ہوئی ہے' وہ بھی ایک ایسے شخص کے لیے جو انتہائی درجے کا نا اہل ہے۔"

"کیا!" وہ حیرت سے چیخی تھی مگر معارج تغلق نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

وہ پھٹی ہوئی حیرت زدہ آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی تھی۔وہ سمجھ رہا تھا وہ عدن بیگ کے ساتھ فرار ہورہی تھی... اوہ خدا...!

اس نے معارج تغلق کی جلتی ہوئی آنکھوں کو دیکھا تھا۔جس نے سرعت سے پلٹ کر دروازہ لاک کیا اور اس کی طرف دیکھا۔

"کیا سوچ رہے ہو تم...؟ کیا بکواس ہے یہ؟" انائیا نے چیخنا چاہا تھا مگر معارج تغلق نے پھر اس کا منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"مجھے صرف ایک حق کو تم پر ثابت کرنے کی چھوٹی سی کوشش کرنی ہے۔تم اس خاندان سے منسوب ہو اور یہ صرف چند دنوں کے لیے نہیں ہے۔میں تم سے کوئی لگاؤ نہیں رکھتا' مگر تم معارج تغلق کی بیوی ہو اور اس تغلق خاندان کی بہو۔اس احساس کو سمجھنا تمہارے لیے بہت ضروری ہے تاکہ تم خود کو کبھی دوبارہ نہ جتا سکو کہ یہاں سے فرار ضروری ہے۔"

انائیا ملک اس کے لفظوں سے حواس باختہ رہ گئی تھی۔یعنی اس کے "پر کاٹنے" کی سعی تھی؟

اتنے دن نکاح میں رہنے کے باوجود اس نے حدود کو قائم رکھا تھا اور کبھی اس تک رسائی نہیں کی تھی مگر آج اس کی آنکھوں کی تپش سے انائیا ملک کو اپنا پورا وجود جلتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

یہ صرف سزا تھی یا اسے "سبق" سکھانے کی کوشش...؟

وہ اس شخص سے دور ہونا چاہتی تھی' مگر وہ اس طوفان کے سامنے جیسے ایک تنکا تھی۔وہ تنکا جو طوفان کے سامنے تن کر کھڑے رہنے کے ارادے اور سعی کرنے کے باوجود بہہ جاتا ہے۔

...☆☆☆...

"اوہ خدا شکر ہے یہ بارش تو رکی۔اب کوئی ٹریفک کانسٹیبل آجائے تو اس رکی ہوئی ٹریفک کو بھی کوئی راہ ملے۔" زائرہ ملک اکتائے ہوئے انداز میں بولی تھیں۔

"چلو کوئی بات نہیں' ہوجاتا ہے۔یہ تو اس شہر کا معمول ہے۔بارش ہو اور ٹریفک جام نہ ہو' ایسا ہو نہیں سکتا۔" نانا نے کہا۔

"ابا دیکھ رہے ہیں آپ! پچھلے دو گھنٹے سے ہم اسی جگہ پر کھڑے ہیں اور کہیں دور تک کوئی ٹریفک پولیس کا اہل کار دکھائی نہیں دے رہا۔بارش کے شروع ہونے کے ساتھ سے ہی وہ بھی غائب ہوجاتے ہیں۔یہ تو حال ہے اس شہر کا۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"کیا ہوسکتا ہے کئی شہری اسی مصیبت میں گھرے ہیں۔سب اپنے گھروں کو جانے کے منتظر ہیں۔اندھیرا گہرا ہوگیا ہے' موسم خراب ہے' سب کو جلدی ہے مگر کیا کیا جاسکتا ہے۔" نانا نے شانے اچکائے۔

"میں فون کرکے پتا کرتی ہوں کہیں تقریب شروع ہوکر ختم بھی نہ ہوگئی ہو اور ہم یہاں پہنچنے کی سعی ہی کرتے رہ جائیں۔" زائرہ ملک نے مسز تغلق کا نمبر ملایا۔

"جی مسز تغلق تقریب شروع تو نہیں ہوئی؟"

"نہیں زائرہ! ہم آپ کے بغیر تقریب کا آغاز کیسے کرسکتے ہیں؟ جب تک انائیا کے میکے سے کوئی نہ آجائے' ہم اسے مہندی نہیں لگاسکتے۔" سدرہ تغلق نے دوسری طرف سہولت سے بہانہ بنایا تھا۔

"اوہ! شکر خدا کا!" زائرہ ملک نے سکون کی ایک سانس لی تھی۔

"آپ لوگ کہاں ہیں؟ ابھی تک پہنچے کیوں نہیں؟" سدرہ تغلق نے تہذیب سے پوچھا۔

"ہم ابھی تک ٹریفک جام میں پھنسے ہوئے ہیں۔ سڑکوں پر پانی یوں جمع ہے جیسے سمندر کا بہاؤ اسی طرف آگیا ہے۔"

"اوہ! یہ تو ٹھیک نہیں۔ امید کرتی ہوں کہ آپ جلد اس صورت حال سے نکل کر یہاں تقریب میں پہنچتی ہیں۔" مسز تغلق نے کہا۔

"میں بھی یہی امید کررہی ہوں۔" زائرہ ملک نے کہا تھا پھر پوچھا۔ "یہ انائیا کہاں ہے؟ میں نے کئی بار اس کے سیل فون پر ٹرائی کیا مگر بات نہیں ہوسکی۔ اس کا سیل بند مل رہا ہے۔" زائرہ ملک نے کہا تو سدرہ تغلق کے لیے بات کو سنبھالنا مشکل ہوگیا۔

"وہ پارلر میں تھی نا! اس لیے سوئچڈ آف کردیا ہوگا۔"

"اوہ! اچھا مگر اب کہاں ہے وہ؟" زائرہ ملک نے پوچھا۔

"وہ ایشاع کے ساتھ ہے، مہمانوں کے ساتھ بیٹھی ہے۔ بس آپ کا انتظار ہے۔ آپ آجائیں تو تقریب کا آغاز کرتے ہیں۔" وہ سہولت سے کہہ رہی تھیں۔

"تو ٹھیک ہے پھر... ہم پہنچنے کی کوشش کررہے ہیں۔" زائرہ ملک نے کہہ کر سلسلہ منقطع کردیا۔

"یہ انابیتا لوگ بھی پہنچے کہ نہیں، کچھ معلوم نہیں چل رہا۔ اس بارش نے تو شہر کا حشر بُرا کردیا۔ بارش تو باہر کے ملکوں میں بھی ہوتی ہے اور اس سے کہیں زیادہ ہوتی ہے مگر وہاں کبھی ایسی صورت حال پیش نہیں آتی۔ ہمارے ملک کی انتظامیہ کا تو اللہ ہی حافظ ہے۔" زائرہ ملک نے ایک بار پھر اکتاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

...☆☆☆...

"تم ابھی تک تیار نہیں ہوئیں... انائیا کی مہندی میں نہیں جانا کیا؟" ممی نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا تھا۔ انابیتا بیگ جو سکون سے بیٹھی پروجیکٹ پر کام کررہی تھی مسکرا کر ماں کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

"بارش کا حال دیکھ رہی ہیں آپ؟ اس طوفانی بارش میں کسی تقریب میں شرکت کرنے کا تصور کرسکتی ہیں آپ؟" انابیتا نے کی بورڈ پر تیزی سے انگلیاں چلاتے ہوئے کہا۔

"کچھ بھی ہو، انائیا کی شادی کی تقریب ہے، جانا تو ہے ہی... چلو شاباش! اٹھو۔" مسز بیگ نے اسے اٹھایا۔

"ممی! بارش بند ہوئی ہے مگر سڑکوں کا حال جانتی ہیں آپ؟ پورا علاقہ سمندر کا سا منظر پیش کررہا ہے۔ایسے میں تغلق محل تک رسائی تو اگلے برس ہی ہوگی۔" انابیتا بیگ نے کہا۔

"تم بھی نا! بہانے ایک سو ایک ہیں تمہارے پاس۔" امی نے ڈپٹا تھا۔"میں تیار ہونے جارہی ہوں' تم بھی اٹھو اور تیار ہوجاؤ۔شاباش!" ممی نے اسے پیار سے پچکارا۔

"اتنے خراب موسم میں ہم اکیلے جائیں گے؟" انابیتا بولی۔

"ہم اکیلے ہیں... تم اور میں؟" ممی نے پلٹ کر اسے حیرت سے دیکھا۔

"مانتی ہوں دو اکیلے نہیں ہوتے ممی! مگر اگر گاڑی خراب ہوگئی تو...؟"

"نہیں ہوگی۔اتنا پانی نہیں کہ گاڑی ڈوب جائے۔"

"آپ نے عدن بھائی کو فون کیا؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ہاں! تھوڑی دیر پہلے کیا تھا وہ ٹریفک جام میں پھنسا ہوا ہے۔"

"اوہ! یہ تو ٹھیک نہیں۔ایسی صورت حال میں ہم کیسے وہاں پہنچیں گے؟ رکیں' میں انائیا کو فون کرتی ہوں۔اس کے شوہر بڑے رئیس ہیں' ایک عدد ہیلی کاپٹر تو ضرور ہوگا ان کے پاس۔کہتی ہوں آکر ہمیں لے جائیں۔" وہ مسکرائی۔

"میں تمہارے ڈیڈ کو چائے دینے کے بعد تیار ہونے جارہی ہوں' اب مزید بہانے بنانے کی بجائے تم بھی اٹھ کر تیار ہوجاؤ اور سنو! کوئی ڈھنگ کا لباس پہننا۔یہ پارسا کہاں ہے؟"

"وہ تو ڈیڈی کے اسٹڈی روم میں ہے۔اپنے پروجیکٹ پر کام کررہی ہے۔" انابیتا بیگ نے بتایا۔

"چلو ٹھیک ہے' تم اٹھ جاؤ۔اب یہ لیپ ٹاپ بند کرو اور باقی کام بعد میں کرلینا۔" ممی کہہ کر چلتے ہوئے کمرے سے نکل گئی تھیں۔اب انابیتا کے پاس کوئی راستہ نہیں تھا' اس نے لیپ ٹاپ بند کیا اور اٹھنے ہی والی تھی جب سیل فون بجا۔ایک جانا پہچانا نمبر دیکھ کر وہ فون اٹھائے بنا نہیں رہ سکی تھی۔

"ہیلو!" دوسری طرف سے کہا گیا تھا۔

"بولو!" وہ گویا ہَوا کے گھوڑے پر سوار بولی تھی۔ سرد مہری کی حد تھی۔

دوسری طرف موجود دامیان سوری نے کسی حیرت کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔

"مجھے لگا آج کی دھواں دھار طوفانی بارش کے ساتھ تمہارا کڑا مزاج بھی شاید بہہ گیا ہوگا مگر تمہاری سرد مہری جوں کی توں ہے۔" وہ لگی پٹی رکھے بغیر بولا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکی تھی۔ "کہنا کیا چاہتے ہو تم؟"

"یہی کہ تم کس پر گئی ہو؟ ممی اتنی مٹھاس بھری باتیں کرتی ہیں۔ ڈیڈی اور عدن بھائی بھی خوش اخلاق ہیں مگر تم کس پر گئی ہو؟" وہ مسکرارہا تھا۔

"اُف!" اسے اکتاہٹ ہوئی۔ "تم نے یہی کہنے کے لیے فون کیا تھا؟" انابیتا بیگ نے پوچھا۔

"نہیں کہنا تو مجھے کچھ اور بھی تھا۔ تمہیں اتنی جلدی کیوں ہے؟ تمہارے ان منگیتر صاحب کا فون آنا ہے کیا؟" دامیان سوری نے پوچھا تھا۔

"تمہیں جلن ہوتی ہے؟" وہ تنک کر بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"جلن! اور مجھے؟ یہ تو تمہارا مشغلہ ہے نا! میں ایسی ٹینشن نہیں پالتا اور پھر میرے پاس للی ہے، میں خالی ہاتھ نہیں ہوں جو مجھے تمہارے اس مسٹر منگیتر سے کوئی حسد ہو اور وہ بھی تمہارے لیے...؟ ہر گز نہیں" وہ بہت بے پروائی سے کہہ رہا تھا۔

"تم میں ایسی کوئی بات نہیں جو مجھے متاثر کرسکے۔ سوکھے سیب جیسے گال، بٹن جیسی آنکھیں، چھوٹی چیری سی ناک، جو ہمیشہ غصے سے لال رہتی ہے۔ تناسب ہونے کے بعد ایک سڑا ہوا مزاج۔ کوئی تمہاری طرف اس سب کے بعد بھی اگر متاثر ہوگا تو کوئی پاگل ہی ہوگا اور میں عقل رکھتا ہوں۔ میرا دل میرے ساتھ ہے اتنا عقل سے پیدل بھی نہیں ہوں۔ یوں بھی میں دماغ کی مان کر چلتا ہوں۔" وہ اپنی خصوصیات بیان کررہا تھا۔

"اوہ، زبردست!" اس کے اتنا کہنے کے باوجود اسے غصہ نہیں آیا تھا یا وہ صرف نارمل رہ کر اس کا مقابلہ کرنا چاہتی تھی۔

"تو کب ملوا رہی ہو مسٹر منگیتر سے...؟ ویسے اس کو تم میں کیا بات اچھی لگی جب کہ تم میں ایسی کوئی بات ہے ہی نہیں۔ کوئی پاگل ہے کیا؟"

"ہاں پاگل ہی ہے تبھی تو میرے گن گاتا ہے۔تم اپنی توانائی ضائع مت کرو۔ ایک بات سنو، اس وقت کہاں ہو تم؟"

"کیوں مسٹر منگیتر بھاگ گئے ہیں... کہیں تم نے انہیں پکڑ کر واپس لانے کی ڈیوٹی تو میرے سر نہیں لگارہیں؟" دامیان بولا۔

"نہیں، فی الحال اس کی نوبت نہیں آئی، میں جانتی ہوں تم سے زیادہ میرا کوئی خیر خواہ نہیں سو ایسی کوئی نوبت آئی تو مدد کے لیے پہلی آواز تمہیں ہی دوں گی۔" وہ پورے سکون سے کہہ رہی تھی۔

"کیا بات ہے، آج غصہ نہیں آرہا؟" جس طرح وہ پُرسکون رہنے کا مظاہرہ کررہی تھی اس پر دامیان کو حیرت ہورہی تھی۔

"میں نے اپنی کزن کی مہندی کی تقریب میں جانا ہے۔میں نے تو امی سے کہا ہے کہ سڑکیں پانی سے بھری ہیں، ٹریفک جام ہے مگر ممی نہیں سُن رہیں۔اگر فارغ ہو تو آجاؤ۔ڈرائیونگ تو میں کرسکتی ہوں اگر گاڑی خراب ہوگئی تو... اور یوں بھی اس صورت حال میں اس طرح تنہا جانا بُرا لگتا ہے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

رات گہری ہوچکی ہے اور موسم بھی ٹھیک نہیں۔" وہ بنا کوئی تمہید باندھے بولی تھی۔

"اوہ! تو اس کے لیے تمہارے مسٹر منگیتر کس دن کام آئیں گے؟ انہیں فون کرو۔" وہ فوراً بولا۔

"اوہ! ٹھیک ہے شکریہ تمہارا۔" صاف لگا تھا وہ بُرا مان گئی تھی۔دامیان سوری کو جیسے ترس آگیا۔

"اچھا بتاؤ کتنی دیر میں آؤں؟"

"رہنے دو۔" وہ خفگی سے بولی۔

"رہنے دو۔" دامیان نے اسی کے انداز میں اس کی نقل اتاری تھی، پھر بولا۔

"کتنی دیر میں تیار ہوجاؤ گی تم؟ میں ایک دوست کی طرف ہوں، قریب ہی ہوں تمہارے گھر سے، زیادہ دور نہیں ہوں سو تیاری میں زیادہ دیر مت لگانا، یوں بھی تمہیں زیادہ فرق پڑنے والا تو ہے نہیں، جتنا بھی کرلو، صورت تو وہی رہے گی نا۔"

"دامیان...!" وہ سرد لہجے میں ڈپٹتی ہوئی بولی تو وہ مسکرادیا۔

"تمہاری سمجھ نہیں آتی انار کلی! لڑکی کم اور الجبرا زیادہ لگتی ہو۔ہم میں وہ پہلی سی دوستی نہیں رہی، نا سہی، مگر ایک مروت کا رشتہ تو رہنے دو۔یوں بھی اب تو تم انگیجڈ ہو، اگر تمہیں کوئی قلق بھی تھا کہ میں تمہیں نظر انداز کررہا ہوں تو اس قلق نہیں رہنا چاہیے۔تم للی سے بہتر نہیں ہو مگر اتنی بری بھی نہیں ہو تبھی تو کسی کے ساتھ ہو... ہے ناں!" وہ دوسری طرف چھیڑ رہا تھا۔انابیتا بیگ اس کے لبوں کی مسکراہٹ دیکھ نہیں سکتی تھی تبھی کھٹاک سے فون بند کردیا۔

...☆☆☆...

انائیا ملک کی سسکیاں کمرے میں کتنی دیر تک ابھرتی رہی تھیں۔

"وہ جو ہمیشہ سے اسے حاصل کرنا چاہتا تھا اور صرف اسی کوشش میں اس کے قریب آیا تھا کہ وہ اسے پانا چاہتا تھا۔وہ ان ڈی سنٹ پروپوزل جو اسے دیا تھا، وہ بھی اسی پانے کی لگن کی ایک کوشش تھی اور پھر جس طرح شادی کی وہ بھی اس کا ایک حصہ تھی مگر یوں زبردستی وہ اسے ایک دن حاصل کرے گا۔" وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کیا یہ واقعی اسے صرف ایک "سزا" یا "سبق" دینے کی کوشش تھی؟

اسے صرف یہ سمجھانے کی کہ وہ اسے اتنا آسان مت سمجھے اور یہ مت بھولے کہ اس کے اختیارات کتنے ہیں اور وہ کس قدر رسائی رکھتا ہے؟

کیا جتانا چاہتا وہ؟

اس کے چہرے کی کوئی کیفیت انائیا ملک نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھ سکی تھی۔اس کی آنکھیں آنسوؤں سے دھندلا رہی تھیں۔چہرہ بھیگ رہا تھا۔

"تم دنیا کے انتہائی بُرے انسان ہو۔" اس نے کشن اٹھا کر اس کی سمت اچھالا تھا مگر وہ ایک طرف ہو کر اپنا بچاؤ کر گیا تھا۔میری کمزوری کو اپنی طاقت بنایا ہے۔انتہائی سطحی آدمی ہو تم۔" وہ چیخنا چاہتی تھی مگر حلق سے آواز ہی برآمد نہیں ہوئی تھی۔وہ سنی ان سنی کرتا رہا تھا۔جیسے اسے اس سے کوئی سروکار نہ ہو۔اس کی نگاہ اس کی بھیگی آنکھوں پر تھی نا اس کے چہرے پر نا اس کی آواز پر۔ایسا لگتا تھا جیسے اس نے کان بند کرلیے ہیں۔اسے کوئی اہمیت دینے پر آمادہ نہ تھا۔

"ڈرامہ آدمی ہو تم۔تمہارے قول او رفعل میں تضاد ہے۔اچھا ہونے کا ناٹک کرتے ہو۔طاقت سے کوئی بھی کسی لڑکی کو حاصل کرسکتا ہے؟ کیا معرکہ مارا تم نے اگر ایسا سطحی کام کیا تو... کہاں کے توپ مرد ہو تم... کہاں کی بہادری ہے یہ؟ ایک بیمار ذہن کی تسکین ہے یہ صرف... کوئی بہادری نہیں ہے... کوئی میدان نہیں مارا تم نے معارج تغلق!" وہ سارا غبار دھو دینا چاہتی تھی۔

وہ اطمینان سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"میں نے کوئی ڈاکہ نہیں ڈالا نہ ہی کوئی نقب لگائی ہے۔یہ سطحی عورتوں کی طرح واویلا کرنا بند کرو۔ہم ایک شرعی رشتے میں ہیں۔مزید کسی ڈرامے بازی کی ضرورت نہیں ہے۔یہ واویلا بند کرو اور ہاں باہر سب ہمارا انتظار کررہے ہیں۔" وہ جھک کر اس کے گال تھپتھپاتا ہوا یوں بولا تھا جیسے کسی بچے کو پچکار رہا ہو۔

انائیا ملک نے اس کی سمت یوں دیکھا تھا جیسے اسے اپنی نگاہوں سے قتل کر ڈالے گا۔ایک جھٹکے سے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"پاگل آدمی ہو تم... ذہنی طور پر پسماندہ انسان! نہیں رہنا مجھے تمہارے ساتھ..." وہ چیخنا چاہتی تھی۔مگر حلق ایسے خشک تھا کہ جیسے حلق میں کانٹے اُگے ہوئے ہوں۔آواز شاید معارج تغلق کی سماعتوں تک بھی نہیں پہنچی تھی۔

"ہوس پرست آدمی ہو تم۔صرف اپنی تسکین کی راہ نکالی ہے میں نا اس شادی کو مانتی ہوں نا تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔" وہ آنکھیں رگڑتی ہوئی بولی۔وہ اطمینان سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"جانتا ہوں۔تم میرے ساتھ تو رہنا نہیں چاہتیں تبھی اپنی شادی کی تقریب کی پروا کیے بغیر تم اس کلاؤن کے ساتھ بھاگ رہی تھیں۔میں نے تمہیں رنگے ہاتھوں پکڑا ہے۔" اس کا انداز اب جیسے پُرسکون تھا۔ایک گہرا سکوت... اس کی آواز اس کے اندر کی بھرپور غمازی کررہی تھی۔انائیا ملک کے اتنا بُرا بھلا کہنے پر بھی وہ کوئی خاص ردعمل ظاہر نہیں کررہا تھا۔

"میں بھاگ نہیں رہی تھی۔"وہ چیخی۔

"تم بھاگ نہیں رہی تھیں؟" وہ جتاتے ہوئے اس کی سمت دیکھنے لگا اور پھر اس کے قریب آیا تھا اور جھک کر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ "تمہارا چہرہ بہت خوب صورت ہے انائیا ملک! یہ آنکھیں بظاہر شفاف آئینوں سی ہیں مگر اس دلکشی سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔ یہ مت سمجھو کہ میں تمہیں حاصل کرنے کے لیے مرا جارہا تھا۔ تمہارا حصول میرے لیے کبھی مشکل رہا تھا۔ اگر میں وہاں بندوق کے زور پر جاکر تم سے نکاح کے پیپرز سائن کرواسکتا تھا تو تمہیں اٹھا کر اپنے قبضے میں بھی لے سکتا تھا۔ اگر تمہیں حاصل کرنا ہوتا تو پہلے ہی دن حاصل کرلیا ہوتا جب تمہیں وہ پروپوزل دیا تھا۔" وہ بہت سکون سے

اسے سنا رہا تھا۔ "تم دنیا کی واحد خوب صورت لڑکی نہیں ہو انائیا ملک! یہ دلکشی کچھ بھی نہیں ہے۔ میں نے اس سے کہیں زیادہ خوب صورت لڑکیاں دیکھی ہیں، اس سے زیادہ رعنائی دیکھی ہیں۔ میں تمہارا بیمار نا تھا نہ ہوں، نہ ہوں گا۔ مجھے عشق میں سدھ بدھ گنوانے والوں میں شمار مت کرنا۔ نا میں کمزور

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مردوں کی فہرست میں ہوں، میں ایک اصول پرست انسان ہوں۔ میں نے تمہیں اپنی بیوی ہونے کے باوجود کبھی نگاہ بھر کر دیکھا نا چھُوا۔ تم میں کچھ بھی خاص نہیں ہے انائیا ملک! تم پر اپنا حق جتا کر میں نے کسی طاقت کا مظاہرہ نہیں کیا، تم اس سلوک کی مستحق ہو اور یہ میرا قانونی و شرعی حق ہے۔ اگر تم بھاگ نہیں رہی تھیں تو بتاؤ، وہ تگ و دو کس لیے تھی... طوفانی موسم میں وہ بھاگم بھاگ کس لیے تھی... اور اسباب کیا تھے؟ میں وجہ جاننا چاہتا ہوں، تم بتاسکتی ہو؟" وہ اس کا چہرہ تھامتا ہوا بولا۔

"میں وجہ بتانے کی پابند نہیں ہوں۔" وہ اس کی آنکھوں میں پورے اعتماد سے دیکھتی ہوئی بولی۔

"تو یہ ثابت ہوا کہ تم بھاگ رہی تھیں۔ اگر میں نے ذرا سی بھی دیر کی ہوتی تو تم شہر سے یا پھر ملک سے باہر ہوتیں، ہے نا!" معارج تغلق کا لہجہ رسانیت سے بھرپور تھا۔

"ہاں بھاگ جاتی۔ بھاگ جانا چاہتی ہوں میں تم سے دور، نہیں رہنا چاہتی تمہارے ساتھ... دہرے کردار کے آدمی ہو تم... نہیں رہنا مجھے تمہارے

ساتھ... ایک پل کو بھی نہیں۔" وہ چیخی تھی۔معارج تغلق نے اسے بغور دیکھا۔

"تم سچ نہیں بول رہیں' مجھے جواب چاہیے۔" لہجہ قطعی تھا۔

"کس بات کا جواب؟ میں کسی جواب دہی کے لیے پابند نہیں۔" وہ اپنی خو میں بولی۔"تم سزا دے چکے ہو اور اپنا سطحیٔ ہونا ثابت کرچکے ہو۔اپنی لغت میں تم مجھے اپنے ساتھ باندھ چکے ہو مگر مجھے یہ قید قبول نہیں۔مجھے سانسیں لینے دو۔ گھٹن ہوتی ہے تمہارے ساتھ..." وہ آنکھوں کو رگڑتے ہوئے بولی۔

"اسی لیے تم رئیس لاکھانی سے ملنے گئی تھیں تاکہ طلاق کے معاملات طے کرسکو؟"

"ہاں تو پھر... کیا کرلو گے تم؟" وہ غصے سے پھنکارتی ہوئی بولی۔

"تم جانتی ہو میں کیا کرسکتا ہوں۔" وہ جتاتے ہوئے بولا۔

"اور کیا کرو گے تم... مزید طاقت کا استعمال کرو گے؟ تم اس حصول کو اپنی کامیابی سمجھتے ہو؟" وہ ہار ماننا نہیں چاہتی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"میں ہار جیت کو انتہائی موڑ تک لانے کے جتن نہیں کررہا فی الحال۔نا میں ہارا ہوا ہوں' نا میں کسی کو جیتنے دوں گا۔تم کہاں گئی تھیں' مجھے اس بات کا جواب چاہیے۔بات کو گول مول مت کرو' جو پوچھا ہے اس کا جواب دو۔تم کیوں بھاگ رہی تھیں؟ وہ دوڑ کس ضمن میں تھی؟"

وہ خاموش رہی تھی۔کوئی جواب نہیں دیا تھا۔اس کی آنکھیں سرخ تھیں اور پپوٹے سوجے ہوئے تھے۔

"تمہاری چپ بہت سے بھید رکھتی ہے انائیا ملک اور مجھے کسوٹی کھیلنے کا کوئی شوق نہیں۔"

"میں تمہاری قیدی نہیں ہوں' میں کہیں بھی جاسکتی ہوں اور اس کے لیے مجھے کسی کو وضاحت دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔" وہ قطعی لہجے میں بولی۔

معارج تغلق نے اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا کچھ پل خاموشی میں گزرے تھے' پھر اس خاموشی کو معارج تغلق کی بھاری آواز نے توڑا تھا۔

"تم شفاف نہیں ہو انائیا ملک!ایک کھوٹ ہے تمہارے اندر... یہ خاموشی صاف کہتی ہے تم اسے میری طاقت سمجھو یا کمزوری مگر میں دہرا پن

برداشت نہیں کرسکتا۔ تم کتنے ہی جتن کرو، تمہیں یہیں اس گھر میں رہنا ہے۔ اب اسے سزا سمجھو، کوئی قید سمجھو یا کچھ بھی... مجھے اس سے فرق نہیں پڑتا۔ میں تمہیں صرف ایک بات سمجھا دینا چاہتا ہوں، تم اس گھر سے کہیں نہیں جاسکتیں۔ تمہیں مسز معارج تغلق بن کر ہمیشہ یہاں رہنا ہے اور اب اس معاملے میں کوئی رعایت نہیں ہوگی۔ تم نے اپنی آزادی خود سلب کی ہے، میں یہاں سے بھاگنے کی ہر تمہاری کوشش ناکام بنادوں گا۔" وہ سرد لہجے میں جتارہا تھا۔

"کیوں رکھنا چاہتے ہو تم مجھے قیدی بناکر...؟ نہیں پیار کرتی میں تم سے... کوئی لگاؤ نہیں ہے مجھے تم سے... یہ رشتہ کوئی معنی نہیں رکھتا، میں اسے قبول نہیں کرتی، تم نے زبردستی کی تھی اور مزید زبردستی کررہے ہ

"کسی سے محبت کرتی ہو تم! لگاؤ کس سے ہے، اگر مجھ سے نہیں؟" اس کے لہجے میں کسی جلن نے اندر سر اٹھایا تھا، اک حسد تھا۔ وہ خاموش رہی تھی۔

"عدن بیگ؟" معارج تغلق نے اس کا چہرہ اوپر اٹھایا تا۔

"ہاں ہے عدن بیگ! کرتی ہوں اس سے محبت۔ کیا کرلو گے تم؟" وہ چیخی تھی۔ معارج تغلق نے اس کے لبوں پر انگلی رکھ دی۔

"شش! نئی نویلی دلہن اونچی آواز میں بات نہیں کرتی۔ تم اگر عدن سے محبت کرتی ہو تو مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا مگر میں تمہیں اس کے ساتھ بھاگنے اور جینے کا کوئی منصوبہ کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔ نکال کر باہر پھینک دوں گااس دل کو اور اس محبت کو اگر دوبارہ ایسا کہا یا اس گھونچو کا نام بھی لیا۔ چلو اٹھو اب تیار ہوجاؤ۔ نیچے مہمان ہمارے منتظر ہیں۔ میں ایشاع کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ تم کسی سے کچھ نہیں کہوگی۔ چپ چاپ تیار ہوجاؤ، وہاں سب معارج تغلق کی دلہن کا چہرہ دیکھنے کو ترسے جارہے ہیں، اب دیدار ہوجانا چاہیے، زیادہ انتظار ٹھیک نہیں ہوتا۔ چلو شاباش!" وہ س کا چہرہ تھپتھپا کر سیدھا ہوا اور باہر نکل گیا۔

انائیا ملک بند دروازے کو دیکھتے رہ گئی۔

اپنا آپ بہت ارزاں لگا تھا۔

وہ جیسے وہ نہ رہی تھی۔

معارج تغلق نے اسے پل بھر میں پستیوں میں دھکیل دیا تھا۔اسے اپنا آپ بہت معمولی لگ رہا تھا۔معارج تغلق نے کیسی سزا دی تھی اسے... سارا غرور پل میں خاک میں ملادیا تھا۔وہ اس کی کمزوری جانتا تھا۔پل میں وہ گھاؤ دیا کہ اس کا سر جھک گیا تھا۔خود اپنی نظروں میں وہ گر گئی تھی۔معارج تغلق اس کے معاملے میں وہ اتنا قطعی اور انتہا پسند کیوں تھا' وہ سمجھ نہیں پارہی تھی۔اسے سارا مان' ناز' خودی کا غرور' سب جاتا رہا تھا۔وار کڑا تھا اور قلق نا تمام! وہ اس ذلت کو بھول نہیں سکتی تھی۔کبھی بھی نہیں!

...☆☆☆...

پارسا نے تھکے ہوئے انداز میں سر میز پر رکھا تھا اور پل بھر کو آنکھیں میچی تھیں۔

"گلابو! میرا ارادہ تمہیں زک پہنچانے کا نہیں تھا' آئی ایم سوری اگر تمہیں میری وجہ سے تکلیف پہنچی ہو تو... دیکھو میں سرخ گلاب تمہارے لیے لایا ہوں۔" یلماز کمال کی آواز اس کے گرد گونجی تو اس نے جھٹ سے آنکھیں کھول دی تھیں اور اپنے اطراف کو خالی خالی نظروں سے بغور دیکھا تھا۔

دور تک خاموشی سی تھی۔فضا میں ایک سکوت تھا۔

تو یہ پھر کس شے کی بازگشت اس کے اندر تھی؟

"اٹھا کر باہر پھینک دو یہ گلاب... کیا کہا تھا تم نے؟ چڑیل! یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا اور میں اس کے لیے تمہیں معاف نہیں کروں گی؟" وہ غصے سے بولی تھی۔

"گلابو! اتنا غصہ صحت کے لیے اچھا نہیں ہوتا۔چلو شاباش غصہ کرنا بند کرو اور مسکرا کر میری طرف دیکھو۔میں تمہارا ٹیچر ہوں نا! اچھے بچے استادوں کی بات مانتے ہیں۔" اس نے بچوں کی طرح پچکارا تھا۔

"استاد؟ ہونہہ! تم انتہائی بُرے ہو اور میں تم سے مزید ٹیوشن لینا نہیں چاہتی۔میں سلو بھائی سے کہہ دوں گی کہ میرے لیے کسی اور ٹیوٹر کا بندوبست کریں'

نہیں پڑھنا تم جیسے جنگلی سے...!" وہ غصے سے بولی تھی مگر یلماز کمال کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا تھا۔

"دیکھو گلابو! کوئی اپنی غلطی پر شرمندہ ہو تو ایسے غصہ نہیں کرتے۔ ہو گئی نا غلطی...! میں مذاق کررہا تھا' اب بھی دوستی کا ہاتھ بڑھا رہا ہوں۔" یلماز کمال نے باقاعدہ دوستی کا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا تھا۔"تم اچھی ہو گلابو! مگر یہ غصہ جو ہر وقت ناک پر دھرا رہتا ہے ٹھیک نہیں۔ مسکرایا کرو' ہنسا بولا کرو۔ تمہاری عمر کی لڑکیاں ایسے جھمیلوں میں نہیں پڑتیں' تمہیں خوامخواہ کی ٹینشن رہتی ہے۔" وہ سمجھاتا ہوا بولا تھا۔

"تم ضرورت سے زیادہ ناصح بننے کی کوشش مت کیا کرو۔ مجھے تمہارا بلاوجہ ذاتیات میں مداخلت کرنا اور میرے قریب آنا پسند نہیں اور میری عمر کی لڑکیوں کو کیا کرنا چاہیے' یہ بات مجھے خوب معلوم ہے' مجھے تمہارے مشورہ کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ جتاتے ہوئے بولی تھی۔

"تم مجھے کیا سمجھتی ہو گلابو! کھاجاؤں گا تمہیں...؟ اُف خدایا! کتنا گھٹیا دماغ ہے تمہارا... پکی دیہاتی ہو' پینڈو! ایک لڑکے کا لڑکی سے بات کرنے کا مقصد

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

صرف ایک ہی نہیں ہوتا۔ وہاں شہر میں تو یہ عام بات ہے' کوئی اس کا نوٹس بھی نہیں لیتا۔ لڑکیاں اتنی بے مول بھی نہیں ہوتیں۔ تم اتنی محتاط ہو' اچھی بات ہے مگر یہ محتاط رویہ تمہارے اندر کے اعتماد کو ختم کررہا ہے۔ تمہاری شخصیت بگڑ رہی ہے۔ اس طرح تو تم اپنے قریب والے ہر انسان سے خوف محسوس کروگی۔ یہ ٹھیک نہیں ہے۔" وہ افسوس کرتا ہوا بولا تھا۔

وہ چہرہ پھیر کر دوسری طرف دیکھنے لگی تھی۔

"تمہیں اس بات کی پروا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھ میں کافی خود اعتمادی ہے اور میں اس سے آرام سے دنیا کا سامنا کرسکتی ہوں۔ اس میں مجھے کوئی پریشانی نہیں تو تمہیں کیوں...؟" وہ لاتعلقی انداز میں بولی تھی۔ وہ مسکرادیا تھا۔

"یہ اچھی بات نہیں ہے گلابو! دیکھو تم نے میرا دوستی کا ہاتھ بھی نظر انداز کردیا۔ کافی جنگلی ہو۔" وہ چھیڑ رہا تھا۔ وہ غصے سے گھورنے لگی تھی۔ یلماز کمال نے مسکراتے ہوئے سرخ گلابوں کا بوکے اس کے سامنے کردیا تھا۔

"دیکھو کتنے پیار سے تمہارے لیے خود باغ سے توڑ کر لایا ہوں۔یقین نہ آئے تو خود دیکھ لو۔سوچا تھا کہ تمہارا غصہ شاید کچھ کم ہوجائے گا مگر تم بہت غصہ کرتی ہو' سوچتا ہوں اگر تم جیسی لڑکی مستقبل میں میری زندگی میں آگئی تو گزارا کیسے ہوگا؟"

پارسا چوہدری نے دیکھا تھا' اس کی کلائیوں سے جگہ جگہ سے خون رس رہا تھا' سفید ٹی شرٹ پر بھی کہیں کہیں خون کے دھبّے تھے۔وہ اس کے لیے خود باغ سے گلاب چُن کر لایا تھا۔

پارسا چوہدری کو اتنا تلخ ہونا ایک پل کو اچھا نہیں لگا تھا۔وہ اس بندے سے بہت زیادہ سختی سے پیش آرہی تھی' غالباً یہ مناسب نہیں تھا۔حد بندیوں کا تعین وہ اپنی طرف سے کرسکتی تھی مگر خوامخواہ کسی سے

بیر رکھنا اور سختی سے پیش آنا' اسے ایک پل کو سوچ کر شرمندگی ہوئی تھی اور اس نے ہاتھ بڑھا کر بوکے تھام لیا تھا۔

"شکریہ!"

"اوہ' تو آپ میں تہذیب ہے تھوڑی بہت ؟" وہ مسکرایا تھا۔وہ گھورنے لگی۔

"گلابو! تمہارا بس چلے تو مجھے ان آنکھوں سے ہی قتل کردو۔کمال کرتی ہو یار! اگر میری جگہ ادھیڑ عمر کا ٹیوٹر ہوتا تو بھی تو تم اس سے پڑھتی نا! اور تم اتنا سطحیٔ کیوں سوچتی ہو کہ میں تم پر نظر رکھتا ہوں؟ یار! شہر میں لڑکے لڑکیاں ساتھ پڑھتے ہیں۔وہاں لوگ آزاد خیال ہیں۔بات کرنے کا مطلب نظر رکھنا نہیں ہوتا' ایک لڑکے اور لڑکی میں صرف ایک ہی رشتہ نہیں ہوتا' میں ایک اچھی فیملی سے ہوں۔اپنی حدود اور وقار کا پاس ہے مجھے۔میں اتنا جنگلی نہیں ہوں۔" وہ اس کا اعتماد بحال کرنے کی کوشش کررہا تھا شاید یا پھر اس کے بے وجہ کے گریز کو مٹانے کی ایک چھوٹی سی کوشش تھی۔

پارسا چوہدری نے اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا' وہ شخص اتنا بُرا نہیں تھا شاید اس کی طرف سے ہی گریز زیادہ تھا۔

"آئی ایم سوری تمہارے سر میں میری وجہ سے چوٹ آئی۔" وہ افسوس سے کہہ رہا تھا۔

"اور پاؤں میں موچ بھی آئی۔" وہ جتاتے ہوئے بولی۔

"اوہ!" اس کا اندازہ مجھے نہیں تھا۔کل شام گرنے کے بعد تم اتنی تیزی سے اٹھ کر اندر کی طرف بڑھ گئی تھیں۔مجھے نہیں پتا تھا' تمہیں اتنی ساری چوٹیں میری وجہ سے لگی ہیں۔" انداز میں افسوس تھا' وہ شرمندہ دکھائی دیا تھا۔"چلو کل شام ٹیوشن کے بعد میں تمہیں باغ کی سیر کرواؤں گا۔اس سے موڈ پر اچھا اثر پڑے گا اور چلنے پھرنے سے پاؤں کے مسلز بھی حرکت میں آجائیں گے۔" وہ بولا تھا۔

"نہیں،اس کی ضرورت نہیں۔" وہ فوراً بولی تھی تبھی اماں چائے لے کر جنتے کے ساتھ اوپر آئی تھیں۔یلماز احتراماً اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"اماں! معذرت چاہتا ہوں..." یلماز نے کہنے کے لیے منہ کھولا تھا' تبھی پارسا چوہدری فوراً بولی تھی۔

"اماں! آپ نے چائے کے ساتھ کچھ بنوایا کھانے کے لیے... مجھے بہت زور کی بھوک لگ رہی ہے۔" پارسا غالباً بتانا نہیں چاہتی تھی کہ چوٹ اس کے باعث لگی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ہاں ہاں پتر! بنایا ہے نا! تیرے پسند کی حلوہ پوری اور سموسے... جنتے! ٹرے آگے رکھ بچی کے..." اماں نے کہا تھا اور جنتے لوازمات پیش کرنے لگی تھی۔

"تم کھڑے کیوں ہو بیٹا! بیٹھو نا۔" اماں یلماز کمال سے مخاطب ہوئی تھیں۔
"تمہارے گھر سے فون آیا تھا' تم کہیں باہر تھے۔سو بات نہیں کروا سکی۔گھر کا ایک چکر لگالینا۔وہاں سب تمہیں یاد کررہے ہیں۔" اماں نے یلماز کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تھا۔"بیٹا! تم بہت محنت کررہے ہو پارسا پر... اب کہیں جاکر اس کا دماغ چلنا شروع ہوا ہے۔اس کے امتحانات میں ابھی دیر ہے' سو گھر کا ایک چکر لگالینا۔تم نے باہر کی کسی یونیورسٹی میں اپلائی کیا تھا؟ غالباً وہاں سے بھی کال موصول ہوئی ہے' اپنے گھر فون کرلینا۔"

"جی اماں! ضرور...!" یلماز سر جھکائے احتراماً کھڑا بول رہا تھا۔"میں چلتا ہوں۔" وہ بولا تھا۔

"ارے بیٹا! چائے پی کرجانا۔"

”نہیں اماں! مجھے ایک ضروری کام ہے۔ آپ لوگ انجوائے کریں۔ میں چلتا ہوں۔“ یلماز کمال کہتاہوا باہر نکل گیا تھا۔

اگلے دن ٹیوشن کے بعد وہ اسے باہر لے جانے کو تیار تھا۔

”اپنا ہاتھ دو گلابو!“ اس کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہوا وہ بولا تھا۔وہ چونکی تھی۔

”ارے بابا! ہاتھ تھام کر سہارا دینے کو کہہ رہا ہوں' ارادہ نیک ہے۔صرف ازالہ کررہا ہوں۔دراصل میں احساس جرم کا شکار ہوں۔جب مجھ سے کوئی نقصان ہوجاتا ہے تو مجھے اس کا بہت افسوس ہوتا ہے۔بے فکر رہو' کہیں بھگا کر نہیں لے جارہا۔میں نے سلو بھائی سے باقاعدہ اجازت لی ہے اور یوں بھی شادی تو مجھے کسی گوری میم سے کرنی ہے۔کسی گاؤں کی گوری میں اتنی اہلیت نہیں کہ مجھے متاثر کرسکے۔“ وہ مسکرایا تھا۔

پہلی بار پارسا چوہدری کے لبوں کو مسکراہٹ نے چُھوا تھا۔وہ چونکا تھا۔

”ارے! تم مسکرا رہی ہو گلابو! دیکھو میرے ایسا کہنے سے تمہیں ایک اطمینان ملا تبھی تمہارے لبوں پر ایک مسکراہٹ آگئی۔اسے اندر کا ایک اعتماد بحال ہونے کی کیفیت کہتے ہیں۔اس کا مطلب اب میں تمہیں اتنا خوف ناک محسوس

نہیں ہوتا یا تمہیں مجھ سے بلاوجہ کا اتنا خوف نہیں آرہا۔“ وہ اس کا ہاتھ سہولت سے تھام کر کھڑا کرتا ہوا بولا تھا۔

وہ بغور اس کی جانب تکنے لگی تھی

محبت کیسی ہوتی ہوگی؟

میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا

کسی کی آنکھوں میں جاگنا

یا بے تکان بولنا

یا پھر خاموشی میں چلتے رہنا محبت ہے؟

میں نے محبت کو نیکی کی چھتری اوڑھے

دور کھڑا دیکھا ہے

مگر اس کا فاصلہ میرے وجود سے بہت دور ہے

اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر میں نے کبھی نہیں دیکھا

مجھے ڈر لگتا ہے

جانے کیوں میں محبت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے کا تصور نہیں کرپاتی

پھر چاہے وہ دور گلابی چھتری اوڑھے کھڑی ہو

یا نیلی!

مجھے نیلے سمندروں میں تیرنے کا تجربہ نہیں

سو محبت مجھے اجنبی لگتی ہے

میں نے محبت کو کبھی نہیں دیکھا

مجھے ڈر لگتا ہے!

اس کے اندر کوئی مدھم لہجے میں کہہ رہا تھا۔ایسا ایک احساس اس کے اندر کیوں اٹھاتھا' وہ خود جان نہیں پائی تھی۔اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھنے کے احساس کو وہ کوئی نام نہیں دے پائی تھی اور باغ میں اسے سہارا دے کر ساتھ چلتے ہوئے اِدھر اُدھر کی اس کی غیر اہم باتیں سنتے ہوئے وہ کچھ بھی نہیں کہہ سکی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تھی۔سارا وجود کسی نامعلوم احساس کے زیر اثر تھا۔اسے کچھ سنائی دے رہا تھا نا دکھائی۔وہ بس خالی خالی نظروں سے اپنے ساتھ چلتے بندے کو دیکھ رہی تھی۔

ایک پل میں کیا ہوا تھا؟

وقت نے کیسا اسم پھونکا تھا؟

ساری درشتگی ریت کی دیوار ثابت ہوئی تھی۔

اچانک تیز بارش ہونے لگی تھی' اسے اس کا اندازہ بھی نہیں ہوا تھا۔

وہ بھیگ رہی تھی۔

"گلابو! کہاں کھوئی ہوئی ہو تم...؟ بارش شروع ہو گئی ہے' مجھے تمہیں اندر لے جانا ہے۔یہ نا ہو تم بیمار پڑجاؤ اور پھر ایک نیا احساس ندامت مجھے گھیرے کہ میری وجہ سے ایسا ہوا۔" یلماز کمال اس کا خیال کرکے کہہ رہا تھا۔تب اس نے اپنے حواسوں کو پل میں جگاتے ہوئے سر اٹھا کر دیکھا تھا۔ اس کا چہرہ برستی بوندوں سے تربتر تھا۔اس سے پہلے اسے بارش اتنی خوب صورت نہیں لگی تھی' یہ کوئی نیا احساس تھا۔بارش اس سے پہلے اتنی خوب

صورت نہیں تھی۔ایک پل میں اسے منظر نیا نیا لگا تھا۔اس کا زاویۂ نظر تھا یا واقعی کوئی احساس... پل کے پل میں سب کچھ بدل رہا تھا۔

"تم اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہورہی گلابو! یہ ٹھیک نہیں۔تم بھیگ کر بیمار پڑ گئیں تو اچھا نہیں ہوگا۔تمہارے سر کا زخم بھی ابھی ٹھیک نہیں۔بارش کا پانی فی الحال بھیگنے کے لیے مناسب نہیں۔" وہ اس کا خیال کرکے محتاط انداز میں کہہ رہا تھا۔مگر وہ اس کی سمت خالی خالی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

محبت کیسی ہوتی ہوگی؟

اس کی آنکھوں سی گہرائی

اس کے لب و لہجے سے شریں

اس کی بے تکی باتوں کو سننا اور دیر تک چلنا

محبت ہے؟

خیالوں ہی خیالوں میں

کچے پکے رنگوں کے خواب بُن لینا

محبت ہے؟

مجھے بارشوں سے پوچھنا ہے

محبت کیسی ہوتی ہے؟

تمہارے خیال کے جیسی؟

محبت کیسی ہوتی ہے؟

اندر کوئی سرگوشیاں کررہا تھا۔

"مجھے بارش میں بھیگنا بُرا نہیں لگتا۔" پارسا چوہدری نے اس کی سمت سے نگاہ ہٹا کر ہاتھ کی روک میں پانی لیتے ہوئے کہا تھا۔"مجھے بارش اچھی لگتی ہے۔" وہ جیسے کوئی سرگوشی کررہی تھی یا پھر خود کلامی تھی کوئی۔

"تم اچھا نہیں کررہیں گلابو! میں تمہیں سیر کرانے کی غرض سے یہاں لایا تھا۔"

"تو ٹھیک ہے، تم اندر چلے جاؤ۔میں اماں سے کہہ دوں گی کہ میں اپنی مرضی سے بھیگی ہوں۔" وہ اس کی طرف سے گریز کرتی ہوئی بولی تھی۔

"میں تمہیں اس طرح یہاں اکیلا نہیں چھوڑ سکتا۔وہ بھی اس حالت میں جب تمہارے پاؤں میں موچ ہے اور سر پر چوٹ لگی ہے۔تمہاری بینڈج گیلی ہو گئی ہے گلابو! تم پاگل ہو گئی ہو؟" وہ سنی ان سنی کرتی ہوئی آگے بڑھی تھی جب یلماز کمال نے اس کی کلائی تھام کر ایک جھٹکے سے اپنی طرف کھینچ لیا تھا، وہ اس کے لیے تیار نہیں تھی تبھی اس کی طرف کھنچتی چلی آئی تھی۔سر اس کے سینے سے ٹکرایا تھا اور وہ کتنے ہی پل حواس بحال نہ کرسکی تھی پھر سر اٹھا کر اس کی سمت دیکھا تھا۔تو ایک طرف اس کے دل کی دھڑکنوں کا شور اس کے کانوں کو پھاڑ رہا تھا تو دوسری طرف اس کی نظریں جو اس کے چہرے پر گڑی تھیں، اسے شرمندگی میں مبتلا کر رہی تھیں۔

کتنے پل خاموشی میں گزرے تھے۔اس پل میں کچھ تو تھا کہ یلماز کمال بھی کچھ لمحوں تک کچھ کہہ نہ پایا تھا۔وہ یک دم دور ہٹی تھی اور خجل سی ہو کر اس

کی سمت سے نگاہ چرا گئی تھی۔یلماز کمال بھی خجل ہو کر رہ گیا تھا۔وہ جہاں رخ پھیر کر کھڑی ہوئی تھی، وہیں یلماز کمال بھی وہاں سے دور جانے لگا تھا۔ وہ یونہی کھڑی ترچھی نظروں سے اس منظر کو دیکھ رہی تھی۔

برستی بارشوں میں کیسی کتھائیں ہیں
بوندوں میں نغمگی ہے یا کوئی کہانی ہے
محبت ہے اس کا نام جس کی دنیا دیوانی ہے؟
محبت کیسی ہوتی ہے؟
برستی بارشوں جیسی؟
خاموشیوں میں بولتی یا پھر اک فسوں جیسی؟
محبت کیسی ہوتی ہے؟
محبت ایسی ہوتی ہے؟

وہ ساکت سی اس برستی بارش میں کھڑی اردگرد سے بے نیاز کھڑی تھی۔
دھڑکنوں کا شور اتنا تھا کہ آواز وہ خود سُن سکتی تھی۔
اس بارش کے شور کے باوجود...!

...☆☆☆...

مہندی کی تقریب اور باقی کی رسمیں کیسے اور کب ہوئی تھیں، سے کچھ خبر نہیں ہوئی تھی۔سارا احساس جیسے مر گیا تھا اور حواس کھوگئے تھے۔اسے اپنا آپ اندر سے یخ بستہ محسوس ہورہا تھا۔

کیا وہ زندہ تھی؟

اسے اپنے آپ سے پوچھنا کچھ عجیب لگ رہا تھا

سرخ جوڑے میں دلہن بنا اپنا وجود اسے بہت پرایا لگا تھا۔

یہ ہار سنگھار کس کے لیے...

کس کے لیے اتنی تگ و دو کی گئی تھی؟

کس کے لیے یہ پور پور سجایا گیا تھااس بے قدرے کے لیے جو اسے پیروں تلے روند گیا تھا؟

جس نے اس کی روح کو اذیت دی تھی۔

کیوں وہ اس کے نام کا سرخ جوڑا پہن کر اتنے بناؤ سنگھار کرکے تیار ہوئی تھی۔

اندر جب کوئی احساس نہیں تھا تو وہ احتجاج کیوں نہیں کررہی تھی؟

ایشاع اس کے قریب اس کے کانوں میں سرگوشی کررہی تھی۔

”بھابی! بھائی کی خیر نہیں آج... آپ اتنی خوب صورت لگ رہی ہو کہ وہ ہوش گنوا بیٹھیں گے۔“ اس سرگوشی نے اس کے چہرے پر کوئی رنگ نہیں بکھیرا تھا۔نا اس کی آنکھوں میں جگنو چمکے تھے نا کوئی احساس اندر کہیں جاگا تھا۔

یہ کس دوراہے پر کھڑا کردیا تھا اسے زندگی نے؟

وہ اپنے آپ کو تمام حواسوں کے ساتھ بیدار کرنے کے جتن میں ہاری جارہی تھی۔

گو کہ زندگی کہ ایک اہم موڑ پر کھڑی تھی، جہاں لڑکیوں کے پاس کئی خواب ہوتے ہیں۔

آنکھوں میں کئی رنگ ہوتے ہیں

دھڑکنوں میں شور ہوتا ہے

اس کے ساتھ تو ایسا کچھ نہیں تھا۔

نہ آنکھوں میں خواب...!

اندر سارے وجود میں بس ایک یخ بستہ سا احساس تھا جو اسے بتا رہا تھا کہ وہ زندگی میں باقی نہیں رہی۔صرف سانس بھرنے کا نام زندگی نہیں ہے شاید!

وہ اپنی زندگی کے رنگوں سے خالی تھی۔احساسات سے خالی تھی۔

اور اس کا ذمے دار وہ شخص تھا... جو اس کی سوچ سے زیادہ پست تھا۔

وہ ایسا کر گزرے گا' اتنا گر جائے گا' ایسا اس نے خواب و خیال میں بھی نہیں سوچا تھا۔

ایشاع اور انابیتا اسے معارج تغلق کے اس سجے سجائے کمرے میں چھوڑ گئی تھیں جہاں پورے ماحول کو پھولوں سے سجایا گیا تھا۔کمرے میں مہکی مہکی خوش بُو رچی بسی تھی۔انائیا ملک کو اس سارے ماحول میں خود اپنا آپ بہت غیر ضروری لگا تھا۔شاید وہ اس ماحول کے لیے نہیں تھی۔یہ دنیا اس کے لیے نہیں تھی۔

اس کے اندر کوئی جذبہ نہیں تھا نا کوئی احساس!

معارج تغلق اندر داخل ہوا اور وہیں کھڑے ہو کر اس کی سمت دیکھا تھا۔وہ نا تو روایتی دلہن کی طرح سر جھکا کر بیٹھی تھی نا چہرے پر گھونگھٹ تھا نا اس کی دھڑکنوں میں شور تھا۔

وہ اس کے قریب آیا تو اس نے خوف سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

معارج تغلق اسے بغور تکتا رہا تھا پھر جیسے اسے اس پر ترس آ گیا تھا۔وہ اس سے خوف زدہ تھی۔اس کی نظروں میں دیکھتے ہوئے وہ جان سکتا تھا۔

تھی تو وہ ایک لڑکی!

کتنی بھی کوشش کرتی' بہادر نظر آنے کی یا تن کر کھڑی رہنے کی... تھی تو وہی عام سی نازک سی لڑکی!

اسے ایک پل کو کسی احساسِ ندامت نے گھیرا تھا۔شاید جو اقدام اس سے سرزد ہوا تھا' وہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔وہ خوف سے اس کی سمت دیکھ رہی تھی جب اس نے بہت نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما تھا۔

”مجھ سے ڈرو مت‘ تمہاری نظروں میں یہ خوف اچھا نہیں لگتا۔میں ایک بھرپور اعتماد لڑکی تم میں دیکھتا آیا ہوں‘ یہ خوف زدہ انائیا ملک کچھ پرائی سی لگ رہی ہے۔“ وہ نرمی سے کہہ رہا تھا۔

کتنے روپ اور کتنے چہرے تھے اس کے...

کیا وہ اپنے کیے پر شرمندہ تھا؟

وہ اس کی جانب سر اٹھائے دیکھتی عجیب حیرتوں کا شکار تھی۔

”میں بُرا آدمی نہیں ہوں‘ نا ہی سطحیَ مرد۔مجھے جواب کی ضرورت تھی مگر تم خاموش تھیں۔تمہاری خاموشی مجھے گھل رہی تھی‘ میں نے زندگی میں کبھی اتنا غصہ اپنے اندر محسوس نہیں کیا۔“

وہ کوئی وضاحت دے کر اپنے آپ کو صاف بچانا چاہتا تھا یا کوئی احساس جرم اس کے اندر سر اٹھارہا تھا؟

وہ ساکت سی اس کی سمت دیکھ رہی تھی۔روایتی دلہنوں کی طرح اسے کوئی جملہ ستائش کا نہیں ملا تھا نا اس کے کان کے قریب کوئی مدھم سرگوشی ہوئی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

معارج تغلق نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے کسی گڑیا کی طرح کھڑا کردیا تھا۔

”آج کی رات مجھے تمہیں ایک خاص بات بتانا ہے‘ اس کے لیے تمہیں میرے ساتھ چلنا ہوگا۔چلو!“

اب کیا اسرار باقی تھا؟

کس بھید سے پردہ چاک کرنے جارہا تھا وہ؟

انائیا ملک اس کی سمت حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

”کہاں جانا ہے؟“ وہ صرف اس قدر پوچھ پائی تھی۔

”آج سوال مت پوچھو۔تمہیں سرپرائز دینا اچھا لگتا ہے مجھے... تمہاری نظروں میں حیرت کے اس احساس سے عشق ہے مجھے‘ سو زیادہ سوال مت پوچھو۔ میرے ساتھ چلو۔“ وہ اس کا ہاتھ تھام کر چلنے لگا تھا۔

وہ کسی بے جان وجود کی طرح اس کے ساتھ کھنچتی جارہی تھی۔

کہاں لے جارہا تھا وہ اسے... وہ نہیں جانتی تھی۔

...☆☆☆...

انائیا ملک کے سارے حواس منجمد ہونے کو تھے۔سارا اندر جیسے سرد ہورہا تھا اور اس میں ایک قدم چلنے کی بھی سکت نہیں تھی مگر اس میں احتجاج کرنے کی بھی تو ہمت نہیں تھی۔

وہ اس کے ساتھ کسی پتے کی طرح کھنچی جارہی تھی جب راہداری کے اختتام پر اس کی نگاہوں نے سدرہ تیمور تغلق کو دیکھا تھا۔

''کیا ہوا... دکھائی نہیں دیتا انائیا پہلے ہی تھکی ہوئی ہے۔اب ایسے میں تم اسے کہاں لے جارہے ہو؟ اور کیا یہ رات یوں گھومنے پھرنے کے لیے۔وہ بے چاری بچی صبح سے ایک لمحے کو بھی آرام نہیں کرسکی۔اسے کچھ آرام کرنے دو۔'' سدرہ تغلق نے بیٹے کا پیار سے چہرہ تھپتھپایا۔

''ممی! انائیا کا دل گھبرا رہا ہے تبھی تو باہر لے آیا۔میں نے سوچا تازہ ہَوا میں سانس لے گی تو اسے اچھا لگے گا۔'' معارج تغلق جھوٹ بولنے میں کتنا ماہر تھا' اس کا پتا اسے آج لگا تھا۔

وہ خالی خالی نظروں سے ماں بیٹے کی بحث و تکرار کو دیکھ رہی تھی۔

اس کا سر بُری طرح چکرا رہا تھا' دماغ ماؤف ہورہا تھا۔

اس کے اندر ہمتیں دم توڑ رہی تھیں جیسے... دل سینے میں بہت آہستہ دھڑک رہا تھا۔

''تم انائیا کو اندر لے کرجاؤ۔میں اس کے لیے تازہ جوس اور تمہارے لیے بادام والا گرم دودھ بھجواتی ہوں۔'' سدرہ تغلق کہہ کر پلٹنے کو تھی جب اس کی نظر انائیا پر گئی تبھی وہ لڑکھڑائی تھی اور سدرہ نے بیٹے کو خبردار کیا۔

''معارج بیٹا! سنبھالو انائیا کو...!'' معارج تغلق نے ماں کے سامنے ''بہترین شوہر'' ہونے کی بھرپور ایکٹنگ کی' اسے سنبھالا مگر وہ اس کی بانہوں میں جھول گئی۔

اس کا وجود سرد ہورہا تھا۔معارج تغلق نے اس کا چہرہ تھپتھپایا۔

''انائیا!'' مگر انائیا نے آنکھیں نہیں کھولیں۔

''تم اسے کمرے میں لے کر جاؤ۔میں ڈاکٹر کو فون کرتی ہوں۔'' سدرہ تغلق نے کہا اور تیزی سے موبائل پر ڈاکٹر کانمبر ملا کر مطلع کیا۔

معارج تغلق اپنی نئی نویلی دلہن کو بازوؤں میں اٹھا کر اپنے کمرے کی جانب بڑھنے لگا۔

انائیا ملک خود سے بیگانہ سی اس کے مضبوط بازوؤں میں جھول رہی تھی۔اسے اس لمحے خبر نہیں تھی کہ وہ معارج تغلق کے کتنے قریب تھی۔ورنہ وہ اسے اپنی پوری قوت سے پرے دھکیل دیتی یا اس کے بازوؤں سے کود جاتی یا اسے چھُونے پر کوئی دفعہ عائد کروادیتی۔

"انائیا!" اسے بیڈ پر لٹا کر اے سی کی کولنگ بڑھا کر اس نے پلٹ کر اسے پکارا۔پھر چہرہ تھپتھپایا' مگر انائیا ملک بے جان سی بُت بنی لیٹی ہوئی تھی۔

"انائیا!" معارج تغلق نے اس کی نبض ٹٹولی تھی۔سائیڈ ٹیبل سے پانی کا گلاس لے کر اس میں سے پانی لے کر اس کے چہرے پر ہلکا سا چھڑکاؤ کیا' مگر اس کے سرد وجود میں کوئی حرکت نہیں ہوئی تو معارج تغلق اسے بغور دیکھنے لگا۔

کیا وہ اس کی اس کیفیت کا ذمہ دار ہے؟

کوئی احساس ندامت ستارہا تھا کہ اس سب کا ذمہ دار وہ ہے اور انائیا ملک اس کی وجہ سے اس حال کو پہنچی ہے۔

معارج کا چہرہ کسی بھی تاثر سے عاری تھا' کسی احساس سے بھرا۔وہ بس خاموشی سے اسے دیکھتا رہا تھا' جب تک کہ ڈاکٹر آنہیں گیا۔

"تم پریشان مت ہو' انائیا کو کچھ نہیں ہوگا۔" می نے تسلی دی۔

معارج تغلق نے سر اٹھا کر دیکھا تو وہاں سب گھر والے جمع تھے۔

یہ لڑکی ہمیشہ اس کے لیے پریشانی کاباعث رہی تھی۔

وہ انائیا ملک کی طرف سے رخ پھیرے کھڑا تھا جب ڈاکٹر اسے چیک کررہا تھا۔کسی کو کھونے کا احساس اسے اس موقع سے فرار پر مجبور کررہا تھا۔

"انائیا کو کچھ نہیں ہوگا۔" وہ چونکا تھا۔جب تیمور تغلق نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا۔

وہ بے تاثر سا وہیں کھڑا تھا۔

...☆☆☆...

وہ پارکنگ کی طرف بڑھ رہی تھی، جب دامیان سوری اس کے ساتھ چلنے لگا تھا۔

"کہاں ہوتی ہو آج کل...؟ تمہارا سیل بھی اکثر بند ملتا ہے؟" دامیان کے کہنے پر للی میک نے اس کی طرف دیکھا اور مسکرادی۔

"تمہیں میری تلاش کی کیا ضرورت پڑ گئی؟" وہ پُرسکون لہجہ میں بولی۔

"یہ کیسی باتیں کر رہی ہو؟ مجھے تمہاری فکر ہو رہی تھی اور کیوں نہ ہو، مگر تمہیں ایسے سرد لہجے میں بات کرنے کی عادت کب سے ہو گئی؟ للی میک! یہ ہو کیا رہا ہے؟ تم مجھ سے بھاگ رہی ہو؟" دامیان شاہ سوری نے پوچھا۔

وہ گاڑی کے قریب رک کر اسے بہت اطمینان سے دیکھنے لگی۔

"میں تم سے نہیں بھاگ رہی دامیان! مجھے تم سے بھاگنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ میں کچھ مصروف تھی۔ کیمپس ختم ہونے والا ہے، تو میں کچھ اسٹریجی پلان کر رہی تھی۔" وہ رسانیت سے بولی۔

"اسٹریجی؟" وہ حیران ہوا تو وہ اطمینان سے مسکرادی۔

"تم اتنا جاننے کی لگن میں کیوں ہو؟ میری کھوج کب سے بے چین کرنے لگی تمہیں؟"

"بی ہیو للی میک! مجھ سے اس طرح اجنبیوں کی طرح بات مت کرو۔"

"میں واقعی کچھ بزی رہی۔ مجھے زائرہ ملک کے آفس میں جاب مل گئی ہے، ان کو اپنے آفس کے اکاؤنٹس کے لیے کوئی درکار تھا اور میں نے اپنی خدمات پیش کر دیں، جاب کے بعد میں زیادہ وقت انہی کے ساتھ گزارتی ہوں۔" وہ مسکرادی۔

"تم مجھے بہت اجنبی لگ رہی ہو للی میک!" اس نے سر نفی میں ہلایا تو وہ اطمینان سے مسکرادی۔

"جب مجھ سے پیار نہیں کرتے تو کیوں رہوں تمہارے آس پاس... کیا جواز بنتا ہے؟" اس کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ سنجیدہ نہیں۔

"یہ مذاق ہے؟" وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

"ہاں... شاید...!" للی میک نے سر اثبات میں ہلایا۔

"شاید میں جلد واپس چلی جاؤں۔اب مجھے یہاں کچھ اچھا نہیں لگتا، عجیب سرد مہر سی ہَوائیں ہیں۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

وہ چند ثانیوں تک خاموشی سے اس کی سمت دیکھتا رہا۔

"اس سب کا آغاز اس دن کے بعد سے ہوا تھا نا!" اس نے پوچھا۔

"کس کا آغاز...؟" وہ چونکی۔

"تم جانتی ہو للی! میں کس کے متعلق بات کررہا ہوں، ہم اس دن سے گریز پا ہیں، تم مجھ سے نظریں نہیں ملاتی اور میں تمہیں ڈھونڈتا رہتا ہوں۔"

"ہمیں اس کے متعلق بات کرنے کی ضرورت ہے۔"

"ہمارے پاس بات کرنے کو کئی موضوع اور بھی ہیں، اس کے علاوہ بھی بہت سی باتیں ہوسکتی ہیں۔بہتر ہوگا ہم اس موضوع کوزیر بحث نہ لائیں۔" للی اس کی سمت دیکھے بنا بولی۔اس کا اندازہ قطعی تھا، دامیان سوری اس کی سرد مہری پر حیران رہ گیا تھا۔

"تم مجھے سزا دے رہی ہو للی میک! کیا ہم میں اس ایک رشتے کے علاوہ کوئی رشتہ نہیں ہوسکتا؟"

"میں تم سے امیدیں نہیں لگارہی دامیان! نا شکوے شکایتیں کررہی ہوں مگر مجھے اس طرح مناسب نہیں لگتا... مگر ہاں! ہم اچھے ہیں۔تم جب چاہو مجھ سے مل سکتے ہو۔مگر میں گزرے کسی بھی لمحے کی بات نہیں کرنا چاہتی۔یہ کوئی سزا نہیں ہے نہ احتجان نہ بدلہ... مگر یہی ہمارے حق میں بہتر ہے۔" للی دوٹوک لہجے میں بولی۔

"میں نہیں جانتا مجھے تم سے محبت کیوں نہیں ہوپائی للی میک! تم بہت اچھی لڑکی ہو۔" وہ پُر افسوس انداز میں گویا ہوا تو للی میک مسکرادی۔

"اگر محبت نہیں ہوئی تواس کے لیے جواز ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جواز تلاشنے سے محبت نہیں ہوتی نا جواز ڈھونڈنے سے اسباب ہاتھ لگے ہیں۔محبت اگر ہوتی ہے تو بس ہوتی ہے اور اگر نہیں ہوتی تو نہیں ہوتی۔ ایسا میرا ماننا ہے، بہرحال! ان باتوں کے لیے یہ وقت مناسب نہیں، مجھے زائرہ ملک کے آفس پہنچنا ہے، پھر بات کرتے ہیں۔" وہ آنکھوں پر گلاسز لگاتی ہوئی بولی۔

”تم مجھ سے خفا ہو؟“ دامیان سوری نے پوچھا وہ گاڑی کا دروازہ کھولتی ہوئی مسکرائی تھی۔

”میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔کسی کے دل میں جگہ بنانا‘ پہاڑ سر کرنے سے زیادہ کٹھن ہے اور میں تم سے ناراضگی کا جواز نہیں رکھتی۔کیا جواز بناؤں کہ تم مجھ سے محبت نہیں کرتے یا شکوہ کروں یا تم سے اسباب مانگوں؟ یہ سب بہت بچکانہ اور فضول لگتا ہے نا! ہم ایسے بچے تو نہیں پھر ایسی بے تکی باتوں پر الجھیں بھی کیونکر؟“ وہ اس دم سے مسکراتی ہوئی بہت پُر اعتماد لگی تھی۔

”مجھے تم سے محبت کیوں نہیں ہوسکی‘ میں اس کی وجہ نہیں جان پایا للی میک! مگر مجھے تم سے بہت گہرا تعلق محسوس ہوتا ہے... بہت اندر سے... تم مجھ سے جڑی ہو کہیں۔“ دامیان سوری بولا تھا۔غالباً اس کا دل رکھنے کو وہ وضاحتیں دے رہا تھا۔للی میک مسکرا رہی تھی۔

”کم آن دامیان شاہ سوری! ہم اتنے بھی نادان نہیں۔میں جانتی ہوں ہم میں کیا ہے اور ہم ایک دوجے سے کس طرح جڑے ہیں‘ اس کے لیے جتانے کی ضرورت نہیں۔“ وہ ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”چلو ملتے ہیں پھر... فی الحال دیر ہورہی ہے‘ سو سر راہ بات نہیں ہو سکتی۔“ للی میک نے گاڑی اسٹارٹ کرلی۔

”میں گھر آؤں گا۔“ دامیان سوری نے گاڑی کا دروازہ بند کیا تو للی میک نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

...☆☆☆...

وہ پروجیکٹ پر کام کررہی تھی جب ممی دودھ کا گلاس لے کر کمرے میں داخل ہوئیں۔

”تمہارا پروجیکٹ کب مکمل ہوگا؟“ ممی نے پوچھا۔

”سکسٹی پرسنٹ کام ہوگیا ہے ممی! بس تھوڑا ہی باقی ہے۔آپ نے یہ زحمت کیوں کی... میں ابھی تھوڑی دیر میں اٹھ کر جاتی تو اسٹرونگ سی کافی بنا کر لاتی۔“ انابیتا بیگ نے دودھ کا گلاس ان کے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا تھا۔

”کافی پی پی کر خون خشک کرلیا ہے‘ چہرے پر رتی بھر رونق نہیں رہی‘ خبردار جو آئندہ اسٹرونگ کافی کو ہاتھ بھی لگایا۔“ ممی نے ڈپٹا تو وہ مسکرادی۔

”ایک گلاس پارسا کو بھی دینا تھا۔وہ ڈیڈی کے اسٹڈی روم میں بیٹھی پروجیکٹ پر کام کررہی ہے۔“ اناہیتا نے کہا۔

”میں اسے دے کر آرہی ہوں۔ میرے لیے وہ تم سے کم نہیں۔اس گھر کو اس کی شکل میں ایک اور بیٹی مل گئی ہے۔بہت سلجھی ہوئی لڑکی ہے، مگر بہت چپ چاپ رہتی ہے اور اس کی فیملی بھی اس کے بارے میں زیادہ خبر گیری نہیں کرتی۔“

”ہاں شاید... اس کی فیملی سرد ہے مگر وہ اپنی فیملی سے بہت قریب ہے اور انہیں یاد بھی کرتی ہے۔ویسے اکثر اس کی می اسے کچھ نا کچھ بھجواتی رہتی ہیں۔“ اناہیتا نے بتایا۔

”میں کچھ سوچ رہی تھی۔“ می بولیں۔

”کیا سوچ رہی تھیں آپ!“ اناہیتا نے ان کی طرف دیکھے بنا پوچھا۔

”میں پارسا کے لیے سوچ رہی تھی۔“

”پارسا کے لیے سوچ رہی تھیں آپ!“ اناہیتا نے پوچھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”وہ اچھی لڑکی ہے اگر ہم اپنے عدن کے بارے میں سوچیں تو...؟“ می نے کہا۔

”عدن بھائی کا کچھ پتا نہیں شاید انہیں کوئی اور پسند ہو اور پارسا کا بھی یہی معاملہ ہے، میں اس بارے میں کچھ کہہ نہیں سکتی۔“

”تم پارسا سے پوچھو، اگر وہ انٹرسٹڈ ہو تو ہم بات آگے بڑھائیں گے، اس کی فیملی سے بات کریں گے۔“ می نے کہا۔

”ٹھیک ہے، میں بات کروں گی مگر آپ عدن بھائی کے لیے فی الحال ایسا نہ سوچیں، انہیں خود سوچنے دیں۔اگر وہ کسی میں انٹرسٹڈ ہیں تو اس کے لیے سوچنا ہوگا۔“ وہ سمجھ داری سے بولی۔

”ہاں ہم جانتے ہیں بچوں کی مرضی معلوم کرنا ضروری ہے۔میں عدن سے پوچھوں گی مگر فی الحال مجھے تمہارے لیے بات کرنی ہے۔“ می نے کہا۔

”میرے لیے... میرے لیے کیا بات کرنی ہے؟“ اناہیتا بیگ چونکی۔

”تم یہ لیپ ٹاپ شٹ ڈاؤن کرو پہلے اور آرام سے میری بات سنو۔“ می نے کہا تو اس کے کان کھڑے ہوگئے تھے۔

"ایسی کون سی ضروری بات کرنی ہے آپ نے؟" وہ بولی۔

اس نے تمام فائلیں بند کرتے ہوئے سسٹم شٹ ڈاؤن کیا تھا اور ممی کی طرف دیکھنے لگی۔

وہ چند لمحوں تک خاموش رہیں پھر بولی تھیں۔

"تمہاری یونیورسٹی تقریباً ختم ہونے والی ہے اور میرے خیال میں یہی صحیح عمر ہے۔تم مسز توقیر کو تو جانتی ہو' انہوں نے اپنے بیٹے کے لیے تمہارا پوچھا ہے۔بظاہر اچھا پروپوزل ہے' تمہارے ڈیڈی کے پرانے دوست ہیں۔فیملی دیکھی بھالی ہے۔لڑکا فی الحال باہر ہے مگر جلد آرہا ہے۔میں کوئی بھی سلسلہ شروع کرنے سے پہلے چاہتی ہوں تم اس سے مل لو۔یہ بہت ضروری ہے کہ زندگی تو بہرحال تمہیں ہی گزارنی ہے۔ہم اپنی اولاد پر کسی طرح کی کوئی زبردستی نہیں کرنا چاہتے۔لڑکا پڑھا لکھا ہے۔سڈنی میں اپنا بزنس کررہا ہے۔

اسٹیبل ہے' فی الحال کوئی بات ایسی دکھائی نہیں دیتی کہ ناکی جائے مگر پھر بھی۔یہ بات ہم تمہارے فیصلے پر چھوڑتے ہیں' وہ جلد پاکستان آرہا ہے' تم ایک بار مل لینا۔"

وہ ساکت سی رہ گئی تھی۔جانے کیوں اندر کہیں جیسے یک دم کچھ بجھ سا گیا تھا۔ایسا کیوں محسوس ہوا تھا وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔اندر خوشی کی ایک رمق بھی نہ پھوٹی تھی۔

"ممی!" وہ سر جھکا کر اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو دیکھنے لگی۔

"ہم سب ابھی کیا ضروری ہے؟ فی الحال تو یونیورسٹی ختم ہورہی ہے' مجھے اس جھمیلے سے نکل کر کچھ سانس تو لینے دیں۔ایسی بھی کیا جلدی ہے؟ میں نے کتنے منصوبے بنائے ہیں' اب یک دم یونیورسٹی کے بعد ان جھمیلوں میں گم جاؤں گی تو اپنی زندگی کب جیوں گی؟" اس نے دبا دبا سا احتجاج کیا۔

ممی نے مسکراتے ہوئے اس کا چہرہ دیکھا پھر محبت سے تھپتھپایا۔

"یہ بہت جلدی نہیں ہے' نا ہی ہم چٹ منگنی پٹ بیاہ والا کوئی معاملہ کرنے والے ہیں فی الحال صرف ملنے اور دیکھنے کی بات ہورہی ہے۔یہ تو دنیا داری

ہے جس گھر میں بیٹی ہو لوگ تو پوچھتے ہی ہیں اور اگر رشتہ اچھا ہے اور تمہیں بھی پسند ہے تو کیا حرج ہے؟" ممی اس کی ہچکچاہٹ سمجھتی ہوئی بولی تھیں۔

وہ کچھ الجھی ہوئی دکھائی دی۔ ممی کو کسی بھی بات کا اندازہ نہیں ہوا تھا۔وہ بات مکمل کرکے وہاں سے چلی گئی مگر انابیتا کے اندر بے چینی دور تک چلی گئی۔

وہ اٹھ کر کمرے میں یونہی ٹہلنے لگی تھی' اس کے اندر ایک سکوت تھا اور کتنی ہی دیر کھڑکی میں کھڑی تاروں بھرے آسمان کو دیکھتی رہی تھی۔

یہ اضطرابی کیفیت کس طور اندر گھر کررہی تھی اور کیونکر...! جب کوئی راستہ نا واسطہ...! وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔

...☆☆☆...

ساری رات وہ اس کے پاس کرسی رکھے بیٹھا رہا تھا۔

نئی نویلی دلہن کا روپ سروپ انوکھا تھا'اس کے چہرے کو تکتے تکتے اس نے رات آنکھوں میں بتادی تھی' آنکھیں سختی سے میچے وہ اس پل دواؤں کے زیر اثر تھی۔اسے خبر نہیں تھی کہ وہ اس کے لیے رات بھر جاگا تھا۔

وہ اس کے لیے اپنی نیند کیوں خراب کررہا تھا؟

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نفرت میں تو کوئی انتہا نہیں ہے۔دشمن ہو تو کوئی اسلوبِ دوستی نہیں نبھاتا۔

پھر یہ کیسی دوستی تھی یا واقعی دشمنی تھی...کہ معارج تغلق نے رات آنکھوں میں کاٹ دی تھی۔

نئی نویلی دلہن کو تکتے اس نے اپنی نیند تیاگ دی تھی۔

کسی محبت کا پیش خیمہ تھا یہ... یا پھر دشمنی کی انتہا تھی؟

ایک بار پہلے بھی وہ اس کے لیے جاگا تھا۔اس کی تیمارداری کے لیے... اور اس رات اس نے سوچا نہیں تھا کہ اسے اس طرح جاگنا ہوگا۔اس رات کے لیے اس کی پلاننگ ایسی تو بالکل نہیں تھی۔

وہ اسے سزائیں دینا چاہتا تھا یا عنایتوں سے نوازنا چاہتا تھا۔

یہ بات اس کی چپ کے کسی پچھلے کواڑ میں چھپی دبی سانس سی رکی بیٹھی تھی۔

اس کے سپاٹ چہرے سے کچھ ظاہر نہ تھا

اسے افسوس تھا یا کوئی پچھتاوا...

اس کی صورت سے کچھ ظاہر نہ تھا۔

وہ اسے سرپرائز نہیں دے سکا تھا' اسے اس مقام تک نہیں لے جاسکا تھا اور وہ اس کے بازوؤں میں ڈھیر تھی۔

وہ چارہ گری پر کیوں مامور تھا اگر بات مخالفت کی تھی تو...؟

وہ مسیحائی کا ہنر کیوں آزما رہا تھا؟

یا پھر اسے پل پل مار کر اسے لطف آتا تھا؟

انائیا ملک اسی سرخ لہنگے میں تھی جو اس شادی کے لیے اس نے زیب تن کیا تھا۔ تمام زیورات جوں کے توں موجود تھے۔ ڈاکٹر نے اس کی بے ہوشی کی وجہ اس کا لو بلڈ پریشر اور کمزوری بتائی تھی اور کچھ ٹانکس لکھ دیئے تھے۔

"تمہیں انائیا کا خیال رکھنا چاہیے معارج! ممی نے اسے تلقین کی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"وہ اب تغلق فیملی کی فرد ہے اور سب سے بڑھ کر تمہارا حصہ ہے۔ اس کا خیال رکھو اور کسی کوتاہی کا مظاہرہ مت کرو' وہ تمہاری ذمے داری ہے۔" یہ تلقین تیمور تغلق کی سمت سے ہوئی تھی۔

وہ جواباً خاموش رہا تھا۔

وہ ایسا کیوں سمجھ رہے تھے کہ اس کی اس حالت کا ذمے دار وہ ہے؟

کیا واقعی وہ اس کی اس حالت کا ذمے دار تھا؟

وہ ذہنی طور پر بہت اپ سیٹ تھی تو اس کی وجہ وہی تھا؟

وہ بیٹھے بیٹھے تھک گیا تھا شاید... تبھی اٹھ کر ٹہلنے لگا تھا پھر کھڑکی کے اس پار روشنی کا اندازہ کرنے کو پردہ ذرا سرکایا۔

وہ گہری نیند سورہی تھی۔ وہ باہر نکلا اور تھوڑی دیر بعد کافی تیار کرکے کمرے میں پلٹ آیا۔ معارج تغلق نے کافی ٹیبل پر رکھ کر اس کی سمت دیکھا تھا اور اس کے پاس جا رکا تھا۔ کچھ دیر خاموشی سے اسے دیکھا تھا پھر جھجک کر اس کا چہرہ بنا کچھ کہے تھپتھپایا تھا۔

انائیا ملک نے آنکھیں یک دم کھول کر اسے دیکھا تھا۔وہ شاید کسی بُرے خواب کے زیر اثر تھی، سو اسے دیکھتے ہی چیخی تھی۔معارج تغلق نے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا تھا مگر اس کی چیخیں بند نہیں ہوئی تھیں۔معارج تغلق نے بہت سہولت سے اسے تھام کر ساتھ لگایا تھا گویا ایک احساس تحفظ فراہم کیا تھا۔

”میں ہوں نا! کچھ نہیں ہوا' سب ٹھیک ہے۔“ اس کے بالوں کو تھپکتے ہوئے وہ بردباری سے بولا۔

انائیا ملک ہوش و حواس کی دنیا میں واپس آنے لگی تھی۔ساری صورت حال کا احساس ہوا تو اس کے وجود کی مخصوص خوش بُو اس کے نتھنوں میں گھسی' وہ پوری طرح بے دار ہوئی تھی۔

وہ احساس تحفظ تھا یا پھر کوئی نیا جال...؟

انائیا ملک نے بہت آہستگی سے اس کی گرفت سے نکلتے ہوئے اسے پرے دھکیلا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

معارج تغلق نے کبھی کوئی تعرض نہیں برتا تھا۔خاموشی سے اس سے علیحدہ ہوا تھا اور پھر ٹیبل سے کافی کا کپ اٹھا کر اس کی سمت بڑھا دیا تھا۔

انائیا ملک اس کی سمت کسی قدر حیرت سے دیکھتی رہی۔

”دشمنی کے بھی کچھ آداب ہوتے ہیں' میں اتنا بھی بُرا نہیں ہوں کہ بیمار پر وار کروں۔“ وہ بھاری لہجے میں بولا۔

انائیا ملک کا سر دکھ رہا تھا' اسی لیے کافی کے اس کپ کو خاموشی سے تھام لیا۔

معارج تغلق نے اپنا کافی کا کپ اٹھا کر سپ لیا اور کمرے کے پردے کھینچ دیئے۔سورج کی روشنی اس کے چہرے پر پڑی تھی۔سارا کمرہ روشنی سے بھر گیا تھا۔

”میں سورج کو اجازت نہیں دے سکتا تھا کہ یہ تمہیں دیکھے تبھی تمہارے اٹھنے کا انتظار کررہا تھا۔میں کسی کا بھی سایہ تمہارے وجود پر برداشت نہیں کرسکتا' مجھے ان ہَواؤں سے بھی بیر ہے جو تمہیں چُھو کر گزرتی ہیں۔“ اس نے بہت پُرسکون انداز میں کہا۔

انائیا ملک چپ چاپ کافی کے سپ لیتی رہی۔

”اپنی نئی نویلی دلہن کی خدمت کرنے کا میرا کوئی ارادہ نہیں تھا مگر رات بھر جاگنے کے باعث مجھے کافی کی طلب ہورہی تھی۔“ وہ اسے کیا جتانا چاہتا تھا۔

انائیا ملک کو جیسے اس سے فرق نہیں پڑتا تھا۔وہ ایسے چپ چاپ سر جھکائے لا تعلق سی بیٹھی تھی جیسے اس کے علاوہ وہاں کمرے میں کوئی اور نہ ہو۔

معارج تغلق کو اپنے نظر انداز کیے جانے کا قلق ہوا مگر ہنوز اسے چپ چاپ دیکھنے لگا تھا پھر بولا۔

”کافی پینے کے بعد زیورات اتار دینا اور چینج کرلینا۔بجلیاں گرانے کو اب کچھ نہیں ہے۔یہ اتنا ہی بے معنی ہے جتنا تمہاری آنکھوں کا شفاف ہونا... میرا دل ناتواں نہیں، حسن کی شعبدے بازیوں پر میں ایمان نہیں رکھتا... سو حسن چاہے کیل کانٹے سے لیس ہو یا تیر و تلوار سے... مجھے فرق نہیں پڑتا۔“ وہ وار پر وار کررہا تھا۔

انائیا ملک کافی کے سپ لیتی رہی تھی پھر اطمینان سے اس کی سمت دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

”آپ کے پاس کوئی سرپرائز تھا کل رات...؟“

معارج تغلق اس کی سمت بغور تکتا ہوا مسکرادیا تھا۔

”سرپرائز تو تھا مگر تمہیں بے ہوش ہونے کی اتنی جلدی تھی کہ تم انتظار بھی نہیں کرسکیں۔کوئی بات نہیں اور بہت سے موقعے آئیں گے، تمہیں بہت سے سرپرائز ملیں گے۔ابھی تو صرف آغاز ہوا ہے۔“

وہ پُرسکون لہجے میں بولا۔

انائیا ملک نے خاموشی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کافی کا کپ سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور اپنی جیولری اتارنے لگی۔

”آپ مجھے کب سے جانتے ہیں؟“ وہ اس کی جانب دیکھے بنا بولی۔معارج تغلق چونکا۔

”کیا مطلب؟“

”مجھے یہ دشمنی قدیمی لگتی ہے۔آپ کے اندر جو میرے لیے شدت پسندی کا احساس ہے وہ لا متناہی ہے۔یہ سلسلہ نیا نہیں لگتا۔“ وہ زیورات اتار کر سائیڈ ٹیبل پر رکھتی ہوئی بولی۔

معارج تغلق نے اسے دلچسپی سے دیکھا تھا پھر مسکرا دیا۔

”تمہاری ذہنی کیفیت پہلے ہی ناتواں ہے‘ دماغ پر اتنا زور مت دو۔ عقل کے گھوڑوں کے لیے کبھی کبھی آرام بہت سودمند ہوتا ہے۔“ اس نے اس کی باتوں کو جیسے مذاق میں اڑایا۔

”آپ ٹالنے کی کوشش کررہے ہیں۔“ وہ جتاتے ہوئے بولی۔

”کیا میں پابند ہوں ہر بے معنی بات کے جواب کے لیے؟“ وہ بہت پُرسکون لگ رہا تھا۔اسے تکلیف دے کر اسے کوئی تسکین محسوس ہوتی تھی جیسے میری تم سے دشمنی کتنی قدیم اور کس نوعیت کی ہے یہ بات فی الحال راز رہنے دو۔ میں تمہارے لیے کچھ کھانے کو بھجواتا ہوں‘ کھا کر میڈیسن کھالینا۔تمہارا تندرست رہنا بہت ضروری ہے۔“ وہ کہہ کر آگے بڑھا تھا۔

”مجھے زندہ رکھنے کی آپ کی خواہش بہت شدید ہے‘ بالکل آپ کی شدت پسند کی طرح... مگر فی الحال مجھے بھوک نہیں ہے۔“

اس نے پلٹ کر دیکھا اور مسکرا دیا۔

”تمہیں صرف اسلوب دشمنی نبھانے کو زندہ نہیں رکھ رہا‘ ابھی تم سے اور بھی بہت سے حساب بے باق کرنے ہیں اور اس کے لیے تمہارا صحیح سلامت ہونا بہت ضروری ہے۔وہ سنجیدہ تھا یا مذاق کررہا تھا مگر اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔”میں آدابِ دشمنی جانتا ہوں۔کمزور پر نہ وار کرتا ہوں نہ اسے زک پہنچاتا ہوں۔تم بھلی چنگی ہوجاؤ‘ پھر آغاز کریں گے۔فی الحال بریک ٹائم۔“ وہ غیر سنجیدہ لہجے میں بولا تو انابیا ملک نے جواباً اسے صرف خاموشی سے دیکھا‘ کہا کچھ نہیں معارج تغلق کے باہر نکل جانے کے بعد سامنے لگے قد آدم آئینے میں اپنا سراپا دیکھنے لگی جو بہت پرایا پرایا تھا اور اس پل اس کو اپنوں کی یاد بہت شدت سے آئی تھی اس کی نظریں ہی نہیں ذہن بھی بُری طرح الجھا ہوا تھا۔

...☆☆☆...

”پارسا! مجھے تم سے کچھ پوچھنا تھا۔“ انابیتا بی کے رکنے پر پارسا چوہدری اس کی سمت دیکھنے لگی۔

”پوچھو!“

”تمہیں عدن بھائی کیسے لگتے ہیں؟ میرا مطلب ہے تم ان کے بارے میں کس طرح سے سوچتی ہو؟“ اناہیتا بیگ نے مدعا بیان کیا۔

”کیا مطلب؟“ وہ الجھی۔

اناہیتا بیگ کچھ لمحوں کو چپ رہی پھر اس کا ہاتھ تھامتی ہوئی بولی۔

”دیکھو، تم عدن بھائی کو اتنے دنوں سے جانتی ہو اور یہاں رہ رہی ہو۔ ممی کا خیال ہے کہ تم اچھی لڑکی وہ تمہیں عدن بھائی کے لیے سوچ رہی ہیں۔“ اناہیتا بیگ نے کہا۔

پارسا چوہدری ساکت نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

”کوئی مسئلہ نہیں اگر تمہیں عدن پسند نہیں تو ٹھیک ہے، اس میں سوچنے اور پریشان ہونے کی بات نہیں ہے۔“ اناہیتا بیگ نے اسے الجھنوں میں گھرے دیکھ کر کہا۔

”نہیں ایسی بات نہیں ہے۔“ پارسا چوہدری بولی۔

”عدن اچھے ہیں مگر میں نے ایسا کبھی سوچا نہیں... فی الحال یونیورسٹی ختم ہورہی ہے اور میرے پاس بھی کچھ منصوبے ہیں اور میں جاب کرنا چاہوں

گی۔فی الحال... شادی کے لیے میں نے ابھی سوچا نہیں...“ اس نے سہولت سے کہا۔

”پھر ٹھیک ہے میں ممی کو بتادوں گی۔“ اناہیتا بیگ نے یہ کہہ کر اٹھنا چاہا تو پارسا نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔اناہیتا بیگ اس کی طرف دیکھنے لگی تھی پھر اسے خاموش دیکھ کر بولی۔

”میں نے مائنڈ نہیں کیا۔میں سمجھتی ہوں پارسا! تمہیں شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔“ وہ جیسے اسے سطر سطر پڑھ رہی تھی۔

”میں عدن بیگ کو رد نہیں کررہی اناہیتا! مگر شاید ہمارے راستے کسی ایک نقطے پر آکر نہیں ملتے۔“

”کوئی بات نہیں میں سمجھتی ہوں۔شادی کے لیے صرف کسی کا پسند ہونا کافی نہیں ہوتا۔“

”ہاں یہ بھی ہے مگر میں نے فی الحال شادی کا کوئی ایسا ارادہ کیا نہیں۔تم میرے بارے میں زیادہ نہیں جانتیں، تم میرے اس جواب کو ایک فطری انکار سمجھ رہی ہو گی مگر ایسا نہیں۔تم بیٹھو، مجھے تمہیں کچھ بتانا ہے۔“ اناہیتا بیگ

اسے خاموشی سے دیکھتی ہوئی بیٹھ گئی۔ تبھی پارسا بیگ کچھ لمحے کے توقف کے بعد بولی۔

”میری فیملی سے میرے کچھ اختلافات ہیں یا سمجھو کہ ان کو مجھ سے کچھ شکایتیں ہیں۔ میں ایک اچھی بیٹی نہیں بن سکی، میرا تعلق ایک روایتی جاگیردار مگر تعلیم یافتہ فیملی سے ہے، مگر بہت سی باتوں کے لیے ہمارے ہاں روایتوں کا تصور بہت قدیم ہے۔ میں آج ان سے دور ہوں تو اس کی وجہ وہی تنازعات اور اختلافات ہیں۔ میں نے کچھ سالوں سے گھر کی راہ نہیں لی، ان کو بھی میری یاد آتی ہے یا نہیں، میں نہیں جانتی۔ ابا اور اماں کی آنکھوں کا تارا تھی میں مگر یک دم میں آسمان سے گری اور اپنی جنت سے بے دخل کردی گئی۔ اس میں قصور کس کا زیادہ ہے... شاید اس کا فیصلہ کرنے میں دیر لگے مگر فی الحال ہم ایک دوسرے کے لیے پرائے ہیں۔ ایسے میں کوئی بھی بڑا فیصلہ اپنے طور پر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

لینا اس کی ہمت میں اپنے اندر نہیں پاتی۔“ انابیتا بیگ اسے خاموشی سے سُن رہی تھی۔

”تم یلماز کمال کو پسند کرتی ہو؟“ یک دم کہا گیا سوال پارسا چوہدری کو کچھ لمحوں کے لیے خاموش کر گیا تھا۔ وہ فوری طو پر کچھ کہہ نہیں سکی تھی۔ انابیتا بیگ کو اندازہ ہوا تھا کہ اسے ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا تبھی معذرت طلب نظروں سے اس کی جانب دیکھنے لگی۔ ”سوری! میرا مطلب...!“ انابیتا بیگ نے کہنا چاہا۔

”کوئی بات نہیں۔“ پارسا متانت سے بولی مگر فوری طور پر انابیتا کے سوال کا جواب نہیں دے پائی تھی۔

”مجھے تمہاری ذاتی زندگی میں دخل اندازی کرنے کا کوئی حق نہیں پارسا! مجھے اس کا اندازہ ہے۔“ انابیتا بولی۔

”مجھے یلماز کمال سے کوئی لگاؤ نہیں ہے انابیتا اور نہ ہی یلماز کمال، عدن بیگ کو نا کہنے کی وجہ ہے۔“ پارسا بولی۔

"تم چائے پیو گی؟" انابیتا نے یک دم موضوع بدلا تو پارسا نے سر اثبات میں ہلا دیا۔ تو انابیتا کمرے سے نکل گئی' پارسا کتابیں اٹھا کر ریک پر رکھ ہی رہی تھی کہ تبھی عدن بیگ کو سامنے کھڑا دیکھ کر لمحہ بھر کو ساکت رہ گئی۔ عدن بیگ اس کے قریب آن رکا اور کچھ دیر تک خاموشی سے اسے دیکھتا رہا پھر اس کے ہاتھ سے کتابیں لے کر ریک پر رکھ دیں۔ پارسا بیگ سر جھکائے خاموشی سے کھڑی رہی۔

"تمہارا پروجیکٹ مکمل ہو گیا؟" عدن بیگ نے پوچھا' اس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

"ہمارے درمیان بہت خاموشیاں ہیں پارسا چوہدری! میں چاہتا ہوں کوئی بات ہو جو کم از کم اس خاموشی کو توڑ دے۔" عدن بیگ نے متانت سے کہا تھا۔

"عدن! کبھی کبھی خاموشی شور سے بہت زیادہ بہتر ہوتی ہے۔" وہ عدن کی طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

"مگر مجھے خاموشی الجھا دیتی ہے۔ مجھے الجھاؤ پسند نہیں' کھل کر بات ہو تو زیادہ بہتر ہے۔" عدن بیگ نے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"بات کرنے کے لیے کچھ زیادہ ہے نہیں... کبھی کبھار بات کرنا اتنا آسان بھی نہیں ہوتا۔" وہ مدھم لہجے میں بولی۔

"تمہیں کیا چیز پریشان کرتی ہے پارسا چوہدری! کیا بات تمہیں خاموشیوں میں رہنے پر مجبور کرتی ہے... ایسا کیا راز ہے جو کہا نہیں جاسکتا اور کیا مدّعا ہے جس پر بات نہیں ہو سکتی؟" وہ اس کی خاموشی سے چڑ کر بولا۔

"عدن! ہم اس موضوع پربات نہ کریں تو زیادہ مناسب ہوگا۔" پارسا چوہدری نے کہا۔

"تمہیں یہ خاموشی ایک دن بہت دور لے جائے گی پارسا! یہ ٹھیک نہیں ہے۔" عدن نے جتایا۔

"میں ویسے بھی بہت دور آچکی ہوں' اس سے آگے کی دوری میرے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی۔" پارسا نے کہا۔

"تم اتنی الجھی ہوئی کیوں ہو پارسا چوہدری! مجھے حیرت ہے تمہیں اس کا اندازہ بھی نہیں؟" عدن بیگ نے حیرت سے اسے دیکھا۔ وہ بہت اطمینان سے اس کی سمت دیکھنے لگی۔

"عدن! ہمارے درمیان کوئی ربط نہیں ہے' ربط کا کوئی سلسلہ شاید بن بھی نہ سکے۔ ہماری دنیائیں الگ ہیں۔" وہ بولی۔

"اور ان دنیاؤں کے الگ ہونے کی وجہ کیا ہے؟" عدن بولا۔

"ہم وجہ اور اسباب کی بات فی الحال نہیں کررہے عدن!" وہ بولی۔

"فی الحال؟" عدن نے سوالیہ نظروں سے اس کی سمت دیکھا۔ وہ خاموش رہی۔

"میں جانتا ہوں تمہارے پاس میرے کسی سوال کا جواب نہیں اور شاید ہوگا بھی نہیں... مگر میں ان خاموشیوں کے ساتھ سمجھوتا نہیں کرسکتا۔" وہ قطعی لہجے میں بولا۔

وہ خاموشی سے سر جھکائے کھڑی تھی جب عدن بیگ نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر اس کا چہرہ ذرا اوپر اٹھایا۔

"میں لفظوں سے کھیلنا زیادہ نہیں جانتا' اگر چاہوں بھی تو شاید بے جا لفاظی نا کرسکوں' مجھے بات گھما پھرا کر کہنے کی عادت نہیں۔ سیدھی سی بات یہ ہے کہ مجھے تم اچھی لگتی ہو۔ ہم کم عمری میں نہیں ہیں' جو آنکھ مچولی کھیلیں اور گومگوں کیفیتوں میں رہیں کہ اب اس طرف سے کوئی بات نکلے گی اور پھر یوں

ہوگا۔ اگر تم مجھے اچھی لگتی ہو تو بس اچھی لگتی ہو' یہ چھوٹی سی مگر سیدھی سی بات ہے۔ میں فلرٹ نہیں کررہا' مجھے شادی کرنی ہے' گھر بسانا ہے اور مجھے اس کے لیے تم بہترین انتخاب لگتی ہو۔" عدن بیگ اتنی بڑی بات بڑے آرام سے کہہ گیا۔

وہ شاکڈ سی اس کو تکتی رہی۔ اس کے سوالوں کا جیسے کوئی جواب نہیں تھا اس کے پاس۔ وہ کیسے کہتی...؟ صاف انکار کرتی... مگر اسے اس شخص کا دل دکھانے کا کوئی حق نہیں تھا۔ وہ لوگ کتنے اچھے تھے۔ اسے پناہ دی' گھر دیا' اپنائیت دی اور وہ اسے ٹھکرا کر اس کی تذلیل کررہی تھی؟

وہ ایک لمحے کو آنکھیں سختی سے میچ گئی اور آنکھوں میں رکی نمی رخساروں پر آگئی تھی۔

عدن بیگ نے اسے بغور دیکھا تھا پھر ہاتھ بڑھا کر اس کے آنسو پوروں پر چُن لیے تھے۔

"پارسا چوہدری! تکلیف ہو تو اس کا اظہار کر دینا چاہیے یوں چپ چاپ سہنا مناسب نہیں... ہم اتنے پرائے ہیں کہ تم کچھ کہہ نہیں سکتیں؟" وہ ہمدردانہ لہجے میں بولا تو پارسا چوہدری اسے آنکھیں کھول کر دیکھنے لگی۔

وہ لہجہ ہمدرد' انداز چارہ گری والا' لہجے میں اپنائیت اور ایک بھرپور تحفظ کا احساس تھا۔ مگر وہ جیون نہیں ہار سکتی تھی۔

یہ وہ مقام نہیں تھا جہاں اسے تا عمر پڑاؤ کرنا تھا۔ وہ کیسے کہتی کہ وہ اس کے لیے نہیں۔ وہ ان راستوں پر قدم رکھ کر آگے نہیں بڑھ سکتی تھی۔

یہ کیسے موڑ پر تھی؟

ة...ئ...ة

رئیس لاکھانی کا فون آیا تو وہ تیار ہو کر نیچے آگئی۔

"کہیں جارہی ہو تم؟" وہ سیڑھیوں کے اختتام پر اس کا منتظر تھا۔ وہ وہیں رک گئی۔

"مجھے آفس جانا ہے اور...!" وہ بولتے بولتے رک گئی۔

"اور کیا...؟ وہ بھرپور جائزہ لیتی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"کیا اب مجھے ہر بات کے لیے وضاحت دینا ہوگی؟" اس نے اکتا کر پوچھا۔

"میں شوہر ہوں اور پوچھنا میرا حق ہے۔" وہ جذبات سے عاری لہجے میں بولا۔

"یوں تو اگر فرار بھی ہوجاؤ تو ڈھونڈنے کی صلاحیت رکھتا ہوں مگر تم بتادو گی تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" وہ بہت لیے دیئے انداز میں بولا۔

"میں نے بتادیا ہے مجھے آفس جانا ہے۔" وہ قطعی لہجے میں بولی۔

"ٹھیک ہے' باہر دو گارڈ کھڑے ہیں جو تمہارے ساتھ جائیں گے۔"

"کیا...!" وہ حیرت سے چلائی۔ "یہ سب کیا ہے؟ تم مجھ پر پہرے لگاؤ گے؟" اس نے شدید احتجاج کیا۔

"پہرے نہیں' غالباً محافظت کہتے ہیں اسے... تم اب انائیا ملک نہیں' انائیا معارج تغلق ہو اور اس خاندان کا نام ہے' ہزار دوست ہیں تو ہزار دشمن ہیں۔ سیکورٹی رکھنا دانش مندی ہے اور نہ رکھنا بے وقوفی۔"

"میں ایک معمولی لڑکی ہوں اور مجھے عام سی زندگی جینا پسند ہے۔ پلیز مجھ پر یہ عنایت کرنا بند کردیں' مجھے کسی طرح کی کوئی سیکورٹی نہیں چاہیے۔" وہ کلائی کی گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے بولی تھی۔رئیس لاکھانی نے اسے جلد پہنچنے کا کہا تھا اور معارج تغلق سے بحث میں الجھ کر وقت برباد کرنا بے وقوفی تھی۔ تبھی وہ اکتائے ہوئے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔"مجھے دیر ہورہی ہے معارج تغلق! یہ ڈراما بازی بند ہوجانا چاہیے اب' مجھے دکھاوے کی محبت نہیں چاہیے۔" وہ مضبوطی سے کہہ کر آگے بڑھی تھی اور اس کے مقابل رک گئی تھی۔فاصلہ دونوں کے بیچ کم تھا۔

"محبت؟" وہ مسکراتا ہوا بولا۔"تمہیں کس نے کہا کہ مجھے تم سے محبت ہے؟ بڑی خوش گمانیوں میں رہنے لگی ہو آج کل۔" وہ بغور اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"مجھے معلوم ہے ایسے کسی جذبے سے شناسائی نہیں رکھتے آپ! بحث میں وقت برباد کرنا بے وقوفی ہوگی' مجھے وقت پر پہنچنا ہے۔مجھے جانے دیں۔" وہ اس سے نگاہ چراتے ہوئے بولی۔

"ٹھیک ہے' جاؤ۔" معارج تغلق نے اس کے لیے راستہ چھوڑ دیا۔"مگر تمہیں سیکورٹی لینا ازحد ضروری ہے۔گارڈز تمہارے ساتھ جائیں گے۔"

"ہاہ!" انائیا تغلق نے اکتاہٹ کا مظاہرہ کیا تھا اور آگے بڑھ گئی۔

معارج تغلق اسے جاتے بغور دیکھ رہا تھا پھر فون پر کسی سے بات کرنے لگا۔

ۃ...ئ...ۃ

انائیا ملک نے بیک مرر سے پچھلی سیٹ پر ہتھیاروں سے لیس دو ہٹے کٹے سیکورٹی گارڈز کو دیکھا تھا۔اسے جہاں پہنچنا تھا اس کے لیے ان سے جان چھڑانا بہت ضروری تھا۔معارج تغلق چالاک تھا' اس نے سیکورٹی گارڈز اس کے ساتھ اسی ضمن میں کیے تھے کہ وہ اس کی خبر گیری کرسکیں اور بھرپور نظر رکھ سکیں۔اسے اپنی آزادی سلب ہوتی دکھائی دی تھی' اندر کہیں گھٹن کا شدید احساس ہوا تھا' تبھی اس نے بریک پر پاؤں رکھا تھا۔گاڑی کے ٹائر چرچرائے تھے اور گاڑی ایک جھٹکے سے رکی تھی۔

"مجھے پیاس لگی ہے' وہاں سامنے اسٹور ہے' میرے لیے پانی لے کر آؤ۔"

اس نے پرس سے پیسے نکال کر ایک سیکورٹی گارڈ کی طرف پلٹ کرہاتھ بڑھایا تھا۔

دونوں سیکورٹی گارڈز نے اسے حیرت سے دیکھا تھا' پھر ایک بولا۔

"میڈم! اس کی ضرورت نہیں‌ہے' آپ پیسے اپنے پاس رکھیں' میں پانی لاتا ہوں۔" جانے معارج تغلق نے کیا ہدایت کی تھی کہ وہ مؤدب انداز میں کہہ کر گاڑی سے باہر نکل گیا تھا اور روڈ کراس کرکے

اسٹور کر طرف بڑھنے لگا۔

انائیا ملک اسٹیئرنگ پر ہاتھ جمائے بیک مرر سے دوسرے اہلکار کو دیکھ رہی تھی۔

"کیا نام ہے آپ کا؟"

سیکورٹی گاڈ اپنے صاحب کی بیگم کو حیرت سے دیکھ رہا تھا' پھر مؤدب انداز میں جواب دیا تھا۔

"اکبر!"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اکبر! میں نے ڈگی میں کچھ سامان رکھا تھا' دیکھو کہیں وہ گیس کے سلنڈر کے ساتھ چھو نہ رہا ہو میں ڈگی کھولتی ہوں۔تم چیک کرو۔" وہ حکمیہ لہجے میں‌بولی تو گارڈ کے لیے حکم ماننا ناگریز ہو گیا پھر جیسے وہ باہر نکلا تھا' انائیا ملک گاڑی کو زن سے بھگا لے گئی تھی۔

سیکیورٹی گارڈ کار کے پیچھے پیچھے بھاگتا رہ گیا تھا۔

"شکر خدا کا! ان سے جان تو چھوٹی!" اس نے ایک گہری سانس خارج کی اور پھر فون پر رئیس لاکھانی سے بات کرنے لگی۔

"کہاں ہیں آپ؟"

"میں اسپتال میں ہی ہوں' آپ ابھی تک پہنچی نہیں؟"

"میں بس پہنچ رہی ہوں۔راستے میں ہوں۔" اس نے کہہ کر سلسلہ منقطع کردیا۔

جب وہ اسپتال پہنچی تو رئیس لاکھانی اس کے منتظر تھے۔

"سب کیسا ہے؟ آپ ڈاکٹر سے ملے؟"

”ہاں بات ہوئی ہے۔فی الحال انہیں آئی سی یو میں ہی رکھیں گے۔حالت خطرے سے باہر ہے مگر فی الحال انہیں کیئر کی بہت ضرورت ہے۔“ رئیس لاکھانی نے کہا تو وہ سر ہلاتی ہوئی آگے بڑھی ہی تھی کہ ڈاکٹر دکھائی دیا۔

”مس ملک! آپ کے مریض کی حالت خطرے سے باہر ہے۔اب فکر کی بات نہیں ہے۔مگر فی الحال انہیں آئی سی یو میں ہی رکھیں گے۔اب آپ ان سے مل سکتی ہیں۔آپ اس رات بہت پریشان تھیں۔کیا رشتہ ہے آپ کا ان سے؟“ ڈاکٹر نے پوچھا۔

وہ تمام سوال نظر انداز کرتی ہوئی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی اور کتنی ہی دیر اس بے حرکت وجود کو بیڈ پر لیٹا دیکھتی رہی۔پھر ہاتھ بڑھا کر اس کے نحیف ہاتھ پر رکھ کر لمحہ بھر اس کے لمس کو محسوس کیا اور جانے کس احساس کے تحت اس کی آنکھوں سے بہت خاموشی سے نمکین پانیوں کے قطرے ٹوٹ گرنے لگے۔اگلے لمحے وہ ان قطروں کو پوروں پر لیتی ہوئی خود بھی حیران ہوئی کہ وہ روئی تھی؟

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اس وجود سے ایسا کیا گہرا ناتہ تھا؟ اس آکسیجن ماسک کے پیچھے چہرے سے اس کی شناسائی کتنی تھی۔وہ کیوں رو رہی تھی اس کے لیے اور اپنے اندر وہ کیسے احساسات رکھتی تھی کہ وہ خود اپنے اندر کے ان احساسات پر حیران تھی جب رئیس لاکھانی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے تسلی آمیز نظروں سے دیکھا تھا۔

وہ چونکتے ہوئے رئیس لاکھانی کو دیکھنے لگی۔

”بیٹا! ایسی کیفیت میں روتے نہیں، دعا کرتے ہیں۔“ رئیس لاکھانی نے ہمت بندھانے کی کوشش کی۔

”انکل! مجھے نہیں پتا مجھے کیا کرنا چاہیے۔مگر مجھے کوئی ایک دعا بھی ایسی یاد نہیں ہے میرا ذہن بالکل ماؤف ہے۔مجھے خود نہیں پتا میں کس کیفیت میں ہوں اور کیونکر ہوں۔“ وہ بہت مدھم لہجے میں بولی۔

رئیس لاکھانی اسے لیے باہر آگئے۔

"بیٹا! میں تمہاری کیفیت سمجھتا ہوں۔مجھے اندازہ ہے۔تم ایک بہادر لڑکی ہو۔ بالکل اپنی ماں کی طرح ہم سب جاننے والے زائرہ ملک کی بہت تعریف کرتے ہیں کہ کس طرح اس نے حالات کا مقابلہ ڈٹ کر کیا ہے۔

تم زائرہ بھابی کا پرتو ہو۔مجھے امید ہے تم ساری صورت حال کا سامنا بہت بہتر انداز میں کر سکتی ہو۔تم جب تک خود اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرو گی دوسروں کو اس کے بارے میں کیسے قائل کر پاؤ گی؟" رئیس لاکھانی نے بہت پر شفقت انداز میں اسے سمجھایا۔

"تم بہت بہادر بچی ہو۔ہمت کرو۔" رئیس لاکھانی نے اس کا شانہ تھپتھپایا تھا تو اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھری لگ گئی۔

"انکل! میں بہادر نہیں ہوں۔بالکل بہادر نہیں ہوں۔مجھے جب بچپن میں بھی ڈر لگتا تھا تو میں ممی سے نہیں کہتی تھی اس لیے کہ میں انہیں پریشان کرنا نہیں چاہتی تھی۔یہ بتانا نہیں چاہتی تھی کہ ان کی بیٹی کمزور ہے۔مگر اس نا جتانے کے ضمن میں میں راتوں کو سو بھی نہیں پاتی تھی مجھے کوئی ان دیکھا ڈر ستاتا

تھا۔مگر اس بات کا پتا میں ممی کو لگنے دینا نہیں چاہتی تھی۔ممی نے مجھے یہاں تک لانے کے لیے بہت محنت کی ہے۔"

وہ نڈھال سی لگ رہی تھی۔

"جانتا ہوں۔زائرہ بھابی نے جو بھی کیا وہ سب کے سامنے ہے۔مگر اب وقت یہ سب سوچنے کا نہیں ہے۔وہ وقت گزر گیا مگر اب جو صورت حال ہے ضرورت اس سے نمٹنے کی ہے۔" رئیس لاکھانی نے کہا تو وہ آنکھیں صاف کرنے لگی۔

"زائرہ بھابی سے بات ہوئی تمہاری؟" رئیس لاکھانی نے پوچھا تو اس نے سر نفی میں ہلا دیا۔

"اسپتال سے سیدھا انہی کے پاس جاؤ گی۔" انائیا بولی۔

"ٹھیک ہے؟ تم بات کرو ان سے ان شاء اللہ صورت حال کی بہتری کی امید نکلے گی۔ان سے بات کرنا بہت ضروری ہے۔" رئیس لاکھانی نے کہا تو وہ سر ہلانے لگی۔

ۃ...ئ...ۃ

"تمہیں کوئی دیکھنے آرہا ہے؟" جانے اسے اس بات کی خبر کیسے ہوگئی تھی۔وہ حیران ہوئی تھی جب وہ اس کے مقابل آن کر رکا تھا اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے پوچھ رہا تھا۔وہ جواب دیے بنا اس سے رخ پھیر گئی۔مگر دامیان شاہ سوری نے اسے کلائی سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے کھینچا تو وہ اس سے آن ٹکرائی تھی۔سنبھلنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا اور جب سنبھلی تو اسے انتہائی غصے سے دیکھا۔

"کیا بد تمیزی ہے یہ؟" وہ سخت لہجے میں بولی تھی۔مگر دامیان شاہ پر جیسے اس کا اثر نہیں ہوا۔

"تم نے جھوٹ کیوں کہا؟" مضبوط لہجے میں پوچھا۔

"کون سا جھوٹ؟" وہ چونکی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"یہی کہ تمہاری منگنی ہوچکی ہے؟" وہ پوچھ رہا تھا مگر وہ جیسے اسے جواب دہی کی پابند نہیں تھی تبھی اس کا سوال نظر انداز کرتے اس کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی۔

"کیا بد تمیزی ہے یہ، چھوڑو مجھے۔یہ کیمپس تمہاری ان بد تمیزیوں کے لیے نہیں ہے۔" وہ درشت لہجے میں بولی۔

"میں اچھی طرح جانتا ہوں یہ کیمپس کس چیز کے لیے ہے۔مگر میں جو تم سے پوچھ رہا ہوں اس کا جواب دو انار کلی!" وہ اپنی من مانی کر رہا تھا۔

"میری منگنی ہوئی ہے یا نہیں اس سے تمہیں کوئی فرق نہیں پڑنا چاہیے۔دامیان سوری!" وہ لا تعلق لہجے میں بولی۔

"مجھے فرق پڑتا ہو یا نہ پڑتا ہو تم نے جھوٹ کیوں بولا؟"

"یہ میری زندگی ہے دامیان سوری! میں کچھ بھی کروں تمہیں کیا تکلیف ہے۔"

"مجھے جھوٹ پسند نہیں ہے انابیتا بیگ!" وہ سخت لہجے میں بولا۔

"تو میں کیا کروں؟" وہ تلملا کر بولی اس کا انداز عجیب لا تعلق سا تھا۔

"مجھے نہیں معلوم تھا تم ایک جھوٹی اور فریبی لڑکی ہو اور تمہاری بنیاد جھوٹ پر کھڑی ہے۔" دامیان سوری نے اسے ایک جھٹکے سے چھوڑ دیا تو وہ دیوار سے جا ٹکرائی۔دامیان سوری کا انداز عجیب جارحانہ تھا۔وہ اسے اس پر زور احتجاج پر حیرت سے دیکھتی رہی۔

"تم پاگل ہوگئے ہو دامیان سوری! تکلیف کیا ہے تمہیں؟ اتنی بد تمیزی سے کیوں پیش آرہے ہو تم میں نے کیا کیا ہے؟" وہ سر سہلاتے ہوئے بولی۔

"تمہارے اس احتجاج کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آرہی یہ میری زندگی ہے میں کچھ بھی کرتی ہوں۔اس کی وضاحت دینے کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔" وہ لاتعلقی سے بولی۔دامیان سوری نے اس کی طرف بغور دیکھتے ہوئے اس کی سمت پیش قدمی کی۔

"تمہیں قلق تھا کہ میں نے ہمیشہ للی کو اہمیت دی' اسے اہم جانا وہ اس سب کی حق دار بھی تھی۔وہ تمہاری جیسی نہیں ہے۔تم سے بہت بہتر ہے اور میں ہر بار اسے ہی بہتر پاتا ہوں۔موازنہ فضول نہیں ہے۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"کیا تمہاری ہمت کیسے ہوئی ہے تم ہر بار مجھے اس سے کمپیئر کرتے ہو اور اسے مجھ سے بہتر قرار دیتے ہو۔تم ہوتے بھی کون ہو؟" وہ اس کی اندرونی کیفیت کو جانے بنا احتجاج کرتی ہوئی بولی۔

وہ بنا کچھ کہے اسے چپ چاپ دیکھتا رہا۔

"تم میں ہمت ہونی چاہیے انار کلی میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ سکو کیونکہ نگاہیں چور لوگ چراتے ہیں' چہرہ ریا کار چھپاتے ہیں۔جن کا اندر ان کے باہر سے جدا ہوتا ہے۔تو کیا مجھے سمجھ لینا چاہیے کہ تمہارا ظاہر تمہارے باطن سے جدا ہے۔اس چہرے کے پیچھے اچھا دل ہے نا سچا چہرہ؟" وہ اس کا چہرہ تھامے بولا۔

وہ ساکت سی رہ گئی۔یہ تو اچھا تھا یہ حصہ ایسا تھا جہاں لوگوں کا آنا جانا کم تھا۔

"میری منگنی اتنا عالمی مسئلہ کب سے بن گئی کہ تم مجھ پر الزام پر الزام لگائے جا رہے ہو؟ ایسے تماشا کیوں بنا رہے ہو؟ میرا بھی اور اپنا بھی؟" وہ بولی۔

"مجھے کسی کی پروا نہیں ہے۔" اس کا لہجہ بہت مضبوط تھا۔

”مگر مجھے ہے یہ میری عزت کی بات ہے۔جانے دو مجھے راستا چھوڑو۔“ اناہیتا بیگ بولی۔

”کس بات کی جلدی ہے۔اس کینیڈا سے آنے والے بندر سے ملنے کی بہت جلدی ہے؟ پارلر جانا ہوگا۔تیاری کرنا ہوگی۔تیر تلوار سے لیس ہو کر حسن کو دو آتشہ کرنا ہوگا اور کس کے لیے اس کینیڈین بندر کے لیے کہ وہ آئے تو پھر کہیں اور جا نہ سکے۔“ وہ جتاتے ہوئے بولا۔

”یہ کیا بکواس ہے تم اتنا پرسنل کیوں ہو رہے ہو؟ راستا چھوڑ میرا۔مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنا ہے۔وہ دوستی ختم ہوچکی خوامخواہ میرا راستا روکنے کی کوشش مت کیا کرو۔مجھے یہ پسند نہیں۔“ وہ اس کا دیوار پر رکھا بازو ہٹانے کی کوششیں کرنے لگی۔مگر اس کے مضبوط بازوؤں میں بہت دم تھا۔وہ اسے ہلا بھی نہیں سکی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”تمہیں کینیڈا جانے کی بہت جلدی ہے؟“ وہ مدعا بیان نہیں کر پا رہا تھا اور اس کا انداز اناہیتا بیگ کو الجھا رہا تھا۔

”ہاں ہے پھر؟ وہ پڑھا لکھا ہے اپنا بزنس کرتا ہے۔کامیاب انسان ہے جتنے گن ایک اچھے انسان میں ہوتے ہیں اس میں ہیں۔“ وہ جتاتے ہوئے بولی۔

”اوہ۔“ دامیان سوری نے ہونٹ سکوڑے۔

”تم تو ابھی سے ریڈی بے بی لگ رہی ہو انار کلی! ذرا سانس تو لو۔چھری ابھی سے تیز کیے بیٹھی ہو مرغے کی تصویر بھی دیکھی ہے۔“ وہ خوامخواہ الجھ رہا تھا۔

”دیکھی ہے اور یہ ضروری بھی نہیں تم اپنے کام سے کام رکھو اور میرا راستا چھوڑو۔“ اناہیتا بیگ کا انداز لاتعلق سا تھا۔

دامیان سوری نے چپ چاپ اس کا راستا چھوڑ دیا تھا۔

”یہ سب ٹھیک نہیں اناہیتا بیگ!“ وہ بہت مدہم لہجے میں بولا۔جب وہ اس کے قریب سے ہو کر گزر رہی تھی۔اناہیتا بیگ کے کانوں میں اس کی آواز پڑی۔مگر اس نے قدم نہیں روکے تھے۔

مجھے یاد نہیں

اس ملگجی سی شام میں جب سائے ڈوب رہے تھے

تو محبت نے بہت آہستگی سے قدم روکے تھے

اس کی آنکھوں کی اضطرابیاں اندر کا پتا دیتی تھیں

محبت انجان سی چڑیا جیسی راستا بھولے

میرے دل کی منڈیروں پر بیٹھی مجھے چپ چاپ تکتی تھی

مگر مجھے یاد نہیں

اگر محبت نے اس شام کچھ کہا تھا

ڈوبتے سائے میں کیا کچھ

اسرار پنہاں تھے

مجھے یاد نہیں

اگر محبت کی نگاہوں میں کچھ عنایتیں تھیں یا شکایتیں تھیں

میں نے سنا نہیں تھا

مجھے یاد نہیں

محبت ملنے آئی تھی تو کچھ اسباب ہمراہ تھے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پھر محبت نے دور تک میرا تعاقب کیا تھا

مجھے یاد نہیں

مجھے تو کچھ بھی یاد نہیں...!!

دامیان سوری تا دیر کھڑا اس کی سمت تکتا رہا مگر انابیتا بیگ نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔

دامیان سوری کی نظروں میں یہ کیسی اضطرابی تھی آج؟

یہ بے چینی حد سے سا تھی تو کیوں؟

ۃ...ئ...ۃ

وہ جانتی تھی معارج تغلق ایک ایک بات کرید کرید کر پوچھے گا۔وہ اس کے تمام سوالوں کے لیے تیار ہو کر آئی تھی۔مگر جیسے ہی اس سے سامنا ہوا تو اس کی ساری ہمت جواب دے گئی تھی۔

”کیا ہوا تھا آج؟“ وہ ڈائننگ ٹیبل پر اس کے مد مقابل بیٹھا اس پر نگاہ جمائے پوچھ رہا تھا۔

"تم نے اکبر اور راحت کو بہت چالاکی سے وہاں سے ہٹا کیوں دیا؟ خود کو بہت اسمارٹ سمجھتی ہو تم!" معارج تغلق کے انداز میں سختی تھی مگر لہجہ بہت پرسکون تھا۔

"مجھے سانس لینے دو معارج تغلق ورنہ میرا دم گھٹ جائے گا۔میں مرجاؤں گی۔" وہ مدھم لہجے میں بنا اس کی سمت دیکھے بولی لہجہ ایسا تھا جیسے وہ کسی کمزور پتے کی مانند کسی طوفان کے دہانے پر ہو۔

"میں تمہیں اتنی آسانی سے مرنے نہیں دوں گا۔سو اس کی فکر چھوڑدو۔مگر ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھو' اگر تم سات تہوں کے نیچے بھی ہوگی تو میں تمہیں وہاں سے بھی نکال لاؤں گا۔تمہیں بچا کر رکھنا میرے لیے سب سے پہلے آتا ہے۔وہ گارڈز بھی تمہیں اس لیے فراہم کیے تھے مگر تم نہیں سمجھتی ہو۔اب اگر اسپتال کسی کو دیکھنے جانا ہے تو اس میں اتنا راز رکھنے کی کیا ضرورت ہے کہ گارڈز کو راستے میں اتار دو۔وہ ذاتیات میں دخل اندازی نہیں کرتے۔مخل نہیں ہوتے سو پریشانی کی ضرورت کیا ہے؟" معارج تغلق بہت پر سکون لہجے میں بولا۔انائیا ملک چونکتے ہوئے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"آپ کو خبر کیسے ہوئی کہ میں اسپتال گئی تھی؟" اس کی نظروں میں حیرت صاف دکھائی دے رہی تھی۔

"انائیا تغلق! تم اگر سانس بھی لیتی ہو تو مجھے اس کی خبر ہوتی ہے۔مجھے خود سے اتنا انجان مت سمجھو۔یہ جو دو آنکھیں ہیں نا! چاروں سمت دیکھتی ہیں۔" وہ بہت پر سکون مدھم لہجے میں بولا۔

"مجھ پر اتنی نظر کیوں رکھتے ہو؟" وہ چڑ کر بولی۔

"تم میری بیوی ہو۔کیا تم پر بھی نظر نہ رکھوں؟" اس نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"کسی اور پر نظر رکھوں گا تو پھر روایتی عورتوں کی طرح واویلا تمہاری سمت سے ہی ہوگا۔" وہ جیسے سارے پتے اپنے پاس رکھنے کا عادی تھا۔

"خیر' کسے دیکھنے گئی تھیں؟ اگر مجھے بتا دیتیں تو خود اسپتال لے جاتا ساتھ میں بکے بھی لے کر دیتا۔بیمار پھولوں کو دیکھ کر اچھا اثر لیتے ہیں نا۔" وہ رسانیت سے بولا۔

"اگر اتنا کچھ پتا کرلیا ہے تو یہ بھی پتا کرلیا ہوتا کہ وہاں کون تھا جیسے میں دیکھنے گئی؟" وہ گہری سانس خارج کرتی ہوئی شانے اچکا کر بولی۔

وہ ٹرے اٹھا کر اس کی پلیٹ میں مزید کھانا ڈالنے لگا۔

"تم کچھ کھا نہیں رہیں۔ڈھنگ سے کھاؤ مجھے یہ ڈراما بازی پسند نہیں۔پھر چکرا کر گر جاؤ گی تو سب کی نظریں مجھ پر آن ٹکیں گی۔"

"آپ جواب دہی کے خوف سے میرا خیال رکھ رہے ہیں۔" وہ سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"نہیں۔" وہ پرسکون انداز میں بولا۔

"تمہیں زندہ رکھنا میری ذمہ داری ہے اور میری شدید خواہشوں میں سے ایک خواہش۔ابھی زندگی کا صرف آغاز ہوا ہے۔مجھے تا عمر تمہیں اپنے ساتھ رکھنے کا جنون ہے اور یہ جنون لا متناہی ہے۔تم میری پہلی ترجیح ہو اور اوّلین خواہش بھی۔" وہ کس ضمن میں کہہ رہا تھا وہ سمجھ نہیں سکی۔

"میں اپنے راستے تمہارے راستوں سے الگ کرنا چاہتی ہوں معارج تغلق! میری خواہش بس اتنی سی ہے۔اس قید سے رہائی۔مجھے زیادہ تکلیف دو گے تو

میں اپنی جان خود گنوا دوں گی۔مجھے زیادہ تنگ مت کرنا میرے اندر پہلے ہی بے چینی حد سے سوا ہے۔سانس جیسے رک رہی ہے۔میں سچ میں کچھ کر بیٹھوں گی۔" انائیا ملک نے دھمکی دی تھی۔

وہ مسکرا دیا۔

"تمہارا لہجہ بتاتا ہے تم تھک رہی ہو انائیا تغلق! اور میں تمہیں نکلنے نہیں دوں گا تم تھک گئیں تو میں میرے جینے کا مقصد ہی ختم ہوجائے گا۔" وہ آنکھوں میں ایک سرد پن لیے کہہ رہا تھا۔انائیا کو اپنے اندر ایک سنسنی سی محسوس ہوئی۔

"خوف زدہ مت ہو کھل کر کھاؤ۔مجھے ڈائٹنگ کرنے والی لڑکیاں پسند نہیں۔" وہ نارمل انداز سے ہٹ کر بولا۔انائیا ملک کو حیران کر رہا تھا۔

"تم نے بتایا نہیں وہاں اسپتال میں کون ہے؟" معارج تغلق نے پھر پوچھا۔

"کوئی نہیں۔" وہ سر جھکا کر لا تعلقی سے بولی۔

"کوئی نہیں؟" معارج تغلق نے بغور اس کی طرف دیکھا۔

”میرا کلائنٹ!“ جواب دے کر وہ اٹھنے لگی تھی تب معارج تغلق نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

”میری آنکھوں میں دیکھو انائیا تغلق!“

”میرا دم گھٹ رہا ہے۔مجھے تازہ ہَوا میں سانس لینا ہے۔“ وہ اس کی جانب دیکھے بنا بولی۔

”ہنی مون کا کیا پلان ہے۔“ ایک نیا اور غیر متوقع سوال سن کر وہ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

”ممی ڈیڈی پوچھ رہے تھے غالباً انہوں نے سیٹیں بھی ریزرو کروالی ہیں۔انہیں پوتے پوتیوں کو کھلانے کا بہت شوق ہے اب ان کی خواہش کا احترام تو کرنا ہی پڑے گا۔“

a

اس کا وجود سرد پڑ گیا تھا۔اس نے ہاتھ چھڑا کر آگے بڑھ جانا چاہا مگر وہ اس کی مضبوط گرفت سے ہاتھ نہیں چھڑا سکی تھی۔

”مذاق کر رہا ہوں۔تم تو ہر بات سریس لے لیتی ہو۔فی الحال ایسا کوئی پلان میرے ایجنڈے میں شامل نہیں۔“ مذاق کی اس وقت کیا تک تھی۔وہ اس شخص کو بالکل سمجھ نہیں پائی تھی۔اس کے ہاتھ سے ہاتھ چھڑا کر وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھ گئی تھی۔

...☆☆☆...

وہ ٹینس کورٹ سے پلٹی تھی۔جب گھر میں مہمان دیکھ کر وہ وہیں سے مڑ کر دوسری راہ داری سے کچن میں آگئی۔

”ممی!“ یہ کون لوگ ہیں؟“

”تم نے پہچانا نہیں؟“ ممی نے ٹرالی سجاتے ہوئے کہا۔اس نے گلاب جامن اٹھا کر منہ میں رکھی۔

”میں اندر نہیں گئی بس باہر سے دیکھا تھا اور یہ آپ نے اتنا اہتمام کیوں کیا ہوا ہے۔یہ گلاب جامن کس خوشی میں؟“

ممی نے محبت سے اس کی طرف دیکھا اور پیار سے چہرہ تھپتھپایا۔

"میں یہ ٹرالی لے کر اندر جا رہی ہوں۔ تم فریش ہو کر اچھا سا ڈریس پہن کر باہر آجاؤ۔" ممی نے کہا وہ چونکی۔

"میں اچھا سا ڈریس پہن کر باہر آجاؤں۔ کہیں یہ لوگ اس کینیڈین بزنس مین کی طرف سے تو نہیں۔" وہ قیاس کرتی ہوئی بولی تھی۔

"تم فریش ہو کر تو آؤ۔ بتاتی ہوں۔" ممی کہہ کر ملازم کے ساتھ ٹرالی لے کر باہر نکل گئیں۔

انابیتا شانے اچکا کر رہ گئی۔ پھر کمرے میں آکر وہ شاور لینے کے بعد اپنے پروجیکٹ پر کام کرنے کا ارادہ کر رہی تھی جب ممی کمرے میں آئیں۔

"تم ابھی تک تیار نہیں ہوئیں؟"

وہ سر اٹھا کر سوالیہ نظروں سے ممی کو دیکھنے لگی تھی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے ممی! مجھے کیوں تیار ہونا ہے۔" وہ نا سمجھتے ہوئے بولی۔

"تم اٹھو تو!" ممی نے اسے بازو سے پکڑ کر اٹھایا۔

"ممی!" وہ احتجاجاً بولی تھی۔ مگر ممی اس کی وارڈ روب کھول کر اس کے لیے ڈریس منتخب کرنے لگیں۔

"ایک تو تمہارے پاس کوئی بھی ڈھنگ کا جوڑا نہیں۔ لڑکیوں والے شوق ہیں ہی نہیں تمہارے۔ اب ان بد رنگ کپڑوں میں سے پہن کر ان کے سامنے جاؤ گی کیا!" ممی نے مناسب ڈریس کی تلاش میں نا کام ہو کر اسے کھری کھری سنائی تھیں اور بلآخر ایک ڈریس ڈھونڈ ہی نکالا۔

"یہ مناسب رہے گا۔ جلدی سے پہن لو۔" ممی نے انائیا کی شادی میں پہنا ہوا ڈریس سامنے رکھا۔ ایکوا بلیو جدید تراش کا کچھ ہیوی فارم سوٹ تھا۔ وہ ممی کو حیرت سے دیکھنے لگی۔

"میں یہ پہنوں گی۔ اب کس کی شادی میں جانا ہے؟ اور یہ سرپرائز کس چیز کا ہے؟"

"کسی کی شادی میں نہیں جانا' ہاں مگر شادی کا چانس ضرور بن سکتا ہے۔" ممی مسکرائیں اس کا چہرہ تھام کر پیارے تھپتھپایا۔

"ممی۔" وہ احتجاجاً چیخی۔

"یہ کینیڈین بزنس مین والے پہنچ بھی گئے اتنی جلدی ہے انہیں۔"

"تم پہن کر تیار ہو جاؤ شاباش۔" ممی نے پیار سے کہا۔

"میں نہیں جاؤں گی ان کے سامنے اور یہ اتنا ہیوی ڈریس تو بالکل بھی نہیں جو کر لگوں گی پوری۔" وہ وہیں بیڈ پر جم کر بیٹھ گئی۔

"کوئی ہیوی ڈریس نہیں ہے۔ آج کل تو لڑکیاں روٹین میں ایسے کپڑے پہننے لگی ہیں۔ جچے گا تم پر۔ انائیا کی شادی میں کتنی پیاری لگ رہی تھیں تم۔ مجھے تو ڈر تھا کہ کہیں نظر ہی نہ لگ جائے۔ سب کی نظریں تمہیں ہی دیکھ رہی تھیں اور دو چار خواتین نے تو باقاعدہ پوچھا بھی تھا۔" ممی نے مسکراتے ہوئے بتایا اور اسے کھڑا کردیا۔

"اف خدایا! ممی تبھی آپ شادی سے آنے کے بعد میری نظر مرچوں کی دھونی دے کر اتار رہی تھیں۔ چھینکیں مار مار کر میرا حشر ہو گیا تھا اور یہ پروپوزل انہی خواتین میں سے کوئی ایک تو نہیں لے آئیں؟"

"نہیں، یہ ان میں سے بالکل بھی نہیں ہیں۔"

"اوہ تو پھر وہ پروپوزل بھی ضرور رائنڈ اپ ہوں گے۔ اب آپ باری باری سب کو گھر بلائیں گی اور مجھے ابھی بلو اور کبھی ایکوا بلیو ہیوی کام والا ڈریس پہن کر ان کے سامنے جانا پڑے گا۔ ممی! یہ کیا ہو رہا ہے میرے ساتھ' بھیڑ بکری بنا دیا ہے مجھے آپ نے نہیں کرنی فی الحال مجھے شادی...! اور اس طرح تو بالک بھی نہیں...! میں نے اپنی ساری زندگی میں اس طرح سج سنور کر کسی کے سامنے جانے کا

تصور کبھی نہیں کیا تھا۔ مجھے نفرت ہے ان سب سے۔" وہ احتجاجاً بولی تھی۔ تبھی دروازہ کھلا تھا اور جس خاتون نے اندر قدم رکھا تھا انابیتا بیگ کی نظریں انہیں دیکھ کر ساکت رہ گئی تھیں۔

خاتون نے بہت پیار سے اسے تھام کر ساتھ لگایا۔

"مسز بیگ! ہماری بیٹی اتنی پیاری ہے کہ اسے اس بناوٹی سنگھار کی ضرورت نہیں ہے۔آپ خوامخواہ اسے مجبور کر رہی ہیں۔یہ جیسی ہے بہت پیاری ہے۔" باقاعدہ اس کی پیشانی پر پیار کیا گیا۔

انابیتا حیرت بھری نظروں سے انہیں دیکھ رہی تھی۔دوسری طرف ممی کا چہرہ تھا جو اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔

...☆☆☆...

انا بیتا بیگ حیرت سے اپنے سامنے کھڑی خاتون کو دیکھ رہی تھی اور پھر ممی کی طرف ...!

"یہ خاتون یہاں کیسے۔" وہ سوچ رہی تھی۔

"چونکو مت یہ دامیان سوری کی والدہ ہیں۔" ممی نے اسے حیرت میں دیکھ کر کہا۔

" میں جانتی ہوں یہ دامیان سوری کی والدہ ہیں!مگر یہ یہاں کیسے؟"ان کو دیکھ کر وہ حیران نہیں تھی مگر وہ اس بات پر حیران تھی کہ وہ یہاں کیوں اور کیسے ہیں؟

"ممی یہ کیا ہے؟" اس نے ممی کے قریب کھڑے ہو کر پوچھا۔آواز اتنی مدھم تھی کہ دامیان کی ممی نہیں سن پائی تھیں۔مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی دامیان کی ممی آگے بڑی اور اسے ساتھ لگا کر اس کے گال پر پیار کر لیا۔

"ماشاء اللہ! بہت پیاری بچی ہے۔" انہوں نے اس کا چہرہ ہاتھ میں تھام کر کہا۔وہ اپنی ممی کی طرف حیرت سے دیکھ رہی تھی۔اس گھر میں تو دو ہی لڑکیاں تھیں ایک وہ ایک پارسا۔پارسا کے لیے تو دامیان کا رشتہ آ نہیں سکتا تو پھر...!

وہ ساکت سی کھڑی رہ گئی۔

دامیان کا رشتہ اس کے لیے؟

اس سے زیادہ وہ سوچ ہی نہیں پا رہی تھی۔دماغ جیسے ماؤف ہو رہا تھا۔

☆...☆☆☆...☆

معارج تغلق اسے ممی کے گھر لے جا رہا تھا۔وہ خاموشی سے چہرہ پھیرے چپ چاپ بیٹھی تھی۔اس کی طرف سے ناراضگی کا بھرپور اظہار تھااور دل جیسے بھر آ

رہا تھا۔وہ کس کرب سے گزر رہی تھی اس کا اندازہ اس کی آنکھوں سے بہہ کر آنے والے آنسوؤں سے ہو رہا تھا۔اس کا دل کس بات پر اور کیوں بھر آیا تھا۔وہ نہیں جانتا تھا۔مگر چپ چاپ اس کے چہرے پر ایک نگاہ ڈالی تھی۔

"اب یہ ڈرامے بازی کس لیے...؟" معارج تغلق نے ونڈ اسکرین سے نگاہ ہٹائے بغیر کہا مگر وہ کچھ نہیں بولی۔معارج تغلق کو اس پر ترس آگیا تھا۔اس لیے کچھ کہے بغیر ٹشو اس کی طرف بڑھایا۔انائیا ملک نے اس کی سمت دیکھے بنا اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"مجھے ناز برداریاں کرنے کا کوئی تجربہ نہیں۔لہٰذا ٹشو لو اور آنکھیں پونچھو۔" جانے وہ کیا جتانے کی کوشش کر رہا تھا۔انائیا ملک نے اسے گھورا۔"یہ ساری ڈرامے بازی کس لیے ہے؟ تمہیں ممی کے گھر لے جا رہا ہوں وہاں تماشا کرنے کا پلان بن رہا ہے۔کیا یہ اسی کی مشق جاری ہے؟"وہ غالباً اس کی سمت سے کان بند کر لینا چاہتی تھی اسے مزید سننے کا ارادہ نہیں رکھتی تھی۔تبھی پلیئر آن کر دیا

حیراں ہیں ہم ہوئے کیوں تم غیروں سے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کیسا ہے غم بولو نا کچھ ہونٹوں سے

نہ تم ہو بے وفا نہ میں ہی ہوں

پھر بھی ہیں ہم جدا، میں کیا کہوں

او میری جاں...!

انائیا ملک نے جانے کیوں پلیئر آف کردیا تھا۔معارج تغلق کو جیسے اس کی مخالفت کرنے کی عادت ہوچلی تھی تبھی جیسے ہی اس نے پلیئر آف کیا تھا' اسی سرعت سے بنا اس کی جانب دیکھے دوبارہ آن کردیا تھا۔

او میری جاں

اومیری جاں...!

تیرے بن جو دن آیا

کاٹے نہ وہ کٹ پایا

کمی تیری کھل سی جاتی ہے

تپتے بن جو شام آئی

بڑھی دل کی تنہائی

میری آنکھیں بھر سی جاتی ہیں

کچھ تم مجھ سے خفا

کچھ میں بھی ہوں

ہے کیا اس کی وجہ

میں کیا کہوں

ناجانے وقت کی مرضی ہے کیا

کیوں ہیں ملی

یہ دوریاں...!

او میری جاں...!

او میری جاں!

یہ صرف ضد تھی؟ وہ خوشی محسوس کرتا تھا اس کی مخالفت کر کے ... یا اسے اچھا لگتا تھا۔وہ اس کے ساتھ کسی مقابلے میں نہیں تھی۔پھر وہ کیوں اس کو ہرانے کے جتن کر رہا تھا؟

انائیا ملک اسے خاموشی سے دیکھ رہی تھی۔

"اب اس احتجاج کی وجہ کیا ہے؟ ایسے کیوں دیکھ رہی ہو مسز تغلق؟" وہ اس کی سمت دیکھے بنا بولا انائیا کے معاملے میں جیسے اس کی آنکھیں چارون طرف پھیلی ہوئی تھیں اور ہر طرف سے دیکھتی تھیں۔وہ اس کی سمت سے جواب کا متلاشی تھا جیسے مگر وہ کچھ کہے بنا چہرہ پھیر کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

"اگر ایک سمت سفر ہی کرنا ہے تو پھر مخالف چل کر کیوں... مخالف چلنے سے سمت ایک نہیں رہے گی اور منزل سے دوری یقینی ہے وہ جانے کیا سمجھانا چاہ رہا تھا۔

"میں مخالف سمت میں نہیں چل رہی۔" وہ بہت غصے میں تھی مگر اس کی جانب دیکھنے سے گریز کر رہی تھی۔

"ساتھ بھی تو نہیں چل رہیں۔" کوئی شکوہ تھا یا شکایت، لہجہ مدھم تھا۔جیسے وہ کہے بنا رہ بھی نہ سکا ہو اور اسے سنانا ضروری بھی نہ ہو۔

انائیا ملک اسے خاطر خواہ اہمیت نہیں دے رہی تھی۔گاڑی رکی تھی اور وہ دروازہ کھول کر فوراً اندر داخل ہو گئی۔معارج تغلق اسے خاموشی سے جاتا ہوا

دیکھتا رہا۔ پھر گاڑی کادروازہ کھول کر باہر نکلا اور اس کے پیچھے چلنے لگا۔ وہ اسے باہر سے چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا کہ یہ نا مناسب لگتا۔ نانا اور امی کو یقیناً برا لگتا۔

☆...☆☆☆...☆

شاید کوئی اور بات ہوتی تو وہ یقین کر لیتی، کوئی اور غیر معمولی واقعہ ہوتا تو شاید عقل اتنی دنگ نہ رہتی۔ مگر اس کا دماغ اس بات کو قبول کر ہی نہیں رہا تھا۔ کتنی دیر تک وہ اسی گو مگو کیفیت میں بیٹھی رہی تھی۔ عقل جانے کیوں مان ہی نہیں رہی تھی۔

وہ تو للی کو پسند کرتا تھا پھر...!اس کا ذہن کچھ بھی صحیح سے سوچ نہیں پا رہا تھا۔ اس نے کچھ سوچ کر دامیان کا نمبر ملایا۔ ایک...دو...تین...! سیل مسلسل رنگ کرتا رہا پھر سلسلہ بند ہو گیا۔ وہ اس سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا؟ اسے ہتکی سی محسوس ہوئی تھی۔

"کیا ہوا! اتنی پریشان کیوں لگ رہی ہو؟" پارسا نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ انا بیتا بیگ سر اٹھا کر اسے حیرت سے دیکھنے لگی۔ اس کا ذہن ماؤف تھا۔

"تم ٹھیک تو ہو؟" پارسا چوہدری کو پریشانی لاحق ہوئی۔ تو وہ چونکی اور سر اثبات میں ہلا دیا۔

"آئی ایم او کے!"

گھر میں کوئی مہمان آئے تھے کیا!" پارسا چوہدری نے پوچھا۔ اب انابیتا بیگ کو جواب دینانا گزیر ہو گیا تھا۔

"ہاں!" بہت مدھم لہجے میں جواب دیا اور پھر اس ڈر سے کہ وہ اگلا سوال نہ کر دے فوراً ہی پوچھ ڈالا۔

"تم نے کہاں اتنی دیر کر دی؟"

"میں عدن بیگ کے ساتھ بورڈ میٹنگ میں تھی۔ اب اس نے بزنس پلان بنانے کی ذمہ داری مجھے سونپ دی۔ میں پچھلے سال کی ساری فائلز نکال کر دیکھتی رہی۔ اس میں وقت کا پتا ہی نہیں چلا۔"

پارسا چوہدری نے بتایا اور دونوں ہاتھوں سے کنپٹیوں کو دبانے لگی۔

"عدن بھائی تو ابھی نہیں آئے۔"

"ہاں جرمنی سے ایک وفد آیا ہے انہیں کے ساتھ میٹنگ کے لیے گئے ہیں۔
بس آنے والے ہوں گے"

"تمہارا سر دُکھ رہا ہے تو کاظم سے کہہ کر چائے بنوادوں؟"انابیتا نے اپنے
مخصوص کیئرنگ انداز میں پوچھا۔

"ہاں مگر پہلے میں شاور لے لوں۔بہت تھک گئی ہوں" وہ پرس اور سینڈل
اُٹھا کر اُٹھی۔

"ٹھیک ہے تم کمرے میں جاؤ میں کاظم سے چائے کا کہتی ہوں۔"انابیتا بیگ
نے کہا اور پارسا چوہدری سر ہلاتی ہوئی کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

"یہ کیا ہورہا تھا"

کیا کیا تھا دامیان سوری نے اور اس کے پیچھے کیا اسباب تھے۔کیا وہ صرف
اسے نیچا دکھانا چاہتا تھا...

مگر کیوں...؟ جبکہ وہ للی کو پسند کرتا تھا اور اُسی کے ساتھ خوش تھا پھر اُس
کے ساتھ رہنا کیا معنی رکھتا تھا۔وہ اس کی خواہش کیوں کررہا تھا۔

یہ فیصلہ کیونکر کیا تھا اُس نے...؟

اور وہ بھی اتنا اچانک جب کہ وہ جانتا تھا کہ اُس کے لیے کسی کا پروپوزل آ
چکا ہے۔

وہ اُسے نظرانداز کررہی تھی۔اُس سے بھاگ رہی تھی بات نہیں کررہی تھی۔
سارے رابطے توڑ دیئیے تھے تو یہ پروپوزل بجھوانا کیا معنی رکھتاتھا؟ وہ مسلسل
ایک ہی نکتے پر سوچے جارہی تھی۔

وہ تو اس کینیڈین کے پروپوزل کی توقع کررہی تھی۔وہ سمجھی تھی کہ اس کی
طرف سے کوئی آیا ہے۔اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ
پروپوزل کسی اور کی طرف سے بھی آسکتا ہے۔خاص کر دامیان سوری کی طرف
سے...جس کے بارے میں اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔

بیلز جا رہی تھیں مگر وہ کال پک کرنے کی زحمت نہیں کر رہا تھا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے ایک تو پروپوزل بھجوایا اس پر فون بھی پک نہیں کر رہا"

اسے بہت غصہ آرہا تھا مگر اس کا بس نہیں چل رہا تھا۔اگر اس لمحے دامیان سوری نظروں کے سامنے ہوتا تو وہ اُس کا حشر کر چکی ہوتی۔اُس کی ہمت بھی کیسے ہوئی۔

جلے پاؤں کی بلی کی طرح وہ ہاں سے یہاں چکر کاٹ رہی تھی۔ذہن مسلسل متحرک تھا۔

☆...☆☆☆...☆

معارج تغلق نانا کے ساتھ بیٹھا ادھر اُدھر کی باتوں میں مصروف تھا۔وہ کافی کا کپ لے کر ممی کے پاس آن بیٹھی۔

"کیا ہوا، تم کچھ کہنا چاہتی ہو" ممی نے اُسے بغور دیکھا۔

"آپ کو کیسے پتا چلا کہ میں کچھ کہنا چاہتی ہوں؟" انائیا ملک چونکی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"میں ماں ہوں، مجھے تمہارے چہرے سے صاف پتا چل جاتا ہے۔زائرہ ملک مسکرائی تھیں اور اس کا چہرہ پیار سے تھام کر تھپتھپایا۔پوری عمر انہوں نے انائیا کے لیے یوں ہی گزار دی تھی مگر کیا صلہ ملا تھا ...؟

کیا ان دونوں ماں بیٹی کی قسمت ایک جیسی تھی؟

"وہ ساری پینٹنگز دیوار سے کس نے ہٹائیں؟ اس نے سامنے کی دیوار دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اچھا !وہ پینٹنگز ...؟ وہ للی نے ہٹائی ہیں"زائرہ ملک نے مسکراتے ہوئے کہا..انائیا ملک چونکی۔

"للی....؟" یہ کون ہے۔

زائرہ ملک نے خاموشی سے لمحہ بھر کو اسے دیکھا تھا پھر سہولت سے بولیں۔

"وہ بہت اچھی لڑکی ہے۔آج کل میرے ہی ساتھ رہ رہی ہے"

"پے انگ گیسٹ! یہ کب رکھا آپ نے؟ اس کی کیا ضرورت تھی۔

انائیا بولی۔

"پے انگ گیسٹ نہیں ہے وہ فارنر ہے۔اس ملک میں اس کا کوئی جاننے والا نہیں ہے اُسے رہنے کی جگہ کی ضرورت تھی۔اس لیے میں نے اسے اپنے گھر رہنے کی اجازت دے دی۔" زائرہ ملک نے بتایا۔

"اوہ!مگر آپ کو محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔آج کل کسی پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا زمانہ ٹھیک نہیں ہے۔"انائیا ملک نے کہا۔زائرہ ملک اسے سچائی بتانے سے گریز کررہی تھیں۔

"نہیں ایسا نہیں ہے، وہ اچھی لڑکی ہے میں نے اسے گھر میں جگہ دے کر کوئی غلطی نہیں کی، تم اس سے ملوگی تو تمہیں اچھا لگے گا، بہت پیاری بچی ہے، تمہارے جانے کے بعد میں بہت تنہا ہوگئی تھی اس کے آنے سے میرا وقت اچھا گزر جاتا ہے" زائرہ ملک نے سہولت سے بتایا۔

"ٹھیک ہے...مگر پھر بھی محتاط رہنا زیادہ بہتر ہے" انائیا ملک نے کہا اور خاموش ہوکر کپ میں کافی کی سطح کو خالی خالی نظروں سے دیکھنے لگی۔

"تم کچھ کہنا چاہتی ہو؟" ممی نے اسے ایسے چپ دیکھ کر پوچھا تو اس نے سر اثبات میں ہلادیا اور اُٹھ کر ان کے پاس آن بیٹھی۔

"ممی ! مجھے آپ سے کوئی ضروری بات کرنا ہے" وہ دھیمے لہجے میں بولی۔زائرہ ملک نے خاموشی سے اس کی طرف دیکھا اور پھر آہستگی سے سر ہلادیا۔

"ہاں ،بولو...!"

"ممی! " وہ جیسے لفظ جمع کررہی تھی اپنے طور پر تیار ہورہی تھی۔کچھ بتانے کے لیے ...زائرہ ملک اسے منتظر نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔

"ممی ! رئیس لاکھانی انکل نے مجھے میری مہندی والے دن کال کی تھی جب میں پارلر میں مہندی کی تقریب کے لیے تیار ہورہی تھی"

زائرہ ملک رئیس لاکھانی کو جانتی تھیں تبھی چونکتے ہوئے بولی تھیں۔

"کیا کہا تھا انہوں نے....؟"

۔" انہوں نے مجھے ایک خاص مقصد سے فون کیا تھا "انائیا سر جھکا کر بولی۔زائرہ ملک اسے بغور دیکھ رہی تھیں۔

''کس خاص مقصد سے ...؟ '' وہ چونکیں اور انائیا ملک اپنے اندر ہمتوں کو مجتمع کرنے لگی تھی۔

☆...☆☆☆...☆

یلماز کمال اس کے سامنے آن کھڑا ہوا تو وہ حیرت سے سر اُٹھا کر اسے دیکھنے لگی تھی۔ نگاہوں میں سوال تھا تبھی یلماز کمال بولا۔

''گلابو! تم سے ایک بات کرنی ہے، آؤ ساتھ چلو''

''ایسی کیا ضروری بات ہے، یہیں بول دو۔''وہ اس کی جانب دیکھنے سے مکمل اجتناب کرتے ہوئے بولی۔

''ہماری باتیں راستے میں نہیں ہو سکتیں گلابو! بچوں جیسی باتیں مت کرو'' اس نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''ایسی کون سی ضروری بات ہے جو یہاں نہیں ہوسکتی؟'' وہ لاتعلق لہجے میں بولی۔

'' ہے ایک ضروری بات جو یہاں راستے میں نہیں ہوسکتی۔تم ہر بات پر الجھتی کیوں ہو؟ میں کہیں تمہیں اغواء کرکے تو نہیں لے جاؤں گا '' وہ تپ کر بولا۔

''میں تمہارے ساتھ بلاوجہ کسی بحث میں الجھنا نہیں چاہتی۔''

''بحث میں الجھنا بھی نہیں چاہتی اور بحث بھی کررہی ہو؟'' وہ جتاتے ہوئے بولا۔

پارسا چوہدری نے ایک گہری سانس خارج کی اور پھر کوئی دوسری راہ نہ پاتے ہوئے اس کی جانب دیکھے بنابولی۔

''چلو!'' وہ اس کے ساتھ چلنے لگا۔قدرے ویران گوشے میں آکر اس نے بینچ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ چپ چاپ بیٹھ گئی اور منتظر نظروں سے یلماز کمال کی سمت دیکھا۔

''بولو ، کیا بات ہے؟''

''تمہاری اماں کا فون آیا تھا، ابا کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، انہیں ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔''

"کیا !" پارسا چوہدری کے پاؤں تلے سے جیسے زمین پل میں سرک گئی تھی۔

"کل رات فون آیا تھا ، میرے پاس تمہارا نمبر نہیں تھا غالباً تم نے بدل لیا ہے" وہ اس کے ساتھ بیٹھا بہت پرسکون لہجے میں بولا۔

پارسا چوہدری سر جھکائے بیٹھی تھی اور آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر گر رہے تھے۔یلماز کمال نے اسے خاموشی سے دیکھا تھا۔

"کیسی طبیعت ہے ان کی" اس کے حلق سے آواز بس نام کو نکلی تھی۔

"زیادہ بات نہیں ہوئی، چاچی نے بس اطلاع دی تھی اور سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔"وہ بولا۔

پارسا چوہدری اُٹھی تو اس کا سر بری طرح چکرا یا، زمین جیسے گھوم رہی ہو۔وہ لڑکھڑائی تو یلماز کمال نے سہارا دینے کو ہاتھ بڑھایا مگر اس نے ہاتھ جھٹک دیا اور اٹھ کر وہاں سے نکل گئی۔

☆...☆☆☆...☆

" ممی! آپ کو میرے ساتھ ہاسپٹل چلنا ہوگا" زائرہ ملک چپ چاپ سی سر جھکائے بیٹھی تھیں۔جب انائیا ملک نے ان کے ہاتھ پر بہت نرمی سے ہاتھ رکھ کر کہا۔

۔"انائیا ! میں ہاسپٹل نہیں جانا چاہوں گی اور تمہیں بھی یہی مشورہ دوں گی کہ وہاں مت جاؤ جو چیزیں ختم ہوچکی ہیں ان کا دوبارہ آغاز کرنے سے کوئی فائدہ نہیں" وہ متانت سے بولیں۔وقت نے انہیں ایک ٹھہراؤ دیا تھا۔ان کے اندر چاہے کتنے بھی مدوجزر سہی ...مگر وہ باہر سے مکمل پُرسکون دکھائی دے رہی تھیں۔

"ممی !ہربات میں فائدہ یا نقصان نہیں دیکھا جاتا ، یہ بات آپ ہی نے تو سکھائی ہے کہ جب کوئی مشکل میں ہو تو اس کی مدد کرو۔" انائیا ملک نے جتایا مگر زائرہ ملک خاموش رہیں۔

"ممی! چیزیں اس طرح کہنے سے ختم نہیں ہوتیں۔چاہے آپ انکار کریں میں نہ مانوں مگر کچھ چیزیں جھٹلائی نہیں جاسکتیں اور پھر یہ وقت ایسی باتیں سوچنے کا بھی نہیں ہے" انائیا ملک ماں کو قائل کرنا چاہ رہی تھی۔

"رئیس لاکھانی نے تمہیں فون کیوں کیا تھا، مجھے کیوں نہیں بتایا... اسے ایسی باتیں تم سے کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" زائرہ ملک بولیں۔

"ممی! وقت بہت گزر چکا ہے، اب میں ناسمجھ نہیں ہوں اور آپ کو کسی بات کو مجھ سے چھپانے کی ضرورت نہیں ہے۔میں جانتی میری ماں کوئی کمزور عورت نہیں ہے، بچپن میں کئی باتیں آپ مجھے نہیں بتانا چاہتی تھیں کیونکہ اُس وقت میں ناسمجھ تھی۔چیزوں کو سمجھ نہیں پاتی تھی مگر اب ایسا نہیں ہے۔" انائیا ملک نے نرمی سے کہہ کر ماں کی طرف دیکھا۔

"انائیا! میں نہیں چاہتی تم ان باتوں میں الجھو۔" زائرہ ملک نے کہا۔

"ممی! یہ معاملہ مجھ سے جدا نہیں ہے، اس کا واسطہ مجھ سے بس اتنا ہی ہے جتنا کی آپ سے ...ہم دونوں ایک ہی ڈور سے بندھے ہیں۔آپ کا دل تو بہت نرم ہے ، بہت جلد معاف کردیتی ہیں آپ ،پھر اب اتنی سخت دل کیوں ہو رہی ہیں؟" انائیا ملک نے پوچھا۔

"انائیا! بٹیا بہتر یہی ہوگا کہ اس ہم موضوع پر بات نہ کریں۔میں رئیس لاکھانی سے بات کروں گی۔اسے ہمیں اس طرح الجھانے یا ہماری زندگیاں ڈسٹرب کرنے کا کوئی حق نہیں۔" زائرہ ملک کا لہجہ مدھم تھا۔

"ممی! اس میں لاکھانی انکل کی کیا غلطی ہے ؟ انہیں لگا یہ رشتہ ہم سے وابستہ ہے تو اس سے متعلق سب سے پہلے ہمیں بتانا ضروری سمجھا۔"

"مگر اس نے تمہیں کیوں بتایا....اسے کیا حق تھا میری بیٹی کی زندگی کو یکدم یوں ڈسٹرب کرنے کا... تم نے اسی دن مجھے فون کرکے کیوں نہیں بتا دیا؟" زائرہ ملک کی سوئی وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

"ممی!یہ معاملہ مجھ سے الگ تو نہیں، پھر آپ کو حیرت کیوں ہو رہی ہے اور جو بھی ہو بہرحال آپ میرے ساتھ ہاسپٹل چل رہی ہیں۔" انائیا بولی اور زائرہ ملک اسے دیکھ کررہ گئی تھیں پھر قدرے توقف سے بولیں۔

"تم نے معارج کو تو کچھ نہیں بتایا "

”میں اسے کیوں بتاؤں گی ممی! یہ ہماری زندگیاں ہیں نا! کسی اور کو ان معاملات سے کچھ لینا دینا نہیں۔“زائرہ ملک خاموشی سے سر جھکائے بیٹھی تھیں۔جب انائیا ملک زن کی طرف دیکھتی ہوئی نرمی سے بولیں۔

”ممی ! میں اتنی ناسمجھ نہیں ہوں کہ اپنے سے جڑے معاملات کی تشہیر یہاں وہاں کرتی پھروں اور آپ کو بھی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔اب میں وہ چھوٹی سی ناسمجھ انائیا نہیں ہوں۔ہمیں کسی بھی معاملے کو لے کر ایک دوسرے سے نظر چرانے کی ضرورت نہیں۔“ انائیا ملک بہت سمجھداری سے کہہ رہی تھی۔

زائرہ ملک بیٹی کو دیکھتی رہ گئی تھیں۔

☆...☆☆☆...☆

ممی ڈیڈی نے اس پروپوزل کے بارے میں کیا طے کیا تھا اور انہیں کیا جواب دیا تھا وہ نہیں جانتی تھی مگر اس کے اندر کی بے کلی بڑھتی جارہی تھی۔

اس نے دامیان سوری سے کئی بار بات کرنے کی کوشش کی تھی مگر وہ کال پک کرنے پر رضامند دکھائی نہیں دے رہا تھا۔وہ کیمپس بھی گئی مگر وہ وہاں بھی نہیں تھا۔

یہ چوہے بلی والا کھیل وہ کیوں کھیل رہا تھا وہ نہیں جانتی مگر وہ اس کا سامنا کیوں کرنا نہیں چاہتا۔وہ اس بات کی وضاحت دینے کو تیار نہیں تھا۔

اور وہ وضاحتوں کے لیے اتنی بے چین کیوں تھی....؟

وہ یہ پروپوزل قبول کرتی یا رد کرتی یہ معاملہ تو اس کا اپنا تھا۔اگر وہ پروپوزل بجھوانے کی ہمت رکھتا تھا تو وہ بھی رد یا منتخب کرنے کا اختیار رکھتی تھی۔جب یہ حق اس کے پاس محفوظ تھا تو اس میں اتنا پریشان ہونے کی ضرورت کیا تھی۔

اس نے خود اپنے آپ کو سمجھایا اور پرسکون ہونے کی کوشش کرنے لگی۔

”ممی! آپ اس کینیڈین پروپوزل کی بات کررہی تھیں؟ شام میں ممی جب کچن میں کاظم کے ساتھ شام کی چائے کا اہتمام کررہی تھیں وہ پوچھنے لگی۔

”ہاں انہوں نے بات کی تھی مگر اب دامیان کا پروپوزل بھی تو ہے...؟

”تو ...؟انابیتا بیگ چونکی۔مسز بیگ نے اسے نگاہ اُٹھا کر دیکھا۔

”بیٹا!وہ اچھا لڑکا ہے پھر بات یہ ہے کہ تم اسے سالوں سے جانتی ہو ،دیکھا بھالا ہے۔“ ممی نے کہا۔

”تو کیا مطلب نکلتا ہے اس کا؟“انابیتا بیگ نے حیرت سے ماں کی طرف دیکھا۔

”انابیتا بچے! یہ چیزیں بچوں کے سوچنے کی نہیں ہیں، بہت سمجھداری کی ضرورت ہوتی ہے ان سب معاملوں میں۔“

”تو کیا طے کیا آپ نے؟“انابیتا کے اندر ایک بے چینی پھیل رہی تھی۔

”ابھی تو کچھ نہیں سوچا مگر دامیان اچھا لڑکا ہے، دیکھا بھالا ہے۔“ ممی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ممی! آپ جانتی ہیں اس کا جھکاؤ للی میک کی طرف ہے۔وہ محبت کرتا ہے اس سے... میں نہیں جانتی اس نے مجھے تختۂ مشق بنانے کی کیوں ٹھانی؟ مگر یہ پروپوزل ٹھیک نہیں ہے۔“ انابیتا بیگ صاف گوئی سے بولی۔

”للی میک!یہ وہی فارنر لڑکی ہے نا جو تمہاری برتھ ڈے پر ہمارے گھر آئی تھی۔“

”ہاں ...وہی...؟“انابیتا بیگ نے کہا تھا۔

”مگردامیان ایسا کیوں کرے گا۔اگر وہ پہلے سے کسی کے ساتھ انوالو تھا تو اسے پروپوزل بھجوانے کی کیا ضرورت تھی؟ وہ بچہ تو نہیں ہے کہ ایسی باتیں نہ سمجھتا ہو۔“مسز بیگ نے کہا۔

”ممی! میں یہ سب نہیں جانتی کیوں اور کیسے مگر یہ ٹھیک نہیں ہے۔میں بتا رہی ہوں میں اس پروپوزل کو قبول کرنے والی نہیں ہوں۔“ وہ جتاتے ہوئے بولی۔

"اگر وہ للی کے ساتھ نہ ہوتا تو کیا تم اسے قبول کرتیں؟" ممی نے پوچھا۔وہ خاموشی سے ان کی طرف دیکھنے لگی اور اس پل اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

"ممی!اگر یہ میرے حق کی بات ہے اور میرے پاس اختیار ہے تو میں دامیان سوری کو اس قابل نہیں سمجھتی۔"وہ دو ٹوک انداز میں بولی۔

"انابیتا بچے! لڑکیوں کے لیے پروپوزل آنا معمول کی بات ہے۔ تمہیں الجھن کس بات سے ہورہی ہے ....پروپوزل آنے سے یا دامیان کا پروپوزل آنے سے؟" ممی نے نرمی سے پوچھا۔

"ہم اس معاملے میں بات کیوں کررہے ہیں ممی! دامیان دنیا میں کوئی واحد آدمی نہیں اور اگر یہ اکلوتا بھی ہوتا تو میں اسے کبھی اپنی زندگی میں شامل کرنا نہیں چاہتی۔میں اسے اس قابل نہیں سمجھتی۔"انابیتا یہ کہہ کر باہر نکل گئی۔ممی نے اسے حیرت سے دیکھا تھا۔

☆...☆☆☆...☆

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"عدن ! مجھے ایک ماہ کی تنخواہ ایڈوانس میں مل سکتی ہے؟"عدن بیگ نے چونک کر سراُٹھایا اور اسے دیکھا۔

"ضرور مل سکتی ہے ، کوئی ایمرجنسی ؟" عدن بیگ نے پوچھا۔

"ہاں' مجھے ضرورت ہے"وہ سنجیدگی سے بولی۔

"پیسے ضرورت کے لیے ہی خرچ کیے جاتے ہیں، میرے علم میں یہ بات ہے۔"

عدن بیگ نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو پارسا چوہدری چیئر کھینچ کر بیٹھ گئی ،اس کا انداز کھویا کھویا ساتھا اور آنکھوں کے پپوٹے سوجے ہوئے۔

"تم ٹھیک ہو ؟"عدن بیگ نے پوچھا' پارسا چوہدری نے سر اثبات میں ہلایا۔

"تم روئی ہو!" عدن بیگ نے اس کے چہرے کو بغور دیکھا۔اس کا پوچھنا تھا کہ اس کی آنکھیں پھر سے بھر آئی تھیں۔وہ سر جھکائے بیٹھی رہی جیسے اپنی کمزوری کا پتا کسی کو لگنے نہ دینا چاہتی ہو۔عدن کو اس کی حالت دگرگوں لگی تھی۔تبھی اپنی سیٹ سے اٹھ کر اس کے قریب آیا اور اسے پوری توجہ سے دیکھنے لگا۔

"پارسا چوہدری! بند باندھنا ضروری ہے جہاں تک ممکن ہو' مگر جب برداشت باقی نہ رہے تو کوئی بھی بندھ باندھنا فضول ہوتا ہے۔ تمہیں کوئی پریشانی ہے تو اس کا حل ڈھونڈا جاسکتا ہے۔ مگر اس کے لیے تمہیں شیئر کرنے کا ہنر آنا چاہئیے۔" وہ متانت سے بولا۔

پارساکی آنکھوں سے بہت خاموشی سے آنسو ٹوٹ کر گررہے تھے۔ مگر اس سے پہلے کہ بے قدر ہو کر بہہ جاتے ،عدن بیگ نے اپنی پوروں پر چن لیااور پھر رومال اس کی طرف بڑھا دیا۔

"میں جب تک کوئی اور بات نہیں کروں گاجب تک تم یہ رونا دھونا بند کرکے مجھے بتاتی نہیں۔"عدن بیگ نے کہا۔

"میں جاننا چاہتی ہوں،آپ بتادیں اگر مجھے سیلری کے پیسے ایڈوانس مل سکتے ہیں تو"عدن بیگ نے کچھ خاموشی سے اسے دیکھا پھر جھک کر گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گیا اور اس کے چہرے کوبغور دیکھنے لگا۔

"پارسا چوہدری! ہر بات کو راز بنانا ضروری نہیں، ہم اس دنیا میں جیتے ہیں تو ایک دوسرے سے بندھ جاتے ہیں پھر کوئی رشتہ ہو کہ نہیں۔ ضروری نہیں کہ میں کوئی حق محفوظ رکھتا ہوں۔ مگر کہنے سے دل ہلکا ہوجاتا ہے۔ کسی نہ کسی ذریعے ہم ایک دوسرے سے جڑ گئے ہیں۔ یہ رشتہ کوئی نام بھی نہ رکھتا ہویا تعلق میں کوئی خاص اپنائیت نہ ہو مگر یہ رشتہ کچھ لمحوں کے لیے کچھ بانٹ سکتا ہے تو اس میں کیا برائی۔" عدن بیگ پرسکون لہجے میں کہتا ہوا اسے بغور دیکھ رہا تھا۔

"میرے ابا کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں انھیں ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔ مجھے انھیں دیکھنے جانا ہے۔" پارساچوہدری نے بنا اس کی طرف دیکھے کہا۔

"اوہ !بہت افسوس ہوا،اب کیسی طبیعت ہے ان کی۔"عدن نے اپنائیت سے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔

"میں نہیں جانتی۔اس لیے میں جاناچاہتی ہوں"وہ سر نفی میں ہلاتے ہوئے بولی ۔

"تو اس طرح اکیلی کیسے جاؤ گی۔تمھاری اپنی حالت ٹھیک نہیں لگ رہی۔تمھیں اکیلے نہیں جانا چاہئے کم از کم میں اس کی اجازت نہیں دوں گا۔" عدن بیگ استحقاق سے بولا۔وہ سر جھکا کر اسے دیکھنے لگی۔

"مجھے بتاؤ کہاں کی ٹکٹس کرواؤں؟"وہ اٹھ کر فون کی طرف آیا "یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ !" وہ چونکی تھی ،ٹکٹس؟

"ہاں میں تنہا تمہیں جانے نہیں دونگا۔"وہ بولا اور دوسری طرف ایاز کوبتایا ،دوٹکٹس فیصل آباد کے لیے آج ہی کی فلائٹ سے "اٹس ارجنٹ۔" کہہ کر اس نے سلسلہ منقطع کیا اور اس کی جانب آیا۔

"یہ کیا ہورہا ہے۔" وہ چونکتے ہوئے اس کی جانب تکنے لگی۔

"میں تمہارے ساتھ جارہا ہوں اور ایڈوانس سیلری کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں، وہ بھی تمہیں مل جائے گی"وہ دوٹوک انداز میں کہہ کر فون میں بزی ہوگیا اور پارسا چوہدری حیرت سے اس کی سمت دیکھتی رہی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

☆...☆☆☆...☆

زائرہ ملک چپ چاپ کھڑی اس ہوش و خرد سے بیگانہ وجود کودیکھ رہی تھی ۔انائیا ان کے پیچھے کھڑی تھی۔

زائرہ ملک نہ جانے کیوں بے ہمت سی ہورہی تھیں۔آنکھوں میں ٹھہری نمی کناروں سے باہر آگئی تھی۔

اس لمحہ زائرہ ملک اتنی ناتواں لگ رہی تھیں کہ انائیاملک کوان کے برابر کھڑا ہونا پڑاتھا ،اسے لگا جیسے وہ ابھی بے ہوش ہوکر گر جائیں گی،ان کا وجود ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔جیسے وہ کسی طوفان کے دہانے پر ہو ں۔انائیاملک ماں کی کیفیت سمجھ سکتی تھی۔

"کیوں واپس آئے ہیں یہ ہماری زندگی میں اب۔کیا ضرورت تھی اب ان کی ۔کیوں چلے آئے اس طرح۔!"وہ مدھم آواز میں روتے ہوئے بول رہی تھیں۔

"جہانگیر ملک !اگر تم مجھ سے پوچھتے تو میں منع کردیتی۔کبھی نہ کہتی کہ اب ہماری زندگی میں واپس آؤجب کہ ایک ٹھہراؤ آچکا ہے۔ہم ایک طوفان سے گزر چکے ہیں تو اب ایک اور طوفان اپنے سنگ لے کر واپس مت آؤ۔"

وہ آکسیجن ماسک لگے اس چہرے کو دیکھتی ہوئی اتنی مدھم آواز میں بول رہی تھیں کہ آواز بمشکل انائیا ملک کو سنائی دے رہی تھی۔وہ کس کیفیت سے دوچار تھیں،اس کا اندازہ اسے تھا تبھی ان کے ساتھ لگی کھڑی تھی ان کو سہارا دیتے ہوئے۔۔

یہ ہے وہ شخص جو ہمیں بے مول کر کے ایک دن ہماری زندگیوں سے چپ چاپ نکل گیا تھا۔تو اب کیا ضرورت تھی واپس آنے کی کیوں آئے یہ تلاطم برپا کرنے جب کہ ہم ان کے بنا جینے کا ہنر بھی سیکھ چکے تھے۔جب بنا کچھ کہے چپ چاپ چلے گئے تھے تو واپسی کی راہ کیوں ڈھونڈی ؟ اب اتنے سالوں بعد اس کی کیا ضرورت تھی۔

کتنے سوال تھے زائرہ ملک کے ہونٹوں پر۔اس بے سدھ پڑے وجود میں کچھ حرکت ہوئی تھی۔جہانگیر ملک نے بہت آہستگی سے آنکھیں کھول کر اس چہرے کو دیکھا اور اجنبی نظروں سے دیکھتا رہا۔

تمہیں میری یا میری بیٹی کی زندگی کو ڈسٹرب کرنے کا کوئی حق نہیں۔جہانگیر ملک !اگر پلٹنا ہی تھا تو ہماری سمت کیوں ! اگر ایک بار بھی تم پوچھتے تو میں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

خود منع کر دیتی۔تمہاری بیٹی کو مجرم بن کر پالا ہے میں نے۔کبھی نگاہ نہیں ملا سکی اس سے۔اس کے کسی سوال کا جواب نہیں دے سکی۔وہ چپ رہتی تھی تو اس کی آنکھوں میں کئی سوال تیرتے تھے۔اس نے تمہاری بابت مجھ سے کبھی کچھ نہیں پوچھا۔اسے لگا اس کی ماں کا درد اور بڑھ جائے گا۔اگر وہ تمہارا ذکر بھی کرے گی تو ہم دانستہ تمہارا ذکر نہیں کرنا چاہتے تھے۔ایک دوسرے کا خیال رکھنے کی کوشش میں ہم ایک دوسرے سے نگاہیں چراتے رہتے تھے۔تم نے میری بیٹی کو اپنا سایہ نہیں دیا تو آج ہماری طرف آنے کی کیا ضرورت تھی ،کیوں آئے تم۔بہت نیم جاں انداز میں بلکتی آنکھوں سے زائرہ ملک کہہ رہی تھیں۔آنسو انائیا ملک کی آنکھوں میں بھی آگئے تھے مگر وہ اس لمحے کمزور پڑنا نہیں چاہتی تھی۔اپنی ماں کو شانوں سے مضبوطی سے پکڑ کر بڑی ہمت کے ساتھ کھڑی تھی۔جہانگیر ملک نے بہت ہمت کر کے ہاتھ اٹھایا اور زائرہ ملک کے ہاتھ پر رکھنا چاہا تھا۔مگر تبھی ان کی سانس اکھڑنے لگی تھی۔

”ممی! اوہ میرے خدایا! ان کی حالت ٹھیک نہیں لگ رہی۔“میں ڈاکٹر کو بلا کر لاتی ہوں۔انائیا کہہ کر فوراً باہر کی طرف دوڑی۔

☆...☆☆☆...☆

(وہ بینچ پر بیٹھی اپنا فائل پروجیکٹ جمع کروانے سے پہلے چیک کر رہی تھی ۔جب وہ اس کے قریب آن رکا)

"انابیتا بیگ نے اس کے جوتوں پر نگاہ ڈالی اور پھر سر اُٹھا کر اس کی سمت دیکھا وہ اس کے پاس بیٹھ گیا۔

"تم مجھے ڈھونڈ رہی تھیں ؟" بردبار لہجے میں گویا ہوا۔انابیتا بیگ نے نگاہ اس پر سے ہٹا کر دوبارہ پروجیکٹ پر جمادی۔

"میری تلاش کیوں شروع ہوئی اور تمہیں اتنا مطلوب کیونکر تھا؟" وہ جواز مانگ رہا تھا مگر انابیتا بیگ جواب دینا نہیں چاہتی تھی۔

"اوہ! تو ناراضگی ہے .....،کس لیے ....؟ میں فون کالز پک نہیں کررہا تھا ؟ اس لیے یا پھر یہ کہ پروپوزل اتنی دیر سے کیوں بھجوایا ؟" اس کا انداز ہمیشہ کی طرح چڑانے والا تھا۔

انابیتا نے غصے سے فائل بند کردی تھی اور اس کی سمت دیکھا تھا۔

"دامیان سوری! تم اتنے اہم نہیں ہو جسے ڈسکس کیا جائے۔اپنا اور میرا ٹائم برباد مت کیا کرو"وہ اٹھنے لگی جب دامیان سوری نے اس کے ہاتھ پر مضبوطی سے ہاتھ رکھ کر اسے ایسا کرنے سے روک دیا۔

وہ غصے بھری نظروں سے اس کی سمت تکنے لگی۔

"غصہ کس بات پر آرہا ہے، اس کا خلاصہ بھی کردو، تمہاری یہ جو چھوٹی سی ناک ہے ایک دن غصے کے بوجھ تلے آکر بیٹھ جائے گی۔پھرالزام لگانے میرے پاس مت آنا کہ یہ حادثہ میری وجہ سے ہوا ہے " اس نے شہادت کی انگلی سے اس کی چھوٹی سی ناک دبائی۔

انابیتا نے غصے سے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"ملو نہ تم تو ہم گھبرائیں ، ملو تو آنکھ چرائیں "والا معاملہ ہے اب سامنے ہوں تو جی بھرکے دیکھ سکتی ہو تاکہ جب میں سامنے نہ ہوں تو مجھے اتنا مس نہ کرو" اس کا انداز مذاق والا تھا ،مگر وہ اسی طرح تنی بیٹھی رہی۔

”گیمز کھیلنا بند کرو دامیان سوری! بہت بچوں جیسا مذاق ہے تمہارا ،بہت سے مذاق جھیلے جاسکتے ہیں اور شرارتیں نظرانداز کی جاسکتی ہیں مگر یہ بچکانہ مزاج کبھی کبھی ناگوار بھی گزرتا ہے“وہ جتاتے ہوئے بولی۔

”کیا مطلب! کس کا بچکانہ مزاج....تمہارا؟“ وہ مسکرایا اور اس کے مسکرانے نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔

”بچوں جیسی بے وقوفانہ حرکتیں کرتے ہو دامیان شاہ سوری! یہاں ذکر تمہارا ہورہا ہے “وہ جل کر بولی۔

”مگر میں نے کیا کیا ہے؟“ وہ انجان بن کر بولا۔

”تم نہیں جانتے کہ تم نے کیا کیا؟“ اناہیتا بیگ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

”نہیں...!“ وہ شانے اچکا کر بے نیازی سے بولا تو وہ دنگ رہ گئی۔

”تم نے پروپوزل نہیں بھجوایا؟“

”پروپوزل ...! کیسا پروپوزل؟“ وہ صاف مکر گیا جیسے یکسر انجان ہو۔اناہیتا بیگ حیران رہ گئی۔پھر سر نفی میں ہلاتی ہوئی اُٹھی مگر دامیان سوری نے بازو سے پکڑ کر دوبارہ بٹھادیا۔

”تم جواب دیے بنا نہیں جاسکتیں اناہیتا بیگ!“

”تم انجان ہو تو بہتر ہوگا ہم اس معاملے پر بات نہ کریں!“وہ لاتعلقی سے بولی۔

”بات اگر مجھ سے جڑی ہے تو بات کرنا ضروری ہے اناہیتا بیگ!“ دامیان سوری جتاتے ہوئے بولا۔

”جب تم نے پروپوزل بھجوایا ہی نہیں تو پھر بات کس بارے میں کریں؟“ اناہیتا بیگ جتاتے ہوئے بولی۔

”کس پروپوزل کی بات کررہی ہو تم ! کہیں جاگتی آنکھوں سے سپنے تو نہیں دیکھنے لگیں۔مجھ سے اتنا عشق ہوگیا ہے، انارکلی اب سوتے جاگتے خواب بنتی ہو“وہ مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔اسے انتہائی سبکی محسوس ہورہی تھی۔اس شخص نے طے کرلیا تھا کہ اسے ہر طرف سے شکست دے گا تو یہ عمل انتہائی بودا تھا۔وہ اس کی اس طرح تضحیک کرنے کا حق نہیں رکھتا تھا۔اناہیتا بیگ اس کو یوں گھور رہی تھی جیسے منہ نوچ لے گی۔وہ اس کی کیفیات سے محظوظ ہو رہا تھا۔

"انارکلی ! یہ ٹھیک نہیں خواب تم دیکھو اور الزام مجھ پر عائد کرو۔اس کی ذمہ داری میں نہیں لے سکتا۔" وہ شانے اچکا کر بولا۔

"دامیان سوری! یہ بچکانہ کھیل کھیلنا بند کرو"وہ سخت لہجے میں بولی۔

"دیکھا جائے تو کھیل تو سارے ہی بچکانہ ہوتے ہیں انابیتا بیگ! اچھا اس میں الجھنے والی بات کوئی نہیں ہے؟تم بچوں کی طرح بی ہیو کررہی ہو"وہ سنجیدگی سے بولا۔

"اگر وہ پروپوزل تم نے نہیں بھجوایا تو پھر کس کی مرضی سے آیا تھا؟"وہ حیرت سے بولی۔

"تم لیلیٰ نہیں ہو انارکلی! نہ میرا جنون خودسر ہے کہ جنگلوں کو نکل جاؤں اور صحراؤں کی خاک چھانوں۔مجھے یہ بات سمجھ نہیں آرہی کہ تمہیں یہ خوش فہمی کیونکر ہورہی ہے کہ میں تمہارے لیے ایسا سوچ

رہاہوں اور یہ خوش فہمی ہمیشہ تمہیں ہی کیوں ہوتی ہے ہربار! ہاں"وہ محظوظ ہورہا تھا۔

انابیتا بیگ کو اپنی توہین محسوس ہوئی تھی۔دل شدت سے چاہا کہ زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں سما جائے۔اسے یہ حق کس نے دیا تھا کہ وہ ہربار اسے اس طرح بے عزت کرے اور ہر بار پہلے سے زیادہ تکلیف دے۔

توہین کے احساس سے آنکھیں جلنے لگی تھیں۔وہ رخ پھیر گئی اور آنسو آنکھوں کے کناروں سے نکلنے لگے تھے۔دامیان سوری اسے بغور دیکھنے لگا تھا پھر ہاتھ بڑھا کر ایک قطرے کو اپنی پور پر چن لیا۔

"مجھ سے اتنا عشق ....اتنی محبت کہ آنسوؤں کی گواہی کی ضرورت پڑ گئی؟" وہ بغور اس کی سمت دیکھتے ہوئے بولا۔انابیتا بیگ اسے گھورنے لگی تھی۔

"اوہ! اتنے قاتل انداز اور خطرناک تیور...!مار دینے کا ارادہ ہے کیا؟" وہ مسکرایا۔

”دامیان سوری! دوبارہ میرے سامنے مت آنا، ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا؟“وہ وارننگ دیتی ہوئی آنکھیں مسلنے لگی۔انابیتا بیگ میں ہمت ہوتی تو وہ شاید اس کا حشر کردیتی۔

وہ اُٹھی تھی اور پاؤں پٹختی ہوئی وہاں سے نکل گئی۔وہ دلچسپ نظروں سے اسے جاتے دیکھتا رہا۔

☆...☆☆☆...☆

اس نے تھک کر کار کی سیٹ سے سر ٹکایا۔

کیا سنگ میل جو سفر میں پیچھے چھوٹ جائیں وہیں سے دوبارہ بھی مل سکتے ہیں؟ بہت سے سوالوں کو ساتھ لے کر وہ اس عمر کو پہنچی تھی مگر کبھی ممی سے پوچھ نہیں سکی تھی کہ انہیں تکلیف ہوگی۔

مگر آج انہیں اس طرح روتا دیکھ کر اندر کہیں بہت تکلیف ہوئی تھی۔وہ اس تکلیف کا مداوا نہیں کرسکتی تھی۔مگر اس تکلیف کو اپنے اندر محسوس کررہی تھی۔وہ بہت نڈھال لگ رہی تھی۔معارج تغلق نے ڈرائیو کرتے ہوئے اسے دیکھا۔

”تم کہاں گئی تھیں ممی کے ساتھ...“ معارج تغلق نے پوچھا مگر انائیا ملک نے جواب نہیں دیا۔آنکھیں آہستگی سے موند گئی تھیں۔

”پورے دو گھنٹے لیے تم نے ایسی کونسی ایمرجنسی آگئی تھی؟“انائیا ملک کسی سوال کا جواب نہیں دینا چاہتی تھی مگر معارج تغلق جاننے پر بضد تھا۔

”کیا ہم اپنے معاملات الگ نہیں کرسکتے۔“ آنکھیں موندے وہ مدھم لہجے میں بولی۔

”کون سے معاملات؟“ وہ چونکا، ونڈ اسکرین سے نگاہ ہٹا کر اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔

”میں کیا کرتی ہوں ، کب کرتی ہوں اور کیسے کرتی ہوں، اس بات کی فکر کرنا ترک کر دو پلیز!مجھے الجھن ہوتی ہے، دم گھٹتا ہے میرا!“

”مجھے اس کی پروا نہیں ہے انائیا تغلق! تم بیوی ہو میری۔اس سب کی فکر رکھنا ضروری ہے، معاملات اتنی آسانی سے الگ نہیں ہوسکتے ،اب اس سے تمہارا چاہے دَم گھُٹے یا جان نکلے۔“ لہجہ اور انداز بے فکر تھا۔وہ آنکھیں کھول کر اسے' اس کی خودسری کو دیکھنے لگی۔

"تمہاری بلا سے میں مرجاؤں، جانتی ہوں رتی برابر فرق نہیں پڑے گا تمہیں وہ جل کر بولی تو معارج تغلق کے لبوں پر جانے کیوں ایک مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بے فکر رہو، مرنے نہیں دوں گا، تمہارے معاملے میں میری ساری حسیات بہت متحرک ہیں۔ تم سانس بھی لیتی ہو تو اس کی خبر ہوجاتی ہے۔ سو جب سانس نہیں لوگی تو اس کی خبر نہ ہو ایسا ممکن نہیں۔" بے حسی کی حد تھی کوئی وہ اتنا سنگدل اور شقی القلب تھا۔ اسے تکلیف میں دیکھ کر وہ خوشی محسوس کرتا تھا اور اس کی موت کی باتیں اسے تسکین دیتی تھیں۔

"تمہیں بہت خوشی ہوگی نہ اگر میں نا رہوں؟" وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی۔

"مجھے خوشی ہوگی اگر تم باقی رہو تو ... تمہارے بنا اب دل نہیں لگے گا نا! کچھ عادت سی ہوگئی ہے تمہاری۔ اب جب شناسائی کچھ گہری ہورہی ہے اور ہم قریب آرہے ہیں تو ایسے میں تمہارا جانا سود مند نہیں ہوگا؟"اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ انائیا ملک کا دل چاہا کہ اس کے ہاتھ میں کوئی وزنی شے آجائے

اور وہ اسے اس شخص کے سر پر دے مارے، وہ اس کے سامنے اس کی موت کی منصوبہ بندی اتنی بے حسی سے کررہا تھا۔

"تمہیں کسی بھی بات کی خوشی ہو میں ایسا کبھی نہیں چاہوں گی معارج تغلق! جس طرح تمہیں مجھے سکون میں دیکھ کر تکلیف ہوتی ہے ویسے ہی مجھے تمہارا سکون سونے نہیں دیتا مگر فرق یہ ہے کہ میں تمہاری طرح منصوبہ بندی نہیں کرتی۔ ہاں بس ایک موقع کی تلاش میں ہوں جب تمہارا یہ سکون تم سے ویسے ہی چھین سکوں جیسے تم نے چھینا ہے۔ اگر میں تمہارے ساتھ ہوں تو اس کی وجہ ہے ورنہ تم مجھے اس کے لیے کبھی مجبور نہیں کرسکتے ہو نہ دنیا کا کوئی قانون"

"تمہارا خلع کا کیس کہاں تک پہنچا ...؟ کہو تو میں کسی وکیل کو ہائر کردوں؟ تمہارا وکیل تو تھکا ہارا ہے۔ ابھی تک ایک نوٹس بھی تیار کرواکے مجھ تک نہیں پہنچا سکا" وہ محظوظ ہوا۔

"کاغذی گھوڑے دوڑانے کی عادت ہے نا آپ کی، بہت جلد چھوٹ جائے گی" وہ تپ کر بولی۔

"اوہ! ایسا کیا کرو گی تم "وہ مسکرایا۔"کچھ کرنے والی ہو تم؟"

"کروں گی تو آپ کو پتا چل جائے گا۔"وہ لاتعلقی سے کہہ کر چہرہ پھیر گئی۔

"تم ساحرانہ چالیں چلنا جانتی ہو۔کوئی اور ہتھیار اُٹھانے کی ضرورت نہیں، تمہارا حسن کافی ہے" اس نے جتایا۔

"میں نے ابھی چالیں چلنا شروع نہیں کی ہیں فی الحال آپ کی چالیں دیکھ رہی ہوں" وہ مدہم لہجے میں بولی۔

"تم باتوں میں الجھا کر بات بدلنا جانتی ہو مسز تغلق! بات تمہاری ممی کے ساتھ کہیں جانے کی ہو رہی تھی اور تم نے مجھے گھما کر پوری دنیا کا ایک چکر لگوا دیا" معارج تغلق نے کہا وہ اوب گئی تھی اس کی سمت سے جیسے اپنے کان بند کر لینا چاہتی تھی مگر ایسا ممکن نہیں تھا۔

"میں ممی کی ایک دوست کی طرف گئی تھی۔ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی ۔آپ کو انتہا سے زیادہ تجسس ہے تو میرے ساتھ آگئے ہوتے، وہیں نانا کے ساتھ بیٹھے شطرنج کی چالیں کیوں چلتے رہے؟"۔وہ جل کر بولی۔

" نانا کے ساتھ شطرنج کی چالیں اس لیے چلتا رہا کہ تم پر نظر رکھ سکوں، مگر تم بہت ہوشیار ہو، اس کا موقع نہیں دیتی ہو۔خیر، آج شام ایک دعوت ہے ، گھر جا کر فریش ہو جانا۔"معارج تغلق نے مطلع کیا۔

"میں کسی دعوت میں جانے کے موڈ میں نہیں ، منع کر دو۔" وہ آنکھیں موند کر بولی۔

" میں انکار نہیں کر سکتا ، ہمیں ہر صورت میں جانا ہے، لہٰذا تیار رہنا۔اس ضمن میں کوئی کوتاہی قابل قبول نہیں ہو گی۔"معارج تغلق نے حکم نامہ جاری کیا۔

انائیا ملک اس کی بے حسی پر تلملا کر رہ گئی۔

☆...☆☆☆...☆

اس کی آنکھیں جل رہی تھیں۔گھر آکر وہ کتنے ہی لمحے اپنے کمرے میں بیٹھی آنسو بہاتی رہی تھی۔وہ بندہ کتنی آسانی سے اس کی بے عزتی ہر بار کر جاتا تھا۔وہ اسے اتنی ایزی کیوں لیتا تھا۔اس کی شکل پر کہیں لکھا تھا کہ وہ اتنی بے وقوف ہے ، کہ جب چاہے تختۂ مشق بنا لیتا تھا۔اس کا دل چاہتا تھا اس کے پاس تلوار ہوتی تو وہ اس کا سر قلم کر دیتی۔بہت غصہ آرہا تھا اور خون پتا نہیں کس درجہ حرارت پر کھول رہا تھا۔

"انابیتا! بچے! "ممی نے فون پر کسی سے بات کرتے ہوئے دروازہ کھولا۔وہ جو تکئے میں منہ چھپائے بیٹھی تھی فوراً اپنا چہرہ پونچھا۔

"انا! بچے...!"ممی نے اسے پھر پکارا تھا پھر فون پر بات بھی جاری رکھی۔"ہاں آپ آج شام آسکتے ہیں... نہیں... اس کی ضرورت نہیں... جی... میں سمجھتی ہوں۔" ممی نے سلسلہ منقطع کر کے انابیتا کی طرف دیکھا۔"کیا کر رہی ہو تم... سو رہی ہو۔" انابیتا نے تکئے کے اندر سے منہ نہیں نکالا تھا۔ممی نے اس کے بال پیار سے سہلائے۔" اٹھو فریش ہو جاؤ ، کچھ مہمان آرہے ہیں۔"

" اب کون آرہا ہے ممی !پلیز، مجھے کسی سے نہیں ملنا۔"وہ سر اٹھاکے بولی۔ ممی کی طرف اس کی پشت تھی۔"اچانک آپ سب میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں ، کیوں نکالنا چاہتے ہیں مجھے اس گھر سے ،،؟ایسا کیا بوجھ بن گئی ہوں آپ پر؟" وہ اٹھ بیٹھی تو ممی نے اس کی سرخ سرخ آنکھوں کو دیکھا۔

" اوہ! میرا بچہ...! اسے ساتھ لگا کر باقاعدہ پیار کیا۔" اس میں رونے کی کیا بات ہے ؟میرا بچہ سمجھدار ہے نا!دیکھو انائیا کی شادی ہوئی نا !وہ بھی تو ایک دوسرے گھر گئی۔میرے بچے ہمیشہ تو کوئی ماں باپ کے گھر نہیں رہ سکتانا!ہم آپ سے بہت پیار کرتے ہیں مگر ایک نہ ایک دن تو اگلے گھر جانا ہی ہے۔" ممی نے پیار سے ساتھ لگا کر اسے سمجھایا۔

" ایک نہ ایک دن نا! تو پھر اتنی جلدی کیوں؟ابھی فی الحال تو کیمپس ختم ہو رہا ہے۔انائیا کو بھی اپنی صلاحیتیں منوانے کا موقع ملا تھا نا! دادا نے اپنی پاکٹ سے انویسٹ منٹ کروا کے اس کی وہ کمپنی رن کروائی تھی۔مجھے سب اتنی جلدی کیوں بوجھ سمجھ رہے ہیں ؟" انابیتا نے سارا غبار دھو دیا تھا۔"کوئی بوجھ نہیں میرے بچے ! ابا نے انائیا کو کیپٹل دیا تھا ان شاء اللہ ہم بھی تمہیں

دیں گے، تمہیں جو کرنا ہو گا کرنا۔انائیا کی طرح تمہیں بھی موقع ملے گا۔" ممی نے سمجھا کر اس کی آنکھیں پونچھیں۔

"کب ملے گا؟ آپ تو ابھی سے یہاں سے بھگانے کے منصوبے بنا رہی ہیں ۔" وہ بولی۔

"نہیں ایسا نہیں ہے۔ہم پر تم کوئی بوجھ نہیں ہو ، مگر بچے ! اب اچھے رشتے آرہے ہیں تو دیکھنے میں کوئی حرج۔ضروری نہیں کہ ہم شادی فوراً کریں، لیکن اگر کوئی اچھا مل جاتا ہے تو کچھ سال کا انتظار کروایا جا سکتا ہے۔" ممی مسکرائیں۔" اب ہماری بیٹی پری سی ہے تو لڑکے کو تو ویٹ کرنا ہی پڑے گا۔" ممی نے پیار سے اس کا موڈ بحال کر دیا۔" انا! بچے! پریشان ہو کر رونے دھونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ہم ہر فیصلے میں تمہارے ساتھ ہیں ، کوئی زبردستی نہیں ہو رہی۔اچھا اب میری بات سنو !وہ کینیڈین لڑکا پاکستان آ گیا ہے، اس کی فیملی ملنا چاہتی ہے۔پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے ، کوئی زبردستی بھی نہیں ہے۔اگر تمہارا موڈ ہے تو ہم انہیں آج گھر بلا لیتے ہیں،

ورنہ میں کسی اور دن کا کہہ کر ٹال دیتی ہوں۔" ممی نے کہا۔اناہیتا بیگ نے کچھ لمحے ماں کی طرف خاموشی سے دیکھتے ہوئے کچھ سوچا ، پھر سر ہلا دیا۔

" آپ انہیں بلا لیں ،میں تیار ہو جاتی ہوں۔" یہ اچانک کیا ہو گیا تھا۔مسز بیگ اس کی بات پر خود حیران رہ گئی تھی۔وہ یہ سب کہہ کر کمرے سے نکل گئی۔

کس شے سے فرار تھا یہ؟

اچانک کس سمت بے وجہ دوڑ لگائی تھی اس نے۔

کس بات کا احساس تھا کہ و ہ سب کچھ داؤ پر لگانے کو آمادہ ہو گئی تھی۔

☆...☆☆☆...☆

اسے نہیں معلوم تھا کہ وہ غلط کر رہی ہے یا صحیح، یا کہ اسے عدن بیگ کو ساتھ لانا بھی چاہیے تھا یا نہیں... وہ مسلسل اسے منع کرتی رہی مگر اس نے ایک سن کر نہیں دی۔

"مجھے بھی کچھ کام ہے ، اس شہر میں ... تم اپنی فیملی سے مل لینا اور میں اپنے کام نمٹا لوں گا، بے فکر رہو تمہیں پریشان نہیں کروں گا۔" عدن بیگ نے اسے جواز دیا تھا۔اس کا دماغ اتنا ماؤف تھا اوروہ اتنی پریشان تھی کہ

اسے مزید منع نہیں کر سکتی تھی۔ایئر پورٹ سے باہر آکر وہ اپنے ہی شہر کو اجنبی نظروں سے دیکھتی رہی تھی۔

عدن بیگ اس کی ذہنی کیفیت سمجھ رہا تھا، تبھی اس کے ہمراہ آیا تھا۔

" ہم پہلے ہوٹل جائیں ، سامان وغیرہ رکھیں یا تم ڈائریکٹ ہاسپٹل جانا چاہتی ہو؟" عدن بیگ نے پوچھا تھا۔مگر وہ ساکت نظروں سے ایک طرف دیکھتی جا رہی تھی۔تب عدن نے ڈرائیور کو ہاسپٹل جانے کا کہہ دیا تھا۔

وہ بہت الجھی ہوئی لگ رہی تھی۔نظریں ساکت تھیں اور کھوئی کھوئی سی!۔

عدن بیگ نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ بہت آہستگی سے دھر دیا تھا۔ارادہ اسے تسلی دینے کا تھامگر وہ اتنی بے حس ہو رہی تھی کہ اس ہاتھ کے لمس کو اس گھڑی محسوس ہی نہیں کر سکی تھی۔عجب بے جان سا انداز تھااس کااور وجود میں جان نہیں رہی تھی تو حیات کیسے اور کیونکر کام کرتیں۔

"فکر مت کرو ، سب ٹھیک ہو جائے گا۔عدن نے کہا تھا۔پتا نہیں پارسا چوہدری نے سنا بھی تھاکہ نہیں ، مگر وہ چہرہ اس کی طرف پھیر کرخالی خالی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

" مجھے ڈر لگ رہا ہے" ایک مدھم آواز اس کے حلق سے بر آمد ہوئی۔

عدن بیگ نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر تسلی دینا چاہی تھی۔گاڑی ہاسپٹل کے سامنے رکی تھی۔عدن بیگ نے اسے اترنے کا اشارہ کیا تھا۔وہ غائب دماغی سے گاڑی سے اتری تھی۔آج وہ جیسے اپنے ہی شہر میں پرائی تھی۔سارے منظر پہچان سے کوسوں میل دور تھے۔وہ اجنبی نظروں سے اطراف کو دیکھ رہی تھی ۔اسے نہیں معلوم تھا دیکھنے والوں کا کیا رد عمل ہو گا۔وہ اسے اندر جانے دیں گے بھی یا نہیں۔" مگر خبر سن کر وہ رہ نہیں سکی تھی۔و ہ آج اگر نہ لوٹتی تو شائد مر جاتی۔قدم من من بھر کے ہو رہے تھے، آگے قدم لینا مشکل ہو گیا تھا۔وہ رک گئی تھی جب عدن بیگ نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے سہارا دیا تھااور چلنے میں مدد دی تھی۔

" آپ یہاں رکیں ، میں خود اندر جانا چاہوں گی" وہ مدھم لہجے میں بولی۔مگر عدن بیگ نے سنی ان سنی کر دی تھی اور اس کے ساتھ چلتا رہا تھا۔سامنے ہی اماں دکھائی دی تھیں۔وہ چند قدم کے فاصلے پر ہی رک گئی تھی۔آگے جا کر ان کو دیکھنے کی یا متوجہ کرنے کی ہمت ہی نہیں تھی۔و ہ عدن کو پتا نہیں چلنے

دینا چاہتی تھی کہ اس کے تعلقات اپنے گھر والوں کے ساتھ کس نہج کے ہیں ، تبھی وہ اس کے بنااکیلی ان سب کا سامنا کرنا چاہتی تھی مگرعدن بیگ اس پر آمادہ نہیں تھا۔

" کیا ہوا ؟" عدن بیگ نے اس کی سمت دیکھا۔

" مجھ میں ہمت نہیں ہے ان کا سامنا کرنے کی ، وہ مجھ سے سخت خفا ہیں۔" وہ مدھم لہجے میں بولی۔

"اپنے اندر ہمتوں کو جمع کرو پارسا! وہ تمہارے اپنے ہیں تم سے خفا بھی ہیں تو مان جائیں گے۔اپنوں سے کتنے بھی اختلافات ہوں مگر وہ آپ کو پرایا نہیں کرتے، نہ تنہا چھوڑتے ہیں۔شاباش قدم اٹھاؤ، میں تمہارے ساتھ ہوں نا!" تسلی دی۔

اماں کی نگاہ اس پر اب تک نہیں پڑی تھی۔وہ کسی خاتون سے باتوں میں مصروف تھیں۔جیسے ہی وہ خاتون وہاں سے ہٹی تو ان کی پہلی نگاہ پارسا چوہدری پر ہی پڑی تھی۔وہ ساکت سی رہ گئی تھیں۔پارسا ان کی سمت چلتی جا رہی تھی، آنکھیں پانیوں سے بھر رہی تھیں۔کتنے ماہ و سال ان کے بنا اور ان سے دور

مزیدار دو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بتائے تھے، مگر ان کا وہ رشتہ اب بھی اتنا ہی گہرا تھا ، اتنی ہی شدت اور کھنچاؤ اپنے اندر رکھتا تھا۔وہ آہستگی سے چلتی ان کے سامنے جارکی تھی۔آنکھوں میں آنسو تو اماں کے بھی تھے مگر اس کے قریب پہنچنے پر وہ اس کی طرف سے نگاہ پھیر گئی تھیں۔عدن وہیں پر رک گیا تھا۔

"اماں میں ... آپ کی پارسا ... آپ کی گلابو...وہ بہت مدھم سرگوشی میں بولی اور ان کے قریب جا رکی تھی۔اماں اسے چپ چاپ تکتی رہی تھیں۔پارسا نے اپنا سر ان کے شانے پر رکھ دیا اور کتنے ہی آنسو اس شانے میں چپ چاپ جذب ہوئے تھے۔وہ کتنی ہی دیر ایسے کھڑی رہی تھی، پھر اماں نے اسے خود سے الگ کیا تھا۔

" گلابو! تُو یہاں کیوں آئی؟اماں نے کہا۔

"اماں کیا اب بھی نہیں آتی؟کتنے سال تو جبر کیا... اب اور کتنا ؟ ابا کا سنا تو رہا ہی نہیں گیا۔کیسی طبیعت ہے اب ان کی...میں انہیں دیکھنا چاہتی ہوں۔وہ آگے بڑھنے کو تھی جب اماں نے اس کا باوز پکڑ کر روک دیا تھا۔

"گلابو !میری بات سنو" وہ رک کر اماں کی طرف دیکھنے لگی۔

"میں ابا سے نہیں مل سکتی؟" اتنی سی تھی تو ان کی انگلی پکڑ کر چلنا سیکھا۔ان کے قدم پر قدم رکھ کر چلی میں۔وہ آگے چلتے تھے میں ان کے قدموں کے نشان پر اپنے پیر رکھتے ہوئے چلتی تھی۔تھک جاتی

تھی تو ان کی گود میں سر رکھ کر سو جاتی تھی۔صبح اٹھ کر انھیں دیکھتی نہیں تھی تو مجھ کو رونا آتا تھا۔اسکول اکیلے جانے کو دل نہیں چاہتا تھا۔جب تک وہ مجھے اسکول گیٹ تک ڈراپ نہیں کرتے تھے اور میرا لنچ باکس اور پانی کی بوتل ہاتھ میں نہیں تھماتے تھے۔میں اندر جاتی نہیں تھی۔وہیں گیٹ پر کھڑی ان کی گاڑی کو جاتا دیکھتی رہتی تھی جب تک کہ منظر نظروں سے اوجھل نہ ہو جاتا تھا۔آج جب وہ بیمار ہیں تو کیا میں انھیں صرف ایک نظر دیکھ بھی نہیں سکتی؟اماں اور کتنی سزا ہے میرے لیے؟ اتنی بڑی تو خطا نہیں تھی میری...میں نے تو تب بھی معافی مانگی تھی ، وضاحتیں دی تھیں مگر کسی نے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میری سنی ہی نہیں تھی۔" وہ آنسوؤں کے ساتھ کہہ رہی تھی۔اماں نے نہ ہاتھ بڑھا کے اس کے آنسو پونچھے نہ کچھ کیا۔

عدن بیگ نہ چاہتے ہوئے بھی تمام منظر قدرے فاصلے پر کھڑا دیکھ رہا تھا۔ان کے درمیان کا تناؤ وہ صاف محسوس کر سکتا تھا مگر وہ قریب جا کر نہ پارسا کی وکالت کرسکتا تھا نہ اسے سہارا دے سکتا تھا، نہ اس کے لیے بول سکتا تھا۔یہ وہ محاذ تھا جو پارسا چوہدری کو اکیلے ہی سر کرنا تھا، چاہے اس کے لیے یہ کتنا ہی مشکل کیوں نہ ہو۔

" گلابو !کل کی باتیں جانے دو ، آج کی طرف دیکھو ، کل بیتے کئی سال ہوئے۔" بمشکل اماں بولی۔

"یہی تو... یہی تو کہہ رہی ہوں اماں! کل بیتے تو سال ہوئے۔کل کی باتوں کو جانے کیوں نہیں دیتے آپ سب آج کی طرف کیوں نہیں دیکھتے؟ کیا میں آج ابا سے بھی نہیں مل سکتی جو کل تک میرے لیے چھپر چھاؤں تھے؟پارسا تن کر کھڑے رہنا چاہتی تھی۔

”گلابو! تم آج بھی ضدی ہو مگر تمہیں سمجھنے کی ضرورت ہے۔یہاں کچھ بھی کل جیسا نہیں ہے، تمہارے ابا اس وقت آئی سی یو میں ہیں اور میں نہیں چاہتی کہ تم ان سے ملو۔ان کی حالت اور بھی بگڑ سکتی ہے اور اس کا ذمہ دار پھر کون ہو گا؟ تُونے جب اس دہلیز کو پھلانگا تھا تو انھیں پہلا اٹیک ہوا تھااور اب جب وہ تمھاری دوست کی شاد ی میں شرکت کے لیے گئے تھے تو تم ہی ان کی اس حالت کا سبب بنیں۔وہ تمہارے بارے میں سوچتے رہتے تھے اگرچہ کبھی ذکر نہیں کیا تھا، مگر میں جانتی تھی وہ اکثر تمھاری تصویر دیکھتے تھے۔میں سو جاتی تھی تو کیا باتیں کرتے تھے میں نہیں جانتی، مگر تم ہمیں ایک مشکل حال میں چھوڑ گئی تھیں۔گلابو! تم ابا سے ملنے کا خیال دل سے نکال دو۔واپس چلی جاؤ، یہی ٹھیک رہے گا۔“ اماں نے بے دردی سے کہا۔پارسا چوہدری سر انکار میں ہلانے لگی تھی، آنسو پلکوں کی باڑھ پھلانگ رہے تھے مگر اماں پر کچھ اثر ہی نہیں ہو رہا تھا۔

”اماں ! بس ایک بار... صرف ایک نظر! اس کے بعد میں کوئی ضد نہیں کروں گی۔“ وہ جیسے درخواست کر رہی تھی۔

مزیداردوکتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اماں نے سر انکار میں ہلایا تو عدن بیگ سے یہ صورت حال دیکھی نہیں گئی اور وہ ان کے قریب آگیا۔

”آپ پلیز انھیں ایک بار ملنے دیں۔“ وہ بولے بنا نہیں رہا۔اماں نے اس کی سمت دیکھا تھا پھر گلابو کو دیکھا۔

”یہ کون ہے؟“

”میں عدن بیگ ہوں۔پارسا کا باس! یہ میرے آفس میں جاب کرتی ہیں یعنی پارٹ ٹائم جاب اپنے کیمپس کے بعد۔جب ہمیں اس بات کا پتا چلا تو پارسا کی حالت بہت دگرگوں تھی اور مجھے ان کے ساتھ آنا پڑا۔اگر میں انھیں اکیلے آنے دیتا تو شاید یہ اپنادھیان خود نہ رکھ پاتیں۔بچوں سے غلطیاں ہوتی ہیں، مگر بڑوں کا کام معاف کر دینا ہے۔دیکھیں میں آپ کے ذاتی معاملات میں بولنے کا کوئی حق تو نہیں رکھتا مگر درخواست کر سکتا ہوں۔“ عدن بیگ نے کہا تو اماں نے کچھ دیر خاموشی سے اسے دیکھتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”ٹھیک ہے تم چُپ چاپ انھیں دور سے دیکھ سکتی ہو۔سلو آنے والا ہے ، میں چاہتی ہو تم اس کے آنے سے پہلے یہاں سے چلی جاؤ۔اپنے ابا سے بات

کرنے کی اجازت تمہیں نہیں دے سکتی۔ایسا کرنا ان کی حالت بگڑنے کا سبب بن سکتا ہے۔" اماں کی اجازت ملنے کی دیر تھی پارسا فوراً اندر کی طرف بڑھ گئی۔

☆...☆☆☆...☆

للی میک گیشا کو گود میں لیے سیب کھلا رہی تھی۔جب زائرہ ملک کافی کے دو مگ لیے اندر داخل ہوئی تھیں۔اسے بغور دیکھا تھا وہ جس طرح پیار سے گیشا سے باتیں کرتے ہوئے اسے سیب کھلا رہی تھی اس نے زائرہ ملک کو انائیا کی یاد دلاتی تھی۔زائرہ ملک آگے بڑھیں تو للی ان کو دیکھ کر مسکرائی۔

"میں گیشا سے باتیں کررہی تھی یہ سیب بہت شوق سے کھاتی ہے، لگتا ہے انائیا اسے سیب کھلاتی رہی ہیں۔" وہ قیاس کرتی ہوئی بولی تھی اور گیشا کو گود سے اتار دیا تھا۔زائرہ نے کافی کا کپ اس کی سمت بڑھایا جسے اس نے تھام لیا۔

"انائیا گیشا کو سیب کھلاتی تھیں اور تمہیں یہ بات کیسے پتا چلی، مجھے اس پر حیرت ہے" للی میک نے لمحہ بھر چپ ہو کر لب بھینچے۔

"خیر ! مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے!"زائرہ نے بات کو آگے بڑھایا۔

"کیسی ضروری بات؟" للی میک چونکی، زائرہ ملک اس کے سامنے بیٹھ گئیں اور کچھ دیر خاموش رہ کر جیسے اسے بتانے کے لیے مناسب الفاظ ڈھونڈے تھے اور بولیں۔

"تمہارے لیے ایک خبر ہے ،جہانگیر ملک سے متعلق "

"جہانگیر ملک سے متعلق کیا خبر؟" للی سیدھی ہو کر بیٹھی۔

"وہ واپس آگیا ہے"

"اوہ!" للی نے ہونٹ سکوڑے۔

"کہاں ہیں وہ؟"

”ہاسپٹل میں وہ کومے میں ہیں، ان کی حالت ٹھیک نہیں ، جب میں ان سے ملنے گئی بس آنکھیں کھول کرانہوں نے میری طرف دیکھا۔ان کی حالت بگڑنے لگی تھی۔اس کے بعد انہیں ہوش نہیں آیا، ڈاکٹر نے بتایا وہ کوما میں چلے گئے ہیں اور ہوش میں واپس کب آتے ہیں اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہا جاسکتا مگر ان کا دماغ جاگ رہا ہے تم اگر ان سے ملنے جاؤگی اور بات چیت کروگی تو تمہیں سن سکتے ہیں ، مگر آنکھیں کھول کر تمہیں نہیں دیکھ سکتے نہ جواب دے سکتے ہیں۔“زائرہ ملک نے تفصیل بتائی۔

”اوہ! ان کی یہ حالت کیسے ہوئی ...تھے کہاں وہ، کب واپس آئے؟“ للی نے پوچھا۔

”میں نہیں جانتی وہ کب واپس آئے، مگر رئیس لاکھانی ہم دونوں کے مشترکہ دوست ہیں انہوں نے انائیا کو اس کی مہندی کی تقریب والے دن اطلاع دی تھی۔وہ دانستہ مجھے نہیں بتانا چاہتے تھے ، جہانگیر ملک جرمنی میں تھے شاید کچھ دن پہلے ہی یہاں آئے ہوں گے۔حالت بگڑ گئی تو رئیس لاکھانی نے انہیں ہاسپٹل پہنچایا، وہ اب ایسی حالت میں ہماری طرف واپس کیوں لوٹے ہیں، میں

یہ نہیں جانتی مگر میں انائیا کو ان کے متعلق بتانا نہیں چاہتی تھی اور سب سے پہلے اسے ہی اس واقعے کی خبر ہوئی۔“ ان کا لہجہ مدہم تھا للی نے انہیں بغور دیکھا۔

”آپ کیوں نہیں چاہتی تھیں کی اس کی خبر انائیا کو ہو؟“

”میں اس کو ڈسٹرب کرنا نہیں چاہتی تھی وہ نئی زندگی میں قدم رکھ رہی تھی اور میں نہیں چاہتی تھی ایسی کوئی بھی بات اس کی زندگی کو ڈسٹرب کرے“زائرہ ملک نے کہا۔

”میں سمجھ سکتی ہوں۔“ للی کافی کے گھونٹ لینے لگی۔کچھ دیر تک ان کے درمیان خاموشی چھائی رہی۔

”کیا سوچ رہی ہو تم؟“ زائرہ ملک نے اس چھوٹی لڑکی کو دیکھا تھا جس کی نیلی آنکھیں اس لمحے یقیناً کچھ سوچ رہی تھیں۔

”شاید میری تلاش ختم ہوئی! میں جس مقصد کے تحت اس مقام پر آئی تھی آج اس کا اختتام ہوا مگر میں جہانگیر ملک کی آنکھوں میں نہیں دیکھ پاؤں گی ۔مجھے اس کا ملال رہے گا میں بہت سے سوالوں کے جواب چاہتی تھی۔ان

کی آنکھوں کو دیکھنا چاہتی تھی ، وہ ایک جو بے کلی تھی ان کے اندر جس نے انہیں بھاگتے رہنے پر مجبور کیا میں اس کا سراغ چاہتی تھی مگر اب یہ ممکن نہیں ہوگا۔" وہ مایوس ہوئی۔

"سوال ہم سب کے پاس تھے للی !مگر شاید جہانگیر ملک میں ہمت ناپید ہے، وہ کسی سوال کا کوئی جواب نہیں رکھتے یا پھر جواب دینا نہیں چاہتے۔ تبھی ایک درمیانی چپ کا راستہ چُن لیا !ان کا دماغ تو جاگتا ہے مگر آنکھیں گہری نیند سو رہی ہیں اور یہ نیند کب ٹوٹے گی ٹوٹے گی بھی یا نہیں اس بارے میں کوئی نہیں جانتا؟" زائرہ ملک کے لہجے میں ایک تھکن کا احساس تھا۔

"آپ کب ملنے گئی تھیں ان سے ؟" للی نے پوچھا تھا۔

"کل انائیا آئی تھی ، تم گھر پر نہیں تھیں اگر ہوتیں تو تمہیں بھی ساتھ لے چلتے"زائرہ ملک نے کہا۔

"آپ نے انائیا ملک کو میرے بارے میں بتایا ؟" للی نے پوچھا۔

"نہیں! ابھی نہیں ...مجھے سمجھ نہیں آیا کیسے بتاؤں؟ انائیا پہلے ہی بہت الجھی ہوئی ہے۔جن حالات میں اس کی شادی ہوئی اور پھر یہ سب ہوا وہ ان سب

سے نکل نہیں پارہی۔میں سب باتوں کا بوجھ اس کے اوپر لاددینا مناسب خیال نہیں کرتی ، اسے بعد میں کبھی بتاؤں گی مگر سہولت سے ...فی الحال وہ جہانگیر ملک کے سبب بہت الجھی ہوئی ہے۔زندگی بھر اس نے انہیں دیکھا نہیں اور آج اگر دیکھا بھی تو اس حالت میں "زائرہ ملک نے کافی کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

للی نے سر ہلادیا تھا۔

"ہم سب ایک انجانی ڈور سے ناچاہتے ہوئے بھی بندھے ہوئے ہیں، جس کا کوئی سرا نہیں ملتا یا پھر ملتا بھی ہے، ہم ایک دوسرے سے جڑے بھی ہیں اور نہیں بھی... یہ وقت کیوں پیش آیا اس کی تو خبر نہیں لیکن اگر یہ حقیقت ہے تو ہم اس سے کٹ کر نہیں رہ سکتے۔ہم سب کو جہانگیر ملک نے باندھ رکھا ہے اور اس کے باوجود ہم بکھرے بکھرے سے ہیں اور الجھے الجھے بھی بہر حال میں ان سے ملنا چاہوں گی۔آپ مجھے ہاسپٹل لے جائیں گی یا میں خود چلی جاؤں؟" للی نے پوچھا تو زائرہ ملک نے سر ہلادیا۔

”ٹھیک ہے میں تمہیں لے جاؤں گی۔“ زائرہ ملک نے للی کو دیکھا تھا جو اس لمحے کافی کے کپ کو چپ چاپ دیکھ رہی تھی۔زائرہ ملک کو اس پر پیار آیا۔

”ادھر آؤ، میرے پاس بیٹھو “ للی اٹھ کر اس کے پاس آن بیٹھی زائرہ نے اس کے گرد بازو پھیلا کر پیار سے اسے ساتھ لگایا۔

”فکر مت کرو،زیادہ مت سوچو، سوچنے سے کوئی حل نہیں نکلتا مگر ذہن الجھتا جاتا ہے“ بہت دھیمے لہجے میں کہتے ہوئے اس کی پیشانی پر پیار کیا پھر اس کی طرف بغور دیکھا جو ان سے نگاہ نہیں ملارہی تھی۔

”تم ٹھیک ہونا!“ زائرہ ملک نے پوچھا۔

للی میک نے سر اثبات میں ہلادیا۔

☆...☆☆☆...☆

پارسا چوہدری شیشے کے اس پار سے اس بے حس و حرکت وجود کو آنسوؤں سے تر چہرے سے چپ چاپ دیکھ رہی تھی۔جب عدن بیگ نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔پارسا نے پلٹ کر نہیں دیکھا تھا نہ اس کی سمت نگاہ کی تھی۔

”تمہیں اندر جا کر انہیں دیکھ لینا چاہیے، مگر فی الحال ان سے کوئی بات کرنا مناسب نہیں ہو گا“عدن بیگ نے مشورہ دیا تو پارسا چوہدری کچھ لمحے یوں ہی چپ چاپ کھڑی رہی پھر دروازہ کھول کر اندر چلی گئی۔

”سنو!“عدن بیگ نے پیچھے سے پکارا ، پارسا چوہدری نے کوئی توجہ فی الحال نہیں دی اور اندر بڑھ گئی۔

اتنے قریب سے وہ انہیں جیسے پہلی بار دیکھ رہی تھی دو قدم کا وہ فاصلہ اسے بہت زیادہ محسوس ہورہا تھا۔اسے لگا تھا وہ اب بھی میلوں کی دوری پر کھڑی ہو مگر وہ کوئی آہٹ اپنے قدموں سے کرنا نہیں چاہتی تھی کہ ان کو ڈسٹرب کرے۔وہ دواؤں کے زیراثر تھے۔وہ وہیں رکی انہیں تادیر تکتی رہی تھی۔آنسو آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔

کہاں سے چلی تھی وہ

کہاں تک کا سفر کیا تھا

وہ اپنے قدموں کے نشان جیسے آپ بھول گئی تھی۔

کل وہ ابا کے قدموں پر قدم رکھ کر چلتی تھی اور آج خود اپنے قدموں کے نشان اسے یاد نہیں تھے۔

وہ ان ہاتھوں کو چھونا چاہتی تھی ، ان ہاتھوں کے لمس کو، اس شفقت کو اسی طور پر محسوس کرنا چاہتی تھی مگر قدموں میں جیسے ہمت نہیں تھی، نگاہ اسی لمحے سامنے اٹھی تھی جہاں عدن بیگ کھڑا اس کی سمت دیکھ رہا تھا۔

اس نے شیشے کے اس پار سے اس کی ہمت بڑھائی اور اسے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔شاید یہی وہ ایک لمحہ تھا جو اس کی ہمتوں کو بڑھا گیا تھا۔وہ آگے بڑھی او ر ان کے کچھ اور قریب آن رکی۔بہت آہستگی سے ہاتھ بڑھا کر ان کے ہاتھ کو چھوا ، اس حرارت سے پُرلمس کو محسوس کرنا چاہا۔وہ انگلیاں ،وہ پوروں کی نرمی حرارت جو کسی ایک دن اس کے ہاتھ پر تھی وہ جس ہاتھ کو تھام کر چلتی تھی تو مسکراہٹ لبوں سے نہیں ہٹتی تھی۔

آج وہ ان سے کوسوں دور تھی۔

”ابا!مجھے معاف کردو“ اس نے وہ ہاتھ لبوں سے لگا کر بہت آہستگی سے کہا۔آواز بہ مشکل حلق سے برآمد ہوئی تھی۔وہ انتہائی کم ہمت ہورہی تھی۔سر

چکرایا اور سے کچھ یاد نہیں رہا۔اس سے پہلے کہ وہ زمین پر آتی عدن بیگ نے فوراً اندر کی جانب دوڑ لگا کر اسے بازوؤں میں تھام لیا۔

اگلے لمحے پارساچوہدری نیم جان سی اس کے بازوؤں میں ہوش و خرد سے بیگانہ...ناتواں اور کمزور ! عدن بیگ نے اس کا چہرہ تھپتھپایا مگر اس کے بے حس و حرکت وجود میں حرکت نہیں ہوئی تھی اور اس سے اگلے لمحے عدن بیگ اسے لے کر باہر نکل آیا۔

☆...☆☆☆...☆

وہ شاور لے کر باہر نکلی تو سارے وجود میں ایک تکلیف کا احساس ہوا۔معارج تغلق اپنے لیپ ٹاپ پر کوئی ضروری فائل دیکھ رہا تھا۔دن بہت تھکا دینے والا تھا اور اس پر شادی کے بعد کی یہ دعوتیں۔وہ ہاسپٹل جانے کے لیے بھی وقت نہیں نکال پا رہی تھی۔نہ ہی اتنی فرصت ملی تھی کہ ممی کو فون کرتی اور جہانگیر ملک کے متعلق پوچھتی۔معارج تغلق نے ایک پل کو بھی اسے تنہا نہیں چھوڑا تھا۔جانے کیا خوف لاحق تھا اسے کہ وہ اسے چھوڑ دے گی یا بھاگ جائے گی۔اسے اپنے معاملے میں وہ جیسے کوئی خوفزدہ بچہ لگتا تھا یا بہت

عیار اور چالاک محتاط آدمی جو کسی کو بس اپنے فائدے کے لیے اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہو۔

وہ بال تولیے کی قید سے آزاد کرکے بیڈ کے قریب آئی۔ایک تکیہ اٹھانا چاہا تھا جب اس کا ہاتھ معارج تغلق کی گرفت میں آ گیا۔

انائیا ملک نے اس کی طرف دیکھا تھا۔اسے کب خبر ہوئی تھی کہ وہ تکیہ اٹھانے اس کی طرف آئی ہے ...؟ اس کے معاملے میں معارج تغلق کی آنکھیں چاروں طرف گھومتی تھیں۔

دونوں کی نگاہیں لمحہ بھر کو ملی تھیں۔ان آنکھوں میں وہی ہٹ دھرمی اور سرد مہری تھی وہی خودسری تھی۔

اسے ہرانے کی وہی لگن اور وہی ہزار ہا جتن !!

وہ الجھنا نہیں چاہتی تھی تبھی نرمی سے بولی

"مجھے سونا ہے"گویا وہ مصالحت پر آمادہ تھی۔

"سونا ہے تو پورا بیڈ پڑا ہے، منع کس نے کیا ہے؟ مجھے یہ ڈرامے بازی بالکل پسند نہیں ، تکیہ اٹھا کر کاؤچ پر سونے کی ، جس رشتے میں ہم بندھے ہیں اس

میں یہ ڈرامے بازی قابل قبول نہیں ہو سکتی" اس نے اس کے ہاتھ کو جھٹکا دیا۔

انائیا ملک حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" وہ کمزور پڑنا نہیں چاہتی تھی۔

"انائیا ملک تمہیں اپنے ساتھ باندھنے سے مجھے دنیا کا کوئی قانون باز نہیں رکھ سکتا، شادی سے لے کر اب تک کافی ڈرامے بازی تم کرچکی ہو، اب اس کا خاتمہ ہوجانا چاہیے۔مجھے یہ بات ہرگز قبول نہیں ہوگی کہ تم ایک ہی کمرے میں رہتے ہوئے یہ فلمی کہانیوں والی ڈرامے بازی کرو۔اگر تم میری بیوی ہو تو میں سارے حق محفوظ رکھتا ہوں۔سو اس بات کو بھول جاؤ کہ میں تمہیں اس طرح فضول اقدامات چپ چاپ کرنے دوں گا اور تم من مانیا ں کرتی جاؤ گی" اس نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"تم مجھے اس طرح مجبور نہیں کرسکتے میں کسی زبردستی کو قبول نہیں کروں گی۔" وہ دبنا نہیں چاہتی تھی۔

وہ لیپ ٹاپ بند کرکے پوری توجہ سے اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"تمہیں تو ابھی نظر بھر کے دیکھا بھی نہیں میں نے اور تم اتنی حدبندیاں لگارہی ہو؟ ہم دونوں کے رشتے میں یہ رواداریاں کیونکر آرہی ہیں ؟ ہاں !" ان نظروں میں گہری تپش تھی۔انائیا ملک دَم سادھے اسے دیکھ رہی تھی۔

معارج تغلق کی نظروں میں ایسا کیا تھا؟ وہ جان نہیں پائی یا جاننے کی کوشش نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"مجھے نیند آرہی ہے!" نظریں چُرا کر وہ بولی۔یہ گویا اعلان تھا کہ مجھے ڈسٹرب مت کرو۔

"مجھ سے کیا توقع رکھتی ہو تم مسز تغلق! اب کیا لوری دے کر سلاؤں؟" دوسری طرف سے برجستہ جواب آیا۔

"ایسا میں نے کب کہا۔" وہ لاتعلقی سے تکیہ اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھتے ہوئے بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"آپ کا پرابلم یہ ہے مسز تغلق کہ آپ آدھی باتیں دل ہی دل میں کہہ جاتی ہیں۔اب دل کے بھیدوں سے تو مجھے کوئی واقفیت نہیں ہے۔ان معاملات میں فی الحال کورا ہوں میں۔" معارج تغلق نے کہا۔

"آپ تو ہر بات میں کورے ہیں۔" وہ منہ ہی منہ میں بڑ بڑائی۔

"کیا کہا آپ نے؟" معارج تغلق یقیناً سن چکا تھا مگر دوسری بات سن کر کوئی لائحہ عمل مرتب کرنے کی ٹھان رہا تھا اور وہ اس سچوئشن کا فائدہ اٹھانے کا موقع اسے نہیں دینا چاہتی تھی۔تبھی اس پر دھیان دیے بنا چادر درست کرنے لگی۔معارج تغلق نے اگنور کیے جانے پر بازو سے تھام کر اسے ایک جھٹکے سے اپنی طرف کھینچا تو وہ سنبھل بھی نہیں سکی اور جب سنبھلی تو اس کی نگاہوں کی تپش سے چہرہ جلتا ہوا محسوس کیا۔انائیا ملک ایسا کوئی ڈرامہ ایکسپکٹ نہیں کر رہی تھی۔نہ وہ اسے موقع دینا چاہتی تھی مگر جیسے وہ چاروں طرف سے گھیر کر اسے زچ کر رہا تھا اور ایسا کرکے اسے قلبی اور روحانی سکون ملتا تھا۔انائیا ملک نے نگاہ اٹھا کر اس کی سمت دیکھا تھا۔جب وہ براہِ راست اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مدہم سرگوشی میں بولا۔

"تم سکھا دو۔میں سیکھنے کو تیار ہوں تمام اسلوب' تمام داؤ پیچ' مجھے ہنر سکھا دو بہت کورا ہوں میں۔کیا کروں کبھی ان راستوں پر چلنے کا اتفاق ہی نہیں ہوا۔ سو کیسے جان پاتا کہ آنکھوں سے نیند کیسے چرائی جاتی ہے۔نگاہ کے راستے دل میں اترا کیسے جاتا ہے اور دل سے چین و سکون کیسے چرایا جا سکتا ہے۔سکھا دو مجھے میں ان تمام مراحل سے گزرنے کو تیار ہوں۔کیونکہ میں ان نگاہوں کے راز جاننے کو بے تاب ہوں۔ان دھڑکنوں میں کیسا شور ہے۔مجھے یہ جاننا ہے۔میں دھڑکنوں کو سن کر دل کی باتوں کو جاننے کے وصف سیکھنا چاہتا ہوں۔دل میں دبے سارے گہرے رازوں تک رسائی چاہتا ہوں۔مجھے کل بھیدوں سے واقفیت چاہیے اور سارے تالوں کی چابی بھی۔مجھے سارے بند دروازوں کو کھولنے کا اسم چاہیے۔جو مجھے آنکھ سے دل تک اور دل سے تم تک کی رسائی دے۔میں سیکھنے کو بے تاب ہوں۔تم کیا سوچتی ہو' کیسے سوچتی ہو' تمہاری آنکھوں میں کیا بھید ہیں۔سینے میں کیا راز دبے ہیں۔مجھے سب تک رسائی پانے کا جنون سا ہوچلا ہے۔اس جنون کی نہ کوئی حد ہے نا سرحد۔تمہاری آنکھوں کا اسرار میرا جنوں اور بڑھاتا ہے مجھے ڈر ہے یہ سلسلہ لا

متناہی نہ ہوجائے دیکھو تمہارے مقابل میں خود کو کتنا کمزور تصور کرنے لگا ہوں۔ڈر لگنے لگا ہے مجھے تم سے۔ تم ہر روز میرا جنون بڑھاؤں گی اور مجھے ایک دن پاگل کردو گی۔پھر کیا حال ہوگا اس کا ہاں!" کیسی تپش تھی ان آنکھوں میں۔کیسا جنوں خیز لہجہ تھا۔انائیا ملک اس طوفان کے سامنے جیسے خود کو کوئی کمزور پتہ سی لگی۔وہ کمزور پڑنا نہیں چاہتی تھی' یہ نہیں جتانا چاہتی تھی اسے کہ وہ اس کے سامنے بہت کمزور ہے۔تبھی ایک جھٹکے سے اس کے حصار سے خود کو نکالا تھا اور الٹے قدموں دور جا کھڑی ہوئی۔اس کی آنکھوں میں ایسا ہی ایک احساس تھا جو کسی ہرنی کو شیر دیکھ کر ہوتا ہے۔

معارج تغلق نے اس کی سمت دیکھا اور مسکرا دیا۔

"تم بہت دلچسپ شخصیت رکھتی ہو انائیا ملک! میں تمہارے اسرار جاننے کا متمنی ہوں مگر تمہارے سحر سے خود کو بچا نہیں پاتا اور سلجھانے کی کوشش میں الجھنے لگتا ہوں۔کوئی جادوگرنی ہو تم؟ میں نے کئی قصے سنے ہیں مگر تمہارا جادو سر چڑھ کر بولتا دکھائی دیتا ہے۔ایسا کیا ہے تم میں؟" وہ قدم قدم اس کی سمت بڑھتا ہوا بولا۔

انائیا دیوار سے جا لگی تھی اور اس کی آنکھوں میں خوف تھا۔ایک ناقابل بیان کیفیت تھی۔

معارج تغلق دیوار پر ہاتھ ٹکا کر اسے بغور دیکھنے لگا تھا۔پھر جیسے اس پر ترس آگیا تھا۔

"رات بہت ہوگئی ہے مسز تغلق اور تم تھکی ہوئی بھی ہو۔لہٰذا سو جاؤ۔"

یہ بے بسی کی کوئی انتہا تھی۔انائیا ملک کی آنکھیں بھر گئیں۔

"مجھے مار دو معارج تغلق! میرے لیے ایسی سزائیں تجویز مت کرو۔مجھے گھٹن ہوتی ہے۔" وہ لاچاری سے کہہ رہی تھی۔معارج تغلق نے ہاتھ بڑھا کر اس کی آنکھوں کی نمی کو ہاتھ کی پوروں پر چن لیا تھا اور بغور دیکھتے ہوئے بہت آہستگی سے بولا۔

"سوجاؤ مسز تغلق! اب اس وقت ڈراما بازی مت کرو۔"

"ڈراما کون کر رہا ہے؟ یہ بات صاف دکھائی دے رہی ہے معارج تغلق! مجھے اذیتیں دے کر تمہیں سکون ملتا ہے۔یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے۔تم آخری حد تک جا کر مجھے سزائیں دینے کا ہنر رکھتے ہو۔مگر میں تم سے خوف زدہ نہیں ہونا چاہتی۔کیونکہ میرا ڈر تمہیں مزید مضبوط بنائے گا اور ایسا میں ہونے نہیں دوں گی۔" اس نے آنکھیں رگڑی تھیں۔پھر دھیمے قدموں سے اپنے بیڈ پر جا کر بیٹھ گئی۔اس کی نظروں میں اس بار کوئی سوال ابھرا تھا۔جسے پڑھ کر وہ بولا۔

"میں صرف یہی کہنا چاہتا تھا کہ سوجاؤ مسز تغلق! مجھ سے اتنا خوف محسوس ہو رہا ہو تو دروازہ لاک کرلو مگر میں لفظوں سے مکرنے کا عادی نہیں۔چور راستے اختیار کرنے کا مجھے شوق نہیں اور نقب زنی اپنے ہی گھر میں ہوتی نہیں۔" کہہ کر وہ پلٹا اور دروازہ بہت زور سے بند کرکے باہر نکل گیا تھا۔

یہ شخص کیاہے۔کتنے رنگ ہیں اس کے؟ کتنے روپ ہیں انائیا ملک سمجھنے سے قاصر تھی۔

...☆☆☆...

پارسا کی آنکھ کھلی تو وہ کئی لمحوں تک چھت کو خالی خالی نظروں سے دیکھتی رہی تھی۔عدن بیگ جو اس کے قریب بیٹھا کافی پی رہا تھا فوراً کافی کا کپ ٹیبل پر رکھ کر اس کی سمت متوجہ ہوا۔

"تم ٹھیک ہو پارسا!" بہت کیئرنگ انداز میں وہ پوچھ رہا تھا۔وہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔"تم بے ہوش ہوگئی تھیں پارسا اور ایسے میں اسپتال میں مزید رکنا نا گریز تھا۔سو میں تمہیں ہوٹل واپس لے آیا۔میں نے ڈاکٹر کو بلوا لیا۔اس نے وجہ ٹریس بتائی ہے۔جو کہ میں پہلے سے جانتا تھا مگر جس طرح تم بے ہوش ہوئی تھیں اس پر میں بہت پریشان ہوگیا تھا۔ایک لمحے کو تو سانس سینے میں کہیں رکنے لگا تھا۔"

وہ اٹھ کر بیٹھنے لگی تھی جب اس نے روک دیا۔

"لیٹی رہو، تمہیں ڈاکٹر نے آرام کا مشورہ دیا ہے۔میں تمہارے پاس بیٹھا صرف تمہارے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہا تھا۔میں کھانا منگوالیتا ہوں۔" عدن بیگ نے کہا۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔" وہ بہت آہستگی سے بولی۔

"بھوک تو مجھے بھی نہیں ہے مگر ڈاکٹرز کہتے ہیں کہ خالی پیٹ سونا نہیں چاہیے، لہٰذا تھوڑا بہت کھالو۔خالی پیٹ ٹریس لینا ٹھیک نہیں۔" عدن نے مشورہ دیا تھا۔

"آپ نے بھی کچھ نہیں کھایا؟" وہ چونکی۔

"مجھے اکیلے کھانے کی عادت نہیں ہے، تم اگر کمپنی نہیں دو گی تو میں باہر جا کر واچ مین کے ساتھ بیٹھ کر کھالوں گا۔یا پھر یونہی سوجاؤں گا۔" وہ اس کے موڈ کو بحال کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔عدن بیگ کا لہجہ فکر سے آزاد تھا۔دور تک ان آنکھوں میں کوئی الجھن نہیں تھی۔وہ اسے دیکھتے ہوئے کچھ سوچ رہی تھی۔

"تم اس طرح کیوں دیکھ رہی ہو؟ واچ مین کے ساتھ میرا ڈنر کرنے کا خیال پسند نہیں آیا؟ اس خاموشی کا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے کمپنی دینے کو تیار ہو؟" عدن بیگ کے لبوں پر دھیمی سی مسکراہٹ در آئی۔

"آپ ایسے کیسے ہوسکتے ہیں؟" وہ بولی۔

"کیا مطلب؟ کیسا ہوں میں؟ واچ مین کے ساتھ ڈنر کرنے کے خیال کے ساتھ میں کچھ مشکوک لگ رہا ہوں؟"

"نہیں!" پارسا نے اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی تو عدن نے اس میں اس کی مدد کی۔

اس ایک لمحے کی قربت میں کچھ خاص تھا یا نہیں۔وہ سوچ نہیں سکی تھی مگر اس کے انداز میں جو اپنائیت تھی' جو تحفظ دیتا ہوا احساس تھا وہ صاف نمایاں تھا۔نا وہ ریا کار تھا نا اس کا انداز کوئی بھید رکھتا تھا۔وہ بہت کھلا شخص تھا جس کے چہرے پر اس کا اندر دکھائی دیتا تھا۔پارسا کو ہمیشہ وہ بہت بے ضرر سا لگا تھا۔

"میرا مطلب وہ نہیں تھا۔" پارسا نے کہا۔

"تو پھر آپ کا مطلب کیا تھا؟" وہ غالباً اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے اس کا دھیان بٹانا چاہ رہا تھا۔

"آپ ڈنر منگوالیں۔" پارسا نے کہا۔

"یعنی آپ نہیں چاہتی کہ میں ڈنر واچ مین کے ساتھ کروں؟" وہ شکوہ کرتی نظروں سے دیکھنے لگا تھا۔"یا پھر مجھے کمپنی دینے پر مائل ہو گئی ہیں۔"

"آپ یہی سمجھ لیں۔" وہ نرم لہجے میں بولی تو عدن بیگ نے اسے بغور دیکھا۔ آج جو بھی ہوا تھا وہ اسے دہرانا نہیں چاہتا تھا۔مگر وہ جانتا تھا وہ جس کیفیت میں تھی اور اس کیفیت سے اسے صرف اس کے اپنے نکلنے میں مدد دے سکتے تھے۔ڈنر کرنے کے بعد وہ اپنے کمرے میں آگیا تھا۔مگر ذہن مسلسل اس سے بندھ گیا تھا۔

...☆☆☆...

انائیا ملک سو کر اٹھی تھی تو پورے وجود پر ایک تھکن سی طاری تھی۔وہ آفس جانے کے موڈ میں نہیں تھی' دماغ جیسے ماؤف سا تھا اور اس کیفیت میں وہ کام کرنے کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی۔تبھی فون کر کے سارہ سے کہہ دیا تھا کہ وہ نہیں آئے گی۔

سدرہ تغلق کو جیسے ہی پتا چلا تھا کہ وہ جاگ گئی ہے۔اسے ناشتے کے لیے بلوا لیا' مگر اس نے ایک کپ کافی کے علاوہ کچھ نہیں لیا۔

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟" سدرہ تغلق نے پوچھا۔

"جی ممی! بس میرا کھانے کا موڈ نہیں ہے۔"

"انائیا بیٹا! چیزوں کے ہونے اور نا ہونے کی وجوہات کو ڈھونڈتے رہنا عقل مندی نہیں۔چیزوں کو باندھنا مشکل ہے اور توڑنا بہت آسان' رشتے بنتے ہیں مدتوں کی عمر درکار نہیں ہوتی مگر سمجھ داری کی ضرورت ہوتی ہے۔مرد کبھی گھر نہیں بناتا کیونکہ وہ کبھی بندھنا نہیں چاہتا۔لڑکی اسے یہ اسلوب سکھاتی ہے۔ میں چاہتی ہوں جن باتوں سے معارج نا آشنا ہے اسے وہ تم ازبر کراؤ۔میں اس کی ماں ہوں۔اس کا دل بچے کا سا ہے۔وہ حساس بھی ہے اور خیال رکھنے والا بھی۔بس اسے اپنے ساتھ باندھ لو۔قدم سے قدم ملا کر چلنے کی عادت سے واقفیت دو۔مجھے یقین ہے وہ سمجھنے میں زیادہ دیر نہیں لے گا۔مرد کی عقل تھوڑی موٹی ہوتی ہے' وہ دیکھتا سب ہے مگر اسے اس طور سمجھ نہیں آتا۔ سمجھ وہی آتا ہے جو اسے عورت دکھاتی ہے۔بظاہر وہ حکمرانی کا دعویدار ہوتا ہے اور خود کو حکمران سمجھتا بھی ہے مگر در حقیقت عورت اس کے دل پر دماغ پر حکمرانی کرتی ہے۔میں یہ نہیں چاہتی تم اپنی ضد سے اسے ہراؤ' یہ

جیت ہار کی باتوں کو جانے دو' گھر بسانے میں ہار جیت نہیں محبت ضروری ہوتی ہے۔ہم تمہیں لے کر یہاں آگئے۔بیٹی بنا کر ساری رسمیں اپنے گھر رکھیں۔تمہاری حیثیت ایک بیٹی جیسی مانی۔ہم نے وہ کیا جو ہمیں مناسب لگا۔ مگر سلسلہ وہیں رکنا نہیں چاہیے۔تم دونوں نے چیزوں کو آگے بڑھانا ہے۔ ایک دوسرے کو موقع دو' سمجھو۔ایک دوسرے کو جگہ دو۔ایک قدم آگے لینے سے کوئی چھوٹا نہیں ہوجاتا۔اگر ایک قدم آگے لینے سے کچھ بہتری کی گنجائش نکل سکتی ہے تو اس میں کیا برا ہے؟" سدرہ تغلق اسے پیار سے سمجھا رہی تھیں اور فی الحال اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا نہ کوئی وعدہ' جو وہ پورا کر سکتی۔معارج تغلق کے ساتھ اس کا رشتہ جس نہج پر تھا وہ اس کے معنی خود اخذ نہیں کرپائی تھی۔سدرہ تغلق نے بہت پیار سے اس کا چہرہ تھام کر پیشانی پر پیار کیا۔

"تم سست لگ رہی ہو۔کچھ آرام کرلو۔میں تمہاری پسند کا لنچ بنا کر تمہارے کمرے میں بھجوا دوں گی۔اگر کھانے کا موڈ ہو تو میں اپنے ہاتھوں سے کھلادوں گی۔ایک مزے کی بات بتاؤں؟ معارج اب بھی کبھی کبھی میرے ہاتھ

سے ہی کھاتا ہے۔اتنا بڑا ہو گیا ہے مگر اب بھی بچوں جیسی حرکتیں کرتا ہے۔تم اپنے کمرے میں جاؤ‘ میں لنچ کی تیاری کرواتی ہوں۔“ سدرہ تغلق نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ باہر نکل آئی۔راہداری میں آکر نگاہ عین سامنے والے کمرے کی طرف گئی تھی۔جانے کیا ہوا تھا وہ بجائے اپنے کمرے میں جانے کے اس طرف آگئی۔دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر ذرا سا پش کیا تھا اور دروازہ کھل گیا تھا۔اسے حیرت نہیں ہوئی تھی کیونکہ یہ وقت گھر کی صفائی کا تھا اور یقیناً رستم نے اسے صاف کروانے کے لیے کھلوایا اور پھر بند کرنا بھول گیا۔

وہ اس پر اسرار گلابی کمرے کے اندر داخل ہو کر خالی خالی نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔

کتنے راز تھے اس گھر کے... کتنے اسرار تھے... وہ سمجھنے کی کوشش کرتی اور ہر بار الجھتی جاتی تھی۔وہ تصویر اسی طور سائیڈ ٹیبل پر رکھی تھی۔مسکراتا چہرہ بہت تروتازہ اور دل کش تھا۔وہ کچھ دیر تصویر کے پاس رکی اس چہرے کو دیکھتی رہی۔پھر جانے کیوں دراز کھول کر دیکھنے لگی۔اس کے اندر تجسس

شاید نہ تھا مگر وہ اس اسرار سے پردہ اٹھانے کا سوچ چکی تھی‘ مگر کچھ ضروری فائلز کے سوا اس دراز میں کچھ نہ تھا۔تب اس نے دوسری طرف کی دراز کو دیکھا۔ایک گلابی ڈائری دیکھ کر وہ چونکی تھی۔ہاتھ بڑھا کر ڈائری اٹھا لی۔

”کیا راز ہوسکتا تھا اس میں...؟“ اس کا دل ایک لمحے کو رکا تھا۔اگر اس ڈائری کا تعلق معارج تغلق سے ہوتا تو وہ سدرہ تغلق کی سمجھائی گئی باتوں میں کسی ایک پر بھی عمل کرپاتی؟ بہت آہستگی سے اس نے ڈائری کھولی۔

”تانیہ تغلق!“ ایک نام اس کی نظروں کے سامنے جگمگا رہا تھا۔

اپنا قیاس تو وہ کرسکتی تھی کہ وہ اس خاندان سے الگ نہیں تھی۔اس کا نام اس تغلق فیملی سے جڑا ہوا تھا۔کیا وہ معارج تغلق کا ماضی تھی یاماضی کے کسی راز کا قصہ...؟

اس نے ورق الٹا تھا۔

12 فروری

میں اسٹڈی کے لیے گھر سے دور رہ رہی تھی۔سو سب کو بہت مس کرتی تھی۔ مجھے چیزوں کو ان کے ربط سے رکھنے کی عادت نہیں اور امی اس بات کو لے

کر مجھے ڈانٹی رہتی ہیں۔مگر میں جانتی ہوں میں ان کی لاڈلی ہوں۔نا صرف ان کی بلکہ پورے گھر کی... مگر میں نے اس محبت کا کبھی ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا۔محبت ایک طاقت ہے۔ایک ہتھیار ہے‘ مگر میں اس ہتھیار سے لڑنے کی منصوبہ سازی پر یقین نہیں رکھتی۔بس ایسی ہی لا ابالی سی ہوں میں۔تیمور بھائی کہتے ہیں میں تھوڑی کھسکی ہوئی ہوں۔مگر مجھے سب سے زیادہ سپورٹ وہی کرتے ہیں۔سپورٹ تو بھابی بھی کرتی ہیں ہر بات کو منوانے میں مگر ممی

کے سامنے جو ڈھال بن کر کھڑا ہوتا ہے وہ تیمور بھائی ہی ہیں۔مگر اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ میں سمجھ سے خالی ہوں۔مگر ہاں‘ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو زندگی لگی بندھی راہوں پر چلتے ہوئے گزارنا پسند کرتے ہیں۔میں نے گھر سے دور یونیورسٹی میں پڑھنے کی ضد کی تھی تو ممی کو میرے ساتھ آنا پڑا۔مگر کچھ ہی دنوں میں وہ واپسی چلی گئی تھیں۔

15 فروری

اوہ گاڈ‘ مجھے بہت رونا آرہا ہے۔بھیا میرے چھوٹے سے گولو مولو سے معارج کو کانوونٹ بھجوا رہے ہیں اور میں یہ سوچ کر ہی دہل رہی ہوں کہ اس کے بنا وقت کیسے کاٹوں گی؟ اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے جب تک وہ آکر مجھے جگاتا نہیں تھا تو میری تو صبح ہی نہیں ہوتی تھی۔میں جب بھی چھٹیوں میں گھر جاتی تھی تو سارا وقت اسی کے ساتھ گزارتی تھی۔ہم بہت ساری شرارتیں مل کر کرتے ہیں۔اب میرا سب سے پیارا دوست مجھ سے دور چلا جائے گا مجھے یہ سوچ کر ہی نیند نہیں آرہی۔میرے چھوٹے سے پیارے سے دوست کو میں بہت مس کروں گی۔کیونکہ میں جانتی ہوں کہ اس کے مستقبل کے لیے یہ بہت ضروری ہے۔آخر وہ پڑھے گا لکھے گا نہیں تو بڑا آدمی کیسے بنے گا؟ مگر پھر یہ بھی سوچتی ہوں کہ گھر جاؤں گی تو میرے پاس کون آئے گا؟ ممی مجھے ملنے آتی رہتی تھیں اور وہ ہر بار ممی کے ساتھ مجھے ملنے آجاتا تھا۔وہ مجھ سے بہت اٹیچڈ تھا اور میں اس وقت اس سے بہت پیار کرتی تھی۔

وہ مجھے پوجی ہی کہتا ہے۔چھوٹا ہے نا۔ابھی صاف زبان میں پھوپھوجی نہیں کہہ
سکتا۔بھابی نے اسے سکھایا تھا تانی کو تانی نہیں پھوپھو جی کہو۔اس سے پہلے وہ
مجھے تانی ہی کہہ کر بلاتا تھا۔مگر جیسے ہی بھابی نے بتایا وہ تب سے مجھے
'پوجی' کہنے لگا۔اس کی کیوٹ سی آواز میں یہ پوجی لفظ بڑا بھلا لگتا ہے۔آج کیا
ہوا کہ اسے سیڑھیوں سے گر کر چوٹ لگ گئی۔وہ بہت رویا اور میری
آنکھوں سے بھی آنسو بہتے رہے۔میں اس کے زخم نہیں دیکھ سکتی تھی۔سو
اپنے کمرے میں آگئی۔میں بہت افسردہ رہی۔امید ہے وہ بہت جلد اچھا
محسوس کرنے لگے گا۔مگر پھر بھی وہ چلا جائے گا۔تو میں اسے کتنا مس کروں
گی نا! اور ہم مل کر چھپ کر بھابی کے بنائے گلاب جامن بھی نہیں کھا سکیں
گے۔بہر حال میں گولو مولو سے مل کر واپس آگئی تھی۔

18 فروری

آج دوستوں کے ساتھ وقت گزارتے ہوئے اچھالگا۔میرے گولو مولو کے جانے
سے جو موڈ آف تھا آج کچھ بہتر محسوس کیا۔ثناء اپنی کزن کی شادی کی
تیاریوں کے بارے میں بتاتی رہی میں شادیوں کی تقریبات کو بہت دلچسپ

محسوس کرتی ہوں۔وہ جانتی تھی تبھی ایک ایک شے بڑھا چڑھا کر بتا رہی تھی۔
وہ میری بہت اچھی دوست ہے۔وہ جانتی تھی گولو مولو کے جانے کے باعث
میرا موڈ ٹھیک نہیں ہے۔میرا موڈ بدلنے کی کوشش کر رہی تھی۔زائرہ بیگ
پکوڑے بہت مزے کے بناتی تھی۔میرے سامنے اس نے پلیٹ بھر کر
پکوڑوں کی رکھ دی تھی۔وہ جانتی تھی چٹنی کے ساتھ مرچوں کے پکوڑے میں
کھانے میں کچھ منٹ بھی نہیں لوں گی۔مگر میں نے بے دھیانی میں پلیٹ
پرے کھسکا دی تھی۔

"زائرہ بالکل بھی موڈ نہیں ہے۔" میں نے کہا تھا اور وہ مجھے پیار سے دیکھنے
لگی تھی۔

"تھوڑا سا چکھو۔تمہارا دل کھانے کو چاہے گا کم آن گولو مولو اپنا مستقبل بنانے
گیا ہے۔تم اس کے لیے زیادہ جذباتی ہورہی ہو۔" زائرہ نے کہا تھا اور میں
نے شاید اس کا دل رکھنے کو ایک پکوڑا اٹھا کر منہ میں رکھا تھا اور زائرہ جانتی
تھی میں اگر ایک پکوڑا کھاؤں گی تو پھر پوری پلیٹ چٹ کر جاؤں گی۔تبھی
اس نے شرارت سے پلیٹ کھینچ لی تھی اور پکوڑوں پر سمجھوتا کرنے والی میں

کہاں تھی۔کچھ ہی لمحوں میں چھینا جھپٹی میں پورا کمرہ جنگِ عظیم کا نقشہ پیش کر رہا تھا اور ہم ہنس رہے تھے۔

یہ دوست بھی کتنے ضروری ہوتے ہیں نا!

میں، ثنائ، زائرہ، سلمان اور جہانگیر ہم کتنا وقت شرارتوں میں گزارتے تھے۔ حالانکہ ہم سب لاء کے اسٹوڈنٹ تھے مگر ہماری شرارتیں دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ ہم مستقبل میں اتنی اہم ذمے داریاں اٹھانے والے ہیں۔
اسٹوڈنٹ لائف سب سے مزے دار لائف پیریڈ ہوتا ہے اور ہم سب اسے بہت انجوائے کر رہے ہیں۔آج کی پکوڑوں کی دھما چوکڑی بھولنے والی نہیں، مجھے نیند آرہی ہے۔سو زیادہ لکھ نہیں پاؤں گی۔وقت بہت ہو گیا ہے۔

16 مارچ

آج ہم سب پکنک کے لیے ایک جھیل پر گئے تھے۔مجھے تیرنا نہیں آتا کیونکہ مجھے پانی سے خوف آتا ہے اور میں پانی میں نہیں جاسکتی۔زائرہ ثناء دونوں یہ بات جانتیں تھیں مگر سلمان اور جہانگیر شرارت کے موڈ میں تھے۔دونوں میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچ رہے تھے مگر میں پانی میں جانا نہیں چاہتی تھی۔

مزیدار دو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"کیوں تنگ کر رہے ہو اسے۔تم جانتے ہو! وہ پانی سے خوفزدہ ہے؟" زائرہ نے ان دونوں کو ڈپٹا تھا۔مگر تبھی میرا پاؤں پھسلا تھا اور میں جھیل کی لہروں میں بہنے لگی تھی۔میرا دم جیسے گھٹ رہا تھا۔مجھے لگا تھا آج میرا آخری دن ہے مگر تبھی جہانگیر جھیل میں میرے پیچھے کود پڑا اور اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچنا شروع کردیا تھا۔اس کوشش میں اسے کئی لمحے لگے تھے اور میری سانسیں اکھڑنے لگی تھیں۔بالآخر وہ مجھے کنارے پر لایا تھا تو میرے سارے دوست مجھ پر جھک آئے تھے۔

"یو اوکے تانیہ!" زائرہ میرا پیٹ دبا کر پانی نکالنے لگی تھی۔میری سانس بحال ہوتے دیکھ کر ان کی جان میں جان آئی تھی۔

"جہانگیر تم پانی میں کیسے کودے؟تمہیں تو خود تیرنا نہیں آتا نا!" زائرہ نے جہانگیر کی سمت دیکھتے ہوئے کہا تھا۔اور تبھی میری نظریں اس کی طرف اٹھی تھیں۔آج پہلی بار میں نے اسے غور سے دیکھا تھا یا اس میں پہلی بار مجھے کوئی الگ بات دکھائی دی تھی۔میں نے اسے دیکھا تھا اور میری نظریں اس شخص سے بندھنے لگی تھیں۔میں اپنے زاویہ نظر پر خود آپ حیران ہوئی تھی۔

"تھینکس جہانگیر! ایک نیا احساس اپنے اندر محسوس کر کے میں خود آپ دنگ تھی۔جہانگیر کی آنکھوں میں ایسا کچھ نہ تھا۔میں نے بغور دیکھا تھا۔

"تم ٹھیک ہو نا!" زائرہ بیگ نے بہت پیار سے مجھے اپنے ساتھ لگایا تھا۔میں نے سر اثبات میں ہلایا تھا۔زائرہ میری بہت اچھی دوست تھی۔اچھے تو سبھی دوست تھے۔ہمارا گروپ بہت ذہین لوگوں کا گروپ تھا۔ ہم شرارتوں ہی میں نہیں پڑھنے اور اچھا زرلٹ دینے میں بھی آگے تھے۔وہ دن تمام ہوا تھا۔ پکنک شاندار رہی تھی۔مگر میرے اندر ایک بے چینی نے گھر کرلیا تھا۔کیا تھی یہ بے چینی! میں خود آپ سمجھنے سے قاصر تھی۔کچھ باتوں کے معنیٰ سمجھنا اتنا مشکل کیوں ہوتا ہے؟ میں اس وقت سمجھ نہیں پائی تھی۔

20 مارچ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بہت سے اچھے شروع ہونے والے دنوں کا اختتام اتنا اچھا نہیں ہوتا۔آج جب واپسی کے لیے میں نکل رہی تھی تیزی میں سیڑھیاں اترتے ہوئے میں پھسل کر گر گئی تھی اور وہ تو اچھا ہوا جہانگیر ملک سیڑھیوں کے اختتام پر کھڑا تھا اس نے مجھے تھام لیا تھا' مگر اس کے باوجود ٹخنے میں مجھے بہت زیادہ درد محسوس ہوا تھا۔

"تم ٹھیک ہونا تانیہ!" وہ مجھ پر جھکا پوچھ رہا تھا۔میں نے تکلیف کے باوجود سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔مگر اس کے بعد جب میں نے اٹھ کر چلنے کی کوشش کی تھی مگر مجھ سے چلا نہیں گیا تھا۔

"مجھے لگتا ہے موچ آگئی ہے۔" جہانگیر ملک نے قیاس کیا تھا۔تکلیف کے مارے میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے تب جہانگیر ملک نے مجھے سہارا دیا تھا۔گاڑی تک لایا تھا۔میں بس چپ چاپ اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔وہ اس سے پہلے مجھے اتنا اچھا کیوں نہیں لگا تھا۔اور میرا دل...!وہ آج سے پہلے دھڑک بھی رہا تھا یا نہیں؟ مجھے تو اس بات کا احساس بھی نہیں تھا۔جہانگیر کی گرفت میں لگ رہا تھا کہ میں بادلوں میں اڑ رہی ہوں۔اس نے کب مجھے

گاڑی میں بٹھایا تھا اور کب اسپتال پہنچ کر مجھے پلاسٹر کروایا تھا مجھے تو اس کا پتا ہی نہیں چلا تھا۔

"تم نے بے دھیانی میں اپنا کتنا نقصان کرلیا ہے تانیہ تغلق! اس کا احساس تمہیں نہیں اب سر پر ایگزام ہیں اور تم یوں پڑی ہو؟" وہ مجھے ڈانٹ رہا تھا۔

"تم بہت بے پروا ہو تانیہ! تمہیں زائرہ نے کہا بھی تھا اس کے ساتھ نکلنے کو وہاں گھس کر لائبریری میں بیٹھنے کی کیا ضرورت تھی؟" وہ مجھے ڈپٹ رہاتھا اور میری آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔اس کی ڈانٹ سے نہیں بلکہ اپنے پاؤں کی تکلیف سے اسے احساس ہوا تھا اور وہ میرے سامنے بیٹھ گیا تھا۔پھر میرا ہاتھ تھام کر پوری توجہ سے میری طرف دیکھا تھا۔

"آئی ایم سوری تانیہ! میرا ارادہ تمہیں دکھی کرنے کا نہیں تھا۔مگر تمہیں چوٹ لگ گئی مجھے اس کا افسوس ہے۔" وہ دوستانہ لہجے میں بولا تھا۔

"بہت درد ہو رہا ہے۔" اس نے پوچھا تھا۔میں نے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

"اوہ میں ڈاکٹر کو بلاتا ہوں۔" وہ کہہ کر ڈاکٹر کو بلانے چلا گیا تھا۔تھوڑی دیر بعد واپس لوٹا تھا تو اس کے ساتھ ڈاکٹر بھی تھا۔

"میں انجکشن نہیں لگواؤں گی۔" میں نے با ضابطہ اعلان کیا تھا۔

"ٹھیک ہے ڈاکٹر آپ کوئی میڈیسن دے دیں!" جہانگیر ملک نے کہا تھا پھر ایک نمبر ملایا تھا اور بات کرنے لگا تھا۔بات ختم کر کے وہ میری طرف پلٹا تھا۔

"آج تمہارا برتھ ڈے ہے؟" اس نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا تھا۔میں نے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

"آئی ایم سوری! مجھے بالکل یاد نہیں رہا۔ہیپی برتھ ڈے ٹو یو!" اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھے گلدان میں سے ایک پھول نکال کر میری طرف بڑھایا تھا۔

"تھینکس! مگر تمہیں کیسے پتا چلا؟" میں نے پوچھا تھا اور گلاب تھام لیا تھا۔شاید یہ میری زندگی میں ملنے والا سب سے قیمتی گفٹ تھا۔ایسا مجھے محسوس ہوا تھا۔

"میں نے تمہارے گھر فون کیا تھا بتانے کے لیے تب تمہاری ممی نے بتایا' تم کوئی سرپرائز پارٹی ارینج کرنے والی تھیں؟"

میں نے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

”اوہ، تمہاری ممی آ رہی ہیں تمہیں لینے! تم چیزوں کو چھپا کر رکھنے کی کتنی عادی ہو، اپنی برتھ ڈے کا علم تک نہیں ہونے دیا۔ تمہارے گروپ میں سے تو کسی کو پتا نہیں ہوگا نا!“ وہ مجھے الزام دیتی نظروں سے دیکھ رہا تھا اور میں نے سر ہلا دیا تھا۔

”میرا ارادہ صرف سرپرائز دینے کا تھا۔یوں بھی اپنا برتھ ڈے میں صرف اپنی فیملی کے ساتھ مناتی ہوں۔“ میں نے جواز دیا تھا۔

”خوشیوں کو بانٹا جاتا ہے تانیہ تغلق! چھپایا نہیں جاتا۔“ وہ مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھ رہا تھا اور میری دنیا میں کیسا بھونچال سا تھا۔میں اس طور کیوں اس سے بندھ رہی تھی۔میں نہیں جانتی تھی مگر آج کا دن اس طور پر یادگار رہا کہ ایک تو مجھے چوٹ لگی اور دوسرا جہانگیر ملک کے ساتھ کچھ وقت ساتھ گزارنے کو مل گیا۔شاید یہ دن بہت خاص رہا۔

22 مارچ

میں اپنے پاؤں کی تکلیف کی وجہ سے کیمپس نہیں جا رہی تھی سو شام میں وہ سارے میری طرف آجاتے تھے مگر اس میں جہانگیر ملک شامل نہیں ہوتا تھا۔

”تم اس طرح بار بار دروازے کی طرف کیوں دیکھ رہی ہو؟“ زائرہ بیگ نے مجھے نوٹس کرتے ہوئے پوچھا تھا۔

”وہ ہاجرہ چائے لے کر آ رہی تھی۔بس اس کی راہ دیکھ رہی ہوں۔“ میں نے بات بنائی تھی۔وہ مسکرادی تھی۔

”تم یونیورسٹی ختم ہونے کے بعد کیا کرو گی؟ کیا ارادہ ہے؟“ اس نے پوچھا تھا۔

”مجھے لگتا ہے تانیہ شادی کرے گی!“ سلمان نے کہا تھا۔”اسے شادیوں میں شرکت کرنا بہت پسند ہے نا!“ وہ شرارت سے بولا تھا۔

”ہاں، میں نے بھی سنا ہے جو دوسروں کی شادیوں میں شوق سے جاتے ہیں ان کی شادی بھی جلدی ہوتی ہے۔“ ثناء نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔میں نے گھورا تھا۔

"میں یوں شادی کرنے والی نہیں!"

"تو پھر؟" سلمان کو تجسس ہوا تھا۔

"میں کسی عام انسان سے شادی کرنے والی نہیں' جب میرا دل مجھے بتائے گا اور جس کے حق میں کہے گا میں اسی کا ہاتھ تھاموں گی۔" میں مسکرائی تھی۔

"آہ' تم میرے بارے میں تو بات نہیں کر رہیں؟" سلمان نے سموسہ کھاتے ہوئے شوشہ چھوڑا تھا۔ میں نے کشن کھینچ کر مارا تھا۔ جسے اس نے مضبوطی سے تھام لیا تھا۔ "مجھے لگا وہ میں ہوسکتا ہوں۔" وہ قطعاً شرمندہ نہیں تھا۔

"تم تانیہ کو پروپوز کر رہے ہو سلمان!" زائرہ نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

"آہ' کاش کرپاتا مگر یہ رد کردے گی سو مجھے ذلیل ہونے سے ڈر لگتا ہے۔" وہ مسکرایا تھا۔

"سلمان ہینڈسم لڑکا ہے تانیہ! تم نے کبھی اسے اس طرح نوٹس نہیں کیا؟" ثناء نے پوچھا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"میں ان چکروں میں فی الحال پڑنے والی نہیں!" میں نے موضوع سے ہٹنا چاہا تھا۔

"فی الحال' یعنی بعد میں سو میں انتظار کرلوں؟" سلمان شرارت پر مائل تھا۔

"سلمان یہ گلدان دیکھ رہے ہو؟" میں نے اشارہ کیا تھا۔

"ہاں اچھا ہے اس میں یہ تازہ پھول میں نے ہی لگائے ہیں۔ تمہیں پسند آئے؟ تھینک یو! سارے کے سارے پھول اسپیشل ہیں۔ صرف تمہارے لیے۔" وہ مسکرا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں شرارت تھی۔ وہ دونوں مسکرا رہی تھیں۔

"تم اس کی باتوں کو سیریس مت لینا تانی! اس کی عادت ہے۔" زائرہ مجھے گلدان تھامتے دیکھ کر بولی تو سلمان نے احتیاطاً کشن اٹھا کر چہرے کے سامنے رکھ لیا تھا۔

"دیکھو' پیار سے مارنا' میرا چہرہ بہت قیمتی ہے۔ میں تو صرف کوشش کر رہا ہوں۔ بات بن گئی تو ٹھیک ورنہ دوسری لڑکی کا چانس تو رہنے دو۔" وہ بولا تھا اور دونوں ہنسنے لگی تھیں۔

"تمہیں محبت پر یقین ہے تانیہ!" ثناء نے پوچھا تھا۔

”محبت!“ میں نے زیرِ لب دہرایا تھا۔

”تم کس سے محبت کے بارے میں پوچھ رہی ہو ثنائ! یہ ٹام بوائے لک والی لڑکی تمہیں لگتا ہے یہ کسی سے محبت کر سکتی ہے؟“ سلمان نے سیب دانتوں سے کترتے ہوئے کہا تھا۔

”انگور کھٹے ہیں نا!“ میں نے مسکراتے ہوئے اس کی ٹانگ کھینچی تھی۔

”فی الحال تو کھٹے ہی ہیں' مگر میں ٹرائی کرتا رہوں گا۔ڈونٹ وری۔“ سلمان اپنے نام کا ایک ڈھیٹ تھا۔”تمہیں اگر واقعی مجھ سے محبت ہو گئی تو کیا کرو گی تانیہ تغلق!“

”خود کشی!“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ثناء اور زائرہ مسکرا دی تھیں۔

”ایسے مت کہو تانیہ! اچھا خاصا ہے اپنا سلمان۔“ زائرہ نے کہا تھا۔

”بات محبت کی ہو رہی تھی زائرہ!“ میں نے جواز دیا تھا۔

”لو یہ کہا لکھا ہے کہ سلمان حق سے محبت کرنا منع ہے۔“ وہ احتجاج کرتے ہوئے بولا تھا۔

”تمہارے چہرے پر!“ میں نے ترکی بہ ترکی کہا تھا۔وہ مسکرادیا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”میں مایوس نہیں ہوں برابر کوشش کرتا رہوں گا۔“ وہ باہمت بھی تھا اور حوصلہ مند بھی۔سو ہار ماننے کو تیار نہ تھا۔

”محبت کیسے ہوتی ہے بائے دی وے؟“ ثناء نے پوچھا تھا۔

”یہ بغیر کسی وجہ اور جواز کے ہوجاتی ہے۔“ زائرہ نے جواب دیا تھا۔

”تو کیا میرے اندر ایسی ہی کسی محبت نے سر اٹھایا تھا؟“ میں نے خود اپنے آپ سے جواب چاہا تھا۔کوئی ایک خاص بات بھی تو نہیں ہوئی تھی پھر محبت کیسے ہونے لگی تھی؟ اور یہ محبت تھی بھی کہ نہیں؟

”اور محبت کا پتا کیسے چلتا ہے؟“ ثنا نے میرے اندر کا سوال پوچھ ڈالا تھا۔

زائرہ مسکرا دی تھی۔

”محبت خود آپ اپنا پتا دیتی ہے۔اس کے لیے جواز ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں پڑتی اس کی جاسوسی پر مامور ہونا پڑتا ہے۔یہ خود آپ کھلتی ہے اور خوشبو کی طرح پھیلتی ہے اور خود اپنی خبر دے جاتی ہے۔“ زائرہ بتا رہی تھی۔

"کیا دل بہت تیزی سے دھڑکتا ہے؟" ثناء مسکرائی تھی۔

"شاید اتنے زور سے کہ باقی ساری آوازیں دب جاتی ہیں۔" زائرہ مسکرائی تھی۔

تو کیا وہ محبت تھی؟سچ مچ کی محبت؟ جو میں جہانگیر ملک کے لیے اپنے اندر محسوس کر رہی تھی؟

"نظروں سے پتا چل جاتا ہے بھئی مگر کوئی آنکھوں میں جھانکے بھی تو۔" سلمان نے میری طرف دیکھتے ہوئے ایک سرد آہ بھری تھی۔

"سلمان تمہاری دال نہیں گلے گی۔تم اپنا منہ دھو رکھو۔" زائرہ نے مسکراتے ہوئے اسے خبر دار کیا تھا۔

"تمہیں کبھی محبت ہوئی تانیہ!" زائرہ نے پوچھا تھا۔

"تمہیں لگتا ہے اس جیسی لڑکی کو محبت ہو سکتی ہے زائرہ! اس کے پاس دل نہیں ہے تم دیکھتی نہیں اسے؟ کسی ٹام بوائے ٹائپ ہے۔کسی کی توجہ اس پر کیسے آئی ہوگی؟ یہ میں ہی ہوں جو بار بار ٹرائی کرتا رہتا ہوں۔" سلمان نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ایسے مت کہو سلمان! ہماری تانیہ بہت پیاری ہے۔تھوڑی لا ابالی ہے۔مگر اس سے محبت نہ ہونے کا کیا جواز!" زائرہ نے اسے ڈپٹا تھا۔

"واقعی ہماری تانیہ تغلق بہت پریٹی ہے سلمان تم تو اس کے پاسنگ بھی نہیں۔" ثناء نے بھر پور میری سائیڈ لی تھی۔وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا تھا۔میں مسکرا دی تھی۔

"تمہیں اگر واقعی محبت ہو گئی تو کیا کرو گی تانیہ تغلق!" وہ مسکراتا ہوا میری طرف دیکھ رہا تھا۔میں نے سر انکار میں ہلا دیا تھا۔

"میں نہیں جانتی۔" تبھی دروازہ کھلا تھا اور جہانگیر ملک اندر داخل ہوا تھا اور میرا دل اتنی تیزی سے دھڑکا تھا کہ باقی ارد گرد کی ساری آوازیں کہیں اندر دب گئی تھیں۔

"لو جہانگیر بھی آگیا۔آجا میرے یار! یہ لڑکیاں مجھ اکیلے پر بھاری پڑ رہی تھیں۔اب تو آگیا ہے تو مل کر مورچہ بند ہوں گے۔" سلمان نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"جہانگیر تمہاری سائیڈ لینے والا نہیں۔" یہ ہماری طرف ہوگا۔" ثناء نے چڑایا تھا۔

"تم کس کی طرف ہو جہانگیر؟" سلمان نے پوچھا تھا۔

"یہ ہماری طرف ہے۔" زائرہ نے کہا تھا۔وہ مسکرادیا تھا۔

"میں سب کی طرف ہوں۔" جہانگیر مسکرایا تھا اور میرے قریب بیٹھ گیا تھا۔

"اب پاؤں کا درد کیسا ہے؟" اس نے مجھ سے پوچھا تھا۔

"بہتر ہے۔" میں نے جواب دیا تھا۔

"ہم محبت کو ڈسکس کر رہے تھے جہانگیر بھائی! مگر آپ تو میرے مخالف گروپ سے جا ملے آپ سے یہ امید نہیں تھی۔" سلمان کا شکوہ آیا تھا۔

"نہیں، میں تمہارے ساتھ ہوں یار! بے فکر رہو۔" جہانگیر نے کہا تھا اور سلمان کی باچھیں کانوں سے جا لگی تھیں۔

"یہ ہوئی نا یاروں والی بات!"

زائرہ نے اسے گھورا تھا۔

"جہانگیر! یہ سیاست دانوں والے بیان مت دو۔تم نے کہا تھا تم ہماری طرف ہو۔"

"تمہاری طرف ایک مرد مار لڑکی ہے۔وہ کافی ہے۔" سلمان نے مجھ پر چوٹ کی تھی۔

"بری بات سلمان! تانیہ ایک خوب صورت لڑکی ہے۔اب اگر تمہیں گھاس نہیں ڈالتی تو تم اس پر ایسے الزام نہیں لگا سکتے۔" جہانگیر نے کہا تھا۔

"آہ! محبت تیرے انجام پر رونا آیا۔" سلمان نے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے تھے۔

محبت کے لیے کچھ خاص دل مخصوص ہوتے ہیں

یہ وہ نغمہ ہے جو ہر ساز پر گایا نہیں جاتا

ثناء نے کہا تھا۔

"یار! اس موضوع کو اٹھا کر ایک طرف رکھ لو۔لا حاصل بحث ہے۔چلو پیزا کھانے چلتے ہیں۔" جہانگیر نے کہا تھا۔

"آپ بھول رہے ہو' تانیہ ہمارے ساتھ نہیں جاپائے گی۔اس کے پاؤں میں پلاسٹر ہے۔" سلمان نے یاددلایا تھا۔

"کوئی بات نہیں۔ہم اسے سہارا دے کر گاڑی میں بٹھالیں گے۔دوست کس لیے ہوتے ہیں۔" وہ سلمان کو جواب دیتے ہوئے بولا تھا۔سلمان نے سر ہلایا تھا۔

اس شام ہم نے ساتھ پیزا کھایا تھا اور بہت سا وقت سمندر پر ایک ساتھ گزارا تھا۔میں اتنا چل پھر نہیں پائی تھی۔مگر جہانگیر مجھے سہارا دے کر کبھی بینچ پر بٹھا رہا تھا اور کبھی گاڑی میں۔میں ان سب کو ساحل پر چلتے ہنستے مسکراتے دیکھتی رہی تھی۔مگر ان میں سے کوئی نہ کوئی میرے پاس مسلسل بیٹھا رہا تھا۔تاکہ میں تنہائی محسوس نہ کروں اور مجھے احساس نہ ہو کہ میں چل نہیں سکتی۔

میں جہانگیر کی سمت تکتی رہی تھی۔وہ کہیں بھی تھا۔کہیں بھی چل رہا تھا۔کسی سے بات کر رہا تھا یا چپ کھڑا تھا۔مگر اس شام میری توجہ کا مرکز تھا۔پتا

نہیں میں اس کی توجہ کا مرکز تھی بھی کہ نہیں۔مجھے یہ نہیں معلوم تھا فی الحال...!

10 اپریل

اف ایگزام ایک تھکا دینے والا پریڈ ہے۔کسی اور طرف سر اٹھا کر دیکھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔جہانگیر سے بالکل بات نہیں ہوسکی اور اگر بات ہوتی بھی تو کیا اس سے کچھ پوچھ پاتی؟ یہ وہ سوال تھا جو کئی بار میں نے خود سے پوچھا تھا۔میں اتنی ہمت شاید اپنے اندر نہیں رکھتی تھی۔محبت اگر خوشبو کی مانند تھی تو کیا جہانگیر کو اس خوش بو کا پتا مل چکا تھا؟ کیا اسے خبر ہو پائی تھی کہ کوئی اس سے محبت کرتا ہے؟ میرا معاملہ وہ تھا کہ میں کسی اور کے زاویے سے نہیں دیکھ رہی تھی صرف اپنے نظریے سے دیکھ رہی تھی اور شاید میں کسی اور کے نظریے سے دیکھ بھی نہیں سکتی تھی۔میں خواب بن رہی تھی۔محبت کی انگلی تھام کر چل رہی تھی۔مگر کوئی اور بھی میرا شریک سفر تھا انہیں مجھے اس بات کی خبر فی الحال نہیں تھی۔جہانگیر ملک تم سے کیسے بات ہو؟ کیسے پتا چلے کہ تمہارے دل میں کیا ہے؟ یہ محبت اتنی پراسرار کیسے

ہوتی ہے؟ محبت کرتے ہی بندہ اتنا محتاط کیوں ہوجاتا ہے کہ خود اپنے آپ کو بھی کسی بات کی خبر نہیں ہونے دینا چاہتا؟

15 اپریل

محبت خواب سی میری آنکھوں میں رکھی ہے

اور میں سوتا ہوں نا جاگتے رہنا چاہتا ہوں

اف! محبت ایک مشکل مدّعا ہوگا میں نے تو کبھی سوچا ہی نہ تھا۔وہ اس شام میرے ساتھ تھا۔ہم سلمان کے گھر اس کی بہن کی شادی کی ایک تقریب میں تھے۔مجھے شادیوں کی تقریبات سے عشق تھا۔مگر جہانگیر سے ایسی لو لگی تھی کہ اب اس کے سوا کچھ سوجھ ہی نہیں رہا تھا۔

"جہانگیر! تم بھی شادی کرلو اب!" سلمان اسے چھیڑ رہا تھا۔

"ہاں بس ارادہ باندھ رہا ہوں۔" جہانگیر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تھا۔وہ یقیناً مذاق کر رہا تھا۔

"میں لڑکی ڈھونڈوں؟" سلمان نے آنکھ دبا کر شرارت سے کہا تھا۔جہانگیر مسکرا دیا تھا۔

"فی الحال جینے دے یار! بندہ ایک ہی محاذ پر لڑ سکتا ہے۔میں اتنا با ہمت نہیں کہ ایک ساتھ بہت سے محاذوں پر ڈٹ جاؤں۔" سلمان نے شرارت سے اس کی آنکھوں پر ایک بلائنڈ فولڈ باندھ دیا تھا۔

"چل اب دیکھ کیا ہوتا ہے۔آج کی تقریب میں کئی لڑکیاں ہیں۔دیکھتا ہوں تُو اپنی محبت اور اپنی شریک حیات کو کیسے پہچانتا ہے اور تلاشتا ہے۔"

"ایسے امتحانوں میں مت ڈال یار! جوتے پڑوائے گا؟ اگر کسی آنٹی یا شادی شدہ خاتون کو غلطی سے چھو لیا تو خیر نہیں۔" جہانگیر نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"بے فکر رہ۔ہم سیف گیم کھیلتے ہیں۔اس تقریب میں کوئی ایک بھی شادی شدہ خاتون نہیں۔" سلمان نے مسکرا کر کہا تھا۔

"مذاق کی تک بندی اور حد بندی ہوتی ہے یار! میں بلائنڈ فولڈ کھولنے لگا ہوں۔" جہانگیر اس مذاق میں ساتھ دینے کو تیار نہیں تھا۔مگر سلمان نے اسے آگے دھکیل دیا تھا۔لڑکیوں کا ایک غول تھا۔جہانگیر ارد گرد چلتے ہوئے اپنا ہم سفر ڈھونڈنے لگا تھا۔ایک پل کو وہ میرے پاس رکا تھا۔

"کیا محبت واقعی خوشبو ہے؟" میں نے اپنے دل کے شور سے گھبرا کر آنکھیں بھینچ لی تھیں پھر کیا ہوا تھا۔ایک شور سا اٹھا تھا۔میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تھا۔جہانگیر ملک نے اپنے ہم سفر کو چھولیا تھا۔مگر اس نے جسے ڈھونڈ نکالا تھا وہ میں نہیں تھی۔میری نظروں نے حیرت سے جہانگیر کے سامنے کھڑی زائرہ بیگ کو دیکھا تھا اور میری نظریں ساکت رہ گئی تھیں۔سب شرارت سے دونوں کو چھیڑ رہے تھے۔جملے اچھال رہے تھے۔

"اسے کہتے ہیں دل کی آنکھوں سے دیکھنا۔"

"اسے کہتے ہیں ساون کے اندھے کو ہرا ہی ہرا سوجھتا ہے۔" ایک اور آواز آئی تھی۔

"محبت خوشبو کی طرح پھیلتی ہے اور بنا دیکھے پہچانتی ہے۔" کسی نے کہا تھا۔

"عشق اور مشک چُھپائے نہیں چُھپتے۔" کسی نے آواز کسی تھی۔

زائرہ بیگ بہت سرشار سی تھی۔اتنے سارے ملے پر وہ سر جھکائے کھڑی تھی مگر اس کے چہرے پر ایک بہت دھیمی سی مسکراہٹ تھی۔

تو کیا وہ اس سب کو انجوائے کر رہی تھی؟

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جہانگیر ملک اس کے سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔

کیا یہ محض اتفاق تھا؟

میں کسی نتیجے پر پہنچ نہیں سکی تھی۔

بند آنکھوں سے محبت دکھائی دیتی تو جہانگیر ملک کو میں دکھائی دی تھی۔یا اس نے جان بوجھ کر مجھے نظر انداز کر دیا تھا اور زائرہ بیگ کے سامنے جا رکا تھا؟ بلائنڈ فولڈ سے دکھائی نہیں دیتا تو اگر محبت اندھی ہوتی ہے تو اسے وہ کیوں دکھائی دی تھی؟ جہانگیر ملک کے دل نے اسے مجھ تک لا کر کھڑا کردیا تھا تو وہ قدم واپس کیوں موڑ گیا تھا؟ یہ محبت تھی یا کوئی پہیلی اور زائرہ بیگ اس کھیل میں کیسے شامل ہوئی تھی؟ ان کی نظریں ایک دوسرے سے ملی تھیں۔ ایک دوسرے کو دیکھ رہی تھیں اور میں ساکت کھڑی ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

20 اپریل

میں بہت دنوں تک کسی سے مل نہیں سکی تھی یا ان سب سے کٹ کر جان بوجھ کر مصروف ہوجانا چاہتی تھی۔

اس واقعے کے بعد میں اپنی راہیں بدل لینا چاہتی تھی؟ میں بد دل ہو گئی یا اتنی جلد ہمت ہار بیٹھی تھی۔ خود سے قیاس کر رہی تھی یا مفروضے بنا رہی تھی؟ محبت مفروضہ تھی کوئی؟ یا کلیہ؟ اور میں اپنے قدم پیچھے کیوں ہٹا رہی تھی؟ ایک محض اتفاق سے ہونے والے واقعے میں خود اپنے آپ سے کیوں کٹ رہی تھی؟ میں اپنے خود کے جوازوں سے اکیلی کھڑی کیوں لڑ رہی تھی؟ کیوں تاویلیں ڈھونڈ رہی تھی۔

آج شام میں ان سب کی طرف جانا چاہتی تھی۔ زائرہ کا برتھ ڈے تھا اور سب دوست شرکت کر رہے تھے۔ ہم دوستوں کی خوشیوں میں بنا بلائے شرکت کرتے تھے، ہمیں رسمی بلاوؤں کی ضرورت نہیں تھی۔ میں آج خوب صورت لگنا چاہتی تھی؟ آئینے کے سامنے بیٹھ کر آج پہلی بار میں نے لڑکیوں کی طرف بناؤ سنگھار کیا تھا۔ پہلی بار تیاری میں وقت لیا تھا اور پہلی بار اپنی روٹین سے ہٹ کر کوئی لباس آج کی تقریب کے لیے منتخب کیا تھا۔

”تم آ رہی ہو؟“ جہانگیر نے فون کر کے پوچھا تھا۔

”ہاں!“ میں نے کھلنے سے پہلے کہا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”کب تک آؤ گی؟“ سب پہنچ گئے ہیں اور تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ اس نے بتایا تھا۔

”میں آ رہی ہوں!“ میں نے کہہ کر سلسلہ منقطع کیا تھا۔

کیا وہ میری کمی محسوس کر رہا تھا؟

تبھی اس نے مجھے فون کیا تھا؟

اف، کئی سوال میرے دماغ میں تھے اور دل اتنا چپ چاپ سا کیوں تھا آج؟ میں سمجھ نہیں پائی تھی۔

زائرہ نے کیک کاٹا تھا۔ ہم تمام دوست حسبِ معمول چٹکلے چھوڑتے رہے تھے۔ میرے اتنے سنورنے کا اس نے نوٹس لیا تھا یا نہیں۔ مجھے اس کی خبر نہیں تھی۔ سب بہت تعریف کر رہے تھے اور سلمان تو حسبِ معمول چٹکلے چھوڑ رہا تھا۔

”آج تو کوئی کیل کانٹوں سے لیس ہے، ارادہ کیا ہے؟ جھک کر شرارت سے کہا تھا۔

”بکو نہیں۔“ میں نے جھینپ کر کہا تھا۔

"آپ تو قتل بھی کرتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں والا معاملہ ہے۔"

"کچھ تو خیال کیا ہوتا' یہ ناتواں دل کا۔" سلمان ڈرامے بازی میں ماہر تھا۔ حسبِ معمول بھرپور اداکاری کر رہا تھا۔

میں چونکی تھی جب جہانگیر ملک' زائرہ کے قریب آن رکا تھا۔وہ مسکرا رہی تھی۔وہ ایسا کیا کہہ رہا تھا؟ اگلے ہی پل اس نے سب کی توجہ چاہی تھی۔

"آج کی تقریب صرف زائرہ کے برتھ ڈے کے لیے نہیں ہے۔اس شام کے لیے ایک سرپرائز یہ بھی ہے کہ ہم اپنے ایک نئے رشتے کی بنیاد رکھنے جا رہے ہیں اور اس سب میں گھر والوں کی رضا مندی بھی شامل ہے۔میں اور زائرہ پچھلے کئی سالوں سے ایک دوسرے کی محبت میں گرفتار تھے مگر ہم دونوں نے وعدہ کیا تھا اس رشتے کو ہم تب تک ظاہر نہیں کریں گے جب تک ہم اپنی اسٹڈی مکمل کر کے عملی زندگی میں قدم نہیں رکھ لیتے۔سو اب جب کہ تمام مراحل طے پا چکے ہیں تو وہ وقت آن پہنچا ہے۔ہم آج ایک نئے رشتے میں بندھ رہے ہیں۔اپنی فیملیز کی رضا مندی اور خوشی کے ساتھ۔

ہم آج منگنی کر رہے ہیں۔" جہانگیر ملک نے اعلان کیا تھا۔ایک بھرپور شور اٹھا تھا اور دونوں ایک دوسرے کو رنگز پہنا رہے تھے۔

میں ساکت سی اس سارے منظر کو دیکھ رہی تھی۔

"تم دونوں چھپے رستم ہو۔" سلمان نے آواز کسی تھی۔

"چپ چاپ میدان مارا ہے۔" ثناء نے دہائی دی تھی۔

"یہ بے ایمان ہے' ہم سے اتنا کچھ چھپایا؟ میسنے' گھنے ہو تم دونوں۔" سلمان چیخ رہا تھا۔دونوں بنا پروا کیے مسکرا رہے تھے۔

میں پتھر ہوگئی تھی۔نہ آگے بڑھ کر انہیں مبارک باد دے سکی تھی نا ان کی خوشی میں اوروں کی طرح مسکرا رہی تھی۔مجھے لگا تھا میں کچھ دیر وہاں اور رہی تو میرا دم گھٹ جائے گا اور میں مرجاؤں گی۔

"سلمان!" میں نے لڑکھڑاتے ہوئے سلمان کا شانہ تھاما تھا۔

"تمہیں کیا ہوا؟" وہ چونکا تھا۔

"پلیز مجھے گاڑی تک چھوڑ دو۔" میں نے درخواست کی تھی۔

"تم ٹھیک تو ہو؟" سلمان نے فکر مندی سے پوچھا تھا۔میں نے سر ہلا دیا تھا۔

"مجھے گھر جانا ہے' میرا دل گھبرا رہا تھا۔اچھا محسوس نہیں کر رہی۔" وہ مجھے تھام کر گاڑی کی طرف لے آیا تھا۔

"میں گھر تک چھوڑ دوں؟" اس نے میری حالت دیکھ کر کہا تھا۔

"نہیں ڈرائیور ہے' تھینکس۔" میں نے گاڑی میں بیٹھ کر سیٹ کی پشت گاہ سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لی تھیں۔میں گھر آگئی تھی۔

شاید مجھے اس طرح نہیں آنا چاہیے تھا۔ان کی خوشی میں شرکت نہ کرنا۔اچھے مینرز میں نہیں آتا تھا۔مگر اس وقت فوری طور پر کیا کرنا چاہیے تھا ہمیں کیا کرنا چاہیے تھا۔میں سمجھ نہیں پائی تھی۔دوسرے مجھے دوہرا چہرہ بنانا نہیں آتا تھا۔میں اگر رک جاتی تو شاید مرجاتی۔میں وہاں ٹھہر نہیں سکی تھی اور اس میں میرا خود کا قصور اتنا بھی نہیں تھا۔

25 اپریل

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میرے سینے میں سوتے میں سانس گھٹنے کیوں لگتی ہے۔میں سوتے سے یکدم جاگ کر اٹھ کیوں بیٹھی ہوں میں سمجھ نہیں پا رہی۔میں کسی کے ساتھ ہونے سے نا خوش ہوں؟"

میں حاسد ہوں؟ یا کسی کی خوشیوں سے خائف ہوں۔

اس شام زائرہ آگئی تھی۔

"کہاں غائب ہو تم! پلٹ کر خبر بھی نہیں لی؟ اس دن تم یک دم سے غائب ہو گئیں اور دوبارہ فون بھی نہیں کیا؟ سلمان بتا رہا تھا تمہاری طبیعت اچانک بگڑ گئی تھی۔تم ٹھیک ہو؟" میں نے سر اثبات میں ہلایا تھا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔اس دن صبح سے کچھ نہیں کھایا تھا تو دل کچھ گھبرا سا رہا تھا۔مجھے لگا بے ہوش ہوجاؤں گی تو فضول میں ڈراما بن جائے گا۔سو سلمان سے کہا کہ مجھے گاڑی تک چھوڑ دو۔" میں نے معمول کے انداز میں بات کی تھی۔میرے چہرے کی مسکراہٹ اسے کھلی تھی۔

"تم ایسے کیسے مسکرا رہی ہو؟ تمہارے چہرے سے لگ رہا ہے تم صدیوں سے بیمار ہو۔یہ اچانک تمہیں کیا ہو گیا؟ کسی کی کوئی بات بری لگ گئی؟"

”نہیں، ایسا نہیں ہے۔میں مزید اسٹڈی کے لیے انگلینڈ جا رہی ہو۔بس آج کل اسی میں مصروف ہوں۔“

”تم انگلینڈ جا رہی ہو اور تم نے بتایا بھی نہیں۔“ زائرہ چونکی تھی۔

”سرپرائز۔“ میں مسکرائی تھی۔”ایک سرپرائز تم دونوں نے مجھے دیا تھا۔ایک سرپرائز دینے کا ارادہ میں نے باندھ لیا۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

”تانیہ!“ زائرہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔مگرجانے کیوں کچھ بولی نہیں تھی۔میں نے کریدا نہیں تھا۔

”تم خوش ہو زائرہ!“ میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکا تھا۔

”ہوں۔“ وہ سر ہلانے لگی تھی۔

”اچھا شادی کب کر رہے ہو تم دونوں... شاید میں یہاں نہ ہوں۔“

”تم ہماری شادی میں شرکت نہیں کرو گی؟“ زائرہ نے پوچھا تھا۔

”ابھی نہیں پتا۔“ میں نے مسکراتے ہوئے شانے اچکائے تھے۔”شاید تب میں جا چکی ہوں۔“ میں نے کہا تھا زائرہ نے مجھے کچھ دیر خاموشی سے دیکھا تھا پھر میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بولی تھی۔

”تم اتنی اجنبی کیوں لگ رہی ہو، مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ تم وہ تانیہ نہیں ہو؟“

”میں تانیہ ہی ہوں، تمہیں کیوں مختلف لگ رہا ہے۔کیا میرے سینگ نکل آئے ہیں؟“ اس کی طرف دیکھتے ہوئے میں نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

”تم دونوں چھپے رستم ہو۔چپ چاپ محبت کی مالا جپتے رہے اور ہمیں خبر تک نہیں ہونے دی۔یہ محبت اس طرح گھپ اندھیروں میں کی جاتی ہے؟“ میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

وہ مسکرا نہیں سکی تھی۔

اور...!

دروازے پر کھٹکا سا ہوا تھا۔کوئی تھا۔انائیا نے فوراً ڈائری بند کر کے دوپٹے کے اندر چھپالی تھی اور سر اٹھا کر سامنے دیکھا تھا جہاں رستم کھڑا تھا۔

”بی بی صاحب! دروازہ غلطی سے کھلا رہ گیا تھا۔معارج صاحب کو پتا چل گیا تو خفا ہوں گے آپ اجازت دیں تو میں دروازہ لاک کردوں؟

"ہوں!" انائیا ملک اٹھی تھی اور اس کے قریب سے نکل گئی تھی رستم نے اپنی ذمہ داری نبھاتے ہوئے دروازہ لاک کیا تھا۔انائیا ملک اپنے کمرے میں آگئی تھی۔اس کا ذہن ماؤف تھا۔اس سے آگے کیا ہوا ہوگا؟

تانیہ تغلق کا اس کی فیملی سے کیا تعلق تھا اور کس نہج تک پہنچا تھا وہ جاننے کو بے تاب تھی۔مگر آگے پڑھنا ممکن نہیں ہوسکا تھا۔کتنے راز دبے تھے اس ڈائری میں اور اس کے لیے ان تمام رازوں کو جاننا ضروری تھا۔

معارج تغلق کا اس کے قریب آنا وہ پروپوزل دینا۔اس سے زبردستی نکاح کرنا اور پھر شادی کرنا اور اس سے ناروا سلوک روا رکھنا تو کیا اس سب کا سلسلہ اس تانیہ تغلق کی زندگی سے ملتا تھا؟

اور اگر یہ سازش تھی تو کیا معارج کی فیملی بھی اس کا حصہ تھی؟

کیا وہ سب جانتے تھے کہ وہ اسے سزائیں دے رہا ہے تو اس کا سبب کیا ہے؟

کوئی رشتہ قابلِ قبول اور سچا کیسے ہوسکتا تھا جب کہ اس کی بنیاد ہی ایک غلط طریقے اور نیت سے رکھی گئی تھی۔وہ اسے اتنا انتہا پسند لگتا تھا تو وہ جواز ڈھونڈتی تھی۔آج وہ سارے جواز اس کے ہاتھ لگ گئے تھے۔یہ شادی کوئی تعلق نہیں تھا۔کوئی رشتہ نہیں تھا' صرف ایک بدلہ تھا۔وہ اسے تکلیف پہنچانے کا سلسلہ بند نہیں کرنا چاہتا تھا۔کیونکہ ماضی میں اس کی پیاری پوجی تانیہ تغلق کو ان کے باعث کوئی تکلیف پہنچی تھی اور جہانگیر ان ماں بیٹی کو چپ چاپ چھوڑ کر نکل گیا تھا تو اس کا سبب بھی تانیہ تغلق تھی؟

اف...! اس کا ذہن الجھتا جا رہا تھا۔

یہ سب سازش اس کے ساتھ کیوں رچائی گئی تھی؟

اسے سزا کے لیے کیوں منتخب کیا گیا تھا؟

صرف اس لیے کہ وہ زائرہ اور جہانگیر ملک کی بیٹی تھی؟

اس کمرے سے وہ ڈائری لے تو آئی تھی مگر اسے کہاں سنبھال کر رکھتی؟ کمرے میں کھڑی کتنی ہی دیر وہ خالی خالی نظروں سے کمرے کو دیکھتی رہی تھی۔پھر الماری میں اپنی طرف کے خانے میں ڈائری اپنے کپڑوں کے نیچے دبا

دی تھی اور جیسے ہی پلٹی تھی معارج تغلق کو اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر چونک گئی۔اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا سانس نیچے رہ گیا تھا۔

"کیا کر رہی ہو؟" معارج تغلق نے جانچتی نظروں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔
انائیا ملک نے سر انکار میں ہلادیا تھا۔وہ قریب آگیا تھا پھر بغور جانچتی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"تمہارا چہرہ زرد کیوں ہورہا ہے؟"

"نہیں، میں ٹھیک ہوں۔" انائیا ملک نے خشک لبوں پرزبان پھیری۔

"کسی راز کو چھپا رہی ہو کیا؟" وہ جیسے تمام رازوں تک رسائی رکھنے والی نگاہ رکھتا تھا۔وہ سانس روک کر اسے دیکھنے لگی۔معارج تغلق نے اسے شانوں سے تھام کر ہٹا کر ایک طرف کیا تھا اور الماری میں دیکھنے لگا تھا۔وہ آنکھیں میچے، دم سادھے کھڑی تھی۔

تو کیا ابھی وہ ڈائری معارج تغلق کے ہاتھ لگ جانا تھی اور اس کے جاننے کی ہر امید ٹوٹ جانا تھی؟ معارج تغلق کچھ دیر تک الماری میں سر دیئے کھڑا رہا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تھا پھر ایک بلیو ساڑی نکال کر اس کے سامنے کردی تھی۔وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔

"یہ پہن لو۔"

"کیوں؟" وہ چونکی اور اندر ہی اندر اطمینان ہوا تھا کہ وہ ڈائری اس کے ہاتھ نہیں لگی۔

"باہر جانا ہے۔"

"کہاں؟" وہ اس ڈائری میں اتنی الجھی ہوئی تھی کہ کہیں جانا نہیں چاہتی تھی۔ وہ جلد سے جلد اس سے آگے کی داستان پڑھنا اور جاننا چاہتی تھی۔کہیں نہ کہیں یہ سلسلہ اس کے ماں باپ کی زندگیوں سے جڑا تھا اور ان کے بچھڑنے کا سبب بھی رہا تھا اور خود اس کی زندگی...!
اگر آج وہ گرداب میں پھنسی تھی اور بے بسی سے اس شخص کو دیکھ رہی تھی تو اس کی وجہ صرف وہ شخص تھا۔

"آج تم اتنی پُراسرار کیوں لگ رہی ہو، کوئی راز ہاتھ لگ گیا ہے کیا...! تمہاری نظریں مجھ سے کچھ چھپا کیوں رہی ہیں؟" وہ شخص اس کے اندر تک

رسائی رکھتا تھا یا اس کا چہرہ کتاب بن گیا تھا؟ تبھی وہ نگاہ پھیر کر دوسری سمت دیکھنے لگی تھی۔معارج تغلق نے اس کو پکڑ کر اپنی جانب موڑا۔

”مجھے ان آنکھوں کو پڑھنا ہے‘ تمہاری آنکھیں تمہارے اندر کا دروازہ ہیں اور مجھے تمہارے اندر تک رسائی چاہیے۔“ وہ سرگوشی میں بولا۔

آج وہ اس کے لہجے کی سختی سے خوف زدہ نہیں تھی۔

اس کی گرفت میں سختی سے واقفیت پا گئی تھی۔

اس کی نگاہوں کی سرد مہری آج اس سے ڈھکی چھپی نہیں تھی‘ وہ کچھ اسباب ڈھونڈ چکی تھی۔

”جو انسان خود رازوں کے انبار تلے دبا ہوا ہو وہ کسی اور کے راز جاننے کی سعی نہیں کرسکتا۔میرے اندر کے راز جاننے سے پہلے تمہیں اپنے اندر کے رازوں سے پردہ ہٹانا ہوگا۔معارج تغلق! تب شاید تمہیں میرے اند ر کے راز بہتر طور پر سمجھ آسکیں۔میرے اندر شاید اتنے راز نہ ہوں جتنے آپ کے اندر ہیں۔حیرت ہے میں نے کبھی کوئی سعی نہیں کی اور آپ ہمیشہ متجسس رہے۔“

وہ بہت پُر اعتماد انداز میں سر اٹھا کر اسے دیکھ رہی تھی۔وہ اس کے اس

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اعتماد پر کچھ چونکا تو ضرور تھا مگر جانے کیوں مسکرادیا تھا۔”میری آنکھیں ہیں کیونکہ میرا اندر شفاف شفاف ہے معارج تغلق ! میرے اندر اور باہر کی دنیا ایک جیسی ہے‘ میں فریب کھا تو سکتی ہوں مگر فریب دے نہیں سکتی۔مجھے وہ وصف نہیں آتا جو وصف تم جانتے ہو۔“ معارج تغلق کھل کر مسکرایا تھا۔

”آج تمہیں کیا ہو گیا انائیا تغلق! میں حیران ہوں‘ آج تو کوئی نئی انائیا دیکھ رہا ہوں‘ وہ پرانی انائیا کو کیا ہوا؟“

”میں ہمیشہ سے ایک جیسی ہوں‘ میں تغیر پسند نہیں۔مجھے زمانوں کو اپنے رخ پر موڑنے کی عادت نہیں‘ نا کرداروں کو اپنی مرضی سے چلانے کی عادت ہے‘ شاید تم مجھے کبھی سمجھ نہیں پائے یا پھر کبھی سمجھنا چاہا ہی نہیں۔تم نے صرف تختۂ مشق ڈھونڈا اور صرف اپنی مرضی کے عمل ڈھونڈے۔تم دنیا کو اپنی عینک سے دیکھنے کے قائل ہو معارج تغلق! تمہاری طرز کے پہلے انسان سے ملی ہوں میں اور تمہیں کہنے کے لیے آج میرے پاس بہت کچھ ہے مگر آج میں تم سے کچھ کہنا نہیں چاہتی‘ اگر تم اتنے ہی شعبدے باز ہو اور سمجھنے پر قادر ہو تو سمجھ لو۔“ وہ کہہ کر آگے بڑھی تھی مگر کلائی اس کی مضبوط گرفت

میں آگئی تھی۔انائیا ملک نے پلٹ کر دیکھا تھا' اس کا چہرہ سپاٹ تھا اور انائیا ملک کا اعتماد بھرپور۔

جانے کیا ہوا تھا معارج تغلق کی گرفت اس کی کلائی پر ڈھیلی پڑ گئی تھی۔

وہ پلٹ کرباہر نکل گئی تھی۔

...☆☆☆...

"کیسی طبیعت ہے آپ کی؟" عدن بیگ نے صبح اسے دیکھ کر پوچھا۔

"ٹھیک ہوں' میں واپس جانا چاہتی ہوں۔" پارسا نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"آپ اپنی فیملی سے ملنا نہیں چاہتیں؟" عدن بیگ نے حیرت سے پوچھا وہ خاموشی سے نگاہ پھیر گئی۔"تم اتنی دور آئی ہو پارسا! اور اب جب تم ان تک آہی گئی ہو تو اب ہار ماننا چاہتی ہو؟" عدن بیگ نے اسے شانوں سے تھام کر کہا۔

"میں ہار ماننا نہیں چاہتی عدن! مگر اس سب سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا' یہ لاحاصل ہے' وہ مجھے بھول گئے ہیں' انہیں میرا چہرہ... میرے خدوخال یاد نہیں' سو ان کے لیے میرا ہونا معنی نہیں رکھتا۔میں انہیں اپنا وجود یاد دلانے

کی لا حاصل کوشش نہیں کرنا چاہتی۔وہ مجھے سننے کو تیار ہی نہیں ہیں' میری طرف دیکھنے کے روادار تک نہیں تو پھر میں انہیں اپنے ہونے کا یقین کیسے دلاؤں؟" وہ جذباتی انداز میں بولی تھی۔

"پارسا چوہدری! یہ ٹھیک نہیں ہے' اس طرح ہمت ہار دوگی تو جیو گی کیسے؟" عدن بیگ نے کہا۔

"یہ سب اتنا آسان نہیں ہے عدن بیگ! میں نے ابا کو دیکھنا تھا' دیکھ لیا۔اب یہاں رکنے کا کوئی جواز نہیں۔" وہ آنکھیں رگڑتی ہوئی بولی۔

"اپنوں کے قریب رکنے کا کوئی جواز نہیں ہوتا۔بہت سی باتوں کو بنا کسی نفع یا نقصان کے کیا جاتا۔وہ تمہارے اپنے ہیں۔میں سمجھ سکتا ہوں تم اس وقت کیا محسوس کررہی ہو اور تمہارے دل میں کیا ہے' یہ سب اتنا آسان یقینا نہیں ہے' تم خود پر جبر کررہی ہو' تمہارا دل و دماغ ان سب کے ساتھ جڑا ہے مگر تم صرف فرار چاہ رہی ہو اور کچھ نہیں۔" عدن بیگ نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

”تم کچھ نہیں جانتے عدن بیگ! تم کوئی قیاس نہیں کرسکتے۔جب کوئی کھوجاتا ہے' اس کی وہ اہمیت نہیں رہتی' میں ان کی زندگیوں سے جاچکی ہوں اور میری باقیات ان کے ذہنوں سے مٹ چکی ہیں۔وہ میرا ذکر بھی نہیں کرنا چاہتے۔میں پلٹ کر پیچھے دیکھتی بھی رہوں تو اپنے ہونے کا احساس نہیں دلاسکتی۔میں ان کے دلوں میں پھر سے گھر نہیں کرسکتی ہوں کہ وہاں اب میرے لیے کوئی احساس باقی نہیں۔“ پارسا بہت مدھم لہجے میں بولی۔

”ایسا کیا سانحہ ہوا کہ وہ تمہیں اس طرح بھول گئے؟“ عدن بیگ نے پہلی بار اس سے پوچھا تھا۔وہ خاموش رہی تھی۔”پارسا! یہ خاموشی کیوں ہے؟ رشتے ایسے ختم نہیں ہوجاتے' کوئی جیتے جی نہیں مرتا'تم بھاگتے بھاگتے تھک گئی ہو۔ایسا کیا راز ہے جو تمہیں اس طرح سناٹوں میں دفن کررہا ہے... کیا وجہ ہے کہ تم ان کے سامنے جاکر کھڑی نہیں ہوسکتیں اور اپنے ہونے کا احساس نہیں دلاسکتیں؟“ پارسا چوہدری اسے چپ چاپ دیکھتی رہی' شاید اس کے پاس اس کے کسی سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔

...☆☆☆...

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

انابیتا بیگ نے تیار ہوکر اپنے آپ کو آئینے میں دیکھا تھا۔خود اپنا وجود بہت پرایا سا لگا تھا۔

”تم تیار ہوگئی ہو؟“ ممی نے دروازہ کھول کر اندر جھانکا۔

”ہاں!“ اس نے مختصر جواب دیا۔”میں آرہی ہوں آپ چلیں۔“

”ٹھیک ہے۔“ ممی کہہ چلی گئیں۔انابیتا بیگ نے ایک گہری سانس خارج کرکے جیسے خود کو معمول پر لانے کی کوشش کی تھی پھر باہر آگئی۔وہ اسے دیکھ کر احتراماً اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

”آئی ایم حیدر مرتضیٰ!“ انابیتا بیگ نے اس شخص کو سرسری نظروں سے دیکھا اور اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

”میں انابیتا بیگ ہوں۔“

"آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔میں نہیں جانتا تھا میں کسی بہت خوب صورت لڑکی سے ملنے والا ہوں۔ورنہ تیاری کرکے آتا۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔اس کا انداز بے تکلفانہ تھا جیسے وہ اسے پہلے سے جانتا ہو۔

"ایمان داری سے کہاجائے تو میں ان رسموں کا قائل نہیں۔بڑا سیدھا سادا بندہ ہوں' مجھ سے رواداریاں نباہی نہیں جاتیں۔بہت بے تکلف قسم کا انسان ہوں۔اپنے لیے کوئی عام سی لڑکی ڈھونڈ رہا تھا مگر آپ کو دیکھ کر لگتا ہے کبھی کبھی معمولی چیزیں ڈھونڈنے کے چکر میں کوئی خاص چیز بھی ہاتھ لگ سکتی ہے۔میں بزنس مائنڈ بندہ ہوں سو گھاٹے کا سودا نہیں کرتا۔مجھے لگی لپٹی باتیں کرنے کا ہنر نہیں آتا۔میری ممی کو آپ بہت اچھی لگی تھیں۔ان کے خیال میں ہماری جوڑی بہترین رہے گی یوں تو جوڑیاں آسمانوں پر بنتی ہیں' سارے رشتوں کے تانے بانے وہیں جڑتے ہیں مگر میں آپ سے مل کر آپ کو جاننا چاہتا تھا اورشاید آپ بھی یہی چاہتی ہوں؟ میرے یہاں آنے کا مقصد صرف یہی تھا کہ ہم ایک دوسرے کو جان لیں اور سمجھ لیں۔" وہ کہہ کر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

خاموش ہوگیا تھا۔انابیتا بیگ کی سمجھ میں نہیں آیا وہ کیا ہے' تبھی خاموشی سے ٹیبل کی سطح کو دیکھنے لگی تھی۔

"پلیز پُرسکون رہیے ہم امتحانی کمرے میں نہیں بیٹھے۔یہ ہماری زندگیوں کی بات ہے' آپ دیکھنے میں مجھے اچھی لگی ہیں' میں آپ کو کتنا اچھا لگا ہوں اس کے بارے میں فی الحال میں نہیں جانتا مگر امید ہے کہ ہماری اچھی گزرے گی۔" وہ بہت دوستانہ انداز میں مسکرارہا تھا۔"کسی بھی رشتے سے پہلے میں آپ کا دوست بننا چاہوں گا تاکہ آپ مجھ سے ہر نہج پر بات کرسکیں اور ہم ایک دوسرے کو بہتر طور پر سمجھ سکیں۔میں کسی رشتے کا دباؤ'رعب یا بوجھ آپ پر نہیں لاد رہا۔آپ ایک گہری سانس لیں اور پُرسکون ہوجائیں' میں اس رسم کے خلاف ہوں جس میں سارا حق لڑکے یا لڑکے والوں کے پاس محفوظ ہوتا ہے۔میں آپ کو بھیڑ بکری کی طرح جانچنے نہیں آیا نہ میں چاند سی کسی دلہن کی تلاش میں ہوں۔مجھے ایک سمجھ دار' پڑھی لکھی جیون ساتھی کی ضرورت ہے جو میرے ساتھ اپنی آئندہ کی زندگی گزار سکے اور ہر قدم پر ساتھ دے سکے۔" حیدر مرتضیٰ کی گفتگو سے اس کے مزاج کا اندازہ ہورہا تھا۔وہ اتنا بُرا نہیں تھا

جتنا وہ اس کا تاثر لے کر بیٹھی تھی۔وہ اس سے دوستوں کی طرح بے تکلفی سے بات کررہا تھا۔"آپ نارمل حالات میں اتنا ہی کم بولتی ہیں یا میری وجہ سے ہے؟"

"نہیں، ایسی بات نہیں ہے۔میری سمجھ میں بالکل نہیں آرہا کہ اس لمحے کیا بات ہوسکتی ہے۔یہ پہلی بار ہے کہ میں کسی سے اس طرح مل رہی ہوں، مجھے نہیںپتا ان لمحوں میں کیا ہونا چاہیے، میرے لیے یہ نیا ہے۔" وہ صاف گوئی سے بولی۔

"اوہ! آپ کو مزے کی بات بتاؤں؟ میرے لیے بھی یہ سب نیا ہے۔پہلی بار میں کسی سے اس طرح مل رہا ہوں۔وہاں کینیڈا میں بزنس کرتے ہوئے کبھی اتنا وقت نہیں ملا کہ کسی کے قریب جاسکتا۔اس لیے میں نے یہ سب ذمہ داری ممی کو سونپ دی تھی کہ وہ میرے لیے لڑکی ڈھونڈیں اور ان کی پسند اتنی اچھی ہوگی، مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا۔" حیدر مرتضیٰ مسکرایا۔یہ رشتہ کسی نہج پر جاکر رکتا تھا وہ نہیں جانتی تھی مگر وہ اتنا ضرور جانتی تھی کہ اسے دامیان سوری کی طرف پلٹ کر واپس نہیں دیکھنا۔

...☆☆☆...

"مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنا تھی معارج !" ممی نے کہا تھا اور وہ باہر جاتے جاتے رک گیا اور ان کے پاس آن بیٹھا تھا۔"بیٹا! مجھے تم بہت عزیز ہو اور تم سے جڑی ہر چیز بھی اتنی ہی عزیز ہے، اگر تمہاری زندگی میں کہیں کوئی عجیب واقعہ ہوتا ہے تو اس کا اثر سیدھے ماں کے دل تک آتا ہے، ہم خاموشی سے ہر چیز کو دیکھ رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم کچھ سمجھنے بوجھنے کی عقل نہیں رکھتے۔بچوں سے غلطیاں ہوجاتی ہیں تو بڑے ان کو سدھارنے کی کوشش کرتے ہیں اور انہیں سیدھا راستہ دکھاتے ہیں۔تم نے اپنی زندگی کا جو بھی فیصلہ کیا وہ اپنی مرضی سے کیا کیونکہ ہم جانتے تھے کہ ہم نے تمہیں پوری عقل سے اور پورے دماغ سے سوچنا سکھادیا ہے اور اب تم کچھ غلط نہیں کرو گے۔ہمیں تم پر پورا اعتبار تھا تبھی جو تم نے کیا ہم نے اس کے لیے تمہارے ساتھ ہر ممکن تعاون رکھا۔تم نے انائیا کو اپنایا، ہم نے سر آنکھوں پر بٹھایا،یہاں تک ہمیں لگتا ہے وہ تمہاری زندگی کا اہم جزو ہے...

کیا تم اس سے محبت کرتے ہو؟" ممی نے یک دم پوچھا تو وہ خاموشی سے انہیں دیکھنے لگا۔"تمہاری اس سے شادی کا سبب محبت ہے؟"

"ممی! ہم اس موضوع پر بات کیوں کررہے ہیں؟"

"کیونکہ ہمیں لگتا ہے کہ اس موضوع پر بات کرنے کی ضرورت ہے۔تم دونوں کے درمیان جو بھی سرد مہری ہے' اس کا ختم ہونا بہت ضروری ہے اور وہ تب تک ختم نہیں ہوسکتی' جب تک تم کوشش نہیں کروگے۔میں نے انائیا سے بھی بات کی ہے' وہ بہت سلجھی ہوئی' سمجھ دار لڑکی ہے' زندگی کی تاریکیوں کو سمجھتی ہے۔میری نظر میں تم بھی سمجھ دار ہو مگر میں تم سے یہ امید نہیں رکھتی کہ اپنی زندگی کو اس طرح لو گے... کسی بچکانہ روش کے ساتھ... جہاں تک ممکن ہو اپنے درمیان کے اختلافات کو مٹا کر سدھار لانے کی کوشش کرو۔تم بچے نہیں ہو کہ ہم تمہیں زندگی اور شادی شدہ زندگی کے معنی سکھائیں گے۔تم بہت عقل مند ہو' ہم تم سے بہت امید رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم ایک کامیاب اور خوشیوں سے بھرپور سکون سے زندگی گزارو۔ مسائل نکالتے جاؤ گے تو یہ سلسلہ رکنے والا نہیں۔شکایتیں کروگے تو لامتناہی

سلسلہ چل نکلے گا۔سو اس سب کا خاتمہ ہونا بہت ضروری ہے۔انائیا تمہاری زندگی ہے اسے جائز مقام اور عزت دو ' جس کا وہ حق رکھتی ہے' اس سے زیادہ تم سے کچھ نہیں کہنا' تم دونوں کو خوش دیکھنا

چاہتے ہیں۔" وہ جواباً خاموش رہا تو ممی نے اٹھ کر اس کے چہرے کو پیار سے تھپتھپایا اور اندر بڑھ گئیں۔معارج تغلق اٹھ رہا تھا تبھی وہ اسے سامنے سے آتی دکھائی دی۔

"کہاں جارہی ہیں آپ؟" اس نے پوچھا۔

"ایک ضروری کام ہے... میں نے ممی کو بتادیا ہے' تھوڑی دیر میں واپس آجاؤں گی۔" انداز اور لہجہ لاتعلق تھا۔معارج تغلق نے اسے بغور دیکھا تھا' اس کے اور اپنے رشتے کے متعلق اس نے پہلے اس طرح نہیں سوچا تھا شاید اسی باعث وہ اسے بغور دیکھ رہا تھا۔

"میں تم سے ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں جلدی میں ہوں، بہتر ہوگا ہم بعد میں کریں۔" وہ بہت سرسری لہجے میں بولی۔

"بات بہت اہم ہے انائیا ملک! بہتر ہوگا ہم اسے ابھی ڈسکس کرلیں، شاید میں تم سے یہ بات ابھی نہ کرتا مگر مجھے ممی نے سمجھایا اور احساس دلایا کہ مجھے تم سے رجوع کرنا چاہیے۔آج تک جو ہوتا آیا ہے میں اس سب کے متعلق تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔دراصل میں تھک گیا ہوں، تم بھی شاید تھک چکی ہوگی۔میرا خیال ہے اب ان سب کا ڈراپ سین ہوجانا چاہیے۔"

"ڈراپ سین! کیا مطلب ہے آپ کا؟" انائیا ملک چونکی۔

"آؤ، اِدھر بیٹھو!" معارج تغلق نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے قریب بٹھالیا۔

"انائیا! یہ رشتہ جیسے بھی جڑا، جس وجہ سے جڑا، اس کی کوئی اہمیت نہیں، میں تم سے کچھ بات چیت کرنا چاہتا ہوں، مجھے گھر والوں کی طرف سے اس رشتے کو نباہنے کا دباؤ آرہا ہے مگر میں کیا چاہتا ہوں، تمہارے لیے یہ جاننا ضروری ہے۔اس رشتے میں کچھ غلط ہے سو اس رشتے کی کوئی اہمیت نہیں۔تم جس طرح اسے ختم کرنا چاہتی تھیں اور میں تمہیں اپنے ساتھ باندھ کر رکھنا چاہتا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تھا۔اب مجھے لگتا ہے تم ٹھیک تھیں، تم اس رشتے کو ختم کرنے کے حق میں تھیں اور اب میں بھی... اب اسے آگے بڑھانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔"

معارج تغلق کہہ رہا تھا اور وہ اسے ساکت سی دیکھ رہی تھی۔وہ حیران نہیں تھی مگر وہ اس ڈرامے کے اس وقت اختتام پر حیران تھی۔"تمہیں ایک بات بتانا ہے، تمہیں اپنی زندگی میں لانے کا مقصد صرف ایک تسکین تھی، میں نے تمہیں تختۂ مشق بنایا کیونکہ اس کی ایک بڑی وجہ تھی۔میں نے تمہیں اذیتیں دیں ناروا سلوک روا رکھا، میرا مقصد پورا ہوا، اس سے زیادہ سزا میں تمہیں دے نہیں سکتا اور اس سے زیادہ اس رشتے کو طول دینا مناسب نہیں۔اتنے عرصے میں جو بھی ہوا اس کے لیے میں تم سے معافی مانگتا ہوں۔تمہیں جو تکلیف پہنچی اس کے لیے شاید لفظ "سوری" بہت چھوٹا ہے مگر اب جب ہم اپنی اپنی راہیں الگ کرلیں گے تو اس سب کا تدارک بھی ہوجائے گا... مگر اب اس کھیل میں وہ لطف بھی نہیں رہا۔جو جیسا رہا، جتنا بھی رہا میں اسے مزید جاری نہیں رکھ سکتا، نا رکھنا چاہتا ہوں۔مجھے سمجھو تو یہ زندگی گزارنے کا شوق نہیں اور میرے خیال میں تم بھی ایسے شوق نہیں رکھتی ہو۔سو بہت ہوچکی،

تم بھی اپنے آزاد ہونے کو اہم جانتی ہو اور اب مجھے بھی تمہیں مزید قید میں رکھنے سے کوئی دلچسپی نہیں۔ کھیل ختم! ہم بچے نہیں رہے' آج سے اس لمحے سے ہم بڑے ہوچکے ہیں' کھیل مزید کھیلنے سے کچھ حاصل نہیں۔" معارج تغلق کے انداز اور لہجے پر وہ اسے خاموشی سے ساکت بیٹھی دیکھ رہی تھی۔

...☆☆☆...

معارج تغلق اس کی توقعات سے ہمیشہ مختلف ثابت ہوتا تھا۔اب جب وہ اس قید کی عادی ہونے لگی تھی' ذہنی طور پر چیزوں کو قبول کرنے لگی تھی تو اسے رہائی دے رہا تھا۔اب جب کہ وہ آدھا سچ جان چکی تھی تو وہ اسے باقی کا آدھا سچ جاننے کا بھی موقع نہیں دے رہا تھا۔وہ اسے زندگی سے نکل جانے کا اذن یوں دے رہا تھا جیسے کوئی معمولی سی بات کر رہا ہو۔اس وقت بہت سنگ دل لگ رہا تھا۔کیا وہ اتنا بے حس تھا کہ اسے کسی بات سے کوئی فرق ہی نہیں پڑتا تھا؟ اس نے اپنی مرضی سے کھیل کھیلا اور اپنی ہی مرضی سے چیزوں کو توڑا موڑا اور اختتام بھی تجویز کرلیا تھا۔

"اوہ خدا! کوئی شخص اتنا سنگ دل بھی ہوسکتا ہے؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کیا یہ سب مذاق تھا؟ دل' جذبات' احساسات کیا اس سب کا اس کی زندگی میں کوئی عمل دخل نہ تھا؟

اسے یہ الہام یکدم کیوں ہوا تھا کہ وہ مزید یہ کھیل جاری نہیں رکھ سکتا؟

"کیا ہوا! ایسے کیوں دیکھ رہی ہو؟ میں مذاق نہیں کر رہا' کیا تم مذاق سمجھ رہی ہو؟" وہ اس کے یک ٹک دیکھنے پر بولا۔

"معارج تغلق! تم کس قسم کے انسان ہو۔میں اس بات کو بالکل سمجھ نہیں پائی ہوں۔تم کب کھیل کا آغاز کرتے ہو' کب تمہیں وہ کھیل لطف دیتا ہے اور کب تم اکتا جاتے ہو اس کا فیصلہ صرف تم کرتے ہو' دوسرا فریق کیوں نہیں...؟ یہ سراسر بے ایمانی ہے یا خود غرضی؟"

"نہیں یہ خود غرضی نہیں انائیا ملک! تمہاری اچھائی کے لیے ہے سب!۔" وہ سکون سے بولا۔

"میری اچھائی کے لیے... یا پھر تمہاری تسکین کے لیے؟" وہ دھیمے لہجے میں بولی تھی تو معارج تغلق مسکرا دیا پھر ہولے سے ہاتھ بڑھا کر اس کا چہرہ تھپتھپایا تھا اور بولا۔

"ایک خواب سمجھ کر بھول جاؤ سب... میں نے معذرت کی نا! آئی ایم رئیلی ویری سوری۔اگر تمہیں تنگ کیا۔" وہ ایک بار پھر معذرت کر رہا تھا۔

"اف!" وہ اس کی بے حسی پر اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔مگر معارج تغلق نے شانے اچکا دیے تھے۔پھر اسے بغور دیکھتے ہوئے بولا۔

"میرے ساتھ رہنے پر اتنا زور کیوں دے رہی ہو، عشق ہو گیا ہے کیا مجھ سے؟" اس کے لبوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔"یا پھر تمہیں یہ قید پسند آگئی ہے؟" معارج تغلق لطف لے رہا تھا۔

"قید چاہے سونے کے پنجرے کی ہو، قید ہی ہوتی ہے معارج تغلق! مجھے تم سے کبھی انسیت بھی نہیں ہو سکتی۔محبت تو بہت دور کی بات ہے۔تم جیسے بے حس بندے سے محبت نہیں ہمدردی کی جا سکتی ہے۔تم بیمار ہو، تمہیں ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔بیوی کی نہیں...!" وہ کہہ کر پلٹی معارج تغلق نے تبھی اسے ایک جھٹکے سے کلائی سے تھام کر اپنی طرف کھینچا اور اس کے شانے پر پنجے گاڑھ دیے۔اس کی نگاہوں سے ایک تپش نکل رہی تھی۔انائیا کی بات اسے غصہ دلا گئی تھی۔

انائیا اسے اسی طرح کھڑی پُر اعتماد انداز سے دیکھتی رہی تھی تکلیف کے احساس سے آنکھیں نمکین پانیوں سے بھر گئی تھیں، مگر وہ اس کے سامنے کسی کمزوری کا احساس نہیں ہونے دینا چاہتی تھی۔

"معارج تغلق مجھے رہائی دینے کے لیے تھینکس! بہت تکلیف میں رہی میری روح! اس قفس سے رہائی ملے گی تو سوچوں گی مجھے سانس لینے کی عادت رہی بھی ہے کہ میں بھی اپنے صیاد کی طرح پتھر کی ہو گئی ہوں۔" معارج تغلق کو اس کا وہ اعتماد جیسے اچھا نہیں لگا تھا اور اس نے ایک جھٹکے سے اسے چھوڑ دیا تھا۔وہ دور جا گری تھی۔سر ٹیبل کے کونے سے ٹکرایا تھا۔چوٹ شدید لگی تھی اور خون رسنے لگا تھا۔انائیا ملک نے اس کی طرف آنسوؤں سے دھندلائی آنکھوں سے دیکھا۔

"تم پتھر نہیں بنی ہو ابھی انائیا ملک!" وہ اس کے قریب آیا پھر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اس کی طرف بغور دیکھا اور ہاتھ بڑھا کر اس کی آنکھوں سے آنسو اپنی پوروں پر چن لیے۔"یہ آنسو بتاتے ہیں کہ ابھی تم پتھر نہیں ہوئیں، میں تمہیں مزید تکلیف دینا نہیں چاہتا، چاہوں تو دے بھی سکتا ہوں، مگر تمہیں بتایا

تھا کہ اصول پرست ہوں۔مول کے ساتھ سود وصول نہیں کرتا جتنا چاہیے تھا
وصول کرچکا اب اور نہیں۔" مدھم لہجے میں کہتے ہوئے اسے جتایا۔وہ اس کی
بے حسی پر حیران تھی۔اسے لگتا تھا وہ کوئی جنون ہے۔کوئی پاگل پن یا محبت
وہ اس کے لیے پاگل ہے تبھی اس نے یہ انتہائی اقدام اٹھایا۔

وہ خود کو الزام دے رہی تھی کہ وہ ہی اس کی محبت شاید سمجھ نہیں پائی مگر وہ
غلط تھی۔وہ محبت نہیں تھی۔وہ محبت ہو بھی نہیں سکتی تھی۔معارج تغلق شاید
کبھی محبت نہیں کرسکتا تھا۔اسے کبھی محبت نہیں ہوسکتی تھی۔نہ اس سے' نہ کسی
اور سے۔وہ محبت کرنے کے اسلوب نہیں جانتا تھا۔سینے میں دل بھی نہیں تھا
اس کے اور وہ محبت کی امید رکھ رہی تھی۔

"تمہیں مرہم کی ضرورت ہے' پیشانی سے خون رس رہا ہے۔آئی ایم سوری
میری وجہ سے ایک اور چوٹ لگ گئی۔" وہ پُر افسوس انداز سے بولا۔

انائیا ملک کی آنکھوں سے آنسو چھلک کر رخساروں پر بہہ نکلے تھے۔

بھلا ہو تیرا صیاد کہ تُو نے!
رہائی تو دی اور پر کاٹ ڈالے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

معارج تغلق نے اسے شانوں سے تھام کر کھڑا کرنا چاہا تھا۔مگر اس نے ہاتھ
جھٹک دیے اور ٹیبل کی سطح سے سہارا لے کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

محبت کیسی ہوتی ہوگی؟
میں نے ایک عمر چاہ کی
تمہاری آنکھوں میں جھانکنے کی
ڈھونڈنے کی بہت سعی کی۔
میں نے سفر کیا منزلوں کا
قدم سے قدم کے فاصلوں کا
تم سے تم تک پہنچنے کا
مجھے محبت کی انگلی تھامنے کی خواہشوں نے رلا دیا
تمہاری خاموش آنکھوں سے؟
یا اس بولتی چپ سے؟
محبت ایسی ہی ہوتی ہوگی شاید
قیاس کیے ہوئے قصوں جیسی

آدھے سچ اور پورے جھوٹ جیسی؟

محبت ایسی ہی ہوتی ہوگی

بے مہر، سرد، ساکت اور جامد؟

برف سی بے حس و حرکت؟

انائیا ملک اٹھی اور وہاں سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

...☆☆☆...

"کچھ کھیل ادھورے نہیں چھوڑے جاسکتے پارسا چوہدری! ہم اب بچے نہیں رہے اس لیے یہ بچپنا بھی اچھا نہیں لگتا۔تم سترہ برس کی تھیں جب تم نے گھر چھوڑا، وہ عمر پختہ نہیں تھی۔اس عمر کے فیصلے عقل سے خالی ہوتے ہیں۔پھر تمہیں کیسے لگا کہ تم نے ٹھیک کیا؟" عدن بیگ اس کی سمت پوری توجہ سے دیکھ رہا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پارسا چوہدری نے ایک گہری سانس لی تھی۔

"عدن بیگ! زندگی قیاس آرائیوں سے نہیں گزرتی۔آپ آدھی بات جانتے ہیں، میں نے سترہ سال کی عمر میں گھر چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔مگر اس کی وجہ نہیں جانتے۔" کہہ کر وہ چپ ہوگئی اور اس کی سمت سے نگاہ چرا گئی۔وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ باقی کا آدھا سچ اس سے شیئر کرنے کے موڈ میں نہیں ہے۔تبھی بولا۔

"ٹھیک ہے، میں تمہیں کسی شے کے لیے مجبور نہیں کروں گا۔اگر تم نہیں بھی بتانا چاہتیں تو کوئی بات نہیں...! مگر میں اس وقت کا انتظار بھی کرسکتا ہوں۔جب تم خود کو اتنی پر سکون محسوس کرو کہ مجھ سے وہ سب شیئر کرسکو، اس لیے کہ میں جاننا چاہتا ہوں، صرف اس لیے کہ تم سب کہہ کر سکون محسوس کرسکو۔ان آنکھوں کو دیکھتا ہوں تو ایک بے سکونی دکھائی دیتی ہے۔مجھے احساس ہوتا ہے جیسے تم ایک عرصے سے سکون سے نہیں سوئیں۔تمہاری آنکھوں سے عجب سی ایک سرد سی خاموشی جھانکتی ہے۔میں چاہتا ہوں تم ایک بار اس اضطراب سے باہر نکل کر چیزوں کو نارمل زاویے سے دیکھو، یہ

سب میں اس لیے نہیں چاہتا کہ میں تم سے پیار کرتا ہوں۔میری محبت وہ سارے دکھ درد سمیٹ سکتی ہے جو تمہارے اندر خاموشی سے دبے ہوئے ہیں' مگر یہ سب میں ایک دوست کی حیثیت سے کہہ رہا ہوں۔" وہ پر سکون انداز میں بولا تھا اور وہ محبت کے اتنے کھلے اظہار پر اسے دیکھنے لگی۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟ محبت کرنا کوئی جرم ہے؟ ہو گئی تو ہو گئی! اب کیا کروں؟ میری زندگی سچ پر مبنی ہے پارسا! مجھے جھوٹ کے محل کھڑے کرنا نہیں آتے۔اب اگر تم اتنی اچھی ہو تو محبت کیسے نہ ہوتی؟ مجھے ہی کیا' کسی کو بھی ہوجاتی۔میری جگہ وہ چوکیدار بھی ہوتا تو اسے بھی ہو ہی جاتی۔" وہ غیر سنجیدہ انداز میں بولا تو وہ ایک بار چونکی۔پھر اس کی شرارت سمجھ کر مسکرادی۔

"بہت خوب! مسکرایا کرو یار! زندگی یوں بھی آسان نہیں' اسے مزید الجھاؤ میں مت الجھاؤ' ساری زندگی معمہ بن کر رہ جائے گی۔"

"عدن!" پارسا نے لمحہ بھر کو پکارا پھر جانے کیا سوچ کر چپ ہو گئی اور نگاہ بھی جھکالی۔

"محبت پھر کہاں کیسے ہوتی ہے؟" بڑا عجیب سوال تھا مگر وہ چونکا نہیں تھا' مسکرا ضرور دیا تھا۔

"تمہیں پتا نہیں؟" عدن بیگ نے اس کی آنکھوں میں براہِ راست جھانکا۔پارسا نے سر نفی میں ہلایا تھا۔

"محبت میرا موضوع نہیں۔جب میں سنتی ہوں کہ کسی کو کسی سے محبت ہو گئی تو مجھے حیرت ہوتی ہے۔کچھ غیر حقیقی سی بات! کہیں کوئی ضرورت تو نہیں جو ایک فریق کو دوسرے فریق سے جوڑتی ہے یا محبت صرف ایک نام ہے؟ ہم تھوڑے خود غرض ہوتے ہیں' تنہا نہیں رہ سکتے اور کسی کے ساتھ ہونے کا ارادہ باندھ لیتے ہیں۔ سو اسی غرض کو محبت کا نام دے لیتے ہیں۔" پارسا مدھم لہجے میں سر جھکا کر بولی۔

"نہیں' ایسا نہیں ہوتا۔جو غرض کے تحت بندھتا ہے وہ رشتا سمجھوتا تو ہوسکتا ہے' محبت نہیں اور سمجھوتا زیادہ دیر پا نہیں ہوتا۔کسی نہ کسی لمحے اس کا احساس ہو ہی جاتا ہے۔اس لیے رشتا باقی نہیں رہتا محبت دل سے دل کو جوڑتی ہے اور روح کو روح سے جب کوئی آپ کی خیر خواہی چاہے' بنا کسی

مطلب اور غرض کے آپ کی خوشی کے لیے کچھ بھی کر گزرے، وہی محبت ہے۔"

"اور کسی کو اپنے مقصد کے لیے استعمال کرے؟" پارسا نے کہا تو وہ چونکا اور پھر نفی میں سر ہلا دیا۔

"نہیں پارسا محبت صرف فائدہ پہنچاتی ہے۔جو چور لمحوں میں آئے اور چور دروازوں کا انتخاب کرے، وہ محبت نہیں، محبت ڈنکے کی چوٹ پر اپنا اقرار کرتی ہے۔ڈرتی نہیں۔روٹھنے نہیں دیتی، دور جانے نہیں دیتی۔ہمیشہ مضبوطی سے ہاتھ تھامے رکھتی ہے۔

"اور اگر ہاتھ چھڑا کر تنہا چھوڑ دے تو محبت نہیں؟" پارسا چوہدری نے سر اٹھا کر پوچھا۔

عدن بیگ نے اسے خاموشی سے بغور دیکھا پھر سر انکار میں ہلا دیا۔

"محبت ساتھ نہیں چھوڑتی، اس کے لیے کوئی دور جا نکلے یا بہت قریب ہو۔ محبت ختم نہیں ہوتی، بڑھتی جاتی ہے۔چاہے فاصلے صدیوں سالوں سے زیادہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہوجائیں۔" عدن بیگ کی نظروں ایک عجیب قسم کی روشنی سے پھوٹ رہی تھی۔پارسا چوہدری نگاہ چرا گئی اور لمحہ بھر کو پلکیں زور سے بھینچ لی تھیں۔

"محبت خواب نہیں کہ آنکھیں کھولو تو کچھ باقی نہ رہے۔یا آنکھ کھولو تو فریب لگے، محبت حقیقت کی طرح سانس لیتی ہے۔تم آنکھیں کھول بھی لو گی تو تمہارے اندر سانس لے گی۔" عدن بیگ مضبوط لہجے میں کہہ رہا تھا۔پارسا چوہدری نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

"ایسے مت بہلاؤ، محبت اتنی بھی اچھی نہیں عدن بیگ!" وہ کہہ کر مڑی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

...☆☆☆...

زائرہ ملک نے اسے سامنے کھڑے دیکھا تو حیران رہ گئیں۔

"کیا ہوا؟ تمہیں یہ چوٹ کیسے لگی؟ تم ٹھیک تو ہونا؟" وہ دروازے کے بیچوں بیچ پتھر بنی کھڑی رہی تھی۔

"انائیا! کیا ہوا بچے؟ کوئی ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے؟ معارج کہاں ہے، تم اس کے ساتھ نہیں آئیں۔وہ ٹھیک تو ہے۔کہیں اسے بھی چوٹ تو...!"

"نہیں وہ ٹھیک ہے۔" انائیا ملک ساکت لہجے میں بولی۔

"ٹھیک ہے۔" زائرہ ملک حیران ہوئی۔"پھر تمہارے ساتھ کیوں نہیں آیا۔اف خدایا کتنا خون رس رہا ہے۔گہری چوٹ ہے۔ٹانکے لگیں گے۔تمہیں وہ اسپتال لے کر کیوں نہیں گیا۔کتنی بے پروا ہو تم! چلو آؤ، یہاں بیٹھو! میں ڈیٹول سے صاف کردوں۔ورنہ سپٹک ہوجائے گا۔" بعد میں اسپتال جا کر ڈاکٹر کو دکھادیں گے اور ٹانکے لگوا لیں گے۔" ممی نے اسے پکڑ کر سوفے پر بٹھا دیا۔ اور ملازم کو آواز دی جو فوراً ہی کے حکم پر فرسٹ ایڈ باکس لے آیا تھا۔

"تم معارج کے بنا کیوں نکلیں؟ چوٹ لگوا لی نا! شکر ہے اور کوئی نقصان نہیں ہوا۔تمہاری جان بچ گئی۔" زائرہ ملک نے اس کے زخم کو ڈیٹول سے صاف کرتے ہوئے کہا۔"ایکسیڈنٹ کیسے ہوا تھا؟" زائرہ ملک مرہم لگاتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔وہ اسی طرح پتھر بنی بیٹھی رہی تھی۔"تم نے فون کر کے اسے بتایا

نہیں تھا اس حادثے کے متعلق؟ کتنی بار کہا ہے احتیاط سے ڈرائیو کیا کرو، چوٹ لگوا کر بیٹھ گئیں نا! شکر خدا کا جان بچ گئی۔میرا تو دیکھ کر ہی دل ہول رہا ہے۔کتنا خون بہہ گیا۔حامد جلدی سے دودھ میں ہلدی ملا کر لاؤ۔ دیکھو چھوٹی بی بی کو کس بری طرح چوٹ لگی ہے۔فیض سے کہو گاڑی نکالے، اسپتال جانا ہوگا۔میں نے زخم تو کور کردیا ہے مگر ٹانکوں کی ضرورت ہے۔" زائرہ ملک نے پٹی باندھتے ہوئے کہا۔

"میں ٹھیک ہوں ممی!" انائیا نے ان کا ہاتھ پکڑ کر کہا، جیسے کچھ بھی کرنے سے روک رہی ہو۔لہجہ سرد تھا پورا وجود یخ ہو رہا تھا۔

"تم ٹھیک تو ہو... ہوا کیا ہے؟ کیا بہت بڑا ایکسیڈنٹ تھا۔چہرہ کیسا ہونق ہو رہا ہے۔ابھی تک جیسے جان میں جان نہیں، کیسی سرد ہو رہی ہو۔جیسے کسی بہت بڑے حادثے سے بچ نکلنے کے بعد کوئی ساکت ہوتا ہے۔"

"میں ٹھیک ہوں ممی!" انائیا سکون سے بولی۔

"ہوا کہاں تھا حادثہ! اور کیسے؟ تم نے مجھے یا اپنے نانا کو بھی فون نہیں کیا؟"

"بس اچانک میں آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی، حادثے کی نوعیت بڑی یا چھوٹی ہونے سے فرق نہیں پڑتا، دیکھا یہ جاتا ہے کہ نقصان کتنا ہوا۔وہ پر سکوت لہجے میں بولیں۔

"شکر خدا کا، تمہاری جان بچ گئی۔میں آج ہی پانچ بکروں کا صدقہ دوں گی۔لاؤ فون دو۔تمہاری ساس سے بات کروں۔" زائرہ بولی۔

"نہیں کیوں فون کرنا ہے آپ کو... ان کا کوئی قصور نہیں۔" انائیا بولی۔

"ان کا قصور نہیں مگر اس طرح اکیلے تو نہیں بھیجنا چاہیے تھا۔تم ڈرائیو نہ کر رہی ہوتیں تو یہ چوٹ تو نہ لگتی۔" زائرہ بولیں۔

زائرہ ماں تھیں۔دل دہل گیا تھا ان کا... انہیں اصل صورتِ حال تو معلوم ہی نہیں تھی۔

"کتنا درد ہوا ہوگا نا تمہیں! کتنا گہرا زخم ہے۔" وہ بولیں۔

"بھر جائے گا ممی! زخم بھرنے کے لیے ہی ہوتے ہیں وہ پر سکون لہجے میں بولی۔

"کیسے سرد لہجے میں بات کر رہی ہو تم لو یہ دودھ پیئو!" حامد کے ہاتھ سے دودھ کا گلاس لے کر اسے تھمایا تھا اور زبردستی پلانے لگی تھیں۔

"یہ دودھ ختم کرو پھر اسپتال چلتے ہیں۔"

"آپ پاپا کو دیکھنے گئی تھیں؟" اس کے اچانک پوچھنے پر زائرہ اسے چونک کر دیکھنے لگی تھیں پھر آہستگی سے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

"وہ بولتے نہیں، بات نہیں کرتے۔خدا جانے کیوں یہ موڑ آیا زندگی میں؟ وہ لوٹے بھی تو کس حالت میں!"

"پاپا کو کوئی صدمہ تھا یا احساس جرم! وہ کیوں ساری زندگی بھاگتے رہے؟ انائیا نے اس ادھوری سچائی کو جاننے کے بعد قیاس کیا تھا۔کیا اس سے آگے کی کہانی زائرہ ملک بھی جانتی تھی۔انائیا ملک نے اس ماضی کے اثر کو زائرہ ملک کے چہرے میں ڈھونڈنے کی کوشش کی مگر وہ جیسے واقعی کچھ نہیں جانتی تھیں۔

"ہم میں سب کچھ بہت اچھا تھا۔کبھی اندازہ بھی نہیں ہوا تھا کہ ایک صبح سو کر اٹھوں گی تو یہ خواب ٹوٹ جائے گا۔بس ایک نوٹ سائیڈ ٹیبل پر رکھا

دکھائی دیا تھا۔ مجھے لگا تھا معمول کی بات ہے مگر اس شام کے بعد وہ گھر نہیں لوٹے تھے۔"

"ممی! کچھ تو ہوا ہوگا' آپ سے کوئی خفگی' ناراضگی' کوئی شکوہ شکایت؟ یا پھر کسی اور سے...؟" انائیا نے جاننے کی کوشش کی تھی۔

"کسی اور سے اور کون؟ ہماری زندگی میں کوئی تیسرا نہیں تھا۔ ہم اپنی زندگی میں بہت خوش تھے انائیا! تم میں اور جہانگیر تھے اور کسی شے کی ضرورت تھی نا خواہش! اتنی محبت تھی کہ شک کی گنجائش ہی نہیں نکل سکی' ان پر شک کرنا عجیب لگتا تھا۔ جہانگیر نے مجھ سے کبھی جھوٹ نہیں بولا' کسی معمولی بات کے لیے بھی نہیں' تو پھر شک کس طرح کرتی؟ وہ اپنی چھوٹی سے چھوٹی بات بھی مجھ سے شیئر کرتے تھے۔" زائرہ ملک بولیں۔

"پھر ایسا کیا تھا جو انہوں نے آپ سے شیئر نہیں کیا؟" انائیا نے پوچھا تو۔ زائرہ ملک چونکتے ہوئے اسے دیکھنے لگی تھیں۔

"تم اس طرح کیوں کر رہی ہو؟ تمہیں خود چوٹ لگی ہے اور فضول کے قصے لے کر بیٹھ گئیں چلو اسپتال چلتے ہیں کہیں زخم کھلا رہ گیا تو اچھا نہیں ہوگا۔" ممی نے اسے زبردستی اٹھایا تو وہ ان سے کچھ کہہ نہیں سکتی تھی۔

معارج کے ساتھ اس کے رشتے کی کڑی اگرچہ ختم ہوگئی تھی مگر اس کا سلسلہ اس کے خاندان سے ملتا تھا۔ وہ جاننا چاہتی تھی ایسا کیا ہوا ہوگا کہ معارج انتہائی اقدام اٹھانے پر مائل ہوا۔ معارج فیملی کا کتنا بڑا نقصان کرکے اس سے بدلا لینے پر مجبور ہو گیا؟ تانیہ تغلق نے کیا جھیلا ہوگا۔ صرف محبت میں ناکامی یا اس ناکامی کے پیچھے بھی کوئی کہانی تھی؟ اور جہانگیر ملک جو بستر مرگ پر تھا اور ساری زندگی بھاگتا رہا تھا تو ایسی کیا وجہ رہی ہوگی...؟ وہ اس انتشار کے اسباب جاننا چاہتی تھی۔

تغلق محل سے نکلتے ہوئے اس نے صرف اپنا بیگ لیا تھا اور اس بیگ میں وہ ڈائری تھی اور کوئی بھی شے اس نے نہیں لی تھی۔ معارج تغلق کے انتہائی جنونی ہونے کے اسباب اس ڈائری میں قید تھے اور شاید جہانگیر ملک کے اس طرح نگری نگری بھٹکنے کی کہانی بھی اس میں پوشیدہ تھی۔

اسے وہ ڈائری پڑھنا تھی اس لیے نہیں کہ وہ متجسس تھی بلکہ ایک ختم ہوجانے والے رشتے کے لیے وہ اس ڈائری کو جہانگیر ملک اور اپنی ماں کے رشتے کے لیے پڑھنا چاہتی تھی۔

...☆☆☆...

کبھی کبھی مرضی پر چلنا اتنا ٹھیک نہیں ہوتا۔

دل سے اجازت نہ لی جائے، دماغ کی مرضی معلوم نہ کی جائے تو اس میں کچھ اتنا عجیب بھی نہیں ہوتا۔کبھی کبھی چپ چاپ خود کو وقت کے دھارے پر چھوڑ دینا ہی سب سے بڑا حل محسوس ہوتا ہے۔انابیتا بیگ نے خود کو وقت کے اس دھارے پر چھوڑ دیا تھا۔جہاں اس کی کوئی مرضی تھی نا منشا!

”تمہیں حیدر مرتضیٰ کیسا لگا؟“ ممی نے اس کی رائے جاننا چاہی تھی۔اس نے بنا ایک لمحے کو بھی سوچے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

”کیا!“ ممی نے چونکتے ہوئے اسے دیکھا۔

”ٹھیک ہے، یعنی اچھا ہے۔آپ بات آگے بڑھا دیں، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔“ انابیتا بیگ نے عجلت میں کہا تھا جیسے لمحہ بھر کو بھی اپنی رائے نہ دی تو کہیں کچھ اور نہ ہوجائے۔ ممی نے اسے حیرت سے دیکھا تھا۔

’تم اس طرح کیسے؟ آئی مین اتنی جلدی؟ صرف ایک ہی ملاقات میں تم کسی کو کیسے جان سکتی ہو۔جب کہ تم نے اس کے ساتھ پوری زندگی گزارنی ہے۔!“ مسز بیگ حیرت سے بولی۔

”ممی، شادیاں ایسی بھی تو ہوتی ہیں نا! جن میں لڑکی سے اس کی مرضی معلوم بھی نہیں کی جاتی، مجھے تو پھر بھی حق حاصل رہا کہ میں اس لڑکے سے ایک بار مل سکی۔اسے لمحہ بھر کو سہی جان سکی، کافی ہے۔یہ... اور کیا...!“

”انا! تم اتنی بچکانہ باتیں کیسے کرسکتی ہو...!وہ بھی اپنی زندگی کے بارے میں؟ ٹھیک ہے حیدر مرتضیٰ اچھا لڑکا ہے۔مان لیا! مگر وہ ایک دور دیس سے آیا ہے۔اس کی زندگی وہاں کیسی رہی ہوگی؟ اس کا ماضی اس کی سابقہ زندگی اس کی چھان بین ہونا ضروری ہے وہ اپنے بارے میں کچھ بھی کہہ سکتا ہے۔خود کو اچھا ثابت کرسکتا ہے۔اچھا تصور بحال کرنے کو میٹھی میٹھی باتیں بھی کرسکتا

ہے مگر اس کا اصل ایک لمحے میں تو نہیں کھلے گا نا۔ہم کیسے ایک لمحے میں رشتے کو قبول کر کے بات آگے بڑھا دیں۔کل کو کچھ برا ہو گیا تو بھگتنا تو تمہیں پڑے گا نا! اس بات کا کوئی احساس بھی ہے؟ بچوں جیسی باتیں کرتی ہو' کچھ تو عقل سے کام لو۔" مسز بیگ نے اسے ڈانٹا۔تو وہ ماں کی طرف دیکھنے لگی۔

"ممی یہ سارے تو قیاس ہیں نا! اور یوں بھی شادی تو ایسے بھی ایک رسک ہی ہوتی ہے۔کون جانے کل کیا ہو' جہاں بہت چھان بین کر کے رشتے کیے جاتے ہیں وہاں بھی تو دھوکے ہو ہی جاتے ہیں نا!۔"

"انا! کیسی باتیں کررہی ہو تم' ابھی رشتا جڑا نہیں اور...! خدا نہ کرے جو ایسا کچھ تمہارے ساتھ ہو۔" ممی نے فوراً کہا۔

"ہونے کو تو کچھ بھی ہوسکتا ہے نا ممی! پھر ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔" اناہیتا بیگ نے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ایسی باتیں نہیں کرتے انا! خدا نہ کرے جو تمہارے ساتھ کچھ غلط ہو۔تم کو خود سے دور پرائے دیس میں بھیجنے سے بھی دل ڈر رہا ہے۔ہم تو جان ہی نہیں پائیں گے تم کیسی ہو۔" مسز بیگ نے کہا۔

"اوہو ممی اب فون ہے انٹرنیٹ ہے اس میں پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ہم بات کیا کریں گے نا!" اناہیتا نے کہا۔

"بات تو تب کریں گے جب بات آگے بڑھے گی۔فی الحال مجھے تسلی کر لینے دو۔تم مجھے ان لوگوں کو کچھ پرکھنے دو' ملنے جلنے سے پتا چلتا ہے۔کچھ نہ کچھ تو کھل ہی جاتا ہے۔" مسز بیگ نے کہا۔

"ممی' آپ کا دل نہیں ہے نا اس رشتے کی طرف۔" اس نے پوچھا۔مسز بیگ نے لمحہ بھر کو اسے دیکھا پھر برا سا منہ بنا کر سر انکار میں ہلا دیا۔اناہیتا بیگ گہری سانس بھر کر رہ گئی۔

...☆☆☆...

"معارج یہ کیا سن رہی ہوں میں! تم نے انائیا کو گھر سے نکال دیا؟ یہ کیا حماقت ہے۔رشتے ایسے بنتے ہیں۔" سدرہ تغلق نے بیٹے کو ڈانٹا۔

"رشتے ایسے نہیں بنتے ممی! سچ ہے مجھ سے کچھ غلطی ہوگئی تھی مگر ضروری نہیں میں ایک غلطی کو نباہتا رہوں اور کسی کو بھی اس میں بندھے رہنے پر مجبور کروں۔یہ ٹھیک نہیں ہے۔مجھے لگا اس رشتے کو ختم

ہوجانا چاہیے۔اس لیے اسے کہہ دیا۔" وہ بہت سرسری انداز میں بولا۔

"معارج! یہ کوئی طریقہ نہیں مجھے اور تمہارے ڈیڈی کو سمجھ لینا چاہیے تھا کہ اس شادی کا انجام تم کیا کرنے والے ہو۔ہم کس طرح ہاتھ جوڑ کر لائے تھے اسے گھر' اس بات کا وعدہ کیا تھا کہ اسے کوئی تکلیف اب مزید نہیں ہوگی۔یہ کون سا طریقہ ہے تمہیں یہ تربیت دی ہے ہم نے؟ ایک لڑکی کو بندوق کے زور پر پہلے بیاہا پھر گھر لائے' رسمیں رچائیں اور پھر سب ختم...! کہاں گئیں ہماری خاندانی اقدار اور نام و مرتبہ؟ ہمارے خاندان کا بیٹا اس طرح فیصلے لے رہا ہے۔اتنے غیر ذمے دارانہ طریقے سے۔تم نے تو ہمیں شرمندہ کردیا۔میڈیا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کو خبر ہوگئی تو ساری بنی بنائی عزت مٹی میں مل جائے گی۔" سدرہ تغلق نے اسے لتاڑا۔

"ممی! میرا دم گھٹنے لگا تھا۔میں جانتا ہوں میں نے اپنی مرضی سے اس کا انتخاب کیا اور شادی کی مگر ہم ایک چھت کے نیچے نہیں رہ سکتے۔میں کوشش کر کے سمجھوتے نہیں کرسکتا۔شادی میرا خاندانی نہیں' ذاتی معاملہ ہے۔اس میں میڈیا کو کیا لینا دینا؟ مجھے پروا نہیں وہ کیا چھاپتے ہیں۔یا کیا نیوز بنا کر اچھالتے ہیں۔میں بچہ نہیں ہوں۔سمجھتا ہوں کہ ان معاملات سے کیسے نمٹتے ہیں۔" وہ بہت پرسکون انداز میں شانے اچکاتا ہوا کہہ رہا تھا۔سدرہ تغلق اسے دیکھتی رہ گئی۔

"بیٹھو ادھر میرے پاس... تیمور' ملک سے باہر ہیں۔انہیں واپس آلینے دو میں نہیں چاہتی اس وقت کوئی بھی ایشو بنے جب وہ ایک سرکاری دورے پر ہیں۔ تم نہیں سمجھ سکتے ان پیچیدگیوں کو تم سیاست کا حصہ نہیں ہو' تیمور بہت اچھے طریقے سے ان سب معاملات کو سنبھال سکتے ہیں۔تمہیں لگتا بھی ہے کہ رشتا نہیں نبھ سکتا تو کچھ دیر رک کر دیکھ لو' بہت سے معاملات میں جہاں ایک

چھت کے نیچے رہ کر تعلقات نہیں جڑ پاتے وہ دور رہ کر مضبوط بن جاتے ہیں۔" سدرہ تغلق نے اسے بچوں کی طرح سمجھانا چاہا تھا۔

"اوہو ممی ایسا کچھ ہونے والا نہیں ہے۔مجھے اس سے کوئی محبت وحبت نہیں ہے۔" معارج تغلق بولا۔سدرہ تغلق نے اسے حیرت سے دیکھا۔پھر بولی۔

"اگر محبت نہیں تھی تو وہ جنوں کہاں سے آیا؟ تم اتنے پاگل کیسے ہوگئے کہ بندوقیں لے کر اس کی منگنی کی تقریب میں جا پہنچے اور اس کی ہوتی ہوئی منگنی کو روک کر اپنا نکاح کرلیا' یہ پاگل پن کیسے آیا تم میں؟"

"میری غلطی تھی ممی! مان لیا نا! پھر اور کیا...؟" معارج تغلق نا ماننے والے انداز میں بولا۔

"یہ تم ہو معارج تغلق! جس بیٹے پر مجھے فخر تھا۔میں نے تمہیں ایسا تو نہیں سکھایا تھا۔پھر ایسے کیسے بن گئے تم؟ ایک لڑکی کی عزت' اس کی زندگی سے کیوں کھیلے' اگر گھر بسانا ہی نہیں تھا تو پھر وہ ڈرامے بازی بھی کیوں کی؟"
سدرہ تغلق نے ڈپٹا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"میرا قصور تھا' سو سزا بھگت لی آپ کو مجھ پر اب بھی فخر ہونا چاہیے ممی! میں کسی کی زندگی مزید خراب نہیں کر رہا۔میں سمجھوتوں پر یقین نہیں رکھتا اور اسے اپنے ساتھ باندھ کر مزید سزائیں بھی نہیں دے سکتا۔" وہ مدھم لہجے میں بولا۔

"اس شادی کا مقصد کیا تھا معارج! کیا بات پیچھے تھی اس کے...؟"

"کیا مطلب ممی!" وہ چونکا تھا شاید وہ حیران تھا کہ ممی کو اس کی خبر کیسے ہوگئی۔

"میں پوچھ رہی ہوں تم نے یہ سب کیوں کیا؟ انائیا سے کوئی بدلہ لینا چاہتے تھے؟ جتنی انتہا پسندی تم دکھا رہے ہو۔اس سے تو یہی پتا چلتا ہے کہ تمہیں صرف دشمنی نباہنا مقصود تھی۔ایسے تو کوئی اپنے دشمن سے بھی نہیں کرتا' کتنی تکلیف ہوئی ہوگی اس لڑکی کو۔تمہیں میں نے کیا سمجھایا تھا۔اسے پیار دو'محبت دو' مگر تم نے اسے گھر سے باہر نکال دیا؟ رستم سے پتا چلا تم نے اسے چوٹ بھی پہنچائی تھی' خون بہہ رہا تھا۔اس کی پیشانی سے۔کیا انسانیت سوز سلوک کیا

تم نے اس کے ساتھ...؟ ایسا سکھایا گیا تھا تمہیں بیوی نہیں انسان تو سمجھو، ایک انسان پر دوسرے انسان کی عزت کرنا واجب نہیں؟"

"اسے وہ چوٹ میری وجہ سے نہیں اپنی غلطی سے لگی تھی۔میں نے رستم سے کہا تھا اسے بیڈیج کروا دے مگر شاید وہ بہت جلدی میں تھی سو چلی گئی۔" وہ سر جھکا کر بولا پھر اٹھتا ہوا بولا۔"مجھے ایک ضروری میٹنگ کے لیے جانا ہے آپ سے پھر بات کروں گا ممی! مجھے دیر ہو رہی ہے۔" وہ کہتا ہوا باہر نکل گیا۔

سدرہ تغلق بیٹے کو بغور دیکھتی رہ گئی۔

...☆☆☆...

اناہیا بیگ اپنے کمرے سے ٹینس کورٹ جانے کے لیے نکلی تھی۔جب وہ ممی کے ساتھ کھڑا دکھائی دیا تو وہ یکدم رک گئی۔وہ اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی مگر اس وقت اور کوئی راستا نہیں تھا۔دامیان سوری اسے دیکھ چکا تھا۔نا وہ واپس کمرے میں جاسکتی تھی۔نا ہی یہ مناسب لگا اسے۔نگاہ لمحہ بھر کو ملی۔وہ

خود کو اتنا کمزور ثابت نہیں کرنا چاہتی تھی۔تبھی اس کے سامنے آن رکی تھی۔ دامیان سوری اسے بغور دیکھ رہا تھا۔

کیا ممی اسے حیدر مرتضیٰ کے بارے میں بتا چکی تھیں؟ وہ ان کا چہرہ اس لمحے پڑھنے سے قاصر تھی۔کیونکہ وہ رخ موڑے شاید کسی سے فون پر بات کر رہی تھیں۔

"تم یہاں کیوں آئے ہو؟" اس نے کسی قدر روکھے لہجے میں پوچھا۔

"کیا میں یہاں نہیں آسکتا؟" دامیان سوری نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔وہ خالی خالی نظروں سے دیکھنے لگی۔

"تم سے ملنے آیا ہوں۔" وہ بہت مضبوط لہجے میں‌بولا۔وہ لاجواب ہوگئی تھی۔ اسے نہیں لگا تھا وہ اتنے دھڑلے سے اسی کا نام لے دے گا۔اسے لگا وہ کہے گا میں ممی سے ملنے آیا تھا۔یہاں سے گزر رہا تھا وغیرہ۔

"تم کیا سمجھتی ہو' ہمت نہیں ہے مجھ میں؟" دامیان سوری بولا۔

"تمہیں فضول بات کرنے میں بہت لطف ملتا ہے؟" اس نے بھی کمزور نہ پڑنے کی ٹھان لی تھی۔دامیان جانے کیوں مسکرا دیا۔

"مجھے تم سے یا تمہاری باتوں سے کوئی مطلب نہیں ہے دامیان سوری! ہَوا میں محل بنانا ترک کردو' مجھے تم یا تمہاری ہمتوں سے کچھ لینا دینا نہیں۔"وہ پُر اعتماد انداز سے بولی۔

"اور اگر کوئی ناتا جڑ گیا تو...؟" وہ جیسے اسے ستا رہا تھا۔

"دامیان ! تم ممی سے ملنے آئے ہو بیٹھ کر بات کرو۔مجھے پہلے ہی دیر ہو رہی ہے۔مجھے ٹینس کی پریکٹس کے لیے جانا ہے۔"

وہ کہہ کر آگے بڑھنے لگی تھی جب دامیان سوری نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ وہ پلٹ کر دیکھنے لگی' جیسے اسے نظروں ہی نظروں میں سرزنش کر رہی ہو۔

"انا! تم سے کچھ ضروری بات کرنا ہے' بیٹھ جاؤ۔" دامیان نے پُر سکون لہجے میں کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"میں نے بتایا نا! میں ٹینس کورٹ جا رہی ہوں' مجھے دیر ہو رہی ہے۔" وہ روکھے لہجے میں بولی۔دامیان سوری نے بغور اسے دیکھا۔پھر اس کا ہاتھ آہستگی سے چھوڑ دیا اور اسی وقت ممی پلٹی تھیں۔

"کیا ہوا تم اس طرح کھڑے کیوں ہو؟ پہلی بار آئے ہو کیا۔بیٹھو' میں کچھ بنا کر لاتی ہوں۔" ممی نے اس کی سمت دیکھتے ہوئے کہا تھا۔انا ہیتا بیگ ہاتھ چھوٹ جانے کے باوجود جا نہیں سکتی تھی۔اور اس کی سمت تک رہی تھی۔

"نہیں ممی! اس کی ضرورت نہیں۔"

"تم ابھی تک گئی نہیں انا! تمہیں ٹینس پریکٹس کے لیے نکلنا تھا نا!" ممی نے اسے کھڑے دیکھ کر کہا۔وہ خجل سی ہو کر ممی کی طرف دیکھنے لگی اور پھر باہر نکل گئی۔ ممی دامیان شاہ سوری کی طرف دیکھنے لگی تھیں۔وہ سوفے پر بیٹھ گیا تھا' انداز بہت تھکا ہوا تھا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے ممی! آپ اسے سمجھاتی کیوں نہیں؟" دامیان سوری بولا۔

"میں کیسے سمجھاؤں اسے میں نے بات کی تھی اس سے مگر وہ سننے کو تیار نہیں۔وہ حیدر مرتضیٰ سے ملی ہے اور بات آگے بڑھانے پر زور دے رہی

ہے۔میں جانتی ہوں ہم بڑے ہیں اور ان باتوں کو بچوں سے بہت اچھی طرح سمجھتے ہیں۔مگر وہ اس بات کو نہیں سمجھ رہی۔"

"ٹھیک ہے' اگر وہ کنویں میں گرنا چاہتی ہے تو اسے ایک دھکا دے دینے میں کوئی حرج نہیں' اگر اسے خود کشی کا شوق ہے تو...!" اسے یکدم غصہ آگیا۔

"قصور تمہارا ہے دامیان! تم نے اسے دکھی کیا ہے' لڑکی سب کچھ بھول سکتی ہے مگر اپنی بے عزتی نہیں اور اسے لگتا ہے تم ہر بار اسے بے عزت کرتے ہو اور یہ بات ہر پہلی بار سے زیادہ بری لگتی ہے۔مجھے سمجھ نہیں آتا اگر تم کوئی رشتا بنانے پر اتنے ہی مائل ہو تو اسے اس طرح تنگ کیوں کر رہے ہو۔کیا یہ بچپنا نہیں؟ شادی بیاہ کوئی بچوں کا کھیل ہے؟" مسز بیگ نے اسے ڈپٹا۔

"ممی! کیا وہ سمجھتی نہیں' بچی ہے؟ ہم ایک عرصے تک اچھے دوست رہے ہیں۔اب کیا ضروری ہے کہ میں اسے ہر بات صاف صاف بتاؤں۔کیا وہ پانچویں کلاس کی اسٹوڈنٹ ہے کہ اسے ان باتوں کی سمجھ نہیں؟ حد ہوتی ہے

کسی چیز کی وہ بچوں کی طرح کیوں بی ہیو کر رہی ہے؟" دامیان سوری نے سلگ کر کہا۔

"مجھے تم دونوں کی سمجھ نہیں آتی دامیان! تم نے جس دن اپنے گھر سے پروپوزل بھجوایا تھا میں نے تم سے اس روز بھی کہا تھا۔پہلے سب باتوں کو کلیئر کرو' اسے اعتماد میں لو' اس سے بات کرو' تم دونوں کے درمیان ٹھیک نہیں ہو رہا۔مجھے نہیں لگتا یہ بات آگے بڑھ سکے گی۔" ممی نے صاف گوئی سے کہا۔

"میں جانتا ہوں شادی بیاہ بچوں کا کھیل نہیں ہے تبھی تو پروپوزل بھجوایا' اسے سمجھ کیوں نہیں آتی کہ یہ کھیل نہیں۔پروپوزل بھیجنا معمولی بات ہوتی ہے کیا؟ مذاق بنا کر رکھ دیا ہے' میرے ممی ڈیڈی کیا سوچیں گے۔کتنی سبکی ہو گی۔"

"یہ بات سبکی سے کہیں زیادہ کی ہے' اگر تمہیں اس سے کوئی لگاؤ ہے اور رشتا طے نہیں پاتا تو بات صرف سبکی کی نہیں ہے۔یہ نقصان اس سے زیادہ کا ہو گا۔" ممی نے اسے سمجھایا۔

”جانتا ہوں ممی! مگر یہ بات اناہیتا بیگ نہیں جانتی۔“

”تم اس کی بات مت کرو، تم نے بھی بہت بچپنا دکھایا ہے۔“

”ممی! آپ جانتی ہیں ساری بات آپ کی سمجھ میں بنا کہے آتی ہے۔ پھر اس کی سمجھ کو کیا ہوگیا ہے۔ اگر مجھے للّی میک سے کوئی رشتا بنانا ہوتا تو میں اناہیتا کے لیے پروپوزل کیوں بھجواتا؟“ وہ بے بسی سے بولا۔ ممی نے اسے دیکھا پھر اس کے شانے کو تھپتھپایا۔

”سب ٹھیک ہوجائے گا تم پریشان نہ ہو۔“ ممی نے کہا تو وہ ان کو دیکھتا رہ گیا۔

...☆☆☆...

ممی اسے بینڈیج کروا کر لائی تھیں، وہ وہیں صوفے پر لیٹ گئی تھی۔ ممی اس کے لیے سوپ بنانے چلی گئی تھیں جب حامد نے آکر اطلاع دی تھی کہ معارج تغلق آیا ہے۔ وہ حیران ہوئی۔ جس طرح اس نے اسے آج گھر سے نکالا تھا، اس کے بعد یہاں آنے کی کیا تک بنتی تھی؟ حامد بتا کر پلٹا ہی تھا تو اس کی نظر حامد کے پیچھے کھڑے معارج تغلق پر گئی۔

کیا وہ پشیمان تھا؟ انائیا ملک کچھ زیادہ سوچ نہیں پائی تھی۔ وہ آگے بڑھ آیا تھا۔ انائیا ملک اسے سر اٹھا کر دیکھنے لگی تھی۔ اب کیا چاہتا تھا اس سے؟ اب کیا باقی بچا تھا؟

”تمہاری پیشانی کی چوٹ اب کیسی ہے؟“ اس نے مدھم لہجے میں پوچھا وہ حیران ہوئی۔ تو کیا وہ ایک پچھتاوے کے ساتھ اس کے پاس آیا تھا؟ وہ کچھ نہیں بولی۔ تبھی ممی کچن سے سوپ لے کر اندر داخل ہوئی تھیں۔

”تم کب آئے بیٹا! کھڑے کیوں ہو؟ بیٹھو نا تمہیں انائیا کے ایکسیڈنٹ کی خبر ہوگئی تھی؟ شکر خدا کا۔ زیادہ چوٹ نہیں لگی۔ کبھی کبھی یہ بہت بے احتیاط انداز میں گاڑی ڈرائیو کرتی ہے۔ تبھی میں ہمیشہ اس کے لیے پریشان رہتی ہوں۔ میں حیران ہو رہی تھی تم نے اپنی سسرال فون کر کے کیوں نہیں بتایا۔ مگر یہ شاید کسی کو وہاں پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔“ زائرہ ملک نے سوپ کا پیالا انائیا کو دیا۔

”رکھیں ممی! لیتی ہوں۔ ابھی اٹھنے کا موڈ نہیں۔ میرا سر بہت دکھ رہا ہے۔“ وہ معارج تغلق کی طرف دیکھے بنا بولی۔

"تم لیٹی رہو، میں پلا دیتی ہوں۔" ممی نے کہا۔

"تم ابھی تک کھڑے کیوں ہو؟ بیٹھو نا! فکر مند مت ہو۔اتنی بڑی چوٹ نہیں ہے۔" خدا نے حفاظت میں رکھا ہے۔ تین ٹانکے آئے ہیں۔ مگر خون بہت بہہ گیا تھا اس لیے کمزوری محسوس ہو رہی ہوگی۔معارج تغلق خاموشی سے کھڑا دیکھتا رہا۔

"میں تمہارے لیے سوپ لے کر آتی ہوں۔تم بیٹھو۔" ممی نے کہا تھا اور وہ بیٹھ گیا۔

"میں تمہیں لینے آیا ہوں ممی نے کہا ہے۔" معارج تغلق نے مدعا بیان کیا۔ وہ چونکی نہیں تھی، وہ اس کے مزاج سے واقف تھی۔وہ پل میں رنگ بدلنے کی خاصیت رکھتا تھا۔

"میں بیٹھا ہوں، تم سوپ پی لو۔پھر ملتے ہیں۔" حکم صادر کیا۔

"میں کہیں نہیں جارہی۔میں کوئی کٹھ پتلی نہیں ہوں۔جس طرح مجھے اس گھر سے نکالا گیا ہے وہ بات ابھی میں نے ممی کو نہیں بتائی۔" انائیا ملک نے کہا۔

"اچھا کیا اگر تم نے نہیں بتایا، تم سمجھ دار ہو، مجھے اس کا اندازہ تھا۔" معارج تغلق بولا۔

"میں نے کہا میں نہیں جا رہی۔" وہ اس کی سمت دیکھے بنا بولی شاید وہ اس کی سمت دیکھنا بھی نہیں چاہتی تھی۔

"یہ ممی کی خواہش ہے جو تمہیں بیٹی مانتی ہیں۔" وہ اپنی غلطی ماننے یا معذرت کرنے پر مائل دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

"میں نے زندگی ممی کے ساتھ نہیں گزارنی۔کھیل ختم ہوچکا ہے۔آپ نے کہا تھا۔ہم بچے نہیں رہے پھر اسے اب جاری رکھنے کی ضرورت کیوں آن پڑی؟ شاید تغلق خاندان کوئی اس طرح کا اسکینڈل افورڈ نہیں کرسکتا اور یہ ساری تگ و دو اپنی سیاسی اور سماجی عزت بچانے کے لیے ہے؟" وہ رسانیت سے بولی۔

"جو بھی سمجھو، مگر تمہیں گھر واپس تو چلنا ہی ہوگا۔"

"زندگی کھیل نہیں ہے۔معارج تغلق! تم نے رشتوں کو کھیل بنا ڈالا؟ تم اپنی زندگی سے بھی کھیلے اور میری زندگی سے بھی! تم جیسا انسان میں نے زندگی میں نہیں دیکھا تم انتہائی بے حس انسان ہو جو نا دل رکھتا ہے نا جذبات نا

احساسات پہلے تم اپنے دماغ کی چابی سے چل رہے تھے اور اب کسی اور کے کہنے پر، جس انسان کی اپنی کوئی مرضی نہیں۔ میں اپنی زندگی اس کے حوالے کیسے کرسکتی ہوں تاکہ وہ مزید کھیلے اور برباد کرے؟ میں تمہارے لیے اتنی ارزاں ہوں؟" وہ روانی سے بولی۔

معارج تغلق اس کی سمت خاموشی سے بے تاثر چہرے کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔ تبھی ممی کمرے میں سوپ کے برتن لے کر آئی تھیں۔ وہ دونوں چپ تھے۔

"آپ نے خواہ مخواہ تکلف کیا ممی! میرا سوپ پینے کا کوئی موڈ نہیں تھا۔" وہ زائرہ کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"میں دراصل انائیا کو لینے آیا تھا۔"

"ممی! میں جانا نہیں چاہتی۔" وہ دھیمے لہجے میں بولی۔ ممی نے سوپ نکال کر معارج کے سامنے رکھا۔ تبھی زائرہ ملک بولی تھیں۔

"انائیا کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ اسے کچھ دن کے لیے یہیں رہنے دو۔ میں فون کردوں گی پھر آکر لے جانا۔ جب یہ بیمار پڑتی ہے تو بالکل بچوں جیسی ہو جاتی ہے۔ میں جانتی ہوں وہاں سدرہ اور تم سب اس کی بہت زیاد کیئر کرو

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

گے۔ مگر میں کچھ دنوں تک اسے یہیں رکھنا چاہتی ہوں۔" زائرہ ملک سہولت سے بولی تھیں۔ انائیا نے چونک کر دیکھا تھا کیا وہ معارج تغلق کے ساتھ اس کی ہونے والی گفتگو سن چکی تھیں۔ معارج تغلق شاید ممی سے اختلاف نہیں کرنا چاہتا تھا تبھی سر ہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"ٹھیک ہے پھر میں چلتا ہوں۔" انداز اور لب و لہجہ عجیب سرد سا تھا۔

"اس طرح کیسے... کھانے کا وقت ہو رہا ہے اور تم کچھ کھائے بنا واپس جا رہے ہو؟ میں انائیا کو اسپتال لے گئی تھی۔ سو کچھ زیادہ بنا نہیں سکی مگر...!" زائرہ ملک وضاحت دیتی ہوئی بولی۔

"کوئی بات نہیں ممی! پھر کبھی سہی، آپ انائیا کا خیال رکھیے۔" کہنے کے ساتھ ہی وہ انائیا کی سمت دیکھے بنا باہر نکل گیا تھا۔ انائیا نے اس کی پشت کو دیکھا تھا۔ کتنا عجیب تھا وہ شخص صرف اپنی مرضی لاگو

رکھنا چاہتا تھا۔ کتنا خود غرض تھا۔ جیسے اسے کسی اور کی مرضی سے کچھ لینا دینا نہیں۔

''کیا ہوا' تم کیا سوچ رہی ہو' چہرہ اتنا اترا ہوا کیوں لگ رہا ہے۔؟'' ممی نے اسے سوپ پلاتے ہوئے پوچھا۔ انائیا نے سر انکار میں ہلا دیا۔ ''کوئی بات ہے؟'' ممی اس کے چہرے سے اس کے اندر کا حال جیسے جاننا چاہ رہی تھیں' وہ کچھ نہیں بولی۔

''معارج سے کوئی جھگڑا ہوا ہے؟''

''ممی مجھے میرے کمرے تک جانے میں کچھ مدد دیں' میں آرام کرنا چاہتی ہوں۔'' اس نے مزید سوپ سے انکار کرتے ہوئے کہا۔

ممی کو لگا تھا وہ فی الحال اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتی سو وہ مزید کچھ جاننے یا پوچھنے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے اسے سہارا دے کر کمرے میں لے جانے لگی تھیں۔

...☆☆☆...

''پارسا!'' وہ گاڑی رکنے پر آنکھیں کھول کر اسے اجنبی نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔ عدن بیگ نے اسے بغور دیکھا۔

''کیا ہوا! تم ٹھیک ہو؟'' وہ خاموشی سے تکتی رہی تھی۔ پھر سر انکار میں ہلا دیا تھا اور چہرہ پھیرتے ہوئے بولی۔

''عدن! میرے اندر اس گھر کی دہلیز پاٹنے کی ہمت نہیں ہے۔ میں اس گھر کے اندر جانے کی اجازت خود کو نہیں دے سکتی۔'' اس کا لہجہ دھیما اور آواز مدھم تھی جو اس کے اندر کی کیفیت کی بھرپور غماز تھی۔ وہ الجھی ہوئی سی لگ رہی تھی۔

''پارسا! ہم یہاں اسی مقصد سے آئے تھے۔ تم بھول گئیں اور بات تمہارے خود کو اجازت دینے کی نہیں ہے۔ بات یہ طے پائی تھی کہ تم اندر چلو گی اور سب سے ملو گی۔ تمہارا یہ سب کرنا بہت ضروری ہے پارسا چوہدری!'' عدن بیگ بولا اور وہ سر انکار میں ہلانے لگی تھی۔ عدن اپنی طرف کا دروازہ کھول کر اترا اور اس کی طرف آیا۔ دروازہ کھولا اور اس کا ہاتھ تھام کر باہر نکلنے میں مدد دینے

لگا۔مگر وہ بہت بے جان سی محسوس ہو رہی تھی۔اس کا وجود کانپ رہا تھا اور ہاتھ سرد تھا۔وہ گاڑی سے اتر آئی مگر بہت الجھی ہوئی لگ رہی تھی۔

"پارسا! تمہارے اندر کے سارے ڈر ختم ہونا بہت ضروری ہے' اگر تم پر اعتماد زندگی جینا چاہتی ہو تو خود اپنی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جینا سیکھو ورنہ تم خود سے عمر بھر یونہی بھاگتی رہو گی اور انجانے راستوں میں بھٹکتی رہو گی۔" وہ رک گئی تھی۔

"تم سمجھ نہیں رہے عدن! اس گھر میں کوئی میری راہ نہیں دیکھ رہا' تم کچھ نہیں جانتے۔صرف اندازے لگا رہے ہو۔بنا پوری بات سنے کہانیاں بنا رہے ہو۔تمہیں کچھ معلوم نہیں ہے۔"

"میں اس بات کے لیے انتظار نہیں کرسکتا کہ تم کب مجھے پوری بات بتاؤ گی اور ہم کوئی سدباب ڈھونڈ پائیں گے۔سنو پارسا! زندگی خوف سے بھاگتے رہنے کا نام نہیں ہے' خوف سے نمٹنے کا نام بہادری ہے اور زندگی بھی' تم خود کیسا محسوس کرتی ہوں میں نہیں جانتا۔مگر مجھے لگتا ہے تم اپنے ساتھ کوئی پزل

کھیلتے رہنا چاہتی ہو اور یہ بات تمہیں عاجز بھی نہیں کرتی۔" وہ اکتا کر بولا۔
پارسا چوہدری اسے دیکھنے لگی پھر بولی۔

"اگر تم واپس جانا چاہتے ہو تو واپس جا سکتے ہو عدن بیگ! میں اپنی زندگی بنا انگلی پکڑے گزارنا چاہتی ہوں۔" وہ مدھم لہجے میں بولی۔

"واپس چلا جاؤں تاکہ تم انہی راستوں پر چلتی رہو اور ایک دن تھک کر بے نشان ہوجاؤ؟ میں تمہاری طرح بے حس نہیں ہوں پارسا چوہدری! میرے اندر جو انسان ہے' وہ مجھے اجازت نہیں دیتا کہ تمہیں اس طرح اکیلا چھوڑ کر چلا جائے۔صرف اس لیے کہ تمہیں اس کی باتیں اچھی نہیں لگ رہیں کیونکہ تم اسے سننا اور عمل کرنا نہیں چاہتیں۔" وہ مضبوط لہجے میں ڈپٹتے ہوئے بولا۔
پارسا چوہدری اسے یک ٹک سی دیکھنے لگی انداز کیسا رعب جماتا ہوا تھا۔

"مجھ پر اعتبار ہے؟" وہ ایک گہری سانس بھرتا ہوا اس کی سمت دیکھنے لگا۔
"اگر مجھ پر اعتماد ہے تو یقین رکھو میں تمہیں کچھ ہونے نہیں دوں گا۔اگر تمہاری جان کو کوئی خطرہ ہوا تو تمہارے سامنے کھڑا ہونے والا میں پہلا آدمی ہوں گا۔کیا اب بھی تم اعتبار نہیں کر سکتیں؟ اتنی بزدل ہو تم!" کیا وہ اسے

اکسا رہا تھا یا کوئی حربہ تھا یہ؟ پارسا چوہدری نے اس کی سمت دیکھا۔ پھر رخ موڑ کر آگے بڑھنے لگی تھی اور گیٹ کے سامنے رک کر ہاتھ ڈور بیل پر رکھ دیا۔

عدن بیگ نے اس کی سمت دیکھا' وہ مضبوطی سے اپنے قدموں پر کھڑی تھی۔ اس بھرپور اعتماد کے باوجود وہ اسے تنہا نہیں چھوڑ سکتا تھا تبھی اس کے پیچھے آن کھڑا ہوا۔دروازہ کھلا ' ملازم نے پارسا چوہدری کو دیکھا' چہرے پر خوشی اور حیرت دونوں کے اثرات دکھائی دیئے تھے اور پھر اچانک ہی وہ شاید خبر دینے کو پلٹ کر اندر بھاگ گیا تھا۔پارسا چوہدری نے وہیں دروازے میں رک کر اس ملازم کے پلٹ آنے کا انتظار نہیں کیا تھا اور قدم اندر رکھ دیا تھا۔ عدن بیگ نے اس کی تقلید کی۔اس کی تھوڑی ڈانٹ سے اس کا کھویا اعتماد بحال ضرور ہوا تھا' مگر وہ جانتا تھا اس کی اندرونی کیفیت کیا ہوگی۔

عدن نے دیکھا داخلی دروازہ کھول کر اس کی اماں باہر آئی تھیں۔

"تم یہاں کیوں آئی ہو گلابو! تمہیں پتا ہے نا تمہارے ابا کو دل کا اٹیک ہوا ہے' تم کیوں ان کی دشمن بنی ہو' یہاں آنے کا اب کیا مقصد باقی بچا ہے؟

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تم واپس جاؤ۔" اماں اس روز کی طرح اب بھی اس کے واپس جانے پر زور دے رہی تھیں مگر اب کی بار وہ پیچھے نہیں ہٹی تھی۔

"اماں! میں اس گھر کی بیٹی ہوں' کیا مجھے گھر کی دہلیز میں قدم رکھنے کی بھی اجازت نہیں؟" پارسا کانپتی آواز میں بولی تھی۔اس کی آنکھیں پانیوں سے لبالب بھری تھیں۔

"تم سارے حق پہلے ہی کھو چکی ہو پارسا!" اماں مضبوط لہجے میں بولیں۔

"سترہ سال! صرف سترہ سال کی تھی میں... آپ کو لگتا ہے' آپ کی پرورش یا تربیت میں کوئی کمی تھی کہ میں کوئی غلط قدم اٹھاپائی؟"

"یہ بحث فضول ہے گلابو! میں تمہیں اندر نہیں آنے دے سکتی' تمہارے ابا کی حالت بگڑ گئی تو...؟"

"تمہارے ابا؟ آپ نے دیکھا آپ اب بھی انہیں "میرے ابا" کہہ رہی ہیں یعنی کوئی رشتہ ختم نہیں ہوا... تو پھر میں کس بات کی سزا بھگت رہی ہوں؟ قصور ہی کیا تھا میرا... کیا کیا تھا میں نے... آپ لوگوں نے میرا یقین کیوں نہیں کیا... مجھے کہنے کیوں نہیں دیا... میری بات سنے بنا سزا سنا ڈالی... فیصلہ کردیا تھا؟" آنسوؤں کے ساتھ بولی۔

"کون ہے اماں!" سلو بھائی کی آواز سنائی دی تھی۔اسے سامنے دیکھا تھا لمحہ بھر کو حیران رہ گئے تھے پھر آگے بڑھے تھے اور اسے خاموشی سے دیکھا تھا پھر گلے لگالیا۔"اماں اسے اندر آنے دیں۔" ماں سے کہا' پارسا نے سر اٹھا کر بھائی کو دیکھا تھا۔کیا وہ اسے بھول نہیں پائے تھے... اس کا چہرہ انہیں اب بھی یاد تھا...

"سلو بھائی!" وہ آنسوؤں کے درمیان بس اس قدر کہہ سکی تھی۔اماں نے اس کے لیے راستہ چھوڑ دیا تھا۔سلو بھائی نے اسے ایک نظر دیکھا پھر اس کے پیچھے کھڑے عدن بیگ کو دیکھا۔

"تم شادی کرکے آئی ہو چھوٹی؟"

پارسا یکدم چونکی تھی اور پلٹ کر اپنے پیچھے کھڑے عدن بیگ کو دیکھا۔

"آؤ... اندر آؤ۔" سلو بھائی سنے بنا یا انتظار کیے بنا کہ وہ کیا وضاحت دیتے ہیں اندر بڑھ گیا تھا۔وہ عدن کے ساتھ اندر قدم رکھنے لگی تھی۔یہ وہی گھر تھا جہاں اس نے بچپن گزارا تھا' اپنے سترہ برس گزارے تھے۔کتنی حماقتیں کی تھیں' شراتیں کی تھیں اور...!

"اماں! وہ اپنے شوہر کے ساتھ آئی ہے۔یہ بہتر نہیں ہوگا کہ آپ کوئی ناروا سلوک روا رکھیں۔بھول جائیں کل کو... اتنے برس گزر گئے' بچی تھی وہ... نا سمجھ! اگر میں اس وقت یہاں ہوتا تو کبھی اسے دہلیز بھی پار کرنے نہ دیتا' آپ نے اور ابا نے غلط اقدام کیا' اسے جلا وطنی کی سزا دے ڈالی۔خود سے الگ کرکے پھینک دیا۔وہ دانش مندی کا فیصلہ نہیں تھا' وہ بچی تھی آپ تو سمجھ دار تھے... اور اب جب وہ آٹھ سال بعد واپس لوٹی ہے تو اسے اندر بھی داخل نہیں ہونے دے رہیں۔کیا یہ مناسب ہے؟ اس کا شوہر کیا سوچے گا کہ اس کے میکے میں اس کی کوئی قدر یا حیثیت نہیں؟" سلمان بھائی اماں سے بات کررہے تھے جب اس نے اندر قدم رکھا تھا۔عدن بیگ سلمان بھائی کی

ساری وضاحتیں سن چکا تھا۔وہ اگرچہ بتا چکا تھا کہ وہ اس کا باس ہے، مگر ایک لمحے کو دونوں کی نظریں چار ہوئی تھیں تو پارسا کو کسی قدر شرمندگی محسوس ہوئی تھی۔عدن کو بھی پارسا خجل لگی تھی مگر اس نے اسے نظروں ہی نظروں میں کچھ کہنے سے روکا تھا۔

...☆☆☆...

"آپ کو زندگی میں کبھی محبت ہوئی؟ کوئی کرش یا پھر...؟ حیدر مرتضیٰ نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے سوال کیا تھا۔اناہیتا بیگ نے اسے چونک کر دیکھا تھا۔"اناہیتا! میں باہر ضرور رہا ہوں مگر میں کچھ قدامت پرست سابندہ ہوں۔ مجھے کچھ عجیب لگے گا اگر میری بیوی کا کوئی ماضی ہوگا۔ٹھیک ہے، ہوتا ہے کبھی کوئی اچھا لگ جاتا ہے۔مگر...! میں کسی ایسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا تھا جو اپنی روایتوں اور تہذیب کے ساتھ مکمل ہو۔وہ لڑکی جو صرف مجھے چاہے اور کسی اور پرائے آدمی کے بارے میں اس نے کبھی سوچا بھی نہ ہو۔آپ سمجھ رہی ہیں نا میری بات!" اناہیتا چلتے چلتے رک گئی تھی اور اسے بغور دیکھا۔وہ سمجھ گیا تھا اس کی بات اناہیتا بیگ کو بُری لگی ہے تبھی مسکرادیا۔

"میرا مطلب وہ نہیں تھا، میں اتنا دقیانوسی نہیں ہوں مگر کچھ روایت پسند ہوں۔آپ جانتی ہیں چھوٹی چھوٹی باتیں زندگی کا سکون بگاڑ سکتی ہیں۔"

"آپ کچھ انتہا پسند واقع ہوئے ہیں؟" وہ اندازہ کرتی ہوئی بولی۔

"نہیں، میں انتہا پسند نہیں ہوں، آپ غلط سمجھی ہیں۔" وہ مسکرایا۔"دراصل میں چاہ رہا تھا، اپنے بارے میں آپ کو معمولی سے معمولی بات بھی بتادوں اور ہم ایک دوسرے کو اچھی طرح سے جان لیں۔میرے پاس وقت کم ہے، میں کچھ دنوں کے لیے آیا ہوں اور کوئی حتمی فیصلہ کرکے واپس جانا چاہتا ہوں، پھر چاہے وہ انگیجمنٹ ہو یا شادی، کسی بھی نتیجے پر پہنچنے سے پہلے میں آپ کو جاننا ضروری خیال کرتا ہوں۔" وہ اپنے دقیانوس سمجھے جانے پر مسکرا کر بولا تھا۔ اناہیتا نے اعتماد سے اسے سر اٹھا کر دیکھا تھا۔

"اور اگر مجھے کبھی محبت ہوئی ہو تو!" وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔وہ مسکرادیا تھا۔

"آپ ایک پُر اعتماد اور ذہین لڑکی ہیں انابیتا بیگ!" آپ کی خصوصیات بے شمار ہیں مگر کیا ہمیں ایک دوسرے کو جاننے کا حق نہیں؟" وہ کھسیانا سا ہو کر بولا۔

"آپ کو ہوئی کسی سے محبت...؟ کیا مجھے یہ جاننے کا حق نہیں کہ جو انسان میری زندگی میں آرہا ہے وہ کتنی آزادی کی زندگی جی چکا ہے اور کتنی گرل فرینڈز رکھ چکا ہے؟ ہمارے معاشرے میں لڑکیوں کی حد بندیاں گنوائی جاتی ہیں مگر مرد اپنی حد بندیاں کیوں شمار نہیں کرتا؟ ایک نفسیاتی نکتۂ نظر ہے۔ ہمیں وہی پتا چلتا ہے جو ہمیں کوئی بتاتا ہے۔جب ہم کسی سے ملتے ہیں تو گن گن کر صرف اچھی باتوں کو سامنے رکھتے ہیں تاکہ تصور اچھا واضح ہوسکے مگر ضروری نہیں کہ ان باتوں سے واضح ہونے والا تصور اصلی بھی ہو۔ایک عمر آپ نے وہاں گزاری تو پھر شادی یہاں کی لڑکی سے کیوں؟"

"ہے... ریلیکس...!" وہ مسکرایا۔"آپ تو بُرا مان گئیں۔میرا ارادہ ایسا نہیں تھا۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"آپ کا ارادہ کچھ بھی رہا ہو حیدر مرتضیٰ! مگر انداز نا قابل قبول تھا۔میں واپس جانا چاہوں گی۔" وہ واپسی کے لیے چلنے لگی.

"سنیں، انابیتا!" وہ وہیں کھڑا اسے پکارتا رہ گیا تھا۔

...☆☆☆...

"محبت جب ہوتی ہے تو اس کی خبر نہیں ہوتی۔خبر تب ہوتی ہے جب وہ ساتھ نہیں رہتی، تمہیں بے چینی سے یہاں سے وہاں ٹہلتے دیکھ کر مجھے اندازہ ہورہا ہے کہ تم کیسا محسوس کررہے ہوگے۔" ایکسل نے سموسہ کھاتے ہوئے اسے دیکھا۔

"ایکسل! تم چپ چاپ کھاتے رہو، تمہیں سوچنے کے لیے اپنے دماغ کو مجبور کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" دامیان سوری نے اسے دیکھتے ہوئے پُرسکون لہجے میں کہا اور گہری سانس خارج کرتے ہوئے اس کے پاس آن بیٹھا۔ ایکسل نے پانی کی بوتل اس کی سمت بڑھائی جسے اس نے بلاتردد تھام لیا۔

"اگر اسے کل کہہ دیا ہوتا تو آج اتنا جھیلنا تو نہیں پڑتا!" ایکسل نے کہتے ہوئے سموسوں کی پلیٹ اس کی سمت بڑھائی۔

"ایکسل یار! اور بھی غم ہیں' زمانے میں کھانے کے سوا۔مجھے کوئی اور پرابلم بھی تو ہوسکتی ہے' تم بیٹھے بیٹھے قیاس آرائیاں کیوں کررہے ہو؟"

"یہ قیاس آرائیاں نہیں ہیں دامیان سوری! اپنی صورت آئینے میں دیکھ لو' تمہیں یقین ہوجائے گا' میں کتنا صحیح ہوں۔محبت تمہارے چہرے پر لکھی ہے۔" ایکسل مسکرادیا۔

"فضول کی باتیں مت کرو ایکسل!" دامیان سوری نے اس کی سموسوں کی پلیٹ نظر انداز کرتے ہوئے پانی کی بوتل بند کرکے رکھ دی۔

"تو تمہیں اناہیتا سے کوئی محبت نہیں؟ کیا میں اناہیتا سے بات کروں؟" ایکسل نے پوچھا۔

"تم کیا بات کروگے؟" دامیان سوری نے پوچھا۔

"تمہارے دل کا حال بتادوں گا۔" ایکسل مسکرایا۔

"تم کبوتر کب سے بن گئے؟" دامیان مسکرایا۔

"جب سے تم نے محبت چھپ چھپ کر کرنے کی ٹھانی۔" ایکسل مسکرایا۔وہ جواباً کچھ نہیں بولا' ایکسل کو اس کی حالت بہت دگرگوں لگی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ایک کیفیت ہوتی ہے محبت کی۔جس میں زبان بندی ہو بھی جائے تو آنکھیں بہت کچھ کہتی دکھائی دیتی ہیں' تو کیا اناہیتا بیگ یہ کوشش بھی کرنا نہیں چاہتی؟ مجھے وہ اتنی بے وقوف تو نہیں لگتی۔" ایکسل نے افسوس کیا۔

"مجھے اس سے گلہ شکوہ نہیں۔یہ اس کی مرضی ہے کہ وہ اپنے لیے کیا بہتر خیال کرتی ہے۔" دامیان سوری مدھم لہجے میں بولا۔

"مگر یہ تو غلط ہے دامیان! وہ بنا سوچے سمجھے ایسا کیسے کرسکتی ہے ... اور تم... تم کیا چاہتے ہو؟ تم نے صرف ایک ضد میں یہ پرپوزل بھجوایا یا تمہیں واقعی اس سے محبت ہے؟" ایکسل نے پوچھا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے؟" دامیان سوری نے پوچھا۔

"مجھے تو تم گوڑے گوڑے ڈوبے لگ رہے ہو مگر میرا اندازہ کیا کرسکے گا؟ بات تو تب ہے جب اناہیتا بھی اس بات کو سمجھے' ویسے اسے کیوں لگتا ہے کہ تم اب بھی للی میک کے ساتھ ہو؟"

"اب بھی؟ اسے لگا ہے میں ہمیشہ سے اس کے ساتھ ہوں اور اسے صرف نیچا دکھانا چاہتا ہوں تبھی اسے اپنی زندگی میں لینا چاہتا ہوں۔"

"کوئی کچھ بھی سوچ سکتا ہے' اناہیتا بیگ ایک لڑکی ہے دامیان! لڑکیوں کی انا کچھ جلدی اور کسی معمولی بات پر بھی ہرٹ ہوسکتی ہے۔'

"یہ معمولی باتیں ہیں ایکسل! مجھے لگا' اسے سمجھ میں آجائے گا کہ کوئی کس لیے اور کس زاویئے سے اس کی سمت دیکھتا ہے اور اس کی طرف گامزن ہے۔"

دامیان سوری نے کہا۔

"تم نے اس سے بات کی تھی کل؟"

"نہیں' بات نہیں ہوسکی تھی' وہ مائل نہیں تھی۔"

"تو پھر؟"

"تو پھر یہ کہ میں کسی پر زبردستی نہیں کرسکتا ایکسل! اگر وہ مائل نہیں ہے تو نا سہی' یہ زبردستی کاسودا نہیں' نا ہی زندگی کوئی کھیل ہے۔اگر اس کا دل مائل نہیں تو میں زبردستی اسے اس فیصلے کوبدلنے پر مجبور کر نہیں سکتا۔سو بہتر ہوگا ہم دوبارہ نا ملیں' نا بات کریں۔میں قصداً اس کی راہوں میں آنا اور بات کرنے کے بہانے ترک کردوں گا اور یہی مناسب ہوگا۔" وہ فیصلہ کن انداز میں بولا تو اس کا لہجہ دھیمااور انداز الجھا ہوا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ایکسل نے اسے بغور دیکھا۔وہ پہلی بار دامیان کو اس کیفیت میں دیکھ رہا تھا' اس کا اسے افسوس تھا کہ وہ اس کی کوئی مدد نہیں کرسکتا تھا کیونکہ اگر اناہیتا سننے کو تیار نہیں تھی تو اس پر زبردستی نہیں ہوسکتی تھی' دامیان اسے بکھرا بکھرا لگا تھا۔

...☆☆☆...

اور کچھ خواب سجائے تھے پلکوں پر

نئی کونپلوں کے پھوٹنے والے زمانوں میں

اور کچھ رنگ رکھے تھے آنکھوں میں

خواب بُننے والی رُتوں میں

جب تمہارے ہاتھ نے ہاتھ دھرا تھا

وہیں کوئی گلاب کھلا تھا

تارے آسمان کے راہنمائی کو آئے تھے

محبت نے جب اندر سانس لیا تھا

اور کچھ خواب رکھے تھے آنکھوں میں

جب دھڑکنوں میں اک ساز جگا تھا

وہ افسوں سا جان کا

وہ جاں گُسل سا لمحہ

وہ اضطراب جاں

وہ اعتبار دل

تمہاری آنکھوں کی تحریریں

میری آنکھوں کی عبارتیں

سبھی وہ ربط جانے سے

سبھی اسباب انجانے سے

کوئی تارا جب آسمان پر ٹوٹا تھا

تو دل میں لکھی آیتوں کے کچھ حرف پھوٹے تھے

اور کچھ خواب اترے تھے

محبت وحی کی صورت اپنے ہونے کے یقین

اور اسباب ساتھ لائی تھی

وہ افسوں سا جان میں

وہ اک جنونِ مسلسل

جب تاراٹوٹا تھا تو اک اسم اترا تھا

وہ جادو سا بکھرا جان میں

وہ رنگ بکھرے سر زمین میں

میرے بام در سجا گئے

اور کچھ خواب دکھا گئے...!

"انائیا! اس طرح کھڑی کیا سوچ رہی ہو... تم سوئی نہیں؟ سر پر چوٹ لگی ہے تمہارے لیے اس طرح دیر تک جاگنا مناسب نہیں، چلو بستر پر آؤ۔" می نے اسے اس طرح کھڑا دیکھ کر ڈپٹا۔انائیا نے ماں کی طرف دیکھا اور بیڈ پر آگئی۔

"ممی آپ کو بھی نیند نہیں آرہی؟" زائرہ ملک جب اس پر کمبل سیدھا کررہی تھیں تو اس نے پوچھا۔

"میں ابا کو کتاب پڑھ کر سنارہی تھی۔ تم جانتی ہو انہیں نیند نہیں آتی جب تک کوئی کتاب نہ پڑھ لیں۔" زائرہ ملک نے بات بنائی۔

"ہاں جانتی ہوں' نانا کی پرانی عادت ہے۔" وہ مدھم لہجے میں بولی۔ اس کے اندر بہت سے سوال تھے۔ دل میں بہت کچھ تھا وہ زائرہ ملک سے کچھ نہیں کہہ رہی تھی مگر وہ ماں تھیں' سو جان گئی تھیں کہ اس کے اندر کیا چل رہا ہے۔

"تم کوئی بات مسلسل سوچ رہی ہو' کیا ہوا ہے' مجھے نہیں بتاؤ گی؟" انائیا ملک نے چند لمحے خاموشی سے ماں کو دیکھا تھا پھر سر نفی میں ہلادیا۔

"کچھ خاص نہیں ہے' آپ کی پے انگ گیسٹ سوگئی؟ وہ ڈنر آپ کے ساتھ نہیں کرتی؟" انائیا نے للی کے متعلق پوچھا تھا۔ زائرہ ملک اسے دیکھنے لگی

تھیں۔ "آپ اس طرح کیوں دیکھ رہی ہیں' کوئی بات ہے جو مجھ سے کہنا چاہتی ہیں؟" انائیا نے پوچھا۔ زائرہ ملک نے سر اثبات میں ہلایا۔

"تمہیں ایک بات بتانا تھی۔"

"بتائیں!" وہ سننے کو پوری طرح تیار ہوئی۔ زائرہ ملک کچھ لمحوں تک چپ رہی تھیں پھر ہمت کرکے اس کی سمت دیکھے بنا بولی۔

"للی جہانگیر ملک کی بیٹی ہے۔"

"کیا!" انائیا ملک چونکی تھی مگر زائرہ ملک نے بہت پُرسکون انداز میں سر اثبات میں ہلادیا تھا۔

"جہانگیر ملک جب مجھے چھوڑ کر گئے تھے انہوں نے انگلینڈ میں دوسری شادی کی تھی۔ للی میک ان کی دوسری بیٹی ہے جو اس برٹش بیوی سے پیدا ہوئی۔" زائرہ ملک نے تفصیل بتائی تھی۔ انائیا یک ٹک انہیں دیکھ رہی تھی۔

"ممی! آپ میں اتنی ہمت ہے کہ یہ جاننے کے باوجود بھی کہ وہ آپ کے شوہر کی دوسری بیوی کی اولاد ہے' آپ نے اسے اس گھر میں رکھا ہوا ہے؟" انائیا ملک کو حیرت ہوئی تھی۔

”میرے لیے یہ معنی نہیں رکھتا انائیا! وہ بہت پیاری لڑکی ہے‘ یہاں اس کے آنے کا مقصد صرف جہانگیر ملک کی تلاش تھی۔وہ اپنے روٹس ڈھونڈ رہی تھی۔اس کی ماں کچھ سال پہلے لیوکیمیا کے باعث گزر چکی ہے۔سو اس کے اندر کچھ سوال تھے جو اس کے سفر کا باعث بنے اور وہ یہاں آئی۔اگر وہ یہاں نہیں آئی ہوتی تو میں شاید کبھی جان نہیں پاتی کہ جہانگیر ملک مجھے چھوڑنے کے بعد کہاں گیا تھا یا اس کی زندگی کیا تھی۔ کتنی بے چینی رہی ہوگی اس کے اندر کہ وہ کہیں ایک جگہ سکون کی سانس نہیں لے سکا۔اس کا اضطراب مسلسل اس کے پاؤں جکڑے رہا اور وہ بھاگتا رہا۔میں اس کے اس اضطراب کے معنی کیوں ڈھونڈ نہیں پائی؟ للی جب تمہارے جتنی تھی تب جہانگیر ملک وہاں سے بھی چلا گیا تھا۔کسی نئے سفر پر‘ وہ اس طرح کیوں کررہا تھا‘ میں جان نہیں پائی... مگر کوئی بات ضرور رہی ہوگی جو وہ یوں بھاگتا رہا شاید اسے کوئی احساس جرم ستا رہا تھا یا...!“ زائرہ ملک چپ ہوئیں تبھی انائیا بولی۔

”کس بات کا احساس جرم‘ کیا ہوا تھا؟“ انائیا نے پوچھا اور زائرہ ملک نے اسے صرف خاموش نظروں سے دیکھا اور نفی میں سر ہلادیا تھا۔

”میں نہیں جانتی‘ شاید اس کا جواب جہانگیر ملک کے پاس ہوگا۔“

”ممی! ہم کب تک ان سوالوں اور جوابوں کے درمیان الجھے کھڑے رہیں گے؟ کب‘ کیوں ہوا‘ کیسے ہوا‘ کیونکر ہوا... کیا ہماری زندگیاں اسی سے بندھی رہیں گی؟ اب جب جہانگیر آگئے ہیں تو پھر ایک سوالیہ نشان بنا ہوا ہے کہ وہ اس کوما سے باہر آتے بھی ہیں کہ نہیں؟“ انائیا کو زائرہ ملک ایک گہری سوچ میں دکھائی دی تھیں۔”ممی! ہم نے ایسی زندگی کیوں جی؟“ انائیا نے سوال کیا اور اس سوال کا زائرہ ملک کے پاس جیسے کوئی جواب نہیں تھا۔

”آپ نے للی کے متعلق مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟“

”اس وقت مجھے مناسب نہیں لگا تھا۔تمہاری شادی کی رسمیں ہورہی تھیں اور مجھے وہ وقت مناسب نہیں لگا تھا تمہیں بتانے کے لیے... میرے لیے وہ تمہارے جیسی ہے۔میں نے اسی لیے اسے اس گھر میں رہنے کی اجازت دی شاید تمہیں یقین نہ ہو مگر مجھے جہانگیر کے اس اقدام سے کوئی رتی بھر بھی

افسوس نہیں ہوا یقینا کوئی وجہ رہی ہوگی جو اس نے یہ قدم لیا' میرے لیے اس کی محبت کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں تھی' وہ مجھ سے بے وفائی نہیں کرسکتا تھا' مجھے نہیں لگتا اگر اس نے مجھ سے بے وفائی کی۔مجھے لگتا ہے اس نے خود کو کوئی سزا دی یا سزا کاٹی۔" زائرہ ملک ایک یقین سے کہہ رہی تھیں۔

انائیا ملک نے ماں کو دیکھا تھا۔ان کا لہجہ یقین سے پُر تھا۔وہ مزید کچھ نہیں کہہ سکی تھی۔

...☆☆☆...

"میں نے شادی کا فیصلہ کرلیا ہے دامیان! تم جانے کیوں بار بار میرے راستے میں آتے ہو اور مجھے ہر بار پہلے سے زیادہ تکلیف دینے کی کوشش کرتے ہو' مگر میں تم سے کوئی واسطہ نہیں رکھنا چاہتی اور آج یہی بات بتانے کے لیے میں نے تم سے ملنے کی ٹھانی ہے' میں الجھنوں میں الجھنا نہیں چاہتی' نا ہی مجھے بچوں والے کھیل کھیلنے کا شوق ہے۔مجھے ہارنے کا ڈر نہیں نا جیت جانے کا جنون۔میرے لیے زندگی صرف زندگی ہے اور اس میں بچگانہ فیصلوں کی کوئی گنجائش نہیں' نا غلطیوں کی گنجائش نکلتی ہے۔ہمارا کوئی بھی فیصلہ بار بار

کے لیے نہیں ہوتا تو پھر یہ حماقتیں بھی کیوں؟ میں حماقتوں پر یقین نہیں رکھتی' ایک بار کی غلطی پچھتاووں میں مبتلا کرسکتی ہے تو میں کیوں اس بات کو دہرانا چاہوں گی؟" اناہیتا بیگ نے بہت پُر سکون لہجے میں کہا اور اپنے سامنے بیٹھے دامیان سوری کو دیکھا۔

"میرے لیے تم اچھے دوست تھے۔میں نے کبھی کوئی ناروا سلوک تم سے روا نہیں رکھا۔میں ہمیشہ اچھی رہی' تم سے اچھا برتاؤ کیا' مجھے تم سے جیتنا تھا نا ہارنا تھا۔دوستی میں یہ سب نہیں ہوتا مگر تم نے کچھ زیادہ کیا' شاید تمہیں کوئی ضد تھی' مجھے پیچھے دھکیلنے کی اور اس میں تم نے مجھے خود سے بہت پرے دھکیل دیا۔اتنا پرے کہ پھر فاصلوں نے سفر کرنا شروع کردیا اور لمحے رکے نہیں اور جس دائرے میں کھڑے تھے' چلے تو اپنے مدار سے ہٹنے لگے۔آج جہاں میں دیکھتی ہوں وہاں تم میرے مدار میں دور دور تک کہیں نہیں ہو۔ اس دائرے میں میں ہوں اور مجھ سے وابستہ کچھ لوگ... ہمارا ساتھ بس اسی دائرے کے کچھ لمحوں تک کا تھا۔اب جب میں اس دائرے میں ہوں نا اس

مدار میں تو پھر کوئی گلہ شکوہ بھی باقی نہیں بچتا۔ ہم الگ الگ مداروں میں گھومنے اور زندگی جینے والے دو لوگ بن چکے ہیں تو میں نہیں

سمجھتی اب اس سے تمہیں کوئی واسطہ نہیں ہونا چاہیے یا کوئی فرق نہیں پڑنا چاہیے۔ وہ دوستی تمام ہوئی، سفر ختم ہوا۔ ہم اپنے اپنے راستوں پر اپنی مرضی کی زندگی جی رہے ہیں تو پھر کوئی پچھتاوا کیوں اور افسوس کیوں کر...! مجھے نہیں معلوم تم نے پرپوزل بھجوایا بھی یا نہیں... لیکن اگر بھجوایا تو اسے منتخب یا رد کرنے کا مجھے پورا اختیار ہے۔ سو مجھے نہیں لگتا میرے لیے یہ بہتر ہے کہ میں پھر سے اس مدار میں جاؤں اور تم سے ملوں اور زندگی کے ربط بناؤں۔ اس کے لیے شاید زمانوں کا سفر درکار ہوگا اور فی الحال میں خود کو اس سفر کے لیے تیار نہیں کر سکتی۔ میں حیدر مرتضیٰ سے ملی ہوں۔ وہ ایک اچھا آدمی ہے، مجھے اگر زندگی جینی ہے یا ہم سفر کا انتخاب کرنا ہے تو میں اپنے دائرے سے کروں گی۔ حیدر مرتضیٰ وہ شخص ہے جس نے میرے دائرے میں قدم رکھا اور مجھ سے واسطہ رکھنا چاہا۔ اگر وہ نہیں بھی ہے تو کوئی بات نہیں اگر وہ میرے لیے بنا ہے تو میں اس کے ساتھ ذہنی طور پر خود کو مائل کروں گی کہ ہم

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ساتھ زندگی گزار سکیں۔ مجھے اس سے زیادہ کچھ کہنے کی یا سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ کہہ کر پلٹنے لگی تھی۔ جب دامیان سوری نے اس کی کلائی کو تھاما تھا اور ایک جھٹکے سے اسے اپنی طرف کھینچا تھا۔ وہ اس کے اس اقدام پر حیرت سے اسے تکنے لگی تھی۔

"مجھ میں اتنی ہمت ہے کہ تم کسی بھی مدار میں ہو یا دائرے میں، میں تمہیں کھینچ کر اپنے دائرے میں لاسکتا ہوں مگر فی الحال میں اس پر مائل ہوں نا کوئی زبردستی روا رکھنا چاہتا ہوں۔ تم اب بھی للی میک سے بہتر نہیں ہو۔ وہ تم سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ تم کہتی ہو تمہیں جیت کا جنون نہیں یا ہارنے کا ملال... حقیقت یہ ہے کہ تم دنیا کی خوف زدہ ترین لڑکی ہو جو اپنے اندر بہت سے ڈر لیے بکل مارے ایک کونے میں سمٹی بیٹھی ہو، تمہیں ڈر ہے تم ہار جاؤ گی اور میں جانتا ہوں یہی ڈر تمہیں اس ایک دائرے میں قید کیے ہوئے ہے۔ اگر تم سمجھتی ہو مجھے تم سے دور دھکیلنے کی وجہ میں بنا ہوں تو مجھے فرق نہیں پڑتا مگر میں حیدر مرتضیٰ نہیں ہوں، میں دامیان شاہ سوری ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ مجھے کیا چاہیے اور اس کے لیے مجھے کیا کرنا ہے، میری کہی گئی

باتوں میں کتنا سچ تھا اور کتنا مذاق' تم نے اسے جاننے کی کبھی سعی نہیں کی۔تم صرف اپنی انا میں جینے والی لڑکی ہو اور رہی بات دوست ہونے کی' تو مجھے اس ذکر سے بھی اب وحشت ہوتی ہے کہ تم جیسی خود پسند لڑکی کبھی میری دوست تھی۔تم دوست ہونے کے قابل بھی نہیں ہو' میں تم سے کوئی واسطہ نہیں رکھنا چاہتا۔تم کسی بھی دائرے میں رہو' کسی بھی مدار میں زندگی بسر کرو' مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا' مجھے آج پتا چلا ہے کہ میں کچھ بے وقوف تھا اور کوئی بے وقوفی کرنے جارہا تھا۔تم زندگی حیدر مرتضیٰ کے ساتھ بسر کرو یا کسی اور کے ساتھ مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" اس کی کلائی پر اس کی گرفت سخت تھی اور لہجہ جنونی۔اس کی آنکھوں سے الاؤ نکلتے اس نے پہلی بار دیکھے تھے۔اناہیتا بیگ اس کی آنکھوں میں یک ٹک دیکھ رہی تھی۔

"تم اگر خود سے مجھے اجازت دو گی بھی کہ مجھے اپنے دائرے میں واپس لے جاؤ تو تب بھی میں وہ اقدام کرنے کی نہیں ٹھانوں گا کیونکہ آج میں نے جان لیا ہے کہ ہم ایک دوسرے سے میل نہیں رکھتے۔مجھ سے غلطی ہوئی جس کا

اندازہ مجھے ہو گیا ہے۔تم نے ٹھیک کہا غلطیوں کو دہرانے کی گنجائش زندگی میں نہیں ہوتی اور حماقتوں کی جگہ کہیں نہیں۔" دامیان سوری نے کہہ کر اسے ایک جھٹکے سے چھوڑ دیا۔

اس کی گرفت اس کی کلائی پر نقش ہو گئی تھی' لمس ابھی تک زندہ تھا۔اس کی شعلے اگلتی آنکھیں اس کے چہرے کو جیسے جھلسا رہی تھیں۔کیسا تھا یہ احساس۔ محبت یا نفرت؟ عداوت یا اختلاف... وہ بھیگتی پلکوں سے اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

محبت میرے دل کی منڈیروں پر

راستہ بھول چڑیا بنی بیٹھی تھی

میں نے دیکھا

میرے اور اس کے درمیاں

میلوں کے فاصلے تھے

میں نے محبت کو ڈوبتے سایوں میں دیکھا تھا

اس کی نظروں میں میرے لیے صرف بیگانگی تھی

عداوت تھی

شکایت تھی

مخالفت تھی

محبت سیاہ پروں کا لباس پہنے

مجھے سمجھانے آئی تھی

کچھ جتانے آئی تھی

محبت کو میں نے دیکھا تھا

بہت غور سے

بغور نگاہ کرتے ہوئے

جب ہم اپنے اپنے مدارچوں میں گھوم کر تھک چکے تھے

تو انا نے بہت آہستگی سے گھٹنوں پر سر دھرا تھا

محبت نے دل میں کوئی آیت پڑھتی تھی اور کوئی ورد ہوا تھا

محبت خواب بانٹنے آئی تھی جیسے

مگر میرے لیے اس کا دامن اس روز جیسے خالی

اس کی آنکھوں میں ایسی کیفیت تھی

وہ کیسی کیفیت تھی

نہ روٹھنے کی نا سننے

وہ کیسی خواہش تھی

یا کوئی خواب ٹوٹا تھا

محبت کو میں نے دیکھا تھا

اس شام بھیگتی آنکھوں سے

محبت جب دبے پاؤں پلٹ رہی تھی

تو کیسی خاموشی جاں میں اتر ی تھی

میں نے محبت کو دیکھا تھا

دور تک جاتے ہوئے

محبت کو میں نے دیکھا تھا

چپ چاپ

انابیتا بیگ نے اس کی طرف سے نگاہ پھیری اور پیچھے ہٹنے لگی۔اندر جیسے خاموشی پھیل رہی تھی۔کچھ ٹوٹ رہا تھا۔انتشار پھیل رہا تھا۔کیسا احساس تھا یہ...!

...☆☆☆...

"اور جب محبت باقی نہیں رہتی تو اس کا احساس بھی باقی نہیں رہتا۔جیسے آسمان پر ٹوٹ کے گرنے والے تاروں کا شمار ممکن نہیں اس طرح محبت جب باقی نہ رہے تو احساسات کا شمار معنی نہیں رکھتا۔تمہیں محبت نہیں ہے معارج تغلق! سو تمہیں احساس بھی نہیں،نہ خسارے کا، نہ سودو زیاں کا۔تمہارے لیے یہ سب قطعی معنی نہیں رکھتا، محبت فکر کرتی ہے خساروں کی اور جب محبت ہی نہ رہے تو باقی کیا بچتا ہے؟ صرف اک طویل خاموشی! کسی پچھتاوے کا احساس اس میں نہیں ہوتا، مجھے حیرت نہیں، تم ایسے ہی ہو۔کسی کی پروا نا

کرنے والے! مگر مجھے لگا تھا تم اس کی پروا کرو گے۔" حارث نے اسے دیکھتے ہوئے پُر افسوس انداز میں کہا۔

وہ بنا کوئی جواب دیئے اسے دیکھنے لگا۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟ مجھے تمہاری آنکھیں اتنی خالی کیوں لگ رہی ہیں؟ کیا تم اتنے بے حس ہوچکے ہو کہ کوئی احساس تمہارے اندر واقعی باقی نہیں بچا؟"

"خاموش رہو حارث! فضول کی باتیں مت کرو۔میں نے جو کیا ٹھیک کیا، مجھے اس پر پچھتاوا نہیں نا افسوس ہے۔" وہ تنتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"خود کو اتنا ٹھیک ثابت کرنا تمہیں بہت غلط ہونا ثابت کرتا ہے معارج تغلق! کسی لڑکی سے کھیل کھیلا تو کیا کمال کیا؟ وہ کم ہمت، نازک، حساس اور کمزور لڑکی، اس سے جیتنا کیا مشکل ہے؟ اس سے کوئی بھی جیت سکتا ہے پھر تم نے کیا کمال کردیا؟" حارث نے اسے غیرت دلائی۔

"حارث! میں نے خود غلط نہیں کیا مجھے اس کا پورا احساس ہے اور یقین بھی... میں اصول پرست ہوں اور اب بھی اسی اصول پر قائم ہوں۔مجھے کوئی

پچھتاوا نہیں کیونکہ مجھے جب احساس ہوا کچھ غلط ہورہا ہے میں نے اس کھیل کو روک دیا۔میرا یہ اقدام میرا اصول پرست ہونا ثابت کرتا ہے۔میں جانتا ہوں وہ کمزور لڑکی ہے مگر میں نے اسے تختۂ مشق نہیں بنایا۔اس کی طرف کچھ قرض نکلتا تھا جو اس کے لیے لوٹانا ضروری تھا۔سو میں نے اسی لیے اس سے رجوع کیا۔" وہ اقرار کررہا تھا۔

"تمہیں محبت نہیں تھی نا اس سے؟" حارث نے پوچھا۔

معارج تغلق نے کچھ دیر خاموشی سے اسے دیکھا تھا پھر بہت آہستگی سے سر نفی میں ہلادیا۔

"محبت فضول کی شے ہے، ان فضول کے جذبات کا میری زندگی میں کوئی دخل نہیں۔میں نے اس کی طرف اگر قدم بڑھایا تو اس کی وجہ تھی اور جب وہ وجہ ختم ہوئی تب میں نے اپنے قدم واپس موڑ لیے۔" وہ جیسے تسلیم کررہا تھا۔

"تم نے قدم واپس موڑے؟ معارج یہ ٹھیک نہیں ہے، بالکل ٹھیک نہیں، اگر کھیل بھی کھیلا تو صرف اپنے زاویئے سے؟ جس میں چت بھی تمہاری رہی اور پٹ بھی تمہاری! کیا یہ ٹھیک ہے؟ اس لڑکی کو پتا تھا کہ تم اسے تختۂ مشق بنا کر استعمال کررہے ہو، اس کا کیا قصور تھا؟" حارث کو فکر تھی اس کی ہمدردی محسوس ہورہی تھی مگر معارج تغلق سننے کو تیار نہیں تھا۔

"میں کوئی بُرا نہیں کررہا، اگر اس کی سزا ختم ہوگئی ہے تو اسے ساتھ باندھ کر کیوں رکھوں؟ کیا یہ واجب ہے کہ اسے مزید ساتھ رکھوں اور سزائیں دوں؟ تم گوارا کرو گے اگر میں مزید ظلم روا رکھوں؟" اس نے حارث سے پوچھا۔

"کس مٹی سے بنے ہو معارج تغلق تم! مجھے یقین نہیں ہورہا تم میرے دوست ہو، میں تو کسی کو ایک رتی بھر تکلیف دینے کے بارے میں نہیں سوچ سکتا اور تم...! کتنے بے حس اور جذبات سے عاری انسان ہو۔مجھے یقین نہیں ہوتا۔اب بھی اگر تم اسے اپنی زندگی میں واپس لانا چاہتے ہو تو صرف اپنے سماجی اور سوشل اسٹیٹس کی وجہ سے کیونکہ میڈیا اچھالے گا اور لوگ تمہارے خاندان کی طرف انگلیاں اٹھائیں گے۔صد افسوس جب ممی نے تمہیں کہا تو تم

اسے واپس لینے چلے گئے۔ کیا ہے یہ معارج! تم ایسے ہو؟ اپنے فائدے کی سوچنے والے اور صرف اپنے بارے میں سوچنے والے؟ تم یہ ہو۔" حارث کو شاید اس پر غصہ آرہا تھا اور اسے کھری کھری سنا رہا تھا اور وہ چپ چاپ اسے دیکھ رہا تھا۔

"تم سب کہہ رہے ہو کیونکہ تم وجہ نہیں جانتے۔"

"کون سی وجہ!"

"میں ہر بات تمہیں بتا نہیں سکتا' تمہیں اپنے کام سے کام رکھنا چاہیے۔" جیسے کہہ کربات ختم کر گیا اور حارث اسے چپ چاپ جاتا دیکھتا رہ گیا۔

...☆☆☆...

فون کب سے بج رہا تھا۔

رات کا جانے کون سا پہر تھا' اس کے سر میں درد تھا کہ وہ آنکھیں کھول کر موبائل فون کی اسکرین کو کتنی ہی دیر خالی خالی نظروں سے تکتی رہی تھی پھر مندی آنکھوں سے فون اٹھا کر کان سے لگالیا۔دوسری طرف کسی نے کچھ کہا تھا۔اس کے اعصاب ایک لمحے میں بیدار ہوئے تھے۔وہ ایک جھٹکے سے اٹھی۔

"کیا!" اس نے کہا تھا پھر فوراً اٹھ کر ممی کے کمرے کی طرف بھاگی۔

"ممی... ممی...! اٹھیں پلیز! میں نانا کو جگاتی ہوں۔" انائیا نے ماں کو جگاتے ہوئے کہا تھا' زائرہ ملک نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا تھا۔

"کیا ہوا؟"

☆☆☆...

اور انائیا ملک ساکت سی ماں کو تک رہی تھی۔

"کیا ہوا انائیا!" ممی نے اسے جھنجوڑا۔

"اسپتال سے فون تھا' ڈیڈی کی حالت ٹھیک نہیں ہے' ہمیں ابھی اسپتال جانا ہو گا۔میں نانا کو جگاتی ہوں۔" وہ ان سے کہتی باہر نکل گئی۔زائرہ ملک کتنی دیر اسی سکتے میں بیٹھی رہی تھیں۔کہیں وہ وقت آن تو نہیں پہنچا اور...اس سے آگے ان سے کچھ سوچا ہی نہیں گیا تھا۔دل جیسے رکنے سا لگا تھا۔محبت آج بھی دل کے کسی کونے میں اسی طرح بکل مارے بیٹھی تھی جو اس کے آنے کی منتظر تھی اور اب جب وہ آگیا تھا تو اسے کھونے کا حوصلہ دل میں کب تھا۔

"اے خدا، جہانگیر ملک کو زندگی دے۔" بے ساختہ لبوں سے ایک دعا نکلی۔

...☆☆☆...

پارسا چوہدری بہت خاموشی سے کھڑی تھی جب وہ اس کے پاس آن رکا تھا۔

"تم اپنے ابا کا سامنا کیوں نہیں کر رہیں پارسا!" اس نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

"مجھ میں ہمت نہیں ہے، رات بھر میں سو بھی نہیں سکی عدن! اس گھر میں گزاری جانے والی یہ رات مجھے بہت عجیب لگی۔ یہ گھر، اس کے در و دیوار، سب بہت پرائے لگے... کیا کسی مقام پر لوٹنا اتنا دشوار ہوتا ہے... اور جب لوٹ کے قدم واپس اسی جگہ رکھ دیئے جائیں تو گزرے احساس روح سے بندھ کیوں جاتے ہیں... جیسے جان مشکل میں گھر جاتی ہے، ایک ایک گزرا پل دل پر دستک کیوں دینے لگتا ہے؟ میں ساری رات اسی کیفیت میں رہی۔ یہاں، وہاں... ہر لمحہ مجھے وہ گزرے پل دکھائی دیتے رہے۔ وہاں میں ابا کی انگلی تھام کر چل رہی تھی تو یہاں اماں کی گود میں تھی۔ وہاں سلو بھائی کے ساتھ شرارتیں کر رہی تھی تو اس ستون کے پیچھے چھپی کھڑی اماں کو ستا رہی تھی۔ یہ یادوں کا سلسلہ لامتناہی کیوں ہوتا ہے... نا رکنے والا، میں سمجھ نہیں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پائی عدن بیگ! میں ان رشتوں سے اس طرح جڑی ہوں تو پھر یہ رشتے مجھ سے پرائے کیسے ہو گئے، اتنے اجنبی کیسے ہو گئے؟ ‘میں سو کیوں نہیں سکی، اس احساس سے کہ میں ان کے اتنے قریب ہوں مگر پھر بھی بہت دور ہوں یا پھر اس احساس سے کہ میں ان کے ساتھ کبھی جڑ کر نہیں رہ سکوں گی۔ یہ سب جیسے کوئی خواب ہے اور پھر جب آنکھ کھلے گی تو سارا منظر خواب جیسا ہو جائے گا۔ میں کب تک اس ہونے اور نہ ہونے کے خوف میں مبتلا رہوں گی، یہ سراب کب تک میرے گرد حصار باندھے رہے گا؟" وہ مدہم لہجے میں کہتے ہوئے کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ عدن بیگ نے اسے خاموشی سے دیکھا۔

"میں تھک گئی ہوں عدن بیگ! مجھے اس تھکن کو اپنے کاندھوں سے کسی بوجھ کی طرح اتارنا ہے مگر یہ بوجھ میرے شانوں سے اترنے کو تیار ہی نہیں۔ کبھی کبھی تو لگتا ہے میں اسی بوجھ تلے آخر کبھی دب جاؤں گی، اس کی خبر بھی کسی کو نہیں ہوگی، یا پھر ہوگی؟" وہ سوالیہ نظروں سے اس کی سمت تکنے لگی۔

"تم یہ تھکن مجھے کیوں نہیں دے دیتیں پارسا چوہدری! میں اس بوجھ کو بانٹنے
کے لیے توانا ہوں۔مجھ میں ہمت ہے کہ میں تمہیں اس تھکن کے بوجھ تلے
آنے سے بچا سکوں یا پھر تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں؟" عدن بیگ نے مدھم
لہجے میں پوچھا۔پارسا چوہدری کھوئے کھوئے انداز میں اسے دیکھنے لگی۔"ایسے
کیا دیکھ رہی ہو پارسا چوہدری! کیا تمہیں یقین نہیں کہ میں ایسا کرسکوں گا؟"
وہ اس کے اندر کے احساس کو پڑھتے ہوئے بولا۔پارسا چوہدری کوئی جواب
نہیں دے پائی تھی۔"تمہارے اندر جو بے یقینی ہے سب سے پہلے اسے ختم
کردو پارسا چوہدری! پھر اس کے بعد باقی سب خود بہ خود ٹھیک ہوجائے گا۔
میں سدباب کرنے کو تیار ہوں مگر شرط یہ ہے کہ تم موقع دو اور اعتبار بھی
کرو۔مجھے اس سے کوئی غرض نہیں کہ تم اپنے کل میں کیسے جیتی رہیں یا تمہارا
آج تمہیں کتنی بے رخی سے دیکھتا ہے' میرے لیے تمہارا ہونا اہم ہے اور
اس کے آگے کوئی چیز میں نہیں دیکھتا۔" وہ مضبوط لہجے میں بولا۔پارسا
چوہدری خالی خالی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی پھر جیسے خود کلامی میں بولی۔

"عدن! ایک لڑکی تھی جو اپنے اندر ایک جہاں آباد رکھتی تھی۔اسے زمانوں
سے سروکار تھا نہ اردگرد سے واسطہ... وہ اپنے آپ میں مگن رہتی تھی...
پھر ایک دن ایک جادوگر آگیا' اس نے اپنا سحر پھونکا' خواب دکھائے' وہ لڑکی
ان خوابوں میں قید ہونے لگی اگرچہ اس نے ٹھان رکھی تھی کہ خوابوں سے
ناتا نہیں جوڑے گی مگر جادوگرد کا جادو چلا تو جیسے کچھ ہوش ہی نہ رہا۔اس
جادوگرد نے کہا وہ اس کے لیے ایک ہتھیلی پر چاند رکھے گا اور دوسری پر
سورج اور اگر وہ دن کو رات کرنے کو کہے گی تو وہ چاند اور سورج دونوں کو
بجھادے گا۔وہ لڑکی انجان تھی' اسے لگا وہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔سو وہ اعتبار
کرنے لگی۔مگرایک دن وہ اعتبار ٹوٹ گیا۔اس دن وہ لڑکی اپنے خوابوں کے
ساتھ تنہا کھڑی تھی۔وہ جادوگر غائب تھا وہ اس کے لیے ایک ہتھیلی پر چاند
اور دوسری پر سورج رکھ نہیں سکا تھا' لفظ دھند لے ہوگئے اور خواب...
خواب جیسے سراب تھے اور سرابوں کی حقیقت صرف خیالوں میں ہوتی ہے مگر
اس لڑکی کے خوابوں نے اسے بہت توڑ دیا تھا' اتنا کہ وہ کسی سے نظر نہیں
ملا سکی تھی اور چپ چاپ اپنے پیاروں کو چھوڑ کر خود کو سزا دینے دور نکل

گئی تھی۔وہ دن سیاہ بخت تھا ' بالکل اس لڑکی کے نصیب کی طرح... کیا
خواب دیکھنے کی سزا اتنی کڑی ہوتی ہے؟ اور اعتبار اگر ایک بار ٹوٹ جائے تو
کیا کبھی کسی دوسرے پر اعتبار کیا جاسکتا ہے؟'' وہ اس کی سمت دیکھ رہی تھی
اور آنسو اس کی پلکوں سے ٹوٹ کر بہت آہستگی سے رخساروں پر بہہ رہے
تھے۔''وہ لڑکی میں تھی عدن بیگ! میں نے خواب کچی عمر میں دیکھے تھے۔وہ
عمر جو شاید خوابوں کے لیے نہیں تھی۔مگر ان خوابوں سے ایک داغ میرے
خاندان کی عزت پر لگا تھا' جسے اتنے برس گزر جانے کے بعد بھی میں نہیں
دھوسکی۔اپنے ابا کی لاڈلی تھی میں... مگر اس روز ابا نے میری ایک نہیں
سنی تھی۔سلو بھائی ان دنوں گھر میں نہیں تھے شاید ہوتے تو میری کچھ حمایت
کرتے۔میں بس راہ بھٹک گئی تھی' مگر اس راہ بھٹکنے کی سزا بہت کڑی تھی!
ابا نے مجھے انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا تھا مگر میں نے ایک غلطی کی تو میرا ہاتھ
تھام کر وہ مجھے اس گھر کی دہلیز کے باہر کھڑا کر آئے تھے اور اس گھر کے
دروازے سختی سے بند کردیئے تھے۔کیا تم اتنے عظیم ہو کہ اس لڑکی سے محبت
کا کوئی دعویٰ کرسکو جس کو اس کے گھر والے ایک بوجھ سمجھ کر برسوں پہلے

اتار پھینک چکے ہیں؟ قصور میرا تھا یا نہیں... کسی نے میری
اس وقت نہیں سنی تھی مگر تم سب جانتے بوجھتے اس سچ کو لے کر میرے
ساتھ زندگی جی سکو گے؟ تمہیں میرے خواب دیکھنے کی عادت ابھی نہیں پڑی
عدن! بڑی فضول ہوتی ہے یہ عادت! خواب دیکھنے والی آنکھیں بہت کڑی سزا
پاتی ہیں پھر اس کے بعد سب سناٹا ہوتا ہے اور ایک گہری تاریکی! میں نہیں
چاہتی تم خواب دیکھو' یا محبت کاشت کرو۔وہ بھی میرے لیے... یہ بہت
خسارے کا سودا ہوگا' تم جاننا چاہتے ہو میرے بارے میں...؟ تمہیں گلہ تھا
میں راز کیوں بن کر رہتی ہوں تو آج میں وہ سارے راز تمہارے سامنے رکھ
دینا چاہتی ہوں۔میرے لیے تم میرے دوست ہو اور اس ناتے میں تم سے
اپنا وہ آدھا سچ بانٹنا چاہتی ہوں' باقی کے آدھے سچ کی کھوج تم خود کرنا کیوں
کہ آدھا سچ ہمارا ہوتا ہے اور باقی کا آدھا سچ سننے والا صرف اپنے زاویئے
سے اخذ کرتا ہے۔سو بے اعتبار اپنا نکتہ نظر ہوگا کہ تم میرے آدھے سچ کو
جاننے کے بعد باقی کے آدھے سچ کی کھوج کیسے کرتے ہو؟'' پارسا چوہدری
بولی اور عدن بیگ اسے خاموشی سے دیکھنے لگا تھا۔

...☆☆☆...

وہ سیڑھیوں پر بیٹھی تتلیوں کو بغور دیکھ رہی تھی جب وہ اس کے قریب آن رکا تھا۔

"گلابو سنو! مجھے بہت افسوس ہے تمہیں چوٹ میری وجہ سے لگی۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم سیڑھیوں سے پھسل کر گر جاؤ گی اور..." گلابو نے سر اٹھا کر دیکھا تو وہ پُرملال سا کھڑا اس کی سمت دیکھ رہا تھا۔ کل اس کے ساتھ بارش میں بھیگتے ہوئے وہ ایک جو نیا احساس اس کے اندر جاگا تھا اس پر وہ اب تک حیران تھی، اب بھی اسے حیران حیران سی تکتی ہوئی وہ سوچ رہی تھی کہ وہ کیسے اس کے متعلق اس زاویے سے سوچ سکی۔ ایسا کیا تھا اس ایک لمحے میں یا پھر اس کی باتوں میں... وہ کیونکر اس کے زاویے بدل سکا اور کیسے اس تک پہنچ سکا؟

"تم ایسے کیوں دیکھ رہی ہو گلابو! کیا ہوا؟" یلماز کمال نے پوچھا۔ گلابو کے پاس جیسے کوئی جواب نہیں تھا۔ بہت کھوئی کھوئی سی دکھائی دے رہی تھی، وہ اسے بغور دیکھتے ہوئے مسکرایا۔ "کہیں کچھ کھو تو نہیں گیا گلابو! تم اس طرح

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کھوئے کھوئے انداز میں کیوں دیکھ رہی ہو؟" یلماز کمال نے پوچھا تو وہ چونکی نہیں تھی یوں جیسے کسی خواب میں تھی۔ یلماز کمال نے بہت آہستگی سے ہاتھ بڑھا کر اس کے ہاتھ پر

رکھا تھا اور وہ یوں چونکی تھی جیسے کوئی چوری کرتے پکڑی گئی ہو۔ اس کے ہاتھ کے لمس کا احساس اسے محسوس ہوا تھا کہ جیسے کسی انگارے نے اسے چھولیا ہو۔ "تمہیں محبت تو نہیں ہوگئی گلابو!" وہ مسکرایا تھا۔ "تم اتنی عجیب کیوں لگ رہی ہو آج... ایسا کیا ہوگیا؟ سارے آثار تو یوں ہی بتاتے ہیں کہ تمہارے اندر کوئی انقلاب آیا ہے کیونکہ یہ تبدیلیاں کسی بیرونی تبدیلی سے نہیں آسکتیں۔" وہ جیسے اسے سطر سطر پڑھ رہا تھا۔ وہ حیران تھی اسے کیا ہوگیا تھا وہ اس طرح کیونکر محسوس کررہی تھی یا اس کا سامنا کیوں نہیں کرپارہی تھی۔ یلماز کمال نے اسے خاموشی سے دیکھا، پھر ایک گہری سانس خارج کرتا ہوا اس کے پاس وہیں سیڑھیوں پر بیٹھ گیا تھا اور بہت آہستگی

سے بولا تھا۔"محبت ہوگئی نا گلابو!" اس سرگوشی میں ایسا کیا تھا کہ گلابو نے جیسے کوئی جادو اپنی چاروں اور پھیلتا محسوس کیا تھا۔"کب ہوئی' کیسے ہوئی اور مجھے اس کی خبر کیوں نہیں ہونے دی' تم اچانک سے اتنی سیانی کیسے ہو گئیں کہ چھپانے لگو؟" وہ سوال پر سوال کررہا تھا' گلابو نے سر اٹھا کر اس کی سمت نگاہ نہیں کی تھی۔

"میری طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھو گی گلابو!" وہ مدھم سرگوشی سے بولا۔ "میری طرف نگاہ نہیں کرو گی تو میں کیسے پڑھوں گا' وہ تمام قصے جو تم نے اب تک مجھ سے نہیں کہے اور جنہیں کہنے کی ہمت بھی تم میں نہیں ہے اگر نہیں بولو گی تو میں کیسے جان پاؤں گا کہ محبت تمہارے اندر بھی سانس لیتی ہے۔مجھے اس محبت کا گمان تو ہے مگر کیا تم نہیں چاہو گی کہ میں یقین بھی کروں؟" وہ کسی اسم کا ورد کررہا تھا جیسے اس ورد کا طلسم اسے اپنے اندر سرایت کرتا محسوس ہورہا تھا۔یہ جادو اسے چاروں طرف سے گھیرنے لگا تھا۔

وہ یک دم اس کی جانب دیکھے بنا جانے کے لیے اٹھی تو اس نے ہاتھ تھام لیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"تمہیں جس آتش نے آج گھیرا ہے' کیا تم سننا نہیں چاہو گی کہ میں اس میں کب گرا؟" اس کی آواز نے اس کے اردگرد حصار باندھا تھا اور وہ گردن موڑ کر حیرت سے اس کی سمت تکنے لگی تھی۔"اس محبت کی خبر تمہیں آج ہوئی گلابو! اور مجھے تو اسی روز ہوگئی تھی جس روز تم سے پہلی بار ملا تھا' تمہاری نظروں میں جھانکا تھا' تمہاری نگاہوں میں کیا تھا گلابو! تم نے کیا اسم پھونکا تھا کہ مجھے پھر اپنی خبر نہیں رہی تھی۔تم نے ایک ہی پل میں میری روح کو اپنے سنگ کیسے باندھ لیا گلابو! تمہیں یہ اسلوب کیسے اور کیونکر آئے؟" وہ سرگوشی میں پوچھ رہا تھا۔گلابو کو لگا تھا اگر وہ یہاں رکے گی تو سارے راز یک دم ہی نکل جائیں گے سو وہ اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑا کر ایک لمحے میں وہاں سے بھاگ گئی۔

"اس محبت کی خبر تمہیں آج ہوئی گلابو!" تنہائی میں جب وہ اپنے کمرے میں چھپ کر بیٹھی تھی تو کتنی ہی دیر وہ ایک مدھم سرگوشی اس کے اردگرد گونجتی رہی تھی۔

"تو کیا اسے بھی...؟" وہ سوچ کر ہی حیراں تھی۔"اسے محبت کیسے ہوئی؟" وہ جو اسے ہمیشہ چڑاتا رہتا تھا اور غصہ دلاتا تھا۔اس کا خون جلاتا تھا تو کیا واقعی اسے محبت ہوئی تھی اور اس اول دن کی ملاقات سے... وہ تو اس سے بہت روڈ رہی تھی۔ہمیشہ غصے میں ملی تھی۔اکھڑ سے لہجے میں بات کی تھی، ایک حد بندی ہمیشہ رکھی تھی تو...

"اف گلابو! یہ ٹھیک نہیں۔" اس نے ایک پل میں خود کو ملامت کیا تھا۔
ایک پل کو ابا اور سلو بھائی کا خیال ذہن میں آیا تھا تو ساری عزت و ناموس دھیان میں آگئی تھی۔کن راستوں پر چلنے لگی تھی... کیا خاندان رتبے اور عزت کا کوئی پاس نہیں تھا۔ایک لمحے کو آنے والا وہ خیال اتنا قوی تھا کہ وہ اس سے اگلے کئی دن یلماز کمال کا سامنا نہیں کرسکی تھی۔

"تمہیں مجھ سے محبت ہے نا!" اس شام راہداری سے گزرتے ہوئے سامنا ہوگیا تھا تو اس نے راہ روک لی تھی۔وہ سر اٹھا کر بہت پُر اعتماد انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"محبت کچھ نہیں ہوتی، صرف بے وقوفی ہوتی ہے اور میں اس بے وقوفی کی متحمل نہیں ہوسکتی۔میری راہ روکنا چھوڑ دو۔" پارسا چوہدری اپنی روایات کے خلاف نہیں جاسکتی۔اپنے خاندان کی عزت و ناموس سے کھیل نہیں سکتی، محبت وجبت سب فضول کی باتیں ہیں۔میں جس عمر میں ہوں وہاں ہر چمکتی چیز سونا لگتی ہے مگر میں اتنی بے وقوفی نہیں کرسکتی کہ اس گمان کو سچ مان لوں۔"
وہ بہت اعتماد سے سر اٹھائے کھڑی کہہ رہی تھی۔یلماز کمال اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔
"محبت پر بند باندھو گی؟ بے وقوف ہو تم!" وہ اس پر افسوس کررہا تھا۔
"تم جو بھی کہو مگر مجھے تم سے محبت نہیں...!" پارسا چوہدری نے سر انکار میں ہلا یا تھا۔
"اور محبت ہو بھی گئی تو؟" وہ خدشات ظاہر کررہا تھا۔
"تو کیا؟" وہ جیسے ہار نہ ماننے کی ٹھان چکی تھی۔
"تم عجیب لڑکی ہو گلابو!" وہ جیسے تھک کر بولا تھا۔وہ خاموشی سے دیکھنے لگی تھی۔یلماز کمال نے بہت آہستگی سے سر جھکا کر اس کا ہاتھ تھاما تھا۔

محبت اب نہیں ہوگی

یہ کچھ دن بعد میں ہوگی

ایک مدہم سرگوشی نے اس کے گرد حصار باندھا تھا۔

”محبت تو ہونا ہی ہے گلابو! تم ڈر' ڈر کر جھوٹ بولو' نہ اقرار کرو۔ محبت تو ہو کر رہے گی۔ بے شک تم کتنا بھی انکار کرو اور دور نکل جاؤ' یہ محبت تمہارا تعاقب کرے گی اور تمہیں ڈھونڈ نکالے گی۔ یقین نہ ہو تو آزمالو۔“ وہ بہت یقین سے اس کی آنکھوں میں جھانک کر بولا تھا اور ہاتھ چھوڑ کر آگے بڑھ گیا تھا۔ وہ کتنی دیر اس باز گشت کو اپنے گرد محسوس کرتی رہی تھی۔

”محبت تمہارا تعاقب کرے گی اور تمہیں ڈھونڈ نکالے گی۔ محبت تو ہو کر رہے گی' بے شک تم کتنا بھی انکار کرلو۔“ اسے لگا تھا یلماز کمال کا وہ لمس جو اس کے ہاتھ پر رہ گیا تھا' اب تک زندہ ہے۔ اس کی حرارت سے اس نے اپنا وہ ہاتھ جلتا ہوا محسوس کیا تھا اور دل... وہ کیوں اتنی شدت سے دھڑک رہا تھا؟ آج سے پہلے تو ایسا نہیں ہوا تھا۔ کیوں وہ اپنی دھڑکنوں کو بھی شمار نہیں کرپا رہی تھی... کیوں اس

دل کو سنبھال نہیں پا رہی تھی... یہ اتنا اضطراب اندر کہاں سے آگیا تھا... کیا یہی محبت تھی؟

”اوہ! کیا یہ محبت ہے؟ خدایا! میں کیا کروں؟ یہ محبت اتنی طاقت ور شے کیوں ہے' میں کیوں ہار رہی ہوں' کیوں دل اتنے اضطراب میں گھرا ہے' کیا یہ واقعی محبت ہے؟“ وہ حیران سی خود اپنے آپ سے پوچھ رہی تھی اور اگر یہ محبت تھی تو وہ اس کے لیے اتنی خوف زدہ کیوں تھی...؟

یلماز کمال اگلے دو تین دن دکھائی نہیں دیا تھا اور اس نے شکر ادا کیا تھا مگر وہ سمجھ نہیں پائی تھی اس کی نگاہ اسے ہر طرف ڈھونڈ کیوں رہی تھی اور وہ کیوں خود کو روک نہیں پا رہی تھی۔ کیوں بار بار کھڑکی کو کھول کر کھڑے ہو کر اس آؤٹ ہاؤس کی طرف دیکھ رہی تھی جہاں وہ قیام پزیر تھا۔

”گلابو! کتابیں لے کر بیٹھ' کچھ پڑھ لے۔ وہ بے چارا بچہ تو کچھ بیمار ہے۔ مجھے تو خبر نہیں ہوئی۔ اس کی والدہ کا فون آیا تو اس کے کمرے میں گئی تب پتا

چلا وہ دو تین سے بھوکا بخار میں تپتا ہوا اس کمرے میں تنہا پڑا تھا۔ٹھنڈ اتنی پڑرہی ہے اور وہ بتارہا تھا کہ وہ نہر میں گر گیا تھا۔کتنا برف سا پانی ہوتا ہے نا سردیوں کی صبحوں میں...؟ بے چارے کو راستوں کی خبر تو ہے نہیں... وہ فیقا ہے نا! چاچا ہاشم کا بیٹا... وہی اسے گھر چھوڑ کر گیا تھا۔میں نے کہا کہ بتایا کیوں نہیں اگر اتنی طبیعت خراب تھی' تو بولا کہ مجھے تکلیف دینا مناسب نہیں لگا۔بے چارے کا بُرا حال تھا۔میں نے فوراً فون کرکے ڈاکٹر کو بلالیا۔مجھے ڈر ہے کہیں نمونیا نہ ہوگیا ہو۔ڈاکٹر نے دوائیں دی ہیں۔خدا خیر کرے کہیں بچے کو کچھ ہونہ جائے۔گھر سے اتنی دور ہے اس کی ذمہ داری تو ہم پر ہی عائد ہوتی ہے نا!“ اماں نے بتایا تو اس کے اردگرد کوئی بازگشت سی گونجنے لگی تھی۔

محبت اب نہیں ہوگی

محبت اب نہیں ہوگی

اُف! اس نے اس آوٹ ہاؤس تک کا فاصلہ طے کیا تھا اور عجیب بے دھیانی سے اطراف میں دیکھنے لگی تھی۔وہ وہاں کیسے بے خود سی چلی آئی تھی۔جیسے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سب اختیار سے باہر ہو اور کیا واقعی بہت کچھ اختیار سے باہر تھا؟ اس نے ہولے سے قدم اس آوٹ ہاؤس کے اندر رکھے تھے اور اس تک کا سفر کرنے لگی تھی۔

کیا محبت واقعی اتنی قوی شے ہے؟

اسے دور سے کھڑے ہوکر اس نے بغور دیکھا تھا۔شاید وہ نیند میں تھا' وہ دروازے پر کھڑی خاموشی سے اسے تکتی رہی تھی پھر واپس پلٹنے لگی تھی' جب ایک آواز نے اس کا تعاقب کیا تھا۔

”گلابو! اندر نہیں آؤ گی؟“ وہ چونک کر مڑی اور آہستگی سے آگے بڑھ آئی تھی۔

”اب کیسی طبیعت ہے؟“ اس نے مروتاً پوچھا۔

”ٹھیک نہیں ہوں' بالکل ٹھیک نہیں ہوں۔میرے مسیحا سے کہو مجھے ٹھیک کردے۔میری بیماری کا حل ان دوائیوں میں نہیں ہے۔“ وہ بہت مدہم لہجے میں بولا تھا۔اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کی پیشانی کو چُھوا تھا اور ہاتھ جلتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

"اُف! تمہیں تو بہت تیز بخار ہے' تم نے دوائیں نہیں لیں؟" اس نے ہاتھ یک دم اس کی پیشانی سے ہٹانا چاہا تھا جو اَب یلماز کمال کی گرفت میں آچکا تھا۔

"بیٹھو میرے پاس ' کیا کچھ دیر دیکھنے بھی نہیں دو گی؟ اتنی خوف زدہ کیوں ہو گلابو!"

"مجھ... مجھے جانا ہے' میں اماں کو بتا کر نہیں آئی' میں دوبارہ آجاؤں گی۔" اس نے یونہی بات بنائی تھی۔اسے خوف تھا اگر یہاں اسے کسی نے دیکھ لیا تو کوئی کہانی نہ بن جائے۔سو وہ ہاتھ چھڑا کر فوراً بھاگی تھی۔پھر وہ اماں سے اس کی خیریت کی بابت پوچھتی رہی تھی جب تک کہ وہ بھلا چنگا نہیں ہو گیا تھا۔

"تم اس روز جب مجھے ملنے آئی تھیں تو جیسے میرے اردگرد کوئی نور کا ہالا سا پھیل گیا تھا۔مجھے گمان ہوا تھا تم خواب میں ملنے آئی تھیں۔کیا وہ واقعی کوئی خواب تھا یا تم سچ میں... مجھے بس اتنا یاد ہے تم نے پیشانی پر ہاتھ رکھا تھا اور اس کی تاثیر میں نے اپنی روح تک میں محسوس کی تھی اور اس سے اگلے پل مجھے لگا تھا جیسے میں کبھی بیمار ہوا ہی نہیں تھا۔محبت میں اتنی طاقت کیسے

ہوتی ہے گلابو! کہ میں نے خود کو ایک پل میں توانا محسوس کیا تھا؟" وہ اس کی سمت تکتا کہہ رہا تھا اور وہ حیران سی اسے دیکھ رہی تھی۔"کیا محبت واقعی کوئی بہت عجیب شے نہیں؟" یلماز کمال نے پوچھا تھا۔اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا اور پلٹ آئی تھی مگر اندر کی بے چینی کچھ اور سوا ہو گئی تھی اور اس دن جب وہ نوٹ بک پر آڑی ترچھی لکیریں کھینچ رہی تھی' وہ بولا تھا۔

"گلابو! میری طرف دیکھو یا نا دیکھو' کچھ کہو یا نہ کہو' میں تمہاری اس چپ کو بھی سن سکتا ہوں اور تمہاری آنکھوں میں یہ اپنے لیے رکی محبت دیکھ سکتا ہوں۔میں ان تمام خرابیوں سے بھی واقف ہوں جو تمہاری آنکھیں میرے لیے بُن رہی ہیں پھر مجھ سے یہ بھاگ دوڑ کیوں...؟ تم مجھ سے خوف زدہ کیوں ہو گلابو! کیا تمہیں لگتا ہے کہ تمہیں محبت کسی غلط شخص سے ہوئی ہے یا غلط لمحے میں؟"

"مجھے تمہاری باتیں سمجھ نہیں آتیں یلماز کمال! میں نہیں جانتی یہ محبت ہے بھی یا نہیں' یا محبت ہو بھی سکتی ہے یا نہیں مگر میں اپنے خلاف نہیں جاسکتی۔میرے لیے یہ ناممکن ہے۔تم میری نظر سے چیزوں کو نہیں دیکھتے اگر

دیکھتے تو مجھ سے یہ سوال نہ کرتے۔میں لڑکی ہوں اور بہت سی ذمے داریاں میرے کمزور شانوں پر آن پڑتی ہے۔میں کسی کی طاقت بن سکتی ہوں یا نہیں مگر میں اپنے خاندان کی کمزوری نہیں بن سکتی۔میں وہ قدم نہیں اٹھا سکتی جس سے میرے خاندان کی عزت کی طرف کوئی انگلی اٹھے سو میں اس راہ سے بھی گزرنا نہیں چاہتی۔" وہ سر جھکا کر بولی۔

"کیسی باتیں کررہی ہو تم گلابو! تمہیں لگتا ہے محبت کوئی گناہ ہے؟"

"میرے لیے یہ گناہ ہی ہے۔" وہ صاف گوئی سے بولی۔

"تمہیں مجھ پر بھروسا نہیں... تمہیں لگتا ہے میں کوئی فضول سا بندہ ہوں؟ اگر تم کسی بڑے خاندان سے ہو تو میرا بیگ گراؤنڈ بھی معمول نہیں پھر یہ کیسی تعریق؟" وہ حیران سا اسے قائل کرنے کی کوشش کررہا تھا۔

"میں کوئی تفریق خاندانی پس منظر کو لے کر نہیں کررہی یلماز کمال! تم اپنے خاندان کے بیٹے ہو اور میں اپنے خاندان کی بیٹی۔تم بیٹی ہونے کے احساس کو نہیں سمجھ سکتے۔ابھی محبت کی باتیں کرنا فضول ہے۔میری عمران باتوں کے لیے نہیں اور تم بھی کوئی اتنے بڑے نہیں۔میرے لیے محبت کا

مفہوم ساتھ چلناہے' ساتھ جینا اور زندگی بسر کرنا ہے۔یہ چھپ چھپ کر ملنا میرے نزدیک چوری اور بے ایمانی ہے۔خود سے بھی اور اپنے خاندان سے بھی... میں اس کی مرتکب نہیں ہوسکتی۔مجھے ابھی محبت نہیں کرنی تم نے ٹھیک کہا تھا' محبت اب نہیں ہوگی اور مجھے یقین نہیں کہ یہ تم سے ہوگی بھی یا نہیں... یا پھر کسی اور سے... مگر اتنا طے ہے کہ یہ محبت شادی کے ساتھ شروع ہوگی اور دن بہ دن اور بڑھے گی۔کبھی کم نہیں ہوگی۔" گلابو نے کہا تھا اور وہ اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

"اُف گلابو! تم کیسی بوسیدہ باتیں کرتی ہو؟ سترہ کی نہیں ستّر برس کی لگتی ہو اپنی اس سوچ سے..." وہ بہت حیرت سے کہہ رہا تھا اور وہ کتابیں سمیٹ کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

اس روز وہ اپنی دوست نمرہ کے ساتھ کھڑی تھی جب فیقا آگیا تھا۔

"مجھے تم سے بات کرنا ہے گلابو!"

"بولو نا چاچا! کیا بات ہے؟" فیقا اگرچہ صرف ستائیس برس کا تھا مگر وہ اسے چاچا ہی کہتی تھی کیونکہ وہ ابا کو اپنا بڑا بھائی سمجھتا تھا اور مانتا تھا۔اکثر گھر آتا

جاتا تھا‘ ابا اسے بہت سی ذمے داریاں سونپ دیتے تھے۔فصلوں کومنڈی لے جانے اور خریدوفروخت کرنے کی۔فیقا نے نمرہ کے جانے کاانتظار کیا تھا اور پھر بولا تھا۔

”گلابو! تو بہت سمجھ دار لڑکی ہے‘ تجھے سمجھانے کی ضرورت نہیں مگر میں نے کچھ باتیں سنی ہیں‘ جن کی وجہ سے تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔“ فیقے نے تمہید باندھی تھی‘ وہ چونکتے ہوئے فیقا کو دیکھنے لگی تھی۔

”بولو چاچا!“

”گلابو! میں نے سنا ہے اور مجھے اچھا نہیں لگا‘ تُو میرے لیے میرے بڑے بھائی کی بیٹی ہے۔سو میری بھتیجی ہے۔اپنی بھتیجی کے بارے میں کوئی غلط بات نہیں سن سکتا‘ وہ جو شہر سے لڑکا آیا ہے نا! تُو اس سے محتاط رہ... وہ مجھے کچھ ٹھیک نہیں لگتا‘ وہ گاؤں کے لڑکوں کو تیرے بارے میں غلط سلط بتارہا تھا کہ تیرا کوئی چکر چل رہا ہے اور...!“ فیقا نے اس سے آگے زبان روک لی تھی۔ وہ سر جھکائے کھڑی تھی۔فیقا اس کے سر پر ہاتھ رکھتے بولا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”دیکھ گلابو! یہ عزت جو ہوتی ہے نا! بڑی نازک چیز ہوتی ہے۔کتابیں میں نے بھی پڑھی ہیں اور کتابیں تُو بھی پڑھ رہی ہے۔میں نے زیادہ نہیں پڑھا مگر مجھے زمانے کی پہچان تجھ سے زیادہ ہوگئی ہے۔ایسے لوگوں سے میل جول نہ رکھ جو تیرے لیے نقصان کا باعث بنیں‘ بھائی جی کو تو جانتی ہے اور سلو کا مزاج بھی تھوڑا گرم ہے۔یہ نا ہو بات ان کے کان تک بھی پہنچے اور وہ ہوش کھو بیٹھیں اور بات بڑھ جائے۔ایسا نہیں کہ ہمیں تجھ پر کوئی شک ہے‘ تو بہت بھولی اور معصوم ہے اور زمانہ اتنا اچھا نہیں۔تُو دل لگا کر پڑھ اور ٹھیک سے امتحان دے اور اچھے نمبروں سے پاس ہوجا۔اگر کوئی بات ہو تو مجھے بتانا‘ میں کوشش کروں گا اپنے طور پر تجھے مدد دے سکوں۔“ فیقا‘ چاچا ہونے کی ذمے داری نبھارہا تھا‘ اس کے سر پر ہاتھ رکھے کھڑا وہ بہت ذمے دار لگا تھا۔پارسا چوہدری کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

”فیقا چاچا! وہ غلط کہہ رہا ہے۔آپ تو مجھے جانتے ہیں نا! میں ابا اور خاندان کی عزت کی پاسداری ہمیشہ کروں گی۔میں کچھ غلط نہیں کررہی۔“

"کہا نا یقین ہے گلابو! اب آنسو کیوں بہا رہی ہے؟ کہا نا میں کوئی بات بھائی جی یا سلو کے کانوں تک پہنچنے نہیں دوں گا۔میں اس لڑکے سے خود بات کروں گا،تُو بس محتاط رہ۔" فیقا نے اسے سمجھایا تھا۔وہ کھوئے کھوئے انداز میں گھر آگئی تھی۔

کیا یہ محبت تھی... محبت ایسی ہوتی ہے؟ وہ اس کے سامنے جا رکی تھی اور اسے ساکت نظروں سے تکنے لگی تھی۔

"کیا ہوا گلابو! تُو مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہی ہے؟" یلماز کمال نے کہا تھا۔

"تم گاؤں کے لڑکوں سے کیا ذکر کر رہے ہو۔میرا تمہارا چکر چل رہا ہے؟ کیا بکواس ہے یہ... تم اتنی گھٹیا باتیں کیسے کرسکتے ہو؟ بولو...!" وہ بھرپور اعتماد سے اس کے سامنے کھڑی پوچھ رہی تھی اور وہ دنگ رہ گیا تھا۔

"تمہیں کیسے پتا چلا؟ آئی مین، تمہیں کس نے بتایا؟" یلماز کمال نے پوچھا تھا۔

"مجھے فیقا نے بتایا' وہ ابا کی عزت بڑے بھائی جیسے کرتے ہیں۔مجھے اندازہ نہیں تھا تم اس طرح کی حرکتیں کروگے اور فیقا چاچا مجھے اس طرح خبردار کریں

گے۔تم ٹھیک انسان نہیں ہو' مجھے تم سے محتاط اور دور رہنے کی ضرورت ہے۔ میں ابا سے کہہ دوں گی کہ مجھے تم سے ٹیوشن نہیں لینی۔" کہتے ہی وہ پلٹی تو وہ اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا تھا۔

"گلابو' سنو! یہ ٹھیک نہیں ہے۔تم کسی اور پر اعتبار کیسے کرسکتی ہو' تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں؟" وہ اس کے پیچھے آیا تھا۔"مجھے تو وہ فیقا ٹھیک آدمی نہیں لگتا'تم نے دیکھا نہیں کتنا عجیب ہے وہ... بارہ جماعتیں پڑھ کر وہ خود کو سقراط سمجھتا ہے' اگر اتنا ہی عالم فاضل ہے تو کوئی ڈھنگ کا کام کیوں نہیں کرتا یہاں تمہارے ابا کی جی حضوری کررہا ہے۔جانتی ہو کیوں؟" یلماز کمال نے اسے بازو سے پکڑ کر اپنی

طرف کھینچا تھا۔"صرف اس لیے کہ اس کی نظر تمہارے خاندان کی جائیداد پر ہے۔تم مجھ پر شک کررہی ہو؟ تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہارے متعلق کسی سے کوئی غلط بات کرسکتا ہوں؟ میں تم سے محبت کرتا ہوں گلابو! تم نے کیسے سوچا

کہ میں تمہارے خلاف جاسکتا ہوں اور گاؤں کے ان پرلے درجے کے فضول لڑکوں سے تمہارا ذکر بھی کرسکتا ہوں؟ میرا ان لڑکوں سے کیا لینا دینا... وہ میری کلاس، میرے اسٹیٹس کے پاسنگ بھی نہیں۔ تمہیں لگتا ہے میں ان کے ساتھ کوئی میل ملاپ رکھتا ہوں گا جن سے میرا اسٹیٹس بھی میل نہیں کھاتا؟“ وہ بہت غصے میں کہہ رہا تھا۔ گلابو اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

حقیقت کیا تھی۔ وہ جو کہہ رہا تھا یا پھر وہ جو فیقے نے بتائی تھی؟

”گلابو! تم انجان ہو، بھولی ہو۔ کوئی اگر تمہارے کان بھرتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں تم اس کی سن بھی لو۔ کون دشمن ہے اور کون دوست، تمہیں اس کے بارے میں پتا ہونا چاہیے۔ مجھے تم سے محبت ہے اور محبت کا مطلب یہ نہیں کہ میں تمہاری عزت کو مٹی میں ملادوں۔ مجھے تمہاری عزت کا پورا پاس ہے، محبت غلط روش پر چلنے پر مائل نہیں کرتی۔ تم نے کیسے سوچا کہ میں تمہارے خلاف یا تمہاری عزت کے خلاف کوئی قدم اٹھاؤں گا؟ میں پڑھا لکھا ہوں، آزاد خیال ہوں مگر اس کا مطلب یہ نہیں میں غلط روش پر چلنے کا قائل ہوں۔ میری بھی فیملی ہے، میں سمجھتا ہوں عزت کے معنی... تم اس فیقے سے

محتاط رہنا۔ میں تمہارے ابا سے خود بات کروں گا، اسے کام پر رکھنا اور اس کا حویلی میں آتے جاتے رہنا مناسب نہیں۔ وہ ٹھیک آدمی نہیں ہے۔“ یلماز کمال بولا تھا اور وہ ساکت سی تکنے لگی تھی۔ سچ اور جھوٹ کا پتا لگانا بہت مشکل تھا مگر یہ ہوا تھا کہ گلابو اس کے بعد محتاط ہوگئی تھی۔ محبت کی جو ایک لہر آئی تھی تو اب وہ عقل کے ساتھ کہیں دب گئی تھی۔ وہ محبت کو اتنا حاوی ہونے دینا نہیں چاہتی تھی کہ عزت پر کوئی حرف آئے۔ تبھی اس نے فیقے پر نظر رکھنا شروع کردی تھی۔ جب وہ گھر میں آتا تھا، وہ اسے بغور دیکھتی تھی۔ کیا وہ واقعی مشکوک تھا یا واقعی کوئی سازش کا جال بن رہا تھا؟ یا پھر یلماز کمال غلط تھا؟ اس کا ذہن اتنا بڑا نہیں تھا کہ وہ سازشوں کی اتنی پہچان رکھتی یا اسے احساس ہوپاتا کہ کون غلط ہے اور کون صحیح... مگر جانے کیوں لگتا تھا کچھ غلط ہونے والا ہے۔

...☆☆☆...

اس رات وہ نیند سے بُری طرح چیختی ہوئی جاگی تھی۔ آج سے پہلے اس نے اتنا بُرا خواب نہیں دیکھا تھا۔ اماں بھاگتی ہوئی اس کے کمرے میں آگئی تھیں۔

"کیا ہوا' کوئی بُرا خواب دیکھ لیا؟" اماں نے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا۔وہ ساکت سی اماں کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"اماں! بہت بُرا خواب دیکھا۔آج سے پہلے پہلے کبھی اتنا بُرا خواب نہیں دیکھا۔" اماں نے اسے پانی پلایا تھا اور پھر ساتھ لگا کر تھپکا۔

"میں یہیں ہوں تیرے پاس... تُو فکر نہ کر۔چل سونے کی کوشش کر... کچھ نہیں ہوتا۔ہوجاتا ہے ایسے... مگر ہر خواب اپنی تعبیر نہیں رکھتا۔صبح جب اٹھے گی تو وہ خواب تجھے یاد بھی نہیں ہوگا۔" اماں نے اسے ساتھ لگا کر پیار سے تھپکتے ہوئے کہا تھا' وہ ابھی تک خوف زدہ تھی۔

"اماں میں نے دیکھا کوئی بہت بڑا اژدھا اپنا منہ کھولے مجھے نگلنے کو تیار ہے' میں بہت اونچی جگہ پر بیٹھی ہوں مگر اچانک پاؤں پھسلا اور میں گرتی چلی گئی تھی' میں شاید اس اژدھے کے منہ میں چلی جاتی مگر میری آنکھ کھل گئی۔" اس کی آواز خوف سے کانپ رہی تھی۔

"کچھ نہیں ہوگا' میں ہوں نا! تیرے ابا بھی ہیں' ہم کسی کو تجھے نقصان پہنچانے نہیں دیں گے۔" اماں اسے پیار سے سمجھا رہی تھیں۔

وہ رات گزر گئی۔صبح اتنی خوف ناک نہ تھی مگر اب اس کا دل پتے کے سرکنے پر بھی ڈرنے لگا تھا۔

"کیا ہوا گلابو! تمہارا رنگ اتنا زرد کیوں پڑ گیا ہے اور تم مجھ سے ٹیوشن بھی نہیں لے رہیں آج کل... کمرہ بند کرکے کیوں بیٹھی رہتی ہو؟" یلماز نے پوچھا تھا۔اس نے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

"میں اسٹڈی پر کونسنٹر کررہی ہوں یلماز! مجھے ڈسٹرب مت کرو۔" وہ کہہ کر وہاں سے ہٹ گئی تھی۔

محبت اتنے خوف کیسے اپنے ساتھ لاسکتی ہے... کیا محبت ایسی ہوتی ہے...؟ ڈری سہمی اور خوف میں دبکی ہوئی! بھلا محبت ایسی کیسے ہوسکتی ہے؟ وہ کتنی بار خود سے پوچھ چکی تھی۔

اس شام وہ مٹھائی کے ڈبے کے ساتھ آگیا تھا۔سب کو کھلانے کے بعد وہ اس کی طرف آیا اور اسے بغور دیکھتے ہوئے بولا۔

"تم مجھ سے ناراض ہو' نا گلابو! میں جانتا ہوں تم بہت خفا ہو اور بدگمان بھی... مگر اس سے تمہارے لیے میری محبت ختم نہیں ہوتی۔ایک دن اسی

حویلی میں دلہا بن کر آؤں گا اور تمہیں ڈولی میں بٹھا کر اپنے ساتھ لے جاؤں گا اور تمہیں تب یقین آئے گا کہ میری محبت جھوٹی نہیں تھی نا میں کوئی غلط آدمی ہوں۔اگر تم شادی کے بعد کی محبت پر یقین رکھتی ہو تو میں وہ ایک ہونا چاہوں گا جس کے ساتھ تم اپنی زندگی گزارو اور وہ محبت دن بدن بڑھے۔ کیا تم مجھے یہ موقع دو گی کہ وہ "ایک" بن سکوں؟" وہ اس کی سمت بغور دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔وہ ساکت سی اس کی سمت دیکھ رہی تھی جب اس نے گلاب جامن اس کے منہ میں ڈال دیا تھا۔

"یہ کس لیے؟" وہ چونکی۔

"میرا ایڈمیشن باہر کی ایک یونیورسٹی میں ہو گیا ہے۔پانچ سال بعد اپنی اسٹڈی کمپلیٹ کر کے لوٹوں گا تو سب سے پہلے تمہاری طرف آؤں گا اور تب تمہارے ابا اور سلو بھائی سے تمہارا ہاتھ مانگوں گا۔" وہ مسکراتا ہوا کہہ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں گلابو نے بغور دیکھا تھا جہاں اسے صرف محبت دکھائی دی تھی۔وہ کتنی دیر اسے جانچنے والی نظروں سے دیکھتی رہی تھی اور وہ مسکرادیا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"کیا اب بھی شک کرو گی گلابو!" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا کہہ رہا تھا۔وہ سمجھ نہیں پائی تھی اسے کیا کہنا چاہیے۔وہ کچھ کہے بنا سر جھکا گئی تھی اور تبھی وہ بولا تھا۔

"تمہارے دل میں اتنے وہم ہیں تو کیا ابھی گھر والوں کو بھیج کر تمہارا ہاتھ مانگ لوں؟" اس کے کہنے پر اس نے چونک کر دیکھا تھا۔"ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟ منگنی یا نکاح؟" وہ یک دم نگاہ جھکانے پر مجبور

ہو گئی تھی۔یہ کیسی باتیں کررہا تھا وہ۔کس طرح مسکرارہا تھا۔پہلی بار اسے بے حد شرم محسوس ہوئی تھی۔"ایسے شرماؤ گی تو مجھے جواب کیسے دو گی گلابو! چلو جلدی سے بتاؤ۔آگے کیا کرنا ہے؟ میرے جانے میں زیادہ دن نہیں ہیں،مگر جانے سے پہلے تمہیں اپنے ساتھ باندھ کر جانا چاہتا ہوں۔" وہ اس کی چھوٹی سی ناک دبا کر بولا تھا اور وہ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔زندگی ایسے پل بھی لے کر آتی ہے...؟ اس کا یقین کرتی یا فیقے کی باتوں کا...؟ اس پل

اسے دنیا کی کوئی اور سچائی یاد نہیں رہی تھی اور باقی تمام سچائیاں، ہیچ لگی تھیں۔یلماز کمال کے لفظوں میں بہت سچائی محسوس ہوئی تھی۔"مسکراؤ اب تمہاری ایک مسکراہٹ دیکھنے کے لیے میں اپنی تمام سانسیں رہن رکھ سکتا ہوں۔" یلماز کمال بولا اور اس نے اس کے لبوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔بے ساختگی میں کیا گیا عمل بعد ازاں اسے شرمندہ کر گیا تھا جب یلماز نے وہی ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔"گلابو! تم میرے لیے بہت قیمتی ہو۔بہت بہت زیادہ اور تمہیں کھونے کے بارے میں، میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا۔ میں آج ہی ممی ڈیڈی سے بات کروں گا۔" وہ بہت یقین سے کہہ رہا تھا اور گلابو کو یقین کرنا پڑا تھا۔

اس دن دل سے ایک بوجھ سرک گیا تھا۔اس نے فیقے کی باتوں کو دوبارہ نہیں سوچا تھا۔دل خوش تھا اور مطمئن بھی اور جب دل اعتبار کر رہا تھا تو وہ کیوں کر اعتبار نہ کرتی...؟ اس شام وہ بہت خوش تھی اور مسکرا رہی تھی۔

اسی شام نمرہ اپنی بہن کی شادی کا دعوت نامہ دینے آئی تھی اور اس سے شرکت کرنے کی تاکید بھی کی تھی۔اس نے وعدہ کرلیا تھا۔جس دن وہ نمرہ

کی بہن کی مایوں میں جانے کے لیے تیار کھڑی تھی تبھی یلماز کمال نے ایک رقعہ لکھ کر ملازمہ کے ہاتھ بھیجا تھا۔

"تمہیں یاد ہے آج کیا دن ہے؟ مجھے باہر ملو۔" یہ کیا پیغام تھا وہ حیران ہو گئی تھی مگر اسے چونکہ یلماز پر اس کی محبت پر اعتبار تھا سو باہر آگئی تھی۔ حویلی کی پچھلی طرف وہ گاڑی لیے کھڑا تھا۔اسے ہاتھ سے پکڑ کر فرنٹ سیٹ پر کھینچ لیا تھا۔

"یہ کیا ہے یلماز! یہ گاڑی کس کی ہے اور مجھے یہاں کیوں بلایا؟" وہ بیٹھتے ہی پوچھنے لگی تھی۔

"سانس تو لو گلابو! دراصل مجھے تمہیں دیکھنے کا دل چاہ رہا تھا اور وہاں حویلی میں تو لگی بندھی روٹین ہے۔تمہیں پڑھاتا ہوں تو چہرہ تک دیکھ نہیں پاتا کیونکہ تم پورا ٹائم اپنی کتاب یا نوٹ بک پر جھکی رہتی ہو۔" گلابو نے اس کے بازو پر ہاتھ کا ایک مکا بنا کر مارا تھا، وہ مسکرادیا تھا۔

"محبت ایسی ہوتی ہے، مجھے یقین نہیں تھا۔عجیب حال کردیا ہے اور تم صورت بھی نہیں دکھاتیں۔میں جب چلا جاؤں گا تو پھر تمہیں پتا چلے گا۔جب دن گن

گن کر میرا انتظار کرو گی اور راہ دیکھو گی اور میں وہاں سے ایک گوری میم لے کر آجاؤں گا۔“ وہ چھیڑ رہا تھا‘ گلابو نے اسے گھورا تھا۔

”پروا نہیں‘ لے آؤ گوری میم!“ وہ شانے اچکا کر بولی۔

”مذاق کررہا تھا یار! تمہارے عشق میں گوڈے گوڈے ڈوبا ہوا ہوں‘ تمہیں لگتا ہے اب کسی اور کے بارے میں سوچ بھی سکتا ہوں؟“ وہ مسکراتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

”وہ پرچی پر کیا لکھا تھا تم نے... آج کیا دن ہے؟“ وہ پوچھنے لگی۔

”آج میرا برتھ ڈے ہے گلابو!“ وہ اطمینان سے بولا۔

”تمہارا برتھ ڈے! اور تم نے مجھے بتایا بھی نہیں... ہیپی برتھ دے۔مینی مینی ہیپی ری ٹرنز!“ وہ مسکراتے ہوئے بولی۔اس نے سر نفی میں ہلایا۔

”ایسے نہیں گلابو! میری برتھ ڈے ہمارے فارم ہاؤس پرہے اور میں تمہیں وہیں لے جانے آیا ہوں۔میرے سارے دوست موجود ہیں اور ممی ڈیڈی بھی آنے کا کہہ رہے تھے۔میں تمہیں ان سے ملوانا چاہتا ہوں۔وہ فارم ہاؤس

یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔میں تمہیں کچھ دیر بعد واپس چھوڑ جاؤں گا۔“ یلماز کمال بولا۔وہ الجھے ہوئے انداز میں اسے دیکھنے لگی تھی۔

”مگر یلماز میں نے گھر میں نہیں بتایا‘ میں نمرہ کی آپا کی مایوں کی تقریب میں شرکت کے لیے نکلی تھی۔گھر میں سب کو یہی پتا ہے کہ میں وہاں گئی ہوں۔مجھے جھوٹ بولنا نہیں اچھا لگتا۔یہ ٹھیک نہیں ہے‘ میں اماں کو بتا کر آتی ہوں۔“ وہ گاڑی سے اترنے لگی۔

”نہیں گلابو! بہت دیر ہوجائے گی۔میں اماں کو فون کرکے بتادوں گا کہ میرے ساتھ ہو اور میں تمہیں کسی مقصد سے لے کر جارہا ہوں۔وہ بُرا نہیں مانیں گے۔“ وہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگی تھی۔”ایسے کیا دیکھ رہی ہو گلابو! مجھ پر اعتبار نہیں؟“ یلماز بولا اور وہ نفی میں سر ہلاتی ہوئی مسکرادی تھی۔

”ایسی بات نہیں یلماز! اچھا ٹھیک ہے مگر زیادہ دیر مت کرنا‘ واپسی میں مجھے نمرہ کی طرف ڈراپ کردینا۔“ وہ آمادہ ہوگئی تھی۔یلماز مسکرادیا تھا۔گلابو نے گاڑی کا دروازہ بند کیا تھا اور سیٹ بیلٹ باندھا تھا۔یلماز نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے اسے بغور دیکھا تھا۔

"تمہیں مجھ سے بہت محبت ہے نا گلابو!" وہ پوچھنے لگا تھا۔

"ایسے کیوں پوچھ رہے ہو؟" وہ جھینپ کر بولی۔

"تمہارے چہرے پر بہت گلال ہے۔یہ چمک، یہ رونق محبت سے ہی ہو سکتی ہے۔میری محبت تمہارے چہرے پر ہے گلابو! تم بہت اچھی لگ رہی ہو۔ممی ڈیڈی تمہیں دیکھتے ہی پسند کرلیں گے، مجھے یقین ہے انہیں اپنی بہو بہت پسند آئے گی۔" یلماز نے کہا اور وہ شرماتے ہوئے چہرے کا رخ پھیر گئی تھی۔ چہرے پر بہت خوب صورت مسکراہٹ تھی۔کتنی خوشی دیتی ہے محبت!

اس برتھ ڈے پارٹی میں سب سے مل کر وہ یلماز کی سچائی کی اور بھی قائل ہوگئی تھی۔اس کے ممی ڈیڈی بہت پیار سے ملے تھے، اسے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا تھا، اس تقریب میں اس کی اہمیت تھی کیونکہ وہ یلماز

کا ہاتھ تھامے کھڑی تھی، کیک کٹتے ہی اس نے کہا تھا۔

"یلماز! تقریب تو شاید دیر تک چلے، پلیز! مجھے ڈراپ کروادو۔وقت زیادہ ہورہا ہے، اماں پریشان ہورہی ہوں گی اور نمرہ کی بہن کی مایوں...!"

"ششش!" یلماز نے اس کے لبوں پر انگلی رکھ دی تھی۔"آج کوئی فکر نہیں، کوئی پریشانی نہیں۔بے فکر ہوجاؤ، تم میرے ساتھ ہو اپنی سسرال میں... آج کے دن تو دل کو اطمینان سے رہنے دو اور دماغ کو بریک دے دو۔میں ہوں نا! تمہیں گھر پہنچادوں گا۔" وہ اسے بے فکر رکھنے کو مسکرایا تھا۔

"تم نے اماں کو فون کرکے نہیں بتایا؟" وہ چونکی تھی۔

"اوہ گاڈ! مجھے دھیان نہیں رہا،یہاں آتے ہی بزی ہوگیا تھا، اچھا میں فون کرکے مطلع کرتا ہوں۔" اس نے کہہ کر فون ملایا تھا۔"اوہ! نمبر انگیجڈ ہے شاید وہ لوگ سلو بھائی سے امریکا میں بات کررہے ہیں۔اچھا میں تھوڑی دیر بعد فون کرکے بتادیتا ہوں، تم فکر مت کرو۔" یلماز کمال نے کہا تھا۔

"آؤ تمہیں ایک جگہ دکھاؤں، میں اکثر جب یہاں آتا ہوں تو وہاں سے کھڑے ہوکر اطراف کو دیکھتا ہوں، بہت دلکش دکھائی دیتا ہے سب... میں چاہتا ہوں تم سب وہ میری نظروں سے دیکھو۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر سیڑھیاں چڑھنے لگا تھا۔وہ اس کے ساتھ کھنچی چلی گئی تھی۔

"یلماز... سنو تو...!" وہ دیر ہونے پر پریشان ہو رہی تھی' بار بار گھڑی دیکھ رہی تھی' اسی بے دھیانی میں وہ اس ستون سے ٹکرائی تھی۔ سر پر شدید ضرب کے احساس نے ایک لمحے میں آنکھوں کے سامنے تارے جگمگا دیئے تھے۔ شدید درد کا احساس ہوا تھا اور اس سے آگے اسے کچھ یاد رہا تھا نا ہوش!

آنکھ کھلی تو جانے کتنے پہر بیت چکے تھے۔ کھڑکی سے روشنی چھن کر آ رہی تھی۔ اس نے یک دم اٹھ کر اطراف کو دیکھا تھا۔ وہ کمرے میں تنہا تھی۔

"اوہ خدایا! پوری رات گزر گئی تھی؟" وہ دنگ رہ گئی تھی۔ اپنی پیشانی پر لگی چوٹ پر اب بھی شدید درد محسوس ہو رہا تھا جہاں شاید یلماز نے کوئی پٹی باندھ دی تھی۔ "یلماز...!" اس نے الجھ کر پکارا تھا۔ تبھی دروازہ کھول کر کوئی اندر داخل ہوا تھا۔ گلابو نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تھا' وہاں فیقا کھڑا تھا۔

"تم...!" وہ چونکی تھی۔

"تمہیں کہا تھا گلابو! محتاط رہنا' تم نے سنا نہیں نا!" وہ شکوہ کناں نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ الجھ گئی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"تم...! تم یہاں کیسے؟ اور یلماز کہاں ہے,? میں تو اس کے ساتھ اس کی برتھ ڈے پارٹی میں شرکت کے لیے گئی تھی اور...!" فیقا پر افسوس نظروں سے اسے دیکھنے لگا تھا پھر بولا۔

"تمہیں بتایا تھا گلابو! وہ اچھا آدمی نہیں ہے۔ وہ تمہیں ایک غلط جگہ لے گیا تھا' وہ پارٹی اس کی برتھ ڈے پارٹی نہیں تھی۔ وہ اس کی معمول کی ایک پارٹی تھی۔ جس میں اس کے ممی ڈیڈی نے شرکت نہیں کی تھی۔ وہ کوئی اور تھے جنہیں اس نے تم سے ملوایا۔ میں زیادہ تو نہیں جانتا مگر مجھے خبر دیر سے ہوئی۔ میں وہاں تب پہنچا جب کچھ دیر ہو چکی تھی مگر میں تمہیں اس وقت گھر واپس لے کر نہیں جاسکتا تھا۔ اس لڑکے کا مزاج ایسا ہی ہے۔ وہ ایسی پارٹیاں ارینج کرنے کا عادی ہے۔ اسے نت نئی لڑکیوں کا شوق ہے۔ ایک بگڑا ہوا لڑکا ہے وہ... اور تمہیں اس نے اپنے جال میں بہت خوبی سے پھانسا... میں بھائی جی سے نگاہ ملانے کے قابل نہیں ہوں۔ انہیں بھائی کہتا تھا میں' میں تمہیں بچا کر نہیں رکھ سکا۔ اگر مجھے اس فارم ہاؤس پر پہنچنے میں دیر نہ ہو گئی ہوتی تو..."

"اوہ خدا یہ کیا ہو گیا تھا؟" اس کی آنکھیں دھندلانے لگی تھیں۔"میں ابا سے ملنا چاہتی ہوں، مجھے گھر جانا ہے۔" وہ بھرائی آواز میں بولی تھی۔

"وہاں جو لوگ تھے وہ کہاں گئے، جب آپ وہاں پہنچے تھے تو وہاں کون تھا؟" وہ پوچھنے لگی تھی۔

"وہاں کوئی نہیں تھا گلابو! اس فارم ہاؤس پر تُو اکیلی تھی اور بے ہوش پڑی ہوئی تھی تب میں تجھے گاڑی میں ڈال کر یہاں لے آیا تھا۔اس وقت اگر تجھے حویلی لے جاتا تو کہرام مچ جاتا۔چل میں سب سے کہہ دوں گا کہ تو نمرہ کے گھر رک گئی تھی تبھی میں چھوڑنے آگیا۔" فیقا ابا کا وفا دار تھا، وہ ابا کو اپنا بڑا بھائی کہتا تھا اور سمجھتا بھی تھا۔آج اس نے اس کی عزت کا مان رکھا تھا۔وہ حیران تھی، یہ زخم صرف پیشانی پر نہیں اس کی روح پر لگا تھا۔وہ فیقا کے ساتھ گاڑی میں بیٹھی تھی۔جب وہ حویلی کے لیے نکلی تھی تو آنسو آنکھوں سے بہتے جارہے تھے۔کس کس بات کا ملال کرتی وہ... کتنا بڑا دھوکا کھایا تھا اس نے... محبت اتنی دھوکے باز بھی ہوسکتی تھی... اس نے کیسے اسے شیشے میں

اتارا تھا، کیسے خواب دکھائے تھے۔کیسے یقین دلایا تھا اور اس نے اعتبار کرلیا تھا۔کیسی میٹھی چھری سے مارا تھا اس نے اسے...

محبت ایسی کیسے ہوسکتی تھی؟

وہ کہیں بھاگ چکا تھا، اسے خواب دکھا کر اور اس کے نام اندھیرے لکھ کر... اسے راہوں میں تنہا چھوڑ کر... یہ محبت تھی؟ وہ وعدے، وفا نہیں ہوئے تھے۔وہ سارے عہد ادھورے رہ گئے تھے۔موسم کی طرح بدل گیا تھا۔ کیا وہ خواب تھا... اور وہ ایسی بے وقوف کیسے ہوسکتی تھی؟
اگر وہ اس پر ہنس رہا ہوگا تو وہ اسی لائق تھی۔جس طرح اس نے آنکھیں بند کرکے اس پر اعتبار کیا تھا، اس کا یہی انجام ہونا چاہیے تھا۔وہ گھر جا کر بتائے گی تو کون اس کا یقین کرے گا... اگر کر بھی لیں گے تو کیا انہیں دھچکا نہیں لگے گا؟

کتنا اعتبار کیا تھا سب نے اس پر... اس نے تو سب کو دھوکا دیا تھا۔سلو بھائی کے دوست کا بھائی تھا وہ... اس نے تو سلو بھائی کو بھی دھوکا دیا تھا، اماں کتنا پیار کرتی تھیں اسے، کتنا خیال رکھتی تھیں اس کا۔اس نے کیسا صلہ

دیا تھا سب کو ان کی محبت کا... اس نے تو کسی کا کوئی خیال نہیں کیا۔رات کی تاریکی میں منہ چھپا کر کہیں بھاگ گیا اور...

فیقے نے گاڑی حویلی کے سامنے روکی تھی جہاں وہ اسے ابا کے ساتھ کھڑا دکھائی دیا تھا۔وہ دنگ رہ گئی تھی اور فیقے کی طرف دیکھا تھا، فیقا بھی اسے وہاں دیکھ کر حیران تھا۔

"مجھے لگتا ہے یہ بہت بڑا کھیل کھیل رہا ہے گلابو! تجھے محتاط رہنا ہوگا۔اگر یہ یہاں موجود ہے تو اس کا مطلب ہے یہ کوئی بڑا پلان اپنے دماغ میں رکھتا ہے اور اس پر عمل کررہا ہے۔تُو فکر مت کر، میں دیکھتا ہوں۔بھائی جی ضرور میری بات پر یقین کریں گے۔"

"چاچا! مجھے ابا کے ارادے اچھے نہیں لگ رہے، وہ بہت غصے میں دکھائی دے رہے ہیں۔آپ پہلے مجھے گاڑی سے اترنے دیں، میں ابا کو اس لڑکے کا

اصل چہرہ دکھاؤں گی، انہیں مجھ پر اعتبار کرنا ہوگا۔" وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر نکلی تھی مگر فیقے کو ابا کے آدمیوں نے گھیرے میں لے لیا تھا اور اسے مارنے لگے تھے۔

"ابا! کیا کررہے ہو، چاچا کو کیوں مار رہے ہو؟ اس نے آپ کی بیٹی کو بچایا ہے اس درندے سے... آپ کو کوئی خیال نہیں... وہ آپ کا محسن ہے۔ابا! فیقا چاچا کی بات تو سنو، وہ مجھے وہاں سے لے کر آئے ہیں جہاں یہ مجھے چھوڑ آیا تھا۔ابا میری بات تو سنو!" وہ چیخ رہی تھی۔حلق سے آواز پتا نہیں نکل رہی تھی کہ نہیں۔ابا کے بندے فیقے کو پیٹ رہے تھے، فیقا چیخ رہا تھا، درد سے کراہ رہا تھا، مگر کوئی سن نہیں رہا تھا اس کی۔گلابو نے نگاہ اٹھا کر سامنے کھڑے یلماز کمال کو دیکھا تھا جو اس کی سمت اطمینان سے دیکھتے ہوئے مسکرایا تھا۔

"میں تمہیں دلہن بنا کر اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا گلابو! مگر تم تو فیقے کے ساتھ... اوہ! مجھے تو سوچ کر ہی شرم آرہی ہے، تم اتنی گری ہوئی حرکت

کیسے کرسکتی ہو؟" اسے ملامت کررہا تھا' وہ اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔یہ شخص کتنے چہرے رکھتا تھا۔

"اماں! میرا یقین کرو' مجھے یہ لے کر گیا تھا' اس کی برتھ ڈے پارٹی تھی' اس نے کہا تھا یہ آپ کو فون کرکے بتادے گا اور..."

"مگر یہ تو کہیں نہیں گیا گلابو! یہ تو یہیں تھا آوٹ ہاؤس میں... صبح اسے میں نے خود جاکر جگایا تھا اور تجھے تلاش کرنے کو کہا تھا۔نمرہ کی بہن کی تقریب سے کہاں غائب ہوگئی تھی تُو؟" اماں نے کہا تھا اور اس کی عقل دنگ رہ گئی تھی۔کوئی اتنا بڑا جال کیسے بُن سکتا تھا؟ اتنا بڑا کھیل کیسے کھیل سکتا تھا؟ وہ حیران تھی' بہت حیران!

"اماں پلیز! میرا یقین کرو' یہ لڑکا اچھا انسان نہیں ہے' فیقا چاچا نے بچایا مجھے' وہ وہاں سے لے کر آئے مجھے' وہ محسن ہیں اس خاندان کے... انہیں بچاؤ پلیز! ابا اسے جان سے ماردیں گے۔" وہ چیخ رہی تھی' رو رہی تھی۔کوئی اس کی سُن کیوں نہیں رہا تھا۔

"جان سے تو وہ تجھے بھی ماردیں گے گلابو! کتنا گرا ہوا کام کیا تُو نے... اس نیچ کے ساتھ چلی گئی؟ بے اوقات کے ساتھ... تجھے کوئی اور نہ ملا؟ اس فیقا کی کیا اوقات ہے؟ تیرے ابا نے اسے بھائی سمجھا اور اس نے پیٹھ میں چھرا گھونپا! یہ ہوتی ہے رشتے داری... یہ ہوتی ہے انسانیت... کیسا گرا ہوا کام کیا اس نے' بھتیجی لگتی تھی تُو اس کی رشتے میں... اسے شرم بھی نہ آئی؟ وہ تو اچھا ہوا یلماز نے پتا کرکے ڈھونڈ نکالا اسے ورنہ یہ تو تجھے لے کر نکل جاتا۔" یہ اماں ابا کو کیا داستان سنائی گئی تھی؟ فیقے نے ٹھیک کہا تھا' اسے محتاط رہنا چاہیے تھا۔اس کے لیے بہت بڑی سازش بنی گئی تھی اور وہ اس میں پھنستی چلی گئی تھی۔اماں کے ساتھ وہ کھڑا اطمینان سے اسے دیکھ رہا تھا۔وہ جو اس سب کا باعث تھا وہ اس گھر میں کھڑا تھا۔اس نے اسے سب کی نظروں میں گرا دیا تھا مگر خود سر اٹھائے اس کے پیاروں کے ساتھ کھڑا تھا۔سب اس کی سن رہے تھے' اس کی مان رہے تھے اور کوئی اس کی نہیں سن رہا تھا۔ وہ ابا کے قدموں میں لپٹی چیخ رہی تھی۔

"ابا پلیز! فیقا چاچا کو مت مارو' انہوں نے کچھ نہیں کیا' انہوں نے مجھے بچایا ہے' میری عزت بچائی ہے۔انہوں نے بھائی ہونے کا فرض نبھایا ہے' آپ ان کے ساتھ ایسا کیسے کرسکتے ہیں؟ پلیز فیقے کو چھوڑ دیں۔ایک رشتے کو داغدار مت کریں۔ابا! خدا کے لیے فیقے کو چھوڑ دو' اس نے میری عزت بچائی' اس نے مجھے بچایا۔اس نے آپ کی بیٹی کو بچایا۔" کتنی دیر وہ چیختی رہی تھی مگر کوئی نہیں سن رہا تھا اس کی اور وہ روتے روتے چیختے ہوئے بے حال ہو کر گر گئی تھی۔فیقے کے ساتھ ابا کے آدمیوں نے کیا کیا تھا' وہ جان نہیں پائی تھی۔اس کی کسی نے نہیں سنی تھی۔نا اماں نے' نا ابا نے۔

"تم نے اس گھر کی عزت کو مٹی میں ملادیا گلابو! تمہیں گولی مار دینے کو دل کرتا ہے۔تم نے نہ اپنی عزت کا مان رکھا نا اس خاندان کی۔تیرے ساتھ کیا سلوک کروں؟" اس کے ہوش میں آنے پر ابا اسے سرخ آنکھوں سے گھورتے ہوئے غصے سے کہہ رہے تھے۔اس نے ابا کا یہ انداز کبھی نہیں دیکھا تھا۔وہ نرمی کہیں غائب تھی۔وہ پیار کہیں نہیں تھا' وہ لہجے کی حلاوت سرے سے نا پید تھی' وہ محبت کہیں نہیں تھی۔جیسے وہاں اس کے ابا نہیں کوئی اور

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کھڑا ہو۔رشتے اپنا مفہوم بدل چکے تھے' اژدھے نے اپنا منہ کھول دیا تھا اور اسے نگل لیا تھا۔وہ بلندیوں سے گر گئی تھی اور سب کی نظروں میں بھی... اور جو اس سب کی وجہ تھا' اسے وہ اپنے پہلو میں بٹھائے بیٹھے تھے۔اس کا دل چاہا تھا اس شخص کا منہ نوچ لے' وہ اٹھی تھی' اس پر جھپٹی تھی' مگر ابا نے اسے تھام لیا تھا۔

"اس پر اپنا غصہ مت نکال گلابو! اس نے سب بتا کر ہمارے ہمدرد محسن اور نمک حلال ہونے کا ثبوت دیا ہے۔یہ اتنے دنوں یہاں رہا' اس نے اس گھر کی عزت کی حفاظت کی' یہ غلط نہیں ہوسکتا۔فیقے نے ہمارا اعتبار توڑا۔ہمیں نہیں پتا تھا' وہ یوں پیٹھ میں چھرا گھونپے گا۔" ابا اس کی اب بھی نہیں سن رہے تھے اور وہ ایسے میں کیا کہتی... نا اماں اس کی طرف تھیں نا ابا! سلو بھائی وہاں ہوتے تو اس کی سنتے... مگر وہ یہاں نہیں تھے۔اُف خدایا! وہ کہاں پھنس گئی تھی۔

"اماں! میرا یہاں رہنے کا کوئی مقصد نہیں رہا۔اتنی بے عزتی کے بعد میں یہاں نہیں رہ سکتا۔میں گھر واپس جارہا ہوں۔" یلماز کمال ابا اور اماں سے مل کر وہاں سے اپنا سامان لے کر نکل رہا تھا۔

اوہ خدا! کوئی اس کی کیوں نہیں سن رہا تھا؟ وہ اس کا قاتل! اس کے سامنے اس کے اپنوں سے گلے مل رہا تھا مگرکوئی اس کی سن ہی نہیں رہا تھا۔

" اپنا خیال رکھنا گلابو! چلتا ہوں۔" وہ وہاں سے چلا گیا تھا' اسے اندھیروں میں دھکیل کر... اسے بلندی سے گرا کر... وہ وہاں سے کتنے آرام سے جارہا تھا۔

"ابا! آپ میری بات سنیں۔" وہ آنسوؤں کے ساتھ بولی۔

"سلو کی ماں! کہہ دو اسے میری نظروں کے سامنے سے چلی جائے۔مجھے خود پر کنٹرول نہیں رہے گا' گولی مار دوں گا میں اسے... یا خود کو گولی مار لوں گا۔" ابا سختی سے بولے تو اماں اسے پکڑ کر ایک کونے میں لے آئیں۔

"میری بوا کے پاس چلی جاؤ کچھ دنوں کے لیے... تمہارے ابا کا غصہ جیسے ہی ٹھنڈا ہوگا ہم تمہیں گھر واپس لے آئیں گے۔اس وقت وہ بہت غصے میں ہیں' کچھ کر نہ بیٹھیں۔" اماں نے سمجھایا۔وہ نا سمجھ تھی' کم عمر تھی' نادان تھی۔کسی پر اندھا اعتبار کرنے کی غلطی ہوئی تھی اس سے... مگر اس کی سزا کڑی تھی۔اسے گھر سے نکال دیا گیا تھا۔کیا وہ ان کے جسم کا ناسور تھی؟ اور اس بچارے فیقے کی کیا غلطی تھی' وہ جو اسے بھتیجی سمجھتا تھا... سزا ان دونوں نے بھگتی تھی اور دونوں قصور وار نہیں تھے۔فیقا کو تو شاید مار پیٹ کر کے چھوڑ دیا گیا ہوگا مگر اسے جلا وطن کردیا گیا تھا۔اس کے اپنوں نے اس کی نہیں سنی تھی۔سنی اس کی تھی جو اس کا قاتل تھا۔اس کا چیخنا بے کار گیا تھا۔رونا کام نہیں آیا تھا۔اس کے روح کے زخم کسی کو دکھائی نہیں دیئے تھے۔کوئی سازش کسی کو دکھائی نہیں دی تھی۔سب کو وہ مجرم دکھائی دی تھی۔وہ اس دہلیز سے پاؤں باہر نکالتے ہوئے رو رہی تھی۔کتنی عمر تھی اس کی... صرف سترہ برس! اس نادان عمر کی خطائیں کیا معافی کے قابل نہیں ہوتیں اور کیا

خطا تھی اس کی... صرف یہ کہ اس نے کسی پر اعتبار کیا تھا اور محبت کی تھی؟ محبت ایسی ہو سکتی تھی۔اتنی پست... اتنی بے حس... اتنی چالباز اور مکار...

محبت ایسی کیسے ہو سکتی تھی اور اس کے اپنوں کی محبت...؟ وہ کیسے بدل گئی تھی۔کیا انہیں دکھائی نہیں دی تھی، وہ سچائی اس کی آنکھوں میں، اس کے چہرے پر... ابا اتنے بے حس کیسے ہوگئے تھے اور اماں نے تو اس کی سنی ہی نہیں تھی۔ماں جو دعویٰ کرتی ہے کہ وہ بچے کی من کی بات سمجھ سکتی ہے تو اس کی ماں نے اس کی وہ من کی سمجھنے کی بھی کوشش نہیں کی تھی۔

گلابو وہ دہلیز پار کر آئی تھی۔اس کے بعد اسے کوئی لینے نہیں آیا تھا، اماں نے اپنے لفظ نہیں نباہے تھے، وہ اسے ابا کا غصہ ٹھنڈا ہونے پر لینے نہیں آئی تھیں یا پھر ابا کا غصہ ٹھنڈا ہی نا ہوا تھا۔وہ اب بھی سوچتے تھے وہ فیقے کے ساتھ بھاگ گئی تھی اور ان کے خاندان کی عزت کا پاس نہیں کیا تھا اور وہ بتا ہی نہیں پائی تھی کہ سچائی کیا تھی اور کوئی اسے سن بھی نہیں رہا تھا۔کوئی سننے پر مائل نہیں تھا۔کسی کو یہ جاننے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی تھی کہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کوئی سازش ہوئی اور جال کسی نے بنا یا پھر گلابو کی کوئی غلطی نہیں اور اسے سکیپ گوٹ بنایا گیا تھا اور ساری غلطی اس کی مانی گئی تھی یا پھر بے چارے اس فیقے کی۔جو اسے اپنی بھتیجی ماننے کا دعویٰ دار تھا اور جس نے ثابت بھی کیا تھا۔جس نے چپ چاپ بڑے بھائی سے مار کھائی تھی، درد سہا تھا اور ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا کیونکہ معاملہ اس کی بھتیجی کی عزت کا تھا۔

گلابو بوا کے پاس کچھ مہینوں تک رہی تھی۔زندگی سے دور، اپنے کمرے میں قید۔اس دوران وہ بہت روئی تھی۔سب سے دور رہنے کا تصور اس کی زندگی میں نہیں تھا، مگر وہ ان سے دور اور ان کے بغیر جی رہی تھی اور پھر اس نے جینا سیکھ لیا تھا۔آنسو سوکھ گئے تھے پھر آنکھوں سے بہاؤ کا عمل رک گیا تھا اور اب وہ آنسو دل پر گر رہے تھے، جو دکھائی نہیں دے رہے تھے۔وہ بوا کے پاس سے کراچی آگئی تھی اور ہاسٹل میں رہنے لگی تھی۔

کیا اسے اب بھی یلماز کمال سے محبت تھی؟

اس کا دل اس معاملے میں انکاری تھا۔اس نے جس کیمپس میں ایڈمیشن لیا تھا وہ نہیں جانتی تھی وہ بھی وہیں ہوگا مگر وقت نے ایک بار پھر اسے اس کا

سامنا کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ محبت اب باقی نہیں رہی تھی، اس کے اندر صرف غبار تھا۔ غصہ تھا اور وہ گہری نفرت اپنے اندر محسوس کر رہی تھی۔ محبت پر یقین کرنا اب اس کے لیے ممکن نہیں رہا تھا، وہ کل کی گلابو وقت کے ساتھ آگے بڑھ رہی تھی مگر اب کچھ محتاط ہو گئی تھی۔

...☆☆☆...

"تم نے اتنا درد تنہا کیسے سہا پارسا!" عدن بیگ نے ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

"تم نے کہا، تم بہادر نہیں مگر تم میری نظر سے دیکھو تو تم بہت بہادر لڑکی ہو۔ تم نے تمام مظالم کو تنہا سہا ہے۔ میں تم سے صرف محبت کرتا تھا مگر اب یہ احساس اس محبت سے بہت آگے کا ہے۔ میں تمہاری عزت پہلے بھی کرتا تھا مگر اب تمہیں بہت بلندی پر کھڑا محسوس کرتا ہوں، تم کسی بلندی سے گری نہیں ہو، میری نگاہ میں تم بہت اوپر، بہت بلندی پر کھڑی ہو۔" عدن بیگ نے کہتے ہوئے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا تھا۔ پارسا کی نگاہ اس پر اٹھی تھی۔ آنکھوں سے دو نمکین پانی کے قطرے ٹوٹے تھے اور رخساروں پر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بہہ گئے تھے۔ عدن بیگ نے ہاتھ بڑھا کر بہت آہستگی سے ان آنسوؤں کو چن لیا تھا۔ "میں تمہیں کھوکھلے لفظ نہیں دینا چاہتا پارسا! مگر میں تمہارے ساتھ کھڑا ہوں۔ تم تنہا نہیں ہو، اگر تم مجھے اچھا سمجھتی ہو تو میں تمہارا اعتماد بحال ہونے تک تمہارا دوست بن کر رہوں گا۔ میں ابا سے بات کروں گا، اماں سے کہوں گا کہ وہ اپنی گلابو کو اور سزائیں نہ دیں۔" وہ مدھم لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"عدن بیگ! ہم اپنے محاذ پر تنہا خود آپ لڑتے ہیں۔ اس میں کسی کی مدد قبول نہیں کی جاسکتی۔ تم ابا کو نہیں جانتے، وہ مجھ سے بہت محبت کرتے تھے۔ انہیں اعتبار تھا میں ان کی عزت کبھی اس طرح خراب نہیں کروں گی۔ قصور ان کا نہیں ہے ان کے سامنے فیقے کو اس طرح پیش کیا گیا کہ انہیں قصور وار میں ہی لگی۔ میں انہیں یا ان کی نفرت کو قصوروار نہیں مانتی۔ اس کے لیے قصور وار کوئی اور ہے۔" وہ مدھم لہجے میں کہہ رہی تھی۔ اس کی پلکیں آنسوؤں سے بوجھل ہو رہی تھیں۔ عدن بیگ نے اسے بغور دیکھا تھا۔

"تم رونا چاہتی ہو۔" وہ آنکھیں جھکائے بیٹھی رہی تھی۔کچھ نہیں بولی تھی اور تب اس نے اپنا کندھا پیش کردیا تھا۔پارسا جیسے بہت تھک چکی تھی اور صبر کرتے کرتے بھی بند ٹوٹ گیا تھا۔اس نے اس کے شانے پر سر رکھا اور اپنے اندر کا وہ سارا درد بہادیا تھا۔وہ سات برس کا سارا کرب اس کے شانے پر منتقل کردیا تھا' وہ رو رہی تھی۔اپنے اندر کے اس غبار کو باہر نکال رہی تھی اور عدن بیگ اس کا سر آہستگی سے تھپک رہا تھا۔

...☆☆☆...

وہ بہت خاموشی سے کھڑی تھیں جب انائیا ملک نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

"سب ٹھیک ہے ممی! ان کی حالت اب بہتر ہے' ڈاکٹر نے بتایا ہے انہوں نے کیور کرنے کی کوشش کی ہے۔ڈیڈی بہتر ہیں' وہ جلد ٹھیک ہوجائیں گے اور ہم مل کر اپنی زندگی کا آغاز کریں گے۔ایک مکمل فیملی کے ساتھ...

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جس میں آپ ہوں گی' میں اور ڈیڈی ہوں گے اور..." زائرہ ملک نے اسے دیکھا۔

"انائیا! میں نہیں جانتی یہ کیا ہورہا ہے؟ جہانگیر ملک کس چیز کی سزا بھگت رہا ہے' کس بات کی سزا دی اس نے خود کو... ساری عمر ہم سے دور رہے اور اب آئے بھی ہیں تو ہمارے ساتھ نہیں... کس کی بددعائیں ہمارا پیچھا کررہی ہیں... یہ کیسی سزا ہے؟"

وہ جانتی تھی یہ کس بات کی سزا ہے اور کس باعث ہے۔اس نے وہ آدھی بات جانی تھی۔پوری جاننے کی خواہش رکھتی تھی مگر اسے موقع ہی نہیں ملا تھا کہ وہ باقی کی ڈائری پڑھ کر جان سکے۔وہ ایک بات تو جان گئی تھی کہ اسے تختۂ مشق بنایا گیا تھا اور یہ فقط اس باعث تھا کیونکہ ماضی کا کوئی حساب نکلتا تھا جسے بے باق کرنے کے لیے اسے دانستہ نشانہ بنایا گیا تھا مگر آگے کی کہانی کیا تھی' وہ جاننا چاہتی تھی۔

"ممی! ڈیڈی ٹھیک ہوجائیں گے' کبھی کبھی بہت سی سزائیں جرم نہ کرنے پر ملتی ہیں۔ضروری نہیں ڈیڈی نے کوئی جرم کیا ہو یا گناہ کیا ہو۔میں ڈیڈی کی

سچوئشن اب سمجھ سکتی ہوں۔میرے اندر اس رشتے کے لیے کوئی احساس نہیں تھا کیونکہ میں نے اس رشتے کو جانا یا برتا نہیں تھا مگر اب میں اس شخص کے لیے اپنے اندر ایک احساس رکھتی ہوں۔یہ خون کا رشتہ ہے۔جس کا احساس ہر رشتے سے زیادہ مضبوط ہے۔مجھے ڈیڈی سے ہمدردی ہے' میں جانتی ہوں اس کی کوئی وجہ ضرور رہی ہوگی جو انہوں نے خود کو ہم سے دور کرلیا۔ پہلے میں انہیں قصور وار سمجھتی تھی۔انہیں اندر ہی اندر الزام دیتی تھی مگر اب نہیں... اب میں ان کے خلاف نہیں رہی۔" وہ جانتی تھی وہ کس ضمن میں بات کررہی تھی۔اب جب اس نے ناکردہ کی سزا کاٹی تھی تو وہ سمجھ سکتی تھی ڈیڈی نے کیسا درد محسوس کیا ہوگا۔"اب میں اس درد کو محسوس کرسکتی ہوں۔" وہ دھیمے لہجے میں بولی تھی۔کوئی خود کلامی تھی یہ جیسے... "آپ بیٹھیں ممی! میں کینٹین سے آپ کے لیے کچھ جوس وغیرہ لے کر آتی ہوں۔" ماں کی نڈھال سی حالت دیکھ کر وہ بولی تھی۔وہ کل شام تک خود کو بہت کمزور سمجھ رہی تھی مگر آج جیسے اس کے اندر بہت توانائی سی محسوس ہورہی تھی شاید ہم اپنوں کو تکلیف میں دیکھ کر خود کی تکلیف بھول جاتے ہیں۔وہ بھی

اپنی تکلیف بھول گئی تھی۔ممی کو اس وقت اس کی ضرورت تھی اور اسے ان کا سہارا بننا تھا اور طاقت بھی۔تبھی اس نے کوئی بات زائرہ ملک سے شیئر نہیں کی تھی۔وہ انہیں مزید کمزور نہیں کرنا چاہتی تھی۔

...☆☆☆...

دل نے طے کرلیا کہ اب
نہیں جانا ہے پیچھے خوابوں کے
تتلیوں کا تعاقب بھی نہیں کرنا
نہیں جانا پیچھے کواڑوں کے
نہ پچھلے دن شمار ہیں کرنا
تو پھر اک بے کلی سی کیوں ہے اب
تو پھر یہ ملال سا ہے کس بات کا
پھر تو طے کرلیا ہے کہ تجھے یاد بھی نہیں کرنا
گزرے پلوں کو اب شمار بھی نہیں کرنا
کسی بھید کی چپ کے معنی

نہیں کھوجنے بیتے زمانے

تو پھر اضطراب مسلسل ہے جاں میں کیوں

تو پھر یہ دل کے دھڑکنے کا ہے اسباب بھی کیوں؟

جو ٹھان لی ہے اب راہ بدل لینا ہے

ملنا ہے نہ بات کرنا ہے نہ ساتھ چلنا ہے

تو پھر یہ اضطراب سا ہے میرے اندر کیوں

تو پھر یہ جنوں سا ہے کیوں پیروں میں لپٹا

مجھے خبر ہے میں سارے باب سمیٹ آیا ہوں

اک پھانس سی دل میں جو تھی نکال آیا ہوں

تو پھر یہ احساس زیاں سا ہے کیوں؟

تو پھر یہ ملال سا جسم وجاں میں ہے کیوں

یہ کس بات کا جنوں ہے جو تھمتا نہیں

یہ کس خیال کا فسوں ہے جاں میں

میں کیسے دور رہوں

کیسے بات بھی نہ کروں

اب کیسے دور رہوں

کیسے بات بھی نہ کروں

”معارج ! تم وہاں اندھیرے میں کیوں کھڑے ہو؟“ ممی کی آواز پر اس نے ان کو پلٹ کر دیکھا۔

”کچھ نہیں ممی! یونہی...!“ اس نے بات بنائی تھی۔”سردیوں میں ٹہلنا اچھا لگتا ہے نا! میں اس سکون کو اپنے اندر محسوس کررہا تھا۔“ معارج تغلق نے کہا۔ ممی نے اسے جانچتی نظروں سے دیکھا تھا۔

”اس سکون کو یا سکوت کو... یہ کس بات کا پچھتاوا ہے تمہیں... تم سو کیوں نہیں رہے...؟“ ممی نے پوچھا تھا۔

"نہیں، میں سو گیا تھا پھر آنکھ یک دم کھل گئی تو میں اٹھ گیا۔اچھا میں اپنے کمرے میں جاتا ہوں، آپ بھی سو جائیں۔" وہ کہہ کر اپنے کمرے کی طرف چلا آیا۔

ممی اسے جانچتی نظروں سے دیکھتی رہی۔

...☆☆☆...

"تمہیں کیا لگتا ہے انابیتا بیگ! ہم میں کتنی چیزیں یکساں ہیں اور ہم کتنے اچھے جیون ساتھی بن سکتے ہیں؟" حیدر مرتضیٰ نے کہا تھا۔وہ خاموشی سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"میں تم سے اس دن کے لیے معذرت کرنا چاہتا تھا۔آئی ایم سوری! اگر میں نے کسی طرح سے تمہارا دل دکھایا، میں صاف بات کرنے کا عادی ہوں اور یہاں آنے اور تم سے ملنے کا مقصد یہی ہے کہ ہم ایک دوسرے کو اچھی طرح جان لیں۔بات کرنے سے ہی بات بنتی ہے، تم مجھے جان رہی ہو اور میں تمہیں جان رہا ہوں، یہی طریقہ ہوتا ہے۔میں جانتا ہوں تم اچھی لڑکی ہو اگر

تمہارا کوئی ماضی ہے تو تمہیں اسے مجھ سے شیئر کرنا چاہیے۔" وہ ملائمت سے بول رہا تھا۔

"بات کرنے کا سلیقہ ہوتا ہے حیدر مرتضیٰ! میں اس طریقے کو پسند نہیں کرتی جسے تم صاف گوئی کہتے ہو اگر میرا کوئی ماضی ہے بھی تو اس سے تمہیں کوئی دلچسپی نہیں ہونی چاہیے۔کسی کو زندگی میں لینے کا مطلب ہے آپ اسے عزت دیں پورے دل سے... وہ رشتہ بن پاتا ہے۔مجھے تمہاری ماضی کی کوئی پروا نہیں ہے تمہارا کوئی ماضی ہے بھی تو مجھے اس سے سروکار اس لیے نہیں کیونکہ مجھے تمہارا مستقبل بننا ہے اور زمانۂ حال ساتھ بسر کرنا ہے، ماضی نہیں..." وہ مدہم لہجے میں بولی تو حیدر مرتضیٰ مسکرادیا۔

"تم بہت متاثر کرتی ہو جب بات کرتی ہو، میری سوچوں سے بڑھ کر بولتی ہو اور یہی بات مجھے اب تک اچھی لگ رہی ہے، تم بہت ذہین لڑکی ہو اور مجھے ذہین لوگ پسند ہیں۔" وہ مسکرایا، مگر انابیتا بیگ مسکرا نہیں سکی تھی۔اسے وہ اچھا لگا تھا... بہت اچھا لگا تھا... یا بالکل اچھا نہیں لگا تھا؟ وہ سمجھ نہیں پائی

تھی مگر وہ اتنا جانتی تھی کہ اسے شادی کرنا تھی اور وہاں سے موو کرنا تھا اب وہ حیدر مرتضیٰ ہو یا کوئی اور... اس سے کیا فرق پڑتا تھا؟

"تم کیا سوچ رہی ہو انابیتا بیگ! تمہیں اچھا نہیں لگا میں؟" وہ چائے کے گھونٹ لیتے ہوئے مسکرایا۔

"میں چیزوں کو ٹٹولتی نہیں ہوں،جو جیسا ہے' ہمیں اسے اسی طرح قبول کرنے کی عادت ڈالنا چاہیے۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"آہ! گریٹ...! تو تم مجھے بدلنا نہیں چاہو گی؟" وہ لطف لے کر بولا۔وہ جواباً خاموشی سے اسے دیکھنے لگی تھی۔"اور اگر میں تمہیں بدلنا چاہوں تو؟" وہ چونکی تو وہ مسکرادیا۔"چلو' واک کرتے ہیں۔مجھے اچھا لگتا ہے جب تم کچھ کہنا چاہتی ہو اور کہہ نہیں پاتی ہو۔اب میں تمہیں کچھ کچھ سمجھنے لگا ہوں اور مجھے اچھا لگ رہا ہے۔" اس نے اپنا ہاتھ اس کی سمت بڑھایا۔جسے کچھ دیر تک وہ دیکھتی رہی تھی پھر اٹھ کھڑی ہوئی تھی' وہ اپنے خالی ہاتھ کو لے کر کچھ خجل سا ہو گیا۔

...☆☆☆...

دامیان سوری چپ چاپ سا سر جھکائے بیٹھا تھا جب مسز بیگ نے اس کے سامنے کافی رکھی تھی اور وہ کافی سے اٹھتی ہوئی اس بھاپ کو دیکھ رہا تھا۔

"تم شب سو نہیں پائے نا!" اس کی آنکھوں کو دیکھ کر مسز بیگ نے پوچھا۔

"آپ کو کیسے پتا چلا ممی!" وہ چونکا۔

"میں انا کو جانتی ہوں اور میں تمہیں بھی جانتی ہوں۔مجھے نہیں پتا تم دونوں ایسی بے وقوفیاں کیوں کررہے ہو۔یہ ٹھیک نہیں ہے۔تم جانتے ہو ایسا کرکے نقصان ہوسکتا ہے تو پھر وہ قدم اٹھانا بھی کیوں؟ یہ کیوں کررہے ہو تم دونوں؟"

"ممی! میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے مگر انا کے پاس شاید مجھے رد کرنے کا کوئی جواز ضرور ہوگا۔آپ اس سے بات کریں' ہوسکتا ہے جو بات وہ مجھ سے نہیں کررہی ہے' وہ آپ سے کرلے۔میں ایک بات ٹھان چکا ہوں کہ

اس معاملے میں کوئی زبردستی نہیں ہوگی۔ اگر انابیا مجھ سے انٹرسٹڈ نہیں ہے تو میں بھی اس کے بارے میں نہیں سوچوں گا۔ میں نے باہر کی ایک یونیورسٹی میں اپلائی کردیا ہے۔ جیسے ہی ایڈمیشن ہوگا میں فلائی کرجاؤں گا۔ ابھی شادی کی عمر نہیں اور تجربات کے لیے زمانے کافی نہیں ہوتے شاید میں غلط تھا۔ چیزیں اس طرح ورک نہیں کرتیں اور محبت اس طرح نہیں ہوتی۔" وہ سر جھکا کر پُر ملال انداز میں بولا۔

"تم دونوں بڑے کب ہوگے؟ یہ بے وقوفی ہے سراسر... اسے لگتا ہے تم اس سے محبت نہیں کرتے اور صرف اسے نیچا دکھانے کو یہ پرپوزل بھجوا رہے ہو اور تم سوچتے ہو یہ محبت نہیں یا محبت ایسے نہیں ہوتی؟" مسز بیگ نے ڈپٹا۔

"ممی! یہ سب فضول کی باتیں ہیں۔" وہ کافی کے گھونٹ لیتے ہوئے بولا۔ انابیتا تبھی اپنے کمرے سے نکلی تھی شاید وہ کہیں باہر جارہی تھی۔ نگاہ ملی، وہ اجنبی بن گئی تھی۔

"ممی! حیدر مرتضیٰ کا فون آیا تھا؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں، کوئی فون نہیں آیا۔ انابیتا! تم بیٹھو یہاں... مجھے لگتا ہے تم دونوں کو بات کرنی چاہیے۔" ممی نے کہا۔ وہ چونکی اور آگے بڑھ گئی تھی۔ دامیان سوری اسے بغور دیکھنے لگا۔

"بات کرنے کو ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے ممی! ہم دوست تھے مگر جب زندگی آگے بڑھتی ہے تو پھر دوست کہیں بہت پیچھے چھوٹ جاتے ہیں۔ گئے زمانوں کی طرح خواب بن جاتے ہیں۔ میری زندگی آگے بڑھ رہی ہے اور اس میں دوستوں کے لیے اب وقت نہیں ہے۔" وہ کھردرے لہجے میں بولی۔ دامیان سوری نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ ان نظروں میں کیا کیا تھا... انابیتا کے لیے کیا چھپا تھا... کیا وہ دیکھ نہیں پارہی تھی؟

"تم بیٹھو!" انداز حکم دیتا ہوا تھا، وہ جانے کیوں ان کی اس خواہش کو رد نہیں کرسکی تھی اور اس کے سامنے کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی تھی۔ مسز بیگ کو لگا تھا، انہیں بات کرنے کی ضرورت ہے تبھی وہ وہاں سے ہٹ گئی تھیں۔

”اناہیتا بیگ! مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنا تھی۔“ وہ تمہید باندھتے ہوئے بولا۔اس کے لہجے میں ایسا کیا تھا کہ اناہیتا اسے خاموشی سے دیکھنے لگی تھی۔کیا وہ اس کے لہجے پر اعتبار کررہی تھی۔اس لیے اسے سننے پر مائل ہو گئی تھی؟

...☆☆☆...

چلتے چلتے

جب راستے پیچھے چھوٹ جائیں تو

واپس پلٹتے نہیں

کوئی موڑ کہیں پر جا نکلے

یا کوئی پاس آجائے

یا پھر دور چلا جائے

فرق جب کچھ نہیں پڑتا تو پھر

ملال اک جان ودل میں

چپ چاپ سا کیوں ستاتاہے

معارج تغلق گاڑی پارک کرکے اندر آیا تو لاؤنج میں بیٹھی دکھائی دی۔

”مجھے تم سے بات کرنا ہے۔“

”اب کیا بات کرنا باقی رہ گئی ہے معارج تغلق!“ اس نے چونک کر پوچھا۔

”بہت کچھ ختم ہوجائے تو کچھ باقی پھر بھی رہ جاتا ہے انائیا ملک! تمہیں بتایا تھا کہ میری ممی چاہتی ہیں کہ تم واپس آکر وہاں رہو۔جب تک کہ مناسب وقت نہیں آجاتا۔ہر بات ہونے کا ایک وقت ہوتا ہے۔وہ سمجھتی ہیں جس طریقے سے میں نے تمہیں گھر سے نکالا وہ غلط تھا سو...“

”انہیں لگتا ہے وہ طریقہ غلط تھا۔یعنی تم سمجھتے ہو تمہیں سزائیں دینے کے لیے وہ عرصہ کم ملا؟ اگر کچھ اور ملتا تو تم اور اچھے طریقے سے سبق پڑھا اور سکھا سکتے؟“ وہ مدھم مگر جتاتے ہوئے انداز میں بولی۔

اس کے انداز میں ایسا کیا تھا کہ وہ مسکرادیا تھا اور اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

”انائیا ملک! تم ایسے حالات اور اس کیفیت میں بھی ایسی حس مزاج والی دلچسپ باتیں کرسکتی ہو؟ مجھے یقین نہیں آرہا۔خیر، ممی کا کہا ماننا اچھی بات ہے۔ہمیں بڑوں کا کہنا ماننا چاہیے۔تم جو کچھ لینا چاہتی ہو لے لو، میں انتظار کرتا ہوں۔تم ابھی میرے ساتھ چل رہی ہو۔“ معارج تغلق سمجھ رہا تھا کہ

سب کچھ اس کی مرضی سے ہوگا۔وہ اسے اس کی بے حسی پر حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

”معارج تغلق! تمہیں کہانی ختم کرنے کے بعد پھر سے آغاز کرنے کی عادت ہوگی۔مگر میں تمہیں کسی بات کا مزید ایڈوانٹیج لینے نہیں دے سکتی۔تمہیں اس وقت میری ضرورت نہیں۔تمہارے خاندان کو اپنی سیاسی اور سماجی ساکھ بچانے کی پڑی ہے اور اس کے لیے میں تمہیں فیور کروں؟ مگر میں یہ فیور دینے کے لیے تیار نہیں ہوں۔تم نے کہا تھا ہم بڑے ہوگئے ہیں سو کھیل کھیلتے رہنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔میں نے کوئی کھیل نہیں کھیلا' تم یہ بھول گئے؟ سارے کھیل تم نے کھیلے۔تم نے ہی فیصلے کیے... اور تم نے ہی اقدامات کیے۔آج کے اس دن کا فیصلہ اگر میرے ہاتھ ہے تو میں اسے تمہارے ساتھ پھر سے اس قید خانے میں جانے پر صرف کرنا نہیں چاہوں گی۔اگر یہ فیصلہ میرے ہاتھ ہے تو آج میں کسی بھی رشتے کو جاری رکھنے سے انکار کرتی ہوں۔جو رشتے سمجھوتوں پر بنیں' وہ واقعی ٹھیک نہیں ہوتے۔میں ایک بار ایک ان چاہا رشتہ بھگت چکی ہوں' اب جب اس کا بوجھ میرے کاندھوں

سے اتر چکا ہے تو میں وہ بوجھ پھر سے لادنے کو تیار نہیں۔محبت ہوتی تو کوئی بات بھی تھی مگر جب محبت نہیں ہے۔سو میں یہ طوق بھی گلے میں نہیں ڈال سکتی۔اپنا سر کٹانے کو گردن نہیں جھکا سکتی۔محبت ہوتی تو شاید کوئی گنجائش نکل سکتی تھی مگر ایسے سمجھوتے والے رشتوں میں اس بات کے لیے گنجائش نہیں نکلتی۔میں کھیل کھیلنے کی عادی نہیں۔معارج تغلق!میں رشتوں کی اہمیت کو سمجھتی ہوں مگر تم یہ رشتہ ڈی زرو نہیں کرتے' جو شخص اپنی بیوی سے کوئی ناروا سلوک روا رکھ سکتا ہے اسے شوہر کہلانے کا کوئی حق نہیں۔میں اس رشتے سے آج اور ابھی انکار کرتی ہوں۔“ وہ بہت پُر سکون انداز میں بولی اور معارج تغلق خاموشی سے اسے دیکھتا رہا تھا۔

...☆☆☆...

کیا یہ وہی انائیا ملک تھی؟ جو اس کے سامنے کبھی کھل کر بولتی نہیں تھی' اس کا ازلی اعتماد اس طرح بحال کیوں کر تھا؟ ایسا کیا تھا اس کے دماغ میں جو معارج تغلق پڑھ نہیں پا رہا تھا۔

ایسی کیا بات تھی جو اسے تن کر اپنے پیروں پر کھڑے رہنے پر مجبور کر رہی تھی۔اس کی عقل اتنی دگنی کیوں لگ رہی تھی؟

وہ اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

”میں لفظوں سے کھیلنا نہیں جانتی معارج تغلق نہ جذبات کو روندنا میری عادت ہے۔میں اگر سر اٹھا کر تن کر تمہارے سامنے آج کھڑی ہوں تو اس لیے کہ میرے اندر کوئی کھوٹ نہیں ہے۔میں اندر سے شفاف ہوں۔سو میں کسی بات پر پشیمان نہیں، نہ مجھے کسی اپنے عمل پر کوئی قلق ہے نہ کسی کے ساتھ ان فیئر کیے گئے عمل کا پچھتاوا مجھے ستاتا ہے۔میں تم سے کبھی نہیں ڈرتی تھی۔ کیونکہ میں جانتی تھی کہ تم ایک ایسے انسان ہو جو درد پہنچانے کی کوئی حد نہیں رکھتے۔اس کے لیے ہمیشہ خود کو تیار پاتی تھی۔تمہارے ہر عمل سے اگلی بار میں ایک بھر پور اسٹریٹجی بنا کر اپنے اندر کو مضبوطی سے تیار کر کے کھڑا کردیتی تھی۔یہی سبب ہے کہ میں ہاری نہیں مگر تم بھول جاتے ہو ہر درد کی ایک حد ہوتی ہے اور اس سے آگے ایک فل اسٹاپ بھی لگتا ہے۔درد جتنا بڑھتا ہے وہ اپنی وقعت ایک نقطے سے آگے بڑھنے کی صلاحیت کھوتا جاتا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہے۔سو مجھے ہر بار معلوم ہوتا تھا کہ اب اور نہیں۔تم یہیں تک کرسکتے تھے۔سو کر گزرے۔معارج تغلق تم صرف اپنے حصے کے حساب بے باق کرنا جانتے ہو۔دوسرے کی باری بھی نہیں آنے دیتے۔اسے دوسرے لفظوں میں بزدلی بھی کہتے ہیں اور اندر سے ڈرا ہوا انسان بھی اور...!“

معارج تغلق نے اس کی بات ختم ہونے سے قبل اسے شانوں سے تھاما اور اس کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ اس کے پنجے انائیا ملک کو اپنے گوشت کے اندر اترتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔اس کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی تھی، مگر وہ اس کی سمت بنا پلک جھپکے اسی اعتماد سے دیکھتی رہی۔وہ اگر اسے چپ کرانے کی کوشش کرنا چاہتا تھا تو وہ اس میں کامیاب ہوچکا تھا۔

”میں نے طے کرلیا ہے انائیا ملک کہ اس سے زیادہ درد تمہیں نہیں پہنچاؤں گا تو تم اس کے لیے مجھے حدود پار کرنے پر مجبور مت کرو۔میں چیلنج قبول کرسکتا ہوں مگر میں کوئی ان فیئر کرنا نہیں چاہتا۔تمہیں تکلیف پہنچانا مقصود تھی سو حد سے زیادہ، مگر اب میرا ارادہ ایسا نہیں ہے اور اگر میں ٹھان ہی چکا ہوں تو مجھے مجبور مت کرو۔تم سے کئی بار کہا ہے کہ میں حق سے زیادہ

وصول نہیں کرتا۔ جو تم سے لیا' بس وہی میرا حق بنتا تھا اور میرا نقصان اتنا ہی تھا جو پورا ہوا' اس سے آگے کی کھاتے داری بند۔ میری مصلحت کو میری کمزوری مت جانو انائیا ملک! میں نہ کمزور ہوں نا بزدل اور نہ ہی احمق۔ میں چیزوں کو ضرورت سے زیادہ طول دے کر کھینچنے کے حق میں نہیں۔ تم ایک لڑکی ہو اور مجھے تمہیں آزمائشوں میں گھیرنا اچھا نہیں لگتا۔ میں تمہارے جذبات سے کھیلنا نہیں چاہتا نا احساسات سے۔ تم کچھ بھی نہیں جانتی۔ تمہیں حقیقت پتا چلے گی تو شاید میں اتنا غلط نہیں لگوں گا۔ اس وقت میں تمہیں اپنا سب سے بڑا دشمن لگ رہا ہوں مگر سوچو گی تو تمہیں اپنا سب سے کھرا دوست لگوں گا۔"

انائیا ملک کی آنکھوں میں رکا ہوا پانی چھلکا اور بے قدر ہو کر رخساروں پر بہہ رہا تھا۔ وہ نفی میں سر ہلانے لگی اور پھر یکدم اپنے اندر کی بھرپور طاقت لگا کر اپنے شانے پر سے اس کے دونوں ہاتھ ہٹا دیے تھے اور اس کے سینے پر دونوں ہاتھ رکھ کر اسے پرے دھکیل دیا اور بغور اس کی سمت تکتی ہوئی بولی۔

"میں تمہیں اپنا دوست نہیں مان سکتی معارج تغلق' تم میرے دوست نہیں ہو' دوست ایسے نہیں ہوتے' تم نے جو بھی کیا وہ اتنا شرمناک ہے کہ اس پر دوستی کا ٹیگ لگا دینا بہت بڑی حماقت ہوگی اور میں ایسی حماقت نہیں کر سکتی۔" انائیا ملک کی آنکھوں سے آنسو چپ چاپ ٹوٹ کر گرے تھے۔ یہ اندرونی کسی تکلیف کا احساس تھا یا پھر بیرونی؟

"تم خود کو عقل مند کہنے کا دعویٰ کرتی ہو انائیا ملک مگر اس دعوے میں کوئی صداقت نہیں' حقیقت یہ ہے کہ تم حماقتیں کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتیں۔ بہت بے وقوف ہو تم اور ہر بار تم خود کو پہلے سے زیادہ بے وقوف ثابت کرتی ہو اور مجھے اس پر کوئی حیرت نہیں ہوتی۔" وہ اسے ہرانے کے گر آزما رہا تھا۔

"معارج تغلق بہت بڑے تیس مار خان سمجھتے ہو تم خود کو یا بہت بڑے
شعبدہ باز ہو تم؟ تم بلندی پر کھڑے ہونے کے دعوے کرتے ہوئے اتنا ہی
خود کو پست قامت ثابت کرتے ہو۔تمہیں جتانا بھی فضول ہے۔جب تک
تمہیں خود اس کا ادراک نہ ہو۔یہ سب بہت فضول ہوگا۔مجھے تمہیں نا ہرانا ہے
نا تم سے جیتنا ہے۔نا مجھے تم سے دو قدم آگے چلنے کے جتن کرنے ہیں۔
کیونکہ میری ڈکشنری
میں آگے پیچھے چلنے سے نہیں ہوتی۔دماغی سطح پر پیچھے چھوڑ جانے میں ہوتی
ہے اور اگر میں تمہیں کسی میدان میں شکست دینے کی خواہاں ہوں تو وہ
میدان عقل کا ہے۔" وہ جتاتے ہوئے بولی۔

معارج تغلق دو قدم آگے آیا اور ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے کو ہولے سے
تھپتھپا کر مسکرادیا۔

"اگر تم سے عشق ہوجاتا تو یقیناً بہت دلربا ہوتا انائیا ملک' پچھتاوا نہیں ہوتا۔
پچھتاوا تو اب بھی نہیں۔مگر ایک ملال سا ہے تمہارا ساتھ کم رہا کچھ اور رہتا تو

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سفر بہت دلچسپ ہوتا۔شاید اس سفر کو طول دینے کے بارے میں بھی سوچتا
مگر اب تو وہ حال ہے کہ نا عشق رہا' نہ جنوں' نہ پری رہی۔" وہ مسکرا رہا تھا۔
"کیا ثابت کرنا چاہتے ہو معارج تغلق کہ تمہاری حس مزاح کتنی شاندار ہے؟
یا پھر یہ کہ تمہیں کوئی پچھتاوا ہے؟ تمہیں گمان ہے کہ تمہارے جیسا خود
پرست شخص کسی سے عشق کرسکتا ہے؟" وہ اس کی سمت ہمت سے دیکھتے
ہوئے بولی۔
معارج تغلق مسکرایا۔
"کیا تمہیں بھی ایسا کوئی پچھتاوا ہے؟ ویسے اگر عشق ہوجاتا تو تم آج اس طرح
کھڑی میری مخالفت کر رہی ہوتیں؟ تم بہادر لگتی ہو انائیا ملک' محبت ہوجاتی
تو کچھ کمزور پڑ جاتیں۔" وہ بے فکری سے مسکرایا۔
"محبت کمزوری نہیں طاقت ہوتی ہے معارج تغلق مگر تم جیسا بندہ اس حقیقت
کو نہیں جان سکتا لیکن حیرت اس بات پر ہے کہ تمہیں اتنا کچھ ہونے کے
باوجود بھی گمان ہے کہ کوئی تم سے عشق کرسکتا ہے؟ تم اب بھی یہ چاہتے ہو
کہ تمہیں کوئی عزیز جانے؟" وہ بغور اس کی سمت تکنے لگا تھا۔

"تم محبت کے لیے بھی شرطیں رکھنا چاہتی ہو، محبت میں اگر مگر کی نوبت نہیں آتی اور مجھے حیرت اس بات پر ہے کہ ہم محبت کو ڈسکس کر رہے ہیں...ہاہ۔" وہ بے پروا انداز میں بولا تو انائیا ملک اسے یک ٹک دیکھتی رہی۔

"مجھے بھی اس بات پر حیرت ہے۔تم جیسا شخص محبت کی بات کرتا کچھ عجیب سا لگتاہے۔یہ قصے اجنبی لگتے ہیں جب تم ذکر کرتے ہو یقین کرنے کو دل نہیں کرتا محبت بہت بڑا فریب لگتا ہے۔"

"میں نے تمہیں کبھی کوئی خواب نہیں دکھائے تھے انائیا ملک میں نے تم سے ہمیشہ یہی کہا تھا۔فیئر ڈیل تھی وہ۔" انائیا ملک اس کی طرف بغور دیکھ رہی تھی۔

"اتنا قلق کیوں ہے؟"

"قلق نہیں ہے انائیا ملک اور سچ کہو تو کوئی پچھتاوا بھی نہیں۔" ہاتھ بڑھا کر اس کے اطراف بازو حمائل کیا تھا اور اسے خود سے کچھ قریب کرتے ہوئے اس کے چہرے کو بغور دیکھا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"مجھے ان کھوکھلے سہاروں کی ضرورت نہیں۔نہ لفظوں کی نا استعاروں کی تم اب تک میرے وجود سے جڑی ہو۔میری ذات کا حصہ ہو اور اس کے لیے مجھے کھوکھلے جواز دینے کی ضرورت نہیں۔سچ تو یہ ہے کہ اور کچھ یاد رہتا ہی نہیں؟ اس چہرے سے نگاہ ہٹی نہیں اور ذہن کچھ اور سوچتا ہی نہیں۔کیا فسوں ہے تم میں؟ اس جادو کی حقیقت کیا ہے؟ بس یہی؟ یا کچھ اور بھی سننا چاہتی ہو تم؟" معارج تغلق مدہم سرگوشی میں اس کے چہرے کو بغور دیکھ رہا تھا۔

"کوئی سرور ملتا ہے یا لطف کہ کوئی آپ کے پیار میں پاگل ہے یا کسی کو اپنے جنوں کا اسیر کرلیا؟ ہاں۔" اس کے چہرے پر آئی بالوں کی لٹ کو چہرے پر سے ہٹاتے ہوئے وہ بولا۔

انائیا نے پر اعتماد انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے سر انکار میں ہلا دیا تھا۔

"تم وہ نہیں ہو، تم وہ ایک ہو بھی نہیں سکتے معارج تغلق۔وہ ایک بننے کے لیے بہت جتن کرنے پڑتے ہیں اور شاید وہ گٹس تم میں ہے ہی نہیں۔تم نا تو کسی لڑکی کا دل جیت سکتے ہو نا اس کے دل پر راج کرسکتے ہو۔" انائیا ملک

نے اس کے بازو کے دائرے کو اپنے اطراف سے بہت اعتماد کے ساتھ ہٹایا تھا اور یکدم مڑ کر واپس پلٹ گئی تھی۔

معارج تغلق اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

...☆☆☆...

اناہیتا بیگ، حیدر مرتضیٰ سے مل کر واپس لوٹی ہی تھی جب راہداری میں قدم رکھتے ہی دامیان سوری نے اس کی کلائی پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچ لیا۔اناہیتا بیگ کے لیے یہ اقدام بہت اچانک تھا۔سو وہ اسے حیرت سے دیکھنے لگی۔

دامیان سوری اس کو قریب کیے اس کی آنکھوں میں یک ٹک دیکھ رہا تھا۔

اناہیتا بیگ کچھ لمحوں تک گنگ سی رہی تھی پھر اس کے مضبوط ہاتھ سے اپنی کلائی چھڑانے کی سعی کی تھی، مگر دامیان سوری جیسے ابھی اس پر مائل نہیں تھا۔

"ہاؤز اٹ گوئنگ ود حیدر مرتضیٰ؟ کسی کو چاہنے کے لیے کتنا ٹائم چاہیے ہوتا ہے؟ محبت ہوگئی ہے کیا۔" مدہم لہجے میں دریافت کیا گیا تھا۔اناہیتا بیگ نے الجھے انداز میں اسے دیکھا تھا پھر اپنی کلائی چھڑانے کی سعی کی تھی۔

دامیان سوری نے اس کے چہرے کو ہاتھ بڑھا کر چھوا تھا پھر ایک مدہم سرگوشی کی تھی۔

عشق کو صبر نہیں اور وہ نگاہ پر شوق نہیں

کوئی بتلائے اسے کہ مجھ کو نیند آتی نہیں

اس کی نگاہ میں ایک تپش تھی اور لہجہ جنونی تھا۔اناہیتا بیگ کو اس کی سانسیں اپنے چہرے پر محسوس ہوئی تھیں اور چہرہ جلتا ہوا محسوس ہوا تھا۔یہ کیا تھا؟ کیا ہوگیا تھا اچانک اسے؟

اناہیتا بیگ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

کوئی بتلائے اسے... کہ مجھ کو نیند آتی نہیں!

ایک مدہم سرگوشی اس کی سماعتوں کے قریب ہوئی تھی اور انابیتا کو سارے وجود میں ایک سنسنی سی محسوس ہوئی تھی، جیسے ٹھہرے ہوئے پانی میں کسی نے اچانک ہی ایک طوفان اٹھا دیا ہو۔

انابیتا بیگ اس کی سمت دیکھ نہیں پا رہی تھی۔ایسا کیا تھا کہ نگاہ ایک پل کو خود بخود جھکی تھی۔وہ دامیان سوری کی نظروں کی تپش کا احساس تھا یا کچھ اور انابیتا بیگ جیسے کسی جادو کے زیر اثر تھی۔

”مجھے بتاؤ، جب سارے راستے دھندلکوں میں کھونے لگتے ہیں تو سب سے پہلا عمل کیا ہے جو ضروری ہوتا ہے؟“ دامیان سوری نے مدہم سرگوشی کی تب بھی انابیتا بیگ نے اس کی سمت نہیں دیکھا تھا۔

دامیان سوری نے ہاتھ بڑھا کر اس کا جھکا چہرہ آہستگی سے اٹھایا تھا۔

”مجھے ان آنکھوں کو دیکھنے دو انا! ان آنکھوں کو دیکھنے کی جستجو میں میں نے میلوں کا سفر کیا ہے اور کئی مداروں کے گرداب میں بھٹکتا رہا ہوں اب جب مجھے وہ ایک لمحہ ہاتھ لگا ہے جب میں خود کو تمہارے مدارچے میں پاتا ہوں تو میں ایک لمحہ کھونا بھی نہیں چاہتا۔مجھے یاد ہے تم نے کہا تھا ایسا ممکن

نہیں، ایسا ممکن ہو بھی نہیں سکتا مگر میں نے دیکھا ہے کبھی کبھی کوئی نا ممکن، ممکن بھی ہوسکتا ہے میں نے معجزوں کی زمین نہیں دیکھی مگر میں قیاس کرسکتا ہوں کہ اگر معجزے اس زمین پر ہوتے ہیں تو میں اس زمین پر جینے کی خواہش رکھتا ہوں۔مگر ان خواہشوں میں ایک خواہش تمہارے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنے کی بھی ہے، اور دوسری میں کبھی اپنے مدارچے میں واپس جانا نہیں چاہتا، تمہارے لیے کیا کچھ تیاگ سکتا ہوں، اس کے بارے میں فی الحال کوئی دعویٰ نہیں کرسکتا مگر مجھے خواہشوں کی انگلی تھام کر چلنا فی الحال اچھا لگ رہا ہے۔اگر یہ سفر اور مختصر قیام تمہارے مدارچے میں کچھ طویل ہو بھی جائے تو مجھے اس پر کوئی تعجب نہیں ہوگا۔“ یہ کیا ہوگیا تھا اسے؟ وہ کیسی باتیں کر رہا تھا؟

انابیتا بیگ کو اس کے انداز پر اس کی سمت دیکھنا پڑا تھا۔وہ مدہم لہجہ عجب محبوبانہ تھا اور اس کی آنکھوں میں اس لمحے کیا تھا؟ یا کسی خمار میں تھا؟

انابیتا بیگ نے اپنی کلائی چھڑانے کی سعی کی تھی۔وہ اس حیرت میں زیادہ دیر مبتلا رہنا نہیں چاہتی تھی اگر یہ خواب تھا تو وہ اسے توڑنا چاہتی تھی۔شاید وہ

اس احساس سے خوفزدہ ہو گئی تھی۔دامیان شاہ سوری شاید اس کی سوچ پڑھ رہا تھا تبھی بولا۔

"یہ خواب نہیں ہے انا اسے توڑنے کی کوشش مت کرو۔اگر خواب ہوتا بھی تو میں تمہیں اس سے جاگنے نہیں دیتا۔چاہے مجھے اس کے لیے اپنی تمام عمر تیاگ دینا پڑتی۔میں تیاگ دیتا۔" اس مدھم سرگوشی میں کہا تھا۔

کیسا اسرار تھا کیسے بھید تھے ان لفظوں کے انابیتا اپنا ہاتھ چھڑا کر دو قدم پیچھے ہٹی تھی مگر اس گرفت کے باعث اس کی کانچ کی چوڑیاں ٹوٹ کر کلائی میں کھب گئی تھیں۔

کلائی سے خون رسنے لگا تھا۔

دامیان سوری نے اس کا زخم دیکھنے کو ہاتھ تھامنا چاہا تھا مگر انابیتا بیگ نے کلائی کھینچ لی تھی۔نگاہ اس کی سمت اٹھی تھی تو کچھ اجنبی سی تھی آنکھوں میں جانے کیوں نمی آن ٹھہری تھی۔آنکھوں میں کیسا شکوہ تھا؟

"آئی ایم سوری۔" دامیان سوری کیا ایک پل میں ازالہ کرنا چاہتا تھا۔وہ بھیگتی آنکھوں سے الٹے قدم پیچھے ہٹی تھی۔

"تم صرف درد دے سکتے ہو دامیان شاہ سوری اور ہر درد کی حد پہلے سے سوا ہوتی ہے۔تمہارے پاس میرے لیے اور کچھ نہیں ہے اور یہ بات تم بھی اچھی طرح جانتے ہو تم خواب دکھانے میں خواہشوں کے جہاں بنانے میں ماہر ہوگے مگر میں خواب دیکھنے کی عمر سے نکل آئی ہوں میرا تعاقب کرنا چھوڑ دو۔" یہ کہہ کر وہ ایک دم تیزی سے وہاں سے نکل گئی۔

دامیان سوری کی نگاہوں میں الجھنیں صاف دکھائی دیں تھیں۔

...☆☆☆...

"تم بہت ضدی ہو پارسا۔تمہیں یہ بات سمجھنی چاہیے۔یہاں سب کچھ بہت بدل چکا ہے اور پھر...!" اماں نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا مگر پارسا نے اس کی بات کاٹ دی تھی۔

"کیا بدل چکا ہے اماں؟ کیا واقعی میرا احساس آپ کے اندر سے مٹ چکا ہے؟ یا میرا خیال ان سات برسوں میں ایک لمحے کو بھی نہیں آیا؟ کیا میں واقعی آپ سب کے لیے مرچکی ہوں؟"

پارسا بھرائی ہوئی آواز میں بولی تو اماں اسے دیکھ کر رہ گئی تھیں۔

"اماں اتنی بڑی غلطی نہیں تھی میری، صرف اعتبار کیا تھا میں نے کسی پر، آپ
کو لگتا ہے کہ آپ کی پارسا ایسی ہو سکتی ہے؟ وہ شخص دغاباز تھا ایک نمبر کا
جھوٹا اس نے جال بچھایا اور سازش کا شکار آپ کی بھولی

بھالی گلابو بنی تھی۔اس نے مجھے، آپ سب کو، صرف قربانی کا بکرا بنایا۔میں
آپ کو اس وقت ہی بتانا چاہتی تھی مگر آپ لوگ میری سننے کو تیار ہی نہیں
تھے۔اس وقت چھوٹی تھی میں۔مجھے نہیں معلوم تھا اپنا مدعا کیسے بیان کیا جاتا
ہے اور کس طرح اپنے آپ کو بیگناہ ثابت کیا جاسکتا ہے، مگر میرے آج
نے مجھے کچھ اور دیا ہو یا نہ دیا ہو۔مگر ایک اعتماد ضرور دیا ہے چاہے، آپ
مجھے اس گھر میں واپس رکھیں یا نہ رکھیں مجھے اپنے دل میں جگہ دیں یا نہ
دیں، مگر میری کردار کشی جو ہوئی تھی جو داغ میرے دامن پر لگا مجھے اس
کو دھونا ضروری ہے اور اس کے لیے آپ کو میری صفائی سننا پڑے گی۔آپ
بے شک مجھے ابا سے نہ ملنے دیں۔چاہے آپ کتنی بھی پتھر ہوجائیں مگر آج
میں اپنے دل پر مزید بوجھ نہیں رکھ سکتی۔جس سچائی کو میں نے سات برسوں
تک خود تنہا سہاہے اسے آپ کو بھی سننا پڑے گا۔جس پچھتاوے میں میں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جھلستی رہی ہوں اس پچھتاوے کا احساس آپ کو بھی ہونا ضروری ہے۔" وہ
بھیگتی آنکھوں کے ساتھ بولی۔

"مجھے یقین نہیں ہوتا میرے اپنے اتنے بے حس ہوسکتے ہیں اور آج جب
میں حوصلہ کر کے خود آگئی ہوں تو مجھے پھر سے اندھیروں میں دھکیل رہی
ہیں۔کیسی ماں ہیں آپ، آپ کے سینے میں دل نہیں؟ کسی گناہ کی سزا اتنی
بڑی ہوتی ہے؟ مجھے ملال اس بات کا نہیں ہوگا کہ آپ نے مجھے واپس گھر
میں نہیں لیا۔مجھے ملال اس بات کا ہوگا کہ اس گھر کی بیٹی پر کسی نے اعتبار
نہیں کیا۔میں نے خود کو لڑکی نہیں سمجھا۔ہمیشہ ایک بیٹی سمجھا۔بیٹی جو اپنے
خاندان کی عزت ہوتی ہے۔میں اس خاندان کا نام ہمیشہ اونچا رکھنا چاہتی تھی
مگر میں بلندیوں پر سے گر گئی اور ایک اژدھے نے مجھے اپنے کھلے منہ میں
نگل لیا۔مجھ پر انگلی اٹھانے کا مطلب خود آپ کی پرورش کو غلط ثابت کرنا
ہوگا۔آپ کو لگتا ہے کہ آپ کی پرورش غلط ہوسکتی تھی؟"

اماں اسے خاموشی سے دیکھ رہی تھیں۔دل ایک لمحے کو پگھلا تھا۔اس کی بھیگتی آنکھوں کو دیکھ کر دل کو کچھ ہوا تھا کہ ان کی آنکھیں بھی بھیگ گئی تھیں۔ مگر وہ سر انکار میں ہلانے لگی تھیں۔

"پارسا تیرے ابا کی حالت ٹھیک نہیں۔ڈاکٹر نے انہیں ہر پریشانی سے دور رکھنے کا کہا ہے۔ابھی یہ ایشو بہت بڑا ہے اور معاملہ پیچیدہ بھی۔تو اپنے ابا سے ملنے کی ضد کر رہی ہے اور اگر انہیں کچھ ہوگیا تو؟ تُو خود کو معاف کرپائے گی؟" اماں نے پوچھا۔

"معاف تو میں سات سال پہلے بھی خود کو نہیں کرپائی تھی اماں اس وقت بھی آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ابا کا واسطہ دے کر دہلیز سے باہر کھڑا کر دیا تھا کہ ابھی تو جا۔جب تیرے ابا کا غصہ ٹھنڈا ہوجائے گا تو تجھے جا کر لے آؤں گی۔مگر شاید ان سات برسوں میں بھی وہ غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا۔غلطی شاید میری ہی ہے جو میں واپس لوٹی۔مجھے پلٹنا ہی نہیں چاہیے تھا۔میں آپ لوگوں کے لیے مر چکی ہوں اور مجھے اس کا یقین کرلینا چاہیے۔" وہ اٹھی تب اماں نے اسے پکارا تھا۔

"گلابو۔" وہ رک گئی تھی مگر پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے میں تیرے ابا سے بات کروں گی۔زخم پرانا بھی ہوجائے تو درد باقی رہتا ہے اور پھر وہ زخم تو دل پر گہرا لگا تھا کچھ وقت سنبھلنے کو تو لگتا ہے نا۔"

"میں زیادہ دن نہیں رک سکتی اماں مجھے آج شام ہی واپس جانا ہے۔" وہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

...☆☆☆...

انائیا چپ چاپ بیٹھی سوئمنگ پول کے پانی میں اپنی انگلیوں کے دائرے بنا رہی تھی۔آدھے پاؤں پانی میں تھے اور پوری توجہ پانی کی سطح پر... اسے اندازہ نہیں ہوا تھا کب معارج تغلق اس کے پاس آن کھڑا ہوا تھا اور پھر اس کے قریب بیٹھتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔

وہ چونکی تب تھی جب معارج تغلق نے ہاتھ پانی میں ڈال کر اس کے دائرے بناتی انگلیوں کو چھوا تھا۔وہ سر اٹھا کر اسے حیرت سے دیکھنے لگی۔

"مجھے ایسے مت دیکھو انائیا ملک، میں خواب نہیں ہوں نا تم کوئی خواب دیکھ رہی ہو۔"

"آپ یہاں۔" اس کی موجودگی بے وقت تھی سو وہ پوچھے بنا نہیں رہ سکی۔

"کیا مجھے اپنی وائف سے ملنے کے لیے وقت اور اجازت درکار ہوگی۔" معارج تغلق مسکرایا۔وہ کچھ نہیں بولی تھی۔بس چپ چاپ اسے دیکھتی رہی۔

"انائیا ملک تم قانوناً میری وائف ہو اور وہ رشتہ تب تک ختم نہیں ہوسکتا جب تک میں نہ ختم کروں۔سو اس رشتے کی حقیقت تو باقی رہے گی چاہے تم اسے مانو یا نہ مانو۔" وہ مدھم لہجے میں بولا۔

"معارج تغلق میرے لیے تمہیں سمجھنا ناممکن ہے۔تم بہت مشکل سوال ہو، اور جب بھی ملتے ہو پہلے سے زیادہ مشکل لگتے ہو۔میں قیاس آرائیاں نہیں کرسکتی نا اس رشتے کی اہمیت کو سمجھنے کے لیے اپنا وقت ضائع کرسکتی ہوں۔رشتے دل سے بنتے ہیں اور ہم دونوں کے دل بہت فاصلوں پر ہیں۔" وہ اس کی طرف دیکھے بنا بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

معارج تغلق نے بہت آہستگی سے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔انائیا ملک اسے چونک کر دیکھنے لگی۔

"میں پہروں سوچتا رہا، انائیا ملک پر مجھے محسوس ہوا کہ تمہارے ساتھ کچھ زیادتی ہوگئی۔اس کا پچھتاوا ہے مگر ہر پچھتاوے کا ازالہ بھی ہے۔ہم ساتھ نہ سہی مگر ہم ایک اَن دیکھی ڈور سے بندھے ضرور ہیں اور پھر دل چاہے ملیں یا نہ ملیں اس سے فرق نہیں پڑتا۔میں بھی اس جنوں اور کسی توپ قسم کے عشق پر یقین نہیں رکھتا۔محبت نہیں نا سہی مگر مجھے تمہارے پہلی بار فکر ہوئی ہے اور میرے اندر کا یہ احساس خود میرے لیے بھی نیا ہے۔تم اسے پچھتاوے کا نام دے سکتی ہو، مگر یہ حقیقت ہے کہ میں نے کبھی کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کی۔سو اگر تمہارے ساتھ کچھ غلط کیا بھی تو اس کا ملال ہے۔کسی کمزور پر وار کرنا اور اسے ہرانے کے جتن کرنا کوئی دلیری نہیں مگر مجھے وہ ایک قدم لینا تھا سو لیا، اور میں خود کو اس سے باز بھی نہیں رکھ سکا۔اتنا کمزور شخص نہیں ہوں میں مگر اپنوں کے لیے کچھ ایموشنل ہوں۔ان کے لیے کچھ بھی کرسکتا ہوں۔کسی بھی حد تک جاسکتا ہوں۔مگر مجھے تم سے ہمدردی ہے انائیا ملک جو

ہوا اگر نا ہوتا تو بھی کچھ تو ہوتا کیونکہ اسے تو ہونا ہی تھا۔بعض چیزوں کو ٹالنا بہت مشکل ہوتا ہے۔وہ شاید لکھا تھا سو ٹل

نہیں سکا۔وقت کو ہمیں ملانا تھا ایک دوسرے سے جوڑنا تھا اور یہ سب بھی ہونا تھا جو ہوا۔مگر مجھے اب تمہاری تکلیف کا احساس ہے۔کیا ہم دوست بن سکتے ہیں۔" وہ اس کی سمت بغور دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔انائیا ملک حیرت زدہ سی اسے دیکھ رہی تھی۔

"اتنا کچھ ہونے کے بعد اب یہ کون سی نئی چال ہے معارج تغلق تم کوئی نیا کھیل کھیلنے آئے ہو؟" وہ مدھم لہجے میں بولی تو معارج تغلق مسکرا دیا۔

"شک کر رہی ہو ہنی؟ دیکھو ایک بیوی کی طرح بے ہیو کر رہی ہو نا۔" وہ مسکراتا ہوا کتنا عجیب لگ رہا تھا۔یہ اس کا وتیرہ نہیں تھا۔پچھتاوا معافی، تلافی، ازالہ، مسکرانا، دوست بننا وہ سب اس کی پرسنالٹی کی نفی کر رہا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"تم ایسے نہیں ہو معارج تغلق؟" وہ سر انکار میں ہلاتی ہوئی ساکت نظروں سے اسے دیکھتی ہوئی بولی تھی۔

"کیا مطلب کیا نہیں ہوں؟" وہ چونکا۔

"تم ڈھونگ کر رہے ہو نا پھر کوئی شاطرانہ چال چلنے کے لیے۔تمہیں لوگوں کو اپنے زیر کرنا اور اپنی پسند کی سزائیں دینا اور پھر مسکرانا۔تمہیں یہ سب سکون دیتا ہے نا؟" وہ جتاتی ہوئی بولی تھی تو وہ مسکرا دیا۔

"میں بھی انسان ہوں انائیا ملک مجھے خود سے الگ کر کے کیوں دیکھتی ہو ہمیشہ؟"

"انسان تم جیسے نہیں ہوتے معارج تغلق۔"

"آہ، تم ہمیشہ شکوے کرتی رہو گی میں دوستی کا ہاتھ بڑھا رہا ہوں کیونکہ مجھے احساس ہے۔مگر اس کا مطلب یہ نہیں میں ہار مان کر ہتھیار ڈال رہا ہوں۔ مجھے تم سے ابھی عشق نہیں ہوا انائیا ملک۔عشق ہوتا تو کوئی بات بھی تھی فی الحال سچ یہ ہے کہ میں تمہارا بیمار نہیں ہوں۔مگر مجھے احساس ہے جو ہوا غلط

ہوا۔ہمارے دل جڑے ہوئے نہ سہی' محبت نہیں نہ سہی۔کوئی اور تعلق بھی ہوتا ہے نا۔

دوست بننے کا مطلب یہ تو نہیں کہ میں ہار مان رہا ہوں اور کوئی نیا جال بن رہا ہوں۔بہت سی شادیاں ختم ہوتی ہیں تو اس کا مطلب یہ تو نہیں ہم ہاتھ میں تیر کمان لیے یا بندوقیں اٹھائے ایک دوسرے کو پل پل مارتے رہیں۔ تم کیوں سمجھتی ہو کہ میں ہر بات اپنے فائدے کے لیے کرتا ہوں۔" وہ جتاتے ہوئے بولا تھا۔

وہ اسے خاموشی سے دیکھنے لگی۔معارج تغلق نے اس کے چہرے پر آئی ہوئی لٹ کو ہاتھ بڑھا کر بہت آہستگی سے اس کے چہرے پر سے ہٹایا تھا۔

"میں تمہارا دشمن نہیں ہوں ہنی! نا ہی میں اتنا برا ہوں۔کوئی ہمیشہ دشمن نہیں ہوتا۔نا ہمیشہ دوست ہوتا ہے مگر دشمنی کا وقت گزر گیا ہے۔جب احساس ہوجائے تو وہی لمحہ آخری ہوتا ہے اور آخر وہ لمحہ گزر گیا' تمہیں دوستی آفر کرنا اس دشمنی کا اختتام ہے اور خیر خواہی کا آغاز' کچھ ازالہ کرنے دو کم از کم مجھے اس پچھتاوے سے ہی نکلنے دو۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

انائیا ملک براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

"کتنے چہرے ہیں تمہارے معارج تغلق؟ تمہارا اصل کیا ہے؟" وہ الجھے ہوئے لہجے میں بولی تو وہ مسکرا دیا۔

"مجھ پر اعتبار کرنے سے ڈر رہی ہو سویٹ۔'

"تم دنیا کے سب سے ناقابل اعتبار انسان ہو معارج تغلق' تم اگر زمین پر آخری انسان بھی بچو تو میں تم پر کبھی اعتبار کرنا نہیں چاہوں گی۔" وہ اپنا رخ پھیرتی ہوئی بولی۔

"اوہ تم تو بہت خائف لگتی ہو۔میں اتنا برا نہیں ہوں۔میں اسے ثابت کر سکتا ہوں۔تم اعتبار کرنے میں چاہے ہچکچاؤ مگر میری طرف سے تمہیں ہمیشہ ایک سیف زون ملے گا۔نو مور وار۔میں نے امن قائم کرنے کی ٹھان لی ہے اب تم بھی اچھے بچوں کی طرح ضد کرنا ترک کردو۔" وہ دھیمے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

کیا سچ تھا؟ یہ معارج تغلق؟ یا پھر وہ معارج تغلق؟

وہ اعتبار کرتی یا نہیں؟ اس کی آنکھوں میں کیا تھا؟ اس کے چہرے کا اسرار کیا تھا؟ وہ کیسے جان پاتی؟

”اگر تم چہرہ پڑھ سکتی ہو تو میں تمہارے سامنے ہوں انائیا ملک اور اگر نگاہ پڑھنا چاہتی ہو تو میں تمہاری طرح سے اپنی پلکیں نہیں جھپکوں گا۔چاہے جتنی بھی دیر لگے۔تم میری آنکھوں میں جھانک سکتی ہو اور میری آنکھیں پڑھ سکتی ہو۔میں تمہیں سچائی دیکھنے اور جاننے کی پوری آزادی دیتا ہوں۔اب یہ سفر تمہیں کرنا ہے چاہے وہ نظر سے نظر کا ہو یا دل سے دل کا۔اس کا فاصلہ تم ناپو اور قدم تم بڑھاؤ۔اس کے لیے کوئی شرط ہے ناکوئی زبردستی نا کوئی مخصوص مدت چاہے آج' ابھی سے یا پھر کبھی دیر سے' کبھی بھی۔اس کا فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔مگر میں چاہتا ہوں تم وہ ایک قدم اٹھاؤ اور ان فاصلوں کو سمیٹو۔میاں' بیوی بن کر نہ سہی دوست بن کر ہی سہی' کوئی اعتبار کا رشتہ جڑنے دو۔“کیسی خواہشیں تھی لہجے میں... یا پھر درخواست؟ انائیا ملک اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

”میں جانتا ہوں تمہیں ڈر لگتا ہے انائیا ملک۔مگر میں تمہیں اور ڈرانا نہیں چاہتا۔میں تمام خوف سمیٹنا چاہتا ہوں۔تمہارا شوہر بن کر۔دوست بن کر۔ایک لمحے کو وہ رشتہ بھول جاؤ اس رشتے کی کڑواہٹ بھول جاؤ۔یاد رکھو اس لمحے کو اور اس تعلق کو جو بے ضرر ہے۔“ معارج تغلق کہہ رہا تھا۔

اور وہ اسے چپ چاپ دیکھ رہی تھی۔

...☆☆☆...

”کیا ہوا انا؟ اس طرح اندھیرے میں کیوں بیٹھی ہو؟“ ممی نے اسے سیڑھیوں پر بیٹھے دیکھا تو اس طرف آگئی تھیں انابیتا بیگ چونک کر ماں کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

”کیا ہوا؟ کچھ پریشان ہو؟“ ممی نے پیار سے اس کے چہرے کو تھام کر پوچھا تو انابیتا نے سر انکار میں ہلا دیا۔

"اس طرح اندھیرے میں کیوں بیٹھی ہو؟"

"بس ممی دل چاہ رہا تھا سو یہاں آ کر بیٹھ گئی کبھی کبھی جو روشنی میں دکھائی نہیں دیتا اس کا پتا تاریکی میں چل جاتا ہے۔میں تاریکی میں رنگوں کو دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔" وہ مسکرائی۔

"مگر اندھیرے میں رنگ دکھائی نہیں دیتے انا۔تم یہ بات کیسے بھول گئیں۔" ممی نے اسے جتایا۔

"ہاں اس کی خبر مجھے ہو گئی ہے کہ اندھیرے میں سارے رنگ ایک جیسے دکھائی دیتے ہیں۔" وہ نگاہ جھکا کر بولی تھی۔ممی نے اسے بغور دیکھا تھا۔

"تم کچھ الجھی ہوئی سی لگ رہی ہو۔کیا پریشانی ہے؟" ممی نے پوچھا۔

"کوئی پریشانی نہیں ہے ممی! میں کچھ تھک گئی تھی۔آج کچھ زیادہ پریکٹس کرنا پڑی۔دو دنوں میں میچ ہے نا۔اس کو جیتنے کی تیاری کر رہی تھی۔"

"انا! بیٹا کوئی میچ جیتنا اہم نہیں ہوتا نا ہارنا مگر اندر کا امن بہت ضروری ہے۔ کبھی کسی ہار میں جو سکون ہوتا ہے وہ کسی جیت میں بھی نہیں ہوتا۔ہار یا جیت کھیل کھیلنے سے نہیں ہوتی' اس کو اندر کے سکون سے ناپا تولا جاتا

ہے۔" ممی نے اسے جانے کیا سمجھانے کی کوشش کی تھی۔وہ اتنی نا سمجھ تھی کیا؟

"ممی میں ہار جیت پر یقین نہیں رکھتی' نا مجھے کوئی جھنڈا گاڑھنے کا شوق ہے۔ مگر آپ جانتی ہیں مجھے ٹینس سے کتنا لگاؤ ہے۔"

"میں اس کھیل کی بات نہیں کر رہی انا! تم سمجھ دار ہو۔تمہیں سمجھ لینا چاہیے کہ کس بابت بات کر رہی ہوں۔کھیل صرف وہ نہیں جو ٹینس کورٹ میں یا میدان میں کھیلا جاتا ہے۔بہت سے کھیل ان چاہے ہوتے ہیں جو اپنے آپ شروع ہو جاتے ہیں اور پھر ہماری ایگو کا حصہ بن جاتے ہیں پھر ہم جو بھی کرتے ہیں وہ اپنے سکون یا بے سکونی کے لیے نہیں کرتے۔اپنی خوشی اس میں شامل نہیں ہوتی مگر صرف ایگو شامل ہوتی ہے اور اس کے کھیلنے سے صرف اس ایگو کو تسکین ملتی ہے۔" ممی کے کہنے پر انابیتا بیگ ماں کو خاموشی سے دیکھنے لگی۔

"ایکسل کا فون آیا تھا۔تمہارے کیمپس میں فیئرویل کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔اس نے کہا تھا کہ میں تمہیں بتا دوں۔"

"مجھے اس میں کوئی انٹرسٹ نہیں ممی! میں نے اپنا پروجیکٹ جمع کردیا ہے اور اس سے آگے مجھے کیمپس کے بارے میں نہیں سوچنا۔ میں اپنی زندگی پلان کررہی ہوں۔اس میں کسی فضول چیز کے لیے وقت نہیں ہے۔" وہ بے دلی سے بولی۔

"پچھلی بار کی دی گئی فیئرویل میں تم انارکلی بنی تھیں نا؟" ممی نے پوچھا۔

"ہاں وہ ہمارے سینئرز کے لیے دیا گیا فیئرویل تھا۔اس وقت بھی زبردستی ایکسل نے مجھے پھنسادیا تھا۔میں نے اسے کہا بھی تھا کہ مجھے یہ سب نہیں آتا۔ اب بھی اس نے کوئی فضول قسم کا Script لکھ کر Skit ریڈی کررکھا ہوگا تبھی فون کیا۔آپ اسے بتادیجیے گا میرا موڈ نہیں ہے۔میں انٹرسٹڈ ہوں تو صرف اپنی ڈگری یونیورسٹی سے ملنے کی۔اس کے بعد میں اپنا کیریئر شروع کروں گی۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"تم اتنی بے زار کب سے ہوگئی ہو انا؟ ایسا کیا ہوگیا ہے تمہیں؟ نہ وہ شوخی، نہ شرارت نا چہرے پر مسکراہٹ یہ کیسی بن گئی ہو تم؟ ہم نے کب کوئی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بات تھوپی تم پر؟ کب فیصلہ کیا کہ تمہارا شادی کرنا اتنا ضروری ہے؟" ممی نے ڈپٹا۔

"ممی یہ بات شادی کی نہیں ہے۔میں سمجھتی ہوں ان باتوں کی عمر ہوتی ہے۔ انائیا کی شادی ہوئی ہم دونوں کی عمریں یکساں ہیں۔تو اب میری باری ہے میں جانتی ہوں۔میں حقیقت پسند ہوں مجھے اس سے کوئی پرابلم نہیں ہے۔" وہ نرم لہجے میں بولی۔

"تمہیں پرابلم ہے انابیتا! میں تمہاری ماں ہوں۔ سمجھتی ہوں تم الجھی ہوئی ہو۔" ممی نے کہا۔

"میں ٹھیک ہوں ممی! شادی بھی ضروری ہے اور اس تمام عمل سے گزرنا بھی۔" اس کا لہجہ سرد ہوگیا۔

"تمہیں حیدر مرتضیٰ سے کوئی لگاؤ نہیں نا؟" ممی نے دریافت کیا۔

"وہ اچھا انسان ہے۔" انابیتا ماں کی طرف دیکھے بنا بولی۔

"میں تمہاری نظروں میں پڑھ سکتی ہوں، وہ کتنا اچھا انسان ہے اور تم اسے کتنا پسند کرتی ہو۔" ممی نے اسے جتایا۔وہ مسکرادی تھی۔

"آپ کو حیدر مرتضیٰ بالکل پسند نہیں نا! مگر اس کی کوئی وجہ تو ہوگی نا؟" اناہیتا بیگ نے پوچھا۔

"اناہیتا بیٹا! میں زندگی کو تم سے زیادہ بہتر جانتی ہوں جو چیز مجھے مناسب نہیں لگتی۔اس کے لیے میں تمہیں اجازت نہیں دے سکتی۔میں جانتی ہوں وہ شخص ہماری پسند یا خواہش نہیں، وہ بس ایک ضد ہے۔مگر میں تمہیں کوئی فیصلہ کرکے رسک لیتا دیکھ نہیں سکتی۔تم خود کو کسی مشکل میں ڈالو گی تو اس تکلیف کو ہم سب بھی اسی قدر محسوس کریں گے۔" ممی نے جتایا تھا۔اناہیتا خاموشی سے ماں کو دیکھنے لگی تھی۔

...☆☆☆...

کبھی کبھی کسی شے کے ہونے کا احساس اتنی دیر سے کیوں ہوتا ہے؟ اناہیتا بیگ نے کیمپس کے اندر قدم رکھا تھا تو اجنبی نظروں سے اس شخص کا چہرہ دیکھا تھا جو شاید اچانک یا پھر دانستہ اس کے سامنے آگیا تھا۔وہ دانستہ تنہا نہیں آئی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

گاڑی کا دروازہ کھول کر حیدر مرتضیٰ باہر نکلا تھا تو اناہیتا بیگ نے اپنی نظر سامنے کھڑے دامیان سوری سے دانستہ ہٹائی تھی۔

"تم شادی کرنے جارہی ہو اناہیتا؟" للی نے اسے بے یقینی سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔اناہیتا نے ستون کے ساتھ ٹیک لگائے دامیان کو ایک نظر دیکھا تھا اور پھر مسکرادی۔

"ابھی نہیں للی! مگر حیدر مرتضیٰ کی آمد اسی وجہ سے ہوئی ہے۔اگر ہم ایک دوسرے کو منتخب کرتے ہیں تو پھر جلد شادی ہوگی۔" اس کا لہجہ بے فکر تھا اور للی اسے حیرت سے دیکھنے لگی پھر دو قدم کے فاصلے پر کھڑے دامیان سوری کو دیکھا جو کچھ بے چین دکھائی دیا۔

"شادی بہت بڑا فیصلہ ہے اناہیتا! اس کے لیے اتنی جلدی ٹھیک نہیں۔" للی اس کی خیر خواہ کب سے بن گئی تھی؟

اناہیتا نے اسے حیرت سے دیکھا تھا۔

"تم اور دامیان کب کوئی گڈ نیوز سنا رہے ہو؟ شادی کی ڈیٹ فکس کرنے کا کب پلان ہے؟" اناہیتا مسکراتی ہوئی بولی۔

"تم سے کس نے کہا میں اور دامیان شادی کر رہے ہیں؟" للی نے چونکتے ہوئے کہا۔

"ویل تم دونوں اتنے برسوں سے ساتھ ہو۔ مجھے کیا سب کو یہی لگتا ہے کہ تم دونوں جلد شادی کرو گے۔" اناہیتا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وی آر ناٹ ان رش اناہیتا! اور ہمارا ایسا کوئی پلان فی الحال نہیں۔" للی نے انکار کیا۔

"فی الحال... یعنی مستقبل میں ایسا کوئی ارادہ ہے؟" اناہیتا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ للی نے شانے اچکادیئے۔ "اینی ہاؤ ان سے ملو۔ یہ حیدر مرتضیٰ ہیں۔ کینیڈین ہیں۔ ان دنوں شادی مشن پر نکلے ہوئے ہیں اور..."

"شادی مشن پر نہیں شادی کرنے۔" حیدر مرتضیٰ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"آپ کی یہ دوست بہت نادر و نایاب قسم کی لڑکی ہیں اور مجھے ان کی یہی بات بہت منفرد لگی ہے، میری طرف سے 99% ہاں ہے مگر ان کی ہاں کا انتظار ہے۔ جیسے ہی یہ ہاں کرتی ہیں ہم ایک رشتے میں بندھ جائیں گے بس اسی

بات کا انتظار ہے اور ان دنوں میں اسی مشن پر ڈٹا ہوا ہوں۔" حیدر مرتضیٰ مسکراتے ہوئے بتا رہا تھا۔

للی نے نگاہ اٹھا کر اس شخص کو دیکھا تھا۔

کیا وہ اس شخص سے خوش تھی؟

اس کے ساتھ زندگی گزارنے جا رہی تھی اور وہ دامیان سوری...؟ وہ جو کچھ فاصلے پر کھڑا تھا اس کی اضطرابی کیفیت کیا کہہ رہی تھی؟ کیا اناہیتا کو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ کوئی اس کے لیے کیا سوچتا تھا؟

"کیا ہوا تمہیں خوشی نہیں ہوئی؟" اسے اپنی طرف دیکھتا پا کر اناہیتا بیگ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اناہیتا بیگ ہم جو بھی کرتے ہیں اپنی خوشی کے لیے کرتے ہیں سو دوسروں سے پوچھنا کچھ فضول لگتا ہے کہ وہ خوش ہیں بھی یا نہیں۔ تمہیں فرق نہیں پڑنا چاہیے۔ اگر کسی کو بُرا لگتا بھی ہے تو زندگی تمہاری ہے اور گزارنا تم کو ہے۔" للی میک بولی۔

"ٹھیک کہا آپ نے للی! آپ کافی سمجھ دار معلوم ہوتی ہیں۔انسان اپنے دوستوں سے ہی پہچانا جاتا ہے۔" حیدر مرتضیٰ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مگر للی میک میری دوست نہیں ہے۔" اناہیتا بیگ بولی تھی تو للی اسے حیرت سے دیکھنے لگی۔

"کیا مطلب؟ تو پھر یہ آپ کی دشمن ہیں؟" حیدر مرتضیٰ نے کہا۔

"نہیں دشمن بھی نہیں، مگر ہم میں کوئی دوستی نہیں ہے۔ہم صرف کلاس میٹس ہیں، اس کے علاوہ کچھ نہیں۔" بہت کھردرا لہجہ تھا اس کا۔للی کو یقین نہیں ہوا تھا وہ اتنی روڈ بھی ہوسکتی ہے۔

دامیان سوری جو قدرے فاصلے پر کھڑا سب سن رہا تھا جانے کیا ہوا تھا کہ ایک دم اناہیتا بیگ کے سامنے آن کھڑا ہوا۔اناہیتا بیگ نے اسے نگاہ اٹھا کر دیکھا تھا۔اس سے پہلے کہ وہ کوئی تعارف کراتی یا کچھ کہتی دامیان سوری نے اس کی کلائی پکڑی تھی اور اسے لے کر وہاں سے نکلنے لگا۔وہ اس کی ہمت پر حیران رہ گئی تھی اور حیران تو حیدر مرتضیٰ بھی ہوا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ایکسکیوزمی! کون ہیں آپ؟ اور اس طرح زبردستی کہاں لے جارہے ہیں اناہیتا کو؟" حیدر مرتضیٰ نے کہا تھا۔دامیان نے پلٹ کر اسے درشت نظروں سے دیکھا۔

"یہ میری انار کلی ہے۔اس پر صرف میرا حق بنتا ہے۔اغواء کرکے لے جارہا ہوں، ہمت ہے تو آکر روک لو..." دامیان سوری نے للکارا۔

حیدر مرتضیٰ اس کسرتی جسامت اور اونچے لمبے قد کو دیکھ کر چپ ہوگیا۔

دامیان سوری تن کر کھڑا اسے دیکھنے لگا تھا پھر اناہیتا بیگ کو لے کر کوریڈور کراس کرگیا۔

"چھوڑو میرا ہاتھ... یہ کیا بدتمیزی ہے؟ تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی؟"

اناہیتا بیگ اس کی گرفت سے اپنی کلائی چھڑاتی ہوئی بولی۔دامیان سوری اسے سرخ آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

"مجھ میں کتنی ہمت ہے اس کا ثبوت تمہیں مزید درکار ہے؟ تمہارے اس کینیڈین بزنس مین کی ایک لمحے میں بینڈ بجا سکتا ہوں۔اگر اس کے سامنے تمہارا ہاتھ پکڑ کر لاسکتا ہوں تو اگلا قدم اس سے بھی

بڑا لے سکتا ہوں۔ابھی تو صرف اغواء کرنے کا کہا ہے تم نے اس سے ملنا بند نہیں کیا تو سچ میں لے کر کہیں دور نکل جاؤں گا۔" وہ بھاری لہجے میں بولا۔

کتنا انتہا پسند تھا وہ؟ یا پھر انابیتا کے عمل نے اسے ایسا بنادیا تھا۔انابیتا بیگ اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

"شٹ اپ دامیان شاہ سوری! زندگی مذاق نہیں ہے' تم اس طرح کا بچپنا میری زندگی کے ساتھ نہیں کرسکتے۔جس طرح تم میرا ہاتھ پکڑ کر حیدر مرتضیٰ کے سامنے سے لے کر آئے ہو تمہیں پتا ہے اس کا اثر میری زندگی پر کیا ہوگا؟ کیا سوچے گا وہ میرے بارے میں؟ تمہیں اس کی فکر نہیں ہے اور فکر ہوگی بھی کیوں تم تو بس ہر قدم پر میرے مخالف کھڑا ہونا چاہتے ہو۔دوست سمجھتی تھی میں تمہیں مگر تم تو اس قابل بھی نہیں۔" انابیتا بیگ غصے سے بولی تھی اور اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے چھڑا کر اسے پرے دھکیل دیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"تم کیوں میری زندگی میں پوک کرنا بند نہیں کردیتے؟ کیوں ہمیشہ کہیں سے بھی نکل کر آجاتے ہو۔تمہیں لطف ملتا ہے مجھے پرابلمز میں ڈال کر ؟ اچھا لگتا ہے جب مجھے تکلیف پہنچتی ہے؟" اس کی آواز بھرا گئی تھی اور آنکھیں نمی سے بھر گئی تھیں۔

"ہاں اچھا لگتا ہے' بہت اچھا لگتا ہے اور میں تمہیں اس سے بھی زیادہ تکلیف دینا چاہتا ہوں کیونکہ جب تم روتی ہو تو اتنی پرائی نہیں لگتیں۔مجھے وحشت ہوتی ہے اس انابیتا بیگ سے جو پری ٹنڈ کرتی ہے جو فطری نہیں۔"

"ایسا کرکے تم جتانا چاہتے ہو کہ تم میرے کتنے بڑے خیرخواہ ہو' یا تمہیں میری کتنی فکر ہے؟ ڈھونگی ہو تم' جھوٹ بولتے ہو۔تمہیں اچھا نہیں لگ رہا اگر میں کسی کے ساتھ ہوں۔تمہیں جلن ہو' نہیں دیکھ سکتے تم مجھے خوش۔ میری خوشیوں کے دشمن ہو تم۔" وہ کانپتی ہوئی بولی۔اس کے اندر جیسے ایک طوفان تھا' پورا وجود ہولے ہولے لرز رہا تھا۔دامیان سوری کو جیسے اس لمحے ایک پل میں اس پر ترس آیا تھا۔دو قدم آہستگی سے بڑھا کر اس کے قریب

آیا تھا پھر ہاتھ بڑھا کر اس کی آنکھوں سے نمی چنی اور اس کے چہرے کو بغور تکتے ہوئے بولا۔

"ہاں نہیں اچھا لگتا' اگر تم کسی اور کا ہاتھ تھام کر چلتی ہو مجھے یہ بات کاٹتی ہے اندر ہی اندر بہت جلن ہوتی ہے۔ تمہیں خوش نہیں دیکھ سکتا ہوں مگر میں ایسا ہی ہوں۔ تمہیں کسی دن فرار کر کے اپنا کے کسی ایک سنسان کونے میں لے جاؤں تو برا مت ماننا۔ میں حاسد ہوں مجھے اچھا نہیں لگتا جب کسی کی نظر تمہارے چہرے پر پڑتی ہے۔ کوئی تمہاری طرف دیکھتا ہے یا تمہارے ساتھ کا تمنائی ہوتا ہے۔ مجھے بالکل بھی اچھا نہیں لگتا۔ میں ایسا نہیں تھا۔ اسباب معلوم کرنا ہے تو تمہیں اجازت ہے۔ تمہیں حق ہے تم شکوہ کرو مگر میں تمہارے ہر سوال کا جواب دوں۔ یہ ضروری نہیں۔" کیا ہو گیا تھا اس شخص کو۔

کیا پاگل ہو گیا تھا وہ؟ نہ زمانے کی فکر رہی تھی نہ کسی بات کا لحاظ وہ کیوں بھول رہا تھا کہ وہ لڑکی تھی اور کسی بات کا اس کی زندگی پر اثر ہوسکتا تھا۔

اور وہ حیدر مرتضیٰ وہ کیا سوچ رہا ہوگا؟ اور اب کتنے سوال نہیں کرے گا۔

اوہ خدا وہ تو پہلے ہی پوچھ رہا تھا کہ اس کا کوئی پاسٹ تو نہیں اور اب جب وہ دیکھ چکا ہے کہ دامیان سوری اس کا ہاتھ پکڑ کر اس طرح وہاں سے لے آیا ہے تو وہ کیا کچھ اخذ نہیں کر چکا ہو گا۔ اس بات کی فکر دامیان سوری کو کیوں نہیں تھی۔ وہ کیوں پروا نہیں کر رہا تھا کیوں اس کی زندگی کے سارے راستے بند کر رہا تھا ایسی بڑی دشمنی تھی کیا؟ وہ اتنا انتہا پسند ہو رہا تھا۔

انابیتا بیگ اسے بھیگتی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی اور ان آنکھوں میں پچھتاوے کا احساس بہت واضح تھا۔

"تم سے دوستی میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی دامیان سوری۔ تم کسی قابل نہیں ہو۔ تم صرف تکلیف دینا جانتے ہو۔ تمہیں دوسروں کے جذبات کی' احساسات کی کوئی پروا نہیں تم نا محبت کے قابل ہو نا نفرت کے۔" اس کا لہجہ زہر خند تھا۔

مگر دامیان سوری مسکرا دیا تھا۔ پھر اس کے سینے پر بہت آہستگی سے انگلی رکھی تھی۔

"یہ دل اس حیدر مرتضیٰ جیسے چغد کے لیے نہیں ہے۔یہ اس کے لیے کبھی نہیں دھڑک سکتا۔بے وقوف ہو تم پرلے درجے کی احمق ہو انابیتا بیگ۔تمہیں سمجھانا فضول ہے۔بات تمہاری سمجھ میں نہیں آسکتی۔مگر ایک بات دھیان میں رکھو میں یہ دل سینے سے نکال کر پھینک دوں گا اگر یہ کبھی اس حیدر مرتضیٰ جیسے کارٹون کے لیے دھڑکا۔"

"کیوں؟ کیا پرابلم ہے تمہیں اس سے؟ کیوں اتنے انتہا پسند ہو رہے ہو؟" قدامت پرستی کے لیے' کیا لگتی ہوں میں تمہاری۔مجھ پر اتنا حق کیوں جتا رہے ہو۔" وہ مضبوط لہجے میں بولی۔

دامیان سوری براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھتا مسکرا دیا۔

"وہ تم ہی ہو جس پر میں سارے حق جتا سکتا ہوں۔ان آنکھوں کو دیکھا کبھی آئینے میں۔مجھے آپ کہتی ہیں کہ ہم پر حق جتاؤ۔اس دل کی دھڑکنوں کو سنا ہے کہ میں انہیں سنوں اور اپنے ساتھ باندھ لوں۔تمہاری ہر سانس چاہتی ہے کہ میں یہ ہاتھ تھاموں اور قدم قدم تمہارے ساتھ چلوں۔تم میرے ساتھ کی تمنائی ہو۔یہ جو مجھ سے فرار ہے یہ بے معنی نہیں ہے۔یہ مجھ سے دور نکلنے کی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

چاہ بے معنی نہیں ہے۔میں سارے اشارے سمجھتا ہوں۔نظروں کی زبان بھی پڑھ سکتا ہوں اور دھڑکنوں میں چھپے آہنگ بھی سمجھ سکتا ہوں۔میرا جو دل چاہتا ہے میں وہی کرتا ہوں۔میں وہی کروں گا جو دل مجھے کہے گا۔اپنے دل سے کہو مجھے اشارے کنایوں میں سب کہنا' درخواستیں کرنا ترک کردے۔میں بھی تمہاری زندگی میں دخل دینا ترک کر دوں گا۔مگر جب تک تمہارے دل کا میرے دل سے ربط ہے اور تمہاری دھڑکنوں کا تال میل مجھ سے جڑا ہے تب تک۔نا ممکن ہے کہ میں تمہاری بات نہ سنوں یا پھر تمہاری طرف دیکھوں بھی نہیں۔یہ نا ممکن ہے انار کلی اور مجھے اس کے لیے کسی کی پروا نہیں ہے۔کوئی کچھ بھی کہتا ہے شوق سے کہے۔کچھ بھی سوچتا ہے شوق سے سوچے۔آئی ڈونٹ کیئر۔" اس کا انداز بے پروا تھا۔بلا کا ضدی اور خود سر۔

انابیتا بیگ کے لیے اس کا یہ روپ بہت انوکھا تھا اور نرالا بھی وہ ساکت سی اسے دیکھ رہی تھی جب ایکسل اپنا اسکرپٹ لیے وہاں آیا۔

"کیا ہوا تم دونوں اس طرح بت بنے کیوں کھڑے ہو؟ اور انابیتا تم روئی ہو؟ کیا کہا دامیان نے تمہیں؟" ایکسل فکر مندی سے بولا۔

"کچھ نہیں ہوا ایکسل... کچھ ہو بھی نہیں سکتا۔ کچھ ہونے کے لیے عقل کی ضرورت ہوتی ہے اور ان محترمہ کے پاس نہ عقل ہے نہ فہم۔" دامیان سوری بغور انابیتا کو تکتا ہوا بولا اور پلٹ کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"مجھے تم دونوں کی سمجھ نہیں آتی۔ ہر وقت بچوں کی طرح جھگڑتے رہتے ہو۔ میں نے انابیتا کو یہاں منتیں کر کے بلایا تھا اور تم نے پھر سے اس کا موڈ بگاڑ دیا۔ یار میرے اسکرپٹ کی فکر کرو۔ ہماری فیئرویل کا سوچو میں نے پلان کیا تھا ہم انار کلی پارٹ ٹو کریں گے۔ اتنی محبت سے رات بھر جاگ کر اسکرپٹ لکھا۔ مگر تم دونوں ہو کہ۔"

"ایکسل میں Skit نہیں کروں گی۔ تم کسی اور کو رکھ لو۔" وہ فیصلہ کن انداز میں بولی۔

"اوہ گاڈ یار اب اتنا ظلم مجھ پر مت کرو۔ میں بے چارہ سا بندہ کچھ رحم کرو مجھ پر۔ یہ دیکھو دونوں ہاتھ جوڑتا ہوں۔ کم از کم اس دوستی کی خاطر یہ Skit کر لو۔ یار یہ آخری موقع ہے جب ہم سب اکٹھا ہوں گے۔ کچھ اچھی یادیں سمیٹ لینے دو۔ کانووکیشن پر میں نہیں ہوں گا یہاں۔ مجھے ڈیڈ کے ساتھ ان کے بزنس ٹور پر جانا ہے اور تبھی میں یہ موقع کھونا نہیں چاہتا اور مزید یادگار بنانا چاہتا ہوں۔" ایکسل نے دوستی کا واسطہ دیا۔

انابیتا اور دامیان سوری خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے تھے۔

...☆☆☆...

انائیا ملک کمرے میں آئی اور اپنے بیگ کی زپ کھول کر ابھی وہ پنک ڈائری نکالنا چاہ رہی تھی جب معارج تغلق وہاں آگیا۔ انائیا نے ڈائری واپس بیگ میں چھوڑ دی تھی اور زپ بند کر کے سر اٹھا کر معارج تغلق کو دیکھا۔

"کیا کر رہی ہو تم؟" معارج تغلق نے دریافت کیا۔

"کچھ نہیں۔" وہ اس کی سمت دیکھے بنا بولی۔ شاید وہ اس بات کو معمول کے مطابق ظاہر کرنا چاہتی تھی۔ معارج تغلق کو ذرا سا بھی پتا چل جاتا یا شک ہوجاتا

تو وہ اس کے ہاتھ سے وہ ڈائری لے لیتا اور پھر وہ باقی کا آدھا سچ جان نہیں پاتی۔اس کے لیے وہ باقی کا آدھا سچ جاننا بہت ضروری تھا۔تبھی چہرے پر کوئی تغیر لائے بنا وہ اس کی سمت دیکھنے لگی تھی۔

"تم پریشان ہو؟" معارج تغلق نے اس کے چہرے کو بغور جانچا تھا۔اسے خبر کیسے ہوجاتی تھی کہ وہ پریشان ہے اور جب خود پریشان کرتا تھا تو اس بات کا احساس تک نہیں ہوتا تھا۔

"نہیں، میں پریشان نہیں ہوں۔تم اس وقت یہاں کیسے آئے ہوئے ہو؟ تمہارے پاس اتنا فالتو وقت کہاں سے آیا۔آفس کا بزی شیڈول کیا ہوا ہے؟" وہ اس کی سمت دیکھے بنا بیڈ پر سے بکھری کتابیں اٹھا کر ریک پر رکھنے لگی تھی۔

"مجھے لائف اور چیزوں کو مینیج کرنا آتا ہے سویٹ۔تم اس کی فکر مت کیا کرو۔مجھے ممی کا فون آیا تھا انھوں نے کہا تمہیں گھر سے لے لوں۔اسپتال جانا ہے۔" معارج تغلق نے کہا تھا وہ چونک کر اُسے دیکھنے لگی۔

"اسپتال کیا ہوا؟ سب ٹھیک تو ہے؟" اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار دیکھ کر معارج تغلق اس کے قریب آیا اور بہت آہستگی سے ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ تھاما تھا اور دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ کر اپنا ہاتھ اس پر رکھ دیا تھا اور اسے بغور دیکھتے ہوئے ملائمت سے بولا۔

"ہر بات کی اتنی فکر مت کیا کرو۔چھوٹی چھوٹی چیزوں پر الجھ مت جایا کرو۔سب ٹھیک ہے۔ممی کو لگا تمہارے پاس گاڑی نہیں ہے تو تمہیں اسپتال پہنچنے میں تکلیف ہوگی تبھی مجھے فون کردیا۔تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا کہ تمہاری گاڑی ورکشاپ میں ہے؟ میں آج ہی نئی گاڑی ڈرائیور کے ساتھ یہاں بجھوادوں گا تاکہ تمہیں کوئی تکلیف نہ ہو۔"

اس کے نرم لہجے اور دوستانہ مزاج پر انایا ملک اس کو ساکت نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"اس طرح کیا دیکھ رہی ہو؟ تمہیں اتنی حیرت کیوں ہوتی ہے؟ اب ضروری تو نہیں تم ہر بات کو پرکھو اور کسوٹی پر تولو۔کچھ چیزوں کو نارمل بھی لینا چاہیے۔یہ احساس اس "کچھ" باقی بچ جانے کا ہے۔جب کچھ باقی نہیں بچتا تو کچھ

نہ کچھ پھر بھی بچ جاتا ہے۔میں یہ خیال تمہارا ہزبینڈ ہونے کے ناتے نہیں کررہا تمہارا دوست ہونے کے ناتے کر رہا ہوں۔اب ایک رشتے کی کسوٹی پر فیل ہونے کا مطلب ہر گز یہ نہیں کہ ہر رشتے میں فیل ہوجاؤں۔مجھ پر اتنا شک مت کرو۔ایک اچھا دوست بننے کی پوری صلاحیت ہے مجھ میں۔اعتبار کرنا سیکھو۔“ اس کے مدہم لہجے میں کیا تھا کہ چاروں اطراف کو اپنے ساتھ باندھ رہا تھا۔؟

”تم چاہتے کیا ہو معارج تغلق؟ مجھے مارنا ہے تو ایک ہی بار مار کیوں نہیں دیتے؟ یہ ہر بار ایک نیا روپ لے کر میرے سامنے کیوں آجاتے ہو؟ تمہیں کیوں لگتا ہے کہ میں اتنی بے وقوف ہوں کہ اب تم پر پھر سے اعتبار کرلوں گی؟ تم نے جو کیا وہ اتنا معمولی ہے کہ بھلایا جاسکے یا کسی نئے رشتے کو تمہاری شرطوں پر قبول کیاجاسکے اور میں ڈمی بن کر تمہارے اشارے کو فالو کیوں کرتی ہوں؟ تم کیوں چاہتے ہو کہ میں سب تمہاری مانوں؟“ وہ اسے جتاتے ہوئے بولی تھی۔انداز میں اکتاہٹ اور غصہ تھا مگر معارج تغلق بہت

نرمی سے مسکرا دیا اور ہاتھ بڑھا کر اس کی ناک کو بہت آہستگی سے نرمی سے دبایا۔

”شاید اس لیے کہ مجھے لگتا ہے کہ تمہیں مجھ سے عشق ہے اور محبت ہوجائے تو پھر ضروری یا غیر ضروری کی فکر کون کرتا ہے؟ عشق میں تو بہت ”نا ٹھیک“ بھی ٹھیک لگتا ہے نا؟“ وہ اس کی بات کو مذاق میں ٹال رہا تھا۔

یہ معارج تغلق تھا یہ انقلاب کیسے آیا۔

یہ وہ شخص تھا جو شعلہ جوالہ تھا؟ جو اسے تہس نہس کردینا چاہتا تھا جس کی آنکھوں سے شعلے نکلتے تھے اور ہر بات پر اختیار رکھتا تھا؟ یہ اتنی بڑی تبدیلی کا باعث کیا تھا؟ کیا اسباب تھے؟کیا وہ واقعی بدل رہا تھا؟ یا...؟

”تم جاؤ یہاں سے۔“ وہ اپنی نگاہ پھیرتی ہوئی بولی۔

”مجھے اسپتال جانے کے لیے تیار ہونا ہے۔“ وہ معارج تغلق کی کسی بات کا نوٹس نہیں لینا چاہتی تھی۔معارج تغلق نے اسے گہری نظروں سے دیکھا تھا پھر مسکرایا۔

"اور میرا جانا کیوں ضروری ہے؟ آفٹر آل آئی ایم یور ہزبینڈ۔" وہ شرارت کر رہا تھا یا چھیڑ رہا تھا۔

اس کی نگاہ میں وہ سختی تھی نا کھردرا پن۔

وہ دو قدم پیچھے ہٹ گئی' یہ کوئی خوف تھا؟ یا کوئی ڈر؟

معارج تغلق نے اس خوف کو صاف محسوس کیا تھا۔تبھی ملائمت سے بولا۔

"اپنے گھر پر نقب زنی کوئی نہیں کرتا سویٹ۔اگر مجھے تمہیں حاصل کرنا ہے تو اس کے لیے مجھے کوئی زبردستی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔آخر تم میری ہی ہو اس کے لیے مجھے کسی اجازت کی ضرورت نہیں۔مگر فی الحال اس کا وقت نہیں۔ہمیں ڈیڈی کو دیکھنے اسپتال جانا ہے اور یہ کام بہت ضروری ہے میں تمہارا انتظار باہر کررہا ہوں۔جلدی سے ریڈی ہو کر آجاؤ۔" وہ پلٹ کر باہر نکل گیا اور انائیا ملک حیرت سے اس کی پشت کو دیکھنے لگی تھی۔

...☆☆☆...

پارسا بہت آہستگی سے چلتی ہوئی ابا کے کمرے میں آئی تھی۔وہ جاگ رہے تھے۔اس کی سمت دیکھامگر نا وہ چونکے تھے نا کسی غصے کا اظہار کیا تھا۔بس خاموشی سے اس کی طرف دیکھتے رہے تھے۔

پارسا ان کے قریب آکر رک گئی۔پھر سر جھکا کر آہستگی سے بولی۔

"ابا' آپ کی بیماری کی خبر سن کر میں رہ نہیں پائی۔ملنے چلی آئی۔مگر اس کا مقصد آپ کو مزید کوئی تکلیف پہنچانا نہیں تھا۔میں آپ سے اور اماں سے بہت محبت کرتی ہوں۔دونوں کو کسی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی۔بس اسی لیے آئی ہوں۔خواہ میں اس گھر کے لیے یا آپ سب کے لیے مرچکی ہوں مگر میری زندگی میں رشتوں کی اہمیت اسی طرح قائم ہے۔میرے لیے سارے رشتے آج بھی اتنے ہی اہم ہیں۔میں دور رہوں یا پاس۔ہمیشہ آپ کے لیے دعا کرتی رہوں گی۔سات سالوں میں بہت تڑپا یہ دل آپ لوگوں سے ملنے کے لیے مگر میں نہیں آئی۔اماں نے کہا تھا آپ کا غصہ ٹھنڈا ہوجائے گا تو مجھے جا کر بوا کے گھر سے واپس لے آئیں گی۔شاید آپ کا غصہ اب بھی اسی طور برقرار ہے۔آپ اب بھی مجھ سے خفا ہیں اور میں آپ کی ناراضگی ختم ہوئے

بنا اس گھر میں قیام نہیں کر سکتی۔میں جانے سے پہلے آپ سے کچھ کہنا چاہتی تھی۔" وہ لمحہ بھر کو رکی تھی۔اندرنی خلفشار سے آواز بھرا گئی تھی۔ابا اسے خاموشی سے دیکھ رہے تھے۔

"میں آپ سے بہت بہت پیار کرتی ہوں ابا۔میں کبھی بھی آپ کے کسی فیصلے کے خلاف نہیں جا سکتی۔اپنی گلابو کو معاف کر دیجیے گا۔کچھ نادان تھی۔آپ کی عزت کا شملہ اپنے کمزور کندھوں پر اونچا نہیں رکھ پائی۔مگر اتنی نادان نہیں تھی کہ آپ کا سر جھکا دیتی۔آپ کی گلابو نے کبھی آپ کا سر نہیں جھکایا۔جو ہوا وہ ایک سازش تھی اور آپ کی گلابو اس کا حصہ بن گئی تھی۔اتنے سالوں میں آپ کی بہت یاد آئی۔مگر آپ کا حکم تھا سو واپس نہیں لوٹی۔" اس نے بھیگتی آنکھوں کو ہاتھ سے رگڑ کر صاف کیا تھا اور واپس پلٹ گئی تھی۔

ابا اسے خاموشی سے دیکھتے رہے تھے۔

...☆☆☆...

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"کون تھا وہ؟ اس کی ہمت بھی کیسے ہوئی تمہارا ہاتھ پکڑ کر تمہیں یہاں سے اس طرح لے جانے کی؟ میں نے تم سے کہا تھا نا اناہیتا بیگ کوئی پاسٹ ہے تو مجھے بتا دو؟" حیدر مرتضیٰ اس کے سامنے کھڑا رہا تھا۔

"میرا کوئی پاسٹ نہیں ہے حیدر مرتضیٰ' مجھ سے اس طرح سطحی مردوں کی طرح بات مت کرو۔مجھے گھٹن ہوتی ہے اس طرح بی ہیو کرو گے تو شاید ہمارا رشتہ کبھی نہیں جڑ سکے گا۔نا بات آگے بڑھ پائے گی۔" اس کے دو ٹوک انداز پر حیدر مرتضیٰ اسے حیرت سے تکنے لگا۔پھر موقع کی نزاکت دیکھ کر نرمی سے بولا۔

"میرا مطلب وہ نہیں تھا انا مگر تم سوچو مجھے کتنا برا لگا وہ اتنی ہمت سے تمہارا ہاتھ وہاں سے پکڑ کر نکل گیا اور...!"

"برا لگا تو روک کیوں نہیں لیا؟ اس نے ہمت کی ہاتھ پکڑا وہاں سے لے کر نکل گیا تو تم کیا کر رہے تھے؟ تمہاری ہمت کہاں گئی تھی؟" وہ سخت لہجے میں بولی۔

"وہ تمہارا دوست تھا انا اور میں الجھنا نہیں چاہتا تھا اور...!"

"یہی بات حیدر مرتضیٰ میں تمہیں بتانا چاہتی ہوں کہ وہ میرا دوست تھا۔مذاق کر رہا تھا وہاں ایکسل نے مجھے فیئرویل کے ایکٹ کے لیے بلایا تھا۔اسی ایکٹ کی ریہرسل کے لیے وہ مجھے وہاں سے

لے گیا تھا۔اس کا مزاج ہے ایسا۔وہ ایسی ہی حرکتیں کرتا ہے۔مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم کچھ بھی سوچ لو۔میں چاہتی ہوں میرا ہونے والا جیون ساتھی مجھ پر اعتبار کرے۔سب سے بڑا زندگی گزارنے کے لیے یہی ہے۔اعتبار کے بنا کوئی رشتہ قائم نہیں ہوسکتا۔اور...!"

"انابیتا بیگ آئی ایم سوری میں سمجھتا ہوں مگر کچھ چیزیں فطری بھی ہوتی ہیں اگر کوئی دیکھتا ہے تو ایسے ہی ری ایکٹ کرتا۔" وہ شاید بات بڑھانا نہیں چاہتا تھا نہ اسے کھونا چاہتا تھا تبھی بولا۔انابیتا مزید کچھ نہیں بولی مگر تبھی پلٹی تو وہ حیران رہ گئی تھی۔اس کے سامنے دامیان سوری کھڑا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تو کیا اس نے طے کرلیا تھا کہ اس کی زندگی میں سے حیدر مرتضیٰ کو نکال کر ہی رہے گا؟ وہ کیوں اس کے پیچھے آرہا تھا جب جانتا تھا کہ وہ کسی اور کے ساتھ انگیج ہو رہی ہے۔

انابیتا اسے سامنے دیکھ کر ساکت رہ گئی تھی۔وہ مسکرا دیا تھا۔

"کیا ہوا انا تم حیران کیوں ہو؟ میں بیچ کی طرف نکل رہا تھا سوچا تمہیں بھی ساتھ لے لوں۔دراصل مجھے تنہا واک کرنا پسند نہیں اور پھر تمہیں بھی تو ساحل پر چلتے ہوئے Sunset دیکھنا اچھا لگتا ہے نا؟" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا اور حیدر مرتضیٰ اس کے عقب میں کھڑا اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

"ارے حیدر صاحب آپ بھی یہیں پائے جاتے ہیں؟ سوری میں نے آپ کو دیکھا ہی نہیں۔دراصل انا کو بیچ پر واک کرنا بہت پسند ہے۔میں نے سوچا ریہرسل سے پہلے واک ہوجائے تو دماغ کچھ فریش ہوجائے گا۔ویسے میں اور انا گھنٹوں ساحل پر چپ چاپ چلا کرتے تھے۔بعض اوقات لفظوں کی ضرورت نہیں رہتی نا؟" دامیان سوری مسکراتے ہوئے جلیبی اٹھا کر کھانے لگا۔

"انا یہ جلیبی تم نے بنائی ہے۔یار تم تو پرفیکٹ وائف بننے کے سارے گر سیکھ رہی ہو۔مجھے پتا ہوتا تو انکار نہیں کرتا۔تھوڑا بدھو ہوں نا۔مجھے لگا تم سارا وقت وہاں ٹینس کورٹ میں پریکٹس کرتی رہا کرو گی اور میں گھر میں بیٹھا انتظار کیا کروں گا۔حیدر صاحب انا نے آپ کو بتایا نہیں؟ شاید ذہن سے نکل گیا۔مگر قصہ کچھ یوں ہے کہ انا ہے ہی اتنی اچھی لڑکی کہ کوئی بھی پسند کرسکتا ہے۔سو میں بھی کر بیٹھا۔اب پسند تو کرلیا مگر مجھے لگا ایک اچھی بیوی کو ہزبینڈ کا دل جیتنے کا گر بھی آنا چاہیے۔مگر شاید آپ نہیں جانتے انا کو کوکنگ سے کوئی دلچسپی ہے ہی نہیں۔اب پیار سے کہاں پیٹ بھرتا ہے۔معدے کا راستہ تو دل سے ہی ہو کر گزرتا ہے۔سو ان کی طرف سے بات چلی بھی تو میں نے منع کردیا۔اوہ واؤ۔سموسے کافی مزیدار ہیں انا آئی ایم سوری یار میں نے اس وقت انکار کردیا۔حیدر صاحب آپ موقع دیں تو میں ایک بار پھر ٹرائی کروں۔یار بے وقوفی میں لوگ پاؤں پر کلہاڑی مارتے ہیں میں نے کلہاڑی پر ہی پاؤں دے مارا۔تھینک گاڈ وقت اتنا نہیں گزرا کہ مجھے کہنا پڑے چڑیاں چگ گئیں کھیت... انا سوری سویٹ ہارٹ یہ نا اب مجھے محسوس ہو رہا

ہے کہ ہم اب ایک پرفیکٹ میچ ہیں...!" وہ مسکراتے ہوئے سموسہ نگلتے ہوئے کہہ رہا تھا انا اسے درشت نظروں سے دیکھ رہی تھی اور حیدر مرتضیٰ ہکا بکا کھڑا تھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو یار میں کوئی غیر تھوڑی ہوں۔تمہارا دوست ہوں۔آج فیانسی یا ہزبینڈ بھی ہوتا اگر ذرا سی غلطی نہ کی ہوتی اب اپنی بے وقوفی پر کتنا پچھتانا پڑے گا؟ چلو ایک کام کرو۔میں پروپوزل دوبارہ بھجواتا ہوں۔تم بس ایک چھوٹی سی فیور کرنا اس بار ایگو ایک طرف رکھ کر ہاں کردینا۔حیدر صاحب کا کیا ہے اچھے خاصے ہیں۔کینیڈین بزنس پرسن ہیں انہیں تو کوئی دوسری بھی مل جائے گی۔تم خوامخواہ ان کی فکر مت کرو۔" انابیتا بیگ کے لیے یہ سب بہت شاکڈ کردینے والا تھا۔

کیا وہ کوئی سازش کر رہا تھا؟

وہ پلان کر کے آیا تھا کہ اس کی شادی نہیں ہونے دے گا؟

اگر وہ اس کی شادی روکنا چاہتا ہے تو اس کے لیے وہ پرفیکٹ اسکرپٹ لکھ کر آیا تھا اور خوب ایکٹ کر رہا تھا۔وہ جان بوجھ کر جھوٹے قصے بنا کر سنارہاتھا

تاکہ ان کے درمیان غلط فہمیاں پھیلیں اور بات یہیں ختم ہوجائے۔اسے دامیان سوری کو روکنا تھا۔یہ بہت غلط ہورہا تھا۔وہ ماؤف کھڑی تھی۔دماغ پہلے تو کچھ سوچ ہی نہیں سکا تھا اس کے گمان تک میں نہ تھا وہ کچھ ایسا ڈرامہ کرے گا۔

”کیا بکواس ہے یہ دامیان سوری! کیا فضول بول رہے ہو تم؟“ انابیتا نے ہمت کرکے کہا تھا۔

”کیا فضول ہے ہنی! تم ہی بتاؤ کیا ہمارے رشتے کی بات نہیں چلی تھی؟ حیدر صاحب آپ کو یقین نہ آئے تو آپ ممی سے پوچھ لیں۔ڈیڈی سے پوچھ لیں یا پھر عدن بھائی سے۔اس گھر کا ہر فرد جانتا ہے۔“ وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

”شٹ اپ دامیان! حیدر تم اس کی باتوں میں مت آنا‘ اسے عادت ہے بکواس کرنے کی۔کچھ نہ کچھ بولتا رہتا ہے۔“ وہ دفاع کرتی ہوئی بولی۔

”کیا مطلب؟ یہ کوئی طریقہ ہے۔دوستوں سے مذاق کرنے کا؟ کیا آپ دونوں کے رشتے کی کوئی بات چلی تھی؟ آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟“ حیدر مرتضیٰ نے جواز مانگا۔

”آپ میری بات سنیں۔رشتے کی بات چلی تھی مگر...“

”مگر کیا؟“ حیدر نے پوچھا تھا۔دامیان سکون سے بیٹھ کر گلاب جامن کھانے لگا۔جو تیر چلایا تھا وہ نشانے پر لگا تھا۔

”آپ ایک شکی آدمی ہیں؟ کسی اور کی سن رہے ہیں‘ میری نہیں۔“ وہ تھک کر بولی تھی۔حیدر مرتضیٰ کچھ بھی کہے بنا وہاں سے نکل گیا۔

انابیتا نے پلٹ کر اسے دیکھا‘ نظریں قاتلانہ تھیں اگر کوئی نظروں سے قتل کرسکتا تو شاید آج انا اسے قتل کرچکی ہوتی۔دامیان سوری مسکرادیا‘ تبھی انا نے کشن اٹھایا اور اسے مارنے لگی تھی۔وہ اس کے سامنے سے ہٹا نہیں تھا نا اپنا بچاؤ کیا تھا۔اس کے سامنے تنا کھڑا رہا تھا اور اسے مسکراتے ہوئے دیکھتا رہا تھا۔پھر جب وہ تھک کر چُور ہوگئی تھی تو اس کے شانے پر سر رکھ کر تھکے ہوئے انداز میں گہری گہری سانسیں خارج کرتے ہوئے اندر کا غبار نکالنے کی کوشش کرنے لگی تھی مگر آنکھوں میں نمی اتنی تھی کہ وہ نہ رونے کا ارادہ کرتی ہوئی بھی اس کا شانہ بھگونے لگی تھی۔

وہ اس کے سامنے اس کی ڈھال بنا اسی طرح کھڑا رہا تھا۔وہ اس کے کاندھے پر رو رہی تھی جس کے باعث اس کی زندگی میں ساری اتھل پتھل ہو رہی تھی۔کچھ دیر رونے کے بعد احساس ہوا تھا تو وہ ہاتھوں کے مکّے بنا کر اس کے سینے پر برسانے لگی تھی۔مگر تب دامیان سوری نے اس کی کلائیوں کو تھام لیا تھا۔

"تم رونا نہیں چاہتی، خود کو بہادر ثابت کرنا چاہتی ہو اور میں چاہتا ہوں تم ان آنسوؤں کے ساتھ اپنے اندر کا سارا غبار دھو دو اور آخر میں یاد رکھو تو اتنا کہ یہاں ایک دل ہے جو صرف تمہارے لیے ہے اور اس دل کو تمہاری بہت فکر ہے بس۔" انابیتا بیگ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔دامیان سوری نے اپنا ہاتھ سینے کی طرف لے جاتے ہوئے شہادت کی انگلی سے اپنے دل کی طرف اشارہ کیا اور جتایا کہ اس کا دل اس کے لیے کتنی محبت رکھتا ہے۔

مگر انابیتا نے دونوں ہاتھوں سے پوری طاقت لگا کر اسے پرے دھکیل دیا۔

"آئی ہیٹ یو دامیان سوری! تم اگر زمین پر آخری شخص بھی بچو گے تو میں تم سے کوئی رشتہ جوڑنا نہیں چاہوں گی۔تم صرف میری کردار کشی کررہے ہو اور ایسا کرکے تم خود کو میرا خیر خواہ ثابت نہیں کررہے، تم مجھے کسی کی نظروں میں گرارہے ہو۔یہ بتا کر کہ میں کل اپنے پاسٹ میں تم سے کوئی رشتہ رکھتی ہوں۔جھوٹی کہانیاں گھڑ رہے ہو تم۔کیوں کررہے ہو ایسا؟ تم چاہتے ہو میں اپنی زندگی کبھی شروع نہ کروں؟ نفرت کرتی ہوں میں تم سے۔
میرے لیے میری رسپیکٹ بہت اہم ہے اور اس پر داغ لگانے کے لیے میں تمہیں کبھی معاف نہیں کرسکتی۔میں تمہیں پہلے سے بھی زیادہ شاٹ پریڈ میں شادی کرکے دکھاؤں گی۔یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔تمہیں جو کرنا ہے کرلو۔"
وہ ہاتھ اٹھا کر وارننگ دیتے ہوئے بولی جانے کے لیے پلٹی تھی جب دامیان سوری نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

انابیتا بیگ غصے سے سرخ چہرے کے ساتھ اسے دیکھنے لگی۔وہ اطمینان سے مسکرادیا تھا۔

”تمہاری شادی نہیں ہوگی کم از کم اس چغد حیدر مرتضیٰ سے تو کبھی نہیں‘ اس کے لیے تم جتنی کوششیں کرسکتی ہو کرلو۔“

”تمہیں پرابلم کیا ہے؟“ وہ چیخی۔

”تمہاری آنکھیں... ان سے کہو مجھے نہ بتائیں کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔تم سے کہا تھا نا تمہارے دل کی دھڑکنوں کا ربط مجھ سے جڑا ہے۔“ تو بس اس ربط کو ختم کرو۔میں تم سے اپنے آپ دور چلا جاؤں گا۔“ وہ اطمینان سے کہہ رہا تھا۔انابیتا کا دل چاہا کہ اس کا منہ نوچ لے۔اس کا اطمینان اس کا غصہ مزید بڑھا رہا تھا۔

”ان فاصلوں کو سمیٹنا یا بڑھانا تمہارے اختیار میں ہے انا!“ وہ مدھم سرگوشی میں اس کے چہرے کو بہت آہستگی سے چھوتے ہوئے بولا۔

”چاہو تو فاصلے بڑھا کر صدیوں سالوں تک پھیلا دو‘ چاہو تو صدیوں سالوں کو ایک پل میں سمیٹ لو۔میں تو ایک کچی ڈور سے بندھا ہوں‘ تم وہ ڈور توڑنے میں کامیاب ہوگئیں تو تم سے اتنی دور چلا جاؤں گا کہ پھر دیکھنا بھی چاہو گی تو نہیں دیکھ پاؤ گی۔مجھے اپنی آنکھوں میں رکھ کر خود سے باندھ لو یا پھر فنا

کردو‘ یہ سب تمہارے اختیار میں ہے۔سب سے پہلا کام یہ کرو کہ اس ان دیکھی کچی ڈور کو ڈھونڈو پھر کیسے توڑنا ہے یہ طے کرو۔تمہارے پاس لامتناہی وقت ہے۔میں بھی یہیں ہوں اور تم بھی کہیں نہیں جاسکتیں‘ جب تک یہ رابطہ نہ ختم کردو اور میں تمہیں کہیں جانے بھی نہیں دوں گا۔“ وہ بہت مدھم سرگوشی میں بولا‘ انابیتا بیگ اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

”تم میری بلا سے مرجاؤ‘ مجھے تمہاری پروا نہیں!“ وہ ہاتھ چھڑا کر وہاں سے ایک پل میں نکل گئی تھی۔دامیان سوری کھڑا رہا۔

اس کے غصے پر وہ غصہ نہیں کررہا تھا۔بہت مطمئن ظاہر کررہا تھا خود کو۔اس کے دماغ میں کیا تھا‘ یہ وہی جانتا تھا۔

...☆☆☆...

پارسا واپس آگئی تھی مگر یہ سفر بہت تھکا دینے والا تھا اور اس کا اندر بہت بکھرا بکھرا سا تھا۔وہ خود کو سمیٹنے کے جتن کرنا نہیں چاہتی تھی۔عدن اسے سہارا دے رہا تھا مگر اس کے لفظ ناکافی تھے۔وہ وہاں سے لوٹ کر پہلے سے

زیادہ چپ ہو گئی تھی۔خاموشی بڑھ جائے تو طوفان کا پتا دیتی ہے۔کیا اس کی
زندگی میں بھی کوئی طوفان آنے والا تھا؟

وہ اس شام آفس کا کام ختم کرکے چیزیں سمیٹ رہی تھی جب پیون نے آکر
بتایا تھا کوئی نیچے اس کا منتظر تھا۔وہ چونکی تھی۔پھر بیگ شولڈر پر ڈال کر نکل
آئی اور سامنے جو کھڑا تھا اسے دیکھ کر وہ خود حیران رہ گئی تھی۔

”مجھے دیکھ کر چونک کیوں گئی ہو گلابو! کیا اتنا اجنبی ہوں تمہارے لیے؟“
یلماز کمال اسے دیکھ کر بولا اور اس کے لیے گاڑی کا دروازہ کھول دیا تھا۔وہ
نظر انداز کرتے ہوئے آگے بڑھنے لگی۔جب وہ بولا تھا۔”پلیز پارسا! بہت
کشمکش میں رہا ہوں' بہت سوچتا رہا ہوں' مجھے اس طرح نظر انداز مت کرو۔
اب اگر میرے اندر نے مجھے احساس دلادیا ہے کم از کم مجھے اپنی کہہ لینے
دو؟“ وہ ریکوئسٹ کرتا ہوا بولا۔

کیا وہ پھر سے اس پر اعتبار کرسکتی تھی؟

اس نے لمحہ بھر کو رک کر اسے دیکھا تھا۔پھر جانے کیا سوچ کر اس کے
ساتھ گاڑی میں بیٹھ گئی تھی۔یلماز کمال اسے ریسٹورنٹ میں لے آیا' کچھ دیر

تک خاموش رہی تھی۔وہ اس کے بولنے کی منتظر تھی مگر وہ جیسے اپنے اندر
الجھا ہوا تھا اور لفظ تلاش رہا تھا۔

”تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو یلماز کمال! آج کیا سبب ہے؟ تم کہنے میں
اتنی دیر لینے کے عادی تو نہیں پھر آج کیا ہوا؟“ وہ اس کی چپ کو دیکھتی
ہوئی بولی۔

”آج میرے پاس واقعی لفظ نہیں ہیں پارسا! میں سوچ سوچ کر تھک گیا۔میں
تم سے ملنا چاہتا تھا' تم سے کہنا چاہتا تھا تمہیں پچھلے گزرنے والے دنوں میں
بہت یاد کیا اور تب میں نے رئیلائزڈ کیا کہ
وہاں کچھ ہے جو مجھے چونکا گیا۔مجھے تمہیں بتانے میں کوئی عار نہیں گلابو! چاہے
تم یقین کرو یا نہیں مگر میں تم سے کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے لگتا ہے کہ مجھے تم
سے محبت ہو گئی ہے۔“ اور پارسا چوہدری اسے ساکت سی دیکھنے لگی۔”میں جانتا
ہوں تم میری کسی بات کا اعتبار نہیں کروگی مگر مجھے نہیں معلوم میں تمہیں
یقین دلا بھی پاؤں گا یا نہیں مگر میرے دل میں اتنی بے پناہ محبت کب اور
کیسے آئی میں اس کے بارے میں خود حیران ہوں۔کل جو بھی ہوا سو ہوا اس

وقت ہم دونوں نادان تھے۔ مجھ سے بھی کچھ غلطی ہوئی' لفظ معافی شاید اس کے لیے ناکافی ہے۔میں نے تمہاری زندگی میں طوفان مچادیا اور اس سب کا ذمے دار میں ہوں۔تم چاہتی ہو تو میں اماں ابا سے جا کر ساری سچائی کہہ دوں گا۔تم جو کہوگی کروں گا مگر مجھے اس الجھن میں سے نکلنے میں مدد دو۔میں ازالہ نہیں کررہا' اس کا ازالہ ممکن بھی نہیں۔مجھے اقرار ہے کہ اس وقت تم سے محبت نہیں تھی مگر آج مجھے تم سے واقعی محبت ہے کیسے کیوں کر؟ میں نہیں جانتا ... اسباب میں نے ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کی' نا چاہتا ہوں۔میں تم سے معافی مانگنے کے لائق بھی نہیں ہوں۔بہت گھناؤنا جال بُنا تھا میں نے۔ بہت بُری طرح پھنسایا تھا تمہیں اگر آج اس محبت کا اقرار سن کر تم میرے منہ پر تمانچہ بھی مارتی ہو تو مجھے حیرت نہیں ہوگی۔میں اس سلوک کا مستحق ہوں مگر اب محبت ہوگئی تو کیا کروں' کس سے کہوں؟" وہ عجب بے بس لہجے میں کہہ رہاتھا۔پارسا چوہدری ساکت تھی۔یہ وقت اس کے ساتھ کیا کررہا تھا؟ کیا کسی نئی سازش کی داغ بیل رکھ رہا تھا وہ؟ کوئی نیا جال بُن رہا تھا؟ وہ اس شخص پر اعتبار کیسے کرسکتی تھی؟

"آپ اپنا مدعا کہہ چکے؟" پارسا نے پُرسکون انداز میں پوچھا۔

"پارسا... میرا یقین کرو مجھے تم سے محبت ہے۔" وہ جتاتے ہوئے بولا۔"اب محبت ہوگئی تو کیا کروں؟پارسا!" اس کی آواز بازگشت بن کر اس کے پیروں سے لپٹ رہی تھی۔اس کا تعاقب کررہی تھی مگر وہ رکی نہیں تھی نا ہی پلٹ کر دیکھا تھا۔

...☆☆☆...

ڈیڈی کو ہوش آگیا تھا اس نے سنا تو ایک عجیب سی خوشی محسوس ہوئی۔وہ اس رشتے کو قریب سے محسوس نہیں کرسکی تھی مگر اس رشتے سے جو احساس جڑا تھا اسے وہ محسوس کرسکتی تھی۔

وہ للی کے ساتھ بیٹھی تھی ان فیکٹ یہ خبر للی نے ہی سنائی تھی جو شام ممی کے ساتھ ڈیڈی کو دیکھنے گئی تھی جب ڈاکٹر نے خبر دی تھی مگر ان سے ملنے کی اجازت فی الحال نہیں تھی۔

"تمہیں اچھا لگا ڈیڈی کو ہوش آگیا؟ تم انہی کی تلاش میں یہاں آئی تھیں نا؟" انائیا نے پوچھتے ہوئے کافی کا سپ لیا۔للی نے سر ہلادیا۔

"ہاں میں انہی کے لیے یہاں آئی تھی۔مجھے جان کر اچھا لگا۔مجھے لگتا ہے ہم دونوں ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔آپ نے بھی کبھی انہیں نہیں دیکھا' نا اس رشتے کو محسوس کیا۔سو شاید ہم دونوں کے جذبات کم و بیش ایک جیسے ہیں۔ کتنی عجیب بات ہے ہم ایک ہی باپ کی اولاد ہیں اور دونوں کا نصیب بھی ایک جیسا ہے۔نہ انہوں نے آپ کو وہ اپنا پن دیا نہ مجھے۔"

"ہاں! مگر خدا نہ کرے جو تمہارا نصیب میرے جیسا ہو۔جو بھی ہو تم میری بہن ہو۔میرے لیے تم للی میک نہیں للی جہانگیر ہو۔مجھے نہیں پتا تھا اچانک سے رشتے جنہیں کبھی دیکھا بھی نہ ہو وہ اہم کس طرح ہوسکتے ہیں مگر اب میں نے اس کا تجربہ کیا ہے تو پتا چلا ہے کہ رشتے دل سے جڑے ہوتے ہیں۔ اس کے لیے فاصلے کوئی معنی نہیں رکھتے بس دل سے جڑے لوگ چاہے جتنی دور مرضی جا نکلیں دل سے احساس ختم نہیں ہوتا۔" وہ کافی کے کپ کی سطح پر انگلی پھیرتے ہوئے بولی۔تبھی عقب سے آواز آئی۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو تم دل سے جڑے رشتے کتنے بھی دور جا نکلیں ہمیشہ پاس رہتے ہیں۔فاصلے معنی نہیں رکھتے' یہ بات میں نے بھی تجربہ کرنے کے بعد

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جانی ہے۔" انائیا ملک نے گردن پھیر کر دیکھا تھا۔معارج تغلق اس کے پیچھے کھڑا تھا۔

"میں چلتی ہوں۔مجھے کچھ ضروری ای میلز کرنی ہے۔" للی میک معذرت کرتی ہوئی اٹھ گئی۔

معارج تغلق اس کے قریب آن بیٹھا پھر اس نے مٹھائی کا ڈبا کھولا اور ایک گلاب جامن نکال کر اس کے منہ میں ڈال دی۔

"مبارک ہو ڈیڈ کو ہوش آگیا۔" وہ مسکرایا۔

"تمہیں کس نے بتایا کہ ڈیڈ کو ہوش آگیا؟" وہ چونکی۔

"مجھے ممی نے بتایا تھا تبھی تو مٹھائی لے کر آیا۔اچھی خبر سنو تو منہ ضرور میٹھا کرنا چاہیے نا؟ تم نے تو ان فیکٹ مجھ سے ڈیڈی کے واپس آنے اور ان کے ہاسپٹلائز ہونے کی بات بھی چھپائی تھی۔تم نے کبھی ذکر بھی نہیں کیا وہ تو اچھا ہوا اس دن اپنی ورکر کو دیکھنے اسپتال آیا تھا جب ممی یہاں نظر آ گئیں اور تبھی ڈاکٹر نے آکر بتایا کہ ان کے شوہر اچھا پروگریس کررہے ہیں۔تب مجھے حیرت ہوئی تھی کہ تم نے اور ممی نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟ اس میں

چھپانے والی بات کون سی تھی؟ ممی نے اس دن ان کے بارے میں بتایا تھا اور تبھی اس روز میں تمہیں اسپتال لے جانے کے لیے آگیا تھا مگر تم اتنی الجھی ہوئی تھیں کہ تمہیں‌اندازہ بھی نہیں ہوا کہ مجھے اس بارے میں خبر کیسے ہوئی؟ مجھے ایک بات اب بھی تشویش میں مبتلا کر رہی ہے اس میں نا بتانے والی کیا بات تھی؟ تم چیزوں کو راز بنا کر کیوں رکھنا چاہتی ہو؟ کیوں چاہتی تھیں کہ اس بات کی خبر مجھے نہ ہو؟" معارج تغلق نے دریافت کیا تھا تو اس نے نگاہ پھیر لی تھی۔

"اس میں چھپانے والی کوئی بات نہیں تھی معارج! اور پھر یہ ہمارا فیملی میٹر ہے۔" وہ روکھے پن سے بولی۔

"فیملی میٹر! اور میں اس فیملی سے الگ ہوں؟ اب تک تمہارا نام میرے نام سے جڑا ہے' وہ رشتہ ختم نہیں ہوا ہے تمہیں یہ جان کر خوشی ہوگی کہ ڈیڈی کے بارے میں جان کر سب سے زیادہ خوشی مجھے ہوئی ہے۔وہ مل گئے اور وہ صحت یابی کی طرف گامزن ہیں۔اس کے بارے میں جان کر جو خوشی مجھے ملی

ہے اس کے بارے میں تم سوچ بھی نہیں سکتیں۔" وہ مدہم لہجے میں کہہ رہا تھا۔

انائیا ملک اس کی سمت ساکت سی دیکھ رہی تھی۔کیا تھا اس کے لہجے میں؟ کیا تھا اس کی نظروں میں؟ وہ جو آدھی کہانی اس نے جانی تھی اس کے اگلے حصے کی کوئی پرچھائیں تھی اس کی آنکھوں میں؟ وہ کیا سوچ رہا تھا؟

وہ نہیں چاہتی تھی ڈیڈی کے بارے میں اسے پتا چلے۔اس ڈائری کو آدھا پڑھ لینے کے بعد تو وہ کبھی نہیں چاہتی تھی اس بات کی بھنک بھی معارج تغلق کو پڑے۔مگر ممی نے سب راز کھول دیا تھا اب وہ شخص کس حد تک جاسکتا تھا ممی نہیں جانتی تھیں' مگر اسے اس کا اندازہ تھا۔

"آپ کو ڈیڈی کے ٹھیک ہونے کی خوشی حد سے زیادہ ہورہی ہے۔اس کی وجہ کیا ہے؟ کہیں ان سے بھی کوئی پرانا حساب تو نہیں نکلتا؟" وہ اسے جانچتی نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی تھی تو وہ مسکرادیا۔

"ہو'نا پھر بیوی... بیویوں والے شک ہی کرتی ہو' تمہیں تو سی آئی ڈی میں ہونا چاہیے تھا۔" وہ مذاق کرتے ہوئے مسکرادیا مگر وہ نہیں مسکرائی تھی۔
"مسز انائیا تغلق! مجھے بات تو ایک اور بھی پتا چلی ہے جو تم نے مجھ سے چھپائی تھی۔" وہ مدعا پر آتا ہوا بولا تو وہ اسے حیرت سے دیکھنے لگی۔

آج بہت دنوں بعد اس نے مسز انائیا تغلق بلایا تھا ورنہ وہ اسے انائیا ملک کہہ کر بلارہاتھا۔اس طرز تخاطب کے بدلنے کی کیا وجہ تھی اور اس کے پیچھے کیا اسباب تھے؟ اسے کیوں اس کا ہر اقدام مشکوک لگ رہا تھا؟

کیوں لگ رہا تھا کہ اب کے پہلے سے کوئی زیادہ بڑا نقصان ہونے جارہا ہے اور معارج تغلق پہلے سے زیادہ اسے تکلیف دینے والا ہے۔

وہ اس سے خوف زدہ تھی؟

"تمہاری دھڑکنوں کو کیا ہوا مسز تغلق؟ آواز یہاں میرے کانوں تک آرہی ہے... کیا ہوا ہے؟ تم خوف زدہ لگ رہی ہو؟ کیا ہوا سویٹ؟" اسے بہت ملائمت سے تھاما تھا اور اس کے شولڈر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔"تم پریشان کیوں ہورہی ہو' میں ہوں نا' میرے ہوتے ہوئے تمہیں فکر کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ اپنی ساری الجھیں' پریشانیاں مجھے ایک پوٹلی میں باندھ کر دے دو' میں جاتے ہوئے انہیں سمندر میں پھینک دوں گا۔یہی نہیں میں تمہاری ہر چھوٹی سے چھوٹی ٹینشن اور تکلیف سمندر برد کردینا چاہتا ہوں۔چلو مسکراؤ اب' میں نے بہت دنوں سے تمہیں مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا۔اتنی خوشی کی بات ہے ڈیڈی زندگی کی طرف واپس لوٹ آئے ہیں اور تم ہو کہ اب بھی منہ بنائے بیٹھی ہو۔تم خوشی کو سلیبریٹ کرنے کا ڈھنگ بھی بھول چکی ہو انائیا تغلق؟" وہ مسکرایا۔"کم آن... چیئر اپ... سمائل کرو بھئی!" اس کے چہرے پر ہاتھ رکھ کر باقاعدہ اس زوایئے سے پھیلایا تھا کہ اسمائل بن جائے مگر وہ مسکرا نہیں سکی تھی اور ڈر لگ رہاتھا اگر معارج تغلق جہانگیر ملک کے

ہوش میں آنے پر اتنا خوش تھا تو وہ ضرور اپنے پچھلے معاملات اور حساب بے باق کرنے کے پلان بنارہا تھا۔وہ کیسے اسے باز رکھتی... کیسے روکتی...

...☆☆☆...

معارج تغلق جیسے اس کا دماغ پڑھ گیا تھا۔مسکرانے لگا تھا یا پھر اس کی کیفیت سے محظوظ ہو رہا تھا۔

"تم ڈر گئی ہو نا؟" مسکراتے ہوئے اس کے چہرے کو تکا تھا۔اسے ڈرا کر جیسے وہ اپنا تسلط اس پر جما رہا تھا۔وہ جو ایک ڈر کا زور ٹوٹ گیا تھا اس کا سلسلہ جڑتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

"دیکھو تم اب بھی کمزور ہو انایا تغلق' بہادر ہونے کی جتنی بھی کوشش کرلو' جتنے بھی خول پہن لو' کھلتا یہی ہے کہ تم اتنی بہادر ہو نہیں' مجھے تمہاری بہادری کے اس خول کو توڑنے میں صرف ایک لمحہ لگا۔دیکھو میرے اختیار کی حد کیا ہے اور تمہارے کھوکھلے مضبوطی کے خول کو توڑنا مجھے بہت مشکل نہیں لگا' نا زیادہ محنت کرنا پڑی۔تم تو آسان معرکہ ثابت ہوئی۔بس ایک جھٹکے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سے زمین پر چاروں شانے چت' ایک دھکا اور لگا تو کیا حشر ہوگا تمہارا مسز تغلق؟" معارج تغلق مسکرا رہا تھا۔

وہ کیا تھا' اس کی دوستی کی حقیقت کیا تھی۔اس کا ادراک اسے ایک لمحے میں ہوگیا تھا۔وہ جتنی بار بھی اس کی طرف آیا تھا۔ ایک خول پہن کر آیا تھا۔ ایک نیا نقاب لگا کر آیا تھا چہرے پر اور وہ ہر بار کی طرح اب بھی الجھ گئی تھی۔وہ اس کی حیثیت سمجھنے میں ہر بار غلطی کر جاتی تھی۔اس کااعتب خالی رہا اور ہر بار اسے اپنی بے وقوفی کا احساس پہلے سے زیادہ ہوتا تھا۔وہ ابھی اس کے بارے میں سوچ ہی رہی تھی جب وہ بولا تھا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم یہ سوچ رہی ہو کہ ایک پھر میں نے تمہیں ڈس پوائنٹ کیا ہے۔ایک بار پھر تم پچھتاؤ گی مگر ایسا نہیں ہے۔میں تم سے کوئی اور حساب چکانے نہیں جا رہا فی الحال میرے ذہن میں کوئی پلان نہیں ہے۔نہ کوئی منصوبہ بندی میرے دماغ میں چل رہی ہے۔تم سکون سے اپنی رکی ہوئی سانس باہر چھوڑ کر ایک سکون کا سانس لے سکتی ہو۔" ہاتھ بڑھا کر اس نے

حیرت سے تکتے چہرے کو مسکراتے ہوئے نرمی سے تھپتھپایا تھا۔انائیا ملک اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

...☆☆☆...

انابیتا بیگ ٹیرس پر یہاں سے وہاں بے دھیانی میں چکر کاٹ رہی تھی۔رات کے اس پہر وہ سو نہیں پا رہی تھی۔نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ دامیان سوری کے اقدام نے اسے چونکا دیا تھا۔حیدر مرتضیٰ نے کل سے کوئی فون نہیں کیا تھا اور یہی بات اسے تشویش میں مبتلا کر رہی تھی۔وہ صحیح معنوں میں پریشان تھی۔ایک چکر کاٹ کر مڑی تھی۔تبھی اس کا سیل بجا تھا۔ اسکرین پر ”دامیان سوری“ کا نام دیکھ کر وہ بے دل ہوگئی تھی۔کال پک نہیں کی تھی مگر دامیان سوری کو بھی شاید ضد ہوچلی تھی۔ایک کالم مسڈ کال بننے پر اس نے ہمت نہیں ہاری تھی اور نمبر دوبارہ ملایا تھا۔انابیتا بیگ نے غصے سے کال ریسیو کرہی لی۔

”کیا تکلیف ہے تمہیں؟“ اس کا دل شاید یہی چاہا تھا کہ اسے فون میں سے پکڑ کر اس طرف کھینچ لے اور اس کا دماغ ٹھکانے لگادے۔

”تم میرے ہی بارے میں سوچ رہی تھیں نا؟“ دامیان سوری نے مسکراتے ہوئے دوسری طرف سے کہا۔”میں جانتا ہوں کہ تم کہتی نہیں ہو مگر تمہیں میری بہت یاد آرہی تھی۔تبھی دیکھو میں نے رنگ کرلیا۔“

”دامیان تم دنیا کے سب سے برے انسان ہو، میں نے آج تک کسی سے نفرت نہیں کی، اگر اب مجھ سے پوچھا جائے کہ میں دنیا میں کس انسان سے نفرت کرنا چاہوں گی تو میں بنا سوچے سمجھے تمہارا نام لوں گی۔میری زندگی کو اس طرح ڈسٹرب کر کے بل میں گھسے بیٹھے ہو چوہے، سامنے آؤ میں تمہارا حشر کردوں گی۔“ دوسری طرف دامیان سوری ہنس دیا تھا۔

”تم جانتی ہو چوہا کون ہے اور شیر کون انا۔اپنے لیے چوہے کا انتخاب کرنا چاہو گی یا شیر کا؟ ویسے تمہیں یہی ملال ہے نا کہ اس چوہے نے تمہیں ابھی تک کال نہیں کی، اسی فکر میں تم نے رات کا کھانا بھی نہیں کھایا اور اسی پریشانی

میں تمہاری رات کی نیند بھی اڑ گئی ہے؟" وہ بہت سرشار تھا جیسے اپنے اقدام پر کوئی ملال نہ ہو یا پھر وہ جان گیا تھا کہ اسے کس طرح راہ پر لایا جاسکتا ہے۔

"دامیان سوری اگر تم میرے ہاتھوں قتل ہوجاؤ تو مجھے اس بات کا کوئی افسوس نہیں ہوگا حیدر مرتضیٰ سے خوفزدہ ہو تم جلتے ہو تم اس سے اسی لیے یہ سب کر رہے ہو۔ تمہی ڈر لگ رہا ہے اس سے۔تم جانتے ہو کہ تم ہار جاؤ گے اور یہی بات تمہیں چین نہیں لینے دے رہی۔" اناہیتا بیگ نے تپ کر کہا تھا۔

دامیان سوری بہت پرسکون انداز میں بولا۔

"چین تو مجھے تم نہیں لینے دے رہیں اناہیتا بیگ۔!اس چوہے کے بارے میں' میں نے ایک بار بھی نہیں سوچا۔مجھے معلوم ہے کس طرح اس کے بل میں واپس بھیجنا ہے۔ویسے تم کس خوف سے نہیں سو رہی ہو کہ سوؤں گی میرے خواب آئیں گے۔؟" وہ چھیڑ کر بہت محظوظ ہو رہا تھا۔اناہیتا بیگ دانت کچکچا کر رہ گئی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"مجھے ڈراؤنے خواب کو دیکھنے کا کوئی شوق نہیں دامیان سوری اور تمہیں شرم آنی چاہیے۔تم اس طرح کی چیپ حرکتیں کر رہے ہو۔یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔اگر ہار رہے ہو تو اس میں اس طرح بچوں والا طریقہ اختیار کرنے کی کیا تک ہے؟ اس سے تم یہ ظاہر کرنا چاہتے ہو کہ کسی بچے میں اور تم میں کوئی فرق نہیں یا تمہاری ذہنی سطح صرف کسی بچے سے ہی میل کھاتی ہے؟" وہ جتنا کڑوا بول سکتی تھی بولنے کی کوشش کر رہی تھی' مگر دامیان سوری بہت اطمینان سے مسکرا رہا تھا۔

"تم جانتی ہو انا مجھے بچے بہت پسند ہیں۔بچوں کے دل بہت صاف ہوتے ہیں۔اگر میں بچوں والا ذہن رکھتا ہوں تو اس میں مجھے کوئی شرمندگی نہیں ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ میں لچک پذیر ہوں اور میں اس حیدر مرتضیٰ جیسا چوہا نہیں میں نڈر ہوں اور باہمت اور میرا دل بھی شفاف ہے۔تم اگر دیکھنا چاہو تو میرے دل کے آر پار جھانک سکتی ہو۔" دامیان سوری بہت آرام سے قبول کرتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔

"تم چاہتے کیا ہو دامیان سوری؟ کیوں کر رہے ہو یہ سب؟ زندگی مذاق ہے تمہارے لیے؟ ہے کیا تمہارے دل میں، تم جانتے ہو جب بچے کھیل میں ہارنے لگتے ہیں تو وہ سر پٹخنے لگتے ہیں۔تم بھی وہی کام کر رہے ہو۔" انا بیتا بیگ اسے جتاتے ہوئے بولی تھی۔

"تم کچھ بھی کہہ سکتی ہو انا۔تمہیں سات خون معاف ہیں۔دل پر وار کرو، جگر روندھو یا سینہ چھلنی کردو تمہارے لیے سب جائز ہے۔تمہیں اتنی چھوٹ تو ملی ہی ہوئی ہے۔" دامیان سوری مسکراتے ہوئے بولا تھا۔انداز بہت مطمئن تھا۔ مگر وہ گہری سانس خارج کرتی ہوئی بولی تھی۔

"دامیان یہ ٹھیک نہیں ہے۔حیدر مرتضیٰ نے مجھے کل سے کال نہیں کی، مذاق کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔یہ سب بہت زیادہ ہو گیا ہے۔"

"تم سے کس نے کہا کہ یہ کوئی مذاق ہو رہا ہے؟ زندگی کی اتنی بڑی باتوں کے لیے کسی اتنے نانسنس مذاق کی کوئی گنجائش نکلتی ہے؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے انا؟ مجھے لگتا ہے کہ تم ان لوگوں میں سے ہو جن کو کسی خطرے کو سامنے دیکھ کر ہاتھ پاؤں پھول جاتے ہیں۔ریلیکس ہنی، ابھی تو بس آغاز ہوا ہے۔

ابھی تو بہت سا کھیل باقی ہے۔" وہ اسے بچوں کی طرح ٹریٹ کرتے ہوئے مسکرایا۔

"دامیان تم جانتے ہو تمہارا اس وقت فون سے باہر آنا ممکن نہیں اس لیے اتنا بول رہے ہو۔" وہ دانت کچکچا کر بولی۔

"اوہ تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ تم مجھے اپنی نظروں کے سامنے دیکھنے کے لیے اتنی بے قرار ہو رہی ہو؟ ابھی آجاؤں کیا۔"

"شٹ اپ۔" وہ آواز دبا کر بولی تھی۔وہ دوسری طرف مسکرا دیا۔

"زیادہ غصہ مت کرو ہنی۔Wrinkles پڑ جاتے ہیں اور مجھے بالکل بھی اچھا نہیں لگے گا اگر تمہارا حسن ماند پڑے۔اس چہرے کی دلکشی برقرار رہنی چاہیے۔ویسے میں تمہیں اس Wrinkles والے فیس اور گرے بالوں کے ساتھ بھی اتنا ہی پیار کروں گا مگر پھر بھی میں چاہتا ہوں تم اسی طرح خوب صورت رہو۔" مسکراتے ہوئے۔

"دامیان سوری ایک نمبر کے گھٹیا بندے ہو تم مرجاؤ۔" انا نے لائن منقطع کردی۔اپنے کمرے میں آگئی۔

...☆☆☆...

پارسا اس کے کمرے میں آئی اور الجھن سے اس کے بیڈ کے کنارے پر بیٹھ گئی انابیتا جو آنکھیں کھولے چھت کو دیکھ رہی تھی چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"تمہیں نیند نہیں آرہی پارسا۔کیا ہوا ہے؟ تم ٹھیک تو ہو؟" پارسا اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"مجھے نیند نہیں آرہی انا پتا نہیں کیا ہوا ہے؟"

"کیا ہوا ہے؟" انا پریشانی سے اٹھ کر بیٹھ گئی اور اس کے ماتھے کو چھوا جو بالکل ٹھنڈا ہو رہا تھا۔

"تمہارا ماتھا تو بالکل ٹھنڈا ہو رہا ہے۔تم ٹھیک نہیں ہو پارسا کس بات کی ٹینشن لے رہی ہو؟ تم اپنے ابا سے مل کر آئی ہو نا۔وہ صحت یاب ہو رہے ہیں۔ اب کس بات کی فکر ہے۔تمہیں تو خوش ہونا چاہیے خدا نے انہیں نئی زندگی دی ہے۔اگر تم انہیں زیادہ مس کر رہی ہو تو کال کرلو۔" انابیتا نے مشورہ دیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پارسا کچھ دیر کو چپ ہوئی پھر انا کی طرف دیکھا۔اور بہت مدھم لہجے میں بولی۔

"اسے مجھ سے محبت ہو گئی ہے۔"

"کیسے؟" انابیتا چونکی۔

"یلماز کمال کو۔"

"کیا۔" انابیتا بیگ چونکی اور اسے حیرت سے دیکھنے لگی تھی۔

"تمہیں کس نے بتایا؟" انابیتا نے پوچھا تو پارسا اس کے چہرے سے نظریں ہٹا کر سامنے دیکھنے لگی اور اطمینان سے جواب دیا۔

"اس نے خود مجھے بتایا۔"

"اور تم نے یقین کرلیا؟ پارسا وہ شخص کسی سے محبت نہیں کرسکتا۔وہ ایسا ہی ہے۔سازش کرنا اس کا وتیرہ ہے اور لڑکیوں کو بے وقوف بنانا اس کا مشغلہ۔" انابیتا نے کہا۔

"جانتی ہوں۔مگر میرے ساتھ وہ کھیل بہت پہلے کھیل چکا ہے۔میں بھی ان لڑکیوں میں سے ایک ہوں جو اس کی سازش کا شکار ہوئیں۔اس کی وجہ سے

میں اپنے اماں ابا سے دور ہوئی۔اپنے گھر کے لیے پرائی ہوئی اور اس کی وجہ سے میں آج اتنی بے بس ہوں۔"

"تمہیں بھی اس سے محبت ہے؟ کیا تم نے اس کے لیے عدن بھائی کو بھی انکار کیا؟" اناہیتا نے صاف گوئی سے کہا تھا۔پارسا کچھ نہیں بولی۔

"پارسا اگر تم ایکبار اس کی سازش کا حصہ بن چکی ہو تو آئی ہوپ تم اس بار ایسی کوئی غلطی نہیں کرو گی۔" اناہیتا نے جتاتے ہوئے کہا۔

"اناہیتا محبت میرے لیے کوئی چارم نہیں رکھتی نا میں اس بات سے متاثر ہوسکتی ہوں مگر اس بات نے مجھے بہت شاکڈ کردیا ہے۔اگر ایسی کوئی فیلنگز اس کے دل میں تھیں تو اس نے مجھے اس طرح کیوں بتایا؟ وہ بھی اتنے عرصے بعد۔وہ بہت الجھی ہوئی دکھائی دی تھی۔

"پارسا میں یہ بالکل نہیں کہوں گی کہ تم اس کی بات کا اعتبار مت کرو۔اگر تم اس بار بھی اس کا آسان شکار بنتی ہو تو وہ اس پر اپنی بہت بڑی جیت محسوس کرے گا۔" اناہیتا نے غیر جانبدار انداز میں صلاح دی۔پارسا اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

...☆☆☆...

انائیا ملک کتنی دیر تک بیڈ پر لیٹی چھت کو خالی خالی نظروں سے دیکھتی رہی تھی پھر اٹھ بیٹھی تھی اور اٹھ کر الماری تک آئی۔ بیگ نکال کر اس میں سے وہ ڈائری نکالی اور پھر دوبارہ بیڈ پر آگئی تکیے سے ٹیک لگا کر نیم دراز انداز میں بیٹھی تھی اور پھر ڈائری کھول کر مطلوبہ صفحے تک آئی تھی۔

22 اپریل

"پتا نہیں مجھے کیا ہوگیا تھا۔میں کیوں فرار چاہ رہی تھی۔میں جیسے اس زمانے' اس ماہ و سال سے بھاگنے کے جتن کر رہی تھی۔مجھے دن بہت لمبے اور بے معنی لگنے لگے تھے۔میں سارا دن کئی طرح کے کاموں میں خود کو مصروف رکھنے کی کوشش کرتی تھی مگر دن تھے کہ گزرتے ہی نہیں تھے اور ایسا کیوں ہوا تھا؟ کیا اس بات کو اب مجھے خود اپنے آپ کو بھی سمجھانا تھا؟ محبت ایسی ہوسکتی تھی' اتنی مشکل اتنی پیچیدہ کہ میرے دن مجھے بے تاثر سے محسوس ہورہے تھے۔صرف ایک شخص کی وجہ سے اتنا سب کچھ کیسے بدل سکتا ہے؟

صرف اس کے نگاہ بدلنے سے کسی اور کے ساتھ ہوجانے سے میری زندگی اور دنیا میں اتنی بڑی بڑی تبدیلی کیسے رونما ہوسکتی تھیں۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی تھی۔

ہم کسی ایک بندے کو خود اپنی زندگی کا کنٹرول دیتے ہیں۔اسے یہ اختیار دیتے ہیں کہ وہ ہماری زندگی کو اپنے ساتھ باندھے اور پھر جیسے چاہے اسے چلاتے چاہے بے اعتنائی برتے' یا پھر چاہے چھوڑ جائے۔اس ایک لمحے میں ہم اتنے کمزور کیسے پڑ جاتے ہیں اور وہ بندہ اتنا مضبوط کیسے ہوجاتا ہے اور ہم کیوں اسے مضبوط سے مضبوط تر کرتے ہیں اور وہ ہمیں کمزور سے کمزور ترین کرنے کے جتن کرتا ہے۔ کتنی عجیب کہانی ہے۔ محبت اتنے ڈھیر سارے اختیارات دے کر اتنی بے بس کیسے ہوسکتی ہے اور اتنی چھوٹ کیسے دے سکتی ہے کہ وہ بندہ چاہے جو بھی کرے اسے کوئی سزا بھی نہ دے؟

میرا کتنا عظیم نقصان ہوا تھا' پوری زندگی کھو گئی تھی میری اور مجھ میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ میں جہانگیر ملک کے مقابل کھڑی ہوکر اس کی آنکھوں میں دیکھ سکتی اور کہہ سکتی کہ تم نے میرا یہ نقصان کیوں کیا؟ میں بہت بزدل

تھی؟ یا پھر اسے جان بوجھ کر یہ چھوٹ دینا چاہتی تھی؟ میں اس بندے کو اتنی مراعات دینا چاہتی تھی؟

میں اس بندے کو اتنی مراعات کیوں دے رہی تھی؟

کیوں اسے اتنی چھوٹ دے رہی تھی یا پھر اتنی اہمیت کیوں دے رہی تھی کسے؟

یہ ساری اہمیت اسے میری نظر دے رہی تھی؟ میری محبت کی عینک سے وہ اتنا اہم دکھائی دیتا تھا یا وہ واقعی اتنا اہم تھا؟

بڑی عجیب بات ہے مین جو اپنے دن کی ابتدا بھی ایک پلاننگ سے کرنے کی قائل تھی محبت کرنے چلی تو ایک بار بھی نہیں سوچا۔میں تانیا تغلق اتنی بے وقوف کیسے ہوسکتی تھی؟

محبت کرلی اور اس بندے سے پوچھا تک نہیں کہ وہ کیا سوچتا ہے اور کیا چاہتا ہے یا مجھ سے محبت کرتا بھی ہے کہ نہیں؟ اف یہ محبت اتنی جان لیوا کیوں ہوتی ہے؟ جہانگیر ملک سے کیا توقعات تھیں میری؟ اور محبت چاہے یک طرفہ ہو یا دو طرفہ ہم اس میں سیروں کے حساب سے توقعات کیوں وابستہ کرلیتے ہیں؟ یہ کیوں نہیں کرتے کہ اچھا ٹھیک ہے دیکھا جائے گا۔یا چلو ٹھیک کھیل ختم ہوا تم اپنے گھر خوش اور ہم اپنے؟ میں الزام نہیں دے سکتی تھی نہ کوئی پوچھ گچھ کرسکتی تھی۔میرے پاس ایسا کوئی حق نہیں تھا اور نہ جہانگیر ملک میرا پابند تھا کہ وہ مجھے جوابداہ ہوتا۔

جہانگیر ملک نے اپنے زاویے سے محبت کی تھی اور میں نے اپنے زاویے سے اس نے زائرہ کو چنا تھا اور میں نے اسے، مجھے یقین ہے جہانگیر ملک نے بھی کوئی پلاننگ نہیں کی ہوگی، مگر سارا معاملہ یہ تھا کہ اگر وہ کسی خسارے میں نہیں رہا تھا تو اس لیے کہ اس کی محبت دو طرفہ تھی اگر وہ زائرہ سے محبت کرتا تھا تو وہ بھی اس سے محبت کرتی تھی۔

ہم کسی سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ مجھے محبت کرو۔میں کسی پر زبردستی نہیں کرسکتی تھی۔اگر جہانگیر ملک کے دل میں زائرہ کے لیے جگہ تھی تو وہ جگہ میں نہیں لے سکتی تھی۔نا اس سے کہہ سکتی تھی کہ۔

”سنو جہانگیر ملک اپنے دل کی وہ جگہ مجھے دے دو۔“

مجھے یقین ہے اگر میں ایسا کچھ کہہ بھی دیتی تو یہ رائیگاں جاتا جہانگیر ملک کو مجھے نہیں سننا چاہیے تھا اور مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے سنتا بھی نہیں۔وہ وہی کرتا جو اسے کرنا تھا اور اس نے وہی کیا جو اس کی منشا تھی۔اس کی محبت اس کا حل تھی اور میری محبت؟

میں اپنی اس الجھی ہوئی محبت کی طرح خود بھی بہت الجھ گئی تھی اور اتنی الجھ گئی تھی کہ مجھے کوئی راہ بھی دکھائی نہیں دیتی تھی۔

میں شاید کچھ زیادہ سوچ رہی تھی کیونکہ فی الحال درد زیادہ تھا اور میں یہ سوچ کر اپنا خون جلا رہی تھی کہ وہ اب میرا نہیں رہا تھا؟ مگر سوچنے والی بات یہ تھی کہ وہ میرا کب تھا؟ اسے میرا تو ہونا نہیں تھا۔اسے زاہدہ کے ساتھ ہی ہونا تھا اور وہ اسی کے ساتھ تھا اور میں...

میں اس کے لیے نہیں تھی۔

25 اپریل

"میں چاہتی تھی کہ میں وہاں سے چلی جاؤں اور کسی کا سامنا نہ کروں زائرہ بیگ اورجہانگیر ملک کا تو بالکل نہیں۔

"کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ تم ایسی کیسے ہو گئی ہو؟" سلمان نے مجھے گھورا تھا۔

"کیا مطلب؟ کیسی ہو گئی ہو میں؟" میں نے اس کی طرف دیکھے بنا کہا تھا۔

"تم ایسی نہیں تھیں تانیا تغلق... کچھ تو ہوا ہے۔کیا ہوا ہے۔مجھے بتاؤ۔" وہ مجھ سے پوچھ رہا تھا اور میں نے سر انکار میں ہلا دیا تھا۔مگر میری آنکھیں نمکین پانیوں سے بھرنے لگی تھیں۔

وہ چپ چاپ مجھے تکتا رہا تھا۔میری آنکھوں کے کناروں سے نمی چھلکی تھی اور سلمان نے بنا کچھ پوچھے مجھے تھام کر اپنے ساتھ لگا دیا تھا۔شاید مجھے بہت زیادہ لفظوں کی ضرورت نہیں تھی اور سلمان بھی بہت Curious نہیں تھا۔اس نے مزید کچھ نہیں پوچھا تھا اور میں سر اس کے شانے پر رکھ کر اپنا اندر بہت بڑھ جاتا ہے کسی اپنے کی چھوٹی سی ہمدردی بھی بہت بھلی معلوم ہوتی ہے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اس کے صرف پوچھنے سے میں اپنا ضبط ہار گئی تھی اور نمی میری آنکھوں کے کنارے توڑ کر باہر نکل آئی تھی' یہ جہانگیر ملک نے مجھے کس دوراہے پر لا کھڑا کردیا تھا۔

"اب مجھے بتاؤ' کیا ہوا ہے؟ تم اس طرح کیوں رو رہی تھیں؟ کچھ تو ہوا ہے اگر یہ آنسو آنکھوں سے باہر آئے ہیں تو ان کی بڑی وجہ ہے۔" سلمان نے پوچھا اور میں نے سر انکار میں ہلانے لگی تھی۔

"مجھے اماں کی یاد آ رہی تھی اور..."

"اور۔" سلمان نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔میں نے اس کی طرف دیکھنے سے گریز کرتے ہوئے سر انکار میں ہلا دیا تھا۔

"تانیا تمہیں کسی سے محبت ہوئی ہے؟" اس نے پورے وثوق سے کہا اور میں چونک کر اس کی طرف تکنے لگی تھی۔

"محبت؟" میں نے بھولپن سے کہا تھا۔

"ہاں تمہارے چہرے پر لکھا ہے۔" سلمان نے میری نفی کردی تھی۔اس کا قیاس صحیح تھا اور میں حیرت زدہ تھی کہ جہانگیر ملک یہ کیسی کہانی میرے چہرے پر لکھ گیا تھا؟ سب اسے پڑھ رہے تھے اور جان رہے تھے۔

یہ کیا ہوگیا تھا۔اس طرح تو سب کو پتا چل جانا تھا۔میں اتنی بے وقوف کیسے بن گئی تھی۔

"ایسا کچھ نہیں ہے سلو وہ بس میں، تم تو جانتے ہو میں کبھی گھر سے زیادہ دیر دور نہیں رہی اور اس بار اماں نے بھی کچھ دنوں سے چکر نہیں لگایا سو میں، محبت کیوں کرنے لگی۔مجھ جیسی لڑکی محبت پر یقین کرسکتی ہے؟ تم نے اتنا پاگل اور بے وقوف سمجھا ہے مجھے؟" میں مسکرائی تھی اور سلو مجھے خاموشی سے دیکھنے لگا تھا۔اس شام میں دیر تک کھڑی آئینے میں اپنا آپ دیکھتی رہی تھی۔

اپنا چہرہ اپنی ہی نظروں

سے اجنبی انداز میں دیکھتی رہی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میری آنکھیں

میرا چہرہ

میرے خدوخال

کچھ بھی جیسے میرا نہ رہا تھا۔اور میں اپنے راز بھی چھپانے کے قابل نہیں رہی تھی۔کھلی کتاب بن گئی تھی۔

یہ کیا ہو رہا تھا میرے ساتھ...!

محبت اتنا پرایا کردیتی ہے خود سے؟

سدو مینو دھیدو رانجھا، ہیر نہ آکھو کوئی

رانجھا میرے وچ، میں رانجھے وچ، غیر خیال نہ کوئی

رانجھا رانجھا کردی ہن میں آپے رانجھا ہوئی

رانجھا رانجھا کردی ہن میں

آپے رانجھا ہوئی

میرے لب خود بخود ورد کر رہے تھے۔جن لفظوں سے کبھی مجھے شغف نہیں رہا تھا وہ میرے لبوں پر کیسے تھے اور یہ کیسا جنون تھا میرے اندر میں اپنے وجود کی خود آپ نفی کر رہی تھی۔

ایک بار جہانگیر بُلھے شاہ کا کلام سنا رہا تھا تب میں نے اس سے پوچھا تھا۔یہ کون ہے؟

وہ مجھے دیکھ کر مسکرایا تھا۔

یہ صوفی شاعر ہیں۔جنہوں نے محبت کو زبان بنایا اور محبت کو عام کیا اپنے لفظوں سے اور شاعری سے تب اس نے مجھے بلھے شاہ کا کالم پڑھ کر سنایا تھا۔

”مگر مجھے تو یہ لینگویج پڑھنی نہیں آتی۔“ میں نے کتاب دیکھ کر کہا تھا۔

اور دوسرے دن وہ میرے لیے اس کتاب کا ترجمہ لے آیا تھا۔

.I have got lost in the city of love

.I'm being cleansed withdrawing my self

.from my head, hand and feet

.I have got rid of my ego and have attaind my goal

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

.Thus it has all ended well

.O Bullah the lord pervades both the world

.None now appear a strange to me

وہ میرے سامنے بیٹھا لفظ لفظ پڑھ رہا تھا۔

اور اس وقت میں اس کے لفظ نہیں سن رہی تھی۔میں صرف جہانگیر ملک کو دیکھ رہی تھی۔اس کا لہجہ میرے اندر اتر رہا تھا۔

.I have go lost in the city of love

میرے لیے وہ جیسے ایک شہر تھا اور میں اس کے لہجے میں کھو رہی تھی۔اس کی آواز میں کھو رہی تھی۔میں زیر لب دہرا رہی تھی۔

.I have got lost in the city of love

جہانگیر نے مجھے دیکھا تھا اور میں بات سنبھالنے کو مسکرادی تھی۔

”بلھے شاہ کمال کے شاعر ہیں۔یہ بک میں رکھ سکتی ہوں؟“

جہانگیر ملک نے سر ہلا دیا تھا مگر میں ہاتھ بڑھا کر وہ بک پکڑ رہی تھی۔اس نے میرے ہاتھ کو پکڑ لیا تھا۔

"محبت کھونے نہیں دیتی تانیا ملک۔ مگر اپنے اندر ضم کرلیتی ہے۔ محبت کو سمجھنا ہو تو رات کی تاریکی میں چاند کی روشنی میں بیٹھ کر اس کتاب کو پڑھنا۔ تمہیں پتا چل جائے گا کہ محبت دراصل کیا ہے۔ محبت
صرف اپنی ذات کی تکمیل نہیں ہے۔ صرف اپنی غرض نہیں ہے۔"

میں مسکرا دی تھی۔

"اتنی مشکل باتیں نہ کرو، میری سمجھ میں نہیں آتی مگر میں کوشش کروں گی اس پوئٹری کو سمجھ کر پڑھ سکوں۔" جہانگیر مسکرا دیا گیا۔

"اور میں دعا کروں گا تمہیں کوئی وہ ایک مل سکے جو یہ پوئٹری تمہیں صحیح معنوں میں سمجھا سکے۔ یہ لفظ بے معنی نہیں ہیں۔ تبھی تو آج بھی زندہ ہیں۔"

"محبت ایسے ہی زندہ رہتی ہے؟" میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا تھا۔

"ہاں۔" وہ وثوق سے بولا تھا۔

"اور چاہے ہم نہ رہیں؟" میں نے جانے کیا سوچ کر کہا تھا۔ وہ مجھے گھورنے لگا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"کیسی فضول باتیں کرتی ہو تانیا، کبھی تو ڈھنگ کی کوئی بات کیا کرو، اچھا میں چلتا ہوں تم یہ بک پڑھ لینا۔" وہ اٹھ کر چلا گیا تھا۔ وہ میری آنکھیں نہیں پڑھ سکتا تھا۔ مگر محبت کے سارے حرف اسے خوب سمجھ آتے تھے۔ وہ کتابیں پڑھتا تھا۔ محبت کے زندہ رہ جانے والے الفاظ یاد تھے اسے۔ پھر میں اسے سمجھ کیوں نہیں آتی تھی؟

کل معنی سمجھ نہیں آتے تھے۔ مگرجہانگیر ملک نے کہا تھا میں دعا کرتا ہوں کوئی ملے جو تمیں محبت کے معنی سمجھا دے۔ وہ نہیں جانتا تھا محبت کے معنی تو مجھے سمجھ آچکے تھے۔ تبھی تو میں بلھے شاہ کے لفظوں کا ورد کر رہی تھی۔ آج محبت میری سمجھ میںآ گئی تھی اور میں اپنے آپ کو محبت میں ضم ہوتا محسوس کر رہی تھی۔ مگر جہانگیر ملک کے پاس وہ نگاہ نہیں تھی جو اس محبت کی تحریر کو میری آنکھوں یا میرے چہرے پر پڑھ سکے۔

28 اپریل

"اس شام زائرہ بیگ اور جہانگیر ملک ملنے آئے تھے۔ ان کی شادی کی ڈیٹ فکس ہوگئی تھی اور دونوں خوش دکھائی دے رہے تھے۔

"تمہیں کیا ہوا ہے؟ برسوں کی بیمار لگ رہی ہو صورت سے۔" زائرہ بیگ بولی تھی اور میں جہانگیر ملک کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

"رانجھا میرے وچ' میں رانجھے وچ غیر خیال نہ کوئی

سدو مینو دھیرو رانجھا' ہیر نہ آکھو کوئی

رانجھا رانجھا کردی ہن میں آپے رانجھا ہوئی

میرے لب کیسے وہ لفظ دہرانے لگے تھے میں خود حیران رہ گئی تھی۔

"اوہ تمہیں وہ کتاب اب بھی یاد ہے؟" جہانگیر ملک نے مجھے حیرت سے تکتے ہوئے مسکرایا تھا۔

"کون سی کتاب؟" زائرہ بیگ حیران ہو کر بولی تھی۔

"تانیا کو میں نے بابا بلھے شاہ کی کتاب دی تھی۔مگر اس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔کیونکہ وہ اس زبان سے اتنی اچھے سے آشنا نہیں تھی سو اسے میں نے ترجمے کے ساتھ وہ کتاب دی تھی اور آج اس کی زبان سے بلھے شاہ کو سن کر میں حیران ہوا۔تانیا تغلق جیسی لا ابالی لڑکی اس گہری شاعری کو دہرا رہی تھی۔" وہ مسکرا دیا تھا۔

"اس میں کیا مشکل بات ہے۔مجھے بہت سی چیزیں سمجھ نہیں آتی تھیں تو میں رٹا مار لیتی تھی۔شاید اپنی تانیا نے بھی رٹا مار لیا ہو۔" زائرہ ملک کے مسکرانے پر میں بھی مسکرادی تھی۔

"کہیں کوئی تمہاری زندگی میں تو نہیں آگیا۔جس نے تمہیں زندگی اور محبت کے معنی سمجھا دیے ہیں۔تانیا تغلق؟" جہانگیر ملک نے مسکراتے ہوئے پوچھا تھا اور میں اس کی آنکھیں دیکھ رہی تھی اس کی آنکھیں' انجان تھیں' میری آنکھوں سے نا آشنا۔بلھے شاہ کو پڑھنے والا اس کی مشکل باتوں کو سمجھنے والا میری آنکھوں کے بھید سمجھ نہیں پایا تھا۔میرے چہرے پر اپنا عکس نہیں دیکھ پایا تھا۔

اس شام وہ میرے ساتھ رہے تھے ہم نے ساتھ ڈنر کیا تھا۔

میرے لیے وہ شام خاص تھی۔اس لیے کہ وہ میرے سامنے تھا۔میں زائرہ کو نہیں دیکھ رہی تھی۔میری نظریں صرف جہانگیر ملک پر تھیں۔یہ محبت مجھے اتنا بے بس کیوں کر رہی تھی۔

30 اپریل

میں ضد کر رہی تھی کہ باہر جا کر پڑھوں گی مگر اماں کو میرا دور جانا منظور نہیں۔میں نے ان کو قائل کرنے کی کوشش کی کہ میں نے ایڈمیشن لے لیا ہے۔ستمبر سے شروع ہونے والے سمسٹر میں میں وہاں ہوں گی مگر اماں کو یہ قبول نہیں تھا۔

"تم کہیں نہیں جاؤ گی۔بہت پڑھ لیا اور کتنا پڑھو گی؟"

"بارایٹ لاء کروں گی اماں' بہت سا پڑھنا ہے مجھے روکو مت۔" میں بضد تھی۔

"لڑکیوں کو اتنا نہیں پڑھنا چاہیے۔عمر نکل جائے گی۔"

"عمر کہاں نکل جائے گی اماں۔یہیں تو ہوں۔" میں نے کہا تھا اور اماں میرے سر پر چپت لگاتے ہوئے مسکرادی تھیں۔

"ثاقب سے مل لے۔میں چاہتی ہوں تو یہیں رہ میری آنکھوں کے سامنے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ثاقب یہ کون ہے؟" میں نے چونکتے ہوئے کہا تھا اماں مسکرادی تھیں۔

"تیرے لے شہزادہ آگیا ہے۔مگر گھوڑی پر بیٹھ کر نہیں آیا۔اپنی لمبی سی گاڑی میں آیا ہے۔تیرے ابا کو اور مجھے تو بہت پسند ہے۔تیری بھابھی نے بھی ہاں کردی ہے۔بچا تیمور اور تو' تیمور جیسے ہی لندن سے آئے گا اسے بھی دکھا دیں گے اور...!

"اتنا کچھ ہو گیا اور آپ نے مجھے بتایا تک نہیں؟" میں حیران تھی۔

"اتنا کچھ کہاں ہوا۔تجھے بتا تو رہی ہوں۔بس تیری ہاں کی دیر ہے۔کرتی رہنا بار ایٹ لاء بھی۔وہ بہت اچھا ہے تجھے روکے گا نہیں۔" میں ان کے پاس نیم جاں انداز میں بیٹھ گئی تھی۔

"آپ ملی ہیں اس سے؟"

"لو گھر آیا تھا' اپنی برابری کا ہے تیرا بابا کی طرح اس کے ابا بھی سیاست میں ہیں۔بڑا نام ہے۔کسی راہ چلتے کو اپنی لاڈلی کا ہاتھ تھوڑا نہ دے دیں گے۔اتنا بڑا کاروبار ہے اس کا۔تجھے بہت خوش رکھے گا۔" میرے اندر جیسے ایک قیامت تھی۔

ثاقب نواز کے لیے کہاں سے جگہ بناتی میں۔ میرے اندر تو جہانگیر ملک تھا۔ میں نہیں جانتی تھی اب کیا ہونے والا تھا۔ مگر میں کسی قیمت پر رکنا نہیں چاہتی تھی۔ میں فرار چاہتی تھی اور اس کے لیے یہاں سے بھاگ جانا ضروری تھا اور اس کے لیے اماں کو منانا بہت ضروری تھا۔

3 مئی

”اماں کو قائل کرنا آسان نہیں تھا۔ جب اماں نے خود اتنے پیار سے سمجھایا تھا کہ مجھے ثاقب نواز سے ملنا ہی پڑا تھا۔ وہ مجھے دیکھ کر ہنسا تھا۔

”یہ کیسا حلیہ ہے تمہارا؟ تم واقعی اس خاندان کی بیٹی ہو یا؟“ وہ میرے ڈریس سنس سے متاثر نہیں ہوا تھا۔

”اگر ڈھنگ کے کپڑے پہنو تو اتنی بری نہیں لگو گی تمہارا چہرہ اچھا ہے۔ مگر یہ ہیئر اسٹائل تمہیں کوئی اسکول گوئنگ گرل بتاتا ہے چلو بالوں کا تو کچھ ہو سکتا ہے۔ میری بیوی کو بہت کلاسی لگنا چاہیے۔ تم جانتی ہو میرے گھر میں ہفتے کے سات دن میں سے چھ دن پارٹیز رہتی ہیں۔ اس میں اس طرح شرکت کرو گی تو ہو گئی شادی۔ مجھے اپنے کپڑوں پر ایک شکن بھی برداشت نہیں ہوتی۔ جاؤ

چینج کر کے آؤ۔ مجھے اسکول گرل کے ساتھ ڈنر پر جانا کچھ عجیب سا لگ رہا ہے۔“ وہ صاف گوئی سے کہہ رہا تھا اور میں اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

”میں ایسی ہی ہوں۔‘ میں کسی کے لیے خود کو نہیں بدل سکتی۔“

”بدلنا تو پڑے گا تانیا تعلق‘ لڑکیوں میں لچک ضروری ہے۔ چلو چینج کر کے آؤ۔ ورنہ میں تمہارے لیے کچھ شاپنگ کر دیتا ہوں۔“ وہ پہلی ملاقات میں ایسے آرڈر دے رہا تھا جیسے وہ واقعی میرا ہزبینڈ ہو اور میں اس کی ہر بات سننے اور ماننے پر مجبور ہوں۔“

”چلو ٹھیک ہے ساتھ چلو وہیں سے کچھ اچھا ڈریس لے لیں گے۔ یہ ملاقات کسی نیوز چینل کی زینت بن گئی تو مذاق بن کر رہ جائے گا۔ لوگ ہنسیں گے مجھ پر۔“ وہ اپنی فکر کر رہا تھا میں بت بنی کھڑی تھی اور وہ میرا ہاتھ پکڑ کر گاڑی تک لایا تھا۔ پھر میرے لیے ایک ڈریس لیا تھا۔ جسے پہن کر میں اس کے ساتھ ڈنر پر گئی تھی۔

میں اس کی کیوں سن رہی تھی؟ کیوں مان رہی تھی؟ میں خود حیران تھی۔

”ٹھیک ہے مجھے تم اتنی بری نہیں لگی ہو۔ہم شادی کر کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔ تم آرگیومنٹ کرنے کی عادت نہیں رکھتیں اور یہ ہمیں کامیاب زندگی گزارنے میں مدد دے سکتی ہے۔شادی ایک ایگری منٹ ہے۔جسے گزارنے کے لیے ایک دوسرے سے اختلاف کرنا غیر ضروری ہوتا ہے۔اوکے میری طرف سے ڈن میں ابا کو بتا دوں گا۔میں نے تمہارے لیے کچھ کپڑے خرید کر تمہارے گھر بجھوادیے ہیں آئندہ ملنے آؤں تو وہ پہن کر میرے ساتھ آنا۔مجھے اس طرح کی بے قاعدگیاں اور کیئرول ہونا پسند نہیں۔“

میری زبان گنگ تھی اور عقل حیران، مجھے حیرت ہوئی تھی میں اتنی چغد کیسے ہوسکتی تھی؟ اس شام وہ ملنے والا شخص مجھے اچھا خاصا لتاڑ گیا تھا اور اس کے ساتھ زندگی کیسے گزاری جاسکتی تھی؟

ایسا کوئی فیصلہ لینا عقل مندی ہوسکتا تھا؟

10 مئی

اگر جو انسان سوچتا ہے وہ ممکن ہوسکتا تو انسان ہر شے پر قدرت رکھتا اور اسم اعظم پالیتا۔میری سوچیں میرے اندر کی الجھنوں کو بڑھا رہی تھیں مگر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سوچوں کا ممکن ہونا نا ممکن تھا۔میں نا ممکنات میں سے نہیں سوچ رہی تھی یا ایسا ہونا واقعی ممکن نہیں تھا؟

میں نے فرار کی ٹھانی تھی وہاں سے بھاگ جانا چاہا تھا اور یہ ممکن نہیں رہا تھا۔مگر ہوا یوں تھا کہ اس شام میں سامان پیک کر کے کسی سے بھی ملے بنا واپس گھر آگئی تھی۔اسٹڈی ختم ہوگئی تھی اور وہاں رکنے کی کوئی تک بھی نہیں تھی اور شاید میں ملنا بھی نہیں چاہتی تھی اس سب سے کچھ حاصل نہیں تھا۔شاید میں کسی کی یادداشت میں باقی بھی تھی کہ نہیں۔کسی نے مجھے سوچا بھی تھا یا نہیں۔ میں نہیں جانتی تھی۔

اگر میں چاہتی تھی کہ جہانگیر ملک مجھے تلاشے اور میری تلاش میں آئے تو ویسا شاید کبھی نہیں ہوسکتا تھا۔

میں اکیلے بیٹھے جانے کیا سوچ کر نفی میں سر ہلا رہی تھی جب اچانک سر اٹھا کر سامنے دیکھا تھا اور میں حیران رہ گئی تھی۔

وہاں جہانگیر ملک کھڑا تھا۔شاید یہ کوئی خواب تھا؟

میری خواہشیں مجھے پاگل کر دینے کو تھیں۔میں شاید واقعی پاگل ہورہی تھی۔ میں اس کی طرف سے دھیان پھیر کر خود کو ملامت کرنے لگی تھی۔جہانگیر ملک میرے قریب بیٹھ گیا تھا۔

”اتنی جلدی میں آئیں کہ ہم سب سے مل بھی نہیں سکیں؟“ وہ شکوہ کر رہا تھا میں اس کی طرف ساکت سی تکتی سر نفی میں ہلانے لگی تھی۔

”میرے خوابوں میں مت آؤ جہانگیر ملک میں کوئی خواب مزید دیکھنا نہیں چاہتی۔“ میں نے اسے کوئی خواب سمجھ کر اس کی نفی کی تھی اور ہاتھ بڑھا کر میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔میں اس عمل پر چونکی تھی۔اس کے ہاتھ کو دیکھا تھا جو اس وقت میرے ہاتھ پر تھا۔وہ خواب نہیں تھا وہ حقیقت تھی۔ میں کسی خواب سے نہیں گزر رہی تھی جہانگیر ملک واقعی اس لمحے وہاں تھا۔

”تم...!“ میں نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔مگر وہ بجائے میرے ری ایکٹ کرنے پر کوئی سوال کرتا یا بتاتا کہ یہ کوئی خواب نہیں وہ مجھے ملامت کرنے لگا تھا۔

”یہ کیا تک ہے تانیہ تغلق؟ تم اتنے بے تکے کام کیسے کر سکتی ہو؟ تم شادی کر رہی ہو؟ وہ بھی اس بندے سے جسے تم جانتی تک نہیں؟ اور وہ تمہارا بار ایٹ لاء کا خواب کیا ہوا؟ وہ سیاستدان کا بیٹا کیا سمجھے گا تمہیں؟ تم جانتی ہو ہمارے ہاں کے سیاستدان کتنے دقیانوس اور قدامت پرست ہیں؟ فیوڈل میں سارے کے سارے اپنے آپ کو راجہ سمجھتے کسی ریاست کا۔وہ تم پر راج کرے گا اور تم کیا کر رہی ہو تانیا۔یہ فیصلہ کتنا غلط ہے۔تمہیں اس کا اندازہ ہے؟“

”وہ ایسا نہیں ہے میں ملی ہوں اس سے ثاقب نواز لبرل اور براڈ مائنڈڈ بندہ ہے۔“ میں نے زور دے کر کہا تھا۔

”کتنی بار ملی ہو تم اس سے؟ یہ زندگی اتنی فضول ہے کہ اسے اس طرح کے لوگوں کے ساتھ گزارہ جائے؟ تم شادی کرنے چلی ہو یا خود کشی۔‘ وہ مجھے آڑے ہاتھوں لے رہا تھا اور میں اسے خالی خالی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

وہ کیوں نہیں سمجھ رہا تھا میں ایسا کس لیے اور کیوں کر رہی تھی؟

”تمہیں کیا ہوگیا ہے تانیہ تغلق؟“

"میں کھو گئی ہوں جہانگیر مجھے تمہاری محبت نے اپنے اندر ضم کرلیا ہے۔" میں کہنا چاہتی تھی مگر میرے لفظ میرے حلق کے اندر کھو گئے تھے۔

یکدم ہی بارش ہونے لگی تھی۔میں بھیگنے کے خیال سے اٹھنا چاہتی تھی مگر میرا ہاتھ جہانگیر ملک کے مضبوط بھاری ہاتھ کے نیچے دبا تھا۔

"جہانگیر ملک محبت کچھ نہیں ہوتی۔مجھے زندگی گزارنے کا فیصلہ تو کرنا ہی ہے اور ثاقب نواز اتنا برا نہیں ہے۔تم پریشان مت ہو۔وہ دوسرے لوگوں جیسا نہیں ہے ایک بار ملی ہوں اس سے۔تمہاری شادی کا کیا ہوا؟ کب تم دونوں شادی کر رہے ہو؟" میں نے مسکرا کر پوچھا تھا۔جہانگیر ملک بھیگتی بارش میں مجھے خاموشی سے دیکھنے لگا تھا۔

"تمہاری آنکھوں میں کچھ ہے تانیہ تم کیا چھپا رہی ہو؟" میرے نظریں چرانے پر اس نے کہا تھا۔میں حیران رہ گئی تھی۔اس کی طرف دیکھ نہیں سکی تھی۔

"میری طرف دیکھو تانیہ ایسے آنکھیں مت پھیرو میں دیکھنا چاہتا ہوں۔تمہاری آنکھوں میں کیا ہے۔" وہ بارش کی پروا نہ کرتے ہوئے بولا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"بارش تیز ہو رہی ہے۔یہاں بیٹھنا ٹھیک نہیں۔" میں اٹھنے لگی تھی مگر اس نے میری کلائی تھام لی تھی۔

"تانیہ تم اس طرح بھاگ کیوں رہی ہو؟" کیا راز ہے تمہاری آنکھوں میں؟" وہ بولا اور تبھی میری نظر ثاقب نواز پر پڑی تھی وہ ہماری طرف کھڑا دیکھ رہا تھا۔اس کا اندازہ جہانگیر ملک کو بھی ہو گیا تھا۔تبھی اس نے میری کلائی چھوڑ دی تھی۔ثاقب نواز چلتا ہوا قریب آگیا تھا۔

"میں ثاقب نواز ہوں۔" ثاقب نواز نے تعارف کرایا تھا اور میری طرف دیکھنے لگا تھا۔

"تم بارش میں بھیگنے کا شوق بھی رکھتی ہو تانیہ؟ مجھے اس کی خبر ہونی چاہیے تھی۔تمہارے لوئر ڈریس سنس کی طرح تمہاری ہابیز بھی کافی Weird ہیں۔" وہ بنا جہانگیر ملک کی پروا کرتے ہوئے بولا تھا۔

"بارش میں بھیگنا مڈل کلاس کے لوگوں کے شوق ہیں۔کلاسی لوگ اندر بیٹھ کر لطف اندوز ہوتے ہیں بارش میں بھیگ کر نہیں۔اندر جاؤ اور چینج کرو۔" وہ

مجھے حکم دیتا ہوا بولا تھا اور میں اس کے حکم پر کسی مشینی انداز میں چلتی ہوئی اندر آگئی تھی۔

اس شام جہانگیر ملک اور ثاقب نواز میں کیا باتیں ہوئی تھی۔میں نہیں جانتی تھی۔مگر میں نے شادی کے لیے اپنا فیصلہ اماں اور بابا کو سنا دیا تھا اور سکون کی ایک گہری سانس لی تھی اگر ایسا ہونا تھا تو پھر ایسا ہی سہی۔میں زندگی سے نہیں لڑ سکتی تھی یا محبت سے جیت سکتی تھی تو پھر خوامخواہ ہاتھ پاؤں مار کر گہرے سمندر میں تجربات کیوں کرتی۔یوں بھی ڈوب ہی جانا تھا اور پھر ایسے کیوں نہیں۔

20 مئی

”مجھے سلمان کا فون آیا تھا جہانگیر ملک اور زائرہ بیگ کی شادی ہو گئی تھی۔ جہانگیر ملک نے مجھے انوائٹ نہیں کیا تھا۔مجھے حیرت ہوئی تھی۔اس نے ایسا کیوں کیا تھا؟ میں اس کے دوستوں کی فہرست میں تھی اور وہ اس طرح اگنور کیسے کر سکتا تھا؟ آج میں اپنے اندر کو گہری تاریکی میں ڈوبتا ہوا محسوس کر رہی تھی یہ تاریکی مجھے نگل رہی تھی۔

گھر میں میری شادی کی تیاریاں چل رہی تھیں اور میں ایسے چپ تھی جیسے میرے اندر جان ہی نہ ہو۔نہ خوشی تھی نہ کوئی ملال۔

”تمہیں کیا ہوگیا ہے تم ہنستی بولتی کیوں نہیں پہلے کی طرح؟“ سدرہ بھابی نے کہا تھا۔میں انہیں کیا جواب دیتی۔میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ میں محبت کے زمانوں میں گم ہو رہی تھی۔ضم ہوچکی تھی مگر محبت مجھ سے بہت دوری پر کھڑی مجھے اجنبیت سے دیکھ رہی تھی۔اس دنیا میں صرف میں تھی اور میرا ہونا میرے اپنے لیے معنی نہیں رکھتا تھا۔میں بے حس ہو رہی تھی۔ثاقب نواز جیسے بندے کے ساتھ زندگی گزارنے کا فیصلہ کتنا صحیح تھا۔اس کا پتا تو آنے والے دنوں میں ہی چلنا تھا۔مگر اس سے زیادہ میں خود کو نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی۔ثاقب نواز سے شادی کرنے کا فیصلہ گویا تابوت میں آخری کیل ٹھوکنے والا کام کر رہا تھا اور یہ سب میں اپنی زندگی کے ساتھ خود کر رہی تھی۔

اگر جہانگیر تھا تو پھر کوئی بھی ہوتا اس سے کیا فرق پڑنا تھا۔

"تم خود کو سزا دے رہی ہو تانیہ تغلق۔" آئینے میں دیکھا تھا تو میرے اندر نے شکوہ کیا تھا۔

مگر میں نے اپنے اندر کو بھی چپ کرادیا تھا۔

17 جون

"خوشی کے معنی ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کی تھی۔اگر ڈھونڈتی تو شاید جان پاتی کہ زندگی سزاؤں کو منتخب کرنے کے لیے نہیں ہے۔ثاقب نواز میری توقعات سے بہت زیادہ برا تھا۔اس میں کوئی ایک عادت بھی ایسی نہیں تھی کہ میں اسے اچھا انسان کہتی۔

وہ ڈرگز لیتا تھا برے سے برا نشہ کرتا تھا خود کو پڑھا لکھا فارن کوالیفائیڈ اور اپر کلاس کا سمجھتا تھا مگر نہ اس میں ایٹی کیٹس تھے نہ بیسک مینرز۔کلاسی لوگ اپنی بیوی کو اپنے بزنس کے لیے استعمال نہیں کرتے۔شریف لوگ بیوی کو ڈرنک پینے پر مجبور نہیں کرتے اور عزت دار لوگ بیوی کو کسی غیر آدمی کے ساتھ ڈیٹ کرنے کے لیے نہیں بھیجتے۔وہ ایسا کرتے ہوئے بالکل شرم محسوس نہیں کرتا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"مجھے نہیں معلوم تھا تم اتنی مڈل کلاس سوچ رکھتی ہو۔کتنی دقیانوسی لڑکی ہو تم کسی کے ساتھ ڈنر پر جانے سے تمہارا کیا بگڑ جائے گا؟ اور اگر تم کسی سے مسکرا کر پارٹی میں ڈانس فلور پر چلی جاؤ گی تو اس سے تمہارا کیا نقصان ہوجائے گا؟ اگر اس سے مجھے یا میرے بزنس کو تھوڑا سا فائدہ ہوتا ہے تو تمہیں تو خوش ہونا چاہیے کہ تم اپنے ہزبینڈ کی کوئی مدد کرپائی۔ہزبینڈ وائف ہوتے کس لیے ہیں؟ بات بات پر رونے بیٹھ جاتی ہو۔مجھے تمہاری سمجھ نہیں آئی تانیہ۔"

"تمہارا باپ تمہاری ماں کے ساتھ ایسا کرتا ہے؟ کیوں کر رہے ہو تم ایسا میرے ساتھ۔میں بیوی ہوں تمہاری یا کوئی کال گرل۔" میں چیخی تھی اور اس نے میرے منہ پر تھپڑ مار دیا تھا۔یہ پہلی بار نہیں تھا جب اس نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا تھا۔اس نے ایسا پہلی ہی رات سے آغاز کر دیا تھا۔یہی نہیں جب میں نے سموکنگ کے لیے منع کیا تھا تو اس نے اسی سگریٹ سے میرا ہاتھ جلا دیا تھا۔

میں چیخنے لگی تھی مگر اس نے میری اسکن پر سے وہ جلتا ہوا سگریٹ نہیں ہٹایا
تھا۔

”تمہیں زندگی میرے اصولوں پر جینا ہوگی تانیہ۔میں تمہارا شوہر ہوں' تم وہی
کرو گی جو مجھے اچھا لگتا ہے اور جو میں چاہتا ہوں۔“ تھوڑے ہی دن شادی کو
ہوئے تھے مگر ان تھوڑے دنوں میں' میں زندگی کے بہت بھیانک روپ اور
چہرے دیکھ رہی تھی۔

شادی کے اول اول کے دن کسی بھی لڑکی کے لیے خواب جیسے ہوتے ہیں۔
اس کی کئی خواہشیں ہوتی ہیں۔ان خواہشوں کو لے کر وہ ان خوابوں کو جیتی
ہے اور میں کیا کر رہی تھی ان تھوڑے سے دنوں نے مجھ سے میری اپنی
پہچان بھی چھین لی تھی۔وہ مجھے بے عزت کرنے نیچا دکھانے میں ایک پل کو
بھی کسر نہیں چھوڑتا تھا۔مہمانوں کے سامنے' نوکروں کے سامنے اسے احساس
بھی نہیں ہوتا تھا کہ وہ اپنی بیوی کو بے عزت کر رہا ہے۔میں اس دور میں
پہنچا دی گئی تھی جہاں بیوی کو شاید پاؤں کی جوتی سمجھا جاتا ہے اور جہاں میاں

بیوی کے درمیان ایک واضح تفریق ہوتی ہے اور بیوی کو بے عزت کرنا شوہر
اپنا فرض سمجھتا ہے۔

میں اپنے اس فیصلے پر پچھتا نہیں رہی تھی میں نے بھائی بھابی یا اماں بابا کو
اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔میں بتانا بھی نہین چاہتی تھی۔اگر یہ
میری خود کے لیے منتخب کی گئی سزا تھی تو میں اس میں پچھتانا نہیں چاہتی
تھی۔

کل شام میں بہت تھک گئی تھی۔میں ثاقب کے ساتھ پارٹی میں جانا نہیں
چاہتی تھی۔میں کچن میں اپنے لیے چائے بنا رہی تھی جب مجھے تپش کا احساس
ہوا تھا۔میں نے پلٹ کر دیکھا تھا تو میرا ساڑھی کا پلو جل رہا تھا۔قریب ہی
ثاقب کھڑا تھا اور اس کے ہاتھ میں لائٹر جل رہا تھا۔میں پھٹی آنکھوں سے
اسے تکنے لگی تھی۔وہ مسکرادیا تھا۔

”جینا چاہتی ہو تو وہ کرو جو میں کہتا ہوں۔ورنہ زندگی جہنم سے بھی بد تر
کردوں گا اور تم اس میں نہ جی سکو گی نا مر۔“ میں ایک مضبوط فیملی کا بیک

گراؤنڈ رکھنے والی لڑکی، اعلیٰ تعلیم یافتہ اس کے ہاتھوں کس طرح ذلیل ہو رہی تھی کیا یہی اوقات تھی میری؟

میں ہز بینڈ کی بد سلوکی سہہ رہی تھی۔اس کی مار کھا رہی تھی۔اس کی ناجائز خواہشوں کو پورا کر رہی تھی اور یہ سب میں چپ چاپ کر رہی تھی۔

”ٹھیک ہے میں چلوں گی۔“ میں نے اپنے آنچل کی تیزی سے پھیلتی آگ دیکھ کر کہا تھا اور وہ مسکرا دیا تھا۔میرے اوپر سے کھینچ کر ساڑھی کا پلو نیچے گرایا تھا اور اپنے مضبوط جوتوں سے لمحے میں آگ بجھا دی تھی۔میں نے شوہر کا ایسا غیر انسانی سلوک نہیں سنا تھا۔وہ شخص پاگل تھا مگر میں نے خود اس کے ساتھ رہنے کا فیصلہ کیا تھا۔

”میں جانتا ہوں تم یہاں سے کہیں نہیں بھاگو گی تم بھاگنا نہیں چاہتیں نہ تم کسی کو اس ناروا سلوک کے بارے میں بتاؤ گی کیونکہ تم خود کو سزا دے رہی

ہو اور اس سزا کو میں اپنے لیے استعمال کر نا چاہتا ہوں۔میں جانتا ہوں ان آنکھوں میں کیا ہے۔جس راز کو اس روز جہانگیر ملک دیکھنے کی ضد کر رہا تھا۔اس راز کو میں جانتا ہوں تانیہ تغلق۔تم میرے ساتھ اس چھت تلے جیتے رہنا چاہتی ہو چاہے میں تمہیں اس سے زیادہ بڑی زندگی دوں یا اس سے برا سلوک بھی کروں۔تم میرے ساتھ ہی رہو گی۔“ وہ مسکرا رہا تھا اور مجھے کوئی حیرت نہیں ہوئی تھی اس جیسے شخص پر مرد کا لیبل لگا کر اسے مردوں میں شمار کرنا میری غلطی نہیں تھی۔میں اسے اپنے لیے سزا سمجھ کر جھیل رہی تھی۔میں اس سے کسی انسانیت کے سلوک کی انسان دوست رویے کی امید نہیں کر سکتی تھی۔میں جو خود پڑھی لکھی لائر تھی اس انسان کی زیادتیاں سہہ رہی تھی۔انسانی حقوق کی بات کرتی تھی سیمینار میں لیکچرز دیتی تھی اور خود انسانیت سوز سلوک کو اپنے شوہر کے ہاتھوں سہہ رہی تھی۔یہی میری زندگی تھی۔

یہی میری سزا ...!

میں محبت کی سزا خود کو دے رہی تھی۔محبت نے مجھے خالی ہاتھ لوٹا دیا تھا اور میں اپنے اس خالی ہاتھ کو اس آگ میں جلا رہی تھی۔محبت ایسی ہوتی ہے۔

13 اگست

"دن تیزی سے گزر رہے تھے مگر مجھے ان دنوں کی گنتی یاد نہیں تھی۔پتا نہیں کتنے مہینے۔میں بھول گئی تھی۔مجھے سلمان کا فون آیا تھا۔پتا نہیں اس نے کہاں سے میرا نیا نمبر ڈھونڈ نکالا تھا۔

"کہاں ہو تم زندہ ہو؟" وہ مجھ سے پوچھ رہا تھا۔

"ہاں زندہ ہوں کیا ہوا ہے؟ تم سب کیسے ہو؟"

"تمہیں دیکھے ایک برس گزر گیا ہے تانیہ۔نہ تم نے اپنی شادی میں بلایا ہے نہ کبھی گھر آنے کی دعوت نہ ہزبینڈ سے ملایا۔مانا بہت بڑی شخصیت ہے اور سیاسی اثر و رسوخ رکھتی ہے مگر ہماری بھی کوئی اہمیت ہے کہ نہیں۔اپنے بڑے لوگوں کی زندگی سے باہر نکلو کبھی ہماری بھی خبر لو ادھر جہانگیر ملک کی بیٹی کی ولادت ہوئی ہے خیر سے ڈیڈی بن گئے ہیں۔آپ تو ایسی پیا دیس سدھاریں کہ پلٹ کر خبر ہی نہیں لی۔شادی کا فیصلہ بھی چپ چاپ کرلیا۔ ایک بار پوچھا ہوتا تو بتاتے کہ ہم بھی امیدواروں کی اسی قطار میں تھے۔زیادہ امیر نہ سہی مگر پیار تو دے سکتے تھے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"پلیز سلمان ان باتوں کی اب میری زندگی میں کوئی جگہ نہیں ہے۔تم ایسی باتیں مذاق میں بھی مت کیا کرو۔"

"اچھا ٹھیک ہے مگر ہم نے کالج کے پرانے دوستوں کی ایک گٹ ٹو گیدر کی ہے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں تم آجاؤ گی تو ہمیں اچھا لگے گا۔"

میں نے اسے کوئی معقول جواب نہیں دیا تھا اور سلسلہ منقطع کردیا تھا مگر اس شام میں تیار ہو کر اس ہوٹل پہنچ گئی تھی اور وہاں میں نے ثاقب نواز کو ایک لڑکی کے ساتھ دیکھا تھا۔جو اس کی سیاسی پارٹی کے لیے کام کرتی تھی اور اس کی سیکریٹری بھی تھی۔وہ قریب کی ٹیبل پر ہی تھا۔میں اپنے دوستوں پر کم توجہ دے رہی تھی اور اسے زیادہ دیکھ رہی تھی۔

"تمہارے ہزبینڈ نہیں آئے؟ مجھے لگا تم انہیں بھی ساتھ لاؤ گی۔" سلمان نے کہا تھا۔

میں اسے کیا بتاتی کہ میرے ہزبینڈ کسی اور عورت کے ساتھ تھا۔اسی ڈنر میں جہانگیر ملک اور زائرہ بیگ کو دیکھ کر مجھے حیرت نہیں ہوئی تھی وہ دونوں اپنی

چھوٹی سی کیوٹ سی بیٹی انائیا کے ساتھ آئے تھے۔مجھے دیکھ کر جہانگیر ملک
دیکھتا رہ گیا تھا۔

”تم اتنا بدل گئی ہو تانیہ تغلق، مجھے یقین نہیں ہو رہا میں اسی تانیہ تغلق سے
مل رہا ہوں۔“

”میں تانیہ تغلق نہیں رہی۔میں تانیہ ثاقب نواز ہوں۔“ میں مسکرائی تھی۔
جہانگیر ملک اسی طرف بیٹھا تھا جہاں میں بیٹھی تھی اور اس کی نظریں بھی
ثاقب نواز کو دیکھ رہی تھیں۔وہ اس پارٹی رکن کے ساتھ کچھ قریب تھا اور ارد
گرد کا اسے کوئی ہوش ہی نہیں تھا۔

”میں نے پچھلے دنوں تمہارے ہزبینڈ کو نیو یارک میں دیکھا تھا۔مجھے لگا تم بھی
ساتھ ہوگی۔وہ وہاں مینٹن میں اپارٹمنٹ خرید رہا تھا۔اسی کے سلسلے میں وہ
وہاں گیا تھا۔وہ فلیٹ میرے انکل کا تھا۔مجھے لگا تم ضرور اس کے ساتھ آئیں
ہو گی مگر مجھے حیرت ہوئی جب میں نے اسی عورت کو اس کے ساتھ دیکھا۔وہ
مجھے دیکھ کر چونکا نہیں تھا نہ شرمندہ تھا تم جانتی ہو اس نے میرے انکل کو
کیا کہہ کر متعارف کرایا تھا؟ وہ اپنی وائف کے ساتھ ہے۔تم اس شخص کے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ساتھ کیسے گزارہ کر رہی ہو تانیہ تغلق؟ یہ کسی سزا ہے؟“ جہانگیر ملک مجھے
دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔میں مسکرا دی تھی۔

”تمہیں غلط فہمی ہوئی ہوگی وہاں میں بھی اس کے ساتھ تھی۔مگر ضروری نہیں
ثاقب سب کو اس بات کا پتا دے۔ہم میں انڈر اسٹینڈ نگ ہے۔جانتے ہیں کیا
ہو رہا ہے۔اگر ثاقب کہیں جاتے ہیں تو مجھے بتا کر جاتے ہیں۔“

میری مسکراہٹ میری نفی کر رہی تھی۔مگر میں اپنا خول ٹوٹتے نہیں دیکھنا
چاہتی تھی۔اس شام میں نے گھر آکر آنسو بہائے تھے۔پہلی بار مجھے احساس ہوا
تھا میں نے کچھ غلط کیا ہے اپنے ساتھ۔میرے اندر کی لڑکی مجھے جھنجوڑ رہی
تھی ملامت کر رہی تھی۔جب تک ہم کسی بات کی پروا نہیں کرتے اس کا
احساس بھی اس شدت سے نہیں ہوتا۔

مگر جب، جس گھڑی احساس ہوتا ہے اس سے ہار کا سفر شروع ہوتا ہے۔میں
خود کو جہنم میں جھونک چکی تھی اس کا احساس مجھے ہوا تھا اور اس کے بعد
مجھے اپنے آنسو بھی خود کو سلگاتے جلاتے انگارے سے محسوس ہوئے تھے۔

زائرہ ملک مجھے اس شام زندگی سے بھرپور عورت لگی تھی جس کے پاس سب کچھ تھا اور میرے پاس؟"

میرے پاس کچھ نہیں تھا۔میں خالی ہاتھ تھی۔بنجر تھی ویران تھی۔

"مجھے بچے پسند نہیں۔مجھے بچوں کی کوئی ضرورت نہیں۔اس کے بارے میں سوچنا بھی مت۔" ثاقب نواز مجھے جتا رہا تھا اور تب مجھ پر کھلا تھا کہ اس کی ایک پہلی بیوی تھی جس سے اس کے پہلے سے دو بچے تھے۔وہ نیو یارک میں رہتے تھے۔پہلی بیوی کو اس نے طلاق نہیں دی تھی۔نہ وہ شادی منظر عام پر آئی تھی۔وہ شادی اس کا نجی معاملہ تھی۔فیملی جانتی تھی اور میں میڈیا کے سامنے دنیا کے سامنے اس کی بیوی تھی مگر میری حیثیت اس کی زندگی میں صفر تھی۔کیا اس نے صرف مالی فائدے حاصل کرنے کے لیے مجھ سے شادی کی تھی؟ کیونکہ میرے خاندان کا نام تھا؟ میں پڑھی لکھی تھی اور خوب صورت

بھی؟ وہ میرا استعمال کسی فالتو شے کی طرح کر رہا تھا۔کثرت سے کر رہا تھا اور اس کا احساس وہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔

10 فروری

میرا بخار نہیں جارہا تھا۔پچھلے کچھ دنوں میں میرا وزن بھی بہت گر گیا تھا۔میں اسپتال گئی تھی کچھ ٹیسٹ ہوئے تھے اور پتا چلا تھا۔میرے جگر نے کام کرنا بند کردیا تھا۔جگر کا سائز بڑھ گیا تھا۔ایسا کیوں ہوا تھا؟ شاید میں ڈرنکس لینے کی عادی ہوگئی تھی۔پارٹیز میں کثرت سے پینا پڑتا تھا اور میں اس سے انکار نہیں کرسکتی تھی۔

مجھے ایک طرف درد بھی رہنے لگا تھا۔اور یہ درد لیور کا ہی تھا۔میں خود کو اس تکلیف میں خود جھونک رہی تھی۔اور پریشان بھی نہیں تھی۔میں نے اس بیماری کے باوجود کوئی سوشل ایکٹی وٹی بند نہیں کی تھی نا زندگی روکی تھی۔سب اسی طرح چل رہا تھا۔

اماں بابا اور بھائی بھابی مجھے دیکھ کر پریشان ہوئے تھے۔

"تم اپنا خیال کیوں نہیں رکھتی۔یہ بیماری کیسے ہو گئی۔میں تمہارے بابا سے کہہ کر باہر علاج کا بندوبست کراتی ہوں۔" اماں نے کہا تھا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے اماں، میں خود اپنی تانیہ کا علاج باہر کراؤں گا۔" ثاقب نواز نے یقین دلایا تھا۔مگر اس کے بعد اس نے اپنا رابطہ مجھ سے بند کردیا تھا ہم ایک گھر کی چھت تلے رہتے تھے مگر اس نے کمرے میں آنا بند کردیا تھا۔

"مجھے تم سے یہ بیماری نہیں لینا۔بہتر ہو گا ہم ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات کو محدود کر دیں۔تم باہر جانا چاہتی ہو تو باہر جا کر اس بیماری کا علاج کروا سکتی ہو۔مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" وہ کمرے کا دروازہ بند کر کے چلا گیا تھا۔

اس شام مجھے تنہائی کا شدت سے احساس ہوا تھا۔میری اپنی منتخب کردہ سزا میری قاتل بن رہی تھی۔میں بیوی نہیں بن سکی۔ماں نہیں بن سکی تھی۔آج میں تنہا تھی اور خالی ہاتھ۔محبت نے مجھے خالی ہاتھ چھوڑ دیا تھا اور زندگی نے بھی۔ثاقب نواز کا کیا قصور تلاش کرتی میں؟ اس بندے کے پاس سب کچھ

تھا۔زندگی کی نعمتیں پہلے سے تھیں۔میں اس کا شوشل اسٹیٹس سیٹ کرنے کے لیے اس کی ضرورت بن کر اس کی زندگی میں آئی تھی اور اس نے میرا استعمال بھی خوب کیا تھا۔میں خود کو ان سوچوں سے دور نہیں لے جا پائی تھی اور میرا وجود سن ہو رہا تھا۔

27 مارچ

"مجھے لیور کی تکلیف کے باعث اسپتال میں داخل ہونا پڑا تھا۔اور اسی رات میری رپورٹس سے پتا چلا تھا کہ مجھے بلڈ کینسر بھی تھا۔زندگی کو جینے کی لگن ہو تو بیماری کو شکست دی جا سکتی ہے۔مگر میرے اندر ایسی کوئی رمق نہیں تھی۔

مگر یہ اس تکلیف کا اثر تھا جو میرے اندر تھی یہ کوئی بیرونی بیماری نہیں تھی اس سے بہت سی بیماریوں کا انکشاف ہو رہا تھا۔

"میں نے باہر بجھوانے کے پورے انتظامات کر لیے ہیں۔آپ فکر مت کریں۔" اماں ابا ملنے آئے تو تھے تو ثاقب نے ان سے کہا تھا۔

اور اسی شام وہ میرے سرہانے آن بیٹھا تھا۔

”تم خود کو کوئی بوجھ لگ رہی ہو گی۔اب کیا کرو گی؟ اتنی ساری خطرناک بیماریاں اور تم۔تمہیں تمہاری محبت نے مار دیا تانیہ تغلق اس تکلیف کو پہلے تم اپنے اندر سہہ رہی تھیں اور اب اس کو باہر بھی جھیل رہی ہو۔ایسی زندگی جی کر کیا کرو گی تانیہ تغلق۔اس جواں عمر میں جب لڑکیاں زندگی کو جیتی ہیں تم زندگی کو ایک ایک قدم خود سے پرے دھکیل رہی ہو۔اس میں غلطی تمہاری اپنی ہے تم جینا نہیں چاہتی نا تانیہ تغلق۔لیور کے بعد بلڈ کینسر ہونا اتنی کم عمر میں کیا کرلیا خود کو۔تمہاری عمر کی عورتیں اپنے قدموں پر جیتی ہیں اور تم اپنی ہی زندگی کے لیے بوجھ بن گئی ہو۔اب ایسی زندگی جی کر کیا کرو گی؟ میں تو اس بوجھ کو ڈھونڈنے سے رہا۔باہر لے جاؤں بھی تو کتنے دن جیو گی؟ لیور تمہارا ختم ہوچکا ہے۔اب بلڈ کینسر بھی۔تم میں تو اپنی زندگی کے لیے لڑنے کی بھی ہمت نہیں۔جب خود اندر جینے کی کوئی رمق نہیں تو ڈاکٹرز کیا کرلیں گے؟ یہ اس ملک کا سب سے مہنگا اسپتال ہے تم یہاں اس حال کو پہنچی ہو تو باہر جا کر شفا کہاں ہوگی۔“ وہ سفاکی سے کہہ رہا تھا۔

”کہو تو تمہارے عاشق کو فون کر کے اطلاع دے دوں؟ اسے دیکھ لوں گی تو شاید اندر جینے کی کوئی رمق آجائے۔“ وہ طنز کرتا ہوا مسکرایا تھا۔

13 جولائی

”ڈاکٹرز کی ٹریٹمنٹ، دوائیں اور دعاؤں کا سلسلہ جاری تھا۔مگر میری حالت سنبھل نہیں رہی تھی۔میں لندن آگئی تھی۔اماں میرے ساتھ تھی۔شادی شدہ زندگی نے مجھے کچھ نہیں دیا تھا۔نہ ہزبینڈ نے نہ زندگی نے نہ محبت نے۔میں چاروں طرف سے چاروں شانے چت تھی اور ہاری ہوئی تھی۔

میں اندر کی ویرانی سے گھبرا کر Greeenford میں کنال واک پر آگئی تھی۔وہیں مجھے جہانگیر ملک دکھائی دیا تھا۔وہ تنہا نہیں تھا۔اس کے ساتھ زائرہ ملک بھی تھی اور اس کی وہ کیوٹ سی بیٹی بھی میرے اندر بنجر پن اور بڑھنے لگا تھا۔

میرے اندر وہ محبت اب بھی زندہ تھی کیا؟

وہی محبت مجھے پل پل مار رہی تھی اور اس کا قصوروار کون تھا؟

”جہانگیر ملک؟“ وہ میری طرف دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔

"تم یہاں؟ تمہیں کیا ہو گیا؟ برسوں کی بیمار لگارہی ہو۔ٹھیک تو ہو؟" میں مسکرادی تھی اور اس کی بیٹی کو گود میں لے کر پیار کرنے لگی تھی۔

"تمہارے ہزبینڈ بھی ساتھ ہیں؟" زائرہ نے پوچھا تھا۔"شام میں ڈنر پر ملتے ہیں' تم بزی تو نہیں ہونا؟"

"نہیں وہ میرے ساتھ نہیں ہیں' میں اماں کے ساتھ آئی ہوں۔" انائیا رونے لگی تھی۔شاید کسی بات پر ضد کررہی تھی۔زائرہ ملک اسے لے کر ایک طرف چلی گئی تھی۔جہانگیر مجھے دیکھنے لگا تھا اور اپنی جگہ شرمندہ دکھائی دے رہا تھا

"خود کو اتنی سزا مت دو تانیہ تغلق!زندگی اتنی ازراں نہیں ہے۔تم ایسی زندگی کیوں جی رہی ہو؟ صرف اس لیے کہ..." وہ بولتے بولتے رک گیا تھا۔

"اس سوال کا جواب میں خود نہیں جانتی کہ میں ایسی بوجھ سی زندگی کیوں جی رہی ہوں۔" میں مسکرادی تھی۔"سب بہت اچھے سے اپنے اختتام کو پہنچا اور محبت' محبت میں ختم ہو گئی۔محبت ایسی ہی ہوتی ہے نا؟" میں اس کی آنکھوں میں جھانک رہی تھی اور وہ اپنی جگہ جو کر بن رہا تھا۔

"میں خود کو کبھی معاف نہیں کرپاؤں گا' تانیہ تغلق! تم خود اپنے ساتھ ایسا نہیں کر سکتیں۔" وہ پچھتاوے کے ساتھ بولا تھا۔

"مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا' کیوں خبر نہیں دی۔"

"اور تم کیا کرلیتے؟" میں مسکرائی تو وہ بے بسی سے مجھے دیکھنے لگا تھا۔

"تم ثاقب نواز سے طلاق لو' میں تمہاری زندگی کے ذمے داری لوں گا۔" وہ جذباتی انداز میں بولا تھا۔

"ثاقب نواز کبھی مجھے طلاق نہیں دے گا۔ان کے خاندان میں اس بات کی گنجائش نہیں' میں بھی اور کتنے دن ہوں۔" میں مسکرائی تھی۔

"ایسی باتیں مت کرو تانیہ! میں خود کو کبھی معاف نہیں کرپاؤں گا۔مجھے ازالہ کرلینے دو۔" وہ پچھتاوے میں گر رہا تھا۔

"اس کا تدارک کچھ نہیں ہے جہانگیر ملک! وقت گزر چکا ہے۔جب مجھے کوئی پچھتاوا نہیں تو تم کیوں خود کو مجرم سمجھ رہے ہو؟" میں مسکرائی تھی۔

"تمہیں کچھ ہو گیا تو میں خود کو کبھی معاف نہیں کرسکوں گا۔یہ سب میری وجہ سے ہوا' مجھے کیوں خبر نہیں ہوئی؟"

"خبر ہوجاتی تو تم کچھ کرلیتے؟" میں مسکرائی تھی۔

"تم زائرہ کے ساتھ اچھے لگتے ہو۔تم اسی کے لیے بنے ہو۔میں ثاقب نواز کے لیے تھی سو زندگی تمام ہوئی۔اسے اسی طور بسر ہونا تھا۔مجھے کوئی گلہ نہیں ہے۔ہم محبت کرنے پر پابند نہیں ہوتے نا محبت کرنے پر اختیار رکھتے ہیں۔ محبت میں غلطیاں نہیں ڈھونڈی جاتیں۔غلطیاں معاف کی جاتی ہیں۔محبت کا دل بہت کشادہ ہوتا ہے۔محبت گلے نہیں کرتی' محبت کا خسارہ' خسارہ نہیں ہے'میں تمہیں یہ زندگی جیتے دیکھ کر بہت خوش ہوں۔مجھے کوئی پچھتاوا نہیں۔" میں کہہ کر واپس پلٹنے لگی تھی' میں جان سکتی تھی کہ جہانگیر ملک میری طرف دیر تک دیکھتا رہا تھا مگر میں پلٹ کر واپس دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔

میں نے ایک تکلیف کا گہرا احساس اپنے اندر محسوس کیا تھا۔میں تھکنے لگی تھی' ہارنے لگی تھی کیونکہ اب مجھے خسارے کا پتا چلا تھا۔اب اپنا خالی پن مجھ پر کھلا تھا۔میرے خالی ہاتھ میرا منہ چڑا رہے تھے۔میرا بنجر پن میری روح کو روند رہا تھا۔محبت اتنی بڑی سزا ہوسکتی ہے' یہ مجھ پر آج کھلا تھا۔میں نے

اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس کیا تھا' میں لڑکھڑاتی ہوئی گھر کے اندر داخل ہوئی تھی۔

"اماں! مجھ میں بولنے کی بھی ہمت نہیں تھی۔میں جیسے اندر کہیں گر رہی تھی' اپنے آپ سے ہار رہی تھی۔میرا دل بند ہورہا تھا اس رات میں پھر اسپتال میں تھی اور اب یہ میری زندگی کا معمول بن گیا تھا۔اسی تکلیف کے ساتھ جینا اب میری زندگی کا حصہ تھا۔میں کھوچکی تھی۔

ان محبت کی دنیا میں میرا وجود گم ہو گیا تھا

میں تحلیل ہورہی تھی

محبت مجھے جینے نہیں دے رہی تھی

14 جولائی سے:

"بہت تکلیف ہے' شاید اب زندگی کا بوجھ مزید نہیں ڈھوسکتی' میں تھک گئی ہوں۔"

17 جولائی:

پھر کوئی آیا دل زار' نہیں کوئی نہیں

راہرو ہوگا' کہیں اور چلا جائے گا

ڈھل چکی رات' بکھرنے لگا تاروں کا غبار

لڑکھڑانے لگے ایوانوں میں خوابیدہ چراغ

سو گئی راستہ تک تک کے ہر اک راہ گزر

اجنبی خاک نے دھندلادیئے' قدموں کے چراغ

گل کرو شمعیں بڑھا دو مے و مینا وایاغ

اپنے بے خواب کواڑوں کو مقفل کرلو

اب یہاں کوئی نہیں کوئی نہیں آئے گا

تانیہ تغلق

انائیا نے بے چینی سے ڈائری کے اوراق پلٹے مگر اس سے آگے کے سارے صفحات خالی تھے۔

"اوہ خدایا!"

کتنا درد تھے' کسی تکلیف سہی ہوگی تانیہ تغلق نے ' صرف یک طرفہ محبت کے لیے۔اس نے خود کو یہ سزا دی تھی تو پھر مجرم جہانگیر ملک کو کیوں سمجھا گیا تھا' یہاں تو کہیں نہیں لکھا تھا کہ اس کی موت میں کہیں بھی جہانگیر ملک کا کوئی حصہ تھا یا ہاتھ تھا پھر تانیہ تغلق کی موت کی سزا اسے یا جہانگیر کو کیوں دی گئی تھی اور جہانگیر ملک نے زائرہ ملک کو اور اسے چھوڑ کر کس بات کی سزا دی تھی؟

صرف اس جرم کے لیے کہ تانیہ تغلق کو اس سے محبت ہوگئی تھی اور ایک درد ناک زندگی جی کر گئی تھی سو اس کے لیے جہانگیر جب خود کو مجرم مان کر انہیں پہلے ہی چھوڑ کر جا چکا تھا تو پھر اسے کیوں سزا کے لیے چنا گیا؟

اس سب کے ہونے میں اس کا کیا قصور تھا؟

معارج تغلق کو کیوں لگتا تھا کہ وہ اس سب کے لیے قصوروار تھی؟

"تم سوئی نہیں اب تک؟" ممی اس کے لیے دودھ لے کر آئی تھیں۔

انائیا نے ڈائری تکیے کے نیچے رکھ لی تھی‘ اسے لگ رہا تھا جیسے وہ اس دور اس تمام کرب سے گزر کر آئی ہو۔ ممی نے دودھ ٹیبل پر رکھتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

”کیا ہوا‘ تم کچھ پریشان لگ رہی ہو؟ اب تو تمہارے پاپا بھی ہوش میں آگئے ہیں‘ اب کس بات کی ٹینشن ہے۔“

”ممی...!“ وہ کچھ کہتے کہتے رکی تھی۔

”کیا ہوا؟ کہو...!“ زائرہ ملک نے کہا تھا۔

”ممی مجھے آپ سے کچھ پوچھنا تھا۔“ انائیا نے ماں کی طرف دیکھا تھا۔

”پوچھو!“ ممی اس کے پاس بیٹھی تھیں۔

”ممی آپ کی کوئی دوست تھی تانیہ تغلق؟“

”تانیہ تغلق؟ تم اس کے بارے میں کیسے جانتی ہو؟“ زائرہ ملک چونکی تھی۔

”میں جانتی ہوں ممی اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ وہ ...“

”کیا وہ...؟ تمہیں اس کے بارے میں کس نے بتایا؟ وہ ہماری کلاس میٹ تھی‘ بہت پیاری لڑکی تھی مگر اس کی تو وفات ہوگئی تھی تم اس کے بارے

میں کیوں پوچھ رہی ہو؟“ زائرہ ملک چونکتے ہوئے بولی تھی۔انائیا ملک کچھ دیر ان کی طرف دیکھتی رہی پھر بولی۔

”تانیہ تغلق‘ معارج تغلق کی پھوپو تھی۔آپ جانتی ہیں اس نے شادی کے لیے میرا انتخاب کیوں کیا؟ کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ میرا خاندان تانیہ تغلق کی موت کا ذمے دار ہے۔اس کی میرے ساتھ شادی ایک پلاننگ تھی۔ایک سازش تھی صرف اس سے زیادہ کچھ نہیں۔اس نے جال بنا تھا میرے تک آنے کا کیونکہ میں آپ دونوں کی بیٹی تھی‘ جہانگیر ملک کی بیٹی تھی۔اس جہانگیر ملک کی بیٹے جس سے تانیہ تغلق محبت کرتی تھی۔جس کے لیے تانیا تغلق نے اپنی زندگی تیاگ دی‘ اس تانیہ تغلق کی موت کی سزا مجھے ملی۔اس کی ناکام محبت کا خمیازہ مجھے بھگتنا پڑا۔“ انائیا بہت مدہم لہجے میں بول رہی تھی۔

”تمہیں یہ سب کس نے بتایا؟“ زائرہ ملک چونکی۔انائیا نے تکیے کے نیچے سے ڈائری نکال کر زائرہ ملک کے سامنے کردی تھی۔

”اس ڈائری نے' یہ تانیا تغلق کی ڈائری ہے' جو مجھے اس کے گھر سے۔اس کے کمرے سے ملی اور جسے میں اپنے ساتھ لے آئی اور...“

”اور کیا؟“ زائرہ ملک حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

”معارج تغلق کا مقصد صرف مجھ سے تانیہ تغلق کی محرومیوں کا بدلہ لینا تھا۔وہ مجھ سے محبت نہیں کرتے نہ ہی اس شادی کی کوئی حقیقت ہے۔اس شادی کا مقصد صرف مجھے استعمال کرنا تھا اور مجھے تکلیف پہنچانا تھا تاکہ تانیہ تغلق کی تکلیف کا احساس اس خاندان کو ہوسکے۔مجھے جب اس حقیقت کا پتا چلا میں نے وہ گھر چھوڑ دیا اور آپ کو میں نے یہ نہیں بتایا کہ معارج تغلق نے خود مجھے اس گھر سے نکالا کیونکہ وہ سمجھتا ہے میری سزا پوری ہوگئی ہے اور اس سے زیادہ مجھے سزا دینا جائز نہیں سمجھتا۔سو جس روز میں نے یہ ڈائری پڑھ کر آدھا سچ جانا تھا اسی دن اس نے مجھے بتادیا تھا کہ یہ رشتہ ختم ہوا۔وہ مزید طول دینا نہیں چاہتا نہ مزید سزا دینا اپنا جائزہ حق سمجھتا ہے۔جس رات میری مہندی تھی میں ڈیڈی کو اسپتال پہنچانے گئی تھی مجھے فون آیا تھا کہ وہ اپنے دوست کے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پاس آئے ہیں اور ان کی حالت بہت نازک ہے میں پارلر سے سیدھا ان کے پاس گئی تھی پھر موسم خراب ہونے کی وجہ سے مجھے وہاں دیر ہوگئی تھی مگر جب عدن کے ساتھ میں ڈیڈی کو اسپتال میں ایڈمٹ کراکے مہندی کی رسم کے لیے لوٹ رہی تھی اسی وقت معارج تغلق نے مجھے آن پکڑا تھا۔وہ سمجھتا تھا میں وہاں سے عدن کے ساتھ فرار ہورہی تھی جب کہ میں مہندی کی رسم کے لیے واپس تغلق ہاؤس ہی جارہی تھی۔عدن صرف میری مدد کررہا تھا مگر اس رات وہ زبردستی مجھے ہیلی کاپٹر سے تغلق ہاؤس لے گیا تھا۔اپنی دانست میں وہ مجھے بھاگتے ہوئے پکڑ کر رنگے ہاتھوں اپنے ساتھ لے کر گیا تھا سو وہ مجھے ناجائز طریقے سے حاصل کرنا اپنا حق سمجھتا تھا۔اس نے اپنا غصہ اس طرح نکالا' اس رات اس نے مجھے زبردستی حاصل کیا۔وہ مجھے سزائیں دے کر تسکین حاصل کرتا تھا کیونکہ وہ ہر اس تکلیف حساب مجھ سے بے باک کرنا چاہتا تھا۔“ انائیا ملک نے دھیمے لہجے میں بتایا تھا۔

”مگر تم... یہ سب کیوں سہتی رہیں؟ مجھے کیوں نہیں بتایا؟ میں سمجھتی رہی تم خوش ہو' اپنے گھر میں ہنسی خوشی جی رہی ہو اور معارج بہت پیار کرنے

والاشوہر ہے اور وہ اپنی پہلی غلطی کا ازالہ تم سے محبت جتا کر اور کیئر شو کر کے کررہا ہے۔" زائرہ ملک حیران تھیں۔

"ایسا نہیں تھا ممی!" انائیا ملک کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔

"مجھے تانیہ تغلق کی تکلیف کا اندازہ ہے، اس نے یک طرفہ محبت کی۔اس کی محبت کا محور جہانگیر ملک تھے۔جہانگیر ملک کو اس محبت کی خبر بہت دیر میں ہوئی، شاید ہمیں چھوڑ کر چلے جانے کی وجہ تانیہ تغلق ہی تھی۔"

"لیکن جہانگیر نے مجھ سے بے وفائی نہیں کی۔وہ تانیہ کے پاس نہیں گیا تھا، یہ بات میں جانتی ہوں۔" زائرہ پُر یقین لہجے میں بولیں۔

"میں نہیں جانتی ہماری آخری ملاقات لندن میں ہوئی تھی، اس کے بعد ہم اس سے کبھی نہیں ملے۔ہم واپس پاکستان آگئے تھے اور اس کے کچھ دن بعد ہی جہانگیر ملک گھر چھوڑ کر چلے گئے تھے۔" زائرہ ملک نے کہا تھا اور ہاتھ بڑھا کر انائیا ملک کی آنکھوں کو پونچھا تھا اور ساتھ لگالیا تھا۔

...☆☆☆...

انابیتا ریہرسل کے لیے آئی تھی اور سخت کوفت کا شکار تھی کیونکہ وہ آگئی تھی اور اسکرپٹ دیکھ کر اپنی لائنیں تک رٹ چکی تھی مگر دامیان سوری کا کچھ پتا نہیں تھا۔

"ایکسل اگر دامیان تھوڑی دیر میں نہ پہنچا تو میں چلی جاؤں گی، میں اپنا ٹائم اس طرح ویسٹ نہیں کر سکتی۔" وہ کہہ کر پلٹی تھی جب وہ سامنے کھڑا دکھائی دیا تھا، ایکسل پورا منہ کھول کر مسکرارہا تھا۔

"لو اپنا ہیرو تو آگیا، چل بھائی سلیم! شروع ہوجا۔اپنا اسکرپٹ پکڑ اور ریہرسل کر۔" دامیان نے انابیتا کی طرف دیکھتے ہوئے اسکرپٹ تھاما اور اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔

انابیتا کو تو اس عام کھیل کو نمٹا کر جانے کی بہت جلدی تھی تبھی ڈائیلاگ بولنے لگی تھی۔

"سلیم تمہاری محبت میری نس نس میں دوڑ رہی ہے۔یہ محبت کا احساس میرے اندر میری روح میں ہے، میں جانتی ہوں تم اس محبت سے واقف ہو اور جانتے ہو کہ محبت ہم دونوں کے دلوں کو باندھ چکی ہے۔تم میرے دل

کی آہٹیں سنو سلیم! سنو میرا دل تم سے کہتا ہے' بہت سی باتیں جو میں تم سے نہیں کہہ سکتی وہ میری دھڑکنیں تم سے کہتی ہیں سلیم! یہ محبت نہیں تو اور کیا ہے۔" وہ روانی کے ساتھ ایسے ڈائیلاگز بول رہی تھی جیسے کسی کو سبق سنا رہی ہو۔ایکسل ہی نہیں جتنے بھی لوگ وہاں جمع تھے سب ہنسنے لگے تھے۔

"انارکلی تم پانچویں جماعت کا سبق پڑھ رہی ہو یا سلیم سے اپنی محبت کا اظہار کررہی ہو؟"ایک کلاس میٹ نے آواز کسی۔

"رٹا مارا ہے انار کلی نے۔یار! سبق نہ سناؤ' ڈرامے کا تاثر پیدا کرو۔"

"لگتا ہے انار کلی کو اپنے ڈائیلاگ نمٹا کر کہیں اور جانے کی بھی جلدی ہے۔ ڈائیلاگ مارے ہیں یا پتھر پھینک رہی ہیں آپ۔پیار سے مارو نا ہمارا ہینڈ سم سلیم زخمی ہوجائے گا۔" ایک نے تجزیہ کرکے مشورے سے بھی نواز دیا تھا۔ ایکسل نے سر پر ہاتھ رکھا تھا اور انابیتا اسے بے بسی سے دیکھنے لگی تھی۔

"مجھے نہیں آتی ایکٹنگ! مجھے کوئی نہیں بولنے ڈائیلاگ! اتنے اسٹوپڈ قسم کے چیپ رومانس کی ضرورت نہیں اس پلے میں۔میں نہیں بولوں گی۔ایکسل تم اسے کہو اپنی لائنز بولے' مجھے جانا ہے۔" دامیان سوری اس کی طرف بغور دیکھ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

رہا تھا اور وہ اس کی طرف دیکھنے سے بھی گریز کررہی تھی۔دامیان دو قدم آگے بڑھ آیا تھا۔

"میری آنکھوں میں دیکھو انارکلی! اور بھول جاؤ یہاں کوئی اور موجود ہے' تم یہ مت سمجھو تم انابیتا ہو۔اپنے آپ کی نفی کرو تبھی تم انارکلی بن پاؤ گی۔تم انارکلی کی محبت کی بات کرو گی اپنی نہیں سو مجھ سے شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں۔" وہ اسے اعتماد دلاتا ہوا بولا تھا۔انابیتا اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

"انابیتا نے اس کی آنکھوں میں دیکھنے سے گریز کیا تھا۔

"مجھ سے نہیں ہوتا... میں جارہی ہوں۔" وہ کہہ کر پلٹی تھی' دامیان سوری نے کلائی سے پکڑ لیا۔

"میری طرف دیکھو انار کلی! میں صدیوں سے ان لمحوں میں قید ہوں' میری روح تمہاری روح سے جڑی ہے انار کلی! اس محبت کی دستک میری سماعتوں میں آتی ہے تو ساتھ خبر بھی لاتی ہے کہ تمہارے دل کا رابطہ میرے دل سے جڑا ہے۔"

"تم مجھ سے کہو... نہ کہو...دور جاؤ یا پاس رہو' تمہاری محبت کا احساس میرے ساتھ ساتھ رہتا ہر لمحہ' ہر پل اس محبت کو میری دھڑکنوں میں سنو' انکار کرو یا اقرار۔مجھے اس سے فرق نہیں پڑتا انارکلی! میری محبت تمہارے دل کے تاروں کو اپنے ساز دے دے گی۔میں جانتا ہوں ان آنکھوں کے موسم مجھ سے جڑے ہیں اور یہ دل... " دامیان نے اسے تھام کر قریب کیا تھا' وہ جھجک گئی تھی۔

کلاس میٹس سیٹیاں بجانے لگے تھے

اناہیتا کو بہت خجلت سی محسوس ہوئی تھی

"یہ اسکرپٹ کیا کھاکے لکھا تھا تم نے ایکسل! یہ اسکرپٹ نہیں چار سو چالیس وولٹ کا کرنٹ ہے۔اس کے لیے کسی اور کو ڈھونڈ لو' میں نہیں کرسکتی یہ۔" وہ ایکسل کو اسکرپٹ تھماتے ہوئے بولی۔

"تم خوف زدہ ہو اس لیے یہ کہہ رہی ہو۔" دامیان سوری نے جواز ڈھونڈا اور اس کے سامنے کھڑا ہو گیا تھا۔

اناہیتا بیگ اسے گھورنے لگی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"دامیان سوری! مجھے غصہ مت دلاؤ' میں سچ میں تمہارا سر پھاڑ دوں گی۔مجھے واقعی بہت غصہ آرہا ہے۔" اناہیتا سخت لہجے میں بولی۔

"کیونکہ میں نے تمہارے اس فارنر مرغے کو بھگادیا؟"

"وہ کہیں بھاگا نہیں ہے وہ تمہاری طرح نہیں ہے اور اگر بھاگ بھی جائے تو اس سے آپ کو مطلب نہیں ہونا چاہیے۔" اناہیتا بیگ کاندھے پر ہاتھ ڈالتی ہوئی بولی تھی۔اگر آپ سمجھتے ہیں کوئی آپ کی جھوٹی سچی کہانیاں سن کر اعتبار کرسکتا ہے تو ایسا نہیں ہے اگر آپ کا کوئی ایساپلان بھی تھا تو وہ فیل ہوچکا ہے۔حیدر مرتضیٰ یہی ہیں ابھی مجھے پک کرنے آرہے ہیں۔" اناہیتا کہہ کر مڑی تھی اور ایکسل سے کہنے لگی تھی۔

"ایکسل اگر تم چاہتے ہو میں یہ ڈرامہ کروں تو سلیم کو بدل دو یا پھر یہ اسکرپٹ...!" وہ کہتے ہی وہاں سے نکل گئی۔

دامیان سوری نے اسے دور تک جاتے ہوئے دیکھا تھا۔

...☆☆☆...

معارج تغلق للی کے ساتھ بیٹھا باتیں کررہا تھا۔انائیا نے اسے اوپر سے دیکھ لیا تھا پھر سیڑھیاں اترتی ہوئی نیچے آگئی اور اس کے قریب آن کھڑی ہوئی۔

”للی تم پلیز ہمارے لیے کافی بنادوگی؟ مجھے معارج سے کچھ ضروری بات کرنا ہے۔“ للی وہاں سے اٹھ کر چلی گئی اور انائیا معارج تغلق کے پاس بیٹھ گئی۔

”معارج! پہلے مجھے تمہاری باتیں سمجھ نہیں آتی تھیں میں سمجھتی تھی تم پہیلیوں میں باتیں کرتے ہو۔بہت الجھا ہوا لگتا تھا سب ' شاید میں باتوں کے معنی اس طرح سمجھنے سے قاصر تھی جس طرح تم مجھ سمجھانا چاہتے تھے۔بہت سا سچ میں نہیں جانتی تھی پھر میں نے آدھا سچ جانا اور بات کچھ کھل کر میری سمجھ میں آنے لگی مگر پھر میرے سامنے پورا سچ کھلا اور آج میں جانتی ہوں کہ تم نے یہ سب میرے پاس کیوں کیا۔“ وہ اطمینان سے بولی۔

”تم نے وہ ڈائری وہاں سے کیوں نکالی تھی انائیا؟“ معارج تغلق نے اسے سن کر اطمینان سے کہا تھا۔وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی تھی۔

”تم جانتے تھے وہ ڈائری میں نے وہاں سے نکالی تھی؟“

معارج تغلق نے اس کی طرف دیکھا تھا پھر سر اثبات میں ہلادیا تھا۔

”اس بات کی خبر مجھے تمہارے وہاں سے آنے کے بعد ہوئی تھی۔میں چاہتا تھا تم اس ڈائری کے بارے میں مجھ سے بات کرو اور مجھے بتاؤ کہ تم نے اسے وہاں سے لیا ہے۔انائیا وہ ڈائری میری فیملی کا قیمتی اثاثہ ہے۔میرے لیے اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔تمہیں اسے اس طرح چرانا نہیں چاہیے تھا۔“ وہ اسے جتارہا تھا۔

”تم مجھے کس لیے سزائیں دے رہے تھے کیا مجھے اسے جاننے کا حق نہیں تھا؟“ انائیا بولی تھی۔

معارج تغلق خاموشی سے اسے دیکھتا رہا تھا۔

”معارج کیسے انسان ہو تم... تم مجھے ان سب غلطیوں کی سزا دے رہے تھے جو میں نے کبھی کی ہی نہیں اگر تانیہ تغلق نے یک طرفہ محبت کی تو اس میں میرا کیا قصور تھا؟ تم کیوں ایک ڈر بن کر میری زندگی پر مسلط رہنا چاہتے ہو؟ تانیہ تغلق کی محبت یک طرفہ تھی جہانگیر ملک اس سے محبت نہیں کرتے تھے۔تانیہ نے اپنی مرضی سے شادی کا فیصلہ کیا۔وہ زندگی گزارنا اس کا ذاتی فیصلہ تھا پھر سزا جہانگیر ملک

کی بیٹی کو کیوں ملی؟ جہانگیر ملک کا کیا قصور تھا؟ اس کی بیٹی کو کیوں استعمال کیا تم نے؟ کیوں اپنی سازش کا حصہ بنایا؟ تانیہ کی موت طبعی تھی‘ وہ بیمار تھی‘ ایسی موت تو کسی کو بھی آسکتی ہے پھر میں کیوں تختۂ مشق بنی؟“

”کچھ نہیں جانتی ہو تم‘ تانیہ تغلق کی موت کی وجہ اس کی بیماری نہیں جہانگیر ملک تھا۔اس کی موت طبعی نہیں تھی اس نے خود کشی کی تھی کیونکہ وہ اس درد کو مزید نہیں سہہ سکتی تھی وہ موت خود کشی تھی ڈیم اٹ!“ وہ چیخا تھا۔

”ایسا جہانگیر ملک کی وجہ سے ہوا تھا۔“ تانیہ نے خود کو اتنی بڑی سزا صرف اس محبت کے لیے جھیلی۔اسی محبت نے اسے مارا۔اسی تانیہ تغلق کی موت کی خبر جب جہانگیر ملک کو ملی تو وہ منہ چھپا کر بھاگ گیا۔میرا جو نقصان ہوا اس کا قصور وار جہانگیر ملک ہے اور تم اسی جہانگیر ملک کی بیٹی ہو۔میں نے تمہیں اسپتال میں جب دیکھا تھا تبھی میں نے جال بُنا تھا‘ میں تمہیں ڈھونڈتا رہا تھا یہ بات تم نہیں جانتی تھیں مگر جب پہلی بار تمہاری گاڑی نے میری

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

گاڑی کو ہٹ کیا اور تمہاری شناخت میرے سامنے آئی اسی دن سے میں نے سوچ لیا تھا کہ اب کیا کرنا ہے میں جب بھی تم سے ملتا تھا۔میرے خون میں ایک ابال آتا تھا‘ میرے اندر غصہ سر اٹھاتا تھا۔میرا دل چاہتا تھا تمہیں تہس نہس کردوں۔تمہیں وہ درد اسی طرح سے محسوس کراؤں جو درد تانیہ نے محسوس کیا۔میں اس تمام تکلیف کا احساس تمہیں کرانا چاہتا تھا مگر پھر...“

”پھر...؟“ انائیا بھیگی آنکھوں سے اس کی سمت تکنے لگی۔ وہ اچنبھے کی منتظر تھی معارج تغلق خاموشی سے اس کی سمت تکنے لگا پھر بولا تھا۔

”میں تمہیں حد سے زیادہ درد نہیں دے سکا‘ مجھے لگا جو تمہارے ساتھ ہوا وہی کافی ہے۔تم مجھے وہ ڈائری واپس کرو انائیا! وہ میرے لیے بہت قیمتی ہے۔ تانیہ سے‘ اس ڈائری سے میرا جذباتی رشتہ ہے۔“ وہ بہت الجھا ہوا دکھائی دیا تھا۔انائیا ملک نے پہلی بار اس شخص کو جذبات کی رو میں دیکھا تھا‘ وہ رو رہا تھا‘ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

پتھر کبھی رو سکتا ہے؟

وہ پل میں تہس نہس کرنے والا' بے پناہ طاقت کا مظاہرہ کرنے والا' شخص خود اندر سے کتنا کمزور تھا۔اس بات کا پتا اس وقت چلا تھا۔

"تم وہ ڈائری مجھے دو' آہیو ٹو گو..."

"میں تمہیں وہ ڈائری ایک صورت میں دوں گی معارج!" وہ مضبوط لہجے میں بولی تھی۔

"وہ کیا...؟" وہ چونکا۔

"تم میری فیملی کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔میں جانتی ہوں مجھ پر اتنا سب کرکے بھی تمہارا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا ہے۔تم اب بھی جہانگیر ملک سے بدلہ لینے کی ٹھان رہے ہو مگر تم بھول رہے ہو کسی بھی سزا کو دوگنا نہیں کیا جاسکتا۔تم نے اگر سزا کے لیے مجھے چنا تو پھر وہ سزا اب جہانگیر ملک کو نہیں ملنا چاہیے۔ایک سزا کے لیے ایک انسان کافی ہے۔میری فیملی کو اس سے الگ کردو۔میں تانیہ تعلق کا درد محسوس کرسکتی ہو۔میں بڑھتے ہوئے اس کرب سے گزری ہوں میں لڑکی ہوں اور دوسری لڑکی کے جذبات کو سمجھ سکتی ہوں۔"

...☆☆☆...

انائیا ملک کمرے میں داخل ہوئی تو سامنے بستر پر جہانگیر ملک لیٹے ہوئے تھے۔اس پرائیوٹ روم میں مکمل خاموشی تھی۔ڈاکٹر نے روٹین کا چیک اپ کرکے اس کی طرف دیکھا۔

"ان کی تیزی سے ری کوری پر ہم حیران ہیں۔کومہ سے باہر آنا اورمریض کا اتنی جلدی تندرست ہونا دو ہی صورتوں میں ممکن ہوتا ہے' ایک یہ کہ اس کے لیے بہت سے ہاتھ دعا کے لیے اٹھے ہوئے ہوں اور دوسرا مریض کے اندر بھی جینے کی لگن ہو۔مسٹر ملک کے معاملے میں شاید دونوں ہی باتیں درست ہیں۔میں کچھ دوائیں لکھ کر دے رہا ہوں۔کسی کو بھیج کر منگوالیں۔مجھے امید ہے کہ کچھ ہی دنوں میں ان کی حالت اتنی بہتر ہوجائے گی کہ یہ گھر جاسکیں گے۔"

ڈاکٹر نے انائیا ملک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور اس نے ہاتھ بڑھا کر پرچا تھام لیا تھا۔ڈاکٹر جب روم سے چلے گئے تو انائیا ملک جہانگیر ملک کی طرف

دیکھنے لگی۔ جو آنکھیں کھولے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔انائیا نے ان کے قریب آکر ان کے ہاتھ پر ملائمت سے اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

”میں انائیا ہوں‘ انائیا جہانگیر ملک... آپ کی بیٹی!“

جہانگیر ملک نے کوئی جواب نہیں دیا تھا مگر اس کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی تھی۔ہاتھ بڑھا کر اس کے سر پر رکھنا چاہا تھا۔مگر اس کوشش میں انہیں کامیابی نہیں ہوئی‘ وہ تھک کر اس کی طرف دیکھنے لگے تو انائیا نے ان کا وہ ہاتھ تھام کر ان کو بھیگتی آنکھوں سے دیکھا۔

”میں نے آپ کو اپنے ہوش میں کبھی نہیں دیکھا مگر میں آپ کے اور اپنے جذبات اس وقت سمجھ رہی ہوں۔میں سوچتی ہوں کہ آپ سے ملوں گی تو کیا کہوں گی‘ کیسے بات کروں گی اور کبھی ملوں گی بھی کہ نہیں۔میرے لیے یہ بات ناممکنات میں ہی تھی مگر خونی رشتے ایک دوسرے سے بندھے ہوتے ہیں اور ان کے درمیان تعلق کس قدر مضبوط ہوتا ہے‘ اس کا اندازہ مجھے آپ سے ملنے کے بعد ہوا۔آپ کیوں ہمیں چھوڑ کر چلے گئے تھے؟ کیوں آپ نے پلٹ کر کبھی خبر نہیں لی؟ آپ کے ہوتے ہوئے ہم نے آپ کے بنا زندگی

گزاری۔ ممی نے سب تنہا کیا۔میں نے ان کی آنکھوں میں ہمیشہ خاموشی دیکھی۔ہم نے کبھی آپ کے بارے میں بات نہیں کی۔ہم ایک دوسرے سے ایک عمر کنی کتراتے رہے اور اس معاملے پر بحث کرتے ہوئے ہچکچاتے رہے۔میں جانتی ہوں آپ کے پاس ضرور

کوئی جواز ہوگا‘ اس طرح چلے جانے کا‘ مگر ممی اور میں نے اس جواز کو بنا جانے جھیلا ہے اور زندگی ایک سزا کی طرح کاٹی ہے۔آپ کو ہمیں اس طرح چھوڑ کر جانا نہیں چاہیے تھا۔“ جہانگیر ملک اس کے گرتے آنسوؤں کو اپنے ہاتھوں پر محسوس کررہے تھے اور ان کی آنکھیں بھی بھیگ رہی تھیں۔

...☆☆☆...

سدرہ تغلق نے بیٹے کو حیرت سے دیکھا تھا۔

”معارج! مجھے یقین نہیں ہورہا کہ تم اتنا کچھ کرسکتے ہو‘ کسی ایک بات کے لیے تم انائیا کی پوری لائف داؤ پر لگاسکتے ہو۔بات بھی وہ جس کی وجہ تم جانتے تک نہیں اور جسے ہوئے برسوں گزر گئے۔“

”میں وجہ جانتا ہوں ممی! انائیا ملک کو کسی ناکردہ جرم کی سزا نہیں ملی۔میں نے اس کو اس لیے چُنا کیوں کہ وہ جہانگیر ملک کی بیٹی تھی۔اس کی خبر مجھے تب ہوئی جب میں اس سے ملا اگر وہ مجھے نہ ملتی تو شاید میں کبھی اس تک پہنچ نہیں پاتا اور میں اپنے اندر کبھی وہ سکون محسوس نہیں کرپاتا۔مجھے اس سے کبھی پیار نہیں تھا‘ میں نے وہ شادی کسی محبت میں نہیں کی‘ وہ زبردستی کا نکاح صرف اس لیے تھا کہ میں اس سے پوجی کے ساتھ ہونے والی نا انصافی کا بدلہ لے سکوں۔“ وہ بہت آرام سے قبول کررہا تھا۔

”تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے معارج! یہ کیا کہہ رہے ہو تم؟ اس لڑکی کا اس سب سے کیا واسطہ؟ اس کا کیا قصور دکھائی دیا تمہیں؟ اس بے چاری کو تو ماضی کی کسی کہانی کا سرے سے پتا ہی نہیں ہوگا۔پھر تم نے اس کے ساتھ یہ کیوں کیا؟“ سدرہ تغلق نے الجھ کر پوچھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لیے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”میں اسے ان فیئر نہیں سمجھتا‘ میں نے اسے صرف اتنی ہی سزادی ہے جتنی کے لیے وہ حق دار تھی۔اس سے زیادہ میں نے اس کے ساتھ کچھ نہیں کیا۔“ وہ مطمئن انداز میں بولا تو سدرہ تغلق نے اس کو خاموشی سے دیکھا اور بہت سکون سے بولی۔

”تم غلط ہو معارج! مجھے یقین نہیں آتا‘ میرا بیٹا ایسا ہوسکتا ہے‘ مجھے لگتا تھا میں نے اپنی پرورش میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور تمہیں ایک مکمل اور اچھا انسان بنایا ہے‘ جو دوسروں کے احساسات کی فکر کرتا ہے‘ جس میں انسانیت ہے اوردوسروں کے درد کی فکر ہے‘ مگر میں غلط تھی۔تم تو بدلہ لینے کے لیے کسی بھی حد تک جاسکتے ہو‘ کسی کو کسی بھی حد تک نقصان پہنچا سکتے ہو اور نقصان پہنچایا بھی تو کسے ایک معصوم لڑکی کو؟ جواب تمہاری بیوی بھی ہے؟ تم نہیں جانتے ایک انسان سے کس طرح کا برتاؤ کرنا چاہیے؟ اتنا غیر انسانی رویہ کیوں اپنایا تم نے؟ وہ بھی ایک کمزور لڑکی کے ساتھ‘ جو احتجاج بھی کرتی تو تم اس کی آواز دبا دیتے؟“ سدرہ تغلق نے بیٹے کو لتاڑا تھا۔”معارج ! میں ایک بات کلیئر کردینا چاہتی ہوں جس ڈائری کو تم نے پڑھ کر یہ سب کیا اس

ڈائری کو میں نے بھی پڑھا ہے اور تمہارے ڈیڈی نے بھی، ہمیں اسے پڑھ کر انائیا ملک کہیں قصور وار دکھائی نہیں دیتی۔نہ انائیا کے والد جہانگیر ملک! تانیا تغلق ہمارے گھر کا اور ہمارا حصہ تھی، اس کی موت کا دکھ ہمیں بھی ہے۔اس نے ایک تکلیف دہ زندگی گزاری مگر جہانگیر ملک کا ذکر اس ڈائری میں کہیں اس طرح درج نہیں کہ تم اسے قصوروار سمجھو۔تم ایک بات کو قبول نہیں کرپائے۔ہم محبت اپنی مرضی سے نہیں کرتے، نا کسی دوسرے کو محبت کرنے پر زبردستی مائل کرسکتے ہیں۔تانیا تغلق کو محبت ہو گئی، مگر جہانگیر ملک کی محبت اس کی بیوی تھی۔جب ہم کوئی ناکام زندگی جیتے ہیں تو اس کا الزام ہم کسی اور پر نہیں لگاسکتے۔تانیا کو ایک بے حس جیون ساتھی ملا، یہ اس کی زندگی کا المیہ تھا، مگر اس میں جہانگیر ملک کا کوئی قصور دکھائی نہیں دیتا۔تم کیوں اتنے شدت پسند، انتہا پسند بن گئے؟ کیوں اتنا آگے نکل گئے؟ تم جانتے ہو تانیا تغلق کی موت اس کی کسی بیماری کی وجہ سے نہیں ہوئی تھی، اس نے خودکشی کی تھی کیونکہ وہ لڑتے لڑتے تھک گئی تھی۔وہ ڈپریشن کا شکار تھی۔تبھی اس نے نیند کی بہت سی گولیاں کھالیں، اس کی وجہ اس کی جہانگیر ملک سے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہونے والی وہ آخری ملاقات نہیں تھی، اس نے مرنے سے قبل مجھے فون کیا تھا، مجھے وہ بہت تھکی ہوئی نڈھال محسوس ہوئی تھی، اس نے بھی یہی کہا تھا:

”بھابی! میں تھک گئی ہوں، مجھے سونا ہے، آپ کی یاد آرہی تھی تبھی فون کرلیا۔“ مجھے نہیں پتا تھا وہ اس کے بعد نیند کی گولیاں کھانے کا سوچ رہی ہے۔اگر خبر ہوتی تو میں اسے ایسا کرنے سے ضرور منع کرتی۔تانیا کے شوہر نے اگر اس کے ساتھ غیر انسانی رویہ اپنایا، تو تم نے انائیا ملک کے ساتھ کیا کیا؟ تم نے بھی تو اسے ایسی ہی سزادی؟ پھر تم میں اور اس کے شوہر میں کیا فرق رہا، تم ایک اور لڑکی کو تانیا تغلق بنارہے ہو معارج! یہ سب سے بڑا جرم ہے... اگر ایسا ہوتا ہے تو میں تمہیں اس کے لیے کبھی معاف نہیں کروں گی۔میں ان ماؤں میں سے نہیں ہوں جو بچوں کو ہر جائز ناجائز بات پر سپورٹ کرتی ہیں، میں تمہیں اس بات کے لیے داد نہیں دے سکتی جو غلط ہے سو غلط ہے۔“ سدرہ تغلق نے بیٹے کی کلاس لی تھی۔معارج تغلق ماں کی طرف خاموشی سے دیکھنے لگا تھا۔سدرہ تغلق غصے میں وہاں سے نکل گئی تھیں۔

...☆☆☆...

حیدر مرتضیٰ نے چائے کا سپ لیا اور اناہیتا بیگ کی طرف دیکھا تھا۔

”انا! میں نے اس معاملے کو لے کر بہت سوچا ہے، مجھے لگتا ہے کہیں کچھ غلط ہے اور تم اس غلط ہونے کی ساری وجہ جانتی ہو۔“

”کیا مطلب؟ تم کہنا کیا چاہتے ہو؟“ وہ چونکتے ہوئے بولی۔

”اناہیتا بیگ! میں بہت دنوں کے لیے یہاں نہیں رک سکتا۔ میرے نا ممکن نہیں ہے۔ مجھے واپس جانا ہے۔“ وہ حتمی انداز میں بولا تو اناہیتا اس کی طرف دیکھتی رہ گئی۔

”ایسے کیا دیکھ رہی ہیں آپ میری طرف؟ تمہیں کوئی فیصلہ لینا ہوگا۔ اتنے دن ایک دوسرے کو جاننے کے لیے کافی ہوتے ہیں۔“ وہ مسکرایا تو اناہیتا نے گہری سانس لی۔

”یعنی آپ؟ اور... مجھے لگا...“

”کیا لگا تمہیں؟ میں دامیان سوری کی باتوں میں آجاؤں گا؟ ایک پل کو تو مجھے ہی لگا تھا ایسا کچھ ہے مگر پھر تمہارے بارے میں سوچا۔ جتنا تمہیں جانا ہے، میں سمجھ سکتا ہوں کہ تم اس طرح کسی کو اپنی زندگی میں لینے کا فیصلہ نہیں لے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سکتیں۔ تم بہت سمجھ دار لڑکی ہو اگر تم دامیان سوری سے محبت کرتیں تو اس کے ساتھ زندگی گزارنے کا فیصلہ لیتیں، مگر تم کسی اور کو اپنانے کے بارے میں سو رہی ہو۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہاں پیار محبت والی کوئی کہانی نہیں ہے۔“ حیدر مرتضیٰ کا انداز مطمئن تھا اور اناہیتا بیگ نے سکون کا سانس لیا تھا۔ اسے لگا تھا دامیان سوری کی باتیں سن کر وہ واپس چلا جائے گا۔ دامیان سوری نے اپنی طرف سے تو کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ اسے معاملہ بگڑتا صاف دکھائی دیا مگر یہ تو شکر تھا حیدر مرتضیٰ اتنا بے وقوف نہیں تھا۔

”میں تمہیں کچھ بتانا چاہتی ہوں حیدر مرتضیٰ!“ وہ رسانیت سے بولی۔

”کیا؟“ وہ چونکا۔

”دامیان سوری نے جو کہا وہ اتنا غلط نہیں ہے، اس نے پرپوزل بھجوایا تھا مگر میں نے قبول نہیں کیا کیونکہ مجھے نہیں لگتا کہ وہ ایسا انسان ہے جس کے ساتھ میں اپنی پوری زندگی گزار سکتی ہوں۔ میں نے اسے ریجیکٹ کیا کیونکہ...“ وہ لمحہ بھر کو رک گئی تھی، جھکی نظروں سے حیدر مرتضیٰ نے معنی

اخذ کرنا چاہے تھے' وہ کچھ بے چین دکھائی دی تھی۔حیدر مرتضیٰ کو پوچھنا پڑا تھا۔

"کیونکہ؟"

"حیدر مرتضیٰ! میں نے بہت سوچا' مگر مجھے لگتا ہے تم سے حقیقت چھپانا انصافی ہوگی۔نئی زندگی کی ابتداء سچ سے ہونا چاہیے تبھی وہ رشتہ آگے بڑھ سکتا ہے۔میں تم سے کوئی جھوٹ نہیں بول سکتیں۔دامیان سوری کو غلط فہمی ہے کہ مجھے اس سے محبت ہے' مگر یہ ٹھیک نہیں ہے وہ مجھے اپنی دوست للی میک سے کمپیئر کرتا ہے اور اسے ہمیشہ بہتر پاتا ہے' میں نہیں جانتی وہ ایسا کرتا ہے اور کیوں مجھے نیچا دکھانا چاہتا ہے۔مگر مجھے اس سے بہت تکلیف ہوتی ہے' ایک لڑکی کی انا کو کوئی زک پہنچائے یہ بات اس کے لیے قابل قبول نہیں ہوسکتی۔" وہ آہستگی سے بولی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے' وہ ایسا کیوں کرتا ہے؟"

"شاید اس لیے کہ وہ للی میک کے بہت قریب ہے' اس سے محبت کرتا ہے اور..."

"اور...؟" حیدر مرتضیٰ نے پوچھا تھا' وہ لمحہ بھر کو چپ ہو کر اس کی طرف دیکھتی رہی تھی پھر شانے اچکاتے ہوئے سر نفی میں ہلادیا تھا۔حیدر مرتضیٰ اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

...☆☆☆...

دامیان سوری نے اپنے سامنے بیٹھی للی میک کو دیکھا تھا پھر کافی کے سپ لینے لگا۔

"مجھے نہیں معلوم تھا تمہیں یہاں کوئی مقصد کھینچ کر لایا ہے' مجھے لگا یہاں تم میری وجہ سے ٹھہری ہوئی ہو۔" مسکراتے ہوئے للی کی طرف دیکھا تو وہ بھی مسکرادی۔

"میں جانتی ہوں' تم میرے ساتھ مذاق کررہے ہو دامیان!" کافی کی سطح کو دیکھتے ہوئے بہت پُریقین لہجے میں بولی تو دامیان بھی مسکرادیا۔

"نہیں میں واقعی نہیں جانتا تھا تم یہاں کیوں رکی ہوئی ہو۔"

"صرف اس لیے کہ تمہیں میرے یہاں رکنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"نہیں! میرا مطلب وہ نہیں تھا۔" وہ خجل سا ہو کر رہ گیا تھا۔

"تم میری دوست ہو للی! ایسا نہیں ہے کہ تمہاری کوئی اہمیت ہی نہیں۔"

"جانتی ہوں!" وہ مسکرائی۔ "مجھے خوشی ہے میں تم سے ملی۔ ایک اچھے دوست سے ملی۔ اجنبی دیس میں کوئی اپنا لگا اور..." وہ آگے نہیں بول پائی تھی، دامیان بھی اس کی طرف سے نگاہ پھیر گیا تھا۔

"تمہارے پلے کی ریہرسل کیسی چل رہی ہے۔" اس نے پوچھا۔

"ٹھیک ہے، انا کے پاس زیادہ وقت نہیں ہے دینے کے لیے۔" اس نے کہا۔

"اوہ... یہ تو ٹھیک نہیں۔" وہ افسوس سے بولی۔

"ہاں! ہے تو مگر کیا ہوسکتا ہے۔ جتنی دیر وہ یہاں رہتی ہے اس کا وہ دم چھلا بھی اس کے ساتھ رہتا ہے۔" وہ الجھ کر بولا۔

"اس کا منگیتر!" للی نے پوچھا۔

"ابھی آفیشلی انگیجڈ نہیں ہے وہ۔"

"وہاٹ ایور...!" وہ شانے اچکا کر بولی تھی۔

"مجھے بتاؤ گی نہیں، تمہارے یہاں رکنے کا مقصد؟" دامیان نے اس کی طرف دیکھا، وہ کافی کا سپ لینے لگی تھی۔

"مجھے اپنے ڈیڈ کی تلاش تھی، وہ پاکستانی تھے اور مجھے لگا میں ان کو یہاں رہ کر ڈھونڈ سکتی ہوں اور مجھے اس میں کامیابی بھی ہوئی۔" وہ رسانیت سے بولی تھی اور دوبارہ کافی کے سپ لینے لگی تھی اس کا انداز بہت نپا تُلا تھا۔

"تم مجھ سے اس طرح بات کیوں کررہی ہو، جیسے مجھے جانتی نہیں یا پھر ہم پہلی بار ملے ہیں؟" وہ شکوہ کرتا ہوا بولا تھا۔ "اینی ہاؤ مجھے خوشی ہوئی ہے تم نے جو مقصد پانے کی ٹھانی تھی تم اس میں کامیاب رہیں۔" للی نے اس کی طرف دیکھا تھا پھر جانے کیوں مسکرادی تھی۔

"محبت اپنی مرضی سے نہیں ہوتی للی!" وہ مدھم لہجے میں بولا۔

”جانتی ہوں!“ اس کا لہجہ ٹھہرا ہوا تھا اور آنکھیں بہت کچھ کہہ رہی تھیں۔ دامیان سوری کو اپنا آپ کچھ مجرم لگا تھا۔

”مجھے سچ میں خبر نہیں ہوئی کہ ایسا کیوں اور کیسے ہوا مگر مقصد تمہارا دل دکھانا نہیں تھا للی!“ دامیان نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا تھا۔ للی اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔

...☆☆☆...

”تم جہانگیر ملک سے ملنے گئی تھیں۔“ ممی نے اس کی پلیٹ میں کھانا نکالتے ہوئے پوچھا تھا۔ انائیا نے سر ہلا دیا تھا۔ دونوں کے درمیان کچھ دیر تک خاموشی رہی تھی پھر زائرہ ملک نے بیٹی کی طرف دیکھا۔

”کیا سوچا ہے تم نے؟ اب کیا کرنا ہے؟ یا پھر تم اسے نبھانا چاہتی ہو؟ اس رشتے کو ایک اور موقع دینا چاہتی ہو؟“

”میں نہیں جانتی ممی! فی الحال میں کچھ سوچ نہیں پا رہی۔“ وہ مدھم لہجے میں بولی۔

”حیران تو میں بھی ہوں یہ سب جان کر... تم اتنا کچھ جھیلتی رہیں اور ہمیں اس بات کی خبر تک نہیں ہونے دی' انائیا تمہارا صبر کتنا بڑا ہے۔“

”ممی! میں بھی نہیں جانتی تھی کہ کوئی اس حد تک جاسکتا ہے' اس کے رویئے کو' میں کبھی سمجھ ہی نہیں پائی تھی۔“ انائیا بولی تھی۔

”ہمیں اس معاملے کو اس طرح چھوڑ دینا نہیں چاہیے تھا۔ جس طرح سدرہ تغلق اور تیمور تغلق تمہیں لینے آئے تھے' مجھے لگا تھا بات سنبھل جائے گی اور اسے کسی احتیاط کی یا فکر کی ضرورت نہیں۔ کسی کی غلطیوں کو معاف کرنا اتنا بُرا ہوسکتا ہے۔ اس کا اندازہ مجھے کبھی نہیں تھا۔“

”میں نے بھی سب کچھ بھلا کر زندگی کا آغاز کرنا چاہا تھا ممی! میں نے سوچا تھا اگر یوں ہے تو یوں ہی سہی' میری قسمت میں یہ یونہی لکھا ہے تو میں اسے قبول کرلوں گی۔ مگر ایسا نہیں ہوسکتا اور اب پہلے سے بھی بڑا سوالیہ نشان میرا منہ چڑا رہا ہے۔“

"انائیا تم نے اپنے طور پر معاملات کو سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے اپنے لیے اپنی زندگی کے لیے سب سے بڑا رسک لیا۔ تمہاری جان کو خطرہ بھی ہوسکتا تھا۔" زائرہ ملک بولی تھیں۔

"دیکھنے میں وہ لڑکا کتنا نفیس لگتا ہے' فارن کوالیفائڈ ہے' بڑے گھر سے ہے۔ مگر اس طرح کی سطحی سوچ... " زائرہ ملک کو جیسے اب تک یقین نہیں ہورہا تھا۔ انائیا ان کی طرف خال خال نظروں سے دیکھنے لگی تھی پھر مدہم لہجے میں بولی تھی۔

"ہمارے صحیح اور غلط ہمارے اپنے ہوتے ہیں ممی! جو چیز میری نظروں میں غلط ہے وہ کسی اور کی نظروں میں ٹھیک بھی ہوسکتی ہے۔ معارج تغلق میں غلط ہے وہ کسی اور کی نظروں میں بھی ٹھیک ہوسکتی ہے۔ معارج تغلق نے وہی کیا جو اس کی نظر میں ٹھیک تھا۔ ہم کسی کا نظریہ نہیں بدل سکتے' نا ہی اسے قائل کرسکتے ہیں۔" انائیا نرم لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"یہ تم ہو جواب بھی اس طرح سوچ رہی ہو انائیا! ہم کسی کو اتنی چھوٹی اور رعایت صرف دو ہی صورتوں میں دے سکتے ہیں۔ ایک ہم معاف کرنے کی

صلاحیت رکھتے ہوں اور دوسری وجہ... محبت' کہیں تمہیں اس سے محبت تو نہیں ہوگئی؟ کوئی جذباتی وابستگی" زائرہ ملک نے کہا تھا اور انائیا ملک ماں کو دیکھنے لگی تھی۔

...☆☆☆...

ایکسل نے دونوں ہاتھ کہنیوں تک اناہیتا کے آگے جوڑ دیئے تھے۔

"پلیز میری ریکوئسٹ ہے' جب تک یہ Skit ہو نہیں جاتا ایک دوسرے کے ساتھ اپنی مخالفت کو بھول جاؤ' اگر یہی سب چلتا رہا تو پھر یہ Skit کبھی نہیں ہوپائے گا۔"

دامیان سوری نے اناہیتا کی طرف دیکھا تھا۔ اناہیتا بیگ نظریں پھیر گئی تھی۔ انداز اجنبیت لیے ہوئے تھا' کوئی دور کا بھی واسطہ وہ اس سے نہیں رکھنا چاہتی تھی۔

"میں نے تمہیں پہلے ہی سمجھا دیا تھا ایکسل میں یہ Skit کرنا نہیں چاہتی تم نے کیوں میرا نام دیا۔" وہ ایکسل کو الزام دیتی ہوئی بولی تھی۔

”مجھے لگا تھا وہ پہلا Skit کامیاب رہا تھا۔سو دوسرا اس سے زیادہ یادگار ہوسکتا ہے۔مجھے نہیں معلوم تھا تم دونوں بچوں کی طرح برتاؤ کروگے ' تم سے زیادہ اچھے تو بچے ہوتے ہیں۔ان کے دل تو صاف ہوتے ہیں اگر وہ ایک دوسرے کی مخالفت کرتے ہیں تو دل سے نہیں کرتے۔“ ایکسل نے ڈانٹا تھا۔

”اصل معاملہ یہی ہے کہ ہم بچے نہیں ہیں ایکسل تبھی دل بھی صاف نہیں ہے۔“ ایکسل نے اسکرپٹ اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔

”انا پلیز یار! اب اور لڑائی نہیں' اس سے زیادہ منتیں شاید میں نہیں کرسکتا' میں سب چھوڑ چھاڑ کر چلا جاؤں گا۔“ ایکسل نے دھمکایا۔

”میں زیادہ دیر تک نہیں رک پاؤں گا ایکسل! ابھی تھوڑی دیر میں حیدر مرتضیٰ مجھے لینے آجائے گا۔“

”اوکے فائن!“ ایکسل نے گہری تھکی ہوئی سانس خارج کی۔

دامیان سوری نے اناہیتا کی طرف دیکھا تھا۔نگاہوں میں کیا تھا' وہ آنکھیں جھکا گئی تھی اور ہاتھ میں پکڑے سیل فون کے ساتھ مصروف ہونے کی پوری کوشش کرنے لگی تھی' دامیان نے ہاتھ بڑھا کر وہ سیل فون اس کے ہاتھ سے لے لیا تھا اور آف کردیا تھا' اناہیتا اسے حیرت سے دیکھنے لگی تھی۔

”یہ کیا بدتمیزی ہے؟ اور تم ایسا کیسے کرسکتے ہو؟“

”یہ آن رہے گا تو تمہاری توجہ بٹی رہے گی۔ایکسل میں نے ٹھیک کیا نا؟“

وہ ایکسل کی طرف دیکھتے ہوئے بولا تھا۔ایکسل نے اس کی طرف ہاتھ بڑھا دیا تھا۔

”مجھے انا کا اور اپنا سیل فون دے دو...“ دامیان نے اناہیتا کا اور اپنا سیل فون اس کے ہاتھ پر رکھ دیا تھا اور اناہیتا کی طرف دیکھا تھا۔وہ اسے گھور رہی تھی۔ دامیان سوری مسکرادیا تھا۔

”اگر اسی طرح مخالفت کرتے رہے تو زندگی کس طرح گزرے گی انار کلی!“

اناہیتا نے اس کے جملے کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

انابیتا اپنا اسکرپٹ دیکھنے لگی تھی۔ پھر اٹھ کر اس کے سامنے آن کھڑی ہوئی تھی، کچھ دیر تک اسے خاموشی سے دیکھا تھا پھر اپنے ڈائیلاگز بولنے لگی۔

"زندگی بہت عجیب شے ہے سلیم! ہم کیسے کہہ دیں کہ محبت ہے؟ محبت کا بیان اتنا آسان نہیں، سچ بات تو یہ ہے کہ میں اپنی محبت کو، اپنی دھڑکنوں کو کبھی سمجھ ہی نہیں پائی۔ تمہارے لیے اپنے دل کے دھڑکنے کو اس بے چینی کو... میں کبھی کوئی نام نہیں دے سکی، اگر اس بے چینی کا نام محبت ہے تو ہمیں تو آپ سے بہت پہلے ہی محبت ہو گئی تھی۔ جب نگاہ آپ کی نگاہ سے ملتی ہے تو میں اپنے اندر دل کا دھڑکنا محسوس کرتی ہوں۔ مجھے لگتا ہے یہ دل اس سے پہلے جیسے دھڑکتا ہی نہیں تھا اور آپ نے یہ اسلوب دیا، مگر دل کو ہم سے یہ کیسی ضد سی ہو چلی ہے؟ یہ مخالفت کیوں کرنے لگا ہے؟ کہنے کو یہ دل ہے مگر جیسے کوئی شرارہ ہے آگ کا کوئی انگارہ ہے۔ یہ محبت کیسا جادو کر دیتی ہے، میں جان ہی نہیں پائی کب یہ سفر شروع ہو گیا۔ کب میری دھڑکنوں میں یہ طلاطم آیا اور کب نظروں سے خواب گئے۔ محبت سارے

جذبوں کو اپنے رنگ میں کیسے رنگ لیتی ہے؟ کیا یہ واقعی محبت ہے یا پھر وہم تو نہیں؟"

مجھے ڈر لگتا ہے سلیم... میں آنکھ کھولوں تو سب خواب نہ ہو، کیسے جیوں گی میں اگر یہ کوئی خواب ہوا تو؟ کیسے روکوں گی میں خود کو تمہیں چاہتے رہنے سے؟ میں نے سوچا نہیں تھا، اب محبت ہو گئی تو کیا... مگر محبت کے ساتھ ایک مشکل ہے۔" انابیتا لمحہ بھر کو رکی تھی۔

"کوئی مشکل نہیں ہے انارکلی! محبت مشکل نہیں، اپنی دھڑکنوں کو سنوں اور بتاؤ کیا تمہارے اندر کا ڈر اب بھی وہیں ہے؟ میری دھڑکنوں میں جو شور ہے اس کو سننے کے بعد بھی تم وہی ڈر محسوس کرتی ہو؟ میری آنکھوں میں دیکھو، کیا اب بھی تمہیں ڈر لگتا ہے انار کلی! یہ ڈر بے معنی ہے انار کلی!" دامیان اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھتا ہے اور اس کا دوسرا ہاتھ تھام کر اپنے دل پر رکھتا ہے۔

"جب تک محبت ہے، یہ ڈر نہیں رہنا چاہیے، جب تک یہ دل دھڑکے گا تم سے محبت باقی رہے گی، اپنی ان آنکھوں کی فکریں مجھے دے دو انار کلی! یہ

خوف مجھے دے دو۔ محبت ڈر کے ساتھ جیتی اچھی نہیں لگتی۔ان آنکھوں کو خواب دیکھنے دو انار کلی! یہ جب تک خواب بُنیں گی حسین رہیں گی۔مجھے اپنی آنکھوں میں رہنے دو انارکلی! کیا میں اس ڈر کی جگہ لے سکتا ہوں؟ اگر میں تمہاری آنکھوں میں رہوں گا تو تمہیں دھیان رہے گا یہ احساس رہے گا کہ تمہیں ان آنکھوں میں صرف خواب رکھنے ہیں، خوابوں کو بہنے نہیں دینا اور یہ تبھی ممکن ہوگا جب تم میری محبت پر یقین کرو گی، محبت پر یقین کرو گی۔"

دامیان سوری اس کی نگاہوں میں دیکھتا ہوا بولا تھا۔انابیتا بیگ ساکت سی اس کی سمت دیکھ رہی تھی۔

...☆☆☆...

انائیا ملک کچن میں تھی، جب اسے اپنے پیچھے کسی کی آہٹ محسوس ہوئی تھی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا اور وہاں معارج تغلق کو کھڑا دکھائی دیا تھا۔دروازے کے بیچ کھڑا اس کی سمت ہی دیکھ رہا تھا۔انائیا ملک چونکی نہیں تھی نا حیران ہوئی تھی۔

وہ اس کے قریب آن رکا تھا۔انائیا ملک نے کھولتی ہوئی چائے کا چولہا بند کرکے چائے کپ میں انڈیلی تھی۔معارج تغلق نے کپ اس کے آگے سے اٹھالیا تھا اور گرم گرم چائے کا سپ لیا۔

"آپ یہاں کیسے؟" انائیا ملک نے پوچھا۔

"انائیا! مجھے وہ ڈائری واپس چاہیے۔" وہ قطعی لہجے میں بولا۔

"اگر ڈائری واپس چاہیے، تو پھر وہ شرط بھی ماننا ہوگی۔" وہ مضبوط لہجے میں بولی۔

"میں شرطوں کا قائل نہیں، نا ہی ہر فضول شرط کو مان سکتا ہوں۔" معارج تغلق اب بھی تنا کھڑا تھا۔

انائیا اپنے لیے کپ میں چائے نکالنے لگی تھی، انداز اطمینان بھرا تھا۔بہت پُرسکون لگ رہی تھی وہ۔

"مجھے وہ ڈائری چاہیے انائیا! میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔"

”تمہارے پاس وقت ہے یا نہیں ہے‘ اس کی پروا مجھے نہیں ہے معارج تغلق! افسوس مجھے تم سے کوئی ہمدردی نہیں ہوتی۔“ انائیا ملک چائے کا سپ لیتی ہوئی بولی تھی۔

معارج تغلق نے اس کی طرف دیکھا اور پھر جانے کیوں بہت آہستگی سے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا‘ انائیا ملک اس کے اس انداز پر چونکی تھی۔ایک لمحے میں کچھ محسوس ہوا تھا۔معارج تغلق کی نظریں اس کے چہرے پر تھیں۔ان آنکھوں میں شاید کوئی خاص تاثر تھا۔انائیا ملک کو اس شخص کے انداز میں کچھ نیا لگا تھا۔وہ سمجھ نہیں پائی تھی کیا تھا وہ۔مگر پہلی بار اس کی نظروں میں کچھ محسوس کیا تھا‘ وہ نفرت نہیں

تھی۔

غصہ بھی نہیں تھا۔

وہ بے پروائی بھی نہیں تھی‘ نہ وہ شدت پسندی‘ نہ وہ بے مہاری۔

پہلی بار انائیا کو لگا تھا وہ معارج تغلق کی نظریں نہیں کسی اور کی ہیں یا پھر وہ کسی اور نئے طریقے سے اسے زک پہنچانے کی ٹھان رہا تھا؟

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کیا آنکھیں جھوٹ بول سکتی ہیں؟

اگر وہ صرف ان آنکھوں کو دیکھتی تو آج ان آنکھوں کی زبان کچھ اور تھی۔

ایک خاص کشش تھی ان آنکھوں میں‘ کوئی اپنے ساتھ باندھ دینے والی بات یا پھر ایسا صرف اسے ہی محسوس ہوا تھا؟

”انائیا! میں بحث نہیں کرنا چاہتا‘ تمہیں معلوم ہونا چاہیے باتوں اور چیزوں کے ہونے کے اسباب ہوتے ہیں۔“ وہ متانت سے بولا تھا۔اس کے لہجے کا وہ نرم پن انائیا کو پہلی بار بہت انوکھا لگا تھا۔

وہ اکھڑ پن... وہ سپاٹ انداز... لیا دیا اسلوب... سب کہاں گیا تھا۔وہ نہ واسطہ رکھنے والی بات‘ بے پروائی سی بے پروائی... بے گانہ پن... وہ جب سب اس کے مزاج کا خاصا تھا‘ سب کہاں غائب تھا یا پھر اسے ہی ایسا لگ رہا تھا کہ وہ کچھ عجیب طریقے سے برتاؤ کررہا تھا؟

ضرورت سے زیادہ نرم۔

تھکا ماندہ انداز

کیا وہ سب کرتے کرتے ہار گیا تھا؟

"جانتی ہوں، ہونے اور نہ ہونے کے اسباب ہوتے ہیں۔ مگر تحفظ بڑی چیز ہے، میں اپنے لیے، اپنی فیملی کے تحفظ چاہتی ہوں۔ تم نے کہا تھا تم اصول پرست ہو، اور اگر میں اس پر اعتبار کر بھی لوں تو بھی ڈر رہے گا کہ کہیں تم اس سے مکر نہ جاؤ، میں نہیں چاہتی جس تکلیف کو میں نے محسوس کیا اسے میری فیملی بھی جھیلے، یوں بھی ہم نے ناکردہ کی سزا بہت لمبی جھیلی ہے۔ اس سے زیادہ جھیلنے کی سکت نہیں ہے۔" انائیا صاف گوئی سے بولی تھی۔ معارج تغلق نے اسے دیکھا تھا۔ ان نظروں میں کوئی سختی نہیں تھی۔ بہت ملائمت سے وہ اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ان نظروں میں غضب، غصہ یا قہر نہیں تھا۔ جیسے وہ اندر سے بہت مطمئن تھا۔

"میں تمہیں سزائیں دینے کی نہیں ٹھان رہا انائیا! تم اگر مجھے تھوڑا بہت جانتی ہو تو خبر ہوگی کہ میں اپنی باتوں کو کس طرح نبھاتا ہوں۔ تمہیں مایوسی نہیں ہوگی۔" وہ نرمی سے بولا تھا، انائیا ملک جانے کیوں اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی تھی۔

کیا تلاشنا چاہتی تھی وہ وہاں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"تم اس طرح میری آنکھوں میں کیا دیکھ رہی ہو؟ کیا ڈھونڈ رہی ہو؟" وہ مدہم لہجے میں بولا تھا۔ انائیا ملک نے سر انکار میں ہلادیا تھا۔

انائیا کو جانے کیوں کوئی شے باندھتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ جیسے اس کا وجود کسی قوت کے زیر اثر تھا۔ یہ احساس کیا تھا؟ انائیا کسی احساس سے گھبرا کر نگاہ چرا گئی تھی اور کپ وہیں رکھ کر وہاں سے جانے لگی تھی تب ہی اس کی آواز نے قدم ایک پل میں باندھ دیئے تھے۔

"کہاں جا رہی ہو تم؟" انائیا کا ہاتھ اس کے ہاتھ کی گرفت میں تھا۔ انائیا نے پلٹ کر اپنے اس ہاتھ کو دیکھا تھا۔ آج اس لمس میں وہ سختی نہیں تھی۔ وہ کھردرا پن نہیں تھا۔ جو اس کے مزاج کا خاصا رہا تھا۔ یہ نرمی، یہ دھیما پن اس کے مزاج کا حصہ کب سے بن گیا تھا؟ یا پھر وہی اسے نہ جان پائی تھی نہ سمجھ...

"میں وہ..." وہ جانے کیوں اس کی طرف دیکھ کر بولی تھی تو لفظ جیسے کھونے لگے تھے۔ معارج تغلق اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا تھا۔

"میں وہ ڈائری لینے جارہی تھی۔"

''تم ٹھیک ہو؟'' وہ اس کے انداز کو محسوس کرتا ہوا بولا تھا اور اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔

''کیوں کیا ہوا؟'' اناہیتا الجھ کر بولی تھی۔

''کچھ نہیں!'' معارج تغلق کو اسے جتانا مناسب نہیں لگا تھا۔

''میں ڈائری لے کر آتی ہوں۔'' وہ وہاں سے نکل گئی تھی۔

معارج تغلق نے اسے جاتے دیکھا تھا' ایسا کیا تھا کہ وہ اپنی نظریں اس پر سے ہٹا نہیں پایا تھا۔

...☆☆☆...

''انا! کچھ ہونے اور کچھ نہ ہونے کی کسک کیا ہوتی ہے؟'' وہ آٹا گوندھ رہی تھی جب اس کی آواز سن کر وہ چونکی اور نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔دامیان شاہ سوری اس کے قریب اسے بغور دیکھ رہا تھا۔وہ وہاں

کب آیا تھا؟ وہ لمحہ بھر کو حیران رہ گئی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

''تم یہاں کیا کر رہے ہو؟''

''کیا مطلب؟ تم اپنے انکل ٹام کے لیے کچوریوں کا آٹا گوندھنے میں اتنی بزی تھیں کہ احساس ہی نہیں ہوا۔'' دامیان سوری نے جتایا تھا۔

''میں کچوریوں کا آٹا گوندھوں یا پراٹھوں کا' تمہیں اس سے غرض نہیں ہونا چاہیے اور تمہاری ہمت کیسے ہوئی اسے انکل ٹام کہنے کی؟'' وہ بھرپور احتجاج کرتی ہوئی بولی تھی۔دامیان سوری مسکرادیا تھا۔

''انکل ٹام نہیں کہوں تو اور کیا کہوں؟ کوئی اور اچھا نام بتادو۔'' وہ فریج کی طرف گیا تھا اور سیب نکال کر اطمینان سے کھانے لگا تھا۔اناہیتا نے اس کی طرف گھورتے ہوئے دیکھا تھا۔

''ایسے کیا دیکھ رہی ہو... کھانا ہے؟'' دامیان نے سیب اس کی طرف بڑھایا تھا

''اوکے لے لو' جھوٹا کھانے سے یوں محبت بڑھتی ہے۔'' وہ مطمئن انداز سے مسکرایا تھا۔ اناہیتا بیگ اسے گھورنے لگی تھی۔

''تم یہ سب کیوں کر رہے ہو؟ اس سب سے کیا حاصل ہوگا تمہیں؟''

"دلی سکون..." وہ بے فکری سے مسکرایا تھا۔وہ جواباً گھورنے لگی تھی۔

"دامیان سوری' اپنا وقت برباد کررہے ہو تم' دنیا میں کئی خوب صورت چہرے ہیں۔اپنی سمت بدلو' تمہیں پتا چلے گا دنیا صرف اس چاردیواری تک محدود نہیں ہے۔" وہ سمجھاتے ہوئے آلو میش کرنے لگی تھی۔

"میری دنیا کہاں سے شروع ہوتی ہے اور کہاں ختم' اس کا فیصلہ تم کیسے کرسکتی ہو؟جس بات کی خبر صرف مجھے ہے اس کا فیصلہ کرنے کا اختیار بھی صرف میرے پاس ہے۔" وہ پُرسکون انداز میں بولتے ہوئے سیب کھارہا تھا۔ انابیتا نے چوپڑ کٹی ہوئی پیاز' کٹی ہوئی ہری مرچ' آلوؤں میں ڈال کر مکس کی تھی۔تھوڑا زیرہ شامل کیا اور تھوڑی سی مقدار کلونجی کی ڈالی تھی اور آلو مکس کرنے لگی تھی۔

دامیان سوری اسے بغور دیکھنے لگا تھا۔مہارت سے کام کرتی وہ اسے بہت گھریلو سی لگی تھی۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟" وہ چونکی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"یہی کہ تم میرے گھر کے کچن میں کام کرتی کیسی لگو گی؟" وہ اطمینان سے مسکرایا تھا۔

"وہاٹ... دماغ خراب ہو گیا ہے؟" انابیتا بیگ نے ڈپٹا تھا' دامیان سوری نے اس کا آلو میں مسالے کلس کرتا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تھا اور ہتھیلی پھیلا کر اس کی لکیروں کو دیکھا تھا۔اس کی اس حرکت پر وہ صرف حیران ہوئی تھی اور تبھی شاید اسے ایسا کرنے سے باز بھی رکھ نہیں پائی تھی۔

"دیکھو... اس ہاتھ کی لکیریں کیا کہتی ہیں' اس میں کینیڈا جانے کی کوئی لکیر دکھائی نہیں دیتی' ہاں مگر اور کئی جگہوں کا سفر ہے مگر وہ بھی لکھا نہیں گیا کہ کس ملک میں اور کس بندے کے ساتھ ہے۔اس میں شاید میرا نام بھی لکھا ہے۔یہ جو تم انکل ٹام کے لیے پراٹھے بنارہی ہو اس کے باعث لکیروں میں یہاں وہاں آلو اٹک گئے ہیں۔" اس نے کچن پیپر لے کر اس کا ہاتھ پونچھا تھا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرایا تھا۔

”ہاں اب دکھائی دیتا ہے‘ یہاں میرا نام تو کافی جلی حروف میں درج ہے۔یہ دیکھو اتنا بڑا D لکھا ہے۔D سے دامیان۔سو لکھے ہوئے کو کون مٹا سکتا ہے‘ انا بی بی! اب صبر شکر تو کرنا پڑے گا نا۔“ وہ مطمئن انداز میں کہہ رہا تھا۔

اناہیتا بیگ نے اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا تھا۔

”بچوں والی باتیں کرنے سے فتح نہیں پائی جاسکتی۔ہاں مگر یہ بچوں والی باتیں صرف تمہارا دل بہلا سکتی ہیں۔دامیان تم صرف اپنا وقت برباد کررہے ہو اور مجھے تمہارے ساتھ ہمدردی ہے۔“ وہ کہہ کر چولہا جلا کر توا اوپر رکھنے لگی تھی۔آلو کے پراٹھے بنانے کی تیاری تھی یہ‘ وہ بھی انکل ٹام کے لیے‘ دامیان سوری کو جانے کیوں اپنی شکست واضح دکھائی دی تھی۔اناہیتا بیگ نے اس کی سمت دیکھا تھا اور پھر جتائے ہوئے بولی تھی۔

”تم نے اپنی سی کوشش کرکے دیکھ لی دامیان سوری! مگر حیدر مرتضیٰ اتنا بچہ نہیں ہے نا ہی نا سمجھ... تم سمجھتے تھے وہ سب کرنے کے باعث یہ رشتہ ختم ہوجائے گا تو ایسا نہیں ہوا۔تم جانتے ہو اگر تمہارا اور حیدر مرتضیٰ کا موازنہ کیا جائے تو میں حیدر مرتضیٰ کو تم سے بہتر پاتی ہوں۔اس کے پاس

عقل بھی ہے اور ہاں‘ تم جیسے لوگ کبھی ایک پُرسکون زندگی نہیں گزار سکتے دامیان! بہت جذباتی واقع ہوئے ہو تم‘ مجھے اتنا جذباتی پن بالکل پسند نہیں ہے۔تمہیں یہ جان کر شاید بہت افسوس ہوگا کہ تمہاری اس کوشش سے ہمارے رشتے پر کوئی اثر نہیں پڑا اور تمہاری کوشش بے کار گئی۔“

”ایک تمہیں ایک بات بتانا چاہتا ہوں انا! اور میں جانتا ہوں وہ بات تم بھی جانتی ہو‘ تم کبوتر کی آنکھیں بند کرکے فرض کرسکتی ہو کہ سب ٹھیک ہے‘ مگر ایسا کرنے سے سچائی بدلے گی نہیں‘ تمہیں مجھ سے محبت ہے اور یہ بات تم بھی اچھی طرح سے جانتی ہو‘ تم خود جانتی ہو تم مجھ سے دور نہیں جاسکتیں‘ نا ہی جانا چاہتی ہو‘ میں تمہاری ان آنکھوں کو پڑھ سکتاہوں‘ اگر مجھ سے نہیں کہو گی تو کیا مجھے خبر نہیں ہوگی؟ وہ سب مذاق تھا جو تمہیں بچپنا لگا‘ مگر محبت بچپنا نہیں ہے‘ میں صرف وہ سب اس لیے کررہا تھا کہ تمہیں یہ سمجھا سکوں کہ ہم ایک دوسرے کے لیے کتنے ضروری ہیں۔“ دامیان سوری سنجیدگی سے بولا تھا۔

"مگر شاید تم سمجھنے پر مائل نہیں ہو انابیتا بیگ! میں نہیں چاہتا جب تمہیں اس بات کا احساس ہو، بہت دیر ہو چکی ہو۔" وہ کہہ کر پلٹا اور وہاں سے نکل گیا تھا۔

انابیتا بیگ اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

...☆☆☆...

پارسا چوہدری نے اپنے سامنے بیٹھے یلماز کمال کو دیکھا تھا اور پھر پُرسکون لہجے میں بولی۔

"یلماز کمال! مجھے تم سے محبت نہیں ہے، نہ کبھی تھی اگر ہے تو صرف نفرت، تمہیں میں کبھی معاف نہیں کرسکتی، کبھی نہیں بھول سکتی، تم میری یاد داشت سے کبھی نکل نہیں پائے۔اس لیے نہیں کہ مجھے تم سے کوئی لگاؤ تھا یا محبت تھی۔صرف اس لیے کیونکہ مجھے تم سے بے پناہ نفرت تھی۔میں تم سے کوئی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

رشتہ باقی رکھنا نہیں چاہتی، نہ کوئی نیا رشتہ جوڑنا چاہتی ہوں۔تم میرے راستوں میں آنا بند کردو۔"

"پارسا! جو ہوا تم اسے بھلا نہیں سکتیں؟ آٹھ برس پرانی بات ہے وہ۔تب میں نا سمجھ تھا۔اتنی عقل نہیں تھی جو ہوا وہ صرف نا سمجھی میں ہوا۔اصل بات یہ ہے کہ مجھے تم سے محبت ہے، بہت پیار کرتا ہوں میں تم سے۔یہ بات میں نے سمجھنے میں اور قبول کرنے میں نے بہت دیر کردی۔میں جانتا ہوں بہت غلط کیا میں نے... مگر تم سے محبت کا احساس میرے لیے خود حیران کن تھا۔میں چاہتا ہوں تم کوئی بھی فیصلہ لینے میں جلدی مت کرو۔یہ زندگی بھر کی بات ہے، اگر میں نے کوئی زخم دیا ہے تو میں اس کا ازالہ بھی کرسکتا ہوں، کیا تم مجھے ایک موقع اور نہیں دوگی؟" یلماز کمال نے پر امید لہجے میں پوچھا۔

پارسا چوہدری نے اسے خاموشی سے دیکھا تھا اور پھر اٹھنے لگی تھی۔یلماز کمال نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا، پارسا نے اس کی طرف دیکھا تھا۔

"تم جو کہوگی میں کروں گا پارسا! جیسے کہو گی کروں گا، تم اگر چاہتی ہو میں فیصل آباد جا کر سب سے سچ کہوں اور معافی مانگوں تو میں یہ بھی کرسکتا

ہوں۔میں نے جو غلطی ایک بار کی ہے میں اسے نہیں دہرا سکتا۔کوئی ایک بار ہی اپنی زندگی گنوانے کی غلطی کرسکتا ہے‘ میں وہ غلطی پہلے ہی کرچکا ہوں‘ اس کے بعد اگر دہراتا ہوں تو مجھ سے زیادہ احمق کوئی نہیں ہوگا۔“ یلماز کمال اس کا ہاتھ تھام کر بولا تھا۔

عدن بیگ جو اس وقت ریسٹورنٹ میں قریب کی ٹیبل پر تھا‘ اس نے یلماز کمال کو بغور دیکھا تھا۔کچھ فاصلہ ہونے کے باعث اگرچہ پوری طرح وہ سن نہیں پایا تھا‘ مگر بات اس پر واضح ہورہی تھی کہ مدعا کیا تھا۔عدن بیگ نے پارسا کی طرف دیکھا تھا جو اس وقت خاموش تھی۔پھر وہ آہستگی سے اٹھا تھا اور ریسٹورنٹ سے باہر نکل گیا تھا۔

...☆☆☆...

”مجھے بہت خوشی ہوئی زائرہ! جہانگیر بھائی واپس آگئے۔تمہارے بھیا کو پتا چلا تو بہت خوش ہوئے‘ وہ کل جیسے ہی جرمنی سے واپس آتے ہیں ہم سے ملنے کے لیے آئیں گے۔“ مسز بیگ نے فون پر زائرہ ملک سے کہا۔”تم اس طرح چپ کیوں ہو زائرہ! تمہیں خوشی نہیں ہوئی؟ اب یہ اداسی کیوں؟ ساری عمر تم

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نے تنہا گزاری ہے کسی سزا کی طرح۔اب اگر ایک ٹھہراؤ آیا ہے تو بھی اتنی بے یقین کیوں ہو؟“

”نہیں بھابی! ایسی بات نہیں ہے‘ آپ آئیں گی تو پھر بات کریں گے۔جہانگیر واپس آگئے ہیں‘ ہوش میں بھی آگئے ہیں۔آپ لوگوں کو دیر سے اس لیے بتایا کہ مجھے خود معلوم نہیں تھا اب اس صورت حال کا آگے کیا ہوگا‘ وہ کومہ میں رہے‘ حالت ایسی تھی کہ مجھے بتانا مناسب نہیں لگا۔“ زائرہ نے کہا تھا۔

”میں سمجھ سکتی ہوں زائرہ! تم پریشان مت ہو‘ اللہ سب ٹھیک کرے گا۔اگر جہانگیر بھائی واپس پلٹے ہیں تو ضرور یہ خوش آئند بات ہے۔اب تو سب ٹھیک ہورہا ہے‘ اب کیوں پریشان ہوتی ہو۔“ مسز بیگ نے کہا تھا۔

”پریشان نہیں ہوں‘ آپ آئیں پھر بات کرتے ہیں۔“

”کوئی بڑی بات ہے زائرہ!“

”نہیں بھابی! جب آپ آئیں گی تو بات کریں گے۔“

”اوکے ٹھیک ہے۔“ مسز بیگ نے فون کا سلسلہ منقطع کیا تھا۔

زائرہ نے فکر سے دیوار پر لگی انا ملک کی تصویر کو دیکھا تھا۔تبھی ملازم نے آکر بتایا تھا کہ سدرہ تغلق ان سے ملنے آئی ہیں۔

زائرہ ملک کو حیرت نہیں ہوئی تھی مگر وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھیں کہ اس وقت وہ کیا بات کرنے آئی ہوں گی۔کہیں وہ بھی اس ساری سازش میں بیٹے کے ساتھ تو نہیں تھیں؟ زائرہ نے ملازمہ سے انہیں اندر لانے کو کہا تھا اور اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

سدرہ تغلق جب اندر آئیں تو زائرہ ملک نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔سدرہ تغلق نے زائرہ ملک کی طرف دیکھا پھر بولی تھیں۔

"انائیا دکھائی نہیں دے رہی؟ کہاں ہے وہ؟"

"وہ گھر پر نہیں ہے' آپ کسی خاص مقصد سے آئی ہیں؟" زائرہ ملک نے پوچھا۔

"زائرہ! جو ہوا ہے' مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا' میں سمجھتی تھی یہ معارج کی غلطی ہے اور ہم اس کو سدھار سکتے ہیں۔اس شادی یا تغلق کو جوڑنے کے پیچھے جو بھی سازش تھی' مقصد تھا ہم اس سے واقف نہیں تھے' میں نے انائیا کو

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہمیشہ اپنی بیٹی مانا ہے۔مجھے بہت افسوس ہے معارج نے اس کے ساتھ جو بھی سلوک روا کرلیا۔اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا' مجھے اس کی خبر دیر میں ہوئی ہے۔ورنہ میں انائیا کے ساتھ یہ سب نہیں ہونے دیتی۔اس کے لیے میں آپ سے معافی مانگتی ہوں۔" سدرہ تغلق کھلے دل سے کہہ رہی تھی۔

انائیا نے دہلیز کے بیچ کھڑے سنا تھا' سدرہ تغلق کہہ رہی تھیں۔

"جو ہوا سوا ہوا' میں نے معارج کی اچھی خاصی خبر لی ہے' اسے سمجھایا ہے' آپ بھی اسے معاف کردیں۔ہم انائیا کو گھر واپس لے جانا چاہتے ہیں۔"

"مگر میں وہاں واپس نہیں جانا چاہتی ممی! میں معارج تغلق کو معاف نہیں کرسکتی۔" انائیا بولتی ہوئی سدرہ تغلق کے سامنے آرکی تھی۔سدرہ تغلق نے اٹھ کر اس کا چہرہ پیار سے ہاتھ میں لیا تھا۔

"تمہارا غصہ جائز ہے انائیا! ایک بار پہلے بھی ہم نے تمہیں گھر لے جانے کی ٹھانی اور آج دوبارہ..."

"ممی! میں آپ کی بہت عزت کرتی ہوں' میں جانتی ہوں آپ کا معارج کے اس اقدام سے کچھ لینا دینا نہیں ہے' مگر میں اب وہاں واپس جانا نہیں چاہتی۔

زندگی اس طرح بسر نہیں ہوتی' میں بار بار کے تجربات سے خود کو مزید تکلیف نہیں پہنچا سکتی۔ جس شخص کے ساتھ زندگی گزارنا ہے' اسے اب بھی اپنی غلطی کا کوئی احساس نہیں ہے۔ میں مانتی ہوں آپ لوگ بھی اہم ہیں مگر مجھے زندگی بھر غلطیوں کو دہرا کر پچھتاوے میں نہیں رہنا۔ معارج تغلق کا غصہ جب اترے گا تو بات اس کی سمجھ میں بھی آجائے گی کہ زندگی اس طور بسر نہیں ہوتی مجھے آپ لوگوں سے کوئی گلہ نہیں ہے' آپ نے مجھے بہت محبت دی' مگر شاید میں اس گھر کے لیے نہیں ہوں۔" انائیا دھیمے لہجے میں بولی تھی۔

سدرہ تغلق نے اس کے چہرے کو دیکھا تھا اور سر نفی میں ہلایا تھا۔

"ایسے نہیں کہتے' یہ رشتے جو ہوتے ہیں نا... یہ پل دو پل کی بات نہیں ہوتی۔ معارج میرا بیٹا ہے' میں اس کا مزاج جانتی ہوں' میں جانتی ہوں وہ اپنی غلطی کو ماننے میں زیادہ دیر نہیں لگائے گا' وہ کشادہ دل ہے اور اصول پرست۔ مجھے یقین ہے یہ رشتہ جڑا ہے یہ عمر بھر کے لیے ہے اور تمہیں اور معارج کو اس کا احساس جلد ہو گا۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"مجھے احساس ہے ممی! مگر معارج نے مجھے خود نکالا ہے' میں اس گھر میں دوبارہ واپس نہیں جانا چاہتی' جہاں سے مجھے اس طرح نکالا گیا' وہ رشتہ کسی رشتے کو باندھنے کے لیے نہیں جوڑا گیا تھا' وہ رشتہ صرف ایک بدلہ تھا اور کچھ نہیں۔" انائیا آنسوؤں کے ساتھ بولی تھی۔

"جانتی ہوں میں' مجھے اس سچائی کی خبر پہلی نہیں تھی۔ میں نے بھی ڈائری کچھ روز قبل ہی پڑھی تھی۔ جب تانیا کے روم میں گئی تھی' ہم نے عرصے سے اس روم کو لاکڈ کیا ہوا تھا' کوئی وہاں نہیں جاتا تھا مگر معارج کو تانیا سے اس کی چیزوں سے انسیت تھی' تبھی جب وہ واپس آیا تو اس نے اسے کھلوایا اور باقاعدگی سے اسے صاف ستھرا کروانے کی ذمے داری رستم کو سونپ دی' تمہاری اور معارج کی شادی کا ہونا اور دو خاندانوں کا ملنا' ماضی سے کوئی تعلق رکھتا تھا' اس کی خبر مجھے بھی بعد میں ہوئی۔ میں نہیں جانتی تھی معارج تم سے شادی صرف تانیا کی روح کو سکون پہنچانے کے لیے کررہا ہے' وہ نادان ہے۔ میں جانتی ہوں یہ سب کرنے سے تانیا کی کو روح کو سکون نہیں ملا ہوگا' وہ اور بے چین ہوگئی ہوگی۔ اسے تانیا کی موت کا دکھ تھا' تبھی اسے لگا اس کی

وجہ تمہارا خاندان ہے۔مجھے یقین ہے وہ اس غلط فہمی سے جلد نکلے گا اور یہ جان لے گا کہ اس نے جو بھی کیا غلط کیا۔'' سدرہ تغلق سمجھاتے ہوئے بولی تھیں۔

...☆☆☆...

''کیا ہوا؟ تم اس طرح پریشان کیوں ہو؟'' انابیتا نے پارسا کو دیکھا تھا۔

''پریشانی کی بات تو ہے انا! تم جانتی ہو وہ یلماز کمال فیصل آباد گیا ہے اور اماں ابا سے اپنے کیے کی معافی بھی مانگ لی ہے' اس نے ان کو سب سچائی بتادی ہے' اور ان سے میرا ہاتھ بھی مانگا ہے۔'' پارسا بہت پریشان دکھائی دی تھی۔

''یہ سب تمہیں کیسے پتا چلا؟'' انانے پوچھا۔

''اماں کا فون آیا تھا' یلماز کمال وہیں ہے' سلو بھائی نے تو سنتے ہی اس پر پستول تان دی تھی۔اماں نے درمیان میں آکر بچاؤ کرایا مگر یلماز نے کہا۔ ''مجھے موت سے ڈر نہیں لگتا اور اگر میں یہاں آیا ہوں تو حالات کا سامنا کرنے آیا ہوں۔'' پارسا نے اماں کے بتائے گئے الفاظ دہرائے تھے۔

''اوہ... تم کیا کرو گی اب؟'' تمہیں یلماز کو بتادینا چاہیے تھا کہ تم اس سے محبت نہیں کرتی ہو۔'' انابیتا نے مشورہ دیا تھا۔

''میں نے اسے بتادیا تھا کہ مجھے اس سے محبت نہیں ہے' مگر وہ سننے کو تیار نہیں۔اسے لگتا ہے جیسے اپنی غلطی کا ازالہ ہوسکتا ہے۔''

''یہ غلطی اس ازالے کے لیے نہیں ہے پارسا! تم اس پر دوبارہ سے اعتبار کیسے کرسکتی ہو؟'' انابیتا نے بے یقینی سے پوچھا تھا۔

''تو پھر وہ تمہارے گھر کیسے گیا؟ اور اماں ابا سے بات کیسے کی؟'' انابیتا نے پوچھا تھا۔

''اسی پر تو میں حیران ہوں انا! میں نے اسے صاف کہہ دیا تھا میں اس میں انٹرسٹڈ نہیں ہوں' نا ہی اسے معاف کرسکتی ہوں۔'' پارسا بولی تھی۔

''پارسا! تمہیں بہت محتاط رہنا ہوگا' یلماز کمال سے جتنا ممکن ہو دور رہو اور اپنے اماں ابا کو بتادو کہ تم اس سے شادی نہیں کرنا چاہتیں۔'' انابیتا نے سمجھایا تھا۔

تبھی وہاں عدن آگیا تھا تو انابیتا چپ ہوگئی تھی۔

"کیا ہوا' اپنی پرابلم؟ تم دونوں اس طرح چپ کیوں ہو گئیں؟ کوئی خاص ڈسکس ہو رہی تھی؟"

"نہیں بھائی! ہم تو بس روٹین کی باتیں کر رہے تھے' آپ کافی پئیں گے؟ میں بنانے جا رہی ہوں۔" انابیتا اٹھ کر کھڑی ہوئی تھی۔عدن بیگ نے سر ہلادیا تھا۔انابیتا وہاں سے نکل گئی تھی۔

عدن پارسا کی طرف دیکھنے لگا' وہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"ہم یلماز کمال کے بارے میں بات کر رہے تھے' وہ اماں ابا سے ملنے گیا تھا۔ان سے میرا ہاتھ مانگنے۔اس کے خیال میں اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے مگر..."وہ بات ادھوری چھوڑ گئی تھی۔

"مگر...؟' عدن بیگ نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"آپ جانتے ہیں اس نے جو بھی کیا' کیا اس کے بعد بھی میں اسے قبول کرنا چاہوں گی؟" وہ سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔عدن بیگ نے اس کی طرف خاموشی سے دیکھا تھا پھر سر نفی میں ہلادیا تھا۔

"میں نہیں جانتا... یہ تمہاری زندگی ہے اور فیصلہ لینے کا اختیار تمہارے پاس ہی ہے۔" انداز لا تعلق تھا۔پارسا اس کی طرف دیکھ کر رہ گئی تھی پھر سر جھکا کر بولی۔۔

"میں اس کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق باقی نہیں رکھنا چاہتی۔یہ بات میں اسے بتا چکی ہوں' میری زندگی میں اس کے لیے کوئی گنجائش نہیں۔" وہ قطعی لہجے میں بولی۔

عدن بیگ اسے خاموشی سے دیکھنے لگا تھا' انداز کچھ الجھا ہوا تھا۔جیسے وہ اسے کھونا نہیں چاہتا تھا' مگر اسے کچھ کہہ بھی نہیں سکتا تھا۔

پارسا خاموش رہی تھی' ایک نظر اس شخص کو دیکھا تھا' جو اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

"آپ کیا سوچ رہے ہیں؟" پارسا نے پوچھا تھا۔عدن نے سر نفی میں ہلادیا تھا۔

پارسا کچھ دیر خاموش رہی تھی، الجھن صاف ظاہر تھی، پھر کچھ ٹھان کر عدن بیگ کی طرف دیکھا تھا۔

"آپ... آپ...؟"

"کیا...؟" عدن بیگ چونکا تھا۔پارسا اس پر سے نگاہ ہٹا گئی تھی اور خشک لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے اپنے اندر کی ہمتوں کو جمع کیا تھا اور فوراً بولی۔

"آپ شادی کریں گے مجھ سے؟"

اس کا سوال اتنا غیر متوقع تھا کہ عدن بیگ چونکتے ہوئے اسے دیکھنے لگا تھا:

"آپ ایسے بے یقینی سے کیا دیکھ رہے ہیں؟ آپ نے ہی تو پرپوز کیا تھا ایک بار... پھر اب؟" پارسا جیسے کسی الجھن میں تھی۔

"پارسا تم کسی الجھن میں ہو اور اس سے نکلنا چاہتی ہو؟" عدن بیگ نے کہا۔"اور اس کے لیے تمہیں میری مدد درکار ہے؟"

"آپ کو لگتا ہے شادی کسی مصیبت سے نکلنے کا حل ہے؟" وہ الٹا سوال کرنے لگی تھی۔

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔" عدن بولا۔

"میں اگر کسی مصیبت میں ہوں بھی تو کیا آپ میری مدد کرنا نہیں چاہیں گے؟"

"میں چاہتا ہوں تم پوری آزادی سے اور اطمینان سے، سوچ سمجھ کر اپنی زندگی کا فیصلہ کرو، کسی دباؤ کے نتیجے میں نہیں۔" عدن بیگ نے سمجھایا۔

"آپ کو لگتا ہے میں ایسا کسی دباؤ کے تحت کہہ رہی ہوں؟ آپ یہ شادی کرنا نہیں چاہتے؟" اپنے مان کے روندے جانے کا خیال بہت تکلیف دہ تھا۔ وہ اس سے الگ سوچنا نہیں چاہتی تھی۔کمرے میں کچھ دیر تک خاموشی رہی تھی پھر جانے کیا ہوا تھا، پارسا اٹھ کر جانے لگی تھی، جب عدن بیگ نے اس کی کلائی تھام لی تھی۔پارسا نے پلٹ کر اس کی سمت دیکھا تھا۔عدن بیگ نے اس کی سمت دیکھا تھا۔

"بیٹھو..." تحکم بھرے انداز میں کہا تھا۔

"کیوں؟" وہ اکھڑے۔اجنبی لہجے میں بولی تھی، شاید اس کی ایگو ہرٹ ہوئی تھی اور وہ اس تاثر سے باہر آنا چاہتی تھی تبھی انداز میں ایک کھنچاؤ تھا۔

"شادی کرنا ہے تو بہت سے پلانز بھی تو بنانا ہوں گے نا؟ سب سے پہلے تو ممی ڈیڈی کو انفارم کرنا ہوگا، یا پھر چاہتی ہو کہ ہم گھر سے بھاگ کر شادی کریں؟" بھرپور سنجیدگی سے کہتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔پارسا خجل سی ہو کر گردن پھیر گئی تھی۔

"میں نے کہہ کر غلطی کی، اس کا احساس ہو گیا ہے مجھے۔میرا مزید مذاق مت بنائیں، بھول جائیں میں نے ایسا کچھ کہا بھی تھا۔" بھرپور لاتعلقی سے کہا تو، عدن بیگ نے سر ہلادیا۔

"مگر بھاگ کر نہیں بھی کرنا تو پھر تیاری تو کرنا ہوگی نا؟ ویسے کب کا پلان ہے؟'عدن کے انداز پر وہ اسے دیکھنے لگی تھی۔

"آپ کو لگ رہا ہے یہ سب مذاق ہے؟" وہ گھورنے لگی تھی۔

"نہیں، مذاق نہیں ہے تبھی تو اتنا سیریس ہوں اور بیٹھ کر تمہارے ساتھ ڈسکس کرنا چاہتا ہوں۔"عدن نے اس کی طرف دیکھا تھا، وہ سمجھ نہیں پائی تھی اگر وہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مذاق کررہا تھا، مگر آج پہلی بار اس کی طرف دیکھ کر کوئی عجیب سا احساس ہوا تھا۔عدن کے دیکھنے سے اس کی پلکیں جھکی تھیں اور وہ پلٹ کر کھڑی ہوگئی تھی۔

"تم جارہی ہو؟ ڈسکس نہیں کرنا؟ بغیر منصوبہ بندی کے شادی کرنا ہے؟" وہ اس کی پشت کو دیکھتے ہوئے بولا تھا۔پارسا نے پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔

"میں مزید ڈسکس کرنا نہیں چاہتی۔" کہتے ہی وہ کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

عدن مسکرادیا تھا۔اناہیتا کافی لے کر آئی تھی تو حیرت سے جاتی پارسا کو دیکھا تھا اور پھر بھائی کو۔

"یہ کیا کایا پلٹ ہوئی؟ ابھی تھوڑی دیر پہلے تو کافی بوجھل سی فضا تھی کمرے کی۔یہ آپ کے چہرے پر مسکراہٹ... اور اس کا اس طرح یہاں سے جانا، اس کا کیا مطلب ہے؟" اناہیتا نے کافی کا کپ بھائی کو تھماتے ہوئے پوچھا تھا، وہ مسکرادیا تھا۔

...☆☆☆...

انائیا ملک لان میں جھولے پر بیٹھی تھی جب اچانک ہی بارش ہونے لگی تھی۔

وہ اس تیز ہوتی بارش میں بھیگنے لگی تھی۔عجیب کھویا کھویا سا انداز تھا۔معارج تغلق کب اس کے قریب آیا' کب جھولے پر اس کے قریب بیٹھا' وہ جان نہیں پائی تھی۔معارج تغلق نے اس کی سمت بغور دیکھا تھا پھر جانے کس خواہش کے تحت اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔

انائیا ملک اس کی سمت دیکھنے لگی تھی' معارج تغلق اس کی سمت بغور دیکھ رہا تھا۔ان نظروں میں کیا تھا' انائیا ملک اس کی سمت دیکھ نہیں سکی تھی اور نظریں جھکا گئی تھی۔

معارج تغلق کی نگاہ اس کے چہرے سے ہٹی نہیں تھی' اس کے چہرے پر ایسا کیا خاص تھا کہ معارج تغلق کی نگاہ آج بند ہو کر رہ گئی تھی...

کسی خاص جذبے کی آمد تھی یا پھر کوئی دستک تھی دل پر؟

یا پھر کوئی اور خواب دکھانے آیا تھا وہ؟

یا پھر کچھ نئے ارادے باندھ کر پھر کوئی کرشمہ سازی کرنے آیا تھا؟

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

انائیا ملک کو اس لمس میں ایسا خاص کیا محسوس ہوا تھا کہ اس کی آہٹ دل تک آئی تھی...

کیایہ محبت کا آغاز تھا؟

اسے معارج تغلق سے محبت ہو رہی تھی؟

یا کسی بھولے بھٹکے لمحے میں ہوئی محبت کا احساس ہی آج ہوا تھا؟

وہ لمحہ کسی بدگمان لمحے میں آیا تھا یا پھر آج ہی یہ احساس دل میں کہیں جاگا تھا؟ انائیا ملک نے گھبرا کر اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نکالنا چاہا تھا مگر معارج تغلق جیسے اس پر مائل نہیں تھا یا پھر وہ ان لمحوں کو کچھ طول دینا چاہتا تھا۔انائیا ملک نے تیز برستی بارش میں اس شخص کے چہرے کو دیکھا تھا' اس کی آنکھوں میں اس ایک تاثر کو پرکھنے اور جاننے کی کوشش کی تھی' جب معارج تغلق اپنا چہرہ اس کے چہرے کے کچھ قریب لے آیا تھا۔انائیا ملک کا دل ایک لمحے میں بہت تیزی سے دھڑکا تھا۔

"تم...!" اس نے اندر کے شور سے گھبرا کر جیسے کچھ بولنا چاہا تھا۔معارج تغلق نے اس کے لبوں پر انگلی رکھ دی تھی۔انائیا ملک حیرت سے اس کی سمت تکنے لگی تھی۔

یہ بارش تھی یا کوئی جادو...

کیسی پراسراریت تھی ان لمحوں میں

کیا جادو کررہا تھا یہ موسم... انائیا ملک کو اپنا دل کسی خاص آہنگ کے زیر کیوں محسوس ہوا تھا۔

کیا تھا یہ؟

محبت...؟

یا پھر محبت سا کوئی احساس؟

یا پھر کوئی وہم...

مگر دل جیسے کہیں بند کیوں ہورہا تھا؟

یا پھر یہ موسم کوئی بندھن باندھ رہا تھا

کوئی اسم پھونکا تھا کسی نے اور پوری فضا کو اپنے ساتھ باندھ لیا تھا۔

کیا ہوا تھا کہ ساری عقل ایک طرف دھری رہ گئی تھی۔فرد کی کچھ خبر نہیں رہی تھی۔معارج تغلق نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور پھر اٹھ کر اسے لے کر اپنے ساتھ چلنے لگا تھا۔وہ کسی مقناطیسی انداز میں اس کے ساتھ کھنچنے لگی تھی۔

کیا تھا کہ وہ ایک بار بھی تعرض نہیں برت سکی تھی۔

کیا ایسا تھااس لمحے میں جو کوئی جادو گر بن کر بیٹھا تھا؟یا پھر نئے اسباب ہمراہ لایا تھا وہ اس کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر خاموشی سے اس کا معمول بنی کیوں چل رہی تھی؟

کوئی عشق تھا؟ یا پھر مجبوری تھی؟ وہ کیوں اس کی ہمراہی قبول کررہی تھی' اگر اس کے قدم سے قدم ملا کر چلنا معارج تغلق کی کوئی ڈھکی چھپی خواہش تھی تو وہ اس خواہش کو کیوں تکمیل تک پہنچارہی تھی؟ اس خاموشی میں کیا اسرار تھا کیا بھید رکھتی تھی وہ بھیگتی شام... وہ اس کا ہاتھ تھام کر گھنے املتاس کے پیڑ تلے آن کھڑا ہوا تھا' کئی پھول پتے تیز ہوا سے ٹوٹ کر بکھر رہے تھے۔وہ آدھی پیڑ کے سائے تلے تھی اور

آدھی بارش میں بھیگ رہی تھی۔اس کا وجود ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔انائیا سر اٹھا کر اس کی سمت دیکھنا چاہتی تھی' مگر ایسا کر نہیں پائی تھی۔معارج تغلق نے اس کی جھکتی پلکوں کو دیکھا تھا' وہ جس طرح اس کے ساتھ تھی شاید وہ ان کمفرٹیبل محسوس کررہی تھی' اس کے کانپتے وجود کو دیکھتے ہوئے اس نے کچھ کہنے کا ارادہ ملتوی کردیا تھا۔اپنا کوٹ اتار کر آہستگی سے اس کے شانوں پر ڈالا تھا۔انائیا ملک اس عمل پر حیران رہ گئی تھی۔حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

"آپ...!" انائیا ملک کچھ کہنے کی کوشش کرنا چاہتی تھی' مگر جانے کیا ہوا تھا' جیسے چپ لگ گئی تھی۔بادل بہت تیزی سے گرجا تھا اور بجلی بھی چمکی تھی۔وہ خوف سے معارج تغلق کے سینے پر سر رکھتے ہوئے چہرہ چھپا گئی تھی۔
بہت غیر ارادی طور پر ہوا تھایہ بنا منصوبہ بندی کیے' بنا کچھ سوچے۔حیران تو شاید معارج تغلق بھی ہوا تھا' اسے اپنے سینے پر سر رکھے دیکھ کر۔وہ اس کے وجود میں اس طرح پناہ ڈھونڈ سکتی تھی' اسے اس کا اندازہ نہیں تھا۔

انائیا ملک کے حواس کچھ لمحے گزرنے کے بعد تب بیدار ہوئے تھے جب اس کی دھڑکنوں کی آواز اسے اپنے کانوں میں سنائی دی تھی۔اس کے وجود کی خوشبو' کلون کی مخصوص مہک' اس کے بہت قریب ہونے کا احساس لمحہ بھر ہوا تھا اور وہ اس کے سینے پر سر اٹھائے ہوئے پیچھے ہٹ گئی تھی اور لاتعلقی کے انداز میں چہرہ پھیر کر کھڑی ہوگئی تھی۔

"آپ یہاں کسی خاص کام سے آئے تھے؟" غالباً اپنی خجلت مٹانے کو پوچھا تھا' معارج تغلق نے اس کی طرف بھرپور نگاہ ڈالی تھی۔

"مجھے تم سے ضروری بات کرنا تھی مگر..." وہ بھی شاید ایسی ہی کسی کشمکش سے گزررہا تھا' جس سے انائیا گزر رہی تھی۔

"مگر...!' انائیا نے اس کی سمت کن انکھیوں سے دیکھا تھا۔

"اوں ہوں..." معارج تغلق نے الجھے ہوئے انداز میں سر انکار میں ہلادیا تھا۔"میں چلتا ہوں۔" وہ کہتے ہی پلٹ کر اپنی گاڑی کی سمت بڑھ گیا اور دوسرے ہی پل اس کی گاڑی کھلے گیٹ سے باہر نکل گئی۔

انائیا ملک کو یوں لگا تھا کہ جیسے جاں مشکل میں گر رہی تھی۔ایک اضطرابی پہلی بار دل سے لپٹی محسوس ہوئی تھی۔

کیسا احساس تھا یہ؟ وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔

...☆☆☆...

اناہیتا پارٹی میں جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی۔پارسا نے دروازہ کھول کر اندر جھانکا۔

"تم ابھی تک تیار نہیں ہوئیں؟ ایکسل کا تیسری بار فون آچکا ہے۔بے چارا وہاں پریشان ہو رہا ہے، تم بھی ابھی تک یہیں ہو، اور دامیان بھی وہاں نہیں پہنچا۔اسے ڈر ہے کہ کہیں تم دونوں عین موقع پر اسے دغا نہ دے جاؤ۔" اناہیتا نے خود پر پرفیوم اسپرے کیا اور پھر اس کی سمت دیکھا تھا۔

"میں تیار ہوں، ایکسل جانتا ہے میں کہہ کر مکرتی نہیں، پھر جان کیوں نکلی جا رہی ہے اس کی۔میں صرف حیدر مرتضیٰ کا انتظار کر رہی ہوں۔" اس نے بریسلیٹ پہنتے ہوئے کہا۔

"اوہ تو تم نے حیدر مرتضیٰ کے ساتھ جانا ہے تو پھر میں یہاں کھڑی کیا کر رہی ہوں؟ میں عدن سے پوچھتی ہوں اگر وہ مجھے ڈراپ کر سکے۔" وہ بولی تھی اور جانے کو پلٹی تھی۔

"پارسا رکو! حیدر نے کہا تھا اسے میرے ساتھ جانا ہے۔کوئی بات نہیں، میں اسے راستے میں فون کر دوں گی، تم میرے ساتھ چلو۔" اناہیتا اٹھ کھڑی ہوئی تھی، پارسا نے اسے دیکھا تھا اور پھر سر ہلا دیا تھا۔

"تم کچھ زیادہ دھونس نہیں جمانے لگیں؟ بھابی بننے جا رہی ہو شاید اس لیے۔" اناہیتا نے اسے چھیڑا، وہ جھینپ گئی تھی۔

"تمہیں عدن نے بتادیا؟"

"آف کورس! میرا بھائی ہے، میں بہت خوش ہوں اس سب کے لیے۔مجھے خوشی ہوئی کہ تم اس کے لیے تیار ہو۔مجھے امید ہے کہ تم نے یہ فیصلہ کسی دباؤ میں آ کر نہیں لیا ہو گا۔" اناہیتا نے ڈرائیونگ کرتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

"عدن نے ممی ڈیڈی سے بات کی ہے، جلد تم دونوں اس رشتے میں بندھ جاؤ گے۔کتنا کچھ کرنا پڑے گا نا، ڈھیر ساری تیاریاں، ڈھیر ساری شاپنگ میں

بہت خوش ہوں۔" انابیتا مسکرائی تھی، پارسا اس کی سمت دیکھتی ہوئی مسکرادی تھی۔

...☆☆☆...

میرے دل میں جو ہلچل ہے

میرے سنگ چلتی اضطرابی

اس کے اسباب خاموشی میں کھڑی ڈھونڈتی ہے

محبت نام دوں اس کو

یا تاویل کوئی ڈھونڈوں

یا وہم اسے جانوں

محبت دھنک رنگ اوڑھے

میرے ساتھ ساتھ چلتی

کوئی سرگوشی میرے کان میں کرتی

اتنی بے چین سی کیوں تھی

اسے کچھ مجھ سے کہنا تھا

یا پھر کچھ مجھ سے سننا تھا؟

محبت کے لہجے میں کیسی وہ خواہشیں تھیں

میں اس کو سننا چاہتی تھی

مگر سانس جو دل میں رکی تھی

اسے کچھ بے یقینی تھی

محبت ہورہی تھی یا

محبت ہونے والی تھی

محبت اپنے رنگ بکھیرتی

کیسے اپنے سنگ باندھ رہی تھی

آدھی چپ کواوڑھے

کھڑی آدمی محبت

کچھ بے چین سی تھی...!

محبت ہوگئی تھی یا

محبت ہورہی تھی...

اندر کے اضطراب سے گھبرا کر انائیا ملک نے سر نفی میں ہلادیا تھا اور ٹیرس پر آگئی۔یہ کیا ہورہا تھا' اس کا دل کسی خیال سے بند ہوگیا تھا۔کیوں بار بار ذہن بھٹک کر اس کی سمت جارہا تھا۔

یہ کیا ہورہا تھا اسے؟ وہ آپ حیران تھی' وہ چونکی جب اس کا سیل بجا تھا۔ معارج تغلق کا نمبر دیکھ کر انائیا ملک نے فون اٹھایا تھا۔

"میں نیچے کھڑا ہوں' تم نیچے آجاؤ۔" معارج تغلق نے حکم دیا تھا اور کال کا سلسلہ منقطع کردیا تھا۔

انائیا ملک نے ایک لمحے کو سوچا تھا' پھر نیچے آگئی' جیسے وہ اس کا معمول تھی۔ معارج تغلق اس کا منتظر تھا' سو اس کے لیے گاڑی کا دروازہ کھول دیا تھا۔

...☆☆☆...

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جوں جوں اناہیتا کے Skit کا ٹائم قریب آرہا تھا' اس کی حالت بری ہورہی تھی' جانے سارا اعتماد کہاں گیا تھا۔اسے اپنے ہاتھوں میں نمی محسوس کرکے خود پر بہت غصہ آیا تھا' وہ ایسی تو نہیں تھی۔

"تم ریڈی ہو' نا؟" ایکسل نے اس کے قریب آکر پوچھا تھا۔اناہیتا نے سر ہلایا تبھی نگاہ اس سے دور کھڑے دامیان سوری پر پڑی تھی۔وہ اس وقت اسکٹ کے لیے ریڈی تھا' اس کا اونچا لمبا قد اس شیروانی میں بہت نمایاں تھا' کسرتی جسم' اس کا انداز اور شاہانہ بنارہا تھا۔

اناہیتا جانے کیوں اس کی سمت سے نگاہ نہیں ہٹا پائی تھی۔دامیان نے اس کی سمت دیکھا تھا مگر تبھی اس لمحے میں وہ اس کی سمت سے اپنی نظریں چرا گئی تھی۔دامیان سوری نے اس کی چوری پکڑلی تھی مگر وہ اس کے قریب نہیں آیا تھا' نا کچھ بولا تھا۔

"اناہیتا! ناؤ اٹس یور ٹرن! تمہیں فرسٹ انٹری دینا ہے' اس کے بعد دامیان آئے گا۔" ایکسل نے سمجھایا تھا' اناہیتا نے سر ہلادیا تھا مگر حقیقت میں وہ بہت نروس تھی۔اپنے اندر کے اعتماد کو مجتمع کرتی ہوئی وہ اسٹیج پر آگئی تھی'

پردہ کھنچ گیا اور وہ خالی خالی نظروں سے سامنے بیٹھی کراوڈ کو دیکھنے لگی تھی۔ اس سے پہلے کہ اس پر کوئی ہوٹنگ ہوتی دامیان اس کے پیچھے آن کھڑا ہوا تھا۔

"انار کلی! تمہاری بے چینی سمجھ سکتا ہوں میں مگر ایک بار میری آنکھوں میں دیکھو' ان دھڑکنوں کو سنو اور پھر کہو کہ کیا یہ محبت غلط ہے؟ یا پھر اس محبت کا احساس نظر انداز کرنے کے لائق ہے؟" اس کی بھاری آواز پر وہ پلٹی تھی اور اس سے ٹکرا کر شاید توازن بر قرار نہ رکھ پائی تبھی دامیان سوری نے اس کے گرد اپنے مضبوط بازو پھیلا کر ایک آہنی دیوار بنا دی تھی۔ایسا کرنے سے وہ اس کے کچھ قریب آگئی

تھی۔ہال میں سیٹیاں بجی تھیں۔شور اٹھا تھا۔مگر دامیان نے اس شور کو نظر انداز کردیا تھا۔انابیتا اس کی سمت سخت الجھن سے دیکھ رہی تھی۔

"انار کلی' اس الجھن سے باہر نکل آؤ۔میں جانتا ہوں سمجھ سکتا ہوں اور اس مدہم سرگوشی کو بھی جو تمہارے دل میں کہیں دبی ہے اور جس کو تم اب تک نہیں کہہ سکی۔میں اس ان کہی کو بھی سن سکتا ہوں میری آنکھوں میں دیکھو انار کلی! کیا ہمیں اب بھی لفظوں کی ضرورت ہے؟کیا تاویلیں باندھیں گے؟ خسارے کی فکر کب تک رہے گی اور موت کے خوف سے کب تک ہم ایک دوسرے سے نظریں بچاتے رہیں گے؟ محبت راز بنا کر کب تک ان دھڑکنوں میں قید رہے گی انار کلی؟ محبت کو سانس لینے دو اس رشتے کو بندھ جانے دو۔" انابیتا اس کی آنکھوں میں یک ٹک دیکھ رہی تھی۔وہ اپنے سارے ڈائیلاگز بھی بھول چکی تھی۔عجیب کھویا کھویا سا انداز تھا اس کا اس قرب میں وہ دامیان سوری کی دھڑکنوں کو کیا واقعی سن پائی تھی؟ ان دھڑکنوں میں دبا ہوا راز جان پائی تھی؟

"انار کلی! محبت ایسے نہیں ہوتی۔اس خوف کے بوجھ سے تو محبت دب کر دم توڑ جائے گی۔تمہیں اعتبار کرنا ہوگا۔مجھ پر میری محبت پر میں کبھی تمہیں تنہا نہیں چھوڑوں گا تمہیں اس کا احساس دلانا میرے لیے بہت ضروری ہے۔بے

حساب محبت کرتا ہوں میں تم سے۔اس محبت کو ناپنا میرے اختیار میں نہیں۔ مگر تمہارے لیے جو محسوس کرتا ہوں وہ تم سے کہنا بہت ضروری ہے۔کیا کروں؟ بتاؤ ایسا کیا کروں انار کلی کہ تمہیں یقین آجائے؟" دامیان سوری اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا تھا۔

"تمہاری آنکھوں میں جب دیکھتا ہوں تو پتا ہے تمہاری آنکھیں کیا کہتی ہیں؟ انہیں میری ضرورت ہے۔پل دو پل کے لیے نہیں تمام عمر کے لیے انہیں میری ضرورت ہے۔اگر تم اپنی آنکھوں کو چھپا بھی لو گی تو مجھے اس کی خبر ہوجائے گی کہ ان آنکھوں میں کیا خواہش ہے اور تمہارے دل میں کیا ہے۔ تم اپنی تمام عمر میرے ساتھ گزارنا چاہتی ہو انار کلی! ایسا تمہاری یہ آنکھیں کہہ رہی ہیں۔تم کبھی مجھ سے دور جانا نہیں چاہتیں۔کبھی مجھے چھوڑنا نہیں چاہتیں۔یہ بات میں تمہاری آنکھوں سے جان سکتا ہوں۔جب یہ سب آنکھیں کہتی ہیں تو تم کیوں نہیں انار کلی؟"

"اپنے ڈائیلاگز بولو اناہیتا!" اناہیتا کے کان میں لگے بلو ٹوتھ میں ایکسل کی آواز آئی تھی۔اناہیتا جیسے کسی خواب سے بیدار ہوئی تھی۔

"اناہیتا! تم اپنے ڈائیلاگز بھول گئی ہو۔اٹس اوکے' جو دامیان کہہ رہاہے اسے چپ چاپ سنو۔اگر تمہیں اپنی لائنز یاد آجاتی ہیں تو بولنا ورنہ خاموشی سے سنتی رہو۔" ایکسل سمجھا رہا تھا۔

اناہیتا بہت سہولت سے اس کی گرفت سے نکل کر دور ہوئی اور رخ پھیر کر کھڑی ہوئی تھی۔

"سلیم! محبت خواب جیسی ہوتی ہے آنکھ کھول کر دیکھو تو کہیں دکھائی نہیں دیتی' مجھے ڈر لگتا ہے میں ہمیشہ اپنی آنکھیں بند نہیں رکھ سکتی نا اپنی آنکھیں کھول کر دیکھنے پر محبت کو غائب ہوتا دیکھ سکتی ہوں۔مجھے اپنی محبت نہیں چاہیے۔اس محبت کو سانس لیتے دیکھنا میرا بھی خواب ہے مگر سارے خواب پورے تو نہیں ہوتے نا؟" ہال تالیوں سے گونج اٹھا تھا۔

"میری محبت خواب نہیں ہے انار کلی! جو تم آنکھ کھول کر دیکھو تو سارا منظر سراب بن جائے۔یہ محبت ہمارے اندر سانس لیتی ہے۔جسے میں تمہاری دھڑکن میں سنتا ہوں۔آنکھوں میں دیکھتا ہوں۔جو شے دکھائی اور سنائی دیتی ہے وہ سراب کیسے ہوسکتی ہے۔ہماری محبت سراب نہیں ہے نا خواب جیسی

ہے انار کلی! اپنے خوف کو ختم کرو' اس ڈر کو مٹا دو۔ میری محبت کبھی تمہیں تنہا نہیں چھوڑے گی۔" دامیان سوری چلتے ہوئے اس کے سامنے آن رکا تھا۔ اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا اور پھر اس کو شانوں سے تھام کر پورے یقین سے بولا۔"میری محبت پر یقین کرو انار کلی!" اس کے سامنے اپنا ہاتھ پھیلا رہا تھا۔

"اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو اور باقی سب فراموش کردو' بھول جاؤ۔ محبت دو مختلف سمتوں میں سوچنے کا نام نہیں ایک راہ پر قدم قدم چلنے کا نام ہے۔ مجھے وہ ایک موقع دو میں تمہارے سارے ڈر دور کردوں گا۔ میرا یقین کرو انار کلی!" انار کلی نے اس کی آنکھوں میں دیکھا اور پھر اس کے پھیلے ہوئے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ہال تالیوں سے گونج اٹھا تھا اور ایکسل نے پردہ گرانے کا اشارہ دے دیا تھا۔اناہیتا دامیان سوری کی سمت دیکھ رہی تھی۔ پھر یکدم اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ کھینچتے ہوئے وہ دو قدم دور ہوئی تھی۔اس کی سمت سے نگاہ ہٹا کر مڑی تھی اور وہاں سے نکل گئی تھی۔دامیان سوری اپنے اس خالی ہاتھ کو اور پھر اسے دور جاتے ہوئے دیکھتا رہ گیا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

...☆☆☆...

انائیا ملک نے اس ریسٹورنٹ کی مدہم روشنی میں اپنے سامنے بیٹھے معارج تغلق کو دیکھا۔

"مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟ ایسا کیا ضروری کام تھا؟" انائیا نے پوچھا۔معارج تغلق نے اس کی طرف بغور دیکھا تھا۔

"انائیا! جو بھی ہوا مجھے اس کے لیے افسوس ہے اور تمہیں تکلیف پہنچائے جانے پر میں تم سے معافی مانگنا چاہتا ہوں۔میں نے بہت سوچا مجھے اچھا نہیں لگا۔میں اپنی غلطی ماننے میں ہچکچاتا نہیں۔یہ نہیں کہوں گا کہ مجھ سے غلطی ہوئی' غلطی نہیں تھی وہ۔وہ ایک سوچا سمجھا منصوبہ تھا۔مگر اس وقت کے لیے مجھے وہ سب کرنا مناسب لگا تھا مگر اب تمہیں وہ تکلیف پہنچا کر جانے کیوں مجھے اچھا نہیں لگا۔شاید لفظ سوری بہت چھوٹا ہو اور تمہارا نقصان بہت بڑا مگر میں کھلے دل کا مالک ہوں۔میرے لیے کسی کے سامنے جھکنا شرمندگی کا باعث نہیں ہے۔اگر غلطی میری ہے تو مجھے اس کے لیے تدارک کرنا بھی ضروری خیال کرنا چاہیے۔اس لیے میں تم سے ملنا چاہتا تھا اور بات کرنا چاہتا

تھا۔ تمہیں جو بھی تکلیف میرے باعث ہوئی اس کے لیے آئی ایم رئیلی سوری مگر...!“ وہ کہہ کر رکا تھا۔ انائیا چونکی تھی۔

”مگر...!“ معارج نے اس کی سمت دیکھا پھر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔

”ہر بات کا ازالہ ہوسکتا ہے۔ میں Compensate کرسکتا ہوں۔“ شاید اس کا ارادہ غلط نہیں تھا مگر اس کی کہی گئی بات پر انائیا ملک کو غصہ آگیا تھا۔

”کیا...؟ تم مجھے میری تکلیف کے لیے Compensat کرو گے؟ تم ہر شے کو دولت میں تولنا جانتے ہو کیسے انسان ہو تم معارج تغلق؟ تمہارے لیے ہر شے کا مفہوم صرف یہ دولت ہی کیوں ہے؟“

”تم غلط سمجھ رہی ہو انائیا! میرا مقصد وہ نہیں تھا۔ میں تمہیں صرف اس کا بات کا یقین دلانا چاہتا تھا کہ اب میں تمہیں اور زک نہیں پہنچاؤں گا میری طرف سے تم بے فکر ہوجاؤ اور کھل کر سانس لو۔ تمہاری فیملی کو یا تمہیں میں مزید کوئی تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔ میں نے جو بھی کیا اس کے لیے میرے پاس ٹھوس جواز تھا اور وہ کرنا اتنا غلط نہیں تھا۔ مگر مجھے تمہاری تکلیف اور تمہارے جذبات کا بھی احساس ہے سو...!“ وہ بات ادھوری چھوڑ کر انائیا ملک کی

طرف دیکھنے لگا تھا۔ انائیا ملک کو وہ شخص اس معارج تغلق سے بہت مختلف لگا تھا۔ بہت بے ضرر، بہت حساس اور جانب دار۔

”اس رشتے کی حقیقت کیا ہے معارج تغلق؟ یا پھر کوئی حقیقت ہے بھی یا کہ نہیں؟ تم نے پہلی ملاقات کے بعد مجھے ایک پروپوزل دیا تھا اور اس کے ساتھ ایک بڑی رقم کی آفر بھی کی تھی، مجھے لگتا ہے تم آج بھی ایسی ہی کوئی آفر کر رہے ہو۔“ انائیا ملک بولی تھی۔

”ایسا نہیں ہے انائیا! تم غلط سمجھ رہی ہو میرے لیے اب تمہارا حصول کوئی معنی نہیں رکھتا اور...!“ جانے کیوں وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا تھا چپ ہو گیا تھا۔ انائیا ملک اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

...☆☆☆...

”انا کیا تم دامیان کو معاف نہیں کرسکتیں؟“ واپسی پر پارسا چوہدری نے پوچھا تو انابیتا بیگ نے اسے چونک کر دیکھا تھا۔

”تم شاید ایک بات نہیں جانتی انابیتا! تم دونوں ساتھ ساتھ چلتے بہت اچھے لگتے ہو۔ تم جانتی ہو حیدر مرتضیٰ بھی تمہارا SKIT دیکھنے آیا تھا مگر جانے کیوں وہ

تم سے ملے بنا اور SKIT پورا دیکھے بنا چلا گیا۔" پارسا کے بتانے پر وہ حیران ہوئی تھی۔

"حیدر مرتضیٰ آیا تھا اور وہ مجھ سے ملے بنا چلا گیا ایسا کیوں؟" وہ الجھی تھی۔

"انابیتا شاید اسے کسی بات کا ادراک ہو گیا ہے جس بات کو تم سمجھ نہیں پا رہی ہو۔وہ بات اس کی سمجھ میں آگئی ہے؟"

"پارسا! میں نہیں جانتی تم کیا کہہ رہی ہو مگر حیدر مرتضیٰ کے جانے کی وجہ یہ بھی تو ہوسکتی ہے نا کہ اسے کوئی ضروری کام آگیا ہو۔تبھی وہ نکل گیا۔خیر میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔دامیان کو معاف کرنے کے بارے میں سوچنا نہیں چاہتی کیونکہ اس سے میرا کوئی واسطہ نہیں اور جب واسطہ ہی نہیں تو کیا جواز بنتا ہے اس کے بارے میں سوچنے یا بات کرنے کا؟"

انابیتا قطعی لہجے میں بولی تھی۔پارسا اسے دیکھ کر رہ گئی۔

...☆☆☆...

انابیتا بیگ میچ کی پریکٹس کے لیے نکل رہی تھی جب حیدر مرتضیٰ وہاں آگیا تھا۔وہ اسے اپنے سامنے دیکھ کر ملائمت سے مسکرائی تھی۔

"حیدر! میں صبح سے تم سے بات کرنا چاہ رہی تھی مگر تمہارا سیل فون آف تھا۔شاید تم بزی تھے مگر...!"

"میں بزی تھا انا! مجھے پیکنگ کرنا تھا۔میں واپس جا رہا ہوں۔تمہیں یہاں یہی بتانے آیا تھا۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولا تھا انابیتا بیگ اسے حیرت سے دیکھنے لگی تھی۔

"کیا مطلب اس طرح کیسے؟ ابھی تو...!"

"میں تمہارا فیصلہ سننا چاہتا تھا انابیتا بیگ! مگر اب مجھے لگتا ہے اس کی ضرورت باقی نہیں رہی۔مجھے تمہارے فیصلے کا انتظار تھا مگر ایک فیصلہ میرے اندر نے کیا اور مجھے اسے ماننا ضروری لگا۔" حیدر مرتضیٰ متانت سے بولا تھا۔

"مگر اس طرح کیسے اچانک..." انابیتا بیگ حیران تھی۔

""انابیتا! ہم ایک دوسرے کے لیے نہیں ہیں۔مجھے اس کا احساس ہو گیا ہے۔تم سے مل کر اچھا لگا۔مگر ہم اس رشتے کو آگے نہیں بڑھا سکتے سوری..."

کہہ کر وہ اس کی جانب دیکھنے لگا تھا اور پھر مڑا تھا اور وہاں سے نکل گیا تھا۔انابیتا بیگ الجھن سے اسے جاتا ہوا دیکھنے لگی تھی۔

...☆☆☆...

"میرا... خواب تھا... تمہارے ساتھ... ایک طویل عمر... گزارنا... مگر...وہ... پورا نہ... ہوسکا۔" جہانگیر ملک بہت مشکل سے اپنی بات مکمل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔زائرہ ملک نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے مزید بولنے سے روک دیا تھا۔

"آپ زیادہ مت بولیں ڈاکٹر نے بولنے سے منع کیا ہے۔"

"ن... نہیں زائرہ...! مجھے... بولنے دو۔میں تمہیں چھوڑ کر... جانا... نہیں... چاہ... چاہتا تھا مگر مجھے میرا ضمیر... ملامت... کرتا رہتا... تم... تم جانتی ہو۔ہم لندن میں آخری بار تانیا تغلق سے ملے تھے؟ تانیا...! مجھ سے محبت کرتی... تھی۔اس کا احساس مجھے... بہت دیر میں ہوا۔اسے اپنی زندگی میں جتنی بھی تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا... یا... وہ جس تجربے... کا شکار ہوئی اس کی وجہ... کہیں نہ کہیں میں اور مجھ سے اس کی محبت تھی۔جب اس کی... موت... کی خبر آئی میں نے خود کو اس کا... سب... سب سے بڑا مجرم پایا۔ یہی وجہ تھی کہ میں خود کو سزا دینے کے لیے... تم سے... دور ہو گیا۔مجھے یہ

خیال نہیں... رہتا تھا کہ اس کے ساتھ جو بھی ہوا اس کا ذمے دار میں ہوں اور میری وجہ سے اس نے اتنا... درد سہا... میں خود کو... کبھی معاف... نہیں کرپایا۔"

انائیا ملک نے دروازے کے پیچوں بیچ کھڑے یہ سب سنا تھا اور اسے احساس ہوا تھا کہ اس کی سوچ غلط نہیں تھی اس کا اندازہ یہی تھا کہ جہانگیر ملک نے خود کو سزا کے طور پر یہ راستا چُنا تھا۔

"لیکن جو بھی تانیا کے ساتھ ہوا اس کے ذمے دار آپ نہیں ہیں پھر ایسا کیوں کیا۔آپ کو ہماری یاد نہیں آئی' ایک بار بھی جانے سے پہلے ہمارے بارے میں نہیں سوچا؟" زائرہ ملک جذباتی انداز میں بولی تھی۔

"مجھے... احساس ہے زائرہ...! مگر... شاید... میں یہاں رہتا تو مرجاتا۔میرا دم... گھٹنے لگا تھا' میں نہیں... رہ سکا اور چلا گیا۔پوری عمر سزا میں کاٹی...

مگر ابھی بھی... لگتا ہے کم ہے، تانیا کی زندگی کی سزا... اس کی خود کو دی جانے والی تکلیف میری سزا اور تکلیف کے مقابلے میں بہت کم ہے مگر مجھے تمہیں دی گئی سزا کا بھی احساس تھا... تمہاری طرف لوٹ کر... آیا ہوں۔"

زائرہ ملک جہانگیر ملک کے ہاتھ تھامے چپ چاپ آنسو بہا رہی تھی۔

...☆☆☆...

"تمہیں کیوں لگتا ہے انابیتا بیگ کہ تمہاری زندگی میں ہونے والی ہر بات کا جواز صرف اور صرف میں ہوں؟" دامیان سوری فون پر دوسری طرف الجھ کر بولا تھا۔انابیتا کو اس کے لہجے کا سکون اچھا نہیں لگا تھا۔

"تم جھوٹ کہہ رہے ہو دامیان! میں جانتی ہوں تم حیدر مرتضیٰ کے جانے کی وجہ ہو۔تم نے ضرور اسے کچھ کہا ہے۔تبھی اچانک سے وہ چلا گیا۔" انابیتا اس پر صاف الزام لگا رہی تھی۔وہ سلگ اٹھا تھا۔

"تم ایک کام کرو، ابھی حیدر مرتضیٰ کو فون کرو اور پوچھو اس سے اس کے جانے کی وجہ کیا ہے تمہیں کیوں لگتا ہے کہ میں نے ایسا کچھ اس سے کہا؟ میں تو اس سے ملا بھی نہیں۔تمہیں اس کے جانے کا اتنا قلق کیوں ہے؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دامیان سوری بولا۔انابیتا نے اپنے اندر کے غصے کو دبایا اور گہری سانس لی تھی۔

"مجھے اس کے جانے کا کوئی قلق ہے یا اس کے جانے سے مجھے کوئی افسوس ہوتا ہے اس سے تمہیں کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔" انابیتا بیگ نے کہہ کر فون کا سلسلہ منقطع کردیا تھا۔دامیان سوری فون دیکھ کر رہ گیا تھا۔

...☆☆☆...

مسٹر اور مسز بیگ نے عدن اور پارسا کی تاریخ دو دن بعد کی مقرر کردی تھی۔سو گھر کے ماحول میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی تھی انابیتا اپنے مسائل بھول کر پارسا کے لیے شاپنگ کرنے گئی تھی۔

عدن پارسا سے کوئی ضروری بات کرنا چاہتا تھا مگر اس کے لیے اسے وقت نہیں مل سکا تھا۔زائرہ ملک چونکہ جہانگیر ملک کے ساتھ بزی تھیں سو وہ ان معاملات سے دور تھیں اور اسی باعث سادگی سے نکاح رکھا گیا تھا اور شادی بعد پر ملتوی کردی گئی تھی۔

"جہانگیر بھائی کو صحت یاب ہوتے دیکھ ہمیں بہت خوشی ہو رہی ہے زائرہ! تم جب ہر بات کی امید ختم کرچکی تھیں تب خدا نے ایک راہ تمہاری زندگی میں کھول دی۔اسے کہتے ہیں خدا کسی کے ساتھ نا انصافی نہیں کرتا اور کبھی کسی کا انتظار رائیگاں نہیں جاتا۔" مسز بیگ نے جہانگیر ملک سے ملنے کے بعد زائرہ سے کہا تھا۔

"میری بہن نے پہاڑ سی زندگی تنہا گزاری ہے۔خدا اپنے بندوں کے ساتھ اتنی نا انصافی کبھی نہیں کرتا تبھی تو جہانگیر ملک کو واپس اس کی زندگی میں بھیج دیا۔" مسٹر بیگ بولے تھے اور ابا نے اس کی تائید کی تھی۔

"ہر رات کی صبح ہوتی ہے۔سو مشکلات کے بعد ایک اچھا وقت بھی آتا ہے۔ زائرہ اس کے لیے ڈی زرو کرتی ہے۔" ابا نے کہا تھا۔

"میں خوش ہوں کہ نہیں یہ نہیں جانتی مگر جہانگیر ملک کو واپس دیکھ کر جیسے اندر کہیں بہت سکون محسوس ہوا ہے۔" زائرہ صاف گوئی سے بولی تھی۔

"جہانگیر بھائی کو کب ڈسچارج کیا جا رہا ہے؟ ہم نے فی الحال سادگی سے نکاح رکھا ہے باقی کی تقریبات ہم ان کی صحت یابی کے بعد منعقد کرلیں گے۔" مسز بیگ نے بتایا تھا۔

"بھابی! جہانگیر اب بہتر ہے۔دو چار دن میں ڈاکٹر شاید ڈس چارج کردیں گے۔آپ خوشیوں کو محدود مت کریں۔کتنے عرصے بعد تو کوئی اچھی خبر سننے کو ملی ہے۔"

"انائیا کہاں ہے؟ دکھائی نہیں دے رہی؟" مسز بیگ نے پوچھا تھا۔

"وہ شاید کسی کام سے گئی ہے۔بہت پریشان رہی ہے۔جہانگیر کو لے کر تبھی میرے پاس چلی آئی معارج روز آتا ہے خیریت معلوم کرنے۔" زائرہ ملک نے قصداً جھوٹ کہا تھا۔اتنی بڑی بات کو بھائی بھابی کے سامنے اس طرح نہیں کھول سکتی تھی۔

"خدا نے بہت اچھا داماد دیا ہے تمہیں زائرہ! میں دعا کرتی ہوں ہر بیٹی کو اتنا ہی اچھا بر ملے۔" مسز بیگ نے کہا تھا۔

"انا کیا ہوا ہے؟ وہ لڑکا جو کینیڈا سے آیا تھا انا کو پسند آیا کہ نہیں؟" زائرہ نے پوچھا تھا۔

"کہاں زائرہ! وہ تو واپس چلا گیا جانے کیا لکھا ہے میری بچی کے نصیب میں۔"

"کوئی بات نہیں بھابی! خدا نصیب اچھے کرے۔ضرور کچھ اچھا سوچ کر رکھا ہو گا خدا نے۔ آپ اس کی فکر مت کریں۔" زائرہ نے کہا تھا تو مسز بیگ نے سر ہلا دیا تھا۔

...☆☆☆...

محبت میری سمت آئی

راستے بناتی

چاروں سمت گھیرتی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دائرے بناتی

مجھے اپنے ساتھ باندھ رہی ہے

اس کی آنکھوں کے خیال

اس کی باتوں کے ملال

بکھرے ہیں کمرے میں سوکھے پھولوں کی طرح

اس کے لہجے کی خوشبو

اس کی باتوں کی کسک

بھیگتی بارش سی شور مچاتی ہے کہیں

میرے اندر چار سو

ہر کونے تو ہی رو برو

تم سے بھاگوں... دور کہاں تک نکلوں؟

تیرے خیال

تیرے گماں سے نگاہ کیسے پھیروں

محبت کچھ بد گماں سی جب

میرے ساتھ چلتی ہے تو

کئی سوال اس کے لبوں پر آ کر ٹوٹ جاتے ہیں

وہ ہر سمت ڈھونڈتی نظر

وہ سب بے سبب بولتی آنکھیں

کیسے شکوے کرتی ہیں

محبت ہے کہ نہیں

محبت ہوجائے بھی تو کیا

محبت کے ہونے کا یقین ضروری ہے

اگر یقین نہیں تو پھر

محبت کیسے بات کرے

کیسے خواب بنے

انا ساحل پر تنہا چپ چاپ لہروں کے ساتھ چل رہی تھی۔

وہ کس خیال سے بندھ رہی تھی وہ دو آنکھیں ذہن سے ہر سوچ سے کیسے چپک کر رہ گئی تھیں اور وہ کیوں اسے سوچے جا رہی تھی۔وہ خود اس کے بارے میں سوچ کر حیران تھی۔

یہ کیسے ہوا تھا؟

محبت ایسے کیسے ہو سکتی ہے؟

وہ بھی اس موڑ پر اتنا سب ہونے کے بعد؟

وہ یقین نہیں کر سکتی تھی اگر یہ واقعی محبت تھی۔وہ ماننا بھی نہیں چاہتی تھی اور اس سوچ سے آگے صرف فل اسٹاپ لگا دینا چاہتی تھی۔جب اس کا سیل فون بجا تھا۔اسکرین پر معارج تغلق کا نمبر دیکھ کر وہ چونکی نہیں تھی۔ آہستگی سے کال ریسیو کرنے کا بٹن دبایا اور کان سے لگا لیا تھا۔دوسری طرف معارج تغلق کہہ رہا تھا۔

"انائیا میں تمہارے بارے میں سوچ رہا تھا۔تمہاری باتوں کو سوچ رہا تھا۔میں حیران ہوں تمہارا دھیان کثرت سے آرہا ہے۔شاید اس لیے کہ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو سکے۔تم نے ٹھیک کہا تھا اس رشتے کے بندھنے اور اسے باقی

رہنے کا جواز ڈھونڈنا ضروری ہے۔میں نے اس پر بہت سوچا ہے۔مجھے تمہاری مرضی معلوم کرنا ہے تم کیا چاہتی ہو۔اس بار میرے لیے یہ جاننا بہت ضروری ہے۔میں اکیلے کوئی فیصلہ نہیں لینا چاہتا۔تمہیں اپنی زندگی میں شامل کیا تھا تو تم سے نہیں پوچھا تھا۔تمہاری مرضی نہیں جانی تھی۔مگر... اب جو بھی کرنا ہے اس میں تمہاری مرضی جاننا بہت ضروری ہے۔میں چاہتا ہوں تم اس رشتے کے بارے میں ڈی سائیڈ کرو اور مجھے بتادو۔تمہیں میرے ساتھ رہنا ہے یا دور جانا ہے۔اس کا فیصلہ اس بار تم کرو گی۔میں کوئی زبردستی نہیں کرسکتا۔نا کرنا چاہتا ہوں۔" معارج تغلق پر سکون لہجے میں ڈرائیونگ کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"ہیلو تم چپ کیوں ہو؟" اسے خاموش پا کر وہ بولا تھا۔یہ اس کی آواز سننے کی خواہش تھی یا وہ واقعی اس کی رائے جاننا چاہتا تھا؟ وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔تبھی بولی تھی۔

"میں سن رہی ہوں میرے لیے فوری طور پر فیصلہ کرنا آسان نہیں ہے۔مگر میں سوچ کر بتادوں گی۔" وہ مدھم لہجے میں بولی تھی۔لہروں کے تیز شور نے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

فضا کو اپنی لپیٹ میں لیا تھا انائیا لہروں کو ساحل پر آ کر ٹوٹتے ہوئے اور اپنے قدموں سے لپٹتے ہوئے محسوس کر رہی تھی۔

"انائیا!" جانے کیا سوچ کر معارج نے پکارا تھا۔انائیا ملک کے لیے جواب دینا ضروری ہو گیا تھا۔

"جی؟"

"میں نے اس رشتے کو کبھی دل سے قبول نہیں کیا۔اسے دل سے نہیں برتا تم یہ مت سوچنا کہ میں کسی خیال سے یہ کہہ رہا ہوں۔مگر میرے اس رشتے کی اہمیت صرف ایک بساط جیسی تھی اور تم میرے لیے صرف ایک مہرہ...
تمہارا جو بھی فیصلہ ہو۔میں اسے پوری عزت سے قبول کروں گا۔" معارج تغلق کیا کہنا چاہتا تھا۔اسے اس رشتے سے کوئی فرق نہیں پڑتا؟ چاہے یہ رہے یا نہ رہے؟ وہ اندر سے کٹنے لگی تھی۔

"میں جانتی ہوں اس رشتے کی آپ کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں۔میں جو بھی فیصلہ کروں گی دونوں کی مرضی کو سامنے رکھ کر کروں گی۔یہ اتنا مشکل نہیں ہے۔" انائیا ملک نے جتایا تھا معارج تغلق نے تائید کی تھی۔

"ٹھیک ہے تمہیں جو مناسب لگے وہ کرو۔میں کوئی بھی خمیازہ بھگتنے کو ازالہ کرنے کو تیار ہوں۔اسی لیے میں فیصلے کا حق تمہیں دے رہا ہوں کہ اس بار کوئی نا انصافی نہ ہو۔" وہ متانت سے بولا تھا۔

"تم اپنے گلٹ کو کم کرنا چاہتے ہو نا؟" وہ صاف گوئی سے بولی تھی۔

"مجھے پچھتاوا ہے تمہارے ساتھ زیادتی کی جو کیا ان فیئر کیا۔" وہ بہت کشادہ دلی سے اپنی خطا مان رہا تھا۔وہ مزید لتاڑنا نہیں چاہتی تھی۔نہ کوئی الزام دینا چاہتی تھی۔جس شے کو جس طرح منطقی انجام کو پہنچنا تھا اس طور ہونا تھا۔وہ زبردستی کسی شے کو نہیں باندھ سکتی تھی۔فون کا سلسلہ منقطع کر کے وہ ساحل کے ساتھ ساتھ چلنے لگی تھی۔

ڈوبتے سورج کو دیکھتے ہوئے اندر کہیں بے چینی کچھ بڑھ سی کیوں گئی تھی۔وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔

...☆☆☆...

معارج تغلق انائیا سے بات کرنے کے بعد کچھ الجھا ہوا سا دکھائی دے رہا تھا۔نظروں میں ایک اضطراب تھا۔اس کا ذہن جیسے سوچوں سے بھرا تھا یا وہ

بہت زیادہ سوچ رہا تھا۔اس کا دھیان انائیا ملک کی طرف بھٹک کر ہو جا رہا تھا۔وہ اس معاملے میں آپ حیران تھا۔وہ جو بہت سیلف کنٹرولڈ رہا تھا اور خود پر بہت اختیار رہا تھا۔اس معاملے میں آج اتنا بے بس کیسے ہوا تھا۔وہ خود سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

اسے زندگی سے نکالنے کا خیال کیوں روح تک کو ہلا دیا تھا۔وہ انجان تھا۔خود کو پر سکون ظاہر کرنے کی کوشش میں وہ مزید بے چین ہو رہا تھا۔

"انائیا...!" وہ آس پاس کہیں نہیں تھا۔پھر اس کا نام زیر لب کیوں پکارا تھا؟ وہ خود آپ حیران رہ گیا تھا۔

"آئی تھنک آئی ایم گلٹی۔" اس نے باضابطہ سوچ کر نتیجہ اخذ کیا تھا۔ہر طرف سوچوں میں وہ تھی۔

وہ چونکا تھا۔سامنے سے آتی گاڑی کو وہ دیکھ نہیں پایا تھا۔اس نے بچانے کی کوشش کی تھی۔مگر وہ نہیں کر پایا تھا۔نتیجتاً ایک زوردار تصادم کی آواز ابھری تھی۔

”انا... ئیا...!“ معارج تغلق نے اپنے ہوش میں یہ آخری لفظ دہرایا تھا۔اور اس کے بعد ذہن تاریکی میں ڈوب گیا تھا۔

...☆☆☆...

انائیا ملک لیپ ٹاپ پر کچھ کام کر رہی تھی۔جب زائرہ ملک کمرے میں داخل ہوئیں۔انائیا اتنی مگن تھی کہ ان کی طرف نہ دیکھ پائی۔

”انائیا۔“ ممی نے پکارا۔

”جی ممی۔“ وہ ان کی طرف دیکھے بنا بولی اور کی بورڈ پر انگلیاں چلاتی رہی۔

”انائیا تمہاری سسرال سے فون آیا ہے۔“

”کس کا؟“ وہ بے تاثر لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

”سدرہ تغلق کا۔“ زائرہ نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

”خیریت اب کیوں فون کیا انہوں نے... وہ بھی اس وقت؟“ زائرہ ملک اس کے پاس بیٹھی تھیں پھر اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا تھا۔انائیا نے چونک کر انہیں دیکھا۔

”کیا ہوا؟ آپ کچھ پریشان سی لگ رہی ہیں' کیا کہا انہوں نے؟“سدرہ تغلق کی بابت پوچھا اور لیپ ٹاپ ایک طرف رکھ کر پوری طرح زائرہ ملک کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

”انائیا اچھی خبر نہیں ہے۔“ زائرہ مدہم لہجے میں بولیں۔چہرہ پریشانی سے اٹا ہوا تھا۔انائیا ملک کو فکر ہوئی تھی۔

”اب ایسا کیا ہوگیا؟ سب خیر تو ہے ناں...!“

ممی نے اس کی سمت دیکھا پھر مدہم لہجے میں بولیں۔

”معارج تغلق کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے وہ اسپتال میں ہے۔“

”کیا...؟“ انائیا ساکت رہ گئی۔“

"سدرہ بتا رہی تھیں فی الحال کچھ کہنا صرف ایک آس ہوگی۔انہوں نے اسے اسپتال پہنچا دیا ہے مگر خون بہت بہہ گیا ہے اور حالت نازک ہے۔" زائرہ ملک نے بتایا تو انائیا ساکت سی انہیں دیکھتی رہی۔

"مگر... ایسے... کیسے... ابھی... شام میں تو...!" وہ جیسے خود کلامی میں بول رہی تھی۔"ابھی شام میں تو بات ہوئی تھی وہ مجھ سے معذرت کر رہا تھا۔" اسے یقین ہی نہیں آرہا تھا۔

کتنے شکوے تھے... گلے تھے... شدید مخالفت تھی مگر اس ایک پل میں اپنا دل رکتا ہوا سا کیوں محسوس ہوا تھا۔اس خبر سے سارے وجود میں جیسے خون رک سا گیا تھا۔انائیا ساکت سی ماں کی طرف دیکھ رہی تھی۔

اس کی وہ نفرت کیا ہوئی تھی۔

وہ غم و غصہ وہ عداوت کہاں چلی گئی تھی؟

معارج کے ایکسیڈنٹ کا سن کر وہ شاکڈ کیوں رہ گئی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اگر اس نے اسے زک پہنچائی تھی کوئی تکلیف دی تھی تو اسے اس سے کوئی واسطہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔پھر وہ ایسا محسوس کیوں کر رہی تھی۔جیسے جسم سے جان نکل رہی تھی۔

...☆☆☆...

انائیا نے شیشے کے اس پار سے اس شخص کا چہرہ دیکھا۔وہ ہمیشہ کا دھونس جماتا' اپنی منواتا' اکھڑ' غصیلا' بے مہر' بے پروا بندہ اس سے آنکھیں موندے بے خبر پڑا تھا۔وجود پٹیوں سے جکڑا ہوا تھا اور چہرے پر آکسیجن ماسک لگا تھا۔

"ایکسکیوزمی آپ کون؟" ڈاکٹر نے اس کے پاس رک کر پوچھا۔

"میں... وہ...!" انائیا ملک کو احساس نہیں ہوا تھا۔اس کی آنکھوں سے آنسو نکل کر اس کے رخساروں پر بہہ رہے تھے۔

معارج تغلق سے اپنا رشتہ وہ خود اپنے آپ سے بیان نہیں کر پائی تھی۔

وہ کون تھی اس کی؟ جس طرح وہ رو رہی تھی ڈاکٹرز کو خبر ہوگئی تھی کہ وہ اس سے کس طرح وابستہ ہے تبھی بولا تھا۔

"آپ دعا کریں آپ کے پیشنٹ کو اس وقت دعاؤں کی ضرورت ہے۔ان کو جب یہاں لایا گیا تھا وہ کچھ ہوش میں تھے آخری لفظ جو ان کے منہ سے نکلے تھے وہ "انائیا" تھے میں اخذ کرسکتا ہوں آپ ان کی مسز ہیں۔اور وہ آپ کا نام ہی پکار رہے تھے۔" ڈاکٹر کا انکشاف اس کے لیے حیران کن تھا۔وہ ساکت سی ڈاکٹر کی طرف دیکھتی رہی۔

"ڈاکٹر... ان کی حالت...!"

"ہمیں او نگیٹیوبلڈ گروپ کی ضرورت ہے۔آپ پلیز ان کے لیے فوری طور پر بلڈ ارینج کریں۔ہم اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں۔باقی وہ اوپر والی ذات تو ہے۔اس سے دعا کریں۔" ڈاکٹر کہہ کر آگے بڑھ گیا۔انائیا وہیں کھڑی معارج تغلق کی سمت دیکھنے لگی تھی۔وہ پورے رعب سے زمین کے سینے پر چلتے قدم' پورے جہاں کو مٹھی میں دبوچ لینے والا انداز' کسی فاتح کا سا غرور' اس لمحے نا پید تھا۔

وہ شخص کیا تھا اس کا کون تھا؟

کیا تعلق تھا اس کا' وہ اندر سے اتنا گر کیوں رہی تھی؟ کیوں لگ رہا تھا کہ ساری جان کسی قیامت کے زیر آگئی ہو؟

وہ اگر اس کا سب سے بڑا دشمن تھا۔اسے شدید تکلیف پہنچاتی تھی تو وہ اس کے لیے آنسو کیوں بہا رہی تھی؟

اس کے لیے افسردہ کیوں تھی؟

"اے خدا' پلیز معارج تغلق کو زندگی دے' اسے تندرستی دے' میرے اللہ اسے کچھ ہونے نہیں دینا۔" دل سے ایک آواز بلند ہوئی تھی۔

اور وہ آنکھیں رگڑ ہوئی بلڈ بینک کی طرف بڑھ گئی تھی۔

...☆☆☆...

پارسا اماں ابا اور سلو بھیا کو سامنے دیکھ کر حیران ہوگئی تھی۔

"آپ یہاں...؟"

ابا اس کے قریب آئے اور اس کے سر پر بہت آہستگی سے ہاتھ رکھ دیا۔

”مجھے معاف کردے میری گڑیا' میں نے تمہیں غلط جانا' تم پر شک کیا۔ تمہیں اتنی بڑی سزا دی۔ خود سے دور کردیا۔ اپنے ابا کو معاف کردے گلابو۔ ہمیں ساری سچائی پتا چل گئی ہے۔ جس بات کو تُو نے بارہا کہنا چاہا مگر ہم نے نہیں سنا اب جان کر خود پر بہت شرمندگی ہوئی۔ بہت غصہ آیا۔ ہم خود کو بہت دانا سمجھتے تھے مگر دانائی والا کوئی فیصلہ نہیں کر پائے۔ تمہیں سزا دے کر خود سے الگ کردیا۔ مگر ایک بات سچ ہے۔ ہم نے وہ تمام عرصہ ایک شدید کرب اور تکلیف میں گزارا ہے۔ اگر تم نے سہا ہے تو جبر ہم نے بھی کیا ہے۔ گلابو پتر اپنے ابا کو معاف کردے۔“ ابا آنسوؤں کے ساتھ بولے تھے۔ گلابو کی آنکھوں میں بھی نمی آگئی اور ہاتھ بڑھا کر ابا کے آنسو پونچھتے ہوئے آہستگی سے بولی۔

”ابا جو ہوا وہ ایک سازش تھی بس اور اس میں آپ کا یا میرا کوئی قصور نہیں تھا۔ پلیز آپ اس طرح معافی مت مانگیں۔“

”بڑے بھی معافی مانگ سکتے ہیں گلابو' اگر غلطی بڑوں سے ہو تو انہیں جھکنے میں عار محسوس نہیں کرنا چاہیے۔“ اماں نے کہا۔

”اور پھر تم نے تو کئی بار مدعا بتایا ہمیں سچائی بتائی ہم ہی یقین کرنے کو تیار نہیں تھے۔ تو ہماری اپنی تھی تیری بات پر یقین نہیں کیا۔ یقین کیا تو اس انسان کی بات پر جو اس تمام کا باعث تھا۔“ اماں افسوس کرتے ہوئے بولی۔ پارسا نے بھیگتی آنکھوں سے اپنوں کے چہرے دیکھے تھے۔

”میں نے کبھی کچھ غلط نہیں کیا آپ کے خلاف جانے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی' آپ کی عزت کا پورا پاس رہا۔ مر سکتی ہوں مگر آپ کا سر نہیں جھکا سکتی۔“ پارسا ابا کی طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

ابا نے اسے تھام کر ساتھ لگالیا تھا۔

”جانتا ہوں میری بچی' میرے خون میں ہی یہ غرور ہوسکتا ہے مجھے اعتبار ہے تجھ پر آنکھیں بند ہوگئی تھیں' تجھے سینے سے لگا کر رکھنا چاہیے تھا مگر کسی ناسور کی طرح جسم سے کاٹ کر الگ کردیا اور دور پھینک دیا۔ اپنے ابا کو تو جو بھی سزا دینا چاہتی ہے دے لے اس کے لیے میں تیرا مجرم ہوں۔“ ابا ندامت سے بولے۔

”نہیں ابا آپ کی غلطی نہیں ہے۔اس صورت حال میں تو کوئی بھی ایسے ہی سوچتا۔“ پارسا اپنے رشتوں کے لیے احترام رکھتی تھی۔ان سے محبت کرتی تھی سو انہیں معاف کرنے کی اہلیت بھی رکھتی تھی۔

...☆☆☆...

انائیا اسپتال کے لاؤنج میں تھی۔جب انابیتا ماموں‘ مامی اور عدن وہاں آئے تھے ماموں اور مامی ممی سے بات کرنے لگے تھے۔انابیتا اس کے پاس آئی اور اسے پیار سے تھام کر ساتھ لگایا تھا۔

”کیسے ہوا یہ؟ تم فکر مت کرو سب ٹھیک ہوجائے گا۔میں نے سنا تو یقین نہیں آیا۔حادثہ پوچھ کر نہیں ہوتا‘ مگر میں نے معارج بھائی کے لیے بہت دعا کی ہے۔وہ بہت جلد ٹھیک ہوجائیں گے۔“ ان دونوں کے اختلافات کی خبر ممی اور اس کے علاوہ کسی کو نہیں تھی۔سو سب اسے تسلی دے رہے تھے۔انائیا خاموشی سے بیٹھی تھی۔تبھی نگاہ سدرہ تغلق کی طرف گئی۔جو نماز پڑھ کر دور کونے میں چپ چاپ کھڑی تھیں۔ان کی آنکھوں سے آنسوں روا تھے۔ایک ماں کا دل بچے کی تکلیف پر کس طرح رنجیدہ ہوتا ہے وہ صاف دیکھ رہی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تھی۔جانے کیوں وہ اٹھی اور ان کے پاس آگئی۔انہیں تسلی دینے کو ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔یہ وہ خاتون تھیں جنہوں نے اسے اس گھر میں سب سے زیادہ سپورٹ کیا تھا۔اور اس کے لیے اس گھر میں جگہ بنانے کی کوشش کی تھی۔وہ معارج کی ماں تھیں وہ سوچ نہیں سکتی تھی ایسی ماں کا بیٹا اس طرح کا سخت مزاج کیسے رکھ سکتا تھا۔تب وہ صرف حیران تھی۔مگر جب اس کا جواز سامنے آیا تھا تو وہ جان پائی تھی وہ ایسا کیوں تھا۔

”ممی آپ فکر نہیں کریں۔معارج ٹھیک ہوجائے گا۔“ وہ جانے کیسے انہیں تسلی دے رہی تھی۔اپنے سب سے بڑے دشمن کے لیے وہ دعا کر رہی تھی۔زندگی کی سلامتی کی خیر خواہ تھی اور ایسا کرتے ہوئے اس کی اپنی آنکھ میں آنسو کب آئے تھے وہ خود نہیں جان پائی تھی۔سدرہ تغلق نے اس کے آنسو پونچھ کر اسے گلے لگایا تھا۔کیسا موقع تھا وہ ایک دوسرے کی دل جوئی کر رہی تھیں۔

معارج تغلق شاید ایک اچھا شوہر نہیں بن سکا تھا کیونکہ اس نے اس شادی کو اس رشتے کو دل سے قبول نہیں کیا نہیں تھا۔مگر وہ ایک اچھا بیٹا ضرور تھا۔

اس ماں کے آنسو بتا رہے تھے وہ کتنے سچے دل سے اس کی سلامتی کی دعا خدا سے مانگ رہی تھی۔

"تم دعا کرو، تمہاری دعا ضرور قبول ہوگی۔تم معارج کی سلامتی کی دعا مانگو، اسے معاف کردو۔تم جب تک اسے معاف نہیں کرو گی وہ ٹھیک نہیں ہوسکتا۔اس نے تمہارا دل دکھایا ہے تمہارا گناہ گار ہے وہ۔شاید اسے اس کی سزا ملی ہے جب ہم کسی کے ساتھ غلط کرتے ہیں تو پھر اس کی سزا بھی بھگتنا پڑتی ہے۔معارج تغلق کو اسی بات کی سزا ملی ہے۔اسے معاف کردو انائیا۔پلیز میری خاطر۔" سدرہ تغلق نے اس کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑے تو انائیا نے اپنی بھیگتی آنکھوں سے انہیں دیکھا اور پھر ان کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام لیے تھے۔

"پلیز مجھے گناہ گار مت کریں میں نے ہمیشہ آپ کو ماں سمجھا ہے۔معارج نے جو بھی میرے ساتھ کیا میں اس کے لیے اسے معاف کرتی ہوں۔ہم خود کچھ نہیں کرتے۔حالات ہم سے سب کراتے ہیں۔معارج نے جو بھی کیا اسے وہ اس وقت ٹھیک لگا کیونکہ وہ اس کے لیے اپنا جواز رکھتا تھا۔مجھے اس سے

شکوہ نہیں ہے۔شاید میری قسمت میں یہ سب لکھا تھا اگر اس نے میرے ساتھ کچھ غلط کیا بھی تو

میں نے اس کے لیے اسے کبھی کوئی بد دعا نہیں دی۔" وہ گلو گیر لہجے میں بول رہی تھی۔

"پھر بھی بیٹا، تم کچھ نہ کہو مگر دل سے آہ تو نکلتی ہے نا، وہ جو اوپر بیٹھا ہے وہ ذات سب سے بڑی منصف ہے۔اس کی ذات ہمیشہ انصاف کرتی ہے۔معارج تغلق کو ہوش نہیں رہا۔یہ اس کی سزا ہی تو ہے۔وہ صحیح سلامت چلتا پھرتا لڑکا۔موت کے منہ میں آگیا یہ اس کی سزا ہی تو ہے۔میں ماں ہوں ماں کا دل نرم ہوتا ہے بہت سی رعایت دے دیتا ہے۔میں اسے رعایت دے سکتی ہوں مگر پھر بھی یہ ماننا ہی پڑتا ہے کہ اس نے بہت غلط کیا ہے۔تم اسے معاف کردو۔اس کے ٹھیک ہونے کے بعد تم جو بھی کہو گی میں اسے اس سے منوانے میں تمہاری پوری مدد کروں گی۔تم اس سے آزادی چاہو گی تو بھی میں تمہیں سپورٹ کروں گی۔مگر پلیز اس وقت اس کی صحت یابی

کے لیے اس کی زندگی کے لیے دعا کرو۔" سدرہ تغلق بولی تو اس کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا ہو۔

ایک معارج تغلق تھا جس نے تمام فیصلہ اس پر ڈال دیا تھا۔حادثے سے قبل کی آخری بات میں وہ اس سے یہی کہہ رہا تھا کہ وہ جو چاہے گی وہ وہی کرے گا اور اب سدرہ تغلق بھی یہی کہہ رہی تھیں۔ایک وقت تھا جب اس کی رائے کسی نے نہیں پوچھی تھی اور اب سب اسی سے پوچھ رہے تھے۔مگر اس کا دل اتنا خاموش کیوں تھا؟ صرف اس بارے میں سوچ کر ہی کہ وہ اس سے علیحدہ ہوگی جان میں ایک تلاطم سا کیوں تھا۔

وہ خاموشی سے معارج تغلق کے پاس آئی اور اسے خاموشی سے کھڑی دیکھتی رہی اور جانے کیوں آنسو خاموشی سے آنکھوں سے بہتے چلے جا رہے تھے۔

اس نے اپنا ہاتھ بڑھا کر معارج تغلق کے ہاتھ پر رکھا تھا۔

بے حس و بے حرکت پڑا ہوا تھا۔وہ ہاتھ جسے انائیا نے کبھی تھامنا نہیں چاہا تھا۔اس لمحے وہ اسے تھامے ہوئے تھی۔وہ آنکھیں اسے دیکھ نہیں رہی تھیں۔

وہ چہرہ اس کی جانب متوجہ نہیں تھا۔

کیا یہ واقعی سزا ملی تھی اسے؟ صرف اس لیے کہ اس نے اس کا دل دکھایا تھا؟ اسے تکلیف پہنچائی تھی۔

"معارج میں تمہیں معاف کرتی ہوں۔تم نے جو بھی کیا اس سب کے لیے۔ میں نے تمہیں اس سب سے بری الذمہ کیا جو تم نے میرے ساتھ کیا' جو سلوک روا رکھا۔" بھیگتی آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھتے ہوئے وہ مدہم لہجے میں بول رہی تھی۔

"اگر تم صرف میرے کہنے سے ہوش میں واپس آسکتے ہو اگر ایسا کرنے سے تمہیں زندگی ملتی ہے تو میں ایسا کہتی ہوں میں نے تمہیں معاف کیا۔تمہیں اس سب بوجھ سے آزاد کیا جو تمہارے دل پر ہے۔کیونکہ...!" وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی تھی۔حلق میں آنسوؤں کا پھندہ سا آگیا تھا۔وہ چپ ہو کر معارج تغلق سے نگاہ ہٹا کر چہرہ پھیر گئی تھی۔

...☆☆☆...

مسٹر اور مسز بیگ نے عدن کے رشتے کی بات پارسا کے اماں اور ابا سے کی جو انہوں نے قبول کرلی تھی۔معارج کے حادثے کے باعث وہ نکاح کی

تقریب کو ٹالنا چاہتے تھے۔مگر پارسا کے اماں ابا کو واپس جانا تھا سو انہیں بہت سادگی سے نکاح منعقد کرنا پڑا تھا۔انابیتا نے اسے سجا دیا تھا۔کچھ خاص خاص لوگوں کو مدعو کیا گیا تھا۔

"شادی ہم دھوم دھام سے کریں گے ان شاء اللہ۔" مسز بیگ نے کہا۔

"کیوں نہیں۔ہمیں اتنے عرصے بعد اپنی بیٹی ملی ہے۔ہم تو سارے شگن پورے کریں گے۔" پارسا کی اماں نے کہا۔

"آپ کی بیٹی ہے امانت ہے ہمارے پاس جب چاہیں رخصتی کروالیں۔فی الحال ہم پارسا کو اپنے ساتھ لے جائیں گے۔اتنے عرصے تک دور رہی کچھ دن ہمارے پاس رہنے دیں۔" ابا نے کہا تو مسٹر بیگ نے تائید کی تھی۔

"آپ کا حق ہے آپ کی بیٹی ہے جب تک چاہیں رکھیں۔ہمیں بھلا کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔"

عدن بیگ کافی دیر سے موقع ڈھونڈ رہا تھا پارسا سے تنہائی میں ملنے کا۔اب موقع ملا تو اس نے ضائع نہیں کیا اور اس کے قریب آگیا تھا۔

ہمیشہ سادہ رہنے والی پارسا اس وقت سجی سنوری بہت خوب صورت لگ رہی تھی۔وہ اسے اس لیے بھی بغور دیکھ رہا تھا کہ وہ اس کی اپنی تھی اور تبھی شاید اس نے پورے استحقاق کے ساتھ اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔پارسا نے اسے سر اٹھا کر دیکھا تھا۔مگر نگاہ دوبارہ جھک گئی تھی۔ایک نئے رشتے میں بندھ کر دل عجیب آہنگ سے دھڑک رہا تھا۔وجود میں ایک عجیب سا شور مچ رہا تھا۔

"آپ...!" وہ نگاہ جھکا کر بولی۔

عدن نے اس کی جھکتی پلکوں کو دیکھا تھا۔

"مجھے تم سے کچھ پوچھنا ہے۔"

"کیا؟" وہ چونکی۔

"تم نے اس شادی کی اچانک پیش کش کی اس کی وجہ...!" وہ کہتے کہتے رک گیا تھا۔

"عدن تمہیں دادا ابا بلا رہے ہیں۔" انابیتا نے آکر کہا تو عدن کی بات ادھوری رہ گئی تھی۔اس نے پارسا کی طرف دیکھا تھا۔پھر اٹھ کر دروازے تک گیا اور پھر پلٹ کر اسے دیکھا۔

"اچھی لگ رہی ہیں آپ۔" کہنے کے ساتھ ہی وہ پلٹ کر باہر نکل گیا تھا۔
پارسا الجھے ہوئے انداز میں اسے دیکھنے لگی تھی۔وہ کیا سمجھ رہا تھا؟ اس نے
اس رشتے کی پیش کش کیوں کی تھی۔"کیا ہوا تم اس طرح پریشان ہو گئیں؟
ملاقات ادھوری رہ گئی اس لیے؟' اناہیتا نے مسکراتے ہوئے چھیڑا تھا۔پارسا
نے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔اناہیتا مسکرائی۔

"اب تو بھابی ہو میری آفیشلی کچھ بھی کہہ سکتی ہوں۔ویسے میں نے کبھی نہیں
سوچا تھا تم میرے گھر میں ہمیشہ کے لیے ٹک جاؤ گی۔" اس نے مذاق کیا۔
"میرے گھر کیا آئیں میرے بھائی پر بھی قبضہ جمالیا اچھا سنو اب یہ سب
کرلیا ہے تو ایک بات کہنا چاہوں گی پلیز میرے پیارے سے بھائی کے
چھوٹے سے دل کا خیال رکھنا۔اس چھوٹے سے دل میں بہت سا پیار ہے
تمہارے لیے۔اس پیار کی خبر چاہے تمہیں نہ ہو مگر میں چونکہ بہن ہوں سو

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اس سے خوب واقف ہوں اور اس طرح سیڈی سیڈی فیس بنانے کی کوئی
ضرورت نہیں۔جلد بہت سا کوالٹی ٹائم ساتھ گزارنے کا موقع بھی ملے گا۔اب
نکاح ہو گیا ہے تو موقعے ملتے ہی رہیں گے۔" شرارت سے بولی تھی پارسا
جھینپ کر مسکرادی تھی۔

"تمہارے بھائی کو شاید کوئی غلط فہمی ہو گئی ہے" پارسا نے فکر مندی سے کہا۔
"ہو گئی ہے تو کوئی بات نہیں جب موقع ملے غلط فہمی کو دور کر دینا۔یہ اتنا قلق
کیوں ہو رہا ہے۔سارا ٹائم ابھی چاہیے۔" اناہیتا بیگ نے گھورا تو پارسا نے سر
جھکاتے ہوئے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

"اف یہ بے قراری نکاح ہو گیا مگر دونوں طرف اب بھی ایک افراتفری ہے
بھئی عمر پڑی ہے ساتھ گزارنے اور شکوے شکایات کہنے سننے کے لیے۔اب
کیا ساری باتیں آج ہی کرلو گے کچھ بعد کے لیے بھی بچا کر رکھو۔" مسکراتے
ہوئے چھیڑا تھا۔پارسا سر جھکا کر مسکرا دی تھی۔

"تم خوش ہونا۔" اناہیتا نے اس کا چہرہ دیکھا تھا۔پارسا کچھ نہیں بولی تھی۔تبھی
اناہیتا اس کے چہرے سے اخذ کرتے ہوئے پر یقین لہجے میں بولی تھی۔

"میں جانتی ہوں تم خوش ہو پارسا جب ہم خوش ہوتے ہیں تو بتانے کی ضرورت نہیں پڑتی کہ ہم خوش ہیں۔چہرہ خود آپ بولتا ہے۔تم چاہے چپ رہو تمہارے دل میں جو بھی وسوسے ہوں مگر میں جانتی ہوں تم اندر سے بہت خوش ہو اور تم نے یہ فیصلہ بہت سوچ سمجھ کر لیا ہے۔"

"ہاں مگر تمہارا بھائی یہ بات نہیں جانتا۔" وہ فکر مندی سے بولی۔

"وہ بھی سمجھ جائے گا۔" اناہیتا نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔تبھی پارسا کا فون بجا تھا۔اسکرین پر یلماز کمال کا نام دیکھ کر وہ حیران ہوئی تھی۔

"کس کا فون ہے؟" اناہیتا نے پوچھا۔

"یلماز کمال کا۔"

"یہ کیوں فون کر رہا ہے اب۔" اناہیتا چونکی تھی۔

"پتا نہیں۔" پارسا الجھن سے بولی۔

"فون اٹھاؤ پتا چل جائے گا۔" اناہیتا نے مشورہ دیا تھا۔پارسا فون ریسیو کرنے میں ہچکچائی تھی۔

"تمہیں اب فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے پارسا' عدن تمہارے ساتھ ہے۔تم تنہا نہیں ہو۔" اناہیتا نے حوصلہ بندھایا تو پارسا نے فون اٹھا کر کان سے لگا لیا تھا۔

....☆☆☆...

"ہیلو۔" انائیا نے کال ریسیو کی اور معارج کے روم سے باہر آئی تھی۔دوسری طرف سدرہ تھیں۔

"انائیا بیٹا معارج کی حالت کیسی ہے؟ ڈاکٹر نے کچھ کہا۔" انائیا نے انہیں گھر بجھوا دیا تھا۔وہ روتے روتے بے ہوش ہوگئی تھیں اور حالت اس قابل نہیں تھی کہ وہ انہیں اسپتال میں ٹھہرنے دیتی۔سو انہی کا خیال کر کے انائیا نے خود رکنے کا فیصلہ کیا تھا۔

"ڈاکٹر نے کچھ میڈیسن بدلی ہیں مگر معارج ابھی ہوش میں نہیں ہیں۔ٹونٹی فور آور کریٹیکل ہیں۔اگر اس عرصے میں ہوش نہیں آتا تو...!" انائیا آگے نہیں بول پائی تھی۔

"خدا نہ کرے۔" سدرہ بولیں تھیں۔

"آپ فکر نہیں کریں مجھے پوری امید ہے خدا معارج تغلق کو زندگی دے گا۔ خدا کی رضا سے سب اچھا ہوگا۔ڈاکٹرز پُر امید ہیں۔ہم اس طرح آس نہیں ہار سکتے۔" انائیا ان کا حوصلہ بڑھانے کی کوشش کرتی ہوئی بولی تھی۔مگر وہ خود نہیں جانتی تھی کہ آنے والا لمحہ کیا لے کر آنے والا ہے۔مگر وہ کچھ غلط سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی۔

یہ اس سے انائیا کی محبت تھی یا کچھ اور وہ اسے زندگی کی دعا دے رہی تھی۔ اسے معاف کر چکی تھی۔سدرہ کو تسلی دے کر وہ کمرے میں واپس آئی اور معارج کے قریب بیٹھ گئی اور اسے بغور دیکھا تھا۔

"معارج اگر چہ تم سے میرا کوئی وابستگی والا رشتہ نہیں، کوئی دل والا تعلق نہیں مگر میں چاہتی ہوں تم زندگی کی طرف واپس لوٹ آؤ۔" کہتے ہوئے اس کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی تھی وہ لمحہ بھر کو چپ ہوئی تھی پھر بولی۔

"میں نہیں جانتی تمہارے معاملے میں میرا دل اتنا نرم کیوں ہے اتنا کچھ ہونے کے باوجود بھی میں تم سے کبھی نفرت نہیں کر سکی، یہ احساس کیوں ہے، میں کبھی سمجھ نہیں پائی۔ہمارے تعلق میں کوئی ایک لمحہ بھی راحت کا نہیں مگر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اس کے باوجود میں کبھی تمہارے خلاف کچھ سوچ نہیں سکی۔ہمیشہ لگا جیسے تم نے میرا وجود اپنے وجود سے باندھ رکھا ہے اگر چہ یہ سب زور زبردستی کا رشتہ تھا۔مگر میرے دل کو کبھی اس

میں کوئی بات لگی نہیں۔تم نے کب مجھے خود سے جوڑا۔کب مجھے اپنا عادی بنایا۔میں یہ بات کبھی سمجھ نہیں سکی۔مگر مجھے اس سب کی عادت ہونے لگی تھی۔میں اکثر جب تمہارے چہرے کی سمت تکتی تھی تو سوچتی تھی اگر تمہارا غصہ ایسا ہے تو تم اپنے نرم لہجے میں بات کرتے کیسے لگو گے۔کبھی اگر مجھے پیار سے دیکھو گے تو تمہارے چہرے پر کیا کیفیت ہوگی۔یا پھر یہ دو آنکھیں اگر محبت سے پورے دل سے مجھے دیکھیں گی تو میری دھڑکنوں کی رفتار کیا ہوگی۔

تم کھینچ کر مجھے اپنے ساتھ چلنے پر مجبور کرتے تھے۔زبردستی میرا ہاتھ تھام کر مجھے اپنے اشاروں پر چلاتے تھے۔میں تب بھی تمہارے خلاف نہیں سوچتی

تھی۔تم پاس آتے تھے تو میں اپنے دل کو دھڑکنے سے باز نہیں رکھ پاتی تھی۔تم میرا ہاتھ تھامو مجھے لے کر ساتھ چلو۔یہ خواہش کب تم نے میری دھڑکنوں میں پیدا کی میں یہ جان نہیں پائی۔میں تمہاری آنکھوں میں جھانکتی تھی۔مگر محبت' محبت کہیں دکھائی نہیں دیتی تھی۔تم ایسے بے پروا کیوں تھے اتنے کٹھور' اتنے بے مہر' ایسے کیوں تھے تم؟مجھے لگتا تھا تمہیں کوئی لگن ہے کوئی جستجو ہے۔مگر میں بھی نہیں جانتی تھی محبت کیسی ہوتی ہے۔مجھے خبر نہیں تھی مگر تم مجھے اچھے لگتے تھے۔جب میری مدد کرتے تھے مجھے انڈر اسٹینڈ نگ کرتے تھے۔میں تمہارا ہر منفی عمل بھول جاتی تھی مجھے لگتا تھا تم وہ سب جان بوجھ کر کرتے ہو' اور تمہارا اصل چہرہ اس چہرے سے بہت مختلف ہے۔ میری نظریں تمہاری نظروں میں جھانکتی تھیں۔محبت ڈھونڈتی تھی۔مگر مجھے الجھن ہوتی تھی' تم صرف اپنا مقصد پورا کر رہے تھے۔تمہارے لیے شاید میری فیلنگز کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔محبت کو تم کیا سمجھ پاتے اور اگر جان پاتے تو شاید اس محبت کو میرے خلاف استعمال کرتے۔تمہارے ہاتھ میں میری ایک کمزوری آجاتی اور تم اس کمزوری کو اپنا سب سے بڑا ہتھیار بنا لیتے۔اسی ڈر و

خوف سے تم کو کبھی خبر نہیں ہونے دی وہ راز کبھی جاننے نہیں دیا تمہیں' میں اکثر سوچتی تھی کہ کس وجہ سے تم سے جڑی ہوں۔مگر شاید محبت کا جواز نہیں ہوتا۔محبت ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہوتی۔تمہارے لیے میں تمہاری اولین دشمن تھی مگر میرے لیے تم میرے سب کچھ تھے۔محبت اگر خود سے آغاز کرنے کا کوئی موقعہ ملتا یا یہ اختیار میں ہوتا تو شاید میں تم سے محبت کرنا نہیں چاہتی' کبھی بھی نہیں...!" اس کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر معارج تغلق کے ہاتھ پر گر رہے تھے۔"محبت بہت رسپیکٹ کرتی ہے مگر میں تم سے کچھ نہیں چاہتی تھی۔اس محبت کے بدلے محبت بھی نہیں۔تم جانتے ہو محبت کی سب سے بڑی سزا کیا ہوتی ہے معارج؟ جس کے لیے بہت سی محبت رکھو' ہر لمحہ اس کی فکر کرو' اس کے لیے سب اچھا چاہو مگر اسے اس بات کی خبر نہ ہونے دو کہ وہاں بہت سی محبت اس کے نام سے مختص ہے۔محبت کی سب سے بڑی سزا ہے یہ اور میں نے تمہیں اپنے طور پر یہ سزا دی شاید تم اس سزا کے حق دار تھے۔تمہیں چاہا' تمہاری خواہشوں کو دل میں جگہ دی۔مگر تمہیں اس کی خبر نہیں ہونے دی۔نقصان میرا نہیں ہوا تمہارا ہوا میں نے

تمہیں اس محبت سے محروم رکھا۔اس خاموش محبت کو میں نے اپنی طاقت بنایا ایک راز تمہارے دل میں تھا اور ایک راز میں نے اپنے دل میں چھپا کر رکھا ہے۔ایک سزا تم نے میرے لیے تجویز کی اور ایک سزا میں نے تمہارے لیے مختص کردی۔تم نے اپنا بدلہ لیا اور میں' میں نے تمہیں اپنی محبت سے محروم کرکے اسے راز بنا کر تمہیں اپنے طور پر سزا دے ڈالی۔لڑکی شاید اتنی شدت پسند اور سخت دل نہیں ہو سکتی۔تبھی میں کوئی بہت بڑی سزا تمہیں دینے کے بارے میں سوچ نہیں سکی لیکن اگر میں تمہارے لیے اتنی ڈھیر ساری محبت رکھتے ہوئے بھی تمہیں نہیں دوں تو شاید تمہیں یہ دنیا کا بد نصیب ترین انسان بنا دینے میں کسر نہیں چھوڑے گی۔" انائیا ملک نے ہاتھ بڑھا کر اس کے ہاتھ پر رکھا تھا۔

"""تم سے لاکھ گلے سہی مگر تمہاری موت کی دعا نہیں مانگی' کبھی برا نہیں چاہا تمہارا۔محبت سب سے بڑی خیر خواہ ہوتی ہے۔میں نے تمہاری بہتری چاہی خیر خواہی چاہی اور اب بھی چاہتی ہوں۔چاہے' چاہے ہم ساتھ نہ ہوں چاہے میں تمہاری زندگی میں نہ ہوں' چاہے تم ایسے ہی کٹھور رہو' مگر میں چاہتی ہوں تم

زندہ رہو۔میں تمہاری زندگی چاہتی ہوں معارج تمہاری سلامتی چاہتی ہوں۔ کیونکہ میں تم سے محبت کرتی ہوں' بے حساب محبت آئی رئیلی لو یو۔" وہ سرگوشی میں کہہ رہی تھی مگر اس اقرار کو سننے والا اس لمحے ہوش میں نہیں تھا وہ آنکھیں اسے دیکھ نہیں رہی تھیں۔وہ بے سدھ پڑا تھا۔

محبت ایسی ہوتی ہے؟

اپنے نقصان کے باوجود کسی اور کی بھلائی چاہتی ہے۔اپنی تکلیف کے باوجود کسی دوسرے کی خیر خواہی کرتی ہے۔

انائیا ملک کیسے رازوں سے پردہ ہٹا رہی تھی' مگر اس لمحے وہ شخص اس کے اقرار کو سن نہیں رہا تھا۔

جس محبت کے اسم کو پانے کے لیے لوگ جتن کرتے ہیں۔وہ اسم اس گھڑی اس کمرے کی فضا میں گونج رہا تھا۔

محبت اپنا ورد خود آپ کر رہی تھی۔

مگر سننے والا زندگی سے بہت دور کھڑا تھا۔

آنکھیں موندے زندگی اور موت کے بیچ کی جنگ لڑ رہا تھا۔انائیا ملک اس محبت کا اظہار اب کیوں کر رہی تھی؟ کیا وہ اپنی اس کمزوری کو اس کی طاقت بنانا چاہتی تھی؟ یا ایسا وہ دانستہ کر رہی تھی۔

"میں تمہیں یہ اقرار اس وقت سونپ رہی ہوں معارج تغلق ایک وقت تھا جب میں اس کمزوری کو تمہاری طاقت بنانا چاہتی تھی۔تمہیں اس بات کی خبر نہیں ہونے دینا چاہتی تھی تاکہ کہیں تم میری اس کمزوری کو اپنی طاقت نہ بنالو۔اس طاقت کو میرے خلاف استعمال نہ کرو۔مگر آج میں تمہیں بتا رہی ہوں کیونکہ میں چاہتی ہوں یہ محبت تمہاری طاقت بنے تم اس محبت کی طاقت کو اپنے ہتھیار کے طور پر استعمال کرو اور زندگی کی طرف لوٹ آؤ۔تم اس محبت کی طاقت سے موت کو شکست دو اس لیے میں تمہیں اپنی محبت کا اقرار سونپ رہی ہوں۔" انائیا نے معارج تغلق کے اس ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لے کر اپنے لبوں سے لگا لیا تھا۔

"آئی لو یو معارج تغلق۔کم بیک ٹو لائف پلیز آجاؤ واپس زندگی کی طرف۔" مدہم سرگوشی آنسوؤں کے ساتھ اس کمرے میں پھیل رہی تھی۔معارج تغلق کے بے حس و بے حرکت وجود میں کوئی حرکت نہیں ہو رہی تھی۔

اس محبت کے اظہار کا کوئی جواب نہیں آیا تھا۔

...☆☆☆...

للّی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی تو جہانگیر ملک جاگ رہے تھے۔اس کے اندر داخل ہونے پر اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔للّی انہیں دیکھ کر مروّت سے مسکرادی تھی۔

"میں للّی میک ہوں۔شاید آپ مجھے نہیں جانتے مگر میں آپ کو جانتی ہوں اور آپ ہی سے ملنے آپ کو ڈھونڈنے یہاں اس ملک میں آئی تھی۔" للّی نے بیٹھنے کے بعد مدعا بیان کیا۔جہانگیر ملک کے لیے اس کا حوالہ پوری کہانی بیان کرنے جیسا تھا۔

”شاید میں دنیا کا بد نصیب باپ ہوں جس کی بیٹیوں کو مل کر اپنا حوالہ دینا پڑ رہا ہے وہ باپ جو اپنی بیٹیوں کے چہروں سے واقف نہیں۔“ جہانگیر ملک افسردہ لہجے میں بولا تھا۔ للّی اسے خاموشی سے دیکھنے لگی تھی۔

”میں اپنی بیٹیوں کا مجرم ہوں‘ خود اپنے ساتھ جو کیا سو کیا مگر میں نے تم دونوں کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ تم دونوں کو اس دنیا میں لایا۔ مگر دونوں کو پرورش دی نہ اپنا شفقت بھرا ہاتھ۔ تم وہاں میری تلاش میں بھٹکتی رہی اور یہاں انائیا میرا ذکر کرنے سے بھی ڈرتی رہی۔ شاید میں خود کو کبھی معاف نہ کرسکوں۔ میں نے ایسا کرنے سے پہلے تم دونوں کے بارے میں نہیں سوچا اگر سوچا ہوتا تو شاید جو حالات پیش آئے وہ نہ ہوتے۔ تم دونوں کی نظر میں میرا امیج کسی بھگوڑے باپ والا ہے۔ جو اپنی ذمہ داریوں سے بھاگ گیا۔ مگر میں اس سوال کا جواب شاید تم دونوں کو نہ سمجھا پاؤں۔ شاید میں بہت بزدل تھا خود اپنے آپ کا سامنا نہیں کرسکا۔ خود سے بھاگتا رہا۔ اس کے لیے جو بھی سزا بنتی ہے میں اس کا حق دار ہوں۔“ جہانگیر ملک کہہ کر چپ ہوا تھا۔ للّی

جو خاموشی سے باپ کو دیکھ رہی تھی ان کی طرف سے نگاہ پھیر گئی تھی اور مدھم لہجے میں بولی۔

”میں شاید آپ کی تلاش کا سفر شروع نہ کرتی۔ یا آپ تک پہنچے کی جستجو بھی نہ کرتی۔ کیونکہ میرے لیے آپ کا ہونا نہ ہونا اتنے معنی نہیں رکھتا تھا۔ رشتے برتے جائیں تو اپنی اہمیت رکھتے ہیں۔ جس رشتے کو کبھی دیکھا نہ ہو برتا نہ ہو۔ اس رشتے کی وقعت نہیں ہوتی۔ رشتے قربتوں سے بنتے ہیں۔ ساتھ رہنے سے مضبوط ہوتے ہیں۔ میں صرف اپنی ماں کے لیے آپ تک آئی۔ یہ اس کی آخری خواہش تھی کہ میں آپ سے ملوں میں اپنی ماں کی آخری خواہش نہیں ٹال سکی۔“ وہ سپاٹ لہجے میں بولی تھی۔

”جانتا ہوں تمہارے لیے میری کوئی اہمیت نہیں جو شخص اچھا باپ بننے کا حق کھو دیتا ہے اس کے پاس کچھ شکوہ کرنے کا حق نہیں رہتا۔“ جہانگیر ملک کی آنکھوں میں نمی تھی اور لہجے میں پچھتاوا۔

”آپ نے جو کیا آپ کے پاس اس کا جواز ہوگا۔ میں آپ سے جواز مانگنے نہیں آئی‘ مگر میری ماں کو آپ کی وجہ سے بہت سفر کرنا پڑا۔ مجھے اس کا

افسوس ہے۔اس نے بہت تکلیف میں آخری دن کاٹے۔اگر آپ ہوتے تو شاید وہ بہت سکون سے اس دنیا سے جا سکتیں۔میں آپ کو الزام نہیں دے رہی کہ اس سب کے ہونے کی وجہ آپ ہی ہیں۔مگر آپ ہوتے تو میری ماں وہ تکلیف نہیں سہتی۔" للّی بولی۔

"وہ آپ سے بہت محبت کرتی تھی بہت یاد کیا آپ کو' بہت انتظار کیا میری نگاہ میں آپ کا ان کو چھوڑ دینا گناہ یا جرم نہیں۔پر انسان کی اپنی آزادی ہوتی ہے۔اسے اپنی جگہ چاہیے ہوتی ہے۔اگر آپ کو اپنی زندگی اپنے ڈھنگ سے جینا تھی تو اس کے لیے اگر کوئی آپ کو باندھتا یا اپنا پابند کرتا تو وہ ایک طرح سے ٹارچر ہوتا۔" للّی صاف گوئی سے بولی تھی۔

"مگر میں کوئی پلاننگ کر کے نہیں نکلا تھا۔مجھے چین نہیں مل رہا تھا۔سکون نہیں تھا' تبھی یہاں وہاں بھاگتا رہا۔میں دیکھ سکتا ہوں تمہاری نظروں میں کتنے سوال ہیں۔میں معذرت بھی کرنے کے قابل نہیں ہوں۔اپنے گناہ کے لیے معافی طلب کرنے کا لفظ چھوٹا پڑ رہا ہے۔اپنی ذمہ داریوں کو نہیں نبھا پایا۔اچھا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

باپ نہیں بن پایا یا اچھا شوہر آئی ایم سوری بیٹا۔" جہانگیر ملک کی آنکھوں سے آنسو بہے تھے للّی انہیں خاموشی سے دیکھنے لگی تھی۔

...☆☆☆...

انابیتا خاموشی سے ٹیرس پر کھڑی تھی۔جب دامیان اس کے قریب آن کھڑا ہوا۔وہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئی تھی۔جس طرح کھڑی تھی اس طرح کھڑی رہی تھی۔دامیان نے اس کا چہرہ بغور دیکھا تھا۔

"تمہیں تمہارا سب سے بڑا دشمن لگ رہا ہوں گا؟ میری وجہ سے حیدر مرتضیٰ تمہارے ہاتھ سے نکل گیا۔تمہیں لگتا ہوگا ایسا ہونے کی سب سے بڑی وجہ میں ہی ہوں۔مگر میں نے اس کے لیے کوئی کوشش نہیں کی۔دوسرے لفظوں میں' میں یہ صفائی دینا چاہتا ہوں کہ میں اس کے لیے ذمہ دار نہیں ہوں مگر وہ تمہارے قریب تھا تو سب سے زیادہ ملال مجھے ہی تھا۔میں حاسد بن گیا تھا۔مجھے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔میں نے مذاق مذاق میں اپنی سی کوشش کی تھی اسے تم سے دور کردوں مگر اس سے زیادہ میں نے کچھ نہیں کیا۔اس کے جانے کا سبب کچھ بھی ہو۔مگر میں نے دانستہ اسے جانے پر مجبور نہیں کیا

اور شاید اس کی وجہ میں ہوں بھی نہیں۔لیکن اگر تم کوئی الزام دے کر کوئی سکون محسوس کرتی ہو تو میں حاضر ہوں۔وہ الزام اپنے سر لینے کو تیار ہوں۔"
وہ مدہم لہجے میں بولا تھا۔

انابیتا نے اس کی طرف دیکھا تھا۔کوئی غصہ تھا اس کی نگاہ میں یا شکوہ وہ بنا کچھ کہے وہاں سے جانے لگی تو دامیان سوری نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔انابیتا بیگ نے پلٹ کر اسے دیکھا تھا۔

"تم دنیا کے سب سے بڑے جھوٹے انسان ہو دامیان سوری۔مجھے تم پر ترس آتا ہے۔تم اپنے اندر کا خود سے سامنا کرنے کے قابل بھی نہیں ہو۔تمہیں جب اپنے آپ سے سروکار نہیں تو تم کسی دوسرے کے نقصان کی پروا کیوں کرنے لگے۔یہ سب تو تب ہوتا ہے نا جب ضمیر زندہ ہو۔اندر کوئی آواز ملامت کرے۔تمہیں اس سب کا سامنا نہیں کرنا پڑ رہا۔سو تم دنیا کے سب سے خوش نصیب

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بندے ہو شاید۔تم اپنی اوٹ پٹانگ حرکتوں سے کسی کے ناک میں بھی دم کرسکتے ہو میں یہ کہہ کر تمہیں بری الذمہ نہیں کرسکتی کہ تم اس کی وجہ نہیں ہو۔کیونکہ میں جانتی ہوں کہ اس کی وجہ تم ہی ہو۔تم نے یہ کوشش کر کے سارا جال بچھایا اوچھی حرکتیں کیں۔حیدر مرتضیٰ کو سوچنے پر مجبور کیا کہ میرا تمہارا کوئی چکر چل رہا ہے یا میں تم پر پوری جان سے فریفتہ ہوں۔تبھی' تبھی وہ مجھ سے دور چلا گیا۔مگر اس میں جو کردار کشی میری ہوئی میں اس کے لیے تمہیں معاف نہیں کرسکتی۔تمہیں میں نے ایسا کوئی حق نہیں دیا کہ مجھے ذلیل کرو اور خود اپنی نظروں میں گراؤ اور دوسروں کی نظروں میں بھی۔اگر مجھے تم سے محبت ہوتی تو میں بھی تمہیں ایسی رعایت نہیں دیتی۔تم نے جو بھی حرکت کی ہے اس کے لیے تمہیں شرم آنا چاہیے۔تمہیں اپنی عزت کا پاس نہیں مگر کم از کم دوسروں کی عزت کا تو خیال کرو' کیا رشتہ بنتا ہے میرا تم سے؟ کس بات کی سزا دے رہے ہو؟ کس نے حق دیا تمہیں کہ میری عزت و انا کو اس طرح تار تار کرو؟" بہت مدہم مگر سخت لہجے میں وہ اس

سے پوچھ رہی تھی۔نگاہ میں کتنے شکوے تھے۔اگر صرف نگاہ سے قتل کیا جاسکتا تو آج وہ اسے قتل کرچکی ہوتی۔

دامیان سوری نے کچھ کہنے کے لیے اسے شانوں سے تھاما تھا کچھ کہنا چاہا تھا مگر انابیتا بیگ نے اس کے ہاتھ جھٹک دیے تھے۔اور وہاں سے نکل گئی تھی۔

دامیان سوری اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

...☆☆☆...

"کبھی کبھی جو ہم سوچتے ہیں وہ پورا نہیں ہوتا اگر چہ میں بہت سی امیدیں لے کر یہاں نہیں آئی تھی مگر پھر بھی کہیں کچھ بہت خالی سا لگ رہا ہے۔" للّی کافی کا سپ لیتی ہوئی بولی تھی۔اس کا لہجہ اگر چہ سرسری تھا مگر لہجے میں جو ملال تھا وہ رد کیے جانے کے قابل نہیں تھا۔

دامیان سوری فوری طور پر کچھ نہیں بول پایا تھا۔

"ویسے ہم یہ فضول کی توقعات رکھتے ہی کیوں ہیں؟ کتنا برا لگتا ہے جب سب پورا نہیں ہوتا۔" وہ جانے کس ضمن میں کہہ رہی تھی دامیان سوری خود اپنے

اندر کے شور سے نمٹ نہیں پا رہا تھا۔اس کی باتیں توجہ سے کیا سنتا اور کیا جواب دیتا۔

"تمہیں کیا ہوا تم اتنے تھکے ماندے کیوں لگ رہے ہو۔" للّی نے اس کا نوٹس لیا تھا تو دامیان نے سر انکار میں ہلا یا تھا۔

"تمہاری ملاقات اپنے ڈیڈی سے ہوگئی؟"

"اور تم۔" للّی نے اپنے بارے میں بات کرنے کے بجائے اس کا ذکر کیا تھا۔دامیان سوری دانستہ کچھ نہیں بولا تھا۔

"محبت اتنی بے مروّت ہوتی ہے دامیان' تو پھر محبت ہوتی ہی کیوں ہے؟"

وہ خوداپنے اندر سے الجھ رہی تھی یا دامیان کی سچویشن پر تبصرہ کر رہی تھی۔وہ سمجھ نہیں پایا تھا۔

"دنیا کی سب سے فضول شے ہے محبت' ہے نا' زندگی میں اتنی مشکلات اور الجھنیں ہیں اس پر ایک یہ الجھن' کہاں کی محبت کہاں کا عشق۔یہ محبت اپنے دام میں الجھا کیسے لیتی ہے اور پھر خالی ہاتھ کیوں چھوڑ دیتی ہے۔مجھے محبت کسی رنگین تتلی سی لگتی ہے۔اپنے اندر بے انتہا اٹریکشن رکھتی ہے کہ بھاگنے

کی راہ بچتی ہی نہیں اوروں کا تو پتا نہیں مگر میں...!“ للّی کچھ کہتے کہتے رک گئی تو دامیان سوری نے اس کی سمت دیکھا تھا۔سر جھکا کر کافی کے سپ لینے لگی تھی۔بظاہر پر سکون لگتی تھی مگر وہ جان سکتا تھا اس سکون کے اندر کتنے تلاطم تھے۔دامیان سوری کو اپنا آپ مجرم لگا تھا۔

”آئی ایم سوری للّی میک...!“ اس کے اندر شاید کوئی گلٹ تھا جس کا ازالہ کرنے کو وہ بولا تھا۔للّی میک اس کی طرف دیکھنے لگی پھر جانے کیوں مسکرا دی تھی۔

”تم نے کیا نقصان کیا ہے میرا؟“ وہ غیر سنجیدہ لہجے میں بولی تو دامیان سوری اسے خاموشی سے تکنے لگا تھا۔پھر گہری سانس لے کر گویا ہوا۔

”شاید میرا جرم بہت بڑا ہے للّی میں نے دل دکھایا ہے۔مگر دیکھو میں بھی خوش نہیں ہوں۔محبت سچ میں بہت پیچیدہ معاملہ ہے۔نا سمجھ میں آنے والا مجھے محبت کی سمجھ بالکل نہیں آئی مگر ایک حقیقت جان گیا ہوں میں اگر ہم کسی اور کا دل دکھاتے ہیں تو پھر ہم خود بھی خوش نہیں رہ سکتے۔“ وہ صاف گوئی سے بولا تھا۔

”کہتے ہیں محبت غرض مند نہیں ہوتی محبت کا دل کشادہ ہوتا ہے اور سب کی پروا کرتی ہے مگر میں نے نوٹ کیا ہے۔محبت سے زیادہ غرض والی شے دنیا میں نہیں۔جب ہم محبت کرتے ہیں تو دوسرے کی پروا نہیں کرتے۔چاہے ہم سے کوئی کتنی محبت کرے ہمارے لیے وہ محبت اہم نہیں ہوتی۔اہم صرف وہ محبت ہوتی ہے جو ہم کسی اور سے کرتے ہیں۔مجھے تم سے کوئی شکوہ یا شکایت نہیں ہے دامیان۔نہ میں تمہیں اپنے کسی نقصان کا ذمہ دار ٹھہراتی ہوں۔مگر صرف ایک بات جانتی ہوں اگر تم میری طرف مائل نہیں تو پھر میں تمہیں کبھی اس کے لیے مجبور نہیں کر سکتی۔نہ تم مجھے روک سکتے ہو اگر میں تمہیں چاہتی رہوں۔“ وہ شاید اس بات کو زبان پر لانا نہیں چاہتی تھی کہ کہیں وہ خود کو واقعی میں مجرم نہ سمجھ لے۔مگر دامیان شاید پہلے سے جانتا تھا تبھی چونکا نہیں تھا۔

”محبت سزا دیتی ہے للّی میک دیکھو مجھے تمہاری محبت کی پروا نہیں تھی اور انابیتا بیگ کو میری محبت سے کوئی سروکار نہیں اگر میں نے تمہاری محبت کی

پروا کی ہوتی تو شاید آج اناہیتا کو بھی میری محبت کے معنی سمجھ میں آسکتے۔“ وہ قبول کر رہا تھا۔

”میرا مقصد تمہیں احساس ملامت میں مبتلا کرنا نہیں تھا دامیان۔“ للّی بولی اور اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا تھا۔

”محبت اتنی بے مروّت بھی نہیں ہوتی دامیان یہ بات بھی میں نے محبت سے ہی سیکھی ہے۔تم مجھ سے محبت نہیں کرتے مگر میں نے تمہارا کبھی برا نہیں چاہا میں چاہتی ہوں تم خوش رہو اناہیتا کے ساتھ۔زندگی گزارو تمہیں خوش دیکھ کر مجھے خوشی ہوگی۔“ للّی میک اسے جتاتے ہوئے بولی تھی دامیان جواب میں کچھ نہیں بولا تھا۔

للّی اسے دیکھتے ہوئے مسکرائی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”مجھے یقین ہے آج نہیں تو کل اناہیتا تمہیں ایک موقع ضرور دے گی اور تمہاری محبت کی قائل ضرور ہوگی۔کیونکہ محبت بہت دنوں تک بد گمان نہیں رہ سکتی۔محبت کی طبیعت میں یہ خو نہیں ہے۔“ وہ پر یقین لہجے میں بولی تو دامیان سوری نے اس کی طرف دیکھا تھا۔تبھی وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

”اینی وے تمہیں بتانا تھا میں واپس جا رہی ہوں۔میرا یہاں آنے کا مقصد پورا ہو گیا ہے اور اب مزید رکنے کا کوئی جواز نہیں رہا۔“ وہ سرسری انداز میں بتاتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔

”تم جا رہی ہو؟“ وہ چونکا تھا۔

”ہوں۔“ للّی میک نے سر اثبات میں ہلایا۔

”مگر اس طرح اچانک۔“

”اچانک نہیں جہانگیر ملک کے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہی تھی۔اب جبکہ وہ صحت یاب ہو رہے ہیں اور ان سے بات بھی ہوگئی ہے تو آنے کا مقصد ختم ہوگیا ہے۔“ وہ اطمینان سے کہہ کر کافی کے سپ لینے لگی تھی۔

دامیان سوری اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

...☆☆☆...

انائیا ملک اپنے دماغ کی نہیں سن رہی تھی اس بار صرف وہ کر رہی تھی جو دل کہہ رہا تھا۔شاید پہلی بار اس نے دل کو سنا تھا۔دل نے کہا تھا اس کی سلامتی کے لیے پورے دل سے دعا کرو تو وہ سجدے میں جھک گئی تھی دل نے کہا تھا اس کو اقرار سونپ دو۔تو اس نے جتانے میں کوئی عار نہیں جانی تھی۔اب یہ محبت خود بخود اس سے کروا رہی تھی۔وہ محبت کا معمول بن گئی تھی۔جو محبت کہہ رہی تھی چپ چاپ مان رہی تھی یا پھر ایسا دانستہ تھا وہ اس کے بارے میں سوچنا نہیں چاہتی تھی۔

محبت نیلی چھتری اوڑھے

زرد رنگ پہنے

اجنبی نظروں سے میری اور تکتی پوچھتی تھی

اسے جان سے جانا

اپنا سب کچھ گنوانا

یہ اسلوب محبت ہے تو

ٹھیک ہے کیا؟

کسی کی بات نہ سننا

خود اپنی بھی نفی کرنا

ایسا ٹھیک ہے کیا؟

محبت آزمائش ہے

دل کی جو بھی خواہش ہے

پوری ہو بھی جائے تو

اک بے کلی ہے جو

کب تک باقی رہے گی؟

بنا سبب چلنا

کسی کے خواب بُن لینا

ایسا ٹھیک ہے کیا؟

نہ زمانوں کی فکر کرنا

بس بیٹھے یونہی سر دُھننا

نا ماننا فرد کی

نا خود کی پروا کرنا

ایسا ٹھیک ہے کیا؟

محبت مان بھی جائے

گئے زمانے ساتھ بھی لائے

تو وہ کسک جاتی رہے گی؟

محبت نیلی چھتری اوڑھے

میرے ساتھ ساتھ چلتی

مجھے حیرتوں سے دیکھتی تھی

”انا تھوڑی دیر سوجاؤ بیٹا بہت تھک گئی ہوگی۔میں معارج کے پاس ٹھہرتی ہوں۔تم گھر چلی جاؤ۔“ ممی نے کہا تھا تو وہ ممی کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

”ممی، کسی کو معاف کردینے سے اس کی زندگی سہل ہوجاتی ہے یا اس کی مشکلات کم ہوسکتی ہیں؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”کیوں کیا ہوا؟“ ممی نے اس کی سمت دیکھتے ہوئے کہا تو اس نے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

”نہیں کچھ نہیں۔“ وہ گلدان میں تازہ پھول لگاتے ہوئے اپنی تمام توجہ اس طرف مرکوز کر گئی تھی۔

”انائیا جب کچھ بھی پورے دل سے کیا جائے تو پھر اس کے اجر کی پروا نہیں کرنی چاہیے۔اگر تم کچھ اچھا کر رہی ہو تو وہ اچھائی رائیگاں نہیں جائے گی۔“ ممی نے اسے جیسے پڑھتے ہوئے کہا تھا۔اس کا چہرہ کھلی کتاب جیسا تھا۔جہاں سارے زمانے صاف صاف درج تھے۔

”ممی میں کچھ بھی کسی اجر کے لیے نہیں کر رہی۔مگر میں چاہتی ہوں معارج اپنی زندگی کی طرف واپس لوٹ آئیں۔پھر چاہے ہم الگ الگ سمتوں پر نکل پڑیں اس سے فرق نہیں پڑتا۔“

زائرہ ملک نے بیٹی کو بغور دیکھا تھا۔معارج تغلق کی فکر کرتی کیئر کرتی وہ بہت مگن دکھائی دی تھی۔سفید دوپٹے میں اس کا چہرہ نور سے بھرا لگا رہا تھا۔

یہ کس رنگ میں رنگ گئی تھی وہ۔وہ شخص جس نے اسے صرف درد دیا تھا وہ اس کی تکلیفوں کا مداوا کیوں بن رہی تھی۔

"ممی معارج تغلق کو ہوش آجائے گا نا...!" میری دعائیں رائیگاں نہیں جائے گی۔مجھے یقین ہے۔" وہ عجیب کھوئے کھوئے انداز میں بولی تھی۔زائرہ ملک کو وہ کوئی اور انائیا ہی لگی تھی۔

"میں ڈاکٹر کو بلا کر لاتی ہوں۔معارج کی دوا کا ٹائم ہو گیا ہے۔" وہ کہہ کر باہر نکل گئی تھی۔زائرہ ملک نے بے سدھ پڑے معارج تغلق کو دیکھا تھا اور اس کے قریب چلی آئی تھی۔

"تم نے جو بھی کیا سو کیا معارج' مگر مجھے یقین ہے تمہیں انائیا کی لگن ضرور زندگی کی طرف واپس لے آئے گی۔وہ جو کام کرتی ہے پورے دل سے کرتی ہے۔اگر تم اس کی دعاؤں میں اور خواہشوں میں ہو تو پھر تمہیں کچھ نہیں ہوسکتا۔محبت سے بڑا کوئی خیر خواہ نہیں اور محبت کی خیر خواہی سے بڑا کوئی کرشمہ نہیں۔اگر معجزے زمین پر ہوتے ہیں تو تم ضرور اپنی آنکھیں جلد کھولو گے۔"

معارج تغلق کے کریٹیکل ہاورز پورے ہونے میں دو گھنٹے باقی تھے اگر ان ہاورز میں اسے ہوش نہ آتا تو پھر اس کی زندگی کی امید باقی نہیں رہنا تھی۔وہ ایک زندہ لاش بن کر سدا اسی طرح بستر پر رہنے والا تھا۔دماغی چوٹ کے باعث اس کا دماغ مفلوج ہوجانا تھا اور دماغی موت کے بعد جسم کی وقعت کچھ نہیں رہتی۔

زائرہ ملک کے ہونٹ آہستگی سے ہلے تھے۔

"خدا تمہیں زندگی دے معارج۔انائیا کو تمہاری ضرورت ہے اور میں اپنی بیٹی کی خواہشوں کو پورے ہوتے دیکھنا چاہتی ہوں اسے خوش دیکھنا چاہتی ہوں اور اس کی خوشی تم ہو۔"

...☆☆☆...

"محبت کی زمین پر کچھ بھی بوؤ وہ رائیگاں نہیں جاتا۔محبت کی زمین پر معجزوں کا ہونا عجیب بات نہیں۔کوئی بیج بوئے اور اگر وہ راتوں رات تناور درخت بن جائے تو سوچ لینا چاہیے کہ محبت کے لیے کچھ بھی ناممکن نہیں۔اگرچہ اب کوئی بھی امید رکھنا فضول ہے۔مگر میں جانتا ہوں محبت مجھ سے بہت دن تک

دور نہیں رہ سکے گی۔اگر وہ روٹھی بھی ہے تو میری سمت چلی آئے گی۔"
دامیان سوری کی آواز پر سکوت ماحول میں ابھری تھی۔ایکسل نے اسے خاموشی سے دیکھا تھا۔

"میں اگر چاہوں تو ایک پل میں سب ٹھیک ہوسکتا ہے۔مگر میں چاہتا ہوں وہ خود ریئلائز کرے کہ زندگی کے لیے کیا ضروری ہے۔میں زبردستی کا قائل نہیں ہوں اگر وہ بد گمان بھی ہے تو مجھے یقین ہے یہ بد گمانی زیادہ دن نہیں رہنے والی۔"

"دامیان یہ محبت کا کون سا انداز ہے۔تم اسے خود سے دور دھکیل کر پر امید ہو رہے ہو۔اگر تمہیں اتنی شدید محبت ہے تو اسے خود سے بد گمان کیا ہی کیوں۔دو سیدھے سادے صاف گوئی سے کہے لفظ اسے تم سے قریب کرسکتے تھے تو اسے اتنا دور کیوں جانے دیا؟" ایکسل بولا تھا۔

"میں نے اسے دانستہ دور نہیں دھکیلا ایکسل۔وہ سمجھتی تھی میں للّی میک کے ساتھ ہوں اور مجھے بھی یہی لگتا تھا کہ للّی میک اچھی ہے۔ہم ساتھ ساتھ تھے تو اٹ سیمڈ پرفیکٹ اس سے آگے کی جیسے کوئی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سچائی نہیں تھی۔مگر پھر کب مجھے احساس ہوا کہ وہ جو دور کھڑی تھی وہی میرے دل کے قریب ہے اور وہی ضروری ہے۔اس کا احساس ہوا بھی تو میں نے جھٹلانا شروع کردیا۔پھر جب ان الجھنوں سے باہر آ بھی گیا تب بھی وہ سمجھتی رہی میں للّی میک سے محبت کرتا ہوں جبکہ مجھے للّی میک سے محبت کبھی نہیں ہوئی۔اگر ہوتی تو آج میں للّی میک کو جانے نہیں دیتا۔میں اناہیتا بیگ کو دور جانے نہیں دینا چاہتا اگر وہ دور جانے بھی لگی تو مجھے لگا اس کے بنا کہیں کچھ نہیں ہوگا۔اس احساس سے بچنے کو میں نے اسے اپنے ساتھ باندھنا شروع کردیا مگر شاید وہ مناسب نہیں تھا۔

محبت میں اپنی مرضی سے زیادہ کسی اور کی مرضی اہم ہوتی ہے۔اگر اسے لگتا ہے کوئی اور اس کی زندگی میں زیادہ بہتر ہے تو میں اس سوچ کو بدل نہیں سکتا۔" دامیان سوری نے مدہم لہجے میں کہا تھا۔

”مگر تم نے کبھی ڈھنگ سے اسے نہیں بتایا کہ تم محبت میں گوڈے گوڈے ڈوبے ہوئے ہو۔وہ تو یہی سمجھتی ہے تم للّی کو پسند کرتے ہو اور اسے صرف نیچا دکھانے کی کوشش کرتے رہے ہو۔اچھی خاصی دوست تھی تمہاری اس بے وقوفی نے اسے میلوں کی دوری پر لا پٹخا آج حال یہ ہے کہ وہ تم سے پوری طرح بد گمان ہے۔“ ایکسل نے افسوس سے کہا تو وہ مسکرا دیا تھا۔

عجیب تھکا ماندہ سا انداز تھا۔

”ویسے ایک خوش آئند بات تو ہوئی۔حیدر مرتضیٰ کا قصہ تمام ہوا تمہاری راہ کا کانٹا نکل گیا۔“ ایکسل مسکرایا تھا۔

”وہ میری راہ کا کانٹا نہیں تھا۔وہ صرف اناہیتا بیگ کا ایک غلط فیصلہ تھا جو ہوتے ہوتے رہ گیا۔اگر ہوجاتا تو شاید اناہیتا کو بھی ساری زندگی پچھتانا پڑتا۔“ دامیان بولا تھا۔

”اور شاید تمہیں بھی۔“ ایکسل نے جتایا تھا۔

وہ کچھ نہیں بولا۔

”دامیان للّی کے جانے کا تمہیں کوئی افسوس نہیں؟“ ایکسل نے پوچھا تھا۔

دامیان سوری نے اس کی سمت دیکھا تھا۔پھر مسکرا دیا تھا۔

”تمہیں لگتا ہے میں دو محاذوں پر اکٹھا لڑ سکتا ہوں۔میرے لیے ایک محاذ پر لڑنا کافی دشوار ہے۔دوسرے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔للّی کے ساتھ تو سب کلیئر ہے۔وہ صرف اچھی دوست ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں۔اناہیتا جو سمجھتی ہے وہی تم بھی سمجھ رہے ہو۔آہ، محبت... یہ ساری خوش فہمیاں، غلط فہمیاں محبت میں ہی کیوں ہوتی ہیں۔اور اسے لگتا ہے میں نے حیدر مرتضیٰ کو جانے پر مجبور کیا۔جب کہ اسے تو جانا ہی تھا۔عقل مند تھا۔بات اس کی سمجھ میں آگئی۔اناہیتا کو لگتا ہے ساری دنیا اس کی طرح نادان ہے۔“

”نادان تو وہ ہے۔“ ایکسل مسکرایا تھا۔”تو منا نہیں سکتا اسے۔“

”اسے جتنا غصہ ہے نا شاید وہ مجھے قتل کردے گی، وہ سوچتی ہے میں نے اس کی کردار کشی کی ہے۔لڑکی محبت میں اتنی اندھی نہیں ہوتی۔کتنی بھی حماقت کرے اپنے کریکٹر پر انگلی برداشت نہیں کرسکتی۔“ دامیان نے کہا تھا۔

”مگر تم نے کب ایسا کیا؟“ ایکسل چونکا تھا۔

"یہ بات تم جانتے ہو نا کہ میں نے نہیں کیا ایسا کچھ' وہ تو یہی سمجھ رہی ہے۔حیدر مرتضیٰ کو بد ظن کر کے واپس بھیجنے والا میں ہوں۔میں تو خود حیران ہوں وہ بندہ اچانک سے چپ چاپ واپس کیسے چلا گیا۔ویسے اگر وہ نہیں بھی جاتا تو میں اسے اٹھا کر کنیڈا پٹخ کر آنے والا تھا۔" ایکسل مسکرا دیا تھا۔

"اس کو مناؤ دامیان' اگر محبت ہے تو یہ سب نہیں ہونا چاہیے۔یہ سب بہت زیادہ ہو رہا ہے۔" ایکسل نے سمجھایا تھا۔دامیان کچھ نہیں بولا تھا۔

...☆☆☆...

انائیا ملک اسپتال کے لاؤنج میں چپ چاپ بیٹھی تھی۔جب نرس نے آکر اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔

"15 نمبر والے روم کے پیشنٹ کے ساتھ آپ ہیں؟"

"ہوں کیوں کیا ہوا؟" وہ چونکی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ڈاکٹر آپ کو بلا رہے ہیں۔" نرس بنا تفصیل بتائے وہاں سے نکل گئی تھی۔ انائیا کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا تھا۔یکدم سے اسے لگا تھا جیسے جسم سے جان نکل رہی ہو۔

وہ ڈوبتے دل کے ساتھ اٹھی اور من من بھر کے قدموں سے چلتی روم کی طرف بڑھی تھی۔وہ کسی بھی صورت حال کے لیے خود کو تیار کرنا چاہتی تھی مگر... اس نے کمرے کے اندر قدم رکھا تھا۔دل میں ایک خوف لیے قدم آگے بڑھے تھے تبھی نگاہ معارج تغلق پر پڑی تھی۔اس کا آکسیجن ماسک ہٹا ہوا تھا۔انائیا ملک کی جان فنا ہونے کو تھی۔"مسز تغلق آپ کا مریض خوش بخت ہے انہیں ہوش آگیا ہے۔بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ پیشنٹ اس کنڈیشن میں ہوش میں آسکے۔مگر لگتا ہے ان کے لیے بہت سی دعائیں مانگی گئی ہیں۔ دعائیں دواؤں سے زیادہ پر اثر ہوتی ہیں۔" ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے آگاہ کیا تھا۔

"آپ کے شوہر اب خطرے سے باہر ہیں۔"

"ڈاکٹر' مگر یہ آنکھیں کیوں بند کیے ہوئے ہیں۔"

"یہ دوا کا اثر ہے مسز تغلق ورنہ آپ کے پیشنٹ کی حالت بہتر ہے۔ شکر کریں یہ زندگی کی جنگ جیت کر واپس لوٹے ہیں۔" ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

انائیا ملک نے اپنی رکی ہوئی سانس خارج کی تھی۔

"شکر خدا کا۔" اس کے لب ہولے سے ملے تھے۔

"میں کچھ دوائیں بدل رہا ہوں۔ فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔ باقی کے زخم بھرنے میں کچھ دن لگیں گے۔ وہ معمول کی بات ہے۔" ڈاکٹر نے کہا تھا اور پرچہ لکھ کر نرس کے ہاتھ میں تھما دیا تھا۔ انائیا نے بے یقینی سے معارج تغلق کا چہرہ دیکھا تھا جیسے اسے اب بھی یقین نہ تھا کہ وہ زندہ ہے اور سانس لے رہا ہے وہ اس کے قریب آئی تھی۔ وہ معمولی کی سانس لے رہا تھا۔ چہرہ پر سکون تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

انائیا ملک کے اندر ایک اطمینان اترا تھا۔ وہ باہر آئی اور تغلق ہاؤس فون کرنے لگی تھی۔ معارج تغلق کی زندگی کی نوید انہیں بھی تو سنانا تھی۔

...☆☆☆...

پارسا نکاح کے بعد اپنے اماں ابا کے ساتھ اپنے گھر چلی گئی تھی۔ رخصتی کے بارے میں ابھی فیصلہ نہیں ہوا تھا مگر عدن بیگ جیسے کسی الجھن میں دکھائی دیا تھا۔ وہ اس نکاح سے خوش تھا یا نہیں۔ انابیتا نہیں جانتی تھی۔ مگر وہ اپنے اندر ایک سکوت محسوس کر رہی تھی۔

"کیا ہوا تمہیں اس طرح چپ کیوں لگ گئی ہے؟" ممی نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔ وہ کچھ نہیں بولی تھی۔

"مجھے تم بہن بھائی کی سمجھ نہیں آتی وہاں وہ عدن ہے نکاح کے بعد عجیب الجھن میں دکھائی دے رہا ہے اور یہاں تم ہو تمہیں حیدر مرتضی کے اس طرح جانے کا واقعی کوئی افسوس ہے؟" ممی نے کہا تھا۔

"مجھے کسی بات کا کوئی افسوس نہیں ہے ممی۔ مگر غصہ ہے۔ دامیان نے بہت گھٹیا حرکت کی۔ اسے اس طرح نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

”کیا کیا اس نے؟“ ممی نے پوچھا تھا۔

”آپ نہیں جانتیں؟ حیدر مرتضیٰ کے جانے کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے یہ بات بہت واضح ہے نا؟“ اناہیتا دامیان پر الزام لگا رہی تھی۔

”آہ تمہیں لگتا ہے اسے دامیان نے جانے پر مجبور کیا؟ مگر یہ غلط فہمی بھی تو ہوسکتی ہے نا اس طرح کسی پر الزام لگانا ٹھیک ہے کیا؟“ ممی نے پوچھا۔

”میں الزام نہیں لگا رہی ہوں سب کچھ ٹھیک تھا تو پھر اچانک سے اس طرح کیسے آپ کو لگتا ہے حیدر مرتضیٰ کا دماغ خراب تھا کہ وہ اس طرح چلا گیا؟“

”مگر تمہیں اس کے اس طرح جانے کا افسوس کیوں ہے؟ دنیا میں رشتوں کی کمی ہے کیا؟بھاگتے کے پیچھے بھاگا جا سکتا ہے ابھی بھی کیا آفت آگئی ایسا تو کوئی محبت میں بھی نہیں پچھتاتا۔ایسے کیا سرخاب کے پر جڑے تھے حیدر مرتضیٰ میں جو اس کے جانے پر اس طرح ملال کر رہی ہو۔تمہارے لیے رشتوں کی کمی ہے کیا؟“ ممی نے اسے ڈپٹا تھا۔

”ممی بات رشتوں کی نہیں ہے۔دامیان سوری نے حیدر مرتضیٰ کو مجھ سے بد ظن کرنے کے لیے جو تدبیریں آزمائیں مجھے اس پر غصہ ہے۔اس نے اس

طرح تصویر کھینچی کہ حیدر مرتضیٰ کو لگا میرا اور دامیان کا کوئی چکر ہے اور...!“ وہ بولتے بولتے رک گئی تھی۔سامنے نگاہ دامیان سوری پر پڑ گئی تھی۔وہ وہاں کب آگیا تھا؟ مگر اس کی مخاطب وہ نہیں ممی تھیں۔

”آپ نے بلایا تھا ممی؟“ وہ سعادت مندی سے پوچھ رہا تھا۔

”ہاں مجھے کچھ شاپنگ کے لیے جانا تھا۔تمہارے انکل تو بزی ہیں اور عدن کو آج کل اپنی خبر نہیں۔سو تمہیں فون کر کے بلالیا۔ہم ماں بیٹا آرام سے شاپنگ کریں گے۔ڈنر بھی اور پھر تم مجھے گھر ڈراپ کردینا۔“ ممی نے پلان بتایا تھا۔اناہیتا چونکی تھی اس کی ممی دامیان کو اتنی اہمیت دے رہی تھیں اور اس کی کوئی پروا ہی نہیں کر رہی تھیں۔دامیان سوری کی طرف نگاہ اٹھی تھی جو اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

”کیا ہو رہا ہے“ وہ زچ ہو کر بولی تھی۔

”کیا ہوا؟“ ممی نے سرسری انداز میں کہتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تھا۔

"یہ آپ لوگ اس طرح ایکٹ کیوں کر رہے ہیں جیسے میری کوئی اہمیت ہی نہیں؟ اور آپ جانتی ہیں نا دامیان نے میرے ساتھ جو بھی کیا؟ اس کے باوجود آپ اسے گھر بلا کر اس کے ساتھ جا رہی ہیں؟" اناہیتا نے جتایا تھا۔

"بیٹا تم دونوں میں جو بھی ہے وہ تم دونوں کا آپسی معاملہ ہے۔مجھے ان معاملوں میں مت گھسیٹو دامیان سوری میرے لیے بیٹے جیسا ہے اور میں اسے کسی دوسرے کی نظر اور زاویے سے نہیں دیکھ سکتی۔" ممی کی بات نے اناہیتا کو حیران کردیا تھا۔

"بیٹا میں بیگ لے کر آتی ہوں۔" ممی کہتے ہوئے اندر بڑھ گئی تھیں۔اناہیتا' دامیان کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔اناہیتا آگے بڑھنے لگی تھی۔تبھی وہ بولا تھا۔

"للّی واپس جا رہی ہے ہم نے ایک ڈنر رکھا ہے کلاس میٹس کی گیٹ ٹو گیدر ہے تم اگر آنا چاہو تو آسکتی ہو۔" دامیان سوری نے اس کی سمت دیکھے بنا کہا تھا۔اناہیتا بیگ نے اس کے لا تعلق سے انداز کو دیکھا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"للّی واپس جا رہی ہے تو اس سے سب سے زیادہ فرق تو تمہیں پڑنا چاہیے نا؟ تم اپنے نقصان کے بارے میں مجھے کیوں بتا رہے ہو؟" وہ ضدی لہجے میں بولی تھی۔

"بہتر۔" دامیان سوری نے سعادت مندی سے سر ہلا دیا تھا۔"مجھے لگا میرے نقصان کی کچھ فکر آپ کو بھی ہوگی اور کم از کم اس نقصان کے افسوس میں شریک ہونے آپ بھی آنا چاہیں گی۔کچھ اور نہیں

تو 'شولڈر ٹو کرائے' تو ضرور پیش کرنا چاہیں گی کہ کچھ دوست تو آپ بھی تھیں۔زیادہ دنوں کی بات نہیں ہے۔کچھ آشنا تو ہم بھی تھے نا؟" وہ جانے کیا جتانا چاہ رہا تھا۔اناہیتا بیگ کو کوفت ہوئی تھی۔

"تم ڈراما کرنے میں کوئی ثانی نہیں رکھتے۔لفظوں کی کوئی کمی نہیں تمہارے پاس۔مگر مجھے تم سے یا تمہاری پرابلمز سے کوئی سروکار نہیں کسی کے نقصان کی فکر تب ہوتی ہے جب خود کا نقصان نا ہوا ہو۔مجھے اس وقت اپنے نقصان کا افسوس زیادہ ہے۔" وہ جتاتے ہوئے بولی تھی۔

"اوہ' تو تمہیں شولڈر ٹو کرائے چاہیے؟" دامیان سوری نے کہنے کے ساتھ ہی بہت اطمینان سے اپنا شانہ آگے کر دیا تھا۔" انابیتا بیگ چڑ گئی تھی۔

"دامیان سوری میرے ضبط کو مت آزماؤ۔ میرے ہاتھوں قتل ہوجاؤ گے۔"
وہ کہہ کر جانے لگی تھی جب دامیان نے کلائی تھام لی تھی۔وہ پلٹ کر دیکھنے لگی تھی۔انداز جارحانہ تھا۔جیسے وہ اسے واقعی قتل کردے گی۔مگر دامیان سوری بہت اطمینان سے مسکرایا تھا۔

"تمہارے سامنے ہوں نا۔دیدہ و دل پر وار کرو روکا کس نے ہے؟" اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا تھا۔جہاں وہ بہت غصے میں تھی وہاں دامیان سوری بہت نارمل موڈ میں تھا۔وہ شرارت کر رہا تھا۔مگر دیکھتے ہی دیکھتے انابیتا بیگ کی نظریں نمی سے بھرنے لگی تھیں اور یکدم سے چھلک بھی پڑی تھیں۔

دامیان نے ہاتھ بڑھا کر ان آنسوؤں کو پونچھنا چاہا تھا۔مگر وہ ہاتھ چھڑا کر یکدم ہی وہاں سے نکلتی چلی گئی تھی۔

دامیان سوری کی نظروں میں اضطراب اترنے لگا تھا۔

...☆☆☆...

انائیا ملک' معارج کو اپنے ہاتھوں سے سوپ پلا رہی تھی۔وہ اس کی سمت دیکھتے ہوئے خاموشی سے سوپ پی رہا تھا۔اس نے کچھ نہیں کہا تھا۔شاید وہ بولنے کی کنڈیشن میں نہیں تھا۔بیماری کی نوعیت بر قرار تھی اور نقاہت اب بھی تھی۔

سدرہ اور تیمور اندر داخل ہوئے اور بیٹے کو سوپ پیتے دیکھ کر اطمینان سے مسکرائے تھے۔

"تھینک گاڈ میرا بیٹا زندگی کی طرف واپس لوٹ رہا ہے۔میری تو جان سولی پر اٹک گئی تھی ڈاکٹر نے جب تمہاری حالت نازک بتائی تھی۔یہ شاید انائیا کی دعاؤں کا ہی اثر ہے۔ایک پل بھی تمہارے پاس سے نہیں گئی۔تمہاری تیمارداری کرتی رہی۔" سدرہ تغلق نے کہا تو معارج تغلق نے انائیا کی طرف دیکھا تھا۔

"تمہیں یاد ہے بیگم ایک بار جب میں بیمار پڑ گیا تھا تو تم بھی اس طرح قریب سے ہٹی نہیں تھیں۔ تمہاری بہو بھی تم پر پڑی ہے۔" تیمور تغلق مسکرائے تھے۔

"اسے محبت کہتے ہیں آپ مردوں کو جس کی قدر نہیں ہوتی۔" سدرہ تغلق نے مسکراتے ہوئے جتایا اور بیٹے کی طرف بڑھ آئی تھیں۔

"اب کیسی طبیعت ہے بیٹا؟" معارج نے سر ہلا دیا تھا۔

"انائیا دیکھا دعائیں سچ میں معجزہ کرسکتی ہیں۔" سدرہ تغلق نے بیٹے کی زندگی واپس ملنے پر انائیا کو کریڈٹ دیا تھا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو بیگم دواؤں سے زیادہ کام دعائیں کرتی ہیں۔ سچے دل سے ہاتھ اٹھے تو دعائیں رائیگاں نہیں جاتیں۔ معارج کی سلامتی کے لیے جو بھی دعائیں مانگی گئیں وہ پر اثر رہیں۔ تمہاری ممی نے پچاس کالے بکرے صدقہ کرنے کی ٹھانی ہے جس دن تم گھر آجاؤ گے جشن کا سا سماں ہوگا۔" تیمور نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"ایشاع کا فون آیا تھا۔ بہت روتی رہی ہے وہ کہہ رہی تھی آجاتی ہوں مگر میں نے ہی روک دیا۔ آج تمہاری حالت بہتر ہو تو SKYPE پر بات کرلینا۔ اسے ڈھارس ہوجائے گی۔" ممی نے کہا تھا۔ ایشاع ان دنوں جرمنی میں تھی اپنے ہزبینڈ کے ساتھ۔

"اس حالت میں سفر کرنا مناسب نہیں۔ خدا نے تمہیں تندرستی دے دی ہے اب جب آئے گی تو خود مل لے گی۔" ممی نے کہا تھا۔ معارج تغلق نے سر ہلا دیا تھا اور کونے میں کھڑی انائیا ملک کی طرف دیکھا تھا۔ جو اس ماحول میں خود کو بہت ان فٹ محسوس کر رہی تھی۔ شاید تبھی وہ کونے میں جا کھڑی ہوئی تھی۔ ان کی فیملی ٹاک میں اس کے لیے کہیں جگہ نہیں تھی اور وہ پلٹنے لگی تھی تبھی معارج کو اپنی سمت تکتا پا کر اس کی سمت دیکھا تھا۔
نگاہیں لمحہ بھر کو ملی تھیں پھر وہ پلٹ کر باہر نکل آئی تھی۔

...☆☆☆...

"تم نے اس طرح اچانک جانے کی کیوں ٹھان لی؟" زائرہ ملک نے للی میک کی طرف دیکھا تھا۔ "اب تو سب ٹھیک ہو رہا ہے۔ جہانگیر ملک صحت یاب ہو

کر گھر واپس آگئے ہیں۔گلے شکوے جو تھے وہ بھی دور ہو سکتے ہیں' پھر اب...!"

"میں یہاں ہمیشہ کے لیے نہیں آئی تھی۔میرا قیام اسی مقصد کے لیے تھا اور وہ پورا ہوا۔اب رکنے کا کوئی جواز نہیں۔" للّی میک بولی تھی۔

"کیا تم نے جہانگیر ملک کو ابھی تک معاف نہیں کیا۔" زائرہ نے پوچھا۔

"بات معافی کی نہیں ہے۔مجھے ان سے گلہ نہیں ہے۔میری ممی کی خواہش تھی میں ان سے ملوں۔تبھی میں نے ان تک کا سفر کیا۔مگر مجھے خوشی ہے اب آپ ایک ہیپی فیملی کے ساتھ رہ سکتی ہیں۔" للّی

مسکرائی تھی۔

"کیا تم اس ہیپی فیملی کا حصہ نہیں بننا چاہو گی؟" زائرہ نے پوچھا تو وہ سر اٹھا کر دیکھنے لگی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"یہ بات کچھ عجیب لگتی ہے آنٹی۔ایسا کہانیوں میں اچھا لگتا ہے کہ پھر سب ہنسی خوش رہنے لگے ایسا حقیقی زندگی میں بھی شاید ممکن ہو مگر میں نہیں سمجھتی ایسا ضروری ہے۔میں اس فیملی کا حصہ نہیں ہوں اور مجھے وہاں بہت سے کام ہیں۔جنہیں میں ادھورا چھوڑ کر آئی تھی اور اب جا کر پورا کرنا ہے۔" للّی میک نے کہا تھا۔زائرہ ملک نے اس کے گرد اپنا بازو پھیلا کر اسے قریب کیا تھا اور ماتھے پر پیار کرتے ہوئے بولی تھیں۔

"تم ان ضروری کاموں کو چھوڑ کر کبھی کبھار ہم سے ملنے تو آسکتی ہو نا؟ مجھے تم اناہیا جیسی لگتی ہو۔تم نے جس طرح میری تنہائی کو بانٹا میں چاہتی ہوں تم آنے والے دنوں میں ہمارا حصہ رہو۔" للّی نے زائرہ کی طرف دیکھا تھا۔تبھی نگاہ سامنے اٹھی تھی جہاں جہانگیر ملک کھڑے تھے۔

"زائرہ اگر واپس جانا اس کی خواہش ہے تو روکو مت لندن زیادہ دور نہیں ہے۔جب ہمیں یاد آئے گی ہم جا کر مل سکتے ہیں۔" جہانگیر ملک نے اس کی سہولت کے پیش نظر کہا تھا۔للّی نے ان کی طرف دیکھا تھا۔

"آپ کو لگتا ہے میں آپ سے خفا ہوں۔مگر ایسا نہیں ہے۔" جہانگیر ملک نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"بچوں کو خفا ہونے کا پورا حق ہے۔اگر والدین سے کوئی کوتاہی ہو تو بچے اسے جتا سکتے ہیں۔"

للّی نے خاموشی سے انہیں سر اٹھا کر دیکھا تھا۔

"سارے والدین کی طرح میری بھی خواہش ہے کہ اپنے بچوں کے لیے کچھ کروں انہیں اپنی نظروں کے سامنے رکھوں مگر جانتا ہوں بچے بڑے ہوجائیں تو ان کی اپنی سمتیں بن جاتی ہیں اور جبکہ میں اپنی ذمے داریاں پوری بھی نہیں کر رہا تو میں کوئی توقع بھی نہیں رکھ سکتا۔" للّی نے جہانگیر ملک کی طرف دیکھا تھا۔جہانگیر ملک بولے تھے۔

"تعلقات پر سرد مہری کی برف جم جائے تو اسے پگھلنے میں وقت لگتا ہے۔ غلطیوں کا ازالہ ممکن ہے کفارہ ادا ہوسکتا ہے۔میں اپنی پوری کوشش کروں گا کہ ان تمام باتوں کے لیے ازالہ کرسکوں۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"میں آپ سے کوئی شکوہ نہیں کر رہی نا توقع ہے مگر ایک رشتہ شاید وقت نے ہم میں جوڑ دیا ہے جس کی کوئی وجہ یا سبب بھی نہیں۔" للّی بولی تھی۔

"تم میری غلطی نہیں ہو ہمارے کلچر میں بیٹیاں رحمت مانی جاتی ہیں۔میں خوش نصیب ہوں خدا نے مجھے دو بیٹیوں سے نوازا اگرچہ وقت نے مجھے مجبور کر کے تم دونوں سے دور کردیا' غافل کردیا مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ میرے دل میں اپنی اولاد کے لیے کوئی فیلنگز نہیں۔" جہانگیر ملک نے کہا تھا اور للّی نے انہیں بس خاموشی سے دیکھا تھا۔

...☆☆☆...

انائیا ملک نے ہاتھ بڑھا کر اس کی بیک میں تکیہ رکھنا چاہا تھا تاکہ وہ اٹھ کر بیٹھ سکے۔ایسا کرنے میں وہ اس کے کچھ قریب آگئی تھی۔اس کی گرم گرم سانسیں چہرے سے ٹکراتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں۔وہ اپنے کسی اندر کے احساس کے تحت یکدم ہی پیچھے ہٹ گئی تھی۔

معارج تغلق کو کچھ محسوس ہوا تھا کہ نہیں یا اس نے اس بات کا نوٹس بھی لیا تھا کہ نہیں وہ نہیں جانتی تھی مگر اس قلیل مدت کی قربت نے اس کے اندر اتھل پتھل مچا دی تھی۔

معارج تغلق نے اس کی سمت دیکھا مگر انداز سرسری تھا۔وہ اس کی خدمت گزاری سے متاثر تھا کہ نہیں یا اس کا احسان مند تھا کہ نہیں وہ نہیں جانتی تھی۔مگر وہ کسی اجر کے لیے نہیں کر رہی تھی اسے نیپکن لگایا تھا اور اسے سوپ پلانے لگی تھی۔

معارج تغلق نے اس کے ہاتھوں کی کپکپاہٹ کو واضح محسوس کیا تھا۔جانے کیا سوچ کر اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔انائیا ملک اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔

”میں خود پی لوں گا۔اس کی ضرورت نہیں“ وہ اس کی کیفیت سمجھ رہا تھا۔اس کے خیال سے ایسا کہہ رہا تھا یا وہ اس کا مزید احسان لینا نہیں چاہتا تھا یا اپنے کیے پر کوئی شرمندگی محسوس ہوئی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”ابھی تمہاری حالت ایسی نہیں کچھ بہتر ہوجاؤ پھر اپنے ہاتھ سے کھا پی سکتے ہو۔“ انائیا ملک نے کہا تو اسے خاموشی سے دیکھنے لگا تھا۔نگاہیں ملی تھیں۔انائیا ملک اپنی نگاہیں جھکا گئی تھی۔معارج تغلق نے اس کا ہاتھ چھوڑا تو انائیا ملک اسے دوبارہ سوپ پلانے لگی تھی۔

دونوں خاموش تھے۔

انائیا اپنا کام کر رہی تھی اور معارج تغلق اسے بس خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ اس خاموشی کا کوئی بھید تھا کیا؟اگر خاموشی کچھ بول سکتی تھی تو ان دونوں کو اس کے معنیٰ سمجھ لینا چاہیے تھے۔یا پھر وہ اس خاموشی کو سن رہے تھے اور انجان بن رہے تھے۔

”تم نے ڈاکٹر سے پوچھا اور کتنے دن لگیں گے؟ میں اسپتال کے اس بستر پر لیٹے لیٹے تھک گیا ہوں۔مجھے یہاں سے نکلنے میں مدد کرو۔“ وہ انائیا ملک سے کہہ رہا تھا۔

”جب تک ٹھیک نہیں ہوجاتے ایسا ممکن نہیں‘ ڈاکٹرز کا فائدہ نہیں ہے۔آپ کو یہاں رکھنے میں۔“ وہ جتاتے ہوئے بولی تھی۔بیویوں والا مخصوص انداز تھا۔

معارج تغلق نے اسے بغور دیکھا تھا۔

"میرے بزنس کا ہرج ہو رہاہے۔" جواز بنایا۔

"جان بچ گئی ہے شکر کریں۔" وہ اس کی طرف دیکھے بنا بولی تھی۔معارج تغلق خاموش ہوگیا تھا۔انائیا ملک جانتی تھی وہ چڑ چڑا ہو رہا ہے۔اتنے دن سے بستر پر پڑا ہے۔تبھی وہ ویل چیئر پر اسے باہر کی کھلی فضا میں لے آئی تھی۔

کچھ فاصلے پر ایک بوڑھا کپل تھا۔ضعیف خاتون اپنے شوہر کو ویل چیئر پر لے کر باہر کی کھلی فضا میں آئی ہوئی تھی۔انائیا کی نگاہ ان پر پڑی تو خاتون مسکرا دی تھیں۔

"تمہارا شوہر ہے؟" معارج کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔انائیا نے سر ہلا دیا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ما شاء اللہ کتنی اچھی بیوی ہو اپنے شوہر کا اتنا خیال کر رہی ہو۔" خاتون نے اسے کہہ کر معارج کی طرف دیکھا تھا۔

"بیٹا بہت لکی ہو تم تمہیں اتنی محبت کرنے والی بیوی ملی ہے۔ساتھی اچھا ہو تو بڑے آرام سے بسر ہوجاتی ہے۔دیکھو ہماری شادی کو پینتالیس سال گزر گئے مگر آج بھی کل کی بات لگتی ہے۔اتنی لمبی رفاقت بھی کم لگتی ہے۔محبت ہو تو سالوں کی مدت بھی کم لگتی ہے اور محبت نہ ہو تو ایک پل کے لیے بھی ساتھ گزارہ کرنا ممکن نہیں ہوتا۔" خاتون نے کہا تھا معارج تغلق کچھ نہیں بول رہا تھا۔

"میں دعا کرتی ہوں تم دونوں کی جوڑی سلامت رہے اور تم دونوں بھی ہماری طرح مدتوں ساتھ رہو۔سدا ایک دوسرے سے نباہتے رہو۔محبت سے بڑا کوئی اسم نہیں کامیاب زندگی کی کنجی ہے اور کلیہ بھی۔" خاتون بڑے گر کی بات بتا رہی تھیں۔انائیا کو مروتاً کچھ بولنا پڑا تھا۔

"کیا ہوا آپ کے شوہر کو؟"

"بیٹا بڑھاپا خود بہت سی بیماریاں کی جڑ ہے۔مگر ان کا بی پی ہائی رہتا ہے دل کا سائز بڑھ گیا ڈاکٹر ہارٹ ٹرانسپلانٹ کا مشورہ دے رہے ہیں۔مگر انہیں ضد ہے گھر واپس چلیں۔انہیں لگتا ہے میری توجہ کیئر انہیں دوائیوں سے زیادہ جلدی بہتر کر سکتی ہے۔بچوں کو پال کر بڑا کیا۔بڑا انسان بنایا۔آہستہ آہستہ سب بچے اپنی اپنی سمتوں کو نکل گئے۔پھر ہم دونوں باقی بچ گئے۔ہم دو تھے اور دو ہی رہ گئے۔بچوں سے گلہ نہیں۔ان کی اپنی زندگی ہے مگر ہم خوش ہیں کیونکہ وہ خوش ہیں اور ان کی خوشی ہماری خوشی ہے ہم دونوں کے لیے خوشی کا مفہوم ایک دوسرے کی محبت' ہمراہی ہے۔ہم ایک دوسرے کا خیال کرسکتے ہیں اور کیا چاہیے سکھ دکھ بانٹ سکتے ہیں۔ہم خالی ہاتھ نہیں ہیں ایک دوسرے کا ہاتھ' ہاتھ میں ہے اور اس سے زیادہ کچھ اہم نہیں۔" خاتون کے چہرے پر ایک نور کا ہالہ تھا۔وہ مسکرا رہی تھی۔انائیا کو وہ کپل بہت خوب صورت لگا تھا۔

"میں دعا کرتی ہوں انکل بہت جلد ٹھیک ہوجائیں اور آپ دونوں کا ساتھ بنا رہے۔" انائیا نے کہا تھا۔خاتون مسکراتی ہوئی معارج کو دیکھنے لگی تھیں۔

"کون جانے کتنے لمحے باقی بچے ہیں۔مگر تم دونوں کو دیکھ کر اپنی جوانی کے دن یاد آگئے۔خدا تم دونوں کو سلامت رکھے اور ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ بنائے رکھے۔" خاتون نے پورے دل سے دعادی تھی۔انائیا کچھ بول نہیں سکی تھی۔اس کی زندگی میں اگلا پل کیا لانے والا تھا۔وہ خود نہیں جانتی تھی۔ان خاتون کی دعاؤں کو پورا ہونا تھا کہ نہیں وہ نہیں جانتی تھی۔تبھی معارج کی سمت دیکھ سکی تھی۔

محبت کے باوجود کچھ تھا جو اسے روک رہا تھا۔اسے ساتھ لے کر چلنے کو ہمراہ رہنے کو۔

"مجھے واپس اندر لے چلو۔" معارج تغلق نے کہا تھا۔انائیا اسے لے کر کمرے کی طرف بڑھنے لگی تھی۔

ہم دو سمتوں کے مسافر

ایک دوسرے سے ناواقف

منزل ہمارے قدموں سے آن بھی لپٹے تو

محبت اب نہیں ہوگی

محبت تب بھی نہیں تھی

جب ہم ساتھ ساتھ چلتے تھے

یا جب خوابوں نے آنکھوں پر اپنے رنگ رکھے تھے

یا جب تتلیوں کے رنگوں نے ہاتھوں کو چھوا تھا

محبت تب بھی نہیں ہوتی تھی

محبت تب بھی نہیں ہوتی تھی

ہم اپنی اپنی ضد میں ٹھہرے

ایک دوسرے سے مخالف سمت چلتے

ایک دوسرے کی سمت بنا دیکھے

ایک دوسرے سے دور نکلتے چلے گئے تھے

محبت تب خاموش کھڑی تھی

اور ہمیں چپ چاپ تکتی تھی

محبت تب بھی نہیں تھی

محبت اب بھی نہیں تھی

...☆☆☆...

للّی کے جانے کے لیے دیے گئے ڈنر میں وہ چپ چاپ بیٹھی تھی۔باقی کے سارے دوست بول رہے تھے۔باتیں کر رہے تھے۔دامیان سوری نے اس کے جھکے سر کو دیکھا تھا۔

"انابیتا تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟" للّی نے اس سے پوچھا تھا۔وہ چونکتے ہوئے اس کی سمت دیکھنے لگی تھی۔

"کس بات کے متعلق؟" انابیتا بیگ نے پوچھا

"محبت کے متعلق؟" للّی مسکرائی تھی۔"تمہارے مستقبل کے منصوبے کیا ہیں؟" وہ مذاق کرتے ہوئے بولی تھی۔

"میں نے ابھی کچھ نہیں سوچا۔" انابیتا نے سرسری انداز میں کہا تھا۔نگاہ دامیان سے ملی تھی۔دامیان کی نگاہ میں کیا تھا وہ اس کی سمت سے نگاہ ہٹا گئی تھی۔

"تم شادی کرنا چاہتی ہو نا تمہارے پروپوزل کا کیا ہوا؟" للّی نے پوچھا تھا۔

"نہیں میں اب شادی نہیں کر رہی۔ آئی تھنک مجھے کچھ اور کرنا ہے جو شادی سے زیادہ ضروری ہے۔" اناہیتا نے بتایا تھا۔

"آہ' ساؤنڈز گریٹ تم بھی میری طرح کریئر اور نینٹڈ لڑکی ہو۔" للّی مسکرائی تھی۔اناہیتا نے اس کی سمت دیکھا تھا۔اس کا دوستانہ انداز اسے چونکا رہا تھا۔

"تم کیوں جا رہی ہو؟" اناہیتا نے پوچھا۔

"اس لیے کہ مجھے جانا تھا۔" للّی نے اتنے دوستانہ انداز میں پہلے شاید کبھی بات نہیں کی تھی۔نا ان دونوں کے درمیان کبھی کوئی بات چیت ہوئی تھی۔وہ دونوں اچھے دوست کبھی نہیں رہے تھے۔

"مجھے لگا تم رکنا چاہو گی۔" اناہیتا نے قیاس لگایا۔

"کیوں' دامیان کے لیے؟" للّی مسکرائی تھی۔"مجھے دامیان کے لیے رکنا پڑتا تو شاید رک جاتی۔مگر میں اس کی ترجیح نہیں ہوں۔دامیان تم نے اناہیتا کو بتایا نہیں؟" للّی نے اناہیتا کو بتاتے ہوئے دامیان کی طرف دیکھا تھا۔

"کیا؟" دامیان چونکا۔

"یہی کہ...!" للّی نے دانستہ مسکراتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔

دامیان نے اسے دیکھا تھا۔پھر مسکرا دیا تھا۔

"اسے بتا چکا ہوں مگر اسے یقین نہیں آتا۔"

"کیا...؟ تمہیں بتانے کا ہنر نہیں آتا؟" للّی مسکرائی۔

"شاید' مگر شاید یہ ماننے کو تیار نہیں کہ تم اس سے زیادہ بیٹر ہو۔" وہ مذاق کر رہا تھا یا سنجیدہ تھا۔اناہیتا جان نہیں پائی تھی مگر اس کے اندر غصے کی ایک لہر اٹھی تھی۔وہ وہی بات دہرا رہا تھا جو ان دونوں کے درمیان مخالفت کا باعث بنی تھی اور جس بات نے ان کے درمیان دیوار اٹھا دی تھی۔

"کم آن دامیان۔" للّی مسکرائی تھی۔"تم جانتے ہو سچائی کیا ہے اناہیتا تم اس کی باتوں میں مت آنا۔یہ جو کہتا ہے وہ مت سنو۔جو نہیں کہتا وہ سننے کی کوشش کرو۔" للّی نے وضاحت دی تھی۔مگر اناہیتا کو وہ بات اچھی نہیں لگی تھی جو دامیان نے کہی تھی۔وہ اسے ایک بار پھر للّی کو اس پر فوقیت دے رہا تھا اور ایسا وہ اتنے سارے لوگوں کے سامنے کر رہا تھا۔

"دامیان ہر وقت کا مذاق ٹھیک نہیں یار۔" ایکسل نے کہا تھا۔

”مذاق کی بات نہیں۔“ دامیان سوری نے مسکراتے ہوئے گلدان میں سے پھول نکالا تھا۔انابیتا کی سمت دیکھا تھا اور پھر پھول للّی کی سمت بڑھا دیا تھا۔ اگر وہ اسے چڑانے کے لیے کر رہا تھا تو وہ طریقہ مناسب نہیں تھا۔انابیتا بیگ کو شاید اپنی ہتک محسوس ہوئی وہ یکدم اٹھی تھی اور وہاں سے باہر نکل گئی تھی ایکسل نے دامیان کی طرف دیکھا تھا للّی حیران رہ گئی تھی۔

”تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا دامیان۔“ للّی نے جتایا تھا۔وہ اٹھ کر اس کے پیچھے چلا آیا۔وہ کوریڈور میں تھی۔دامیان اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔

انابیتا اگر رک نہیں جاتی تو اس سے ٹکرا جاتی۔ان دونوں کے درمیان فاصلہ مختصر تھا۔انابیتا بیگ نے اسے سلگتی نظروں سے دیکھا تھا۔

”میری راہ چھوڑو۔“ وہ غصے سے بولی تھی۔وہ اسے بغور دیکھتے ہوئے مسکرا دیا۔

”تمہیں اتنا غصہ کیوں آتا ہے اور کس بات پر؟ اگر کوئی سچ ہے تو اسے ماننا چاہیے نا اس میں کیا برا ہے اگر کوئی مجھے کہے کہ میں کسی سے زیادہ مناسب یا بہتر نہیں تو مجھے اس کے لیے کیوں برا لگے گا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں اسے اس طرح سے لوں گا کہ اس کے پرکھنے کا معیار الگ ہے۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ کمی مجھ میں ہے۔“ وہ اطمینان سے مسکرا دیا۔

انابیتا اسے گھورنے لگی تھی۔آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور ان آنکھوں میں نمی بھی اتر رہی تھی۔دیکھتے ہی دیکھتے آنکھیں چھلک بھی پڑی تھیں۔دامیان سوری کو اس پر ترس آگیا تھا۔اس کا ہاتھ تھاما تھا اور ایک قدم بڑھا کر اسے کے قریب آیا تھا۔ہاتھ بڑھا کر اس کی آنکھوں کی نمی چننا چاہی تھی مگر اس نے ایسا کرنے سے روک دیا تھا۔اس کا ہاتھ جھٹک دیا تھا۔

”اتنی مخالفت کرو گی تو بات کیسے بنے گی انابیتا بیگ۔“ وہ مدھم لہجے میں سرگوشی کرتا ہوا بولا۔

”تمہیں کوئی حق نہیں میری اس طرح انسلٹ کرنے کا۔؟“ وہ سخت لہجے میں بولی۔

دامیان نے اسے خاموشی سے دیکھا تھا۔وہ ضبط کرتی ہوئی بہت مشکل کیفیت میں لگی تھی۔وہ اسے خود سے قریب کرنے کی کوشش میں خود سے دور ہٹا رہا تھا۔

"میں تم سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتی کیوں میری راہ میں آجاتے ہو؟" انابیتا بیگ نے بھیگتی آنکھوں سے کہا تھا۔دامیان سوری مسکرا دیا تھا اور مدہم لہجے میں بولا۔

"پھر کیا کروں؟" دوست ہو میری تنہا کیسے چھوڑ دوں مگر دوست ہونے کا مطلب یہ بھی نہیں کہ میں تم سے تمہاری خوشی کے لیے غلط بیانی کروں۔اچھا سنو چلو یہ مخالفت ختم کرتے ہیں مجھے اچھا نہیں لگتا تمہیں اس طرح غم زدہ کرنا' رلانا تمہاری آنکھوں میں آنسو اچھے نہیں لگتے۔کاجل پھیل جاتا ہے اور تمہیں معلوم نہیں تم کتنی بری لگتی ہو۔چہرے کے تاثرات بگڑ جاتے ہیں۔" وہ مسکرایا تھا انابیتا نے ارد گرد کی پروا کیے بنا اسے پیچھے دھکیلا تھا اور غصے سے دیکھا۔

"مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنا' کبھی نہیں ملنا' تمہاری طرف دیکھنا بھی نہیں سو آئندہ مجھ سے دور رہنا۔میں تم سے کوئی واسطہ نہیں رکھنا چاہتی۔" وہ دو ٹوک لہجے میں بولی تھی مگر وہ اطمینان سے مسکرا دیا تھا۔

"غصہ کس بات پر ہے جلن محسوس ہوتی ہے تو صاف صاف کہہ دو نا تمہیں اچھا لگتا ہوں' محبت کرتی ہو مجھ سے کسی اور کی طرف دیکھتا ہوں تو برا لگتا ہے' کسی کی بات کرتا ہوں تو جان سلگتی ہے کہہ دو اتنا گھٹ گھٹ کر صبر کیا کرنا۔" وہ اسے چڑا رہا تھا وہ ہاتھ اٹھا کر قطعی انداز میں اسے مزید بولنے سے باز رکھتے ہوئے بولی تھی۔

"تم دنیا میں آخری آدمی بھی بچو گے تو بھی میں تمہاری طرف نگاہیں نہیں کرنا چاہوں گی۔تمہیں چننا تو دور کی بات ہے۔میں تمہیں کبھی اپنے لیے مناسب رشتا نہیں مانتی۔"وہ جتاتے ہوئے وہاں سے نکلتی چلی گئی۔

"آہ محبت' اتنی پیچیدہ کیوں ہوتی ہے۔اتنی الجھی ہوئی سلجھاؤ تو اور الجھ جائے بات کرو تو دبک جائے۔یہ کیسی محبت ہے محبت ہے بھی کہ نہیں؟" دامیان نے اسے جاتے دیکھ کر خود کلامی کی تھی۔

...☆☆☆...

للّی میک واپس چلی گئی تھی۔اس کے جانے سے گھر میں جو ایک فرد کے آجانے کی رونق تھی وہ ختم ہو گئی تھی۔انائیا بے حد مصروف تھی اور زائرہ کو گھر کا وہ سکھ اور خاموشی اتنی بری نہیں لگ رہی تھی۔جہانگیر ملک کے آجانے سے گھر میں ایک ٹھہراؤ آگیا تھا۔مگر زائرہ انائیا کو لے کر اب بھی پریشان تھیں۔معارج تغلق ڈسچارج ہو کر گھر واپس چلا گیا تھا۔انائیا کی تیما داری ختم ہوئی تھی۔

”انائیا کیا سوچا ہے تم نے؟“ زائرہ اس کے کمرے میں دودھ دینے آئی تھیں تو پوچھا۔

”کس بارے میں ممی؟“ انائیا نے لیپ ٹاپ پر کام کرتے ہوئے ماں کی طرف دیکھا۔

”تم جانتی ہو انائیا میں کس بارے میں بات کر رہی ہوں۔“ ممی نے کہا تھا انائیا خاموشی سے سر جھکا گئی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”بے سمت چلنا تھکا دیتا ہے بیٹا اور سفر رائیگاں بھی رہتا ہے۔میں نہیں چاہتی تم اس طرح اپنی زندگی کو بے سمت لے کر چلو۔تمہیں کوئی ایک فیصلہ کرنا ہو گا۔تم اپنی زندگی کے ساتھ اس طرح نہیں کر سکتیں۔“ ممی نے سمجھایا۔

”ممی فی الحال میں نہیں جانتی اس زندگی کا کیا ہونا ہے۔مگر مجھے یقین ہے جلد میں کسی نقطے پر پہنچ جاؤں گی۔میں اس مقام پر ہوں جہاں میں ڈاٹ سے ڈاٹ ملانے کی کوشش کر کے راستا ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی ہوں اور فی الحال مجھے پہلا ڈاٹ ہی نہیں مل پایا جو ایک سمت کا تعین کرے۔“ انائیا بولی۔

”اس طرح کب تک بسر ہوگی انائیا۔میں نہیں چاہتی تم کسی غلط فیصلے کو بھگتو۔“

”آپ کے خیال میں مجھے کیا کرنا چاہیے۔“ انائیا نے پوچھا۔

ممی نے اس کی سمت دیکھا۔

”اس بات کا جواب تمہیں اپنے دل سے مانگنا چاہیے انائیا۔اندر کی خوشی اہم ہے تماری طرف سے تم پر کوئی دباؤ نہیں ہے۔میں نہیں چاہتی تم دوسروں

کی فکر سے اپنی زندگی کو موڑو، تمہیں اپنے لیے یا اپنی خوشی کے لیے جینا سیکھنا چاہیے۔"

"میں نہیں جانتی اندر کی خوشی کیا ہے ممی میرے لیے چیزوں کا مفہوم بدل چکا ہے۔" انائیا بولی۔

"تمہیں معارج کے ساتھ رہنا ہے؟" ممی نے پوچھا تھا اور انائیا فوری طور پر کوئی جواب نہیں دے سکی تھی۔

"میں نے اس کی مدد کی مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں اس کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔شاید وہ رشتا اس وقت کے لیے تھا اور اسے آگے بڑھانے کی کوئی گنجائش نہیں نکلتی۔نا ہی یہ مناسب ہوگا حماقتوں کو دہرانا اور بار بار اعتبار قائم کرنا خود اپنے آپ کی نفی ہوسکتی ہے اور میں اس بار خود کو نظر انداز نہیں کرسکتی۔" انائیا مدھم لہجے میں بولی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ممی اسے دیکھ کر رہ گئیں۔

...☆☆☆...

پیت کی لت موہے ایسی لاگی ہوگئی میں متواری

بل بل جاؤں میں اپنے پیا کے میں تو جاؤں واری واری

سدرہ تغلق نے فون کر کے بلایا تھا انائیا کے لیے انکار کرنا نا ممکن ہوگیا تھا۔

وہ اندر داخل ہوئی تھی وہ لاؤنج میں بیٹھا دکھائی دیا تھا۔

دونوں نے خاموشی سے ایک دوسرے کی سمت دیکھا تھا۔

وہ سوٹڈ بوٹڈ بندہ بے بس، بے پروا، بے نیاز دکھائی دیا تھا۔

وہ ایک نگاہ ملی تھی تو اس کے بعد سب اجنبی تھا۔رستم قریب سے گزرا تھا۔

وہ سدرہ تغلق کے متعلق پوچھنے لگی تھی۔جب معارج نے اسے بلالیا تھا۔

"رستم میں نے لائر کو بلایا تھا وہ ابھی تک نہیں پہنچے ہیں۔میں مزید ویٹ نہیں کرسکتا مجھے میٹنگ میں جانا ہے۔اور میں لیٹ ہو رہا ہوں۔فون کر کے پوچھو کتنی دیر اور لگے گی، اور پوچھو پیپرز ریڈی ہوئے کہ نہیں؟" وہ انائیا ملک کی سمت متوجہ نہیں تھا۔رستم نے سر ہلایا تھا۔

"میں نے فون کردیا ہے وہ راستے میں ہیں۔تھوڑی دیر اور لگے گی سرکار۔" مؤدب انداز میں کہا تھا۔انائیا ملک اس گھر میں اجنبی سی کھڑی تھی بہت سکی محسوس ہوئی تھی۔وہ پلٹ جانے کو تھی جب پیچھے سے آتی معارج تغلق کی آواز نے اس کے قدم باندھ دیے تھے۔اس نے پلٹ کر دیکھا تھا اور معارج تغلق کو اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔نگاہ ملی تھی انائیا دیکھ نہیں پائی تھی۔ان جھکی پلکوں میں لرزش تھی۔ان پلکوں پر کیا تھا کچھ خواب یا ان خوابوں کے پورا نہ ہونے کا خوف یا پھر ملال...؟

معارج تغلق نے اس چہرے کو بغور دیکھا تھا کچھ تو تھا اس چہرے میں کہ وہ نگاہ ہٹا نہیں پایا تھا۔

انائیا ملک نے اس کی سمت تکنے سے گریز کیا تھا۔

"وہ میں، ممی نے مجھے فون کر کے بلایا تھا۔" وہ کہنے کا قصد کرتی الجھ گئی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ہاں جانتا ہوں۔" معارج تغلق نے پر سکون لہجے میں کہا تھا۔"مگر ممی تو کسی کام سے باہر گئی ہیں تم بیٹھ کر انتظار کر سکتی ہو۔" وہ لہجہ لا تعلق تھا' نگاہ میں بے گانگی تھی۔

"تم اس طرح کیوں بی ہیو کر رہی ہو جیسے پہلی بار اس گھر میں آئی ہو۔یا یہ سب تمہارے لیے نیا اور انوکھا ہے۔بیٹھو تم سے بات کرنی ہے۔" معارج نے اس کا ہاتھ تھام کر چلتے ہوئے کہا تھا۔وہ اس طرح ہاتھ تھامنے پر حیران رہ گئی تھی۔

وہ کیسا خواب سا عالم تھا۔وہ اس کے ساتھ کسی میکانکی انداز میں چل رہی تھی۔ اس کی ہمراہی میں اتنا سرور کیوں تھا۔اس کے فقط ہاتھ تھامنے سے یہ کیسا جادو سا وجود کے سارے علاقے میں پھیل رہا تھا۔

"آؤ بیٹھو۔" معارج نے کہا تھا اور اسے بیٹھا کر اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔

اس کی آنکھیں

مجھے دیکھتی ہیں تو

مجھے کچھ اور دکھائی نہیں دیتا

اس کی محبت

میرے ساتھ چلتی ہے تو

مجھے کچھ اور سنائی نہیں دیتا

سب الجھی الجھی باتوں میں

اک سلجھی سی بات ہو تم

اتنے اچھے کیوں لگتے ہو؟

کیوں ہر دم آس پاس ہو تم

تمہیں کھوؤں، تمہیں ڈھونڈو، تمہیں پاؤں

تمہارے رنگ کو اوڑھ لوں

یا تمہارے خواب سجا لوں پلکوں پر

یا تمہارے رنگ میں رنگ لوں

کروں تو کیا کروں

میرے ہم سفر بتا

میرے چارہ گر جواب دے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

معارج تغلق کی نگاہ اس کی نظروں میں کیا ڈھونڈ رہی تھی اور وہ اس طرح چپ کیوں تھا۔انائیا ملک اپنی الجھی دھڑکنوں کو سنتی چپ چاپ اس کے سامنے بیٹھی تھی۔

"تم ٹھیک ہو؟" معارج تغلق نے جانے کیا سوچ کر کہا تھا۔

"ہاں، آپ کیسے ہیں، اب کیسا محسوس کر رہے ہیں؟" انائیا نے اپنے اندر کو ڈپٹتے ہوئے کہا تھا۔وہ معارج تغلق کے سامنے کوئی حماقت نہیں کرنا چاہتی تھی۔ محبت اپنی جگہ مگر وہ اپنا غرور، اس کے قدموں تلے رکھ کر اس سے یہ نہیں کہہ سکتی تھی کہ تم اسے روند کر چلے بھی گئے تو محبت باقی رہے گی۔

"تم اس طرح الجھی ہوئی کیوں ہو؟ سب ٹھیک تو ہے نا؟" معارج تغلق نے سرسری انداز میں پوچھا۔

انائیا نے اس کی سمت دیکھا تھا اور سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

"نہیں... وہ...!"

گلابی چنری اوڑھے

کن من کن من بارش میں

ننگے پاؤں چلتی

گلابوں کے شہر کا پتا پوچھتی

محبت الجھی الجھی سی

اور کچھ خواب سجانے نکلی تھی

اس کی آنکھوں میں سوال تھے

کچھ آدھے ادھورے خواب تھے

میری مضطرب سی نگاہ میں

جو ایک عکس تھا

وہ نام جو دل پر نقش تھا

اسے اس کی نگاہ نے پا لیا؟

یا رائیگاں جان کر بھلا دیا

میں اس کی آنکھوں میں جھانکوں

یا اس سے بات کروں

یا سوال کروں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میرے جنوں کی اسے خبر نہیں

میں کیسے بات کروں

کیسے بتاؤں اس کو

کہ بات کرنا کتنا ضروری ہے

اس سے ملنا

ساتھ چلنا کتنا ضروری ہے

اسے کیسے بتاؤں کہ یہاں ایک دل ہے۔

جو اس کے لیے دھڑکتا ہے

رگِ جاں میں جو تلاطم ہے وہ اس کے باعث ہے

وہ میری خواہشوں میں ہے

اسے یہ بات کیسے معلوم ہو

اسے کیسے بتاؤں اب کہ عمر بس رائیگاں ہے

اگر وہ ساتھ نہیں

اگر وہ آس پاس نہیں

اس کی نگاہ میں اب دیکھوں

تو دیر تک دیکھنا ہے

"کیا ہوا؟ اس طرح کھو کہاں گئیں؟" معارج تغلق نے اسے کھوئے کھوئے دیکھ کر کہا تھا۔

"معارج... وہ... میں...!" وہ کچھ بولنے کا قصد کرنے لگی تھی تبھی معارج بولا۔

"انائیا مجھے اندازہ ہے تمہارے ساتھ غلط ہوا۔اس کے لیے آل ریڈی میں سوری کر چکا ہوں۔اس کا مداوا کرنے کی کوشش بھی کرسکتا ہوں۔مگر مجھے تمہاری بھی فکر ہے۔میں تمہارے ساتھ مزید کوئی نا انصافی نہیں کرسکتا۔مجھے عقل آگئی ہے۔اپنی مرضیات کو تم پر تھوپنا نہیں چاہتا یہ ٹھیک نہیں، میں چاہتا ہوں اس بار فیصلہ تم لو۔ہم اس پر بات کرچکے ہیں۔بات کو بہت دن گزر

چکے ہیں۔مجھے لگتا ہے اس عرصے میں تم بھی کسی نتیجے پر پہنچ چکی ہوگی اور میں بھی کچھ فیصلہ کر چکا ہوں۔میں نے لائر سے بات کرلی ہے۔اسے طلاق کے پیپرز تیار کرنے کو کہہ دیے ہیں۔ایک ارب تمہارا حق مہر ہے اس کے علاوہ بھی اگر تمہاری کوئی شرائط ہیں تو تم بتا سکتی ہو۔ابھی تھوڑی دیر میں لائر آرہا ہے۔میں چاہتا ہوں تم بھی پیپرز ریڈی ہونے سے پہلے اس سے مل لو' بات کرلو۔اگر رقم کم ہے تو اس سے ڈبل کرلو۔میں اس بار کوئی نا انصافی نہیں کرسکتا یا زبردستی تمہیں اپنے ساتھ نہیں باندھ سکتا ہوں۔امید ہے کہ اس بار میں نے ٹھیک فیصلہ کیا ہو۔میرے اندر سے فی الحال کوئی آواز نہیں آرہی۔یا پھر میں سننا نہیں چاہ رہا۔اس پر بولنا بات کرنا فی الحال ضروری نہیں۔میں ازالہ کر رہا ہوں۔یا ازالہ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔تم اپنی ترجیحات بتا سکتی ہو۔مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔تم بہت اچھی ہو انائیا۔بہت اچھی لڑکی ایسی ہی رہنا۔تمہارے چہرے کی دلکشی بھلائے جانے کے قابل نہیں اور آنکھوں کا یہ بھولا پن میں اسے کبھی نظر انداز نہیں کرسکتا۔تمہاری آنکھیں

خوابوں کے لیے نہیں ہیں انہیں اس طرح ویران نہیں دیکھ سکتا۔“ وہ مدھم لہجے میں کہہ رہا تھا اور انائیا اسے ساکت سی دیکھ رہی تھی۔

...☆☆☆...

انائیا کی سماعتوں میں جیسے کوئی پگھلا ہوا سیسہ انڈیل رہا تھا۔اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہاتھا‘ کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔صرف معارج تغلق کے ہونٹ ہلتے دکھائی دے رہے تھے‘ اس کی آواز سے اس کا کوئی ربط بن نہیں پارہا تھا‘ اس کی سماعتوں میں بس ایک شور تھا‘ اس شور کے مفہوم بڑے غیر واضح تھے‘ وہ کچھ سمجھ نہیں پارہی تھی‘ محبت ایسی بے مہر ہوسکتی تھی؟

ایسی بے حس؟

محبت میں محبت کی امید نہیں رکھی جائے‘ کوئی توقع نہ رکھی جائے‘ تب بھی محبت اگر محرم نہ رہے تو اندر کہیں بہت گہری تکلیف ہوتی ہے پھر معارج تغلق ایسا کیوں کررہا تھا؟ اگر وہ اس کی توقعات پر پورا نہیں اتر سکتا تھا‘ اسے کوئی صلہ نہیں دے رہاتھا‘ تو اس کا کچھ تو خیال کرسکتا تھا یا پھر اس کی توقعات ہی بہت زیادہ تھیں؟

میرے محرماں

میں نے اپنے سارے خواب سجائے تھے تیرے واسطے

ہر اک سانس میری‘ میری پلکوں کے سائے

بہت سنبھال کر رکھے تھے

تیرے سارے کرم

تیرے سارے بھرم

میرے ہم سفر

میری جان میں جو جنوں ہے

جو افسوں ہے میری سانسوں میں

اس کا سبب تمہی تو ہو

میری سمت تم جو نظر کرو

میرے سارے اسباب جان لو

میرے مہرباں، میرے محرماں

میرے اندر جتنے سوال ہیں

جتنے وسوسے یا ملال ہیں

یا ہم میں جو ایک ڈور ہے

جو دل کو باندھے بیٹھی ہے

اس الجھن کا میں کیا کروں؟

اس محبت کا میں کیا کروں؟

"انائیا! بہت سے نقصان ناقابل تلافی ہوتے ہیں، میں سبھی کیے کا ازالہ نہیں کرسکتا مگر میں محسوس کرتا ہوں میرے اندر جو تمہارے لیے کینہ تھا، ایک سختی تھی، وہ اب نہیں ہے، جانے کب... کیسے وہ سب میرے اندر سے جاتا رہا مگر اب مجھے تم سے کوئی عداوت نہیں ہے، تم نے ٹھیک کہا تھا میں اگر تمہارے ساتھ سب غلط کرتا ہوں تو پھر مجھ میں اور اس شخص میں کوئی فرق نہیں، میں خوف زدہ تھا۔میں مسلسل اسی کیفیت میں ہوں۔میں کسی نئی انائیا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تعلق کو جنم نہیں دینا چاہتا۔انائیا تعلق کی تکلیف کا مجھے احساس ہے کیونکہ اس کے ساتھ میرا دل جڑا ہے۔اس کے لیے میرے اندر بہت گنجائش ہے اور دکھ بھی۔اس کی ہر تکلیف کو میں اپنے دل سے محسوس کرسکتا ہوں، تبھی شاید تمہارے ساتھ سب کرنا ناروا لگا، میں جانتا ہوں تم فی الفور مجھے معاف نہیں کرسکتیں شاید کبھی معاف بھی نہ کرسکو مگر میں اپنے خود پر اپنے بُرے کیے کا ہر ممکن ازالہ کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔میں ایسا کرنے کی ٹھان چکا ہوں، تم میرے ساتھ رہو یا نہ رہو، میں تمہارا لیے ہمیشہ خیر خواہ رہوں گا اور اپنے طور پر تمہارے حق میں ہر اچھا کرنے کا ارادہ رکھوں گا۔" وہ پرسکون انداز میں کہہ رہا تھا۔

انائیا ملک اسے خاموشی سے ساکت سی دیکھ رہی تھی۔اسے اس طرح اپنی طرف دیکھتا پا کر جانے کیوں وہ مسکرایا تھا۔پھر ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے کو ملائمت سے چھُوا تھا۔

"تم نے کوشش نہیں کی نا اگر محبت ہوجاتی تو پھر اتنے گلے نہیں ہوتے۔"

وہ کیا سمجھ رہا تھا؟ یا انائیا کی نظریں اس سے کیا کہہ رہی تھیں؟ کیا وہ اسے' یا اس کی نظروں کو پڑھ رہا تھا؟ وہ جان گیا تھا کہ اس کی نگاہوں میں شکوہ ہے۔

یا کوئی شکایت؟

"مرد بہت سی چیزوں پر کورا ہوتا ہے' شاید اس سفر کا آغاز تمہاری طرف سے ہوتا تو مجھے اچھا لگتا۔ مگر تم بھی ایک کائیاں ہو' محبت کرنا تو شاید تمہیں بھی نہیں آتی' ہے نا؟ اچھا سنو! محبت ہو بھی جاتی تو؟ کیا تم مجھے معاف کردیتیں؟" وہ پوچھنے لگا تھا پھر اس کا جواب سنے بنا مسکرادیا تھا۔

"شاید تم مجھے معاف نہیں کرسکو گی' محبت کے لیے سوچنا تو بہت دور کی بات ہے اور میں آج اچانک محبت کے بارے میں کیوں سوچ رہا ہوں؟" وہ آپ چونکا تھا۔ انائیا ملک تب بھی کچھ نہیں بولی تھی۔

"تمہاری آنکھیں... شاید یہ تمہاری آنکھیں ہیں جو مجھے ایسا سوچنے پر مجبور کررہی ہیں۔" معارج تغلق کی مدہم سی سرگوشی فضا میں ابھری تھی۔

"اگر ان آنکھوں کو جیتنے کا ہنر آتا تو میرا دل کب کا فتح ہوچکا ہوتا۔ میں مفتوح بننے میں ہچکچاتا نا کوئی تعرض برتتا۔ ایک بات کہوں؟" وہ مسکرایا تھا۔ "مجھے فاتح بننے کا غرور کبھی درکار نہیں رہا۔ مجھے ان کھیلوں سے کوئی شغف نہیں سو میں ہار جیت کے معاملات میں کبھی نہیں پڑا تبھی تو آج تمہاری نظروں کو بغو دیکھ رہا ہوں اور کہیں کچھ تلاش کررہا ہوں۔" وہ بہت بے فکر سا مسکرارہاتھا کیا یہ وہی معارج تغلق تھا؟

وہ ہی سخت گیر

وہ موقع پرست... سخت دل انسان... یا وہ اصول پرست انسان جسے اپنا کیا سب ٹھیک لگتا تھا؟

انائیا ملک کی نظریں اسے جانچ رہی تھیں اور معارج تغلق کی آواز اس کی سماعتوں میں پڑ رہی تھی۔

"ان آنکھوں کو ضد ہے' یہ خواب دیکھنا نہیں چاہتیں اور مجھے یہ ضد ہے کہ کہیں کوئی عکس ہو۔ یہ آنکھیں بات نہیں کرتیں اور مجھے خو ہے یہ بولیں میرا ذکر کریں' میری بات کریں۔" کتنی مدہم سرگوشی تھی

انائیا کی سماعتوں میں سارا ماحول ایک دھڑکن کی طرح تھم گیا تھا۔

معارج تغلق نے اس کی کمر کے گرد بازو حمائل کرکے اسے خود سے قریب کیا تھا اور اس کے چہرے کو بغور دیکھا تھا۔جیسے وہ ان نظروں، ان آنکھوں، اس چہرے کو پہلی بار دیکھ رہا تھا یا وہ کوئی خواہش اندر رکھتا تھا۔

"اگر کوئی خواہش کروں تو اسے شاید تم پورا نہ کرو۔ سمجھ نہیں آتا کیسے بسر ہوگی اب۔مگر یہ تو طے ہے کہ تمہاری یاد بہت آئے گی۔بات عشق کی نہیں نا کوئی جنوں ہے مگر کچھ ایسا ہے کہ دل تھوڑا بہت عادی ہو گیا تھا سو کچھ دن تو کچھ قلق ہوگا پھر سب کچھ معمول پر آجائے گا۔شاید ایسا کچھ تمہاری طرف بھی ہو۔" مدہم لہجے میں عجیب خواہشیں بول رہی تھیں۔ان نگاہوں کی حدت سے اس کا چہرہ جلنے لگا تھا۔وہ اس کی سمت زیادہ دیر دیکھ نہیں پائی تھی، نظریں جھکا گئی تھی۔معارج تغلق ان قربتوں کو طول دینے کی سوچ رہا تھا یا کوئی اور خواہش اس کے دل میں تھی، وہ جان نہیں پائی تھی وہ صرف اتنا جانتی تھی کہ وہ سارے لمحے سمیٹ رہا تھا اور تمام معاملات کو منفی انجام دے

رہا ہے پھر ان قربتوں کی کہانی آغاز کرنے سے کیا فائدہ تھا، ان لمحوں میں کوئی جادو تھا۔

وہ اس کی گرفت سے باہر نکل جانا چاہتی تھی۔اسے پرے دھکیل دینا چاہتی تھی، مگر اس لمحے اس نے خود کو کتنا بے بس سا محسوس کیا تھا۔

یہ محبت تھی؟

اس کی آنکھوں میں

اس کے چہرے پر

وہ محبت ہی تھی؟ یا کچھ اور

انائیا اس کی آنکھوں میں دیکھنے کا ارادہ رکھتے ہوئے بھی دیکھ نہیں سکتی تھی۔

"ان آنکھوں کو دیکھ کر جانے کیوں لگتا ہے یہ اپنے اندر عجیب بھید رکھتی ہیں باندھ سکتی ہیں اپنے ساتھ۔خود میں ضم کر سکتی ہیں مجھ میں خواہشوں کا انبار لگنے لگتا ہے نا چاہتے ہوئے بھی ان آنکھوں کا تابع ہونے لگتا ہوں۔تم کچھ سمجھو نہ سمجھو مگر کچھ تو بھید ہے۔شاید میں ہی بہت نا سمجھ ہوں یا پھر ان کاموں میں عقل سے سابقہ ہی نہیں ہوتا۔میں حیران ہوں بہرحال،

میرے معمولات میں کسی کے لیے دنیا تیاگ دینا کبھی نہیں تھا۔" وہ دھیمے لہجے میں اس کے کان کے قریب سرگوشی کرتے ہوئے مسکرایا تھا۔انائیا ملک کی ساری جان مٹھی میں آگئی تھی' وہ ساحر تھا جو عجیب سُر پھونک رہا تھا۔لمحوں کو اپنے ساتھ باندھ رہا تھا' دھڑکنوں کو اپنا معمول کررہا تھاا ور پھر ایک دم سے سارے خوابوں کی ڈور کھینچ کر توڑ دیتا تھا۔انائیا ملک کے لیے اس جادو سے باہر آنا ناممکن تھا مگر وہ اپنے گرد سے اس کی گرفت ہٹا کر اس کے حصار سے باہر نکلی تھی اور دو قدم دور جا کھڑی ہوئی۔

وہ اپنی طے شدہ راہوں پر چلنے کا ارادہ باندھ چکا تھا تو وہ اس کے سامنے اپنی انا کو روندنے کے لیے مزید نہیں جھک سکتی تھی۔

محبت ہی تھی نا

ہوگئی تھی مگر اس خودداری کو وہ نہیں گنوا سکتی تھی

وہ شخص اب بھی اتنا ہی دور تھا اتنا ہی اجنبی

انائیا ملک کی نظروں نے اسے دیکھا تھا۔جانے کیوں آنکھیں پانیوں سے بھرنے لگی تھیں۔

"سچ تو یہ ہے معارج تغلق تم کسی کا معمول بن نہیں سکتے' تم محبت کا معمول کیا بنو گے۔تم جیسا شخص محبت کے الجھاؤں میں نہیں الجھ سکتا۔تم آج بھی اتنے ہی الجھے ہوئے ہو مگر ایک بات ہے' تم جیسا بندہ کبھی گھاٹے کا سودا نہیں کرسکتا۔اس سارے کھیل میں جس کا نقصان ہوا ہے وہ میں ہوں اور حقیقت تو یہ ہے کہ تم میرا وہ نقصان کبھی پورا نہیں کرسکتے۔چاہے تم کھربوں میرے نام لکھوادو۔میرا وہ نقصان تمہارے لیے ناقابل تلافی ہی رہے گا۔"

انائیا ملک نے دھندلی آنکھوں سے اس لمبے چوڑے شخص کو دیکھا جو پل میں کسی بھی دنیا کو زیرو زبر کرسکتا تھا۔

"تم اختیارات کے حصول میں جنون پسند ہو مگر میرا حصول ان اختیارات سے باہر کی چیز ہے' میں تمہارا جنوں نہیں' تمہاری خواہشوں میں نہیں سو تم یہ کہانی بھی سمجھ نہیں سکتے۔" وہ کہہ کر پلٹی تھی اور وہاں سے نکل آئی۔

معارج تغلق خاموشی سے اسے جاتا دیکھتا رہا تھا۔

...☆☆☆...

"کیا ہوا؟ تم اتنی چپ چاپ کیوں ہو؟" انابیتا بیگ نے انائیا ملک کے چہرے کو بغور تکتے ہوئے دریافت کیا تھا۔انائیا ملک نے چونکتے ہوئے اپنے سامنے پڑے کافی کے مگ کو دیکھا اور پھر تھامتے ہوئے سر نفی میں ہلا دیا۔

"سب ٹھیک تو ہے؟ تم کچھ پریشان لگ رہی ہو؟" انابیتا بیگ نے اخذ کیا تھا۔

"نہیں ایسی بات نہیں ہے۔" انائیا ملک نے کہا تھا اور کافی کے سپ لینے لگی تھی۔

"میں تمہارے پاس کچھ شیئر کرنے آئی تھی، بہت دن سے دل بہت بوجھل سا تھا، تبھی سوچا تم سے مل لوں۔انائیا ان دنوں عجیب کیفیت ہے، مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ کیا ہورہا ہے اور کیونکر ہورہا ہے؟ مگر میں اس سب سے باہر آنا چاہتی ہوں۔حیدر مرتضیٰ کے جانے کے بعد میں بہت ڈاؤن فیل کررہی

ہوں۔ایسا نہیں ہے کہ میں اس سے بہت سی امیدیں لگا بیٹھی تھی مگر اس طرح کسی بھی لڑکی کے ساتھ ہو تو اسے کچھ عجیب ضرور لگتا ہے۔" انابیتا بیگ بولی تھی۔

"مگر حیدر مرتضیٰ نے تمہیں ری جیکٹ تو نہیں کیا' پھر تم ایسا کیوں سوچ رہی ہو؟" انائیا نے اس کی بات کاٹ کر پوچھا۔

"ہاں حیدر مرتضیٰ نے مجھے ری جیکٹ نہیں کیا مگر شاید رد کیے جانے کا کوئی اور مفہوم بھی ہوگا اگر کوئی اس طرح واپس لوٹ جاتا ہے تو آف کورس کسی بھی لڑکی کا نسوانی وقار مجروح ہوتا ہے۔اس کی انا ہرٹ ہوتی ہے۔" انابیتا بولی تھی۔

"تم نے فیصلہ لینے میں اتنی دیر کیوں کی؟ اگر تمہیں کوئی قلق تھا تو فیصلہ تمہیں لینا چاہیے تھا تم حیدر مرتضیٰ کو منتخب کرچکی تھیں تبھی تمہیں اس طرح فیل ہورہا ہے اگر تم اسے وہ چانس دینے پر پشیمان ہو تو بالکل بھی ایسا مت سوچو۔دنیا میں بہت سے لوگ ہیں وہ سب ہمارے لیے نہیں ہوتے۔ہمارا رابطہ کسی ایک کے ساتھ جڑا ہوتا ہے اور وہی فرد خاص بھی ہوتا ہے۔تمہیں ملال

کرنے سے بہتر یہ سوچنا چاہیے کہ وہ تمہارے لیے نہیں تھا۔اس سے کوئی دلی تعلق نہیں تھا تو پھر ساتھ ہونے یا زندگی گزارنے کا فیصلہ کرنے سے فائدہ؟ تم خود سوچو کیا تم اس کے ساتھ زندگی گزارنے کا فیصلہ لے کر خوش تھیں؟" انائیا ملک نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔انابیتا بیگ نگاہ اس کی طرف سے ہٹا گئی تھی۔

"میں خوابوں میں رہنے والی لڑکی نہیں ہوں۔" وہ شاید خود بھی نفی کررہی تھی۔

"مگر محبت خوابوں' خیالوں کی بات نہیں ہے۔" انائیا ملک بولی تھی اور انابیتا بیگ چونک کر دیکھنے لگی تھی پھر دوسرے ہی پل سرسری انداز میں بولی تھی۔

"محبت کچھ نہیں ہوتی۔" اس کا جواب بہت واضح نفی تھا' انائیا ملک کو اپنا آپ یاد آیا تھا۔جس طرح محبت کی نفی کرتی رہی تھی اور اس محبت نے اسے کسی کو معاف کرنے پر مجبور کردیا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"مجھے بھی ایسا ہی لگتا تھا محبت کچھ نہیں ہے انا! مگر ایسا سوچ لینے سے محبت کی ہیت پر کوئی اثر نہیں ہوتا' ہمارے کلیے اور مفروضے اپنے ہوتے ہیں۔ بہت کچھ ہم اپنے طور پر اخذ کرلیتے ہیں' مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایسا سوچ لینے سے حقیقت بھی بدل گئی ہو۔" انائیا ملک بہت ٹھوس انداز میں بولی تھی۔انابیتا بیگ اسے خاموشی سے دیکھنے لگی تھی۔

"محبت بہت ہی فضول شے ہے اگر کہیں ہے تو... وہ محبت کسی کام کی نہیں جس کے لیے اپنے وجود کی نفی کرنا پڑے۔مجھے اپنی وہ بے اختیاری نہیں لگی جس کو لے کر میں اپنے آپ کو فراموش کردوں۔" وہ غیر لچک پزیر انداز میں بولی تھی۔

"یا پھر یہ ہے کہ تمہاری انا اس سے زیادہ بڑی ہے؟" انائیا ملک نے اس کے چہرے کو پڑھتے ہوئے کہا تھا۔

"محبت جب نہیں ہے تو نہیں ہے۔اس میں انا کی کیا بات ہے؟" انابیتا خود اپنے آپ کی بھی نفی کرنا چاہتی تھی۔

"انا! محبت فائدوں یا نفع پر مشروط نہیں ہوتی۔ محبت ہوتی ہے تو بس ہوتی ہے۔ اگر کوئی کتنا بھی نقصان پہنچائے' محبت کرنا ترک نہیں ہو سکتی۔ نفرت کتنی بھی شدید ہو محبت سے شدید نہیں ہو سکتی۔" انائیا ملک اپنے تجربات کے بل بوتے پر کہہ رہی تھی۔ اناہیتا بیگ مزید الجھنے لگی تھی۔

"انائیا! اگر محبت کرنے والا' محبت کرنے کا دعویٰ بھی کرے اور آپ کی انسلٹ بھی کرے تو کیا یہ محبت اسی طور باقی رہے گی؟ کیا محبت تب بھی محبت ہی رہے گی؟" اناہیتا نے پوچھا تھا۔ انائیا ملک کافی کے سپ لینے لگی تھی۔ شام میں ہونے والی اس ملاقات کا منظر نگاہ میں گھوم گیا تھا۔

"انا! میں نہیں جانتی مگر اگر تمہیں محبت ہے تو تم اس محبت کو کرنا ترک نہیں کر سکتیں' چاہے کوئی کسی بھی طرح پیش آئے یا تمہارا کتنا ہی بڑا نقصان کیوں نہ کرے۔" انائیا پورے وثوق سے بولی تھی پھر اناہیتا کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

"وہ کون ہے اناہیتا بیگ؟ حیدر مرتضیٰ! میرا نہیں خیال وہ حیدر مرتضیٰ ہے۔ نہیں ہے نا؟" وہ پورے یقین سے اس کی سمت دیکھنے لگی تھی۔

"تمہیں کیسے لگا کہ وہ حیدر مرتضیٰ نہیں ہے؟" اناہیتا بیگ چونکی تھی۔

"وہ حیدر مرتضیٰ جیسا بندہ نہیں ہوسکتا اناہیتا بیگ!" وہ وثوق سے بولی تھی۔

"وہ کوئی بھی نہیں ہے انائیا! مجھے کسی سے محبت نہیں ہے۔ میں اتنی بے وقوف نہیں ہوں کہ اپنا آپ یوں ارزاں کرسکوں۔" وہ انکاری تھی۔

"محبت اس سے ماوراہے اناہیتا۔"

"محبت کچھ نہیں ہے انائیا ملک! میرا مفروضہ کسی کلیے پربیٹڈ نہیں ہے۔" وہ اس بات کو ماننے کو تیار نہیں تھی اور انائیا ملک اسے مزید سمجھا نہیں سکتی تھی۔

...☆☆☆...

"مجھے لگتا ہے میں اس تک جتنا بھی سفر کرتا ہوں' وہ اس سے مزید آگے' کوسوں میل کی دوری پر جارکتا ہے۔ میں جانتا ہوں وہ سراب نہیں' مگر اس کا مجھ سے تفاوت پر جا رکنا یہ میری سمجھ میں نہیں آتی کیا محبت اتنی پیچیدہ شے ہو سکتی ہے؟" دامیان شاہ سوری تھکے ہوئے لہجے میں بولا تھا۔

"تمہارا معاملہ سمجھ سے بالاتر ہے دامیان! یا تو تمہیں محبت کرنا نہیں آتی یا وہ محترمہ محبت کے لیے کوئی گنجائش ہی نہیں رکھتیں؟" ایکسل بولا تھا۔

"ممی! للی کے بارے میں پوچھ رہی تھیں' انہیں للی کا اس طرح جانا اچھا نہیں لگا' وہ خفا ہو رہی تھیں کہ میں اسے ملوانے کیوں نہیں لایا اور اسے اس طرح ملے بنا کیوں جانے دیا۔" دامیان سوری نے بتایا تھا

"یہ تمہاری ممی اچانک سے للی میں اتنی انٹرسٹڈ کیونکر ہو گئیں؟ خیریت تو ہے؟" ایکسل نے خطرے کی بو کو محسوس کرتے ہوئے کہا تھا۔

"ممی کو للی پسند ہے۔" سرسری انداز میں مطلع کیا تھا۔

"تمہارے لیے؟" ایکسل نے پوچھا تھا۔

"میرے لیے کیوں؟" دامیان سوری چونکا تھا۔

"وہ شاید یہ سمجھتی ہیں کہ تم للی میں انٹرسٹڈ ہو؟ یا اگر اتنے فری تھے تو...؟" ایکسل نے آنکھیں گھمائی تھیں۔ دامیان نے اسے گھورا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"بچوں جیسی باتیں مت کرو ایکسل! ممی جانتی ہیں میں انابیتا سے پیار کرتا ہوں' اگر وہ یہ حقیقت جانتی ہیں تو وہ للی کے بارے میں بات نہیں کر سکتیں۔" وہ انکاری ہوا تھا۔

"شاید ایسا ہی ہو مگر اگر آنٹی ایسا سوچتی ہیں تو تم کیا کرو گے؟" ایکسل نے پوچھا تھا اور دامیان چونکتے ہوئے اس کی سمت تکنے لگا تھا۔

"ممی کے ہاتھ میں انابیتا کے گھر پروپوزل بھجوا چکا ہوں' وہ جانتی ہیں میں انابیتا کے متعلق کس طرح سے سوچتا ہوں۔ ایسا ہونا نا ممکن ہے' میری ممی میرے خلاف نہیں جا سکتیں۔ میں ان کو جانتا ہوں۔" دامیان نے اندیشے کو رد کرنے کی کوشش کی تھی۔

"وہ پروپوزل منظور نہیں ہوا تھا دامیان سوری! بہت ممکن ہے کہ انابیتا کی طرف سے مایوسی کے بعد آنٹی للی کے لیے اس زاویئے سے سوچ رہی ہوں۔" ایکسل نے کہا تھا' وہ سوچنے لگا تھا۔ اگر ایسا تھا تو یہ بات واقعی لمحہ فکر تھی۔

وہ اناہیتا سے ہٹ کر کچھ سوچنا ہی نہیں چاہتا تھا۔اس کا محور‘ اس کی ذات کا مرکز وہ تھی اور ایسا کیسے ہوسکتا تھا؟ وہ سوچوں میں گم تھا۔

...☆☆☆...

”دامیان تم میرے اکلوتے بیٹے ہو‘ تمہارے حوالے سے میں کئی خواب رکھتی ہوں‘ بہت سی امیدیں رکھتی ہوں اور چاہتی ہوں تم اس پر پورا بھی اترو۔“ کھانے کی ٹیبل پر ممی نے کہا تھا تو وہ انہیں خاموشی سے دیکھنے لگا تھا تو کیا ایکس کا خدشہ ٹھیک تھا؟

”میں سمجھا نہیں ممی! آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟“ دامیان نے الجھ کر کہا تھا۔

”تمہارے کہنے پر میں اناہیتا کے گھر تمہارا پرپوزل لے کر گئی تھی مگر اس کا کیا انجام ہوا؟ ہمارے لیے تمہاری پسند اہم تھی‘ فی الحال ہم نے تمہاری شادی کے متعلق سوچا بھی نہیں تھا مگر جب تم نے اناہیتا کا نام لیا ہم نے اس کی مخالفت نہیں کی اگرچہ ہم نہیں سمجھتے تھے کہ شادی کے لیے یہ رائٹ ٹائم ہے۔ہمیں کوئی فنانشل پرابلم نہیں تھی اس لیے تمہارے اسٹیبل ہونے کا بھی کوئی نقطہ نہیں اٹھایا گیا۔اناہیتا کی فیملی کی طرف سے ہمیں کوئی پوزیٹو رسپانس

نہیں ملا۔اس لیے میں نہیں سمجھتی اب اس کے لیے کوئی گنجائش نہیں نکلتی۔ مجھے للی پسند ہے‘ میں چاہتی ہوں تم اس کے لیے سوچو۔اناہیتا بیگ کا چیپٹر اب کلوز ہوجانا چاہیے۔میں یہ نہیں کہتی کہ وہ تمہارا غلط فیصلہ ہے مگر مجھے نہیں لگتا وہ تم میں کبھی اس طور انٹرسٹڈ رہی ہے۔“ ممی کا انداز دو ٹوک تھا اور دامیان سوری جو چیزوں کا منفی انجام اب تک اپنے طور پر اخذ کیے بیٹھا تھا اس لمحے گنگ رہ گیا تھا۔اس کے ذہن میں یہ بات تو تھی ہی نہیں کہ ممی بھی کوئی معاملہ اٹھا سکتی ہیں۔اس کی سوچ کے اول نقطے سے لے کر آخری نقطے تک صرف اناہیتا بیگ چھائی ہوئی تھی۔وہ اسے منانے کے جتن کررہا تھا۔اسے راغب کرنے کی کوشش کررہا تھا۔اس کی توجہ حاصل کرنے کے طریقے اختیار کررہا تھا۔راستے ڈھونڈ رہا تھا‘ راستے بنا رہا تھا۔

اسے تو خبر ہی نہیں تھی کہ ایسا بھی ہوسکتا ہے۔ممی اس معاملے میں اس کی مخالفت بھی کرسکتی ہیں۔وہ حیران ساماں کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”ممی! میں فی الحال ایسا نہیں سوچ رہا اور...“

"تم کیا سوچ رہے ہو فی الحال یہ اتنا اہم نہیں۔شادی کا نقطہ تم نے خود اٹھایا تھا، ہم نے تو اس بارے میں سوچا بھی نہیں تھا۔"

"ممی میں نے للی کے لیے ایسا نہیں سوچا، محبت اور شادی دو الگ معاملے نہیں ہیں۔آپ ایسے کیسے سوچ سکتی ہیں؟" وہ حیرت سے بولا تھا۔

"میں بھی کوئی بات اپنی اولاد پر امپوز کرنا نہیں چاہتی بیٹا! مگر معاملہ یہ ہے کہ وہ لڑکی تمہیں پسند نہیں کرتی ہے۔تمہاری سمجھ میں یہ بات آجانا چاہیے۔میں نہیں چاہتی تم سرابوں کے پیچھے بھاگ کر اپنا وقت گنواؤ۔یہ دانش مندی نہیں، میں تمہاری ماں ہوں، میں تمہارے مخالف نہیں تمہارے ساتھ کھڑی ہوں۔للی اچھی لڑکی ہے، تم اسے جانتے ہو اور وہ مجھے اور تمہارے ڈیڈی کو بھی پسند ہے، تم اس کے لیے اپنا مائنڈ بنا سکتے ہو، مجھے نہیں لگتا تمہارے لیے مشکل ہے۔" ممی کہہ کر کھانے کی ٹیبل سے اٹھ گئی تھیں۔

دامیان سوری دیکھتا رہ گیا تھا۔یہ کہانی اس کو اس موڑ پر بھی لا سکتی تھی، اس کے بارے میں تو اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔

...☆☆☆...

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ممی، ایشاع سے Skype پر بات کر رہی تھیں جب وہ آفس سے واپس لوٹا تھا۔وہ قریب سے گزر رہا تھا جب سدرہ اسے دیکھ کر مسکرائی تھیں۔

"تم ابھی معارج کے بارے میں پوچھ رہی تھیں اور وہ آگیا ہے، لو بھائی سے بات کرو۔" وہ اندر جانے کا ارادہ ترک کرکے وہیں رک گیا تھا۔

"ایشاع کیسی ہو؟" مسکراتے ہوئے پوچھا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں بھائی! آپ کیسے ہیں؟ اب کیسی طبیعت ہے آپ کی؟"

"میں بالکل ٹھیک ہوں ایشاع! تمہارے مجازی خدا کہاں ہیں؟ دکھائی نہیں دے رہے؟ دل لگ گیا وہاں؟"

"کہاں بھائی، دل بالکل بھی نہیں لگ رہا ہے۔آپ کے ایکسیڈنٹ کی خبر سن کر تو میں فوراً آجانا چاہتی تھی، مگر ممی نے ہی منع کردیا۔اب بھی دل چاہتا ہے فوراً آکر آپ سے ملوں، وہ ٹھیک ہیں اس وقت آفس میں ہیں، بھابی کہاں ہیں؟ دکھائی نہیں دے رہیں؟" ایشاع کے پوچھنے پر وہ چپ ہو گیا تھا پھر بولا تھا۔

”وہ اس وقت یہاں نہیں ہیں۔“ سہولت سے جواب دیا تھا۔

”یہاں نہیں ہیں تو پھر کہاں ہیں؟ آپ پلیز بلائیں انہیں‘ آپ دونوں کو ساتھ ساتھ دیکھنے کا من ہورہا ہے بہت عرصے سے نہیں دیکھا۔“ ایشاع نے ضد کی تھی‘ معارج تغلق کے پاس جیسے اس لمحے کوئی جواب نہیں تھا۔

”بھابی... کہاں بزی ہیں؟ مجھے معلوم ہے آپ یہی کہیں گے اردگرد ہیں مگر ضرور کسی کام میں بزی ہیں۔ایک پل کو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر Webcame کے سامنے آجائیں۔“ ایشاع ضدی بچوں کی طرح براہ راست یوں مخاطب ہوئی تھی جیسے وہ واقعی کہیں آس پاس ہو۔

”ایشاع وہ یہاں...“ معارج نے کہنے کے لیے منہ کھولا تھا‘ جب اس کے عقب سے انائیا ملک کی آواز آئی تھی۔

”میں یہاں ہوں۔“ وہ آواز اس لمحے معارج تغلق کو کوئی خواب جیسی لگی تھی شاید تبھی اس نے یقین کرنے کو پلٹ کر اس کی سمت دیکھا تھا۔

وہ کوئی خواب نہیں تھی

حقیقت بنی اس کی پشت پر کھڑی تھی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کسی کو دل سے یاد کیا جائے تو کیا وہ واقعی اس ایک لمحے میں وہاں آن موجود ہوتا ہے؟ ایشاع اس کا تذکرہ کررہی تھی‘ اس سے بات کرنا چاہ رہی تھی اور کیسے وہ حقیقت بن کر وہاں آن کھڑی ہوئی تھی۔ایسا کیسے ممکن ہوسکتا تھا؟ کیا دل کا دل سے رابطہ واقعی اس طور بندھ سکتا ہے؟ ایسا کوئی سلسلہ دل سے دل کے مابین ہے؟

معارج تغلق حیرت میں مبتلا اس کی سمت دیکھ رہا تھا مگر وہ اس لمحے اس کی سمت متوجہ نہیں تھی۔جیسے معارج تغلق کا وہاں ہونا اس کے لیے معنی نہیں رکھتا تھا یا پھر یہ خفگی کا کوئی انداز تھا؟ وہ خفا تھی؟

”بھابی! کیسی ہیں آپ؟ میں آپ کو بہت یاد کرتی تھی‘ میں بھائی سے کہہ رہی تھی مگر وہ آپ کے معاملے میں کافی پوزیسو واقع ہوئے ہیں۔کسی اور سے آپ بات کریں‘ یہ ان سے برداشت نہیں ہوتا۔یہ محبت کی انتہا پسندی ہے شاید۔“ایشاع مسکرارہی تھی۔

”میں ٹھیک ہوں ایشاع! تم کیسی ہو؟ میں ممی کے لیے چائے بنارہی تھی۔ ممی بتارہی تھیں تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں تھی؟ تم اپنا خیال نہیں رکھ رہیں؟“ وہ

مکمل ذمے دارانہ انداز میں یوں پوچھ رہی تھی جیسے کہیں کوئی خلل واقع ہی نہ ہو اور وہ اس رشتے کا معمول ہو۔

"تھوڑی پرابلم ہوگئی تھی بھابی! اب بہتر ہوں۔ گائی نے بیڈریسٹ کا مشورہ دیا ہے بھابی! آپ کب ہمیں چھوٹا سا کیوٹ سا' گولو مولو سا بھتیجا دے رہی ہیں؟ اس بارے میں آپ دونوں نے کچھ طے کیا کہ نہیں؟" ایشاع شرارت سے پوچھ رہی تھی' انائیا کو لاکھ عداوت سہی اور تعلقات کی ڈور لاکھ الجھی ہوئی سہی مگر اس لمحے اس کا چہرہ کان کی لوؤں تک سرخ پڑ گیا تھا۔ شاید اس لیے بھی کہ معارج تغلق کی آنکھیں بدستور اسے دیکھ رہی تھیں اور...

وہ ایک نگاہ بے تاثر انداز میں ڈال کر اس کی جانب سے غافل بن جانا چاہتی تھی مگر اس کی آنکھیں جیسے اپنے ساتھ باندھ رہی تھیں۔ یک دم سے کیسی کشش آگئی تھی ان آنکھوں میں؟ یا پھر اس کا وجود ہی اس کی سمت کھنچ رہا تھا۔ وہ سمجھ نہیں پائی تھی' وہ سمجھ نہیں پاتی تھی ایشاع کی بات کا کیا جواب دے' لمحہ بھر کو وہ گنگ سی ہوگئی تھی۔ تبھی ایشاع ان دونوں کو دیکھ کر مسکرائی تھی۔

"آپ دونوں ایک ساتھ بہت پرفیکٹ دکھائی دیتے ہیں' خدا آپ دونوں کا یہ ساتھ ہمیشہ بنائے رکھے۔ بھائی اگلے مہینے میرا برتھ ڈے آرہا ہے میں آپ دونوں کو اس برتھ ڈے پر یہاں اپنے ساتھ دیکھنا چاہتی ہوں' ایسا ممکن ہے نا؟" ایشاع اپنا برتھ ڈے کا گفٹ طلب کررہی تھی۔ انائیا فوری طور پر کوئی جواب دے نہیں سکی تھی۔ نگاہ اس شخص سے ملی تھی معارج تغلق نے جانے کیا سوچ کر اس کا ہاتھ تھام لیا تھا او راسے اپنے پاس بیٹھنے پر مجبور کردیا تھا۔ ایسا کرتے ہوئے اس کے دل کی کوئی خواہش ابھری تھی یا محض وہ اپنی بہن کو جتانا چاہتا تھا کہ وہ اپنی بیوی سے قریب ہے۔ وہ سمجھ نہیں پائی تھی مگر ایسا ہونے سے اس کے دل کی دھڑکنیں زیرو زبر ہوگئی تھیں۔ اس کے اندر وہ سرسری سا بیگانگی لیے ہوئے لمس کسی آتش کا سا کام کر گیا تھا۔ انائیا نے معارج تغلق کی سمت دیکھا تھا' مگر وہ اس کی سمت متوجہ نہیں تھا۔ وہ لیپ ٹاپ کی اسکرین کی طرف دیکھ رہا تھا' جہاں ایشاع تھی۔

"یہ بات تم اپنی بھابی سے پوچھو' اگر یہ تیار ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ میں تمہارے لیے کسی بھی لمحے وقت نکال سکتا ہوں۔" وہ بھائی ہونے کے ناتے اپنی محبت بھرپور طور پر جتارہا تھا اور تمام کا

تمام معاملہ انائیا کے سپرد کرچکا تھا۔انائیا فوری طور پر گنگ سی رہ گئی تھی' کوئی جواب نہیں دے سکی تھی۔

"بھابی...؟" ایشاع نے مسکراتے ہوئے پکارا تھا۔

"ہم... ہم ٹرائی کریں گے ایشاع! اگرچہ اگلے مہینے میرے کچھ ایونٹس ہیں اور..."

"ہم ضرور آئیں گے ایشاع!" عجب دھونس دیتا انداز تھا۔وہ ایک پل میں اپنا فیصلہ صادر کرگیا تھا۔انائیا حیران سی اس کی سمت دیکھنے لگی تھی۔وہ ایسی دھونس کیونکر جما سکتا تھا؟ کیا وہ اس کا اختیار رکھتا تھا؟ ایسا کوئی استحقاق تھا اس کے پاس؟

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ایشاع نے کب کیم آف کیا تھا اور گفتگو کا سلسلہ منقطع ہوا تھا' وہ جان نہیں پائی تھی یا پھر اس سمت اس کا دھیان ہی نہیں تھا۔معارج تغلق کے ہاتھ میں بدستور اس کا ہاتھ تھا۔ایسا کرنا' ان قربتوں کو طول دینا انائیا ملک کے اندر خواہشوں کو بڑھا رہا تھا۔وہ اپنی خواہشوں کے تابع ہورہی تھی یا پھر یہ معارج تغلق کی کوئی ڈھکی چھپی خواہش تھی؟ جو وہ اس کے ساتھ کا متمنی ہورہا تھا۔

تُو ہی حقیقت' خواب تُو

دریا تُو ہی' پیاس تُو

تُو ہی دل کی بے قراری' تُو سکون

جاؤں میں اب جب جس جگہ

پاؤں میں تجھ کو اس جگہ

ساتھ ہوکے نا ہو تُو ہے روبرو' روبرو

ان لمحوں میں کچھ نوازشیں تھیں یا جسارتیں' وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔معارج تغلق نے لیپ ٹاپ کی پلے لسٹ سے وہ ٹریک کسی خاص مقصد سے سلیکٹ کیا تھا۔ اس کے دل میں اس لمحے کوئی خاص احساس سر اٹھا رہا تھا۔وہ کوئی خاص بات

ڈسکس کرنا چاہتا تھا یا محض اس کے ساتھ چند لمحے خاموشی سے بتانے کا خواہاں تھا۔وہ سمجھ نہیں پائی تھی' اس شخص کی نگاہیں اس کے چہرے کا طواف کررہی تھیں اور وہ اس کی سمت دیکھ نہیں پارہی تھی۔وہ اس کا ہاتھ یوں تھامے بیٹھا تھا جیسے اسے ڈر تھا کہ ابھی وہ اس کا ہاتھ چھوڑے گا تو وہ وہاں سے خواب کی طرح اڑنچھو ہوجائے گی۔وہ ایسا بچہ سا کیوں بن رہا تھا؟ محبت آس پاس تھی یا محض اس کا وہم تھا؟

"انائیا!" ایک مدہم سرگوشی اس کے کان کے قریب ہوئی تھی۔وہ شاید کچھ کہنے کا قصد کررہا تھا۔

تُو ہم سفر' تُو ہم قدم' تو ہم نوا میرا

تُو ہم سفر' تُو ہم قدم' تو ہم نوا میرا

آ تجھے ان باہوں میں بھر کے

اور بھی کرلوں میں قریب

تُو جدا ہے تو لگے ہے

آتا جاتا ہر پل عجیب

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اس جہاں میں ہے اور نہ ہوگا

مجھ سا کوئی بھی خوش نصیب

تُو نے مجھ کو دل دیا ہے

میں ہوں تیرے سب سے قریب

میں ہی تو تیرے دل میں ہوں

میں ہی تو سانسوں میں بسوں

تیرے دل کی دھڑکنوں میں

میں ہی ہوں... میں ہی ہوں

وہ منتظر سی اس کی سمت دیکھ رہی تھی' اس کی آنکھوں کی حدت سے اس کی پلکیں لرزنے لگی تھیں۔وہ اس کے لفظ سننے کی منتظر تھی؟ اس کی دھڑکنوں تک رسائی چاہتی تھی؟ یا اس دل کے سارے راز پانا چاہتی تھی؟ وہ اپنی دھڑکنوں میں چھپی بے قراریوں کو کوئی جواز نہ دے سکی تھی مگر وہ اپنے یہاں موجود ہونے کا مدعا اس سے بیان کرنے لگی تھی۔

”میں اپنا کچھ سامان لینے آئی تھی۔میں نے ممی سے آنے سے پہلے بات کی تھی۔انہوں نے اجازت دے دی تھی اور...“ وہ جواز دے کر بری الذمہ ہونا چاہ رہی تھی۔شاید وہ بغور اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا یا سطر سطر پڑھ رہا تھا۔

”میں جانتا ہوں۔“ وہ جانے کیا سوچ کر بولا تھا۔

”کیا؟“ وہ چونکی تھی۔

”کہیں کچھ ہونے کا جواز ہے۔“ معارج تغلق کا لہجہ مدہم تھا۔

”اور...؟“ وہ منتظر نظروں سے اس کی سمت تکنے لگی تھی۔

”میں معنی تلاش نہیں کرسکتا۔شاید وقت لگے۔“ وہ کسی راز سے پردہ ہٹا رہا تھا یا ڈھکے چھپے لفظوں میں اپنے دل کی کوئی بات اس تک پہنچا رہا تھا۔

”ضروری نہیں ہم پر کسی ہونے اور نہ ہونے کا جواز تلاشتے پھریں کچھ چیزوں کے ہونے کے اسباب نہیں ہوتے۔انہیں فراموش کردینا ہی دانش مندی ہے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

شاید؟“ وہ ہمت کرکے اس کی سمت دیکھنے لگی تھی۔وہ پُر خیال انداز میں اس کی سمت تکنے لگا تھا پھر نفی میں سر ہلا دیا تھا۔

”شاید مگر ایسا صرف اپنے طور پر اخذ کیا مفروضہ بھی تو ہوسکتا ہے نا۔اچھا سنو‘ اگر تمہیں کسی شے کو بدلنا پڑے تو تم اس کے لیے وہ کون سے تین اقدام سب سے پہلے کروگی؟“ وہ ایسے معمول کے انداز میں بات کررہا تھا جیسے ان میں کوئی مخالفت نہ ہو‘ نا تفاوت۔

”میں سمجھی نہیں۔“ وہ الجھ کر بولی تھی۔وہ اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا تھا۔

”انائیا تمہاری آنکھوں میں کوئی بات ہے‘ تم کچھ کہنا چاہتی ہو؟ مجھے کیوں لگتا ہے کہ تمہاری پلکیں کسی بوجھ سے لدی ہوئی ہیں اور اس کا کچھ جواز ہے؟“ وہ خاموشی سے اس کی سمت تکنے لگی تھی۔ان آنکھوں میں کوئی شکوہ تھا یا شکایت یا پھر کوئی الزام؟ معارج تغلق واقعی اسے سطر سطر پڑھنے پر قادر تھا یا محض قیاس کررہا تھا؟ انائیا ملک کو کیوں لگ رہا تھا کہ وہ اس کے لیے ضروری ہے؟ اس کا ہر عضو دل کیوں بن رہا تھا؟ وہ اس کی ہر دھڑکن میں کیوں دھڑک رہا تھا؟ محبت اتنی سر پھری ہوسکتی تھی؟اسے لگا تھا وہ اس کا وہ راز

اس کی آنکھوں میں جان لے گا اور اس کی قدر صفر ہوجائے گی شاید تبھی وہ اس کی سمت سے نگاہ پھیر گئی تھی۔

"تمہیں ڈر لگتا ہے؟" وہ باتیں جو اسے اس رشتے میں ساتھ رہتے ہوئے اس سے کرنا چاہیے تھیں وہ اس سے اس گھڑی کررہا تھا جب وہ بچھڑنے کا قصد کررہا تھا اور رشتے کو ختم کرنے کے منصوبے بنارہا تھا۔کیا وہ اس کے لیے واقعی تیار تھا؟ اگر وہ دور جاتی تو اسے سچ میں کوئی فرق نہیں پڑتا؟ یہ اس کے اندر کا ڈر تھا جو وہ انائیا کے اندر کا ڈر تلاش رہا تھا یا ان دونوں کا ڈر مشترک تھا؟ وہ اس کے اندر کے ڈر تلاش رہا تھا' کیا وہ اپنے اندر کے کسی ڈر سے اس طور واقف تھا؟

تُو ہم سفر، تُو ہم قدم، تو ہم نوا میرا

تُو ہم سفر، تُو ہم قدم، تو ہم نوا میرا

کیسی خو تھی محبت کے لہجے میں، آس پاس جیسے کوئی جادو سا پھیلا تھا۔

کب بھلا یہ وقت گزرے

کچھ پتا چلتا ہی نہیں

جب سے مجھ کو تُو ملا ہے

ہوش کچھ بھی اپنا نہیں

تیرے بنا نہ سانس لوں

تیرے بنا نہ میں جیوں

تیرے بنا نہ ایک پل

رہ سکوں... رہ سکوں

تُو ہی حقیقت

خواب تُو

دریا تُو ہی، پیاس تُو

تُو ہی دل کی بے قراری

تُو سکون، تُو سکون

تُو ہم سفر، تُو ہم قدم، تو ہم نوا میرا

محبت اتنی طاقت ور ہوسکتی تھی؟ انائیا کو لگ رہا تھا اس کے اطراف کوئی دائرہ سا بنا ہو جس سے وہ چاہتے ہوئے بھی باہر نہ نکل پارہی ہو۔چاہتے ہوئے بھی

ان لکیروں کو پھلانگ نہ پا رہی ہو۔ محبت ایسی باندھنے والی ہو سکتی تھی۔ ایسی بے بس کرنے والی ہو سکتی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی یا پھر یہ اس کے ساتھ ہی تھا اور دوسرا فریق ایسا کچھ محسوس ہی نہ کر رہا تھا۔

"ہم میں سے سب کوئی نہ کوئی ڈر ضرور رکھتے ہیں' یہ ڈر مختلف نوعیت کے ہوتے ہیں' مجھے بھی کئی طرح کے ڈر ہیں مگر یہاں اس کا ذکر کرنا اتنا ضروری نہیں اگر آپ کو کوئی ڈر ہے تو آپ کہہ سکتے ہیں۔" وہ دھیمے لہجے میں بولی تھی' جانے کیا ہوا تھا۔معارج تغلق نے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ کی گرفت سے آزاد کردیا تھا اور اس لمحے کا سارا جادو جیسے ایک پل میں ٹوٹ گیا تھا۔وہ حصار ختم ہو گیا تھا۔انائیا ملک اسے حیرت سے دیکھنے لگی تھی مگر وہ وہاں سے اٹھا اور بے تاثر لہجے میں بولا تھا۔

"مجھے کچھ ضروری کام ہے' تم ممی سے مل لو۔ہم بعد میں بات کریں گے۔" کہنے کے ساتھ ہی وہ آگے بڑھ گیا تھا۔ کیسا بے رحم تھا وہ'کیا چاہتا تھا؟ کیا سننے کا خواہاں تھا؟کیا جاننا چاہتا تھا؟ یا پھر ہر شے کو اپنی مرضی سے' اپنے طریقے سے وقوع پزیر ہوتا دیکھنا چاہتا تھا۔انائیا الجھی ہوئی سی اسے سیڑھیاں

چڑھتے دیکھ رہی تھی پھر نگاہ اپنے ہاتھ پر گئی تھی وہ اس کے لمس سے اب تک دہک رہا تھا۔ کیا وہ اس قید سے رہائی چاہتی تھی؟ اس دائرے سے کوشش کرکے بھی نکل سکتی تھی؟

وہ خود سمجھ نہیں پائی تھی۔

...☆☆☆...

انابیتا لان میں کھڑی پودوں کو پانی دے رہی تھی جب وہ گاڑی پورچ میں روک کر جارحانہ قدموں سے چلتا ہوا اس کے سامنے آن رکا تھا۔وہ اس کی سمت سے یکسر غافل تھی تبھی پانی کے پائپ کا رخ اس کی سمت ہو گیا تھا۔وہ اس بوچھاڑ سے بھیگنے لگا تھا۔ مگر فی الفور کوئی احتجاج کیا تھا نا اسے ایسا کرنے سے روکا تھا وہ نادانستگی میں ہوئے اقدام پر بھونچکا سی کھڑی تھی جب دامیان سوری نے اس کا ہاتھ تھام کر پائپ کا رخ اوپر کی جانب کردیا تھا جس سے وہ دونوں بھیگنے لگے تھے۔انابیتا بیگ اس کے اس جارحانہ رویئے کا مطلب سمجھ نہیں پائی تھی یا اس کی آنکھوں سے نکلتی جھلساتی تپش کا مطلب جان پائی تھی تبھی الجھے ہوئے انداز میں اسے دیکھا تھا۔

”دل چاہتا ہے تمہارے اردگرد جا بجا دائرے بنادوں‘ لکیریں کھینچ دوں‘ تم چاہو
بھی تو اس حصار سے باہر نکل نا پاؤ۔ تمہاری اس بے مہری کو توڑ دوں۔ اس
ظاہری انا کو تارتار کردوں‘ تمہارے سارے کھوکھلے خول توڑ کر تہس نہس
کردوں‘ تمہیں شکایتیں کرنے کا موقع دوں نا گلے کرنے کا‘ تمہیں کوئی رعایت
دوں نا کوئی لگی لپٹی رکھوں۔ میں تمہیں بے حد‘ بے حساب سزائیں دینا چاہتا
ہوں انابیتا بیگ۔ اتنی کہ تم جان لو کہ کھوکھلی دیواریں کھڑی کرنے سے کچھ
نہیں ہوتا اور خود سے بھاگتے رہنے کا‘ جھوٹی تاویلیں دینے کا کوئی فائدہ نہیں
ہوتا‘ بس تمہاری اس بے خبری کو توڑ دینا چاہتا ہوں مگر ہزار چاہنے پر بھی
میں ایسا کچھ نہیں کرسکتا‘ ایسا کچھ نہیں کرپاتا‘ میں ایسا بے اختیار ہوں یا تم
نے میری ساری سوچوں کو باندھ دیا ہے اور صرف اپنا پابند کرلیا ہے؟ سمجھ
میں کچھ نہیں آتا‘ میں کیوں پاگل ہورہا ہوں‘ میں ہی کیوں؟ کیوں تمہارا پابندہ
ہورہا ہوں؟ کیوں تمہارے اختیار سے باہر نکل نہیں پارہا؟ کیوں تمہیں سوچوں
سے نکال نہیں پارہا؟ مجھے وحشت ہوتی ہے۔

نہیں ہے تم سے محبت۔

محبت ہو بھی نہیں سکتی تم جیسی لڑکی سے تو قطعاً کبھی نہیں۔

تم نے میرے سارے کلیوں اور مفروضوں کو غلط ثابت کیا ہے۔ میرے
سارے قیاس بے اثر گئے ہیں‘ پاگل بنادیا ہے تم نے مجھے انابیتا بیگ۔ کتنا
پاگل ہوں میں‘ یہی سوچتی ہو ناتم؟ کچی ڈور سے بندھا تمہارے پیچھے چلا آتا
ہوں؟ تمہارے اچھے بُرے سارے رویوں کو سہتا ہوں‘ تمہارے آگے پیچھے
رہتا ہوں‘ یہی بات تمہیں خوش کرتی تھی نا؟ یہی بات تسکین دیتی تھی نا؟

مگر اب میں یہ سلسلہ متروک کرنا چاہتا ہوں‘ تھک گیا ہوں میں اب اور
نہیں۔ بے وقوف ہوں میں‘ تم ثابت کرتی ہو کہ تم اتنی جنون پسند نہیں نا ہی
طفلِ مکتب ہو۔ یہ خلل صرف میرے دماغ میں ہے مگر اب اور نہیں اس
بے وقوفی کا سلسلہ آج اور ابھی سے ختم کررہا ہوں میں۔ سارا قصور میرا ہے‘
ساری رعایتیں میری طرف سے ہیں اور ساری کوششیں میری طرف سے
ہیں۔ تم نے ٹھیک کہا‘ تم صحیح تھیں‘ غلط میں تھا۔ میں اپنے مرکز سے ہٹ گیا
تھا‘ اپنے مدار سے ہٹ کر دوری کا سفر کررہا تھا‘ اپنے آپ سے تفاوت پر
جارہا تھا اور تمہارے قریب آنے کے ہزار جتن کررہا تھا مگر وہ سب بے حس

تھا اور انتہائی فضول۔ میرا تمہاری جانب سفر، تمہارے مدار کے گرد گول گول گھومنا، میری حماقت تھی۔ ہم ایک دنیا کے نہیں ہیں، کبھی ساتھ ساتھ نہیں چل سکتے، ہم ایک دوسرے کے لیے نہیں بنے، مجھے اس کا ادراک ہو گیا ہے، تبھی یہ سلسلہ موقوف کررہا ہوں، محبت اس طرح نہیں ہوتی، محبت اس طور نہیں ہوسکتی۔ مجھے اب اس کی سمجھ آگئی ہے سو میں آج سے، ابھی سے تم سے تفاوت کا سفر شروع کررہا ہوں، میرے قدم اب تمہاری سمت نہیں، تمہاری مخالف اٹھیں گے۔ میں نے طے کرلیا ہے۔“ وہ سخت لہجے میں کہہ رہا تھا، اس لہجے کی محبت غائب تھی، وہ نرمی کہیں نہیں تھی۔

وہ مہربان لہجہ کہیں نہیں تھا اور وہ نگاہ آج اس پر اجنبی تھی۔

وہ نگاہ محرم نہیں تھی، وہ جیسے کسی اجنبی کے روبرو تھی، اس کی کلائی پر اس کی گرفت اتنی سخت تھی کہ اس کی انگلیاں اسے اپنے گوشت میں پیوست ہوتی لگی تھیں وہ اس تکلیف کو پورے طور پر محسوس کررہی تھی، محبت ایسی بے رحم کیسے ہوسکتی تھی؟

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کیا وہ واقعی اس سے محبت کرتا تھا؟ وہ جو ہمیشہ دعویٰ دار رہا تھا، اس کے آس پاس رہا تھا؟ کیا واقعی اس کے جنون میں اس طور مبتلا تھا؟ یا وہ کوئی خواب، خیال تھا؟

محبت اپنے پَر سمیٹ رہی تھی یا اس پر اپنے دروازے بند کررہی تھی، وہ سمجھ نہیں پائی تھی وہ ساکت سی کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔

محبت بے حس ہورہی تھی، نامہربان ہورہی تھی۔

وہ اس سے غیر ہورہا تھا، لاتعلق ہورہا تھا، اس سب کا ہونا اس کے احساسات پر ضرب لگا رہا تھا, اس کے خول کو توڑ رہا تھا یا اس کے دل کو جھنجوڑ رہا تھا یا وہ اس لہجے کو سمجھ ہی نہیں پارہی تھی۔

اس انداز سے آشنا نہیں تھی تبھی حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

”محبت الگ الگ مدارچوں میں گھومنے کا نام نہیں، ایک مدار میں ایک ساتھ محوِ سفر ہونے کا نام ہے اور ہم ایک دوسرے کی نفی کرتے ہیں، ایک

دوسرے کو اٹریکٹ نہیں کرتے۔ ہم مخالف راستوں پر چلنے کے لیے بنے ہیں سو اجنبی ہوجانے میں ہی بہتری ہے۔ مجھے یقین ہے تمہیں اس کا ملال نہیں ہو گا کیونکہ تمہارا دل کسی آہنگِ خاص سے واقف نہیں، تمہیں سود و زیاں کا ملال بھی نہیں ستائے گا کیونکہ تمہیں اس بات کا ادراک ہی نہیں کہ تم کیا کھو رہی ہو۔ تمہاری حیات منجمد ہیں انابیتا بیگ! تمہیں خسارے کا اندیشہ نہیں ستائے گا۔ تمہیں کوئی اضطراب ستانے آئے گا نا بے قراری پاؤں سے لپٹے گی۔" اس کے بھیگے چہرے کو دیکھتے ہوئے اس نے ایک پل کو رک کر شہادت کی انگلی اس کی سمت بڑھائی تھی اور اس کے دل پر رکھی تھی۔

"یہاں دل نہیں ہے، سو محبت ہو نہیں سکتی۔ تمہارے آس پاس وہ زمین نہیں ہے جہاں محبت کاشت ہوسکے۔ محبت کے لیے یہ زمین بنجر ہے اور بنجر زمین پر محبت بوئی نہیں جاسکتی ناکاٹی جاسکتی ہے۔ تم بہت خوش نصیب ہو انابیتا بیگ! تم بہت سی فکروں سے آزاد رہ سکتی ہو، مگر مجھے تم سے پھر بھی ہم دردی ہے۔" وہ پر افسوس انداز میں کہہ رہا تھا۔ پھر یک دم اس کی کلائی چھوڑی تھی ایک نگاہ سر سری اس کے وجود پر، اس کے چہرے، خدوخال پر

ڈالی تھی اور پھر یک دم پلٹ کر وہاں سے نکل گیا تھا۔" وہ ساکت سی کھڑی اسے خود سے دور جاتا دیکھتی رہی تھی۔

یہ کیا ہوا تھا؟

ایک دم

اچانک... سے ہَوا اس کے مخالف کیسے چلنے لگی تھی؟

یہ کیا ہو گیا تھا؟

اگر وہ اس کا معمول تھا، اس کے اختیار میں تھا تو پھر یک دم ہر شے اختیار سے باہر کیسے جانے لگی تھی؟

اس کا دل تھم سا کیوں رہا تھا؟

کیوں لگ رہا تھا وہ بھاری قدم ہے جو اس سے دور جارہے تھے۔ اس سے مخالف سمت چل رہے تھے۔ زمین پر نہیں اس کے دل پر چل رہے تھے۔ اس کے اندر وجود کے کسی علاقے میں خاموشی پھیل رہی تھی۔ اس کا سانس لینا محال ہورہا تھا، اسے کس شے کا ادراک کروا رہا تھا یہ وقت؟

...☆☆☆...

"انائیا تمہیں اس روز میں نے گھر بلایا تھا' میں تم سے ضروری بات کرنا چاہتی تھی مگر تم اچانک سے اٹھ کر نکل آئیں اور اس کا موقع نہیں مل سکا۔" سدرہ تغلق نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔وہ کچھ کہنے کا ارادہ باندھ رہی تھیں اور انائیا اپنے الجھاوں میں الجھی ہوئی تھی' وہ دو آنکھیں اس کے ذہن سے چپک گئی تھیں ان کی تپش' ان کی حدت۔

خاموشی میں بھی کچھ کہنا اور کہنے کے ہزار جتن کرنا' ارادے باندھنا' پھر توڑنا اور یک دم سے اجنبی بن جانا' وہ ان دو آنکھوں کے حصار میں مسلسل قید تھی اور دل وہیں کہیں بندھ گیا تھا۔

"تم کیا سوچ رہی ہو؟" سدرہ تغلق نے دریافت کیا تھا' انائیا خاموشی سے ان کی سمت دیکھ رہی تھی۔سدرہ تغلق کو وہ کسی خواب کی کیفیت میں لگی تھی۔

"تم ٹھیک تو ہو؟" سدرہ تغلق نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا تھا۔

"اسے ڈر ہے۔" وہ بے دھیانی میں جیسے خود کلامی کرتی ہوئی بولی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"کسے؟" سدرہ تغلق چونکی تھیں۔"کس کی بات کررہی ہو تم؟" سدرہ تغلق نے پوچھا تھا۔انائیا جیسے کسی خواب سے جاگی تھی ان کی سمت دیکھا تھا اور پھر نفی میں سر ہلادیا تھا۔

"ڈر سے بھاگنا حماقت ہوسکتی ہے انائیا! ڈر کو ہرانا' اس سے باہر آنے کا راستہ ہے۔اس راستے سے یقین کے سارے راستے نکلتے ہیں اگر یقین کا سفر کرنا ہے تو تمام خوف کو سمیٹنا ضروری ہے۔"وہ پُر اثر لہجے میں سمجھاتے ہوئے بولی تھیں۔

"آپ کوئی ضروری بات کرنے والی تھیں؟" انائیا نے پوچھا تھا۔

"ہاں! مجھے تم سے بات کرنا تھی مگر مجھے سمجھ نہیں آرہا۔اس کے لیے میں تمہیں کیسے قائل کروں' تم نے جس طرح معارج کا خیال رکھا' اسے پوری توجہ دی اپنا وقت دیا۔مجھے نہیں لگتا ایسا کوئی اور کبھی کر پائے گا' اگر تم اس کی زندگی سے جاتی ہو' تو یہ بہت بڑا خسارہ ہوگا' شاید معارج بھی اس سے واقف ہوگا' مگر وہ کہنا نہیں چاہتا یا اسے جتانا نہیں آتا' مرد کی فطرت میں کچھ خود سری ہے' کچھ سرکشی ہے' لڑکی اسے اپنے بس میں کرسکتی ہے مگر اس

اختیار کو حاصل کرنے سے پہلے اسے بہت سے ادوار سے گزرنا پڑتا ہے اور بہت سے مراحل طے کرنا پڑتے ہیں، تم ایک پل تعمیر کرسکتی ہو، اس کے اپنے مابین راستہ بنا

سکتی ہو اور اس سے بہتر حل کوئی اور نہیں ہوگا مگر بیٹا میرے لیے تم بھی اتنی ہی اہم ہو جتنی کہ میری اپنی اولاد، میں معارج سے زیادہ تم سے محبت کرتی ہوں، مجھے ہمیشہ لگا ہے تم اس کے لیے بہترین انتخاب ہو، مگر میں چاہتی ہوں تم بھی اس کا احساس کرو۔کوئی فیصلہ زبردستی مسلط نہیں ہونا چاہیے۔میں تمہیں تغلق محل میں ہمیشہ دیکھنا چاہتی ہوں، اپنے معارج کی شریک زندگی کے طور پر مگر میں چاہتی ہوں تم ایسا اپنی خواہشوں کے تابع ہو کر کرو نا کہ کسی زبردستی کے باعث۔" سدرہ تغلق نے سہولت سے مدعا بیان کیا تھا۔

"آپ جانتی ہیں معارج طلاق کے پیپرز تیار کروارہا ہے؟" انائیا ملک نے ماں کی لاعلمی دیکھ کر مطلع کیا تھا، وہ چونکی تھیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"یہ کب ہوا؟ معارج نے تو ایسا کچھ نہیں بتایا مجھے۔" وہ حیران ہوئی تھیں۔

"ممی! یہ پل ایک سمت سے تعمیر نہیں ہوسکتا، ایک طرف کی کوشش بہت رائیگاں ہوگی۔" انائیا ملک بہت مدہم لہجے میں بولی تھی۔سدرہ تغلق نے اس کے ہاتھ تھامے تھے اور بہت ملائمت سے اسے مخاطب کیا تھا۔

"انائیا بیٹا! ہم کسی کو معاف کرنے کی جرأت اور ہمت تبھی رکھتے ہیں جب ہمارے دل میں کسی کے لیے گنجائش ہو، تم اگر ایسا کر پائیں تو یہ تبھی ممکن ہوگا کیونکہ تم ایک حساس دل رکھتی ہو، معارج میرا بیٹا ہے، اسے جانتی ہوں میں 'اس کا دل بہت حساس ہے، وہ اتنا بے حس نہیں ہے، مجھے یقین ہے اگر تم ایک طرف سے ہاتھ بڑھاؤ گی تو دوسری طرف سے وہ اس کوشش کو رائیگاں جانے نہیں دے گا۔بیٹا گھر بنانے کے لیے بہت کچھ تیاگنا پڑتا ہے۔انا، خود داری اچھی بات ہے، لیکن اگر یہ جاں کا زیاں بننے لگے تو پھر اس سے کوئی فائدہ نہیں۔" سدرہ تغلق انائیا کو اپنے طور پر سمجھا رہی تھیں۔وہ بیٹے کا گھر آباد دیکھنے کی خواہاں تھیں مگر یہ صرف انائیا کی کوششوں سے ممکن نہیں ہوسکتا تھا۔ایسا تو تب ہوتا جب دوسری طرف سے بھی کوئی آمادگی ہوتی، دوسری

طرف سے بھی کوئی سائن دکھائی دیتا' مگر اس طرف تو مکمل بے گانگی تھی' ایسے میں انابیا اپنی انا کو داؤ پر کسی طرح لگا سکتی تھی' ایسے پرسکوت موسم میں ساتھ رہنے کی کوشش کرنا ایک غلط فیصلہ ہوسکتا تھا' کیا وہ خود کو اتنا ارزاں کرسکتی تھی؟ وہ سوچ کر رہ گئی تھی۔

...☆☆☆...

کوئی وقت ہوتا ہے جب ایک ہی سمت میں قوت لگا لگا کر کوئی تھک جاتا ہے' ایسے میں جب وہ ساری کوششیں رائیگاں جارہی ہوں اور اس کا کوئی حاصل حصول بھی نہ ہو۔

محبت بدگمان ہوسکتی ہے؟ شاید ہوسکتی ہے جب ناروا داریوں کے موسم اپنے گھرے بادلوں کے ساتھ آسمان کو چاروں طرف سے گھیرلیں تو پھر موسم تعاون کرنے پر مائل نہیں ہوتا' انابیتا بیگ بہت خاموشی سے ٹیرس پر تھی۔ دامیان سوری کے اس کے پیچھے آنے پر اس نے شاید کبھی نوٹس لینا نہیں چاہا تھا مگر جب وہ تھک ہار کر اپنے قدم موڑ گیا تھا تو اس کا دل اس سے بندھنے کیوں لگا تھا؟

وہ کیوں اس کی سمت سے اپنا دھیان ایک پل بھی ہٹا نہیں پارہی تھی؟ وہ کیوں اس کیفیت میں گھر گئی تھی جس میں کوئی ملال سر پٹخ رہا تھا۔

محبت اس کے ساتھ تھی۔

اس کے ہر طرف تھی اور وہ اسے ماننے کو تیار نہیں تھی' وہ مسلسل اس کی نفی کررہی تھی تو پھر اب جب محبت مخالف رخ اختیار کرگئی تھی تو قلق کسی بات کا ستارہا تھا؟ وہ اتنی بے چین کیوں ہوگئی تھی؟ وجود کے سارے علاقے میں یہاں وہاں اضطرابی کیوں پھیل گئی تھی؟ اس کا سیل فون بجا تھا'اس نے تمام سوچوں سے چونک کر سیل فون کی اسکرین کو دیکھا تھا مگر وہاں پارسا کا نام دیکھ کر اس کے اندر ایک آس نے دم توڑ دیا تھا۔اس نے بے دلی سے کال ریسیو کی تھی۔

"کیسی ہو؟ کہاں غائب ہو؟ رشتہ بنتے ہی منہ پھیرلیا؟ اس سے بہتر تو تب تھا جب ہم دوست تھے۔" پارسا اسے لتاڑ رہی تھی۔

یہ پارسا' اس پارسا سے بہت مختلف لگی تھی جو یہاں رہتی رہی تھی۔شاید وہ بہت خوش اور مطمئن تھی؟ کیا خوشی اتنا بدل دیتی ہے؟ وہ گہری سانس لے کر رہ گئی تھی اور پارسا کو مطمئن کرنے کو بولی تھی۔

"ایسا نہیں ہے پارسا! شاید تمہارا شکایتیں کرنے کا موڈ ہورہا ہے' عدن بھائی تمہیں کال نہیں کررہے' اس کا غصہ مجھ پر اتار رہی ہو؟" وہ اسے چڑانے کو مسکرائی تھی۔

"ایسا کچھ نہیں ہے مجھے تو اس کا دھیان بھی نہیں تھا کہ تمہارے عدن بھائی نے کال کی بھی یا نہیں۔" پارسا مگن سی بولی تھی۔

"اوہ! ایسی بے تابی کیوں؟ کہو تو فون کروا دوں؟" انابیتا بیگ نے کہا تھا۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں اگر انہیں کرنا ہوگا تو خود کریں گے۔میں خوش ہوں یہاں۔بہت عرصے بعد گھر کا سکھ ملا ہے' اپنوں کا ساتھ ملا ہے' اس خوشی کے آگے کچھ اور سجھائی نہیں دیا۔" پارسا مسکرائی تھی۔

"شاید وہ بزی ہیں یا شاید میں ان کے دھیان میں نہیں رہی' خیر بقول تمہارے ساری زندگی ساتھ ہی تو رہنا ہے' کرلیں گے دور سب شکوے گلے بھی' تم سناؤ یہ ٹون اتنی Low کیوں ہے؟ کچھ ڈاؤن ہو؟"

"نہیں' سب ٹھیک ہے۔" وہ کہہ کر لب بھینچ گئی تھی۔

"دامیان سے جھگڑا ہوا؟"پارسا نے پوچھا تھا۔

"ہم میں دوستی تمام ہوئے ایک عمر ہوگئی۔" وہ تھکے ہوئے لہجے میں بولی تھی۔

"ایسا کیا ہوگیا؟ میں جانتی ہوں تم دونوں چاہے کتنا بھی جھگڑو مگر کوئی شے ہے جو تم دونوں کو دور جانے نہیں دیتی اور اگلے ہی لمحے تم پھر ساتھ ہوتے ہو۔" پارسا پورے یقین سے کہہ رہی تھی۔

"تم غلط سمجھ رہی ہو پارسا! ہم میں ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔" انابیتا نے اس کی بھرپور نفی کی تھی' پارسا شاید جلدی میں تھی تبھی بولی تھی۔

"اچھا سنو' میں تمہیں بعد میں فون کروں گی' فی الحال میں بھابی کے ساتھ باہر جارہی ہوں۔تم اپنا خیال رکھنا اور..."

"اور...؟" انابیتا چونکی تھی۔"کوئی پیغام ہے تو بتادو۔" چھیڑا تھا۔

"مجھے ان ڈائریکٹ پیغام کی ترسیل کا کوئی شوق نہیں اگر کچھ کہنا ہوا تو خود کہہ لوں گی۔" وہ مسکرائی تھی اور فون کا سلسلہ بند کردیا تھا۔انابیتا بیگ نے لب بھینچے ہوئے کھلے آسمان کو دیکھا تھا اور نگاہ کہیں تاروں میں الجھنے لگی تھی۔

...☆☆☆...

چلے تھے ساتھ ساتھ

رکے، رکے تھے ساتھ ساتھ

کیسے نہ کرتا اس سے میں پیار

اس کی ہنسی میں سکھ تھے ہزار

بچھڑ گئے ہم دکھ کی ہے بات

میری زندگی

میرے ساتھ نہیں

کیا... سوچا ہوا کیا

دور... ہو کے ملا کیا؟

اس نے میرے دل کو توڑا کیا؟

یا پھر میں نے اس کو چھوڑا کیا؟

بندھن تھا... توڑا کیا...!

دامیان سوری بیڈ پر آڑا ترچھا پڑا تھا۔کھلی آنکھیں چھت کو گھور رہی تھیں۔پر جانے کیا سوچ کر وہ اٹھا تھا اورلیپ ٹاپ آن کیا تھا۔للی کا میسج آیا تھا۔

"تمہیں دیکھے کئی دن ہوئے، وقت ہو تو بات کرلینا۔" ایک مختصر پیغام تھا وہ شاید واقعی مائنڈ چینج کرچکا تھا تبھی اس سے بات کرنے لگا تھا۔وہ اسے ویب کیم پر دیکھ کر مسکرائی تھی۔

"کچھ زیادہ ہینڈسم ہوگئے ہو، کیا بات ہے؟ یہ سب ٹھیک لگنے کی کیفیت تو ٹھیک ہے مگر یہ آنکھوں میں اتنی اداسی کیوں ٹھہری ہوئی ہے؟" وہ جیسے اسے بہت جانتی تھی اسے دیکھتے ہی پوچھا تھا، وہ نفی کرنے لگا تھا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے، ممی تمہارے بارے میں پوچھ رہی تھیں۔" للی کو مطلع کیا تھا۔

"ہاں ان کا فون آیا تھا۔" للی نے بتایا تھا وہ چونکا تھا۔

"انھوں نے کوئی بات تو نہیں کی؟"

"کوئی بات؟ کوئی بات کرنا تھی کیا؟" وہ مطمئن سی مسکرائی تھی۔اس کے چہرے کے رنگ گرفت میں لینے والے تھے۔دامیان سوری کو حیرت ہوئی تھی وہ اس ایک چہرے کے پیچھے اتنا پاگل کیسے ہوا تھا؟ کیسے ساری انا' خود داری کا تیا پانچا کرلیا تھا۔وہ کتنی مطمئن ہوئی ہوگی' جان کر کہ وہ اس کے پیچھے آرہا ہے۔

"یہ تم کہاں کھوگئے؟ یا پھر میرے خدوخال میں کسی اور کو ڈھونڈ رہے ہو؟" وہ مسکرائی تھی۔دامیان سوری لب بھینچ کر اسے دیکھنے لگا تھا۔

"میرے بنا اداس ہوگئے ہو؟" وہ چھیڑتے ہوئے مسکرائی تھی۔شاید وہ اس کا موڈ بحال کرنا چاہی تھی اور چیزوں کو معمول پر لانا چاہتی تھی تبھی بولی تھی۔

"کہو تو واپس آجاؤں؟" انداز میں شرارت تھی تبھی وہ بولا تھا۔

"ممی کو تم اچھی لگی ہو۔" اس نے اپنے طور پر اسے آگاہ کرنا چاہا تھا۔

"انہیں تو میں بہت پہلے سے اچھی لگتی ہوں' اس میں نئی بات کیا ہے؟" وہ مسکرائی تھی۔

"شاید تبھی وہ تمہارے لیے سوچ رہی ہیں۔" دامیان نے بتای تھا۔

"میرے بارے میں سوچ رہی ہیں' میں سمجھی نہیں؟" وہ نا سمجھتے ہوئے بولی تھی۔

"انہیں لگتا ہے تم میرے لیے بہترین انتخاب ہوسکتی ہو۔اس کے لیے انہوں نے تمہارا نام رکھا ہے۔" دامیان نے سرد لہجے میں کہا تھا۔

"کیا...؟" یہ بات اس کے لیے بہت حیرت کا باعث تھی تبھی اس کی آنکھیں حیرتوں سے بھر گئی تھیں۔

"ایسا کیونکر سوچا انہوں نے؟وہ اب بھی جب میں یہاں واپس آچکی ہوں اور تم... تم تو انابیتا بیگ کے گھر اپنا پروپوزل بجھوا چکے ہو نا؟ پھر ایسا کیوں سوچنے لگیں وہ؟" للی میک حیرت سے بولی تھی۔دامیان سوری کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔

“تم انابیتا سے محبت کرتے ہو نا دامیان؟” وہ جیسے یقین کرنے کو بولی تھی۔ دامیان نے کوئی جواب دیئے بنا خاموشی سے اسے دیکھا تھا۔

“اگر وہ محبت سچی ہے تو تم اپنے قدم واپس کیسے لے سکتے ہو؟” وہ پوچھ رہی تھی۔دامیان نے شانے اچکائے۔

“شاید وہ میری بے وقوفی تھی‘ محبت ایسے نہیں ہوتی‘ محبت ایسی نہیں ہوتی۔” وہ جتاتے ہوئے بولا تھا۔للی اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔یہ اچانک سے کیا ہو گیا تھا؟ اچانک وہ اتنا بدل کیسے گیا تھا؟

محبت اتنی جلد بدل سکتی تھی؟

دامیان سوری یک دم سے اتنا اجنبی کیسے ہو گیا تھا؟

...☆☆☆...

“بہت بزی تھا‘ وقت نہیں نکال پایا‘ کیسی ہو تم؟” عدن نے رات کے کسی پہر پارسا کا نمبر ملایا تھا‘ وہ جاگ رہی تھی۔

“ڈیٹس اوکے‘ مجھے لگا تھا آپ بزی ہوں گے۔” پارسا شاید اسے رعایت دینا چاہتی تھی اور کسی طرح کی فردِ جرم عائد کرنے کا ارادہ نہیں رکھتی تھی تبھی سرسری لہجے میں بولی تھی۔

“تم ابھی تک جاگ رہی ہو‘ مجھے لگا تم سو گئی ہوگی۔میں نے بس یوں ہی تمہارا نمبر ٹرائی کیا تھا۔” ہمیشہ انداز میں ایک وارفتگی رکھنے والا بندہ اس لمحے سرد سا لگا تھا۔نکاح کے بعد ان دونوں کو کچھ قریب آنا چاہیے تھا۔ایک نیا رشتہ استوار ہونے سے تعلقات مضبوط ہوجاتے ہیں مگر وہ اتنا اجنبی اور کھنچا کھنچا سا کیوں تھا؟ یہ بات وہ نکاح کے بعد سے محسوس کررہی تھی‘ جیسے وہ کچھ کہنا چاہتا تھا اور کہہ نہیں پارہا تھا‘ کوئی بات شاید اس کے اندر تھی جو لبوں پر نہیں آ رہی تھی۔

“آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟” وہ بنا کوئی وضع قطع رکھے مدعا پر آئی تھی اگر کوئی الجھن تھی تو وہ اسے سلجھانا ضروری خیال کرتی تھی۔

“نہیں‘ ایسی کوئی بات نہیں۔” عدن بیگ کا انداز سرسری تھا۔

“کچھ تو ہے؟” پارسا معاملے تک رسائی چاہتی تھی۔

"نہیں، کہیں کچھ نہیں ہے۔" وہ انکاری ہوا تھا۔

"تو پھر اتنی خاموش کیوں ہے؟ ایک بات میں نکاح کے بعد سے محسوس کررہی ہوں آپ کچھ چپ سے ہوگئے ہیں۔مجھے احساسِ جرم میں مبتلا مت کریں کہ مجھے لگے میں نے خود کو کسی پرامپوز کیا ہے' کسی کی مرضی کے خلاف۔" وہ سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔

وہ چپ ہوگیا تھا' گویا معاملہ اسی نقطے سے جڑا تھا؟

مرضی جانے بنا خود کو اس کی زندگی میں شامل کرنے کی درخواست کردی تھی اور اس نے محض کرٹسی میں اس ریکوئسٹ کو قبول کرلیا تھا۔ایک احساسِ تضحیک کہیں اندر محسوس ہوا تھا۔انا پر گہری ضرب پڑی تھی۔

"اوہ تو معاملہ یہی تھا تو آپ نے بتایا کیوں نہیں؟ اس لمحے منع کیوں نہیں کردیا؟ اس طرح رشتہ بنانے کا فائدہ؟ کوئی زبردستی تو نہیں تھی' کوئی تلوار لے کر سر پر تو سوار نہیں کھڑا تھا' ایسی بھی کیا مروت؟ آپ کو اچھا بننے کا شوق کیوں تھا؟" وہ اندر ہی اندر گرتی ہوئی بولی تھی' اپنا وقار' اپنا تشخص بہت

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مجروح ہوتا لگا تھا۔اس نے یہ کیا کردیا تھا؟ کیسے کسی کی مرضی کے بنا اس کی زندگی میں شامل ہوگئی تھی۔یہ خود اپنے ساتھ کیا کردیا تھا اس نے؟

"مجھے ہمیشہ لگا تمہارا جھکاؤ یلماز کمال کی طرف ہے پھر اچانک سے مجھے اس رشتے کی آفر دے کر تم نے حیران کردیا پارسا! میرا خیال ہے ایسا کرنا تمہاری مجبوری رہی ہوگی۔تم نے اپنی خوشی اور پوری رضا مندی سے یہ فیصلہ یقیناً نہیں کیا۔اگر تم یہ فیصلہ کسی اور لمحے میں کرتی تو تمہارا فیصلہ کسی اور کے حق میں ہو۔وہ میں نہ ہوتا مجھے زندگی کو سمجھوتوں پر بسر کرنے کی عادت نہیں ہے پارسا! میرے لیے یہ کچھ مشکل ہے' تم تب تک میرے ساتھ اس رشتے میں رہ سکتی ہو' جب تک تم اپنے معاملات اس خاص نہج پر نہ لے جاؤ' جہاں تم چاہتی ہو۔اس کے بعد ہم یہ رشتہ یہیں ختم کرسکتے ہیں' میں تمہیں آزاد کرنے میں کسی پیش و پیش سے کام نہیں لوں گا۔"وہ صاف گوئی سے کہہ رہا تھا اور دوسری طرف پارسا ساکت سی اسے سن رہی تھی۔

"خیر مجھے نیند آ رہی ہے، ہم پھر کبھی بات کریں گے، گڈ نائٹ!" عدن بیگ نے کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔ وہ فون کے یک دم بند کیے جانے پر کچھ بول نہیں سکی تھی، خالی خالی نظروں سے چھت کو گھورنے لگی تھی۔

...☆☆☆...

تیرے واسطے میں

تارا، تارا جلا

کہکشاں کی طرح

تیرے واسطے میں

"میں نے اپنے سارے خواب سمیٹ لیے ہیں اور انہیں سمندر برد کر دیا ہے اور اب کہیں کوئی احساس ملال نہیں ہے۔" دامیان سوری کا لہجہ بے پروا اور بے فکر تھا جیسے اسے واقعی کسی بات کی کوئی فکر نہیں تھی نا کوئی ملال۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"تم جانتے ہو تم کیا کرنے جا رہے ہو؟" ایکسل نے حیرت سے دیکھا تھا اس کے چہرے کا سکوت بتا رہا تھا وہ ٹھان چکا ہے اور اب اسے کوئی ملال نہیں تھا۔

دامیان سوری نے اس کی سنے بنا سیل فون پر کوئی نمبر ملایا تھا اور بات کرنے لگا تھا۔

"للی مجھے ایک فیصلے میں تمہاری ضرورت ہے، تم ساتھ دو گی؟"

"کون سا فیصلہ؟" دوسری طرف وہ چونکی تھی۔ "میں اس وقت باہر ہوں ہم تھوڑی دیر بعد بات کریں؟" وہ اپنی مجبوری کے پیش نظر بولی تھی۔

"مجھے بھی تمہارا زیادہ وقت نہیں چاہیے، مجھے بس پوچھنا یہ تھا کہ ... تم... شادی کرو گی مجھ سے؟" وہ ایک لمحہ توقف کے بعد یک دم مدعا بیان کر گیا تھا۔

جہاں للی فون کے اس طرف حیران ہوئی تھی وہیں جیسے ایکسل کے سر پر کسی نے بم پھوڑ دیا تھا۔ وہ آنکھیں پھاڑے حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کیا...؟ یہ کیا مذاق ہے؟" للی دوسری طرف مسکرائی تھی۔

"یہ مذاق نہیں ہے للی! تم اپنا فیصلہ بتاؤ؟" وہ بضد تھا۔

"ایسے فیصلے لمحوں میں نہیں لیے جاسکتے دامیان سوری! مجھے نہیں معلوم تم کیوں ایسا کہہ رہے ہو جب کہ تم خود جانتے ہو تم..."

"وہ سب تمہارا وہم تھا' کل کی بات تھی' سو کل کے ساتھ سب تمام ہوا' اگر ایسا کچھ سچ بھی تھا تو اب اس کی کوئی وقعت نہیں رہی۔ آج کا سچ آج کے ساتھ ہے۔" وہ سرد لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"دامیان سوری! کوئی کل ڈھیلی ہے تمہاری' ایسے بھلا شادی ہوتی ہے؟ تم پروپوز کررہے ہو یا پتھر اٹھا کر سر پر ماررہے ہو؟ میں یہاں لندن میں ہوں' تم وہاں کراچی میں بیٹھے ہو' یہ کون سا طریقہ ہے شادی کی پیشکش دینے کا؟" للی میک نے کہا تھا۔

"تو ٹھیک ہے تم یہاں آجاؤ' تب ہم اس کے بارے میں بہتر پلان کرسکتے ہیں۔" دامیان سوری نے کہا تھا۔

"مگر میں نے ابھی ہاں نہیں کہی' یہ پرپوزل صرف تمہاری طرف سے آیا ہے۔" للی میک نے یاد دلایا تھا۔

"کب آرہی ہو؟" وہ جیسے جانتا تھا پر یقین تھا کہ وہ انکار نہیں کرپائے گی' للی اس کے یقین پر حیران رہ گئی تھی۔

"ہم اس پر بعد میں بات کرتے ہیں دامیان! لٹ می فنش سم بٹ اس اینڈ پیسز!" للی نے کہا تھا اور دامیان نے سر ہلاتے ہوئے فون کا سلسلہ منقطع کردیا تھا۔

"تُو پاگل ہوگیا ہے دامیان! یہ کیا مذاق کررہا ہے تُو اپنی زندگی کے ساتھ؟" ایکس نے دہائی دی تھی۔دامیان سوری نے ہاتھ اٹھا کر اسے بولنے سے روک دیا تھا۔

...☆☆☆...

اس شام معارج تغلق کی سمت سے ڈنر پرا نوائٹ کیے جانے کی آفر نے اسے حیران کردیا تھا کہاں وہ اس تعلق کو ختم کرنے کے اقدامات کررہا تھا اور کہاں اسے ڈنر پر انوائٹ کیا تھا۔وہ جب ریسٹورنٹ پہنچی تھی تو دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔خواب ناک ماحول میں پورے خالی ریسٹورنٹ میں وہ اکیلا ایک ٹیبل پر بیٹھا اس کا منتظر تھا۔

یہ التفات کی کون سی راہ تھی

کرم کرنے کا کون سا ڈھنگ تھا؟

نظر کرنے کی کون سی کوشش تھی؟

کیا وہ کوئی راہ بنا رہا تھا؟

اور وہ نگاہ اس کی جس طور منتظر تھی‘ اسے خوش گمانیوں میں مبتلا کرنے کو کافی تھی۔دل کس طرح دھڑک اٹھا تھا۔جیسے دھڑکنے کا سبب ہی سامنے بیٹھا وہ شخص ہو‘ وہ اپنی دھڑکنوں کو سنبھالتی ٹیبل تک آئی تھی۔معارج تغلق نے اٹھ کر اس کے لیے چیئر کھینچی تھی۔وہ اس پروٹو کول پر کچھ حیران ضرور ہوئی تھی۔

کینڈل کی روشنی اور آرکسٹرا کی دھن پر سارا ماحول خواب ناک ہورہا تھا۔

انائیا ملک نے اس کی سمت دیکھا تھا۔

وہ نگاہ جیسے کرم پر مائل تھی‘ بے طرح اپنے سنگ باندھ رہی تھی‘ چاروں سمت سے اپنی گرفت میں لے رہی تھی‘ انائیا ملک اپنی کیفیات پر حیران

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تھی۔یہ دل کیسی بغاوت کررہا تھا؟ کس راہ پر چل رہا تھا۔کہ نفع نقصان تک بھول گیا تھا۔نا احساس زیاں رہا تھا نا کوئی رائیگانی کا خدشہ۔

محبت اتنی نڈر کیسے ہوسکتی ہے؟ اتنی بے فکر کیسے کہ اپنی انا کا بھی خیال نہ رہے؟

یہ عقل و خرد کہاں جا سوئی تھی۔کیسا خلل تھا دماغ کا کہ وہ سب فراموش کرنے پر مائل ہوگئی تھی۔وہ سامنے بیٹھا شخص بے پروا تھا نا مہربان تھا اور اس کی آنکھیں کیسے خواب دیکھ رہی تھیں۔

”تم ٹھیک ہو؟“ وہ اسے کھویا کھویا دیکھ کر گویا ہوا تھا۔وہ نگاہ اسے بغور دیکھ رہی تھی۔اسے سطر سطر پڑھ رہی تھی‘ کیا وہ اس کی کیفیت سے محظوظ ہورہا تھا؟

انائیا نے اس کی سمت نگاہ کی تھی۔

”کیا ہوا؟ تم اتنی عجیب کیوں لگ رہی ہو؟ ہم پہلی بار ملے ہیں کیا؟ چہرے پر ایسی کیفیت کیوں ہے؟“ وہ جتاتے ہوئے بولا تھا۔

"نہیں! میں... میں سوچ رہی تھی آپ نے یہاں کیوں بلایا؟" وہ صاف گوئی سے بولی تھی۔وہ جانے کیوں مسکرا دیا تھا۔

"جب تک ہم اس رشتے سے الگ نہ ہوجائیں تب تک نا تم ایک بات سے انکار کرسکتی ہو نا میں کہ ہم ہز بینڈ وائف ہیں اب اگر کوئی ضروری بات کرنا ہے تو میں اپنی وائف کو سڑک پر ملنے کو تو نہیں بلاؤں گا نا؟" وہ اس رشتے کو ایکسپٹ کر رہا تھا یا صرف کوئی راہ و رسم نبھا رہا تھا۔

صرف مروت برت رہا تھا؟ یا پھر وہ اسے صرف یاد دلا رہا تھا کہ بہت جلد اس رشتے کو ختم ہوجانا ہے سو خواب دیکھنے کا سلسلہ ترک کردو؟ "اس نگاہ کو بے فکر چھوڑ دو اور دل کو دھڑکنے دو انائیا ملک۔محبت ملنے نہیں آتی اگر نگاہ میں خوف ہو اگر محبت کو آباد کرنا ہے تو پھر ان آنکھوں کو خواب بننے دو۔محبت اپنے خدشات کا سدباب خود کرتی ہے۔اس کے لیے تمہیں فکروں میں گھرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" معارج تغلق مدہم لہجے میں بولا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہ حیران تھی۔معارج تغلق میں یکدم سے یہ بدلاؤ کیسے آیا تھا۔ایک طرف وہ رشتا ختم کرنے کے در پے تھا اور دوسری طرف وہ راہ و رسم بڑھا رہا تھا۔نوازشوں پر مائل تھا۔

"مجھے ڈر لگتا ہے معارج تغلق۔میں اپنے دل کو ایسے دھڑکنے نہیں دے سکتی۔میں محتاط انداز میں قدم اٹھانے کی عادی ہوں۔" وہ بہت مدہم انداز میں بولی تھی۔

"کبھی کبھی اتنا محتاط ہونا خطرناک ہوسکتا ہے۔جتنے خدشے پالو ان کے واقع ہونے کا گمان اور اندیشہ اتنا ہی بڑھ جاتا ہے۔بہتر ہے عقل اور دل دونوں کو تنہا چھوڑ دیا جائے سو پھر کوئی ڈر باقی نہ رہے گا۔" وہ مسکرایا تھا۔اس کی نظریں انائیا ملک کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔نظروں کی حدت وہ صاف محسوس کر رہی تھی۔

وہ نگاہ اسے باندھنے کے جتن کر رہی تھی۔وہ اس کی سمت دیکھنے سے کنی کترا رہی تھی شاید اسے ڈر تھا کہ اگر دیکھے گی تو پھر کوئی اختیار باقی نہیں رہے گا۔وہ اس کا معمول بن جائے گی اور وہ اس پر پورے طور پر غلبہ پالے گا۔یہی ڈر

تھا کہ وہ نگاہ بھی نہیں ملا رہی تھی شاید وہ دنیا کی واحد لڑکی تھی جو محبت سے خوف زدہ تھی۔ڈر رہی تھی دیکھنے سے' نگاہ کرنے سے گریزاں تھی۔

"تم اپنے قدم اس طرف واپس لینے کی مت ٹھانو۔ہوسکتا ہے واپسی کا راستا اور بھی کٹھن ہو۔ایسے میں پچھتاوے کے علاوہ اور کیا راستا بچے گا؟" وہ اس کی کیفیت سے جیسے محظوظ ہو رہا تھا۔انائیا ملک نے اسے اعتماد سے دیکھا تھا۔

"میں یہاں آنے کا سبب معلوم کرنا چاہتی ہوں۔" اس نے سبب جاننا چاہا تھا۔

وہ مسکرا دیا تھا۔

"تم مجھ سے دور جانے کے اتنے جتن کیوں کرتی ہو کہ میں تمہاری خواہشوں میں اور شامل ہوتا جاتا ہوں؟ تم گھبرا کر دیکھتی ہو تو مجھے اپنے ہر راستے پر پاتی ہو ایسا ہونا عجیب ہے کہ نہیں؟" وہ دلچسپی سے اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔پھر ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"مجھے اچھا لگتا ہے جب تم الجھنوں میں گھر جاتی ہو۔میرا دل چاہتا ہے تمہارے قریب آؤں۔تمہیں سمجھاؤں' سمیٹوں اور مکمل کردوں' تمہارا مجھ سے کنی کترانا' دور جانا میری شدتوں کو مزید بڑھاتا ہے۔میری لگن دو چند ہوجاتی ہے اور

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں تمہارے ہر راستے پر آن ٹھہرتا ہوں۔اب بولو مجھے یہ بے قراری کون دیتا ہے؟ کون مائل کرتا ہے مجھے' کون میرا جنون بڑھاتا ہے؟" اس مدہم سرگوشی میں کوئی بات تھی اس کی گرفت اس کے ہاتھ پر عجیب مجنونیانہ تھی۔ اس لمس میں شدت تھی بہت حدت تھی۔

وہ نگاہیں اس کے چہرے کو جھلسا دینے کے در پے تھیں۔وہ پل کے پل میں اس کا معمول بن رہی تھی۔بنا اس کی سمت دیکھے' بنا نگاہ ملائے وہ اس کے اختیارات کا حصہ بن رہی تھی۔یہ دل کیا کر رہا تھا؟

"معارج...!" اس نے بولنے کو لب کھولنا چاہے تھے۔معارج تغلق نے اس کے لبوں پر اپنی شہادت کی انگلی رکھ دی تھی۔وہ اس حرکت پر ساکت رہ گئی تھی۔یہ اتنی جنوں خیزی کہاں سے آگئی تھی اس میں؟ اس شخص کے اسلوب یکدم سے کیسے بدلے تھے؟

عشق سے کہہ دو ابھی بات نہ کرے

اس نگاہ کو ابھی جاگنے کی عادت نہیں ہے

عشق سے کہہ دو ابھی خواب نہ دے

ابھی ستاروں پر چلنے کی ہمت نہیں

ابھی جنوں بھی ہے نیا اور دل بھی کچھ طفل ہے

ہمیں اس آگ میں جلنے کی کچھ حاجت نہیں ہے

ابھی ہمیں اس عشق کی عادت نہیں ہے

عشق سے کہہ دو ابھی خواب نہ دے

عشق سے کہہ دو...!

یہ کس لہجے میں محبت بات کر رہی تھی۔سارا ماحول ایک جادو میں بندھ رہا تھا۔اس کی دھڑکن ٹھہر سی گئی تھی۔کیسا اسم پھونکا تھا محبت نے۔سارا ماحول جیسے اک نقطے پر منجمد ہوا تھا۔

معارج تغلق نے اس کی سمت ہاتھ بڑھایا تھا۔وہ جو خاموشی میں ساکت سی اس کی سمت دیکھ رہی تھی اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دینے سے ایک پل کو انکار

نہیں کر سکی تھی۔کیا وہ واقعی اس کا معمول بن گئی تھی؟ یا پھر عشق سچ میں کوئی عامل تھا؟

وہ اس کا ہاتھ تھام کر اسے پوری توجہ سے دیکھنے لگا تھا۔

"انائیا اپنے سارے خوف سمیٹ دو محبت اتنی بے رحم نہیں ہے؟" وہ مسکراتے ہوئے اس کی کیفیت سے محظوظ ہوا تھا۔انائیا نے اپنا ہاتھ یکدم اس کے ہاتھ سے کھینچا تھا جیسے وہ کسی خواب سے جاگنے کے جتن کرنے لگی تھی۔

"مجھے جانا ہے۔" وہ اس کی سمت گریز کرنے سے بولی تھی۔

"مگر میری بات ابھی ختم نہیں ہوئی انائیا۔" وہ اس کی سمت دیکھتے ہوئے بولا تھا۔اس نگاہ میں بے چینی تھی۔اضطراب تھا۔مگر انائیا ملک اس اضطراب کا مفہوم جاننے کو تیار نہیں تھی۔

"انائیا میں چاہتا ہوں میرے ساتھ رہو۔" اس کے لہجے میں ایک لجاجت تھی، درخواست تھی یا کوئی پیش کش۔وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔مگر اس کے لفظوں نے اسے چونکا ضرور دیا تھا۔وہ کہہ رہا تھا۔

"میں چاہتا ہوں تم میرے ساتھ چلو۔ میرا ساتھ دو راستے کے اختتام تک۔" اس مدہم لہجے میں کیا بھید تھا وہ جاننے کی سعی کر رہی تھی۔

"مجھے تمہاری ضرورت ہے میں اکیلا شاید کچھ ادھورا ہوں۔ دو قدم ساتھ چلیں تو بہت سی مشکلات پار کرسکتے ہیں مجھے تمہارا ساتھ چاہیے۔ بولو ہم سفر بنو گی میری، ہم دم بنو گی؟ میرے ساتھ ساتھ چلنے کے لیے، میری ہم نوائی کرو گی؟ مجھے رہنمائی درکار ہے۔ اس ہاتھ کی ضرورت ہے اس ساتھ کی ضرورت ہے بولو دو گی میرا ساتھ؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا پوچھ رہا تھا اور انائیا ملک ساکت بیٹھی تھی۔ اس کی دھڑکنوں کی آواز اس کی اپنی سماعتوں میں بہت واضح آرہی تھی۔ دل جیسے کانوں میں دھڑکنے لگا تھا۔ یہ کون سے اسلوب اپنا رہا تھا وہ؟ کیوں جان مشکل میں کر رہا تھا؟ کیا اسے خبر ہوگئی تھی کہ وہ اس کے بنا ادھوری ہے؟ انائیا اس کی آنکھوں میں جھانک رہی تھی۔ مگر جیسے اس پل وہ ان آنکھوں کو پڑھنے سے قاصر تھی۔ ان آنکھوں کے بھید انوکھے تھے اور وہ قطعی نابلد تھی۔

"انائیا ساتھ چلنا ہے تو کوئی اشارہ دو ایسے چپ رہو گی تو میں کیسے جان پاؤں گا۔ میں سمندروں کے سفر میں بھٹکتے تھکنے لگا ہوں۔ مجھے کنارہ دو۔" ایک مدہم سرگوشی اس کی سماعتوں میں ہوئی تھی۔ معارج تغلق نے پورا استحقاق استعمال کر کے اس کی کمر کے گرد بازو حمائل کیا تھا اور اسے خود سے قریب کیا تھا۔

"میں جانتا ہوں مجھے اختیار ہے میں ساری دنیا پل میں زیر زبر کرسکتا ہوں۔ اس دل کو دھڑکنے پر مائل کرسکتا ہوں اور ان دھڑکنوں کو اپنے ساتھ باندھ سکتا ہوں مجھے زمانوں پر اختیار ہے۔ وقت کو روک سکتا ہوں۔ اس نگاہ کو پڑھ سکتا ہوں اور مجھے یہ سارا اختیار اس لیے ہے کہ تم میرے وجود کا حصہ ہو۔ جو تعلق ہم میں ہے وہ خاص ہے۔ سارے ربط اس سے بنتے ہیں اور سارے سلسلے اس سے جڑتے ہیں۔" وہ اس کے کان کے قریب مدہم سرگوشی کر رہا تھا۔ اس کی گرم سانسوں کو وہ اپنے کانوں پر محسوس کر رہی تھی۔ اس کے ہونٹ اسے اس کے بالوں پر ملتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ وہ جیسے ایک قیامت کے زیر تھی۔ یہ کیا ہو رہا تھا۔؟ کیا کر رہا تھا وہ؟ کیوں کر رہا تھا ایسا؟ وہ

سمجھ نہیں پائی تھی۔تبھی بہت سہولت سے اس کی گرفت سے باہر نکلنا چاہا تھا۔ مگر معارج تغلق نے اس کی سعی ناکام بنا دی تھی۔وہ اس وقت سہمی ہوئی ہرنی کی طرح اس کی گرفت میں تھی۔سانس تک لینا محال ہو رہا تھا۔

"مجھے ان باتوں کی سمجھ نہیں آتی معارج مجھے کچھ سمجھ نہیں آتا۔" وہ ہارے ہوئے لہجے میں بولی تھی۔

"کچھ مت سوچو خرد سے کہہ دو ابھی کوئی واسطہ نہ رکھے دل کو سمجھاؤ شور نہ کرے۔بس اتنا یاد رکھو ہمیں ساتھ چلنا ہے۔راستے کے اختتام تک۔" وہ اپنی رو میں بولا تھا۔انائیا ملک ایک جھٹکے سے اس کی گرفت سے نکلی تھی اور اسے بھیگتی آنکھوں سے دیکھنے لگی تھی۔

"راستے کے اختتام تک۔اور اس راستے کا اختتام کہاں ہوتا ہے؟ کتنی دور جاتا ہے یہ راستا کیوں کر رہے ہو تم میرے ساتھ ایسا کیوں...؟ کیا بگاڑا ہے میں نے تمہارا؟ کیوں چین نہیں لینے دیتے؟ تم اصل مدعے پر کیوں نہیں آتے بتاتے کیوں نہیں کہ چاہتے کیا ہو؟ تمہیں میری ضرورت ہے کیوں؟ اس لیے کہ تمہاری بہن کی خواہش ہے کہ ہم اس کی برتھ ڈے پر ساتھ شرکت کریں۔

تم دوسروں کی خوشیوں کے لیے کیوں مجھے اذیتیں دیتے ہو؟ کتنے خود غرض ہو تم تمہیں صرف اپنا فائدہ درکار ہوتا ہے اب بھی یہ سب ڈراما کر رہے ہو' نوازشوں پر مائل دکھائی دے رہے ہو کیونکہ تمہاری بہن کو خوش کرنے کے لیے تمہیں میری ضرورت ہے۔میری خواہشوں کا کیا۔میری خوشیوں کا کیا؟ ڈمی ہوں میں' اس سینے میں دل نہیں دھڑکتا۔سانس نہیں لیتی میں یا درد نہیں ہوتا مجھے؟ کیوں کھیل کھیلتے رہتے ہو میرے ساتھ؟ کیوں ایک بے جان وجود سمجھ لیا ہے تم نے مجھے جس پر تم جب چاہو اپنی مرضی تھوپ سکتے ہو۔یہ پوچھے یا جانے بنا کہ وہ کیا چاہتی ہے۔تمہیں کوئی فکر نہیں میری دنیا جہاں کی فکر ہے سب کا

خیال ہے اور میں؟" وہ روہانسی ہوگئی تھی۔گلے میں کانٹے سے اگ آئے تھے۔کوئی پھندا سا پڑ گیا تھا۔معارج تغلق نے اسے تھاما تھا مگر اس نے اس کے ہاتھ جھٹک دیے تھے۔

"پلیز کھیلنا بند کردو میرے ساتھ۔سانس لیتی ہوں میں درد ہوتا ہے مجھے' یہاں اس دل میں جس کی دھڑکنوں کو تم سننے کا دعویٰ کرتے ہو اور جس دل کو تم اپنے اختیار میں باندھنے کے جتن کرتے ہو اس دل کو بہت تکلیف ہوتی ہے اگر تمہیں میری مدد کی ضرورت ہے تو صاف کہو۔سیدھے لفظوں میں بولو۔تم راستے کے اختتام تک میرا ساتھ چاہتے ہو اور مجھے لگتا ہے ہمارے درمیان کبھی کوئی سلسلہ رہا ہی نہیں۔تم اس دل کو کبھی سن نہیں سکے۔ہمارے قدموں میں جیسے کبھی کوئی راستا پڑا ہی نہیں۔میں مدد کرنے سے ہچکچاؤں گی نہیں مگر میرے دل کو اپنا تختۂ مشق مت بناؤ۔جو بساط دل پر بچھائی جاتی ہے اس کی ہار جیت کے کھیل کھیلے جاتے ہیں شہ اور مات کے ڈرامے ہوتے ہیں۔مجھے اس کھیل سے الگ کردو معارج تغلق پھر میں تمہارے ساتھ ہوں۔تمہیں کھیلنا ہے تو فیئر گیم کھیلو۔" وہ بھیگتی آنکھوں سے کہہ رہی تھی۔معارج تغلق نے اسے بہت سکون سے سنا تھا۔پھر ایک گہری سانس لے کر اسے شانوں سے تھاما تھا اور خود سے قریب کیا تھا۔پھر پوری توجہ سے اسے دیکھتے ہوئے نرمی سے گویا ہوا تھا۔

"میں اتنا ظالم بھی نہیں ہوں انائیا ملک شاید کہیں کچھ ہے جو سمجھ نہیں آرہا اور کہیں کچھ ہے جو بہت الجھا ہوا ہے۔شاید وقت ان درزوں میں جمی کائی کو ہٹا سکے اور تمہیں کچھ سمجھا سکے شاید مجھے کہنے کا ڈھنگ نہیں آتا۔اینی وے...!"
ایک سرد سانس نے پورے ماحول میں سکوت سا بھر دیا تھا۔

"مجھے تمہاری سچ میں ضرورت ہے ایشاع کے لیے اور...!"

"اور...؟" وہ چونکتے ہوئے اسے دیکھنے لگی تھی۔وہ کچھ لمحوں کو خاموش رہی تھی اسے خاموشی سے دیکھتی رہی تھی۔وہ نگاہ جو سارے اختیار رکھتی تھی اس لمحے بہت بے چینی لیے ہوئے تھی۔ انائیا اور بھی الجھ گئی تھی۔

"اور بس۔" معارج تغلق کا لہجہ سرد تھا۔کیا اس نے انائیا کو صرف یہی کہنے کے لیے بلایا تھا یا اس سے ہٹ کر کوئی معاملہ اور بھی تھا؟ وہ کھیل کھیل رہا تھا یا واقعی معاملہ دل کا بھی تھا۔وہ شخص الجھاؤ میں الجھا رہا تھا یا اس کی ساری خرد ہی سلب ہوگئی تھی۔وہ کیوں سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

"بس؟" انائیا نے زیر لب دہرایا تھا۔

"ہوں، بس۔" معارج تغلق نے اس کے شانوں کو اپنی مضبوط گرفت سے آزاد کیا تھا۔اس کی سمت سے نگاہ پھیری تھی اور پھر چلتے ہوئے وہاں سے نکل گیا تھا۔انائیا خاموش کھڑی اسے جاتا دیکھتی رہ گئی تھی۔

اس شام محبت خاموش تھی دور کسی کونے میں کھڑی انہیں ساکت سی دیکھ رہی تھی۔

...☆☆☆...

انابیتا بیگ ایکسل سے کسی کام کے سلسلے میں ملنے آئی تھی۔جب وہاں سامنا دامیان سوری سے ہو گیا تھا۔وہ راہ داری میں اپنے دھیان میں چلتی ہوئی اس سے بری طرح ٹکرائی تھی۔لڑ کھڑا کر گرنے کو تھی جب دامیان سوری نے اسے تھام لیا تھا۔وہ سنبھلتے ہوئے اسے دیکھنے لگی تھی۔نگاہ ملی تھی مگر پل میں اجنبی بن گئی تھی۔انابیتا بیگ اسے الجھے ہوئے انداز میں دیکھنے لگی تھی۔جیسے اسے حیرانی تھی اس کے یکدم بدلنے پر یا پھر وہ اس کے تیور سمجھ نہیں پائی تھی۔

"تم یہاں کیسے؟" درمیان میں شاید بہت خاموشی تھی جسے توڑنے کو وہ بولی تھی۔

"اگر مجھے خبر ہوتی کہ تم یہاں آنے والی ہو تو میں یہاں نہیں آتا۔" وہ سرد لہجے میں بولا تھا۔انابیتا بیگ اس کے انداز پر حیران رہ گئی تھی۔

"تمہیں حیرت کس بات پر ہو رہی ہے انابیتا بیگ؟ میں نے نظریں پھیر لیں ہیں یا راستے بدل لیے ہیں؟ تمہیں اچھا لگتا تھا نا جب میں تمہارے پیچھے آتا تھا۔مگر تھک گیا میں یک طرفہ راستے پر چلتے ہوئے۔تھک گیا میں بے سمت مسافتوں کے سفر سے۔جہاں میرا تم سے کوئی ربط نہیں بن پا رہا تھا اور جہاں تم سے مجھ سے کوئی واسطہ بھی نہیں تھا۔اوب گیا میں اس محبت سے۔تم نے محبت سے منحرف کردیا مجھے اور دیکھو اب میں تم سے بھی انحراف کر رہا ہوں۔تمہارا ہونا نا ہونا اب میرے لیے معنی نہیں رکھتا تھک گیا میں اس دائرے میں گول گول گھومتے ہوئے۔تمہارے ہاتھ کو تھامنے کی سعی کرتے ہوئے تم نے مجھ سے دوری پر نکلنے کی چاہ میں مجھے خود سے منحرف کردیا اور بھی دور پھینک دیا۔اب تمہیں مجھ سے کوئی گلہ نہیں ہونا چاہیے۔نا کوئی واسطہ۔"

وہ اجنبی لہجے میں کہہ رہا تھا۔انائیا بیگ کو اپنے اندر جانے کیوں کسی تکلیف کا احساس ہوا تھا۔یہ احساس کس بات کا تھا۔وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔

"تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟ مجھے اس طرح ٹریٹ کیوں کر رہے ہو دامیان سوری؟ میں نے کیا غلط کیا ہے تمہارے ساتھ۔میں نے کہا تھا یہ ڈرامے بازی کرو؟ محبت تو تمہیں اس للّی سے تھی نا پھر اس کے لیے میرا استعمال کیوں کیا ہمیشہ میری انسلٹ کیوں کی؟ میں تو حیران ہوں کچھ نہ کرنے کے باوجود بھی میں ہمیشہ تمہارا نشانہ کیوں بنتی رہی۔کیوں اپنی انسلٹ کرواتی رہی؟ مجھے تمہارا قتل کردینا چاہیے تھا۔تمہارا سر پھوڑ دینا چاہیے تھا؟" وہ تپ کر بولی تھی۔

"تو اب کرلو ابھی بھی وقت تمہارے ہاتھ میں ہے مگر تمہیں کیوں جلن ہوتی ہے اگر میں للّی سے محبت کرتا ہوں کیوں حسد محسوس کرتی ہو تم؟ یہ جو کہانی تمہارے چہرے پر لکھی ہے نا کبھی آئینے میں اسے پڑھنے کی بھی کوشش کرو کبھی کبھی بہت سی باتیں وقت پڑنے پر سمجھ میں نہیں آتیں۔ مگر بعد میں سب عقل میں آجاتا ہے۔نقصان کتنا، کس قدر اور کس نوعیت

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کا ہے اس کا احساس طوفان کے گزر جانے کے بعد ہوتا ہے۔میں نہیں چاہتا تمہیں فی الحال احتمال ہو یا تم ہار جیت کے چکروں میں پڑو۔" دامیان سوری اس چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے بولا تھا۔انابیتا جامد نظروں سے اس کی سمت دیکھ رہی تھی۔

"تمہیں فرق پڑتا ہے؟" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا تھا۔"تمہیں اس بات سے شاید کوئی واسطہ یا سروکار نہیں کچھ لوگوں میں یہ حسیات نہیں ہوتیں۔تم لکی لوگوں میں شمار ہوتی ہو۔ان باتوں کو لے کر بحث کرنا فضول ہے۔جب سب لا حاصل ہے تو پھر یہ بات بھی کیوں ہو؟" وہ مدھم لہجے میں بولا تھا۔انداز میں تھکن تھی۔

انابیتا بیگ کا دل جیسے کوئی مٹھی میں لینے لگا تھا۔

"تم ایسے کیوں ہو رہے ہو کیوں کر رہے ہو ایسی الجھی باتیں؟"

"تم سلجھی بات سننا چاہتی ہو؟" وہ مسکرایا تھا۔"مجھے لگا تم اتنی سمجھ دار ہو کہ الجھاؤ کو سلجھا سکتی ہو مگر کچھ گتھیاں شاید سلجھنے کے لیے نہیں ہوتیں۔تم

میری توقع سے زیادہ بے وقوف ہو یا پھر تمہیں اپنے نقصان کی واقعی پروا نہیں۔"

"تم ایسے مجھے الزام کیسے دے سکتے ہو میں نے کیا غلط کیا ہے تمہارے ساتھ؟ یہ سب کیوں سننا پڑ رہا ہے مجھے؟ صرف اس لیے کہ میں تمہاری دوست تھی؟" وہ الجھ کر بولی تھی۔

"تم میری دوست کبھی نہیں تھیں۔" وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا تھا۔

"اگر تم میری دوست ہوتیں تو آج یہ سب کچھ اتنا اجنبی نہیں ہوتا۔تم نے چھوٹی چھوٹی باتوں کو سمیٹ کر انبار لگا دیا انابیتا بیگ۔اس انبار سے پرے کا منظر دکھائی نہیں پڑ رہا۔تمہیں نہ میں دکھائی دے رہا ہوں نا خود اپنا آپ میرے وجود سے انکاری ہوتے ہوئے تم خود اپنی بھی نفی کرنے لگی ہو۔مجھے تم سے ہمدردی ہے۔اگر یہ خواب ہے تو میں چاہوں گا تم اس خواب سے کبھی مت جاگو۔تمہیں اس نقصان کا احتمال کبھی نہ ہو۔تمہیں کبھی نہ پتا چلے کہ تم نے کیا گنوایا ہے۔" وہ اس کے چہرے کو آہستگی سے نرمی سے چھوتے ہوئے بولا تھا۔انابیتا نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا تھا۔

"تم پاگل آدمی ہو دامیان سوری۔تم کسی کا بھی جینا دوبھر کرسکتے ہو۔" وہ افسوس سے بولی تھی۔

"کبھی میں پاگل تھا انابیتا مگر اب یہ دل تمہارا بیمار نہیں رہا۔میں خواب سے جاگ گیا ہوں لا حاصل اور حاصل کی کہانی سمجھ میں آگئی ہے میری۔سود و زیاں کی بات اب عقل میں آنے لگی ہے میری تبھی راہ بدلنے کی ٹھانی ہے اور میرا خیال ہے یہی اس وقت کا بہتر فیصلہ ہے۔شاید تمہیں میرے اس فیصلے سے کوئی فرق بھی نہ پڑتا ہو۔آئی ہوپ تمہیں کوئی ملال کبھی نہ ستائے۔میں للّی سے شادی کر رہا ہوں۔وہ جلد یہاں آرہی ہے اور ہم انگیجمنٹ کر رہے ہیں۔ایک اچھی دوست ہونے کی دعویٰ دار ہو تم مجھے امید ہے تم میری خوشیوں میں شریک ہونے کو آسکو گی۔" دامیان سوری نے اس کے سر پر جیسے بم پھوڑا تھا۔وہ ساکت سی اسے دیکھنے لگی تھی۔تو معاملہ یہ تھا۔

وہ واقعی للّی سے محبت کرتا تھا تو اس نے دل کیوں ہار دیا۔

کیوں گنوا دیا اپنی انا کا غرور' کیوں وہ اس کے پیچھے آتا رہا اور اس کی توجہ پانے کے جتن کرتا رہا یہی کرنا تھا تو پھر وہ سب کیوں کیا؟

"تم...؟" وہ بولنے کی سکت نہ رکھتے ہوئے بھی بولی تھی۔دامیان سوری نے اس کے لبوں پر انگلی رکھ کر اسے بولنے سے باز رکھا تھا۔چند لمحوں تک اس چہرے اس کے خدوخال کو دیکھا تھا۔اس نگاہ کو دیکھا تھا اور پھر ایک پل میں ہی اجنبی بن کر مڑا تھا اور چلتا ہوا وہاں سے نکل گیا تھا۔انابیتا بیگ حیرت سے اسے جاتا دیکھتی رہی تھی۔

...☆☆☆...

ساری رات آنکھوں میں گزری تھی۔وہ پل بھر کو بھی سو نہیں سکی تھی۔سارا ملال اسے ہی کیوں تھا۔یہ رت جگی اس کے حصے میں ہی کیوں آئی تھی۔یہ لو اسے ہی کیوں لگی تھی؟ اس لگن نے اسے کیوں نہیں چھوا تھا؟ صرف اسے یہ زیاں کیوں ہوا تھا۔اس کا سر درد سے پھٹا جا رہا تھا۔کچھ حدت کا احساس بھی ہوا تھا۔شاید اسے بخار تھا مگر وہ پروا نہ کرتے ہوئے بستر سے نکل آئی تھی۔معمول کے مطابق تیار ہو کر آفس آگئی تھی۔کس بات کا قلق تھا اس کی عقل تک کام نہیں کر رہی تھی۔دماغ جیسے منجمد ہو گیا تھا۔سارہ نے اس کی کیفیت

کے پیش نظر ایک ہونے والی اہم میٹنگ کو ملتوی کردیا تھا۔وہ گھر جانے کے ارادے سے اٹھ رہی تھی جب سدرہ تغلق کا فون آگیا تھا۔

"انائیا بیٹا کہاں ہو؟ اگر کچھ وقت ہے تو یہاں کا چکر لگا لو۔گھر میں کچھ مہمان آئے ہیں۔معارج تغلق کے ددھیال میں سے وہ معارج کی شادی میں شرکت نہیں کر پائے تھے۔اب اس کی دلہن کو دیکھنا چاہتے ہیں۔" دوسری طرف سے مدعا بیان کیا گیا تھاانائیا کے لیے انکار کرنا ممکن نہیں ہوا تھا۔تبھی وہ تغلق محل میں آگئی تھی۔ ممی اس کا ہاتھ تھام کر اسے کمرے میں لے گئیں تھیں۔ اس کے جسم کی حرارت سے گھبرا کر اسے دیکھا تھا۔

"انائیا بیٹا تمہیں تو بہت تیز بخار ہے۔تم نے منع کردیا ہوتا نا۔" سدرہ تغلق کے کہنے پر وہ خاموشی سے انہیں دیکھتی رہی تھی۔

"میں تمہیں یہاں اس لیے لائی تھی کہ تمہیں ڈھنگ سے تیار کرسکوں پہلی بار ان کے سامنے جا رہی ہو۔اس گھر کی بہو ہو اس طرح مناسب نہیں لگتا مگر اب کیسے؟ اس حالت میں تو یہ ٹھیک نہیں' رکو میں رستم سے کہہ کر انہیں

منع کروا دیتی ہوں کہ میری بہو کی طبیعت ٹھیک نہیں۔“ ممی نے فون اٹھایا تھا۔انائیا نے ان کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

”اٹس اوکے ممی‘ میں ٹھیک ہوں۔میں تیار ہوجاتی ہوں۔آپ پریشان نہ ہوں؟“ وہ نرمی سے بولی تھی۔سدرہ نے لمحہ بھر کو اسے دیکھا تھا پھر اس کی پیشانی کو چومتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

”میں خوش نصیب ہوں کہ مجھے ایسی بہو ملی جو میری بیٹی جیسی ہے۔میں ملازمہ کو ڈریس اور جیولری دے کر بجھواتی ہوں تم تیار ہو کر نیچے آجاؤ۔“ سدرہ تغلق کہہ کر اٹھی تھیں اور چلتے ہوئے کمرے سے نکل گئی تھیں۔

انائیا ملک چلتی ہوئی آئینے کے سامنے آن رکی تھی۔اپنے چہرے کو دیکھا تھا۔ خدوخال کو دیکھا تھا سب پرایا لگا تھا۔محبت اتنا بدل دیتی ہے اتنے تغیرات

اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے؟ انائیا ملک کو وقت اپنے چہرے پر رکا ہوا لگا تھا۔سارے لمحے جیسے وہیں ٹھہر گئے تھے۔

”اے محبت۔

تیرے انجام پر رونا آیا۔“ اس کے لب بہت ہولے سے ملے تھے۔تیز بخار میں پھنکتے وجود کے ساتھ وہ تیار ہونے لگی تھی۔

”میں چاہتا ہوں تم میرے ساتھ چلو میرا ساتھ دو راستے کے اختتام تک۔‘ کوئی اس کی سماعتوں میں بول رہا تھا۔

”مجھے تمہاری ضرورت ہے میں اکیلا کچھ ادھورا ہوں۔مجھے تمہارا ساتھ چاہیے۔بولو ہم سفر بنو گی میری؟ میرے ساتھ چلنے کے لیے میری ہمنوائی کرو گی مجھے راہ نمائی درکار ہے اس ہاتھ کی ضرورت ہے۔“ چوڑیاں پہنتے ہوئے کئی چوڑیاں ٹوٹ کر اس کی کلائی اور ہاتھ میں کھب گئی تھیں۔

”بولو! دو گی میرا ساتھ؟“ اس کی سماعتوں میں شور تھا مسلسل۔

...☆☆☆...

اناٸیا ملک نے آئینہ میں اپنے خدوخال کو دیکھا تھا یہ بناؤ سنگھار، یہ حسن کا دو آتشہ ہونا، سب کتنا بے معنی تھا۔ نہ نگاہ سراہنے کو منتظر تھی نا کوئی نوازشوں پرمائل تھا۔ یہ کس راہ پر چل رہی تھی اور کیوں؟ جس سے واپس بھی پلٹنا تھا تو پھر کیوں راستے کے اختتام کا انتظار کررہی تھی؟ کیوں منتظر تھی کہ کوئی اور اس سفر کو تمام کرے؟ وہ خود اتنی ہمت کیوں نہیں رکھتی تھی کہ اس سفر کو سمیٹ سکتی اپنے قدم روک سکتی؟

اسکائی بلیو شیفون کی ساڑھی میں وہ کوئی گڑیا سی لگ رہی تھی۔ گردن میں ڈائمنڈ نیکلس بھلا لگ رہا تھا۔ وہ الجھی ہوئی سی سیڑھیاں اتر رہی تھی جب نگاہ سامنے سیڑھیوں کے اختتام پر کھڑے معارج تغلق پر پڑی اور وہ اس کے سراپا کو دیکھ کر وہیں ٹھٹک گیا تھا شاید آگے بڑھ ہی نہیں پایا تھا۔ لمحہ بھر کو نگاہ ملی تھی، اناٸیا ملک نے اس پر سے اپنی توجہ ہٹائی اور آہستگی سے سیڑھیاں اتر کر اس کے قریب سے گزرتی ہوئی ممی کی طرف آگئی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"یہ ہے میری بہو اناٸیا تغلق! ہمارے گھر کی روشنی، کیسے بوا ہے نا چاند سی؟" سدرہ تغلق نے مسکراتے ہوئے رشتے دار خاتون کو دیکھا تھا، وہ عینک کے پیچھے سے اسے بغور دیکھتے ہوئے مسکرائی تھیں۔

"اے سدرہ! بچہ ہے تو تیری بہو واقعی چاند سی، گھر میں روشنی کیوں نہیں ہوگی جب پورا اجالا خود چل کر گھر کو آگیا ہو۔" اس کی بلائیں لیتے ہوئے پرس سے ہزار کے کئی نوٹ نکال کر اس کے سر پر سے وار کر قریب کھڑے ملازم کو دے دیئے۔

"جیتی رہو بیٹا! تیمور کی پھوپو ہوں میں، سدرہ کو اپنے ہی ہاتھوں بیاہ کر لائی تھی۔ تمہاری شادی میں شرکت کا بھی بڑا ارمان تھا، اپنے تیمور کی بہو کو دیکھنا دل کی خواہش تھی، مگر کم بخت یہ جوڑوں کا درد، اب اس عمر میں سفر کی اجازت نہیں دیتا۔" بوا بولی تھیں۔ سدرہ نے مسکراتے ہوئے بہو کو ساتھ لگایا تھا، معارج تغلق اس کے عین سامنے آن بیٹھا تھا۔

اناٸیا ملک کے لیے لمحے مزید مشکل ہونے لگے تھے، وہ اس شخص کی سمت دیکھ نہیں رہی تھی، نگاہ نہیں کررہی تھی۔ مکمل بیگانگی برت رہی تھی، اگر وہ

اسے سزا دینا چاہتی تھی تو کیا یہ مناسب سزا تھی؟ معارج تغلق کو اس سے کوئی فرق پڑتا تھا؟

اگر وہ اس سے بات بھی نہ کرتی، اس کی طرف دیکھتی بھی نہیں۔ نظر بھی نہ کرتی تو کیا یہ سلسلہ رک جانا تھا؟

دل ہمیں اس کی گلی میں لے جا کر

اور بھی خاک میں ملا لایا

انائیا ملک کا دم یک دم ہی گھٹنے لگا تھا، وہ ممی کو بتا کر وہاں سے اٹھی تھی۔

"تم کچھ دیر آرام کرلو۔" اس کی طبیعت کی خرابی کے باعث سدرہ تغلق نے مشورہ دیا تھا مگر وہ کمرے میں جانے کی بجائے کھلی فضا میں آگئی اور گہرے گہرے سانس لیتے ہوئے کچھ بہتر محسوس کرنے لگی۔

"مجھ سے یہ سب اور نہیں ہوگا، میں مزید یہ سب نہیں کر سکتی۔" ابھی وہ یہ سب سوچ ہی رہی تھی کہ سدرہ تغلق اس کی طرف آگئی تھیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"تم ٹھیک تو ہو؟ میں نے ڈاکٹر کو فون کردیا ہے، وہ آرہے ہیں تم کمرے میں چل کر لیٹو۔" خالص ماؤں والے انداز میں کہا تھا۔انائیا نے سر نفی میں ہلادیا تھا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے، مجھے گھر جانا ہے۔میں گھر جاکر آرام کروں گی۔"

"گھر جاؤ گی؟ مگر بوا کے ہوتے ہوئے اس طرح چھوڑ کر؟ کیا سوچیں گی وہ؟ تم دونوں کے درمیان کچھ ٹھیک نہیں ہے اس کی بھنک ان کے کانوں تک چلی گئی تو سمجھو یہ بات عام ہوئی۔ تغلق خاندان کی عزت ملیا میٹ ہوجائے گی۔" سدرہ تغلق نے کہا تھا۔

"لیکن ممی جب علیحدگی ہوگئی تب بھی تو یہ بات عام ہوگی پھر کیا کہیں گی آپ لوگوں سے؟ اگر ہم صرف لوگوں کے کہے کی بھی فکر کریں گے تو ایسے کیسے جئیں گے۔" وہ پرسکون انداز میں بولی تھی۔سدرہ تغلق اسے دیکھ کر رہ گئی تھیں۔

"آئی ایم سوری ممی، مگر...!"

"اچھا ٹھیک ہے، تم گھر جاسکتی ہو۔میں ڈرائیور سے کہتی ہوں تمہیں چھوڑ آئے۔اس تیز بخار میں ڈرائیو کرنا مناسب نہیں۔" ممی کہہ کر فوراً ہی پلٹ گئی تھیں۔وہ مزید الجھنوں میں گھر گئی تھی۔کسی کو خوش رکھنے کے چکر میں اپنے اندر کیسی خاموشی پھیلتی ہے، وہ اس گھڑی اس احساس کو محسوس کررہی تھی۔بے دھیانی میں وہ آگے بڑھی تھی۔ذہن کہیں اور تھا اور قدم کہیں۔

تیز بخار سے حالت غیر ہورہی تھی۔آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا رہا تھا۔کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا، وہ لڑکھڑائی تھی، سنبھلنے کے لیے ستون کو تھامنا چاہا تھا مگر یہ کوشش کارگر نہیں ہوئی تھی اور وہ سوئمنگ پول کے اندر جاپڑی تھی۔

"انائیا...!" دور سے آتے معارج تغلق نے زور سے پکارا تھا اور پھر بھاگتے ہوئے سوئمنگ پول میں چھلانگ لگادی تھی۔تیرتے ہوئے اس کے وجود تک

پہنچا تھا۔اسے بازوؤں میں تھاما اور پانی کی سطح پر آگیا تھا۔اسے اٹھا کر باہر نکالا تو وہ اس لمحے ہوش میں نہیں تھی۔

"انائیا...؟" معارج تغلق نے اس کا چہرہ تھپتھپایا تھا۔

"انائیا...؟" دوسری بار آواز دی تھی مگر وہ ہوش میں نہیں آئی تھی۔

معارج تغلق نے اسے بازوؤں میں اٹھا کر کمرے میں لاکر بیڈ پر لٹا کر ڈاکٹر کو فون کیا۔

وہ آنکھیں بند کیے کیے بڑبڑائی تھی۔

"مجھے گھر جانا ہے، مجھے جانا ہے..." معارج نے پلٹ کر دیکھا، اس کے بھیگے بال چہرے پر ہنوز چپکے ہوئے تھے۔اسکائی بلیو شیفون کی ساڑھی بھیگ کے وجود سے چپکی ہوئی تھی۔اس کا چہرہ سرخ ہورہا تھا، معارج نے ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے سے بال پیچھے کیے، نگاہ غلط انداز میں اس کے چہرے پر ڈالی تھی تبھی اس کی پوروں نے محسوس کیا تھا اس کا بدن تیز بخار سے پھنک رہا تھا۔معارج نے اس کی پیشانی کو چھُوااور فکر میں مبتلا ہوگیا۔

"تمہیں تو بہت تیز بخار ہے' انائیا! آنکھیں کھولو۔" اس کے چہرے کو تھپتھپاتے ہوئے اسے پکارا تھا۔

"اسے کہو..." انائیا نے بامشکل آنکھیں کھول کر دیکھنے کی کوشش کی تھی۔

"کیا؟" معارج تغلق نے پوچھا تھا' وہ چپ ہوگئی تھی۔بند ہوتی بھاری پلکوں کو پھر سے ہمت کرکے کھولا تھا اور اٹھنے کی سعی کی تھی۔

"تمہیں تیز بخار ہے انائیا! لیٹی رہو۔میں نے ڈاکٹر کو فون کردیا ہے۔میں ممی کو بجھواتا ہوں' وہ تمہیں چینج کرنے میں مدد دیں گی۔تمہارا اس طرح بھیگا رہنا مناسب نہیں۔" وہ اٹھنے لگا تھا۔انائیا نے ہوش سے بیگانہ انداز میں اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔کچھ ہمت کرکے اٹھ بیٹھی تھی۔سر اٹھا کر سامنے کھڑے لمبے چوڑے شخص کو دیکھا تھا۔

"بہت بزدل ہو تم... کچھ نہیں کہہ سکتے تم... حوصلہ ہی نہیں۔عقل بھی نہیں' میں ایسی نہیں مجھے بند لفافوں میں سرخیاں لکھ کر ڈالنے والے لوگ پسند نہیں مگر تم انہی لوگوں میں سے ہو۔جو روز ایک عرضی لکھتے ہیں' اسے پتھر کے ساتھ باندھتے ہیں اور پھر سمندر برد کردیتے ہیں۔جب سب ہاتھ میں ہو تو گنوا

دینا کہاں کی دانش مندی ہے؟ کہاں کے دانا ہو تم؟" وہ کھڑے ہونے کی سعی کرنے لگی تھی۔وجود لڑکھڑایا تھا اس نے معارج تغلق کا بازو تھام لیا تھا۔اس کوشش میں وہ کھڑی ہوگئی تھی۔معارج نے اپنا بازو دانستہ اس کے گرد حمائل کیا تھا۔اسے ڈر تھا وہ گر نہ جائے' وہ اس کے دماغ کی بھٹکتی رو کو سمجھ گیا تھا۔جانتا تھا وہ ہوش میں نہیں ہے' تیز بخار کے باعث ایسی کیفیت ہے اس کی آنکھیں بند ہورہی تھیں۔وہ کسی شاخ کی مانند جھول رہی تھی۔معارج تغلق اپنے مضبوط بازوؤں میں اسے مضبوطی سے تھامے کھڑا تھا۔

"تمہیں لیٹنا چاہیے انائیا! تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" اس نے نرمی سے سمجھایا۔

"مجھے اس سے بات کرنی ہے۔" وہ منمنائی تھی۔

"کس سے؟" وہ چونکا تھا۔

"اس سے' جو مجھے چین نہیں لینے دیتا۔" وہ مدھم لہجے میں کہہ کر بند ہوتی آنکھوں کے ساتھ اس کے شانے پر سر رکھ گئی تھی۔

"کون... کون ہے وہ؟"اس نے حیرت سے پوچھا۔

وہ خاموش رہی تھی۔معارج تغلق نے پکارا تھا۔

”انانیا...؟“ اس کے چہرے کو دیکھا تھا مگر وہ دوبارہ اس کے شانے پر اپنا سر رکھ گئی تھی۔کوئی اور لمحہ ہوتا تو وہ اس کے اتنے نزدیک آتی؟ خود سے اسے تھامتی؟ اس کا سہارا لیتی؟

”مجھے بات کرنی ہے‘ اسے... اسے بتانا ہے۔“

”کیا؟“ معارج تغلق نے اس کی بات کو بہت سرسری سا لیا تھا۔

”بہت... بہت کچھ... اسے... اسے کہو... بات کرے... میں... میں ہی کہوں‘ ہمیشہ سنوں اس کی... میں... میں ہی کہوں...“ لمحہ بھر کو خاموش ہوئی تھی۔معارج تغلق نے اسے
جھنجوڑا تھا۔وہ آنکھیں کھول کر اس کی سمت دیکھنے لگی تھی پھر مسکرادی تھی اور اس کے شانے پر سر رکھ کر دوبارہ آنکھیں موند گئی۔

”اس سے کہو... یہ ٹھیک نہیں ہے‘ مجھے یوں پریشان نہ کرے۔ورنہ بہت پٹائی لگاؤں گی اس کی‘ مجھ سے برا... کوئی... کوئی نہیں ہوگا۔اسے... اسے کہو... اتنا آسان نہیں ہوتا‘ محبت ایسے نہیں ہوتی۔محبت کے لیے... حوصلہ

چاہیے‘ ایک... ایک پل کو بھی نہیں سانس... سانس نہیں لے پاتی میں‘ اسے... اسے کہو۔یہ ٹھیک نہیں۔ایسے... ایسے نہیں کرتا کوئی۔اسے... اسے محبت ہے تو... تو دنیا تیاگ دے نا... کرسکتا ہے وہ ایسا؟ دونوں...دونوں جہاں مٹھی میں لے کر... چاند‘ سورج‘ میرے قدموں میں ڈھیر کرسکتا ہے کیا؟ ایسے... ایسے تھوڑا ہی ہوتا ہے۔اسے...اسے کہو اس اضطراب کو سمیٹ دے‘ اس سلسلے کو روک دے‘ یہ... یہ ٹھیک نہیں ہے ورنہ میں... میں خود عقل ٹھکانے لگادوں گی۔جانتا نہیں ہے وہ مجھے۔خوب دماغ ٹھکانے لگانا آتا ہے مجھے۔اسے کہو...“ وہ اس کے شانے پر جھول گئی تھی۔معارج تغلق نے پرسکون انداز میں اس کا چہرہ دیکھا تھا پھر بہت سہولت سے اسے بیڈ پر لٹایا تھا اور ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گیا۔

...☆☆☆...

پارسا مضطرب سی اِدھر سے اُدھر چکر کاٹ رہی تھی پھر تھک کر بینچ پر بیٹھ گئی۔کیا سمجھ رہا تھا؟ اسے کیوں لگ رہاتھا کہ وہ اب بھی یلماز کے ساتھ؟ فون

کی بیل بجی تھی اس کی سوچوں کا سلسلہ یک دم ہی ٹوٹا تھا۔اس نے کال پک کرکے فون کان سے لگایا۔

"پارسا کیسی ہو؟" دوسری طرف یلماز کمال تھا۔

"یلماز! تم ایسا کیوں کررہے ہو؟" وہ بنا اس کی بات کا جواب دیئے دو ٹوک انداز میں بولی تو وہ چونک پڑا۔

"کیا مطلب؟ کیا کررہا ہوں میں؟"اس کا انداز لاعلم تھا۔

"تم جانتے ہو میں نے تمہاری پزیرائی نہیں کی جیسا تم سوچ رہے تھے ویسا نہیں ہوا اور تبھی تم نے مخالفت کی ٹھان لی؟" وہ مضبوط لہجے میں بولی۔

"پارسا؟ یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔کیسی مخالفت؟ کیا سوچ رہی ہو تم؟" وہ قطعاً لاعلمی سے بولا تو وہ چونکی تھی پھر عدن کو وہ غلط فہمی کیسے ہوئی تھی۔

"کیا ہوا پارسا؟ ہیلو...؟" دوسری طرف یلماز اسے خاموش پاکر کچھ بے چین ہوا تھا۔جس قصے کو وہ ختم کرچکی تھی، جس ماضی کو دفن کرچکی تھی وہی ماضی اب اس کے پیچھے کیوں آرہا تھا؟ اس کا سانس سینے میں گھٹنے لگا تھا۔

"مجھے تم سے محبت نہیں ہے یلماز! مجھے تم سے محبت کبھی نہیں تھی۔تم اس دور میں میری زندگی میں آئے جب مجھے اتنی عقل نہیں تھی مگر وہ میری بے وقوفی تھی، مجھے اس کا اندازہ ہوچکا ہے، بہت پہلے میں جان چکی تھی محبت ایسی نہیں ہوتی۔اب اگر تم دستکیں دو بھی تو اس سے کچھ حاصل نہیں۔میں کسی اور کو چُن چکی ہوں۔میں عدن بیگ کی منکوحہ ہوں، یہ رشتہ بندھ چکا ہے اور کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔میں نہیں جانتی کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے بھی یا کہ نہیں۔کبھی تھی بھی یا کہ نہیں مگر محبت کسی کا نقصان نہیں چاہتی۔اس کا توبالکل بھی نہیں جس سے محبت ہو۔اس واقعہ کو اپنی زندگی سے خارج کردو۔ مجھے اپنی یادداشت سے نکال دو۔"

"پارسا محبت بھولنے نہیں دیتی تمہیں یقین نہیں ہے مگر میں ایک کوشش کرنا چاہتا ہوں۔ہمیں ملنے کی ضرورت ہے، میں گھر آجاتا ہوں، میں یہیں ہوں اسی شہر میں۔پارسا میں دوریوں کا سفر نہیں کرسکتا، مجھ میں ہمت نہیں ہے اس معاملے میں میرا دل میرے مقابل ڈٹ گیا ہے۔میں ایک بار تمہیں گنوا چکا ہوں، دوسری بار گنوانا نہیں چاہتا۔مجھے ایک موقع دو ، مجھے ثابت کرنا

ہے۔" یلماز کمال دوسری طرف بولا تھا' اس کے انداز میں اضطراب تھا مگر پارسا سختی سے بولی تھی۔

"یلماز پلیز' بند کرو یہ بکواس۔ سمجھ کیوں نہیں رہے' پلیز مجھے فون کرنا بند کرو۔ مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنا ہے۔" پارسا نے کہہ کر فون بند کیا تھا۔ اس کا وجود پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔

اسے اپنا رشتہ خطرے میں پڑتا لگا تھا۔ عدن پر حیرت ہوئی تھی' وہ کیوں سمجھ نہیں رہا تھا کہ اس نے اسے کیوں چنا؟ کیوں خود سے پیشکش کی شادی کی؟ وہ اتنا نا سمجھ تو نہیں تھا۔ ہمیشہ اس کے ساتھ رہا تھا۔ اس کا ساتھ دیا تھا۔ اسے انڈراسٹینڈ کیا تھا پھر یک دم سے وہ یہ کیوں سمجھنے لگا تھا کہ وہ یلماز سے محبت کرتی ہے اور اسے صرف اس لیے چُنا ہے کہ وہ اس رشتے کے لیے گھر والوں کو قائل کرسکے؟ وہ ایسا نہیں چاہتی تھی۔ اسے یلماز سے محبت نہیں تھی مگر وہ سمجھ نہیں پارہی تھی' اتنی دوری پر بیٹھے وہ کیسے اسے یہ بات سمجھا سکتی ہے۔ اس نے عدن بیگ کا نمبر ملایا تھا' وہ دوسری لائن پر مصروف تھا۔ کال پک نہیں کی تھی' اس نے دوسری بارٹرائی کیا تھا۔ وہ ضرور جانتا تھا' دوسری

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

لائن پر وہ ہے مگر وہ پہلی کال ڈراپ کرنا نہیں چاہ رہا تھا نا اسے ہولڈ پر ڈالنا چاہتا تھا تو وہ اسے جان بوجھ کر نظر انداز کررہا تھا؟

پارسا کے اندر ایک گہری ضرب لگی تھی' کوئی شے اندر ہی اندر آری کی طرح کاٹنے لگی تھی۔ عدن تو اسے بہت اچھی طرح سے سمجھتا تھا جانتا تھا پھر وہ اب اس طرح کیوں کررہا تھا؟ اسے لگا وہ شخص اسے سمجھ سکتا ہے' سمجھتا ہے' محبت کرتا ہے' دل سے اس کی عزت کرتا ہے مگر اب وہ اس طرح کیوں اسے نظر انداز کررہا تھا؟ جب کہ وہ اس سے جڑ چکی تھی۔ اس کا حصہ بن چکی تھی' وہ کیوں سوچ رہا تھا کہ وہ یلماز کمال کے ساتھ ہے؟ سوچتے سوچتے اس کا دماغ پھٹنے لگا تھا۔

...☆☆☆...

انائیا ملک کی آنکھ کھلی تھی تو ناجانے کتنے لمحوں تک وہ چھت کو چپ چاپ گھورتی رہی تھی۔ خالی خالی نظروں سے خالی خالی منظر کو دیکھتے ہوئے وہ کسی اورجانب متوجہ نہیں تھی جب معارج تغلق اندر داخل ہوا تھا۔ انائیا ملک نے اس شخص کی جانب تب بھی نہیں دیکھا۔ معارج تغلق اس کے قریب آن رکا

اور اس کے چہرے پر نظریں جما کر اسے بغور دیکھا پھر اس کی سمت اپنا چوڑا مضبوط ہاتھ بڑھا دیا تھا۔

انائیا کے لیے اس سے نگاہ پھیرے رہنا ممکن نہیں رہا تھا۔نظریں اس شخص کی سمت اٹھی تھیں۔نگاہ اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کی سمت گئی تھی۔اس کے ہاتھ کو نظر انداز کرنا اس کے لیے جیسے قطعاً ممکن نہیں تھا۔میکانکی انداز میں اس نے اس طرح اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا تھا جیسے وہ اس کا معمول ہو اور وہ اس پر تمام اختیار رکھتا ہو۔معارج تغلق کے ہاتھ کی حدت اسے واضح محسوس ہوئی تھی۔اس کے ہاتھ کی گرفت اس کے نازک سے ہاتھ کے اطراف بہت بھرپور تھی۔اس گرفت سے ایک سحر کا دائرہ سا اس کے اردگرد بن رہا تھا۔ بظاہر وہ اسے اٹھنے میں مدد دے رہا تھا مگر نظریں اس کی سمت دیکھتی ہوئیں اسے اپنے ساتھ باندھ رہی تھیں۔انائیا ملک اٹھ بیٹھی تھی تب معارج تغلق نے کافی کا کپ اس کی سمت بڑھادیا۔وہ کچھ شرمندہ دکھائی دے رہی تھی۔جانے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کیا اوٹ پٹانگ حرکتیں کی تھیں' اب سوچا تھا تو سوچ کر ہی شرمندگی کے مارے اس کی طرف دیکھا نہیں جارہا تھا۔انائیا ملک اس کی سمت دیکھ نہیں پارہی تھی' نظر گریزاں تھی' معارج تغلق اس کی سمت بغور دیکھ رہا تھا۔ نظریں یک ٹک اس کے چہرے کو بغور دیکھ رہی تھیں۔

"تم ٹھیک ہو؟" وہ اس خاموشی کے تسلسل کو توڑتے ہوئے بولا تھا۔انائیا ملک نے بنا اس کی طرف دیکھے اثبات میں سر ہلادیا تھا اور اس سے نظر بچاتے ہوئے کافی کے سپ لینے لگی۔معارج تغلق اس کی سمت تکتا رہا تھا پھر بولا۔

"تم نے ایسا کچھ نہیں کیا کہ تمہیں شرمندہ ہونا پڑے۔" اس کے بولنے پر وہ چونکتے ہوئے اسے دیکھنے لگی تھی' نگاہ ملی تھی' اس کی آنکھوں کوئی جکڑنے والی کشش تھی۔وہ ہارنے لگی تھی' سارا وجود اس سے بندھنے لگا تھا۔وہ ڈر کر نگاہ پھیر گئی تھی۔

"جائز تعلق ہے' بیوی ہو میری۔خواہشوں کا امڈ آنا فطری سی بات ہے۔" وہ حیران رہ گئی تھی۔

"کیا... کیا کیا میں نے، آپ؟" وہ کچھ کہتے کہتے رکی تھی خود پر بے انتہا غصہ آیا تھا۔وہ اتنی بے وقوف کیسے ہو سکتی تھی؟ اتنی حماقتیں کیسے کر سکتی تھی؟ وہ بھی اس شخص کے ساتھ؟ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔وہ جانے کیا سوچ کر مسکرادیا تھا۔انداز محظوظ ہونے والا تھا۔وہ اس وقت کافی سے زیادہ ہونق لگ رہی تھی۔معارج تغلق نے ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے کو آہستگی سے چُھوا تھا۔

"عاشقی صبر طلب اور تمنا بے تاب۔"

وہ اس کا ہاتھ جھٹکنے کی ہمت بھی نہیں رکھتی تھی، جسم کا سارا خون چہرے پر آن رکا تھا، ایسا کیا کردیا تھا اس نے۔

اف خدایا... وہ اتنی بے وقوف کیسے ہو سکتی تھی؟

جانے کیا کیا کہا تھا... کیا کیا کیا تھا... اب سوچ کر بھی جان ہول رہی تھی۔

"عشق کے بیاں کے طریقے اور اسلوب بتاتے ہیں کہ محبت کتنی گہری ہے۔ اس محبت کو بہتے دیکھ کر جب اس کے سنگ سنگ بہنے کو دل کرے وہ محبت

کا جنوں ہوتا ہے اور وہ جنون بس وہی جنون رات تمہاری آنکھوں میں تھا۔ سانسوں کی تپش بتا رہی تھی کہ اس دل میں کتنی کہانیاں ہیں۔کتنے راز دبے ہیں اور دھڑکنوں کے اسرار کیا ہیں، محبت لامحدود ہے اور اظہار کے زاویئے نا بلد۔اب بتاؤ اس نظر کو خبر کیسے ہو کہ محبت سراب ہے یا خواب؟ محبت کو اتنی پوشیدگی میں رکھو گی تو جان پر بن آئے گی نا؟ کس نے کہا کہ بندھ باندھو اور محبت کے ساتھ نہ بہو؟" وہ سوالیہ نظروں سے اس کی سمت دیکھ رہا تھا اور لہجہ دھیما تھا اور نظروں میں خاص تپش تھی۔انائیا ملک کا وجود کانپنے لگا تھا۔

"تم طریقے جانتی ہو ساتھ جڑنے کے، ساتھ جوڑنے کے۔فرار کی راہ اختیار کرنے لگوں تو راستے بند کرنے لگتی ہو۔پاس آؤں تو انجان بن جاتی ہو جیسے واسطہ نہیں۔عنایتیں کرتی ہو اور شکایتیں بھی، نوازشوں پر اتر آتی ہو تو بنجر کو بھی سیراب کردیتی ہو اور ہاتھ کھینچنے پر آؤ تو نگاہ بھی نہیں ملاتیں۔" وہ سرگوشی میں بولا تو وہ سر نفی میں ہلانے لگی تھی۔

"میں... میں نے کچھ غلط نہیں کیا... میں کچھ غلط نہیں کرسکتی؟" اسے خود پر یقین تھا' غرور تھا' وہ مسکرادیا تھا۔

"کس نے کہا کہ تم نے غلط کیا؟ جو واجب تھا بس وہی کیا۔پاس آئیں اور دھڑکنوں کو میرے سینے میں رکھ دیا' چپکے سے ' خاموشی سے۔بس اتنا ہوا کہ تمہارا دل اس سینے میں دھڑکنے لگا بس... بس یہی ہوا اور تو کچھ نہیں۔" وہ دل دھڑکانا جانتا تھا' اسے گُر آتے تھے مگر وہ جانتی تھی وہ اس پر غلط الزام لگارہا تھا۔وہ اتنی بے خود نہیں ہو سکتی تھی۔

"اب اتنا کیا ملال کرنا؟ کوئی اجنبی تو نہیں' اتنا تو تم حق رکھتی ہو کہ اگر پاس آؤ تو میں روک بھی ناسکوں۔نگاہ کچھ چاہے تو میں منع بھی نہ کرسکوں۔نگاہ میں درخواستیں ہوں تو میں جھٹک دوں۔ایسا ناممکنات میں سے ہے' میں چاہوں بھی تو تعرض نہیں' برت سکوں گا۔تم چاہو تو پل میں سب زیرو زبر کرسکتی ہو۔سب اختیار ہے تمہیں سیاہ و سفید تمہارا ہے کیونکہ تم میرا حصہ ہو مسز انائیا تغلق! اب نگاہ اس طرح چرانے کا کوئی سبب نہیں تم میری طرف دونوں آنکھوں سے دیکھ سکتی ہو۔اس قرب کی خواہشوں کو مارنا کبھی ممکن

نہیں بھی ہوتا' مجھے اچھا لگا ان دھڑکنوں کو پہلی بار بغور سننا۔تم نے اس سے پہلے موقع ہی نہیں دیا' اب پاس آئیں تو بس باندھ دیا اور بے بس کردیا۔پہلے سے بھی کہیں زیادہ بے بس..." اس کی مدہم سرگوشیاں اس کی سماعتوں کے قریب تھیں۔انائیا ملک کی جان ہَوا ہونے والی تھی۔وہ شدت سے آنکھیں میچ گئی تھی۔اس کی سانسوں کی تپش اس کے چہرے پر تھی۔وہ جھلسنے لگی تھی۔تبھی ہمت کرکے ہاتھ اس کے سینے پر رکھ کر اسے پیچھے ہٹایا تھا۔وہ کچھ دیر تک اسے خاموشی سے دیکھتا رہا تھا۔انائیا ملک اجنبی بن گئی تھی۔وہ اٹھا تھا اور باہر نکل گیا۔

...☆☆☆...

جہانگیر ملک ٹی وی لاؤنج میں تھا جب کھانے کے بعد زائرہ ملک اس کے لیے کافی بنا کر لائی تھی۔وہ اسے دیکھ کر مسکرایا تھا' مسکراہٹ میں ایک مروت تھی۔زائرہ جواباً مسکرادی تھی مگر انداز بہت بجھا

بجھا سا تھا۔جہانگیر ملک نے کافی کا کپ تھامتے ہوئے اسے بغور دیکھا تھا۔زائرہ ملک ایسے کھڑی تھی جیسے بس اسے کافی تھمانے آئی تھی اور اب بس واپس جانا چاہتی ہو۔جہانگیر ملک نے اسے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔

”مجھے بیڈ بنانا تھا اور انائیا کے لیے...“ وہ صاف تعرض برت رہی تھی۔وہ اس کا گریز جان کر اس کی سمت تکنے لگا تھا۔وہ الجھی ہوئی تھی پلٹنے کو تھی‘ جہانگیر ملک نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔زائرہ ملک نے اس کی سمت پلٹ کر نہیں دیکھا مگر ہاتھ تھام لیے جانے پر وہ آگے نہیں بڑھ سکی تھی۔

”خاموشی کو لفظوں کی ضرورت ہمیشہ رہتی ہے‘ زائرہ ملک! اس چپ کو کچھ لفظ دان کرو۔ایسے یہ منظر بہت ویران لگتا ہے۔میں چاہتا ہوں ہم بات کریں۔“ زائرہ ملک نے پلٹ کر دیکھا اور اس کے سامنے بیٹھ گئی۔کچھ دیر خاموشی بدستور رہی تھی پھر جہانگیر ملک بولے۔

”میں جانتا ہوں تم بہت سی شکایتیں رکھتی ہو‘ کئی گلے سینے میں دبے ہیں اور اس بوجھ سے سانسوں کو بحال رکھنا محال ہورہا ہے مگر بات نہیں ہوگی تو ہم اس سے بری کیفیت میں گھر جائیں گے۔سو میں ان خاموشیوں کو پڑھنے سے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

زیادہ بہتر بات کرنا خیال کرتا ہوں۔تم بات کرو زائرہ! سوال کرو‘ شکایتیں کرو‘ غصہ کرو کچھ بھی۔تمہیں حق ہے مجھے اس نگاہوں کی ویرانی سے نمٹنے کی عادت نہیں ہے۔میں اس چہرے کو فکروں سے آزاد دیکھنا چاہتا ہوں‘ شاداب اور بے فکر۔جانتا ہوں سالوں کے تسلسل نے سب گہنا دیا مگر کچھ ربط تو تھا کہ میں لوٹا بھی تو تمہارے پاس آیا‘ کوئی سبب تو تھا کہ...“

”مگر... مگر گئے ہی کیوں؟ اور اگر گئے بھی تو یہ سزائیں ہمارے نصیب میں کیوں آئیں‘ کیا قصور تھا میرا‘ انائیا کا؟ کتنے زمانے ہم نے تمہارے بنا گزارے‘ وہ وقت جب مجھے قدم قدم پر تمہاری ضرورت تھی‘ تمہارے بنا چلنے کی عادت نہیں تھی‘ تم چھوڑ کر چلے گئے۔ایک بار بھی نہیں سوچا کہ میں کیا کروں گی‘ایک با بھی نہیں سوچا کہ کیسے جیوں گی؟ کہاں عادت تھی تمہارے بنا جینے کی‘ میں نے تو خواب و خیال میں بھی نہیں سوچا تھا ایسا ہوگا اور کچھ کہا نہیں‘ کچھ سنا نہیں‘ کچھ بتایا نہیں بس اٹھے اور چل دیئے اور میں صبح اس کاغذ کے ٹکڑے کو بس دیکھتی رہ گئی جس پر تم نے لکھا تھا کہ تم جارہے ہو‘ کتنا ادھورا میسج تھا وہ۔مگر کتنا ہلچل مچا دینے والا۔میرے سارے زمانے اس

میسج کے سنگ ہوگئے۔اس کاغذ کے ٹکڑے کو پڑھتے' مفہوم سمجھتے' میں نے
کتنے سال تمہارے بنا گزار دیئے۔کیا غلطی تھی؟ گلٹ تو تمہیں تھا نا؟ تانیا
تعلق نہیں رہی تھی' اس کا ملال تمہیں سونے نہیں دے رہا تھا' چین نہیں لینے
دے رہا تھا' مگر ہمارا کیا قصور تھا؟ تم نے خود کو سزا دینے کی ٹھانی؟ مگر
پھر ہمارے حصے میں کس بات کی سزا آئی۔اس معاشرے کو نہیں جانتے تھے
تم۔چھوڑ دیا بس تنہا وہ بھی ایک بیٹی کے ساتھ۔کیسے مقابلہ کیا میں نے سب
موسموں کا' کیسے کٹھن دور سے گزری' کیسے جھیلا اس سزا کو' تمہیں اس کا
اندازہ بھی نہیں ہوسکے گا۔بس ایسا تھا کہ وجود ایک طوفان کے دہانے پر تھا'
کوئی چھوڑ گیا تھا' بنا بتائے ایسا ہمارے ساتھ ہی کیوں ہوا' تم نے ہمیں ایسی
سزائیں کیوں دیں؟ سوچا بھی نہیں تنہا کیا کروں گی' انائیا کو اکیلے کیسے چلنا
سکھاؤں گی' کیسے اسے بتاؤں گی کہ تم کیوں گئے' کہاں گئے۔جانتے ہو ہم
ماں بیٹیوں نے ایک عمر ایک دوسرے سے نگاہ چراتے ہوئے گزاری ہے۔وہ
مجھ سے کچھ نہیں کہتی تھی اور میں اس سے بات کرتے ہوئے خوف زدہ تھی۔
اسے ڈر تھا مجھے تکلیف ہوگی اگر وہ تمہارے بارے میں بات کرے گی۔پوچھے

گی تو میرے درد تازہ ہوجائیں گے۔وہ مجھے درد سے بچانا چاہتی تھی اور میں
اسے دکھ میں نہیں دیکھ سکتی تھی۔سو ہم نے تمہارے ذکر سے بچنے کے لیے
ایک دوسرے سے بھاگنا شروع کردیا۔ہم جان بوجھ کر اِدھر اُدھر کی بات
کرتے۔کتنے سال لگے اس سب کو نبھانے میں اور پھر تم آگئے۔اس واپسی کی
امید جب ہم کھو چکے تھے' جب بنا جواز چھوڑ جانے کا ملال کرتے کرتے
عادت ہوگئی جھیلنے کی تم نے تب قدم واپسی اسی سمت کیوں موڑ دیئے اور وہ
بھی ایک نئے راز کے ساتھ کہ اب تم ایک اور بیٹی بھی رکھتے ہو' ایک اور
شادی؟ یہ سب کیسے ہوا' مجھے لگتا تھا میرے علاوہ تمہاری زندگی میں کسی کے
لیے کوئی جگہ نہیں۔میں اس یقین کے ساتھ جی رہی تھی کہ تمہیں گلٹ ہے
بس۔تم خود کو سزا دے رہے ہو' اپنی خوشیوں سے بھاگ کر اپنی زندگی کو
چھوڑ کر' کسی کی موت کی ناحق خود کو سزا دے رہے ہو مگر یہ سزا ہماری
زندگی کو بھی روندھ گئی۔تم نے خود کو اتنی سزائیں کیوں دیں کہ ہماری
زندگیاں بھی اس کا حصہ بن گئیں؟ اور پھر ایک نیا رشتہ بنانے کا کیا
جواز تھا؟ اس رشتے کو نبھانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ رشتہ نبھایا سو نبھایا

مگر ایک اور بیٹی بھی؟ اس کی کیا وجہ تھی سزا کاٹنے گئے تھے نا تم تو پھر سزا میں یہ کون سی راہ ڈھونڈی؟ وہ گلٹ تمہیں ہمارے ساتھ رہنے نہیں دے رہا تھا پھر اس گلٹ نے تمہیں نیا رشتہ باندھنے پر کیسے مجبور کردیا؟ تمہاری وفائیں کسی اور کے ساتھ کیسے بندھ گئیں؟ جب ہم سے فرار اس گلٹ کو دبانے کے لیے تھا تو پھر نئی دنیا آباد کرنے کا خیال کیونکر آیا؟ ہماری ہی طرف کیوں نہیں لوٹ آئے‘ ہمیں سزا دے کر وہاں تم نے نئی دنیا بسالی اور ہم یہاں سمجھتے رہے کہ تم تانیا تغلق کے گلٹ میں ہو۔ تمہاری زندگی تمہاری اپنی تو نہیں تھی کہ تم نے جو سوچا کرلیا‘ جو دل چاہا بس پتھر پر لکیر ہوگیا اور گلٹ بھی کس بات کا‘ تم نے تو نہیں مارا تھا نا تانیا تغلق کو؟ تم سے محبت کرتی تھی‘ جانتی تھی وہ تم نہیں ہوسکتے اس کے۔ تمہاری وفائیں میرے لیے تھیں‘ تم میرے ساتھ تھے‘ اس کے لیے تمہارا حصول ممکن نہیں تھا۔ محبت بے بس کردینے والی طاقت ہوتی ہے‘ مانتی ہوں میں مگر اس کی محبت یک طرفہ تھی نا؟ یہ بات اسے بھی معلوم تھی پر تم کیوں بھاگ کھڑے ہوئے؟ اپنی بیوی‘ اپنی بیٹی کو کس بات کی سزا دی؟ ہم نے کیوں جھیلا اس سزا کو؟

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اس گلٹ کے لیے بھاگنے کی ضرورت کیوں پیش آئی اور اس بھگوڑے پن میں ایک نیا جہاں آباد کرنے کی کیوں ٹھانی‘ ایسا کیوں کیا؟ یہ بے وفائی کیوں کی‘ میں یہاں بیٹھی خود کو تاویلیں دیتی رہی‘ سوال ڈھونڈتی رہی‘ خود ہی جواب بھی دیتی رہی۔ خود سے اخذ کرتی رہی‘ تم نے کبھی کوئی رابطہ کیوں نہیں کیا‘ وہ دوسری زندگی جیتے ہوئے تمہیں اس گلٹ نے کبھی نہیں ستایا‘ اگر اس دوسری دنیا کو ہی بسانا تھا تو تم نے ہمیں چھوڑنے کو ضروری خیال کیوں کیا؟ وہ گلٹ اتنی جلد ختم ہوگیا‘ یا بس تم ہم سے فرار ڈھونڈ رہے تھے‘ دوسری عورت کے ساتھ ایک عمر جیتے ہوئے تمہیں ہماری یاد کیوں نہیں آئی؟ تب وہ گلٹ تمہیں کیوں نہیں ستاتا تھا؟ فرار اس زندگی سے ہوا اور پناہ کسی اور کے ساتھ ڈھونڈلی۔ کیا وہ مرہم میں نہیں رکھ سکتی تھی‘ تم نے یہ بے وفائی کیوں کی؟ یہ سزا ہمیں کیوں دی جہانگیر ملک! تم جب سے لوٹے ہو میں اپنے ذہن کو سوچوں سے خالی نہیں رکھ پارہی ہوں۔ میں نے تمہیں واپس لیا‘ ساتھ رہنے کی اجازت دی‘ مگر میں بھول نہیں پارہی ہوں کہ تم کیا کرچکے ہو اور تمہارے باعث ہم کتنی تکلیف اٹھا چکے ہیں۔“ زائرہ ملک کے اندر کا کرب

اس کی آنکھوں میں دکھائی دے رہا تھا۔جہانگیر ملک اسے خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔

...☆☆☆...

”پارسا! کیا ہوا؟ تم یہ اس طرح ایک ہی چپاتی کو بار بار کیوں بیلتی جارہی ہو؟“ اماں نے نوٹس کرتے ہوئے کہا تھا' وہ چونکی تھی۔

”پارسا! تم ٹھیک تو ہو؟“ اماں نے پوچھا تھا۔پارسا نے سر نفی میں ہلادیا تھا۔

”مجھے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔چلو ہٹو یہاں سے' اندر جاؤ' آرام کرو جا کر۔“ اماں نے اسے کہا تھا اور وہ اپنے کمرے میں آگئی۔

یہ کیا کررہا ہے عدن! اس کے ساتھ ایسا کیوں؟ وہ سمجھتی تھی بہت انڈراسٹینڈنگ ہے اور اسے سب سے زیادہ سمجھتا ہے مگر وہ پروف کررہا تھا کہ وہ کتنی غلط تھی ایسا سوچنے میں۔یہ سارے مرد جب شوہر بنتے ہیں تو حد سے زیادہ شوہر کیوں بن جاتے ہیں؟ صرف ایک ہی نقطے پر اٹک کر باقی کی ساری باتیں کیسے فراموش کردیتے ہیں؟ پارسا کا دماغ سوچوں سے بھرا پڑا تھا وہ اس سے کوسوں دور تھی۔آنکھ سے آنکھ ملا کر دیکھ نہیں سکتی تھی۔بات نہیں

کرسکتی تھی' اسے قائل نہیں کرسکتی تھی۔اسے لگ رہا تھا معاملہ پیچیدہ ہورہا تھا اگر یہ سب ہوتا تو اس شادی کا کیا مطلب اور مقصد باقی رہ جاتا؟ عدن بیگ کی وہ ساری محبت اچانک سے کہاں جاسوئی تھی؟ وہ اتنا دقیانوسی' قدامت پرست مرد کیوں بن گیا تھا۔

پارسا نے سیل فون اٹھا کر اس کا نمبر ڈائل کیا تھا' دوسری طرف بیل جارہی تھی مگر فون نہیں اٹھایا گیا تھا۔پارسا کو بہت الجھن ہوئی تھی' بہت شدید غصے میں دوبارہ نمبر ملایا تھا' فون دو بیلز کے بعد اٹھالیا گیا تھا۔

”تم ایسا کیوں کررہے ہو عدن؟ مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی' یہ کیا طریقہ ہے نظر انداز کرنے کا؟ بات نہیں کرنی تو سیدھے سے بتادو' میں فون ہی نہ کروں۔“ وہ غصے سے بولی۔

”کچھ مصروفیت رہی' کام کابرڈن زیادہ ہے۔“ دوسری طرف سے تاویل آئی۔

”یہ سارا کام ابھی ہی سر پر پڑنا تھا۔وہ بھی عین ہمارے نکاح کے بعد؟ کیا ڈرامہ ہے یہ عدن بیگ؟ تم ایسا کیوں ہورہے ہو؟“ وہ شکوہ کرتی ہوئی بولی تھی۔ایک لمحہ کو خاموش رہی تھی پھر وہ بولا تھا۔

"پارسا اتنا مت سوچو' ریلیکس! مجھ پر کام کا برڈن واقعی بہت زیادہ ہے۔"

"تم بھاگ رہے ہو عدن! مجھے محسوس ہورہا ہے۔یہ مصروفیت کا بہانہ فرار ہے نا؟پہلے میرے لیے ہواؤں سے بھی لڑتے تھے اور اب مجھ سے ہی چھپتے پھرتے ہو۔اتنے خوف زدہ کیسے ہوگئے تم اچانک سے اور مجھے کیوں شرمندگی میں مبتلا کررہے ہو کہ میں نے تم پر خود کو زبردستی مسلط کردیا؟ مجھے افسوس ہورہا ہے عدن شاید میں نے تمہیں سمجھنے میں غلطی کی یا پھر واقعی تم مجھے نہیں سمجھ سکے؟" وہ جتاتے ہوئے بولی تھی۔وہ پرسکون انداز میں بولا۔

"ہم بعد میں بات کریں گے پارسا! میں وقت پر تمام کام نمٹانا چاہتا ہوں' ابھی کچھ لمحوں بعد ایک اہم میٹنگ ہے' پلیز مجھے اس پر توجہ دینے دو۔" وہ جتاتے ہوئے بولا تھا۔

پارسا نے غصے سے سیل فون پر کال کا سلسلہ منقطع کردیا تھا۔

...☆☆☆...

"تم نے ٹھان لی ہے کہ تم یہ سب کرو گے؟" مسز بیگ نے چائے کا کپ اس کے سامنے رکھتے ہوئے اسے بغور دیکھا تھا۔دامیان سوری کچھ الجھا ہوا

دکھائی دیا تھا۔اسی الجھے ہوئے انداز میں چائے کا کپ اٹھایا تھا اور سپ لینے لگا تھا۔مسز بیگ نے اسے بغور دیکھا تھا پھر اس کے سامنے بیٹھ گئی تھیں۔

"ممی! مجھے لگتا ہے یہی مناسب ہے۔بہت سی سرگوشیوں کو جب نہیں سنا جاتا تو وہ اپنی وقعت کھودیتی ہیں۔مجھے لگتا ہے راستے مختلف ہیں اور ان ہاتھوں کو بے وقوفوں کی طرح پھیلا کر الجھاؤں کو دیکھتے رہنا اور سمتوں کا تعین کرنا مناسب نہیں۔اس سے نقصان کا احتمال نہیں ہوگا'اندازہ بھی نہیں ہوگا کہ کیا کچھ گنوادیا۔میں ایسے پچھتاوؤں کی نذر خود کو نہیں کرنا چاہتا۔کھل کر سانس لینا چاہتا ہوں۔اس دائرے سے باہر آنے کی کوشش کررہا ہوں' مجھے یہ کوشش کرلینے دیں۔شاید یہی آخری راستہ ہے اس سے آگے کی سمتوں کا اندازہ فی الحال نہیں ہورہا اور وقت کو روکنا میرے اختیار سے باہر ہے۔مجھے لگتا ہے اس دائرے میں بہت گھٹن ہے۔دم گھٹ جاتا ہے نا؟ مجھے معلوم ہے محبت بھی مرجائے گی' یہی خدشہ مجھے جینے نہیں دیتا اور یہ لگن ہے کہ سانس نہیں لینے دیتی۔میں نے پلٹنے کا فیصلہ اسی ڈر سے کیا ہے کہ اسے آگے جاکر بھی پلٹنا ہی ہے اور اس دائر میں تنہا ہی جینا ہے تو پھر کیوں نا ابھی سے

اس دائرے سے نکلنے کی ٹھانوں۔ آپ کو لگتا ہے یہ غلط فیصلہ ہے؟" وہ سوالیہ نظروں سے مسز بیگ کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ مسز بیگ کی نظروں میں کئی خدشات اور فکریں تھیں۔

دامیان سوری کو لمحہ بھر کو احساس ہوا تھا کہ وہ کچھ غلط کرنے جارہا ہے مگر وہ اس بات کی بھر پور نفی کرنا چاہتا تھا۔ تبھی شانے اچکاتے ہوئے ان کی طرف دیکھا تھا۔

"ممی! میں تھک گیا ہوں۔"

"مگر بہت سی باتوں میں فائدہ یا نقصان نہیں بھی دیکھا جاتا دامیان! کیا یہ ضروری ہے کہ تم ہر بات کی جانچ پڑتال نفع اور نقصان سے ہی کرو؟" ممی کے کہنے پر وہ مزید الجھ گیا۔ کچھ دیر خاموش رہا تھا' پھر بولا تھا۔

"ممی! مجھے غلط ثابت کرنے کی کوشش کررہی ہیں آپ؟"

"غلط نہیں' بڑے صحیح غلط کی نشاندہی کرتے ہیں تو اس کے لیے ان کے پاس اپنی عمر کا تجربہ ہوتا ہے۔ کیا تم اپنے بڑوں کے تجربات سے کچھ سیکھنا نہیں چاہتے؟"

"مجھے اس سے کوئی عار نہیں میں سیکھ سکتا ہوں مگر اب سیکھنا کیا ہے ممی؟ باقی بچا کیا ہے سیکھنے کو؟ کیا کہیں کوئی ایسا آدھا سچ ہے جو آپ جانتی ہیں اور میں نہیں جانتا؟" وہ ممی کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا تھا۔ ممی نے ایک تھکی ہوئی گہری سانس لی۔

"انابیٹا مجھ سے قریب ہے مگر اس نے کبھی تمہارے معاملے میں کھل کر بات نہیں کی۔ شاید وہ محتاط ہے میں باقی ماندہ کا آدھا سچ نہیں جانتی مگر... اگر یہ محبت واقعی کوئی طاقت رکھتی ہے تو پھر کوئی بات راز نہیں رہ سکتی۔ تمہیں خود پر بھروسا رکھنا چاہیے۔ میں اپنی بیٹی سے بہت پیار کرتی ہوں' میں اس کی خوشی چاہتی ہوں اور میں تم سے بھی بہت محبت رکھتی ہوں' تم دونوں مجھے بہت عزیز ہو۔ میں تم دونوں کو اس کیفیت سے نکالنا چاہتی ہوں مگر کوئی

سرافی الحال میرے ہاتھ نہیں آیا۔" مسز بیگ نے کہا تھا اور دامیان خاموشی سے ان کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

...☆☆☆...

تیری ہتھیلی پر دھرا اک لمحہ

اور اس لمحے کی چاہت میں عمر کٹ گئی ساری

تمہارے خیال سے نکل کر جیوں تو کیسے جیوں

کیسے چلوں ان راستوں پر تنہا

جو تم نے بچھا دیئے ہیں میرے قدموں میں

ان کٹھنائیوں میں سانس بھروں تو کیسے

میرے محرماں بتا

اے میرے مہرباں سن

انابیتا بیگ چونکی تھی جب للی میک ایک دم اس کے سامنے آن رکی تھی۔وہ تو انگلینڈ واپس چلی گئی تھی پھر وہ واپس کیسے آئی؟وہ شوکڈ تھی۔کیا دامیان

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کے ساتھ اس کا ربط اتنا گہرا تھا کہ اس کے ایک بلاوے پر وہ سارا کچھ چھوڑ چھاڑ کر ایک لمحے میں واپس آگئی تھی۔

یہ محبت تھی، انابیتا کا دم اس کے سینے میں گھٹنے لگا تھا۔للی اس کے سامنے بہت اعتماد سے کھڑی ہوئی اسے بغور تکنے لگی تھی پھر جانے کیوں مسکرادی تھی۔

"تم حیران ہو؟" وہ اس کی حیرت سے محظوظ ہوئی تھی۔انابیتا نے خود کو سنبھالنے کی ایک ناکام سی کوشش کی تھی اور سر نفی میں ہلایا تھا مگر یہ سب کرتے ہوئے وہ بہت کمزور پڑ رہی تھی۔

"دامیان کو لگا تم میری کچھ مدد کرسکتی ہو۔"

"کیسی مدد...؟" انابیتا چونکی تھی، للی مسکرادی تھی۔

"تم مجھے سامنے دیکھ کر اتنی پریشان کیوں ہوگئی ہو؟" للی نے اس سے پوچھا تھا۔انابیتا نے اپنا اعتماد بحال کرنے کی پوری کوشش کی تھی اور پھر بھرپور اعتماد سے بولی۔

"ایسا کچھ نہیں ہے، تم اچانک سے گھر چلی آئیں اس لیے بس..."

”تمہیں دامیان نے بتا ہی دیا ہوگا نا‘ ہم منگنی کررہے ہیں اور پھر بہت جلد شادی بھی؟ شاپنگ کے لیے جانا تھا مگر دامیان کو تو کوئی شاپنگ کا تجربہ ہے نہیں‘ اس کی بیسٹ فرینڈ تم ہو سو اس کے ذہن میں پہلا نام تمہارا ہی آیا۔ اسے لگا کہ تم میری کچھ مدد کرسکتی ہو۔“ للی نے مسکراتے ہوئے بتایا۔

کیا تھا اس مسکراہٹ میں‘ وہ کیا جتانے آئی تھی کہ وہ کتنی شکست خوردہ تھی یا اسے کیسے پیدل مات ہوئی تھی۔

”اوہ سوری! دامیان نے کہا اور میں بس چلی آئی میں نے تم سے تو پوچھا ہی نہیں کہ تم بھی اس کے لیے تیار ہو کہ نہیں؟“ وہ مسکرائی تھی۔اس کی آنکھوں کی چمک بہت سی فتوحات کا اعلان کررہی تھی۔انابیتا بیگ کو اپنے اندر بہت کچھ ٹوٹتا بکھرتا دکھائی دیا تھا۔کہیں اندر ایک لمحے میں بہت ویرانی محسوس ہوئی تھی۔یہ کیسا احساس تھا وہ خود کو شکست خوردہ دیکھ رہی تھی۔

...☆☆☆...

”اب کیسی طبیعت ہے؟ کچھ بہتر محسوس کررہی ہیں آپ؟“ ناشتے کی ٹیبل پر جب وہ اپنے لیے چائے انڈیل رہی تھی تب اس کی بھاری آواز اس کی

سماعتوں میں پڑی تھی۔انائیا ملک نے چونکتے ہوئے اس کی سمت دیکھا تھا۔وہ سمجھی تھی وہ آفس چلا گیا ہوگا مگر وہ تو بدستور وہیں تھا۔وہ تبھی ناشتے کے لیے نیچے آئی تھی۔اگر اسے علم ہوتا تو وہ اور کچھ دیر کمرے میں ہی رکتی۔

”ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟ کوئی اجنبی ہوں میں‘ پہلی بار دیکھ رہی ہو؟“ وہ اس کی کیفیت سے حظ اٹھا رہا تھا۔وہ اس بات کا تعین کرنے کو اس کی سمت دیکھنا چاہتی تھی مگر وہ جس طرح اسے بدستور دیکھ رہا تھا وہ اس کی سمت سے نظریں چراگئی تھی۔

”رات تم بہانہ کرکے اسٹڈی روم میں سوگئیں‘ کتابیں پڑھنا اچھی بات ہے مگر کتابیں پڑھتے پڑھتے چیئر پر سوجانا مناسب نہیں۔“ وہ بغور تکتے ہوئے بولا۔

”وہ میں اندازہ نہیں کرپائی‘ کتاب اتنی دلچسپ تھی کہ...“ وہ بہانہ بناتی ہوئی بولی۔

"اندازہ نہیں کرپائیں یا فرار کے سہارے درکار تھے؟ بوا یہیں ہیں جانتی ہو اگر وہ تمہیں اسٹڈی میں سوتا ہوا دیکھیں گی تو کیا سمجھیں گی؟ میں چاہتا تو اٹھا کر تمہیں اپنے کمرے میں لے جاسکتا تھا۔مگر ایسا نہیں کیا تم ایک شادی شدہ لڑکی ہو' بہت سی باتوں کی احتیاط کرنا اور خیال رکھنا تمہارے لیے ضروری ہے۔"

وہ جتاتے ہوئے بولا تھا۔"اور کچھ نہ بھی ہو تو شوہر تو ہوں ہی تمہارا۔میرے کمرے میں آنے سے ممانعت نہیں ہونا چاہیے۔جب تک ہم اس رشتے میں ہیں یہ سب جائز ہے اس بات سے آپ انکار نہیں کرسکتیں۔اس معاملے میں شوریدہ لہرں کو جامد کیا جاسکتا ہے نا خواہشوں کو مٹھی میں دبوچ کر قتل عام کیا جاسکتا ہے۔جب نقصان کا اندیشہ ستانے لگے تو گھٹنے ٹیک دینے میں کوئی عار محسوس نہیں کرنا چاہیے۔" کیا وہ اس کی بے تابیوں بے قراریوں کا پتا پا گیا تھا؟ کیا ایسا کوئی راز اس کے ہاتھ لگ گیا تھا اس رات کیا بے وقوفی ہوگئی اس سے۔تیز بخار میں کچھ تو غلط کیا ہوگا' مگر وہ بے خودی خاصی مہنگی پڑی تھی۔ہوش و حواس میں موجود ہونا کتنا ضروری ہے یہ آج پتاچلا تھا۔وہ

بوکھلاہٹ کا شکار تھی' معارج تغلق نے ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے کو ملائمت سے چھوا۔

"تم ٹھیک ہو؟" وہ پل میں اس کے لیے فکر مند ہوا اور پوری توجہ سے اسے دیکھ رہا تھا۔کسی کرم پر مائل تھا۔"بخار تو نہیں ہے اب۔"

"مجھے جانا ہے۔" وہ بوکھلا کر بولی تھی۔اس کی قرابت حواس خطا کررہی تھی وہ گھبرا کر اٹھنے کو تھی۔

معارج تغلق نے کلائی تھام لی تھی۔اس کی گرفت میں آج وہ پہلی سی سختی نہیں تھی' وہ تند و تیز غصے کی لہر نہیں تھی۔اس کے انداز میں ایک ٹھہراؤ تھا اور اس گرفت میں کوئی خاص بات تھی۔ایک مجنونانہ پن تھا۔انائیا ملک ان نوازشوں کی عادی نہیں تھی پھر اس لمحے وہ یہاں بیٹھی تھی اپنی حیثیت کا احساس بھی تھا اگر کوئی دیکھ لیتا تو ... وہ اتنا قریب تھاکہ اس کا چہرہ اس کی سانسوں کی تپش سے جھلسنے لگا تھا۔

"مجھ... مجھے جانا ہے...آ... آفس کا وقت ہورہا ہے۔سارہ... کا...ل... کررہی ہے۔" وہ زندگی بھر اتنی کمزور نہیں پڑی تھی جتنا اس لمحے تھی۔

”سبھی طوفان اٹھا لانا اور پھر خود ہی اس سے بچنے کی سعی کرنا ' یہ تمہاری پرانی عادت ہے کیا؟“ معارج تغلق کا لہجہ مدہم تھا کوئی جادو بکھیرتا اور اسے ساتھ باندھتا وہ ہارنے لگی تھی۔

”مجھ... مجھے...“ بولنے کا قصد کیا تھا۔

”شش...“ معارج تغلق نے اس کے لبوں پر انگلی رکھ دی تھی۔

”اندیشے پالنااور آنے والے وقتوں کی بات کرنا ٹھیک نہیں' تم سے ضروری بات کرنا ہے۔میں فی الحال عنایتوں پر مائل نہیں سو بے کار کی فکر مت کرو۔وقت مناسب نہیں نا مقام ٹھیک ہے۔اپنی پوزیشن کا احساس جتنا تمہیں ہے اتنا ہی مجھے بھی ہے۔یہ آنکھیں بے خود کرتی ہیں' دیوانہ بناتی ہیں مگر اب ایسا بھی نہیں کہ ہوش گنوا دوں یا صبر کھودوں۔“ ایک مدہم سرگوشی اس کے کان کے قریب ہوئی تھی۔انائیا ملک کا چہرہ کان کی لوؤں تک سرخ پڑ گیا تھا۔گال تپ کر دہک اٹھے تھے۔اسے شاید اس پر ترس آ گیا تھا تبھی بہت ملائمت سے مسکراتے ہوئے اس کے چہرے کو ہلکے سے چھوا تھا اور بغور تکتے ہوئے بولا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”سامان پیک کرو' اگلے دن فلائٹ ہے۔“ بہت مدہم لہجے میں مطلع کیا تھا۔

”کیا... کہاں جا رہے ہیں ہم؟“ وہ چونکی۔

”ہنی مون...“ اس نے مسکراتے ہوئے ایک آنکھ شرارت سے دبائی تھی۔

انائیا ملک کی جان میں ایک لمحے میں طغیانی آئی تھی اور اندر کی دنیا زیرو زبر ہوئی تھی۔مگر وہ مزید وضاحت نہ دیتے ہوئے اسے بغور تکتا ہوا پلٹا اور باہر نکل گیا۔انائیا ملک اسے حیرت سے تکتی رہ گئی تھی۔

...☆☆☆...

دامیان سوری اس کے روم کے سامنے آن رکا اور ایک لمحے کو اسی طرح رکا رہا پھر دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

انابیتا بیگ جو بے دھیانی میں بالوں میں برش پھیر رہی تھی آئینے میں موجود اس کے عکس کو دیکھ کر حیران ہوئی تھی۔ایک لمحہ کو یہ اسے اپنا وہم لگا تھا تبھی پہلے آئینہ پر ہاتھ لگا کر اس بات کا احساس کیا تھا اور پھر مڑ کر اپنے پیچھے دیکھا تھا۔اسے اپنے سامنے پا کر وہ حیران تھی' اس کے وہم و خیال میں

بھی نہیں تھا وہ حقیقت میں وہاں موجود تھا۔وہ اٹھ کر اس کے سامنے آکھڑی ہوئی تھی۔اسے یقین کرنے میں دیر نہیں لگی تھی کہ وہ وہاں موجود تھا۔

”تم... تم یہاں کیسے آئے ؟“ وہ چونکتی ہوئی بولی۔دامیان سوری نے شانے اچکا دیئے تھے۔

”تم سے ملنے کو دل چاہ رہا تھا‘ تمہاری بہت یاد آرہی تھی تو سوچا کہ مل ہی آؤں۔“ وہ سینے پر ہاتھ باندھتا ہوا بہت اطمینان سے اسے دیکھنے لگا تھا۔

”تم پاگل ہو؟ کسی کے بھی کمرے میں منہ اٹھا کر چلے آتے ہو اور...“
دامیان سوری نے اپنا بھاری مضبوط ہاتھ اس کے لبوں پر رکھا اور بغور تکتا ہوا بولا۔

”لڑکیوں کا اتنا بولنا ٹھیک نہیں۔وقت گنوانے میں تمہارا کوئی ثانی نہیں انابیتا بیگ! مجھے نہیں معلوم تھا کہ تمہیں اتنی جلن ہوگی کہ تم للی کو شاپنگ بھی ڈھنگ سے نہیں کراؤ گی۔ایک دوست سمجھ کر بھیجا تھا اسے تم نے اپنی دشمنی نکال لی۔“ وہ تن کر بولا تھا۔

”ایسا کیا کیا میں نے؟ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ مجھے اس کے ساتھ جانا نہیں چاہیے تھا اور اس معاملے میں پڑنا ہی نہیں چاہیے تھا اور پڑوں بھی کیوں تم ہوتے کون ہو؟“ وہ تپ کر بولی۔

”دوست!“ وہ اس کے غصے کی پروا نہ کرتے ہوئے جتاتے ہوئے بولا۔

”دوست...! ایسے ہوتے ہیں دوست؟ جو رشتہ ختم ہوچکا ہے تم اس کا واسطہ دے رہے ہو اور کیوں کروں میں تمہاری مدد یا تمہاری اس انگلش لومڑی کی؟ تم دونوں شادی یا منگنی کرکے میرے اوپر کیوں احسان کررہے ہو؟ ہو کون تم؟ پلیز اب یہاں سے چپ چاپ چلے جاؤ ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔“ وہ انتہائی غصے سے پلٹی تھی۔جب دامیان سوری نے اسے کلائی سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے کھینچا تھا‘ وہ کچے دھاگے سے بندھی اس کی سمت کھنچی چلی آئی تھی۔ اس کا سر اس کے سینے سے آن ٹکرایا تھا۔کچھ لمحوں تک تو کچھ سمجھ ہی نہیں آیا وہ کتنی دیر تک اس کے سینے پر سر دھرے اس کی دھڑکنوں میں الجھتی رہی تھی۔پھر حواس بیدار ہوئے تھے تو اس کی مخصوص خوشبو نے اس کے اوسان خطا کردیئے تھے وہ سنبھل کر سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی تھی۔قربت

اتنی تھی کہ اس کی نظروں کی تپش اور اس کی سانسوں کی آواز وہ اپنی سماعتوں میں پوری طرح محسوس کررہی تھی۔

اک ذرا ہاتھ بڑھادیں تو پکڑ لیں دامن

اس کے سینے میں سما جائے ہماری دھڑکن

اتنی قربت ہے تو پھر فاصلہ اتنا کیوں ہے

وہ اس کی آنکھوں میں یک ٹک دیکھتی رہی تھی' کس بات کا احساس تھا اور کس بات کا قلق؟ ایک لمحے میں جانے کیوں اس کی آنکھوں میں طغیانی بھرنے لگی تھی۔وہ نظریں چرا گئی تھی اور ساتھ ہی اس کی گرفت سے نکل جانا چاہا تھا مگر دامیان سوری اس پر مائل دکھائی نہیں دیا تھا۔وہ اس' چہرے کو بغور دیکھ رہا تھا۔جانے کیا ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا تھا۔وہ ایک لمحے میں اتنی کمزور کیوں پڑی تھی؟ اسے اس بات کا شدید قلق ہوا تھا۔وہ بالکل ہی ہارنا نہیں چاہتی تھی کجا وہ چاروں شانے چت تھی۔دامیان سوری اس کی کیفیت کو سمجھ رہا تھا کہ نہیں مگر اس کی بھیگتی آنکھوں کو دیکھ کر وہ کچھ نرم

مزیداردوکتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ضرور پڑ گیا تھا۔اسے اپنی گرفت سے نکلنے نہیں دیا تھا اور پوری توجہ سے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے اس کا چہرہ اوپر اٹھایا تھا۔

وہ اس کی سمت دیکھنے سے مکمل گریز کرتے ہوئے اپنے آنسوؤں کو اپنے اندر ہی کہیں مدغم کرنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔دامیان سوری اس کیفیت کو خاموشی سے دیکھنے لگا تھا۔پھر جانے کیا سوچ کر چہرہ اس کے چہرے کے قریب کیا تھا ان آنکھوں کی نمی کو اپنے اندر سمونے کے لیے جب اناہیتا نے تعرض برتتے ہوئے خود کو پیچھے ہٹا لیا تھا مگر ان بازوؤں کی آہنی دیوار کو وہ اپنے گرد سے توڑ نہیں پائی تھی۔

”مجھے اس طرح مت الجھاؤ اناہیتا بیگ مجھے اس بات کا احساس مت دلاؤ کہ میں راستا بھٹک گیا ہوں اور مجھے پھر سے اپنی سمت کا تعین کرنے کی ضرورت ہے۔“ وہ مدہم سرگوشی میں اس کے کان کے قریب بولا تھا۔مجھے یقین سے بے یقینی میں مبتلا مت کرو۔تم اتنے رنگ کیسے بدل سکتی ہو؟ پہلے راستہ دکھاتی ہو اور جب اسیر کرلیتی ہو تو پھر نظر بچا کر دور نکلنے لگتی ہو۔جب تمہارے اسرار و بھید کو جاننے کی سعی کرتے کرتے کوئی سرا ہاتھ میں آنے

لگے تو پھر سے سمندر میں دھکیل دیتی ہو۔ پھر سے نئے راستوں کی نشاندہی
کرنے اور یقین و بے یقینی کے درمیان اور...!"

وہ بول رہا تھا جب وہ سر اٹھا کر اسے گھورنے لگی تھی۔پانیوں سے لبالب
بھری وہ دو آنکھیں نہیں تھیں دامیان سوری کو اس سمندر سے نکلنا انتہائی محال
لگا تھا۔

"میں کسی بات کا پچھتاوا لے کر جینا نہیں چاہتا تھا اناہیتا بیگ۔سو میں نے جان
وار دی۔ان آنکھوں سے دور جانے کی ہمت کبھی نہیں تھی سو میں نے خود
کو خانوں میں بانٹ دیا اور ہر خانے کا راستا تم سے جوڑ دیا۔میں سمتوں کا تعین
کرتے کرتے الجھنا نہیں چاہتا تھا۔مجھے واضح راہ چاہیے تھی مگر تم... تم کیوں
الجھاتی رہیں؟ جب میں نے تمام ربط تم سے باندھ دیے تھے تو تم اچانک
طوفان کیوں اٹھا لائیں۔اور پھر سے تمام ربط مسمار کیوں کردیے؟ اب اس
شکوے سے فائدہ؟" وہ کسمسائی تھی اس کے بازوؤں سے باہر نکلنے کی سعی کی
تھی انداز شدید احتجاج والا تھا وہ اس سے بات کرنے کی روا دار نہیں لگ رہی
تھی۔مگر وہ اس لمحے اسے اس طرح جانے دینا نہیں چاہتا تھا۔وہ اسے جانے

سے روکتے ہوئے زبردستی خود کے ساتھ باندھ رہا تھا۔اس کے گرد حصار باندھ
کر پھر سے اس کی کوشش ناکام بناتے ہوئے راستے مسدود کردیے تھے اور
اس کے چہرے کو اوپر اٹھاتے ہوئے بغور دیکھا تھا۔

"اناہیتا میں سمجھ نہیں پا رہا پلیز مجھے اتنا مت الجھاؤ۔مجھے راستا دو جو نہیں کہا
اس کے معنی جاننے دو۔کیا ہے اس دل میں... ان دھڑکنوں میں کیا ہے؟
تم کیوں مجھے پچھتاوؤں میں مبتلا کر رہی ہو؟ اس طرح کیوں اناہیتا بیگ کیا
ہے یہ... اور کیوں...؟ مجھے اس سب کی جانچ پڑتال میں نہیں پڑتا۔مگر میں
فی الفور یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اس سب کا مطلب کیا ہے؟" وہ نظریں جھکائے
اس کی گرفت میں کھڑی تھی جب دامیان سوری نے اس کی سمت بغور دیکھتے
ہوئے اس کے سر کے ساتھ اپنا سر جوڑ دیا تھا اور مدہم سرگوشی میں بولا۔

"محبت یوں نہیں ہوتی اناہیتا بیگ۔اس طرح نہیں کرتے کھیلنے کے طریقے
ہوتے ہیں۔اسلوب ہوتے ہیں اس طرح نہیں کھیلتے اور اگر کھیلتے کھیلتے ہارنے
لگو تو اس طرح سر نہیں پٹختے تم اپنے طریقے سے کھیلتی ہو اور اس کو صحیح
سمجھتی ہو۔تم بچوں جیسا مزاج رکھتی ہو اناہیتا بیگ اور کچھ میں بھی اتنا سلجھا

سلجھا نہیں۔ہم دونوں عجیب ہیں اور اس اتنے عجیب پن میں یہ ساری عجیب باتیں بھی تو ہونا شرط تھیں نا۔" اس کے چہرے کو بغور تکتے ہوئے کہا تھا۔ مگر وہ اس کی سمت نہیں دیکھ رہی تھی۔جیسے وہ ضبط کھونا نہیں چاہتی تھی۔ دامیان سوری اس کی شکست خوردہ کیفیت دیکھ کر جانے کیوں اندر سے ٹوٹنے لگا تھا۔

"آئی ایم سوری انابیتا بیگ۔" ایک دیوانگی سے وہ اسے تکتے ہوئے بولا۔

"آئی ایم سوری ان سب غلط رویوں کے لیے جو میں نے تم سے روا رکھے۔ان باتوں کے لیے جن سے تمہیں درد دیتا رہا اور ان سب باتوں کے لیے جن کے باعث میں تمہیں خود سے پرے دھکیلتا رہا۔مگر ایسا کرنا میری ترجیحات میں شامل نہیں تھا۔میں نے جان بوجھ کر کچھ نہیں کیا۔میں ایسا کبھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔" اس کے ہونٹ اسے اپنے بالوں پر ہلتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔

"مگر قصور تمہارا ہے تم نے مجھے جنوں کی حدوں تک پہنچایا اور پھر اچانک سے ہاتھ کھینچ لیا۔تم نے راستے بنائے اور جب میں ان پر چل کر تم تک آنے لگا تو تم نے ان راستوں کی سمتوں کو بدلنا شروع

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کردیا۔میں سکون میں تھا تو تم نے طغیانی مچائی' طوفان میں گھرا تو ہاتھ چھوڑ دیا۔سکون میں آنے کے قابل ہوا تو پھر سے طوفان اٹھا رہی ہو۔اب اس طغیانی سے کیسے نمٹوں؟ ان شوریدہ سر لہروں کو پر سکون کیسے کروں۔غلطی میری کہاں ہے؟ اس سب کے ہونے میں میری مرضی کہاں ہے؟ مجھے لگتا رہا کہ میں صرف ری ایکشن کر رہا ہوں اور تمہیں لگتا رہا کہ میں ایکشن کر رہا ہوں۔تم نے اپنے طور پر ہتھیار سنبھال کر محاذ کھول دیا اور اپنے طور پر اپنی بقا کی جنگ لڑنے لگا۔دونوں طرف سے شور تھا اور اس شور میں ہم کچھ سننے کی کوشش نہیں کر رہے تھے۔بس ساری غلطی یہیں پر ہوئی اور...!" وہ کہہ ہی رہا تھا جب انابیتا نے اس کی گرفت کو توڑنے کی کوشش کی تھی وہ اس پر مائل نہیں دکھائی دیا تھا اور تب انابیتا بیگ نے اسے ایک تھپڑ کھینچ مارا تھا۔وہ حیرت سے اسے تکنے لگا تھا۔مگر وہ اس کی پروا کیے بغیر وہاں سے نکل گئی۔

...☆☆☆...

وہ چائے سرو کر رہی تھی جب بوا نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر پیار سے اسے دیکھا۔اور پھر مسکراتے ہوئے سدرہ تغلق کی طرف دیکھ کر بولیں۔

”سچ مانو تو مجھے تمہاری بہو بہت پسند آئی ہے سدرہ! بہت ہیرا بچی ہے۔خدا زندگی دراز کرے اور جوڑی سلامت رکھے۔دونوں ساتھ چلتے پھرتے بہت خوب لگتے ہیں۔میری مانو تو نظر اتار لینا اور ان کے کینیڈا جانے سے پہلے ان کے ہاتھ سے کوئی صدقہ خیرات کروا دو۔سفر سلامتی میں گزرے گا اور کوئی بری نظر نہیں لگے گی۔“ بوا کو وہ بہت زیادہ پسند آئی تھی انہوں نے اس کے لیے اپنے ساتھ جگہ بنا کر اسے قریب بٹھا لیا تھا۔

”بیٹا ساری پیکنگ ہو گئی؟“ سدرہ نے پوچھا تو انائیا ملک نے سر ہلا دیا تھا۔بوا نے مسکراتے ہوئے سدرہ کو دیکھا تھا پھر انائیا کے ہاتھ تھام لیے۔

”بیٹا تمہیں اپنے معارج کی بیوی کے روپ میں دیکھ کر اور مل کر دل میں ایک سکون سا اتر گیا۔جیتی رہو۔اس گھر کو ایسے ہی شاد و آباد رکھنا۔“ بوا نے کہا اور وہ خالی خالی نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہ یہاں ہمیشہ کے لیے نہیں تھی۔یہ بات وہ جانتی تھی معارج تغلق جانتا تھا مگر وہ بوا کو یہ سمجھا نہیں سکتی تھی۔دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے کر مسلا تھا۔بوا اپنے ہاتھ سے کنگن اتار کر اس کی کلائیوں میں پہنانے لگی تھیں۔

”خدا تمہیں سلامت رکھے اس گھر کی روشنی کو بنائے رکھے اور تم اس گھر کا ہمیشہ حصہ رہو۔گھر تمہاری روشنی سے جگمگاتا رہے۔“ بوا اسے دعائیں دے رہی تھیں ان دعاؤں کی اس کی زندگی میں جیسے کوئی جگہ نہیں تھی۔معارج تغلق ٹھان چکا تھا پھر اس کا جواز کیا رہتا تھا؟ اس کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی تھی تبھی سامنے نگاہ پڑی تھی جہاں معارج تغلق کھڑا اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظریں معارج تغلق کی نظروں سے ملی تھیں۔انائیا ملک کی نظروں میں جیسے کوئی شکوہ تھا یا پھر کوئی الزام۔وہ زیادہ دیر اس کی سمت دیکھ نہیں سکی تھی اور نظروں کا رخ پھیر گئی تھی۔بوا اس کا چہرہ تھام کر مسکرائی تھیں۔”یہ جو تمہاری آنکھوں میں جگنو سے چمک رہے ہیں نا یہ اس بات کا اشارہ کرتے ہیں کہ تم اس زندگی اس گھر سے اپنے دل سے وابستہ ہو اور اس سے جڑے رہنا چاہتی ہو۔ہمارے معارج کی زندگی کا حصہ بنے رہنا چاہتی ہو۔بیٹا جب اندر

یقین ہو تو پھر کسی چھوٹے سے ڈر اور وسوسے کو بھی اندر جگہ نہیں دیتے۔ جو کرنا ہے پورے دل سے کرو۔ یقین رکھو اور باقی اللہ پر چھوڑ دو۔ تمہاری خوشیوں کے لیے ہم سب دعاگو ہیں اور میری تو یہ شدید خواہش ہے کہ اب اگلے برس آؤں تو اپنے معارج کے بیٹے کو گودوں میں کھلاؤں۔" بوا اس کا چہرہ تھام کر مسکرائی تھیں۔ انائیا ملک نے بوا اور پھر ان کے عقب میں کھڑے معارج تغلق کو دیکھا تھا آنکھوں میں ٹھہرا پانی جانے کیوں چھلک پڑا تھا۔ سارا منظر دھندلا گیا تھا معارج تغلق اسے بغور دیکھ رہا تھا اس چہرے پر لکھی عبارتوں کو وہ بغور پڑھ رہا تھا۔ آنکھوں میں چھپے الزام صاف دیکھ رہا تھا۔ انائیا اس کی سمت سے نگاہ ہٹا گئی تھی۔ بوا نے اس کی آنکھوں سے چھلکتے آنسو دیکھے تھے اور اسے صاف کرتے ہوئے مسکرا دیں۔

"اوہ میری بچی، خوشی میں روتے نہیں خوشیوں کو منانے کے اسلوب خوشیوں کو دل سے محسوس کرنے کے ہیں۔ آئندہ کبھی بھی ان آنکھوں میں آنسو نہ آئیں۔" مڑ کر اپنے عقب میں دیکھا تھا۔ "اِدھر آ تُو وہاں کیا کھڑا ہے یہاں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بیٹھ میرے پاس، بات سن۔" معارج کا ہاتھ تھام کر انائیا کے برابر میں بٹھا دیا تھا۔

"اس کی آنکھوں میں آئندہ آنسو نہ آئیں۔ اس کی خوشیوں کی ذمہ داری تمہاری ہے اور میں امید رکھتی ہوں تم اس میں کوئی کوتاہی نہیں برتو گے۔ دو کانوں کے بیچ میں سر کردوں گی اس کا ہاتھ تھامو اور میرے سامنے وعدہ کرو ابھی۔" بوا نے اس کا ہاتھ تھام کر اس کے ہاتھ میں دیا تھا۔ معارج تغلق اپنے پکڑاؤ پر حیران رہ گیا تھا۔ انائیا ملک کی سمت دیکھا تھا پھر بنا کسی تعرض کے اس کا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں لیا تھا کچھ دیر تک اس کی آنکھوں کو دیکھتا رہا تھا پھر بہت آہستگی سے بولا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں ہمیشہ ان آنکھوں کا بہت خیال رکھوں گا اس چہرے پر کوئی اداسی نہیں آنے دوں گا اور ہمیشہ خوشیوں کا ضامن رہوں گا۔ راستے کے اختتام تک اس ہاتھ کو یونہی تھامے رکھوں گا۔" ان لفظوں میں کیا تھا محض کسی کو خوش کرنے کی غرض سے وہ انائیا ملک سے یہ سب کہہ رہا تھا یا

پھر واقعی اس کا کوئی جواز بنتا تھا۔ان لفظوں کی حقیقت کیا تھی۔ان آنکھوں کی تپش میں کیا تھا۔ان آنکھوں کے لمس میں کیا کہانی پوشیدہ تھی؟

”میں ہمیشہ ان خوشیوں کو بر قرار رکھوں گا۔اس چہرے کی تازگی کو مٹنے نہیں دوں گا۔ہر موسم میں ساتھ چلوں گا۔ہر راہ پر ہم قدم رہوں گا۔چاہے وہ سکھ کے موسم ہوں یازرد رنگ موسم۔میں اس ہاتھ کو کبھی نہیں چھوڑوں گا۔تم میرے وجود کا حصہ رہو گی۔آخری قدم تک راستے کے اختتام تک۔“ وہ بہت مضبوط لہجے میں کہہ رہا تھا۔اس کی آنکھوں میں کیا رنگ تھا؟ کیا اسرار تھا؟ انائیا ملک جان نہیں پائی تھی۔اگر وہ ایسا سب صرف بوا کو خوش کرنے کو کہہ رہا تھا تو وہ بہت اچھی ایکٹنگ کر سکتا تھا اور بہت اچھی لفّاظی کرنے کا ہنر رکھتا تھا۔انائیا ملک اس کا ہاتھ چھوڑ کر اٹھ جانا چاہتی تھی۔وہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی۔وہ اس جھوٹ کا حصہ مزید نہیں بن سکتی تھی۔مزید جاری رکھنا نہیں چاہتی تھی۔وہ چاہتی تھی چیخ کر کہے کہ وہ اس گھر کا حصہ نہیں ہے اور کچھ ہی دنوں میں یہ رشتا بھی اپنے اختتام کو پہنچنے والا ہے۔مگر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہ ایسا کچھ نہیں کرپائی تھی اور اپنا نازک ہاتھ معارج تغلق کے مضبوط ہاتھ کی گرفت سے نہیں نکال پائی تھی اور وہیں بیٹھی اس ماحول کا حصہ رہی تھی۔

...☆☆☆...

”میں جانتا ہوں تمہارے اندر بہت سے سوال ہیں جن کا تم جواب چاہتی ہو زائرہ اور تمہیں اس کا حق بھی ہے۔“ ڈنر کے بعد جب زائرہ برتن سمیٹ رہی تھی جہانگیر ملک نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے سامنے بٹھا لیا تھا اور بہت آہستگی سے مدعا بیان کیا۔

”زائرہ تمہیں حق ہے شکوہ کرنے کا میں نے تمہیں بہت انتظار کروایا۔ایک طویل نا ختم ہونے والا انتظار اور پھر سب سے بڑھ کر تمہارے مجھ پر اعتماد‘ اعتبار اور بھروسے کو بھی توڑا۔اگر تم اسے سزا کہتی ہو تو ٹھیک کہتی ہو۔میں تم سے دور کبھی نہیں جانا چاہتا تھا۔ایسا میں نے کبھی نہیں سوچا تھا۔میں اپنے ہر ہر قدم پر تمہارے ساتھ کا متمنی تھا اور صرف تمہارے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنا چاہتا تھا مگر میں بھول گیا کہ جو سزا میں خود کو دینے جا رہا ہوں

اس سے تمہاری اور ایک اور زندگی بھی متاثر ہوگی۔میں عجیب دور سے گزر رہا
تھا۔شاید میری عقل مفلوج ہو رہی تھی۔میں تانیا تعلق کا مجرم خود کو سمجھ رہا
تھا۔اس نے جس طرح خود کو سزا دی مجھے وہ برداشت نہیں ہو رہا تھا۔اگر میں
یہاں رکتا تو شاید پاگل ہوجاتا سو ایک دن میں یہاں سے چلا گیا۔بنا بتائے حتیٰ
کہ میں خود نہیں جانتا تھا میں کیا کر رہا ہوں اور کیوں۔مگر میں اس سب کو
جھیل نہیں پا رہا تھا۔میں غلط کر رہا تھا یا صحیح اس کا پتا اس لمحے نہیں چل رہا
تھا۔بس ایک گلٹ تھا کہ میرے باعث ایسا ہوا اور میرے باعث کسی کی
جان گئی، مگر میری ذہنی کیفیت ایسی تھی کہ میں اندر سے کہیں انتشار کا شکار
تھا۔میں خود سے بھاگنا چاہتا تھا۔اس لمحے شاید میں کچھ خود غرض ہو گیا تھا۔
میں بھاگ نکلا خود سے۔تم سے اور ہماری انائیا سے بہت دور اور بس بھاگتا چلا
گیا۔مجھ پر کوئی نفسیاتی دباؤ تھا جیسے لندن میں، میں نے اس بات کو سمجھا کہ
مجھے کسی اچھے دماغی معالج کی ضرورت ہے۔ورنہ میں شاید پاگل ہوجاؤں گا۔میں
ایک سائیکا ٹرسٹ سے ملا۔جس کا نام شارون تھا۔وہ بہت اچھی خاتون تھی۔مجھے
جذباتی طور پر ایک ٹھہراؤ دیا۔اس فشار سے نکالا اور میں زندگی کی طرف لوٹنے

لگا۔میں مانتا ہوں تم دونوں کی ذمہ داریاں مجھ پر فرض تھیں مگر اس وقت
میں اس کیفیت میں تھا جہاں مجھے کچھ یاد نہیں تھا۔نہ تم، نا انائیا نا تم دونوں
سے جڑیں کوئی ذمہ داریاں شاید میں بہت زیادہ پریشر میں تھا پاگل ہو رہا تھا
شارون کو میں نے سب بتایا تھا۔اس نے مجھے سنبھالا اور مجھے کہا کہ مجھے اپنی
بیوی اور بچی کے پاس واپس جانا چاہیے۔میں ٹھاننے لگا تھا کہ مجھے واپسی کے
راستے بنانا ہیں۔میں کوئی نئی پناہ نہیں ڈھونڈ رہا تھا مگر۔۔۔!" لمحہ بھر کے توقف
سے وہ اسے دیکھنے لگا تھا۔

"میں بے وفائی نہیں کرنا چاہتا تھا تم سے۔میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا مگر
ایک لمحے کی گرفت میں، میں جکڑ گیا اور پھر اس سے آگے کے راستے مجھے
خود پر بند ہوتے دکھائی دیے۔آئی ایم سوری زائرہ میں نے تم سے بے وفائی
کی۔مگر اس لمحے مجھے کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔شارون نیک خاتون تھی وہ
میرا بھرپور خیال رکھ رہی تھی۔اس کو میری عادت ہو رہی تھی اور میں اس
راستے سے پلٹ نہیں سکا۔قصور اس کا نہیں تھا شاید میرا تھا۔میں خود کو
سزائیں دیتے دیتے تھک گیا تھا کہ اب کوئی سکون کا لمحہ چاہتا تھا اور مجھے

شاروں ایک سکون کی کیفیت لگی۔میں جانتا ہوں میں نے تمہارے اعتبار کو اور بھروسے کو توڑا۔مگر میں نے یہ کس کیفیت میں کیا میں نہیں جانتا اگر میں نارمل حالات میں جیتا تو شاید تم سے کبھی دور جانے کے بارے میں نا سوچتا' کبھی بے وفائی نہ کرتا مگر میں ایک الگ کیفیت میں تھا جہاں میں خود کو مجرم سمجھ رہا تھا اور خود کو سزائیں دینا چاہتا تھا اپنی زندگی سے خوشیوں سے بھاگ کر میں خود کو شدید روندنا چاہتا تھا۔میرا مقصد نئی خوشیوں کو تلاشنا نہیں تھا۔میرے لیے ایک ہی زندگی کا تصور تھا جہاں زندگی صرف تمہارے ساتھ تھی گھر کا ایک ہی احساس تھا جہاں لوٹتا تو دروازہ کھلتے ہی تمہارا چہرہ دکھائی دیتا۔تمہارا چہرہ دیکھتا تو پھر اور کسی تھکن کا احساس باقی نہیں رہتا۔میرے لیے زندگی تم تھیں مگر میں بھٹک گیا اور میرے قدم دوبارہ اس راہ پر نہیں پڑ سکے۔مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا تمہارا خیال آیا ہر لمحہ یاد کیا' پچھتاوا ہوا شدید کرب محسوس کیا اور خود سے نفرت ہونے لگی۔مگر میں خود کو معاف نہیں کرسکا سو واپس لوٹنے کے قابل بھی نہیں رہا۔تمہارا مجرم ہوں۔اس چھوٹی سی ننھی جان کا مجرم ہوں شاید تمہیں یہ سب پتا چلے تو تم مجھے قبول نہ کرو۔میں

واپس لوٹ کر تمہارے اس احساس کو دھچکا لگانا نہیں چاہتا تھا۔جو تم مجھ سے وابستہ رکھے ہوئے تھیں۔تمہارے ذہن و دل میں جو میرا ایک امیج تھا میں اس کو توڑنے سے ڈرنے لگا تھا۔میں خود سے شرمندہ تھا اور تم سے بھی۔میں نے واپسی کا ارادہ ترک کردیا۔مگر طے شدہ راستوں کا تعین ہم خود سے نہیں کرسکتے۔میں نے جس راہ کو چھوڑا ایک لمحے نے مجھے اس راہ پر ڈال کر فرار کے سارے راستے مسدود کردیے یا پھر یہ اس لیے ہوا کہ میں ایک بار تم سے مل کر' تم سے اپنے کیے کی اور بے وفائی کی معافی مانگ سکوں۔تمہارے یقین کو توڑنے کی معافی مانگ سکوں۔میں جانتا ہوں یہ آسان نہیں ہے مگر...!" وہ رک کر اس کی سمت دیکھنے لگا تھا۔زائرہ ملک اس کی سمت دیکھ رہی تھی اور اس کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر خاموشی سے بہہ رہے تھے۔اندر کیا کچھ ٹوٹا تھا اس کا وجود کسی پتے کی طرح کانپ رہا تھا یک دم وہ اٹھی تھی اور وہاں سے نکل گئی۔جہانگیر ملک اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

...☆☆☆...

محبت زندگی جینے اور زندگی دینے والی بھرپور قوت ہے مگر اس کے ساتھ ایک مارنے اور مار دینے والا احساس بھی ہے۔سب سے مشکل کیفیت کیا ہے جب جان پر بن آتی ہے۔جب جھیلنا دشوار ہوجاتا ہے اور ساری برداشت جواب دے جاتی ہے۔کسی اپنے بہت اپنے کو کسی اور کے ساتھ دیکھنا یہ احساس جہاں اندر بہت کم زور کرتا ہے تغیر مچاتا ہے طوفان اٹھاتا ہے وہیں مار بھی دیتا ہے۔کوئی آپ کا نہیں رہا اور اب کسی اور کا ہے۔انابیتا بیگ نے دامیان سوری کو اور للی میک کو ساتھ کھڑے دیکھا تھا۔وہ اس سے قریب تھا۔جان بوجھ کر یا پھر کسی فطری احساس سے۔اس کے بازو للی کے گرد حمائل تھی۔وہ دیکھ کر انجان نہیں بن سکی تھی۔جھیل نہیں سکتی تھی۔اس کے اندر کہیں کچھ ٹوٹنے کا شدید احساس ہوا تھا۔بہت شدید شور سنائی دیا تھا اور اس شور کے ساتھ اسے اپنی ساری حیات دھڑکنیں دیتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں۔دامیان سوری نے اسے دیکھا تھا اور نظر انداز کردیا تھا جیسے وہ کوئی اجنبی ہو۔

تم مسرت کا کہو یا اسے غم کا رشتا

کہتے ہیں پیار کا رشتا ہے جنم کا رشتا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہے جنم کا جو یہ رشتا تو بدلتا کیوں ہے؟

کسی بھی احساس سے جان لیوتا احساس ہوا ہے کسی کا بدل جانا اس بات کو کبھی عقل تسلیم نہیں کرتی نا دل مانتا ہے۔اس سے بھاگنے کی چاہ میں وہ اس سے عجیب ڈھنگ سے بندھ گئی تھی۔نا چاہتے ہوئے بھی محبت ہوگئی تھی مگر اب یہ کھل رہا تھا کہ ایسا کوئی رشتا اسے اس بندے سے بنانا ہی نہیں چاہیے تھا وہ اپنی ہی سوچوں میں زینہ اتر رہی تھی۔دل دماغ سب بہت الجھا الجھا سا تھا۔تبھی اس کا پاؤں لڑکھڑایا تھا۔وہ گرنے کو تھی تبھی ایک ہی جست میں دامیان سوری نے اسے آن تھاما تھا وہ جو دور کھڑا اجنبی بن رہا تھا بے تاثر ظاہر کر رہا تھا خود کو وہ ایک پل میں اس کی سمت کیونکر آیا تھا۔یہ احساس کہ اب اس کا نہیں رہا تھا' کسی اور کا ہونے جا رہا تھا انابیتا بیگ کو اس سے متنفر کرنے لگا تھا۔اسنے اس کی دھڑکنوں کو سنتے ہوئے اس کی بھرپور نفی کی تھی۔اس کے سینے سے سر اٹھا کر اسے اجنبی نظروں سے دیکھا تھا اس کے گرد تنے اس کے آہنی بازوؤں میں اس کا دم گھٹنے لگا تھا۔وہ اس حصار کو توڑ کر

اس سے نکل کر بھاگ جانا چاہتی تھی۔ان نگاہوں میں سختی تھی، غصہ تھا، خفگی تھی۔وہ اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے پرے دھکیلنے لگی تھی۔

"تم ٹھیک ہو؟" وہ اس سے قطع نظر پوری توجہ سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔انابیتا بیگ کا دل چاہا تھا اس شخص کا حشر کردے۔اس کا جینا دشوار کردے۔اس پر زندگی کے سارے دروازے بند کردے۔اس نے اس کے اندر جو ویرانی جگائی تھی جو سکوت دیا تھا اس کے لیے وہ اسے کڑی سزا دینا چاہتی تھی۔

"تم ٹھیک ہو انابیتا بیگ؟" دامیان نے جھک کر اس کے کان کے قریب ہو کر پوچھا تھا۔

"تم بہت برے ہو، بہت برے۔" وہ چیخنا چاہتی تھی مگر آواز حلق سے نکل ہی نہیں پائی تھی۔وہ بکھر رہی تھی۔وہ ایک جہاں میں تنہا اور بکھری ہوئی تھی کہ اسے اپنے گرد اس کے حصار کا احساس بھی نہیں ہوا تھا اس کی سانسوں کی گرمی سے وحشت ہو رہی تھی۔اس کی دھڑکنوں کو سنتے ہوئے بھی وہ اس کی بھرپور نفی کرنا چاہتی تھی۔وہ سرد آنکھوں سے اسے چپ چاپ تکنے لگی تھی۔

کوئی یہ کیسے بتائے کہ وہ تنہا کیوں ہے؟

وہ جو اپنا تھا وہی اور کسی کا کیوں ہے؟

یہی دنیا ہے تو پھر ایسی یہ دنیا کیوں ہے؟

یہی ہوتا ہے تو پھر یہی ہوتا کیوں ہے؟

یکدم انابیتا بیگ نے اس کے سینے پر مکوں کی بارش کردی تھی پے در پے تابڑ توڑ۔مگر دامیان سوری نے کوئی مزاحمت نہیں کی تھی نا اس کے ہاتھ تھامے تھے نا اسے ایسا کرنے سے روکا تھا۔وہ اس کے سامنے تنا کھڑا رہا تھا۔وہ خود ہی ایک تواتر سے ایسا کرتے کرتے تھک گئی تھی تو تھک کر اس کے سینے پر سر رکھ دیا تھا اور گہری گہری سانسیں لینے لگی تھی۔کچھ فاصلے پر کھڑی للی اسے بغور دیکھ رہی تھی۔وہ اس کیفیت کو سمجھ پا رہی تھی یا نہیں مگر اس لمحے اس کی نگاہ بس ساکت تھی۔وہ زیادہ دیر اس منظر کا حصہ نہیں رہ سکی تھی اور فوری وہاں سے ہٹ گئی۔دامیان سوری کی توجہ ساری کی ساری انابیتا بیگ پر تھی وہ اس سے ہٹ کر کوئی منظر نہیں دیکھ رہا تھا یا پھر دیکھنا ہی نہیں چاہتا تھا۔انابیتا بیگ کسی اندرونی دباؤ کے زیر تھی۔وہ اس کی کیفیت سمجھ

رہا تھا کہ نہیں مگر وہ اسے جھیلنے کی برداشت کرنے اور اپنے اندر ضم کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا تھا وہ اس لمحے کسی خاموش سمندر سا تھا بہت پرسکون۔بہت ٹھہرا ہوا جو اپنے اندر بھرپور وسعت رکھتا تھا۔وہ آپ حیران تھا وہ ایسا کیسے کر پایا مگر اس ایک احساس نے اسے طاقت ور بنا دیا تھا۔

”یو او کے انابیتا؟“ وہ بہت پر سکون انداز میں اس کی سمت تکتا پوچھ رہا تھا۔

”انابیتا میں تمہارے اندر سے ان سارے موسموں کو نکال باہر کرنا چاہتا ہوں۔ اگر تمہیں کوئی شکوہ ہے تو کہو یا پھر تم خائف ہو تو اس کا اظہار کرو میں جانتا ہوں میں نے کیا غلط کیا ہے اور کیا ہے جو تمہارے اس رویے کا باعث ہے۔میں جانتا ہوں یہ غصہ بے معنی نہیں ہے۔نا بنا سبب ہے۔یہ کوئی اسرار یا بھید نہیں ہے۔جس محبت کو میں کبھی ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گیا اس محبت کو میں بہت قریب سے دیکھ رہا ہوں۔اس حدت کو محسوس کر رہا ہوں۔تمہارے دل سے اپنے دل تک بہتی ہوئی ایک لکیر کو دیکھ رہا ہوں اور یہ ربط بے معنی نہیں ہے۔میں تمہاری خاموشیوں سے الجھن میں نہیں ہوں نا تمہارا غصہ مجھے تم سے خائف کر رہا ہے۔یہ بہت جائز ہے میں نے جو کیا

تمہیں جتنا بے وقعت اس کے لیے یہ کچھ بھی نہیں ہے۔تم یہ حق رکھتی ہو تم کچھ بھی کہو میں سنوں گا۔تم کچھ بھی کرو میں جھیلوں گا۔کیونکہ مجھے احساس ہو گیا ہے میرے اندر بہت گنجائش بن گئی ہے۔تمہارے لیے اور...!“ انابیتا بیگ اس کی گرفت سے نکل کر اس سے یکدم دور ہوئی تھی اور بھیگتی آنکھوں سے سر نفی میں ہلانے لگی تھی۔

”بہت،بہت جھوٹے ہو تم دامیان سوری۔دنیا کے سب سے برے انسان ہو تم تمہارا ثانی نہیں ہے تم اول درجے کے برے انسان ہو۔مجھے بہت سی باتوں کے جواب چاہیے تھے بہت سے سوال تھے میرے اندر مگر اب مجھے تم سے کسی بات کا جواب نہیں چاہیے۔تمہاری منگنی میں تمہاری دوست ہونے کے ناتے تمہاری مدد کرنے آئی تھی مگر اب مجھے لگتا ہے تم اس کے لیے بھی ڈی زرو نہیں کرتے۔کسی سختی کے قابل نہیں ہو تم' میں تم پر ایسا کوئی جذبہ یا لمحہ برباد نہیں کرنا چاہتی ہوں جھوٹے ہو تم۔ایک دم جھوٹے' تمہارے قول و فعل میں بھی تضاد ہے۔کسی اعتبار کے قابل نہیں ہو تم۔ابھی تھوڑی دیر قبل تم وہاں للّی میک کو اپنے ان بازوؤں میں لیے کھڑے تھے اور اب مجھ سے

کھیل رہے ہو کیونکہ تمہیں یہ کھیل کھیلنے میں بہت مزا آتا ہے۔اب کھیلنا تمہاری عادت بن گئی ہے۔ہر کھیل میں تم جیتنے کے خواہاں ہو چاہتے ہو بس سب تمہارے اختیار میں رہے اور فاتح تم ہی بنو۔اپنی جیت مقصد ہے تمہارا مگر میں تمہیں جیتنے نہیں دوں گی۔تم ایک طرف للی میک سے منگنی کر رہے ہو اور دوسری طرف مجھ سے یہ سب

کہہ رہے ہو۔شرم آتی ہے تمہیں دامیان سوری؟ کتنے بے شرم انسان ہو تم کوئی کریکٹر ہے تمہارا؟ ایک طرف تم مجھ سے معافیاں مانگ رہے ہو اور دوسری طرف تم نئے رشتے باندھ رہے ہو اور تم مجھے بھی اپنے ہاتھ سے نکلتا ہوا نہیں دیکھ سکتے۔تمہارا بس چلے تو تم مجھے اپنی مٹھی میں دبوچ لو مجھے سانس بھی نہ لینے دو۔تم ایسے ہی ہو میں تمہارا اعتبار کروں گی تو دنیا کی سب سے بے وقوف لڑکی ہوں گی۔میں تمہیں خود پر ہنسنے کا موقع دینا نہیں چاہتی ہوں دامیان سوری تم ڈراما کنگ ہو۔مگر تم سے ضرور کہوں گی کہ اب یہ ڈراما بند

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کردو۔زندگی مذاق نہیں ہے۔نہ مذاق مذاق میں یہ سب ہوتا ہے۔اپنی زندگی کا سب سے بڑا فیصلہ کر چکے ہو۔تم غلطیوں کو دہرا سکتے ہوں گے مگر میں ایسا نہیں کر سکتی۔مجھے لگتا ہے بہتری اسی میں ہے کہ میں تم سے دور رہوں۔جب وہ دوستی ختم ہو ہی چکی ہے تو پھر اس دوستی کے واسطے میں کیوں یہاں موجود ہوں۔تمہیں فائدہ دے رہی ہوں مجھے یہاں نہیں ہونا چاہیے۔” وہ کہہ کر مڑی تھی دامیان سوری نے اسے ایک جھٹکے سے اپنی طرف کھینچا تھا۔

“پیار کرتا ہوں تم سے ڈیم اٹ‘ کوئی مذاق نہیں ہے یہ‘ محبت ہے یہ۔کب سمجھ آئے گی تمہیں اس کی۔تمہارے لیے جیتا ہوں تمہارے لیے مرتا ہوں۔ اپنا معمول بنا لیا ہے تم نے مجھے تمہارے حصار میں قید ہوں۔چل نہیں پا رہا ہوں میں کیسے منزل تک پہنچوں؟ جب میرے دل میں تم ہو یہ چھوٹی سی بات سمجھ نہیں آتی تمہیں۔محبت کرتا ہوں تم سے بے حد... بے حساب! کس نے کیا یہ سب‘ کس نے جنوں میں مبتلا کیا؟ یہ لگن کس نے دی؟ تم نے صرف تم نے یہ بات سمجھنے کی چاہ میں کتنے زمانے لگا دیے میں نے۔کتنے دائروں کو توڑا میں نے‘ تمہیں سمجھانے‘ قائل کرنے میں کتنے لمحے لگا دیے

میں نے۔ تمہارے لیے۔ یہ سب دکھائی کیوں نہیں دیتا صرف اپنی انسلٹ ہوتی دکھائی دی۔ میری آنکھوں میں محبت نہیں ہے۔ قصور تمہارا ہے میرا نہیں۔ تم نے اتنی پرتوں میں بند رکھا خود کو کہ میں تم تک آنے کے راستے بناتا بناتا تھک گیا۔ میں نے فاصلوں کو سمیٹنے میں عمر لگا دی۔ تم نے کیا کیا؟ صرف ان فاصلوں کو سو گناہ کیا ہر بار خود سے مزید دور کیا۔ یہی کیا نا تم نے اور کیا کیا؟ کبھی مجھے سمجھنے کی کوشش کی۔ کیوں تمہارے پیچھے بھاگتا رہا۔ کیوں تمہارے حصار میں قید ہو کر رہ گیا' مفلوج کردیا عقل کو' اپنا عادی کرلیا۔ اب کیا کروں؟ گھٹنے ٹیک دوں' غلام بن جاؤں تمہارا؟ کیا چاہتی ہو تم ہر بات مانوں تمہارے صحیح کو صحیح کہوں اور تمہارے غلط کو غلط کہنے کی ہمت بھی نہ کروں؟ سانس روکے ہاتھ باندھے کھڑا ہوا ہوں' محبت ہوگئی تو کیا کروں اب بولو؟" وہ اپنے ہاتھ اس کے شانوں پر رکھتا ہوا بولا تھا۔ گرفت اتنی سخت تھی کہ اس کے ہاتھ اسے اپنے گوشت میں پیوست ہوتے محسوس ہوئے تھے۔ وہ اس کی نظروں میں اس کا جُنوں دیکھ رہی تھی۔ اس کا دیوانہ پن دیکھ رہی تھی۔ اس کے لفظوں نے اسے گنگ و ساکت کردیا تھا۔

...☆☆☆...

کبھی کبھی خود کو حالات پر چھوڑ دینا مناسب ہوتا ہے۔ انابیا ملک کو لگا تھا اس کے اختیار میں کچھ نہیں ہے۔ سو اس نے خود کو وقت کے دھارے پر ڈال دیا اور معارج تغلق کے ساتھ ٹورنٹو آگئی۔ ہوٹل میں روم ایک لیا گیا تھا۔ وہ اس پر احتجاج کرنا چاہتی تھی مگر معارج تغلق کا مزاج وہ جانتی تھی وہ خوف زدہ نہیں تھی وہ خود کو کمزور ظاہر بھی کرنا نہیں چاہتی تھی۔ تبھی اس معاملے پر کوئی بحث نہیں کی۔ جانے کیوں اسے لگا تھا کہ وہ بات کرے گی تو وہ اس کی کمزوری سے واقف ہوجائے گا۔ یوں بھی آج کل وہ اس پر بہت حاوی ہو رہا تھا۔ وہ جانے کیوں اس کے سامنے کمزور پڑ رہی تھی۔ ایشاع BRAMPTON میں تھی انہیں ہوٹل میں قیام کرتے دیکھ اس نے شدید احتجاج کیا تھا۔

"بھائی' بہن کا گھر ہوتے ہوئے آپ ہوٹل میں قیام کرو گے۔" معارج تغلق نے اس کے گرد بہت پیار سے اپنا بازو حمائل کیا تھا۔

"تمہاری بھابی ساتھ ہے نا شادی کے بعد اسے ہنی مون پر تو لے جا نہیں پایا۔
اب اگر اس ہالیڈیز کے نام پر تمہارے گھر میں قیام کروادوں گا تو بہت خفا
ہو گی۔تم بیویوں کا مزاج نہیں جانتی ہو۔کافی جھگڑالو ہوتی ہیں۔یوں بھی ہمیں
کچھ پرائیویسی کی ضرورت ہے۔ سمجھا کرو نا۔" اس کے لہجے میں شرارت تھی
ایشاع مسکرا دی اور انائیا ملک اسے گھور کر رہ گئی تھی۔وہ اس کی سمت دیکھ
کر مسکرانے لگا تھا۔

"ایسا کیا غلط کہہ دیا تم نے ہی تو کہا تھا تمہیں پرفیکٹ ہولی ڈیز چاہئیں۔پر
سکون اور تمام میری توجہ اور وقت کے ساتھ۔" وہ آنکھ دبا کر مسکرایا تھا۔
ایشاع کھلکھلا کر ہنس اور وہ شرمندہ ہو کر رہ گئی تھی۔ایشاع جیسے ہی ہٹی تھی
اس نے اسے گھورا تھا۔

"یہ کیا بکواس تھی۔" وہ گلاس لیتے ہوئے بولی تھی۔وہ شانے اچکا کر یکسر بے
نیاز بنتا ہوا اسے دیکھنے لگا تھا۔

"کیا...؟" انائیا ملک اسے گھورتی رہی۔

"آپ کو شرم آنی چاہیے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"کس بات کی شرم؟ بیوی ہو تم' جائز رشتہ ہے' اب کیا اپنی جائز اکلوتی بیوی
کے ساتھ ہالیڈیز بھی نہیں منا سکتا۔ویسے تمہیں ایک روم بک کرنے پر
اعتراض ہے تو کھل کر بولو۔بہانے بنا کر ایسے مخصوص بیویوں کی طرح ایشوز
مت کری ایٹ کرو۔"

معارج تغلق کو موقع درکار تھا اور وہی موقع اسے دینا نہیں چاہتی تھی۔ تبھی اس
کے قریب سے گزر کر واش روم کی طرف بڑھ جانا چاہا تھا۔جب کلائی معارج
تغلق کے ہاتھ میں آگئی تھی۔انائیا ملک کو جانے کیوں ایک لمحے میں بہت
غصہ آیا تھا۔اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے پوری طاقت سے پیچھے کی طرف
دھکیلا تھا مگر اس کوشش میں وہ اس کے ساتھ پیچھے موجود جہازی سائز بیڈ
پر آرہی وہ اسے مضبوطی سے تھامے ہوئے تھا اوروہ اس کے سینے پر آنکھیں
میچے سر دھرے ہوئے تھی۔اسے لگا تھا بیڈ ٹوٹ گیا ہوگا۔آواز شدید تھی مگر
ڈرتے ڈرتے آنکھ کھول کر دیکھا تھا تو معارج تغلق کو اپنی سمت دیکھتا پایا
تھا۔اس کی آنکھوں کی تپش سے گھبرا کر اس نے سنبھل کر اٹھنا چاہا تھا۔مگر
معارج تغلق کی گرفت اس کے گرد کچھ اور مضبوط ہو گئی۔

"کبھی کبھی دوریوں کو ختم کردینا ضروری ہوتا ہے قریب سے وہ دکھائی دیتا ہے جو دور سے نگاہ نہیں دیکھ پاتی۔اب جب موقع میسر ہے بغور دیکھ لینے میں کیا حرج ہے؟ منظر اتنا ہی غیر واضح اور غیر یقینی

ہے یا کچھ حقیقت سمجھ میں آرہی ہے؟" وہ بہت دھیمے لہجے میں بولا تھا۔

ہوٹل کا وہ کمرہ، تنہائی، کسی تیسرے وجود کا دور دور تک نہ کوئی شائبہ انائیا ملک کو یکدم ہی بہت بے تحفظی کا گمان ہوا تھا۔اسے یہ غلطی نہیں کرنا چاہیے تھی۔اکیلے اس کے ساتھ آنے کا فیصلہ غلط تھا۔یہ سوچ کر دل جس تیزی سے دھڑکا تھا وہیں اوسان بھی خطا ہوئے تھے۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟ چہرے کا رنگ اتنا فق کیوں ہے؟ اس ماحول کو دیکھو محسوس کرو اس گنگناتی خاموشی اور تنہائی کو میری آنکھوں میں دیکھو اور بتاؤ۔محبت ہوسکتی ہے کہ نہیں... کوئی گنجائش ہے کہ نہیں یا پھر اب بھی کسی

خاص موسم کی ضرورت ہے۔کسی خاص لمحے کا انتظار ہے۔یا پھر یہی ایک لمحہ ہے جو پیار ہے؟"

اس کے چہرے پر آئی بالوں کی لٹ کو ہٹاتے ہوئے وہ مدہم لہجے میں پوری توجہ سے دیکھتا ہوا بولا تھا۔انائیا ملک کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

"بولو کیا کروں۔کیا ایسا کروں کہ یقین ہوجائے؟ چاند تارے توڑ لاؤں... سورج ہتھیلی پر رکھ دوں یا یہ سب قدموں میں ڈھیر کردوں؟ کیا کروں کہ یقین ہوجائے کہ ان لمحوں میں کچھ ہے جس سے فی الحال نبرد آزما ہونا مشکل ہے اور شاید یہ احساس کچھ کچھ محبت ہے، یا پھر نہیں؟ عجب یقین و بے گمانی کے درمیان جی رہا ہوں مجھے چھولو اور اعتبار دے دو کہ جو دیکھ رہا ہوں وہی اصل منظر ہے۔" اس کا لہجہ خواب ناک تھا اور جادو سا پورے ماحول میں پھیل رہا تھا۔

کوئی خاص بات تھی کہ دل کو اپنے ساتھ باندھنے لگی تھی۔وہ ایک پل کو اس کے الفاظ میں بندھ گئی اور دل چاہا کہ بس اور کچھ نہ سوچے کچھ نہ دیکھے آنکھیں میچے اور سر اس کے سینے پر رکھ دے اور اس سے آگے کی ہر راہ بھول

جائے۔کوئی حقیقت یاد نہ رکھے۔وہ اس شخص کو بغور دیکھ رہی تھی۔ایسا صرف سوچا تھا اور ایسا کچھ کر نہیں پائی تھی اس کے قریب سے اس کا وجود کانپنے لگا تھا۔

دل سینے میں اتنی تیزی سے دھڑک رہا تھا کہ دھڑکن سنی جا رہی تھی۔اندر کی طغیانیوں سے گھبرا کر اس نے نرمی سے معارج تغلق کی سمت دیکھا نظروں میں لجاجت تھی' وہ اس لمحے سے فرار چاہتی تھی شاید اس کی شدت بہت زیادہ تھی جو اس لمحے دروازے پر دستک ہوئی اور اناہیا ملک نے سکون کی ایک گہری سانس لی ایک دستک نے اس کے فرار کی راہیں کھول دی تھیں۔وہ اٹھی اور بنا اس کی طرف دیکھے واش روم میں گھس گئی۔

...☆☆☆...

"کیا ہوا' تم دامیان کی منگنی میں اسے مدد نہیں کرر ہی۔" ممی نے اسے اسٹڈی روم میں گھسے دیکھ کر پوچھا۔وہ جو بک پر جھکی ہر طرف سے فرار ڈھونڈ رہی تھی اپنی پکڑائی پر ایک گہری سانس لے کر رہ گئی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ممی' اگر وہ منگنی کر رہا ہے تو مجھے اس طرح کیوں پیش کیا جا رہا ہے کیا میری کوئی اپنی زندگی نہیں؟" اس نے بک بند کی اور ممی اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے نرمی سے مسکرا دیں۔

"ایسا نہیں ہے مگر وہ دوست ہے نا کیا سوچے گا اسے ضرورت ہے اور غیر موجود ہو؟ باہر ایکسل آیا ہے تمہیں اس کے ساتھ مل کر کوئی ڈیکوریشن کرنا تھی؟"

"ممی مجھ سے یہ سب نہیں ہوتا۔آپ جانتی ہیں ہم میں کوئی ایسی سچی پکی دوستی نہیں ہے اگر ایسا کچھ تھا بھی تو اب نہیں ہے اسے ختم ہوئے عرصہ بیت چکا ہے پھر ہر بار وہ کسی بات کی فیور مانگنے آجاتا ہے۔اور مجھ سے ہی کیوں توقع کرتا ہے کہ میں یہ سب کروں۔میں تو اس سے کوئی امید نہیں رکھتی۔" وہ وضاحت دیتی ہوئی بولی تھی تبھی اپنے پیچھے آواز سنائی دی تھی۔

"تم کوئی امید نہیں رکھتی ہو کیونکہ تم خود غرض ہو موقعہ پرست ہو اور جانے کیا کیا ہو کسی اور کی خوشی ہضم نہیں ہوتی تم سے' چھپ کر بیٹھ گئی ہو کیونکہ

تم جلن سے پاگل ہو رہی ہو۔" دامیان سوری کا لہجہ بھرپور جلاتا ہوا الزام دیتا ہوا تھا۔

وہ گردن گھما کر دیکھنے لگی تھی۔

"میں چھپ کر نہیں بیٹھی اور مجھے کس بات کی جلن ہونے لگی؟ فضول کی بکواس مت کیا کرو مجھے کوئی جلن نہیں ہو رہی ہے اور ہوگی بھی کیوں کون ہو تم؟ نہ دوست نا دشمن اور...!"

"اور پھر تم نے ٹھان لیا ہے کہ ساری مروت ایک طرف رکھ کر سارے تعلقات توڑ لو گی میں یہاں پل بنانے کی بات کرتا ہوں اور تم ہو کہ ایک پل میں سب ڈھیر کردیتی ہو۔ ممی یہ واقعی آپ کی بیٹی ہے؟ کہاں آپ امن پرست کہاں یہ موقع پرست کہاں آپ نرم مزاج کہاں یہ آتش فشاں کہاں آپ بے غرض کہاں یہ ...!" وہ مسکراتے ہوئے پوری تفصیل دیتا ہواگویا ہوا تھا جب اناہیتا نے روک دیا تھا۔

"پلیز' بہت ہو گیا ممی آپ اس سے کہہ دیں میں اسے مزید برداشت نہیں کرسکتی۔" وہ ہاتھ اٹھا کر حلفیہ بولی تھی۔ سر نفی میں ہلانے لگی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"کیسے بچوں کی طرح جھگڑتے ہو تم کب عقل آئے گی تم دونوں کو۔اناہیتا کبھی کبھی دوسروں کی خوشی میں شریک ہونے سے کچھ نہیں جاتا۔اس بار تم زیادہ غلط دکھائی دے رہی ہو۔" ممی اسے الزام دیتی ہوئی پلٹی تھیں اور چلتی ہوئی وہاں سے نکل گئی تھیں۔اناہیتا بیگ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی تھی۔ پھر سخت لہجے میں بولی تھی۔

"یہ سب کیا ڈراما ہے چاہتے کیا ہو تم؟ تماشا بنا رکھا ہے۔میں ان ہواؤں سے بھی بچ کر چلنا چاہتی ہوں جن میں تم سانس لیتے ہو۔ پھر ہر بار کیوں بہانے ڈھونڈ لیتے ہو قریب آنے کے۔ کیا چل رہا ہے تمہارے دماغ میں؟ لطف آتا ہے جال بچھانے میں تم اگر ناک بھی رگڑو تب بھی میں تمہیں معاف کرنے والی نہیں ہوں۔ تمہاری فضول باتوں کے لیے میں اپنا وقت برباد نہیں کرسکتی۔ تمہارے فضول کے ڈراموں کا حصہ بننا نہیں چاہتی۔تم مجھے میرے حال پر کیوں نہیں چھوڑ دیتے؟ ہر بار ایک نئی کہانی بنا کر کیوں چلے آتے ہو؟" وہ سخت لہجے میں بولی مگر وہ اطمینان سے مسکرا دیا تھا۔

”لگن سچی ہو تو راستے خود بخود بن جاتے ہیں شاید میری لگن اتنی ہی سچی ہے کہ میرا ہر راستا تم سے آن ملتا ہے۔ تو اب کیا کروں اگر ایسا ہوجاتا ہے تو میں جان بوجھ کر تو نہیں کرتا اور کیا تم لکھے کو رد کرسکو گی۔ اگر کوئی تعلق جڑنا لکھا ہی ہے تو روک پاؤ گی اگر لکھا ہے کہ ساتھ چلنا ہے تو منع کرسکو گی؟“ وہ پورے یقین سے کہہ رہا تھا وہ حیرانی سے اسے تکنے لگی تھی۔ دامیان سوری نے ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ ہاتھ

میں لے لیا تھا اور بغور تکتے ہوئے بہت اطمینان سے مسکرا دیا تھا۔

”اگر ان ہاتھوں کو تھام کر ساتھ چلنا پڑا تو کیا تم اس سے انکار کرسکو گی؟ اگر یہ سب طے ہوچکا ہے تو کیا جواز بنتا ہے تمہارے انکار کا؟ مگر وہ سر نفی میں ہلانے لگی تھی۔

”لفظوں سے کھیلنا بند کرو دامیان سوری۔ خود کو اتنا بے وقعت مت کرو مجھے تمہاری کسی بات کا کوئی بھروسا نہیں ہے۔ کوئی یقین دلانے کی کوشش مت کرو۔ میں تم پر قطعاً اعتبار نہیں کرسکتی۔ تم اپنا اور میرا دونوں کا وقت برباد کر رہے ہو۔ اس سے دونوں کا نقصان ہورہاہے۔ میں نہیں چاہتی تم کل کوئی پچھتاوا

محسوس کرو۔ ایسا کچھ نہیں ہے بس ضد ہے یہ تم بھی جانتے ہو ضد ہوگئی ہے بس تمہیں۔ مجھے ہرانے کی مجھ سے آگے جانے کی۔“ وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی انداز حتمی تھا۔ جیسے وہ اس سے آگے بات کرنا نہیں چاہتی تھی۔ مگر وہ اس کی پشت کو بہت اطمینان سے تکتا ہوا مسکرا دیا تھا۔

”تمہارے پیچھے کھڑا ہوں میں۔ پلٹ کر دیکھ لو یقین کرو میں آگے نکلنے کی ضد میں نہیں۔ تمہارے قدم سے قدم ملا کر چلنے کی کوششوں میں ہوں۔“ وہ پورے سکون کے ساتھ مسکرا رہا تھا۔ انابیتا پلٹ کر اس کی سمت تکنے لگی تھی۔ وہ اس کو لاجواب پا کر مسکرا دیا تھا۔

”دیکھ لو' ہارا ہوا ہوں۔“ اس کے سامنے ہاتھ پھیلا دیے تھے۔ ”خالی ہاتھ ہوں مگر مجھے یقین ہے اگر اس ہاتھ کو بھر سکتا ہے تو وہ صرف تمہارا ہاتھ ہے۔ صرف تمہارا ہاتھ ہے جو اس ہاتھ کو یقین دے سکتا ہے کہ یہ ہاتھ اب تنہا نہیں رہا۔ وہ تم ہو جو مکمل کرسکتی ہو۔ مگر تمہیں خود اس کا یقین نہیں ہے۔“ وہ پورے اطمینان سے کہہ رہا تھا۔ انابیتا کا دل چاہا تھا اس کا سارا سکون تہس نہس کردے۔

"دامیان سوری تم جانتے ہو تم جو کہہ رہے ہو اس کی حقیقت کچھ نہیں ہے۔ تم لفظوں کو اپنے طریقے سے اپنے مطلب اور فائدے کے لیے استعمال کر کے خود کو عظیم فائدہ پہنچانے کی خواہش میں ہو اور میں تمہاری ہر خواہش کا گلا گھونٹ دوں گی۔ اگر یہ ضد ہے تو ضد ہی سہی۔ مگر اب میں ہر بات کا جواب دوں گی۔" وہ اٹل لہجے میں بولی تھی وہ مسکرا دیا تھا انداز ہنوز اطمینان بھرا تھا۔

"چلو تمہیں احساس تو ہوا مقابل کھڑا ہونا تو آیا میں سمجھا تھا تم میں ہمت نہیں ہے۔" وہ اسے چیلنج دیتے ہوئے مسکرایا تھا۔

"میں تم سے فضول کی باتوں میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی۔ تم یہاں کیوں کھڑے ہو منگنی ہے نا تمہاری۔ جا کر تیاریاں کیوں نہیں کرتے کس بات کا قلق ہے؟ اپنی منگیتر کے ساتھ وقت کیوں نہیں گزارتے۔"

"کیونکہ میں تمہارے ساتھ اپنا وقت گزارنا چاہتا ہوں۔" وہ بھرپور سکون سے کہہ کر مسکرایا تھا۔ انابیتا اسے گھورتی، پاؤں پٹختی ہوئی وہاں سے نکل گئی تھی۔

دامیان سوری اس کی پشت کو تکتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔

شدت عشق خیر ہو تیری

کیسے عالم میں لا کر چھوڑ دیا

...☆☆☆...

انائیا ملک کو احساس ہو گیا تھا۔ معارج تغلق کے ساتھ یہاں آنے کا فیصلہ لینا اس کی سب سے بڑی غلطی تھی۔ سو اب اس راستے پر نکل آنے کا کوئی راستا پلٹ کر جانے والا نہیں تھا۔ وہ ایشاع کے گھر تھی وہ اس شخص کے ساتھ وقت گزارنا نہیں چاہتی تھی۔ ہوٹل کے اس کمرے میں اس کے ساتھ رہنا۔ قیام کرنا ایک مشکل مرحلہ تھا۔ ایشاع کافی لے کر اس کے قریب آگئی تھی اسے کافی تھمائی تھی اور اس کے سامنے بیٹھ گئی تھی۔

"بھابھی کیا ہوا؟ آپ کچھ پریشان دکھائی دے رہی ہیں۔" ایشاع نے پوچھا تھا۔ تو اس نے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

"ایسا نہیں ہے مگر میں اچانک یہاں آئی ہوں اور میرے آفس کا سارا کام پتا نہیں سارہ سب سنبھال پائے گی بھی کہ نہیں مجھے اس کی فکر ہو رہی ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے بات بنائی تھی۔

"آہ آپ کو اس سب کی فکر ہو رہی ہے۔اس بات کی خوشی نہیں کہ آپ اپنے شوہر کے ساتھ ہیں اور وقت سپینڈ کر رہی ہیں اس سے زیادہ خوب صورت بات کیا ہوگی؟ لوگ تو اس بات کے بہانے ڈھونڈتے ہیں اور ایک آپ ہیں جو پریشان ہو رہی ہیں۔بھائی تو جذبات سے دور ہیں ہی آپ بھی ان جیسی ہو گئی ہیں۔ممی کہتی ہیں مرد بہت سی باتوں میں قطعی نا بلد اور بے خبر ہوتا ہے۔اسے با خبر کرنا پڑتا ہے ایسا ایک عورت کرتی ہے مرد کو کتنی بھی عقل سہی مگر اسے عورت کے اشاروں پر آنکھیں بند کر کے چلنا اچھا لگتا ہے اور عورت بھی تبھی خوشی محسوس کرتی ہے جب مرد اس کی پورے دل سے سنے اور مانے۔اس سب ہونے کا مان بہت زیادہ ہوتا ہے رشتوں کو باندھنا پڑتا ہے۔ڈور کو کھینچ کر نہیں پیار سے لچک دے کر دوسرے فریق کو قریب کیا جاتا ہے۔آپ تو خود بہت سمجھ دار ہیں مگر جانے کیوں آپ کے اور بھائی کے درمیان کبھی کچھ بہت عجیب سا لگتا ہے جیسے کوئی رابطہ نہیں واسطہ نہیں اور...!" ایشاع ابھی کہہ ہی رہی تھی جب انائیا ملک کو اپنے شانوں پر کسی کے ہاتھ کے دباؤ کا احساس ہوا تھا۔اس نے گردن موڑ کر دیکھا تھا اس

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کے پیچھے بہت قریب معارج تغلق کھڑا تھا اور اس کے دیکھنے پر ملائمت سے مسکرا دیا تھا۔

"اگر خاموشی ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں ایشاع کہ اندر گہرائی میں کہیں کوئی سکوت ہے یہ سکون کی کیفیت بھی ہو سکتی ہے۔یہ یقین کی حالت بھی ہو سکتی ہے نا؟" وہ ایشاع کی باتوں کو سن چکا تھا یقیناً تبھی اس کی وضاحت دیتے ہوئے بولا تھا کہ ان کے درمیان سب ٹھیک ہے اور کہیں کچھ غلط نہیں ہے۔ وہ اس بات کی خبر کسی کو ہونے نہیں دینا چاہتا تھا کہ ان کے درمیان "سب ٹھیک" نہیں۔انائیا اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی مگر وہ اس معاملے میں بہت محتاط دکھائی دیا تھا۔ایشاع مسکرا دی تھی۔

"جانتی ہوں بھائی آپ دونوں بہت مصروف رہتے ہیں اور...!

"بات مصروفیت کی نہیں ہے ایشاع' شاید ہم بہت سے لفظوں کے مفہوم کہنے سے پہلے سمجھتے ہیں ہم جانتے ہیں کہ ایک دوسرے کے دل میں کیا ہے جب یہ کیفیت ہو تو محبت کی گہرائی ناپنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔اگر یقین نہ ہو تو تمہارے ساتھ کہہ دو تمہاری بھائی سے؟ کسی ڈیمو کی ضرورت ہے؟" وہ مسکرایا تھا اور انائیا ملک کے گرد اپنے بازو کو حمائل کردیا تھا۔وہ اس کی گرفت میں تھی۔دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔مگر اندر کہیں بہت سکون چھانے لگا تھا۔ایشاع جو سمجھ بھی رہی تھی وہ سچ تھا۔ان میں کہیں کچھ نہیں تھا اور یہ بات سچ تھی اس کا دل کٹ کر رہ گیا تھا۔

...☆☆☆...

کچھ ہونے اور نہ ہونے کا قلق کیا ہوتا ہے' اس کا احساس انائیا ملک سے بڑھ کر کون کرسکتا تھا' اس کے اندر کا سکوت اسے بتا رہا تھا کہ وہ کتنی خالی ہے۔سمندر کے پاس رہ کر پیاس سہنے کی مشق وہ کرچکی تھی۔سمندر اسے دیکھنے پر مائل نہیں تھا اور جانے یہ سفر کب تمام ہونا تھا۔وہ جانتی تھی کہ اگر وہ نگاہ مائل نہیں تھی تووہ اسے قیامت تک اپنا اسیر نہیں کرسکتی تھی۔وہ تھکن سے

نڈھال تھی جب بستر پر گر کر آنکھیں موند لینا چاہیے تھیں مگر تبھی معارج تغلق کے فون کی گھنٹی بجی تھی' وہ کسی کے ساتھ خاصے خوش گوار موڈ میں گفتگو میں مصروف رہا تھا۔کوئی بہت گہری شناسائی رکھتا تھاجیسے وہ آنکھیں موند رہی تھی جب وہ اس کی طرف آیا تھا۔

"تم سو رہی ہو؟" معارج تغلق نے پوچھا تو اس نے آنکھیں وا کرکے اسے دیکھا۔

"حمزہ کا فون تھا' میں نہیں جانتا تھا وہ یہیں منتقل ہوچکا ہے۔شاید حارث سے خبر ہوئی اسے کہ میں یہاں آیا ہوا ہوں۔تبھی اپنے گھر تقریب میں انوائٹ کیا ہے' تم کچھ لمحوں میں ریڈی ہوسکتی ہو' نا؟" وہ اس کی مرضی پوچھے بنا کہہ رہا تھا۔انائیا ملک کو اس کے بے حس ہونے پر بالکل بھی کوئی شبہ نہیں ہوا تھا۔

"مجھے بہت نیند آرہی ہے' میں پارٹیز میں کنفرٹیبل فیل نہیں کرتی۔یہ بات جانتے ہیں آپ۔" بہترین جواز دیا تھا۔

"میں ساتھ ہوں' ان کنفرٹیبل فیل کرنے کی کیا بات ہے؟ تم کب سے اتنی آدم بے زار ہو گئیں؟" معارج تغلق اس کا جواز سنے بنا بولا اور پھر ساتھ ہی اسے ہاتھ پکڑ کر کھڑا کردیا اگر اس کے مضبوط آہنی بازو کا ہالہ اس کے گرد نا ہوتا تو وہ گر گئی ہوتی۔توازن بگڑا مگر معارج تغلق نے سنبھال لیا تھا۔

"جب تک میرے ساتھ ہو تمہیں کسی بات کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔کچھ بھی ٹھانو اور کر ڈالو۔میں تمہارے ساتھ ہوں' کس کی مجال ہے جو تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے' یو آر مسز معارج تغلق! سات کیا دس خون بھی کریں گی نا آپ تو یہ بندہ الزام اپنے سر لے سکتا ہے۔آپ کو کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ بغور اس کا چہرہ تکتا ہوا بولا۔

قربتوں کے مرحلے اسے ہمیشہ مزید بے یقین کرجاتے تھے' وہ اس لمحے بھی بس خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی اور ان آنکھوں میں صاف بے یقینی پڑھی جاسکتی تھی۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟ یقین نہیں ہے کیا؟" معارج تغلق چہرہ اس کے چہرے کے کچھ قریب کرکے سرگوشی میں بولا تھا۔ایک مدہم لہجے کا حصار اس

کے گرد' نہ ٹوٹنے والا دائرہ بنا گیا تھا۔وہ اس کی نظروں کی تپش سے جلنے لگی تھی۔

جنوں سے کہہ دو ابھی خرد حیراں ہے
ابھی جنگلوں میں راستہ ڈھونڈنا مشکل ہے
ابھی جگنوؤں کی کھوج ممکن نہیں
ابھی ٹوٹتے تاروں کو شمار ممکن نہیں
خواہشوں کو تکیے تلے سنبھال رکھو
ابھی ان بارشوں سے گفتگو نہ کرو
ابھی خرد حیراں ہے
جنوں سے کہہ دو ابھی تعاقب نہ کرو
عشق سے کہہ دو ابھی انتظار کرے
ابھی یہ عقل حیران ہے
عشق سے کہہ دو ابھی دل مائل نہیں
ابھی کچھ خدشوں کا شمار ممکن نہیں

ابھی آتش سے الجھنے کی عمر نہیں

ابھی کھیل نیا ہے

جنوب کی بات جانے دو

عشق سے کہہ دو

خرد حیراں ہے

ابھی آتش سے الجھنے کی عمر نہیں

بہت مدہم لہجے میں وہ اس کے کان کے قریب بول رہا تھا۔اناٰیا ملک کی جان مشکل میں گھر رہی تھی۔

محبت کے اسرار و رموز وہ نہیں سمجھتی تھی، نہیں جانتی تھی، یہ محبت تھی، کوئی عنایت تھی یا پھر کوئی کھیل وہ لہجہ کتنا سچا تھا۔لفظ کتنے کھرے تھے، وہ نہیں جانتی تھی مگر وہ یقین نہیں کرسکی تھی۔اس بے قراری کو دیکھتے ہوئے بھی،

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اس آگ کے دریا سے گزرتے ہوئے بھی۔وہ اس محبت کو قبول نہیں کرسکی تھی۔معارج تغلق جیسے شخص کا کچھ پتا نہیں تھا، وہ اپنا مان گنوانا نہیں چاہتی تھی۔

...☆☆☆...

اسے لگا تھا سب سلجھنے والا ہے مگر ایسا نہیں تھا یہ سلجھاوے کا گماں جیسے کوئی سراب تھا اور وہ اس سراب میں پوری آنکھیں کھولے ہکا بکا سی کھڑی تھی۔کسی کا قریب آنا، ہاتھ تھام لینا معنی نہیں رکھتا۔وہ خدشات میں گھری تھی اور پہلے سے زیادہ خوف زدہ تھی۔عدن اسے مشکل وقت دے رہا تھا اسے اس سے ایسی توقع نہیں تھی وہ بھی جب اس میں ایک رشتے میں بندھ چکی تھی۔

گھر والے شادی کی باتیں کررہے تھے چوہدری اور بیگ فیملیز کے درمیان معاملات طے ہورہے تھے مگر وہ اپنے اندر بہت خاموشی محسوس کررہی تھی۔

ایک گہری چپ، اس گہری چپ میں اسے سب بہت عجیب لگ رہا تھا۔اس رشتے کی حقیقت بے معنی لگ رہی تھی۔اس نے اس خاموشی کو توڑنے کی

ٹھانی اور اماں سے سب کہہ دیا تھا' اماں اسے خاموشی سے دیکھنے لگی تھیں پھر اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولی تھیں۔

"ہوسکتا ہے تمہارا وہم ہو' وہ اچھا لڑکا ہے جب اس نے پہلے تمہارا اتنا ساتھ دیا تو پھر اب ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟ تم زیادہ مت سوچو میں بات کروں گی عدن سے۔"

"نہیں اماں!" اس نے سرعت سے کہا تھا۔"آپ بات کریں گی تو وہ سمجھے گا میں اپنی وکالت کروا رہی ہوں اور پرسنل معاملات فیملی کے ساتھ شیئر کررہی ہوں۔" ممی نے اس کی سمت دیکھا پھر سر ہلادیا۔

"جہاں تک میں سمجھتی ہوں وہ بہت سلجھا ہوا اور بہت ہی لائق ہے مگر پھر بھی تمہیں ان خدشات سے باہر نکلنا ہے۔تم خود بات کرکے دیکھو ہوسکتا ہے یہ صرف اس لیے ہو کہ وہ بزی ہو اور کوئی اور مسائل ہوں۔ہر بات اپنی طرف سے اخذ کرلینا بھی دانش مندی نہیں۔" اماں نے اس کا چہرہ پیار سے تھپتھپایا اور اٹھ کر چلی گئی تھیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہ الجھے ہوئے انداز میں سیل فون کو دیکھنے لگی تھی تبھی یلماز کمال کی کال آئی تھی۔

اس نے کال ریسیو نہیں کی تھی تو یلماز کمال نے پھر نمبر ری ڈائل کیا اور اب پارسا کے لیے فون اٹھانا ناگریز ہوگیا تھا۔

"تم کیوں نہیں سمجھ رہے؟ کیوں بات سمجھ میں نہیں آتی؟ میں آگے بڑھ چکی ہوں' آئی ایم میرڈ ناؤ' تمہاری میری زندگی میں کوئی گنجائش نہیں نکلتی۔" وہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے بولی تھی۔دوسری طرف یلماز کمال نے پُرسکون انداز میں گہری سانس خارج کی تھی۔

"پارسا' میں جانتا ہوں مگر دل نہیں سمجھتا۔بہت سمجھایا' کوشش کی مگر نہیں سنبھلتا۔ہم بہت سی باتوں کا ادراک بہت دیر سے کرتے ہیں' مجھے اس کا اندازہ بھی بہت دیر میں ہوا کہ تم ضروری ہو۔بہت ضروری ہو' شاید تب محبت نہیں تھی' محبت اب ہوئی یا پھر تب بھی تھی مگر اندازہ نہیں ہو پایا مگر اس بار سب اختیار سے باہر ہے۔مجھے معلوم نہیں تھا ' کبھی انداز نہیں ہو پایا۔ محبت اتنی زور آور شے ہوسکتی ہے پلیز پارسا مجھے اس طرح اگنور مت کرو'

میں اپنی زندگی تمہارے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں' مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ تم کسی اور کے ساتھ وابستہ ہو یا تمہارا نکاح ہوچکا ہے' میں تمہیں اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا ہوں' قدم قدم تمہارے ساتھ چلنا چاہتا ہوں یہاں فیصل آباد میں موجود ہوں تو اس کی وجہ تم ہو۔میں تم سے ملنا چاہتا ہوں' مجھے اپنی غلطیوں کو سدھارنے کا موقع دو' مجھے احساس ہو گیا ہے کہ میں غلط تھا تو اب مجھے اس کا ازالہ کرلینے دو۔میں جانتا ہوں عدن اچھا انسان ہے مگر میں تم سے محبت کرتا ہوں اگر میرے پاس بس ایک یہی زندگی ہے تو اسے تمہارے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں' مجھے اس کا موقع دو۔" یلماز کمال پرُسکون لہجے میں کہہ رہا تھا۔وہ شاید ٹھان چکا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے' وہ موقع گنوانا نہیں چاہتا تھا' ہر بات میں سدھار لانا چاہتا تھا مگر کیا وہ اس پر اعتبار کرسکتی تھی؟

پارسا کچھ کہہ نا سکی بس خاموشی سے اسے سنتی رہی تھی۔

...☆☆☆...

وہ اندھیرے میں کھڑی تھی' جب للی اس کے قریب آن رکی تھی' وہ پلٹ کر دیکھنا نہیں چاہتی تھی کہ اس کے پاس کون آن رکا ہے۔وہ بات نہیں کرنا

چاہتی تھی۔مگر للی کے ہاتھ میں کافی تھی جو وہ اس کے لیے بنا کر لائی تھی اور وہ بات کرنے کے موڈ میں تھی تبھی ایک لمحے کو خاموشی سے اسے دیکھا تھا اور پھر مسکراتے ہوئے کافی کا کپ اس کی سمت بڑھا دیا تھا۔

"یہ کافی لے لو' تھکے ہوئے ذہن میں آئیڈیاز نہیں آتے اور تمہیں ابھی سوچنے کی ضرورت بہت زیادہ ہے۔" انابیتا نے للی کی طرف دیکھا تو وہ دوستانہ انداز میں مسکرا رہی تھی۔وہ اس کے ساتھ روڈ ہونا نہیں چاہتی تھی۔اس کے جو بھی معاملات تھے وہ دامیان سوری کے ساتھ تھے' للی کے ساتھ اس کی ذاتی کوئی دشمنی نہیں تھی اور جب وہ خود اس کے پاس چل کر آئی تھی اگر وہ اس لمحے کرٹسی نہ نبھاتی تو شاید یہ اچھا نا ہوتا' تبھی اس نے ہاتھ بڑھا کر للی کے ہاتھ سے کافی کا کپ تھام لیا تھا' للی مسکرادی تھی۔

"للی میں..." انابیتا نے بولنے کی ٹھانی تھی۔

"جانتی ہوں' پریشان ہو۔بہت الجھی ہوئی اور اپ سیٹ ہو۔" للی نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"تم کیسے جانتی ہو؟" انابیتا بیگ چونکی تھی۔وہ پرُسکون انداز میں مسکرادی تھی۔

”تم سچ میں محبت کرتی ہونا اس سے؟“ للی نے لگی لپٹی رکھے بغیر پوچھا تھا۔

”کس سے؟“ انابیتا کو اندازہ نہیں تھا وہ اس بارے میں بات کرے گی اور کوئی لگی لپٹی نہیں رکھے گی۔

”ایسے مت دیکھو‘ میں جانتی ہوں یہ بات صاف صاف پڑھی جاسکتی ہے تمہاری آنکھوں میں‘ تمہارے چہرے پر اور ضروری نہیں ہے مجھے یہ بات کوئی اور بتائے۔اتنی عقل تو میں بھی رکھتی ہوں بات میری سمجھ میں آسکتی ہے‘ کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟“ للی کیا بات جتانا چاہتی تھی؟ انابیتا کو لگا تھا اس کا سچ پوری دنیا پر عیاں ہوگیا ہو اور یہ راز ہر کوئی پاگیا ہو۔

”تم غلط سمجھ رہی ہو للی! ایسی کوئی بات نہیں ہے اور...“ اس نے اس کی نفی کرنا چاہی تھی مگر اس کی نظریں جھوٹ کہنے کا جتن شاید نہیں جانتی تھیں یا پھر للی اس بات کو بخوبی جانتی تھی۔

”میں تمہاری دوست کبھی نہیں رہی‘ اتنے قریب نہیں رہی‘ تمہیں اچھی طرح سے جانتی تک نہیں مگر اب اتنی انجان بھی نہیں کہ جان نہ سکوں۔محبت ایسا احساس ہے جو چھپ نہیں سکتا اور چھپایا جا نہیں سکتا۔تم چاہتی ہو کہ یہ راز کوئی

نہ جانے‘ کسی کو اس کی خبر نہ ہو مگر پھر بھی یہ بات عام ہورہی ہے۔تم سمجھتی ہو ایسا ہوپائے گا کہ اس راز کی خبر کسی کو نہ ہو؟ یہ بات اگر میں جانتی ہوں تو کوئی اور بھی جانتا ہوگا نا اور...“

”پلیز للی! میں‌اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔میں یہاں ہوں تو صرف ایک کرٹسی میں اگرچہ میں رکنا نہیں چاہتی اور بھاگ جانا چاہتی ہوں مگر تم اس کا مطلب یہ مت لو کہ میں کسی کی قربت چاہتی ہوں یا پھر کسی سے جڑے رہنا چاہتی ہوں‘ مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔“ انابیتا بیگ اپنے اندر کی پُرسکونی سے نمٹتے ہوئے اعتماد سے بولی تھی۔

”فرق تو کسی چیز سے بھی نہیں پڑتا انابیتا! مگر پھر بھی کبھی کبھی بہت فرق پڑتا ہے۔میں نقصان کا اندازہ نہیں کرنا چاہتی مگر اس سب کے ہونے سے مجھے نہیں لگتا کسی کا کوئی فائدہ بھی ہوگا کہ نہیں‘ کم از کم میرا تو نہیں۔مجھے ایسا کرکے شاید کچھ ہاتھ نہیں آئے۔“ وہ حتمی انداز میں بولی تھی۔انابیتا نے اس کی سمت دیکھتے ہوئے سر نفی میں‌ہلادیا تھا۔

"میں نہیں جانتی تم کیا بات کررہی ہو اور اس معاملے میں الجھ رہی ہو مگر میں اپنے دل کو جانتی ہوں۔مجھے اپنی خبر ہے' میں سمجھوتوں پر زندگی نہیں گزارنا چاہتی' نا مجھے کوئی عنایت چاہیے اور نہ کوئی نوازش۔" انابیتا بیگ نے صاف گوئی سے کہا تھا۔للی کافی کا سپ لیتی ہوئی مسکرادی تھی۔

"مجھے خبر نہیں انابیتا! میں دبے رازوں کو جاننے کا وصف نہیں رکھتی۔مگر میرے لیے ان حالات کا حصہ بنے رہنا کچھ بے وقوفی لگتا ہے۔میں خود کو یہاں روک اور باندھ کر کسی بات کی آزمائش لینا نہیں چاہتی۔"

"تم ایسے کیوں کہہ رہی ہو؟ کیا تم اس منگنی سے خوش نہیں ہو؟" انابیتا نے اس کے لہجے کی بے سکونی کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا تھا۔اسے جانے کیوں لگا تھا اس کی آنکھوں میں گہری چپ تھی' وہ اس کی سمت نہیں دیکھ رہی تھی۔کیا راز تھا اس چہرے پر؟ اگر وہ دونوں منگنی کرنے جارہے تھے تو اس کے چہرے پر وہ خوشی کیوں ناپید تھی؟ کیا چل رہا تھا ان کے درمیان؟

انابیتا بیگ کو پہلی بار اس لڑکی سے ہمدردی محسوس ہوئی تھی' پہلی بار اسے لگا

تھا وہ لڑکی اس سے مختلف نہیں تھی تو کیا دامیان سوری اس سے بھی کوئی کھیل کھیل رہا تھا؟ وہ الجھ کر للی میک کو دیکھنے لگی تھی پھر پوچھا تھا۔

"تم کیا کہنا چاہتی ہو؟ ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ کہیں کوئی بات ہے؟" وہ جانچتی نظروں سے اسے دیکھتی ہوئی بولی تھی۔وہ سر جھٹکتی ہوئی مسکرادی تھی پھر کافی کا سپ لیا تھا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"تمہیں اچھا نہیں لگ رہا نا؟ یہاں اس ماحول کا حصہ بنے رہنا؟ بہت کٹھن دور سے گزر رہی ہو نا تم؟ بہت گھٹن ہے نا تمہارے اندر' بھاگ جانا چاہتی ہو تم یہاں سے' میں سمجھ سکتی ہوں کوئی بھی لڑکی ہوتی تو شاید ایسا ہی محسوس کرتی اگر میں بھی ہوتی تو ایسا ہی محسوس کرتی۔" للی اسے کب سے سمجھنے لگی تھی' اسے حیرت ہوئی تھی۔

اس کے ساتھ ہمدردی تھی یا کوئی پچھتاوا تھا' انابیتا بیگ سمجھ نہیں پائی تھی مگر وہ اس کی دوست نہیں تھی اور ایسی کسی ہمدردی کی وجہ اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

...☆☆☆...

انائیا ملک رائل بلیو ایوننگ گاؤن میں تیار ہو کر اس کے سامنے آئی تھی تو وہ کتنی ہی دیر اسے ساکت نظروں سے تکتا رہا تھا پھر قریب آیا اور اس کے چہرے کو ملائمت سے چھوا۔

"بہت پچھتاوا ہے اگر عشق ہوجاتا تو اتنے لمحے ضائع نہیں ہوتے۔" مدھم لہجے میں ایک سرگوشی اس کی سماعتوں کے قریب ہوئی تھی۔انائیا ملک کو اس کی پر تپش نظریں اپنے گرد حصار کھینچتی محسوس ہوئی تھیں۔

"مجھے لگتا ہے غلطی ہوگئی' مجھے وقت کو موقع دینا چاہیے تھا' وقت اس طور گنوانا نہیں چاہیے تھا۔" مدھم سرگوشی میں اسے کئی خواہشیں جلتی بجھتی محسوس ہوئی تھیں۔کیا ہورہا تھا' معارج تغلق کو واقعی کوئی پچھتاوا تھا' وہ کوئی ازالہ کرنے کی ٹھان رہا تھا۔

اسے واقعی کوئی احساس ہورہا تھا کہ لمحے رائیگاں گئے' وہ اپنے دل کی دھڑکنوں کو سنبھالنے کے جتن کرتی آنکھیں میچ گئی تھی' وجود اچانک ہی جیسے کسی طوفان کی زد پر آن ٹھہرا تھا۔وہ ایک بار پھر آزمائش میں تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"مجھے گلہ ہے لمحے رائیگاں گئے مگر شاید اتنی دیر بھی ابھی نہیں ہوئی مگر ان خواہشوں کا ادراک پہلے کیوں نہیں ہوا' ہوجاتا تو اتنی تفاوت نہ رہتی۔نگاہ اتنی اجنبی نہ رہتی۔میں نے کئی دن لیے ان فاصلوں کو مٹانے میں' کتنا بدھو ہوں میں' یہ فیصلہ پہلے کیوں نہیں کیا؟ قدم مجھے ہی اٹھانا تھے تو پھر اتنی دیر کیوں کی؟" اس کے گرد بازو پھیلا کر اسے خود سے قریب کیا' انائیا ملک ان نوازشوں کے لیے تیار دکھائی نہیں دی تھی۔تبھی تعرض برتتے ہوئے اس کی گرفت سے نکل جانا چاہا مگر وہ اس پر مائل دکھائی نہیں دیا تھا' اسے جیسے اس کی پروا نہیں تھی کہ وہ کیا چاہتی ہے۔کیا سوچتی ہے یا پھر وہ واقعی لمحہ اس کے قریب آرہا تھا؟

"مجھے احساس نہیں ہوا' میں قطرہ قطرہ تمہاری سمت بہنے لگا۔تم نے میرے بہاؤ کو اپنی طرف موڑا یا یہ کوئی معجزہ ہوا مگر اس کا اندازہ مجھے بھی نہیں ہو پایا۔میں جیسے کسی خواب سے جاگا ہوں تو یہ راز کھلا کہ میں تمہاری سمت

ہوں۔تمہارے لیے بہہ رہا ہوں' بہتا جارہا ہوں' اس بہاؤ میں کوئی جادو ہے' جو مجھے اپنے ساتھ باندھ رہا ہے یا پھر یہ جادو تم میں ہے؟ تم اپنے ساتھ باندھ رہی ہو؟ مجھے اپنے راستوں سے بھٹکا کر اپنے راستوں پر لارہی ہو؟ یہ سمتوں کا بدلنا فطری ہے یا پھر اس میں واقعی کوئی اسرار ہے؟" اس کی پرتپش نظروں سے گھبرا کر وہ چہرہ پھیر گئی تھی۔سارا وجود جلنے لگا تھا' معارج تغلق کیوں اس کی آزمائش کررہا تھا' کیوں جان کو مشکل میں ڈال رہا تھا۔

"میں نہیں چاہتا تم تجربات سے گزرو یا کوئی معرکہ آرائی کرو' مجھے چوٹی سر کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں مگر میں تمہارے لیے دنیا تیاگ دینے کو فی الحال مائل نہیں۔یہ کچھ مشکل ہے۔تمہارا حسن دو آتشہ سہی' یہ پیکر چاند سا سہی' مگر خرد کو خیرباد کہہ دینا اتنا مناسب دکھائی نہیں دیتا۔مجھے کچھ مہلت دو' میں سنبھلنا چاہتا ہوں یوں بہتے بہتے کسی غلط سمت نہ نکل جاؤں' مجھے یہ خدشہ ستاتا رہا ہے۔اسی لیے تمہارے ساتھ اور تمہاری سمت بہنے سے خود کو روکتا رہا ہوں' تم کوئی اسرار رکھتی ہو' کچھ تو ہے تم میں۔کوئی جادو یا پھر کوئی طلسم۔مگر کچھ ہے۔" گرم گرم سانسیں اسے اپنے چہرے پر محسوس ہوئی تھیں۔انائیا ملک

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر ہمت کرکے فاصلوں کو برقرار رکھنا چاہا تھا پھر وہ کمزور سی آواز میں بامشکل بولی تھی۔

"دیر... دیر ہورہی ہے ہمیں۔" اس کے پاس مناسب جواز تھا۔

مگر معارج تغلق نے سنی ان سنی کردی تھی۔اسے لے کر آئینے کے سامنے آن رکا اور خود اس کی پشت پر رک کر اسے آئینے میں بغور دیکھا پھر ایک بیش قیمت نیکلس اس کی گردن میں پہنا دیا تھا۔ستائشی انداز میں اس کے عکس کو آئینے میں دیکھا تھا۔انائیا ملک دنگ رہ گئی تھی' نیکلس کی چمک سے اس کی آنکھیں خیرہ ہورہی تھیں۔معارج تغلق نے اس پر اپنی پسندیدگی کی مہر ثبت کی تھی۔انائیا ملک کو جیسے انگاروں نے چھوا تھا۔

"یہ... یہ بہت قیمتی ہے اگر کھوگیا تو..." اس نے اس کی توجہ بانٹنے کو بولنا مناسب خیال کیا تھا۔وہ اس کی توجہ' اس کا دھیان کسی اور طرف موڑنا چاہتی تھی۔اس کی دیوانگی اس کے لیے خطرہ تھی' وہ ایک حد بندی رکھنے کی حتی الامکان کوشش کررہی تھی۔

"یہ بے قیمت تھا' بیش قیمت اب ہوا جب تمہاری گردن میں آیا۔ کھو جاتا ہے تو کوئی فرق نہیں مگر یہ لمحے کھو جاتے یا تم ساتھ نہ ہو تو یہ نقصان ناقابل تلافی ہوگا۔ یہ نیکلس حیران ہے صرف اس لیے کہ تمہارا لمس اسے میسر ہے۔ تم نے اسے چھو کر نایاب کیا۔" انائیا ملک کو یقین نہیں آرہا تھا' یہ وہی معارج تغلق تھا' یا پھر یہ کوئی اور نیا کھیل تھا؟

...☆☆☆...

محبت بہتے پانی سی

کچھ الجھی سی کچھ سلجھتی سی

کچھ جانی کچھ انجانی سی

کتابوں میں دبے پھولوں سی

بارشوں میں بھیگے لہجے میں بولتی

کائی لگی درزوں میں چھپی

تارا تارا جلتی بجھتی

بند گھڑیوں کو کھولتی باندھتی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

لمحوں کو گنتی' دنوں کا شمار کرتی

کچھ مضطرب' کچھ جان گسل

کائی لگی درزوں میں چھپی

بند گھڑیاں کھولتی باندھتی

میرے گرد طواف کرتی

مجھے پہلے سے زیادہ حیران کرتی ہے

محبت حیراں حیراں سی

انابیتا بیگ چیزوں کی لسٹ بنا کر ملازم کو دے رہی تھی۔ ساتھ ہی کسی کو ڈیکوریشن میں مدد دے رہی تھی اور ہدایتیں دے رہی تھی۔ سادہ سے حلیے میں وہ اپنے آپ سے الجھتی ہوئی اس لمحے وہ جیسے سب سے چھپنے اور بھاگ جانے کے جتن کر رہی تھی' دامیان نے دور کھڑے اسے دیکھا پھر اس کی سمت

بڑھنے لگا۔وہ اتنی محو تھی کہ اسے اپنی سمت آتا نا دیکھ پائی‘ دامیان سوری اس
کے مقابل آن کھڑا ہوا۔

”خود کو امتحان میں ڈالنے کی کیوں ٹھان رکھی ہے؟ جب صاف منع کردیا تھا تو
پھر کیا ضرورت تھی آنے کی؟“ وہ پوری توجہ سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھ رہا
تھا۔انابیتا بیگ نے اس کی سمت نگاہ نہیں کی تھی۔وہ بہت بزی تھی یا پھر
ظاہر کررہی تھی۔وہ توجہ دیئے بنا پلٹ کر اپنے کیے گئے انتظامات کو دیکھنے
کے لیے آگے بڑھ آئی تھی۔یہ سارے جتن وہ کس کے لیے کررہی تھی؟
دامیان سوری سینے پر ہاتھ باندھے اطمینا ن سے کھڑا اسے یہاں سے وہاں بھاگتا
دیکھ رہا تھا۔وہ یہ ساری تگ و دو اس کے لیے کررہی تھی‘ صرف اس کی
خوشیوں کے لیے؟

کیا وہ ایسا کرنے میں خوش تھی؟ سب کو جلدی جلدی چیزیں وہاں سے
ہٹانے کے لیے کہہ رہی تھی مگر کوشش کرتے کرتے بھی سب بھیگ ہی
گیا تھا۔وہ بہت اداس سی گھٹنے ٹیک کر وہیں گھاس پر بیٹھ گئی تھی کچھ دیر
تک خالی خالی نظروں سے سب تیاریوں کو دیکھتی رہی تھی‘ پھر جانے کیوں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔تیز برستی بارش میں وہ کس بات کا زیاہ سوچ
کر رو رہی تھی‘ کس بات کا ملال تھا جو یہ آنسو یوں بہہ رہے تھے اور بے
قدر ہوکر بارش کا حصہ بن رہے تھے۔

وہ اس لمحے بہت معصوم لگی تھی کسی بچی کی طرح‘ جو بہت اہتمام سے سب
سجائے اور ایک لمحے میں سب ڈھیر ہوجائے۔دامیان سوری اسے دور کھڑا دیکھتا
رہا پھر اس کے قریب آکر گھٹنے ٹیک کر اس کے سامنے بیٹھ گیا اور اسے
بغور دیکھنے لگا۔وہ اس کی سمت بنا دیکھے رو رہی تھی اور چاہتی تھی کہ اسے اس
کی خبر نہ ہو۔دامیان سوری کی آنکھیں اسے بھرپور دیکھ رہی تھیں‘ پھر آہستگی
سے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔

”میں جانتا ہوں‘ آسان نہیں ہے بہت کٹھن ہے مگر تم کیوں کررہی ہو؟ کس
کے لیے؟ میں دیکھنا چاہتا تھا‘ آزمانا چاہتا تھا تم کر بھی پاؤ گی یا کہ نہیں۔تم
میں حوصلہ ہوگا بھی کہ نہیں۔مگر تم نے مجھے ہرا دیا انابیتا بیگ! صرف یہ
جتانے کے لیے کہ تم میں ہمت ہے تم یہ سب کر گزریں؟ صرف مجھے غلط
ثابت کرنے کے لیے کہ جو میں سوچتا ہوں غلط ہے؟ تم ایسا کیسے کرسکتی ہو

انابیتا بیگ! تم میرے اور اپنے ساتھ ایسے تجربات کیسے کر سکتی ہو؟ مجھے روکتیں کیوں نہیں، ٹوکتیں کیوں نہیں؟ غصہ ہے تو نکال باہر کرو، کچھ بُرا لگ رہا ہے تو مجھے بتاؤ، یہ کیا ہے انابیتا؟ تم ایسے پانی جیسی کیسے ہو رہی ہو جیسے ڈھال رہا ہوں ویسی کیوں بنتی جا رہی ہو؟ تمہارا اپنا وجود کیا ہے، اس کی نفی کیوں کر رہی ہو؟ اپنے دل کو کیوں جھٹلا رہی ہو اور سب سے بڑھ کر مجھے... مجھے کیوں جھٹلا رہی ہو؟" وہ اس کے سامنے ڈٹ کر آج ہر بات سے پردہ اٹھانے کی ٹھان رہا ہے مگر وہ یک دم اٹھی تھی اور وہاں سے نکل جانا چاہا تھا مگر تبھی دامیان سوری نے سرعت سے اس کا ہاتھ تھام کر اپنی طرف کھینچ لیا تھا۔وہ سنبھل نہیں سکی اور اس کے سینے سے آن ٹکرائی تھی۔برستی بارش میں جیسے وجود کو انگاروں نے چھوا تھا، وہ سنبھل کر سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی تھی۔چہرہ بے رنگ تھا اور آنکھیں سرخ، دامیان سوری کو اس کی کیفیت کا بھرپور اندازہ تھا مگر وہ اس کے زخموں پر مرہم رکھنے کے چکر میں ہر بات کو پہلے سے زیادہ بگاڑ جاتا تھا، جیسے اسے اس بات کا باخوبی احساس تھا تبھی اس کی سمت دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"سنو انابیتا! مجھے اندازہ ہے میں غلط کر رہا ہوں، میں نے ہمیشہ غلط ہی کیا ہے مگر تم کیا کر رہی ہو انابیتا؟ کیوں راستے بند کر رہی ہو، دم گھٹ جائے گا انابیتا! ایسا مت کرو، مجھے مارو، پیٹو، غصہ کرو مگر پلیز خود کو یہ سزائیں نا دو، تم کو اس بھنور میں پھنسانے والا میں ہوں، اس سب کا ذمہ دار میں ہوں مگر کیا جانتی ہو تم، کسی سچ کی خبر نہیں تمہیں۔اس دل کی کیوں نہیں سنتیں تم؟ ادھر... ادھر دیکھو، میری طرف نظرو کرو انابیتا! تم کیوں انجان بننا چاہتی ہو؟" وہ اسے تمام معاملات کی آگاہی دینے کا ارادہ کر رہا تھا مگر انابیتا جیسے کچھ سننا نہیں چاہتی تھی۔

"میں تم سے کوئی بات کرنا نہیں چاہتی دامیان سوری!" سخت لہجے میں کہتے ہوئے اسے گھورا تھا۔برستی بارش میں اس کا چہرہ کچھ اور کھل گیا تھا۔وہ بہت دل کشی رکھتی تھی یا پھر دامیان سوری اس کے سامنے گھٹنے ٹیک دینے پر مائل تھا۔اسے تھام کر کچھ قریب کیا تھا، بھرپور وارفتگی سے اس کی آنکھوں میں جھانکا تھا۔اس بارش میں کوئی جادو تھا، کوئی طلسم تھا یا پھر یہ محبت ارد گرد پھیلی تھی۔دامیان سوری نے اس کے چہرے کو بغور دیکھا پھر اپنا

چہرہ اس کے قریب لے آیا تھا۔انابیتا بیگ ساکت سی اس کی سمت دیکھ رہی تھی۔کوئی شے تھی جو ان دونوں کو باندھنے لگی تھی۔دامیان سوری کی نگاہوں سے پھوٹتی تپش کا احساس تھا کہ اس کی دھڑکنوں کا شور، انابیتا بیگ اس سے دور جانے کے جتن کرتی ہوئی اس لمحے بے بس دکھائی دی تھی۔

"مجھے احساس ہو گیا ہے انابیتا! محبت ارد گرد پھیلی ہوئی ہے اور اس کا احساس بھرپور ہے۔میں جان گیا ہوں انابیتا! یہ احساس کیا ہے مجھ سے یوں دور مت رہو، یہ دیواریں اٹھانا بند کردو مجھے گوارا نہیں ہے، حسد ہوتا ہے جلن ہوتی ہے، تمہیں ہوا بھی چھو کر گزرے تو میں طوفانوں کی زد پر آجاتا ہوں، یہ موسم تمہاری سانسوں سے مہک رہا ہے تو مجھے جلن ہو رہی ہے۔یہ بوندیں تمہیں چھو رہی ہیں تمہارے لمس سے دہک رہی ہیں تو مجھے گھٹن ہو رہی ہے، زمانوں کو، موسموں کو تہس نہس کرنے کو دل چاہتا ہے، جانتی ہو ایسا کیوں ہے کیوں جاننا نہیں چاہتی ہو تم؟ یا پھر جانتے بوجھتے بھی اگنور کرنا چاہتی ہو؟"

اس کے لب اسے اپنے بالوں پر ہلتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔بارش میں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جیسے اسے انگارے چھو رہے تھے۔اس کی دیوانگی عروج پر تھی، جیسے وہ بے خود ہو رہا تھا۔

"ہار رہا ہوں میں انابیتا! ہار گیا ہوں، کہو تو زمانے وار دوں، دنیا تیاگ دوں، کیا کروں؟ جو کہو گی کروں گا، جیسا جیسا کہو گی ویسا ویسا کروں گا۔بس اتنا یقین دلا دو کہ اس کے آگے جو دنیا ہو گی وہ صرف اور صرف میری ہو گی۔ اس دل کی دھڑکنوں پر بس میرا حق ہو گا، آنکھوں کی سب روشنی میری ہو گی۔مانگنے کا حق رکھتا ہوں کیونکہ صرف تمہارے لیے میں نے مدتوں کو سمیٹا ہے، فاصلوں کو جھیلا ہے۔کتنا بے حد... بے حساب چاہا ہے۔بس تمہیں خبر نہیں ہونے دی، چاہتا تھا تم خود محسوس کرو، مگر تم نے تو زبان پر تالے لگا دیئے۔تمہیں اس کی خبر ہوئی یا نہیں۔اس کی خبر نہیں مگر دل میں ایک قلق تھا تم میرا پیار محسوس

کرو، ایک ضد تھی تم پڑھو ان نظروں کے سارے بھید جان لو مگر تم تو بہت کوری ہو، تمہیں فرق ہی نہیں پڑا۔تمہاری بلا سے کوئی جیے یا پھر بھاڑ میں جائے۔تمہاری بے نیازی کمال کی ہے اور یہی مجھے اچھا نہیں لگتا۔مجھے اس بے

نیازی کو ختم کرنے کی ضد تھی‘ ضد تھی کہ تم بے خبر نہ رہو سو تمہیں نیازمند کرنے کی ٹھانی مگر تمہیں تو اس سے بھی فرق نہیں پڑا۔اس سے بھی کوئی سروکار نہیں۔انابیتا بیگ! ایسی بے حسی کیوں؟ اپنے نقصان کی تمہیں خبر نہیں‘ محبت ہے مجھے تم سے‘ کتنی محبت ہے کچھ خبر ہے؟ آئی لو یو ڈیم اٹ! تمہیں فرق کیوں نہیں پڑتا؟“ دامیان سوری نے پہلی بار باضابطہ اپنی محبت کا اظہار کیا تھا۔اس لہجے میں تپش تھی‘ انابیتا بیگ اگر صرف یہی اقرار سننا چاہتی تھی تووہ سن چکی تھی۔اس کا پورا وجود کسی طوفان کی زد پر آگیا تھا۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا دامیان سوری اس کے ساتھ کیا کوئی کھیل کھیل رہا تھا؟

ایک طرف وہ للی میک سے منگنی کررہا تھا اور دوسری طرف اس سے محبت کا اظہار کررہا تھا۔کیا تھا یہ؟ وہ ساکت سی دامیان سوری کو دیکھ رہی تھی۔اس کی آنکھوں کی تپش بے معنی تھی کیا؟ کیا یہ صرف کوئی ضد تھی؟

صرف اک خو تھی؟ وہ اس کی انا کو توڑنا چاہتا تھا‘ تار تار کرنا چاہتا تھا اس کا غرور؟ تہس نہس کرنا چاہتا تھا اس کا وقار؟ کیا چاہتا تھا وہ؟

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”آئی لو یو انابیتا! مجھے تم سے بے انتہا اور بے حد پیار دل کی گہرائیوں سے‘ میرے دل میں بس تم ہو کوئی اور نہیں۔صرف تم ہو جسے میں چاہتا ہوں‘ بے حد بے حساب۔صرف تم ہو جس کی مجھے ضرورت ہے۔وہ تم ہو انابیتا بیگ! میری تمنا تم ہو‘ میری خواہش تم ہو مگر تمہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور کیا کروں‘ کتنے چکر کاٹوں تمہارے گرد؟ کتنا طواف کروں‘ میری عبادتوں کا شمار تم نہیں کرتیں؟ میری ریاضتوں کی خبر تمہیں کیوں نہیں‘ یہ جو ایک جنوں تم سے وابستہ ہے اس کی خبر تمہیں کیوں نہیں ہے؟ صرف اس لیے کہ تمہیں اپنی انا اپنے دل سے زیادہ پیاری ہے۔اس دل کے شور کو کان بند کرکے نہیں سنا چاہتی آخر کیوں؟ اس سچائی کو جھٹلانا چاہتی ہو کہ میں بھی تمہاری خواہشوں میں ہوں مگر یہ سب کرکے تمہیں کیا سکون ملے گا؟ کیا سکون ملے گا تم خود بھی بے سکون ہونا انابیتا بیگ! ایک اضطراب اب خود بھی جھیل رہی ہو اور مجھے بھی اس کا حصہ بنارہی ہو‘ قصور تمہارا ہے انابیتا! اگر تم صرف مجھ سے اقرار چاہتی تھیں تو لو میں نے اقرار کرلیا‘ ہار گیا میں‘ سارے کھیل ختم۔اب بولو کیا چاہتی ہو تم؟“ اس کو شانوں سے تھام کر وہ اس

کی آنکھوں میں بغور تکتے ہوئے بولا۔انابیتا ساکت سی اسے تکتی رہی تھی۔
دونوں بارش میں بھیگ رہے تھے مگر یہ موسم کوئی خوش کن احساس نہیں جگا رہا تھا' وہ پہلے سے زیادہ الجھ رہے تھے۔بارش دلوں کو ایک ساتھ باندھنے میں جیسے ناکام رہی تھی۔انابیتا نے اپنے گرد سے اس کی گرفت ہٹائی تھی اور اس موسم کے جادو کا حصار ایک پل میں توڑ دیا تھا۔الٹے قدم چلتی ہوئی اس سے دور ہوئی اور پھر پلٹ کر اس سے دور ہوتی وہاں سے نکلتی چلی گئی۔دامیان سوری کی ساری ریاضت بے کار گئی تھی۔اس کی پوری کوشش پر انابیتا بیگ نے پانی پھیر دیا تھا۔وہ ہارا ہوا سا کھڑا اسے جاتا دیکھ رہا تھا۔

...☆☆☆...

انائیا ملک کو یہ زمانہ خواب سا لگ رہا تھا۔اسے لگ رہا تھا وہ کسی اور دنیا میں آگئی ہو۔اس دنیا میں جہاں اس کا دوسری دنیا سے رابطہ نہیں ہونا تھا۔یہاں سے پلٹنا تھا تو کیا وہی پرانے زمانے اس کے منتظر ہونا تھے؟
معارج تعلق بہت مختلف لگ رہا تھا۔اس کی نظروں سے نکلتی شعاعیں اسے اپنے ساتھ باندھ رہی تھیں' اس کے دل کو جکڑ رہی تھیں۔

وہ التفات' وہ کرم اس کے لیے بہت نئی بات تھی اگر یہ صرف کسی ڈرامے کا حصہ تھا تو ٹھیک اور اگر یہ سب سچ تھا تو اس کی حقیقت کیا تھی؟ اسے ہمیشہ اس کے ساتھ تو نہیں رہنا' واپس لوٹ جانا تھا۔

دونوں کے راستے الگ تھے' تو وہ اس کے ساتھ کی متمنی کیوں ہورہی تھی اور وہ اس کے ساتھ ہوکر بھی اس کے ساتھ کیوں نہیں ہو پا رہی تھی۔

اس پارٹی میں دونوں کو ساتھ ساتھ دیکھ کر ہر نظر ستائشی انداز میں اٹھ رہی تھی۔اس کپل کو شام کا بیسٹ کپل قرار دیا جارہا تھا۔اس کے ساتھ قدم اٹھاتے ہوئے وہ کسی اور جہاں میں تھی۔بادلوں پر قدم رکھ رہی تھی شاید یا پھر فضاؤں میں اڑ رہی تھی۔

یہ اس کی خواہشوں میں تھا اس کی ہمراہی میں رہنا' اس کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنا' یہی اس کی تمنا تھی۔وہ ہمیشہ اس کی متمنی رہی تھی۔اسے چاہتی رہی تھی مگر وہ کتنا کٹھور تھا؟ کتنا بے مہر تھا۔

معارج تغلق نے اسے اپنی طرف دیکھتا پا کر اس کی سمت سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔اس نے سر جھٹک کر نفی میں ہلادیا تھا اور اس کی سمت سے نظر ہٹا گئی تھی۔

"تم میری طرف دیکھ سکتی ہو' میں پرایا نہیں ہوں۔" اسے بے خبر بنتے دیکھ کر معارج تغلق نے کہا تھا۔کیا وہ جانتا تھا کہ اس کی سمت دیکھ رہی ہے یا پھر وہ اس کی خواہشوں کو جانتا تھا؟ اس کے دل کی دھڑکنوں کو پڑھ رہا تھا؟ وہ آنکھیں میچ کر ایک لمحے کو گہری سانس خارج کرنے کو تھی جب اس کی آواز سماعتوں میں پڑی۔

"تمہیں یقین و گمان کے درمیان رہنا اچھا لگتا ہے یا پھر تمہیں خود کو پریشان کرنا اچھا لگتا ہے؟" انائیا ملک نے آنکھیں کھول دی تھیں۔سب ڈانس فلور پر محو رقص تھے' معارج تغلق نے ہاتھ اس کی سمت بڑھایا تو وہ چونکتے ہوئے دیکھنے لگی تھی۔

"اس شام کا بہترین جوڑا اگر ساتھ رقص نہیں کرے گا تو یہ شام بہت بے معنی ہوجائے گی نا؟" وہ خواہشوں کو بڑھا رہا تھا۔انائیا جیسے اس کا معمول بن

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

گئی تھی۔اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا' وہ رائل بلیو گاؤن میں کسی گڑیا سی لگ رہی تھی۔اس کے بازوؤں میں جیسے کوئی کانچ کا پیکر تھا اور معارج تغلق اس حقیقت سے جیسے واقف تھا۔اس شام میں کوئی طلسم تھا۔انائیا ملک اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی کشش محسوس کررہی تھی۔

معارج تغلق کی نظریں اسے اپنے ساتھ باندھنے لگی تھیں۔وقت ایک سحر پھونکنے لگا تھا۔وہ بے خود سی لمحوں کے سنگ بہنے لگی تھی۔خواہشوں کو بے لگام چھوڑ دیا تھا۔

معارج تغلق کی آنکھیں کچھ کہہ رہی تھیں' وہ معنی سمجھ سکتی تھی کہ نہیں مگر وہ ان آنکھوں سے بچنے کی سعی کررہی تھی۔ان کی طرف دیکھنے سے گریز پا تھی' اسے ڈر تھا جیسے وہ ہار جائے گی۔جیسے خود کی نہیں

رہے گی' اس شام کچھ عجیب ہوگا' اسے خدشات ستانے لگے تھے۔معارج تغلق نے بازوؤں کا دائرہ اس کے گرد تنگ کرکے اسے خود سے کچھ اور قریب کیا

تھا۔اس کی دھڑکنوں میں تلاطم سا برپا ہوا۔اس کا گریز بے معنی ہو گیا تھا۔ سارا تردد جاتا رہا تھا‘ ایک پل میں وہ اس کے سامنے زیر تھی‘ اس کے بازوؤں میں پگھل رہی تھی‘ چہرہ دہک رہا تھا۔

اس کی جان کسی قیامت کے زیر اثر تھی۔معارج تغلق کی نظروں میں جو تپش تھی‘ وہ اس کا سامنا نہیں کر پا رہی تھی۔معارج تغلق کے ساتھ اس کا رشتہ کچھ بھی ہو مگر وہ اس کی حقیقت جانتی تھی۔اس سے اس ماحول کا حصہ بنے رہنا ممکن نہیں رہا تھا۔وہ اس کی گرفت سے نکلنے کو مچلی مگر معارج تغلق جیسے اس پر مائل دکھائی نہیں دیا تھا۔اسے تھام کر قریب کیا تھا اور اس کے شانے پر سر رکھ دیا تھا۔

”مجھے جیت لو انائیا ملک! مجھے باندھ لو‘ میں بکھر رہا ہوں‘ الجھ رہا ہوں‘ مجھے سمیٹ لو۔کوئی کرم کرو‘ مجھے گمان ہے تم کر سکتی ہو۔سب ممکن ہے تمہارے لیے‘ کچھ ناممکن نہیں۔مجھے باندھ لو‘ بے بس کردو چاہے شکست پا کردو‘ زیر کرلو مگر مجھے یقین دو کہ یہ گزرتا وقت اتنا بے معنی نہیں‘ اس کی نبضوں پر ہاتھ رکھ کر تم سب ممکن کر سکتی ہو۔تمہیں وصف آتا ہے۔تمہارے لیے سب

کروں گا‘ بس یقین دو کہ تم اس شام میں اور آنے والے زمانوں میں وقت کی نبض تھامے رہو گی۔“ عجیب جنونی سا انداز تھا۔اس کی سانسیں اسے جلانے لگی تھیں۔وہ اس کی دیوانگی پر حیران تھی‘ یہ وقت کیا کھیل کھیل رہا تھا اس کے ساتھ؟

معارج تغلق کی بے تاب آنکھوں میں زمانے تیرتے لگ رہے تھے‘ خواہشوں کا انبار تھا اور وہ تھکنے لگی تھی‘ ٹوٹنے لگی تھی۔اس کی گرفت سے نکلی تھی اور تقریباً بھاگتی ہوئی باہر نکل آئی تھی۔تیز بارش میں رک کر گہرے گہرے سانس لیتے ہوئے اسے گمان بھی نہیں تھا کہ وہ اس کے پیچھے آگیا ہے۔اسے تھام کر وہ بہت مدھم لہجے میں بولا۔

”اپنے خدشے مجھے دے دو انائیا ملک! میں انہیں دور سمندر میں اچھال آؤں گا اور اس بات کا یقین دلادوں گا کہ اس کے بعد کوئی بدگمانی تمہاری طرف نہیں آئے گی۔“ اس کے لہجے میں عجیب پاگل پن تھا۔تیز بارش میں وہ اس کے لہجے کی تپش کو صاف محسوس کررہی تھی‘ اسے لگا وہ کوئی کرشماتی رات تھی‘ جیسے کوئی راز راز نہیں رہنا تھا‘ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا‘ وجود

کپکپا رہا تھا۔اناہیا ملک نے پلٹ کر معارج تغلق کی سمت دیکھا' اس نظر میں کیسے خدشے تھے کہ ان نظروں میں یک دم نرمی اتر آئی تھی۔وہ خواہشوں میں بہتے بہتے رک گیا تھا۔پیار سے اس کا چہرہ چھوا' نرمی سے تھپتھپایا تھا' وہ جیسے اسے اس بات کا یقین کرانا چاہتا تھا کہ وہ اسے نقصان نہیں پہنچائے گا اور وہ اس کا خیر خواہ ہے' اگر یہ محبت تھی تو بہت پُرکشش تھی۔اس کی نظروں سے پھوٹتی شعاعیں بہت سبک اور نرم تھیں۔وہ اس کی سمت خاموشی سے دیکھ رہی تھی۔معارج تغلق نے اپنا کوٹ اتار کر اس کے شانوں پر رکھ دیا تھا اور اس کا ہاتھ تھام کر گاڑی کی سمت لے آیا۔

”تمہیں اس طرح بارش میں نکلنا نہیں چاہیے تھا' سرد موسم میں بھیگنا ٹھیک نہیں۔“ معارج تغلق نے کہا اور پھر بنا اس کی سمت دیکھے گاڑی ہوٹل کی سمت بڑھادی تھی۔وہ اس کی سمت دیکھ نہیں سکی تھی' وہ جیسے کسی محاذ پر ڈٹی تھی' اس بار وہ کسی اور سے نہیں خود سے ہار رہی تھی۔

...☆☆☆...

محبت انوکھی چیز ہے اس کے تیور نرالے ہیں' مگر ہر رنگ دوسرے رنگ سے زیادہ چونکا دیتے ہیں' جہاں یقین ہونے لگے کہ بس یہی منظر آخری ہے وہیں محبت ایک اور موڑ لے کر قدموں میں رکھ دیتی ہے اور پھر اتنی ہی بے یقینی میں گھیر دیتی ہے' اناہیتا کے لیے ان لفظوں کو سننا کوئی خوش کن احساس نہیں تھا۔دامیان سوری کے انکار نے کوئی انوکھی دنیا نہیں بسائی تھی' نا خوابوں کے جہاں آباد کیے تھے' مگر اسے اس سے اور دوری پر لا پٹخا تھا' وہ دوسرے دن اس کی طرف نہیں گئی تھی۔خود کو کمرے میں بند کرکے پڑی رہی تھی۔

کیا چاہتی تھی وہ؟ وہ ہارے جائے؟

وہ ہار گیا تھا پھر کیا اور چاہیے تھا؟ وہ اس کا نہیں تھا؟ کسی اور کے ساتھ تھا۔

بس یہی قلق تھا یا پھر اور کچھ بھی تھا؟

وہ شام اندر کی گھٹن سے گھبرا کر ٹیرس پر آئی تھی جب ایکسل آگیا تھا۔

”تمہیں کیا ہوا؟ منہ پر بارہ کیوں بج رہے ہیں؟ تمہیں آج دامیان کی طرف نہیں جانا؟ میں نکل رہا تھا مگر گاڑی خراب ہوگئی' سوچا دوست سے لفٹ لے

کے تمہاری طرف آجاؤں، تمہیں بھی اسی طرف جانا ہوگا سو گاڑی کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا مگر اناہیتا نے اس کی سمت دیکھے بنا سر انکار میں ہلا دیا تھا۔

"میں نہیں جاؤں گی، تم آٹو پکڑ کر چلے جاؤ۔" اناہیتا بیگ نے ٹھان لی تھی جیسے اب مزید خود کو ان راہوں پر نہیں ڈالے گی۔

"تم سیریس ہو؟ مجھے لگا تم مذاق کررہی ہو۔" ایکسل کا مزاج عجیب تھا وہ ہر بات کو مذاق میں اڑانے کا فن جانتا تھا مگر وہ اس وقت موڈ میں نہیں تھی مگر وہ اس کے ساتھ سختی بھی نہیں برت سکی تھی۔

"ایکسل تمہیں دیر ہورہی ہے تم چلے جاؤ، میں واقعی نہیں جاؤں گی۔" وہ سنجیدگی سے بولی تھی۔

"تم ٹھیک تو ہو اناہیتا! کیا ہوا ہے تمہیں، دامیان سے کوئی پرابلم ہے... ہے نا؟" ایکسل نے پوچھا مگر وہ کچھ نہیں بولی تھی، تبھی ایکسل گہری سانس لیتے ہوئے بولا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"وہ پاگل ہے اناہیتا بیگ! اسے خبر نہیں ہے تم نے کسی ڈوبتے انسان کو دیکھا ہے، وہ خود کو بچانے کے لیے ہاتھ پاؤں مارتا ہے مگر دیکھنے والوں کو وہ ایک مضحکہ خیز کھیل لگتا ہے۔وہ خود سمجھ نہیں پارہا کہ وہ ایسا کیوں کررہا ہے مگر وہ سب کچھ شاید کسی بوکھلاہٹ میں کررہا ہے۔کسی بڑے طوفان سے یا پھر بھنور سے نکلنے کی کوئی کوشش بھی ہوسکتی ہے۔یہ تم جو دیکھ رہی ہو وہ کوئی خواب کی بات بھی ہوسکتی ہے، سب حقیقت ہی نہیں ہوتا اور سب سراب بھی نہیں۔" ایکسل کچھ بے وقوف تھا مگر کبھی کبھی کام کی بات بھی بول جاتا تھا، اس کی بات میں کچھ تو تھا کہ وہ اس کی سمت تکنے لگی تھی۔

"تم کیا سلجھانے کی کوشش کررہے ہو ایکسل! وہ جو بھی کررہا ہے اس سے مجھے کیا فرق پڑتا ہے اور مجھے کیا واسطہ ہے، یا سروکار ہے؟ میرا اس سے کچھ لینا دینا نہیں۔وہ کچھ بھی کرے، مجھے کوئی فرق نہیں

پڑتا۔" وہ خود اپنے آپ کو جھٹلا رہی تھی، ایکسل اسے دیکھ کر مسکرا دیا تھا۔

”انابیتا بیگ! وہ بھی تمہارے جیسا ہے کچھ کچھ‘ بہت انوکھے ہو تم دونوں مگر جس زاویئے سے میں دیکھ رہا ہوں اس سے اصل معاملے کا تعین زیادہ ہوتا ہے مگر افسوس تم دونوں اپنی اپنی جگہ چھوڑنے کو تیار نہیں۔دونوں مورچہ بندی کیے بیٹھے ہو اور دونوں مزائل داغ رہے ہو مگر ایک بات جو میں جانتا ہوں تم دونوں جاننا نہیں چاہتے یا پھر جانتے بوجھتے اگنور کرنا چاہتے ہو۔“ ایکسل بولا تھا تو انابیتا اس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

”تم دونوں ایک دوسرے کے لیے ضروری ہو یہ سب سے بڑی حقیقت ہے۔“ انابیتا بیگ سر نفی میں ہلانے لگی تھی‘ پھر مدہم لہجے میں بولی تھی۔

”ایکسل تم پاگل ہو؟ کیا کہہ رہے ہو تم؟ وہ بندہ منگنی کررہا ہے اور تم مجھے یہ کہہ رہے ہو کیا فضول کی بکواس ہے یہ؟“

”وہ منگنی کررہا ہے مگر کیوں؟ یہ بات سمجھنے کی کوشش کرسکتی ہو تم؟“ ایکسل بولا تھا۔

”ایکسل میں یہ سب سمجھنا نہیں چاہتی‘ تم اپنی انرجی ان باتوں پر ضائع مت کرو‘ تمہیں ابھی اپنے دوست کی منگنی کی تیاریوں میں بہت مدد دینا ہے‘ تم اپنی انرجی بچا کر رکھو۔“ انابیتا لاتعلق بننا چاہتی تھی۔

”تم غلط کررہی ہو انابیتا! اس نے جو کیا بہت غلط کیا‘ مگر تم بھی غلطی پر ہو۔“

”پلیز ایکسل! جاؤ یہاں سے‘ تم اس کی طرف داری مت کرو۔وہ ایک ڈرپوک انسان ہے‘ وہ کچھ نہیں کرسکتا‘ اس نے میری اتنی بے عزتی کی اور تم سمجھتے ہو مجھے اسے رعایت دینا چاہیے؟“

”محبت میں کتنی گنجائش ہوتی ہے انابیتا؟“ ایکسل کے سوال نے اسے ساکت کردیا تھا۔”محبت معاف کرسکتی ہے یا نہیں؟ اگر اس نے کوئی غلطی کی ہے تو وہ قابل معافی ہے کہ نہیں؟“ ایکسل اس کی بھرپور وکالت کررہا تھا۔

”تم جانتے ہو وہ کیا کررہا ہے ایکسل! اس سچوئشن میں تم چاہتے ہو میں اسے معافی نامہ جاری کروں‘ وہ منگنی کرنے جارہا ہے‘ وہ کسی اور کا ہونے جارہا ہے‘ تم ساری نرمی مجھ سے ہی کیوں چاہتے ہو‘ کتنا بڑا کروں دل کو؟ اسے

معاف کرنا آسان نہیں ہے‘ وہ غلطیوں پر غلطیاں کرنے والا انسان ہے‘ ایسے انسان کو کیا معافی نہیں دی جاسکتی۔“ وہ اٹل لہجے میں بولی تھی۔ایکسل نے شانے اچکا دیئے تھے۔

”وہ قدم بڑھاتا ہے تو تم ہاتھ کھینچ لیتی ہو‘ تم قدم بڑھاتی ہو تو وہ دور نکل جاتا ہے۔اس صورت حال میں کیا ہوسکتا ہے‘ کوئی نہیں جانتا۔مگر یہ سچوئشن بتاتی ہے کہ یہ کسی طوفان کا پیش خیمہ ہوسکتا ہے۔خیر تمہیں ایک بات بتانا تھی؟“ وہ جاتے جاتے پلٹا تھا۔

”وہ تم سے محبت کرتا ہے اور اب یہ تم پر منحصر ہے کہ تم اسے معاف کرتی ہو کہ نہیں یا پھر کوئی موقع دیتی ہو کہ نہیں یہ اس نے مجھے تمہیں بتانے کے لیے نہیں کہا مگر میں تم دونوں کا دوست ہوں اور تم دونوں کا خیرخواہ ہوں کہ خوش رہو‘ ایک ساتھ نہ سہی مگر اس بھنور سے باہر آجاؤ۔“ وہ کہہ کر پلٹ گیا تھا‘ انابیتا بیگ ساکت سی کھڑی اس کے لفظوں میں الجھنے لگی تھی۔

...☆☆☆...

جہانگیر ملک کے لیے یہ صورت حال پہلے سے زیادہ کٹھن تھی مگر وہ سمجھ سکتا تھا کہ اس کے بعد کیا ہوا ہوگا اور زائرہ ملک نے کتنا کچھ جھیلا ہوگا تبھی وہ اس سب کو بہت سکون کے ساتھ سمیٹنا چاہتا تھا۔یہ سب اس کے باعث ہوا تھا‘ گزرتے وقت کو لانا اس کے بس میں نہیں تھا مگر وہ اس کا ازالہ ضرور کرسکتا تھا۔تبھی وہ کچن کے دروازے پر آن رکا تھا‘ جہاں وہ ڈنر کی تیاری کرنے میں مصروف تھی۔

”کیا خیال ہے اگر آج ہم ڈنر باہر کریں؟“ جہانگیر ملک نے کہا تو وہ ملازم کو چیزیں تھماتے ہوئے چونک کر اس کی سمت تکنے لگی تھی پھر کچھ خاص ہدایتیں اسے دے کر جہانگیر ملک کی سمت آگئی۔

”آپ کو کچھ چاہیے؟“

”اوں... ہوں...“

”پھر؟“

”دل چاہ رہا تھا کہ ہم کہیں باہر نکلیں۔ بہت دنوں سے گھر میں پڑا ہوں۔ کچھ عجیب لگ رہا ہے۔“ جہانگیر ملک نے کہا تو زائرہ ملک نے ان کی طرف دیکھا تھا۔

”آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں‘ آیئے میں آپ کی دوائیں دے دوں۔“ وہ ہاتھ تھام کر مڑنے لگی تھی۔جہانگیر ملک نے اسے شانوں سے تھام لیا تھا اور بغور دیکھتا ہوا بولا۔

”زائرہ ایک دوسرے سے بھاگنے کا عمل اب ہمیں ترک کردینا چاہیے۔ میں ازالہ کرنا چاہتا ہوں‘ جو بھی غلطیاں ہوئیں میں ان کا بھرپور سدباب کرنا چاہتا ہوں۔ میں جانتا ہوں میں نے غلط کیا‘ خوشیوں کے دروازے تم پر بند کردیئے مگر اس کا ازالہ بھی ہے‘ مجھے موقع نہیں دو گی یا پھر یہ ناممکن ہے؟“ جہانگیر ملک نے کہا تو وہ حیرت سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

”ایسے کیا دیکھ رہی ہو زائرہ! تم سمجھ رہی ہو ایسے شخص کے لیے کوئی رعایت نہیں جو تم سے بے وفائی کرکے چلا گیا۔ کسی اور عورت کو اپنا لیا اور پھر ایک دن صرف اس لیے تمہاری طرف واپس آگیا کہ جیسے اس کے علاوہ کوئی راہ

نہیں تھی‘ تمہاری طرف پلٹنا میری کوئی مجبوری نہیں تھی زائرہ ملک! تمہاری طرف آنا میری آخری راہ تھی کیونکہ تم میری زندگی کا ایسا راستہ ہو جس کی ہر سمت منزل کی طرف نکلتی ہو کیونکہ تم راستہ نہیں ہو صرف تم منزل بھی ہو۔ میں بھٹک گیا تھا تمہارا گریز بجا ہے اگر تم کوئی گلہ رکھتی ہو تو اس کا جواز بھی معقول ہے مگر کیا اس سب کو ایسے ہی چلتے رہنے دیا جائے؟“ جہانگیر ملک کے لہجے میں ٹھہراؤ تھا مگر زائرہ ملک اس کی سمت سے نظریں ہٹا گئی تھی۔

...☆☆☆...

وہ کچن میں اپنے لیے کافی بنارہی تھی جب ایک مخصوص آواز کانوں میں پڑی تھی‘ وہ کسی سے بات کررہا تھا۔پارسا چوہدری پلٹی تھی اورملازمہ کی طرف دیکھا تھا۔

”کون آیا ہے؟“

”عدن بیگ صاحب! آئے ہیں‘ باہر اماں سے بات کررہے ہیں۔“ ملازمہ نے مطلع کیا تو وہ چونکی۔وہ آیا تھا اور آنے سے پہلے اسے بتایا بھی نہیں؟ وہ اتنا

دور جارہا تھا اس سے؟ جب وہ اس کے قریب ہورہی تھی وہ اسے پرے دھکیل رہا تھا' وہ کافی وہیں چھوڑ کر لیونگ روم میں آئی۔عدن بیگ اس کی موجودگی سے بے خبر اماں سے بات کررہا تھا۔

"میں یہاں کسی کام سے آیا تھا سوچا آپ سے ملتا چلوں اور..." پارسا اپنی موجودگی کا احساس دلانے کو اس کے سامنے آن کھڑی ہوئی تو وہ سر اٹھا کر اس کی سمت تکنے لگا تھا۔

"آپ نے بتایا بھی نہیں کہ آپ آرہے ہیں؟" وہ حیران تھی اماں دانستہ وہاں سے اٹھ کر چلی گئی تھیں تاکہ وہ اس سے بات کرسکے۔پارسا اسے بے یقینی سے دیکھ رہی تھی' عدن کچھ تھکا ہوا دکھائی دیا تھا۔

"کیسی ہو تم؟" اسے سامنے دیکھ کر پوچھا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں' یہ بنا بتائے آنے کی کیا ٹھانی؟ آپ کے پاس مطلع کرنے کو بھی وقت نہیں تھا؟" وہ شکوہ کررہی تھی' وہ مسکرا دیا تھا۔

"فیصل آباد کی آب و ہوا کمال کی ہے'کافی نکھر گئی ہو۔چہرے پر رونق آگئی ہے۔اچھی لگ رہی ہو ضرور اماں کے ہاتھوں کے بنے کھانوں کا کمال ہوگا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

یہ یا پھر تم واقعی بہت خوش ہو؟" وہ بات بدل رہا تھا۔پارسا کو اس کا انداز عجیب لگا تھا۔

"آپ ایسے عجیب کیوں ہورہے ہیں؟" وہ تھکے ہوئے انداز میں اس کے سامنے بیٹھی تھی۔

"جانتے ہیں نا آپ مجھے؟ واقف ہیں نا' اچانک سے سب فراموش کردیا؟" وہ مخصوص بیویوں والے انداز میں شکوہ کررہی تھی۔وہ بغور تکتے ہوئے مسکرادیا تھا۔

"بیوی بن کر جیسے سارے بڑے پتے ہاتھ لگ جاتے ہیں' تمہیں بھی شکوے کرنے خوب آگئے ہیں' تمہیں بتایا تو تھا مصروف تھا' وقت بہت کم ملا تم سے زیادہ بات نہیں کر پایا مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم غلط معنی اخذ کرتی پھرو۔" عدن بیگ بولا تھا۔"ملازم نے کہا تھا کافی تم بنارہی ہو' یہ تم خالی ہاتھ کیوں آگئیں؟ زیادہ دیر کے لیے نہیں آیا ہوں' تھوڑی دیر قیام کروں گا شام کی فلائٹ ہے۔" وہ بہت نارمل انداز میں بتارہا تھا' وہ زچ ہوگئی تھی۔

"کیوں کر رہے ہیں آپ ایسا اور شادی کے بعد ہی کیوں' اس سے پہلے تو آپ بہت انڈراسٹینڈ نگ تھے' ہر بات سمجھ میں آتی تھی پھر اب کیا ہو گیا؟ میں جو کہتی ہوں اس پر یقین کیوں نہیں ہوتا آپ کو؟ یہاں پاگلوں کی طرح بیٹھی ہوں آپ کی ایک کال کا ویٹ کرتی ہوں اور آپ مصروفیت کا بہانہ کر رہے ہیں' کیسے سطحی قسم کے مرد بن رہے ہیں آپ؟ مجھے آپ سے ایسی توقع نہیں تھی عدن بیگ!" پارسا نے شکوہ باکس کھول کر سامنے رکھ دیا تھا' کئی شکایتیں تھیں مگر وہ سب عرضیاں پڑھنے کے موڈ میں نہیں لگ رہا تھا۔

"میرا موبائل فون سوئچڈ آف تھا' بیٹری ختم ہو گئی تھی فون نہیں کر سکا مگر مجھے نہیں لگا تھا کہ فون کیے بنا آؤں گا تو میرا داخلہ ممنوع قرار دے دیا جائے گا۔" عدن بیگ اپنے مخصوص انداز میں کہہ رہا تھا۔ملازمہ کافی لے آئی تھی بہت سے لوازمات کے ساتھ وہ سرو کرنے تک پارسا خاموش رہی تھی۔ملازمہ کے جانے کے بعد وہ اسے بغور دیکھنے لگا تھا پھر سموسہ اٹھا کر اس کی سمت بڑھایا تھا۔

"تم لگتا ہے ڈھنگ سے کھا نہیں رہی ہو' چہرہ خاصا اتر ہوا ہے کچھ پریشانی ہے؟" وہ جیسے اس کی کیفیت سے انجان تھا یا انجان بننے کی کوشش کر رہا تھا پارسا کے لیے عجیب سچوئشن تھی۔

"آپ میرے ساتھ ایسا کیسے کرسکتے ہیں' آپ سب جانتے ہیں نا؟ مجھے مجرم کیوں بنا رہے ہیں' غلطی کیا ہے میری' پچھتاوے میں مبتلا کیوں کر رہے ہیں مجھے؟" وہ پھٹ پڑی تھی۔وہ اطمینان سے کافی کے سپ لے رہا تھا

"میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں پارسا! تم بھول گئیں ہم اچھے دوست تھے۔ میں چاہتا ہوں تم اب بھی مجھے اپنا اچھا دوست سمجھو' میں تمہارے مخالف نہیں جارہا' تمہارے مخالف نہیں جاسکتا۔" وہ جتاتے ہوئے بولا تھا۔

"کیا کر رہے ہیں آپ؟ کیا سمجھ رہے ہیں' کیا جتا رہے ہیں' غلطی کس سے ہوئی' کہاں ہوئی' مجھے کیوں لگ رہا ہے سب غلط ہو رہا ہے اور جو ہو گا اس سے بھی غلط ہو گا؟" وہ بہت الجھی ہوئی دکھائی دی تھی۔عدن نے اس کی سمت دیکھا پھر ملائمت سے مسکرا دیا تھا

"تمہیں لگتا ہے کچھ غلط ہوا؟ تم اس غلطی کو درست کرنا چاہتی ہو؟" وہ چونک گئی تھی، وہ کیا سمجھ رہا تھا۔

"میں کیا کہہ رہی ہوں، آپ کیا سمجھ رہے ہیں، آپ باتوں کو اپنے منتخب معنی کیوں پہنا رہے ہیں؟" وہ روہانسی ہوئی تھی۔

"ریلیکس پارسا! میں تمہارے مخالف نہیں جارہا میں تمہارے ساتھ ہوں مگر مجھے لگتا ہے ہمیں کچھ چیزوں کو درست طریقے سے کرنا ہے یہ ناگریز ہے۔تم نے مجھ سے شادی کی بات کی، میں سمجھ سکتا ہوں تم اس وقت مشکل میں تھیں اور وہی فیصلہ تمہیں مناسب لگا، تم اپنی فیملی سے مل رہی تھیں انہیں کھونا نہیں چاہتی تھیں اور انہیں خوش رکھنے کو تم نے وہ راہ چنی مگر شاید وہ تمہاری خوشی نہیں تھی پارسا! ابھی میرے پاس وقت زیادہ نہیں ہے، میں تم سے پھر اس ٹاپک پر بات ضرور کروں گا، مگر ابھی میری فلائٹ کا وقت ہورہا ہے مگر تم جب چاہو گی جس طرح چاہو گی، سب ویسا ہی ہو گا۔تمہیں صرف مجھ سے کہنے کی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ضرورت ہے اور میں ایک پل کی بھی دیر نہیں کروں گا۔تم جس طرح اپنی زندگی جینا چاہتی ہو تم جی سکتی ہو۔جس کے ساتھ جینا چاہتی ہو جی سکتی ہو، میں تم سے مکمل تعاون کروں گا۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

پارسا ہکا بکا رہ گئی تھی، وہ بہت اطمینان سے مسکراتا اس کی سمت دیکھ رہا تھا ہاتھ بڑھا کر اس کا چہرہ چھوا تھا۔

"اپنا خیال رکھنا۔" بولتے ہی وہ پلٹ کر وہاں سے نکل گیا تھا۔پارسا ساکت رہ گئی تھی۔

...☆☆☆...

انابیتا بیگ تیار ہوکر ٹینس کورٹ کے لیے نکل رہی تھی جب وہ اس کے سامنے آن رکا تھا۔وہ اس سے بات کرنے کے موڈ میں نہیں تھی سو اک نگاہ ڈالنا بھی گوارا نہیں کی تھی۔اس کے قریب سے نکل جانا چاہا تھا مگر دامیان سوری نے کلائی تھام لی تھی، وہ اس سے الجھنا نہیں چاہتی تھی تبھی اس کی سمت دیکھے بنا بولی تھی۔

"میری کلائی چھوڑو دامیان۔" اس کا لہجہ سپاٹ تھا مگر دامیان نے سنی ان سنی کر دی تھی۔

"تم سے کوئی بات نہیں کرنا مجھے' پلیز دامیان!" وہ نرمی سے بولی تھی۔

"مگر میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ آؤ بیٹھ کر بات کرتے ہیں کہیں۔"

"اب کیا بات کرنا ہے؟ یہ کیا بچپنا ہے دامیان! تمہیں چین کیوں نہیں پڑتا' نئی زندگی شروع کرنے جا رہے ہو کسی اور کی ہمراہی قبول کرنے جا رہے ہو پھر ملال و قلق کس بات کا ہے؟"

"مجھے بحث میں نہیں الجھنا ہے انابیتا! تم کچھ بھی ہو' کچھ بھی سمجھو مگر مجھے فی الحال اس موضوع کو لے کر تم سے کوئی مخالفت نہیں کرنا۔ مجھے وہ بات کرنا ہے جو میں کرنا چاہتا ہوں۔" وہ حتمی انداز میں بولا تھا۔ انابیتا بیگ نے سامنے کھڑی ہوئی ممی کی طرف دیکھا تھا' انہوں نے سر اثبات میں ہلایا تھا۔ وہ ممی کی بات کو رد کرنا نہیں چاہتی تھی' سو دامیان سوری کی طرف دیکھا تھا۔ وہ اس کی آنکھوں میں مثبت جواب پا گیا تھا' تبھی بولا تھا۔

"تم ریڈی رہنا میں تمہیں شام میں پک کر لوں گا۔" کہنے کے ساتھ ہی وہ اس کا ہاتھ چھوڑ کر پلٹا تھا اور باہر نکل گیا۔

...☆☆☆...

دو دن بعد ایشاع کی برتھ ڈے تھی مگر وہ اتنی ڈاؤن فیل کر رہی تھی کہ اسے کوئی مدد نہیں دے پا رہی تھی۔ خود اپنے الجھاوں میں اتنی الجھ کر رہ گئی تھی۔ اس کی زندگی کس طرف جا رہی تھی وہ سوچ سوچ کر تھک گئی تھی۔ صبح اٹھی تو بیڈ کی دوسری طرف دیکھا جہاں معارج تغلق نہیں تھا۔

معارج تغلق عجیب ہو رہا تھا' انائیا ملک کے لیے دوریوں کو بنائے رکھنا محال ہو رہا تھا' وہ کوششیں کر کے تھک رہی تھی اتنی قربتوں میں گر کر وہ کمزور پڑنا نہیں چاہتی تھی۔ وہ کیوں سمجھ نہیں رہا تھا کہ اسے واپس پلٹنا ہے؟ وہ اتنا بے خود تو کبھی نہیں ہوا تھا مگر رات جس طرح وہ پارٹی میں تھی وہ دیوانگی اس سے بھولے نہیں بھول رہی تھی۔ وہ ہوٹل کے کمرے میں واپس لوٹتے ہوئے ڈر رہی تھی۔ اسے معارج تغلق سے خوف محسوس ہو رہا تھا مگر اس کا انداز بس کیئرنگ تھا اس سے زیادہ کچھ نہیں شاید وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ

اسے خوف زدہ کرنے کا باعث بن رہا ہے' تبھی رات کوئی بات کیے بنا وہ کروٹ لے کر سو گیا تھا۔

ان کے درمیان کوئی رابطہ ایسا نہیں تھا کہ وہ اس پر افسوس کرتی' وہ جو رشتہ اس کے ساتھ رکھتی تھی اس کے معنی کچھ نہیں تھے پھر وہ کیوں محسوس کررہی تھی کہ وہ اس کے ساتھ نہ ہوکر کوئی غلطی کررہی ہے؟

رات کے اس پہر میں کوئی جادو تھا اگر وہ اس کی ہمراہی کا طلب گار تھا تو وہ کیوں اجنبی ہورہی تھی؟ کیوں گریز پائی برت رہی تھی؟ اگر وہ محبت تھی تو وہ ہاتھ کیوں کھینچ رہی تھی؟

کیا وہ محبت تھی؟ جس سے وہ ہاتھ کھینچ رہی تھی؟

وہ پچھتاوے میں گرنے لگی تھی

تبھی وہ کافی کا کپ لے کر اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔وہ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی' وہ مسکرایا اور کافی کا کپ اس کی سمت بڑھا دیا تھا۔

"رات تم بہت خوب صورت لگ رہی تھیں' پارٹی میں سب تعریف کررہے تھے مگر تمہارا بارش میں بھیگنے کا آئیڈیا اچھا نہیں تھا' مجھے کچھ ٹھنڈ محسوس

ہورہی ہے' تم ٹھیک ہونا؟ اگر میرے جیسے مضبوط اعصاب والا بندہ چھینک سکتا ہے تو تمہارا کیا حال ہوگا؟"

"نہیں میں ٹھیک ہوں۔" وہ مدہم لہجے میں بولی تھی۔

"تم کافی پی کر تیار ہوجاؤ۔" وہ اٹھا تھا۔

"کہاں جانا ہے؟" وہ چونکی تھی۔

"اسکائی ڈائیونگ۔" وہ پلٹ کر مسکرا دیا تھا۔وہ خوف زدہ ہوگئی تھی۔

"مجھے لگا تم صرف پانی سے خوف زدہ ہو اور سوئمنگ نہیں کرسکتی' تبھی سکوبا ڈائیونگ کا منصوبہ ترک کرکے اسکائی ڈائیونگ کا ارادہ کیا مگر تم اس کے لیے بھی مائل دکھائی نہیں دیتیں؟ میرے ساتھ ہوتے ہوئے ڈر رہی ہو؟" وہ مسکرایا پھر اس کے قریب آیا اور ملائمت سے اس کے چہرے کو چھوا۔

"تمہیں ڈر لگتا ہے مگر کیوں؟ مجھ پر بھروسا نہیں' تمہیں لگتا ہے میں تمہیں کوئی نقصان پہنچنے دوں گا؟" مدہم لہجے میں کہی گئی بات میں اثر ہونا چاہیے تھا' انداز دل جیت لینے والا تھا مگر انائیا ملک اعتبار

کرنے کے مرحلے سے گزرنا دشوار خیال کررہی تھی۔

”میں تمہیں پروٹیکٹ کرسکتا ہوں انائیا تغلق! یہ میری ذمہ داری ہے تمہارا خیال رکھنا۔ تمہیں محفوظ رکھنا میرے فرائض میں آتا ہے اور اپنے فرائض سے میں پوری طرح واقف ہوں‘ فی الحال ڈرنے کی بات نہیں ہے ہم اسکائی ڈائیونگ کے تجربے سے نہیں گزر رہے‘ میں مذاق کررہا تھا‘ ہم نیا گرافال دیکھنے جارہے ہیں‘ تمہیں اچھا لگے گا نا؟“ وہ اس کی سمت پوری توجہ سے دیکھتا ہوا پوچھ رہا تھا۔ اس کا انداز پہلے سے بہت مختلف تھا۔ وہ بہت تحفظ دلانے والا انداز رکھتا تھا‘ اس کی قربت سے اب اسے خوف محسوس نہیں ہوتا تھا‘ وہ شاید اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا اور سطر سطر پڑھ بھی رہا تھا تبھی بولا۔

”تمہیں مجھ سے ڈر لگتا ہے انائیا! تمہیں لگتا ہے میں نقب زنی کرسکتا ہوں؟ جب گھر اپنا ہو تو دروازہ توڑنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ میں نے ایک بار جو حماقت کی وہ صرف غصے کے باعث تھی‘ اس کا ریزن تھا مگر میں حماقتوں کو دہرانے پر یقین نہیں رکھتا۔ تم پر میرا پورا حق ہے۔ جب تک تم اس

رشتے میں ہو تم میرا حصہ ہو مگر میں کسی بھی بات کے لیے تم پر زبردستی کرنا نہیں چاہتا۔ تمہارے اندر جو بھی خوف ہے اسے ختم کردو اگر مجھے کچھ چاہیے ہوگا تو میں اس کے لیے زبردستی نہیں کروں گا۔ میں نفس کا اتنا بُرا نہیں ہوں‘ نا میرا کریکٹر اتنا برا ہے۔“ وہ بولا تھا تبھی دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ انائیا جو اس کی سمت دیکھ رہی تھی‘ اس کی محویت ٹوٹی تھی۔

”یس!“ معارج تغلق بولا تھا۔ تبھی کسی نے دروازہ کھول کر جھانکا تھا۔ وہ کوئی بہت خوب صورت لڑکی تھی‘ انائیا ملک حیران رہ گئی تھی۔ معارج تغلق نے اسے حیرت سے دیکھا تھا‘ پھر دونوں مسکرائے تھے اور وہ آگے بڑھ کر اسے ملنے لگی تھی۔ معارج تغلق جس طرح اسے گلے مل رہا تھا انداز بتارہا تھا وہ اسے اچھے سے جانتا ہے۔

”بڑے بے وفا نکلے‘ پلٹ کر خبر نہیں لی۔ یہاں آئے بھی تو بتایا نہیں‘ سارے ربط توڑ لیے؟ میں نے کئی بار رابطے کی کوشش کی مگر ممکن نہیں ہوسکا۔ رات تم پارٹی میں تھے وہیں سے تمہارا سراغ ملا۔ کیا کررہے ہو آج کل؟ اوہ لڑکیوں کے بدلنے کا تسلسل اب بھی جاری ہے؟“ وہ مسکرائی تھی۔ انائیا ملک کی

سمت دیکھا تھا جو اب بھی بیڈ پر تھی وہ اپنے امیج کے بگڑنے پر کچھ خائف ہوئی تھی۔لڑکی نے معارج تغلق کی سمت دیکھا تھا' وہ شاید اس کے سامنے بات کرنا نہیں چاہتا تھا تبھی پلٹ کر اسے دیکھا تھا۔

"تم کافی لے کر تیار ہوجاؤ' میں نیچے جارہا ہوں' میں کچھ دیر میں واپس لوٹ آؤں گا۔" وہ اس لڑکی کا ہاتھ تھام کر دروازہ کھول کر باہر نکل گیا تھا' انائیا ملک الجھنے لگی تھی۔

"کون تھی وہ؟ معارج تغلق سے اس کا کیا رشتہ تھا؟

وہ ایسا کیوں کہہ رہی تھی کہ وہ لڑکیاں بدلنے کا عادی رہا تھا؟ کیا وہ سمجھ رہی تھی کہ وہ کوئی اس کی گرل فرینڈ تھی؟ یا پھر...

جب سے وہ معارج تغلق کے ساتھ تھی اس نے اسے کسی اور کے ساتھ نہیں دیکھا تھا۔اس کی زندگی میں کوئی اور لڑکی نہیں آئی تھی' پھر وہ ایسا امیج کیوں کری ایٹ کررہی تھی اور اس سے انائیا ملک کو کیوں فرق پڑرہا تھا؟ اور جب وہ بیوی تھی تو اسے کیوں فرق پڑرہا تھا کہ کوئی اسے کیا سمجھ رہا تھا؟

...☆☆☆...

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

للی نے بہت تھکے ہوئے انداز میں اپنی کنپٹیوں کو دبایا پھر ہاتھ بڑھا کر کافی کا کپ اٹھایا اور سپ لے کر سامنے دیکھا جہاں دامیان سوری کھڑا تھا۔وہ اسے دیکھ کر مسکرادی تھی۔

"دامیان شاہ سوری! کافی پیو گے؟" دامیان شاہ سوری اس کے انداز پر کچھ مجرم سا بن گیا تھا تبھی کسی احساس جرم میں مبتلا ہوتے ہوئے آگے بڑھا اور چیئر کھینچ کر اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔

"تم اچھا محسوس نہیں کررہی ہو نا للی؟" وہ ازالہ کرنے کو اس کا ہاتھ تھام کر کیئرنگ انداز میں بولا تو للی اسے دیکھ کر مسکرادی تھی۔ایسا کرتے ہوئے اس کی آنکھوں کی بے سکونی صاف دکھائی دے رہی تھی اور یہی بات دامیان سوری کو اچھی نہیں لگی تھی۔اسے اپنا آپ کچھ چھوٹا لگا تھا۔

"تم خوش نہیں ہو دامیان سوری! تم نے جیسا سوچا سب ویسا ہورہا ہے تو پھر...؟ اتنے پریشان کیوں دکھائی دے رہے ہو؟"

"میں پریشان اپنے لیے نہیں ہوں للی میک! مجھے تمہارے لیے اچھا فیل نہیں ہورہا۔ آئی نو یو آر ڈاؤن۔ اس مرحلے سے گزرنا تمہارے لیے آسان نہیں اور..." للی اس کی سمت دیکھ کر مسکرادی تھی۔

"کم آن دامیان! میں ایک اسٹرونگ لڑکی ہوں، میں کسی بھی طرح کے حالات سے نمٹ سکتی ہوں۔ مجھے اچھا نہیں لگتا کمزور ہونا، لیکن میں اتنی اسٹرونگ نہیں‌ہوں مگر ظاہر یہی کرتی ہوں کہ میں بہت اسٹرونگ ہوں۔ اس سے ایک فائدہ ہوتا ہے کہ مجھے کمزور ہونا اور کمزور دکھائی دینا پسند نہیں، میرے اپنے لیے میرے ہونے کا یقین کچھ بڑھ جاتا ہے اور پھر چاہے کسی اور کے لیے اس کی قدر ہو یا نہ ہو اس سے مجھے فرق نہیں پڑتا۔" وہ مسکرارہی تھی۔

"آئی ایم سوری للی میک!" وہ شرمندہ دکھائی دیا تھا تو وہ ہنس دی۔

"دامیان سوری! تم اس طرح محسوس مت کرو جیسے تم مجھے بے دردی سے ذبح کررہے ہو، تمہارا کوئی قصور نہیں ہے۔"

"تمہارا دل سچ میں اتنا بڑا ہے للی؟" وہ حیران ہوا۔ وہ خاموشی سے اس کی سمت دیکھنے لگی تھی پھر مسکرادی تھی۔

"شاید نہیں مگر تم سے کہا نا مجھے کمزور ہونا اور اور کمزور دکھائی دینا پسند نہیں۔ پھر چاہے میں ہاری ہوئی کیوں نہ ہوں، میں خود کو کبھی یہ دکھانا نہیں چاہوں گی کہ میں شکست خوردہ ہوں۔ میں اپنی کمزوریوں کا پتا کسی اور کو چلنے دینا نہیں چاہتی۔" وہ مضبوط لہجے میں بات کرنے کی ہمت کرتی ہوئی اس لمحے بہت بکھری ہوئی دکھائی دی تھی۔ دامیان سوری کو اس لڑکی کے ساتھ یہ سب کرنا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

"تم نے منع کیوں نہیں کردیا للی میک! ضروری ہے کہ تم میرے ہر صحیح غلط فیصلے پر سر جھکاؤ، ہاں کہو؟" دامیان سوری نے شکوہ کیا تھا۔

"میں تمہیں انکار نہیں کرسکتی دامیان سوری! چاہے اس کے لیے مجھے کسی بھی تجربے سے گزرنا پڑے مگر میں تمہیں نا نہیں کہہ سکتی۔" وہ صاف گوئی سے بولی تھی۔

"مگر یہ ٹھیک نہیں للی۔ میں تمہارے بارے میں غلط جذبات رکھتا تھا، آئی ایم ایکسٹریملی سوری!" وہ جیسے ازالہ کرنا چاہتا تھا۔

"تمہیں مدد چاہیے تھی دامیان سوری اور میں اس کے لیے تمہیں انکار کیسے کرسکتی تھی؟ اگر میری مدد کرنے سے تمہاری زندگی میں کچھ اچھا ہوتا ہے تو مجھے اس سے خوشی ہوگی۔" وہ مدھم لہجے میں بولی تھی۔دامیان سوری کو احساسِ جرم نے گھیرا تھا۔اپنا آپ اچھا نہیں لگا تھا۔

"تمہیں اپنے فائدے کے لیے استعمال کررہا ہوں' اچھا نہیں کررہا اگر مجھے انابیتا بیگ کو حاصل کرنا تھا تو مجھے اپنے زورِ بازو پر یقین کرنا چاہیے تھا۔مجھے تمہاری مدد لینا نہیں چاہیے تھی۔تم سے منگنی کا ڈرامہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔یہ سب کرنے میں' میں تمہیں تکلیف پہنچا رہا ہوں' مجھے اس بات کا اندازہ ہے۔ تم اتنی دوری سے چل کر یہاں آگئیں صرف میرے لیے' میری مدد کے لیے۔مجھے بہت برا محسوس ہورہا ہے للی میک! مجھے ایسا کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا تھا۔میں تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا' یہ کھیل مناسب نہیں' میرا خیال ہے تمہیں واپس چلے جانا چاہیے۔میں یہاں سب سنبھال لوں گا' اگر انابیتا کو میرا ساتھ قبول نہیں تو میں اس کے لیے اسے مائل نہیں کرسکتا۔کوئی زبردستی نہیں کرسکتا' نہ تم سے منگنی کا ڈرامہ کرنا۔مجھے نہیں لگتا کہ میں نے یہ سب کچھ

ٹھیک کیا ہو' مجھے ایسا کرکے کوئی اچھا احساس نہیں ہورہا۔" وہ بہت مدھم لہجے میں پچھتاوے کے ساتھ بولا تو للی میک نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

"تم اسے حاصل کرنا چاہتے ہو اور محبت میں سب کچھ جائز ہوتا ہے۔تمہیں جو صحیح لگتا ہے تم وہ کرو' باقی کی فکر چھوڑ دو۔" وہ مسکرا کر اسے ہر طرح کے احساس سے نکالنا چاہتی تھی۔

"میں اتنا بے حس نہیں ہوسکتا للی میک! یہ کوئی اچھا آئیڈیا نہیں ہے' میں قبول کرتا ہوں کہ میں بہت جذباتی واقع ہوا ہوں مگر ہر بار کچھ اچھا کرنے کے چکر میں مجھ سے بہت کچھ غلط ہوجاتا ہے۔مجھ سے غلطیاں کچھ زیادہ ہوتی ہیں' میں چیزوں کو بنانے کے چکر میں اور بھی بگاڑ دیتا ہوں۔غلطیاں ہونے کا تناسب بہت زیادہ ہوتا ہے میں اپنی غلطیوں کو گن گن کر تھک جاتا ہوں اور شمار ختم نہیں ہوتا۔ہر بار کچھ اچھا کرنے کے چکر میں قدم اٹھاتا ہوں اور ہر بار احساس ہوتا ہے کہ پہلے سے زیادہ غلط کردیا۔" وہ بہت بکھرا دکھائی دیا

تھا۔للی میک نے اس کے ہاتھ پر دوستانہ ہاتھ رکھ کر ایک نرم سی مسکراہٹ اسے دی تھی۔

”غلطیاں سب سے ہوتی ہیں دامیان سوری! ہم اپنی غلطیوں سے ہی سیکھتے ہیں‘ مجھے یقین ہے تم مزید غلطیاں نہیں کرو گے اور اب سدھار لے آؤ گے‘ اس جھوٹی منگنی کا ڈرامہ اتنا برا آئیڈیا نہیں وہ تمہارے قریب آرہی ہے‘ اسے جلن محسوس ہورہی ہے‘ یہ فطری احساس اس کے اندر ابھر رہا ہے۔وہ اس سے بچ نہیں پارہی کیونکہ وہ تم سے محبت کرتی ہے۔اس کے اندر وہ محبت سر اٹھا رہی ہے جسے وہ ہمیشہ دباتی رہی ہے۔مجھے تمہیں مدد دے کر خوشی ہورہی ہے۔مجھے یقین ہے وہ اس بات کا جلد اقرار کرے گی کہ وہ تم سے محبت کرتی ہے مگر تمہیں بھی گھٹنے ٹیک کر ایک جنٹل مین کی طرح اس سے معافی مانگنا چاہیے‘ تم نے اسے بہت ستایا ہے‘ بہت زچ کیا ہے‘ میں لڑکی ہونے کے ناتے اس کے جذبات سمجھ سکتی ہوں ایک لڑکی کی عزت‘ اس کا وقار اس کی ایگو‘ اس کی سلف ریسپکٹ اس کے لیے بہت معنی رکھتی ہے۔تم نے اس کے اس وقار کو مجروح کیا ہے‘ اس کے لیے اگر وہ تمہیں سزائے موت

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بھی دیتی ہے تو اس کا وہ قلق جوں کا توں موجود رہے گا‘ تمہارا سر قلم کرواکے بھی اس کے اندر کا وہ احساسِ ندامت ختم نہیں ہوگا۔تمہیں اسے کسی کانچ کی گڑیا کی طرح ٹریٹ کرنے کی ضرورت ہے مگر اسے گڑیا سمجھ کر اس سے کھیلنا بند کردو‘ اسے عزت دو اور اس تحفظ کا احساس دو لڑکی کو محبت عزت کے ساتھ دی جائے تو اسے اچھا لگتا ہے۔محبت کرتے رہنے کا ڈھنڈورا پیٹتے رہو اور اسے عزت نہ دو تو وہ کبھی تمہارے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہیں دے گی۔لڑکیوں کی نفسیات کچھ مختلف ہوتی ہیں‘ حد سے زیادہ جذباتی ہوتی ہیں‘ کچھ بے وقوف بھی۔چھوٹی چھوٹی باتوں سے بہل جاتی ہیں مگر کبھی کبھی بہت چھوٹی چھوٹی باتیں اتنی ہی تکلیف بھی پہنچاتی ہیں۔“ للی میک بہت مدھم لہجے میں بول رہی تھی۔وہ اسے خاموشی سے دیکھ رہا تھا پھر بولا۔

”تم یہ سب باتیں کیسے جانتی ہو؟ تم مغربی ہو اور...“

”میں آدھی مشرقی بھی ہوں‘ میں جہانگیر ملک کی بیٹی ہوں شاید تم یہ بات نہیں جانتے۔میں اس کی تلاش میں یہاں آئی تھی‘ میری ممی کی خواہش تھی

میں اس سے ملوں۔" وہ ایک اور راز سے پردہ اٹھاتی ہوئی بولی تھی۔وہ چونکا تھا۔

"جہانگیر ملک!"

للی کی آنکھوں میں ایک لمحے کو سکوت ٹھہرا پھر گہری سانس خارج کرکے وہ پرسکون لہجے میں بولی تھی۔

"جہانگیر ملک! انابیتا بیگ کے انکل ہیں' زائرہ ملک کے شوہر۔اس رشتے سے انابیتا بیگ میری کزن ہے۔میں انابیتا کی کزن انائیا ملک کی چھوٹی بہن ہوں۔" دامیان سوری چونکا تھا۔

"وہاٹ! کیا انابیتا بیگ یہ سچ جانتی ہے؟" دامیان سوری نے پوچھا۔

"نہیں' اس سچ کو صرف چند لوگ جانتے ہیں اور کوئی واقف نہیں۔" للی نے اسے بتایا۔

"تو تم اس لیے انابیتا بیگ کو سپورٹ کرنے یہاں چلی آئیں کیونکہ وہ تمہاری کزن ہے؟" وہ بولا تو للی نے اس کی سمت خاموشی سے دیکھا اور پھر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"مجھے آرام کرنا چاہیے ہم بعد میں بات کریں گے۔" کہتے ہی وہ پلٹ کر سیڑھیاں چڑھ گئی تھی۔دامیان سوری اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔وہ صحیح معنوں میں اسے ایک بہادر اور مضبوط لڑکی لگی تھی۔

...☆☆☆...

معارج تغلق اسے ہمیشہ حیران کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔وہ جب اس کے لیے پگھل رہی تھی' ہر لمحہ اسی کو سوچ رہی تھی' تب وہ یک دم ہی اپنی توجہ کا رخ موڑ کر کسی اور سمت نکل کھڑا ہوا تھا۔وہ

لڑکی کون تھی' وہ نہیں جانتی تھی مگر شام جب وہ ہوٹل سے نکل رہے تھے وہ گاڑی کے سامنے آن کھڑی ہوئی تھی۔معارج تغلق کے لیے گاڑی کو بریک لگانا ناگزیر ہو گیا تھا تبھی وہ قریب آئی اور معارج تغلق نے کھڑکی کا شیشہ اتارا تھا۔وہ کھڑکی میں جھک آئی تھی' دلربا مسکراہٹ کے ساتھ معارج تغلق کو دیکھتے ہوئے وہ اسے مکمل نظر انداز کر گئی تھی۔

"کہیں جا رہے ہو؟"

"ہاں بس قریب ہی، تم کیا کر رہی ہو آج... شام میں فارغ ہو؟" معارج تغلق کو نوازشوں پر مائل دیکھ کر انائیا ملک کو شدید حیرت ہوئی تھی۔وہ لڑکی مسکرادی تھی۔

"فارغ تو نہیں ہوں مگر تمہارے لیے وقت نکالا جاسکتا ہے۔" اس کی مسکراہٹ بہت دلربا تھی۔اس کی زلفیں ہوا سے لہراتے ہوئے معارج تغلق کے چہرے کو چھو رہی تھیں۔دونوں کچھ لمحوں تک بات کرتے رہے تھے، معارج تغلق اس کی موجودگی بھول گیا تھا جیسے، یا پھر اسے اس سے فرق نہیں پڑتا تھا کہ وہ وہاں موجود ہے۔

"میں شام میں ملتا ہوں تم سے۔" معارج تغلق کا حتمی انداز اسے چونکا گیا تھا۔

دونوں نے گرم جوشی سے ایک دوسرے کو خیرباد کہا تھا اور معارج تغلق نے گاڑی آگے بڑھادی تھی، انائیا ملک کھڑکی کی سمت چہرے کا رخ پھیرے بیٹھی رہی تھی۔اس کا چہرہ سرخ ہورہا تھا۔شاید اندرونی خلفشار کا اثر تھا۔وہ کوئی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بات نہیں کر رہی تھی۔معارج تغلق بھی خاموشی سے ڈرائیو کرتا رہا تھا پھر شاید اس نے اس کا نوٹس لیا تھا۔

"تم اتنی خاموش کیوں ہو، طبیعت تو ٹھیک ہے؟" معارج تغلق کی نظرِ کرم پا کر بھی وہ اس کی سمت متوجہ نہیں ہوئی تھی۔خاموشی سے کھڑکی سے باہر دیکھتی رہی تھی، شدید جذبات کی کیفیت تھی یا پھر وہ اندر سے بہت بکھر رہی تھی کہ آنکھیں جلنے لگی تھیں۔گرم گرم کھولتے ہوئے آنسو رخساروں پر بہہ آئے تھے۔وہ نہیں چاہتی تھی کہ معارج تغلق ان آنسوؤں کو دیکھے تبھی چہرہ موڑے رہی تھی۔مگر معارج تغلق وہ راز پا گیا تھا تبھی گاڑی ایک طرف روکی اور بغور اس کی طرف دیکھا۔

"تم نے ٹھان لیا ہے کہ میری جان مشکل میں رکھو گی؟" اپنی توجہ ٹوٹنے پر وہ اس کی سمت دیکھ رہا تھا۔

"کس نے کہا گاڑی روکیں، میں نے تو نہیں کہا۔" وہ بنا اس کی سمت دیکھے بولی تھی۔آنسوؤں کا تسلسل جاری تھا، معارج تغلق نے اسے بغور جانچا تھا۔

”تم نے نہیں کہا مگر...“ وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔وہ چہرے کا رخ پھیرے تسلسل سے آنسو بہانے کا عمل جاری رکھے ہوئے تھی۔معارج تغلق نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا مگر اس نے جھٹک دیا۔معارج تغلق نے دوسری بار کوشش کی اور اس کا رخ اپنی طرف موڑ لیا اور پوری توجہ سے اس کا چہرہ تکنے لگا پھر چہرہ قریب کرکے اس کے بہتے آنسوؤں کو بہت ملائمت اور نرمی سے چنا۔اس التفات پر وہ بھونچکا رہ گئی تھی، نظر اس کی سمت اٹھ نہیں سکی تھی۔نگاہ اسے دیکھ نہیں پا رہی تھی۔وہ گریزاں گریزاں سی نظریں جھکائے بیٹھی رہی تھی۔وہ ایک پل میں منظر بدلنے کی طاقت رکھتا تھا جیسے وقت اس کے اختیار میں ہو اور وہ سارے زمانے کو ایک لمحے میں اپنے سنگ باندھ سکتا تھا۔ایک لمحے میں اس نے منظر بدلا تھا۔اس کی قربت سے سینے کے اندر موجود دل یک دم ہی بہت زور سے دھڑکا تھا۔وہ سارے شکوے، گلے، جلن، ایک لمحے میں ڈھیر ہوگئے تھے۔

معارج تغلق کی نظروں کی تپش سے اس کی پلکیں لرز رہی تھیں۔عارض دہک اٹھے تھے، معارج تغلق اس کے چہرے کی کیفیات کے تغیر کو بغور دیکھ رہا تھا۔پھر ملائمت سے اس کے چہرے کو چھوا تھا۔

”کس بات کا ڈر ہے تمہیں؟“ مدہم لہجے میں پوری توجہ سے تکتے ہوئے پوچھا۔

”کس بات کا خوف ستاتا ہے، بتادو گی تو مجھے انداز ہوجائے گا کہ معاملہ کس نہج تک پہنچ سکتا ہے۔مجھے کیفیات کا اندازہ ہوجائے گا اور پھر میں شاید کوئی سدباب بھی کرسکوں۔تمہیں سکون کو متزلزل کرنا آتا ہے، تم جانتی ہو کس طرح طوفان اٹھانا اور پھر انجان بننا ہے مگر میں اب ایسے کھیل کھیلنا نہیں چاہتا جاناں!“ معارج تغلق کا مزاج عجیب تولہ ماشا سا تھا۔وہ پل میں کچھ اور پل میں کچھ تھا، اس کا جھکا چہرہ ہاتھ بڑھا کر اوپر اٹھایا پھر مکمل توجہ سے تکتے ہوئے بولا۔

”دل چاہتا ہے تیاگ دوں سب کچھ مگر پھر سوچتا ہوں یہ مناسب نہیں، تمہیں جلن ہورہی تھی؟“ وہ نظریں بغور اس کے چہرے کو جانچ رہی تھیں، انائیا ملک

نے اس کی سمت دیکھا پھر خفا خفا سے انداز میں چہرہ پھیرنا چاہا تھا مگر معارج تغلق نے اسے ایسا نہیں کرنے دیا۔

"کسی اور کا ہونے لگوں گا تو تمہیں برا لگے گا؟"وہ غالباً محظوظ ہورہا تھا۔ انائیا ملک اسے کوئی تسکین دینا نہیں چاہتی تھی۔ تبھی اس کی سمت دیکھتے ہوئے سر انکار میں ہلادیا تھا۔

"مجھے فرق نہیں پڑتا کچھ بھی کریں آپ۔" وہ بے تاثر دکھائی دینے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔وہ خاموشی سے دیکھنے لگا پھر شہادت کی انگلی سے اس کی پیشانی سے لبوں تک ایک صراط بنائی اور مدہم لہجے میں بولا۔

"فرق نہیں پڑتا تو پھر یہ آنسو کیوں؟ ان لبوں پر اتنی چپ کیوں؟ اور یہ نظریں اتنا شدید احتجاج کرتی ہوئی کیوں محسوس ہورہی ہیں؟" وہ ہر بات کی خبر رکھتا تھا۔

"ان لبوں کی تازگی بہت دلکشی لیے ہوئے سہی مگر خاموشی میں کچھ سمجھ نہیں آتا' میں اس چہرے کی شادابی کا شیدا ہوکر سب گنوانا نہیں چاہتا۔یہ بے وقوفی ہوگی' دیوانگی میں اندھا ہوجانا اور ہوش گنوادینا مناسب نہیں' میں جب تمہارے

قریب ہوتا ہوں تو ہر بات پر اعتبار کرنے کو دل چاہتا ہے' دنیا کی تمام سچائی صرف تم لگتی ہو اور ساری دنیا ہیچ لگتی ہے ایک پل کو چاہتا ہوں سب بھلادوں' ہر حقیقت جھٹلادوں مگر پھر یہ اتنا مناسب نہیں لگتا' میں تمہارا بیمار نہیں رہ سکتا۔عجیب لگتا ہے ' میں ایسا نہیں تھا مجھے باندھنے کی کوشش میں تم شاید ہار جاؤ' تمہیں یہ بات تکلیف دے مگر میں ایسا ہی ہوں مجھے ایک منظر میں رہنا عجیب لگتا ہے میں دوسری دنیاؤں سے اپنے رابطے منقطع نہیں کرسکتا۔صرف ایک فرد کے لیے سب تیاگ نہیں سکتا۔" وہ سچائی بیان کررہا تھا۔

"میں آپ سے کچھ نہیں چاہتی' کچھ نہیں چاہیے مجھے۔" وہ اس کی سمت سے چہرے کا رخ پھیرتے ہوئے بولی تھی۔

"میں اس رشتے کی حقیقت جانتی ہوں' مجھے معلوم ہے یہ سب چند روزہ ہے اس کے بعد ہم اپنی اپنی راہ پر ہوں گے۔میں کوئی شکوہ نہیں کررہی' مجھے کوئی شکایت کا حق بھی شاید نہیں میں آپ کو باندھنا نہیں چاہتی۔آپ آزاد ہیں' اپنی مرضی کے مالک۔آپ کچھ بھی کریں۔" وہ مدہم لہجے میں بولی تو معارج تغلق نے اسے بغور دیکھا پھر جانے کیوں وہ مسکرادیا تھا۔

"مجھے کسی اور کا ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتیں نا تم... یہی سوچ کر جلن ہوتی ہے نا؟" وہ محظوظ ہورہا تھا مگر وہ کچھ نہیں بولی تھی۔

"تمہاری آنکھیں جو کہتی ہیں وہ تم نہیں کہتیں اور جو تمہارے دل میں ہے اس کی خبر تم خود کو بھی ہونے دینے سے ڈرتی ہو۔جب خود سے الجھتے الجھتے تھک جاؤ تو آکر میرے کان میں چپکے سے کہہ دینا' مجھے حیرت نہیں ہوگی۔شاید بہت سے رازوں سے تم پردہ اٹھانا نہیں چاہتیں مگر میں اس کے باوجود بھی بہت سے رازوں سے واقفیت رکھتا ہوں۔" اس مدہم لہجے میں کمال کا اعتماد تھا اور انانیا ملک اسے ساکت سی تکنے لگی تھی مگر معارج تغلق نے بہت پرسکون انداز میں گاڑی آگے بڑھا دی تھی۔

...☆☆☆...

دامیان سوری نے اسے اپنے مقابل بیٹھے دیکھا تھا' اس پرسکون ماحول میں وہ اس کے ساتھ تھی' اس کے سامنے تھی مگر وہ اس سے پہلے سے بھی زیادہ خائف تھی۔دامیان سوری کو سمجھ نہیں آیا کہ وہ کہاں سے شروع کرے' وہ بہت دیر تک اسے خاموشی سے دیکھتا رہا پھر اس کے ہاتھ پر بہت نرمی سے ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

"انابیتا بیگ! تم سے ایک بات کہنا ہے میں جانتا ہوں میں ہمیشہ تمہیں خود سے خائف کرتا رہا ہوں' تمہیں خود سے بدظن کرتا رہا ہوں مگر..." وہ لمحہ بھر کے توقف کے بعد پھر بولا۔

"تم جانتی ہو' بات نئی نہیں ہے' تم سمجھتی ہو میں تمہیں ہرانے کے چکر میں ہوں اور حقیقت یہ ہے کہ ایسا کچھ نہیں ہے مگر ایسا کچھ ہے جو ہر بات صحیح کرنے کے چکر میں پہلے سے کچھ زیادہ غلط ہوجاتا ہے۔میں ہر بار کچھ بنانے کی کوشش میں پہلے سے زیادہ بگاڑ دیتا ہوں' مجھ سے حماقتیں زیادہ ہوتی ہیں مگر ایک اور سچ ہے جو تم جانتے ہوئے جاننا نہیں چاہتی ہو اور مجھے بھی خبر لگنے

دینا نہیں چاہتی ہو' وہ سچ یہ ہے کہ مجھے تم سے محبت ہے۔مجھے معلوم ہے میں نے تمہیں بہت تکلیف دی ہے ہمیشہ مگر میں ایسا نہیں چاہتا تھا میں نے تم سے مخالفت کرنے کی کبھی نہیں ٹھانی تھی مگر ایسا ہوتا رہا اور..." اناہیتا بیگ نے اس کی سمت دیکھا پھر بولی۔

"اس سب کے بتانے کا کیا مطلب ہے دامیان سوری! یہ مدعا بیان کرنے کا کیا مطلب ہے اب؟ تم ایک نئے رشتے کی داغ بیل ڈال رہے ہو' نئی دنیا بسا رہے ہو اور اب یہ سب کہہ رہے ہو؟ کیا چاہتے ہو تم؟ تمہیں عادت ہوگئی ہے چیزوں کو توڑنے پھوڑنے کی؟ اور کتنے لوگوں کو تکلیف دینا چاہتے ہو تم؟ تمہارا پسندیدہ کھیل ہے یہ' مزا آتا ہے تمہیں اس طرح بنا کر بگاڑ کر؟ چاہتے کیا ہو تم؟ مذاق ہے تمہارے لیے سب؟ تم چاہتے ہو پیٹ بھر کر حماقتیں کرو اور پھر اس سے بری الذمہ ہوجاؤ؟" اناہیتا بیگ نے اسے بُری طرح لتاڑا تھا۔"میں تمہارے اس بچپنے کو نظر انداز نہیں کرسکتی دامیان سوری! یہ ناقابل معافی ہے' میں ایسی غلطیاں معاف نہیں کر سکتی۔" دامیان سوری اپنے اندر کی

نرمی کو زیادہ دیر بنائے نہیں رکھ سکا تھا۔اناہیتا بیگ کا انداز اسے طیش دلا گیا تھا۔

"اناہیتا بیگ تم معاملات کو پھر اسی نہج پر لارہی ہو اگر میں ایسا کرتا ہوں تو اس میں غلطی تمہاری بھی ہے۔تم ہمیشہ مجھے مخالفت کرنے پر اکساتی ہو۔" وہ الزام لگاتا ہوا بولا تو اناہیتا بیگ نے تھکی ہوئی سانس خارج کی اور پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"مجھے نہیں لگتا اس طرح بات چیت کرنے سے کچھ حاصل ہوسکتا ہے' میں تمہارے ساتھ یہاں بیٹھ کر اپنا ٹائم ویسٹ نہیں کرسکتی۔" وہ جانے لگی تو دامیان سوری نے اس کی کلائی پکڑ کر اسے روک لیا۔

"میری بات ابھی ختم نہیں ہوئی اناہیتا بیگ!" وہ ضبط سے بولا تو اناہیتا بیگ نے پلٹ کر اسے اطمینان سے دیکھا پھر بہت سکون سے بولی۔

"دامیان سوری! مجھے اس ملاقات سے کچھ سلجھتا دکھائی نہیں دیتا۔ہم فضول میں وقت گنوا رہے ہیں اور اگر تم مجھ سے معافی مانگنا چاہتے ہو' شرمندہ ہو' تو میں اس پر مائل نہیں ہوں تم ہزار بار سر بھی پٹخو گے تو تب بھی میں تمہیں

معاف نہیں کروں گی۔تم نے جتنی تکلیف مجھے دی ہے اس کا ازالہ کر ہی نہیں سکتے تم' دوسری بات تمہیں شرم آنا چاہیے' ایک رشتے کے ہوتے ہوئے دوسرے رشتے کی بات کر رہے ہو۔تم اپنے آپ کو میری نظروں سے مزید گرا رہے ہو۔تم جب ایک رشتے میں اپنی وفا داریاں نہیں دے پا رہے ہو تو دوسرے رشتے کو کیا دو گے؟ تم ایک خوف زدہ انسان ہو دامیان سوری! میری نظر میں ایک بزدل شخص کی کوئی حیثیت نہیں۔تم جب خود کا سامنا نہیں کرسکتے تو ڈٹ کر کسی اور کے مقابل کیسے کھڑے ہوسکتے ہو؟ میں تم سے کوئی بات کرنا نہیں چاہتی' میرا راستہ روکنا بند کردو' مجھ سے بات کرنا ترک کردو' مجھے بھی سکون سے جینے دو اور خود بھی۔" کہنے کے ساتھ ہی وہ کلائی چھڑا کر وہاں سے نکلتی چلی گئی اور دامیان سوری اسے جاتا دیکھتا رہا تھا۔

...☆☆☆...

دروازے پر دستک ہوئی تھی۔زائرہ نے دروازہ کھولا اور للی کو سامنے دیکھ کر حیران ہوئی تھی' للی بہت تپاک سے گلے ملی تھی۔

"تم اچانک کیسے...؟"

"کچھ دن ہوئے' کچھ کام تھا' سو ہوٹل میں قیام کیا اور آپ کو بھی بتایا نہیں۔" وہ اندر آئی تو سامنے ہی جہانگیر ملک بیٹھے تھے' وہ وہیں کھڑے ہوکر ان کی سمت دیکھنے لگی تھی۔زائرہ ملک نے اس کے گریز کو محسوس کرتے ہوئے اس کے گرد اپنا بازو پھیلایا تھا۔

"اس گھر کی بیٹی ہو تم' اس طرح کیوں کھڑی ہو اندر چلو۔بیٹھ کر بات کرتے ہیں پھر تمہاری پسند کا کھانا بناؤں گی ہم دیر تک خوب باتیں کریں گے۔" زائرہ ملک کا دل جیسے بہت بڑا تھا' للی مسکرادی تھی۔

"آپ کی یاد آرہی تھی سو آگئی مگر زیادہ دیر ٹھہر نہیں سکوں گی' مجھے واپس جانا ہوگا کچھ کام ہے سو آپ کے ساتھ صرف چائے پی سکوں گی۔" وہ آگے بڑھ آئی تھی۔

"صرف چائے؟" زائرہ ملک نے گھورا تھا۔"اور پرائے لوگوں کی طرح ہوٹل میں قیام کرنے کی کیوں ٹھانی؟"

"مجھے اچھا نہیں لگا آپ کو پریشان کرنا۔" وہ جہانگیر کے سامنے آن رکی تھی۔

"کیسے ہیں آپ؟" جہانگیر ملک نے اٹھ کر بہت پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور پھر گلے لگایا تھا۔ للی جو بہت کھنچی کھنچی سی تھی اس لمحے جانے کیوں اس کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔

"اپنے گھر آئی ہو اور پرایوں جیسا رویہ رکھ رہی ہو؟" جہانگیر ملک نے کہا تو زائرہ ملک ان دونوں کو دیکھتے ہوئے دانستہ منظر سے ہٹ گئی تھی اور کچن میں چلی آئی تھی۔

"آپ کی طبیعت کیسی ہے اب؟" للی نے پوچھا۔جہانگیر ملک نے سر اثبات میں ہلادیا تھا پھر اسے اپنے ساتھ بٹھاتے ہوئے بولے۔

"آنے کی خبر کیوں نہیں دی؟ اپنوں سے دور رہنے کی یہ کیا عادت ہے تمہاری؟ اپنے باپ پر پڑی ہو تم۔" وہ مسکرائے تھے اپنی کوتاہی پر شرمندہ تھے جیسے' للی نے ان کی سمت دیکھا تھا۔

"مجھے کچھ کام تھا اور مجھے لگا آپ سب بزی ہوں گے' آپ اپنی دوائیں وقت پر لے رہے ہیں؟" وہ رسمی باتیں کررہی تھی' انداز سرد تھا۔عجب کھنچاؤ سا تھا اس رشتے میں۔جہانگیر ملک کے لیے ہر رشتہ جیسے کوئی آزمائش تھا۔اس سے

وابستہ ہر رشتہ کے لیے ایک سوالیہ نشان بنا ہوا تھا اور اس سب میں غلطی اس کی ہی تھی وہ کہیں بھی ٹھیک سے انصاف نہیں کر پایا تھا' کسی رشتے سے بھی وفا نہیں کر پایا تھا۔اسے نبھانے میں اور رشتوں کو باندھ کر رکھنے میں بہت دقت ہوئی تھی اور اسی کوشش میں ہر رشتہ پہلے سے زیادہ الجھتا چلا گیا تھا۔ جہانگیر ملک نے اس کے سر پر بہت شفقت سے ہاتھ رکھا تھا۔

"میں ہر رشتے کا مجرم ہوں' کسی ایک رشتے کو بھی خوشی نہیں دے پایا۔میں نے بہت سی غلطیاں کی ہیں اور ہر غلطی کو سدھارنے کا وقت اب بہت کم پاتا ہوں۔میں تم سے بہت کچھ کہنا چاہتا تھا بیٹا! انایا اور تم میری دو بیٹیاں ہو اور میں کتنا بد قسمت ہوں کہ اپنی کسی بیٹی کے بھی قریب نہیں ہوں۔میں نے دونوں کو اس رشتے کی نرمی اور شفقت سے محروم رکھا' اس کے لیے کوئی معافی ہے؟" للی نے ان کی سمت دیکھا پھر ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا' للی اپنے تجربات سے بہت کچھ سیکھ رہی تھی جیسے' وہ باتیں بھی اس کی سمجھ میں آرہی تھیں جو وہ پہلے نہیں سمجھتی تھی۔

"شاید قصور آپ کا نہیں ہے' حالات کا ہے آپ ایک پرفیکٹ شوہر نہیں بن پائے' ایک پرفیکٹ ڈیڈ نہیں بن پائے مگر اس پرفیکشن کو ڈھونڈتے رہنا اور پچھتاتے رہنا عقل مندی نہیں۔ہم ہمیشہ وہ حاصل نہیں کرسکتے جس کا اندازہ کرتے ہیں' ہمارے نتائج اپنے اندازوں سے مختلف ہوسکتے ہیں مگر جانچ پڑتال کرکے پچھتاووں میں مبتلا رہنا حل نہیں ہے۔آپ یہ مت سوچیں کہ وقت گزر گیا اور آپ کیا نہیں کر پائے' آپ یہ سوچیں ابھی وقت ہے اور آپ کیا کچھ مزید کرسکتے ہیں' جس کی آپ تمنا رکھتے ہیں۔" وہ گہری بات کہہ گئی تھی جہانگیر ملک حیران رہ گیا تھا۔زائرہ چائے لے کر آگئی تھی۔اسے دیکھ کر مسکرائی تھی' للی نے جوابی مسکراہٹ دی اور اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"تم چائے نہیں پیو گی؟" زائرہ چونکی تھی۔

"نہیں' دوبارہ آؤں گی تو پھر پیوں گی۔مجھے کہیں جانا تھا دیر ہورہی ہے پھر آؤں گی' آپ چائے پاپا کو دے دیں۔" وہ باپ کی طرف دیکھ کر بولی اور پھر باہر نکل گئی تھی۔زائرہ ملک نے جہانگیر ملک کی سمت دیکھا تھا' وہ اس لمحے خاموش بیٹھا ہوا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

...☆☆☆...

انائیا ملک حیران تھی' جس طرح وہ لڑکی اس کے قریب آرہی تھی اور جس طرح وہ اپنا وقت اس کے ساتھ گزار رہا تھا' وہ اس کے لیے عجیب نہیں ہونا چاہیے تھا مگر اس کے باوجود بھی وہ اس کے لیے یہ سب سوچ کر حیران تھی۔وہ اس نہج پر تھی جہاں وہ چیزوں کو بنانا چاہتی تھی' مگر جب کوئی دوسرا اس پر مائل نہیں تھا تو وہ تنہا ایسا نہیں کرسکتی تھی۔وہ اپنی شدتوں سے واقف تھی اپنے دل کا حال جانتی تھی مگروہ دوسرے فریق کا دل نہیں جانتی تھی۔

اس کے اندر کیا تھا؟ وہ نہیں جانتی تھی' اس کے دل میں وہ تھی بھی کہ نہیں یا کوئی اور تھا؟ وہ یہ سب سوچتے ہوئے بھی ڈر رہی تھی۔وہ اس کا نہیں تھا پھر وہ کس خیال سے اسے کھونے سے ڈر رہی تھی؟ جسے کبھی پایا ہی نہیں تھا تو پھر یہ کھونے کا ڈر بھی کیوں تھا؟

ایشاع کی برتھ ڈے پارٹی میں بھی وہ کھوئی کھوئی سی تھی

"کیا ہوا بھابی! آپ اس طرح کھوئی کھوئی سی کیوں ہیں؟" ایشاع نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔وہ رسمی سی مسکراہٹ چہرے پر سجا کر مسکرائی اور اسے دیکھتے ہوئے سر نفی میں ہلادیا تھا پھر نظروں نے معارج تغلق کا تعاقب کیا تھا جو اس لمحے اس لڑکی کے ساتھ کھڑا تھا اور اردگرد کے ماحول سے جیسے بے نیاز تھا۔وہ اس لڑکی کو ایشاع کی برتھ ڈے پارٹی میں بھی لے آیا تھا' کیا وہ اتنا نڈر تھا؟ یا پھر وہ لڑکی اس کے لیے اتنی خاص تھی؟

"آپ علیزے کی وجہ سے پریشان ہیں؟" ایشاع نے اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا تھا' وہ کچھ بول نہیں سکی تھی تبھی ایشاع بولی تھی۔

"علیزے کی فیملی سے ہمارے پرانے تعلقات ہیں' ہمارے پڑوس میں گھر تھا ان کا۔ان کے ڈیڈی' پاپا کے بزنس پارٹنر بھی تھے سو ایک زمانے تک وہاں... علیزے اچھی لڑکی ہے' بھائی کی اچھی دوست ہے' شاید اس سے زیادہ کچھ نہیں۔علیزے یہاں رہتی تھی مجھے اس کی خود خبر نہیں تھی۔بھائی کو کسی طرح سے اس نے ڈھونڈ نکالا' وہ بہت دوستانہ مزاج رکھتی ہے مگر بھائی کے دل میں تو آپ ہیں نا؟

پھر پریشانی کی کیا بات ہے؟ اگر آپ کو کچھ بُرا لگ رہا ہے تو سارے حق آپ کے پاس ہیں' آپ قریب جاکر علیزے کو بھائی کے قریب ہونے سے روک بھی سکتی ہیں۔" ایشاع مسکرائی تھی' وہ معارج تغلق کی سمت سے اپنی توجہ ہٹا گئی تھی' جیسے وہ ظاہر کرنا چاہتی ہو اس سے اسے کوئی فرق نہیں پڑتا مگر اس کا چہرہ سلگ رہا تھا۔جانے کیا سوچ کر وہ اٹھی تھی' ارادہ وہاں سے نکل جانے کا تھا پھر جانے کیا دل میں آیا تھا کہ قدم معارج تغلق کی سمت اٹھنے لگے تھے وہ اس کی کمر کے گرد بازو حمائل کیے اسے کچھ قریب کیے کھڑا تھا' کسی بات پر مسکرارہا تھا۔کیا اسے کسی کی پروا نہیں تھی؟

وہ اس کے قریب جا رکی تھی۔معارج اس کی سمت متوجہ ہوا تھا۔لڑکی نے اس کی سمت دیکھا تھا' وہ پورے اعتماد سے مسکرائی تھی اور علیزے کی طرف دیکھا تھا۔

”آئی ایم مسز انائیا معارج تغلق! ایکسکیوزمی!“ کہتے ہی اس نے معارج تغلق کا ہاتھ تھاما اور اسے لے کر اس ہجوم سے باہر نکلنے لگی تھی۔وہ لڑکی ساکت کھڑی اسے دیکھتی رہی تھی اور حیران تو معارج تغلق بھی تھا‘ جو اس کے ساتھ چل رہا تھا۔

”یہ کیا طریقہ ہے انائیا! تم مجھے اس طرح وہاں سے کیوں لے آئیں اور اس طرح علیزے کو جتانے کی کیا ضرورت تھی کہ تم مسز انائیا معارج تغلق ہو؟“ وہ اس کے مقابل رک کر بولا تھا۔

”کچھ غلط کیا اگر اسے بتایا کہ تمہاری بیوی ہوں تو‘ کیا نہیں ہوں؟“ وہ بپھرے ہوئے انداز میں بولی تھی۔وہ شدید ترین حسد کا شکار ہورہی تھی‘ اسے جلن ہورہی تھی اس کا انداز اس بات کا صاف پتا دے رہا تھا معارج تغلق مسکرادیا تھا۔

”کیا ہے یہ سب اور کس لیے؟“ وہ جواز چاہ رہا تھا۔انائیا ملک چپ چپ اس کی سمت دیکھنے لگی تھی۔اس کی آنکھیں بہت خالی تھیں‘ وہ بہت تھکی ہوئی لگ رہی تھی‘بہت نڈھال۔جیسے وہ لڑتے لڑتے تھک گئی ہو۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کچھ ہونے اور نہ ہونے کا قلق کیا ہوتا ہے‘ اس کا احساس انائیا ملک سے بڑھ کر کون کرسکتا تھا‘ اس کے اندر کا سکوت اسے بتا رہا تھا کہ وہ کتنی خالی ہے۔ سمندر کے پاس رہ کر پیاس سہنے کی مشق وہ کرچکی تھی۔سمندر اسے دیکھنے پر مائل نہیں تھا اور جانے یہ سفر کب تمام ہونا تھا۔وہ جانتی تھی کہ اگر وہ نگاہ مائل نہیں تھی تووہ اسے قیامت تک اپنا اسیر نہیں کرسکتی تھی۔وہ تھکن سے نڈھال تھی جب بستر پر گر کر آنکھیں موند لینا چاہیے تھیں مگر تبھی معارج تغلق کے فون کی گھنٹی بجی تھی‘ وہ کسی کے ساتھ خاصے خوش گوار موڈ میں گفتگو میں مصروف رہا تھا۔کوئی بہت گہری شناسائی رکھتا تھاجیسے وہ آنکھیں موند رہی تھی جب وہ اس کی طرف آیا تھا۔

”تم سورہی ہو؟“ معارج تغلق نے پوچھا تو اس نے آنکھیں وا کرکے اسے دیکھا۔

”حمزہ کا فون تھا‘ میں نہیں جانتا تھا وہ یہیں منتقل ہوچکا ہے۔شاید حارث سے خبر ہوئی اسے کہ میں یہاں آیا ہوا ہوں۔تبھی اپنے گھر تقریب میں انوائٹ کیا ہے‘ تم کچھ لمحوں میں ریڈی ہوسکتی ہو‘ نا؟“ وہ اس کی مرضی پوچھے بنا کہہ

رہا تھا۔اناثیا ملک کو اس کے بے حس ہونے پر بالکل بھی کوئی شبہ نہیں ہوا تھا۔

"مجھے بہت نیند آرہی ہے' میں پارٹیز میں کنفرٹیبل فیل نہیں کرتی۔یہ بات جانتے ہیں آپ۔" بہترین جواز دیا تھا۔

"میں ساتھ ہوں' ان کنفرٹیبل فیل کرنے کی کیا بات ہے؟ تم کب سے اتنی آدم بے زار ہو گئیں؟" معارج تغلق اس کا جواز سنے بنا بولا اور پھر ساتھ ہی اسے ہاتھ پکڑ کر کھڑا کردیا اگر اس کے مضبوط آہنی بازو کا ہالہ اس کے گرد نا ہوتا تو وہ گر گئی ہوتی۔توازن بگڑا مگر معارج تغلق نے سنبھال لیا تھا۔

"جب تک میرے ساتھ ہو تمہیں کسی بات کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔کچھ بھی ٹھانو اور کر ڈالو۔میں تمہارے ساتھ ہوں' کس کی مجال ہے جو تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے' یو آر مسز معارج تغلق! سات کیا دس خون بھی کریں گی نا آپ تو یہ بندہ الزام اپنے سر لے سکتا ہے۔آپ کو کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ بغور اس کا چہرہ تکتا ہوا بولا۔

قربتوں کے مرحلے اسے ہمیشہ مزید بے یقین کرجاتے تھے' وہ اس لمحے بھی بس خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی اور ان آنکھوں میں صاف بے یقینی پڑھی جاسکتی تھی۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟ یقین نہیں ہے کیا؟" معارج تغلق چہرہ اس کے چہرے کے کچھ قریب کرکے سرگوشی میں بولا تھا۔ایک مدہم لہجے کا حصار اس کے گرد' نہ ٹوٹنے والا دائرہ بنا گیا تھا۔وہ اس کی نظروں کی تپش سے جلنے لگی تھی۔

جنوں سے کہہ دو ابھی خرد حیراں ہے

ابھی جنگلوں میں راستہ ڈھونڈنا مشکل ہے

ابھی جگنوؤں کی کھوج ممکن نہیں

ابھی ٹوٹتے تاروں کو شمار ممکن نہیں

خواہشوں کو تکیے تلے سنبھال رکھو

ابھی ان بارشوں سے گفتگو نہ کرو

ابھی خرد حیراں ہے

جنوں سے کہہ دو ابھی تعاقب نہ کرو

عشق سے کہہ دو ابھی انتظار کرے

ابھی یہ عقل حیران ہے

عشق سے کہہ دو ابھی دل مائل نہیں

ابھی کچھ خدشوں کا شمار ممکن نہیں

ابھی آتش سے الجھنے کی عمر نہیں

ابھی کھیل نیا ہے

جنوب کی بات جانے دو

عشق سے کہہ دو

خرد حیراں ہے

ابھی آتش سے الجھنے کی عمر نہیں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بہت مدہم لہجے میں وہ اس کے کان کے قریب بول رہا تھا۔اناثیا ملک کی جان مشکل میں گھر رہی تھی۔

محبت کے اسرار و رموز وہ نہیں سمجھتی تھی، نہیں جانتی تھی، یہ محبت تھی، کوئی عنایت تھی یا پھر کوئی کھیل وہ لہجہ کتنا سچا تھا۔لفظ کتنے کھرے تھے، وہ نہیں جانتی تھی مگر وہ یقین نہیں کرسکی تھی۔اس بے قراری کو دیکھتے ہوئے بھی، اس آگ کے دریا سے گزرتے ہوئے بھی۔وہ اس محبت کو قبول نہیں کرسکی تھی۔معارج تغلق جیسے شخص کا کچھ پتا نہیں تھا، وہ اپنا مان گنوانا نہیں چاہتی تھی۔

...☆☆☆...

اسے لگا تھا سب سلجھنے والا ہے مگر ایسا نہیں تھا یہ سلجھاوے کا گماں جیسے کوئی سراب تھا اور وہ اس سراب میں پوری آنکھیں کھولے ہکا بکا سی کھڑی تھی۔کسی کا قریب آنا، ہاتھ تھام لینا معنی نہیں رکھتا۔وہ خدشات میں گھری تھی اور پہلے سے زیادہ خوف زدہ تھی۔عدن اسے مشکل وقت دے رہا تھا اسے اس سے ایسی توقع نہیں تھی وہ بھی جب اس میں ایک رشتے میں بندھ چکی تھی۔

گھر والے شادی کی باتیں کر رہے تھے چوہدری اور بیگ فیملیز کے درمیان معاملات طے ہو رہے تھے مگر وہ اپنے اندر بہت خاموشی محسوس کر رہی تھی۔ ایک گہری چپ‘ اس گہری چپ میں اسے سب بہت عجیب لگ رہا تھا۔اس رشتے کی حقیقت بے معنی لگ رہی تھی۔اس نے اس خاموشی کو توڑنے کی ٹھانی اور اماں سے سب کہہ دیا تھا‘ اماں اسے خاموشی سے دیکھنے لگی تھیں پھر اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولی تھیں۔

”ہوسکتا ہے تمہارا وہم ہو‘ وہ اچھا لڑکا ہے جب اس نے پہلے تمہارا اتنا ساتھ دیا تو پھر اب ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟ تم زیادہ مت سوچو میں بات کروں گی عدن سے۔“

”نہیں اماں!“ اس نے سرعت سے کہا تھا۔”آپ بات کریں گی تو وہ سمجھے گا میں اپنی وکالت کروا رہی ہوں اور پرسنل معاملات فیملی کے ساتھ شیئر کر رہی ہوں۔“ ممی نے اس کی سمت دیکھا پھر سر ہلا دیا۔

”جہاں تک میں سمجھتی ہوں وہ بہت سلجھا ہوا اور بہت ہی لائق ہے مگر پھر بھی تمہیں ان خدشات سے باہر نکلنا ہے۔تم خود بات کرکے دیکھو ہوسکتا ہے

یہ صرف اس لیے ہو کہ وہ بزی ہو اور کوئی اور مسائل ہوں۔ہر بات اپنی طرف سے اخذ کرلینا بھی دانش مندی نہیں۔“ اماں نے اس کا چہرہ پیار سے تھپتھپایا اور اٹھ کر چلی گئی تھیں۔

وہ الجھے ہوئے انداز میں سیل فون کو دیکھنے لگی تھی تبھی یلماز کمال کی کال آئی تھی۔

اس نے کال ریسیو نہیں کی تھی تو یلماز کمال نے پھر نمبر ری ڈائل کیا اور اب پارسا کے لیے فون اٹھانا ناگریز ہو گیا تھا۔

”تم کیوں نہیں سمجھ رہے؟ کیوں بات سمجھ میں نہیں آتی؟ میں آگے بڑھ چکی ہوں‘ آئی ایم میرڈ ناؤ‘ تمہاری میری زندگی میں کوئی گنجائش نہیں نکلتی۔“ وہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے بولی تھی۔دوسری طرف یلماز کمال نے پُرسکون انداز میں گہری سانس خارج کی تھی۔

”پارسا‘ میں جانتا ہوں مگر دل نہیں سمجھتا۔بہت سمجھایا‘ کوشش کی مگر نہیں سنبھلتا۔ہم بہت سی باتوں کا ادراک بہت دیر سے کرتے ہیں‘ مجھے اس کا اندازہ بھی بہت دیر میں ہوا کہ تم ضروری ہو۔بہت ضروری ہو‘ شاید تب

محبت نہیں تھی، محبت اب ہوئی یا پھر تب بھی تھی مگر اندازہ نہیں ہو پایا مگر اس بار سب اختیار سے باہر ہے۔ مجھے معلوم نہیں تھا، کبھی انداز نہیں ہو پایا۔ محبت اتنی زور آور شے ہو سکتی ہے پلیز پارسا مجھے اس طرح اگنور مت کرو، میں اپنی زندگی تمہارے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں، مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ تم کسی اور کے ساتھ وابستہ ہو یا تمہارا نکاح ہو چکا ہے، میں تمہیں اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا ہوں، قدم قدم تمہارے ساتھ چلنا چاہتا ہوں یہاں فیصل آباد میں موجود ہوں تو اس کی وجہ تم ہو۔ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں، مجھے اپنی غلطیوں کو سدھارنے کا موقع دو، مجھے احساس ہو گیا ہے کہ میں غلط تھا تو اب مجھے اس کا ازالہ کر لینے دو۔ میں جانتا ہوں عدن اچھا انسان ہے مگر میں تم سے محبت کرتا ہوں اگر میرے پاس بس ایک یہی زندگی ہے تو اسے تمہارے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں، مجھے اس کا موقع دو۔" یلماز کمال پُرسکون لہجے میں کہہ رہا تھا۔ وہ شاید ٹھان چکا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے، وہ موقع گنوانا نہیں چاہتا تھا، ہر بات میں سدھار لانا چاہتا تھا مگر کیا وہ اس پر اعتبار کر سکتی تھی؟

پارسا کچھ کہہ نا سکی بس خاموشی سے اسے سنتی رہی تھی۔

...☆☆☆...

وہ اندھیرے میں کھڑی تھی، جب للی اس کے قریب آن رکی تھی، وہ پلٹ کر دیکھنا نہیں چاہتی تھی کہ اس کے پاس کون آن رکا ہے۔ وہ بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔ مگر للی کے ہاتھ میں کافی تھی جو وہ اس کے لیے بنا کر لائی تھی اور وہ بات کرنے کے موڈ میں تھی تبھی ایک لمحے کو خاموشی سے اسے دیکھا تھا اور پھر مسکراتے ہوئے کافی کا کپ اس کی سمت بڑھا دیا تھا۔

"یہ کافی لے لو، تھکے ہوئے ذہن میں آئیڈیاز نہیں آتے اور تمہیں ابھی سوچنے کی ضرورت بہت زیادہ ہے۔" اناہیتا نے للی کی طرف دیکھا تو وہ دوستانہ انداز میں مسکرا رہی تھی۔ وہ اس کے ساتھ روڈ ہونا نہیں چاہتی تھی۔ اس کے جو بھی معاملات تھے وہ دامیان سوری کے ساتھ تھے، للی کے ساتھ اس کی ذاتی کوئی دشمنی نہیں تھی اور جب وہ خود اس کے پاس چل کر آئی تھی اگر وہ اس لمحے کرٹسی نہ نبھاتی تو شاید یہ اچھا نا ہوتا، تبھی اس نے ہاتھ بڑھا کر للی کے ہاتھ سے کافی کا کپ تھام لیا تھا، للی مسکرا دی تھی۔

"للی میں..." اناہیتا نے بولنے کی ٹھانی تھی۔

"جانتی ہوں' پریشان ہو۔بہت الجھی ہوئی اور اپ سیٹ ہو۔" للی نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"تم کیسے جانتی ہو؟" اناہیتا بیگ چونکی تھی۔وہ پُرسکون انداز میں مسکرادی تھی۔

"تم سچ میں محبت کرتی ہونا اس سے؟" للی نے لگی لپٹی رکھے بغیر پوچھا تھا۔

"کس سے؟" اناہیتا کو اندازہ نہیں تھا وہ اس بارے میں بات کرے گی اور کوئی لگی لپٹی نہیں رکھے گی۔

"ایسے مت دیکھو' میں جانتی ہوں یہ بات صاف صاف پڑھی جاسکتی ہے تمہاری آنکھوں میں' تمہارے چہرے پر اور ضروری نہیں ہے مجھے یہ بات کوئی اور بتائے۔اتنی عقل تو میں بھی رکھتی ہوں بات میری سمجھ میں آسکتی ہے' کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟" للی کیا بات جتانا چاہتی تھی؟ اناہیتا کو لگا تھا اس کا سچ پوری دنیا پر عیاں ہوگیا ہو اور یہ راز ہر کوئی پا گیا ہو۔

"تم غلط سمجھ رہی ہو للی! ایسی کوئی بات نہیں ہے اور..." اس نے اس کی نفی کرنا چاہی تھی مگر اس کی نظریں جھوٹ کہنے کا جتن شاید نہیں جانتی تھیں یا پھر للی اس بات کو بخوبی جانتی تھی۔

"میں تمہاری دوست کبھی نہیں رہی' اتنے قریب نہیں رہی' تمہیں اچھی طرح سے جانتی تک نہیں مگر اب اتنی انجان بھی نہیں کہ جان نہ سکوں۔محبت ایسا احساس ہے جو چھپ نہیں سکتا اور چھپایا جا نہیں سکتا۔تم چاہتی ہو کہ یہ راز کوئی نہ جانے' کسی کو اس کی خبر نہ ہو مگر پھر بھی یہ بات عام ہورہی ہے۔تم سمجھتی ہو ایسا ہوپائے گا کہ اس راز کی خبر کسی کو نہ ہو؟ یہ بات اگر میں جانتی ہوں تو کوئی اور بھی جانتا ہوگا نا اور..."

"پلیز للی! میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔میں یہاں ہوں تو صرف ایک کرٹسی میں اگرچہ میں رکنا نہیں چاہتی اور بھاگ جانا چاہتی ہوں مگر تم اس کا مطلب یہ مت لو کہ میں کسی کی قربت چاہتی ہوں یا پھر کسی سے جڑے رہنا چاہتی ہوں' مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" اناہیتا بیگ اپنے اندر کی پُرسکونی سے نمٹتے ہوئے اعتماد سے بولی تھی۔

"فرق تو کسی چیز سے بھی نہیں پڑتا اناہیتا! مگر پھر بھی کبھی کبھی بہت فرق پڑتا ہے۔میں نقصان کا اندازہ نہیں کرنا چاہتی مگر اس سب کے ہونے سے مجھے نہیں لگتا کسی کا کوئی فائدہ بھی ہوگا کہ نہیں' کم از کم میرا تو نہیں۔مجھے ایسا

کر کے شاید کچھ ہاتھ نہیں آئے۔" وہ حتمی انداز میں بولی تھی۔انابیتا نے اس کی سمت دیکھتے ہوئے سر نفی میں ہلادیا تھا۔

"میں نہیں جانتی تم کیا بات کر رہی ہو اور اس معاملے میں الجھ رہی ہو مگر میں اپنے دل کو جانتی ہوں۔مجھے اپنی خبر ہے' میں سمجھوتوں پر زندگی نہیں گزارنا چاہتی' نا مجھے کوئی عنایت چاہیے اور نہ کوئی نوازش۔" انابیتا بیگ نے صاف گوئی سے کہا تھا۔للی کافی کا سپ لیتی ہوئی مسکرادی تھی۔

"مجھے خبر نہیں انابیتا! میں دبے رازوں کو جاننے کا وصف نہیں رکھتی۔مگر میرے لیے ان حالات کا حصہ بنے رہنا کچھ بے وقوفی لگتا ہے۔میں خود کو یہاں روک اور باندھ کر کسی بات کی آزمائش لینا نہیں چاہتی۔"

"تم ایسے کیوں کہہ رہی ہو؟ کیا تم اس منگنی سے خوش نہیں ہو؟" انابیتا نے اس کے لہجے کی بے سکونی کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا تھا۔اسے جانے کیوں لگا تھا اس کی آنکھوں میں گہری چپ تھی' وہ اس کی سمت نہیں دیکھ رہی تھی۔کیا راز تھا اس چہرے پر؟ اگر وہ دونوں منگنی کرنے جارہے تھے تو اس کے چہرے پر وہ خوشی کیوں ناپید تھی؟ کیا چل رہا تھا ان کے درمیان؟

انابیتا بیگ کو پہلی بار اس لڑکی سے ہمدردی محسوس ہوئی تھی' پہلی بار اسے لگا تھا وہ لڑکی اس سے مختلف نہیں تھی تو کیا دامیان سوری اس سے بھی کوئی کھیل کھیل رہاتھا؟ وہ الجھ کر للی میک کو دیکھنے لگی تھی پھر پوچھا تھا۔

"تم کیا کہنا چاہتی ہو؟ ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ کہیں کوئی بات ہے؟" وہ جانچتی نظروں سے اسے دیکھتی ہوئی بولی تھی۔وہ سر جھٹکتی ہوئی مسکرادی تھی پھر کافی کا سپ لیا تھا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"تمہیں اچھا نہیں لگ رہا نا؟ یہاں اس ماحول کا حصہ بنے رہنا؟ بہت کٹھن دور سے گزر رہی ہو نا تم؟ بہت گھٹن ہے نا تمہارے اندر' بھاگ جانا چاہتی ہو تم یہاں سے' میں سمجھ سکتی ہوں کوئی بھی لڑکی ہوتی تو شاید ایسا ہی محسوس کرتی اگر میں بھی ہوتی تو ایسا ہی محسوس کرتی۔" للی اسے کب سے سمجھنے لگی تھی' اسے حیرت ہوئی تھی۔

اس کے ساتھ ہمدردی تھی یا کوئی پچھتاوا تھا' انابیتا بیگ سمجھ نہیں پائی تھی مگر وہ اس کی دوست نہیں تھی اور ایسی کسی ہمدردی کی وجہ اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

...☆☆☆...

انائیا ملک رائل بلیو ایوننگ گاؤن میں تیار ہو کر اس کے سامنے آئی تھی تو وہ کتنی ہی دیر اسے ساکت نظروں سے تکتا رہا تھا پھر قریب آیا اور اس کے چہرے کو ملائمت سے چھوا۔

"بہت پچھتاوا ہے اگر عشق ہوجاتا تو اتنے لمحے ضائع نہیں ہوتے۔" مدہم لہجے میں ایک سرگوشی اس کی سماعتوں کے قریب ہوئی تھی۔انائیا ملک کو اس کی پر تپش نظریں اپنے گرد حصار کھینچتی محسوس ہوئی تھیں۔

"مجھے لگتا ہے غلطی ہو گئی' مجھے وقت کو موقع دینا چاہیے تھا' وقت اس طور گنوانا نہیں چاہیے تھا۔" مدہم سرگوشی میں اسے کئی خواہشیں جلتی بجھتی محسوس ہوئی تھیں۔کیا ہورہا تھا' معارج تغلق کو واقعی کوئی پچھتاوا تھا' وہ کوئی ازالہ کرنے کی ٹھان رہا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اسے واقعی کوئی احساس ہورہا تھا کہ لمحے رائیگاں گئے' وہ اپنے دل کی دھڑکنوں کو سنبھالنے کے جتن کرتی آنکھیں میچ گئی تھی' وجود اچانک ہی جیسے کسی طوفان کی زد پر آن ٹھہرا تھا۔وہ ایک بار پھر آزمائش میں تھی۔

"مجھے گلہ ہے لمحے رائیگاں گئے مگر شاید اتنی دیر بھی ابھی نہیں ہوئی مگر ان خواہشوں کا ادراک پہلے کیوں نہیں ہوا' ہوجاتا تو اتنی تفاوت نہ رہتی۔نگاہ اتنی اجنبی نہ رہتی۔میں نے کئی دن لیے ان فاصلوں کو مٹانے میں' کتنا بدھو ہوں میں' یہ فیصلہ پہلے کیوں نہیں کیا؟ قدم مجھے ہی اٹھانا تھے تو پھر اتنی دیر کیوں کی؟" اس کے گرد بازو پھیلا کر اسے خود سے قریب کیا' انائیا ملک ان نوازشوں کے لیے تیار دکھائی نہیں دی تھی۔تبھی تعرض برتتے ہوئے اس کی گرفت سے نکل جانا چاہا مگر وہ اس پر مائل دکھائی نہیں دیا تھا' اسے جیسے اس کی پروا نہیں تھی کہ وہ کیا چاہتی ہے۔کیا سوچتی ہے یا پھر وہ واقعی لمحہ اس کے قریب آرہا تھا؟

"مجھے احساس نہیں ہوا' میں قطرہ قطرہ تمہاری سمت بہنے لگا۔تم نے میرے بہاؤ کو اپنی طرف موڑا یا یہ کوئی معجزہ ہوا مگر اس کا اندازہ مجھے بھی نہیں ہو

پایا۔میں جیسے کسی خواب سے جاگا ہوں تو یہ راز کھلا کہ میں تمہاری سمت ہوں۔تمہارے لیے بہہ رہا ہوں' بہتا جارہا ہوں' اس بہاؤ میں کوئی جادو ہے' جو مجھے اپنے ساتھ باندھ رہا ہے یا پھر یہ جادو تم میں ہے؟ تم اپنے ساتھ باندھ رہی ہو؟ مجھے اپنے راستوں سے بھٹکا کر اپنے راستوں پر لارہی ہو؟ یہ سمتوں کا بدلنا فطری ہے یا پھر اس میں واقعی کوئی اسرار ہے؟" اس کی پر تپش نظروں سے گھبرا کر وہ چہرہ پھیر گئی تھی۔سارا وجود جلنے لگا تھا' معارج تغلق کیوں اس کی آزمائش کررہا تھا' کیوں جان کو مشکل میں ڈال رہا تھا۔

"میں نہیں چاہتا تم تجربات سے گزرو یا کوئی معرکہ آرائی کرو' مجھے چوٹی سر کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں مگر میں تمہارے لیے دنیا تیاگ دینے کو فی الحال مائل نہیں۔یہ کچھ مشکل ہے۔تمہارا حسن دو آتشہ سہی' یہ پیکر چاند سا سہی' مگر خرد کو خیرباد کہہ دینا اتنا مناسب دکھائی نہیں دیتا۔مجھے کچھ مہلت دو' میں سنبھلنا چاہتا ہوں یوں بہتے بہتے کسی غلط سمت نہ نکل جاؤں' مجھے یہ خدشہ ستاتا رہا ہے۔اسی لیے تمہارے ساتھ اور تمہاری سمت بہنے سے خود کو روکتا رہا ہوں' تم کوئی اسرار رکھتی ہو' کچھ تو ہے تم میں۔کوئی جادو یا پھر کوئی طلسم۔مگر کچھ

ہے۔" گرم گرم سانسیں اسے اپنے چہرے پر محسوس ہوئی تھیں۔انائیا ملک نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر ہمت کرکے فاصلوں کو برقرار رکھنا چاہا تھا پھر وہ کمزور سی آواز میں بامشکل بولی تھی۔

"دیر... دیر ہورہی ہے ہمیں۔" اس کے پاس مناسب جواز تھا۔

مگر معارج تغلق نے سنی ان سنی کردی تھی۔اسے لے کر آئینے کے سامنے آن رکا اور خود اس کی پشت پر رک کر اسے آئینے میں بغور دیکھا پھر ایک بیش قیمت نیکلس اس کی گردن میں پہنا دیا تھا۔ستائشی انداز میں اس کے عکس کو آئینے میں دیکھا تھا۔انائیا ملک دنگ رہ گئی تھی' نیکلس کی چمک سے اس کی آنکھیں خیرہ ہورہی تھیں۔معارج تغلق نے اس پر اپنی پسندیدگی کی مہر ثبت کی تھی۔انائیا ملک کو جیسے انگاروں نے چھوا تھا۔

"یہ... یہ بہت قیمتی ہے اگر کھوگیا تو..." اس نے اس کی توجہ بانٹنے کو بولنا مناسب خیال کیا تھا۔وہ اس کی توجہ' اس کا دھیان کسی اور طرف موڑنا چاہتی تھی۔اس کی دیوانگی اس کے لیے خطرہ تھی' وہ ایک حد بندی رکھنے کی حتی الامکان کوشش کررہی تھی۔

”یہ بے قیمت تھا‘ بیش قیمت اب ہوا جب تمہاری گردن میں آیا۔ کھو جاتا ہے تو کوئی فرق نہیں مگر یہ لمحے کھو جاتے یا تم ساتھ نہ ہو تو یہ نقصان ناقابل تلافی ہوگا۔یہ نیکلس حیران ہے صرف اس لیے کہ تمہارا لمس اسے میسر ہے۔ تم نے اسے چھو کر نایاب کیا۔“ انائیا ملک کو یقین نہیں آرہا تھا‘ یہ وہی معارج تغلق تھا‘ یا پھر یہ کوئی اور نیا کھیل تھا؟

...☆☆☆...

محبت بہتے پانی سی

کچھ الجھی سی کچھ سلجھتی سی

کچھ جانی کچھ انجانی سی

کتابوں میں دبے پھولوں سی

بارشوں میں بھیگے لہجے میں بولتی

کائی لگی درزوں میں چھپی

تارا تارا جلتی بجھتی

بند گھڑیوں کو کھولتی باندھتی

لمحوں کو گنتی‘ دنوں کا شمار کرتی

کچھ مضطرب‘ کچھ جان گسل

کائی لگی درزوں میں چھپی

بند گھڑیاں کھولتی باندھتی

میرے گرد طواف کرتی

مجھے پہلے سے زیادہ حیران کرتی ہے

محبت حیراں حیراں سی

انابیتا بیگ چیزوں کی لسٹ بنا کر ملازم کو دے رہی تھی۔ساتھ ہی کسی کو ڈیکوریشن میں مدد دے رہی تھی اور ہدایتیں دے رہی تھی۔سادہ سے حلیے میں وہ اپنے آپ سے الجھتی ہوئی اس لمحے وہ جیسے سب سے چھپنے اور بھاگ جانے کے جتن کررہی تھی‘ دامیان نے دور کھڑے اسے دیکھا پھر اس کی سمت

بڑھنے لگا۔وہ اتنی محو تھی کہ اسے اپنی سمت آتا نا دیکھ پائی' دامیان سوری اس کے مقابل آن کھڑا ہوا۔

"خود کو امتحان میں ڈالنے کی کیوں ٹھان رکھی ہے؟ جب صاف منع کردیا تھا تو پھر کیا ضرورت تھی آنے کی؟" وہ پوری توجہ سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔انابیتا بیگ نے اس کی سمت نگاہ نہیں کی تھی۔وہ بہت بزی تھی یا پھر ظاہر کررہی تھی۔وہ توجہ دیئے بنا پلٹ کر اپنے کیے گئے انتظامات کو دیکھنے کے لیے آگے بڑھ آئی تھی۔یہ سارے جتن وہ کس کے لیے کررہی تھی؟

دامیان سوری سینے پر ہاتھ باندھے اطمینا ن سے کھڑا اسے یہاں سے وہاں بھاگتا دیکھ رہا تھا۔وہ یہ ساری تگ و دو اس کے لیے کررہی تھی' صرف اس کی خوشیوں کے لیے؟

کیا وہ ایسا کرنے میں خوش تھی؟ سب کو جلدی جلدی چیزیں وہاں سے ہٹانے کے لیے کہہ رہی تھی مگر کوشش کرتے کرتے بھی سب بھیگ ہی گیا تھا۔وہ بہت اداس سی گھٹنے ٹیک کر وہیں گھاس پر بیٹھ گئی تھی کچھ دیر تک خالی خالی نظروں سے سب تیاریوں کو دیکھتی رہی تھی' پھر جانے کیوں

آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔تیز برستی بارش میں وہ کس بات کا زیاہ سوچ کر رو رہی تھی' کس بات کا ملال تھا جو یہ آنسو یوں بہہ رہے تھے اور بے قدر ہوکر بارش کا حصہ بن رہے تھے۔

وہ اس لمحے بہت معصوم لگی تھی کسی بچی کی طرح' جو بہت اہتمام سے سب سجائے اور ایک لمحے میں سب ڈھیر ہوجائے۔دامیان سوری اسے دور کھڑا دیکھتا رہا پھر اس کے قریب آکر گھٹنے ٹیک کر اس کے سامنے بیٹھ گیا اور اسے بغور دیکھنے لگا۔وہ اس کی سمت بنا دیکھے رو رہی تھی اور چاہتی تھی کہ اسے اس کی خبر نہ ہو۔دامیان سوری کی آنکھیں اسے بھرپور دیکھ رہی تھیں' پھر آہستگی سے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"میں جانتا ہوں' آسان نہیں ہے بہت کٹھن ہے مگر تم کیوں کررہی ہو؟ کس کے لیے؟ میں دیکھنا چاہتا تھا' آزمانا چاہتا تھا تم کر بھی پاؤ گی یا کہ نہیں۔تم میں حوصلہ ہوگا بھی کہ نہیں۔مگر تم نے مجھے ہرا دیا انابیتا بیگ! صرف یہ جتانے کے لیے کہ تم میں ہمت ہے تم یہ سب کر گزریں؟ صرف مجھے غلط ثابت کرنے کے لیے کہ جو میں سوچتا ہوں غلط ہے؟ تم ایسا کیسے کرسکتی ہو

انابیتا بیگ! تم میرے اور اپنے ساتھ ایسے تجربات کیسے کر سکتی ہو؟ مجھے روکتیں کیوں نہیں، ٹوکتیں کیوں نہیں؟ غصہ ہے تو نکال باہر کرو، کچھ بُرا لگ رہا ہے تو مجھے بتاؤ، یہ کیا ہے انابیتا؟ تم ایسے پانی جیسی کیسے ہو رہی ہو جیسے ڈھال رہا ہوں ویسی کیوں بنتی جا رہی ہو؟ تمہارا اپنا وجود کیا ہے، اس کی نفی کیوں کر رہی ہو؟ اپنے دل کو کیوں جھٹلا رہی ہو اور سب سے بڑھ کر مجھے... مجھے کیوں جھٹلا رہی ہو؟" وہ اس کے سامنے ڈٹ کر آج ہر بات سے پردہ اٹھانے کی ٹھان رہا ہے مگر وہ یک دم اٹھی تھی اور وہاں سے نکل جانا چاہا تھا مگر تبھی دامیان سوری نے سرعت سے اس کا ہاتھ تھام کر اپنی طرف کھینچ لیا تھا۔وہ سنبھل نہیں سکی اور اس کے سینے سے آن ٹکرائی تھی۔برستی بارش میں جیسے وجود کو انگاروں نے چھوا تھا، وہ سنبھل کر سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی تھی۔چہرہ بے رنگ تھا اور آنکھیں سرخ، دامیان سوری کو اس کی کیفیت کا بھرپور اندازہ تھا مگر وہ اس کے زخموں پر مرہم رکھنے کے چکر میں ہر بات کو پہلے سے زیادہ بگاڑ جاتا تھا، جیسے اسے اس بات کا باخوبی احساس تھا تبھی اس کی سمت دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"سنو انابیتا! مجھے اندازہ ہے میں غلط کر رہا ہوں، میں نے ہمیشہ غلط ہی کیا ہے مگر تم کیا کر رہی ہو انابیتا؟ کیوں راستے بند کر رہی ہو، دم گھٹ جائے گا انابیتا! ایسا مت کرو، مجھے مارو، پیٹو، غصہ کرو مگر پلیز خود کو یہ سزائیں نا دو، تم کو اس بھنور میں پھنسانے والا میں ہوں، اس سب کا ذمہ دار میں ہوں مگر کیا جانتی ہو تم، کسی سچ کی خبر نہیں تمہیں۔اس دل کی کیوں نہیں سنتیں تم؟ ادھر... ادھر دیکھو، میری طرف نظرو کرو انابیتا! تم کیوں انجان بننا چاہتی ہو؟" وہ اسے تمام معاملات کی آگاہی دینے کا ارادہ کر رہا تھا مگر انابیتا جیسے کچھ سننا نہیں چاہتی تھی۔

"میں تم سے کوئی بات کرنا نہیں چاہتی دامیان سوری!" سخت لہجے میں کہتے ہوئے اسے گھورا تھا۔برستی بارش میں اس کا چہرہ کچھ اور کھل گیا تھا۔وہ بہت دل کشی رکھتی تھی یا پھر دامیان سوری اس کے سامنے گھٹنے ٹیک دینے پر مائل تھا۔اسے تھام کر کچھ قریب کیا تھا، بھرپور وارفتگی سے اس کی آنکھوں میں جھانکا تھا۔اس بارش میں کوئی جادو تھا، کوئی طلسم تھا یا پھر یہ محبت اردگرد پھیلی تھی۔دامیان سوری نے اس کے چہرے کو بغور دیکھا پھر اپنا

چہرہ اس کے قریب لے آیا تھا۔انابیتا بیگ ساکت سی اس کی سمت دیکھ رہی تھی۔کوئی شے تھی جو ان دونوں کو باندھنے لگی تھی۔دامیان سوری کی نگاہوں سے پھوٹتی تپش کا احساس تھا کہ اس کی دھڑکنوں کا شور' انابیتا بیگ اس سے دور جانے کے جتن کرتی ہوئی اس لمحے بے بس دکھائی دی تھی۔

"مجھے احساس ہو گیا ہے انابیتا! محبت اردگرد پھیلی ہوئی ہے اور اس کا احساس بھرپور ہے۔میں جان گیا ہوں انابیتا! یہ احساس کیا ہے مجھ سے یوں دور مت رہو' یہ دیواریں اٹھانا بند کردو مجھے گوارا نہیں ہے' حسد ہوتا ہے جلن ہوتی ہے' تمہیں ہوا بھی چھو کر گزرے تو میں طوفانوں کی زد پر آجاتا ہوں' یہ موسم تمہاری سانسوں سے مہک رہا ہے تو مجھے جلن ہو رہی ہے۔یہ بوندیں تمہیں چھو رہی ہیں تمہارے لمس سے دہک رہی ہیں تو مجھے گھٹن ہو رہی ہے' زمانوں کو' موسموں کو تہس نہس کرنے کو دل چاہتا ہے' جانتی ہو ایسا کیوں ہے کیوں جاننا نہیں چاہتی ہو تم؟ یا پھر جانتے بوجھتے بھی اگنور کرنا چاہتی ہو؟" اس کے لب اسے اپنے بالوں پر ملتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔بارش میں

جیسے اسے انگارے چھو رہے تھے۔اس کی دیوانگی عروج پر تھی' جیسے وہ بے خود ہو رہا تھا۔

"ہار رہا ہوں میں انابیتا! ہار گیا ہوں' کہو تو زمانے وار دوں' دنیا تیاگ دوں' کیا کروں؟ جو کہو گی کروں گا' جیسا جیسا کہو گی ویسا ویسا کروں گا۔بس اتنا یقین دلا دو کہ اس کے آگے جو دنیا ہوگی وہ صرف اور صرف میری ہوگی۔ اس دل کی دھڑکنوں پر بس میرا حق ہوگا' آنکھوں کی سب روشنی میری ہوگی۔مانگنے کا حق رکھتا ہوں کیونکہ صرف تمہارے لیے میں نے مدتوں کو سمیٹا ہے' فاصلوں کو جھیلا ہے۔کتنا بے حد... بے حساب چاہا ہے۔بس تمہیں خبر نہیں ہونے دی' چاہتا تھا تم خود محسوس کرو' مگر تم نے تو زبان پر تالے لگا دیئے۔تمہیں اس کی خبر ہوئی یا نہیں۔اس کی خبر نہیں مگر دل میں ایک قلق تھا تم میرا پیار محسوس کرو' ایک ضد تھی تم پڑھو ان نظروں کے سارے بھید جان لو مگر تم تو بہت کوری ہو' تمہیں فرق ہی نہیں پڑا۔تمہاری بلا سے کوئی جیے یا پھر بھاڑ میں جائے۔تمہاری بے نیازی کمال کی ہے اور یہی مجھے اچھا نہیں لگتا۔مجھے اس بے نیازی کو ختم کرنے کی ضد تھی' ضد تھی کہ تم بے

خبر نہ رہو سو تمہیں نیازمند کرنے کی ٹھانی مگر تمہیں تو اس سے بھی فرق نہیں پڑا۔اس سے بھی کوئی سروکار نہیں۔انابیتا بیگ! ایسی بے حسی کیوں؟ اپنے نقصان کی تمہیں خبر نہیں، محبت ہے مجھے تم سے، کتنی محبت ہے کچھ خبر ہے؟ آئی لو یو ڈیم اٹ! تمہیں فرق کیوں نہیں پڑتا؟" دامیان سوری نے پہلی بار باضابطہ اپنی محبت کا اظہار کیا تھا۔اس لہجے میں تپش تھی، انابیتا بیگ اگر صرف یہی اقرار سننا چاہتی تھی تووہ سن چکی تھی۔اس کا پورا وجود کسی طوفان کی زد پر آگیا تھا۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا دامیان سوری اس کے ساتھ کیا کوئی کھیل کھیل رہا تھا؟

ایک طرف وہ للی میک سے منگنی کررہا تھا اور دوسری طرف اس سے محبت کا اظہار کررہا تھا۔کیا تھا یہ؟ وہ ساکت سی دامیان سوری کو دیکھ رہی تھی۔اس کی آنکھوں کی تپش بے معنی تھی کیا؟ کیا یہ صرف کوئی ضد تھی؟

صرف اک خو تھی؟ وہ اس کی انا کو توڑنا چاہتا تھا، تار تار کرنا چاہتا تھا اس کا غرور؟ تہس نہس کرنا چاہتا تھا اس کا وقار؟ کیا چاہتا تھا وہ؟

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"آئی لو یو انابیتا! مجھے تم سے بے انتہا اور بے حد پیار دل کی گہرائیوں سے، میرے دل میں بس تم ہو کوئی اور نہیں۔صرف تم ہو جسے میں چاہتا ہوں، بے حد بے حساب۔صرف تم ہو جس کی مجھے ضرورت ہے۔وہ تم ہو انابیتا بیگ! میری تمنا تم ہو، میری خواہش تم ہو مگر تمہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور کیا کروں، کتنے چکر کاٹوں تمہارے گرد؟ کتنا طواف کروں، میری عبادتوں کا شمار تم نہیں کرتیں؟ میری ریاضتوں کی خبر تمہیں کیوں نہیں، یہ جو ایک جنوں تم سے وابستہ ہے اس کی خبر تمہیں کیوں نہیں ہے؟ صرف اس لیے کہ تمہیں اپنی انا اپنے دل سے زیادہ پیاری ہے۔اس دل کے شور کو کان بند کرکے نہیں سنا چاہتی آخر کیوں؟ اس سچائی کو جھٹلانا چاہتی ہو کہ میں بھی تمہاری خواہشوں میں ہوں مگر یہ سب کرکے تمہیں کیا سکون ملے گا؟ کیا سکون ملے گا تم خود بھی بے سکون ہونا انابیتا بیگ! ایک اضطراب اب خود بھی جھیل رہی ہو اور مجھے بھی اس کا حصہ بنارہی ہو، قصور تمہارا ہے انابیتا! اگر تم صرف مجھ سے اقرار چاہتی تھیں تو لو میں نے اقرار کرلیا، ہار گیا میں، سارے کھیل ختم۔اب بولو کیا چاہتی ہو تم؟" اس کو شانوں سے تھام کر وہ اس

کی آنکھوں میں بغور تکتے ہوئے بولا۔انابیتا ساکت سی اسے تکتی رہی تھی۔

دونوں بارش میں بھیگ رہے تھے مگر یہ موسم کوئی خوش کن احساس نہیں جگا رہا تھا‘ وہ پہلے سے زیادہ الجھ رہے تھے۔بارش دلوں کو ایک ساتھ باندھنے میں جیسے ناکام رہی تھی۔انابیتا نے اپنے گرد سے اس کی گرفت ہٹائی تھی اور اس موسم کے جادو کا حصار ایک پل میں توڑ دیا تھا۔الٹے قدم چلتی ہوئی اس سے دور ہوئی اور پھر پلٹ کر اس سے دور ہوتی وہاں سے نکلتی چلی گئی۔دامیان سوری کی ساری ریاضت بے کار گئی تھی۔اس کی پوری کوشش پر انابیتا بیگ نے پانی پھیر دیا تھا۔وہ ہارا ہوا سا کھڑا اسے جاتا دیکھ رہا تھا۔

...☆☆☆...

انائیا ملک کو یہ زمانہ خواب سا لگ رہا تھا۔اسے لگ رہا تھا وہ کسی اور دنیا میں آگئی ہو۔اس دنیا میں جہاں اس کا دوسری دنیا سے رابطہ نہیں ہونا تھا۔یہاں سے پلٹنا تھا تو کیا وہی پرانے زمانے اس کے منتظر ہونا تھے؟

معارج تعلق بہت مختلف لگ رہا تھا۔اس کی نظروں سے نکلتی شعاعیں اسے اپنے ساتھ باندھ رہی تھیں‘ اس کے دل کو جکڑ رہی تھیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہ التفات‘ وہ کرم اس کے لیے بہت نئی بات تھی اگر یہ صرف کسی ڈرامے کا حصہ تھا تو ٹھیک اور اگر یہ سب سچ تھا تو اس کی حقیقت کیا تھی؟ اسے ہمیشہ اس کے ساتھ تو نہیں رہنا‘ واپس لوٹ جانا تھا۔

دونوں کے راستے الگ تھے‘ تو وہ اس کے ساتھ کی متمنی کیوں ہورہی تھی اور وہ اس کے ساتھ ہو کر بھی اس کے ساتھ کیوں نہیں ہو پا رہی تھی۔

اس پارٹی میں دونوں کو ساتھ ساتھ دیکھ کر ہر نظر ستائشی انداز میں اٹھ رہی تھی۔اس کپل کو شام کا بیسٹ کپل قرار دیا جارہا تھا۔اس کے ساتھ قدم اٹھاتے ہوئے وہ کسی اور جہاں میں تھی۔بادلوں پر قدم رکھ رہی تھی شاید یا پھر فضاؤں میں اڑ رہی تھی۔

یہ اس کی خواہشوں میں تھا اس کی ہمراہی میں رہنا‘ اس کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنا‘ یہی اس کی تمنا تھی۔وہ ہمیشہ اس کی متمنی رہی تھی۔اسے چاہتی رہی تھی مگر وہ کتنا کٹھور تھا؟ کتنا بے مہر تھا۔

معارج تغلق نے اسے اپنی طرف دیکھتا پا کر اس کی سمت سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔اس نے سر جھٹک کر نفی میں ہلادیا تھا اور اس کی سمت سے نظر ہٹا گئی تھی۔

”تم میری طرف دیکھ سکتی ہو، میں پرایا نہیں ہوں۔“ اسے بے خبر بنتے دیکھ کر معارج تغلق نے کہا تھا۔کیا وہ جانتا تھا کہ اس کی سمت دیکھ رہی ہے یا پھر وہ اس کی خواہشوں کو جانتا تھا؟ اس کے دل کی دھڑکنوں کو پڑھ رہا تھا؟ وہ آنکھیں میچ کر ایک لمحے کو گہری سانس خارج کرنے کو تھی جب اس کی آواز سماعتوں میں پڑی۔

”تمہیں یقین و گمان کے درمیان رہنا اچھا لگتا ہے یا پھر تمہیں خود کو پریشان کرنا اچھا لگتا ہے؟“ انائیا ملک نے آنکھیں کھول دی تھیں۔سب ڈانس فلور پر

محو رقص تھے، معارج تغلق نے ہاتھ اس کی سمت بڑھایا تو وہ چونکتے ہوئے دیکھنے لگی تھی۔

”اس شام کا بہترین جوڑا اگر ساتھ رقص نہیں کرے گا تو یہ شام بہت بے معنی ہوجائے گی نا؟“ وہ خواہشوں کو بڑھا رہا تھا۔انائیا جیسے اس کا معمول بن گئی تھی۔اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا، وہ رائل بلیو گاؤن میں کسی گڑیا سی لگ رہی تھی۔اس کے بازوؤں میں جیسے کوئی کانچ کا پیکر تھا اور معارج تغلق اس حقیقت سے جیسے واقف تھا۔اس شام میں کوئی طلسم تھا۔انائیا ملک اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی کشش محسوس کررہی تھی۔

معارج تغلق کی نظریں اسے اپنے ساتھ باندھنے لگی تھیں۔وقت ایک سحر پھونکنے لگا تھا۔وہ بے خود سی لمحوں کے سنگ بہنے لگی تھی۔خواہشوں کو بے لگام چھوڑ دیا تھا۔

معارج تغلق کی آنکھیں کچھ کہہ رہی تھیں، وہ معنی سمجھ سکتی تھی کہ نہیں مگر وہ ان آنکھوں سے بچنے کی سعی کررہی تھی۔ان کی طرف دیکھنے سے گریز پا تھی، اسے ڈر تھا جیسے وہ ہار جائے گی۔جیسے خود کی نہیں رہے گی، اس شام کچھ

عجیب ہو گا' اسے خدشات ستانے لگے تھے۔معارج تغلق نے بازوؤں کا دائرہ اس کے گرد تنگ کر کے اسے خود سے کچھ اور قریب کیا تھا۔اس کی دھڑکنوں میں تلاطم سا برپا ہوا۔اس کا گریز بے معنی ہو گیا تھا۔سارا تردد جاتا رہا تھا' ایک پل میں وہ اس کے سامنے زیر تھی' اس کے بازوؤں میں پگھل رہی تھی' چہرہ دہک رہا تھا۔

اس کی جان کسی قیامت کے زیر اثر تھی۔معارج تغلق کی نظروں میں جو تپش تھی' وہ اس کا سامنا نہیں کر پا رہی تھی۔معارج تغلق کے ساتھ اس کا رشتہ کچھ بھی ہو مگر وہ اس کی حقیقت جانتی تھی۔اس سے اس ماحول کا حصہ بنے رہنا ممکن نہیں رہا تھا۔وہ اس کی گرفت سے نکلنے کو مچلی مگر معارج تغلق جیسے اس پر مائل دکھائی نہیں دیا تھا۔اسے تھام کر قریب کیا تھا اور اس کے شانے پر سر رکھ دیا تھا۔

"مجھے جیت لو انائیا ملک! مجھے باندھ لو' میں بکھر رہا ہوں' الجھ رہا ہوں' مجھے سمیٹ لو۔کوئی کرم کرو' مجھے گمان ہے تم کر سکتی ہو۔سب ممکن ہے تمہارے لیے' کچھ ناممکن نہیں۔مجھے باندھ لو' بے بس کردو چاہے شکست پا کردو' زیر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کرلو مگر مجھے یقین دو کہ یہ گزرتا وقت اتنا بے معنی نہیں' اس کی نبضوں پر ہاتھ رکھ کر تم سب ممکن کر سکتی ہو۔تمہیں وصف آتا ہے۔تمہارے لیے سب کروں گا' بس یقین دو کہ تم اس شام میں اور آنے والے زمانوں میں وقت کی نبض تھامے رہو گی۔" عجیب جنونی سا انداز تھا۔اس کی سانسیں اسے جلانے لگی تھیں۔وہ اس کی دیوانگی پر حیران تھی' یہ وقت کیا کھیل کھیل رہا تھا اس کے ساتھ؟

معارج تغلق کی بے تاب آنکھوں میں زمانے تیرتے لگ رہے تھے' خواہشوں کا انبار تھا اور وہ تھکنے لگی تھی' ٹوٹنے لگی تھی۔اس کی گرفت سے نکلی تھی اور تقریباً بھاگتی ہوئی باہر نکل آئی تھی۔تیز بارش میں رک کر گہرے گہرے سانس لیتے ہوئے اسے گمان بھی نہیں تھا کہ وہ اس کے پیچھے آگیا ہے۔اسے تھام کر وہ بہت مدہم لہجے میں بولا۔

"اپنے خدشے مجھے دے دو انائیا ملک! میں انہیں دور سمندر میں اچھال آؤں گا اور اس بات کا یقین دلادوں گا کہ اس کے بعد کوئی بدگمانی تمہاری طرف نہیں آئے گی۔" اس کے لہجے میں عجیب پاگل پن تھا۔تیز بارش میں وہ اس

کے لہجے کی تپش کو صاف محسوس کررہی تھی' اسے لگا وہ کوئی کرشماتی رات تھی' جیسے کوئی راز راز نہیں رہنا تھا' اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا' وجود کپکپا رہا تھا۔انائیا ملک نے پلٹ کر معارج تغلق کی سمت دیکھا' اس نظر میں کیسے خدشے تھے کہ ان نظروں میں یک دم نرمی اتر آئی تھی۔وہ خواہشوں میں بہتے بہتے رک گیا تھا۔پیار سے اس کا چہرہ چھوا' نرمی سے تھپتھپایا تھا' وہ جیسے اسے اس بات کا یقین کرانا چاہتا تھا کہ وہ اسے نقصان نہیں پہنچائے گا اور وہ اس کا خیر خواہ ہے' اگر یہ محبت تھی تو بہت پُرکشش تھی۔اس کی نظروں سے پھوٹتی شعاعیں بہت سبک اور نرم تھیں۔وہ اس کی سمت خاموشی سے دیکھ رہی تھی۔معارج تغلق نے اپنا کوٹ اتار کر اس کے شانوں پر رکھ دیا تھا اور اس کا ہاتھ تھام کر گاڑی کی سمت لے آیا۔

''تمہیں اس طرح بارش میں نکلنا نہیں چاہیے تھا' سرد موسم میں بھیگنا ٹھیک نہیں۔'' معارج تغلق نے کہا اور پھر بنا اس کی سمت دیکھے گاڑی ہوٹل کی سمت بڑھادی تھی۔وہ اس کی سمت دیکھ نہیں سکی تھی' وہ جیسے کسی محاذ پر ڈٹی تھی' اس بار وہ کسی اور سے نہیں خود سے ہار رہی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

...☆☆☆...

محبت انوکھی چیز ہے اس کے تیور نرالے ہیں' مگر ہر رنگ دوسرے رنگ سے زیادہ چونکا دیتے ہیں' جہاں یقین ہونے لگے کہ بس یہی منظر آخری ہے وہیں محبت ایک اور موڑ لے کر قدموں میں رکھ دیتی ہے اور پھر اتنی ہی بے یقینی میں گھیر دیتی ہے' انابیتا کے لیے ان لفظوں کو سننا کوئی خوش کن احساس نہیں تھا۔دامیان سوری کے انکار نے کوئی انوکھی دنیا نہیں بسائی تھی' نا خوابوں کے جہاں آباد کیے تھے' مگر اسے اس سے اور دوری پر لا پٹخا تھا' وہ دوسرے دن اس کی طرف نہیں گئی تھی۔خود کو کمرے میں بند کرکے پڑی رہی تھی۔

کیا چاہتی تھی وہ؟ وہ ہارے جائے؟

وہ ہار گیا تھا پھر کیا اور چاہیے تھا؟ وہ اس کا نہیں تھا؟ کسی اور کے ساتھ تھا۔

بس یہی قلق تھا یا پھر اور کچھ بھی تھا؟

وہ شام اندر کی گھٹن سے گھبرا کر ٹیرس پر آئی تھی جب ایکسل آگیا تھا۔

"تمہیں کیا ہوا؟ منہ پر بارہ کیوں بج رہے ہیں؟ تمہیں آج دامیان کی طرف نہیں جانا؟ میں نکل رہا تھا مگر گاڑی خراب ہوگئی' سوچا دوست سے لفٹ لے کے تمہاری طرف آجاؤں' تمہیں بھی اسی طرف جانا ہوگا سو گاڑی کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا مگر انابیتا نے اس کی سمت دیکھے بنا سر انکار میں ہلا دیا تھا۔

"میں نہیں جاؤں گی' تم آٹو پکڑ کر چلے جاؤ۔" انابیتا بیگ نے ٹھان لی تھی جیسے اب مزید خود کو ان راہوں پر نہیں ڈالے گی۔

"تم سیریس ہو؟ مجھے لگا تم مذاق کررہی ہو۔" ایکسل کا مزاج عجیب تھا وہ ہر بات کو مذاق میں اڑانے کا فن جانتا تھا مگر وہ اس وقت موڈ میں نہیں تھی مگر وہ اس کے ساتھ سختی بھی نہیں برت سکی تھی۔

"ایکسل تمہیں دیر ہورہی ہے تم چلے جاؤ' میں واقعی نہیں جاؤں گی۔" وہ سنجیدگی سے بولی تھی۔

"تم ٹھیک تو ہو انابیتا! کیا ہوا ہے تمہیں' دامیان سے کوئی پرابلم ہے... ہے نا؟" ایکسل نے پوچھا مگر وہ کچھ نہیں بولی تھی' تبھی ایکسل گہری سانس لیتے ہوئے بولا تھا۔

"وہ پاگل ہے انابیتا بیگ! اسے خبر نہیں ہے تم نے کسی ڈوبتے انسان کو دیکھا ہے' وہ خودکو بچانے کے لیے ہاتھ پاؤں مارتا ہے مگر دیکھنے والوں کو وہ ایک مضحکہ خیز کھیل لگتا ہے۔وہ خود سمجھ نہیں پارہا کہ وہ ایسا کیوں کررہا ہے مگر وہ سب کچھ شاید کسی بوکھلاہٹ میں کررہا ہے۔کسی بڑے طوفان سے یا پھر بھنور سے نکلنے کی کوئی کوشش بھی ہوسکتی ہے۔یہ تم جو دیکھ رہی ہو وہ کوئی خواب کی بات بھی ہوسکتی ہے' سب حقیقت ہی نہیں ہوتا اور سب سراب بھی نہیں۔" ایکسل کچھ بے وقوف تھا مگر کبھی کبھی کام کی بات بھی بول جاتا تھا' اس کی بات میں کچھ تو تھا کہ وہ اس کی سمت تکنے لگی تھی۔

"تم کیا سلجھانے کی کوشش کررہے ہو ایکسل! وہ جو بھی کررہا ہے اس سے مجھے کیا فرق پڑتا ہے اور مجھے کیا واسطہ ہے' یا سروکار ہے؟ میرا اس سے کچھ لینا دینا نہیں۔وہ کچھ بھی کرے' مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" وہ خود اپنے آپ کو جھٹلا رہی تھی' ایکسل اسے دیکھ کر مسکرا دیا تھا۔

"انابیتا بیگ! وہ بھی تمہارے جیسا ہے کچھ کچھ' بہت انوکھے ہو تم دونوں مگر جس زاویئے سے میں دیکھ رہا ہوں اس سے اصل معاملے کا تعین زیادہ ہوتا ہے مگر افسوس تم دونوں اپنی اپنی جگہ چھوڑنے کو تیار نہیں۔دونوں مورچہ بندی کیے بیٹھے ہو اور دونوں مزائل داغ رہے ہو مگر ایک بات جو میں جانتا ہوں تم دونوں جاننا نہیں چاہتے یا پھر جانتے بوجھتے اگنور کرنا چاہتے ہو۔" ایکسل بولا تھا تو انابیتا اس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

"تم دونوں ایک دوسرے کے لیے ضروری ہو یہ سب سے بڑی حقیقت ہے۔" انابیتا بیگ سر نفی میں ہلانے لگی تھی' پھر مدھم لہجے میں بولی تھی۔

"ایکسل تم پاگل ہو؟ کیا کہہ رہے ہو تم؟ وہ بندہ منگنی کررہا ہے اور تم مجھے یہ کہہ رہے ہو کیا فضول کی بکواس ہے یہ؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"وہ منگنی کررہا ہے مگر کیوں؟ یہ بات سمجھنے کی کوشش کرسکتی ہو تم؟" ایکسل بولا تھا۔

"ایکسل میں یہ سب سمجھنا نہیں چاہتی' تم اپنی انرجی ان باتوں پر ضائع مت کرو' تمہیں ابھی اپنے دوست کی منگنی کی تیاریوں میں بہت مدد دینا ہے' تم اپنی انرجی بچا کر رکھو۔" انابیتا لاتعلق بننا چاہتی تھی۔

"تم غلط کررہی ہو انابیتا! اس نے جو کیا بہت غلط کیا' مگر تم بھی غلطی پر ہو۔"

"پلیز ایکسل! جاؤ یہاں سے' تم اس کی طرف داری مت کرو۔وہ ایک ڈرپوک انسان ہے' وہ کچھ نہیں کرسکتا' اس نے میری اتنی بے عزتی کی اور تم سمجھتے ہو مجھے اسے رعایت دینا چاہیے؟"

"محبت میں کتنی گنجائش ہوتی ہے انابیتا؟" ایکسل کے سوال نے اسے ساکت کردیا تھا۔"محبت معاف کرسکتی ہے یا نہیں؟ اگر اس نے کوئی غلطی کی ہے تو وہ قابل معافی ہے کہ نہیں؟" ایکسل اس کی بھرپور وکالت کررہا تھا۔

"تم جانتے ہو وہ کیا کررہا ہے ایکسل! اس سچوئشن میں تم چاہتے ہو میں اسے معافی نامہ جاری کروں' وہ منگنی کرنے جارہا ہے' وہ کسی اور کا ہونے جارہا ہے' تم ساری نرمی مجھ سے ہی کیوں چاہتے ہو' کتنا بڑا کروں دل کو؟ اسے معاف کرنا آسان نہیں ہے' وہ غلطیوں پر غلطیاں کرنے والا انسان ہے' ایسے انسان کو کیا معافی نہیں دی جاسکتی۔" وہ اٹل لہجے میں بولی تھی۔ایکسل نے شانے اچکا دیئے تھے۔

"وہ قدم بڑھاتا ہے تو تم ہاتھ کھینچ لیتی ہو' تم قدم بڑھاتی ہو تو وہ دور نکل جاتا ہے۔اس صورت حال میں کیا ہوسکتا ہے' کوئی نہیں جانتا۔مگر یہ سچوئشن بتاتی ہے کہ یہ کسی طوفان کا پیش خیمہ ہوسکتا ہے۔خیر تمہیں ایک بات بتانا تھی؟" وہ جاتے جاتے پلٹا تھا۔

"وہ تم سے محبت کرتا ہے اور اب یہ تم پر منحصر ہے کہ تم اسے معاف کرتی ہو کہ نہیں یا پھر کوئی موقع دیتی ہو کہ نہیں یہ اس نے مجھے تمہیں بتانے کے لیے نہیں کہا مگر میں تم دونوں کا دوست ہوں اور تم دونوں کا خیر خواہ ہوں

کہ خوش رہو' ایک ساتھ نہ سہی مگر اس بھنور سے باہر آجاؤ۔" وہ کہہ کر پلٹ گیا تھا' انابیتا بیگ ساکت سی کھڑی اس کے لفظوں میں الجھنے لگی تھی۔

...☆☆☆...

جہانگیر ملک کے لیے یہ صورت حال پہلے سے زیادہ کٹھن تھی مگر وہ سمجھ سکتا تھا کہ اس کے بعد کیا ہوا ہوگا اور زائرہ ملک نے کتنا کچھ جھیلا ہوگا تبھی وہ اس سب کو بہت سکون کے ساتھ سمیٹنا چاہتا تھا۔یہ سب اس کے باعث ہوا تھا' گزرتے وقت کو لانا اس کے بس میں نہیں تھا مگر وہ اس کا ازالہ ضرور کرسکتا تھا۔تبھی وہ کچن کے دروازے پر آن رکا تھا' جہاں وہ ڈنر کی تیاری کرنے میں مصروف تھی۔

"کیا خیال ہے اگر آج ہم ڈنر باہر کریں؟" جہانگیر ملک نے کہا تو وہ ملازم کو چیزیں تھماتے ہوئے چونک کر اس کی سمت تکنے لگی تھی پھر کچھ خاص ہدایتیں اسے دے کر جہانگیر ملک کی سمت آگئی۔

"آپ کو کچھ چاہیے؟"

"اوں... ہوں..."

"پھر؟"

"دل چاہ رہا تھا کہ ہم کہیں باہر نکلیں۔ بہت دنوں سے گھر میں پڑا ہوں۔ کچھ عجیب لگ رہا ہے۔" جہانگیر ملک نے کہا تو زائرہ ملک نے ان کی طرف دیکھا تھا۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں، آیئے میں آپ کی دوائیں دے دوں۔" وہ ہاتھ تھام کر مڑنے لگی تھی۔ جہانگیر ملک نے اسے شانوں سے تھام لیا تھا اور بغور دیکھتا ہوا بولا۔

"زائرہ ایک دوسرے سے بھاگنے کا عمل اب ہمیں ترک کردینا چاہیے۔ میں ازالہ کرنا چاہتا ہوں، جو بھی غلطیاں ہوئیں میں ان کا بھرپور سدباب کرنا چاہتا ہوں۔ میں جانتا ہوں میں نے غلط کیا، خوشیوں کے دروازے تم پر بند کردیئے مگر اس کا ازالہ بھی ہے، مجھے موقع نہیں دو گی یا پھر یہ ناممکن ہے؟" جہانگیر ملک نے کہا تو وہ حیرت سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو زائرہ! تم سمجھ رہی ہو ایسے شخص کے لیے کوئی رعایت نہیں جو تم سے بے وفائی کرکے چلا گیا۔ کسی اور عورت کو اپنا لیا اور پھر ایک

مزیداردوکتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دن صرف اس لیے تمہاری طرف واپس آگیا کہ جیسے اس کے علاوہ کوئی راہ نہیں تھی، تمہاری طرف پلٹنا میری کوئی مجبوری نہیں تھی زائرہ ملک! تمہاری طرف آنا میری آخری راہ تھی کیونکہ تم میری زندگی کا ایسا راستہ ہو جس کی ہر سمت منزل کی طرف نکلتی ہو کیونکہ تم راستہ نہیں ہو صرف تم منزل بھی ہو۔ میں بھٹک گیا تھا تمہارا گریز بجا ہے اگر تم کوئی گلہ رکھتی ہو تو اس کا جواز بھی معقول ہے مگر کیا اس سب کو ایسے ہی چلتے رہنے دیا جائے؟" جہانگیر ملک کے لہجے میں ٹھہراؤ تھا مگر زائرہ ملک اس کی سمت سے نظریں ہٹا گئی تھی۔

...☆☆☆...

وہ کچن میں اپنے لیے کافی بنارہی تھی جب ایک مخصوص آواز کانوں میں پڑی تھی، وہ کسی سے بات کررہا تھا۔ پارسا چوہدری پلٹی تھی اورملازمہ کی طرف دیکھا تھا۔

"کون آیا ہے؟"

"عدن بیگ صاحب! آئے ہیں' باہر اماں سے بات کررہے ہیں۔" ملازمہ نے مطلع کیا تو وہ چونکی۔وہ آیا تھا اور آنے سے پہلے اسے بتایا بھی نہیں؟ وہ اتنا دور جارہا تھا اس سے؟ جب وہ اس کے قریب ہورہی تھی وہ اسے پرے دھکیل رہا تھا' وہ کافی وہیں چھوڑ کر لیونگ روم میں آئی۔عدن بیگ اس کی موجودگی سے بے خبر اماں سے بات کررہا تھا۔

"میں یہاں کسی کام سے آیا تھا سوچا آپ سے ملتا چلوں اور..." پارسا اپنی موجودگی کا احساس دلانے کو اس کے سامنے آن کھڑی ہوئی تو وہ سر اٹھا کر اس کی سمت تکنے لگا تھا۔

"آپ نے بتایا بھی نہیں کہ آپ آرہے ہیں؟" وہ حیران تھی اماں دانستہ وہاں سے اٹھ کر چلی گئی تھیں تاکہ وہ اس سے بات کرسکے۔پارسا اسے بے یقینی سے دیکھ رہی تھی' عدن کچھ تھکا ہوا دکھائی دیا تھا۔

"کیسی ہو تم؟" اسے سامنے دیکھ کر پوچھا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں' یہ بنا بتائے آنے کی کیا ٹھانی؟ آپ کے پاس مطلع کرنے کو بھی وقت نہیں تھا؟" وہ شکوہ کررہی تھی' وہ مسکرا دیا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"فیصل آباد کی آب و ہوا کمال کی ہے'کافی نکھر گئی ہو۔چہرے پر رونق آگئی ہے۔اچھی لگ رہی ہو ضرور اماں کے ہاتھوں کے بنے کھانوں کا کمال ہوگا یہ یا پھر تم واقعی بہت خوش ہو؟" وہ بات بدل رہا تھا۔پارسا کو اس کا انداز عجیب لگا تھا۔

"آپ ایسے عجیب کیوں ہورہے ہیں؟" وہ تھکے ہوئے انداز میں اس کے سامنے بیٹھی تھی۔

"جانتے ہیں نا آپ مجھے؟ واقف ہیں نا' اچانک سے سب فراموش کردیا؟" وہ مخصوص بیویوں والے انداز میں شکوہ کررہی تھی۔وہ بغور تکتے ہوئے مسکرادیا تھا۔

"بیوی بن کر جیسے سارے بڑے پتے ہاتھ لگ جاتے ہیں' تمہیں بھی شکوے کرنے خوب آگئے ہیں' تمہیں بتایا تو تھا مصروف تھا' وقت بہت کم ملا تم سے زیادہ بات نہیں کر پایا مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم غلط معنی اخذ کرتی پھرو۔" عدن بیگ بولا تھا۔"ملازم نے کہا تھا کافی تم بنارہی ہو' یہ تم خالی ہاتھ

کیوں آ گئیں؟ زیادہ دیر کے لیے نہیں آیا ہوں' تھوڑی دیر قیام کروں گا شام کی فلائٹ ہے۔'' وہ بہت نارمل انداز میں بتا رہا تھا' وہ زچ ہو گئی تھی۔

''کیوں کر رہے ہیں آپ ایسا اور شادی کے بعد ہی کیوں' اس سے پہلے تو آپ بہت انڈراسٹینڈنگ تھے' ہر بات سمجھ میں آتی تھی پھر اب کیا ہو گیا؟ میں جو کہتی ہوں اس پر یقین کیوں نہیں ہوتا آپ کو؟ یہاں پاگلوں کی طرح بیٹھی ہوں آپ کی ایک کال کا ویٹ کرتی ہوں اور آپ مصروفیت کا بہانہ کر رہے ہیں' کیسے سطحی قسم کے مرد بن رہے ہیں آپ؟ مجھے آپ سے ایسی توقع نہیں تھی عدن بیگ!'' پارسا نے شکوہ باکس کھول کر سامنے رکھ دیا تھا' کئی شکایتیں تھیں مگر وہ سب عرضیاں پڑھنے کے موڈ میں نہیں لگ رہا تھا۔

''میرا موبائل فون سوئچڈ آف تھا' بیٹری ختم ہو گئی تھی فون نہیں کر سکا مگر مجھے نہیں لگا تھا کہ فون کیے بنا آؤں گا تو میرا داخلہ ممنوع قرار دے دیا جائے گا۔'' عدن بیگ اپنے مخصوص انداز میں کہہ رہا تھا۔ ملازمہ کافی لے آئی تھی بہت سے لوازمات کے ساتھ وہ سرو کرنے تک پارسا خاموش رہی تھی۔ ملازمہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کے جانے کے بعد وہ اسے بغور دیکھنے لگا تھا پھر سموسہ اٹھا کر اس کی سمت بڑھایا تھا۔

''تم لگتا ہے ڈھنگ سے کھا نہیں رہی ہو' چہرہ خاصا اتر ہوا ہے کچھ پریشانی ہے؟'' وہ جیسے اس کی کیفیت سے انجان تھا یا انجان بننے کی کوشش کر رہا تھا پارسا کے لیے عجیب سچوئشن تھی۔

''آپ میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہیں' آپ سب جانتے ہیں نا؟ مجھے مجرم کیوں بنا رہے ہیں' غلطی کیا ہے میری' پچھتاوے میں مبتلا کیوں کر رہے ہیں مجھے؟'' وہ پھٹ پڑی تھی۔ وہ اطمینان سے کافی کے سپ لے رہا تھا

''میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں پارسا! تم بھول گئیں ہم اچھے دوست تھے۔ میں چاہتا ہوں تم اب بھی مجھے اپنا اچھا دوست سمجھو' میں تمہارے مخالف نہیں جا رہا' تمہارے مخالف نہیں جا سکتا۔'' وہ جتاتے ہوئے بولا تھا۔

"کیا کر رہے ہیں آپ؟ کیا سمجھ رہے ہیں، کیا جتا رہے ہیں، غلطی کس سے ہوئی، کہاں ہوئی، مجھے کیوں لگ رہا ہے سب غلط ہو رہا ہے اور جو ہوگا اس سے بھی غلط ہوگا؟" وہ بہت الجھی ہوئی دکھائی دی تھی۔عدن نے اس کی سمت دیکھا پھر ملائمت سے مسکرا دیا تھا

"تمہیں لگتا ہے کچھ غلط ہوا؟ تم اس غلطی کو درست کرنا چاہتی ہو؟" وہ چونک گئی تھی، وہ کیا سمجھ رہا تھا۔

"میں کیا کہہ رہی ہوں، آپ کیا سمجھ رہے ہیں، آپ باتوں کو اپنے منتخب معنی کیوں پہنا رہے ہیں؟" وہ روہانسی ہوئی تھی۔

"ریلیکس پارسا! میں تمہارے مخالف نہیں جارہا میں تمہارے ساتھ ہوں مگر مجھے لگتا ہے ہمیں کچھ چیزوں کو درست طریقے سے کرنا ہے یہ ناگزیر ہے۔تم نے مجھ سے شادی کی بات کی، میں سمجھ سکتا ہوں تم اس وقت مشکل میں تھیں اور وہی فیصلہ تمہیں مناسب لگا، تم اپنی فیملی سے مل رہی تھیں انہیں کھونا نہیں چاہتی تھیں اور انہیں خوش رکھنے کو تم نے وہ راہ چنی مگر شاید وہ تمہاری خوشی نہیں تھی پارسا! ابھی میرے پاس وقت زیادہ نہیں ہے، میں تم سے پھر اس

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ٹاپک پر بات ضرور کروں گا، مگر ابھی میری فلائٹ کا وقت ہو رہا ہے مگر تم جب چاہو گی جس طرح چاہو گی، سب ویسا ہی ہوگا۔تمہیں صرف مجھ سے کہنے کی ضرورت ہے اور میں ایک پل کی بھی دیر نہیں کروں گا۔تم جس طرح اپنی زندگی جینا چاہتی ہو تم جی سکتی ہو۔جس کے ساتھ جینا چاہتی ہو جی سکتی ہو، میں تم سے مکمل تعاون کروں گا۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

پارسا ہکا بکا رہ گئی تھی، وہ بہت اطمینان سے مسکراتا اس کی سمت دیکھ رہا تھا ہاتھ بڑھا کر اس کا چہرہ چھوا تھا۔

"اپنا خیال رکھنا۔" بولتے ہی وہ پلٹ کر وہاں سے نکل گیا تھا۔پارسا ساکت رہ گئی تھی۔

...☆☆☆...

اناہیتا بیگ تیار ہو کر ٹینس کورٹ کے لیے نکل رہی تھی جب وہ اس کے سامنے آن رکا تھا۔وہ اس سے بات کرنے کے موڈ میں نہیں تھی سو اک نگاہ ڈالنا بھی گوارا نہیں کی تھی۔اس کے قریب سے نکل جانا چاہا تھا مگر دامیان

سوری نے کلائی تھام لی تھی' وہ اس سے الجھنا نہیں چاہتی تھی تبھی اس کی سمت دیکھے بنا بولی تھی۔

"میری کلائی چھوڑو دامیان۔" اس کا لہجہ سپاٹ تھا مگر دامیان نے سنی ان سنی کردی تھی۔

"تم سے کوئی بات نہیں کرنا مجھے' پلیز دامیان!" وہ نرمی سے بولی تھی۔

"مگر میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ آؤ بیٹھ کر بات کرتے ہیں کہیں۔"

"اب کیا بات کرنا ہے؟ یہ کیا بچپنا ہے دامیان! تمہیں چین کیوں نہیں پڑتا' نئی زندگی شروع کرنے جارہے ہو کسی اور کی ہمراہی قبول کرنے جارہے ہو پھر ملال و قلق کس بات کا ہے؟"

"مجھے بحث میں نہیں الجھنا ہے انابیتا! تم کچھ بھی ہو' کچھ بھی سمجھو مگر مجھے فی الحال اس موضوع کو لے کر تم سے کوئی مخالفت نہیں کرنا۔ مجھے وہ بات کرنا ہے جو میں کرنا چاہتا ہوں۔" وہ حتمی انداز میں بولا تھا۔ انابیتا بیگ نے سامنے کھڑی ہوئی ممی کی طرف دیکھا تھا' انہوں نے سر اثبات میں ہلایا تھا۔ وہ ممی

کی بات کو رد کرنا نہیں چاہتی تھی' سو دامیان سوری کی طرف دیکھا تھا۔ وہ اس کی آنکھوں میں مثبت جواب پاگیا تھا' تبھی بولا تھا۔

"تم ریڈی رہنا میں تمہیں شام میں پک کرلوں گا۔" کہنے کے ساتھ ہی وہ اس کا ہاتھ چھوڑ کر پلٹا تھا اور باہر نکل گیا۔

...☆☆☆...

دو دن بعد ایشاع کی برتھ ڈے تھی مگر وہ اتنی ڈاؤن فیل کررہی تھی کہ اسے کوئی مدد نہیں دے پارہی تھی۔ خود اپنے الجھاوں میں اتنی الجھ کر رہ گئی تھی۔ اس کی زندگی کس طرف جارہی تھی وہ سوچ سوچ کر تھک گئی تھی۔ صبح اٹھی تو بیڈ کی دوسری طرف دیکھا جہاں معارج تغلق نہیں تھا۔

معارج تغلق عجیب ہورہا تھا' انائیا ملک کے لیے دوریوں کو بنائے رکھنا محال ہورہا تھا' وہ کوششیں کرکے تھک رہی تھی اتنی قربتوں میں گر کر وہ کمزور پڑنا نہیں چاہتی تھی۔ وہ کیوں سمجھ نہیں رہا تھا کہ اسے واپس پلٹنا ہے؟ وہ اتنا بے خود تو کبھی نہیں ہوا تھا مگر رات جس طرح وہ پارٹی میں تھی وہ دیوانگی اس سے بھولے نہیں بھول رہی تھی۔ وہ ہوٹل کے کمرے میں واپس

لوٹتے ہوئے ڈر رہی تھی۔اسے معارج تغلق سے خوف محسوس ہورہا تھا مگر اس کا انداز بس کیئرنگ تھا اس سے زیادہ کچھ نہیں شاید وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ اسے خوف زدہ کرنے کا باعث بن رہا ہے' تبھی رات کوئی بات کیے بنا وہ کروٹ لے کر سو گیا تھا۔

ان کے درمیان کوئی رابطہ ایسا نہیں تھا کہ وہ اس پر افسوس کرتی' وہ جو رشتہ اس کے ساتھ رکھتی تھی اس کے معنی کچھ نہیں تھے پھر وہ کیوں محسوس کررہی تھی کہ وہ اس کے ساتھ نہ ہوکر کوئی غلطی کررہی ہے؟

رات کے اس پہر میں کوئی جادو تھا اگر وہ اس کی ہمراہی کا طلب گار تھا تو وہ کیوں اجنبی ہورہی تھی؟ کیوں گریز پائی برت رہی تھی؟ اگر وہ محبت تھی تو وہ ہاتھ کیوں کھینچ رہی تھی؟

کیا وہ محبت تھی؟ جس سے وہ ہاتھ کھینچ رہی تھی؟

وہ پچھتاوے میں گرنے لگی تھی

تبھی وہ کافی کا کپ لے کر اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔وہ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی' وہ مسکرایا اور کافی کا کپ اس کی سمت بڑھا دیا تھا۔

"رات تم بہت خوب صورت لگ رہی تھیں' پارٹی میں سب تعریف کررہے تھے مگر تمہارا بارش میں بھیگنے کا آئیڈیا اچھا نہیں تھا' مجھے کچھ ٹھنڈ محسوس ہورہی ہے' تم ٹھیک ہونا؟ اگر میرے جیسے مضبوط اعصاب والا بندہ چھینک سکتا ہے تو تمہارا کیا حال ہوگا؟"

"نہیں میں ٹھیک ہوں۔" وہ مدہم لہجے میں بولی تھی۔

"تم کافی پی کر تیار ہوجاؤ۔" وہ اٹھا تھا۔

"کہاں جانا ہے؟" وہ چونکی تھی۔

"اسکائی ڈائیونگ۔" وہ پلٹ کر مسکرا دیا تھا۔وہ خوف زدہ ہوگئی تھی۔

"مجھے لگا تم صرف پانی سے خوف زدہ ہو اور سوئمنگ نہیں کرسکتی' تبھی سکوبا ڈائیونگ کا منصوبہ ترک کرکے اسکائی ڈائیونگ کا ارادہ کیا مگر تم اس کے لیے

بھی مائل دکھائی نہیں دیتیں؟ میرے ساتھ ہوتے ہوئے ڈر رہی ہو؟" وہ مسکرایا پھر اس کے قریب آیا اور ملائمت سے اس کے چہرے کو چھوا۔

"تمہیں ڈر لگتا ہے مگر کیوں؟ مجھ پر بھروسا نہیں، تمہیں لگتا ہے میں تمہیں کوئی نقصان پہنچنے دوں گا؟" مدہم لہجے میں کہی گئی بات میں اثر ہونا چاہیے تھا، انداز دل جیت لینے والا تھا مگر انائیا ملک اعتبار کرنے کے مرحلے سے گزرنا دشوار خیال کررہی تھی۔

"میں تمہیں پروٹیکٹ کرسکتا ہوں انائیا تغلق! یہ میری ذمہ داری ہے تمہارا خیال رکھنا۔ تمہیں محفوظ رکھنا میرے فرائض میں آتا ہے اور اپنے فرائض سے میں پوری طرح واقف ہوں، فی الحال ڈرنے کی بات نہیں ہے ہم اسکائی ڈائیونگ کے تجربے سے نہیں گزر رہے، میں مذاق کررہا تھا، ہم نیا گرافال دیکھنے جارہے ہیں، تمہیں اچھا لگے گا نا؟" وہ اس کی سمت پوری توجہ سے دیکھتا ہوا پوچھ رہا تھا۔ اس کا انداز پہلے سے بہت مختلف تھا۔ وہ بہت تحفظ دلانے والا انداز رکھتا تھا، اس کی قربت سے اب اسے خوف محسوس نہیں ہوتا تھا، وہ شاید اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا اور سطر سطر پڑھ بھی رہا تھا تبھی بولا۔

"تمہیں مجھ سے ڈر لگتا ہے انائیا! تمہیں لگتا ہے میں نقب زنی کرسکتا ہوں؟ جب گھر اپنا ہو تو دروازہ توڑنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ میں نے ایک بار جو حماقت کی وہ صرف غصے کے باعث تھی، اس کا ریزن تھا مگر میں حماقتوں کو دہرانے پر یقین نہیں رکھتا۔ تم پر میرا پورا حق ہے۔ جب تک تم اس رشتے میں ہو تم میرا حصہ ہو مگر میں کسی بھی بات کے لیے تم پر زبردستی کرنا نہیں چاہتا۔ تمہارے اندر جو بھی خوف ہے اسے ختم کردو اگر مجھے کچھ چاہیے ہوگا تو میں اس کے لیے زبردستی نہیں کروں گا۔ میں نفس کا اتنا برا نہیں ہوں، نا میرا کریکٹر اتنا برا ہے۔" وہ بولا تھا تبھی دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ انائیا جو اس کی سمت دیکھ رہی تھی، اس کی محویت ٹوٹی تھی۔

"یس!" معارج تغلق بولا تھا۔ تبھی کسی نے دروازہ کھول کر جھانکا تھا۔ وہ کوئی بہت خوب صورت لڑکی تھی، انائیا ملک حیران رہ گئی تھی۔ معارج تغلق نے اسے حیرت سے دیکھا تھا، پھر دونوں مسکرائے تھے اور وہ آگے بڑھ کر اسے ملنے لگی تھی۔ معارج تغلق جس طرح اسے گلے مل رہا تھا انداز بتارہا تھا وہ اسے اچھے سے جانتا ہے۔

”بڑے بے وفا نکلے، پلٹ کر خبر نہیں لی۔یہاں آئے بھی تو بتایا نہیں، سارے ربط توڑ لیے؟ میں نے کئی بار رابطے کی کوشش کی مگر ممکن نہیں ہوسکا۔ رات تم پارٹی میں تھے وہیں سے تمہارا سراغ ملا۔کیا کررہے ہو آج کل؟ اوہ لڑکیوں کے بدلنے کا تسلسل اب بھی جاری ہے؟“ وہ مسکرائی تھی۔انائیا ملک کی سمت دیکھا تھا جو اب بھی بیڈ پر تھی وہ اپنے امیج کے بگڑنے پر کچھ خائف ہوئی تھی۔لڑکی نے معارج تغلق کی سمت دیکھا تھا، وہ شاید اس کے سامنے بات کرنا نہیں چاہتا تھا تبھی پلٹ کر اسے دیکھا تھا۔

”تم کافی لے کر تیار ہوجاؤ، میں نیچے جارہا ہوں، میں کچھ دیر میں واپس لوٹ آؤں گا۔“ وہ اس لڑکی کا ہاتھ تھام کر دروازہ کھول کر باہر نکل گیا تھا، انائیا ملک الجھنے لگی تھی۔

”کون تھی وہ؟ معارج تغلق سے اس کا کیا رشتہ تھا؟

وہ ایسا کیوں کہہ رہی تھی کہ وہ لڑکیاں بدلنے کا عادی رہا تھا؟ کیا وہ سمجھ رہی تھی کہ وہ کوئی اس کی گرل فرینڈ تھی؟ یا پھر...

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جب سے وہ معارج تغلق کے ساتھ تھی اس نے اسے کسی اور کے ساتھ نہیں دیکھا تھا۔اس کی زندگی میں کوئی اور لڑکی نہیں آئی تھی، پھر وہ ایسا امیج کیوں کری ایٹ کررہی تھی اور اس سے انائیا ملک کو کیوں فرق پڑرہا تھا؟ اور جب وہ بیوی تھی تو اسے کیوں فرق پڑرہا تھا کہ کوئی اسے کیا سمجھ رہا تھا؟

...☆☆☆...

للی نے بہت تھکے ہوئے انداز میں اپنی کنپٹیوں کو دبایا پھر ہاتھ بڑھا کر کافی کا کپ اٹھایا اور سپ لے کر سامنے دیکھا جہاں دامیان سوری کھڑا تھا۔وہ اسے دیکھ کر مسکرادی تھی۔

”دامیان شاہ سوری! کافی پیو گے؟“ دامیان شاہ سوری اس کے انداز پر کچھ مجرم سا بن گیا تھا تبھی کسی احساس جرم میں مبتلا ہوتے ہوئے آگے بڑھا اور چیئر کھینچ کر اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔

”تم اچھا محسوس نہیں کررہی ہو نا للی؟“ وہ ازالہ کرنے کو اس کا ہاتھ تھام کر کیئرنگ انداز میں بولا تو للی اسے دیکھ کر مسکرادی تھی۔ایسا کرتے ہوئے

اس کی آنکھوں کی بے سکونی صاف دکھائی دے رہی تھی اور یہی بات دامیان سوری کو اچھی نہیں لگی تھی۔اسے اپنا آپ کچھ چھوٹا لگا تھا۔

”تم خوش نہیں ہو دامیان سوری! تم نے جیسا سوچا سب ویسا ہورہا ہے تو پھر...؟ اتنے پریشان کیوں دکھائی دے رہے ہو؟“

”میں پریشان اپنے لیے نہیں ہوں للی میک! مجھے تمہارے لیے اچھا فیل نہیں ہورہا۔آئی نو یو آر ڈاؤن۔اس مرحلے سے گزرنا تمہارے لیے آسان نہیں اور...“ للی اس کی سمت دیکھ کر مسکرادی تھی۔

”کم آن دامیان! میں ایک اسٹرونگ لڑکی ہوں‘ میں کسی بھی طرح کے حالات سے نمٹ سکتی ہوں۔مجھے اچھا نہیں لگتا کمزور ہونا‘ لیکن میں اتنی اسٹرونگ نہیں‌ہوں مگر ظاہر یہی کرتی ہوں کہ میں بہت اسٹرونگ ہوں۔اس سے ایک فائدہ ہوتا ہے کہ مجھے کمزور ہونا اور کمزور دکھائی دینا پسند نہیں‘ میرے اپنے لیے میرے ہونے کا یقین کچھ بڑھ جاتا ہے اور پھر چاہے کسی اور کے لیے اس کی قدر ہو یا نہ ہو اس
سے مجھے فرق نہیں پڑتا۔“ وہ مسکرارہی تھی۔

”آئی ایم سوری للی میک!“ وہ شرمندہ دکھائی دیا تھا تو وہ ہنس دی۔

”دامیان سوری! تم اس طرح محسوس مت کرو جیسے تم مجھے بے دردی سے ذبح کررہے ہو‘ تمہارا کوئی قصور نہیں ہے۔“

”تمہارا دل سچ میں اتنا بڑا ہے للی؟“ وہ حیران ہوا۔وہ خاموشی سے اس کی سمت دیکھنے لگی تھی پھر مسکرادی تھی۔

”شاید نہیں مگر تم سے کہا نا مجھے کمزور ہونا اور اور کمزور دکھائی دینا پسند نہیں۔پھر چاہے میں ہاری ہوئی کیوں نہ ہوں‘ میں خود کو کبھی یہ دکھانا نہیں چاہوں گی کہ میں شکست خوردہ ہوں۔میں اپنی کمزوریوں کا پتا کسی اور کو چلنے دینا نہیں چاہتی۔“ وہ مضبوط لہجے میں بات کرنے کی ہمت کرتی ہوئی اس لمحے بہت بکھری ہوئی دکھائی دی تھی۔دامیان سوری کو اس لڑکی کے ساتھ یہ سب کرنا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

”تم نے منع کیوں نہیں کردیا للی میک! ضروری ہے کہ تم میرے ہر صحیح غلط فیصلے پر سر جھکاؤ‘ ہاں کہو؟“ دامیان سوری نے شکوہ کیا تھا۔

”میں تمہیں انکار نہیں کرسکتی دامیان سوری! چاہے اس کے لیے مجھے کسی بھی تجربے سے گزرنا پڑے مگر میں تمہیں نا نہیں کہہ سکتی۔“ وہ صاف گوئی سے بولی تھی۔

”مگر یہ ٹھیک نہیں للی۔میں تمہارے بارے میں غلط جذبات رکھتا تھا' آئی ایم ایکسٹریملی سوری!“ وہ جیسے ازالہ کرنا چاہتا تھا۔

”تمہیں مدد چاہیے تھی دامیان سوری اور میں اس کے لیے تمہیں انکار کیسے کرسکتی تھی؟ اگر میری مدد کرنے سے تمہاری زندگی میں کچھ اچھا ہوتا ہے تو مجھے اس سے خوشی ہوگی۔“ وہ مدھم لہجے میں بولی تھی۔دامیان سوری کو احساسِ جرم نے گھیرا تھا۔اپنا آپ اچھا نہیں لگا تھا۔

”تمہیں اپنے فائدے کے لیے استعمال کررہا ہوں' اچھا نہیں کررہا اگر مجھے انابیتا بیگ کو حاصل کرنا تھا تو مجھے اپنے زورِ بازو پر یقین کرنا چاہیے تھا۔مجھے تمہاری مدد لینا نہیں چاہیے تھی۔تم سے منگنی کا ڈرامہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔یہ سب کرنے میں' میں تمہیں تکلیف پہنچا رہا ہوں' مجھے اس بات کا اندازہ ہے۔ تم اتنی دوری سے چل کر یہاں آگئیں صرف میرے لیے' میری مدد کے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

لیے۔مجھے بہت برا محسوس ہورہا ہے للی میک! مجھے ایسا کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا تھا۔میں تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا' یہ کھیل مناسب نہیں' میرا خیال ہے تمہیں واپس چلے جانا چاہیے۔میں یہاں سب سنبھال لوں گا' اگر انابیتا کو میرا ساتھ قبول نہیں تو میں اس کے لیے اسے مائل نہیں کرسکتا۔کوئی زبردستی نہیں کرسکتا' نہ تم سے منگنی کا ڈرامہ کرنا۔مجھے نہیں لگتا کہ میں نے یہ سب کچھ ٹھیک کیا ہو' مجھے ایسا کرکے کوئی اچھا احساس نہیں ہورہا۔“ وہ بہت مدھم لہجے میں پچھتاوے کے ساتھ بولا تو للی میک نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

”تم اسے حاصل کرنا چاہتے ہو اور محبت میں سب کچھ جائز ہوتا ہے۔تمہیں جو صحیح لگتا ہے تم وہ کرو' باقی کی فکر چھوڑ دو۔“ وہ مسکرا کر اسے ہر طرح کے احساس سے نکالنا چاہتی تھی۔

”میں اتنا بے حس نہیں ہوسکتا للی میک! یہ کوئی اچھا آئیڈیا نہیں ہے' میں قبول کرتا ہوں کہ میں بہت جذباتی واقع ہوا ہوں مگر ہر بار کچھ اچھا کرنے کے چکر میں مجھ سے بہت کچھ غلط ہوجاتا ہے۔مجھ سے غلطیاں کچھ زیادہ ہوتی

ہیں' میں چیزوں کو بنانے کے چکر میں اور بھی بگاڑ دیتا ہوں۔غلطیاں ہونے کا تناسب بہت زیادہ ہوتا ہے میں اپنی غلطیوں کو گن گن کر تھک جاتا ہوں اور شمار ختم نہیں ہوتا۔ہر بار کچھ اچھا کرنے کے چکر میں قدم اٹھاتا ہوں اور ہر بار احساس ہوتا ہے کہ پہلے سے زیادہ غلط کردیا۔" وہ بہت بکھرا دکھائی دیا تھا۔للی میک نے اس کے ہاتھ پر دوستانہ ہاتھ رکھ کر ایک نرم سی مسکراہٹ اسے دی تھی۔

"غلطیاں سب سے ہوتی ہیں دامیان سوری! ہم اپنی غلطیوں سے ہی سیکھتے ہیں' مجھے یقین ہے تم مزید غلطیاں نہیں کرو گے اور اب سدھار لے آؤ گے' اس چھوٹی منگنی کا ڈرامہ اتنا برا آئیڈیا نہیں وہ تمہارے قریب آرہی ہے' اسے جلن محسوس ہورہی ہے' یہ فطری احساس اس کے اندر ابھر رہا ہے۔وہ اس سے بچ نہیں پارہی کیونکہ وہ تم سے محبت کرتی ہے۔اس کے اندر وہ محبت سر اٹھا رہی ہے جسے وہ ہمیشہ دباتی رہی ہے۔مجھے تمہیں مدد دے کر خوشی ہورہی ہے۔مجھے یقین ہے وہ اس بات کا جلد اقرار کرے گی کہ وہ تم سے محبت کرتی ہے مگر تمہیں بھی گھٹنے ٹیک کر ایک جنٹل مین کی طرح اس سے معافی

مانگنا چاہیے' تم نے اسے بہت ستایا ہے' بہت زچ کیا ہے' میں لڑکی ہونے کے ناتے اس کے جذبات سمجھ سکتی ہوں ایک لڑکی کی عزت' اس کا وقار اس کی ایگو ' اس کی سلف ریسپکٹ اس کے لیے بہت معنی رکھتی ہے۔تم نے اس کے اس وقار کو مجروح کیا ہے' اس کے لیے اگر وہ تمہیں سزائے موت بھی دیتی ہے تو اس کا وہ قلق جوں کا توں موجود رہے گا' تمہارا سر قلم کرواکے بھی اس کے اندر کا وہ احساسِ ندامت ختم نہیں ہوگا۔تمہیں اسے کسی کانچ کی گڑیا کی طرح ٹریٹ کرنے کی ضرورت ہے مگر اسے گڑیا سمجھ کر اس سے کھیلنا بند کردو' اسے عزت دو اور اس تحفظ کا احساس دو لڑکی کو محبت عزت کے ساتھ دی جائے تو اسے اچھا لگتا ہے۔محبت کرتے رہنے کا ڈھنڈورا پیٹتے رہو اور اسے عزت نہ دو تو وہ کبھی تمہارے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہیں دے گی۔لڑکیوں کی نفسیات کچھ مختلف ہوتی ہیں' حد سے زیادہ جذباتی ہوتی ہیں' کچھ بے وقوف بھی۔چھوٹی چھوٹی باتوں سے بہل جاتی ہیں مگر کبھی کبھی بہت چھوٹی چھوٹی باتیں اتنی ہی تکلیف بھی پہنچاتی ہیں۔" للی میک بہت مدھم لہجے میں بول رہی تھی۔وہ اسے خاموشی سے دیکھ رہا تھا پھر بولا۔

”تم یہ سب باتیں کیسے جانتی ہو؟ تم مغربی ہو اور...“

”میں آدھی مشرقی بھی ہوں، میں جہانگیر ملک کی بیٹی ہوں شاید تم یہ بات نہیں جانتے۔میں اس کی تلاش میں یہاں آئی تھی، میری ممی کی خواہش تھی میں اس سے ملوں۔“ وہ ایک اور راز سے پردہ اٹھاتی ہوئی بولی تھی۔وہ چونکا تھا۔

”جہانگیر ملک!“

للی کی آنکھوں میں ایک لمحے کو سکوت ٹھہرا پھر گہری سانس خارج کرکے وہ پرسکون لہجے میں بولی تھی۔

”جہانگیر ملک! اناہیتا بیگ کے انکل ہیں، زائرہ ملک کے شوہر۔اس رشتے سے اناہیتا بیگ میری کزن ہے۔میں اناہیتا کی کزن انائیا ملک کی چھوٹی بہن ہوں۔“ دامیان سوری چونکا تھا۔

”وہاٹ! کیا اناہیتا بیگ یہ سچ جانتی ہے؟“ دامیان سوری نے پوچھا۔

”نہیں، اس سچ کو صرف چند لوگ جانتے ہیں اور کوئی واقف نہیں۔“ للی نے اسے بتایا۔

”تو تم اس لیے اناہیتا بیگ کو سپورٹ کرنے یہاں چلی آئیں کیونکہ وہ تمہاری کزن ہے؟“ وہ بولا تو للی نے اس کی سمت خاموشی سے دیکھا اور پھر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

”مجھے آرام کرنا چاہیے ہم بعد میں بات کریں گے۔“ کہتے ہی وہ پلٹ کر سیڑھیاں چڑھ گئی تھی۔دامیان سوری اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔وہ صحیح معنوں میں اسے ایک بہادر اور مضبوط لڑکی لگی تھی۔

...☆☆☆...

معارج تغلق اسے ہمیشہ حیران کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔وہ جب اس کے لیے پگھل رہی تھی، ہر لمحہ اسی کو سوچ رہی تھی، تب وہ یک دم ہی اپنی توجہ کا رخ موڑ کر کسی اور سمت نکل کھڑا ہوا تھا۔وہ لڑکی کون تھی، وہ نہیں جانتی تھی مگر شام جب وہ ہوٹل سے نکل رہے تھے وہ گاڑی کے سامنے آن

کھڑی ہوئی تھی۔معارج تغلق کے لیے گاڑی کو بریک لگانا ناگریز ہو گیا تھا تبھی وہ قریب آئی اور معارج تغلق نے کھڑکی کا شیشہ اتارا تھا۔وہ کھڑکی میں جھک آئی تھی، دلربا مسکراہٹ کے ساتھ معارج تغلق کو دیکھتے ہوئے وہ اسے مکمل نظر انداز کر گئی تھی۔

"کہیں جارہے ہو؟"

"ہاں بس قریب ہی، تم کیا کر رہی ہو آج... شام میں فارغ ہو؟" معارج تغلق کو نوازشوں پر مائل دیکھ کر انائیا ملک کو شدید حیرت ہوئی تھی۔وہ لڑکی مسکرادی تھی۔

"فارغ تو نہیں ہوں مگر تمہارے لیے وقت نکالا جاسکتا ہے۔" اس کی مسکراہٹ بہت دلربا تھی۔اس کی زلفیں ہوا سے لہراتے ہوئے معارج تغلق کے چہرے کو چھو رہی تھیں۔دونوں کچھ لمحوں تک بات کرتے رہے تھے، معارج تغلق اس کی موجودگی بھول گیا تھا جیسے، یا پھر اسے اس سے فرق نہیں پڑتا تھا کہ وہ وہاں موجود ہے۔

"میں شام میں ملتا ہوں تم سے۔" معارج تغلق کا حتمی انداز اسے چونکا گیا تھا۔

دونوں نے گرم جوشی سے ایک دوسرے کو خیرباد کہا تھا اور معارج تغلق نے گاڑی آگے بڑھادی تھی، انائیا ملک کھڑکی کی سمت چہرے کا رخ پھیرے بیٹھی رہی تھی۔اس کا چہرہ سرخ ہورہا تھا۔شاید اندرونی خلفشار کا اثر تھا۔وہ کوئی بات نہیں کر رہی تھی۔معارج تغلق بھی خاموشی سے ڈرائیو کرتا رہا تھا پھر شاید اس نے اس کا نوٹس لیا تھا۔

"تم اتنی خاموش کیوں ہو، طبیعت تو ٹھیک ہے؟" معارج تغلق کی نظرِ کرم پا کر بھی وہ اس کی سمت متوجہ نہیں ہوئی تھی۔خاموشی سے کھڑکی سے باہر دیکھتی رہی تھی، شدید جذبات کی کیفیت تھی یا پھر وہ اندر سے بہت بکھر رہی تھی کہ آنکھیں جلنے لگی تھیں۔گرم گرم کھولتے ہوئے آنسو رخساروں پر بہہ آئے تھے۔وہ نہیں چاہتی تھی کہ معارج تغلق ان آنسوؤں کو دیکھے تبھی چہرہ موڑے رہی تھی۔مگر معارج تغلق وہ راز پا گیا تھا تبھی گاڑی ایک طرف روکی اور بغور اس کی طرف دیکھا۔

”تم نے ٹھان لیا ہے کہ میری جان مشکل میں رکھو گی؟“ اپنی توجہ ٹوٹنے پر وہ اس کی سمت دیکھ رہا تھا۔

”کس نے کہا گاڑی روکیں، میں نے تو نہیں کہا۔“ وہ بنا اس کی سمت دیکھے بولی تھی۔آنسوؤں کا تسلسل جاری تھا، معارج تغلق نے اسے بغور جانچا تھا۔

”تم نے نہیں کہا مگر...“ وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔وہ چہرے کا رخ پھیرے تسلسل سے آنسو بہانے کا عمل جاری رکھے ہوئے تھی۔معارج تغلق نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا مگر اس نے جھٹک دیا۔معارج تغلق نے دوسری بار کوشش کی اور اس کا رخ اپنی طرف موڑ لیا اور پوری توجہ سے اس کا چہرہ تکنے لگا پھر چہرہ قریب کرکے اس کے بہتے آنسوؤں کو بہت ملائمت اور نرمی سے چنا۔اس التفات پر وہ بھونچکا رہ گئی تھی، نظر اس کی سمت اٹھ نہیں سکی تھی۔نگاہ اسے دیکھ نہیں پا رہی تھی۔وہ گریزاں گریزاں سی نظریں جھکائے بیٹھی رہی تھی۔وہ ایک پل میں منظر بدلنے کی طاقت رکھتا تھا جیسے وقت اس کے اختیار میں ہو اور وہ سارے زمانے کو ایک لمحے میں اپنے سنگ باندھ سکتا تھا۔ایک لمحے میں اس نے منظر بدلا تھا۔اس کی قربت سے سینے کے اندر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

موجود دل یک دم ہی بہت زور سے دھڑکا تھا۔وہ سارے شکوے، گلے، جلن، ایک لمحے میں ڈھیر ہوگئے تھے۔

معارج تغلق کی نظروں کی تپش سے اس کی پلکیں لرز رہی تھیں۔عارض دہک اٹھے تھے، معارج تغلق اس کے چہرے کی کیفیات کے تغیر کو بغور دیکھ رہا تھا۔پھر ملائمت سے اس کے چہرے کو چھوا تھا۔

”کس بات کا ڈر ہے تمہیں؟“ مدہم لہجے میں پوری توجہ سے تکتے ہوئے پوچھا۔

”کس بات کا خوف ستاتا ہے، بتادو گی تو مجھے انداز ہوجائے گا کہ معاملہ کس نہج تک پہنچ سکتا ہے۔مجھے کیفیات کا اندازہ ہوجائے گا اور پھر میں شاید کوئی سدباب بھی کرسکوں۔تمہیں سکون کو متزلزل کرنا آتا ہے، تم جانتی ہو کس طرح طوفان اٹھانا اور پھر انجان بننا ہے مگر میں اب ایسے کھیل کھیلنا نہیں چاہتا جاناں!“ معارج تغلق کا مزاج عجیب تولہ ماشا سا تھا۔وہ پل میں کچھ اور پل میں کچھ تھا، اس کا جھکا چہرہ ہاتھ بڑھا کر اوپر اٹھایا پھر مکمل توجہ سے تکتے ہوئے بولا۔

"دل چاہتا ہے تیاگ دوں سب کچھ مگر پھر سوچتا ہوں یہ مناسب نہیں، تمہیں جلن ہورہی تھی؟" وہ نظریں بغور اس کے چہرے کو جانچ رہی تھیں، انائیا ملک نے اس کی سمت دیکھا پھر خفا خفا سے انداز میں چہرہ پھیرنا چاہا تھا مگر معارج تغلق نے اسے ایسا نہیں کرنے دیا۔

"کسی اور کا ہونے لگوں گا تو تمہیں برا لگے گا؟" وہ غالباً محظوظ ہورہا تھا۔ انائیا ملک اسے کوئی تسکین دینا نہیں چاہتی تھی۔ تبھی اس کی سمت دیکھتے ہوئے سر انکار میں ہلادیا تھا۔

"مجھے فرق نہیں پڑتا کچھ بھی کریں آپ۔" وہ بے تاثر دکھائی دینے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔ وہ خاموشی سے دیکھنے لگا پھر شہادت کی انگلی سے اس کی پیشانی سے لبوں تک ایک صراط بنائی اور مدہم لہجے میں بولا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"فرق نہیں پڑتا تو پھر یہ آنسو کیوں؟ ان لبوں پر اتنی چپ کیوں؟ اور یہ نظریں اتنا شدید احتجاج کرتی ہوئی کیوں محسوس ہورہی ہیں؟" وہ ہر بات کی خبر رکھتا تھا۔

"ان لبوں کی تازگی بہت دلکشی لیے ہوئے سہی مگر خاموشی میں کچھ سمجھ نہیں آتا، میں اس چہرے کی شادابی کا شیدا ہوکر سب گنوانا نہیں چاہتا۔ یہ بے وقوفی ہوگی، دیوانگی میں اندھا ہوجانا اور ہوش گنوادینا مناسب نہیں، میں جب تمہارے قریب ہوتا ہوں تو ہر بات پر اعتبار کرنے کو دل چاہتا ہے، دنیا کی تمام سچائی صرف تم لگتی ہو اور ساری دنیا ہیچ لگتی ہے ایک پل کو چاہتا ہوں سب بھلادوں، ہر حقیقت جھٹلادوں مگر پھر یہ اتنا مناسب نہیں لگتا، میں تمہارا بیمار نہیں رہ سکتا۔ عجیب لگتا ہے، میں ایسا نہیں تھا مجھے باندھنے کی کوشش میں تم شاید ہار جاؤ، تمہیں یہ بات تکلیف دے مگر میں ایسا ہی ہوں مجھے ایک منظر میں رہنا عجیب لگتا ہے میں دوسری دنیاؤں سے اپنے رابطے منقطع نہیں کرسکتا۔ صرف ایک فرد کے لیے سب تیاگ نہیں سکتا۔" وہ سچائی بیان کررہا تھا۔

"میں آپ سے کچھ نہیں چاہتی، کچھ نہیں چاہیے مجھے۔" وہ اس کی سمت سے چہرے کا رخ پھیرتے ہوئے بولی تھی۔

"میں اس رشتے کی حقیقت جانتی ہوں، مجھے معلوم ہے یہ سب چند روزہ ہے اس کے بعد ہم اپنی اپنی راہ پر ہوں گے۔ میں کوئی شکوہ نہیں کررہی، مجھے کوئی شکایت کا حق بھی شاید نہیں میں آپ کو باندھنا نہیں چاہتی۔ آپ آزاد ہیں، اپنی مرضی کے مالک۔ آپ کچھ بھی کریں۔" وہ مدھم لہجے میں بولی تو معارج تغلق نے اسے بغور دیکھا پھر جانے کیوں وہ مسکرادیا تھا۔

"مجھے کسی اور کا ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتیں نا تم... یہی سوچ کر جلن ہوتی ہے نا؟" وہ محظوظ ہورہا تھا مگر وہ کچھ نہیں بولی تھی۔

"تمہاری آنکھیں جو کہتی ہیں وہ تم نہیں کہتیں اور جو تمہارے دل میں ہے اس کی خبر تم خود کو بھی ہونے دینے سے ڈرتی ہو۔ جب خود سے الجھتے الجھتے تھک جاؤ تو آکر میرے کان میں چپکے سے کہہ دینا، مجھے حیرت نہیں ہوگی۔ شاید بہت سے رازوں سے تم پردہ اٹھانا نہیں چاہتیں مگر میں اس کے باوجود بھی بہت سے رازوں سے واقفیت رکھتا ہوں۔" اس مدھم لہجے میں کمال کا اعتماد

تھا اور انائیا ملک اسے ساکت سی تکنے لگی تھی مگر معارج تغلق نے بہت پرسکون انداز میں گاڑی آگے بڑھا دی تھی۔

...☆☆☆...

دامیان سوری نے اسے اپنے مقابل بیٹھے دیکھا تھا، اس پرسکون ماحول میں وہ اس کے ساتھ تھی، اس کے سامنے تھی مگر وہ اس سے پہلے سے بھی زیادہ خائف تھی۔ دامیان سوری کو سمجھ نہیں آیا کہ وہ کہاں سے شروع کرے، وہ بہت دیر تک اسے خاموشی سے دیکھتا رہا پھر اس کے ہاتھ پر بہت نرمی سے ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

"اناہیتا بیگ! تم سے ایک بات کہنا ہے میں جانتا ہوں میں ہمیشہ تمہیں خود سے خائف کرتا رہا ہوں، تمہیں خود سے بدظن کرتا رہا ہوں مگر..." وہ لمحہ بھر کے توقف کے بعد پھر بولا۔

"تم جانتی ہو، بات نئی نہیں ہے، تم سمجھتی ہو میں تمہیں ہرانے کے چکر میں ہوں اور حقیقت یہ ہے کہ ایسا کچھ نہیں ہے مگر ایسا کچھ ہے جو ہر بات صحیح کرنے کے چکر میں پہلے سے کچھ زیادہ غلط ہوجاتا ہے۔ میں ہر بار کچھ بنانے کی

کوشش میں پہلے سے زیادہ بگاڑ دیتا ہوں' مجھ سے حماقتیں زیادہ ہوتی ہیں مگر ایک اور سچ ہے جو تم جانتے ہوئے جاننا نہیں چاہتی ہو اور مجھے بھی خبر لگنے دینا نہیں چاہتی ہو' وہ سچ یہ ہے کہ مجھے تم سے محبت ہے۔مجھے معلوم ہے میں نے تمہیں بہت تکلیف دی ہے ہمیشہ مگر میں ایسا نہیں چاہتا تھا میں نے تم سے مخالفت کرنے کی کبھی نہیں ٹھانی تھی مگر ایسا ہوتا رہا اور...'' انابیتا بیگ نے اس کی سمت دیکھا پھر بولی۔

''اس سب کے بتانے کا کیا مطلب ہے دامیان سوری! یہ مدعا بیان کرنے کا کیا مطلب ہے اب؟ تم ایک نئے رشتے کی داغ بیل ڈال رہے ہو' نئی دنیا بسا رہے ہو اور اب یہ سب کہہ رہے ہو؟ کیا چاہتے ہو تم؟ تمہیں عادت ہوگئی ہے چیزوں کو توڑنے پھوڑنے کی؟ اور کتنے لوگوں کو تکلیف دینا چاہتے ہو تم؟ تمہارا پسندیدہ کھیل ہے یہ' مزا آتا ہے تمہیں اس طرح بنا کر بگاڑ کر؟ چاہتے کیا ہو تم؟ مذاق ہے تمہارے لیے سب؟ تم چاہتے ہو پیٹ بھر کر حماقتیں کرو اور پھر اس سے بری الذمہ ہوجاؤ؟'' انابیتا بیگ نے اسے بُری طرح لتاڑا تھا۔''میں تمہارے اس بچپنے کو نظر انداز نہیں کرسکتی دامیان سوری! یہ ناقابل

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

معافی ہے' میں ایسی غلطیاں معاف نہیں کرسکتی۔'' دامیان سوری اپنے اندر کی نرمی کو زیادہ دیر بنائے نہیں رکھ سکا تھا۔انابیتا بیگ کا انداز اسے طیش دلا گیا تھا۔

''انابیتا بیگ تم معاملات کو پھر اسی نہج پر لارہی ہو اگر میں ایسا کرتا ہوں تو اس میں غلطی تمہاری بھی ہے۔تم ہمیشہ مجھے مخالفت کرنے پر اکساتی ہو۔'' وہ الزام لگاتا ہوا بولا تو انابیتا بیگ نے تھکی ہوئی سانس خارج کی اور پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔

''مجھے نہیں لگتا اس طرح بات چیت کرنے سے کچھ حاصل ہوسکتا ہے' میں تمہارے ساتھ یہاں بیٹھ کر اپنا ٹائم ویسٹ نہیں کرسکتی۔'' وہ جانے لگی تو دامیان سوری نے اس کی کلائی پکڑ کر اسے روک لیا۔

''میری بات ابھی ختم نہیں ہوئی انابیتا بیگ!'' وہ ضبط سے بولا تو انابیتا بیگ نے پلٹ کر اسے اطمینان سے دیکھا پھر بہت سکون سے بولی۔

''دامیان سوری! مجھے اس ملاقات سے کچھ سلجھتا دکھائی نہیں دیتا۔ہم فضول میں وقت گنوا رہے ہیں اور اگر تم مجھ سے معافی مانگنا چاہتے ہو' شرمندہ ہو' تو

میں اس پر مائل نہیں ہوں تم ہزار بار سر بھی پٹخو گے تو تب بھی میں تمہیں معاف نہیں کروں گی۔تم نے جتنی تکلیف مجھے دی ہے اس کا ازالہ کر ہی نہیں سکتے تم، دوسری بات تمہیں شرم آنا چاہیے، ایک رشتے کے ہوتے ہوئے دوسرے رشتے کی بات کر رہے ہو۔تم اپنے آپ کو میری نظروں سے مزید گرا رہے ہو۔تم جب ایک رشتے میں اپنی وفا داریاں نہیں دے پا رہے ہو تو دوسرے رشتے کو کیا دو گے؟ تم ایک خوف زدہ انسان ہو دامیان سوری! میری نظر میں ایک بزدل شخص کی کوئی حیثیت نہیں۔تم جب خود کا سامنا نہیں کرسکتے تو ڈٹ کر کسی اور کے مقابل کیسے کھڑے ہوسکتے ہو؟ میں تم سے کوئی بات کرنا نہیں چاہتی، میرا راستہ روکنا بند کردو، مجھ سے بات کرنا ترک کردو، مجھے بھی سکون سے جینے دو اور خود بھی۔" کہنے کے ساتھ ہی وہ کلائی چھڑا کر وہاں سے نکلتی چلی گئی اور دامیان سوری اسے جاتا دیکھتا رہا تھا۔

...☆☆☆...

دروازے پر دستک ہوئی تھی۔زائرہ نے دروازہ کھولا اور للی کو سامنے دیکھ کر حیران ہوئی تھی، للی بہت تپاک سے گلے ملی تھی۔

"تم اچانک کیسے...؟"

"کچھ دن ہوئے، کچھ کام تھا، سو ہوٹل میں قیام کیا اور آپ کو بھی بتایا نہیں۔"

وہ اندر آئی تو سامنے ہی جہانگیر ملک بیٹھے تھے، وہ وہیں کھڑے ہو کر ان کی سمت دیکھنے لگی تھی۔زائرہ ملک نے اس کے گریز کو محسوس کرتے ہوئے اس کے گرد اپنا بازو پھیلایا تھا۔

"اس گھر کی بیٹی ہو تم، اس طرح کیوں کھڑی ہو اندر چلو۔بیٹھ کر بات کرتے ہیں پھر تمہاری پسند کا کھانا بناؤں گی ہم دیر تک خوب باتیں کریں گے۔"

زائرہ ملک کا دل جیسے بہت بڑا تھا، للی مسکرادی تھی۔

"آپ کی یاد آرہی تھی سو آگئی مگر زیادہ دیر ٹھہر نہیں سکوں گی، مجھے واپس جانا ہو گا کچھ کام ہے سو آپ کے ساتھ صرف چائے پی سکوں گی۔" وہ آگے بڑھ آئی تھی۔

"صرف چائے؟" زائرہ ملک نے گھورا تھا۔"اور پرائے لوگوں کی طرح ہوٹل میں قیام کرنے کی کیوں ٹھانی؟"

"مجھے اچھا نہیں لگا آپ کو پریشان کرنا۔" وہ جہانگیر کے سامنے آن رکی تھی۔

"کیسے ہیں آپ؟" جہانگیر ملک نے اٹھ کر بہت پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور پھر گلے لگایا تھا۔ للی جو بہت کھنچی کھنچی سی تھی اس لمحے جانے کیوں اس کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔

"اپنے گھر آئی ہو اور پرایوں جیسا رویہ رکھ رہی ہو؟" جہانگیر ملک نے کہا تو زائرہ ملک ان دونوں کو دیکھتے ہوئے دانستہ منظر سے ہٹ گئی تھی اور کچن میں چلی آئی تھی۔

"آپ کی طبیعت کیسی ہے اب؟" للی نے پوچھا۔جہانگیر ملک نے سر اثبات میں ہلادیا تھا پھر اسے اپنے ساتھ بٹھاتے ہوئے بولے۔

"آنے کی خبر کیوں نہیں دی؟ اپنوں سے دور رہنے کی یہ کیا عادت ہے تمہاری؟ اپنے باپ پر پڑی ہو تم۔" وہ مسکرائے تھے اپنی کوتاہی پر شرمندہ تھے جیسے، للی نے ان کی سمت دیکھا تھا۔

"مجھے کچھ کام تھا اور مجھے لگا آپ سب بزی ہوں گے، آپ اپنی دوائیں وقت پر لے رہے ہیں؟" وہ رسمی باتیں کررہی تھی، انداز سرد تھا۔عجب کھنچاؤ سا تھا اس رشتے میں۔جہانگیر ملک کے لیے ہر رشتہ جیسے کوئی آزمائش تھا۔اس سے

وابستہ ہر رشتہ کے لیے ایک سوالیہ نشان بنا ہوا تھا اور اس سب میں غلطی اس کی ہی تھی وہ کہیں بھی ٹھیک سے انصاف نہیں کر پایا تھا، کسی رشتے سے بھی وفا نہیں کر پایا تھا۔اسے نبھانے میں اور رشتوں کو باندھ کر رکھنے میں بہت دقت ہوئی تھی اور اسی کوشش میں ہر رشتہ پہلے سے زیادہ الجھتا چلا گیا تھا۔ جہانگیر ملک نے اس کے سر پر بہت شفقت سے ہاتھ رکھا تھا۔

"میں ہر رشتے کا مجرم ہوں، کسی ایک رشتے کو بھی خوشی نہیں دے پایا۔میں نے بہت سی غلطیاں کی ہیں اور ہر غلطی کو سدھارنے کا وقت اب بہت کم پاتا ہوں۔میں تم سے بہت کچھ کہنا چاہتا تھا بیٹا! انائیا اور تم میری دو بیٹیاں ہو اور میں کتنا بد قسمت ہوں کہ اپنی کسی بیٹی کے بھی قریب نہیں ہوں۔میں نے دونوں کو اس رشتے کی نرمی اور شفقت سے محروم رکھا، اس کے لیے کوئی معافی ہے؟" للی نے ان کی سمت دیکھا پھر ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا، للی اپنے تجربات سے بہت کچھ سیکھ رہی تھی جیسے، وہ باتیں بھی اس کی سمجھ میں آرہی تھیں جو وہ پہلے نہیں سمجھتی تھی۔

"شاید قصور آپ کا نہیں ہے' حالات کا ہے آپ ایک پرفیکٹ شوہر نہیں بن پائے' ایک پرفیکٹ ڈیڈ نہیں بن پائے مگر اس پرفیکشن کو ڈھونڈتے رہنا اور پچھتاتے رہنا عقل مندی نہیں۔ہم ہمیشہ وہ حاصل نہیں کرسکتے جس کا اندازہ کرتے ہیں' ہمارے نتائج اپنے اندازوں سے مختلف ہوسکتے ہیں مگر جانچ پڑتال کرکے پچھتاوؤں میں مبتلا رہنا حل نہیں ہے۔آپ یہ مت سوچیں کہ وقت گزر گیا اور آپ کیا نہیں کر پائے' آپ یہ سوچیں ابھی وقت ہے اور آپ کیا کچھ مزید کرسکتے ہیں' جس کی آپ تمنا رکھتے ہیں۔" وہ گہری بات کہہ گئی تھی

جہانگیر ملک حیران رہ گیا تھا۔زائرہ چائے لے کر آگئی تھی۔اسے دیکھ کر مسکرائی تھی' للی نے جوابی مسکراہٹ دی اور اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"تم چائے نہیں پیو گی؟" زائرہ چونکی تھی۔

"نہیں' دوبارہ آؤں گی تو پھر پیوں گی۔مجھے کہیں جانا تھا دیر ہورہی ہے پھر آؤں گی' آپ چائے پاپا کو دے دیں۔" وہ باپ کی طرف دیکھ کر بولی اور پھر باہر نکل گئی تھی۔زائرہ ملک نے جہانگیر ملک کی سمت دیکھا تھا' وہ اس لمحے خاموش بیٹھا ہوا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

...☆☆☆...

انائیا ملک حیران تھی' جس طرح وہ لڑکی اس کے قریب آرہی تھی اور جس طرح وہ اپنا وقت اس کے ساتھ گزار رہا تھا' وہ اس کے لیے عجیب نہیں ہونا چاہیے تھا مگر اس کے باوجود بھی وہ اس کے لیے یہ سب سوچ کر حیران تھی۔وہ اس نہج پر تھی جہاں وہ چیزوں کو بنانا چاہتی تھی' مگر جب کوئی دوسرا اس پر مائل نہیں تھا تو وہ تنہا ایسا نہیں کرسکتی تھی۔وہ اپنی شدتوں سے واقف تھی اپنے دل کا حال جانتی تھی مگروہ دوسرے فریق کا دل نہیں جانتی تھی۔

اس کے اندر کیا تھا؟ وہ نہیں جانتی تھی' اس کے دل میں وہ تھی بھی کہ نہیں یا کوئی اور تھا؟ وہ یہ سب سوچتے ہوئے بھی ڈر رہی تھی۔وہ اس کا نہیں تھا پھر وہ کس خیال سے اسے کھونے سے ڈر رہی تھی؟ جسے کبھی پایا ہی نہیں تھا تو پھر یہ کھونے کا ڈر بھی کیوں تھا؟

ایشاع کی برتھ ڈے پارٹی میں بھی وہ کھوئی کھوئی سی تھی

"کیا ہوا بھابی! آپ اس طرح کھوئی کھوئی سی کیوں ہیں؟" ایشاع نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔وہ رسمی سی مسکراہٹ چہرے پر سجا کر مسکرائی اور اسے دیکھتے ہوئے سر نفی میں ہلادیا تھا پھر نظروں نے معارج تغلق کا تعاقب کیا تھا جو اس لمحے اس لڑکی کے ساتھ کھڑا تھا اور ارد گرد کے ماحول سے جیسے بے نیاز تھا۔وہ اس لڑکی کو ایشاع کی برتھ ڈے پارٹی میں بھی لے آیا تھا' کیا وہ اتنا نڈر تھا؟ یا پھر وہ لڑکی اس کے لیے اتنی خاص تھی؟

"آپ علیزے کی وجہ سے پریشان ہیں؟" ایشاع نے اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا تھا' وہ کچھ بول نہیں سکی تھی تبھی ایشاع بولی تھی۔

"علیزے کی فیملی سے ہمارے پرانے تعلقات ہیں' ہمارے پڑوس میں گھر تھا ان کا۔ان کے ڈیڈی' پاپا کے بزنس پارٹنر بھی تھے سو ایک زمانے تک وہاں... علیزے اچھی لڑکی ہے' بھائی کی اچھی دوست ہے' شاید اس سے زیادہ کچھ نہیں۔علیزے یہاں رہتی تھی مجھے اس کی خود خبر نہیں تھی۔بھائی کو کسی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

طرح سے اس نے ڈھونڈ نکالا' وہ بہت دوستانہ مزاج رکھتی ہے مگر بھائی کے دل میں تو آپ ہیں نا؟ پھر پریشانی کی کیا بات ہے؟ اگر آپ کو کچھ بُرا لگ رہا ہے تو سارے حق آپ کے پاس ہیں' آپ قریب جا کر علیزے کو بھائی کے قریب ہونے سے روک بھی سکتی ہیں۔" ایشاع مسکرائی تھی' وہ معارج تغلق کی سمت سے اپنی توجہ ہٹا گئی تھی' جیسے وہ ظاہر کرنا چاہتی ہو اس سے اسے کوئی فرق نہیں پڑتا مگر اس کا چہرہ سلگ رہا تھا۔جانے کیا سوچ کر وہ اٹھی تھی' ارادہ وہاں سے نکل جانے کا تھا پھر جانے کیا دل میں آیا تھا کہ قدم معارج تغلق کی سمت اٹھنے لگے تھے وہ اس کی کمر کے گرد بازو حمائل کیے اسے کچھ قریب کیے کھڑا تھا' کسی بات پر مسکرارہا تھا۔کیا اسے کسی کی پروا نہیں تھی؟

وہ اس کے قریب جا رکی تھی۔معارج اس کی سمت متوجہ ہوا تھا۔لڑکی نے اس کی سمت دیکھا تھا' وہ پورے اعتماد سے مسکرائی تھی اور علیزے کی طرف دیکھا تھا۔

"آئی ایم مسز انائیا معارج تغلق! ایکسکیوزمی!" کہتے ہی اس نے معارج تغلق کا ہاتھ تھاما اور اسے لے کر اس ہجوم سے باہر نکلنے لگی تھی۔وہ لڑکی ساکت کھڑی اسے دیکھتی رہی تھی اور حیران تو معارج تغلق بھی تھا' جو اس کے ساتھ چل رہا تھا۔

"یہ کیا طریقہ ہے انائیا! تم مجھے اس طرح وہاں سے کیوں لے آئیں اور اس طرح علیزے کو جتانے کی کیا ضرورت تھی کہ تم مسز انائیا معارج تغلق ہو؟" وہ اس کے مقابل رک کر بولا تھا۔

"کچھ غلط کیا اگر اسے بتایا کہ تمہاری بیوی ہوں تو' کیا نہیں ہوں؟" وہ بپھرے ہوئے انداز میں بولی تھی۔وہ شدید ترین حسد کا شکار ہورہی تھی' اسے جلن ہورہی تھی اس کا انداز اس بات کا صاف پتا دے رہا تھا معارج تغلق مسکرادیا تھا۔

"کیا ہے یہ سب اور کس لیے؟" وہ جواز چاہ رہا تھا۔انائیا ملک چپ چپ اس کی سمت دیکھنے لگی تھی۔اس کی آنکھیں بہت خالی تھیں' وہ بہت تھکی ہوئی لگ رہی تھی'بہت نڈھال۔جیسے وہ لڑتے لڑتے تھک گئی ہو۔

...☆☆☆...

معارج تغلق اس کے جھکے ہوئے سر کو اور الجھن سے پر چہرے کو دیکھتا رہا تھا۔پھر جانے کیوں مسکرادیا۔وہ اس کی کیفیت سے محظوظ ہو رہا تھا۔وہ سر جھکائے کسی طوفان کے دہانے پر کھڑی تھی۔دھان پان سر کو تھوڑی سے تھام کر اوپر اٹھایا اور اس کے چہرے کو بغور دیکھا۔وہ بھی اس کی سمت دیکھنے لگی۔نظروں میں کچھ تھا کوئی شکوہ یا شکایت یا پھر الزام؟ معارج تغلق نے اس چہرے کو بغور دیکھا۔نظروں میں کوئی خاص تاثر نہیں تھا۔ مگر انائیا ملک تھک کر اس کی طرف سے نظریں پھیر گئی تھی۔

"معاملہ کیا ہے انائیا معارج تغلق... کس بات کا خوف ستا رہا ہے؟" وہ اس کی سمت دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔انائیا ملک نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔آنکھوں میں اس گھڑی کوئی سمندر رکا ہوا تھا۔وہ ایسے دیکھ رہی تھی جیسے اسے آنکھوں سے ہی قتل کردے گی۔اس کی نظروں میں بے پناہ ناراضگی تھی۔وہ کسی بات پر اس سے بہت خفا تھی۔کوئی بات اسے حد سے زیادہ بری لگی تھی' مگر وہ بیان کرنا نہیں چاہتی تھی اور معارج تغلق خاموشی سے اسے دیکھے جا رہا تھا۔انائیا

ملک کی آنکھوں کے سمندر بندھ توڑ کر راستا بنانے لگے تھے۔اس کیفیت میں وہ کمرے سے نکل جانا چاہتی تھی۔مگر معارج تغلق نے کلائی تھام لی تھی۔

"اگر کچھ کہنا ہے تو کہہ سکتی ہو' اندر دل میں رکھنے سے بوجھ بڑھ جاتا ہے اور تمہارا ناتواں وجود کوئی بوجھ سہے مجھے گوارہ نہیں۔" معارج تغلق نے مہربان ہونے کی کوشش کی۔

انائیا ملک نے پلٹ کر اسے گھورا اور معارج تغلق نے ہاتھ بڑھا کر آنکھوں کی نمی کو پوروں پر لے کر نمکین قطرے کو بغور دیکھا۔

"احتجاج کس بات پر ہے؟ بے سکونی کیوں ہوگئی اچانک سے؟ ایسا کیا کردیا ہمت کر کے کہہ سکتی ہو تو تالے کیوں لگائے ہوئے ہیں لبوں پر؟"

"کلائی چھوڑیے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔" وہ اس کی سمت دیکھنے سے مکمل گریز کرتے ہوئے بولی۔

"کیوں کیا ہوا؟" وہ جاننے پر بضد تھا۔

انائیا ملک نے جواب نہیں دیا۔معارج تغلق چہرہ اس کے چہرے کے قریب لے آیا۔پھر مدہم سی سرگوشی اس کے کان میں کی۔

"محبت ہوگئی کیا؟ کہا تھا نا ایسا کچھ ہوجائے تو چپکے سے کان میں کہہ دینا۔ مجھے یقین ہوجائے گا۔" معارج تغلق ازالہ کرنے کی ٹھان چکا تھا۔

انائیا ملک اسے خاموشی سے دیکھتی رہی پھر جانے کیا دل میں سمائی تھی کہ ایک قدم اس کے قریب بڑھ آئی اور بغور اسے دیکھا تھا۔معارج تغلق اس کی جانب خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔انائیا ملک کی بھیگی

پلکیں لرز رہی تھیں۔مگر وہ فاصلوں کو سمیٹتی ہوئی اس کے قریب ہوتے ہوئے فاصلوں کو محدود کر رہی تھی۔کسی احساس' عدم تحفظ کا خیال تھا یا پھر وہ خود سپردگی تھی۔وہ اپنی مرضی سے اس کی بانہوں میں تھی۔خود کو اسے سونپنے کو تیار' رخسار تپ کر دہک رہے تھے۔وہ پہلی بار اپنی مرضی سے معارج تغلق کے قریب آئی تھی۔پورا وجود لرز رہا تھا۔معارج تغلق چپ چاپ کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔اگر یہ ہار تھی تو انداز پسپائی لیے ہوئے تھا۔وہ اس کے وجود کی حدتوں اور سانسوں کو محسوس کر رہا تھا۔وہ خود سپردگی اتنی عجیب نہیں تھی۔

مگر جانے کیا ہوا کہ معارج تغلق نے یک دم اسے روک دیا اور چہرے کا رخ پھیر کر اس سے دور ہو گیا۔وہ کسی کرم پر مائل نہیں دکھائی دیا تھا۔

انائیا ملک کی اپنی طرف سے کی گئی کوشش بے کار گئی ایک تازیانہ سا عزت نفس پر پڑا تھا۔اس کا نسوانی وقار تہس نہس ہونے لگا تھا وہ اس کی جانب دیکھنے کی ہمت نہیں کرسکی تھی۔

”آئی ایم ٹائرڈ‘ تم بھی تھک گئی ہوں گی۔میرا خیال ہے تمہیں سو جانا چاہیے۔“ معارج تغلق جو ہمیشہ اس کی جان مشکل میں کیے رکھنے کے جتن کرتا رہتا تھا اس گھڑی بہت محتاط اور لا تعلق دکھائی دے رہا تھا۔

وہ نگاہ جو کرم کرنے پر ہمیشہ مائل دکھائی دیتی تھی اس لمحے انائیا ملک کی سمت نہیں دیکھ رہی تھی۔

انائیا ملک جس نے فاصلوں کو سمیٹ کر یہ قدم اٹھایا تھا اس کے قریب ہوئی تھی یکدم پیچھے ہٹائے جانے پر شرمندہ سی دکھائی دے رہی تھی۔

معارج تغلق جانتا تھا اس نے کچھ غلط کیا ہے۔وہ شاید وجہ بھی جانتا تھا۔تبھی اس کے قریب آیا اور اس اس کا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے اسے بغور دیکھتے ہوئے بولا۔

”میں جانتا ہوں تم عدم تحفظ کا شکار ہو۔تم نے جو کیا یا جو تم کر رہی ہو وہ تمہاری اپنی مرضی یا خواہش سے نہیں ہے۔بس ایک پل کی فیلنگ ہے یہ۔تم وقتی طور پر شاید ایسا محسوس کر رہی ہو اور کوئی بڑا بندھ باندھ کر طوفان کے اندیشوں سے بچنے کی سعی کر رہی ہو۔مگر طوفان اس طرح نہیں روکے جاتے۔تمہاری آنکھوں میں خوف ہے یہ خوف علامت ہے کہ تم خوش نہیں ہو۔مجھے اس طرح کچھ نہیں چاہیے۔مجھے غلط مت سمجھو انائیا‘ مگر ابھی یہ وقت مناسب نہیں۔“ وہ معذرت خواہ انداز میں مدہم لہجے میں بول رہا تھا۔انائیاملک چہرہ اٹھائے اسے ششدر سی دیکھ رہی تھی۔شدید توہین کا احساس ہوا تھا۔اس کی خود سپردگی معنی نہیں رکھتی تھی۔

سو اسے وہ مطلوب نہیں تھی؟ اسے کوئی اور مطلوب تھا؟

اسے اپنے اس اقدام پر بہت افسوس ہوا تھا۔شدید ملال نے اندر وجود کا گھیراؤ کیا تھا۔

محبت ایسے نہیں ہونا تھی، محبت ایسے شاید نہیں ہوتی تھی۔وہ بے قدر ہو گئی تھی۔

معارج تغلق کا تعرض اسے روک دینا، اسے شدید سبکی محسوس ہو رہی تھی۔وہ اس کی بیوی تھی، اس کا جائز حق تھا۔اگر وہ اس کی طرف قدم بڑھا رہی تھی تو کیا غلط کیا تھا اس نے پیش قدمی کر کے؟

آنکھیں جلنے لگیں وہ یکدم پلٹی اور واش روم میں گھس گئی۔

معارج تغلق کو گماں نہیں تھا ایسا کچھ ہو گا۔وہ الجھا الجھا سا کھڑا رہا۔آج کی اس شام میں سب عجیب ہوا تھا۔قصور اس کا تھا یا پھر اس کے باعث یہ سب ہوا تھا۔اگر وہ علیزے کے قریب ہونے کی کوشش نہیں کرتا تو شاید انائیا ملک سے کبھی وہ حرکت سرزد نہ ہوتی۔وہ ان سیکورٹی فیل کر رہی تھی اور جو کیا وہ اپنے رشتے کو مضبوط کرنے کو کیا۔مگر وہ پیش قدمی اسے مزید

شرمندگیوں میں دھکیل گئی۔وہ خود کو مجرم سا محسوس کر رہا تھا۔آج رات نیند نہیں آنا تھی۔

رات بہت بھاری ہوتی جا رہی تھی۔وہ دروازہ کھول کر باہر نکل آیا اور دیر تک سڑکوں پر گاڑی دوڑاتا رہا تھا۔

...☆☆☆...

للّی میک اپنے لیے کافی بنا رہی تھی۔دامیان سوری دروازے کے ساتھ چپ چاپ کھڑا تھا۔للّی نے کافی بناتے ہوئے اسے دیکھا۔

”سنو ملاقات اچھی نہیں ہوئی؟ مجھے لگا تھا بات بن سکتی ہے مگر... تمہیں اس طرح ڈس اپوائنٹ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔تمہیں یہ بات ذہن میں رکھنا ہوگی کہ سب کچھ ایک پل میں جادو کی چھڑی گھما کر ٹھیک نہیں کیا جاسکتا۔اب معاملہ اتنا پیچیدہ ہے اسے سلجھنے میں کچھ وقت تو لگے گا نا۔تمہیں حوصلہ رکھنا چاہیے۔“ وہ کافی کپ میں انڈیل کر اس کے قریب آئی اور کپ اس کی سمت بڑھا دیا اور مسکراتے ہوئے دیکھنے لگی۔

"اس طرح پریشان نہیں ہوتے۔سب ٹھیک ہوجائے گا کول رہو بس۔" دوستانہ انداز میں مسکراتے ہوئے اسے حوصلہ دیا تو دامیان سوری نے کپ تھام کر لبوں سے لگایا۔

"ایسا میرے ساتھ ہی کیوں ہوتا ہے؟" وہ الجھ کر بولا تو للّی مسکرادی۔

"دنیا میں سب کے ساتھ الگ الگ واقعات پیش آتے ہیں مگر کبھی کبھی ان واقعات کی نوعیت کچھ نقطے پر ملتی ہوئی اور ساکت کے حساب سے ایک جیسی لگتی ہے۔مگر ایسا ہونا محض اتفاق بھی ہوتا ہے۔سب کی پرابلمز دوسروں سے یقیناً مختلف نہیں اور ایسا نہیں ہے کہ ان پرابلمز کا کوئی حل ہی نہ ہو۔اب جب اتنا کچھ ہوگیا ہے تو اس بات کا یقین رکھو کہ بہت جلد نہیں تو کسی مخصوص لمحے میں سب ٹھیک ہوجائے گا ایٹ لیسٹ تم اچھی امید تو کرسکتے ہو نا۔" وہ چیزوں کو مثبت زاویے دیکھ رہی تھی۔دامیان سوری نفی میں سر ہلانے لگا تھا۔

"میں بالکل نہیں جانتا کیا ہوگا اور کیا نہیں مگر مجھے لگ رہا ہے صورت حال ہاتھ سے نکل رہی ہے اور پیچیدہ ہو رہی ہے۔اناہیتا بیگ سمجھ رہی ہے کہ میں اس سے دور جا رہا ہوں تم سے منگنی کر رہا ہوں اور

دوسری طرف اس سے اظہار محبت بھی۔یہ ٹھیک نہیں ہے' اس طرح وہ قریب نہیں آئے گی۔" وہ بہت الجھا ہوا دکھائی دے رہا تھا للّی اسے بغور دیکھ رہی تھی۔

"ٹھیک تو اس طرح بھی کچھ نہیں ہونا تھا جس طرح تم ٹھیک کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔اب ایٹ لیسٹ وہ تمہارے قریب ہو رہی ہے تم اسے جلن میں مبتلا کر کے قریب کر سکتے ہو۔اس کے دل میں کیا ہے یہ جان سکتے ہو وہ جو ہمیشہ اپنے جذبات کو بہت چھپاتی رہی ہے اب تم وہ جان سکتے ہو' اور تم کہتے ہو کچھ پروگریس نہیں ہوئی۔دامیان سوری اتنی بے صبری ٹھیک نہیں اس سب کے ذمہ دار تم ہو اور اب چاہے نتائج کچھ بھی ہوں تمہیں اس کے لیے تیار رہنا چاہیے۔آخر تم ہی اس سبب کا سب ہو اور اگر تمہیں لگتا ہے کہ میرا تمہارے قریب ہونا اناہیتا بیگ کی دوری کا باعث ہے یا پھر وہ تمہارے قریب میری وجہ سے نہیں آرہی تھی میں تم سے دور جانے کو تیار ہوں۔" وہ مسکرا رہی تھی دامیان سوری اس بہادر لڑکی کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے دھیمے سے مسکرایا مگر وہ مسکراہٹ بہت پھیکی تھی۔

"بہت برا ہوں میں، میں نے انابیتا کے ساتھ اچھا نہیں کیا اور تمہارے ساتھ بھی۔ تمہیں بھی استعمال کر رہا ہوں اور یہ مناسب نہیں ہے۔" وہ احساس جرم میں مبتلا ہوتا دکھائی دیا تھا۔ للّی میک نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

"دامیان سوری محبت آسان نہیں ہوتی، بہت پیچیدہ مسئلہ ہے۔ سو تم یہ بات دماغ سے نکال دو کہ سب اتنا سہل ہوگا۔ سہل پسندی چاہیے تو محبت مت کرو، محبت ہے تو مشکل... ہوگی نا؟ مرد بنو، صورت حال کا مقابلہ کرو۔" وہ دوستانہ انداز میں مسکرائی تھی۔

"انابیتا تم سے محبت کرتی ہے۔ یہ بات تو میں اچھے سے جانتی ہوں اور مجھے یقین ہے بہت جلد وہ تم سے اس بات کا اظہار بھی کرے گی، تم مزید کوئی بے وقوفی مت کرنا۔" دامیان سوری کافی کے سپ لیتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔

"للّی تمہیں لگتا ہے وہ مجھے معاف کردے گی؟ میری ساری دنیا اس کے گرد گھومتی ہے مجھے اندازہ نہیں تھا محبت اتنی مشکل ہوتی ہے۔ مگر اب تو جان مشکل میں ہوگئی۔ اس کی سرد مہری بالکل برداشت نہیں ہوتی اور...!" وہ

بولتے بولتے رک گیا تو للّی اسے خاموشی سے دیکھنے لگی تھی۔ پھر اس کی سمت سے نگاہ پھیرتے ہوئے بولی۔

"تمہیں یہ بات بتانے کی ضرورت نہیں کہ تم اس کے لیے کتنے پاگل ہو، یہ بات تمہاری آنکھوں میں صاف دکھائی دیتی ہے۔ مگر جب وقت تمہیں کوئی فیور دینے لگے تو کوئی حماقت مت کرنا۔ رہی بات میری تو میں اگر قریب آئی ہوں تو صرف تم دونوں کی مدد کرنے، تم جب کہو گے میں یہاں سے واپس چلی جاؤں گی۔ مجھے تم دونوں کی خوشی عزیز ہے۔ میری موجودگی سے اگر کچھ صحیح ہوتا ہے تو مجھے خوشی ہوگی اور اگر میری موجودگی سے کچھ غلط ہوتا ہے تو مجھے اس کا قلق بھی ہوگا۔ سو تم اچھی طرح سوچ کر صورت حال کا اندازہ کرلو اور مجھے بتا دو کیا کرنا ہے۔ میری مزید مدد چاہیے یا پھر تم چاہتے ہو میں واپس لوٹ جاؤں؟" للّی اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولی۔ مگر دامیان سوری کچھ نہیں بول پایا تھا۔

...☆☆☆...

رات کے کسی پہر معارج تغلق واپس آیا۔انائیا ملک بیڈ کے ایک طرف کروٹ لیے لیٹی تھی۔دروازہ کھلنے کی آواز اور اس کے قدموں کی آہٹ سے وہ پوری طرح واقف تھی مگر جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوا وہ آنکھیں موند کر انجان بن گئی۔وہ اس پر ظاہر کرنا نہیں چاہتی تھی کہ وہ اس کے لیے اور اسی کی فکر میں جاگ رہی ہے اور اس کے خیال سے زیادہ احساس ندامت شدید ترین تھا۔گرم گرم آنسو تا دیر آنکھوں سے بہتے رہے تھے۔اسے لگا تھا معارج تغلق اپنی طرف کی بیڈ سائیڈ پر پڑ کے سوجائے گا مگر اس کی تمام حسیات بے دار ہوگئی تھیں۔جب وہ اس کے قدموں کی چاپ اپنی طرف آتے سن رہی تھی۔ دل بہت تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔

وہ اب بھی ہنر رکھتا تھا' اس کا دل دھڑکانے کا اور اس کی دھڑکنوں کو اپنے ساتھ باندھنے کا۔انائیا ملک نے اس کے قدموں کی چاپ اپنے پاس سن کر سانسیں روک لی تھیں۔معارج تغلق نے نیم تاریکی میں اس کے چہرے کو دیکھا تھا پھر جھک کر اس کے چہرے کو ملائمت سے چھوا۔آنسو رخساروں پر جمے ہوئے تھے۔معارج تغلق کو احساس ندامت نے آن گھیرا تھا۔وہ بغور اس

چہرے کو تکتا رہا پھر بہت آہستگی سے ان آنکھوں کو چھوا تھا۔اپنے پیار کی مہر ثبت کرتے ہوئے وہ عجیب پچھتاوں میں گھرا ہوا تھا۔انائیا ملک کی جان میں قیامت برپا ہوئی تھی۔وہ اس "عنایت" پر حیران تھی۔شاید یہ احساس پشیمانی کو مٹانے کی کوئی کوشش تھی۔مگر وہ اس لمحے آنکھیں کھول کر اسے دیکھ نہیں سکتی تھی۔اسے جھٹک نہیں سکتی تھی' دل اگر چہ چاہا تھا اسے سنائے' خوب برا بھلا کہے یا پھر شدید غصے کا اظہار کرے۔قریب بھی نہ آنے دے۔ مگر اس گھڑی اس میں اتنی ہمت ہی نہیں تھی۔معارج تغلق اس کے چہرے کو ملائمت سے بہت آہستگی سے چھو رہا تھا۔اسے اپنے گداز لبوں پر اس کے ہاتھ کے لمس کا احساس ہوا تھا۔وہ شدت... وہ حدت... معارج تغلق کے اندرونی احساس کا پتا دیتی تھی۔تو کیا وہ بھی کسی جذبات کے زیر تھا؟

اس شخص کے وجود کی تپش سانسوں کی حدت اسے جھلسا رہی تھی۔اسے ڈر تھا وہ آنکھیں نہ کھول دے اور کچھ اور احساس ندامت میں گھر جائے۔

"آئی ایم سوری جاناں' آئی ایم سوری۔" وہ مدہم سرگوشی میں بولا۔

کیا وہ واقعی پشیمان تھا... ندامت کا احساس تھا کوئی؟ یا پھر وہ کسی کمزور لمحے کی گرفت میں تھا۔

"جان بہت مشکل میں ہے۔ تمہیں خبر نہیں ہے کچھ، تمہیں خبر ہونے دینا بھی نہیں چاہتا میں، نہیں چاہتا تم کسی تجربے سے گزرو۔ کسی نقصان کو سہو۔ میں نے خودی کے زعم میں بہت غلط کیا ہے تمہیں بہت دکھ دیا ہے مگر تم اس طرح ہارو مجھے قبول نہیں۔ اگرچہ مجھے جیتنا ہمیشہ مطلوب رہا ہے مگر میں تمہیں اس طرح کمزور پڑتے نہیں دیکھ سکتا۔ مجھے شدید طوفانوں کا سامنا ہے۔ میں سکون میں نہیں ہوں مگر مجھے تمہیں اس طرح پسپا نہیں دیکھنا تمہاری ہار... میری ہار ہوگی۔ میں نے تمہیں بہت بلندی پر دیکھا ہے دنیا کی سب سے اچھی اور بہترین لڑکی ہو تم۔ تم جھکو مجھے یہ قبول نہیں اور خود پر کوئی جبر کرو یہ مجھے

گوارہ نہیں۔ تمہیں پانا، تمہارا حصول اتنا مشکل نہیں مگر کچھ ہے جو نا ممکن ہے اور اس کا ممکن ہونا بہت کٹھن لگتا ہے میں تمہارے قریب آنے کے جتن

کرتا ہوں لاکھ کوششیں کرتا ہوں مگر جب دیکھتا ہوں کہ فاصلے اور بڑھ گئے تو اس تغاوت پر غصہ کرتا ہوں۔ خود سے الجھتا ہوں میں نہیں چاہتا تم کوئی نقصان سہو۔ کوئی تردد یا جبر سہو، وہ بھی میری وجہ سے۔ تمہارا وجود کانچ کے پیکر جیسا ہے۔ مجھے ڈر ہے اگر چھوؤں تو ٹوٹ نہ جائے۔ کہیں تم ہاتھ سے چھوٹ نہ جاؤ اور پھر سارا منظر خواب بن جائے۔ مجھے ڈر ہے مگر اس ڈر کی خبر تمہیں ہونے دینا نہیں چاہتا۔ ایک بھرم رہنے دو۔ میں چاہتا ہوں ایک دوری بندھی رہے اس سے فاصلے چاہے سو گنا ہوجائیں مگر اس سے تمہیں تکلیف کا خدشہ نہیں ہوگا۔ پہلے بھی بہت تکلیف دی تھی میں نے تمہیں۔ اس کا ازالہ ابھی تک نہیں کر پایا۔ مجھے احساس ندامت ہے کیوں؟ نہیں جانتا مگر تمہارے قریب آنا، تمہیں۔ دور نہ جانے دینا، میری عادت بن چکی ہے۔ یہ عادت کیسے بدلے گی... کیونکر بدلے گی؟ میں نہیں جانتا مگر...!"

مدہم سرگوشیوں کا تسلسل تھا انائیہ ملک کا دل چاہا آنکھیں کھول کر اس چہرے اور آنکھوں کو دیکھے۔

ان میں دبے راز پڑھے۔دیکھے وہ نظر کیا کہتی ہے مگر وہ کچھ نہیں کر پائی۔ دم سادھے آنکھیں موندے پڑی رہی تھی۔اسے اپنی پلکوں پر اس کے لبوں کی نرمی کا احساس ہوا' وہ ازالہ کر رہا تھا۔

محبت کہیں آس پاس بکھری ہوئی تھی۔فضاؤں میں' ہواؤں میں' کمرے کے سناٹے میں' ان فاصلوں میں سانسوں کی تپش میں' آنکھوں کی حدت میں محبت سانس لے رہی تھی۔

انائیا ملک کی دھڑکنوں کا شور بڑھنے لگا تھا۔دل سینے میں سما نہیں رہا تھا جیسے۔ وہ قیامتوں کے دہانے پر تھی۔جان میں عجب شور تھا اور وہ کہہ رہا تھا۔

"میری جان میں عجیب شور ہے۔اس شور میں کئی لفظ ہیں مگر میں معنی نہیں جانتا یا شاید میں سمجھنا نہیں چاہتا۔میں نہیں چاہتا تم سمجھو میں ایک فطری مرد ہوں جو صرف ایک شے کے لیے کسی کے ساتھ ہوسکتا ہے مگر شاید کہیں میرا امیج تمہاری نظر میں اچھا نہیں رہے۔تم پاس ہوتی ہو تو کوئی جادو ہوتا ہے جان میں قیامت ہوتی ہے مشکل ترین لمحات ہوتے ہیں۔جب دور رہ کر جتن کرتا ہوں تو باندھنے کی کوشش کرتا ہوں اور باندھ نہیں پاتا۔تم جادو

کرتی ہو' جکڑتی ہو مگر کہیں کچھ ہے جو تم سے جڑنے نہیں دیتا۔کیا ہے نہیں جانتا۔مگر کچھ ہے جو نا پاس آنے دیتا ہے نا دور جانے دیتا ہے۔اگر کسی دن سمجھ پاؤں گا تو اس کے معنی تمہیں بھی سمجھاؤں گا۔مگر کہیں ان دیکھا ربط بھی ہے اور انجان دوری اسے کاٹتی بھی ہے اس ربط کو توڑتی بھی ہے۔اس حقیقت کو جانتا نہیں مگر مجھے الجھن ستاتی ہے سونے نہیں دیتی اور میں تم سے دور نکلنے کے جتن کرنے لگتا ہوں۔تم دورجانے کیوں نہیں دیتی؟" معارج تغلق کے مدہم لہجے میں کوئی شکوہ تھا۔

اس کی پیشانی پر اپنا لمس سونپ کر وہ اٹھا اور آہستگی سے ایک طرف سے تکیہ اٹھا کر کاؤچ لیٹ چلا گیا۔انائیا ملک ان فاصلوں کی کہانی سمجھ نہیں سکی تھی۔ آنکھیں کھول کر لمحوں تک وہ تاریکی کو دیکھتی رہی۔اگر وہ اس کے قریب آنا چاہتا تھا تو کیا شے اسے روکتی تھی۔

کیا یہ محبت کی "عدم دستیابی" تھی۔جنوں کا نہ ہونا تھا؟ یہ محتاط انداز... یہ نزد کس لیے تھا؟ اتنی فکر تھی تو پھر محبت کیوں نہیں تھی؟

...☆☆☆...

"میں تمہاری طرف سے منتظر تھی کئی بار دامیان سے پوچھا انابیتا کب آئے گی؟ مگر تمہارا کوئی اتا پتا نہیں تھا اور پھر میں نے ہی دامیان سے کہا کہ چلو تمہاری طرف چلتے ہیں۔کہیں ہماری منگنی کی تیاریوں میں جکڑ کر تم بیمار نہ پڑ گئی ہو۔" للّی انابیتا اور دامیان کے درمیان فاصلوں کو سمیٹنا چاہتی تھی۔تبھی دامیان کو لے کر انابیتا کی طرف آگئی تھی۔وہ ان دونوں کو مواقع فراہم کرنا چاہتی تھی۔مگر وہ ایک دوسرے سے گریزاں دکھائی دیے تھے۔

"اس روز بارش نے کام تمام کردیا ورنہ رسم ہوگئی ہوتی نا؟" وہ انابیتا کی طرف دیکھ کر بولی۔

"تم نے کتنے اچھے انتظامات کیے تھے مگر بارش نے سب تمام کردیا دامیان بتا رہا تھا تم سارے انتظامات بگڑ جانے پر تادیر روتی رہی تھیں مجھے لگا ہم نے تم پر کچھ زیادہ بوجھ لاد دیا ہے تمہیں اس سے کوئی برابلم ہے تو میں نے تو دامیان سے کہا تھا ڈائریکٹ منگنی کرتے ہیں مگر اس نے کہا محبت میں ترجیحات کون رکھتا ہے؟ مگر شرائط آجائیں تو...!"

"محبت میں شرائط نہیں ہوتیں۔" انابیتا بیگ بولی اور دامیان کی طرف دیکھا تھا۔

"تم لوگوں کو اچھے سے انتظامات کروانا ہے تو کوئی ایونٹ آرگنائزر ہائر کرلو۔ ان فیکٹ انائیا کی کمپنی ہی سب کرتی ہے تم لوگ کہو تو بات کروں؟" وہ اپنے کاندھوں پر سے ذمہ داریوں کا بوجھ اتار پھینکنے کو جیسے تیار بیٹھی تھی۔مگر تبھی للّی بولی۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں ایونٹ آرگنائزر ہائر کرنا مشکل نہیں مگر اس کے ساتھ چلنا ممکن نہیں کیونکہ ہمارے پاس وقت نہیں ہے اور اتنے کم وقت میں شاید وہ اتنا معیاری کام کر سکے۔سو تم پر اعتبار کیا جاسکتا ہے۔" للّی نہیں چاہتی تھی وہ اس فرض سے الگ ہو تبھی بولی تھی انابیتا خاموشی سے ان دونوں کو دیکھنے لگی۔نگاہ دامیان سوری سے ملی تھی۔

"میں نے دوستوں کے درمیان اتنی خاموشی کبھی نہیں دیکھی سب ٹھیک تو ہے نا؟ تم آپس میں بات کیوں نہیں کر رہے... کوئی ناراضگی ہوگئی ہے کیا؟" للّی

میک نے پوچھا۔انابیتا نے دامیان سوری کی طرف سے نگاہ پھیرلی تھی اور یکسر اجنبی بن گئی تھی۔للّی کو ان دونوں کو تنہائی دینا مقصود تھا تبھی بولی تھی۔

"میں کافی بنا کر لاتی ہوں۔"

"میں ملازم سے کہہ کر بنوادیتی ہوں۔" انابیتا کو میزبان کے فرائض نبھانا پڑے تھے۔للّی نے مسکراتے ہوئے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اسے اٹھنے سے روک دیا۔

"ملازم کے ہاتھ کی کافی تو تم روز پیتی ہوگی آج میرے ہاتھ کی بھی ٹرائی کرو۔ تم فکر مت کرو میں کچن میں کوئی شے تلپٹ نہیں کروں گی۔میں ایک اچھی شیف ہوں۔" وہ مسکرائی تھی اور کچن کی سمت بڑھ

گئی تھی۔للّی کے ساتھ اس کے اس طرح کے دوستانہ تعلقات کبھی نہیں رہے تھے۔اس کو اس کے تیوروں پر حیرت ہو رہی تھی اور وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی یا پھر اس سے پہلے اس نے للّی کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی تھی۔

"کیا ہوا تم اتنی چپ کیوں ہو؟ تمہیں کوئی بات بری لگ رہی ہے کیا؟" دامیان نے اسے بغور دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔

انابیتا نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔دامیان نے ایک گہری سانس خارج کی تھی پھر بولا۔

"انابیتا بیگ میں جاننا چاہتا ہوں تمہارے اندر کیا ہے مجھے اس چہرے کو دیکھنے دو ان آنکھوں کو جانچنے دو یا پھر اپنی فکریں مجھے دے دو۔" ہاتھ آہستگی سے اس کے ہاتھ پر رکھا تھا۔انابیتا بیگ آنکھیں اٹھا کر اس کی سمت دیکھنے لگی تھی۔

"انابیتا بیگ تم سزاؤں کے باب لکھنے کی ٹھان رہی ہو۔"

"دامیان سوری تم جانتے ہو تو تم کیا کر رہے ہو؟تم اتنے کنفیوژ ہو کر کچھ بھی کرنے کو تیار ہو اور کچھ بھی کیے جا رہے ہو کہے جا رہے ہو؟ زندگی مذاق نہیں ہے۔تم اپنے آپ کو اس عجیب کھیل میں الجھا رہے ہو اور ساتھ دوسروں کو بھی۔تمہیں اپنی زندگی اپنا فیصلہ بدلنے کی ضرورت ہے' ورنہ سب برباد

ہوجائے گا اور آخر میں تمہارے ہاتھ کچھ نہیں بچے گا۔سوائے پچھتاوے کے۔"
وہ بہت بردباری سے اسے سمجھا رہی تھی اور دامیان سوری مسکرا دیا۔

میرے حوصلوں کو آزماؤ مت

میں نہیں اب اتنا ناتواں

میرے جنوں کو تیری ہے جستجو

یہ میں ہوں یا ہے مجھ میں تو؟

مجھے اس کا یقین کرنے دو

اک سرسری سی نگاہ کرو

مجھے اپنی آنکھیں دیکھنے دو

مجھے اپنا چہرہ پڑھنے دو

اس کے ہاتھ پر اس کی گرفت اندرونی حدتوں کی شدتوں کی غماز تھی۔ سرگوشیوں میں عجب جنون تھا۔اناہیتا بیگ حیران سی اس کی سمت تکنے لگی تھی۔پھر نفی میں سر ہلانے لگی۔

"تم پاگل ہو' دامیان سوری تمہاری عقل گھاس چرنے گئی ہے کیا؟" وہ حیرت سے اس سے پوچھ رہی تھی۔مگر وہ اس زاویے سے اس کی سمت دیکھ رہا تھا کہ وہ اس کی سمت زیادہ دیر دیکھ نہیں پائی تھی۔اس کی سمت سے نگاہ ہٹا گئی تھی۔

"کیا چاہتی ہو تم کیا کروں تمہارے لیے؟" وہ فیصلہ کن انداز میں پوچھنے لگا تھا۔اناہیتا بیگ کو اس کی آنکھوں سے وحشت ہونے لگی تھی۔اس کی نظروں کی تپش میں ایک عجیب سا اسرار تھا۔وہ اٹھ کر جانے لگی تو دامیان سوری نے اس کے ہاتھ تھام کر اسے جانے سے روک لیا تھا۔

"بھاگنے کے سارے راستے مسدود کرسکتا ہوں۔مجھے جنگلوں میں چھوڑ کر تم اس طرح راہ فرار نہیں ڈھونڈ سکتیں۔" اناہیتا نے اس کی ہمت پر اسے دیکھا تھا۔ ہاتھ اس کی گرفت سے نکالنا چاہا مگر دامیان سوری اس کے لیے تیار نہیں تھا۔

"کیا چاہتے ہو تم کیوں کر رہے ہو تم یہ سب؟" وہ پوچھنے لگی۔

"تمہیں لگ رہا ہے میں مذاق کر رہا ہوں؟ تمہارے اشاروں پر چلتا ہوا اچھا لگوں گا نا؟ چلو تم مجھے اپنا معمول کرلو' کھیلو مجھ سے' موڑو توڑو چاہے کچھ بھی

کرو مگر مجھے یقین کرلینے دو کہ تم آس پاس ہو اور یہ دوری کم ہو رہی ہے۔“ وہ جنون خیزی سے بولا تو انابیتا بیگ ساکت رہ گئی۔

”میڈ‘ یو آر جسٹ میڈ... از نٹ آٹ کریزی... کیا ہے یہ سب تم ہو کیا دامیان سوری؟ تم نے ٹھان لی ہے کہ اپنی بے وقوفیوں سے اپنی اور ہم سب کی جان جلاتے رہو گے؟ کیا ہے یہ ڈراما‘ تین تین زندگیوں کا معاملہ ہے اور تم اتنے نان سیریس ہو؟“ انابیتا نے اس کی کلاس لینا چاہی تھی۔

”تین تین زندگیوں کی فکر ہے اور میری ذات کو تختۂ مشق بنا کر تمہیں کوئی ملال نہیں ستاتا؟“ وہ حساب کتاب لینے پر مائل دکھائی دیا تھا۔

مگر وہ اس کی گرفت سے کلائی نکال کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

”میں تم سے دور نکل جانا چاہتی ہوں دامیان سوری‘ تم میری اور اپنی زندگی مشکل کر رہے ہو۔میں کوشش کرتی ہوں الگ رہوں مگر تم ہر بار ایک نیا ڈراما کر کے راستا بنا لیتے ہو اور میری زندگی میں POKE کرنے آجاتے ہو۔بہتر ہوگا تم اپنے راستے الگ کرلو اور ہم دونوں کو چین سے جینے دو۔“

کہتے ہی وہ پلٹ کر باہر نکل گئی تھی۔للّی جو کافی لے کر آئی تھی خاموشی سے دامیان سوری کی سمت دیکھنے

لگی تھی۔

...☆☆☆...

انائیا ملک سو کر اٹھی تھی تو پہلی نگاہ اس کی تلاش میں اٹھی۔مگر وہ کمرے میں نہیں تھا وہ اٹھ کر باہر آئی تھی تبھی مینجر نے اسے روکا تھا۔

”ایکسکیوزمی مسز تغلق‘ آپ کے ہزبینڈ نے آپ کے لیے میسج چھوڑا ہے وہ کسی مس علیزے کے ساتھ باہر گئے ہیں کہہ رہے تھے دیر سے آئیں گے سو آپ پریشان نہ ہوں۔“ مینجر نے اسے معارج کا پیغام دیا۔

انائیا ملک کی جان مشکل میں گھر گئی تھی۔یہ کیا ہو رہا تھا؟ معارج تغلق اس کے ساتھ کیا کر رہا تھا؟ مرد کو اگر گھوڑے سے مثال دی جاتی ہے تو ٹھیک دی جاتی ہے۔اسے اپنے قابو میں کرنا نا ممکن نہیں مگر کبھی کبھی انتہائی مشکل ہوجایا کرتا ہے وہ اپنے اور اس کے درمیان ایسے کوئی روابط تلاش نہیں

کرسکی تھی جس کو لے کر وہ کوئی حق جتا سکتی یا اسے ایسا کرنے سے باز رکھ سکتی۔

اب جب وہ چاہتی تھی کہ ان کے درمیان کچھ آغاز ہو تو وہ اس پر مائل نہیں تھا اور اس کی وجہ کیا ہوسکتی تھی؟

وہ اچھا محسوس نہیں کر رہی تھی۔تبھی ممی کی یاد بہت شدت سے آئی تھی۔اس نے بوجھل دل کے ساتھ نمبر ملایا تھا۔

”انائیا کیسی ہو تم؟ اتنے دن بعد ہماری یاد آئی؟“ ممی نے شکوہ کیا۔

”نہیں ممی! ایسا نہیں مجھے آپ ہمیشہ یاد رہتی ہیں مگر یہاں اتنا بزی رہی کہ رنگ نہیں کرسکی۔“

”معارج تعلق کہاں ہے تم دونوں کے درمیان سب ٹھیک ہے نا؟ مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے کہ تم دونوں کے درمیان پھر سے رشتہ استوار ہو رہا ہے ورنہ میں تو بہت پریشان ہوگئی تھی۔بیٹی کا دکھ جھیلنا آسان نہیں ہوتا۔میں دل سے چاہتی تھی تمہارا گھر بس جائے خدا کا شکر ہے معارج کو خدا نے عقل دی۔“ ممی نے کہا تو وہ کچھ بول نہیں سکی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”انائیا۔“ ممی نے پکارا تھا۔”بیٹا تم خوش تو ہونا؟“ زائرہ ملک دوسری طرف یقین کرنا چاہتی تھی۔انائیا ملک انہیں پریشان کرنا نہیں چاہتی تھی تبھی بولی۔

”جی ممی، پاپا کیسے ہیں؟“

”تمہارے پاپا ٹھیک نہیں ہم صبح ہی تمہارے بارے میں بات کر رہے تھے۔ابھی یہیں ہیں بات کراؤں؟“ ممی نے پوچھا۔

”ٹھیک ہے کرادیں انائیا ملک کو اپنا انداز خود پرایا لگ رہا تھا۔وہ بے انتہا الجھی ہوئی تھی۔

”ہیلو، انائیا بچے کیسے ہو؟“ پاپا نے پوچھا۔

”میں ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں؟“

”تمہاری آواز کچھ پریشان سی لگ رہی ہے یو اوکے بیٹا؟“ وہ باپ تھے ایک لمحے میں جانا تھا۔انائیا ملک کو اپنا دفاع کرنا پڑا۔

”ایسا نہیں ہے تھوڑی دیر قبل جاگی ہوں تو شاید اسی لیے۔آپ ممی کا خیال رکھ رہے ہیں نا... آپ کی طبیعت اب کیسی ہے؟“ انائیا نے پوچھا۔

"میری طبیعت ٹھیک ہے، میں تمہاری ممی کا خیال رکھنے کی کوشش کر رہا ہوں مگر تمہاری ممی اس کا موقع نہیں دیتیں۔" جہانگیر ملک مسکرائے تو وہ بھی مسکرادی۔

"ممی کو اس کی عادت نہیں، انہیں صرف خیال رکھنے کی عادت ہے۔" وہ ماں کو ڈیفنڈ کررہی تھی۔

"اور تم بھی اپنی ماں پر گئی ہو۔" جہانگیر ملک نے تجزیہ کیا۔

"نہیں ایسا نہیں میں اپنا خیال رکھوا رہی ہوں۔نانا کہاں ہیں؟ انہیں بہت مس کررہی تھی۔"

"تمہارے نانا تو دوست کی طرف گئے ہوئے ہیں جب آئیں گے تو بات کروا دوں گا۔" زائرہ نے فون لیا۔

"تم اپنا خیال رکھنا انابیا۔"

"جی ممی!" اس نے فون رکھ دیا تھا۔دل کو سکون تو کیا آنا تھا وہ اور بھی بے چینی سے بھر گیا تھا۔

پھر اس نے ایشاع کا نمبر ملایا۔

"بھابی آپ بھائی کے ساتھ نہیں گئیں؟ وہ فارم ہاؤس گئے ہیں۔بتا رہے تھے آپ ان کے ساتھ ہوں گی۔علیزے نے انہیں انوائٹ کیا تھا۔آپ بھائی کے ساتھ ہیں ابھی؟"

"نہیں۔" اس کا دل بھر آیا۔

"آہ، میں نے سوچا آپ ان کے ساتھ ہوں گی۔وہ آپ کے بنا کیسے چلے گئے؟" ایشاع کو حیرت تھی اور حیرت سے زیادہ شاکڈ تو وہ بھی تھی۔ایسا کیا ہو رہا تھا اس کے ساتھ؟ کیوں ہو رہا تھا یہ معارج تغلق کیا کر رہا تھا۔

وہ پاگل تھی، دل لگا لیا تھا محبت کر بیٹھی تھی اس کے ساتھ کی خواہاں تھی اور وہ... وہ کتنا بے مہر تھا۔کتنا انجان اور بے خبر تھا۔کیا اسے واقعی اس کی کوئی پروا نہیں تھی؟

"بھابی!" ایشاع نے دوسری طرف پکارا۔"آپ پریشان نہ ہوں کیب پکڑیں اور ہماری طرف آجائیں یا پھر میں آپ کی طرف آجاتی ہوں۔"

"نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے میں شام میں تمہاری طرف آجاؤں گی۔" اسے اندیشہ تھا وہ آئے اوراسے نہ پائے اس لیے وہ یہیں موجود رہنا چاہتی تھی۔جب وہ آئے اس کی نظروں کا مرکز بننا چاہتی تھی۔اس کی پوری توجہ چاہتی تھی مگر...! وہ اس وقت کسی اور کے ساتھ تھا۔

کیوں...؟ دل پورے طور سے چیخ رہا تھا۔وہ دگرگوں تھی ایشاع کو اس کی کیفیت کا اندازہ تھا تبھی بولی تھی۔

"بھابی آپ پریشان نہ ہوں۔شاید بھائی آپ کو اسی خیال سے چھوڑ گئے ہوں گے۔انہیں آپ کا آرام کرنا زیادہ ضروری لگا ہوگا اور...؟"

"ایشاع' علیزے ایسا کیوں کررہی ہے؟ اور تمہارے بھائی وہ اتنا اسٹرینج بی ہیو کیوں کر رہے ہیں؟ لڑکی جیسے پہلی بار دیکھی ہو۔" انائیا نے غصہ ظاہر کیا۔

"نہیں بھابی' ایسا نہیں۔" ایشاع بھائی کا دفاع کرتی ہوئی مسکرا دی تھی۔

"علیزے صرف فرینڈلی ہے اور بھائی کا مزاج تو آپ جانتی ہیں۔انہیں تو آپ

کے سوا کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا۔میں بھائی کو فون کرتی ہوں۔" ایشاع نے کہا۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں۔تم آرام کرو' میں تم سے بعد میں بات کرتی ہوں۔" انائیا نے کہہ کر سلسلہ منقطع کردیا اور کمرے میں چکر کاٹنے لگی تھی۔

معارج تغلق ایسا تو نہیں تھا۔پھر وہ اس بہاؤ میں کیونکر بہہ رہا تھا؟ وہ اس لڑکی کے ساتھ تھا اور جانے کیا چل رہا ہوگا ان میں۔وہ اسے اپنے فارم ہاؤس پر کیوں کر لے کر گئی تھی۔کنٹری سائیڈ تو خاصا دور تھا جانے واپسی کب تک ہونا تھی۔وہ گھڑی کی سوئیاں دیکھنے لگی تھی۔لمحے صدیوں کی مانند لگ رہے تھے۔پہلی بار وہ ہجر کو اس طرح محسوس کر رہی تھی۔ایک پل کو بھی وہ اسے نظر انداز نہیں کر پائی تھی۔وہ جلے پیر کی بلی کی طرح کمرے میں پھر رہی تھی۔

پھر ایک کاغذ پر چھوٹا سا نوٹ لکھ کر اس کے تکیے تلے رکھا تھا۔

"مس یو اے لاٹ۔" پیپر تکیے کے نیچے دبایا۔پھر جانے کیا سوچ کر دوبارہ نکالا اور پھاڑ دیا۔سوئیاں نو بجے کی سمت بڑھ رہی تھیں۔وہ اٹھی شاور لیا' اس کی

پسند کا فیروزی ڈریس منتخب کیا اور اس کی پرفیوم کی بوتل کو اٹھا کر تادیر تکتی رہی۔پھر ناک کے قریب کر کے اس کی خوشبو کو محسوس کیا اور اس کی خوشبو کو اپنے اوپر اسپرے کرنے لگی۔وہ اس کا حصہ بن جانا چاہتی تھی۔گھڑی کی سوئیاں آگے بڑھتی جا رہی تھیں۔وہ بے چین ہو رہی تھی۔

سیل فون بجا تھا بیڈ کے سائیڈ ٹیبل کی سمت بڑھتے ہوئے تیزی میں چلتے ہوئے اس کا پاؤں درمیانی ٹیبل سے ٹکرایا اور وہ ایک پل میں ڈھیر ہوئی تھی۔سر میز کے کونے سے ٹکرایا تھا۔پیشانی پر شدید درد کا احساس ہوا مگر اس نے پروا نہیں کی اور اٹھ کر فون کی طرف آئی۔

فون بج بج کر خاموش ہو گیا تھا۔اس کی پیشانی سے خون رس رہا تھا مگر انائیا ملک کو اس کی خبر نہیں تھی۔وہ اپنے آپ میں نہیں تھی۔وہ اس وقت اپنے کل اور جز کے ساتھ محبت کا محور بنی ہوئی تھی۔اس کے اندر باہر محبت تھی اور اس محبت کے علاوہ اسے کچھ دکھائی دے رہا تھا نا سنائی۔

ایشاع کا نمبر دیکھ کر وہ بد مزہ ہوئی تھی۔پھر وہیں بے دلی سے فلور پر بیٹھ گئی تھی۔دل جیسے کوئی مٹھی میں مسل رہا تھا۔پیشانی سے خون رس رہا تھا۔مگر

انائیا ملک کو جیسے پروا نہیں تھی۔وہ بے حس ہو رہی تھی۔انتظار کرتے کرتے وہیں زمین پر بیٹھے بیٹھے گھٹنوں پر سر دھرے آنکھیں موند گئی تھی۔رات کا کوئی پہر تھا جب دروازہ کھلا اور معارج تغلق اندر داخل ہوا۔پورے کمرے پر طائرانہ نگاہ ڈالی تھی۔پھر تیزی سے اس کی سمت بڑھ آیا اور گھٹنوں کے بل اس کے قریب بیٹھ گیا۔

"انائیا آئی ایم سوری' مجھے اندازہ نہیں ہوا۔علیزے آئی اور...!" اس نے انائیا کا چہرہ اٹھایا جو خون سے بھرا تھا۔وہ پریشان ہو اٹھا۔

"انائیا' انائیا...!" اسے جھنجھوڑا۔انائیا نے اسے آنکھیں کھول کر بامشکل دیکھا۔مگر نقاہت اور کمزوری کے باعث آنکھیں دوبارہ بند ہو گئیں تھیں۔ویٹر نے اسے پہلے ہی بتا دیا کہ مسز تغلق نے صبح سے کچھ نہیں کھایا۔وہ شاید خود کو سزا دے رہی تھی۔

"انائیا کیا ہوا' یہ کیسے چوٹ لگی۔اوہ مائی گاڈ۔" اسے بازوؤں میں اٹھا کر بیڈ پر لٹایا۔وہ کسی بچے کی مانند لگ رہی تھی۔معارج تغلق ڈاکٹر کا نمبر ملانے لگا جبکہ اس نے اٹھ کر شانے پر سر رکھ لیا تھا۔محبت سکوت میں ہولے ہولے

بول رہی تھی۔مگر آواز ناپید تھی۔شاید محبت کی خامشیوں کو سننے کے لیے کسی خاص آلے کی ضرورت نہیں ہوتی۔صرف دل چاہیے ہوتا ہے۔

معارج تغلق نے اس کے گرد بازو حائل کردیا تھا تبھی وہ بولی۔

"ڈاکٹر... کی... ضرورت نہیں... میں... ٹھیک ہوں۔" معارج تغلق نے فون رکھ کر اس کی سمت دیکھا۔

"مجھے زخم دیکھنے دو انائیا چوٹ گہری لگی ہے۔ابھی تک بلیڈنگ ہو رہی ہے۔ تم نے فون کر کے بتایا کیوں نہیں۔میرے سیل فون پر کال نہیں کرسکتی تھیں؟" وہ شکوہ کر رہا تھا یا ڈانٹ رہا تھا؟ انائیا ملک نے اس کی سمت دیکھا۔
معارج تغلق نے جیب سے رومال نکال کر اس کا چہرہ پونچھنا چاہا تھا۔جہاں بلڈ جم کر خشک ہوچکا تھا۔

"مجھے فرسٹ ایڈ باکس لینے دو انائیا۔ڈاکٹر کے آنے تک میں زخم صاف کردوں۔" وہ اس لمحے اس کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔جیسے کوئی چھوٹا بچہ خوفزدہ ہو کہ وہ ہٹے گا تو... پھر سے چلا جائے گا۔وہ اس سے دور ہونے کو تیار نہیں تھی یا پھر یہ درد کی شدت تھی یا پھر نقاہت اور کمزوری کے باعث اس کی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

حالت غیر ہو رہی تھی۔معارج تغلق نے اس کی کیفیت سمجھتے ہوئے تردد نہیں کیا۔مگر تبھی خود اپنی خوش بو اسے

کے نتھنوں میں گھسی تھی۔احساس ہوا تھا انائیا ملک نے اس خوش بو کو اپنا حصہ بنایا تھا۔وہ اس کے گفٹ کیے گئے ڈریس میں تھی۔اس کے فیورٹ کلر اور اس کی خوش بو میں مہکتی وہ ایک زاویہ سے احوال جاننے والی عقل حیران نہیں تھی۔بیڈ کے ایک طرف کاغذ کے ٹکڑے دکھائی دیے تھے۔

"آئی مس یو" والا حصہ صاف سامنے دکھائی دیا تھا۔اسے خامشیوں میں کھوج لگانے کی ضرورت نہیں پڑی تھی۔وہاں سکوت میں بہت سی دبی دبی شرگوشیاں تھیں۔وہ اس کی دھڑکنوں کو اس خاموشی میں سن رہا تھا۔

"انائیا۔" بہت آہستگی سے اس کا نام پکارا تھا۔انائیا نے آنکھیں نہیں کھولی تھیں۔

"تمہیں درد ہو رہا ہے نا؟" وہ شرمندہ تھا۔انائیا نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ معارج تغلق نے تسلی کرنے کو اس کا چہرہ دیکھا تھا۔وہ سانس لے رہی تھی۔

"تم نے فون نہیں کیا؟" اس کے کان کے قریب سرگوشی کی تھی۔بالوں پر لب رکھے۔

کیا اسے انائیا ملک کے فون کا انتظار رہا تھا۔

"مجھے دھیان... نہیں... رہا۔" وہ آنکھیں موندے موندے بولی۔

"اور تم نے کچھ کھایا بھی نہیں؟" معارج تغلق نے اس کے چہرے کو دیکھا۔

"مجھے... بھوک... نہیں... تھی۔" انائیا ملک بامشکل بول رہی تھی۔وہ اسے جگائے رکھنا چاہتا تھا ڈاکٹر کے آنے تک۔جانے کب کی چوٹ لگی تھی اور خون رس رہا تھا۔صبح سے کچھ کھایا بھی نہیں تھا۔وہ بے ہوش بھی ہو سکتی تھی اور سر کی چوٹ میں بے ہوش ہونا اچھی علامت نہیں تھی۔

"تم... اس طرح کیوں... چلے گئے... بتایا بھی نہیں اور...!" انائیا ملک شکوہ کر رہی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"تم میرے لیے فکر مند رہیں؟" وہ پوچھ رہا تھا۔انداز ملائم اور اپنائیت بھرا تھا۔

"مجھے اچھا نہیں لگا۔" وہ بولی۔

"کیا؟" معارج تغلق نے پوچھا۔

"تم علیزے کے ساتھ کیوں گئے؟" انائیا صاف گوئی سے بولی۔

"اور تم نے اسی لیے کھانا بھی نہیں کھایا اور فون بھی نہیں کیا؟" وہ جواباً شکوہ کر رہا تھا۔انائیا کچھ نہیں بولی تھی۔

"انائیا...!" معارج کو فکر ہوئی۔اسے جھنجھوڑا تھا۔وہ بامشکل آنکھیں کھول کر اس کی سمت دیکھ پائی تھی۔پھر عجب پھیکے انداز میں مسکرادی تھی۔

"دن بہت لمبا ہو گیا میں گھڑی کی سوئیاں دیکھتی رہی اور انتظار طویل ترین ہوتا گیا تھا۔تنہا کیوں گئے اس کے ساتھ؟ ایک شادی شدہ مرد کو یہ زیب دیتا ہے؟ علیزے نے کہا اور آپ چل دیے... وہ کہیں بھی لے جائے گی تو انگلی تھام کر چل دیں گے۔آپ کی عقل کام نہیں کرتی؟ پتا نہیں تھا میں تنہا ہوں یہاں، صبح سے انتظار کر رہی ہوں؟ صدیوں جیسے لمحے کیسے کاٹے؟ کچھ خبر

نہیں آپ کو کتنے غیر ذمہ دار ہیں آپ۔مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا۔" انائیا ملک بہت مدھم لہجے میں بول رہی تھی۔اسے اس بات کا قلق نہیں تھا کہ وہ شکوہ کر رہی ہے مگر اس بات کا اطمینان ہوا تھا کہ وہ ہوش میں ہے۔

"ایسا کیا ہے اس میں؟ اس نے پوچھا۔

"کس میں؟" وہ پوچھنے لگا تھا۔

"علیزے میں، مجھ سے زیادہ خوب صورت ہے وہ؟" وہ ایک غرور سے بول رہی تھی۔اپنا آپ ارزاں کیا جانا بہت برا لگ رہا تھا اسے، تبھی شکوہ زبان پر آیا تھا۔

"بولو، کیا خاص ہے اس میں؟ یہ بکری جیسی آنکھیں ہیں، بھیڑ جیسی ناک ہے اسی ٹائپ کی لڑکیاں پسند ہیں آپ کو۔" وہ کلاس لے رہی تھی۔معارج تغلق جواباً کچھ نہیں بولا تھا۔جواباً بس اسے ساتھ بھینچا تھا اور اس کے بالوں پر لب رکھ دیے۔

"آئی ایم سوری مجھے اندازہ نہیں تھا اتنی دیر ہوجائے گی اور تم اس طرح چوٹ...!" وہ بول رہا تھا جب وہ اس کے شانے پر ایک طرف جھول گئی تھی۔

"انائیا۔"وہ چونکا تھا۔"انائیا؟" دوسری بار پکارا۔

وہ اسے بیڈ پر لٹا کر نبض چیک کرنے لگا اور فون اٹھا کر دوبارہ ڈاکٹر کا نمبر ملایا تھا۔پھر اس کی سمت دیکھا۔

"انائیا۔" اسے جھنجھوڑا تھا وہ انتہائی پریشان ہو اٹھا تھا۔

...☆☆☆...

پارسا جلے پاؤں کی بلی بنی ہوئی تھی یہاں سے وہاں چکر کاٹ رہی تھی عدن بیگ اس کی کال پک نہیں کر رہا تھا۔وہ بزی ہونے کا ڈراما کر رہا تھا اور در حقیقت وہ اسے اگنور کر رہا تھا۔صرف اس لیے کہ وہ سمجھتا تھا پارسا چوہدری اب بھی یلماز کمال سے محبت کرتی ہے اور اسے کسی جبر کے تحت اپنا رہی تھی۔وہ اپنے طور پر اخذ کر رہا تھا اور پارسا کی سن نہیں رہا تھا۔پارسا نے فون ملایا تھا۔دوسری طرف شاید عدن

کو اس پر ترس آ گیا تھا یا پھر وہ اس کی آواز سننا چاہتا تھا تبھی فون اٹھا لیا۔

"آپ کو کون زبان میں سمجھاؤں' آپ سمجھتے ہی نہیں؟ میری بات سنے بنا آپ مفروضے بنا رہے ہیں اور مجھ سے کوئی وضاحت تک نہیں مانگ رہے۔ عدن آپ اتنا کیسے بدل سکتے ہیں؟ مجھے یقین نہیں ہو رہا آپ وہی ہیں؟" پارسا نے شکوہ کیا۔

"میں وہی ہوں پارسا مگر مجھے سب چیزوں کو دیکھنا ہے اور اتنا وقت نہیں ہے تم خود کو غلط مت سمجھو' میں تمہیں غلط قرار نہیں دے رہا۔ تمہیں کیوں یہ قلق ہے کہ میں ایسا کر رہا ہوں تم سمجھتی ہو میں تمہارے مخالف ہوں؟"

"آپ کو مجھ سے محبت تھی نا؟" اس کے اچانک پوچھنے پر وہ چونکا۔

"یہ کیا عجیب سوال ہے؟" وہ جیسے جواب دینا نہیں چاہتا تھا۔

"آپ نے کہا تھا محبت بدگمان نہیں ہوتی؟ اور محبت راستا نہیں بدلتی چاہے کوئی بارش ہو یا نا ہو' چاہے ویرانی بڑھتی جائے محبت مخصوص رہتی ہے امید نہیں ہارتی؟" وہ یاد دلا رہی تھی۔

"تم یہ سب کیوں یاد دلا رہی ہو پارسا؟ تمہیں لگتا ہے میری یادداشت میں کوئی خلل واقع ہو رہا ہے؟" وہ بات کو مذاق میں اڑاتا ہوا مسکرا دیا۔

"نہیں آپ کی عقل یا دماغ میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا مگر آپ وہ نہیں سن رہے جو دل کہہ رہا ہے' وہ سن رہے ہو جو دماغ کہہ رہا ہے۔ دل کی سننا اتنا برا نہیں۔ نا ہی دماغ ہمیشہ غلط کہتا ہے مگر اس بار کچھ اتنا ٹھیک بھی نہیں۔ اگر آپ کو مجھ سے محبت تھی تو وہ نکاح کے فوراً بعد اڑن چھو نہیں ہو سکتی۔ مگر آپ کو یا تو کوئی شدید غلط فہمی ہو رہی ہے یا ضد ہے کوئی۔" وہ صاف گوئی سے بولی تو وہ مسکرا دیا۔

"اس وقت تمہارے ساتھ بیٹھ کر تم سے بات کرنے کو جی چاہ رہا ہے دل چاہتا ہے وہ چہرہ دیکھوں' وہ آنکھیں دیکھوں مگر کبھی کبھی فاصلے بہتر ہوتے ہیں۔ فاصلوں سے دوریاں آتی ہیں مگر ان دوریوں میں بہت سے اسرار ہوتے ہیں جو اپنے کل بھیدوں کے ساتھ اپنے اندر بہت سی لاجک رکھتے ہیں۔ تم فکر کیوں کر رہی ہو؟ اگر فاصلے ہیں تو فاصلوں سے تو محبت بڑھتی ہے نا؟ اگر

میرے دل میں تمہارے لیے محبت تھی تو وہ ضرور بڑھے گی دوگنا یا سو گنا ہوجائے گی مگر فی الحال اتنا مت سوچو۔" وہ مسکرایا تھا۔

"آپ مذاق کر رہے ہیں نا؟ عدن بیگ اگر مگر والے لفظ نہیں کہہ سکتے۔آپ تو کرنے پر بھروسا رکھتے تھے جو ٹھان لیتے تھے وہی ہوتا تھا؟ آپ اتنا کمزور کیوں پڑ رہے ہیں؟ آپ وہی ہو نا جو مجھ سے مجھ کو مانگ رہے تھے؟ پھر آج کیوں بھاگ رہے ہیں؟"

"وہاں کیا موسم ہے تمہیں نیند آرہی ہے سو جاؤ' ہم کل بات کریں گے۔" وہ بات کو پہلے بدلتے ہوئے پھر سمیٹتے ہوئے بولا تو پارسا چوہدری کو شدید ترین غصہ آگیا۔

"عدن بیگ' ایسے مذاق مت بناؤ' یقین نہیں ہورہا کیوں لگ رہا ہے کہ میں صرف مصلحتوں کے لیے آپ تک آنا چاہتی ہوں یا راستے بنا رہی ہوں؟" اس کی آواز بھرا گئی تھی۔عدن بیگ کو بہت ملال ہوا تھا۔وہ دوسری طرف چپ ہوگئی تھی یقیناً وہ بنا آواز کے رو رہی تھی اور وہ آنسو عدن بیگ کو اپنے دل پر گرتے ہوئے محسوس ہوئے تھے عدن بیگ نے اسے خاموشی سے پکارا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"پارسا... تم رو رہی ہو۔" مگر پارسا نے کوئی جواب نہیں دیا تھا اور کھٹاک سے فون کا سلسلہ منقطع کردیا تھا۔عدن بیگ فون کو دیکھتا رہا تھا۔پھر ایک گہری سانس لے کر وہیں بیٹھ گیا تھا۔

...☆☆☆...

"مجھے یقین نہیں ہوتا زائرہ تم اتنی بڑی سچائی کیسے جھیل سکتی ہو اور کیسے اتنے نارمل سے لے سکتی ہو جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔" مسز بیگ نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔زائرہ سر جھکائے کپ کی سطح کو دیکھتی رہی تھی۔

"بھابی' میں نے وہی کیا جو مجھے ٹھیک لگا اب اس سب کا وقت نہیں ہے کہ ہم سود و زیاں کی فکر کریں یا خسارے کے اندیشے ستائیں۔وہ لوٹ آیا ہے اتنے عرصے جہاں بھی رہا مجھے یا اور سب کو اس سے فرق نہیں پڑنا چاہیے۔وہ اس وقت بری سچویشن میں تھا سو سب ہوا۔مگر اب اس کے علاوہ کیا چارہ ہے؟ کبھی کبھی زندگی ہمارے سامنے اپنے منتخب کردہ راستے رکھتی ہے اور ہمیں اپنے منتخب راستوں پر قدم رکھنا ہوتا ہے۔میں بھی وہی کر رہی ہوں میرے پاس اس کے علاوہ کوئی آپشن نہیں کہ میں جہانگیز ملک کی اس پچھلی زندگی کو

قبول کروں۔ میرے قبول کرنے یا نہ کرنے سے حقیقت تو نہیں بدل جائے گی نا؟ وہی سب رہے گا جو ہے سو میں انکاری ہو بھی جاؤں تو اس سے کیسے فائدہ ہونے والا ہے؟" زائرہ ملک مدھم لہجے میں بولیں۔ مسز بیگ نے انہیں دیکھا وہ اس سے اختلاف نہیں کر سکی تھیں۔

"زائرہ میں یہ نہیں کہہ رہی تم غلط کر رہی ہو' مگر تم یقیناً اس سب کو کرنے میں اپنے اندر کی کیفیت کو نظر انداز کر رہی ہو کبھی کبھی سب خوشی سے نہیں ہوتا اور سمجھوتوں پر زندگی بسر کرنا اتنی خوشی نہیں دیتا۔" وہ صاف گوئی سے بولی تھیں۔

"اب اتنی بچی کہاں ہے کہ میں خوشی کی فکر کروں؟ جتنی تھی تمام ہوئی اور پھر میری زندگی کا محور انائیا ہے۔ وہ اپنے گھر خوش ہے میرا مقصد پورا ہوا زندگی رائیگاں نہیں گئی۔ میں نے اپنے ذمہ داری بہت اچھے طریقے سے پوری کی۔"

"اور للّی میک جو کہ للّی جہانگیر بھی ہے؟" مسز بیگ نے یاد دلایا تھا۔

زائرہ ملک نے خاموشی سے بھابی کی طرف دیکھا۔ پھر اپنے پھیلے ہوئے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے بولیں۔

"للّی میک بہت اچھی لڑکی ہے۔ وہ میرے پاس تھی کافی دن میرے ساتھ رہی۔ وہ انائیا سے زیادہ مختلف نہیں ہے۔ جہانگیر ملک کی چھاپ گہری ہے اپنی بیٹیوں پر۔ بہت سمجھ دار ہے وہ۔ گہرا انداز

فکر ہے اور وہ اپنے طور پر جو کرتی ہے وہی اس وقت کے لیے بہتر ہوتا ہے۔ میں اس سے خائف نہیں ہوں۔ وہ بہت بے ضرر ہے۔"

"تمہارا دل بہت بڑا ہے زائرہ ملک تم جہانگیر ملک سے جڑی ہر شے کو قبول کر سکتی ہو۔ محبت کا دل شاید اتنا ہی بڑا ہوتا ہے اور آپ تبھی کسی کو معاف کر سکتے ہیں جب محبت ہو۔" مسز بیگ نے کہا تھا۔

"چھوڑیں آپ ان باتوں کو' آپ نے بتایا تھا عدن کی شادی کی ڈیٹ فکس کر رہی ہیں۔"

"ہاں کر رہی ہوں مگر وہ لڑکا بہت عجیب لگ رہا ہے عجیب الجھا ہوا سا اولاد کا سکھ بھی خوشی دیتا ہے اور دکھ اتنا ہی دکھی کرتا ہے مجھے عدن سے بات کرنا ہے۔وہ ذرا سا بھی فکر مند ہو تو مجھے بھی فکر ہوتی ہے۔میں چاہتی ہوں ڈیٹ فکس کرنے سے قبل اس سے بات کرلوں۔"

"ٹھیک ہے مگر عدن بیگ کو تو اس لڑکی سے محبت ہے اور محبت اس طرح الجھاؤں کا شکار نہیں ہوتی۔اسے ضرور کوئی بزنس کی پریشانی ہوگی مگر آپ بات کرلیں یہی مناسب ہوگا۔انابیتا کے پروپوزل کا سلسلہ کیا ہوا؟ کوئی اچھا لڑکا دیکھا؟"

"نہیں زائرہ، مگر ہم کوشش کر رہے ہیں۔" مسز بیگ نے کہا۔

"بھابی آپ کچھ پریشان لگ رہی ہیں۔" زائرہ نے پوچھا۔

"نہیں ایسی بات نہیں، تم بیٹھو میں تمہارے لیے چائے بنواتی ہوں۔یہ چائے تو ٹھنڈی ہو گئی۔" کہتے ہی مسز بیگ کمرے سے نکل گئی تھیں۔

...☆☆☆...

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

انابیتا بیگ حتی الامکان کوشش کر رہی تھی کہ دامیان سوری سے سامنا نہ ہو۔وہ للّی میک کے کہنے پر وہاں آتو گئی تھی۔مگر دامیان سوری سے بچ کر رہنا چاہتی تھی۔وہ پھولوں کا تھال لے کر سیڑھیوں سے اتر رہی تھی جب وہ سیڑھیوں پر اس سے ٹکرایا تھا۔پھولوں کا سارا تھال فضا میں معلق ہوا تھا اور سارے پھول فضا میں بکھر گئے تھے۔دامیان سوری کے لیے پھولوں سے زیادہ وہ اہم تھی تبھی اسے تھام کر گرنے سے بچا لیا تھا۔مگر وہ گھورنے لگی اس کی گرفت سے' اس کی قربت میں کھڑی وہ اسے گھور رہی تھی۔

"پھولوں سے زیادہ وقعت تمہاری ہے اس لیے پھولوں کو چھوڑ کر تمہیں تھاما۔اگر تمہیں کچھ ہوجاتا تو نقصان میرا ہوتا اور مجھے اپنے نقصان کی فکر زیادہ ہے۔" وہ سرسری لہجے میں بولا۔

انابیتا بیگ نے اپنے گرد سے اس کے بازوؤں کا گھیرا توڑنے کی کوشش کی تھی مگر وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا اسے بغور تکتا اس پر مائل دکھائی نہیں دیا۔

"تمہیں شرم آنا چاہیے دامیان سوری' تم صرف اپنے فائدے کی بات کرتے ہو۔اپنے فائدے کی سوچتے ہو' یہ ٹھیک ہے کیا؟" مگر وہ مسکرا دیا انداز بے فکر تھا کچھ۔

"کیا ٹھیک ہے' کیا غلط میں نے اس کی فکر کرنا چھوڑ دی ہے تم بھی یہی کرو خود کو فکروں سے آزاد کروں ٹرسٹ می زندگی سہل ہوجائے گی۔" وہ مسکرا دیا۔

اناہیتا کا دل چاہا تھا اس کا منہ نوچ دے۔اس کے بازوؤں کا گھیرا توڑ کر اس سے دور ہوئی تھی۔

"تم سے بات کرنا ہے مگر کیسے ہو؟ تم سننے پر مائل نہیں۔" وہ ہار ماننے والا نہیں تھا۔اناہیتا بیگ اس سے الجھنا نہیں چاہتی تھی۔تبھی اس کی گرفت سے نکل جانا چاہا تھا مگر اس نے کلائی تھامی ہوئی تھی اناہیتا بیگ اسے پلٹ کر دیکھنے لگی۔

"کیوں کر رہے ہو یہ سب؟ اس سب کا جواز کیا ہے؟ تمہیں خوش گمانی ہے کوئی یا تمہاری عادت ہے خواب بنتے رہنا۔" وہ سلگ کر بولی تھی۔اس کی کلائی پر اس کی گرفت مجنونانہ تھی۔

"میں خوابوں کو بکھرنے سے بچانے کی کوشش کر رہا ہوں اور اس کے لیے سد باب یہی ہے کہ تم سے بات ہو' آخر کو وہ خواب صرف میرے اکیلے کے نہیں ہیں مگر حیرت ہے سارے اندیشے مجھے ہی کیوں ستاتے ہیں اور تم اتنی بے فکر کیسے ہو؟" وہ مدھم لہجے بولا۔

اناہیتا بیگ نے ملازم کی سمت دیکھا تھا جو سیڑھیوں کے اختتام پر کھڑا تھا شاید وہ اوپر جانے کا منتظر تھا مگر پیش قدمی نہیں کر رہا تھا کہ وہ دونوں وہاں رکے کھڑے تھے۔

"تمہیں کسی کی پروا نہیں ہے پاگل ہو رہے ہو تم تمہارا گھر ہے اپنی نہیں تو میری عزت کی فکر کرو' کیا سوچیں گے سب اگر تم نے مجھے پریشان کرنا بند نہیں کیا تو میں' میں تمہاری ممی سے تمہاری شکات کردوں گی۔" وہ دھمکی دیتی ہوئی بولی تھی۔وہ مسکرادیا تھا۔

''تم بالکل اسی طرح دھمکا رہی ہو جس طرح میری کلاس ٹیچر بچپن میں دھمکایا کرتی تھی۔مگر ساری بات یہ ہے کہ ڈرتے تو وہ ہیں جو غلط کررہے ہوں؟ میں خوفزدہ نہیں ہوں تو اس کا مطلب ہے میں اپنے مدعے پر غلط نہیں ہوں۔تم جس سے چاہے شکایت لگا سکتی ہو۔'' وہ بے پروا انداز میں بولا۔

''میں غلط نہیں ہوں ہنی۔مجھے کہیں بھی لے جاؤ' میرا مدعا یہی رہے گا تبھی تو چاہتا ہوں ہم بات کریں۔بات کرنے سے ہی میں تمہیں قائل کرپاؤں گا نا۔'' وہ بہت لائٹ انداز میں بات کر رہا تھا۔جیسے سچ میں اس کے اندر بہت اطمینان تھا۔

انابیتا بیگ کو اس کے اس اطمینان سے وحشت ہو رہی تھی۔وہ اس کے سکون کو تہس نہس کردینا چاہتی تھی۔شدید غصہ تھا اس کی آنکھوں میں۔وہ خود اپنے اندر کی جنگ میں ڈٹی ہوئی تھی۔ہارنا نہیں چاہتی تھی مگر وہ بہت پسپا دکھائی دے رہی تھی۔دامیان سوری کو اس پر ترس آگیا تھا۔اسے ستانا مناسب نہیں لگا تھا۔تبھی اس کی کلائی آہستگی سے اپنی گرفت سے آزاد کردی۔انابیتا بیگ نے اس کی سمت دیکھا تھا۔پھر پلٹ کر وہ وہاں سے نکلتی چلی گئی۔

کیا ہوا تھا جو اس کا لمس اس کی کلائی پر اب بھی دہک رہا تھا۔کیا ہوا تھا جو وہ نظریں اس کا تعاقب کر رہی تھیں۔کیا ہوا تھا جو اس کا خود کا دل اس کے خلاف کھڑا تھا۔دھڑکنوں میں شور تھا مگر وہ رک کر' پلٹ کر دیکھنا بھی نہیں چاہتی تھی۔وہ اس شخص کو سزائیں دینا چاہتی تھی۔

انا ڈٹ جائے تو یوں ہی ہوتا ہے۔وہ سرنگوں ہونا نہیں چاہتی تھی۔ہارنا نہیں چاہتی تبھی ڈٹ کر کھڑی تھی۔

...☆☆☆...

معارج تغلق نے اس کی سمت بغور دیکھا۔بیڈ پر آنکھیں بند کیے پڑی تھی' پیشانی کے زخم پر دوا لگا دی گئی تھی۔مگر کوئی بینڈیج نہیں کی گئی تھی سو زخم واضح دکھائی دے رہا تھا۔ایک سینٹی میٹر کا کٹ تھا۔خون خاصا بہا تھا سو وہ بے ہوش ہوگئی تھی مگر ڈاکٹر نے کہا تھا کہ پریشانی کی بات نہیں ہے۔

انہوں نے دوائیں دے دی ہیں۔وہ اس کے قریب بیٹھا اس کے آنکھیں کھولنے کا منتظر تھا۔

اسے بغور دیکھتے ہوئے اس کا نازک سا ہاتھ تھاما تھا بہت آہستگی سے لبوں کے قریب لے گیا تھا۔انائیا کسمسائی تھی معارج تغلق نے اس کے ہاتھ کو اپنی گرفت سے آزاد کردیا تھا۔

انائیا آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے لگی تھی۔نیم تاریکی میں کئی لمحوں تک اسے تکتی رہی تھی۔آنکھوں میں خالی پن تھا۔

"انائیا یو اوکے؟" وہ بے چین ہو اٹھا تھا۔انائیا نے اس کی سمت سے نظریں ہٹالی تھیں۔شاید وہ اس سے خفا تھی معارج تغلق کو ایک ملال نے گھیرا تھا۔

"آئی ایم سوری تمہیں میری وجہ سے چوٹ لگی مجھے نہیں معلوم تھا۔" وہ وضاحت دینے کے لیے بولا مگر تبھی انائیا نے اسے روک دیا۔

"مجھے نیند آرہی ہے۔" وہ کہہ کر آنکھیں موند گئی تھی۔

"انائیا تمہیں سارا الزام میرے سر نہیں ڈالنا چاہیے۔اگر میں نے کال نہیں کی تو تم تو کرسکتی تھیں نا اتنا کیوں سہا؟ چوٹ لگوالی اتنا خون بہہ گیا۔تم خود کو

سزا دے کر کیا ثابت کرنا چاہتی تھیں؟ مجھے پچھتاوے میں مبتلا کرنا چاہتی تھیں؟" وہ ڈانٹ رہا تھا۔

انائیا آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے لگی تھی۔

"میں کچھ نہیں چاہتی اگر آپ کو خیال ہوتا تو آپ خود کال کرتے آپ مجھے الزام دے رہے ہیں کیونکہ آپ جانتے ہیں قصور آپ کا اپنا ہے۔غیر ذمہ دار آپ ہیں۔یہاں اتنی دور اٹھا لائے اور یہاں آکر اجنبی بن گئے۔یہاں لانے کی کیا ضرورت تھی؟ اگر آپ کی ذمہ داری نہیں ہوں تو آپ کے اس ڈرامے کا حصہ بنانے کی کیا ضرورت تھی؟ جب سفر کے اختتام پر سب ختم ہوجانا ہے تو پھر یہ سب کیوں؟ کیوں رعایتیں دے کر آپ کو بگاڑ رہی ہوں۔جائیے جہاں جانا ہے آپ کو، مجھے پروا نہیں ہے اور میں کیوں کال کرتی آپ اپنی پرانی گرل فرینڈ کے ساتھ ڈیٹ پر تھے اور میں آپ کو ڈسٹرب کرتی تاکہ آپ اپنی گرل فرینڈ کو جتا سکتے کہ آپ کی بیوی کتنی بے وقوف ہے کوئی پرلے درجے کی نامعقول، ٹپیکل دیسی سی اسٹوپڈ لڑکی ہے جو اپنے شوہر کی جی حضوری کرتی نہیں تھکتی؟" وہ شدید غصے میں بول رہی تھی۔وہ چپ چاپ دیکھ رہا تھا۔

اس کا غصہ کرنا' کھری کھری سنانا اسے غصہ نہیں دلا رہا تھا۔وہ بس خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔وہ روہانسی ہو گئی تھی۔آنکھوں سے گرم گرم آنسو بہنے لگے تھے۔اسے اس طرح بے وقعت کیا جا رہا تھا جیسے اس کی کوئی قدر نہ ہو۔معارج تغلق نے اسے چپ چاپ دیکھتے ہوئے اس کا ہاتھ تھاما۔

"تمہیں ایکس گرل فرینڈ کا ہونا غصہ دلا رہا ہے یا اس کے ساتھ ڈیٹ کرنا؟" بہت سکون سے وہ پوچھ رہا تھا۔وہ اس کی سمت سے چہرہ پھیر گئی تھی۔

معارج تغلق نے اس کی سمت بغور دیکھتے ہوئے ہاتھ بڑھایا تھا اور اس کے چہرے کو نرمی سے چھوا تھا۔

"کچھ کم عقل ہوں اسرار و رموز سمجھ نہیں آرہے' تم سمجھادو۔" مدھم سرگوشی کی تھی مگر انائیا ملک اس کی سمت متوجہ نہیں ہوئی تھی۔

"مجھے سمجھاؤ اصل معاملہ کیا ہے کس بات کا غصہ ہے بتاؤ گی نہیں تو کیسے خبر ہوگی؟" انائیا ملک نے اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی تھی معارج تغلق نے مدد دی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہ تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی اور اس کی سمت دیکھے بنا پانی کا گلاس اٹھانے لگی۔ حلق خشک تھا مگر اس سے پہلے معارج تغلق نے گلاس اٹھایا اور اس کے لبوں سے لگا دیا۔

"مجھے اندازہ ہے تم سفر کر رہی ہو تمہاری حالت ٹھیک نہیں ہے مگر شاید کچھ غلطی میری ہی ہے مجھے تمہیں اس طرح اپنے ساتھ باندھنا نہیں چاہیے۔ سمجھوتوں سے زندگی بگڑتی ہے اور شاید میں کچھ خود غرضی برت رہا ہوں تمہیں اپنے فائدے کے لیے استعمال کر رہا ہوں۔اپنی فیملی کے ساتھ اچھا بننے کے لیے۔اپنی فیملی کی خوشی کے لیے تمہیں اتنی دور لے آیا' تم آنا نہیں چاہتی تھیں نا؟" وہ اصل مدعے پر آیا تھا۔

انائیا ملک نے دو چار سپ لینے کے بعد ہاتھ سے گلاس ایک طرف ہٹایا تھا اور اسے خاموشی سے دیکھا تھا۔

"میں جانتا ہوں مجھ سے تمہارے معاملے میں ہمیشہ کوتاہی ہوئی۔نادانستہ یا دانستہ ہمیشہ تمہیں ہدف بنایا اور انتہائی تکلیف پہنچانے کی کوشش کی مگر اب جب ہم نے طے کرلیا ہے کہ سب ختم ہونا ہے تو شاید تمہیں مجھ سے گلہ نہیں ہونا

چاہیے اور شاید اتنی امیدیں مجھے بھی رکھنا نہیں چاہیے۔" وہ اسے سچائی بتا رہا تھا جیسے جسے وہ بھول بیٹھی تھی۔اس رشتے کی کوئی وقعت نہ تھی۔کوئی سمت نہ تھی اور وہ بس بے سمت کا سفر کر رہی تھی۔سوچ کر ذہن جلنے لگا تھا۔اس نے کنپٹیوں کو دبایا تھا۔معارج تغلق کو اپنے لہجے کی سختی کا اندازہ ہوا تھا وہ اس حالت میں تھی اسے اس طور بات کرنا نہیں چاہیے تھا۔اندازہ ہوتے ہی وہ نرمی پرمائل ہوا تھا۔اسے شانوں سے تھاما اور نرمی سے بولا۔

"انائیا' میں الجھا ہوا ہوں آئی ایم سوری' تمہیں تکلیف دینا مقصد نہیں تھا مگر...!" وہ الجھ کر بولا اور پھر چپ ہو کر خاموشی سے اسے دیکھنے لگا۔انائیا ملک اسے پر شکوہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"یو او کے؟" مدھم لہجے میں پوچھا۔انائیا ملک نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"تمہیں کس بات کا یقین چاہیے؟" وہ پوچھنے لگا نظریں براہ راست اس کی نظروں میں جھانک رہی تھیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

انائیا ملک کے لیے مشکل گھڑی تھی۔جاں میں یکدم ہی شور ہوا تھا۔سینے میں موجود دل نے اچانک ہی دھڑک کر اپنی موجودگی کا احساس کرایا تھا۔وہ اس سے بد گماں کیوں نہیں ہو سکتی تھی؟

اس کے کچھ بھی غلط سلط بولنے پر وہ اس سے خائف کیوں نہیں ہو سکتی تھی؟ وہ کچھ بھی بولتا تھا تو اسے دور کیوں نہیں لے جاتا تھا۔

"انائیا میں نہیں جانتا میں کس سمت چل رہا ہوں یا زندگی کس راستے' کس طرف لے جانا چاہتی ہے مگر علیزے سے ملنا میرا مقصد نہیں تھا۔یہاں آنا یا اس سے ٹکرانا محض اتفاق ہے۔میں دانستہ اس سے نہیں ملا۔مگر وہ اچھی لڑکی ہے اور میں اسے پسند کرتا ہوں۔میں نہیں جانتا یہ محبت ہے یا نہیں' میں نہیں جانتا وہ اس بات سے واقف ہے کہ نہیں کہ ہم میں کیا چل رہا ہے مگر میں فی الحال کوئی نیا رشتا استوار نہیں کررہا۔میری جانب سے فی الحال کوئی پیش قدمی نہیں ہے۔میں اپنے طور پر ایمان دار ہوں پوری ایمانداری سے اس رشتے میں ہوں۔جب تک تمہارے ساتھ ہوں کوئی بے ایمانی نہیں کرسکتا۔مگر تم جس طرح شک کرتی ہو وہ مجھے تشویش میں مبتلا کرتا ہے میں کبھی کبھی تمہیں سمجھ

نہیں پاتا۔تم مجھے الجھا دیتی ہو۔میں چاہتا ہوں تم اپنے منتخب کردہ راستوں پر چلو۔میں وہی کر رہا ہوں جو ہمارے لیے ٹھیک ہے۔تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں مجھے اندازہ ہے میری وجہ سے تمہیں بہت تکلیف پہنچی اور اب بھی تم میری وجہ سے اس صورت حال اور ذہنی کرب سے دوچار ہو۔یہ ٹھیک نہیں ہے انائیا۔میں تمہیں آزادی سے سانس لیتے دیکھنا چاہتا ہوں۔میں ازالہ کرنا چاہتا ہوں تاکہ تم ایک پرسکون کیفیت کو اپنے دل میں محسوس کرو اور...!"

وہ بول رہا تھا جب انائیا ملک نے اس کے لبوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔وہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگا تھا۔رات کے اس پہر میں کوئی جادو تھا کوئی خاص احساس تھا۔

ان آنکھوں میں کوئی خاص کیفیت تھی یا پھر انائیا ملک بند باندھ کر کل کے اندیشوں کا گلا گھونٹنا چاہتی تھی۔وہ اپنے آپ کو بے بس پا رہی تھی یا پھر کوئی سدباب کر رہی تھی؟ انائیا ملک نظریں جھپک نہیں رہی تھی۔

معارج تغلق اس لمحے کے طلسم کو پورے طور پر محسوس کر رہا تھا۔

کوئی خاص احساس اپنے چاروں اطراف محسوس کر رہا تھا۔وہ اسے جس طرح دیکھ رہی تھی وہ انجان بن کر اس لمحے کو جانے دینا نہیں چاہتا تھا۔اس کے گرد اپنے بازوؤں کا حصار باندھتے ہوئے اسے خود سے قریب کیا۔شاید وہ بھی بھاگتے بھاگتے اور خود سے چھپتے چھپتے محاذ پر لڑتا تھک گیا تھا اس نے ہتھیار ڈال دیے تھے۔انائیا ملک نے اسے روکا نہیں کوئی قدغن نہیں لگائی۔

وہ اپنی خواہشوں سے زیادہ اس لمحے کل کے اندیشوں سے سہمی ہوئی تھی۔اگر کوئی لمحہ اسے اس کے قریب کر رہا تھا تو اس سے بہت سے خوف دم دبا کر بھاگ سکتے تھے۔وہ ڈر ڈر کر جینا نہیں چاہتی تھی کھل کر سانس لینا چاہتی تھی اور تبھی اس نے خود کو اس کے حوالے کردیا تھا۔خود سپردگی کا احساس سکون دینے والا تھا۔وہ معارج تغلق کے ساتھ تھی۔اس کی بانہوں میں تھی اس سے آگے اسے کچھ نہیں سوچنا تھا۔اگر یہ رفاقت پل بھر کی بھی تھی تو کیا برا تھا۔اگر یہ رشتہ کچھ لمحے ہی دے رہا تھا تو کیا برا تھا۔پہلی بار اسے لگا تھا وہ ادھوری نہیں۔معارج تغلق کی قربت' اس کی حدت اسے سکون دے رہی تھی۔

ایک اطمینان دل میں اتر رہا تھا۔وہ کل کے اندیشوں کے بارے میں سوچنا نہیں چاہتی تھی۔

...☆☆☆...

دامیان سوری اپنی ممی کے ساتھ کھڑا تھا۔وہ ہال میں ڈیکوریشن کروا رہی تھی جب نظر اوپر اٹھی تھی۔اس کی ممی نے اسے دیکھ کر بہت نرم سی اسمائل پاس کی تھی۔وہ اس سے خفا نہیں تھیں۔جس طرح اس نے دامیان سوری کو ٹھکرایا تھا شاید انہیں بہت خفا ہونا چاہیے تھا مگر وہ ایک نائس خاتون تھیں۔ جب بھی ان سے سامنا ہوا تھا بہت پیار سے ملی تھیں۔اس لمحے بھی جانے ماں بیٹے میں کیا بات ہوئی تھی کہ وہ اسے رکنے کا اشارہ کر کے اس کے قریب آ گئیں۔

”کیسا چل رہا ہے سب؟“ مسکراتے ہوئے انتظامات کے بارے میں پوچھا۔

”ٹھیک چل رہا ہے آنٹی۔آپ کو یہ ڈیکوریشن کیسی لگی؟ کسی شے کی کمی تو نہیں۔“

”نہیں تم نے سب بہت اچھے سے کیا ہے۔تم دامیان کی بہت اچھی دوست ہو جس طرح تم سارے انتظامات دیکھ رہی ہو اور وقت دے رہی ہو اس پر تمہیں داد دی جاسکتی ہے۔“ وہ نرمی سے مسکرائیں تھیں۔

انابیتا نے انہیں خاموشی سے دیکھا تھا۔وہ نرمی سے مسکرائی تھیں اور پھر مدعے پر آئیں تھیں۔

”مجھے تم سے ضروری بات کرنا تھی کچھ وقت ہے تمہارے پاس؟“

”جی آنٹی آپ کہیے۔“ وہ ملازم کو باقی کے انتظامات سونپتی ہوئی پوری توجہ سے ان کی طرف دیکھنے لگی۔مسز سوری نے اسے کچھ دیر خاموشی سے دیکھا تھا پھر ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے کو نرمی سے چھوا۔

”تم خوش ہو نا بیٹا؟“ یہ کیسا سوال تھا۔وہ اس سے ایسا کیوں پوچھ رہی تھیں؟ کیا اس کے چہرے پر سب عیاں تھا؟اسے ایک لمحے کو شدید شرمندگی کے احساس نے گھیرا تھا۔کیا آنٹی اس کا چہرہ پڑھ

رہی تھیں۔

اگر وہ اس کا چہرہ پڑھ کر سب کہہ رہی تھیں تو اس گھڑی کھلی کتاب جیسی کھڑی تھی کیا سب کی نظریں اسے اسی طور پر پڑھ لینے پر قادر تھیں یا پھر دامیان سوری نے ماں سے کچھ کہا تھا؟

”میں، میں ٹھیک ہوں آنٹی۔“ وہ جتاتے ہوئے خود کو سنبھالنے لگی تھی۔وہ مسکرادی تھیں۔

”میں نے یہ نہیں پوچھا کہ تم ٹھیک ہو یا نہیں۔میں نے یہ پوچھا ہے کہ تم خوش ہو نا؟ خوش اور ٹھیک ہونے میں خاصا فرق ہوتا ہے۔“ انہوں نے جتایا اناہیتا بیگ کو بہت سبکی محسوس ہوئی۔

”آئی مین۔نا خوش ہونے والی کوئی بات نہیں آنٹی اور مجھے نہیں پتا آپ یہ سب کیوں پوچھ رہی ہیں اور کس ضمن میں۔میں ہمیشہ خوش رہتی ہوں چاہے کچھ بھی ہو۔“ وہ خود کو مضبوط ظاہر کرنے کی سعی کرتی بولی۔مسز سوری مسکرادی تھیں۔

”اچھی بات ہے مگر میں کچھ اور کہنے والی تھی۔تم ابھی دامیان کے ساتھ جا سکتی ہو؟ میں اسے ڈزائنر کے پاس بھجوانا چاہتی تھی مگر للّی تو سیلون گئی ہے مین، پیڈی کیور کروانے تم اگر اس کے ساتھ چلی جاتیں تو...؟“ آنٹی نے بات ادھوری چھوڑ کر معاملہ اس پر چھوڑ دیا۔وہ آنٹی کو انکار نہیں کر سکتی تھی تبھی سر ہلا دیا آنٹی نے اس کا چہرہ تھپتھپایا تھا اور مسکراتے ہوئے آگے بڑھ گئی تھیں۔

اناہیتا بیگ کو یہ گھڑی بہت مشکل لگی تھی۔سر اٹھا کر اوپر دیکھا تھا جہاں ٹیرس پر کچھ دیر پہلے وہ موجود تھا۔مگر اس لمحے وہ وہاں نہیں تھا۔وہ بے دھیانی میں پلٹی تھی جب اسے اپنے پیچھے کھڑا پایا تھا وہ قریباً اس سے ٹکرانے والی تھی۔جب دامیان سوری نے اسے شانوں سے تھام کر توازن بگڑنے سے بچایا تھا۔

”تم یہاں؟“ وہ چونکی بجائے اس کا شکریہ ادا کرنے کے وہ اس پر بگڑ رہی تھی۔

”ہاں میں یہاں۔تم مجھے وہاں اوپر تلاش رہی تھیں؟“ وہ مسکرایا۔

"میں کیوں تلاشنے لگی؟" وہ گھورنے لگی۔

"آہ، مجھے کیوں لگا کہ ان نظروں میں کھوج والی کیفیت ہے۔ویسے آنکھیں خاصی سرخ ہو رہی ہیں۔تم شب بھر سو نہیں پائیں کیا؟" وہ اس کے غصے سے محظوظ ہوتا ہوا بولا۔انابیتا بیگ اسے گھورنے لگی تھی۔

"آپ کو فضول اور بے تکی بولنے کے علاوہ کچھ آتا ہے۔کیوں فضول میں میرا وقت بھی برباد کرتے ہیں آپ اور اپنا بھی۔" وہ سخت لہجے میں بولی تھی۔تبھی وہ بجائے بحث میں پڑنے یا الجھنے کے اس کی سمت دیکھتا ہوا بولا۔

"ممی نے تمہارے ناتواں کاندھوں پر ایک اور ذمہ داری ڈالی ہے۔اگر تم سنبھالنے کے لیے تیار ہو تو ہم چلیں؟" انابیتا نے اس کی سمت دیکھتے ہوئے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

"ٹھیک ہے چلو۔" کہتے ہی وہ پلٹ کر کارپورچ کی جانب بڑھنے لگا اور انابیتا بیگ کے پاس اس کی تقلید کرنے کے سوا اور کوئی راہ نہیں تھی۔وہ اس کی چوڑی پشت کو تکتی اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگی تھی۔

...☆☆☆...

آنکھ کھلی تو یہ صبح بہت خوش کن لگی تھی۔اگر چہ وہ کتنی ہی دیر اجنبی نظروں سے منظروں کو تکتی رہی تھی۔مگر کوئی بات دل میں بہت سکون دے رہی تھی۔شاید یہ احساس خوشی کا تھا۔اگر یہ احساس وقتی بھی تھا تو اس نے فقط حفاظتی بند باندھنے کی ٹھانی تھی یا پھر وہ علیزے سے اتنی خوفزدہ تھی اور معارج تغلق کو کھونا نہیں چاہتی تھی۔اگر اس کی ایک کوشش اسے محبت سنگ جوڑ سکتی تھی تو وہ کوشش کرنا ضرور چاہتی تھی۔کل وہ کسی پچھتاوے کے ساتھ جینا نہیں چاہتی تھی کہ اس نے "کوشش" نہیں کی۔اگر یہ کوشش اسے معارج تغلق کے قریب کرسکتی تھی تو وہ اس ایک موقع کی گرفت کو مضبوط کردینا چاہتی تھی۔ہتھیلی کو سختی سے بھینچ کر دوبارہ کھولنا نہیں چاہتی تھی۔

اس نے بیڈ کے دوسری طرف دیکھا تھا۔معارج تغلق وہاں نہیں تھا وہ اٹھ کر شاور لینے چلی گئی تھی۔

کیا وہ واقعی خوش تھی؟ایک سوال مسلسل اس کے دماغ میں تھا مگر وہ اس کے لیے خود کو کوئی جواب نہیں دے سکی تھی۔

...☆☆☆...

وہ باتوں کو مزید الجھانا نہیں چاہتی تھی تبھی اس شام یلماز کمال سے ملنے آگئی تھی۔

”میں تم سے بالکل ملنا نہیں چاہتی تھی۔ مجھے تم سے کسی اچھائی کی امید نہیں مگر میں چاہتی ہوں معاملات کلیئر ہوجائیں اور اس کے بعد تم مجھے فون کر کے پریشان نہ کرو۔ تمہاری وجہ سے میری نجی زندگی میں طوفان اٹھ رہا ہے۔ عدن بیگ مجھ سے قریب ہونے کے بجائے دور جا رہا ہے۔ اسے کسی قسم کی غلط فہمی ہے اور میں چاہتی ہوں تم اسے یہ بتاؤ کہ اصل معاملہ کیا ہے۔“ وہ بردباری سے بولی۔ مگر یلماز کمال مسکرادیا۔

”تم میرے کندھے پر بندوق رکھ کر کیوں چلا رہی ہو؟ اگر تمہیں کچھ باور کرانا ہے تو تم خود اس کے لیے کوشش کیوں نہیں کرتیں؟ وہ تمہارا شوہر ہے تمہاری بات پر جس طور اعتبار کرے گا ویسے کسی اور کی بات پر تو نہیں کرسکے گا۔ تم اس کے لیے مجھے قربانی کا بکرا کیوں بنا رہی ہو؟ تم چاہتی ہو

میں تم سے دستبردار ہوجاؤں؟“ وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھنے لگا۔

”مجھ پر تمہارا کوئی حق نہیں ہے یلماز کمال‘ میں نے ایسا کوئی حق کبھی نہیں دیا۔ تم سے ملنا‘ اعتبار کرنا میری سب سے بڑی غلطی تھی۔ مگر یہ غلطی جس عمر میں سر زد ہوئی اس کے لیے میں خود کو اس سے زیادہ

سزائیں نہیں دے سکتی۔ تم جیسے لوگ بہت سی کم عمر لڑکیوں کی زندگیوں کو برباد کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ بہت سی لڑکیاں پستی میں گرتی ہیں تو پھر نکل نہیں پاتیں مگر میں ان لڑکیوں میں سے نہیں ہوں۔ میں اپنی پیشانی پر داغ لے کر اپنی پوری عمر تاریکی میں دفن کرنا نہیں چاہتی تھی۔ تبھی میں نے جینے کی راہ ڈھونڈی۔ میں مثال بننا چاہتی تھی۔ ان سب لڑکیوں کے لیے تاکہ وہ اپنی زندگیوں کو اس طرح تاریکیوں میں نہ دھکیلیں اور محبت کے فریب میں نہ آئیں۔ تم نے مجھے دھوکے میں پھنسایا اور آج اسی محبت کا دعویٰ پھر کر رہے

ہو؟ تمہاری وجہ سے میں اپنے گھر سے دور ہوئی۔اپنوں سے دور ہوئی اور تم یہ کیسے سمجھ سکتے ہو کہ میں اب بھی اتنی بے وقوف ہوں کہ پھر سے تم پر اعتبار کرنے لگوں گی؟ جس محبت کا فریب تم نے مجھے آٹھ سال قبل دیا آج آٹھ برس بعد بھی مجھے اسی فریب میں جکڑ سکتے ہو؟ تمہیں اتنی بے وقوف لگتی ہوں میں؟ یلماز کمال تم جیسا بندہ کسی سے محبت نہیں کرسکتا۔اگر مجھے بہت سی گالیاں از بر ہوتیں تو میں یقیناً انہیں دینے میں کوئی شرمندگی محسوس نہ کرتی۔میں تم سے کل بھی کوئی تعلق رکھنا نہیں چاہتی تھی۔نا ہی آج چاہتی ہوں۔تمہیں یہ بات سمجھ لینا چاہیے کہ میں اب ایک شخص کی منکوحہ ہوں۔کسی کی عزت ہوں اور وہ شخص میرے لیے بہت اہم ہے۔میں اس رشتے کو توڑ کر کوئی نیا رشتہ بنانے کا کوئی منصوبہ نہیں رکھتی۔تم پلیز میرا پیچھا کرنا چھوڑدو۔“
پارسا چوہدری نے اسے باور کر دیا تھا۔مگر وہ مسکرا دیا۔

”تم یقین کرنا نہیں چاہتیں؟ تمہیں لگتا کہ ہے تم میں تم سے جھوٹ بول رہا ہوں؟ محبت اتنا بڑا فریب ہے کیا؟ کیوں جھوٹ بولوں گا میں تم سے‘ کیوں یقین نہیں کر رہیں تم میرا؟ میں نے جو غلطی ایک بار دہرائی تمہیں کیوں لگتا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہے کہ وہی غلطی دوبارہ بھی دہراؤں گا؟ دنیا میں کوئی ایسا احمق دیکھا ہے تم نے؟“ وہ اس کی آنکھوں میں براہ راست دیکھتا ہوا بولا تھا۔مگر پارسا چوہدری کچھ بھی کہے بنا اٹھنے لگی تھی۔یلماز کمال نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔

پارسا چوہدری نے اسے ناگواری سے دیکھا تھا۔پھر اس کی گرفت سے ہاتھ کھینچتی ہوئی بولی تھی۔

”میری زندگی میں تمہارے لیے کوئی جگہ نہیں ہے یلماز کمال۔میں زندگی گزارنے کے لیے کسی کو بھی چن سکتی تھی اور وہ میں چن چکی ہوں تمہیں واویلا کرنے کے بجائے یہ بات سمجھنا چاہیے۔ہم ہر شے حاصل کرنے پر قادر نہیں ہوتے نا ہی سب ہمارے لیے ہوتا ہے۔تم اس طرح سر پیٹنا بند کرو۔ حقیقت کو سمجھو‘ میری زندگی میں کسی اور کے لیے گنجائش نہیں ہے اسے اپنی عزت کا یا بے عزتی کا مسئلہ مت بناؤ۔اسے سکون سے سمجھو۔اگر تم مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو محبت تو بہت کچھ جھیل سکتی ہے‘ محبت کا دل تو بہت بڑا ہوتا ہے ہمت کر کے اپنے دل کو بڑا کرو یلماز کمال اور سچائی کو

سمجھنے کی کوشش کرو۔ہم ایک دوسرے کے لیے نہیں بنے ہیں۔اگر ہوتے تو کیا ساتھ نہیں ہوتے خدا بہترین منصف ہے۔اس نے جو فیصلہ کیا ہے اس کو سمجھو کل ایک موقع تمہیں بھی ملا تھا مگر تم نے وہ موقع گنوا دیا اور مواقع بار بار نہیں ملتے۔مجھے اپنے کل پر کوئی شرمندگی نہیں۔وہ سب میری غلطی نہیں تھی۔عدن بیگ یہ بات جانتے ہیں اور انہوں نے مجھے میرے سچ کے ساتھ قبول کیا ہے۔پلیز تم اس طرح خود کو مت الجھاؤ۔میری زندگی میں اس طرح دخل اندازی مت کرو۔مجھے تم سے بس یہی کہنا تھا۔" وہ کہہ کر اٹھی اور باہر نکل گئی۔اسے اندازہ نہیں تھا تیز بارش ہو رہی تھی اور کسی نے اس کے ٹائرز کی ہوا بھی نکال دی تھی۔شاید کسی نے شرارت کی تھی وہ رکشہ ٹیکسی کے انتظار میں تھی جب یلماز کمال نے اسے پیش کش کی۔

"میں چھوڑ دوں؟" پارسا چوہدری اسے خاموشی سے دیکھنے لگی۔"اتنا اعتبار تو کر سکتی ہو نا؟ اب اتنا بھی برا نہیں ہوں۔" یلماز کمال نے کہا تھا اور وہ دروازہ کھول کر اس کے ساتھ بیٹھ گئی تھی۔یلماز کمال نے جب گاڑی گھر کے دروازے کے سامنے روکی تھی تو وہاں عدن بیگ کو دیکھ کر اسے شدید حیرت

ہوئی تھی۔وہ غالباً ابھی ائر پورٹ سے آیا تھا اور گاڑی سے اترا تھا اسے دیکھ کر وہیں رک گیا تھا۔پارسا کو اپنی پوزیشن بہت آکورڈ لگی تھی۔وہ خاموشی سے بنا یلماز کی سمت دیکھے اس کی گاڑی سے اتری تھی اور عدن بیگ کے سامنے آن رکی تھی۔

"آپ کب آئے؟" بے قراری سے پوچھا مگر عدن بیگ نے اس بے قراری کو اس طور محسوس نہیں کیا تھا۔اس کی نظریں یلماز کمال پر تھیں جو اس لمحے گاڑی میں تھا اور کچھ دیر قبل پارسا چوہدری بھی اس گاڑی سے اتری تھی۔وہ دونوں ساتھ تھے تو اس رشتے کا جواز کیا بچتا تھا۔وہ بنا جواب دیے اندر بڑھ گیا۔پارسا چوہدری کو اپنی پوری دنیا قیامتوں کے زیر لگی تھی۔وہ تیزی سے چلتی اس کے پیچھے آئی تھی۔

"عدن' میری بات سنیں۔"

مگر عدن نے پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔سامنے ہی اماں کھڑی تھیں۔

"عدن' تو کب آیا؟ پارسا تم عدن کو لینے گئی تھیں؟"

"کیسی ہیں آپ اماں۔" عدن بیگ اماں سے بات کر رہا تھا اور پارسا بیگ اجنبی نظروں سے اس سارے منظر کو دیکھ رہی تھی۔ زندگی کیا کر رہی تھی اس کے ساتھ؟ ایک بڑا سوالیہ نشان اس کے سامنے تھا۔

...☆☆☆...

دامیان سوری اسے بجائے ڈزائنر کے پاس لے جانے کے ایک ریسٹورنٹ میں لے آیا اور یہاں ان کے علاوہ کوئی اور نہ تھا۔شاید تمام ریسٹورنٹ دامیان سوری نے اس کے اور اپنے لیے ریزرو کروالیا تھا۔تو یہ پلان پہلے سے تھا۔یہ پورے ریسٹورنٹ کی ریزرویشن اسی ایک دن میں تو یقیناً نہیں ہوئی تھی۔اس نے دامیان سوری کو شاکی نظروں سے دیکھا تھا۔

"یہ کیا ہے؟ ہمارا پلان تو ڈزائنر کے پاس جانے کا تھا نا؟"

"ہاں مگر ایک کپ کافی کے بعد بھی یہ سب کیا جاسکتا ہے۔ مجھے تمہارا احساس ہے تم میرے لیے اتنی محنت کر رہی ہو جان مار رہی ہو تو میں تمہارے لیے اتنا نہیں کرسکتا۔" وہ احسانات کا بدلہ چکا رہا تھا۔اناہیتا بیگ نے اسے خاموشی سے مگر اکتائے ہوئے انداز میں دیکھا۔

"دامیان سوری' اس ڈرامے کا اینڈ اب ہوجانا چاہیے۔بہت آکورڈ لگ رہا ہے سب۔میں تمہیں تمام قسم کی خوش گمانیوں سے باہر نکالنا چاہتی ہوں۔تم اپنا یہ بچپنا اب ختم کردو' میں نہیں جانتی تم یہ سب کیوں کر رہے ہو اور کس لیے۔ اس سب کے پیچھے تمہارا کیا مقصد ہے۔مگر میں اس تمام کھیل سے اکتا چکی ہوں۔میں چیزوں کو سمیٹنا چاہتی ہوں تم نے دوستی کا واسطہ دیا مدد کو پکارا' میں نے تمام کیا مگر اس سے زیادہ کی امید مجھ سے مت رکھو۔" وہ تھکے ہوئے انداز میں بولی۔

"میں نہیں جانتی تم کیا سمجھ رہے ہو اور اپنے طور پر کیا کرنے کی ٹھانے ہوئے ہو' مگر میں تمہیں ایک بات باور کرا دینا چاہتی ہوں کہ زندگی کو گزارنے کے طریقے یہ نہیں ہوتے ہم کسی پلے گراؤنڈ میں نہیں جہاں ہم بار بار ہار جیت کی مشق کو دہرائیں اور ہر بار نئے سرے سے کھیلیں۔میں اس تسلسل سے اکتا چکی ہوں۔اس سب کو بند کرو اب۔تم اس طرح کر کے شاید کوئی شرمندگی محسوس نہیں کرتے۔مگر مجھے یہ سب اچھا نہیں لگ رہا اور مجھے اس کا حصہ بھی نہیں بننا۔اپنی زندگی سے اور اس ہار جیت کی اتھک

کوششوں سے آزاد کردو۔اگر میں اس گھڑی تمہارے ساتھ ہوں تو اس کا مطلب ہر گز یہ مت لو کہ میں تمہارے ساتھ کی متمنی ہوں۔تم ایک کنفیوزڈ شخص ہو۔جو الجھے ہوئے آسمانوں کی پرواز پر رہتے ہیں۔میں سرابوں کے پیچھے نہیں بھاگ رہی نا ہی مجھے کوئی الجھا آسمان چاہیے۔تم خوش فہمیوں کا سلسلہ متروک کرو۔میں تمہاری دنیا میں کہیں نہیں ہوں۔تم اپنے آپ کو دیکھو۔تمہیں ان الجھنوں سے نکلنے کی شدید ضرورت ہے اگر تم چاہو تو میں دوست ہونے کے ناتے تمہاری مدد کرسکتی ہوں۔مگر اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کی زندگیوں کو بھی تختۂ مشق مت بناؤ۔" وہ بنا سانس لیے بولتی چلی گئی تھی۔انداز تیکھا تھا مگر دامیان سوری نے کوئی رد عمل ظاہر نہیں کیا۔اس نے بہت سکون سے اسے سنا تھا اور پھر ویٹر سے کہہ کر پانی منگوا کر اس کے سامنے گلاس رکھ دیا۔

"انابیتا بیگ دنیا میں صرف تم سیانی نہیں ہو' دماغ دوسروں کے پاس بھی ہے۔ایسا سوچنا ترک کردو کہ تم اکیلی عقل رکھتی ہو اور دوسرے سارے پیدل ہیں۔تم کیا چاہتی ہو' تمہیں کس شے سے پرابلم ہے؟ تم چاہتی ہو میں کیا

کروں' کیا بات تمہیں خوش کرے گی اگر بیسویں منزل پر جا کر اوپر سے چھلانگ لگا دوں گا تو تمہیں اچھا لگے گا یا تمہیں خوش کرنے کو سمندر میں کود جاؤں گا تو تمہیں سکون ملے گا؟ چاہتی کیا ہو تم؟ تمہیں یہاں لانے کا مقصد تمہارا یا اپنا وقت برباد کرنا نہیں تھا۔میں چاہتا تھا ہم بیٹھیں اور بات کریں مگر تم تمام کوششوں پرپانی پھیر دیتی ہو ہمیشہ۔" دامیان سوری اس کی ہٹ دھرمی پر جل کر بولا۔

انابیتا بیگ اسے خاموشی سے دیکھ رہی تھی۔

دونوں کی نظریں براہ راست ٹکرائی تھیں۔کوئی احساس ہوا تھا یا کچھ اور انابیتا بیگ اس کی سمت سے نظریں پھیر گئی تھی۔

"جو سب ہو رہا ہے تم اس سے خوش ہو؟" اس نے پوچھا۔

"کس بات سے؟ جو ہو رہا ہے اس سے میرا کیا واسطہ نکلتا ہے؟ میری خوشی کی یا نا خوشی کی بات کہاں سے آگئی دامیان سوری؟ یہی بات تمہاری ممی نے بھی مجھ سے پوچھی تھی۔مجھے سمجھ نہیں آرہا تم سب مجھ سے یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟ میری خوشی کی پروا اچانک سے تم سب کو کیسے ہونے لگی؟ اگر تمہاری

زندگی میں کچھ ہو رہا ہے تو اس کا سلسلہ مجھ سے کیوں جوڑا جا رہا ہے؟" وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"اور تمہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اگر یہ سب ہو رہا ہے تو۔" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا بولا تھا۔اناہیتا بیگ خالی خالی نظروں سے اس کی سمت دیکھنے لگی تھی۔ پھر بہت آہستگی سے نگاہ پھیر گئی تھی۔وہ اپنی کسی فیلنگ کا اظہار ہونے دینا نہیں چاہتی تھی۔شاید اسے خود پر بہت کنٹرول تھا یا پھر وہ جبر کر رہی تھی۔دامیان سوری کی کوششیں بے کار جا رہی تھیں۔سب رائیگاں ہو رہا تھا اسے لگا تھا للّی میک کے آنے سے وہ اس کے قریب آئے گی۔وہ اسے کھینچ کھانچ کر انتظامی امور کے لیے اپنے گھر لے آیا تھا مگر وہ پھر بھی اتنی ہی بے تاثر دکھائی دے رہی تھی۔اس کا انداز بہت سرد تھا۔کیا واقعی اس کے اندر اس کے لیے اب کوئی احساس باقی نہیں رہا تھا یا پھر وہ ظاہر کرنا نہیں چاہتی تھی؟ اسے کتنی دوری پر لا پٹخا تھا اس نے تھوڑی سی غلطی تھی اس کی جگہ یہ لڑکیاں کچھ عجیب ہوتی ہیں۔مرد جس زاویے سے سب ٹھیک محسوس کرتا ہے دوسرے زاویے سے اسے وہ "نا ٹھیک" قرار دیتی

ہیں۔شاید لڑکیوں کی فطرت مرد کی فطرت کے اپوزٹ ہے مگر وہ پھر بھی ایک دوسرے کی مخالفت کرنے کے باوجود ایک سمت میں چلتے ہیں۔

دامیان سوری نے ایک تھکی ہوئی سانس لی اور اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا تھا اناہیتا نے چونک کر اسے دیکھا۔اس کی گرفت سے ہاتھ کھینچنا چاہا تھا مگر وہ اس پر مائل دکھائی نہیں دیا۔

"اناہیتا بیگ' میں منظروں کو تمہارے پسندیدہ زاویوں سے ڈھالنا چاہتا ہوں۔اب بتاؤ کیا کروں؟ اپنی پسند کے رنگ منتخب کرو اور مجھے بتاؤ کہاں کون کون سا رنگ بھرنا ہے۔میں تمہارے شوق کی انتہا چاہتا ہوں۔" وہ پر جنون انداز میں بولا تھا۔اناہیتا بیگ کو ایک پل میں وہ پرانا دامیان سوری عود کر آتا محسوس ہوا تھا۔

"دامیان سوری میں نے تم سے کسی بات کی امید نہیں رکھی۔" وہ صاف گوئی سے بولی۔

"میں بات امید کی نہیں کر رہا۔" وہ روانی سے بولا تھا۔

"مجھے کوئی یقین بھی نہیں۔" وہ اس سے شدید خائف تھی۔

"یقین کی منزلوں کو آغاز کرنا چاہتا ہوں اجازت دو گی۔" وہ آفر دے رہا تھا۔

وہ ششدر سی اسے تکنے لگی تھی۔

"تم ایک کام کیوں نہیں کرتے؟"

"کیا؟" وہ پوری جان سے تیار تھا۔

"دور چلے جاؤ' یا میرا پیچھا کرنا بند کردو میں کوئی رابطہ رکھنا نہیں چاہتی انجان دیسوں میں بس جانا چاہتی ہوں جس سے تم واقفیت نہ رکھتے ہو اور جس میں ہم کبھی نہ ملیں۔تم اسے پاسبل کرسکتے ہو؟" وہ سفاکی سے بولی تھی۔

دامیان سوری کو شدید حیرت ہوئی تھی۔یہ وہ لڑکی تھی جس کے لیے وہ یہ سب کر رہا تھا؟ جس کے لیے وہ سارے پاپڑ بیل رہا تھا۔اسے گمان تھا اس طرف محبت تھی مگر اس گھڑی انابیتا بیگ کا لہجہ کتنا سرد تھا وہ محبت تو نہیں تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اس کی آنکھوں میں کتنی سرد سی کیفیت تھی۔اس کا لہجہ صاف کہتا تھا اسے کوئی سروکار یا واسطہ نہیں پھر وہ کیا کر رہا تھا؟ اسے خود پر حیرت ہوئی تھی' غصہ آیا تھا۔

...☆☆☆...

صبح سے دوپہر تک معارج تغلق کہیں دکھائی نہیں دیا تھا۔لنچ پر ویٹر نے آکر بلایا کہ وہ اس کا منتظر ہے۔وہ تیار ہو کر نیچے آئی تھی۔وہ مینو کارڈ دیکھ رہا تھا اس کی جانب متوجہ نہیں تھا۔وہ بھی اس کی سمت دیکھنے سے گریزاں تھی۔

رات جو ہوا تھا اس میں اس کی "پیش قدمی" کو عمل داخل زیادہ تھا اور وہ اس کے لیے شرمندہ دکھائی دے رہی تھی۔اگر چہ کچھ اتنا غلط بھی نہیں ہوا تھا۔مگر اسے پچھتاوے سے زیادہ شرمندگی گھیر رہی تھی کہ وہ کیا سوچ رہا ہو گا۔

"کیا لیں گی آپ؟" وہ مینو کارڈ سے نظریں ہٹا کر اس کی سمت دیکھتا ہوا بولا۔

انانیا ملک نے سر نفی میں ہلا دیا۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔"

معارج تغلق نے اسے بغور دیکھا تھا وہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔معارج تغلق کو وہ پہلے سے کہیں زیادہ خوب صورت لگی تھی۔شاید اس نے اس زاویے سے اسے پہلے نہیں دیکھا تھا یا یہ خوب صورتی آج ہی اس کے چہرے کا حصہ بنی تھی۔ وہ اس سے گریزاں دکھائی دے رہی تھی۔اس کی جانب دیکھ نہیں رہی تھی۔وہ اس کی کیفیت سمجھ رہا تھا۔وہ شرمندہ دکھائی دے رہی تھی۔معارج تغلق نے ہاتھ بڑھا کر اس کے ہاتھ پر رکھا تھا جو کہ خاصا سرد محسوس ہوا تھا۔

"تم ٹھیک تو ہو؟" وہ پوچھنے لگا تھا۔انائیا ملک نے سر اثبات میں ہلایا تھا۔

"کوئی بات پریشان کر رہی ہے؟" وہ بہت اپنائیت سے پوچھ رہا تھا۔انائیا ملک نے اس کی سمت دیکھے بنا سر انکار میں ہلا دیا تھا۔

"آپ کہاں تھے صبح سے؟"

"سوری ایک دوست سے ملنے گیا تھا تم سو رہی تھیں سو تمہیں ڈسٹرب کرنا مناسب خیال نہیں کیا۔" وہ وضاحت دیتے ہوئے بولا۔

"کون دوست؟" وہ متفکر ہوئی۔وہ بغور دیکھنے لگا تھا۔پھر اس کی پریشانی محسوس کر کے بولا۔

"کوئی لڑکی نہیں ہے فکر مند نہ ہو' ایکس میرے ساتھ لندن میں تھا ہم نے ساتھ اسٹڈی کمپلیٹ کی تھی اس کے باوجود وہ یہاں آگیا تھا۔مجھ سے زیادہ بڑا اور کامیاب بزنس ٹائیکون ہے۔یہاں وہ ایک رشین لڑکی سے ملا تھا اس کے عشق میں گرفتار ہوا ہے مجھے کچھ صلاح مشورے کے لیے بلایا تھا۔ایکچوئیلی وہ شادی پلان کر رہا ہے۔" وہ وضاحت سے بتاتے ہوئے بولا۔

"اسے آپ سے مشورے کی ضرورت کیوں پڑی؟" وہ روانی سے بولی تھی۔
معارج تغلق نے بے فکری سے شانے اچکا دیے تھے۔

"مجھے اندازہ نہیں مگر وہ ایک بیسٹ ایونٹ آرگنائزر چاہتا تھا۔مجھے لگا تم یہ کام اچھے سے کر پاؤ گی سو نام لے دیا۔تم یہ سب کر پاؤ گی؟" وہ اس کی سمت سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

"میں...؟" وہ چونکی۔

"کیوں نہیں۔" وہ سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔انائیا ملک نے شانے اچکا دیے تھے۔

"مجھے لگا ہم ہالیڈیز پر ہیں اور...!"

"ہالیڈیز پر کام نہیں ہوسکتا، چلو کسی کی مدد تو ہوسکتی ہے نا۔ایکس میرا دوست ہے میری وائف ہونے کے ناتے تم اسے اتنی فیور تو کرسکتی ہو نا؟"

"شاید...!" اس نے پورے طور پر رضا مندی نہیں دی تھی۔ویٹر آرڈر سرو کر گیا تھا۔

"شروع کرو۔" معارج تغلق نے کہا۔

"مجھے بھوک نہیں۔" وہ بولی۔

"ٹھیک ہے مجھے کمپنی دو، مجھے تنہا کھانے کی عادت نہیں اگر کسی خوب صورت لڑکی کو کمپنی دینے کو بلا لیا تو تمہیں پریشانی ہوگی۔" وہ طنز کر رہا تھا انداز سپاٹ تھا۔انائیا ملک نے میکرونی کھانا شروع کردی

اور اس کی جانب دیکھنے سے مکمل گریز کیا تھا۔

...☆☆☆...

"عدن میں بات کرنا چاہتی تھی۔" ڈنر کے بعد وہ اس کے سامنے آن رکی تھی۔ عدن بیگ نے اسے سرد نظروں سے دیکھا تھا۔

"کیا بات کرنا ہے تمہیں۔" وہ الجھنوں میں گھر گئی تھی۔

"تم اس طرح کیوں ہو رہے ہو؟ جیسے مجھ سے بہت بڑی غلطی سرزد ہوگئی ہو؟" وہ بات کا آغاز کرتی ہوئی بولی۔وہ سرسری نگاہ اس پر ڈال کر چہرے کا رخ پھیر گیا تھا۔

"میں نے تم سے ایسا کچھ نہیں کہا پارسا۔تم اپنے طور پر سب سوچ رہی ہو۔" وہ بے فکری سے بولا۔

"آپ کو میرے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا؟" وہ شکوہ کرتی ہوئی بولی۔

"اس موضوع کو آغاز کرنے کی کیا وجہ ہے پارسا؟ میں نے تم سے کب کہا تھا تمہارے ہونے یا نہ ہونے سے مجھے فرق نہیں پڑتا؟" وہ سرد لہجے میں بولا۔

"تم نے نہیں کہا عدن مگر تمہاری آنکھیں تو کہہ رہی ہیں نا۔"

"میں نے تم سے نہیں کہا کہ میری آنکھوں کو پڑھو اور جانو...!" وہ لا تعلقی سے بولا تھا۔پارسا کی جان سلگ اٹھی تھی۔

"تم نے مجھے اجازت نہیں دی؟ اگر یہ اجازت میرے پاس نہیں ہے تو اور کسی کے...!"

"تم بے فائدہ کیوں الجھ رہی ہو پارسا؟" وہ رسانیت سے بولا تھا۔

"میں الجھ نہیں رہی۔مگر میں بات کرنا چاہتی ہوں۔مجھے لگ رہا ہے تم سننے پر تیار نہیں ہو۔تم نے مجھے یلماز کمال کی گاڑی سے نکلتے دیکھا۔یہ سچ ہے میں اس سے ملنے گئی تھی مگر اس سے ظاہر نہیں ہوتا کہ میرا اس سے کوئی واسطہ ہے۔میرا یلماز کمال سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔" وہ اپنی صفائی دیتے ہوئے بولی تھی۔وہ پر سکون انداز میں اس کی سمت دیکھنے لگا تھا۔

"پارسا میں نے تم سے کسی شے کی وضاحت چاہی؟" اس نے پوچھا۔

"تم نے نہیں مگر مجھے فیل ہو رہا ہے کہ تم کچھ غلط سمجھ اور سوچ رہے ہو جو کہ قطعاً ٹھیک نہیں ہے۔میں نہیں چاہتی تم غلط فہمیوں میں پڑ کر الجھو اور ہم دونوں کی زندگیوں کے بارے میں کوئی غلط فیصلہ لو۔" وہ متفکر دکھائی دی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"پارسا میں فی الحال کوئی فیصلہ لینے نہیں جارہا اور نہ ہی میں کچھ سوچ رہا ہوں۔" وہ پرسکون انداز میں بولا۔

"تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں عدن بیگ؟" وہ الجھ رہی تھی۔وہ قریب آیا اور اسے شانوں سے تھاما۔

"ہم اس کے بارے میں بات نہ کریں تو زیادہ بہتر ہوگا پارسا۔مجھے تم پر بھروسا ہے خود سے بھی کہیں زیادہ۔مگر تم وہ نہیں سمجھ رہیں جو میں سمجھ رہا ہوں اور تم چیزیں اپنی مرضی سے اخذ کر رہی ہو۔میں ایک ضروری میٹنگ کے لیے نکل رہا ہوں۔ضروری ہوگا کہ ہم بعد میں بات کریں۔تم پلیز اس طرح الجھو مت میں یہیں ہوں۔ہم بعد میں بات کرتے ہیں۔" اس کے چہرے کو آہستگی سے تھپتھپا کر وہ آگے بڑھ گیا اور پارسا چوہدری اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔

...☆☆☆...

کبھی کبھی سد باب کرنا اتنا مفید نہیں ہوتا' بند باندھنا اتنا سود مند نہیں ہوتا۔ طوفان کے خطرے کے پیش نظر انتظامات کرلیے جائیں تو نقصان کا اندیشہ ختم نہیں ہوجاتا۔

وہ ایشاع اور اس کے ہزبینڈ کے ساتھ پکنک کا پروگرام بنا رہا تھا۔جب علیزے وہاں آگئی تھی۔

پورے پر تپاک انداز میں وہ معارج تغلق سے ملی تھی۔انائیا ملک اسے خاموشی سے دیکھ رہی تھی۔ایشاع' معارج تغلق سب اس طرح بات کر رہے تھے جیسے وہ ان کے لیے انتہائی اہم ہو اور انائیا ملک اس ماحول میں یکسر اجنبی ہو۔وہ خود کو مس فٹ محسوس کرتی ہوئی وہاں سے اٹھ کر جانے لگی تو معارج تغلق نے اس کی کلائی تھام لی تھی۔وہ پلٹ کر معارج تغلق کی سمت دیکھنے لگی۔ نگاہوں میں کئی شکوے تھے مگر معارج تغلق اس لمحے اس کی سمت متوجہ نہیں تھا۔اس کی توجہ کا مرکز اس لمحے علیزے تھی۔

”تم فارغ ہو اس لمحے۔“ وہ پوچھنے لگی۔

”کیوں؟“ معارج تغلق نے پوچھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”ہم لانگ ڈرائیو پر جا سکتے ہیں۔بہت عرصہ ہوا تمہارے ساتھ لانگ ڈرائیو پر گئے ہوئے۔“ وہ مسکرائی۔

”ٹھیک ہے پھر سب چلتے ہیں۔“ معارج تغلق جیسے انکار نہیں کرپایا تھا۔مگر ایک اور آپشن بھی رکھ دیا تھا۔شاید وہ انائیا کو چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا تھا۔

”سب نہیں... صرف تم اور میں۔“ وہ صاف گوئی سے بولی۔ایشاع اس کے ہزبینڈ اور انائیا نے اسے چونک کر دیکھا مگر علیزے کو جیسے ان کی پروا نہیں تھی۔

”آپ بھول رہی ہیں مس علیزے ہاشمی کہ معارج تغلق اب تنہا نہیں ہیں اور ان کی ایک عدد وائف بھی ہیں۔“ ایشاع نے مسکراتے ہوئے یاد دلایا تھا۔ ایشاع کے جتانے پر علیزے نے انائیا ملک کی سمت دیکھا۔پھر معارج تغلق کی سمت دیکھنے لگی۔

”ہم چل سکتے ہیں۔“ وہ انائیا ملک کی اہمیت کو صفر کرتی ہوئی معارج تغلق کی آنکھوں میں جھانک رہی تھی اور جانے کیا ہوا تھا کہ معارج تغلق کی گرفت

انائیا کی کلائی پر ڈھیلی پڑ گئی تھی۔انائیا ملک ششدر رہ گئی تھی۔جب معارج تغلق اس کی سمت دیکھتے ہوئے بولا۔

"میں آتا ہوں۔" کہتے ہی وہ اس کے جواب کا انتظار کیے بنا وہاں سے علیزے ہاشمی کے ساتھ نکلتا چلا گیا تھا۔

انائیا ملک اپنی کلائی پر اس کے لمس کو چھوتے ہوئے ساکت سی کھڑی تھی۔

کیا ہو رہا تھا یہ؟

اس کی ساری کوششیں رائیگاں کیوں جا رہی تھیں۔

وہ بند باندھ رہی تھی، رابطے جوڑ رہی تھی اور کوئی اس طرح ایک لمحے میں ڈھیر کیونکر کر رہا تھا؟

کیا وہ معارج تغلق سے کچھ زیادہ ہی ایکسپیکٹ کر رہی تھی؟

اندر ایک سکوت چھانے لگا تھا۔

دل بہت خاموش تھا۔اس نے اس سے زیادہ سکوت اور بنجر پن اس سے پہلے محسوس نہیں کیا تھا۔محبت کہیں نہیں تھی شاید... سب سراب تھا۔

...☆☆☆...

ملک کی آنکھوں میں ویرانی تھی۔ایشاع کو بھی یہ سب اچھا نہیں لگا تھا۔وہ لڑکی ہونے کے ناتے انائیا کی کیفیت سمجھ سکتی تھی۔تبھی دل جوئی کو اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا تھا۔

"بھابی، بھائی کو اندازہ نہیں تھا۔ایکچوئیلی بھائی کے مزاج سے آپ واقف ہوں گی۔ان میں اتنی کرٹسی ہے کہ وہ کسی کو بھی نا نہیں کرتے۔اگر وہ علیزے ہاشمی کے ساتھ گئے ہیں تو اس میں ان کی مرضی سے زیادہ دخل ان کی مروت کا ہوگا۔وہ مروتاً ایسا کر گئے اور...!" انائیا نے اسے کچھ نہیں کہا تھا۔

اس کے چہرے سے صاف ظاہر تھا وہ کس کیفیت سے گزر رہی ہے۔

"بھائی آجائیں تو آپ خوب اچھے سے کلاس لینا ان کی۔مجھے بھی اچھا نہیں لگا جس طرح وہ آپ کا ہاتھ چھوڑ کر اچانک سے چلے گئے۔" ایشاع نے کہا تھا مگر وہ اس کی بات کاٹ کر بولی۔

"مجھے ہوٹل واپس چلنا چاہیے ایشاع، میں تمہیں رنگ کروں گی۔" کہنے کے ساتھ ہی وہ اٹھ کر وہاں سے نکل گئی تھی۔

ذہن سوچوں سے اٹا ہوا تھا۔اس کی "پیش رفت" کی کوشش بے کار گئی تھی۔اس کا ربط بنانے کی کوشش کرنا رائیگاں گیا تھا۔وہ اتنا کچھ کر کے بھی ہار رہی تھی۔اس کے خدشے اسے ڈرانے پر آگئے تھے۔

اسے اپنی ہر کوشش بے کار لگی تھی اور اپنا آپ انتہائی بے وقعت اور ازراں لگا تھا۔وہ محبت کر کے ہار گئی تھی۔

محبت کے بنا وہ مضبوط تنی کھڑی تھی۔اس کے قدم مضبوطی سے زمین پر جمے تھے مگر خود اس کے دل نے اسے ہرا دیا تھا۔

کاش اس نے دل کی نہ سنی ہوتی یا اس طرح کوئی کوشش کرنے کا ارادہ نہ باندھا ہوتا۔

...☆☆☆...

دامیان سوری کا ضبط لمحہ بھر کو جواب دینے لگا تھا مگر وہ بات کو بگاڑنا نہیں چاہتا تھا سو گہری سانس لے کر مصلحت پسندی سے بولا۔

"میں بھی کچھ چاہتا ہوں مگر کیا تمہیں اس کی فکر ہے اناہیتا بیگ؟" اس کی آنکھوں میں اس کے اندر کی تمام کیفیت عیاں تھی۔جیسے دامیان سوری کا دل

اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا' مگر اناہیتا کسی بات پر اعتبار کرنے کی خواہاں نہیں تھی۔تبھی اس کی سمت سے دھیان ہٹا لیا تھا۔

"میری طرف دیکھو اناہیتا' ادھر... میرا مقصد تمہیں پریشان کرنا قطعاً نہیں ہے۔میں تمہیں یہی بات سمجھانا چاہتا ہوں کہ میری زندگی کا جز اور کل تم ہو میں کسی سیارے کی طرح تمہارے ارد گرد چکر کاٹتا ہوں۔میری دنیا اس سے نہ آگے ہے نہ پیچھے' میرا مرکز تم ہو اناہیتا بیگ تم سے میری دنیا چلتی اور رکتی ہے۔تم نا چاہ کر بھی میرے لمحوں کو اپنے اختیار میں باندھے ہوئے ہو۔چاہو تو یقین کرلو چاہو تو مت کرو' مگر میں اب سب چیزوں کو ایک سمت کرنا چاہتا ہوں۔میں مانتا ہوں چیزوں کو میں نے بگاڑا ہے۔ساری غلطی میری ہے اور...!" دامیان سوری کو چونک کر رک جانا پڑا تھا۔وہ اس کی سمت نہیں متوجہ تھی مگر اس کی آنکھیں پانیوں سے بھری ہوئی تھیں۔وہ اٹھ کر جانے لگی تھی۔مگر دامیان نے بنا کچھ کہے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا تو وہ اٹھ نہیں پائی تھی۔

کوئی شے اسے باندھ رہی تھی۔اس کا سارا وجود کپکپا رہا تھا۔وہ جیسے اپنے اندر سے لڑ رہی تھی۔دامیان سوری نے اس کے شانوں پر ہاتھ دھرا تھا مگر اس نے غصے سے جھٹک دیا تھا۔

دامیان نے دوبارہ اسے تھاما... وہ اس کی کیفیت محسوس کر رہا تھا۔وہ کسی مشکل میں گھری تھی اور اس سے نمٹنا جیسے اس کے لیے مشکل ترین لمحہ تھا۔وہ خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔اس لمحے جیسے وہ ہیلپ لیس تھا۔آنکھوں کے سمندر میں طغیانیوں کا سلسلہ بڑھا تھا اور کئی آنسو بندھ توڑ کر رخساروں پر بہہ نکلے تھے۔دامیان سوری کو اس کا ٹوٹنا' بکھرنا اچھا نہیں لگا تھا۔بہت آہستگی سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تھا۔اس نے ایک بار پھر اس کا ہاتھ جھٹک دیا تھا۔اس کا سارا وجود کانپ رہا تھا۔

آنکھوں سے آنسو ایک تواتر سے بہہ رہے تھے۔دامیان کے لیے یہ سب برداشت کرنا ممکن نہیں تھا۔اسے ڈر تھا اسے کچھ ہو نہ جائے۔

"اناہیتا...!" بہت نرمی اور آہستگی سے پکارا۔

"پلیز اناہیتا تمہیں جو تکلیف ہو رہی ہے اسے میں بھی اتنا ہی محسوس کر رہا ہوں۔میں جانتا ہوں تم پرسکون نہیں ہو اور اس کا باعث میں ہوں' پلیز خود کو سزا مت دو' کیونکہ تمہارا خود کو سزا دینا مجھے اپنی سزا لگتا ہے۔" وہ مدھم لہجے میں بولا۔اناہیتا نے اس کے سینے پر سر رکھ دیا تھا۔بنا اس کی جانب دیکھے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔کچھ لمحوں تک یہ سلسلہ جاری رہا۔پھر جب اندر کا غبار کچھ کم ہوا تھا تو سر اٹھا کر اسے دیکھا اور اس کی دھڑکنوں کی آواز بہت قریب سنائی دے رہی تھی۔

اس کی نظروں میں نرمی تھی' محبت کی تپش تھی اس کے لیے خاص کیئر اور فکر تھی۔وہ کچھ فکر مند دکھائی دے رہا تھا۔اناہیتا کو اس قربت پر کچھ حیرت ہوئی تھی۔اگرچہ وہ خود اس کے قریب آئی تھی لیکن ایک جذباتی لمحہ گزر جانے کے بعد وہ پھر سے وہی اناہیتا بیگ تھی۔نظریں اس کی سمت سے ہٹا

کر وہ اس سے دور ہوئی تھی اور مکمل گریزاں دکھائی دی تھی۔دامیان سوری نے اس کی سمت بغور دیکھتے ہوئے پہلے اس کی سمت رومال بڑھایا تھا پھر پانی کا گلاس پیش کیا۔

انابیتا نے رومال نہیں لیا مگر شاید وہ رونے کے باعث حلق خشک محسوس کر رہی تھی۔سو اس کے ہاتھ سے پانی کا گلاس تھام لیا تھا اور دو چار گھونٹ لے کر گلاس میز کی سطح پر واپس رکھ دیا تھا۔

”کتنی محبت ہے؟“ دامیان سوری نے مدھم سرگوشی میں پوچھا مگر نظریں اس کے چہرے پر گڑی تھیں۔انابیتا بیگ نے اس کی سمت دیکھنے سے گریز کیا تھا۔شاید وہ اسے اگنور کرنا چاہتی تھی۔ پھر اس کی سمت دیکھے بنا اٹھی تھی۔ سرعت سے آگے بڑھ جانا چاہا مگر دامیان نے اٹھ کر ایک جست میں اس کا ہاتھ تھاما اور وہ کچی ڈور سے بندھی اس کے سینے سے آن ٹکرائی تھی۔

کچھ دیر تک سکوت سا رہا تھا۔کچھ سمجھ نہیں آیا تھا اور جب سجھائی دیا تھا تو اس کی ناک کے نتھنوں میں اس کی خوش بو گھس رہی تھی اور اس کی

دھڑکنوں کو وہ اپنے قریب محسوس کررہی تھی۔سر اٹھا کر دیکھا تھا وہ اس کی سمت بغور دیکھ رہا تھا۔

”انابیتا بیگ میں جاننا چاہتا ہوں کتنی محبت ہے اور کتنی نفرت کیا یہ نفرت اس محبت سے زیادہ گہری ہے؟ تم مجھے کسی ایک بات کے لیے معاف نہیں کرپائیں یا پھر تمہاری نفرت اتنی بڑی ہے کہ محبت کا قد اس کے سامنے کسی ذرے جتنا ہو گیا ہے؟ اور تمہاری انا اس نفرت کو اور ہَوا دے رہی ہے ایسا ہے تو کیا انا جیت جائے گی؟تمہیں خوشی ہوگی اگر محبت ہار جائے اور کچھ باقی نہ رہے؟ تم سمجھتی ہو جو گزر گیا اس کے لیے آنے والے دنوں کو گنوانا عقل مندی ہے؟ تمہیں ڈر لگتا ہے کہ اگر تم ان گزرے لمحوں کو آزاد کردوگی تو تمہاری انا سر پٹختی رہ جائے گی؟ تم اپنے اندر کی انا کو تسکین دینے کے لیے اپنی آنے والی ان خوشیوں کا گلا گھونٹ دینا چاہتی ہو؟ کیا یہ دانش مندی ہے؟“ وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے مدھم لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

وہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"اپنی بند مٹھی کھول دو انابیتا بیگ' ان گزرے لمحوں کو آزاد کردو۔میں جانتا ہوں ایسا کرکے تمہیں بہت سکون ملے گا اور تسکین ملے گی۔اپنے آپ کو الٹے بہاؤ کی نذر مت کرو۔الٹے بہاؤ سے تم آنے والے زمانوں سے کٹ جاؤ گی انابیتا اور مجھے اندیشہ ہے تم پچھتاؤوں میں نہ گھر جاؤ اور پھر محبت ان بند درزوں سے کبھی باہر نہ جھانک پائے۔" وہ تھکے ماندے لہجے میں بولا تھا۔انابیتا بیگ کچھ لمحوں تک خاموشی سے اس کی سمت دیکھتی رہی تھی پھر اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ بہت آہستگی سے نکالا اور اس کی جانب سے چہرے کا رخ پھیر کر ایک لمحے میں مڑی تھی اور وہاں سے نکلتی چلی گئی تھی۔دامیان سوری اسے جاتا دیکھتا رہ گیا تھا۔

...☆☆☆...

انائیا ملک اپنا سامان پیک کر رہی تھی جب وہ اندر آیا تھا اور اسے حیرت سے دیکھنے لگا۔

"یہ کیا کر رہی ہو تم؟" معارج تغلق فکر مندی سے بولا۔مگر اس نے پلٹ کر دیکھا تھا نا کوئی جواب دیا۔معارج تغلق کو اس کا انداز خطرناک لگا تھا۔وہ

اس سے بات کرنا نہیں چاہتی تھی اور شدید غصے میں دکھائی دے رہی تھی۔اس کا مطلب تھا وہ واپسی کی ٹھان چکی تھی۔وہ اس کے سامنے آن کھڑا ہوا اور لمحہ بھر کو اسے دیکھا۔پھر شانوں سے تھام کر اس کا رخ اپنی طرف موڑ لیا تھا۔وہ جو الماری سے سامان نکال کر اپنے سوٹ کیس میں رکھ رہی تھی اس کے سامنے آجانے پر اسے ناگواری سے دیکھنے لگی۔پھر اس کے ہاتھ اپنے شانوں سے جھٹک دیے تھے۔

"انائیا!" معارج تغلق نے پکارا۔مگر اس نے سنی ان سنی کر دی تھی۔معارج تغلق اسے خاموشی سے دیکھنے لگا تھا پھر ایک گہری سانس لے کر اس کے متحرک وجود کو اپنی مضبوط پناہ میں لیا تھا۔

"کیا ہے یہ سب؟ اگر کوئی احتجاج ہے تو بہت بھونڈا ہے۔" وہ تنا ہوا بول رہا تھا۔انائیا ملک نے اس کی سمت خشمگیں نظروں سے دیکھا تھا پھر اس کے سینے پر مکوں کی بارش شروع کردی تھی۔وہ اپنے اندر کا سارا غصہ اس پر نکال رہی تھی اور معارج تغلق اس کے سامنے بہت سکون سے تنا کھڑا تھا۔جیسے

اس کے مکوں کا اس پر سرے سے کوئی اثر ہی نہ ہو یا اس بات کا خواہاں ہو کر وہ اپنے اندر کے غصے کو باہر نکال دے۔

انائیا ملک تھک کر اس کی بازوں میں تھی۔اس کی ہمت ختم ہو گئی تھی۔کچھ دیر تک وہ گہرے گہرے سانس لیتی رہی تھی پھر سر اس کے سینے پر دھرا پھر کچھ دیر اسے دیکھنے لگی تھی انداز قتل کردینے والا تھا۔

"نفرت ہے مجھے آپ سے' بہت نفرت' نہیں ہیں آپ اس قابل کہ آپ سے کسی قسم کی کوئی رعایت برتی جائے۔یا پھر کسی خاص جذبے سے آپ کو نوازا جائے۔آپ بہت خود غرض انسان ہیں۔میں نے پوری زندگی میں آپ جیسا انسان نہیں دیکھا۔جو آپ کو دیا آپ اس کے لیے بالکل بھی ڈی زرو نہیں کرتے۔حیرت ہے مجھے اپنے آپ پر کیسے اعتبار کرلیا آپ پر اور کیسے سونپ دیا سب۔میں

کوشش کر رہی تھی پل بنانے کی' سلسلے جوڑ رہی تھی۔نقطے سے نقطہ ملا کر راستے بنا رہی تھی مگر آپ نے تمام کوششوں پر پانی پھیر دیا۔مجھے لگا تھا کوشش کر کے کچھ ہوسکتا ہے تو کرلینے میں کوئی حرج نہیں۔میں کل کو پچھتاوؤں سے الگ کر کے رکھنا چاہتی تھی مگر کیا ہوا؟ رائیگاں گئیں سب کوششیں۔بے وقعت رہا سب' مجھے بے وقعت کردیا آپ نے۔اتنا ارزاں کردیا کہ میں خود اپنے آپ سے نظریں نہیں ملا پا رہی اور...!" وہ تھک کر چپ ہوئی تھی۔اس کی سمت سے نگاہ ہٹائی تھی۔مگر تبھی گرم گرم آنسو بندھ توڑ کر اس کے چہرے کو بھگونے لگے تھے۔اس نے خود کو اس کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کی تھی۔بنا اس کی جانب دیکھے۔

معارج تغلق اسے خاموشی سے دیکھ رہا تھا بنا کچھ بولے۔اس کی چھڑانے کی کوشش اس نے ناکام بنا دی تھی۔وہ غصے سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

"چھوڑو مجھے' مجھے دیر ہو رہی ہے۔" اس نے فیصلہ کن انداز میں کہا تھا۔ معارج تغلق نے بجائے اسے چھوڑنے کے اس کی سمت بغور دیکھتے ہوئے

اس کے آنسو پونچھنا چاہے تھے۔مگر انائیا نے ہاتھ جھٹک دیا تھا گویا اسے کسی قسم کی کوئی ہمدردی نہیں چاہیے تھی۔

”لیو می!“ وہ جارحانہ نظروں سے اس کی سمت دیکھتی ہوئی اس کے بازوؤں کے حصار سے نکلنے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔مگر معارج تغلق نے سنی ان سنی کردی تھی اور اس کے اطراف اپنا گھیرا کچھ اور تنگ کردیا تھا۔وہ پر احتجاج انداز میں اس کی سمت تکنے لگی۔چہرہ متواتر آنسوؤں سے بھیگ رہا تھا۔معارج تغلق نے ان آنکھوں کو بغور دیکھا تھا پھر بہت پر سکون انداز میں بولا۔

”مسز انائیا تغلق کیا ہے یہ سب؟ ایسے بچپنے کی امید میں تم سے نہیں رکھتا۔“

وہ شدید غصے سے اس کی سمت دیکھنے لگی۔

”مجھ سے تم بچپنے کی امید نہیں رکھتے۔مجھ سے یہ امید رکھتے ہو کہ میں تمہارے ہر ڈرامے میں فٹ بیٹھوں۔جس کردار میں ڈھالو‘ ڈھل جاؤں۔بنا چوں چرا کیے ہر بات مانوں‘ ہر گھٹیا بات کو سہوں اور پھر بھی تمہارا ساتھ دوں یہ ساری امیدیں مجھ سے ہی کیوں؟ اور اگر میں کوئی احتجاج کروں تو اس پر بچپن کا لیبل لگا دیا جائے؟ کتنے مِین انسان ہو تم معارج تغلق‘ کس قدر خود غرض ہو

تمہیں عادت ہوگئی ہے فائدہ اٹھانے کی اپنے فائدے کے لیے دوسروں کو استعمال کرنے کی‘ ڈرامہ کرنے کی بہت شاطر دماغ ہو تم اور اپنے پلڑے میں ہمیشہ جیت رکھنا چاہتے ہو۔تمہاری بلا سے جائے کوئی بھاڑ میں۔کسی کی تکلیف‘ کسی کے نقصان سے تمہیں کیا سروکار؟ رشتے کیا ہوتے ہیں اس کی قدر تمہیں کیوں ہونے لگی؟ کوئی وقعت نہیں ہے تمہارے لیے کسی بھی رشتے کی۔بہت خوش ہو گے نا تم کہ بدلہ پورا ہوا؟ ابھی بھی اسی دشمنی کو نبھا رہے ہو اور کتنے بدلے لو گے اس ایک بات کے لیے؟ تمہیں تو عادت ہے نا کسی کے کیے کی سزا کسی اور کو دینے کی اپنے طور پر بہت انصاف پرست ہونا اپنے لیے کیا سزا تجویز کرو گے تم؟ ایک لڑکی کا استعمال کر رہے ہو شرم آتی ہے تمہیں؟ میں کیوں تمہارے ساتھ آئی‘ کیوں اس سب کھیل کو پھر سے کھیلنے کا موقع دیا تمہیں؟ بہت خوش ہو گے نا۔میں ہار گئی بہت تسکین مل رہی ہو گی نا کہ میں نے سب گنوا دیا؟ اپنا مان‘ اپنا وقار سب تمہارے قدموں میں ڈھیر کردیا؟ بہت سکون مل رہا ہوگا یقیناً بہت خوش ہو گے اپنے دل میں۔سوچ رہے ہو گے کہ میں کتنی بے وقوف ہوں اب بھی تمہارے ساتھ

ہوں۔تمہارے قریب آنے کے جتن کر رہی ہوں تمہاری قربت کے لیے مری جا رہی ہوں۔بہانے ڈھونڈ رہی ہوں۔قریب آنے کے۔یہ سب محبت تھی معارج تغلق، غلطی سے ہوگئی تھی محبت مگر اس کا خمیازہ اب بھگتنا نہیں چاہتی بہت ہو گیا۔بہت پاگل تھی میں، تمہیں معاف کردیا۔جہاں کچھ نہیں وہاں کچھ بنانے کی کوشش کرر ہی ہوں۔نہیں ہو تم اس قابل نا میری نفرت، نا محبت کے۔" وہ بہت غصے سے کہہ رہی تھی اور معارج تغلق پر سکون کھڑا اسے اپنے حصار میں لیے چپ چاپ سن رہا تھا وہ اسے بولنے دینا چاہتا تھا۔وہ تھک کر چپ ہوئی تھی اور اس کی جانب دیکھنے کا سلسلہ متروک کرتے ہوئے چہرے کا رخ پھیر گئی تھی۔اس کے بازوؤں کے حصار میں بے بس سی کھڑی تھی۔آنسو اس کا چہرہ بھگو رہے تھے۔اس کے اندر کا غصہ لامحدود تھا اور احتجاج بھرپور۔معارج تغلق اس کے لرزتے، کانپتے وجود کو تھامے کھڑا بہت پر سکون انداز میں اسے دیکھ رہا تھا۔پھر بہت آہستگی سے بولا۔

"مجھے ایلکس کی طرف جانا تھا ضروری کام سے مگر تم نے سارا دھیان اپنی طرف باندھ لیا۔اپنا سامان واپس رکھو۔میں اس میں تمہاری کوئی مدد نہیں

کرسکتا۔لیکن جب جانا ہوگا اس کے بارے میں پہلے سے انفارم کردوں گا۔فی الحال اس کا وقت نہیں آیا مجھے کئی ضروری کام ہیں جو نمٹانے ہیں اور تمہارا میرے ساتھ رکنا ضروری ہے اگر تم سمجھتی ہو تمہیں استعمال کر رہا ہوں تو مجھے کچھ اور فیور دے دو۔تمہارا ہز بینڈ ہوں اتنی رعایت تو دے سکتی ہو نا؟" براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

انائیا ملک اسے سر اٹھا کر حیرت سے دیکھ رہی تھی۔وہ بہت پر سکون تھا اس کا معمول یہ نہیں تھا وہ اس کا غصہ برداشت کر رہا تھا۔بہت سکون سے اسے جھیل رہا تھا اور بولنے میں بھی ایک ٹھہراؤ تھا۔وہ کون سا روپ تھا اس کا؟ وہ اپنے آپ کی نفی کر رہا تھا۔جو وہ اس گھڑی تھا وہ شاید اس کا اصل نہیں تھا یا پھر وہ بدل گیا تھا؟

انائیا ملک اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

...☆☆☆...

"ممی مجھے آپ کو بتانا تھا میں نے لندن کی ایک یونیورسٹی میں ایڈمیشن کے لیے اپلائی کیا تھا۔وہاں سے جواب آیا ہے۔میں مزید پڑھنا چاہتی ہوں اس

طرح فارغ بیٹھنے سے کہیں بہتر ہے کہ میں انٹرنیشنل بزنس میں ایک ڈگری لے لوں۔" مسز بیگ سبزی کاٹ رہی تھیں جب وہ اپنے لیے چائے بناتی ہوئی بولی۔مسز بیگ نے اسے خاموشی سے دیکھا۔وہ ان کی جانب دیکھنے لگی تھی۔پھر متانت سے بولی۔

"پلیز آپ پاپا کو بتا کر انہیں منالیں۔میرا فی الحال شادی کا کوئی پلان نہیں ہے۔" وہ فرار کے راستے ڈھونڈ رہی تھی۔

"انابیتا بیٹا... لڑکیوں کے پڑھنے اور شادی کے ہونے کا ایک ٹائم مقرر ہوتا ہے۔ایک خاص وقت کے بعد پھر اچھا رشتہ ملنا مشکل ہوجاتا ہے۔تم ضد کر کے مجھے اور اپنے پاپا کو رضا مند تو کر لو گی مگر پھر

ہمیں اس بات کی فکر رہے گی کہ آگے جا کر کیا ہوگا۔ہم ماں باپ ہیں ہمیں تمہارے آج کی پروا ہے اور کل کی بھی فکر ہے۔ہم تم سے اس طرح لا تعلق نہیں ہوسکتے۔" مسز بیگ بول رہی تھیں جب ملازمہ نے آکر بتایا تھا کہ للّی آئی ہے اور انابیتا سے ملنا چاہتی ہے۔انابیتا ممی کو کوئی جواب دیے بنا باہر آگئی تھی۔

"مجھے تم سے ضروری بات کرنا تھی انابیتا۔" وہ اسے دیکھتے ہی بولی۔انابیتا چونکی تھی۔

"کیا ہوا؟" للّی نے اسے اپنے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔وہ خاموشی سے اس کے سامنے بیٹھ گئی تھی۔کچھ تو خاص تھا جو للّی اس سے کہنے جا رہی تھی۔جانے کیوں انابیتا کو اس لمحے بہت بے چینی سی محسوس ہو رہی تھی۔

"انابیتا مجھے تم سے کچھ کہنا تھا مگر پھر لگا شاید یہ مناسب نہ ہو، تم خود سے چیزوں کو جانو اور سمجھو تو یہی مناسب ہوگا۔مگر میں تم سے کہنا چاہوں گی کہ پلیز اس طرح جلدی مت کرو، کبھی کبھی جو دکھائی دیتا ہے وہ ہوتا نہیں اور در حقیقت جو ہوتا ہے اس کی کھوج کرنا ناگزیر ہوتا ہے۔" للّی میک بولی تھی۔ انابیتا کو الجھن ہوئی تھی۔

"تم واضح انداز میں بات کرسکتی ہو؟ تمہارے اس انداز سے مجھے الجھن ہو رہی ہے۔" للّی کچھ لمحوں تک خاموش رہی تھی پھر سر جھکا کر اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو دیکھتی ہوئی بہت پر سکون انداز میں بولی تھی۔

"انابیتا میری اور دامیان سوری کی انگیجمنٹ نہیں ہو رہی۔"

"کیا...؟" انابیتا بیگ چونکی تھی للّی میک نے سر ہلا دیا تھا۔

"کیا مطلب؟ کیا انگیج منٹ پوسٹ پونڈ ہو گئی؟" اس نے حیرت سے پوچھا تھا۔ للّی نے بہت سکون سے سر نفی میں ہلایا تھا اور بولی۔

"دامیان تم سے بہت شدید عشق میں مبتلا ہے انابیتا بیگ اور یہ بات میں ہی نہیں سب جانتے ہیں شاید تم بھی جانتی ہو۔وہ تمہیں پانے کے لیے کچھ بھی کرسکتا ہے۔ہر صحیح اور غلط راہ اپنا سکتا ہے۔تمہارے معاملے میں وہ پورا پاگل ہے۔اسے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔میرا یہاں آنا اس سلسلے کی ایک کڑی تھی۔ اس نے مجھے یہاں اپنی مدد کے لیے بلایا۔اسے میری ضرورت تھی شاید تمہیں برا لگے مگر اسے لگا میرے یہاں آنے سے تمہیں فرق پڑے گا۔تم غلط مت سمجھو‘ اس کا ارادہ تمہیں بے وقوف بنانے کا نہیں تھا مگر صرف یہی کہ تم اس کا نوٹس لو کہ اس کی توجہ کا تمام تر مرکز تم نہیں ہو۔اس کی سوچوں کا آغاز اور اختتام تم پر ہوتا ہے۔اس کی سوچ تم سے آگے جاتی ہی نہیں۔میرا اس کا ناتا واجبی ہے۔وہ تو اسی دن ختم ہو گیا تھا جب اسے تم سے محبت کا ادراک ہوا تھا اسے مجھ سے محبت کبھی نہیں تھی۔مجھے اس کا احساس بہت پہلے ہو گیا

تھا۔اسے میری قربت کی خواہش نے کبھی نہیں ستایا۔ہم شاید بس اچھے دوست تھے اور آج بھی ہیں۔تم یہ مت سمجھو کہ میں اس کی کوئی وکالت کرنے آتی ہوں۔مگر مجھے لگا تمہیں یہ سب بتا دینا ضروری ہے کیونکہ ہم کبھی کبھی خود اپنے ہونے کی اتنی نفی کرتے ہیں کہ اس کے بعد ہر احساس ختم ہوجاتا ہے۔میں تمہارے اندر کی اس انا کو ختم کرنا نہیں چاہتی۔میں بھی ایک لڑکی ہوں مگر میں یہ بھی جانتی ہوں کہ ایک لڑکی کا دل کیا چاہتا ہے۔کیا سوچتا ہے اور کیا خواہش کرتا ہے۔ہم دونوں میں ایک شے مشترک ہے اور وہ ہے محبت۔تمہیں بھی دامیان شاہ سوری سے محبت ہے اور مجھے بھی۔تم اس کا اظہار نہیں کرنا چاہتی اور میں اس بات کو اپنے اندر دبا کر رکھنے کی قائل نہیں۔

دامیان شاہ سوری کے لیے میری محبت کے معنی کچھ نہ سہی مگر میرے لیے اس کی خوشی بہت اہم ہے اور اس کی خوشی تم ہو انابیتا بیگ۔اگر میں اسے خود سے کوئی خوشی نہیں دے سکتی تو اس کی خوشی کو اس کے قریب کرنے کی کوشش تو کرسکتی ہوں نا... اور یہاں آکر میں نے وہی کیا۔میں چاہتی ہوں تم اسے معاف کردو۔تم دونوں کے درمیان کے اختلافات اتنے شدید ہیں

کہ اگر تم اسے بڑھاتے رہے تو یہ کبھی ختم نہیں ہوں گے۔یہ اختلافات دوریوں کو بڑھائیں گے اور پھر ملنے کی کوئی امید نہیں رہے گی۔انابیتا بیگ انا کچھ نہیں دیتی' سب لے لیتی ہے۔اگر میں تمہاری جگہ ہوتی تو کیا کرتی؟ کاش... میں تمہاری جگہ ہوتی تو محبت کی پیمائش کرتی نا کوئی ناپ تول مجھے جانچ پڑتال کی کوئی فکر نہ ستاتی انابیتا۔وہ جو کہتا میں آنکھیں بند کر کے یقین کرلیتی۔جو راہ منتخب کرتا میں اس پر بنا تردد کیے قدم رکھ دیتی' محبت خود کی نفی ہے انابیتا۔محبت "میں" نہیں "تو" ہے۔صرف "تو ہی تو"۔سو جب خود کو جھٹلانے میں دقت ہو رہی ہو تو سمجھو انا ہے جو راستا روکے کھڑی ہے اور ہر راہ بند کرتی جا رہی ہے۔تم اسے معاف نہیں کر پا رہی ہو۔تمہیں محبت ہے اس کی خواہش ہے۔تو پھر معاف کرنا اتنا مشکل کیوں ہے۔محبت تو ہر غلط بات کو بھی سہہ سکتی اور برداشت کرسکتی ہے نا؟ کیا محبت کا دل اتنا چھوٹا ہے کہ معافی کی گنجائش نہیں نکل سکتی۔کیا کیا ہے اس نے لوگ اپنے قاتل کو بھی معاف کردیتے ہیں انابیتا۔تم اتنی بے وقوفی کیسے کرسکتی ہو؟" للّی میک

اس کی سمت دیکھتی ہوئی مدھم لہجے میں کہہ رہی تھی۔انابیتا اسے خاموشی سے دیکھ رہی تھی۔للّی نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھا۔

"محبت کو موقع دو انابیتا اپنے دل میں کچھ گنجائش بناؤ کسی کو معاف کردینا سزا دینے سے کہیں بہتر ہے۔اگر تم دامیان کو سزا دو گی تو وہی سزا تمہارے حصے میں بھی آئے گی اور کیا تم اسے سزا دے کر خود کبھی خوش رہ پاؤ گی؟ کبھی چین سے جی پاؤ گی؟" للّی میک اس کی آنکھوں میں جھانکتی ہوئی پوچھ رہی تھی۔وہ سر نفی میں ہلانے لگی تھی۔

"کیوں کر رہا ہے وہ یہ سب؟ اب کچھ نہیں بن سکا تو تمہیں بھیج دیا عادت ہے اسے اس طرح کھیل کھیلنے کی۔چاہتا ہے کسی بھی طرح سے اس کا پلڑا بھاری رہے اور جیت اس کا مقدر ہو۔اسے ہار پسند نہیں نا تبھی اب تمہارا سہارا لے رہا ہے اور تم اس شخص کی مدد کر رہی ہو؟ جس نے تمہیں بھی اپنی زندگی سے نکال باہر پھینکا؟ وہ کسی کے ساتھ فیئر نہیں ہے للّی میک وہ کسی سے کوئی لگاؤ نہیں رکھتا اسے صرف اپنی فکر ہے وہ تمہیں بھی استعمال کر رہا ہے اور مجھے بھی اپنے قابو میں کرنے کے ہزارہا جتن کر رہا ہے۔تم ایسے شخص کی مدد

کرنا کیوں چاہتی ہو؟ اس کو فائدہ پہنچا کر تمہیں کیا ملے گا؟" اناہیتا ہر بات کی نفی کرتی ہوئی بولی تھی تو للّی اسے کچھ لمحوں تک دیکھتی رہی پھر مسکرادی۔

"اناہیا آر یو کریزی؟ میرے اتنے سمجھانے پر بھی تم یہ کہہ رہی ہو اور تمہیں اندازہ ہے کہ تم کیا کر رہی ہو؟ تم دامیان سوری کو اپنی زندگی سے اس طرح دھکیل کر نکال دو گی تو باقی کیا بچے گا؟ تم یہ سب اس

لیے کر رہی ہو نا کہ وہ تمہارے پیچھے آرہا ہے تمہیں یقین ہے کہ وہ کہیں نہیں جائے گا؟ اناہیتا آئی ایم ڈیم شیور اگر آج تمہیں پتا چل جائے کہ وہ تمہارا نہیں ہے اور وہ کسی اور سمت چل پڑا ہے یا کسی اور کو زندگی میں لے رہا ہے تو تم سر پٹخ پٹخ کر روؤ گی اور دعائیں کرو گی کہ کہیں کوئی معجزہ ہوجائے اور وہ تمہاری طرف لوٹ آئے۔ایسے حیرت سے مت دیکھو مجھے اناہیتا۔میں لڑکیوں کی نیچر جانتی ہوں اگر تمہاری جگہ میں بھی ہوتی تو میں بھی اسی طور بی ہیو کرتی۔ایسے ہی کچھ نخرے بھی دکھاتی مگر پھر مان بھی جاتی۔تم ماننے میں

وقت لے رہی ہو کیونکہ تم جانتی ہو وہ کہیں اور جانے والا نہیں اور سوچو اگر وہ تھک کر امید ہار کر اگر کہیں چلا گیا تو؟" للّی میک نے اس کی آنکھیں کھولنے کی کوشش کی تھی۔مگر وہ کچھ نہیں بولی تھی۔

"وہ کہیں نہیں جائے گا اناہیتا تمہارے دل کو یہ یقین ہے نا؟ یہی یقین تمہارے دل کو اس کے دل سے باندھ رہا ہے اور یہی یقین اسے بھی ہے کہ تم اس کے لیے ہو جب اتنا کچھ ہے تو تھوڑی سی گنجائش تو نکل سکتی ہے نا؟" وہ اس کی سمت دیکھتی ہوئی بولی تھی۔مگر اناہیتا بیگ کچھ نہیں بول سکی تھی۔

...☆☆☆...

زائرہ ملک بلا وجہ کام ڈھونڈ رہی تھی۔خوامخواہ کی مصروفیت شاید وہ جہانگیر ملک کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔وہ الماری کے کپڑے ڈھیر کیے دوبارہ تہہ کر رہی تھی جب جہانگیر ملک اس کے پیچھے آن کھڑا ہوا اور آہستگی سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔

"تمہیں مجھ سے بہت سے گلے ہیں نا؟" مدھم لہجے میں پوچھا تو زائرہ ملک نے پلٹ کر دیکھا پھر سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

"ایسا نہیں ہے مجھے لگ رہا تھا بہت دنوں سے الماری کو توجہ نہیں دی اور...!" زائرہ ملک نے وضاحت دینی چاہی تو جہانگیر ملک نے اس کے لبوں پر ہاتھ رکھ کر اسے چپ کروا دیا اور بغور تکتا ہوا بولا۔

"تمھیں کوئی بات بہت پریشان کر رہی ہے... کیا یہ للّی کی آمد ہے؟" کسی نقطے پر پہنچتے ہوئے پوچھا۔مگر زائرہ ملک نے سر نفی میں ہلا دیا۔

"تو پھر کیا' تانیا تغلق؟"

"میں کسی بات کو لے کر پریشان نہیں ہوں جہانگیر ملک تمہیں صرف وہم ہو رہا ہے۔لیکن للّی سے مجھے کوئی شکوہ نہیں ہے ہمدردی ہے... وہ لڑکی بہت پیاری ہے اور اس کا دل بہت شفاف ہے۔مجھے امید ہے وہ خوشی کا راستا ڈھونڈلے گی۔میں اس کی آمد سے پریشان نہیں ہوں مگر حیران ہوں وقت نے جو میرے ساتھ کیا میں اسے اس طرح آرام سے ہضم نہیں کر پا رہی۔تم گئے... تم لا پتا رہے پھر تم آگئے وقت میرے ساتھ عجیب زاویے سے پیش آتا رہا اور اب جبکہ تمہارا کوئی پاسٹ بھی ہے میں خود کو...!" وہ بولتے بولتے

رک گئی تھی۔جہانگیر اس کی طرف بغور دیکھ رہا تھا۔تبھی وہ جانے کیا سوچ کر سر نفی میں ہلانے لگی۔پھر جہانگیر ملک کی طرف دیکھا۔

"آپ کافی پیئیں گے میں بنانے جاتی ہوں۔" وہ اس موضوع پر شاید کوئی بات کرنا نہیں چاہتی تھی تبھی اس کے پاس سے نکل گئی تھی۔

جہانگیر ملک ایک سرد سانس بھر کر رہ گیا تھا۔

...☆☆☆...

عدن بیگ میٹنگ کے لیے گیا پھر اتنی دیر کیوں لے لی تھی؟ یا پھر وہ ہی لمحے گن گن کر تھک گئی تھی کہ اسے ایک لمحہ سال کے برابر لگ رہا تھا؟

"پارسا آکر ڈنر کرلو وہاں ٹیرس پر کیا کر رہی ہو؟" اماں نے سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر پکارا تو اس کے لیے جواب دینا نا گزیر ہو گیا تھا۔

"آتی ہوں اماں۔" اس نے کہہ کر گردن موڑی ہی تھی تبھی گیٹ سے اندر آتی گاڑی میں عدن بیگ دکھائی دیا تو وہ بھاگتی ہوئی سیڑھیاں اتری اور اس کے سامنے آن رکی تھی۔پھولی ہوئی سانس کے ساتھ ارد گرد سے بے نیاز' وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگا تھا۔

"کیا ہوا یو اوکے؟" عدن بیگ کو فکر ہوئی تھی۔وہ سانس بحال کرنے کے لیے لمحہ بھر کو رکی تھی پھر بولی تھی۔

"اتنی دیر کہاں لگا دی... میٹنگ کے لیے گئے تھے نا؟ اتنی لمبی میٹنگ ہوتی ہے؟" وہ مخصوص انداز سے ڈانٹ رہی تھی۔وہ جانے کیوں مسکرا دیا تھا۔

"تمہیں کیا ہو گیا ہے پارسا؟ کیا میں کہیں ڈیٹ کر کے آرہا ہوں یا تم چاہتی ہوں میں تمہارے ساتھ جڑ کر بیٹھ جاؤ اور کوئی کام نا کروں؟ یہ تم لڑکیاں اتنی عجیب ہوتی ہو اپنے سارے حق استعمال کرنا چاہتی ہو اور سب کچھ اپنے اختیار میں دیکھنا چاہتی ہو۔" وہ کہہ کر اندر کی طرف چل دیا تو وہ ساتھ ساتھ چلنے لگی تھی۔

"تم جانتے ہو میں ایسا نہیں چاہتی۔" وہ مدعا بیان کرنے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔وہ رک گیا تھا۔پھر اسے لمحہ بھر کو دیکھا اور پھر جتاتے ہوئے بولا تھا۔

"بالکل یہی بات میں جتانا چاہتا ہوں تم ایسا نہیں چاہتیں۔" وہ جتا گیا تھا وہ لفظوں کے غلط انتخاب پر سر پیٹ کر رہ گئی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"آپ چھوٹی چھوٹی باتوں کو پکڑ رہے ہیں اور غلط زاویے سے دیکھ رہے ہیں۔ میں کیا چاہتی ہوں ایسا صرف میں جانتی ہوں یا میرا دل جانتا ہے اور دل کو جاننے کی سعی کوئی نہیں کرسکتا۔" وہ خفا ہوئی تو عدن بیگ اس کی سمت دیکھتے ہوئے سر نفی میں ہلانے لگا پھر کچھ بولنے کا ارادہ ترک کر کے قدم اندر کی طرف بڑھانے لگا تھا پارسا اس کے قدموں سے قدم ملانے کے جتن کرنے لگی تھی۔

"اتنا تیز کیوں چل رہے ہیں۔مجھ سے قدم ملانے کی سکت نہیں۔بھاگنا ہے تو اس کے لیے فضول کی تاویلیں ڈھونڈنا کیا ضروری ہے۔نکل جائیں دور۔" وہ شکوہ کرتی ہوئی بولی تھی تو وہ رکا پھر پلٹا تو وہ

اس سے واقف نہیں تھی سو جیسے ہی قدم بڑھایا اس کے سینے سے جا ٹکرائی لمحے بھر کو دونوں ساکت رہے تھے ہاں بس اتنا ہوا تھا کہ اس کے نازک وجود کو عدن بیگ نے اپنے مضبوط بازوؤں میں سنبھال لیا تھا۔شاید اس کی دھڑکنوں

کو سننا اسے گوارا نہیں تھا یا پھر وہ اس سے بچنا چاہتا تھا۔تبھی دوسرے ہی لمحے
اسے خود سے الگ کر کے کھڑا کرتا ہوا بولا وہ اس کی سمت سے نظریں
چراتی ہوئی الجھن میں گھری لگی تھی۔

”میں کوئی فضول کی تاویلیں نہیں ڈھونڈ رہا تمہیں فضول کی غلط فہمیاں ہو رہی
ہیں۔اماں کا فون آیا تھا میری میٹنگ کے دوران کہہ رہی تھیں کھانا تمہاری
پسند کا بنا ہے سو وقت پر آجاؤ ورنہ کچھ نہیں ملے گا۔“ وہ مذاق کرنے کا عادی
تھا اس گھڑی بھی اس کی پریشانی کم کرنے کو یونہی کہانیاں گڑھ رہا تھا۔وہ
بے چینی سے اس کی سمت دیکھنے لگی تھی۔

”تمہیں لگتا ہے میں ایسا کچھ کر سکتی ہوں؟“ وہ اپنے اندر سے الجھتی ہوئی بولی
تھی۔

”کیا کر سکتی ہو؟ میرے حصے کا کھانا تو نہیں کھالیا تم نے۔“ وہ مسکرایا تھا۔
وہ غصے سے دیکھنے لگی پھر غصے سے اس کے پاؤں پر پاؤں مارا مگر اس
کوشش میں اس کے مضبوط جوتے سے اس کا بنا جوتے کے ٹکرانا پاؤں کو

کچھ ہرٹ کر گیا تو اس کی سسکی سی نکلی۔وہ فوراً جھک کر اس کا پاؤں
دیکھنے لگا تھا۔
”کبھی کبھی غصے کا اظہار کرنا زیادہ مناسب ہوتا ہے پارسا۔تم نے اپنا پاؤں زخمی
کرلیا۔“ وہ جیسے بہانہ چاہتی تھی فوراً آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔
وہ اسے بغور دیکھنے لگا۔
”اتنا رونا کیوں آرہا ہے؟ پاؤں دیکھنے میں اتنا شدید زخمی نہیں کوئی ہڈی بھی
نہیں ٹوٹی موچ کا تو سوال بھی پیدا نہیں ہوتا۔اس کے باوجود بھی اگر تم
چاہتی ہو کہ میں اٹھا کر کمرے تک لے جاؤں تو آئی ایم ہیئر۔“ وہ چیزوں کو
بہت لائٹ لینے کا عادی تھا۔وہ اس کی سمت سے نگاہ پھیرتی ہوئی اٹھی تھی۔
مگر تبھی عدن بیگ نے اسے بازوؤں میں اٹھا لیا تھا۔
”اب اگر اس چوٹ کے ساتھ چلنے دوں گا تو تمہیں دنیا کا خود غرض ترین
شوہر لگوں گا اور فی الحال میرا ظالم ہزبینڈ کیٹگری میں آنے کا کوئی پلان
نہیں۔“ وہ اسے لے کر اندر کی طرف بڑھنے لگا۔وہ اس کی سمت سے نگاہ پھیر
گئی تھی۔جب وہ اسے سننے پر مائل نہیں تھا تو وہ کیوں اپنی انرجی ویسٹ

کرتی؟ عدن نے اس کے چہرے کو بغور دیکھا پھر مزید کچھ بولنے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے اسے اس کے کمرے میں لایا اور بہت احتیاط سے بیڈ پر لٹا دیا۔

"وزن کچھ بڑھ گیا ہے کل سے کھانے پینے میں احتیاط کرنا ورنہ اگلی بار اٹھانے کا قصد کرنا کچھ مشکل ہوگا۔اتنی بہادری کا ثبوت دینا ہوتا تو میں ورلڈ ریسنگ میں ہوتا۔ایک ملزم شوہر بننے سے کیا حاصل؟" وہ چھیڑ رہا تھا مگر اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"اچھا ٹھیک ہے اگر کچھ نہیں کہنا تو میں جا کر کھانا لے کر آتا ہوں دونوں ساتھ مل کر کھائیں گے اور اس کے بعد تمہارے پاؤں پر کوئی اچھا سا جیل مساج کرنے کے بعد گرم پٹی باندھ دوں گا ٹھیک؟" وہ بولا تھا وہ اس کی سمت سے نظریں ہٹا گئی۔انداز ناراضی ظاہر کرتا تھا۔وہ گہری سانس لے کر باہر نکل گیا تھا۔پارسا کو ایک اضطراب نے آن گھیرا تھا۔وہ نہیں جانتی تھی اس کے ساتھ کیا ہونا تھا۔وہ اس کی نہیں سن رہا تھا۔

...☆☆☆...

معارج تغلق نے اس کا سامان اٹھا کر دوبارہ اس کی جگہ پر رکھ دیا۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ جائے اور انائیا ملک نہیں سمجھ پا رہی تھی کہ وہ اسے خود کے ساتھ باندھ کر کیوں رکھنا چاہتا ہے۔ایسا کرکے اسے کوئی تسکین مل رہی تھی یا پھر کوئی اور بات تھی۔انائیا کو اپنی غلطی پر اب بھی شدید غصہ تھا۔وہ اتنی بے وقوف ہوسکتی تھی یا ایسی کوئی بے وقوفی کرسکتی تھی۔اسے خود یقین نہیں آرہا تھا مگر یہ سچ تھا وہ ایسی بے وقوفی کر چکی تھی۔اگر اس کی وہ ایک کوشش رائیگاں نہ جاتی تو شاید اسے اس بات کا ملال نہیں ستاتا۔مگر وہ کوشش جس طرح تہس نہس کی گئی تھی اس سے اس کی عزت اور نسوانی وقار کی بھرپور نفی ہوئی تھی اور یہی بات اس کے لیے برداشت سے باہر تھی۔اس نے اپنا آپ کس کو دیا تھا وہ جو انتہائی خود غرض تھا۔

اور جسے اس کی رتی بھر پروا نہیں تھی۔وہ اپنے آپ کو بھرپور الزام دے رہی تھی اور سزا دینے کی ہی ٹھان رہی تھی۔جب معارج تغلق نے کافی کا کپ اس کی سمت بڑھایا تھا۔وہ چونک کر اس کی سمت دیکھنے لگی تھی۔

"بہت زیادہ سوچنا الجھا دیتا ہے مسز انائیا تغلق۔بہتر ہوگا کچھ بریک لے لیں اور بریک لینے کے لیے کافی' کافی سود مند ہے۔تم بہت سے مفید حل تلاش کرسکتی ہو اور یہ تبھی ممکن ہوگا جب تم ایک متحرک دماغ رکھو گی۔" وہ خود کو اس کا ہمدرد ثابت کر رہا تھا۔انائیا ملک کا سر شدید دکھ رہا تھا سو اس لمحے وہ کافی خاصی غنیمت لگی تھی۔چپ چاپ اس کے ہاتھ سے کپ لے لیا دو تین سپ خاموشی میں لیے تھے اور پھر بنا اس کی سمت دیکھے بولی۔

"میں واقعی واپس جانا چاہتی ہوں۔ایسا اس لیے نہیں ہے کہ میں خفا ہوں مجھے کوئی شکوہ یا شکایت نہیں ہے میں غلطی اپنی سمجھتی ہوں کچھ راہ بھٹک گئی تھی اب عقل ٹھکانے آگئی ہے تمہارے کام کے لیے تمہارے ساتھ رکنا مزید بے وقوفی ہوسکتی ہے۔سو میں رکنا نہیں چاہتی۔میری فلائٹ کچھ بھی کر کے بک کروا دیں۔آج کی تاریخ میں' میں یہاں سے نکلنا چاہتی ہوں بنا کسی ڈیلے کے۔" وہ فیصلہ کن انداز میں بولی۔

معارج تغلق اسے بغور دیکھنے لگا۔پھر گہری سانس خارج کرتے ہوئے بولا۔

"ہر کام کسی کے فائدے یا اپنے فائدے کے لیے نہیں کیا جاتا انائیا تغلق کبھی کبھی کچھ اور اسرار بھی ہوتے ہیں۔میں تمہیں یہاں روک کر تم سے کوئی فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کر رہا اور اگر فائدہ اٹھا بھی لوں تو میرا حق ہے۔" وہ جتاتے ہوئے بولا۔وہ اس کی سمت دیکھ نہیں سکی تھی۔مگر اس گھڑی اسے بولنا ضری لگا۔

"تم چاہتے ہو میں یہاں رک کر تمہاری پھر سے آغاز ہوتی لو اسٹوری دیکھوں اور اس سے محظوظ ہوں' تمہیں اتنی بے وقوف لگتی ہوں؟" وہ اب بھی اس غصے کے زیر تھی۔وہ سر نفی میں ہلانے لگا۔

"نہیں اس سے بھی کچھ زیادہ۔" اس کی بے وقوفی کی حد کو ناپا تھا۔وہ پر احتجاج انداز میں گھورنے لگی۔

"مجھے نہیں معلوم خدا نے عورت کو کیا سوچ کر بنایا ہوگا اور اگر نا بنایا ہوتا تو اس کی بنائی گئی کائنات میں کس شے کی کمی رہ جاتی اگر بنا ہی دیا تھا تو کیا برا تھا کہ کچھ عقل بھی دے دی ہوتی؟" وہ انائیا ملک کی عقل پر طنز کرتا ہوا بولا۔وہ اس کی سمت دیکھنے سے مکمل اجتناب برتتی دکھائی دی تھی۔معارج

تغلق نے اس کی سمت بھرپور دیکھا تھا پھر اس کا چہرہ موڑ کر اپنی طرف کیا تھا اور بغور اس کی آنکھوں کو دیکھا تھا۔وہ اس کی سمت نہیں دیکھنا چاہتی تھی تبھی نگاہ جھکا گئی تھی۔

"میری... میری طرف دیکھو انایا ملک' یہ اپنے ساتھ جاری جنگ کو فی الحال ملتوی کردو اور پوری عقل کا استعمال کرو۔جنگی زمانے میں جوش کے ساتھ ہوش قائم نہیں رہتا۔عقل جنونی ہوجاتی ہے اور جنوں ہو تو کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ان معاملات پر نگاہ کرنا ہے یا کوئی فیصلہ لینا ہے تو فی الحال اس کا سدباب ڈھونڈنا ضروری ہے۔اس جنگ بندی کی مشق ضروری ہے۔کوشش سے سب ہوسکتا ہے نا... اور میرے کیے کی سزا کسی اور کو دینا کہاں کی دانشمندی ہے۔تمہاری ایونٹ کمپنی کو انٹرنیشنل لیول پر کچھ کرنے کا موقع ملا ہے۔تم نہیں چاہو گی تمہاری کمپنی آگے جائے؟ بات بزنس کی ہے تو کیا اس کے لیے نقصان سہا جاسکتا ہے۔ایلکس تمہاری کمپنی کو ہائر کرنے کو تیار بیٹھا ہے۔تم کنٹری کی ٹاپ ایونٹ کمپنی چلا رہی ہو۔اس بارے میں آنکھیں بند کر کے تم اتنی بڑی بے وقوفی کیسے کرسکتی ہو؟ وہ بھی صرف یہ سوچ کر کہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تمہارا ہزبینڈ اپنا بیشتر وقت اپنی ماضی کی ایک دوست کے ساتھ گزار رہا ہے۔ اتنی معمولی وجہ کے لیے تم اس موقع کو کیوں ضائع کر رہی ہو۔جس کا کہ تمہیں کوئی فرق بھی نہیں پڑتا۔" وہ اسے اکسا رہا تھا۔وہاں سے جانے سے روک رہا تھا۔یہ ٹھیک تھا کہ ایلکس کی کمپنی اسے اپنی شادی کے انتظامات سونپنا چاہتی تھی اور ایک اچھا موقع بھی تھا۔اس سے پہلے شاید ایسا نہیں ہوا تھا کہ کسی باہر کے کلائنٹ نے ان کی کمپنی کو چنا ہو۔وہ کچھ بول نہیں سکی تھی۔

...☆☆☆...

وہ ایلکس کے ساتھ ایکسپو سینٹر جانے کے لیے نکلی رہی تھی۔ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا مگر ایلکس کا اصرار تھا کہ وہ اس کے ساتھ چلے سو وہ تیار ہوگئی تھی۔مگر اسے نہیں معلوم تھا وہ دامیان سوری کے بنا نہیں آئے گا۔گاڑی میں جب وہ اسے پک کرنے آیا تو اس کی فرنٹ سیٹ پر اسے بیٹھے دیکھ کر وہ وہیں رک گئی تھی۔پھر وہیں سے پلٹنے کا ارادہ کرلیا تھا۔مگر ایلکس چلتا ہوا پیچھے آگیا تھا۔

"انایا یہ کیا ہے تم ایسے بچوں کی طرح کیوں بی ہیو کر رہی ہو؟ تم میرے کہنے سے آرہی ہو نا۔تمہیں اس کی پروا نہیں ہونا چاہیے کہ اور کون آرہا

ہے۔" وہ پیچھے پیچھے چلتا ہوا بولا۔اناہیتا نے رک کر دیکھا تھا۔تبھی دھیان دامیان سوری کی طرف گیا تھا۔جو گاڑی سے باہر نکل آیا تھا اور اس وقت گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔نظریں اسے دیکھ رہی تھیں۔اناہیتا نے لمحہ بھر کو اسے دیکھا پھر اس کی سمت سے نظریں ہٹا کر ایکسل کو دیکھنے لگی تھی۔

"ایکسل تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا کہ تم اسے بھی ساتھ لینے والے ہو۔تم جانتے ہو میرے لیے یہ ممکن نہیں کہ میں اس جگہ پر موجود ہوں جہاں یہ موجود ہو۔" وہ تھکے ہوئے انداز میں بولی تھی۔

"میں تم دونوں کو اکٹھا کرنے کے ارادے سے ایسا نہیں کر رہا اناہیتا۔للّی نے فون کر کے کہا تھا کہ وہ بھی آنے والی ہے اور تبھی میں نے دامیان کو بھی ساتھ لے لیا اگر ہم عرصے بعد مل کر اچھا وقت گزار سکتے ہیں تو اس میں حرج کیا ہے۔کیا ایک ساتھ یونیورسٹی پڑھنے اور ختم کرنے کے بعد کہیں مل نہیں سکتے؟ کیا ہمارے بیچ کی دشمنی اتنی بڑی ہے کہ ہم ایک دوسرے کی صورت بھی دیکھنے سے گریز کرتے ہیں؟ اختلافات کہاں لے کر جائیں گے اناہیتا؟ ان کا کوئی اینڈ ہے کہ نہیں؟" ایکسل اسے سمجھاتا ہوا بولا تھا۔تبھی

دامیان قریب آن کھڑا ہوا تھا۔اس کے لیے یہ احساس بہت جان لیوا تھا۔اس کا چہرہ اور آنکھیں اس احساس سے سرخ ہو رہی تھیں۔

اناہیتا نے اس کی سمت دیکھا اور پلٹ کر آگے بڑھنے لگی تبھی دامیان سوری نے کلائی تھام لی تھی۔وہ پلٹ کر سرد نظروں سے دیکھنے لگی پھر بولی۔

"تمہیں ڈھارس نہیں ہوئی اگر تم نے اپنی وکالت کرنے کو ایک کو بھجوادیا اتنے خوف زدہ ہو کر بوکھلا کر مہرے اکٹھے کیے جا رہے ہو؟" وہ طنز کر رہی تھی دامیان سوری جانے کیوں بجائے غصہ کرنے کے یا خفگی ظاہر کرنے کے مسکرا دیا۔

"مجھے وکالت کروانے یا سہارے تلاشنے کی ضرورت نہیں ہے تم جانتی ہو۔اپنا مقدمہ لڑنے کو میں اکیلا کافی ہوں۔" اس کا انداز اعتماد سے بھرپور تھا۔

"اب آپ چل کر خود گاڑی میں بیٹھیں گی یا میں اٹھا کر لے جاؤں۔" وہ اسے بغور دیکھتا ہوا دھونس جما کر بولا تو ایکسل کو اس کے انداز سے کچھ خوف محسوس ہوا تھا اسے لگا تھا ابھی اناہیتا ایکٹ کرے گی اور بات بڑھ جائے گی تبھی بولا۔

"دامیان چھوڑو نا' ابھی ایکسپو جانے کا پلان رہنے دیتے ہیں مجھے ایک ضروری کام یاد آگیا ہے۔اگر تمہیں کوئی کام نہیں ہے تو چلو واپسی پر کہیں لانگ ڈرائیور پر چلیں گے اور ڈنر بھی ساتھ کرلیں گے۔"

مگر دامیان نے جیسے سنا نہیں تھا۔اس کی تمام تر توجہ کا مرکز انابیتا بیگ تھی انابیتا بیگ کو ایکسل کے سامنے تماشا بنوانے کا شوق نہیں تھا تبھی بولی۔

"دامیان۔میرا جانے کا موڈ نہیں ہے۔میری طبیعت اچھی نہیں ہے۔ہاتھ چھوڑو میرا۔" انداز کچھ لچک اور نرمی لیے ہوئے تھا۔دامیان اس کا ہاتھ تھامے کھڑا تھا نگاہ اسے بغور تکتی رہی تھی۔پھر بہت آہستگی سے ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔

"کیا ہوا یو اوکے۔" دامیان سوری نے فکر مند ہو کر پوچھا۔

انابیتا نے سر ہلا دیا تھا۔

"میں چلتا ہوں۔" ایکسل کہہ کر مڑ گیا تھا۔وہ دونوں وہاں تنہا کھڑے رہ گئے تھے۔

"تمہیں مجھ سے اتنی نفرت ہے کہ میرے ساتھ بھی کہیں جانا تمہیں قبول نہیں؟"

دامیان سوری نے نرمی سے پوچھا تھا۔انابیتا بیگ شاید جواب دینا نہیں چاہتی تھی مگر پھر للّی میک کا خیال آیا تو بولی۔

"دامیان سوری تم اتنے مطلبی ہو؟ اپنے فائدے کے لیے تم کسی کے جذبات کا کوئی خیال نہیں کرتے۔" ایک شکوہ تھا اور وہ چونکا تھا۔

"کس کی بات کر رہی ہو؟ کسے استعمال کیا میں نے؟" وہ قطعاً لا تعلق دکھائی دیا تھا۔

"للّی میک...!" وہ جتاتے ہوئے بولی۔"تمہیں نہیں لگتا تم اس کے ساتھ غلط کر رہے ہو دامیان؟ اب بولو کہ تم نے اپنا مقدمہ لڑنے کے لیے کسی کی مدد نہیں لی؟ تم نے ایک شاندار ڈراما لکھا۔لندن سے للّی میک کو یہاں بلایا اور اپنی جھوٹی انگیجمنٹ کا ڈراما رچایا۔ایسا کر کے تم کیا ثابت کرنا چاہتے تھے؟

تمہیں بہت اچھا ڈرامہ کرنا آتا ہے؟ یا تم حد سے زیادہ جھوٹ بول سکتے ہو اور اپنا مطلب نکالنے میں تمہیں کہیں کوئی صحیح غلط دکھائی نہیں دیتا؟ دامیان تم اس لڑکی کو اپنے مطلب کے لیے استعمال کرنے میں بھی کوئی عار محسوس نہیں کرتے؟" اس کے بتانے پر وہ حیران رہ گیا تھا۔یہ بات اس کے علم میں نہیں تھی کہ للّی میک اس کو یہ سچ بتا چکی ہے۔ تبھی اس کی سمت دیکھتے ہوئے بولا۔

"ایسا کس نے کہا تم سے؟"

"کس نے کہا ہوگا دامیان شاہ سوری، للّی نے خود بتایا ہے مجھے اسے تم نے ہی بھیجا تھا نا؟ اب بولو وہ وکالت کرنے نہیں آئی تھی صرف تمہاری مدد کرنے آئی تھی؟ تمہیں لگتا ہے ایسا کرنے سے سب ٹھیک ہوجائے گا یا میں سب بھلا دوں گی یا تمہیں معاف کردوں گی؟ تم نے مجھے بہت درد دیا ہے دامیان سوری۔تم نے قدم قدم پر میری انسلٹ کی ہے اور یہ بات میں اتنے آرام سے نہیں بھلا سکتی۔تم جیسا بندہ کسی سے محبت نہیں کرسکتا۔تم صرف اپنی غرض کے بندے ہو اور ایسا انسان کسی کی محبت کے لائق نہیں۔تمہیں للّی کا

استعمال کرنے پر شرم آنی چاہیے۔وہ لڑکی تم سے محبت کرتی ہے اگر تم اس کا فائدہ اٹھا سکتے ہو تو تم کسی کا بھی فائدہ اٹھا سکتے ہو۔مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنا ہے۔ایسا کر کے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔میں وقت ضائع کرنے کی قائل نہیں تمہیں بتانا تھا۔میں نے انگلینڈ جانے کا فیصلہ کرلیا ہے۔مجھے مزید پڑھنا ہے۔ ممی ڈیڈی سے بات بھی ہوگئی ہے۔تم اس طرح اپنی زندگی کو ضائع مت کرو۔شاید اب ہم دوست نہیں رہے مگر ایک مشورہ دینا چاہوں اپنی زندگی کو اتنا بھونڈا مذاق مت بناؤ جو لوگ تمہارے ارد گرد ہیں ان کی قدر کرو ان کے جذبات یا احساسات سے مت کھیلو کبھی کبھی لفظوں کے گھاؤ نہیں بھرتے تم شاید کہہ کر بھول جاؤ مگر سننے والے کے اندر کا کرب ان لفظوں سے خطرناک نتائج کری ایٹ کرسکتا ہے۔" کہتے ہی وہ پلٹ کر اندر کی جانب بڑھنے لگی۔

دامیان سوری کھڑا اسے دیکھتا رہ گیا تھا منظر دھواں دھواں تھا۔

...☆☆☆...

”آہ گریٹ‘ تم نے ایلکس سے میٹنگ کی؟ اس کا مطلب ہے تم اس کے ساتھ کام کرنے پر آمادہ ہو مجھے معلوم تھا تم اس کی مدد ضرور کرنا چاہو گی۔ تمہاری کمپنی کے لیے یہ ایک اچھا موقع ہے۔ اگر کسی ہیلپ کی ضرورت ہو تو میں یہاں ہوں۔ اسٹاف‘ ورکر میں سب پرووائیڈ کروں گا۔ تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے مگر ایلکس کی شادی کو ایک شاندار ایونٹ ہونا چاہیے۔“ معارج تغلق اسے سراہ رہا تھا مگر وہ جواباً کچھ نہیں بولی۔ ”کیا ہوا؟ تم خوش دکھائی نہیں دے رہیں۔ کم آن یو آر ود یور ہزبینڈ۔ تم تو اس طرح پریشان ہو رہی ہو جیسے تم کوئی چھوٹی سی اسکول گوئنگ گرل ہو اور کسی انجان دیس میں گم ہوگئی ہو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں نا تمہیں لگتا ہے میں تمہیں کچھ ہونے دوں گا؟“ اس کے شانوں پر ہاتھ رکھا تھا وہ سر اٹھا کر اس کی سمت دیکھنے لگی پھر سہولت سے اس کے ہاتھوں کو اپنے شانوں پر سے ہٹا دیا تھا اورآہستگی سے بولی۔

”میں نے رکنے کا فیصلہ تمہاری وجہ سے یا تمہارے لیے نہیں کیا مجھے لگا یہ میری کمپنی کے لیے اچھا موقع ہے کہ میں ایک انٹرنیشنل ایونٹ آرگنائز کروں

اس سے میری کمپنی کے لیے راہیں کھل سکتی ہیں۔ میں اب بے وقوف لڑکیوں کی طرح نہیں سوچتی... میں نے اپنے لیے سوچنا بند کردیا ہے۔ میں اپنی غلطیوں کو دہرانے پر یقین نہیں رکھتی۔“ وہ جتا رہی تھی۔ وہ پھر سے اسی دوری پر تھا۔ وہی پرانی انائیا تھی۔

وہی بے خبری... وہی گریز... وہی بے نیازی اور اجنبیت‘ مگر یہ سب شاید بہت سرد لگ رہا تھا۔ معارج تغلق اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ وہ بہت آہستگی سے پیش قدمی کرتے ہوئے فاصلے مٹا گیا تھا۔ اسے تھاما وہ سر اٹھا کر پر اعتماد انداز میں اس کی سمت دیکھنے لگی تھی۔ اس کے قریب ہونے پر اس کے چھونے پر اس کے نگاہ عنایت کرنے پر جیسے انائیا ملک کو کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا۔ ایک دن کی دوری نے فاصلے اور بڑھا دیے تھے۔

ایسا لگا تھا ان کے درمیان جیسے کچھ رہا ہی نہ ہو' یا جیسے کوئی قربت کا لمحہ آیا ہی نہ ہو' کہیں سے نہیں لگتا تھا یہ وہی انائیا تھی جو کل اسے کھونے سے ڈر رہی تھی۔جو اسے کھونے کے احساس سے دوچار تھی اور اس کی قربتوں کی خواہاں تھی۔

"کیا ہوا تم اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو؟" وہ پورے اعتماد سے سرد لہجے میں پوچھ رہی تھی۔اس کی آنکھوں میں شناسائی کا کوئی تاثر نہیں تھا۔معارج تغلق بغور دیکھ رہا تھا۔پھر کچھ کہے بنا اس کی پیشانی سے لبوں تک اپنی شہادت کی انگلی سے ایک لکیر کھینچی اور مدھم سرگوشی میں بولا۔

"اچھی نہیں لگ رہی ہو میں اس پرانی انائیا کو ڈھونڈ رہا ہوں تم نے اسے کہیں چھپا دیا ہے۔" وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی پھر ان قربتوں سے بھاگ جانا چاہا تھا۔

"مجھے کام ہے مسٹر ایلکس سے بہت کچھ ڈسکس کرنا ہے اور...!" وہ کہہ کر پلٹنے کو تھی مگر معارج تغلق نے اسے تھام کر اپنی طرف کھینچ لیا۔وہ سینے سے

آن ٹکرائی۔وہ بازوؤں کا گھیرا تنگ کر کے اسے بغور دیکھنے لگا۔وہ الجھ کر اسے دیکھنے لگی۔

اس کی نظروں میں شناسائی کی کوئی رمق نہیں تھی۔اس کی آنکھوں میں کل کے کوئی خواب تھے نا کوئی خواہش۔وہ اتنی اجنبی لگ رہی تھی اتنی سرد کے معارج تغلق کو حیرت ہو رہی تھی۔

عشق سے کہہ دو انجان ہیں راہیں
عشق سے کہہ دو کرم نہ کرے
ابھی شناسائیوں کا موسم نہیں
عشق سے کہہ دو کچھ لمحے دے
عشق سے کہہ دو اتنا تنگ نہ کرے
مواقع اور بھی آنے ہیں زندگی میں ابھی
دلوں سے بندھی ڈور ہے کوئی
تم جو چاہو تو کھینچ لو اس کو
باندھ لو خود سے اور گھیرا تنگ کردو

یا پھر چھوڑ دو ڈور کو اور فاصلے بڑھا ڈالو

عشق کو اختیار ہے سب

جنوں کو دائرے بنانے دو

عشق سے کہہ دو ڈور بندھی ہے ایک

چاہے ان دیکھی سی کچھ انجان سی

مگر دلوں میں ربط باندھتی ہے یہ

عشق سے کہہ دو خواب دیکھنے دے

عشق سے کہہ دو ابھی وقت ہے

جیت اور ہار کی بات رہنے دو

زمانے پڑے ہیں ابھی کئی بند کواڑوں میں

دل کو پابند کرنے کی بات ابھی جانے دو

عشق سے کہہ دو

عشق سے کہہ دو

عشق کو اختیار ہے سب

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہ مدہم لہجے میں اس کی سماعتوں میں کوئی اسم پھونک رہا تھا۔لمحے خواب تھے کوئی جادو سا فضا میں تھا۔وہ اپنی آنکھیں سختی سے بھینچ گئی تھی۔جیسے وہ کسی لمحے کا حصہ بننا چاہتی تھی یا ان لمحوں کے جادو سے خوف زدہ تھی۔

”تمہیں خبر ہے نا راستے کس طرح بناتے ہیں بنا لیے ہیں تو پھر ان راستوں کو مٹا کیوں رہی ہو؟ طفل مکتب ہو؟ بات سمجھ میں نہیں آتی جان بوجھ کر مواقع ڈھونڈتی ہو فاصلے بڑھانے کے؟“ وہ قربتوں

کی کہانیاں لکھنے پر مائل دکھائی دے رہا تھا۔وہ آنکھیں سختی سے میچے سانس روکے کھڑی تھی۔تبھی دروازہ کھلا اور علیزے ہاشمی اندر داخل ہوئی تھی۔بنا دستک دیے بنا اجازت چاہے۔جیسے اسے اس کا اختیار تھا۔ان دونوں کو قریب دیکھ کر وہ کچھ جز بز کا شکار ہوئی تھی۔انائیا ملک نے اسے آنکھیں کھول کر دیکھا مگر تبھی معارج تغلق اس سے دور ہٹ گیا تھا اور علیزے ہاشمی کی سمت متوجہ ہوا تھا۔

”تم نے آنے سے پہلے فون نہیں کیا۔مجھے لگا تم بتا کر آؤ گی۔“ وہ مسکراتے ہوئے اس کی سمت دیکھتے ہوئے بولا۔

"میں چاہتی تھی تمہیں سرپرائز دوں مگر تم شاید بزی ہو۔میں پھر آجاؤں گی۔" علیزے ہاشمی نے انائیا ملک کی سمت دیکھا۔مگر انائیا ملک بنا اس کی سمت دیکھے وہاں سے باہر نکل گئی تھی۔دونوں ایک دوسرے کی سمت تکنے لگے تھے۔

...☆☆☆...

"تمہیں اندازہ ہے عدن یہ چوٹ صرف تمہاری وجہ سے لگی ہے اتنا دکھ رہا ہے پاؤں اور اس پر تم میری کوئی کیئر بھی نہیں کر رہے۔میری بات تک نہیں سن رہے۔" وہ شکوہ کر رہی تھی۔وہ بینڈیج کرتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔

"تمہیں باہر سے اٹھا کر کمرے تک لایا اپنے ہاتھ سے کھلایا' ڈاکٹر کو بلا کر دکھایا بس ایک لوری گا کر سنانے کی کسر رہ گئی تھی۔کیا آپ چاہتی ہیں وہ کمی بھی پوری کردی جائے۔" وہ تپ کر بولا وہ سر ہلانے لگی تھی پھر یکدم نفی میں گردن ہلائی تھی اور بولی۔

"عدن مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔" وہ کسی الجھن میں دکھائی دی تھی۔عدن نے اس کی سمت دیکھتے ہوئے اس کے لبوں پر شہادت کی انگلی رکھ کر گویا اسے بولنے سے باز رکھا تھا اور گہری سانس خارج کرتے ہوئے بولا۔

"یلماز کا فون آیا تھا۔وہ مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔" مطلع کیا تھا۔

"کیوں...؟" وہ چونکی ایک لمحے میں جان پر بن آئی تھی۔جانے کیا تھا یلماز کے پاس اب کہنے کو' کہیں وہ اس کی زندگی میں کوئی زہر تو نہیں گھولنا چاہتا تھا؟ یہ سوچ کر ہی اس کی جان نکلنے لگی تھی۔وہ اپنی زندگی کو اس نہج پر جانے دینا نہیں چاہتی تھی۔

تبھی عدن بیگ کی سمت دیکھتے ہوئے اس نے بہت فکر کے ساتھ اس کے شانے پر سر رکھا تھا اور بہت الجھے ہوئے انداز میں بولی تھی۔

"عدن' میں چاہتی ہوں تم میری سنو میں تم سے کوئی جھوٹ نہیں بولوں گی۔کوئی ایک حرف بھی نہیں جو ہو گا سب سچ ہو گا۔میں تمہیں گنوانا نہیں چاہتی' ٹرسٹ می۔ایک خواہش میرے دل میں مدتوں رہی ہے۔ایک گھر بنانے کی چھوٹا سا گھر اور اس گھر میں میرا بہت خیال رکھنے والا میرا ہم سفر' جو میری

ہر چھوٹی بڑی ضرورت کا خیال رکھے۔ صبح اٹھوں تو مجھے کافی بنا کر دے۔ شام کو آفس سے لوٹے تو میں اس کے لیے دروازہ کھولوں۔ اس کے دن بھر کی تھکن سمیٹ لوں۔ مگر ان بے معنی باتوں میں محبت ہو ان آنکھوں میں میرے لیے محبت ہو اور وہ آنکھیں کسی اور کی نہیں تمہاری ہوں عدن بیگ تم سے وابستہ ہیں میرے سارے خواب۔ اس گھر کے خواب اسے ساتھ سجانے کے خواب، تمہارے ساتھ رہنے کے خواب، عدن ٹرسٹ می۔ میں تمہارے ساتھ اپنی زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔ کیوں کہ مجھے تم سے محبت ہے عدن بیگ، آئی لو یو۔ آئی رئیلی لو یو۔" اس کی شرٹ کے کالر کو دونوں مٹھیوں میں بھینچے وہ اس کے شانے پر سر رکھے آنکھیں بند کیے بولتی کچھ سہمی ہوئی سی لگی تھی۔ جیسے وہ خوف زدہ تھی۔ اسے ڈر تھا اگر یلماز کمال نے کوئی کہانی گھڑ کر سنادی تو عدن بیگ اس پر یقین نہ کرلے اور اس کی زندگی میں کوئی بھونچال نہ آجائے۔ وہ بے انتہا خوف زدہ دکھائی دی تھی۔ عدن بیگ نے اس کے خوف کو بھرپور طور پر محسوس کیا تھا۔ پھر آہستگی سے اس کے گرد اپنا بازو حمائل کردیا تھا۔ شاید اس کا موڈ بدلنے کو یا اسے اس خوف کے احساس سے نکالنے کو بولا تھا۔

"تم چھوٹے سے گھر کا خواب دیکھ رہی ہو؟ ڈیٹس مین میرے پیسوں کی خاصی بچت ہونے والی ہے۔ تھینک گاڈ مجھے لگا تھا تم کسی بڑے سے کیسل کی ڈیمانڈ رکھو گی یا پھر کسی محل کی بات کرو گی۔" وہ مسکراتے ہوئے چھیڑنے لگا تھا مگر وہ اتنی خوف زدہ تھی کہ مسکرائی نہیں تھی۔ بس خالی خالی نظروں سے اسے دیکھا اور پھر اس کے کالر پر اپنی گرفت ڈھیلی کر کے اس سے دور ہٹ گئی تھی۔ عدن بیگ کو وہ کچھ عجیب لگی تھی بے انتہا ڈری، سہمی اور متفکر ایسا کیا تھا جو وہ اتنا ڈر رہی تھی؟ وہ کسی نتیجے پر پہنچ نہیں پایا تھا بس خاموشی سے اسے تکتا رہا تھا۔

...☆☆☆...

وہ دروازے میں کھڑا کچھ شکستہ حال لگ رہا تھا۔ بہت ٹوٹا، بکھرا، بکھرا سا... للّی میک نے اسے دیکھا تھا پھر اس کے قریب چلی آئی تھی۔

"تمہیں کیا ہوا؟" اس نے دامیان کو اس طرح بکھرے ہوئے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ کیا اسے خبر ہوگئی تھی کہ اس نے اناہیتا کو سب بتا دیا ہے؟ وہ سوچ ہی رہی تھی جب وہ بولا۔

"تم انابیتا سے ملنے گئی تھیں؟" وہ کچھ بول نہیں سکی تھی۔

"تم نے اچھا کیا اسے سب بتا دیا میں بھی ایسا ہی چاہتا تھا للّی وہ سب جانے اور پھر چاہے جو بھی کرے۔بعض اوقات کسی اچھے مقصد کے لیے جھوٹ بولنا بھی اچھا نہیں ہوتا۔اس صورت میں جب اس جھوٹ سے کسی کا فائدہ نہیں ہو رہا تھا۔سو اس کا ختم ہوجانا ضروری تھا۔اگر تم اس کا اختتام نہ کرتیں تو شاید میں خود کردیتا۔"

"شاید۔" وہ مدھم لہجے میں بولی۔

"اوں...!" وہ پرعزم دکھائی دیا تھا۔اپنے ٹوٹے ہوئے حوصلے کے ساتھ بھی۔

"شی از گوئنگ ٹو انگلینڈ' اس کے پاس پرائز ہیں راستے کھلے ہیں یہی مناسب بھی ہے۔مجھے اس کی راہ نہیں روکنا چاہیے اس نے ٹھیک کہا۔میں اپنے ارد گرد رشتوں کا غلط استعمال کر رہا ہوں۔فائدہ اٹھا رہا ہوں۔ مجھے ایسا کرنا ترک

کردینا چاہیے۔سو کبھی غلط کہنے کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔اس کی ہر بات صحیح ہے۔میں اسی پر متفق ہوں غلطی میری ہے' مگر میں تم سے بھی مخلص نہیں ہوں۔میں نے تم کو بھی اپنے مطلب کے لیے استعمال کیا۔" وہ شرمندہ دکھائی دے رہا تھا۔وہ پلٹ کر جانے لگا للّی نے اس کا ہاتھ تھاما تو وہ رک گیا۔للّی اس کے سامنے آئی۔

"تم نے جو بھی کیا محبت کے لیے کیا اور محبت میں کچھ صحیح غلط نہیں ہوتا محبت میں سب جائز ہوتا ہے۔تمہیں مجھ سے معافی مانگنے کی ضرورت نہیں ہے تم اگر میرے مجرم ہوتے بھی تو میں تمہیں دس خون معاف کردیتی۔محبت دل کو کشادہ کرتی ہے اور میری عدالت میں تم مجرم کبھی نہیں ہوسکتے۔" وہ مدھم لہجے میں کہہ رہی تھی۔وہ بغور دیکھنے لگا۔

"للّی کاش میں تم سے محبت کرسکتا تم بہت اچھی لڑکی ہو تمہارا دل بہت خوب صورت ہے۔اگر مجھے خود پر یا دل پر کچھ اختیار ہوتا تو میں اپنی محبت کو تمہارے نام وقف کردیتا۔میں تم سے اب بھی محبت کرتا ہوں۔مگر یہ محبت اس محبت سے کچھ الگ ہے۔اس محبت کے ہزارہا کرم ہیں' ستم الجھاوے اور

پچھتاوے ہیں۔مگر اس محبت میں کوئی شرط نہیں۔نا کوئی غرض۔" وہ بہت مدھم لہجے میں کہہ رہا تھا۔وہ اسے تسلی دینا چاہتی تھی تبھی بولی۔

"وہ تمہاری طرف پلٹ کر ضرور آئے گی دامیان سوری، محبت کا بہاؤ عجیب ہے۔اسے بہنے سے روکو تو رکتا نہیں اور جب خود کی مرضی آئی تو الٹی سمت بہنے لگتا ہے۔مجھے یقین ہے انابیتا کی محبت کا رخ تمہاری طرف ضرور ہو گا وہ ضدی ہو رہی ہے۔انا پرست بن رہی ہے مگر جب اس کا دل اس کی مخالفت کرے گا تو وہ تم سے مخالفت نہیں کر پائے گی۔" وہ پر یقین دکھائی دی تھی۔ مگر اب جیسے اس سے دامیان سوری کو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا یا پھر وہ یہ سن کر بہل نہیں سکتا تھا۔

"دل ایک ضدی بچہ ہے اسے جو چاہیے بس چاہیے، یا پھر نہیں چاہیے۔" وہ بہت پھیکے انداز میں مسکرا دیا تھا۔للّی میک کو ان آنکھوں کی ویرانی صاف دکھائی دے رہی تھی۔

"آئی وش، میں تمہارے لیے کچھ کر سکتی۔" وہ خود کو ہیلپ لیس فیل کر رہی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اگر کر سکتی تو کیا کرتیں؟" وہ مسکرایا تو للّی میک نے اس کی سمت دیکھا تھا۔پھر جانے کیوں اس کی سمت نہیں دیکھ پائی تھی۔شاید وہ اسے اس طرح ہارا ہوا نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔

"کر سکتی تو سب کرتی دامیان، وہ بھی جو ممکن ہے اور وہ بھی جو نا ممکن ہے۔' وہ محبت کی زبان بول رہی تھی۔دامیان سوری نے اسے بغور دیکھا۔پھر مدھم لہجے میں جیسے کوئی سرگوشی کی تھی۔

"اور وہ، وہ تمہارے جیسی کیوں نہیں... وہ ایسے کیوں نہیں سوچتی۔" وہ اسے سوچ کے زاویے بدلنے پر مجبور کر رہی تھی۔للّی میک نے نفی میں سر ہلا دیا تھا۔

"وہ شاید اس سے بھی زیادہ کر سکتی ہے کیونکہ تم اسے چاہتے ہو مگر وہ فی الحال تم سے خفا ہے اور ناراضگی میں بلا وجہ کی مخالفت کرنے کی ٹھانے ہوئے ہے۔" وہ اسے بھرپور طور پر ڈی فنڈ کر رہی تھی مگر دامیان نے اس کی نفی کرتے ہوئے سر انکار میں ہلا دیا۔

"وہ تم جیسی نہیں ہے للّی میک وہ سب نہیں کر سکتی چاہے وہ ممکن ہو یا نا ممکن۔وہ ممکن کو نا ممکن کر سکتی ہے مگر نا ممکن کو ممکن کرنا اس کے بس کی بات نہیں۔اس میں شاید کچھ بھی خاص نہیں ہے۔مگر پھر بھی اسے کوئی بات خاص بناتی ہے اور وہ شاید میری محبت ہے کیونکہ میں اس سے محبت کرتا ہوں سو وہ رعایتوں کی حقدار بن رہی ہے۔" وہ صاف گوئی سے بولا تھا اور وہ کچھ نہیں کہہ پائی تھی۔

...☆☆☆...

معارج تغلق کی مصروفیت کچھ عجیب تھی ان دنوں۔وہ صبح روز آجاتی اور پھر رات گئے تک معارج تغلق کہیں دکھائی نہیں دیتا تھا۔علیزے ہاشمی جیسے جزئیات اور کلیات پر مکمل اختیار رکھتی تھی۔انائیا ملک کے لیے یہ صورت حال جھیلنا آسان نہیں تھا۔وہ اس سے کٹ کر رہ رہی تھی مگر اس کے باوجود وہ اس سے خود کو الگ نہیں کر پا رہی تھی۔اگر چہ اس نے ٹھان لی تھی کہ وہ واپس جا کر پلٹ کر اس کی سمت دیکھے گی بھی نہیں۔مگر اس کے باوجود بھی

جانے کیوں ہر وقوع پزیر ہونے والی شے سے اسے فرق پڑ رہا تھا۔شام ڈنر پر وہ دکھائی دیا تھا تو بھرپور وضاحت دی تھی۔

"علیزے ہاشمی کی کمپنی ہمیں بزنس دے رہی ہے۔میں نے ایک کمپنی یہاں رجسٹرڈ کروا دی ہے۔اس برانچ کے لیے حارث کی خدمات لوں گا۔" وہ شاید اسے تمام تفصیل بتا کر اس کا دھیان اس ایک نقطے سے ہٹانا چاہتا تھا کہ وہ اس سے کیوں "ملتی" ہے یا پھر وہ اس کے ساتھ اتنا وقت کیوں گزارتا ہے۔ انائیا ملک نے کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔

"تم ٹھیک ہو؟" اپنی طرف متوجہ نہ پا کر وہ گویا ہوا تو انائیا ملک نے اس کی سمت دیکھے بنا سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔وہ کھا نہیں رہی تھی بس ٹیبل پر موجود تھی اور کھانے کی پلیٹ سے کھیل رہی تھی۔

"تم کھا نہیں رہیں؟" وہ بھرپور نظر اس پر رکھے تھا۔

"میں کھا رہی ہوں آپ کو اس کے لیے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ جتاتے ہوئے بولی۔دونوں کے درمیان کچھ دیر خاموشی رہی تھی پھر معارج تغلق نے اس خاموشی کو توڑنا ضروری خیال کیا تھا۔

”ایلکس کی شادی کی تیاریاں کیسی چل رہی ہیں؟“

”سب ٹھیک ہے۔“ وہ مختصر جواب دے کر اٹھنے لگی تھی۔معارج تغلق نے ہاتھ پکڑ کر دوبارہ بٹھا دیا تھا۔

”کم آن تم سے یہ ایک پلیٹ ختم نہیں ہو رہی۔مجھے زیرو سائز وائف نہیں چاہیے۔وائف کو وائف لگنا چاہیے ماڈل نہیں۔تمہیں ڈائٹ کی نہیں ڈھنگ سے کھانے کی ضرورت ہے۔“ وہ ہزبینڈ ہونے کا احساس دلا رہا تھا۔وہ اسے اپنے زاویے میں دیکھنے کا خواہاں تھا مگر وہ سنی ان سنی کر رہی تھی۔اس کی سمت متوجہ بھی نہیں تھی۔

”کیا کیا تیاریاں چل رہی ہیں... ٹائم شارٹ ہے نا؟ میں نے ایلکس سے کہا تھا تم بڑی ذمہ داری میری وائف کو سونپ رہے ہو مگر اس کے ساتھ مجھے یقین بھی تھا کہ تم سب کچھ بہت اچھے سے ہینڈل کر سکتی ہو۔“ وہ اس پر

مزیدار دو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مکمل اعتماد کرتا تھا۔انائیا ملک نے کوئی جواب نہیں دیا اور اسے اجنبی پا کر وہ بغور تکنے لگا پھر آہستگی سے پکارا۔

”انائیا...!“

”ہوں...!“ وہ سر اٹھا کر دیکھنے لگی۔

”تم ہر آہٹ پر نظر رکھتی ہو تو پھر خود کو اتنا اجنبی ظاہر کیوں کر رہی ہو؟“

”کیا مطلب؟“ انائیا ملک چونکی۔

”مطلب یہ انائیا تغلق اگر ایک پہلی آواز پر تم میری طرف متوجہ ہو سکتی ہو تو پھر یہ بے خبر ہونے کی بھرپور کوشش کیوں کر رہی ہو؟“ وہ جتاتے ہوئے بولا تھا۔وہ خاموشی سے دیکھ کر رہ گئی تھی پھر پلیٹ کھسکا کر گویا اعلان کیا تھا کہ وہ مزید نہیں کھا سکتی۔اٹھنے کا قصد کیا پھر معارج تغلق بھی چیئر کھینچ کر اٹھا اور پھر اس کا ہاتھ تھام کر ٹاپ فلور پر لے آیا۔وہ سمجھ نہیں پائی تھی وہ اسے یہاں کیوں لایا تھا۔تبھی اسے حیرت سے الجھ کر دیکھا۔پھر نگاہ اوپر اٹھی اور تاروں سے بھرا آسمان کاتھال تھا جیسے جو اس کے سر پر کسی نے جیسے الٹا کر دھر دیا تھا۔وہ محو سی تکنے لگی تھی۔

"یہاں موسم اتنی فیور کم کم ہی کرتا ہے۔زیادہ تر آسمان اس طرح دیکھنا ممکن نہیں۔بادلوں سے سارا منظر ڈھکا رہتا ہے۔مگر کبھی کبھی بہت خوب صورت منظر دیکھنے کو ملتا ہے۔میں چاہتا تھا تم ان تاروں کو میری نظروں سے دیکھو۔"

انائیا ملک نے اسے ایک نظر دیکھا تھا۔اگر کوئی اور وقت ہوتا تو وہ اسے بھرپور نظر سے دیکھتی۔ مگر اس لمحے اس کے لیے اس منظر میں کوئی کشش نہیں تھی۔وہ پلٹ کر واپس جانے لگی تو معارج تغلق نے اس کی کلائی تھام لی۔وہ پلٹ کر اس کی سمت تکنے لگی تھی۔وہ بغور اس کی سمت دیکھ رہا تھا۔ نگاہ میں کوئی خاص تاثر تھا یا نہیں وہ جاننا نہیں چاہتی تھی۔تبھی اس کی سمت سے نگاہ چرا گئی تھی۔معارج تغلق نے بہت آہستگی سے اسے اپنے قریب کیا اور اس کے گرد بازوؤں کا گھیرا بنا لیا اور پھر ہاتھ کی مدد سے اس کی گردن آسمان کی طرف اٹھا دی۔

"ان ستاروں کو دیکھو سب الگ الگ سمتوں میں بکھرے ہوئے ہیں مگر اس کے باوجود وہ ایک دوسرے سے جڑے ہیں۔کوئی ایک تارا کسی دوسرے کے بہت قریب ہے اور اس قربت کا احساس انوکھا ہے۔دیکھو تمہیں نہیں لگتا

اس تارے کی روشنی اس ساتھ والے تارے کے باعث ہے اگر وہ قریب والا تارا کہیں دور چلا جائے تو پھر اس تارے کی وقعت کیا ہوگی؟" اس کے کان کے قریب مدھم سرگوشی کی تھی۔

"غور سے دیکھو تو پتا چلتا ہے ان دونوں تاروں میں باہمی ربط ہے اور دوسرا تارا بھی جانتا ہے کہ اس کی اہمیت دوسرے تارے کی زندگی میں کتنی ہے اور کس نوعیت کی ہے۔" وہ اشارے کنایوں میں کچھ سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔مگر انائیا اس کی سمت سے جیسے کان بند کرلینے کی خواہاں تھی۔وہ ان تاروں کی سمت دیکھنے کی بجائے نگاہ پھیر کر دوسری سمت دیکھنے لگی تھی۔ معارج تغلق کی قربت اس کی خوش بو اس کے اطراف تھی۔اس کی موجودگی اس کے گرد دائرہ بنا رہی تھی اور وہ خود میں اس دائرے کو توڑنے کی ہمت نہیں پاتی تھی۔

"اشاروں کنایوں کو سمجھو جاناں' یہ کہانیاں بے معنی نہیں ہیں۔میں جانتا ہوں تم اتنی بے وقوف نہیں ہو کہ سمجھ نا پا رہی ہو۔تم اندیشوں کو بھلا دو گی تو شاید تمام زاویے بدل جائیں گے تم اپنے اندیشوں میں اپنے دل کی دھڑکنوں

کو نظر انداز کررہی ہو۔مجھے اس دل میں دھڑکتی خواہشوں کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔تم اس شعور کو دبا نہیں سکتیں مسز انائیا تغلق۔“ وہ مدھم سرگوشی اس کے کان کے قریب کررہا تھا۔انائیا ملک اس کی سمت سے اپنی سماعتیں بند کر لینا چاہتی تھی مگر وہ اس شعور سے کان بند نہیں کرسکتی تھی جو اس کے اندر تھا۔

”ان دھڑکنوں میں کوئی شکایت ہے اور وہ شکایت مجھ سے ہے، تمہیں مجھ سے جو شکوے کرنا ہیں وہ تم مجھ سے کرو۔“ اس کے گداز لبوں پر شہادت کی انگلی رکھی تھی۔

”ان لبوں پر خاموشی کا کوئی بوجھ ہے، ان لفظوں کو دبانا ٹھیک نہیں۔اپنے اندر کے شور کو راہ دو انائیا تغلق۔“ وہ لہجہ خاص، نظروں میں کوئی بات تھی مگر وہ اعتبار نہیں کرسکتی تھی تبھی بہت آہستگی سے اس گرفت کو اپنے گرد سے ہٹایا اور پھر بنا پلٹ کر اس کی سمت دیکھے نکلتی چلی گئی تھی۔

...☆☆☆...

”تم سے کوئی ملنے آیا ہے انابیتا!“ ممی نے اسے آکر بتایا، اس سے پہلے کہ وہ پوچھتی ممی وہاں سے جاچکی تھیں۔وہ بے دلی سے اٹھی اور آگئی تبھی مسز سوری کو وہاں دیکھ کر وہ کچھ حیران ہوئی تھی۔

”آنٹی آپ؟“ مسز سوری نے اٹھ کر اس کی پیشانی پر پیار کیا۔

”میرا دل تم سے ملنے کو چاہ رہا تھا، تم نے کئی دنوں سے چکر نہیں لگایا۔ دامیان کی منگنی کا بہانہ تھا تو تم روز آجایا کرتی تھیں، مجھے تمہاری کچھ عادت ہوگئی تھی۔“ وہ نرمی سے مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

انابیتا بیگ کو مروتاً مسکرانا پڑا۔مسز سوری نے اسے اپنے سامنے بٹھایا تھا اور اس کا ہاتھ تھامتی ہوئی بولی تھیں۔

”انابیتا بیٹا! مجھے تم سے ایک بات کرنا تھی، تم پر کوئی دباؤ نہیں ہے، تم اپنی زندگی کے فیصلے لینے میں آزاد ہو مگر میں چاہتی ہوں تم کوئی بھی فیصلہ لینے میں اتنی جلدی مت کرو اگر کوئی فیصلہ لینا ہی ہے تو دوبار سوچو۔ایک بار سوچنا نئی راہ کھولتا ہے اور دوسری بار سوچنا اس راہ کو آسان کرتا ہے۔“ وہ

کچھ کہنے کے لیے تمہید باندھ رہی تھیں‘ وہ جانتی تھی کہ وہ کیا کہنے آئی ہیں‘ دامیان سوری آہستہ آہستہ اپنے تمام مہرے استعمال کررہا تھا۔

”آنٹی! آپ دامیان کے بارے میں بات کرنے آئی ہیں؟“ وہ پوچھنے لگی تو مسز سوری نے اسے بغور دیکھا‘ پھر نرمی سے مسکرادیں۔

”میں دامیان کے کہنے سے نہیں آئی‘ میں تمہارے لیے آئی ہوں‘ اپنی مرضی سے آئی ہوں۔وہ خوش نہیں ہے مگر وہ مزید کوششوں کے لیے خود کو تیار نہیں پاتا۔ایک تھکن ہے اس کے وجود پر اور میں خوف زدہ ہوں یہ تھکن اس رشتے کو ختم نہ کردے۔اس میں میری غرض سمجھو یا کچھ بھی مگر مجھے تم دونوں کی خوشی عزیز ہے۔دامیان سوری تھوڑا جذباتی ہے‘ منہ پھٹ ہے مگر اس کا دل بہت شفاف ہے‘ تم سے بے انتہا محبت کرتا ہے وہ‘ اس محبت کا انت نہیں ہے‘ میں ایک بار پہلے بھی اس گھر کی دہلیز پر اس کا پروپوزل لے کر آئی تھی مگر تب مجھے خالی ہاتھ لوٹنا پڑا تھا‘ تبھی اس بار کسی پروپوزل کے ساتھ نہیں آئی مگر ایک ماں ہونے کے ناتے تم سے ملنا چاہتی تھی‘ تم دامیان سوری کو ایک موقع ضرور دو۔اس نے جو بھی کیا وہ تمہارے لیے ہے‘

اسے صحیح یا غلط کی خبر نہیں‘ تم نے اس کی زندگی کو بدل دیا ہے۔مجھے اور اس کے ڈیڈی کو لگا تھا وہ اگلے دس سال لے گا زندگی میں کچھ بننے کے لیے۔ اس کے ڈیڈ سے اس کی ہمیشہ مخالفت رہتی تھی‘ وہ اپنے راستے بنانا چاہتا تھا۔ کچھ الگ سے کرنا چاہتا تھا مگر تمہیں پانے کی لگن میں اس نے اپنے ڈیڈ سے وہ مخالفت بند کردی‘اس بزنس کو آگے بڑھانے کا ارادہ کیا‘ کچھ عرصہ میں اپنے ڈیڈ کو بھرپور فائدہ پہنچایا۔ایسا تمہارے باعث ہوا وہ خالی ہاتھ تمہاری ذمہ داری نہیں لے سکتا تھا۔اسے تمہیں اپنی زندگی میں شامل کرنے کا جنون تھا اور اس جنون کو اس نے سمت دی‘ اس نے تم سے چاند تارے قدموں میں رکھنے کا کوئی وعدہ نہیں کیا مگر اتنا ہوا کہ وہ اپنے قدموں پر کھڑا ہوگیا تاکہ تمہیں دنیا کی ہر خوشی دے سکے۔تم اس کی زندگی میں تبدیلیوں کا باعث ہو‘ میں اس کی ماں ہوں اگر میں اس تبدیلی کی وجہ کو محسوس کررہی ہوں تو یہ غلط نہیں ہوسکتا۔اگر تمہاری اس سے کچھ مخالفت رہی تھی تو وہ صرف وقتی ہوگی۔میں نے کبھی اس کی زندگی میں کسی لڑکی کو نہیں دیکھا‘ وہ بہت صاف نقطہ نظر رکھتا ہے جب وہ للی کے ساتھ تھا تو ہم گھر والوں کو اس کے بارے

میں علم تھا' وہ اکثر للی اور دوسرے دوستوں کو گھر بھی لاتا تھا' للی کے علاوہ اس وقت اور کوئی اس کی زندگی میں نہیں تھا پھر اسے تم سے محبت کا ادراک ہوا تو وہ للی سے بھی دور ہو گیا۔تم شاید اس کا اعتبار کر نہیں پا رہی ہو' مگر ہمیں محبت کو اپنے ہر صحیح اور غلط کے ساتھ قبول کرنے کی صلاحیت رکھنا چاہیے' اس کو موقع دو' کوئی بھی پرفیکٹ نہیں ہوسکتا مگر وہ بہت سی باتوں میں بہت بہتر ہے۔وہ ایک راہ اپنالے تو وہ اس راہ کو نہیں چھوڑتا۔تم اس کی زندگی کی منزل ہو' میں چاہتی ہوں اس کے قدم سے قدم ملا کر چلو۔اسے سمجھو' موقع دو' محبت کو آزمائش پر پرکھنا محبت کی نفی کرتا ہے۔تم محبت کو جھٹلا کر شاید خود بھی خوش نہیں رہ پاؤ گی۔میں ماں ہوں تمہاری آنکھوں کو بھی پڑھ سکتی ہوں' میں جانتی ہوں یہ ویرانی سی جو آنکھوں میں چھائی ہے بے معنی نہیں ہے۔زندگی میں گنجائش دینا بہت ضروری ہے۔" مسز سوری نے کہا اور وہ خاموشی سے ان کی سمت تکنے لگی تھی۔

...☆☆☆...

للی واپس جارہی تھی' اس لیے ایکسل نے ڈنر کا پلان بنایا تھا' انابیتا کو بھی فون آیا تھا مگر وہ جانا نہیں چاہتی تھی مگر للی خود لینے پہنچ گئی تھی۔

"میں واپس جارہی ہوں' یہ ڈنر میرے لیے رکھا گیا ہے' مجھے خوشی ہوگی اگر تم آؤ۔" وہ دوستانہ انداز میں مسکرائی تھی۔

"اگرچہ تم بھی جلد لندن آرہی ہو اور وہاں ملنا ملانا رہے گا۔مگر جانے سے پہلے مل بیٹھنے میں کیا حرج ہے؟ دوستوں میں یہ مواقع کم کم ہی تو ملتے ہیں اور یوں بھی اب تم سے دوستی ہوگئی ہے تو میں چاہتی ہوں کچھ اور لمحے یادگار ہوجائیں۔" وہ نرمی سے مسکرارہی تھی ہر ایک کے دل میں کچھ نہ کچھ گنجائش تھی' ہر ایک میں کچھ لچک تھی تو پھر وہ کیوں کل کے واقعات کو اس تسلسل سے اپنے اندر جمائے بیٹھی تھی کہ ان مناظر کے علاوہ کوئی اور منظر اسے دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

وہ للی میک کو انکار نہیں کرسکی تھی' اس کے ساتھ چلتے ہوئے وہ اپنے اندر کو کوئی سوچوں میں گھرا پا رہی تھی۔

وہ تنہا تھی، خالی ہاتھ چل رہی تھی، اس کے لیے کوئی نگاہ منتظر نہیں تھی۔کوئی نگاہ اس کے لیے پلکیں نہیں بچھارہی تھی۔اس کے سامنے کوئی راستے نہیں رکھ رہا تھا۔کوئی دل اس کے لیے دھڑک نہیں رہا تھا۔مگر وہ خوش تھی، وہ جانتی تھی جس کے لیے اس کا دل دھڑکتا ہے وہ دل کسی اور کے لیے دھڑکتا ہے کس کے لیے دھڑکتا ہے۔وہ اس سے بھی واقف تھی اور وہ یہ سب جانتے ہوئے بھی یہاں اس کے ایک بار بلانے سے سات سمندر پار آگئی تھی۔اس کی مدد کرنے کو اپنی بے لوث محبت میں۔

محبت کا دل بڑا ہوتا ہے۔محبت پھیلا ہوا ہاتھ نہیں، دینے والا ہاتھ ہے۔وہ کیا دے رہی تھی؟ وہ اپنے اندر کے سناٹوں کو بھرپور طور پر محسوس کررہی تھی۔ بے دھیانی میں قدم لڑکھڑایا تھا، وہ گرنے کو تھی جب کسی نے اسے تھام لیا تھا، اناہیتا بیگ نے سنبھل کر دیکھا، وہ چہرہ شناسا تھا۔

وہی جو ہمیشہ اس کے اردگرد رہا تھا، وہ نگاہ جو اس کو دیکھنے کو ہمیشہ متلاشی رہی تھی، وہی نظر جو اسے ہر جگہ ڈھونڈتی تھی۔

وہ دامیان سوری تھا۔اس کے بازوؤں کا گھیرا اس کے گردتنا تھا۔وہ ہمیشہ اس کے گرد موجود رہتا تھا، کیوں؟ وہ سر اٹھا کر اس کی آنکھیں دیکھنے لگی تھی۔نگاہ ایسے دیکھ رہی تھی جیسے پہلی بار دیکھ رہی ہو، دامیان سوری کو اس کا انداز پُراسرار اور کچھ اجنبی لگا تھا۔

"کیا ہوا؟" وہ پوچھ رہا تھا مگر اناہیتا کچھ نہیں بولی تھی بغور اس چہرے کو ان آنکھوں کو تکتی رہی تھی پھر ہاتھ بڑھا کر ان آنکھوں اور اس چہرے کو چھوا تھا، جیسے وہ یقین کرنا چاہتی تھی اسے اندازہ نہیں تھا وہ اس وقت ایک پبلک پلیس پر تھی اور اس کے اردگرد صرف ایکسل یا للی میک نہیں تھی اور بھی کئی لوگ تھے۔

تم ہو ساتھ میرے، تم ہو پاس میرے

تم کو جتنا محسوس کروں

اتنا ہی پا بھی لوں

تم ہو میرے لیے

میرے لیے ہو تم یوں

خود کو میں ہار گیا

تم کو، تم میں جیتا ہوں

انابیتا ارد گرد سے یکسر بے خبر تھی، جیسے اس کا رابطہ باہر کی دنیا سے بالکل نہیں تھا یا پھر وہ اپنے اندر کی کھوج میں مگن تھی۔اپنے اندر کے جہانوں میں بھٹک رہی تھی۔الجھے ہوئے لفظوں کے معنی تلاش کررہی تھی، دامیان سوری نے بہت آہستگی سے اس کے گرد سے اپنے بازوؤں کا حصار ہٹایا تو وہ اس کے انداز پر حیران تھا۔وہ نگاہ جیسے کسی شے کی کھوج کررہی تھی، وہ اس کی سمت سے نگاہ پھیر گیا تھا مگر انابیتا بیگ نے اس کی سمت دیکھنے کا ارادہ ترک نہیں کیا تھا۔

وہ اس کے ہم قدم تھی، اس سے پہلے اس نے اس کے ہمراہ چلنے کا تجربہ اس طور نہیں کیا تھا، اس کے سنگ قدم اٹھاتے ہوئے اس کی اندر ایک نئی راہ

بن رہی تھی۔اس سے پہلے ایسا کیوں نہیں ہوا تھا یا پھر اس نے محسوس نہیں کیا تھا؟

''تم ٹھیک ہو انابیتا!'' اس کے لیے چیئر کھینچ کر وہ اس کے بیٹھنے کا منتظر تھا۔اس نے کوئی جواب نہیں دیا، بس خاموشی سے اسے دیکھا وہ جسمانی طور پر ان کے درمیان موجود تھی مگر درحقیقت وہ اپنے اندر کے الجھاوؤں میں گم تھی، للی میک اور دامیان شاید اس کی کیفیت سمجھ رہے تھے۔تبھی اس کا دھیان بٹانے کو وہ ادھر اُدھر کی باتیں کررہے تھے۔ایکسل ہمیشہ کی طرح چٹکلے چھوڑ رہا تھا، وہ ہنس رہے تھے وہ خاموشی سے اس منظر کو خالی خالی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

''انابیتا تم کھانا نہیں کھارہیں؟'' للی نے اسے متوجہ کیا تھا۔وہ خالی نظروں سے اسے دیکھنے لگی تھی تبھی وہ بولی تھی۔

''تم نے سنا، اسے لڑکی پسند آئی ہے اور لڑکی بھی کون، ہماری کلاس میٹ رامیہ! آہ... کہاں رامیہ اور کہاں ہمارا یہ انوکھا لاڈلا، ایکسل تمہاری شامت

آئی ہے؟ کہتے ہیں گیدڑ کی جب شامت آتی ہے تو شہر کا رخ کرتا ہے تم نے رامیہ کو چنا؟" وہ ہنسنے لگی تھی۔

"ایکسل کا قصور نہیں، محبت اندھی ہوتی ہے۔" دامیان سوری نے انابیتا بیگ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔"محبت کو کچھ دکھائی نہیں دیتا، زیادہ قریب کی چیزیں بھی نہیں۔" وہ ذومعنی لہجے میں کہہ رہا تھا یا اس پر طنز کررہا تھا۔

"مجھے خوشی ہے انابیتا جلد مجھے چھٹی دینے کو میرے ساتھ لنڈن میں ہوگی، تم تو یہاں تنہا رہ جاؤ گے دامیان۔ایکسل تو تمام وقت رامیہ کو دے گا۔تم کیا کرو گے؟" للی کو اس کی فکر ہوئی تھی، جانے کیا ہوا تھا کہ وہ یک دم ہی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"کیا ہوا...؟" للی نے اس کی سمت دیکھا۔

"مجھے جانا ہے۔" کہتے ہی وہ وہاں سے نکل آئی تھی۔اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا، ذہن بہت الجھا ہوا تھا، وہ صحیح تھی یا غلط وہ اس کا فیصلہ نہیں کرپارہی تھی۔

...☆☆☆...

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہ کافی بنا کر اوپر آئی تو وہ سامنے کھڑا دکھائی دیا تھا پارسا کو اس کا انداز کھویا کھویا اور الجھا دکھائی دیا تھا۔وہ پاس آن رکی اور کافی کا کپ اس کی سمت بڑھادیا تھا۔عدن بیگ بنا چونکے اس کی سمت دیکھنے لگا تھا۔

"تمہیں حیرت نہیں ہوئی مجھے دیکھ کر؟ مجھے تو لگا تم خود میں اتنے گم ہو کہ کسی طرف کی خبر ہی نہیں۔" پارسا نے کہا تھا وہ مسکرادیا تھا۔

"تمہارے معاملے میں اتنا بے خبر نہیں ہوں، تم نے کافی صرف میرے لیے بنائی، اپنے لیے نہیں؟"

"مجھے ضرورت محسوس نہیں ہورہی تھی، یوں بھی آج کل نیند کم آتی ہے۔" وہ صاف گوی سے بولی تو عدن نے اسے بغور دیکھا۔

"تمہارے پاؤں کا درد اب کیسا ہے؟"

"ٹھیک ہے، تم یلماز کمال سے ملنے والے تھے؟" وہ اصل مدعے پر آئی۔عدن بیگ نے اسے بغور دیکھا، وہ کچھ متجسس لگ رہی تھی جو کہ درحقیقت اس کی عادت میں شامل نہیں تھا، ایسا کیا تھا جو وہ جاننا چاہتی تھی۔

"نہیں ارادہ تو تھا مگر پھر میری ضروری میٹنگ نکل آئی، تم چاہتی ہو میں اس سے ملوں؟" وہ اس سے پوچھنے لگا۔

"یہ آپ مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو؟" وہ چونکی۔ "اگر آپ کو اس سے ملنا ہے تو مل لیں۔ نہیں تو میں آپ کو کیوں فورس کرنے لگی۔" وہ جتاتے ہوئے بولی تھی۔ وہ کافی کا سپ لے کر اس کی سمت دیکھنے لگا تھا۔

"پارسا! تم مجھے پری سی لگتی تھیں تمہیں اپنی زندگی میں شامل کرنے کی خواہش تھی میرے دل میں۔ تم میری زندگی کا حصہ بھی بن گئیں مگر کہیں کچھ ہے جو سکون نہیں لینے دے رہا۔ میں نہیں چاہتا یہ رشتہ صرف دباؤ میں آ کر لوں، ایسا نہیں ہے کہ مجھے تم پر اعتبار نہیں ہے مگر میں دوسرا رخ بھی دیکھنا چاہتا ہوں، اگر یلماز کمال سے ملتا ہوں تو اس میں دخل اس بات کو نہیں ہو گا کہ اعتبار نہیں یا تم پر بھروسہ نہیں شاید

تم پر بھروسہ بہت زیادہ ہے خود سے بھی زیادہ مگر کسی کی سن لینا برا نہیں۔ گھر والے شادی کی بات کر رہے ہیں، تاریخ فکس ہو رہی ہے، مگر میں کچھ وقت لینا چاہتا ہوں اور تمہیں بھی کچھ وقت دینا چاہتا ہوں، مجھے غلط مت سمجھو پارسا چوہدری! مگر تمہیں وقفہ دینا چاہتا ہوں میں چاہتا ہوں تم آزادی سے فیصلہ لو خوشی سے نا کے دباؤ سے۔" وہ کس نہج پر سوچ رہا تھا؟ پارسا چوہدری سمجھ نہیں پائی تھی، مگر اس کا دل بہت ڈر رہا تھا۔

یلماز کمال سے کچھ بھی امید رکھی جا سکتی تھی۔ اگرچہ اس کے ہاتھ اس کی کوئی کمزوری نہیں تھی اور پہلے سے عدن بیگ کو سب بتا چکی تھی مگر عدن بیگ کو ملنے کی دعوت دینا ضرور کسی خاص پہلو کو ظاہر کرتا تھا۔ یلماز کمال اسے پانے کے لیے کچھ بھی کر سکتا تھا۔ اس کا دل جانے کیوں ڈر رہا تھا، تبھی بولی تھی۔

"آپ یلماز کمال سے مت ملیں۔" اپنے اندر کسی خوف سے ڈر کر وہ بولی تھی۔ عدن بیگ چونک کر اسے دیکھنے لگا تھا۔

"میں نہیں چاہتی، آپ اس سے ملیں۔" وہ بے انتہا الجھی دکھائی دی۔ وہ خاموشی سے دیکھ کر رہ گیا۔

...☆☆☆...

"مجھے تمہاری فکر ہورہی تھی، تم جس طرح وہاں سے نکل کر آگئی تھیں، میں رہ نہیں پایا۔" وہ صاف گوئی سے اس کے سامنے کھڑا بول رہا تھا۔اناہیتا بیگ کو اسے سامنے دیکھ کر جیسے کوئی حیرت نہیں ہوئی تھی مگر اس کے باوجود وہ ابھی خود سے نبرد آزما تھی کہ باہر سے کوئی واسطہ بن نہیں رہا تھا۔

"تم ٹھیک ہو نا؟" دامیان سوری نے پوچھا تو اس نے سر اثبات میں ہلادیا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔" وہ مدھم لہجے میں بولی۔

"جان سکتا ہوں اچانک سے کیا ہو گیا تھا تمہیں؟ مجھے تو اب بھی تم مکمل ہوش میں نہیں لگ رہی ہو کہیں تم نیند کی گولیوں کا استعمال تو نہیں کررہی ہو؟" کسی خدشے کے پیش نظر وہ بولا تو اس نے سر نفی میں ہلادیا۔

"میں گھر سے دور کبھی نہیں رہی پھر ایسے میں اتنی دور سب سے بہت دور جانے کا فیصلہ کرنا کچھ آسان نہیں۔میں صرف یہ سوچ کر اتنی پریشان ہورہی ہوں کہ ان کے انجانے دیس میں کیا کروں گی؟ کیسے الگ رہوں گی میں ان سے۔"وہ بات بناتے ہوئے بولی تھی۔دامیان سوری اسے خاموشی سے دیکھنے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

لگا۔جیسے وہ اس کے جواز سے اختلاف رکھتا ہو' یا پھر متفق نہ ہو یا کسی اور وجہ کو جاننے کا خواہاں ہو جو وہ بتانے سے گریز کررہی تھی۔

"لڑکیوں کا مائنڈ تو شاید اس کے لیے سیٹ ہوتا ہے' انہیں کبھی نہ کبھی الگ تو ہونا پڑتا ہی ہے۔" وہ جتاتے ہوئے بولا۔وہ جو اس کی سمت متواتر دیکھ رہی تھی نگاہ ایک لمحے میں چراگئی تھی۔

"مگر وہ ایک بات ہوتی ہے' وہ صرف ایک صورت میں ہوتا ہے جب لڑکی کی شادی ہورہی ہو۔اس کے لیے اس کا مائنڈ سیٹ ہوتا ہے مگر اس کے باوجود معاملہ ہو بھی سکتا ہے اگر تم چاہو تو..." وہ جتاتے ہوئے بولا۔وہ چونک کر دیکھنے لگی۔کیا وہ اسے کوئی پیشکش کررہا تھا؟ وہ ابھی سوچ ہی رہی تھی جب وہ بولا۔

"تم کوئی اچھا لڑکا دیکھ کر شادی بھی کرسکتی ہو۔" اس کی بات اسے چونکا گئی تھی تو کیا اس نے بیچ میں راستہ بدل لیا تھا۔

کیا وہ واقعی امید توڑ چکا تھا اور اس کے بدل جانے سے اسے کیوں فرق پڑ رہا تھا؟ اندر کہیں کچھ سکوت سا کیوں چھارہا تھا؟ پہلی بار تھا وہ اپنے بارے

میں بات نہیں کررہا تھا' سو وہ ذہنی طور پر قبول کرچکا تھا کہ وہ اس کی نہیں۔ اناہیتا بیگ کو جانے کیوں وہ سچوئشن بہت عجیب لگی تھی تبھی گہری سانس خارج کرتے ہوئے بولی۔

''کس سے؟'' دامیان سوری نے اس کی سمت دیکھا۔پھر بے خبری ظاہر کرتے ہوئے شانے اچکا دیئے۔اناہیتا بیگ کو اس کے انداز پر جانے کیوں حیرت ہوئی تھی۔کیا وہ اس سے کچھ قبول کررہی تھی اگر وہ سمجھتا تھا اس کے نگاہ پھیر لینے سے اسے فرق پڑے گا تو وہ اس کا یہ تاثر زائل کردینا چاہتا تھا۔تبھی بولی تھی۔

''شادی کرنے کا فی الحال میرا کوئی ارادہ نہیں' میں اپنی اسٹڈی کو مکمل کرنا چاہتی ہوں' ورنہ اچھے پرو پوزل ملنا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔'' وہ جتا رہی تھی۔دامیان سوری کچھ نہیں بولا۔

''شادی کرنا چاہتے ہو تم؟'' جانے کیا سوچ کر پوچھا' وہ چونکا پھر گہری سانس خارج کرتے ہوئے اس کی سمت سے نگاہ پھیر گیا تھا اور بولا۔

''فی الحال تو نہیں شاید پھر کبھی سوچوں مگر فی الحال کے لیے یہ پلان ملتوی ہوچکا۔'' وہ مکمل سرد لہجہ میں بولا تو اناہیتا اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

...☆☆☆...

''مسٹر ایلکس کو سب کچھ بہت ڈیفرنٹ چاہیے' یہ ایونٹ عام روش سے ہٹ کر ہے۔وہ چاہتے ہیں ہم اسے کسی اچھے بیچ پر ارینج کریں۔ساحل سمندر پر شادی کی روش نئی نہیں مگر وہ اپنی شادی کے موقع پر ہر شے بہت منفرد چاہتے ہیں اگرچہ ان کے شادی تصورات کی داد دینا پڑے گی۔بہت خاص موقع کو کس طرح اور زیادہ خاص کیا جاتا ہے وہ یہ بات اچھے سے جانتے ہیں مگر اس کے ساتھ جس طرح وہ بہت سی چیزوں کی ڈیمانڈ کررہے ہیں مجھ کو کچھ مشکل لگ رہا ہے۔'' اس نے معارج تغلق کے سامنے سارا مدعا رکھا۔وہ پُر خیال انداز میں اسے دیکھنے لگا' پھر بولا۔

''میں نے تم سے کہا تھا ایلکس! سب بہت خاص چاہتا ہے' مجھے لگا تم سب ممکن کرسکتی ہو تبھی تمہارا نام منتخب کیا' کم آن کرسکتی ہو۔تمہیں فکر مند

ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" معارج تغلق نے کہا اور اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا تھا۔

"حیرت ہے لوگ زندگی میں چیزوں کو اتنی اہمیت دیتے ہیں؟" وہ حیرت سے بولا۔

"اس سے قبل مجھے نہیں معلوم تھا کہ شادی اتنا اہم واقعہ ہے جس طرح ہماری شادی ہوئی وہ..." وہ کہتے کہتے یک دم رک گئی تھی۔تبھی معارج تغلق نے اس کی سمت دیکھا۔

"تمہارے خیال میں ہماری شادی کوئی آئیڈیل نہیں تھی؟" اسے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا تو اس نے کچھ نہیں کہا۔

"تم ایسی شادی چاہتی تھیں... کسی خاص واقعے کی طرح' کسی خاص مقام پر؟" وہ جانے کیوں اس سے پوچھ رہا تھا۔اب اس سوال کی کیا وجہ نکلتی تھی۔انائیا ملک نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔تبھی علیزے وہاں آئی تھی' بہت گرم جوشی سے وہ معارج تغلق سے ملی تھی۔انائیا ملک کو اپنی نظریں ان دونوں کی طرف سے پھیر لینا پڑی تھیں۔وہ وہاں سے ہٹ جانا چاہتی تھی مگر معارج تغلق نے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پوری توجہ سے علیزے ہاشمی کو دیکھتے ہوئے بھی اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اس کا وہاں سے ہٹنے کا ارادہ ڈھیر کردیا تھا۔

"کیا ہورہا ہے؟ کچھ مصروف رہے تم؟ میں نے فون کیا بھی تو ملنے نہیں آئے؟" علیزے شکوہ کررہی تھی وہ مسکرادیا۔

"سارا کا سارا وقت تمہارے ساتھ گزارا نہیں جاسکتا سویٹی! کرنے کو کئی ضروری کام ہیں۔" وہ جتارہا تھا۔

"یہ کس کی شادی کی ترتیب ہورہی ہے؟" علیزے نے فائل اٹھا کر دیکھی۔

"ایلکس کی' اسے ایونٹ آرگنائزر کی ضرورت تھی اور میری بیوی سے بہتر کوئی اور ہو نہیں سکتا تھا۔اپنی ایونٹ کمپنی چلا رہی ہیں۔" اس سے انائیا کے متعلق بتایا تھا جیسے علیزے نے کسی توجہ سے نہیں سنا تھا مگر اس سے زیادہ توجہ وہ فائل دیکھنے میں لگارہی تھی اور مسکرادی تھی۔

"خاصے منفرد شادی کی پلاننگز ہیں۔میرا دل بھی شادی کرنے کا ہورہا ہے۔" وہ خواہش کا اظہار کرتی ہوئی بولی تو معارج تغلق مسکرادیا۔

"کوئی لڑکا دیکھا؟"

"لڑکا... تم ہو نا۔" وہ بے تکلفی سے کہتی ہوئی مسکرائی۔اس کے لیے انائیا کا وہاں موجود ہونا کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا جیسے انائیا بھی ان دونوں کی سمت سے اپنے کان اور آنکھیں بند کرلینا چاہتی تھی۔

"سو ریڈی ہو تم؟" وہ مدعے پر آئی تھی تو معارج تغلق مسکرادیا تھا۔

"مس علیزے ہاشمی! دماغ کی کوئی کل ڈھیلی ہے آپ کی۔" وہ صاف طور پر منع کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا شاید تبھی دبے دبے انداز میں کہا تھا' وہ مسکرادی تھی اور اس کے کچھ قریب آگئی تھی' اس کی سمت بغور دیکھتے ہوئے اس کے گرد اپنا بازو حمائل کیا اور مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

"تم چاہتے ہو میں تمہیں چرالوں؟ یا باقاعدہ پروپوز کروں؟" معارج تغلق نے اگر اسے یہ سب دکھانے کے لیے یہاں روکا تھا تو وہ اس میں کامیاب تھا۔ ان دونوں میں کتنی قربت تھی اور کس نہج پر تھی اور کس نوعیت کی تھی وہ اسے اس پر ظاہر کرنے کا ارادہ رکھتا تھا تو وہ اس میں کامیاب تھا۔

"کہو تو چرالوں؟" علیزے مدھم لہجے میں بولی تھی۔دونوں قریب تھے انائیا ملک کے لیے یہ سب برداشت سے باہر ہورہا تھا۔وہ مزید اس ڈرامے کا حصہ

نہیں بن پائی تھی' یک دم ہاتھ معارج تغلق کی گرفت سے نکال کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

...☆☆☆...

زندگی بے ربط ہو کر رہ گئی اور اس کے ساتھ عجیب کھیل کھیل رہی تھی اور وہ اس راہ پر چلتے چلتے تھکنے لگی تھی۔وہ شخص اسے مایوس کررہا تھا اور اس کی ہر کوشش کو رائیگاں کررہا تھا۔ایسے میں کیا جواز بچتا تھا کہ وہ اس کے ساتھ کی آرزو کرتی۔ محبت کی طرز اچھی نہیں ہوتی جب محبت ہزار الجھاوے رکھتی ہے تو پھر یک طرفہ محبت سے کسی کرم کی امید کیونکر کی جاسکتی ہے؟ محبت کے کرم جب اتنے جاں لیوا ہوسکتے ہیں تو ستم کتنے جاں گزیدہ ہوں گے؟ وہ کسی فیصلے پر پہنچنے کی کوشش کررہی تھی' اگلے دن تک اس شخص سے کوئی بات نہیں کی تھی' اس کے قریب نہیں گئی تھی۔وہ ملا تھا تو اسے سرسری انداز میں دیکھ رہا تھا۔وہ سر جھکا کر مصروف نظر آنے کی بھرپور کوشش کررہی تھی۔

"کیا ہوا؟ تم بہت خاموش ہو؟" انائیا ملک نے کوئی جواب نہیں دیا تو معارج تغلق اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔خاموشی سے اسے دیکھتا رہا تھا' انائیا کے لیے اسے نظر انداز کرنا ممکن نہیں رہا تھا' سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

"کچھ چاہیے آپ کو؟" وہ پوچھے بنا نہیں رہی تھی۔معارج تغلق اسے نظریں جمائے دیکھ رہا تھا اس کے پوچھنے پر سر ہلادیا تھا۔

"کیا؟" وہ حیرت سے بولی تھی۔

"تمہاری توجہ۔" عجیب گزارش تھی مگر وہ اس کے کھیل کو مزید بڑھانا نہیں چاہتی تھی۔

"میں مسٹر ایلکس کے ایونٹ پر کام کررہی ہوں' مجھے بہت توجہ دینے کی ضرورت ہے' کیا ہم بعد میں بات کرسکتے ہیں؟" وہ اس کی سمت سے توجہ ہٹا کر فائل دیکھتے ہوئے بولی۔معارج تغلق نے اس کے سامنے سے فائل اٹھالی۔

"کہاں تک پہنچا کام؟" اس نے فائل کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔انائیا ملک اسے خاموشی سے دیکھتی رہی۔

"معارج تغلق مجھے ایک ضروری بات کرنا تھی' ایک اہم قدم لینا تھا مگر فی الحال میں اس پر بات کرنا نہیں چاہتی تھی۔" وہ بات کرنے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے بولی تھی۔معارج تغلق اس کی سمت دیکھ کر ملائمت سے مسکرادیا تھا۔

"اگر تمہیں کسی مدد کی ضرورت ہے تو میں حاضر ہوں۔کیا تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہے؟" وہ کسی اور زاویہ سے سوچتا ہوا اسے اپنی مدد کی بھرپور آفر کررہا تھا مگر انائیا ملک نے سر نفی میں ہلادیا۔

"مجھے کوئی مدد نہیں چاہیے' میں اپنے پیروں پر کھڑی ہوں' فی الحال مجھے کسی اضافی سہارے کی ضرورت نہیں ہے۔میرے قدم مضبوطی سے زمین پر جمے ہوئے ہیں اور میرے لیے یہ بات بہت اعتماد دینے والی ہے۔" وہ بہت مدھم لہجے میں بول رہی تھی' جیسے وہ اپنے طور پر کسی نہج پر پہنچ چکی تھی یا

پھر پہنچنے کی سعی کررہی تھی اگر اس کے دماغ میں کچھ چل رہا تھا تو اس سے قطعی واقف نہ تھا۔

”ایلکس کی شادی کی تیاریاں کہاں تک پہنچیں؟“ وہ پوچھ رہا تھا‘ اس نے سر ہلادیا تھا۔

”شادی سمندر کنارے ہوگی شام چار بجے سب ریڈی ہوگا۔مجھے امید ہے سب پلان کے مطابق ہوگا اور یہ شادی ایک یادگار ایونٹ ہوگا۔“ وہ ذمہ دارانہ لہجے میں بولی پر نگاہ فائل پر ہی تھی یا پھر وہ اس کی طرف دیکھنے سے گریز کررہی تھی۔

”شہر کے تمام رؤسا شامل ہونے والے ہیں‘ خیال رکھنا کوئی بلنڈر نہ ہو۔“ وہ اسے تلقین کررہا تھا۔انائیا ملک نے سر ہلادیا تھا۔کمرے میں ایک طویل خاموشی تھی‘ وہ خاموشی جو کسی طوفان کی پیش خیماں تھی وہ نہیں جانتی تھی۔

...☆☆☆...

پارسا خاموشی سے سر جھکائے بیٹھی اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو دیکھ رہی تھی۔وقت پر سب کچھ چھوڑ دینا بھی کبھی کبھی اتنا آسان حل نہیں ہوتا۔وہ اپنے

آپ کو فکروں سے آزاد کردینا چاہتی تھی مگر اس کے باوجود اگر کوئی بے کلی اندر تھی تو وہ اس کا کیا کرسکتی تھی۔عدن بیگ سے بات کرنے کا جیسے کوئی فائدہ ہی نہیں تھا‘ وہ اپنے طریقے سے سوچتا تھا‘ وہ تمام حق محفوظ رکھتے ہوئے بھی اپنے طور پر چیزوں کو اخذ کررہا تھا اور اگر ایسا تھا تو وہ اسے اپنے طریقے سے سوچنے پر مائل نہیں کرسکتی تھی۔وہ بہت الجھی ہوئی سی بیٹھی تھی‘ جب قدموں کی چاپ اس تک آکر رکی تھی۔اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو عدن بیگ وہاں کھڑا تھا۔اس کے ہاتھ میں کافی کے کپ تھے جس میں سے ایک اس کی طرف بڑھادیا اور ساتھ ہی ملائمت سے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔وہ نگاہ کرم کرنے والی تھی یا ستم۔وہ نہیں جانتی تھی مگر ان نظروں میں دیکھتی تھی تو وہ بندھنے لگتی تھی اور اس سے آگے اس سے کچھ نہ سوچا جاتا تھا‘ اس ایک نقطے سے آگے جیسے راستے بند تھے۔

”کیا ہوا... تم اس طرح کیوں بیٹھی ہو‘ خود کو فکروں سے آزاد کردو پارسا! میں تمہیں کبھی بھی کسی مشکل میں نہیں دیکھ سکتا۔“ وہ جیسے اس کا سب سے بڑا خیر خواہ تھا۔وہ اس کے سامنے بیٹھ گیا‘ اور کافی کا سپ لینے لگا‘وہ سر

جھکائے کپ کو گھورتی رہی تھی، عدن بیگ اسے بغور دیکھ رہا تھا' وہ اسے سزا نہیں دینا چاہتا تھا تبھی صاف گوئی سے بولا۔

"پارسا! مجھے اچھا نہیں لگتا جب تم فکروں میں گھری رہو' میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"کیا کرسکتے ہو تم میری خوشی کے لیے؟" اس نے سر اٹھا کر پوچھا تو وہ مسکرادیا تھا' وہ غصے میں تھی اور وہ وجہ جانتا تھا۔

"تم کیا چاہتی ہو میں کیا کروں؟" الٹا اس سے پوچھ ڈالا تھا۔

"مجھے مار دو' اس قصے کو ہی ختم کردو۔اس سے بہتر تو اور کوئی حل نہیں ہوگا۔ سب کے لیے میں ہی مشکل اٹھا رہی ہوں تو پھر مجھے ہی ختم کردو۔نہ میں رہوں گی نا کوئی معاملہ باقی بچے گا۔" وہ بھرپور غصے کا اظہار کرتی ہوئی بولی۔

"تمہیں ماردوں گا تو جیوں گا کیسے؟" وہ مسکراتا ہوا بولا' پتا نہیں وہ سیریس تھا یا مذاق کررہا تھا' وہ جان نہیں پائی تھی مگر عدن بیگ نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"پارسا! میں تمہارے خلاف نہیں جاسکتا مگر تمہارے ساتھ رہ کر تمہاری زندگی میں دخل اندازی نہیں کرسکتا یہ سچ ہے کہ میں خود کی خوشیوں سے زیادہ تمہاری پروا کرتا ہوں اگر مجھے کوئی نقصان پہنچتا ہے تو مجھے اس کی کوئی فکر نہیں ہے۔تمہارے فائدے اور خوشی کے لیے میں اس کے لیے تیار ہوں۔"

"اور میرا فائدہ کس میں ہے' تم اپنے طور پر اخذ کیسے بیٹھے ہو؟" وہ اس کی بات کاٹتی ہوئی بولی تو وہ مسکرادیا۔بغور اسے تکتے ہوئے اس کے چہرے پر آئی بالوں کی لٹ کو ہاتھ بڑھا کر پیچھے ہٹایا۔

"اچھی لگتی ہو جب اس طرح غصے میں "تم" بلاتی ہو' بہت اپنی لگتی ہو' غصہ کبھی کبھی اچھا ہوتا ہے بے گانگی کی تہہ میں دراڑ ڈال دیتا ہے تو چھپی دراڑوں سے روشنی جیسے چھن کر آنے لگتی ہے۔تاریکیوں میں کچھ دکھائی دینے لگتا ہے' منظر غیر واضح ہی سہی مگر کچھ تو دکھائی دیتا ہے۔" عدن بیگ مدھم لہجے میں بول رہا تھا۔

"اگر تاریکیوں میں کچھ دکھائی دیتا ہے تو پھر اس طرح مجھے دھکیل کیوں رہے ہو؟ جب منظر چاہے غیر واضح ہی سہی کچھ دکھائی دیتا ہے تو پھر سمجھ میں کچھ

کیوں نہیں آتا؟" وہ احتجاج کرتی ہوئی بولی تو وہ پر سکون انداز سے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر بولا۔

"کیونکہ میں خود پر تمہیں ترجیح دیتا ہوں' سو میں ان مناظر پر نگاہ نہیں کرنا چاہتا۔" وہ شانے اچکا کر بے فکری سے بولا۔

"اور چاہے اس سے کوئی نقصان ہوجائے؟" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتی ہوئی بولی۔عدن بیگ نے اس کی سمت دیکھا تبھی اس کا فون بجا تھا' اس نے کال اٹھائی تھی دوسری طرف یلماز کمال تھا۔

"بولو یلماز کمال! میں تمہاری کال کا انتظار کررہا تھا' ابھی ہم تمہارا ہی ذکر کررہے تھے۔" عدن بیگ پارسا کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔پارسا غصے سے اٹھنے لگی تو عدن نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے اٹھنے

سے روک دیا۔

"تمہیں کب ملنا ہے' آج شام؟ تم آج شام کے لیے وقت نکال سکتے ہو تو ٹھیک ہے کیونکہ کل میری کراچی کی فلائٹ ہے اور میں پھر شاید تم سے نہیں مل پاؤں گا۔" عدن بیگ جلد سے جلد فیصلہ کرنا چاہتا تھا۔پارسا چوہدری پلٹ کر عدن بیگ کی سمت دیکھنے لگی اس کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھا۔اس لمس سے کوئی خوش کن احساس نہیں نکال پائی تھی۔اس ہاتھ سے اس کا ناتا جلد ختم ہوجانا تھا' یلماز کمال کووہ جانتی تھی وہ اپنی خوشی کے لیے کسی بھی حد تک جاسکتا تھا' وہ اسے پانا چاہتا تھا اور وہ جانتی تھی وہ اس رشتے کو ختم کرنے کے لیے کچھ بھی کرسکتا تھا اور اس رشتے کو ختم تو ہو ہی جانا تھا مگر اس نے ٹھان لی تھی کہ وہ یلماز کمال کی طرف پھر بھی نہیں جائے گی' عدن بیگ یلماز کمال سے کہہ رہا تھا۔

"تو ٹھیک ہے میں تھوڑی دیر میں وہاں پہنچتا ہوں' تم چاہتے ہو پارسا بھی میرے ساتھ آئے؟" وہ یلماز کمال کو اتنی رعایت دے رہا تھا پارسا چوہدری کو شدید غصہ آرہا تھا۔وہ اس کے نکاح میں تھی' اس کی منکوحہ اور وہ اس کو کسی اور کے لیے وقف کررہا تھا' پارسا نے ایک جھٹکے سے ہاتھ اس کے ہاتھ سے

چھڑایا تھا اور اس کی جانب دیکھے بنا وہاں سے نکل گئی تھی' عدن بیگ اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

...☆☆☆...

"انابیتا! تم اچانک سے اتنا بڑا فیصلہ کرکے بیٹھ گئیں' مجھے یقین نہیں ہورہا تم ہم سے اتنی دور چلی جاؤ گی' میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے سجانے اور اگلے گھر رخصت کرنے کے خواب دیکھ رہی تھی۔ تم نے یہ کیا ٹھان لی' مجھے بہت غصہ آرہا ہے انا! تم نے سارا پلان غارت کردیا۔" ممی نے اسے لتاڑا تھا۔ وہ بہت پرُسکون انداز میں ضروری ای میل کررہی تھی۔

"ممی! یہ اتنا بڑا فیصلہ نہیں ہے' بڑا فیصلہ تو تب ہوگا اگر میں کسی سے اپنی مرضی سے شادی کا ارادہ کرتی اور آپ کو انفارم ہی نہ کرتی۔" انابیتا بیگ بے فکری سے بولی تھی۔

"تم ایسا کیوں کررہی ہو... کیا تمہارے ڈیڈی کی تمہیں پوری سپورٹ حاصل ہے؟" مسز بیگ نے پوچھا تو وہ مسکراتے ہوئے ماں کی طرف دیکھنے لگی۔

"ممی آپ کو کیوں لگتا ہے کہ شادی دنیا کی سب سے بڑی چیز ہے' آپ کو اچھا نہیں لگے گا اگر آپ کی بیٹی وہ کرے جو ہمارے ملک کی 10 فیصد لڑکیاں کرتی ہیں... تعلیم حاصل کرے' آپ کا نام روشن کرے؟" اس نے ماں کو قائل کرنا چاہا اور پھر اٹھ کر ماں کو گلے لگایا تھا۔

"زیادہ دور تو نہیں جارہی ہوں' لندن کتنی دور ہے' جب چاہیں آکر مل لیں۔ یہ مت سمجھیں کہ شادی نہیں کروں گی' آپ اچھا سا لڑکا ڈھونڈنے کی مہم اسٹارٹ کریں میں ہاں کرنے میں ایک پل کی بھی دیر نہیں لگاؤں گی۔" ماں کا موڈ بحال کرنا چاہا تھا' مسز بیگ مسکرادی تھیں۔

"ہاں جانتی ہوں تمہیں' کتنی دیر کرو گی' سب شادی سے بھاگنے کے بہانے ہیں۔"

"کہاں بھاگ رہی ہوں ممی! مجھے ہائیر اسٹڈی کرنے دیں پھر جہاں کہیں گی شادی کرلوں گی اور آپ کو بہت مس کروں گی ممی' ڈیڈی اور عدن کو بھی' ان فیکٹ میں نے تو سوچا بھی نہیں تھا آپ سب کے بنا جیوں گی۔" ممی نے اس کے چہرے کو ہاتھ میں لیا اور افسردگی سے بولیں۔

"میں جانتی ہوں یہ سب کس لیے ہے انا! اگر تم اس راستے سے بھاگنا چاہتی ہو تو اس کے لیے فرار کی راہیں ڈھونڈنا بھی سود مند نہیں ہوگا۔ میں چاہتی ہوں تم اپنے زندگی کے فیصلے کسی خوف سے بھاگنے کے لیے کرو بلکہ اپنے دل کی خوشی کے لیے کرو۔ کیا تمہیں لگتا ہے کہ اس سب سے بھاگنا کوئی حل ہے؟" مسز بیگ نے پوچھا تو انابیتا بیگ نظریں چرا گئی تھی۔

"میں کسی سے نہیں بھاگ رہی ممی! میں واقعی ہائیر اسٹڈی کے لیے جانا چاہتی ہوں اور یہ کسی راستے سے فرار نہیں ہے۔" وہ خود کی اور سب کی نفی کر رہی تھی، ممی نے اسے خاموشی سے دیکھا پھر بولیں۔

"کسی کو معاف کرنا اتنا مشکل ہوتا ہے؟" انابیتا بیگ کچھ لمحوں تک کچھ بول نہیں پائی تھی پھر نظریں چرا گئی۔

"بات معاف کرنے کی نہیں ہے ممی! میں بھول نہیں پاتی کہ میری عزت کو کسی نے کس طرح روندا اگر میں معاف کر بھی دوں تو شاید مجھے وہ احساس سکون نہ لینے دے کہ لمحہ لمحہ کسی نے مجھے نیچا دکھایا' سب کچھ بھلایا جاسکتا ہے لیکن اپنی تذلیل نہیں مگر یہاں بات اس کی بھی نہیں ہو رہی' میں اپنی زندگی

کے فیصلے کسی کے خوف کے باعث نہیں کر رہی۔ میں معاف کر رہی ہوں مگر بھول نہیں سکتی۔" وہ قطعی لہجے میں بولی تو ممی اسے دیکھتی رہ گئیں۔

...☆☆☆...

انابیتا اپنے لیے کافی بنا رہی تھی جب پیچھے کھٹکا ہوا تھا' اس نے پلٹ کر دیکھا تھا جہاں للی میک کھڑی تھی' اس کے پلٹ کر دیکھنے پر مسکرادی۔

"صبح میری فلائٹ ہے تو سوچا تم سے ملتی جاؤں' یوں تو تمہیں لندن ہی آنا ہے اور ملنا ملانا بھی رہے گا اور..." للی کو وضاحت دینا عجیب لگ رہا تھا' انابیتا اس کی کیفیت سمجھ رہی تھی دوستانہ انداز میں مسکرائی اور کافی کا کپ اس کی سمت بڑھا دیا۔

"ابھی میں تمہیں ہی یاد کر رہی تھی' تم نے اچھا کیا آ گئیں' میرے پاس تمہارا لندن کا کوئی کونٹیکٹ نمبر نہیں تھا' ایسے میں تمہیں وہاں تلاش کرنا مجھے کچھ مشکل لگتا' اچھا کیا تم خود چلی آئیں۔ دو چار دن اور رک جاتیں تو ہم ساتھ چلتے۔" وہ اس کی مروت پر اسے شرمندہ نہیں دیکھ سکتی تھی تبھی مسکراتے ہوئے بولی تو للی بھی مسکرادی۔

"کب کی فلائٹ ہے تمہاری؟"

"تم اپنی فلائٹ ڈیلے کروانے کے بارے میں سوچ رہی ہو؟" انابیتا نے مسکراتے ہوئے کہا تو للی میک مسکرادی پھر کافی کا سپ لیتے ہوئے اس کی سمت دیکھا۔

"رات دامیان سوری سے ملاقات ہوئی تھی' بہت ڈسٹرب لگ رہا تھا' کافی تیز بخار تھا شاید ٹھنڈ لگ گئی ہے' میں نے مشورہ دیا تھا کیئرلیس نہ بنے ڈاکٹر کو دکھائے مگر وہ آمادہ نہیں ہے۔جیسے وہ خود کو کوئی سزا دے رہا ہو' مجھے اچھا نہیں لگا شاید جنہیں ہم چاہتے ہیں انہیں کسی معمولی تکلیف میں بھی نہیں دیکھ سکتے۔مگر میں اس کے لیے کچھ نہیں کرسکتی' اس معاملے میں خود کو بے بس پاتی ہوں۔" انابیتا کچھ بول نہیں پائی تھی' اس کی سمت سے نگاہ ہٹا گئی اور پلٹ کر یوں ہی کیبنٹ میں کچھ تلاشنے لگی۔للی میک نے اس کی پشت کو دیکھا تھا۔

"انابیتا! میں رشتوں کے بارے میں اتنا تجربہ نہیں رکھتی مگر میں ایک ایسی ہستی کو جانتی ہوں جن سے ملنے کے بعد میں نے زندگی کو بہت قریب سے

جانا ہے اور مجھے ان سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع بھی ملا ہے۔شاید یہ سب میری آنے والی زندگی میں مجھے مدد کرے۔"

"کون؟" انابیتا بیگ بولی تھی۔

"مسز زائرہ ملک۔"

"زائرہ پھوپو؟ تم ان سے کب ملیں؟ وہ تو میری بہت عزیز پھوپو ہیں۔"

"وہ میرے ڈیڈ کی وائف بھی ہیں۔" للی نے بہت سکون سے مطلع کیا تھا' انابیتا کو بے انتہا شاک لگا تھا۔

"وہاٹ...؟ تمہارے ڈیڈ کی وائف... تم جہانگیر انکل..." انابیتا حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی' للی میک بہت سکون سے مسکرادی۔

"کچھ رشتے مرضی سے نہیں جوڑے جاتے' یہ رشتہ ان چاہے رشتوں میں شمار کیا جاسکتا ہے جو کسی ضرورت کے تحت باندھا گیا تھا شاید' مگر اس رشتے نے کئی الجھاوؤں کو راستوں میں لاکھڑا کیا' ہم سب جو مختلف سمتوں کے لوگ تھے' ایک راہ پر کھڑے ہونے پر مجبور ہوگئے۔یہ کوئی بہت بڑا راز نہیں ہے اور اگر راز تھا بھی تو اب کھل چکا ہے' یہ رشتہ ناپسندیدہ سہی مگر قبول کرنا

ناگریز ہے۔زائرہ ملک عظیم خاتون ہیں' میں نے ان سے صبر کرنا' دوسروں کا خیال کرنا' رواداری برتنا' دوسروں کی مدد کرنا اور بے غرضی سے رویوں میں نرمی لانا سیکھا ہے' وہ سب سیکھا جو شاید میں اپنی ماں سے بھی نہیں سیکھ سکتی تھی اگر آج میری پرسنالٹی میں کوئی تبدیلی دکھائی دے رہی ہے تو اس کا مظہر زائرہ ملک ہیں۔میں برداشت کرنا نہیں جانتی تھی شاید میں کسی رشتے کو اپنے ہاتھوں کسی اور کو سونپنے کا حوصلہ بھی نہیں رکھتی تھی مگر میں نے سیکھا کہ یہ اتنا ناممکن نہیں ہے اور میں نے دیکھا سب کٹھن ہورہا ہے جب میں نے کسی کی خوشی کو اہم جانا تو میرے لیے مشکل آسان ہونے لگیں۔'' وہ مدھم لہجے میں بول رہی تھی' انابیتا اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔زائرہ پھوپو کے ساتھ اتنا سب کچھ ہوتا رہا' اتنا سب کچھ جبر کیا انہوں نے اور کبھی کسی بات کی خبر بھی نہیں ہونے دی تھی۔

''یہ بات زائرہ پھوپو کے علاوہ کوئی نہیں جانتا؟'' انابیتا حیرت سے بول رہی تھی۔ للی میک نے شانے اچکا دیئے تھے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

''نہیں جانتی مگر زائرہ ممی نے مجھے بہت دل سے قبول کیا ہے' کسی کو قبول کرنا اور وہ بھی کسی کڑوی سچائی کے ساتھ اتنا آسان نہیں ہوتا شاید زائرہ ممی سے پتا چلا کہ معاف کیسے کیا جاتا ہے۔کسی کے گناہ اور ثواب کو کیسے دل میں جگہ دی جاتی ہے' اس کا پتا مجھے پہلے نہیں تھا' آج میں دیکھتی ہوں کہ زائرہ ملک جہانگیر کے ساتھ زندگی گزار رہی ہیں تو مجھے ان کا دل بہت کشادہ لگتا ہے۔محبت کا دل شاید اتنا ہی کشادہ ہوتا ہے نا؟'' للی میک اسے بہت سی سچائیوں کی راہ دے رہی تھی' انابیتا ساکت سی اس کی سمت دیکھ رہی تھی۔وہ سمجھ سکتی تھی درحقیقت وہ اسے کیا سمجھا رہی ہے' وہ اسے زائرہ ملک کے واقعہ کی خبر دے رہی تھی مگر درحقیقت اس میں ایک میسج تھا۔

''تمہیں بھی لگتا ہے کہ میں کچھ غلط کررہی ہوں للی میک؟'' انابیتا نے پوچھا تو للی میک نے شانے اچکادیئے۔

''ہر ایک کو یہ کیوں لگ رہا ہے کہ میں کچھ بہت غلط کررہی ہوں اور مجھے ہر ایک کو اس کی وضاحتیں دینا کیوں پڑرہی ہے' میں سب کے سامنے جواب دہ کیوں ہوں؟'' وہ الجھ کر بولی تو للی دھیمے سے مسکرادی۔

"تم یہ مت دیکھو کہ تم سب کے سامنے کیوں جواب دہ ہو' ضرورت اس بات کو سمجھنے کی ہے کہ کوئی تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہے۔ہم سب تمہارا بھلا چاہتے ہیں' ہار اور جیت سے بالاتر ہو کر سوچو' اگر ایک قدم آگے لینے سے کوئی خوشی ہاتھ آسکتی ہے تو وہ اس پچھتاوے سے کہیں بہتر ہے جو عمر کو رائیگاں کردے۔" للی میک اسے سمجھانے کی کوشش کررہی تھی' جیسے وہ دنیا کی سب سے ناسمجھ لڑکی ہو اور اسے کسی بات کی خبر نہیں تھی' ہر کسی کو وہ غلط دکھائی دے رہی تھی کیا واقعی وہ اتنی غلط تھی؟ للی میک جیسے اس کی سوچیں پڑھ رہی تھی تبھی ملائمت سے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور مسکرائی۔

"تم اگر چاہتی ہو تو ہر طرف سے کان اور آنکھیں بند کرلو مگر اس کے بعد اگر کچھ باقی بچے اور جس آواز کو تم سننا چاہو تو وہ تمہارے دل کی آواز ہونا چاہیے مگر اپنے اندر کی آواز کو نظر انداز مت کرو' میں یہ نہیں کہتی میں بہت بڑی دانا ہوں مگر میں چاہتی ہوں تم خوش رہو۔تمہاری خوشی تمہارے لیے سب سے زیادہ اہم ہونا چاہیے۔" اس نے کہہ کر بیگ سے اپنا کارڈ نکالا اور انابیتا بیگ کے ہاتھ پر رکھ دیا۔"میں چاہتی ہوں اس کی ضرورت تمہیں کبھی

نہ پڑے مگر پھر بھی تم جب بھی انگلینڈ آؤ تو تم مجھ سے مل سکتی ہو۔" مسکراتے ہوئے اسے دیکھا پھر اپنے ساتھ لگایا تھا۔وہ نئے رشتوں کو بنتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔کیا یہ تبدیلی وقت نے اس کو کوئی رعایت دینے کے لیے کی تھی یا پھر یہ واقعی وقت کی کوئی دستک تھی جو اس کے لیے موسموں کی پیش گوئی کررہی تھی۔

...☆☆☆...

بادلوں کا مزاج رکھتی

پانیوں کی کہانی سی

محبت رائیگانی سی

اس کے میرے درمیان

راستے بناتی

تاویلیں اٹھاتی

الجھی الجھی کچھ سلجھی سی محبت

ہاتھ میں آئے پانی جیسی

بادلوں پر گھر بناتی

بارشوں کی سرگوشی میں

سماعتوں کے کواڑ کھولے

بند آنکھوں سے خواب چنتی

دل میں دبے پاؤں چلتی

محبت پارہ صفت

ہل چل مچاتی

ساری جان کو مٹھی میں بھینچ کر

شور مچاتی اور دیکھتے ہی دیکھتے اجنبی بن جاتی

محبت پارہ صفت

پانیوں کی کہانی سی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

محبت رائیگانی سی

وہ الماری کے سامنے کھڑی خالی نظروں سے ڈریس منتخب کرنے کا سوچ رہی تھی اسے خبر نہیں ہوئی کب معارج تغلق شاور لے کر نکلا اور اس کے پیچھے کھڑا ہوا۔معارج تغلق کو بھی شاید اپنے لیے شرٹ منتخب کرنا مطلوب تھا تبھی اسے کلائی سے تھاما تو وہ اس لمس پر چونکی اور مڑ کر اسے حیرت سے دیکھنے لگی‘ وہ اسے ہراساں دیکھ کر مسکرادیا‘ پھر چہرہ اس کے قریب کرکے اپنے سر کو دائیں بائیں ہلا کر پانی کے کئی قطرے اس کے چہرے پر گرادیئے تھے۔ وہ شاید اس کے ”انجان بنتے“ رویئے کو توڑنا چاہتا تھا۔مگر وہ ایک قدم پیچھے ہٹ گئی تھی‘ وہ اس وقت بنا شرٹ کے تھا اس کا کسرتی جسم بہت نمایاں دکھائی دے رہا تھا۔انائیا ملک کا دل بہت بھرا ہوا تھا‘ وہ اس سینے پر سر رکھ کر جیسے بہت سا رونا چاہتی تھی مگر وہ اپنے اندر کی ہر ایک خواہش کو مارتی ہوئی اس کی سمت سے نظریں چراگئی تھی۔

”وہاٹس رانگ؟“ وہ اس کی سمت دیکھنے لگا تھا۔”تم اس طرح اجنبی کیوں بن رہی ہو؟ بیوی ہو میری‘ مسز انائیا معارج تغلق! مجھ پر بلا شرکت غیرے حق

ہے تمہارا' جائز ناجائز سب سلوک روا رکھ سکتی ہو۔مگر یہ ہر لمحہ دیوار اٹھانا ضروری ہے کیا؟" وہ الماری میں سے شرٹ منتخب کرنے لگا تھا۔انائیا ملک اس کے سرسری انداز کو سنتے ہوئے اس کی پشت کو دیکھ رہی تھی۔دل چاہا تھا سب بھول کر اس لمحے اس کے شانے پر سر رکھ دے' کچھ نہ کہے' کچھ نہ سنے اور خاموشیوں کو بولنے دے مگر وہ اپنی خواہشوں کا گلا گھونٹ رہی تھی۔ جان دگرگوں تھی وہ لمحہ لمحہ مشکل میں گھری ہوئی تھی مگر معارج تغلق کے بارے میں اپنے دل کو وکیل کرکے سب جبراً نہیں سہہ سکتی تھی۔وہ شرٹ لے کر پلٹا تھا' جب وہ اسی کشمکش میں الٹے قدم چلتی ہوئی اس سے دور ہٹنے کی کوشش کرنے کی لگن میں بیڈ پر گر گئی تھی۔اس نے نہیں جانا تھا اس کے قدموں کے اختتام پر بیڈ ہے۔معارج تغلق نے فوراً پیش قدمی کی تھی۔

"یو اوکے؟" اس پر جھک کر پوچھا۔وہ خالی خالی آنکھوں سے اس کی سمت دیکھنے لگی تھی۔معارج تغلق نے اس کے چہرے کو بغور دیکھا اس کی آنکھوں میں الجھنوں کا ڈیرا تھا۔وہ بہت ڈسٹرب دکھائی دے رہی تھی' کیا یہ اس کے سبب تھا؟ اگر تھا تو وہ اس کا تدارک بھی کرسکتا تھا۔سدباب مشکل نہ تھا مگر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہ اس گھڑی جیسے کسی کرم پر مائل نہیں تھا۔اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا تھا' مضبوط ہاتھ' سہارا دینے کو کافی تھا۔وہ اسے اٹھنے میں مدد دینا چاہتا تھا' انائیا ملک نے اس پھیلے ہوئے ہاتھ کو دیکھا پھر بنا اس کا سہارا لیے اسے بھرپور طریقے سے نظر انداز کرتی ہوئی اٹھ گئی۔معارج تغلق کو اپنا نظر انداز کیا جانا اچھا نہیں لگا شاید تبھی ہاتھ میں پکڑی شرٹ ایک طرف بیڈ پر ڈالی اور اس کی کلائی تھام کر اسے اپنی طرف کھینچ لیا۔وہ کچی ڈور سے بندھی اس کے سینے سے جاٹکرائی تھی۔اتنی قربت تھی کہ وہ معارج تغلق کے دل کے شور کو صاف سن رہی تھی' مگر وہ اس کے ساتھ اپنے دل کے شور کو بھی دبا نہیں پائی تھی' معارج تغلق نے اس کے چہرے کو تھام کر ساری توجہ اپنے ساتھ باندھ لی اور مدھم لہجے میں بولا۔

"اگر سب اتنا معمول پر ہے تو یہ دھڑکنوں میں ایک تلاطم سا کیوں ہے؟" معارج تغلق کی نظریں اسے بغور دیکھ رہی تھیں۔وہ اس کی سمت دیکھنے سے مکمل گریزاں تھی۔لبوں پر چپ کے تالے تھے' وہ بہت تھکی ہوئی لگ رہی تھی۔

"اب کیا پرابلم ہے؟ تم ہر وقت خدشوں کا شکار کیوں رہتی ہو؟" وہ اسے شانوں سے تھام کر پوچھ رہا تھا' پوری توجہ اس پر تھی۔انائیا ملک ذرا سی ہمدردی پا کر جیسے پگھل گئی تھی۔آنکھوں سے آنسو نکل پڑے تھے' وہ جیسے کسی طوفان کے دہانے پر تھی۔وہ بغور اسے دیکھ رہا تھا' وہ اس کی جانب بنا دیکھے جیسے کسی نتیجے پر پہنچ رہی تھی' سر نفی میں ہلاتے ہوئے اس کے ہاتھوں کو شانوں پر سے ہٹا دینا چاہا تھا' مگر معارج تغلق اس پر مائل دکھائی نہیں دیا تھا' ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے کو اپنی طرف موڑا اور براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا تھا۔

"میری آنکھوں میں دیکھو انائیا۔" مدھم لہجے میں کہا تھا' مگر انائیا ملک نے اس کی سمت ایک نگاہ ڈال کر توجہ پھیر لی تھی۔

"میں فیصلے پر پہنچ رہی ہوں معارج تغلق!" وہ ٹھان کر بولی تھی۔

"کیسا فیصلہ؟" وہ چونکا تھا۔

"مجھے یقین ہے' سب کچھ ایک وجہ کے لیے ہوتا ہے اگر ہم یہاں آئے اور ایک دوسرے کو سمجھا' پرکھا تو یہ اچھے کے لیے ہوا اور یوں بھی یہ سب تو ختم ہونا ہی تھا' کبھی نہ کبھی اس کا اختتام تو یقینی تھا۔ہم دونوں ہی یہ بات جانتے تھے' میں تھک گئی ہوں معارج تغلق! میرا دم گھٹ رہا ہے' مجھے سانس لینے دو' میں مرجاؤں گی' مجھے اس سب سے آزاد ہونا ہے۔میں اور جبر نہیں سہہ سکتی' میں لمحہ لمحہ خوف و اذیت میں ہوں' میں جانتی ہوں اس سب سے تمہارا کوئی سرو کار نہیں ہے' اگر میں جیتی ہوں یا مرتی ہوں تمہیں اس سے کوئی فرق پڑنے والا نہیں ہے۔ہمارے رشتوں کی کوئی وقعت نہیں ہے۔اول دن سے جانتے تھے ہم ایک دوسرے کے لیے نہیں ہیں اور یہی سچ بھی تھا۔مجھے کوئی پچھتاوا نہیں ہوگا' معارج تغلق میں بہت سادہ ہوں' جو بھی کرتی ہوں بہت ایمان داری اور صاف دل سے کرتی ہوں۔میں بزدل نہیں ہوں' جو محسوس کرتی ہوں کہہ سکتی ہوں۔کم از کم یہ خود کو اور دوسروں کو دھوکہ دینے سے بہتر ہے۔ہم یہاں سے واپس لوٹیں گے تو میں اس رشتے کا کوئی

بوجھ اپنے کاندھوں پر لادے رکھنا نہیں چاہتی۔ مجھے اس سے آزاد ہونا ہے‘ میں واپس لوٹ کر خود وکیل سے بات کرنا چاہتی ہوں۔“ وہ بہت رسانیت سے بتا رہی تھی‘ معارج تغلق اسے بہت سکون سے دیکھ رہا تھا۔ انائیا ملک نے اس کی سمت دیکھا پھر اس کے ہاتھ اپنے شانوں پر سے ہٹائے اور پلٹ کر کمرے سے نکل گئی‘ معارج تغلق اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

...☆☆☆...

زائرہ اور جہانگیر ملک‘ للی کو ائرپورٹ پر سی آف کر کے لوٹ رہے تھے‘ گاڑی میں خاموشی تھی‘ دونوں ایک دوسرے سے بات کرنے سے گریزاں تھے‘ جہانگیر ملک نے ان کی سمت نگاہ ڈالی تھی۔

”تمہیں اچھا نہیں لگا نا للی کے واپس جانے کا؟“ مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا‘ مقصد جیسے صرف اس خاموشی کو توڑنا تھا۔ زائرہ ملک نے ایک نگاہ اس کی سمت ڈالی اور بولی۔

”تم جانے کیا سوچ رہے ہو مگر مجھے واقعی للی کو خود سے جدا کر کے اچھا نہیں لگ رہا۔ ایسے لگ رہا ہے جیسے اپنے وجود کے کسی حصے کو خود سے الگ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کر کے آئی ہوں‘ کوئی کچھ دنوں میں اتنا اپنا کیسے لگ سکتا ہے؟ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ مجھے وہ کبھی اجنبی لگی ہی نہیں۔“ وہ صاف گوئی سے بولی تو جہانگیر ملک کچھ شرمندہ ہو گیا تھا۔

”تم میں رشتوں کو قبول کرنے کی فطری صلاحیت ہے زائرہ! تم اپنے اندر بہت گنجائش رکھتی ہو‘ مجھے یہ جان کر حیرت نہیں ہوتی اگر تم للی کے لیے کچھ خاص محسوس کرتی ہو‘ اگر تم مجھے قبول کر سکتی ہو تو اس کے بعد سب ممکن ہے۔“ وہ اس کی فراخدلی پر حیران تھا۔

”میں یہ سب عظیم بننے کے لیے نہیں کر رہی جہانگیر ملک! نا مجھے کوئی ستائش چاہیے‘ مجھے رشتوں کو توڑنے کی عادت نہیں‘ شاید میں آسانی سے معاف کر سکتی ہوں مگر ایسا نہیں ہے کہ میں کسی سے کچھ توقع نہیں رکھتی یا مجھے کسی بات کی تکلیف نہیں ہوتی۔“ وہ صاف گوئی سے بولی تھی۔

”جانتا ہوں میں تمہیں کبھی دانستہ تکلیف دینا نہیں چاہتا تھا زائرہ ملک! تم میری زندگی کا سب سے خاص حصہ ہو‘ تم میری محبت ہو‘ تم سے دور جا کر مکمل نہیں رہا‘ بھٹکتا رہا‘ ادھورا رہا‘ مجھے احساس تھا تمہارا مجرم ہوں اسی لیے تمہیں

مزید تکلیف دینا نہیں چاہتا تھا تمہاری طرف لوٹنے کا ارادہ بناتا اور توڑتا رہا۔ صرف اس لیے کہ تمہیں تکلیف نہ ہو مگر یہ سچ ہے کہ میں تمہاری کمی تمام عمر محسوس کرتا رہا‘ جو سکون تمہارے پاس آکر ملا ہے اس کا کوئی احساس پہلے نہیں تھا۔یہ راحت عظیم ہے زائرہ جو تمہارے وجود سے ہے۔احساس ہوتا ہے کہ میں زندہ ہوں اور ابھی جینے کے لیے بہت سے راستے باقی ہیں اور زندگی اتنی بُری نہیں ہے‘ یہ احساس تم دلاتی ہو زائرہ! اور تمہارے علاوہ یہ احساس کوئی اور دلا نہیں سکتا۔مجھے اس کا یقین تھا اور ہے۔“ جہانگیر ملک مدھم لہجے میں اس کی سمت نگاہ ڈالتے ہوئے کہہ رہا تھا۔اس ہاتھ کی حدت وہ محسوس کررہی تھی‘ جہانگیر ملک کی آنکھوں میں حدت تھی اور وہ جانے کیوں کچھ کہہ نہیں سکتی تھی‘ اس کی سمت سے نگاہ ہٹا کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی تھی۔

...☆☆☆...

سخت سردی میں اس نے گاڑی ”سوری ہاؤس“ کے سامنے روکی تو وہ خود جان نہیں پائی تھی وہ وہاں کیوں آئی یا پھر کسی طاقت نے اسے یہاں دھکیلا ہے۔

کتنی ہی حیرت سے وہ سوری ہاؤس کو دیکھتی رہی پھر جانے کیا سوچ کر گاڑی سے باہر آئی اور تھکے تھکے سے قدموں سے چلتی ہوئی اندر داخل ہوگئی۔مسز سوری سیڑھیوں کے پاس کھڑی اسے دیکھ کر مسکرائی تھیں‘ اسے تھام کر محبت سے ساتھ لگایا تھا‘ پیشانی پر پیار کیا۔

”میری بچی! کتنے دنوں بعد چکر لگایا تم نے‘ میں تمہارے انکل سوری سے کہہ رہی تھی کل چکر لگائیں گے اگر تم ملنے نہیں آسکتیں تو ہم تو ملنے جاسکتے ہیں نا؟“ وہ مسکرارہی تھیں۔وہ مروتاً بھی مسکرا نہیں سکی۔

”تم ٹھیک تو ہو؟ اتنا پریشاں کیوں نظر آرہی ہو؟ للی نے بتایا تھا کہ تم ہائیر اسٹڈی کے لیے انگلینڈ جارہی ہو‘ مجھے اچھا لگا کہ تم اپنی زندگی کے فیصلے خود اعتمادی سے لے کر خود کو آگے بڑھا رہی ہو۔فیصلے
ہمیشہ دل سے لینا چاہئیں جو خوشی دیں اور اگر کوئی فیصلہ دل سے کیا جائے تو پھر کوئی پچھتاوا نہیں ستاتا۔“ وہ بہت نرمی سے کہہ رہی تھیں۔

”جی‘ ٹھیک کہا آپ نے۔“ وہ مروتاً مسکرائی تھی۔”میں نے سنا تھا دامیان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے‘ کل للی ملنے آئی تو بتارہی تھی کہ دامیان کو بخار ہے۔

میں یہاں سے گزر رہی تھی تو سوچا اس کی خیریت معلوم کرتی جاؤں۔" وہ بہانہ گھڑتی ہوئی بولی تو مسز سوری نے محبت سے اسے دیکھتے ہوئے ملائمت سے اس کے چہرے کو تھپتھپایا اور اسے دامیان سوری کے کمرے کے باہر چھوڑ دیا۔وہ برف بنے وجود کے ساتھ کچھ لمحوں تک دروازے کے باہر کھڑی رہی' اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ دروازہ بجاتی اور اندر داخل ہوتی مگر اب یہاں آگئی تھی تو اندر جانا تھا' سو ہمت کرکے اپنے برف جیسے وجود کو دھکیلا اور اندر داخل ہوگئی۔وہ آنکھیں موندے پڑا تھا' کمرے میں نیم تاریکی تھی' کئی لمحے لگے آنکھوں کو اس نیم تاریکی سے مانوس ہونے میں۔وہ اسے دیکھنے کے قابل ہوئی تھی تو اچانک سے ارادہ وہاں سے بھاگ جانے کا باندھ لیا تھا' ایک لمحے میں بنا کچھ سوچے وہ پلٹی اور قدم دروازے سے باہر رکھنا چاہے تھے جب دامیان کی آواز نے اس کے قدم باندھ دیئے۔

"اب اگر قدم بڑھا ہی لیا ہے تو واپس کیوں موڑ رہی ہو؟" اس کے پاؤں جیسے پتھر کے ہوگئے تھے' وہ دہلیز پھلانگ نہیں سکی تھی' گردن موڑ کر دیکھا تو وہ اس کی سمت دیکھ رہا تھا' وہ شرمندہ سی دکھائی دی تھی۔دامیان سوری اٹھ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کر تکیے کے سہارے بیٹھ گیا' بخار کی حدت سے اس کا چہرہ سرخ تھا' شیو بڑھی ہوئی تھی' اناہیتا بیگ کے لیے اور کوئی راہ نہیں بچی تھی سوائے اس کے کہ وہ پلٹ کر اس کی سمت آتی اور پھر وہ اس کے سامنے آن رکی۔

"للی بتا رہی تھی کہ..." اس نے آنے کا جواز بتانا ضروری خیال کیا تھا اور وہ جانے کیوں اسے دیکھتے ہوئے مسکرادیا تھا' وہ حیرت سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی تھی۔

"تمہیں خود کو وضاحتیں دینا اچھا لگتا ہے اناہیتا بیگ! یہ خوف تمہارے اندر کا ہے یا باہر کا؟" وہ جتاتا ہوا پوچھ رہا تھا وہ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی' پھر بولی۔

"میں یہاں سے گزر رہی تھی تو سوچا تمہاری خیریت معلوم کرتی جاؤں اور..." وہ وضاحتوں کے انبار لگا کر خود کو جیسے تسکین دینا چاہ رہی تھی' وہ مسکراتے ہوئے سر نفی میں ہلانے لگا پھر ہاتھ بڑھا کر اس کی کلائی کو تھام لیا۔اناہیتا بیگ کو لگا جیسے اس کے وجود کو انگاروں نے چھولیا ہو۔وہ بخار میں بُری طرح سلگ رہا تھا۔

"تم نے ڈاکٹر کو دکھایا' میڈیسن لی کوئی؟" اس نے مروتاً پوچھا شاید انداز عجیب لیا دیا تھا جیسے کوئی دوستی تھی نا کوئی دشمنی نا رواداری نا کوئی مروت۔ عجیب سرد سا انداز تھا۔دامیان سوری نے کوئی جواب نہیں دیا بس چپ چاپ اسے تکتا رہا تھا' وہ حیرت سے بولی۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو' تمہیں کہہ رہی ہوں ڈاکٹر کو دکھاؤ' موسم بدل رہا ہے اور اتنا کیئرلیس ہونا ٹھیک نہیں' اس کو اتنا معمولی لینا ٹھیک نہیں۔" وہ جتاتے ہوئے بولی تو وہ مسکرادیا پھر اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا' وہ چیئر کھینچ کر اس کے قریب بیٹھ گئی' وہ اس کے چہرے کو دلچسپی سے تکنے لگا۔

"تمہیں میری فکر ہورہی تھی نا؟ اسی لیے تم یہاں آئی ہو؟" وہ پُریقین لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"نہیں... ایسا نہیں ہے۔" اناہیتا بیگ نے بھرپور نفی کی تھی۔

"دشمنی یا دوستی؟ نفرت یا محبت؟ اس کے علاوہ بھی کوئی راہ نکلتی ہے؟" وہ جیسے محظوظ ہورہا تھا' اناہیتا نے سر نفی میں ہلادیا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"قیاس آرائیاں کرنا کبھی کبھی کسی بہت بڑی شکست کا پیش خیمہ بھی ہوسکتا ہے۔دو راستوں کے علاوہ تیسری راہ کے تعین کو نظر انداز کرنا دانش مندی نہیں ہوسکتی۔" وہ جتا رہی تھی۔

"محبت اور نفرت کے علاوہ باقی کیا ہے؟" وہ اس کی سمت پوری توجہ سے دیکھتا ہوا پوچھنے لگا تھا۔"دوستی کو تم خیر باد کہہ چکی ہو' احساس مروت کی بات کرنا تمہیں جائز نہیں لگتا اور..."

"تم چاہتے ہو میں واپس چلی جاؤں؟" وہ الجھ کر بولی' دامیان سوری نے اس کی سمت پورے سکون سے دیکھتے ہوئے سر انکار میں ہلایا۔

"مجھ سے پوچھو گی تو شاید جواب وہ ملے جو تمہیں قابل قبول نہ ہو۔" آنکھوں میں حدت لیے بولا۔

"کیسا جواب؟ مجھے شرطوں میں باندھنے کی خواہشیں کرنا عبث ہوسکتا ہے۔میں عام لڑکیوں کی طرح نہیں ہوں مجھے میرے وجود کی نفی کرنا گوارا نہیں۔"

''اور اسی لیے تم اپنے حفاظتی پَر ہر بار پھیلائے رکھتی ہو؟'' وہ اس کی بات کاٹ کر برجستہ سے بولا تھا۔اناہیتا بیگ جانتی تھی وہ اس کے سامنے آئے گی تو مشکل میں گھر جائے گی اور یہی ہوا تھا۔

''میں بحث کرنا نہیں چاہتی تھی مگر تمہیں اپنا خیال رکھنا چاہیے۔'' وہ صلاح دیتے ہوئے بولی تھی۔

''اگر بھٹکتی ہوئی میرے مدارچ میں آگئی ہو تو اس بات کا اقرار بھی کرلو کہ تمہیں میری کچھ تو پروا ہے اور یہ کہ یہ سفر بھی تم نے اپنی مرضی سے کیا ہے اور تمہارے میرے درمیان جو خاموشی ہے اس میں جنوں کو بات کرتے ہوئے محسوس کررہا ہوں اور جنوں تبھی بولتا ہے جب معاملہ عقل و فہم کا نہ ہو، تم خرد مندی کی دعوے دار بننا چاہتی ہو تو مزید وضاحتیں دے سکتی ہو۔'' وہ جتا رہا تھا' اناہیتا کے سامنے سارے راستے جیسے بند ہورہے تھے۔وہ مشکلوں میں گھر رہی تھی، تبھی بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

''مجھے چلنا چاہیے۔'' فوراً اٹھی مگر کلائی دامیان سوری کے ہاتھ آگئی تھی' وہ پلٹ کر اسے خاموشی سے دیکھنے لگی تھی' اس کی نظروں کی تپش اور حدت اگنور کرنے کے قابل نہیں تھی' وہ اپنے آپ سے جیسے ہارنے لگی تھی۔

...☆☆☆...

وہ کھڑکی سے دیکھ رہی تھی' علیزے ہاشمی نے اسے گرمجوشی سے گلے لگایا اور اس کے کان کے قریب لب کرکے سرگوشی کی تھی کہ دونوں مسکرادیئے۔وہ متجسس نہیں تھی کہ اس نے ایسا کیا بھید اس کے کان

میں ڈالا ہوگا کہ وہ اتنا مسرور سا ہوکر مسکرایا تھا مگر جانے کیوں اسے اس کے بہت قریب دیکھ کر جان سلگنے لگی تھی۔ایک ہنگامہ آرائی سی ساری جان میں ہوئی تھی' وہ پیچھے ہٹنے والی تھی جب معارج تغلق نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔وہ نگاہ پھیر کر اجنبی بن گئی تھی اور اس کے ساتھ ہی پیچھے بھی ہٹ

گئی تھی۔وہ گھر میں ممی اور پاپا سے بات کررہی تھی جب وہ اس کی طرف آگیا تھا۔

”نہیں ممی! ایسی کوئی بات نہیں ہے‘ میں بالکل اپنا خیال رکھ رہی ہوں مگر میرا دوکلووزن کم ہونے کی وجہ وقت پر کھانا نہ کھانا بالکل نہیں ہے میں اچھے سے کھاتی ہوں‘ آپ خوامخواہ فکر کررہی ہیں‘ ابھی کچھ دنوں میں‘ میں آجاؤں گی تو پھر آپ کے ہاتھوں کے کھانے کھا کر وہ کمی خود بخود پوری ہوجائے گی۔جی ہاں مجھے آجانا تھا‘ بس اس پروجیکٹ نے روک لیا‘ بہت یاد کررہی ہوں آپ کو ممی! میں جلدی آنا چاہتی ہوں‘ اسی ہفتے میں یہ تقریب نمٹ جائے گی تو میں آپ کے ساتھ ہوں گی‘ پھر ہم مل کر یورپ کا ٹور پلان کریں گے‘ آپ میں اور پاپا‘ ساتھ گھومنے پھرنے جائیں گے۔“ وہ مستقبل کی منصوبہ بندی کررہی تھی جس میں معارج تغلق دور دور تک اس کے ساتھ کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔معارج تغلق کو جیسے اس کا قلق تھا تبھی فون اس کے ہاتھ سے لے کر کال کا سلسلہ منقطع کردیا۔وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی انداز احتجاج بھرا تھا۔

”یہ کیا ہے؟ میں ممی سے بات کررہی تھی‘ آپ کو لگتا ہے کہ ایسے مداخلت کرنا جائز ہے؟“ وہ احتجاج کرتی ہوئی بولی تھی مگر معارج تغلق پر اس کا کوئی مطلق اثر نہیں ہوا تھا‘ فون ایک طرف رکھ کر اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔

”بیوی ہو میری‘ اتنا حق تو ہے میرا کیا نہیں ہے؟“

”ایسی فضول کی باتیں سننے کے لیے وقت نہیں ہے میرے پاس۔یہ فضول کی ڈرامہ بازی بند کرو۔“ وہ اٹھ کر جانے لگی تو معارج تغلق نے کلائی تھام کر اپنی طرف کھینچ لیا نتیجتاً وہ اس پر آگری۔فاصلوں کو بڑھانے کے جتن کیے تھے تو وقت قربتوں کی کہانیاں لکھنے لگا تھا۔ناک کے نتھنوں میں اس کی مخصوص خوشبو گھسی۔جو اس کے اوسان خطا کرنے کے لیے کافی تھی۔اسے حواس بحال کرنے میں کئی لمحے لگے اور اسے اس کی دھڑکنوں کی آواز بھرپور سنائی دی تھی‘ وہ اس کے انتہائی قریب تھی‘ اس کی گرم گرم سانسیں اس کے چہرے کو جھلسارہی تھیں۔اس لمحے اس سے نمٹنا جیسے انتہائی دشوار تھا‘ اس کا چہرہ تپنے لگا تھا‘ اس کی گرفت سے نکلنا چاہا تھا مگر معارج تغلق جیسے کوئی نئی کہانی آغاز

کرنا چاہتا تھا تبھی اس کی خفگی کی پروا کیے بنا اس کے گرد اپنے بازو حمائل کرکے فرار کی ساری راہیں مسدود کردی تھیں' وہ گھورنے لگی تھی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟ اس کا انداز اجنبیت سے بھرپور تھا مگر وہ مطلق پروا نہ کرتے ہوئے اس کے چہرے پر آئی بالوں کی لٹ کو پیچھے ہٹاتے ہوئے اس کے چہرے کو بغور دیکھا تھا۔

"جلن ہوتی ہے تو اس کے لیے خاموشی سے جبر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ تم اس کے لیے احتجاج کرنے کا حق رکھتی ہو' جب تک اس رشتے میں بندھے ہیں تمہارے پاس یہ حق محفوظ ہے کہ تم کچھ بھی کہو تو میں نظر انداز نہ کرسکوں' سخت سست سناؤ بھی تو برداشت کرسکوں۔" وہ کان میں مدھم سرگوشیاں کررہا تھا' وہ دل کو اپنے سنگ باندھنا جانتا تھا مگر انائیا ملک اس کے کسی تیر کا نشانہ نہیں بننا چاہتی تھی۔وہ اس کھیل کو یہیں روک دینا چاہتی تھی مگر اس کی قربتوں سے جو دل کے اندر شور تھا اس سے نمٹنا اس کے لیے ناممکن ہورہا تھا۔

"تمہیں گوارا نہیں کہ مجھے کسی کے ساتھ شیئر کرو؟" اس نے پھر سرگوشی کی۔

"بُرا لگتا ہے نا جب میں کسی اور کے قریب جاتا ہوں' اس دل میں طوفان بپا ہوتا ہے' قیامت اٹھتی ہے نا؟ اس کے معنی سمجھتی ہو یا پھر تم سب بھلا کر نظر انداز کرکے طفل مکتب بن جانا چاہتی ہو؟" اس کی گرم گرم سانسوں کی حدت اس کے چہرے کو جلا رہی تھی۔

"معارج تغلق پلیز..." وہ لجاجت سے بولی' وہ اس کی گرفت سے نکلنے کے جتن کرتی ہوئی اس کے بازوؤں میں پگھل رہی تھی۔وہ اس کے سامنے شکست خوردہ تھی اور اس بے بسی سے اپنے وجود کو اس کے رحم وکرم پر ڈال دیا تھا' اس کے شانے پر سر رکھ کر گہرے گہرے سانس لینے لگی تھی۔معارج تغلق نے لب اس کے کانوں کے قریب رکھ کر مدھم سی سرگوشی کی تھی۔

"مجھے تمہارے آگے ہارنا عجیب نہیں لگے گا مگر تمہیں اس طرح جیتتا دیکھنا مجھے یہ پسپائی اچھی نہیں لگتی جب تم دوریاں بڑھانے لگتی ہو' میں فاصلوں کو سمیٹنے کے جتن کرنے لگتا ہوں تو اس میں تمہاری غلطی ہے' تم اس کے لیے اکساتی ہو مجھے۔" اس کے لب اس کے بالوں پر ملتے ہوئے محسوس ہورہے تھے' انائیا ملک کے لیے یہ ایک مشکل گھڑی تھی۔

جان و دل میں قیامت تھی‘ وہ اس کے لیے مشکلیں بڑھا رہا تھا‘ کیا چاہتا تھا وہ؟ معارج تغلق کے لب اس کی پیشانی پر مہر ثبت کر رہے تھے جب اس کی آنکھوں سے گرم گرم آنسو بہہ نکلے تھے۔معارج تغلق نے ان گرم گرم آنسوؤں کو بے قدر جانے نہیں دیا اور لبوں سے چننے لگا محبت کا انوکھا انداز تھا مگر انائیا ملک اس پر خوش دکھائی نہیں دی تھی۔آنکھیں کھول کر خفگی سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

”کیا چاہتے ہو تم معارج تغلق! کیا چاہیے؟“ انداز جارحانہ تھا وہ بغور تکنے لگا تھا۔

”تم...“ جواب مختصر تھا‘ اس کی نظروں کی تپش اس کی اندرونی کیفیات کا پتا دیتی تھی مگر انائیا ملک اسے کوئی رعایت دینا نہیں چاہتی تھی۔

”میں کوئی واسطہ نہیں رکھنا چاہتی آپ سے‘ بہت بُرے ہیں آپ اور...“ وہ روانی سے بول رہی تھی جب معارج تغلق نے اس کے لبوں پر انگلی رکھی اور چہرہ قریب کرتے ہوئے بولا۔

”میں کوئی وضاحت دینا نہیں چاہتا مگر تمہیں دور جانے بھی نہیں دینا چاہتا۔تم مجھے کسی سے بھی روابط بڑھاتے ہوئے قبول کر سکتی ہو یا نہیں مگر میرے لیے تم سے جڑے رہنا جیسے نا گریز ہے۔میں چاہتا ہوں تم میرے ساتھ رہو انائیا ملک! چاہے اس میں خواہشوں کا دخل ہو یا نہ ہو‘ میرے ساتھ رہو۔“ ان نظروں میں کسی خواہش کا ڈیرا تھا یا کیا تھا وہ جان نہیں پائی تھی‘ معارج تغلق ان لمحوں کو خاموشی سے گزر جانے نہیں دینا چاہتا تھا‘ تبھی اس کے چہرے کو اٹھایا اور توجہ اپنی طرف مبذول کی تھی۔خاموشی سے اس کے چہرے کو دیکھا‘ ان آنکھوں کو اپنے ساتھ باندھا تھا پھر اس کے کان کے قریب لب کرکے سرگوشی کی۔

”میں تمہیں چاہتا ہوں‘ کل کی حقیقت کیا ہے‘ میں نہیں جانتا مگر ان لمحوں کی گزارش میں نظر انداز نہیں کرنا چاہتا۔تمہارے وجود کی سچائیوں کے ساتھ اگر تم مجھے ایسا کرنے سے روکنا چاہتی ہو تو مجھے اس سے بھرپور عداوت ہوگی

انائیا ملک۔" وہ اسے بغور دیکھتے ہوئے بولا تھا۔انائیا ملک کی جان قیامتوں کے زیر آگئی تھی' وہ یک ٹک خاموشی سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

...☆☆☆...

عدن بیگ ریسٹورنٹ پہنچا تھا تو یلماز کمال اس کا منتظر تھا' وہ وقت کا پابند تھا یا پھر اسے اپنے فائدے کے لیے ایسا کرنا مقصود تھا' عدن اسے رسمی انداز میں ملا تھا۔وہ اسے دیکھ کر مسکرایا تھا۔

"ہم دونوں میں کامن یہ ہے کہ ہم ایک لڑکی کو چاہتے ہیں عدن بیگ! مگر اس سے بھی اہم بات ہے جو کہ تمہارے لیے سمجھنا ازحد ضروری ہے کہ وہ میرے ساتھ اپنا پاسٹ رکھتی ہے اور اب بھی وہ مجھ سے کہیں نہ کہیں جڑی ہوئی ہے' میں اس سے بے حساب محبت کرتا ہوں اور مجھے اس کا دل اپنے لیے دھڑکتا ہوا محسوس ہوتا ہے' اس کی دھڑکنوں کو میرے لیے دھڑکنے کی عادت ہے۔میں چاہتا ہوں تم ہمیں فیور دو' وہ لڑکی ایسی ہے کہ خاموشیوں میں دفن ہوجائے گی مگر اپنے دل کی بات نہیں کہے گی۔اگرچہ تم اس کے شوہر ہو مگر یہ تعلق وہ اپنی مرضی سے نہیں باندھ رہی۔وہ مروتاً ایسا کررہی ہے

تمہیں اسے سمجھنے کی ضرورت ہے' وہ اپنی خوشی پر دوسروں کو ترجیح دیتی آئی ہے' مجھے اسے نقصان پہنچا کر اپنی غلطی کا شدید ترین احساس ہوا۔اس کی عزت میری نظروں میں اور بھی بڑھ گئی' بہت شدید محبت کرتا ہوں اس سے۔اس کے ساتھ زندگی گزارنا اور تمام باتوں کا ازالہ کرنا چاہتا ہوں اور یہ تبھی ممکن ہے جب مجھے موقع ملے شاید میں دنیا کا واحد شخص ہوں گا جو کسی لڑکی کے شوہر کے سامنے بیٹھ کر اس کی بیوی سے محبت کا اظہار کررہا ہے' مگر محبت کی کہانیاں بھی اتنی ہی عجیب ہوتی ہیں' یہ سچ ہے میں پارسا چوہدری کے بنا زندگی گزارنے کا تصور نہیں کرسکتا' میں چاہتا ہوں تم اس سے اپنا ہر تعلق ختم کرلو تاکہ میں اس کے ساتھ اپنی زندگی کا آغاز کرسکوں۔تم سمجھ دار شخص ہو' شاید تمہیں اس وقت بہت غصہ آرہا ہو کہ میں یہ سب تمہارے سامنے کہہ رہا ہوں مگر یہ میری زندگی کی سب سے بڑی سچائی ہے اور میں اسی سچائی کے ساتھ اپنی اگلی زندگی میں قدم رکھنا چاہتا ہوں' تم میری بات سمجھ رہے ہونا؟"

یلماز کمال نے انتہائی حد تک اسے قائل کرنا چاہا تھا' عدن بیگ اسے بہت سکون سے دیکھ رہا تھا۔اس کے چہرے سے اس کی اندرونی کیفیت کا پتا نہیں

چل رہا تھا۔وہ شخص پُرسکون سمندر جیسا تھا جس کی بیرونی پرتوں سے کسی ہلچل کا پتا تک نہ چلتا تھا۔یلماز کمال کو جانے کیوں اس کی خاموشی بہت عجیب لگی تھی' اسے لگا تھا وہ اس کا قائل نہیں ہوا ہو تبھی بولا تھا۔

"تم اپنی زندگی اس لڑکی کے ساتھ گزارنا نہیں چاہتے ہو گے جو اچھا پاسٹ نہیں رکھتی؟ تم شاید یہ بات کبھی بھول نہیں پاؤ گے کہ اس کے تعلقات میرے ساتھ تھے' تب جب وہ 16 برس کی تھی' لڑکی اپنی پہلی محبت کبھی نہیں بھولتی اور میں نے تو اسے محبت کا ایک انجانا احساس دیا تھا' میں نے اسے نئے زاویوں سے روشناس کرایا... آہ...!" اس کی بات ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ عدن بیگ نے بھرپور پنچ اس کے منہ پر دے مارا۔وہ سنبھل نہیں پایا تھا اور کرسی سے نیچے جاگرا تھا' عدن بہت سکون کے ساتھ اٹھا اور وہاں سے نکل گیا۔ریسٹورنٹ میں موجود لوگ حیرت سے یلماز کو نیچے پڑا ہوا دیکھ رہے تھے اور یلماز کمال کو تو سوچنے سمجھنے کا کوئی موقع بھی نہیں ملا تھا' اس کی آنکھوں کے سامنے تو تارے ناچ رہے تھے' پل میں یہ کیا ہوا تھا' وہ حیران تھا۔

...☆☆☆...

صبح کی روشنی چھن کر کھڑکی سے آرہی تھی' جہانگیر ملک نے پردے ایک طرف کھینچ دیئے تھے۔زائرہ ملک نے دھوپ سے بچنے کے لیے آنکھوں پر ہاتھ رکھا' کچھ لمحوں تک یونہی لیٹی رہی پھر آہستگی سے آنکھیں کھول کر جہانگیر ملک کو دیکھا' اس نے کافی کا کپ اس کی سمت بڑھایا' وہ مروتاً مسکرادی تھی۔

"آپ نے زحمت کی' مجھے بتا دیا ہوتا۔میں کافی بنا دیتی رات کیس پر کام کررہی تھی دیر سے سوئی تھی' اس لیے دیر سے اٹھی۔" وہ شرمندہ ہوئی تو وہ مسکرادیا تھا۔

"تمہیں شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے' اپنی وائف کے لیے مورننگ کافی بنانے میں مجھے کوئی قباحت نہیں ہے' تم اسے وائف بینی فٹ سمجھ کر قبول کرسکتی ہو۔" وہ مسکرایا تھا۔

"تمہیں اس طرح محسوس کیوں ہورہا ہے کہ ہم دو اجنبی ہیں اور میں نے کسی نامحرم خاتون کو کافی بناکردی ہے یا پھر میں نے تمہارے کمرے میں آکر کوئی

غلطی کی ہے؟" وہ صاف گوئی سے بولا تو وہ شرمندہ ہوئی اور فوراً سر نفی میں ہلایا تھا۔

"نہیں... ایسا نہیں ہے، آپ میرے کمرے میں کسی بھی وقت آسکتے ہیں، میں تو..." وہ کچھ زیادہ نہیں بول سکی تھیں، انداز میں ایک گریز اور اجنبیت تھی، دونوں نے جو باب رقم کیے تھے وہ کچھ پل کی قربتوں سے قوی تھے، زائرہ ملک جانتی تھیں اگر جہانگیر ملک اپنی طرف سے کوشش کر رہا تھا تو اب ان کی بھی ذمہ داری بنتی تھی کہ وہ بھی اپنا ہاتھ بڑھاتیں اور اس ہاتھ کو مکمل کردیتیں۔مگر وہ ایسا نہیں کر پارہی تھیں اور شاید ایسا اس لیے ہی تھا کہ وہ معاف تو کرپائی تھیں مگر فراموش نہیں کرسکیں تھیں، جہانگیر نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا تھا اور پوچھا۔

"تم مجھے معاف نہیں کر پارہی ہو نا زائرہ ملک؟"

"ایسا نہیں ہے۔" وہ سر نفی میں ہلاتی بولی تھیں۔

"ایسا ہی ہے زائرہ! اور میں جانتا ہوں یہ اتنا آسان ہے بھی نہیں، قدرتی بات ہے تمہاری جگہ اگر میں ہوتا تو میرے لیے بھی یہ سب اتنا ہی مشکل ہوتا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مگر مجھے خوشی ہوتی ہے کہ تم میرے نام سے جڑی ہوئی ہو اور اتنے عرصے تم نے خود کو میرے نام سے وقف رکھا شاید کوئی مرد وفاداری میں کسی عورت سے نہیں جیت سکتا۔مگر میں تم پر کوئی پریشر ڈالنا نہیں چاہتا، تم ہر معاملے میں آزاد ہو اگر تم چاہتی ہو کہ تم میرے ساتھ بسر کرو تو میں اس کے لیے تیار ہوں اور اگر تمہیں لگتا ہے کہ کہیں کوئی گنجائش نہیں نکلتی ہے تو میں واپس لوٹ جانے کے لیے تیار ہوں مگر میں ہر معاملے میں تمہاری خوشی چاہتا ہوں، تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔" وہ کھلے دل سے کہہ رہا تھا۔زائرہ کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے کر دبوچا تھا۔وہ اتنے عرصے تک تنہا رہی تھیں مگر مزید تنہا رہنا نہیں چاہتی تھی تبھی بہت آہستگی سے جہانگیر ملک کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"میں نہیں جانتی مرد وہ کیوں نہیں کرسکتا جو ایک عورت کرسکتی ہے۔مگر میں اپنے اندر اتنی گنجائش محسوس کرتی ہوں کہ میں کسی کو بھی معاف کرسکتی ہوں اور فراموش بھی کرسکتی ہوں۔اگرچہ میرے لیے یہ اتنا آسان نہیں تھا مگر میں نے ایسا کیا۔کیونکہ میں نے جو زندگی سے تجربہ حاصل کیا ہے وہ مجھے

سکھاتا ہے کہ ایک مرد کے بنا گھر بہت مشکل سے چلتا ہے اور ایک بیٹی کے لیے باپ کا سہارا کتنا ضروری ہوتا ہے۔میں کوئی خود غرضی کر کے اس گھر کو پھر سے نہیں ادھورا کر سکتی۔تم لوٹ آئے ہو تو میں تمہیں واپس جانے دینا نہیں چاہتی اور یہ فیصلہ میں پورے دل سے لے رہی ہوں۔" اس نے یہ کہہ کر جہانگیر ملک کے شانے پر سر رکھا اور ایک اطمینان کی گہری سانس خارج کی۔جہانگیر ملک نے اس کے گرد اپنے بازو پھیلا دیے اور اس کی پیشانی پر اپنے لب رکھ دیے۔

"اب میں تمہارے اعتبار کو ٹوٹنے نہیں دوں گا زائرہ' میں اس ہر پل کا ازالہ کروں گا جو میں نے تم سب سے دور رہ کر گزارا۔میں اپنی فیملی کو وہ سب سکھ دوں گا جو میں نہیں دے پایا۔اب جو سفر باقی بچا ہے اس سفر میں ہمیشہ تمہارا ہم سفر رہنا چاہتا ہوں اور مجھے معلوم ہے تم ہمیشہ میرا ساتھ دو گی زائرہ۔" جہانگیر ملک کے لہجے میں ایک یقین بول رہا تھا اور یہ یقین ان کی باقی زندگی کے لیے کافی تھا۔زائرہ ملک اپنے اندر ایک سکون محسوس کر رہی

تھیں یہ سکون اس سے قبل محسوس نہیں کیا تھا۔جیسے وہ ایک عرصے کی مسافت کے بعد کسی شجر سایہ دار کے نیچے آن کھڑی ہوئی ہوں۔

...☆☆☆...

"کیا ہوا؟" پارسا چوہدری اسے دیکھتے ہی اس کے قریب دوڑی چلی آئی۔عدن بیگ نے اسے دیکھا۔پارسا کو اس کے چہرے پر پر اسرار سی کیفیت دکھائی دی تھی وہ شاید غصے میں تھا۔وہ جانتی تھی کیا ہوا ہوگا اور یلماز کمال نے کیا کہا ہوگا۔

"تم بول کیوں نہیں رہے' کیا ہوا؟ کیا میرے لیے کوئی فیصلہ ہو گیا ہے؟ کس کے ساتھ رکھا جائے گا مجھے تمہارے ساتھ یا تم یلماز کمال کو سونپنے کو تیار ہو؟" وہ اسے بولنے پر اکساتی ہوئی بولی۔اس کا انداز خفگی سے بھرپور تھا۔عدن بیگ نے اسے سلگتی نظروں سے دیکھا پھر شانوں سے تھام کر اسے بغور دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"کیا تم خاموش نہیں رہ سکتے؟ مجھے تم سے ابھی کوئی بات نہیں کرنی۔" اس سے قبل عدن بیگ نے اس سے اس لہجے میں بات نہیں کی تھی۔اس کے

انداز پر وہ حیران تھی۔ایسا کیا کہا ہوگا یلماز نے وہ جانتی تھی۔تبھی خاموشی سے اس کی سمت دیکھتی رہی تھی بولی کچھ نہیں۔عدن بیگ نے اس کے چہرے کو دیکھا' اس پر ترس آیا تھا۔جو بھی تھا اس میں اس کی غلطی نہیں تھی۔اس کا کوئی قصور نہیں تھا یا پھر قصور تھا بھی تو وہ اسے کیا سزا دیتا؟

''آئی ایم سوری' میں تمہاری بہت عزت کرتا ہوں پارسا اور یہ عزت میں ہمیشہ کرتا رہوں گا۔میں بہت ڈسٹرب ہوں۔بہتر ہوگا ہم بعد میں بات کریں۔'' کہتے ہی وہ آگے بڑھ گیا تھا۔پارسا چوہدری اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔

...☆☆☆...

کبھی کبھی رشتوں کی نوعیت سمجھ نہیں آتی۔وہ نہیں جانتی تھی وہ رشتہ کس نہج پر ہے مگر اسے لگا کہ اسے اس لمحے رواداری نبھانا چاہیے جب کسی کو اس کی ضرورت ہے۔سارا کچھ ختم ہوجانا ہے تو اس سے قبل کچھ پل کی رفاقت سے کیا فرق پڑتا ہے۔وہ خود کو روک نہیں پا رہی تھی یا یہ واقعی کوئی ہمدردی تھی۔اناہیتا بیگ پھولوں کا بکے لے کر اس کے کمرے کے باہر کھڑی تھی۔اس کے دستک دینے سے قبل دروازہ کھل گیا تھا۔مسز سوری باہر آئی تھیں۔

''انا' بیٹا تم کب آئیں؟'' اسے دیکھ کر مسکرائی تھیں۔

''بس ابھی آنٹی' دامیان کی طبیعت اب کیسی ہے؟'' وہ مروتا مسکرائی تھی۔

''پہلے سے بہتر ہے تم اندر جا کر اس سے مل سکتی ہو۔میں تمہارے لیے کافی بنا کر بھیجتی ہوں۔'' آنٹی اس کا چہرہ تھپتھپا کر وہاں سے چلی گئی تھیں۔وہ ہمت کر کے کمرے کے اندر داخل ہوئی۔دامیان سوری اسے دیکھ کر مسکرایا۔

''کیسی طبیعت ہے اب؟ تم نے میڈیسن لیں؟'' وہ بکے اسے تھماتی ہوئی پوچھ رہی تھی۔

''تم جانتی ہو مجھے کس میڈیسن کی ضرورت ہے اناہیتا بیگ۔'' وہ جتاتے ہوئے بولا۔وہ اس کی بات کو مکمل اگنور کرتی ہوئی اس کے لیے سوپ نکالنے لگی تھی۔ایسا کرتی ہوئی وہ بہت ذمہ دار لگ رہی تھی۔وہ اسے بھرپور توجہ سے دیکھ رہا تھا۔وہ سوپ لے کر اس کی طرف مڑی اور اسے اپنی طرف پوری توجہ سے دیکھتا پا کر وہیں رک گئی تھی۔

”کیا ہوا؟“ انابیتا بیگ نے پوچھا۔اس نے بے فکری سے شانے اچکا دیے تھے۔انابیتا نے ہاتھ بڑھا کر اس کی پیشانی کو چھوا۔دامیان سوری نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

اس نے جلتی ہوئی پیشانی پر جب ہاتھ رکھا
روح تک پھیل گئی تاثیر مسیحائی کی

انابیتا شناسائی بھلا کر اجنبی ہونے لگی تھی۔اس کی سمت سے نظریں چرا لی تھیں۔دامیان سوری نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے سامنے بٹھایا تھا۔

”یہ کرامات کس لیے اگر جانے کی ٹھان لی ہے تو؟ تم چاہتی ہو میں تمہیں تمہارے جانے کے بعد اتنا مس کروں کہ تمہارے پیچھے پیچھے چلا آؤں۔یہ خود سے ہمیشہ باندھ کر کیوں رکھنا چاہتی ہو؟ تمہیں اچھا لگتا ہے تمہارا بیمار بنا رہوں اور کسی اور طرف دیکھوں بھی نہ؟ تمہیں خوشی ملتی ہے اس سے؟“ وہ

بغور تکتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔انابیتا بیگ نے کوئی جواب نہیں دیا۔اسے سوپ پلانے لگی تھی۔دامیان سوری کو وہ عرصے بعد بہت اپنی لگی تھی۔اس کا وہ انداز' وہ اپنائیت جو ان کے رشتے کا حصہ تھی جو عرصے سے مسنگ تھی وہ اس اپنائیت کو آج محسوس کر رہا تھا۔

”تم کھانے سے زیادہ دھیان مجھ پر کیوں دے رہے ہو؟“ وہ گھورتی ہوئی بولی۔

”کیونکہ تم بہت چونکا دینے والی لگ رہی ہو' اس بورنگ سوپ سے زیادہ انٹرسٹنگ۔“ وہ مسکرایا۔”ویسے بہت عرصے بعد لگا کہ میں اس انابیتا بیگ سے ملا ہوں جسے میں جانتا ہوں۔میں نے اس انابیتا بیگ کو جیسے کھو دیا تھا۔میں نے وقت کی نبضوں پر ہاتھ رکھ کر ایک ایک لمحے میں تمہیں ڈھونڈا تھا۔مگر مجھے لگا تھا میری تلاش ادھوری رہے گی اور یہ سفر رائیگاں جائے گا مگر تم نے مجھے غلط ثابت کردیا۔جانے کیوں لگا ہے کہ میں نے تمہیں واپس پا لیا ہے۔“ وہ اس کی سمت متواتر دیکھتے ہوئے بولا۔وہ ہاتھ روک کر اسے دیکھنے لگی تھی۔

"تمہیں ایسا کیوں لگ رہا ہے؟ کل جب چلی جاؤں گی تو تمہیں اس کا پچھتاوا ہوگا پھر یہ سوچتے رہنے سے کیا حاصل ہوگا کہ سب واپس مل گیا ہے؟" وہ جتاتے ہوئے بولی۔

"تمہیں لگتا ہے مجھے یہ سوچنا نہیں چاہیے کہ وقت واپس لوٹ سکتا ہے تم مجھے خوش فہم ہوتے ہوئے دیکھنا نہیں چاہتیں یا پھر مجھے خواب دیکھنے سے روکنا چاہتی ہو؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"تم خواب دیکھنے سے باز نہیں آؤ گے؟" وہ عرصہ بعد دوستانہ انداز میں مسکرائی تھی۔

"اگر کل خوابوں کی حقیقت کچھ نہ رہی تو الزام مجھے مت دینا۔میں تمہارے خوابوں کی گٹھڑیاں بنا کر اپنے ساتھ سامان میں بند کر کے لندن لے جاؤں گی اور روز تمہارے لیے ایک خواب نکال کر کاغذ کی کشتی بنا کر دریا کنارے بہا دیا کروں گی۔تمہیں جنون ہے ناخوابوں کو ہم سفر کرنے کا؟ تو وہ خواب تمہاری طرف کا سفر کیا کریں گے تمہیں بس یہ کرنا ہے کہ ان خوابوں کو اپنے خوابوں سے جوڑنا ہے۔جب وہ خوابوں کی کشتیاں تم تک آئیں تو ان

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

خوابوں کو سنبھال کر رکھ لینا۔تاکہ وہ روشنی ہمیشہ زندہ رہے جو ان خوابوں سے پھوٹتی ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔دامیان سوری نے ہاتھ اس کے لبوں پر رکھ دیا تھا۔وہ اسے حیرت سے تکنے لگی۔تبھی وہ بولا تھا۔

"وہ روشنی ان خوابوں سے نہیں پھوٹتی انابیتا بیگ تمہاری آنکھوں سے پھوٹتی ہے۔اس روشنی کی کہانی کا سلسلہ تم سے شروع ہوتا ہے میں ان خوابوں کو کبھی بکھرنے دینا نہیں چاہتا جو خواب تم سے سفر کر کے مجھ تک آتے ہیں میں ان خوابوں کا سلسلہ تمہاری آنکھوں سے اپنی آنکھوں تک جوڑنا چاہتا ہوں۔مگر جانے کیوں ہر بار سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے۔کوئی ربط نہیں رہ پاتا۔شاید جب تم وہ گٹھڑیاں کاغذ کی کشتیوں پر اتارتی ہو تو میرے نام کے رقعے لکھ کر ان کشتیوں میں رکھنا بھول جاتی ہو۔وہاں رسم ہے نا اگر پتا لکھا نا جائے تو پارسل واپس بھیجنے والے کو پہنچ جاتا ہے تو ہوتا وہی ہے کہ جو خواب چوری چوری تم مجھ تک بھیجنا چاہتی ہو وہ واپس تمہی تک لوٹ جاتے ہیں۔تم ہر بار ایک ہی غلطی کرتی ہو اور شاید تبھی خواب راستا بھول جاتے ہیں اگر ایک بار بھی صحیح پتا درج کیا ہوتا تو رابط ٹوٹتا نہیں میں ہر بار فاصلوں کو طویل پاتا

ہوں اور راستے بھٹک جاتا ہوں تو اس میں کچھ غلطی تمہاری بھی ہے۔" وہ اس کا ہاتھ لبوں پر سے ہٹا کر نگاہ پھیر گئی تھی وہ مذاق کر رہی تھی اور اس کا مذاق اس کو مشکل میں ڈال گیا تھا۔دامیان سوری کسی بات کا سرا ہاتھ سے جانے دینا نہیں چاہتا تھا۔وہ مشکلوں میں گھر گئی تھی۔تبھی بات بدلتے ہوئے بولی تھی۔

"میں چلی جاؤں گی تو تمہارے دوستوں میں ایک کی کمی اور واقع ہوجائے گی تم ایکسل کا دماغ کھاتے رہنا اور...!"

"تم چاہتی ہو میں تمہیں مس کروں؟" وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔

انابیتا بیگ نے اس کی سمت دیکھا پھر شانے اچکا دیے تھے۔

"میں نہیں جانتی مگر اٹس اپ ٹو یو اگر تمہیں لگتا ہے کہ...!" اس نے بات ادھوری چھوڑ دی تھی دامیان سوری جانے کیوں مسکرا دیا۔

"تمہیں ڈر کس بات کا ہے؟"

"مجھے کوئی ڈر نہیں میں ڈر کے بنا جینے کی قائل ہوں۔" وہ روانی سے بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اور وہ ڈر جو میں تمہاری آنکھوں میں دیکھ رہا ہوں۔" وہ جتاتے ہوئے بولا تھا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے اور ہے تو یہ تمہارا وہم ہے۔" وہ اسے جھٹلا رہی تھی۔

"تم مجھے ہرانا چاہتی ہو' بس یہی؟" وہ نقطے پر پہنچا تھا۔

"میں کسی مقابلے میں شریک نہیں ہوں سو ہار جیت کی بات کرنا فضول ہے۔" وہ منکر تھی۔

"تو یہ تمہاری انا ہے؟ اس کی بھی کوئی حقیقت ہے؟" وہ صاف گوئی سے بولا تھا۔

"میری انا؟ تم نے کیوں قیاس کیا کہ کہیں ایسا کچھ ہے؟" وہ ماننے کو تیار نہ تھی۔

"مان لو کہ تم ہار ماننا نہیں چاہتی ہو انابیتا بیگ۔" وہ بضد تھا۔

"میں ہی کیا کوئی بھی ہار ماننا نہیں چاہتا۔دامیان سوری تم بھی تو نہیں ہار سکتے نا؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

”میں ہار سکتا ہوں اگر مجھے یقین ہو کہ اس ہار سے تمہیں جو جیت ملے گی اس میں میری جیت ہوگی۔“ وہ برجستگی سے بولا تو وہ ساکت رہ گئی تھی۔

”یہ کیا کھیل کھیل رہے ہیں ہم؟ بچے ہیں کوئی؟“ وہ خدشات اٹھاتی ہوئی بولی تھی۔

”طفل مکتب تم ہو اناہیتا بیگ ایسی بچکانہ باتیں تمہاری طرف سے آغاز ہوئی ہیں۔“ وہ سارا الزام اس کے سر ڈال رہا تھا۔وہ زچ ہو کر رہ گئی تھی۔

”دامیان سوری ہم فضول کی باتیں کر رہے ہس۔جن کا کوئی مقصد نہیں نکلتا۔“ وہ اپنے اندر کے شور کو دباتے ہوئے بولی تھی۔

”کبھی کبھی معنی خیز باتیں کرنا سود مند ہوتا ہے اناہیتا بیگ بہت سے سرے ہاتھ آجاتے ہیں۔“ وہ مسکرایا تھا۔

”تم ٹھیک نہیں ہو، تمہیں ریسٹ کرنا چاہیے۔میں چلتی ہوں۔“ وہ اٹھنے لگی تھی۔دامیان سوری نے اسے ہاتھ تھام کر بٹھالیا۔وہ بے بسی سے اس کی سمت دیکھنے لگی تھی۔

”دامیان میں کوئی گلہ ساتھ لے کر جانا نہیں چاہتی۔مجھے لگتا ہے سب باتوں کو بھلا دینا مناسب ہے۔ہم واقعی کافی بچکانہ حرکتیں کر چکے ہیں اور اب ہمارے لیے نئے دور میں دانش مندی کے ساتھ داخل ہوجانا ہی مناسب ہے۔“ وہ اپنے طور پر حفاظتی بند باندھ رہی تھی۔دامیان سوری اس کی آنکھوں کو بغور دیکھ رہا تھا۔

”دیکھ رہا ہوں اناہیتا بیگ تمہاری آنکھیں وہ کیوں نہیں کہتیں جو تم کہتی ہو اور تم وہ کیوں نہیں کہتیں جو تمہاری آنکھیں کہتی ہیں۔یہ تضاد کیوں ہے؟“ دامیان سوری نے کہا تو اناہیتا کو اپنی جان قیامتوں کے زیر آتی محسوس ہوئی تھی۔اس کے پاس اس بات کا کوئی جواب نہیں تھا۔وہ اسے چپ چاپ دیکھتی رہی تھی۔نظریں نظروں سے کیا کہہ رہی تھیں۔وہ گھبرا کر نگاہ پھیر گئی تھی۔

...☆☆☆...

ساری رات وہ سو نہیں پائی تھی۔صبح اٹھی تو سب سے پہلے اس کے کمرے کی راہ لی وہ کمبل تانے آرام سے سو رہا تھا۔پارسا نے اس کے اوپر سے کمبل کھینچ دیا۔

”تم اتنے آرام سے کیسے سو سکتے ہو جب کہ میں نے ساری رات آنکھوں میں گزاری ہو۔“ وہ اسے جھنجھوڑتے ہوئے بولی۔وہ آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے لگا تھا۔مگر دوسرے ہی لمحے آنکھیں دوبارہ موند لیں تھیں انداز پر سکون تھا رات والی کوئی ہلچل نہیں تھی۔

”عدن بیگ دیٹس ناٹ فیئر‘ تم میری زندگی کا فیصلہ کر چکے ہو اور مجھے تم سے پوچھنا ہے کہ کون ہوتے ہو تم میری زندگی کا فیصلہ تن تنہا کرنے والے۔میں اتنی ارزاں ہوں کیا کہ کوئی بھی منہ اٹھائے اور میری زندگی کا کچھ بھی کر ڈالے۔“ وہ غصے میں تھی مگر وہ اطمینان سے بولا۔

”پارسا سونے دونا‘ میں تھکا ہوا ہوں‘ تم بھی سوجاؤ۔“ وہ آنکھیں موندے موندے بولا تھا۔وہ گھورنے لگی۔تبھی سائیڈ ٹیبل سے پانی کا جگ اٹھایا اور اس پر انڈیل دیا۔وہ حیرت سے اسے دیکھتا ہی رہا۔پھر اسے کلائی سے پکڑ کر اپنی

طرف کھینچ لیا۔بنا اس کی پروا کیے کہ وہ اس وقت اس کے گھر میں ہے۔پارسا اس پر آن گری تھی۔اس اچانک حملے کی امید نہیں تھی وہ حواس باختہ سی اسے دیکھ رہی تھی۔جب وہ بولا۔

”مسز پارسا بیگ تم اس وقت اپنے شوہر کے سینے پر چاروں شانے چت ہو اور حد تو یہ کہ اسے یک ٹک گھورے بھی جا رہی ہو اور کوئی دیکھے گا تو کیا کہے گا کہ ذرا سا انتظار بھی نہیں ہوتا؟ چلو اس کا ایک فائدہ تو ہوگا کہ وہ کچھ جلدی اقدامات کرنے کی ٹھانیں گے۔“ وہ کان میں مدھم سی سرگوشی کرتے ہوئے بولا تو اس کی سانسیں اس کے چہرے سے ٹکرا رہی تھی۔وہ اس کے بازوؤں کے حصار میں تھی۔احساس ہوا تھا تو چہرہ کان کی لوؤں تک سرخ پڑ گیا۔یہ پہلی بار تھا عدن بیگ نے اسے اختیاری طور پر اپنے حصار میں لیا تھا۔ورنہ جب سے رشتہ بندھا تھا وہ اس سے کھنچا سا تھا۔

”یہ کیا بد تمیزی ہے۔“ وہ اس کے دل کے شور سے گھبرا کر بولی اور اس کے حصار سے نکلنا چاہا تھا مگر وہ مائل دکھائی نہیں دیا تھا۔

”تم جاننا چاہتی ہو نا میں نے کیا فیصلہ لیا؟“

"ہاں مگر' اس طرح... آپ چھوڑیں مجھے... کسی نے دیکھ لیا تو...!" وہ شرمندہ ہوئی۔

"دیکھ لے تو دیکھ لے ایک جائز رشتہ ہے منکوحہ ہو میری' اتنی قربت کا تو حق دار ہوں یوں بھی جب سے نکاح ہوا ہے ایک بار بھی قریب سے نہیں دیکھا۔اگر اب یہ لمحے میسر آگئے ہیں تو انہیں گنوانا کہاں کی دانشمندی ہوگی؟" وہ بغور اس کے چہرے کو تکتے ہوئے بولا۔وہ سمجھ نہیں پائی تھی کہ وہ کیا کہہ رہا تھا کانوں میں اپنی اور اس کی دھڑکنوں کا شور تھا۔اس کے قرب سے اس کا وجود جل رہا تھا۔صبح ہی صبح اس نے خود کو مشکل میں ڈال لیا تھا۔

"تمہیں شب بھر نیند نہیں آئی مجھے اتنا مس کیا؟" وہ اس کے چہرے پر آئی لٹ سے کھیلتے ہوئے اسے چھیڑ رہا تھا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟ میں آپ سے یلماز کمال کی بات کرنے آئی...!"

"شش۔" عدن بیگ نے چہرہ اس کے قریب کر کے اسے خاموش کردیا۔ وہ ان نوازشوں پر حواس باختہ سی رہ گئی تھی۔وہ اسے بولنے نہیں دے رہا تھا۔ وہ بہت کچھ جاننے آئی تھی اور اب خود مشکلوں میں گھری ہوئی تھی۔

"عدن ... پلیز...!" اس نے لجاجت سے کہا تھا۔"کچھ نہیں جانا مجھے چھوڑیں۔" وہ سرخ چہرے کے ساتھ اس کی سمت دیکھ نہیں پارہی تھی۔وہ اس کی سمت دیکھتے ہوئے مسکرا دیا۔پھر اس کی پیشانی کو بہت آہستگی سے چھوتے ہوئے بولا۔

"تم نے یہ کیسے سوچ لیا کہ میں تم سے دستبردار ہوسکتا ہوں۔ایسا سوچا بھی کیسے تم نے؟ تمہیں لگا کہ میں ایسا شوہر ہوں جو اپنی بیوی کو پلیٹ میں سجا کر کسی اور کو سونپ دوں گا۔تم نے اپنی جان کسی اور کو سونپتے دیکھا ہے؟ تم میری جان ہو پارسا بیگ تمہیں کسی اور کے حوالے کیسے کرسکتا ہوں؟" وہ اسے توجہ سے دیکھتا ہوا کہہ رہا تھا۔وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی تھی۔پھر اطمینان سے ایک گہری سانس خارج کی۔

"تم مجھے کھو نہیں سکتیں نا پارسا۔اتنی محبت ہے تو پھر اتنا یقین کیوں نہیں تھا کہ میں تمہارے معاملے میں اس محاذ پر ڈٹا نہیں رہ سکتا؟ تمہیں لگتا ہے کہ مجھے کوئی کچھ بھی کہے گا تو میں اس پر کان دھر دوں گا؟ میں تمہیں تم سے زیادہ جانتا ہوں پارسا بیگ اور اگر یلماز سے ملنے کی بات تھی تو میں صرف اس

سے مل کر دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے اور اس نے جو کہا اس کا جواب بھی اسے مل گیا۔" وہ سکون سے بتا رہا تھا۔پارسا بیگ نے ایک گہری سانس لے کر اس کے سینے پر سر دھرا۔پہلی بار "خود سپردگی" کا احساس بہت بھلا لگا تھا۔وہ اس کے لیے تھا۔اس کے وجود کا حصہ تھی اور وہ اس کے لیے ڈٹ کر کھڑا تھا۔اسے یہ بات بہت اطمینان دے رہی تھی۔

"تم خوش ہو نا؟" وہ اس کے سر پر اپنے لب رکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔وہ مسکرادی۔

"ہوں' مجھے بہت ڈر لگ رہا تھا۔مجھے لگا تم اس کی مانو گے اور مجھے گنوا دو گے۔"

"میں تمہیں کیسے گنوا سکتا ہوں تم میری زندگی ہو پارسا؟" وہ اس کے قریب تھی' اس کی دھڑکنوں کو اپنے لیے دھڑکتا ہوا سن رہی تھی۔اس سے زیادہ خوش کن احساس کیا ہوسکتا تھا۔وہ پہلی بار ایک اطمینان اپنے دل میں محسوس کر رہی تھی۔

"مجھے فضول میں تنگ کیوں کرتے رہے اگر یہی فیصلہ کرنا تھا تو میرا اتنا خون کیوں جلایا۔" وہ شکوہ کرتی ہوئی بولی تھی۔وہ مسکرادیا۔

"اگر تمہیں سب بتا دیتا تو آج یہ قربت کیسے میسر آتی تم شب بھر جاگ کر مجھے کیسے سوچتیں؟ اور صبح اٹھ کر خود میرے بازوؤں میں کیسے چلی آتیں؟" وہ چھیڑ رہا تھا وہ خجل سی ہو گئی تھی۔تبھی عدن بیگ کی سمت دیکھتی ہوئی بولی تھی۔

"اگر مجھے معلوم ہوتا آپ ایسی شرارت کرنے والے ہیں تو میں آپ کے کمرے کا رخ بھی نہیں کرتی۔" اس کی پلکوں کی لرزش سے اس کی اندرونی کیفیات کا پتا چل رہا تھا۔عدن بیگ اس کے چہرے پر رنگوں کو دیکھ کر مسکرا دیا۔

"تم اتنی پریشان ہو رہی تھیں اگر اپنی محبت کا ثبوت نہ دیتا تو تمہیں سکون کہاں آنا تھا۔اگر یہ شرارت ہے تو اس پر اکسایا کس نے؟" وہ چھیڑ رہا تھا۔وہ لب بھینچ کر مسکرائی تھی۔پھر اس کے بازوؤں سے نکلنا چاہا تھا۔

”او ہوں۔ابھی دل نہیں کر رہا کچھ دیر اور پاس رہو نا۔“ وہ نظروں میں شرارت لیے بولا تو وہ خجل سی ہو گئی تھی۔

”عدن میں تمہارے بنا جینے کا تصور نہیں کر سکتی۔“

”آئی نو ہنی، آئی لو یو میں تمہیں کبھی تنہا نہیں چھوڑوں گا ہمیشہ تمہارا خیال رکھوں گا مگر ایک شرط ہوگی۔“

”کس شرط پر؟“ وہ چونکی۔

”تمہیں مجھے یونہی چاہتے رہنا ہوگا اور ہر صبح اسی طرح جگانا ہوگا۔“ وہ مسکرایا۔ وہ خجل سی مسکرادی تو اس کے گرد عدن بیگ نے اپنے بازوؤں کا گھیرا تنگ کردیا تھا اور اس نے اس پر اطمینان کی سانس لے کر اس کے سینے پر سر دھر دیا تھا۔

...☆☆☆...

مسٹر ایلکس کی شادی کی تقریبات کے لیے وہ ایک ڈریس اپنے لیے نکال کر گئی تھی۔مگر جب شاور لے کر نکلی تو اس ڈریس کی جگہ ایک بہت قیمتی ریڈ گاؤن پڑا دیکھ کر حیران رہ گئی۔اس نے بنا اسے چھوئے دوبارہ اس ڈریس کو

اٹھایا اور ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گئی۔تب ہی اس کی کلائی معارج تغلق کے ہاتھ میں آئی تو اس نے پلٹ کر دیکھا۔

”تم یہ ریڈ گاؤن پہنو گی۔“ وہ تحکم بھرے انداز میں بولا تھا۔

”کیونکہ میں ایک ایونٹ آرگنائزر ہوں۔یہ ریڈ انتہائی قیمتی گاؤن کیونکر پہنوں، ایسا قیمتی گاؤن تو اس شام کی برائیڈل نے بھی پہنا نہیں ہوگا۔“ وہ پروفیشنل انداز میں بولی تھی۔

”تم اس شادی میں میری بیوی کی حیثیت سے جا رہی ہو انابیا ملک سو تمہیں یہی گاؤن پہننا ہوگا۔تم ایک ایونٹ آرگنائزر بعد میں ہو پہلے میری وائف ہو اور میرے خاندان کی عزت کا خیال کرنا تم پر فرض ہے۔“ وہ جتاتے ہوئے بولا تھا۔اس نے خاموشی سے اسے دیکھا۔تبھی وہ اس کا چہرہ ملائمت سے چھوتے ہوئے بولا۔

”میں چاہتا ہوں میری وائف آج کی اس تقریب میں سب سے زیادہ نمایاں دکھائی دے۔سو اس کے لیے اس شہر کی سب سے بڑی میک اپ آرٹسٹ کو ہائر کیا ہے ان کے ساتھ یہاں کے مشہور ہیئر اسٹائلسٹ بھی ہیں۔تم پلیز ان کی

چپ چاپ ماننا۔میں تمہیں آج اپنے پسندیدہ زاویے سے دیکھنا چاہتا ہوں۔تمہیں میری خواہشوں کا احترام کرنا ہوگا۔" وہ جتا رہا تھا وہ خاموش رہ گئی تھی۔وہ اس کی پیشانی پر اپنے پیار کی مہر ثبت کر کے واپس پلٹ گیا' انائیا ملک نے خود کو اس کے زاویوں میں ڈھالنے کے لیے چھوڑ دیا تھا اور جب اس نے آئینہ دیکھا تھا وہ خود کو پہچان نہیں سکی تھی۔اس کی نگاہ خیرہ رہ گئی

تھی۔

کیا یہ وہی تھی' اپنا یہ روپ اسے اجنبی لگا تھا۔اتنی خوب صورت تو شاید وہ کبھی نہیں لگی تھی۔وہ اس کے زاویوں میں ڈھل کر کتنی انوکھی لگ رہی تھی۔کاش وہ ہمیشہ اس کے زاویوں میں ڈھل کر رہ سکتی۔مگر وہ شخص اس قابل نہیں تھا۔اس نے سوچا تھا تو جان جلنے لگی تھی وہ دروازہ کھول کر اندر آگیا تھا۔ اسے دیکھ کر کچھ نہیں بولا تھا۔بس خاموشی سے اس کے قریب آیا اور اس کے گلے میں ایک بیش قیمت نیکلس پہناتے ہوئے آئینے میں اسے بغور دیکھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہ اس کی سانسوں کی حدت کو اپنے بہت قریب محسوس کر رہی تھی۔معارج تغلق کی دیوانگی عروج پر تھی۔وہ اس کے وجود سے نگاہ نہیں ہٹا پا رہا تھا۔

"تم بہت خوب صورت لگ رہی ہو۔مگر اس سے بڑھ کر تم صرف میری لگ رہی ہو۔" وہ اس کے کان کے قریب سرگوشی کرتا ہوا بولا تھا۔انائیا ملک کو اس کی قربت سے الجھن ہو رہی تھی۔مگر وہ اسے پیچھے نہیں دھکیل سکی تھی۔وہ اس سب سے دور نکل جانا چاہتی تھی۔تبھی اسے روکتے ہوئے بولی تھی۔

"ہمیں دیر ہو رہی ہے۔وہاں جا کر مجھے انتظامات دیکھنے ہیں ہمیں نکلنا چاہیے۔" وہ بولی تو معارج تغلق جانے کیوں اسے یک ٹک دیکھے گیا۔

...☆☆☆...

انابیتا بیگ اپنا سامان پیک کر رہی تھی اسے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تھا۔اس نے پلٹ کر دیکھا تو دامیان سوری وہاں کھڑا تھا۔وہ اسے دیکھ کر مسکرادی۔انداز دوستانہ تھا۔دامیان سوری چپ رہا۔آنکھوں میں کوئی خاص رنگ تھا۔

"کیا ہوا؟ تم وہیں کیوں رک گئے' آؤ نا میرے ساتھ پیکنگ میں ہیلپ کرو' میری شام کی فلائٹ ہے اور اتنا زیادہ ٹائم بھی نہیں بچا ہے تم تو جانتے ہو نا میں ہر کام وقت پر کرنے کی عادی ہوں دیکھو سب کچھ کیسے بکھرا پڑا ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔دامیان سوری آگے بڑھا اور اس کے مقابل آن رکا تھا۔انابیتا بیگ کی جاں میں قیامت برپا ہوئی تھی۔وہ ساکت سی اسے تکنے لگی تھی۔وہ پوری توجہ سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کیا؟" وہ مسکراتے ہوئے کہہ کر اس کا تاثر زائل کرنا چاہ رہی تھی۔مگر وہ یک ٹک دیکھے گیا۔انابیتا کو اس وقت سے نمٹنا دشوار ترین لگ رہا تھا۔

"تم۔" اس نے دوبارہ بولنا چاہا مگر دامیان سوری نے اس کے لبوں پر شہادت کی انگلی رکھ دی اور انابیتا بیگ کی جان جیسے کسی طوفان کے دہانے پر آگئی تھی۔دل دھڑکنے کی آواز اتنی تیز تھی کہ اس کے کان پھٹے جا رہے تھے۔اسے لگا تھا وہ ہار جائے گی۔دامیان سوری جس طرح اس کے سامنے تنا کھڑا تھا اس سے اسے اپنی شکست صاف دکھائی دے رہی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"آج کوئی فضول بات نہیں ہوگی۔سر میں سودا ہے اور دل میں عزم۔میں نے ٹھان لی ہے جو بھی ہو' ساری کشتیاں جلا دینا ہے۔واپسی کی کوئی راہ نہیں رکھنی۔میں نے آخری راہ چنی ہے اور مجھے یقین ہے کہ اس راہ کے آگے اختتام پر منزل کھڑی ہے۔آج دوسری کوئی بات نہیں ہوگی۔مجھے مدعائے دل کہنا ہے اور گزرے لمحوں کی کوئی بات نہیں کرنی۔میں ہر بات کا ازالہ کرنے کو تیار ہوں میرے پاس بہت سی تراکیب ہیں اور ہر خدشے کا یقین موجود ہے کہ سدباب کیا ہوگا اور حفاظتی بندھ کیسے باندھنا ہوں گے۔میں اپنی پوری تیاری کر کے آیا ہوں اور مجھے یقین ہے آج میں ہاروں گا نہیں۔" اس کا یقین اس کے لہجے میں بول رہا تھا۔وہ پر عزم تھا۔انابیتا بیگ حیران تھی۔اس نے نہیں سوچا تھا کہ یہ صورت حال ہوگی تو کیا ہوگا تبھی اپنی سی کوشش کرتے ہوئے اپنے لیے اسٹینڈ لینا چاہا اور ہمت کر کے بولی۔

"میں جا رہی ہوں دامیان سوری۔کم آن' میری مدد کرو دیکھو کتنا کام باقی پڑا ہے اور...!"

"میں تمہاری ہر ممکن مدد کروں گا' تمہاری نئی زندگی کی شروعات کے لیے مگر تمہارے جانے کے لیے نہیں۔" وہ اپنا مدعا بہت واضح بیان کر رہا تھا۔وہ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"کیا کہہ رہے ہو تم مجھے بہت سا کام کرنا ہے اور فلائٹ میں ٹائم بہت کم بچا ہے۔میں تمہاری فضول کی باتیں نہیں سن سکتی... مجھے..." وہ اپنی بات بھی مکمل نہیں کرپائی تھی کہ دامیان سوری نے اسے کلائی سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔وہ کچی ڈور سے بندھی اس کے سینے سے آن ٹکرائی تھی۔کتنی دیر تک تو کچھ ہوش ہی نہیں رہا تھا اور حواس بحال ہوئے تو سر اٹھا کر بوکھلائے ہوئے انداز میں دیکھا۔

"آج کچھ اور مت سنو انابیتا' اس دل کی سنو میری بھی مت سنو۔شاید تمہیں لگے کہ میں جھوٹ بولوں گا۔تم ان دھڑکنوں کی زبان سمجھو اور سنو کہ یہ کیا کہہ رہی ہیں۔اس دل میں ایک مدت سے جو ہے وہ سنائی دیتا ہے کہ نہیں۔اس شور میں دبی کہانیاں تمہاری سماعتوں کو چھو رہی ہیں؟" اتنی قربت تھی

کہ انابیتا بیگ کا سارا کونفیڈینس سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گیا تھا۔وہ جو ٹھانے بیٹھی تھی کہ یوں نہیں ہوگا اور سب ویسے کا ویسے ہی ہوا۔

"دامیان!" اس نے اپنی سی کوشش کی تھی۔

"شش' دل کی سنو ہنی' تمہیں زبان سے سننے کی خواہش ہے مگر فی الحال میں ارادہ نہیں رکھتا۔میں چاہتا ہوں تم دل کی سنو اپنے دل کی نہیں میرے دل کی۔" اس کا لہجہ پر حدت تھا اور آنکھوں میں ایسی تپش تھی کہ اسے پگھلنے پر اکسا رہی تھی۔

...☆☆☆...

انائیا ملک نے گاڑی سے قدم نیچے دھرا تو سامنے ریڈ کارپٹ بچھا ہوا تھا۔یہ اس کا کیا گیا انتظام تھا۔اس نے مسٹر ایلکس کی شادی کے لیے سارے انتظامات بہت دل سے کیے تھے۔اس واقعے کو بہت بڑا ایونٹ بنانے کے لیے چھوٹی بچیاں ربنز سے کھیل رہی تھی۔برائیڈ میڈز کے ڈریسز سے میچنگ امبریلاز تھے۔مہمانوں کے لیے ٹیبلز لگوائے گئے تھے۔ایک طرف میموری بک چیئر پر

رکھی گئی تھی جس پر سب اپنی اپنی وشز اس جوڑے کے لیے لکھنے والے تھے۔ اس نے استقبالیہ کے طور پر کشمیری چائے اور کچھ اسنیکس رکھے تھے۔

ٹیبل پر کینڈلز اور سی شیلز سجائے گئے تھے۔پام لیوز سے اسے نمایاں کیا گیا تھا۔ویڈنگ لوکیشن Votive Candle سے عجب چھب دکھا رہی تھیں۔کچھ فاصلے پر شی شیلز پر چلنے کے بعد دلہن دلہا کے لیے Beach Wedding Alter لگایا گیا تھا۔جسے سفید شیفون کے فیبرک اور پھولوں سے ڈیکوریٹ کیا گیا تھا۔مہمان کشمیری چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔اسے انتظامات دیکھ کر خوشی ہوئی تھی مگر مسٹر ایلکس اور ان کی برائیڈل ابھی اس وینیو پر نہیں پہنچے تھے۔کچھ مہمان ویڈنگ گیسٹ بک چیئر پر اپنے اپنے جذبات کا اظہار کر رہے تھے۔وہ بھی اپنے جذبات وہاں درج کرنا چاہتی تھی۔اس نے پورے دل سے اس ایونٹ کو خاص بنانا چاہا تھا۔اسے حیرت ہوئی تھی جب وہ معارج تغلق

کے ساتھ شی شیلز پر چلتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی تو تمام مہمانوں نے انہیں خاص پر تپاک انداز میں وش کیا تھا۔جیسے شادی کا جوڑا یہی ہوں۔اس نے حیرت سے معارج تغلق کی سمت دیکھا۔وہ اس کی سمت دیکھتے ہوئے نرمی سے مسکرا دیا۔

”کیا خیال ہے؟“ آج یہیں پر ہم بھی ایک بار پھر تجدید وفا کا عہد کریں؟“ وہ اس کے کان کے قریب سرگوشی کرتا ہوا بولا۔وہ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

”کیسا ہے یہ سب‘ ہے نا سب کچھ یونیک۔میں چاہتی تھی مسٹر ایلکس کو ہر طرح سے یہ ایونٹ خاص لگے اور یہ شادی کل کے نیوز پیپر کی سب سے بڑی شہ سرخیوں میں سے ہو۔اس صدی کا سب سے بڑا ایونٹ‘ میں نے بہت دل سے کیا ہے۔آؤ میں آپ کو وہ کیک دکھاؤں جس پر چیئرز کیک کے ٹاپ پر لگائے گئے ہیں اور سفید کیک پر ٹکڑے ٹکڑے کرکے ٹاپنگ کر کے سینڈ کا لک دیا گیا ہے۔“ انانیا ملک ایکسائیٹڈ دکھائی دے رہی تھی ایسے بچے کی طرح جو اپنے کیے گئے انتظامات پر دوسروں کی داد پانے کا خواہاں ہو۔معارج

تغلق اس کے چہرے کو بہت دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔آج اس کا زاویہ نظر مختلف کیوں تھا یا پھر انائیا ملک کو ایسا لگا تھا؟

"تمہیں حیرت ہوگی میں نے بہت مشکل سے انتظامیہ سے اجازت لینے کے بعد دلہن دلہا کی آمد کے بعد Wish Lantern Set Adrift کا انتظام بھی کیا ہے۔بہت سی وش Lantern رات کے وقت آسمان میں ریلیز کی جائیں گی تو یہ ایک خوب صورت رومانی ماحول کری ایٹ کریں گے' مگر مجھے چونکہ اس شادی کو بہت خاص بنانا تھا تو میں نے بطور خاص اس کے لیے انتظامیہ سے اجازت نامہ لیا اور پھر ان پیپر لالٹین کو ڈھونڈنا بھی ایک الگ مہم تھی۔ ابھی تو دن کی روشنی ہے سورج ڈھل رہا ہے۔مگر سمندر کے کنارے وہ نظارہ دیکھنے لائق ہوگا جب بہت سی روشنیاں آسمانوں کا سفر کریں گی۔" وہ بہت جوش سے بتا رہی تھی۔پھر جانے کیا سوچ کر معارج تغلق کا ہاتھ تھام کر اسے کھینچتی ہوئی ویڈنگ گیسٹ بک چیئر کی سمت بڑھی۔اس چیئر کا بندوبست کرتے ہوئے میں نے ایک پل کو سوچا تھا کہ اگر میں اپنی شادی پر خود اپنے لیے کچھ لکھوں گی تو وہ کیا میسج ہوگا۔کتنی احمق ہوں نا' وہ اس ویڈنگ گیسٹ بک

چیئر کو دیکھتے ہوئے عجب پھیکے انداز میں مسکرائی تھی۔لہجے میں کوئی حسرت تھی یا پھر دکھ کہ اس کی زندگی میں وہ دلکشی تھی نا رعنائی' وہ وقت نہیں پڑا تھا جس کا خواب لڑکیاں دیکھتی ہیں وہ خوش نہیں تھی مگر وہ اپنے جذبات چھپانا چاہتی تھی۔اس نے لکھنے کے لیے مارکر اٹھایا تھا جب معارج تغلق نے اس کا ہاتھ تھاما۔کچھ دیر تک خاموشی سے اسے دیکھا۔پھر اس ہاتھ کو جانے کیا سوچ کر لبوں سے لگا لیا۔وہ حیران رہ گئی تھی۔انائیا ملک اسے جانتی تھی وہ وقتی بہاؤ میں بہتا تھا بس اور پھر اس کے آگے ایک طویل سناٹا ہوتا تھا۔تبھی وہ اس کے ہاتھ کو اگر تھامے کھڑا تھا تو یہ احساس اس کے اندر کوئی خوش کن احساس نہیں جگا پایا تھا۔

"ہم دونوں اس کتاب پر مل کر ایک ساتھ لکھیں گے۔" وہ جانے کیا سوچ کر بولا۔انائیا ملک کو اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑا تھا۔وہ صرف دلہن دلہا کے لیے اچھے جذبات اور خیالات لکھنا چاہتی تھی اور بس۔تبھی اس نے شانے اچکا دیے اور معارج تغلق کو اپنے نازک ہاتھ کا مکمل کنٹرول دے دیا تھا۔ اسے لگا تھا معارج تغلق کوئی لمبا چوڑا پیغام درج کرے گا۔مگر اس نے بس دو

مختصر حرف درج کیے تھے۔"ہمیشہ کے لیے بطور شوہر و بیوی ایک ساتھ رہیں پیار و محبت سے جڑے ہوئے۔"

انائیا ملک نے اس مختصر جملے کی اہمیت کو جانچنے کے لیے اس کی سمت دیکھا تھا معارج تغلق نے خاموشی سے اس کی سمت دیکھا پھر اس کے لبوں نے اس کے ہاتھ پر اپنے یقین کی مہر ثبت کی تھی انائیا ملک کو یقین نہیں ہوا تھا۔یہ وہی معارج تغلق ہے جو اس کے ساتھ ہر طرح کا جائز ناجائز رویہ روا رکھ چکا ہے کیا وہ واقعی اس تعلق کی اہمیت کو سمجھتا ہے؟ وہ اس کی سمت یک ٹک دیکھ رہی تھی۔جب وہ بولا تھا۔

"شادی کا مطلب یہی ہے نا میں نے کچھ غلط تو نہیں کیا؟ اگر تم اپنے ہاتھوں سے لکھتیں تو یہی لکھتی نا؟" وہ اس کا یقین چاہ رہا تھا انائیا ملک اس کی سمت سے اپنی نظریں پھیر گئی تھی بنا کچھ کہے۔

"مجھے تمام عمر تمہارے ساتھ گزارنا ہے' خوابوں کو حقیقت کرنا ہے اور ہر پل کو یقین دینا ہے کہ زندگی ہر پل سہل اور محبت سے بھرپور ہوگی اور کوئی لمحہ

بھی بے رنگ نہیں ہوگا۔یہی ... یہی کہتے ہیں نا؟" وہ اس کے کان میں مدھم سرگوشی کر رہا تھا۔ انائیا ملک کا چہرہ اس کی سانسوں سے جل رہا تھا۔

"مسٹر ایلکس اور ان کی برائیڈ ابھی تک نہیں آئے مجھے ان کو دیکھنے کی بہت چاہ ہو رہی ہے۔" وہ اس کی سمت سے توجہ ہٹاتی ہوئی بولی۔

"میرا دل چاہ رہا ہے انائیا ملک آج پھر سے ایک بار میں ہر بات کے لیے تجدید عہد وفا کروں تم سے وہ سب کہوں جو پہلے کبھی نہیں کہا۔کیا یہ ممکن ہے؟" وہ اس کا ہاتھ تھامے کہہ رہا تھا۔وہ ساکت سی اس کی سمت دیکھ رہی تھی۔اس شخص کو کیا ہو رہا تھا؟ محض اس لمحے کا کوئی جادو تھا یا پھر واقعی کوئی اسرار' یہ معارج تغلق کو کیا ہو رہا تھا؟ وہ اتنا بے خود کیوں ہو رہا تھا۔ اس کی سانسوں کی حدتیں اسے بھرپور طور پر جھلسا رہی تھیں اور وہ ساکت کھڑی تھی۔

...☆☆☆...

"دامیان سوری بچکانہ باتیں بند کرو تم جانتے ہو میں ارادہ کرچکی ہوں اور پھر ہم اچھے دوست تھے دوستی نہیں رہی' مگر میں نے خود میں وہ لچک پیدا کی

ہے جو شاید پہلے نہیں تھی۔میں نے پھر سے تمہاری طرف دوستی کا قدم بڑھایا ہے۔اسے اس طرح پھر سے پیچیدہ مت کرو۔" وہ ریکوئیسٹ کرتی ہوئی سوٹ کیس میں سامان بھرنے لگی تھی۔

"دامیان سوری ہم دونوں کو تسلیم کرلینے دو کہ ہم دنیا کے دو احمق ترین لوگ ہیں جنہیں چیزوں کو سمجھنے کا ڈھنگ نہیں آیا اور ہم نے ہمیشہ لمحوں کو اپنی ضد کی نذر کیا۔بچوں کی طرح لڑتے جھگڑتے رہے۔

کتنے بے وقوف رہے ہم دونوں اتنا بھی نہیں سمجھ پائے کہ دوستی کو شرطوں سے ہٹ کر پرکھا جانا چاہیے وقت کی قید میں رکھے بنا اور...!"

"تم اتنی خوفزدہ ہو کہ محبت کی بات بھی کرنا نہیں چاہتیں۔" دامیان سوری اصل مدعا پر آیا تھا۔وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی تھی۔وہ جس موضوع سے بچ رہی تھی وہ اسی کی بات لے آیا تھا۔

"محبت۔" اس نے زیر لب دہرایا۔"ہم محبت کی بات کیوں کریں۔محبت کہیں نہیں ہوتی دامیان سوری۔" وہ اس کی بھرپور نفی کرنا چاہتی تھی۔وہ اس کے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہاتھ تھامتے ہوئے اسے پر حدت نظروں سے دیکھنے لگا تھا۔دامیان سوری کی تمام جان اس کی آنکھوں سے اسے جھانک رہی تھی۔

"اناہیتا بیگ محبت کی بات کرنا ضروری ہے۔آج کوئی اور بات نہیں کرنا چاہیے۔ہم نے فضول باتوں میں بھی تو وقت ضائع کیا ہے نا؟ وہی بات نہیں کی جو ضروری تھی۔تم میرے لیے کتنی ضروری تھیں یہی بات تمہیں کبھی نہیں بتا پایا۔تم سے کتنی محبت کرتا ہوں میں جتا نہیں پایا۔تمہارے بنا جی نہیں سکتا ہوں کہہ نہیں پایا۔تم سے تمہیں مانگنے کی چاہ میں جیتا رہا' جلتا رہا مگر کبھی کہہ پانے کی ہمت ہی نہیں کر پایا۔ان گنت خواہشوں کو دل میں دبائے تمہارے ساتھ کا تمنائی رہا۔تمہاری خواہش کرتا رہا اور تمہیں کہہ نہیں پایا کہ اس ہاتھ کو تھام کر تا عمر تمہارے ساتھ چلنا ہے یہی پوچھنے کے لیے میں تمام وقت ہمت کرتا رہا۔ارادے باندھتا اور توڑتا رہا مگر کبھی کہہ نہیں پایا۔مجھے اسلوب نہیں معلوم تھا۔ڈھنگ ڈھونڈنے میں عمر لگا دی چاہنے کا طریقہ نہیں آیا اور مانگنے کا ڈھنگ سیکھ نہیں پایا مگر یہ بات آج بھی کہنے سے اتنا ہی ڈرتا ہوں تم انکار نہ کردو۔اناہیتا بیگ تم نے کتنی دیواریں اٹھائیں اپنے اور میرے درمیان میں

تا عمر گراتا رہا مگر اب بھی دیکھتا ہوں تو خود کو تم سے میلوں کی دوری پر پاتا ہوں۔آج بھی ہم میں کئی دیواریں باقی ہیں جو میں گرانے کی چاہ رکھتا ہوں اور ہمت بھی مگر اس کے لیے میں تم سے تمہاری اجازت لینا ضروری سمجھتا ہوں۔کیا تم مجھے اس بات کی اجازت دو گی کہ میں ان دیواروں کو گرا کر تم تک آؤں اور تمہارے ساتھ عمر گزاروں؟" وہ سب بہت واضح کہہ رہا تھا۔کوئی لگی لپٹی رکھی تھی نا چھپی چھپائی۔

انابیتا بیگ کو اس بات کا ڈر تھا کہ وہ ٹھان کر آیا ہے تو اسے ہرا دے گا اور وہ خود کو اندر سے بہت پسپا محسوس کر رہی تھی تو یہ خدشہ بے کار بھی نہ تھا۔ وہ اس کی نظروں سے پگھل رہی تھی۔اس کے اندر کی برف قطرہ بہ قطرہ پگھل رہی تھی اور اس کا سارا وجود اس بہاؤ کے ساتھ بہے جا رہا تھا۔

"انابیتا بیگ آج اس بہاؤ میں خود کو بہنے سے مت روکو۔اس دیوار کو اپنی ڈھال مت بناؤ' یہاں میں ہوں تمہارے لیے دیکھو میری نظروں اور دل میں کیا ہے' تمہارے لیے بے حد... بے حساب محبت ہے' بہت گنجائش ہے اور یہ جگہ کبھی سکڑے گی نا سمٹے گی نا یہ بہاؤ رکے گا نا یہ محبت کم ہوگی۔اگر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تمہیں خوف ہے تو کسی بھی تجدید نامے پر انگوٹھا لگوا لو۔" وہ اصل مدعا بیان کرنے کے بعد بولا تو وہ مسکرائے بنا نہیں رہی اور اسی انداز سے دامیان سوری کو ڈھارس بندھی تھی۔

"انابیتا بولو محبت ہے نا؟ میرے ساتھ زندگی گزارنے کی تمنا تمہاری دھڑکنوں میں بھی ہے نا اگر مجھے وہم ہے تو اس کو حقیقت کا روپ دے سکتی ہو تم؟" وہ اس سے اس کا ساتھ مانگ رہا تھا۔تبھی وہ سر نفی میں ہلانے لگی تھی۔

"دامیان سوری ہم اگر ساتھ رہے تو تا عمر لڑتے جھگڑتے رہیں گے مجھے یاد ہے تم نے کہا تھا ہم الگ الگ سیاروں کے لوگ ہیں الگ الگ مداروں میں گھومتے ہیں چکر کاٹتے ہیں۔ہم ایک ساتھ ایک مدار میں ایک ساتھ گھومتے ہوئے شاید صدیاں لیں اور شاید صدیاں گزر جانے کے بعد بھی یہ کھلے کہ ہم ایک مدار کے تھے ہی نہیں تو ہم ناکام رہے؟" وہ خدشے بیان کر رہی تھی۔وہ اس کا مثبت انداز دیکھ کر کچھ ہمت پا گیا تھا ایک گہری سانس لے کر کرسی کھینچ کر خود سے قریب کی اور اس بار انابیتا بیگ نے بھی کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔

"میں تمہارے خلاف کبھی نہیں گیا بس ضد رہی کہ تم پاس آؤ تم اقرار کرو تم کہو کہ تم چاہتی ہو... بے حد ... بے حساب اپنی خواہشوں کو میری دھڑکنوں سے باندھو اور میرے دل کو اپنے دل سے ربط دو اور یہ ربط پھر کبھی نہ ٹوٹے۔ہم الگ الگ مدارچوں میں گھومنے کے باوجود بھی ایک دوسرے کے لیے اپنے دل آباد رکھتے ہیں۔سنو تو ان دونوں دلوں کی دھڑکنوں میں ایک خاص آہنگ ہے جو اس بات کا پتا دیتا ہے کہ محبت ہے اور یہ محبت بھی کم نہیں ہوگی۔الگ الگ سیاروں کا ہونا معنی نہیں رکھتا مگر دل ایک ساتھ جڑے ہوں تو سب بے معنی ہوجاتا ہے۔" وہ بھرپور وضاحت دیتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔وہ اس کے بازوؤں کی گرمی سے قطرہ قطرہ پگھل رہی تھی۔نظریں اٹھائے اسے دیکھ رہی تھی۔وہ بھی شاید خود سے منکر ہوتے ہوئے تھک گئی تھی۔اسے کھونا نہیں چاہتی تھی۔تبھی اس کے سینے پر سر بہت آہستگی سے رکھ دیا تھا۔

"دامیان سوری میں نے خواہشوں کی ڈور کو تمہارے دل سے باندھ دیا ہے اب سے نہیں بہت عرصے سے یہ ربط قائم ہے اور میں کبھی اس ربط کو توڑ ہی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نہیں پائی مگر مجھے ڈر لگتا تھا الجھن ہوتی تھی ایک بات کھلتی تھی کہ تم میرے خلاف کھڑے تھے۔میں چاہتی تھی تم میرے ساتھ چلو۔میری مخالف سمت نہیں' آج میں خود کو پگھلتے ہوئے محسوس کر رہی ہوں۔جیسے میرا وجود برف سے بنا تھا اور تمہاری محبت کی حدت اسے قطرہ قطرہ پگھلنے پر مجبور کر رہی ہے۔میں بے اختیاری میں گھری کھڑی ہوں مگر میں تمہاری ان دھڑکنوں کو بھی سن رہی ہوں اور مجھے یقین مل رہا ہے کہ میں اس مقام پر تنہا نہیں کھڑی ہوں۔تم بھی اسی کشمکش میں میرے ہمراہ چلتے رہے ہو مگر ہم دونوں اتنے محتاط رہے کہ ایک دوسرے کو اس کی خبر ہونے دینا نہیں چاہتے تھے۔جیسے کہ آج بھی جب اتنا کچھ سن رہی ہوں تمہاری دھڑکنوں کو پڑھ رہی ہوں تو مجھے ڈر لگ رہا ہے کیا ہم واقعی ایک دوسرے کو جھیل نہیں سکتے؟ کیا ہم اتنے انا پرست ہیں کہ کبھی اس خول کو توڑ کر باہر کی دنیا کو اس کی حقیقت کو دیکھ نہیں سکتے؟" وہ صاف گوئی سے کہہ رہی تھی۔

"میں انا پرست نہیں ہوں اناہیتا بیگ۔میں نے ہمیشہ اپنے دل کی سنی ہے۔ ہمیشہ تمہارے سامنے ہتھیار ڈالے ہیں ہمیشہ انا کا پرچم سرنگوں کیا ہے۔اس کا

مطلب ہے کہ میرے اندر گنجائش ہے اور جہاں تم اپنی انا کو مار نہیں سکو گی وہاں میں اپنی انا کو آڑے نہیں آنے دوں گا۔رہی بات لڑنے جھگڑنے کی تو ہم اگر کبھی لڑیں گے بھی تو یہ محبت کم نہیں ہونے دے گی اتنی مخالفتوں کے باوجود جو محبت کم نہیں ہوئی وہ محبت کیسے ختم ہوجائے گی؟" وہ یقین دلا رہا تھا۔

"تم جو جو کہو گی کروں گا' جیسے جیسے چاہو گی منظروں کو ان رنگوں میں ڈھال دوں گا۔تم دن کو دن کہوگی کہوں گا۔تم دن کو رات کہو گی تو بھی مجھے اختلاف نہیں ہوگا۔صبح کا ناشتا بنا کر بیڈ پر سرو کروں گا۔دوپہر کا کھانا آرڈر کر کے منگوا دیا کروں گا۔رات کا کھانا ہم باہر کھائیں گے۔تم کہو گی تو ہر رات تمہاری فیورٹ آئس کریم کھانے چلا کریں گے ہفتے میں ایک بار لانگ ڈرائیور اور...!" وہ شرائط پر بنا چوں چراں کیے اثبات کی مہر ثبت کر رہا تھا۔وہ

مسکرا دی تھی۔دامیان سوری نے بازوؤں کا گھیرا اس کے گرد کچھ تنگ کیا اور اس کے چہرے کے قریب چہرہ کر کے سرگوشی کی تھی۔

"آئی لو یو ہنی' آئی لو یو سو سو مچ' فرام دا ڈیپ کور آف مائے ہارٹ۔بی مائن فور ایور۔میرے لیے زندگی کا تصور تم ہو۔تمہارے علاوہ کہیں کچھ نہیں ہے۔ میں تمہارا ہمیشہ بہت بہت خیال رکھوں گا اور اگر کچھ دکھ دیا بھی ہے تو اس کا ازالہ بھی بھرپور طریقے سے کروں گا۔بولو دو گی میرا ساتھ۔؟" وہ مدھم سرگوشی کرتا ہوا پوچھ رہا تھا۔انابیتا پہلی بار پر سکون انداز میں مسکرائی تھی۔ اندر کہیں بہت اطمینان اتر رہا تھا۔وہ پہلی بار خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی۔محبت جتنی بے سکونی دیتی ہے اس سے کئی گنا زیادہ سکون دے سکتی ہے۔اس کا تجربہ اسے پہلی بار ہوا تھا۔دامیان سوری کے بازوؤں میں وہ خود کو روئی کے گالوں کی طرح ہلکا پھلکا اڑتا ہوا محسوس کر رہی تھی۔جیسے بادل فضاؤں میں اڑتے جاتے ہیں مسرور' بے فکر' بے پروا اور مست' محبت کا یہ احساس ابھی سے خوش کن تھا۔وہ مسرور دکھائی دی تھی۔پہلی بار خوشی تھی اور

اس کے چہرے پر جو چمک تھی اس کی آنکھوں میں جو روشنی تھی وہ دامیان سوری کے اطمینان کا باعث تھی۔اس نے مدھم لہجے میں پوچھا۔

"ول یو میری می انابیتا بیگ۔" وہ اس کے ساتھ زندگی باندھ رہا تھا۔انابیتا بیگ نے اس کی سمت دیکھا۔ان آنکھوں میں اس کے لیے بے انتہا محبت تھی۔اس چہرے پر سکون بتا رہا تھا کہ وہ اس کے ساتھ خوش ہے اور ہمیشہ ساتھ رہنے کا تمنائی ہے۔ان نظروں کی حدتوں میں محبت سانس لے رہی تھی اور وہ اس محبت کی نفی نہیں کر پائی تھی۔تبھی سر بہت ہولے سے اثبات میں ہلا دیا تھا۔

"ہوں۔" اس نے کہہ کر اپنے اندر بہت سکون محسوس کیا تھا۔دامیان سوری مسکرا دیا تھا۔

"آہ' گریٹ تو تم تیار ہو ہر دن میرے لیے مزے مزے کے کھانے بنانے کے لیے؟ صبح پانچ بجے اٹھنے کے لیے' میرے ساتھ جم جاکر رننگ کرنے کے لیے اور مجھے ناشتا بنا کر تیار کر کے آفس بھیجنے کے لیے میرے جوتے پالش

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کرنے کے لیے اور...!" وہ روانی سے بول رہا تھا جب انابیتا نے ہاتھ کا مکا بنا کر اس کے چوڑے شانے پر دے مارا تھا۔

"ایسا کچھ نہیں کرنے والی میں' تم نے جو شرائط پہلے قبول کی تھیں انہی پر شادی ہو گی۔" وہ مسکرائی تھی۔دامیان سوری نے اس کی سمت مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔

"یہ فاؤل ہے مجھ معصوم پر اتنا ظلم۔شوہر بننا اتنا جان جوکھوں کا کام ہے؟"

"اٹس یور چوائس۔" وہ شانے اچکا کر بولی تھی۔دامیان سوری نے اطمینان سے اسے دیکھا تھا۔پھر مسکراتے ہوئے اس کی چھوٹی سی ناک کو دبایا تھا۔

"آئی لو یو' اینی وے مجھے ان شرائط کے ساتھ زندگی قبول ہے۔" وہ مسکرایا تھا۔پھر جیب سے ایک رنگ نکالی اور انابیتا بیگ کی انگلی میں پہنا دی تھی۔ انابیتا اس بیش قیمت رنگ کو دیکھنے لگی تھی پھر نگاہ اس کی سمت اٹھائی۔وہ اس کے ہاتھوں کو تھام کر لبوں تک لے گیا تھا۔

"ہمیشہ' ہمیشہ ساتھ رہنے کی خواہشوں کے ساتھ میں اپنے پورے دل سے پوری جان سے اپنی تمام تر محبت تمہیں سونپنا چاہتا ہوں۔اس محبت کا شمار ان گنت

دنوں پر مشتمل ہوگا اور کوئی لمحہ رائیگاں نہیں ہوگا۔بی کوز آئی لو یو انابیتا۔آئی ول بی کیپ لونگ یو فور ایور۔" وہ یقین دلا رہا تھا اور انابیتا اس یقین کے ساتھ خود کو فضاؤں میں اڑتا محسوس کر رہی تھی۔ایک اطمینان کے ساتھ اس نے اپنا سر اس کے شانے سے ٹکا دیا تھا اور بہت مدھم لہجے میں بولی تھی۔

"آئی لو یو ٹو۔" ایسا کہتے ہوئے اس کے اندر بہت سکون تھا۔

...☆☆☆...

شام کے سائے اس سمندر کنارے کچھ گہرے ہو رہے تھے مسٹر ایلکس اور ان کی برائیڈ وہاں پہنچ چکے تھے۔مگر وہ برائیڈل وائف گاؤن میں نہیں تھی۔اسے بلیو ڈریس میں دیکھ کر وہ چونکی تھی۔

"یہ مسٹر ایلکس نے اپنی وائف کو برائیڈل گاؤن کیوں نہیں پہنایا؟ ان کے یہاں تو اسی کی رسم ہے نا؟ کیا وہ شادی کو کوئی نیا رنگ دینا چاہتے ہیں؟" اس نے معارج تغلق سے پوچھا۔وہ اس کی سمت دیکھتا ہوا مدھم سا مسکرا دیا۔ پھر اس کا ہاتھ تھام کر ان سیپیوں کے فرش پر چلتے ہوئے آگے بڑھا اور ویڈنگ آلٹر میں آن رکا تھا۔جہاں دلہا دلہن کو ایک دوسرے سے تجدید وفا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کرنا تھا۔زندگی ساتھ گزارنے کا اعتراف کرنا تھا۔کچھ پرامسز کرنا تھے عہد باندھنے تھے۔یہ جگہ مسٹر ایلکس اور ان کی برائیڈل کے لیے بنائی گئی تھی۔مگر اس لمحے وہ معارج تغلق کے ساتھ وہاں اس کی ہمراہی میں کھڑی تھی۔ان دونوں کے سامنے قانونی مشیر کھڑا تھا۔جس کے سامنے دلہا دلہن کو ان کے رواج کے مطابق شادی کی تجدید کرنا تھی۔یہاں مسٹر ایلکس کو ہونا چاہیے تھا اور وہ حیران تھی وہاں وہ اس لمحے معارج تغلق کے ساتھ کھڑی تھی۔معارج تغلق نے اس کے ہاتھ تھامے تھے اور اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"میں عہد کرتا ہوں اپنی آخری سانس تک تمہارے ساتھ رہوں گا۔ہر سکھ' دکھ میں تمہاری دل جوئی کروں گا۔تمہارا ساتھ دوں گا پھر چاہے وہ اچھا وقت ہو یا برا' موسم سرد ہو یا گرم۔میں تمہیں ہر موسم سے محفوظ رکھنے کا وعدہ لیتا ہوں۔تمہاری ذمہ داری لیتا ہوں اپنی آخری سانس تک' محبت کرنے کی چاہتیں دینے کی قسم لیتا ہوں اور اس پر ہمیشہ عمل کرتا رہوں گا۔ہمیشہ تمہارا رہوں گا۔نبضوں کے رکنے تک' میں صرف تمہارا ہوں اور ہمیشہ رہوں گا پورے

ایمان اور یقین کے ساتھ۔" وہ اسے حیرت میں مبتلا کر گیا تھا۔وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔یہ کیا ہو رہا تھا۔جس ویڈنگ آلٹر میں ایلکس اور اس کی برائیڈل کو کھڑے ہو کر تجدید کرنا تھی وہاں وہ تھے۔یہ کیا تھا؟ وہ ششدر سی معارج تغلق کو دیکھ رہی تھی۔

"تمہارے سوا نا کوئی دوجا' صرف تم میری زندگی کا محور رہو گی انائیا۔کیونکہ مجھے یقین ہے کہ خدا نے تمہیں میرے لیے بنایا ہے اور مجھے یہ سانس تمہارے لیے دی ہیں۔میری زندگی اور جینے کا مقصد تم

ہو' تمہارے بنا سب ادھورا ہے۔میرا وجود بھی۔" سب نے شور مچایا تھا معارج تغلق نے جیب سے انگوٹھی نکال کر اس کی انگلی میں پہنائی تو سب نے تالیاں بجائیں تھیں۔معارج تغلق نے بھرپور استحقاق سے تھام کر اپنے قریب کیا اور محبت کی مہر ثبت کردی۔وہ اب بھی حیران و ساکت تھی۔وہ اسے لے کر کیک کی طرف بڑھا۔اس کا ہاتھ تھام کر کیک کاٹا۔اس کے منہ میں ڈال

کر اس کا منہ میٹھا کروایا۔پھر وہی کیک اپنے منہ میں ڈالا۔انائیا ملک کی نظروں میں سارے منظر گھوم رہے تھے۔اس کے لیے بطور خاص اس قیمتی سرخ گاؤن کا انتخاب کرنا۔اسے پہننے کی تلقین کرنا۔اس کے لیے بطور خاص سجانے کا اہتمام کرنا اور پھر یہ تقریب۔سمندر کنارے اتنی منفرد انداز سے منعقد کی گئی وہ شادی کی تقریب اسے لگا تھا سمندر کی لہروں کا شور اس کی دھڑکنوں سے کہیں دب رہا تھا۔معارج تغلق نے اس کا ہاتھ تھام کر اس ویڈنگ گیسٹ بک پر بطور خاص لکھنا۔وہ سمجھ کیوں نہیں پائی تھی۔تو کیا وہ اسے سرپرائز دے رہا تھا۔ان کی اپنی شادی کی تقریب خود اس کے ہاتھوں آرگنائز کروانا۔اتنا اہتمام کروانا اس کی حقیقت کیا تھی اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا ایشاع اس کا شوہر' علیزے ہاشمی سامنے کھڑے ان کو دیکھ کر مسکرا رہے تھے ہاتھ ہلا رہے تھے۔ایشاع نے قریب آکر اس کے چہرے پر پیار کیا۔

"بھابی' بھائی تمہارے لیے پاگل ہیں دیکھو لوگ ایک بار شادی نہیں کر پاتے اور انہوں نے تمہارے لیے یہ تیسری شادی کی تقریب منعقد کر ڈالی۔" ایشاع مسکرا رہی تھی۔یہ سچ تھا وہ آج تیسری بار اس شادی کا حصہ بنے تھے۔یہ

تجدید تیسری بار تھی۔پہلی دو بار اس کی خواہش شامل نہیں تھی صرف معارج کی خواہش تھی مگر...!

اوہ تو یہ تقریب صرف اس لیے تھی کہ وہ اس سے محبت میں مبتلا ہوئی تھی۔ وہ اس کی محبت کو خراج تحسین پیش کر رہا تھا۔مگر اتنی چوری چوری چپکے چپکے اور وہ اتنے اوہام کا شکار رہی جوڑے ڈانس کرنے لگے تھے۔وہ اس کا ہاتھ تھام کر فلور کی سمت بڑھ رہا تھا جب انائیا نے روک دیا تھا۔

”یہ کیا ہے؟ کیا کر رہے ہو تم یہ؟ یہ تو مسٹر ایلکس کی شادی تھی نا تو پھر؟‘

وہ مسکرا دیا۔

”تمہیں سرپرائز دینا چاہتا تھا۔کہا تھا نا ہمارا ہنی مون ہے تو جو شادی دل سے نہ ہوئی ہو اس کے بنا ہنی مون کچھ ادھورا لگ رہا تھا۔پہلی دوبار کی شادی میری مرضی سے ہوئی تھی سو یہ تیسری شادی کی تقریب تمہارے لیے تمہارے خیال سے تمہیں خوشی دینے کو ارینج کی۔اس کے انتظامات تم سے کروائے کہ تم ایک آئیڈیل شادی کیسے ارینج کرسکتی ہو سب وہ ہوا جو تمہاری خوشی تھی۔ بس ہوا یہ تم سے کہا نہیں کہ کتنی محبت ہے اور یہ تقریب کسی اور کے لیے

نہیں ہم دونوں کے لیے ہے۔“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔فضا میں وہ پیپر کی بنی وش لالٹین چھوڑی جا رہی تھیں۔آسمان میں روشنیوں کا ڈیرا تھا اور محبت جیسے اس فضا میں سانس لے رہی تھی۔وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ معارج تغلق اس کے لیے اتنا کچھ کرسکتا ہے کیا وہ اس سے واقعی اتنی محبت کرتا ہے اور پھر علیزے ہاشمی؟ اس کی حقیقت کیا تھی وہ خدشوں سے اس کی سمت دیکھنے لگی تھی۔معارج تغلق نے اسے بازوؤں میں لیا اور خود کے قریب کر کے اپنی شدتوں کا ثبوت دیتے ہوئے مسکرایا۔

”محبت تم سے ہے انائیا ملک تو پھر اس کا اظہار کسی اور سے کیسے ہوسکتا ہے؟ تمہیں شک کرنے کا خبط ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ میں نے تمہارے علاوہ کبھی کسی کی طرف نہیں دیکھا۔اگر نفرت کی تو تم سے کی اور اگر محبت کی تو وہ بھی تم سے۔تم نے مجھے اظہار کا سلیقہ دیا۔طریقے سمجھائے اسلوب سکھائے‘ تمہارے علاوہ کسی اور کے لیے کیسے سوچ سکتا ہوں؟ میں تو آنکھیں بند کر کے بھی دیکھوں تو تمہارے خیال سے بچ نہیں پاتا۔چہرہ تمہارا دکھائی دیتا ہے تو کھلی آنکھوں سے کسی اور کی طرف کیسے دیکھ سکتا ہوں۔علیزے یا کوئی بھی اور

میرے لیے کسی کی وقعت نہیں۔ میری زندگی میری جان تم ہو۔ میرے سانس لینے کی وجہ اور مجھے میرے ہونے کا احساس دلانے والی صرف تم ہو۔ میں تمہارے علاوہ کسی اور کا طواف کیسے کرسکتا ہوں؟" وہ سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ انائیا ملک نے ایک اطمینان کی گہری سانس لی تھی اور ان وش لالٹین کو فضاؤں میں اڑتے ہوئے دیکھا۔

"مجھے لگا تھا میں اس سفر میں تنہا ہوں تم سے محبت کب ہوئی میں نہیں جانتی۔ مگر میں نے تمہارے لیے خود کو اس مقام پر کھڑے پایا جہاں میں بنا سوچے سمجھے کچھ بھی کرسکتی ہوں اور اس کے لیے میں دوسری بار سوچنا بھی نہیں چاہتی۔ اگر مجھے آگ پر بھی چلنا پڑے تو میں دوسری بار نہیں سوچوں گی۔ تم سے محبت کا ادراک میرے لیے حیرت کا باعث تھا۔ مگر میں تم سے کبھی دور جانا نہیں چاہتی تھی۔ تمہارے ہر کھردرے رویے کے باوجود میں تمہارے ساتھ رہنا چاہتی تھی۔ مجھے حیرت تھی محبت ایسی کیسے ہوسکتی ہے۔ مگر مجھے یقین نہیں تھا کہ تمہارے دل میں میرے لیے ایسی ہی کوئی محبت ہے اور علیزے ہاشمی کی طرف تمہاری توجہ مبذول ہوتے دیکھ کر تو مجھے واقعی

یقین ہوگیا تھا تبھی میں نے فیصلہ لے لیا تھا تم سے علیحدہ ہونے کا۔" وہ صاف گوئی سے بولی۔

"اور تمہیں لگا تھا کہ میں تمہیں خود سے دور جانے دوں گا۔" اسے تھام کر سینے کے قریب کیا تھا۔

"انائیا ملک تم سے محبت کا ادراک میرے لیے بھی اتنا ہی حیران کن تھا۔ مگر مجھے لگتا تھا تم مجھے قبول نہیں کر پاؤ گی مگر جس رات تم نے خود سپردگی سونپنی مجھے یقین ہوگیا کہ تم مجھ سے علیحدہ نہیں ہو میں یہاں یہی پلان کر کے آیا تھا کہ ہم ایک فیصلہ لے لیں اور ہمیشہ ساتھ زندگی گزارنے کا عہد کریں گے۔ مجھے تمہیں اس کے لیے قائل کرنا تھا۔ مگر مجھ پر کھلا کہ تم پہلے سے اسی راہ پر ہو اور تمہارا دل بھی اس آہنگ میں دھڑک رہا ہے۔ میں تمہارے بنا زندگی کا تصور نہیں کرسکتا۔ آئی ایم سوری اگر کسی لمحے میں نے تمہیں دانستہ یا نادانستہ ستایا ہو یا کوئی تکلیف دی ہو مگر میرا مقصد ایسا کبھی نہیں تھا اگر میں نے تمہیں کوئی سزا کبھی دی بھی تو اس کے لیے میں خود کو سزائیں دیتا رہا۔ ہمیشہ ایک گلٹ سہتا رہا۔ تمہارے قریب رہتا تمہیں دور جانے نہ دیتا۔ کیوں؟

کیونکہ مجھے تم سے محبت تھی مگر اس اظہار نے زمانے لیے مگر یہ سچ ہے کہ میں نے کسی اور سے کبھی محبت نہیں کی۔مگر تم نے اپنے ساتھ باندھا اور کسی اور طرف جانے ہی نہیں دیا۔میں کب تم سے جڑا میں نہیں جانتا مگر اس ربط سے میرے اندر سکون بہتا ہے اور میں یہ سکون کبھی کھونا نہیں چاہتا وعدہ کرو تم کبھی زندگی کے کسی قدم پر مجھے چھوڑنے کی بات نہیں کرو گی اور کچھ بھی ہو گا تم ہمیشہ میرا یقین کرو گی۔" معارج تغلق نے اسے خود سے قریب کرتے ہوئے کہا اور اس نے اس کی سمت دیکھتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"انائیا معارج تغلق تم میری زندگی کا حصہ ہو میرے وجود کا حصہ ہو تمہارے لیے کچھ بھی کرسکتا ہوں۔اس کے لیے نہ کوئی غلط غلط ہے نا ٹھیک تمہاری خوشی کے لیے چاند تارے توڑ کر سب تمہارے

قدموں میں ڈھیر کرسکتا ہوں۔ہر ناممکن کو ممکن کرسکتا ہوں کیونکہ تم سے محبت ہے اور محبت بھی بے پناہ' بے شمار' مجھے اظہار کا طریقہ نہیں آتا کچھ

ان رومینٹک ہوں مگر تم میرے ساتھ گزارا کرسکتی ہو۔" وہ اس کی ناک سے اپنی ناک رگڑتا ہوا بولا تو وہ مسکرادی۔

یہ محبت سے بھرا دل بے پناہ شدتیں' حدتیں اس کے لیے تھیں وہ اس وقت خوش نہیں بہت خوش تھی۔وہ اس شخص کے بنا شاید مرجاتی مگر محبت نے معجزے کردیے تھے۔اس کے دل کو معارج تغلق کے دل سے باندھ دیا تھا اور اس آہنگ میں محبت بول رہی تھی۔

"انائیا' ہنی میں عہد کرتا ہوں تمہیں کوئی معمولی سی زک نہیں پہنچنے دوں گا۔ کوئی چھوٹی سی تکلیف بھی نہیں ہونے دوں گا۔ آج کے بعد خود کو خوشیوں سے بھرپور خوش آئند زندگی جینے کے لیے تیار کرو۔جو خدشوں سے دور اور اوہام سے دور ہوگی کیونکہ محبت سب ممکن کرسکتی ہے اور میرے دل میں جو تمہارے لیے محبت ہے وہ ہمیشہ قائم رہے گی۔کچھ رہے یا نہ رہے۔میری محبت تمہارے لیے باقی رہے گی۔" معارج تغلق نے کہا تو وہ مسکرادی تھی اور اس کے سینے پر سر رکھ دیا تھا معارج تغلق نے اس کی پیشانی پر اپنے پیار کی مہر ثبت کی تھی اور مسکرا دیا۔

ختم شد